تاریخِ لاہور کا انسائیکلوپیڈیا

تحقیقاتِ چشتی

تالیف: نور احمد چشتی

تاریخ لاہور کا انسائیکلوپیڈیا

تحقیقاتِ چشتی

تالیف

نور احمد چشتی

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

954.9143 Noor Ahmad chishti
Tehqiqat-e-Chishti / Noor Ahmad chishti.-
Lahore: Al-Faisal Nashran , 2006
980p.

1. Tareekh   I. Title Card

ISBN 969-503-404-7

جنوری 2014ء

محمد فیصل نے

آر۔آر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت:/650 روپے

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
ht.p : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com
e.mail : alfaisalpublishers@yahoo.com

Marfat.com

فہرست مندرجات کی مجمل فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
۱۔ نور احمد چشتی احوال و آثار	۱۱
۲۔ دیباچہ	۱۷
۳۔ ہندو عہد	۵۸
۴۔ تذکرہ شاہان اہل اسلام	۶۶
۵۔ سکھوں کا عہد	۱۳۲
۶۔ احوال صوفیا و بزرگان	۱۵۸
۷۔ تکیے اور مختلف قبور	۴۱۵
۸۔ مڑھیاں اور غیر مسلم فقیر	۵۹۳
۹۔ باغات	۶۹۲
۱۰۔ مواضع اور متفرق عمارات	۷۱۱
۱۱۔ مساجد	۷۶۸
۱۲۔ مقابر صوفیا و بزرگان	۸۱۴
۱۳۔ مقابر سلاطین و روسا	۹۲۲

Marfat.com

فہرست مندرجات

۱۔ دیباچہ (منتخب عنوانات)	17
حوال مصنف	۲۳
تحقیقات چشتی کی تصنیف	۳۸
کتاب کے ماخذ	۳۹
نالیف کی تاریخیں	۴۸
۲۔ ہندو عہد	۵۸
کر اولاد راجہ رام چندر	۵۸
حوال خاندان راجہ ہائے ہند	۵۸
خاندان چندر بنسیان	۶۰
ارا کا حملہ	۶۰
گوتم بدھ اور بدھ مذہب	۶۱
سکندر کا حملہ	۶۲
سکندر کے جانشین	۶۳
سکندر کے عہد میں ہندوستان	
کی رسوم و رواج	۶۴
چندر گپت اور اس کے بعد	۶۴
بکرماجیت	۶۴
راجہ شالواھن	۶۵
متفرق	″
۳۔ تذکرہ شاھان اھل اسلام	۶۶
(منتخب عنوانات)	
ہندوستان پر حملے	۶۶
یورپ پر حملہ	″
محمد بن قاسم ہندوستان میں	۶۷
سبکتگین کی تخت نشینی	۶۸
سلطان محمود کی تخت نشینی و ہند پر حملے	۶۹
سلطان محمود کی وفات اور اس کے بعد	۷۰
سلطان ابراہیم	۷۲
خاندان غوری	۷۳
خاندان التمش	۷۴
بلبن کا خاندان ۱۲۴۶ء	۷۵
خاندان خلجی	۷۶
خاندان تغلق	۷۹
امیر تیمور	۸۰
سیدوں کا خاندان	۸۱
خاندان لودھی	۸۲
ذکر سلطنت مغلیہ	۸۴
بابر	۸۴
ذکر ہمایوں بادشاہ	۸۵
خاندان افغانان سوری کا حال	۸۸
جلال الدین اکبر بادشاہ	۸۹
جہانگیر بادشاہ	۹۱
ذکر شاہ جہان بادشاہ	۹۷
اورنگ زیب	۱۰۳

Marfat.com

شاہ عالم بادشاہ ۱۱۲
ذکر جہاندار شاہ بادشاہ ۱۱۲
ذکر بادشاہی محمد شاہ بادشاہ ۱۱۳
احمد شاہ بادشاہ ۱۱۷
عالمگیر ثانی بادشاہ ۱۱۷
شاہ عالم ثانی بادشاہ ۱۱۹
اکبر شاہ ثانی بادشاہ ۱۲۰
بہادر شاہ ظفر بادشاہ ۱۲۰

۴۔ سکھوں کا عہد ۱۲۲
(منتخب عنوانات)

سکھ قوم کی تشکیل اور تربیت
گرو ارجن ۱۲۳
گورپرنالی گوروان سکھاں ۱۳۹
سکھوں کی بارہ مثلیں ۱۴۰
مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خاندان ۱۴۳
جمعدار خوشحال سنگھ ۱۴۷
دیوان دینا ناتھ ۱۴۸
حال خاندان فقیر صاحبان ۱۴۹

۵۔ احوال صوفیاء و بزرگان ۱۵۸

حضرت شاہ اسماعیل محدث ۱۵۸
تذکرہ بی بی پاکدامن ۱۵۹
علی رنگریز ۱۶۴
المشہور داتا گنج بخش ۱۶۴
سخی سرور المشہور لکھ داتا ۱۷۴
سید یعقوب زنجانی المشہور صدر دیوان ۱۸۵
شاہ حسین زنجانی ۱۸۷
بابا فرید شکر گنج ۱۸۷
شاہ مدار ۱۹۴
شاہ سربانی چشتی المشہور شاہ سروانی ۲۰۰
شاہ عبد الجلیل المشہور شیخ چوہڑ بندگی ۲۰۱
سید عبد القادر ثانی ۲۰۳
حضرت شاہ ابو اسحاق قادری ۲۰۵
شیخ حسو تیلی ۲۰۷
نوشہ صاحب ۲۱۰
شاہ شمس الدین قادری ۲۱۷
میراں سید محمد شاہ موج دریا بخاری ۲۱۷
سید جلال الدین حیدر موج دریا بخاری ۲۳۳
شاہ خیر الدین ابو المعالی قادری ۲۳۴
موسیٰ کھوکھر ۲۳۸
شاہ بلاول ۲۴۰
شیخ طاہر بندگی ۲۴۸
قبرستان میانی پنج ڈھیرا ۲۵۱
خطہ میانی زبانی گورکناں ۲۵۴
نظام شاہ مجذوب ۲۶۱
سید چراغ شاہ چشتی و سبزواری ۲۶۳
شیخ سعدی بلخاری لاہوری ۲۶۵
شاہ حاکم و غلام غوث بخاری ۲۶۶
میاں میر لاہوری ۲۶۸
شیخ نتھا ۲۷۸
شیخ نعمت اللہ سرہندی ۲۸۰
شاہ مسکین امرا المشہور پیر عنبری ۲۸۱

Marfat.com

ملا شاہ ۲۸۲

دارالشکوہ خلف شاہجہان ۲۸۴

نادرہ بیگم ہمشیرہ داراشکوہ ۲۸۶

پیرکی ۲۹۴

خواجہ خاوند محمود ایشاں
المشہور بہ حضرت ایشاں ۲۹۵

شاہ محمد مقیم لاہوری ۳۰۲

مادھولال حسین لاہوری ۳۰۷

شیخ بہلول مرشد لال حسین ۳۰۹

احوال شیخ مادھو ۳۲۰

جمال قادری سہروردی ۳۶۱

حال سید جان محمد حضوری ۳۶۵

پیر روڑاں والا ۳۷۴

ابوتراب المشہور بشاہ گدا ۳۷۵

میاں جان محمد امام مسجد قصاب خانہ والا ۳۸۱

پڑاوہ بدھو (فقیر عبدالحق) ۳۸۴

حضرت عبدالرزاق ۳۸۶

محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا ۳۸۷

عبدالرزاق شاہ چراغ گیلانی ۴۰۱

گھوڑے شاہ ۴۰۲

حامد قادری ۴۰۴

عبداللہ شاہ قادری ۴۱۰

محمود شاہ قادری ۴۱۲

۶۔ تکیے اور مختلف قبور ۴۱۵

حال مقبرہ شاہ اسماعیل

احوال مکان چوکی تخی سرور ۴۱۶

تکیہ ڈنڈی گراں ۴۱۸

تکیہ کامل شاہ ۴۱۹

قبر پیر برہان ۴۲۰

قبر درگاہی شاہ ۴۲۱

رسول اللہؐ کی تولیت ۴۲۲

مقبرہ چلہ شاہ بدر دیوان ۴۲۶

تکیہ حضرت سید بہاول شاہ گیلانی
بن سید اسماعیل گیلانی ۴۲۸

مزار حضرت کاکو چشتی ۴۲۹

مکان چلہ میاں میر ۴۳۱

چلہ شاہ محمد مقیم صاحب حجرہ والا ۴۳۱

شاہ فرید ۴۳۲

سید عبدالحکیم ۴۳۳

مولوی نظام الدین المشہور پیر مہکا ۴۳۵

شاہ کنٹھ ۴۳۷

فتح شاہ سرمست ۴۳۸

فاضل شاہ ۴۴۱

مکان مرگ نینی ۴۴۲

شاہ شرف لاہوری ۴۴۴

شاہ محمد غوث قادری ۴۴۶

محمد سعید لاہوری ۴۵۱

خانقاہ احدی شاہ ۴۵۷

محبت شاہ مداری ۴۵۸

خانقاہ حضرت معصوم شاہ ۴۵۹

شادی شاہ ۴۶۰

شیر علی شاہ ۴۶۱

Marfat.com

فقیر تاجے شاہ ۴۶۴
سید علی شاہ المشہور جھنگی شاہ ۴۶۶
جھنگی بدھو شاہ ۴۷۰
سیلانی شاہ ۴۷۲
مکان گھوڑے شاہ (سید کمال شاہ چشتی) ۴۷۵
خانقاہ فضل شاہ ۴۷۶
تکیہ بھورے شاہ ۴۸۰
تکیہ روڑے شاہ ۴۸۱
تکیہ مطہر شاہ فقیر جلالیہ ۴۸۱
تکیہ فقرائے رسول شاہی ۴۸۲
مقبرہ رسول شاہیاں ۴۹۴
گورستان حضرات سادات گیلانی
اجداد حضرت پیر محمد شاہ گیلانی ۴۹۵
تکیہ انبلی والا ۵۰۱
مزار سید بہاؤالدین مرحوم والد بزرگوار ..
سید بہاول شاہ گیلانی ۵۰۲
خانقاہ سید میر میراں بن سید مبارک
حقانی بن سید محمد غوث اچ والے ۵۰۳
پیر خانہ (مقبرہ حضرت شیر شاہ) ۵۰۳
پیر خانہ ھادی راھنما ۵۰۴
حضرت شاہ رحمت اللہ قریشی ۵۰۴
احاطہ و مسجد نقیباں ۵۰۶
تکیہ گنج علی شاہ ۵۰۷
مزار حضرت پیر غازی المشہور پیر غیب ۵۱۶
مزار کریم شاہ مرحوم ۵۱۸
تکیہ مائی بھاگی شاہ ۵۱۸
تکیہ ولن شاہ ۵۲۱
مکان امام باڑہ ۵۲۲
تکیہ چھلے شاہ ۵۲۴
دوری شاہ ۵۲۶
سائیں قطب شاہ ۵۳۳
تکیہ بھاگے شاہ ۵۳۹
مقبرہ حضرت شیخ طاہر بندگی و مفصل احوال
مقابر گورستان خطہ میانی پنج ڈھیرا ۵۵۵
باغیچہ رانی گل بیگم متعلق خطہ میانی ۵۵۹
مقبرہ بی بی پاک دامناں ۵۷۲
تکیہ پٹ رنگاں ۵۸۱
مکان زرگراں ۵۸۱
تکیہ لوہاراں ۵۸۲
تکیہ سبحان شاہ والا واقعہ موضع اچھرہ ۵۸۳
تکیہ بلکاں والا ۵۸۳
تکیہ جانی شاہ ۵۸۴
تکیہ ہتما سرکی بند ۵۸۴
تکیہ مراد علی شاہ ۵۸۵
تکیہ بھٹیاراں والا ۵۸۵
تکیہ سکندر شاہ ۵۸۶
باغیچہ مولوی سید رجب علی خان
صاحب بہادر سابق میر منشی جنٹی
ممالک پنجاب حال رئیس جگراؤں ۵۸۷

۷۔ مڑھیاں اور غیر مسلم فقیر

چوبارہ چھجو بھگت ۵۹۳
مکان تھان ماتا ۶۰۵

Marfat.com

مکان تھان بھیرو مع حالات
متعلقہ پنتھ جوگیاں ۶۰۶
تالاب لکھ پت و جسپت رائے لاہوری ۶۳۶
دھرم شالہ ملتانی ۶۴۰
شوالہ بیرون موری دروازہ ۶۴۲
شبد والا ۶۴۳
ٹھاکردوارہ باوا ہرجوداس ۶۴۳
شوالہ باوا چیتن گر متصل
تکیہ بھورے شاہ ۶۴۴
مکان چوہڑیاں ۶۴۵
شیو دیالا باوا گنگا برت نوتیار ۶۴۶
حال مختصر موزوں سکھوں کے گوروؤں کا ۶۴۶
مکان ٹاہلی صاحب ۶۴۹
گورو سری چند ۶۵۱
عمارت ڈیری گورو ارجن سنگھ سورگباشی ۶۵۷
مکان معبد سکھاں المشہور بجھیویں
بادشاہی یعنی بادشاہی ششم ۶۶۰
شہید گنج ۶۶۲
دھرم سالہ جھنگڑ شاہ ستھرا ۶۷۰
سادھ مہاراجہ رنجیت سنگھ سورگباشی ۶۷۸
سادھ کھڑک سنگھ و نونہال سنگھ ۶۸۲
مکان سادھ مساۃ نکاین زوجہ مہاراجہ
رنجیت سنگھ والدہ مہاراجہ کھڑک سنگھ ۶۸۳
سادھ سردار جواہر سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ ۶۸۴
شوالہ رانی منگلاں ۶۸۸
سادھ جواہر سنگھ (جمعدار موچی دروازہ) ۶۸۹
سادھ بابو باج سنگھ ۶۸۹
مختصر حال پارسیاں ۶۹۰
مقام کھتی خاکروباں ۶۹۱

۸۔ باغات

۹۰۲---۸۷۴

حال باغ مشہور مہابت خان المشہور
محبت خان دا باغ ۶۹۳
باغ شالامار واقع لاہور ۶۹۵
بارہ دری نواب وزیر خان مرحوم شاہجہانی ۷۰۴
باغیچہ محمد شاہ کمیدان سردار بہادر کا ۷۰۸
باغیچہ بخشی کنہیا لال صاحب ۷۰۹

۹۔ مواضع اور متفرق عمارات

باغبان پورہ ۷۱۱
میدان زین خان ۷۱۸
مکان گڈھی شاہو ۷۲۱
مکان چوبرجی ۷۲۷
باغ زیب النساء کہ فی زمانہ
نواں کوٹ مشہور ہے ۷۳۴
موضع جبو متعلقہ ضلع لاہور ۷۴۴
بیگم پورہ ۷۴۶
موضع کھوئی میراں ۷۶۰
قلعہ گوجر سنگھ ۷۶۱
موضع نورپور ۷۶۳
سرائے گولہ والا ۷۶۴

۱۰۔ مساجد

Marfat.com

۱۰۔ مساجد

عید گاہ مبنیہ حضرت نورالدین جہانگیر ۷۶۸
مسجد وزیر خان ۷۶۹
مسجد محمد صالح کمبوہ مرحوم ۷۸۷
مسجد عبداللہ خان کابلی ۷۹۱
مسجد چینیاں والی ۷۹۲
مسجد ستارہ بیگم المعروف قدسیہ بیگم ۸۰۴
مسجد قدیمہ دائی لاڈو والی ۸۰۵
مسجد نواب ذکریا خان ۸۰۸
مسجد دایہ انگا ۸۱۰
مسجد قصاب خانہ والی ۸۱۲
مزار میاں جان محمد ۸۱۴

۱۱۔ مقابر صوفیا و بزرگان

مکان علی رنگریز ۸۱۴
مزار داتا گنج بخش ۸۱۸
خانقاہ سید یعقوب زنجانی ۸۲۲
مقبرہ شیخ عبدالجلیل شیخ چوہڑ بندگی ۸۲۷
سوانح حضرت شیخ موسیٰ (آہن گر) ۸۲۹
مقبرہ شاہ ابواسحاق قادری ۸۳۲
مقبرہ محمد حسین ۸۳۳
خانقاہ شیخ حسو تیلی ۸۳۴
مقبرہ شاہ شمس الدین قادری ۸۳۵
مقبرہ سید موج دریا بخاری ۸۳۶
مقبرہ میاں فرید ۸۳۹
کوڑی باغ ۸۳۹
ڈھابہ بیوی وڈی ۸۳۹
حاجی اسماعیل شاہ ۸۴۱
مقبرہ شاہ شہاب الدین نہرہ ۸۴۱
تکیہ بخاریاں والا ۸۴۲
مقبرہ شاہ خیرالدین ابوالمعالی المتخلص بغربتی ۸۴۳
مقبرہ نور محمد ۸۴۸
شاہ دی کھوھی ۸۵۰
مزار موسیٰ کھوکھر ۸۵۱
مسجد میاں میر ۸۵۶
مقبرہ میاں میر ۸۵۷
مقبرہ نادرہ بیگم ۸۵۹
موضع میاں میر باغ ملا شاہ ۸۶۰
خانقاہ ملا شاہ ۸۶۲
مقبرہ خواجہ بہاری ۸۶۴
نقشہ مزارات ۸۶۷
مزار پیر مکی ۸۸۲
روضہ خواجہ خاوند محمود المشہور بحضرت ایشاں ۸۸۲
مزار مادھولال حسین شاہ ۸۸۶
مکان ثبوت شاہ ۸۸۷
مسجد بیگم طوائف ۸۹۳
روضہ شاہ جمال الدین قادری ۸۹۶
مقبرہ شاہ کمال ۸۹۸
خانقاہ سید جان محمد حضوری ۸۹۹
گورستان کوٹھی ذاران ۹۰۴

Marfat.com

تالاب سید سر ۹۰۴
مقبرہ عبدالرزاق ۹۰۵
مسجد نیلا گنبد ۹۰۶
مزار محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا ۹۰۸
مقبرہ سید محمود ۹۱۱
روضہ حضرت محترم ۹۱۲
مزار گھوڑے شاہ ۹۱۵
مقبرہ محمود شاہ قادری ۹۱۷
خانقاہ حامد قادری ۹۱۸
مقبرہ حضرت عبداللہ شاہ ۹۲۰

۱۲۔ مقابر سلاطین و روسا

مزار قطب الدین غوری ۹۲۲
مقبرہ انار کلی ۹۲۲
گنبد قاسم خان ۹۲۴
مقبرہ نورالدین جہانگیر ۹۲۵
مقبرہ آصف خان ۹۳۲
مقبرہ نور جہان ۹۳۴
مقبرہ صادق خان المشہور نواب جعفر ۹۳۷
مقبرہ ابوالحسن خان ۹۳۸
مقبرہ سردار خان بھٹ ۹۴۰
لاہور کی آبادی ۹۴۱
مقبرہ نواب میاں خان ۹۴۲
مقبرہ سید نواب صدر جہان ۹۵۰
مقبرہ خان دوران شاہجہانی ۹۵۲
ڈیوڑھی باغیچہ علی مردان خان ۹۵۲
مقبرہ علی مردان خان ۹۵۴
تولکھا ۹۵۶
گنبد نصرت خان ۹۵۷
مزار نواب جعفر خان ۹۶۰
مقبرہ محمد صالح و شیخ عنایت اللہ ۹۶۳
مقبرہ شہزادہ پرویز بن شاہجہان ۹۶۴
تکیہ مستان شاہ ۹۶۵
مقبرہ کوتوال ۹۶۶
مقبرہ پیر سید سراج الدین گیلانی ۹۶۷
مقبرہ شاہ بخاری ۹۶۸
مقبرہ بہادر خان ۹۷۰
مقبرہ شرف النساء بیگم ۹۷۳
مقبرہ مرزا قلی بیگ ۹۷۳
مقبرہ واجد شاہ شہید ۹۷۵
خاتمہ از قلم فضل الدین صحاف لاہوری ۹۷۶

Marfat.com

افضل حق قریشی

نور احمد چشتی احوال و آثار

نور احمد چشتی کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے اجداد کا وطن ایران تھا۔ آپ کے جد امجد محمد عاقل 1554ء میں شہنشاہ ہمایوں کے ہمراہ برعظیم پاک و ہند میں آئے۔ یہاں آکر جب ہمایوں کو مخالفین پر فتح نصیب ہوئی تو محمد عاقل کو عہدہ قضا دکن پر مامور کیا۔ بعدازاں 1644ء میں اہل و عیال کے ہمراہ واپس ایران چلے گئے اور شاہ طہماسب کی اولاد کو پڑھانے لگے۔

عرصہ دراز کے بعد ان کی اولاد میں سے ضیاء الحق اور بہاء الحق اپنے تایا نظام الدین کے ہمراہ برعظیم پاک و ہند میں آئے۔ دہلی پہنچ کر نظام الدین تو اورنگ آباد میں حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی (1650 - 1730) کے پاس چلے گئے اور خرقہ خلافت حاصل کر کے دہلی واپس آئے۔ ان سے ہزاروں لوگوں نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ ان کے دونوں برادر زادے دہلی' آگرہ اور دیگر مقامات پر سلطنت مغلیہ کے زیر سایہ اتالیق شہزادگان اور عہدہ قضا پر مامور رہے۔ ان تینوں کو شاہان مغلیہ کی جانب سے پنجاب میں جاگیریں عطا ہوئیں۔

نظام الدین اپنے شیخ کے حکم پر لاہور آگئے۔ ضیاء الحق بھی ان کے ہمراہ آئے اور گڑھی شاہو سے متصل رہائش اختیار کر لی۔ عبدالصمد خان ناظم لاہور (1713 - 1726) نے ضیاء الحق کو اپنے بیٹے زکریا خان[1] کا اتالیق مقرر کر دیا۔ نظام الدین المشہور پیر مہکا کا انتقال 9 جون 1737ء کو ہوا اور گڑھی شاہو میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار علامہ اقبال روڈ پر جامعہ نعیمیہ کے بالمقابل ریلوے کی ایک کوٹھی کے احاطہ میں ہے۔ ضیاء الحق تارک الدنیا ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ ان کی وفات 28 جنوری 1747ء کو ہوئی اور لاہور کے مشرقی

Marfat.com

جانب حافظ پور کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

ضیاء الحق کی وفات کے بعد پنجاب میں سکھوں کی شورشیں بڑھ گئیں۔ لاہور صدر مقام ہونے کی وجہ سے قتل و غارت کا مرکز بنا۔ آپ کے فرزند محمد ابراہیم مع اہل و عیال محلّہ سید سر سے اندرون یکی دروازہ محلّہ نوگھرا میں آگئے اور ایک مکان خرید کر سکونت اختیار کی۔ گذر اوقات کے لئے یکی دروازے کے اندر چھاؤنی پلٹن کرنل سبحان خان سے متصل ایک مسجد میں امامت قبول کی اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ 1766ء میں جب لاہور پر بھنگی سرداروں کا قبضہ ہوا تو گوجر سنگھ بھنگی نے آپ کی مدد معاش کے لئے دہلی اور لوہاری دروازے پر دو دو آنہ یومیہ مقرر کر دیا۔ آپ کی وفات 31 جنوری 1781ء کو ہوئی اور جس مسجد میں امامت اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے' اسی میں دفن ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے غلام علی (بعدازاں غلام حسین) محلّہ نوگھرا میں سکونت پذیر رہے اور بدستور پڑھاتے رہے۔ کچھ عرصہ لوہاری منڈی کے صاحبزادگان چوہڑگان اور دیوان بھوانی داس کو پڑھایا اور اس کے بعد فقیر عزیز الدین کے فرزند فقیر چراغ الدین اور دیوان گنگا رام کے بیٹوں کے اتالیق رہے۔ چشتی نے تحریر کیا ہے کہ جب آپ تلاش حق میں حضرت شاہ فخر الدین دہلوی (1717 - 1784) کی خدمت میں دہلی پہنچے تو انہوں نے بیعت کر کے غلام حسین نام رکھا۔2 گوہر نوشاہی کے مطابق یہ واقعہ 31 جنوری 1781ء سے پہلے کا ہے۔3 مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آپ کا' آپ کے صاحبزادے احمد بخش یکدل اور پوتے نور احمد چشتی کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا جو تحقیقات چشتی کی تصنیف کے وقت تک خزانہ لاہور سے ملتا رہا۔4 آپ کی وفات 29 فروری 1844ء کو ہوئی اور چینیاں والی مسجد' محلّہ چابک سواراں کے صحن میں مدفون ہوئے۔ اب قبر کا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔

احمد بخش یکدل یکم اگست 1797ء کو پیدا ہوئے۔ فارغ التحصیل ہو کر پیشہ آبائی درس و تدریس اختیار کیا۔ آپ راجہ دینا ناتھ کے خاندان کے اتالیق رہے۔ اس کے علاوہ لاہور کے بیشتر رئیس زادے آپ کے شاگرد رہے۔ 1814ء میں آپ کی شادی میاں محمد بخش صحاف کی صاحبزادی سے ہوئی۔ 1817ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں باریاب ہوئے۔ فتح ملتان (1818) کی اطلاع کا مراسلہ بنام شاہ انگلستان لکھنے پر مہاراجہ نے خوش ہو کر جاگیر و خلعت عطا کی۔5 1840 میں راجہ دینا ناتھ کی خواہش پر اس کے بھائی دیوان کدار ناتھ کی شادی پر آپ دہلی گئے۔ نور احمد چشتی آپ کے ہمراہ تھے۔ بہادر شاہ ظفر کے دربار

Marfat.com

میں باریاب ہوئے۔ آپ کو تیرہ پارچہ کا خلعت مع دو رقم جواہر اور نور احمد کو سات پارچہ کا خلعت عطا ہوا۔6 بہادر شاہ ظفر کی خواہش پر شاہ فخر الدین دہلوی کا قطعہ تاریخ وفات کہا۔ اس پر خطاب فخر الشعراء ملا7 اور ایک مہر دہلی کے باکمال مہر کن بدر الدین سے کندہ کرا کر عطا ہوئی۔ اس پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ تھی۔

"فضیلت پناہ یکدل آگاہ فخر الشعراء مولوی احمد بخش یکدل

فدوی محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی"

تحقیقات چشتی کی تصنیف کے وقت آپ سرکاری مدرسے میں معلم تھے۔8

یکدل اپنے عہد کے ایک عظیم عالم تھے۔ انہیں اپنے معاصرین میں بہت احترام حاصل تھا۔ ان کی بیس جلدوں پر مشتمل ڈائری جو 1819 - 1860 تک کے چالیس سالوں پر محیط ہے' سکھ عہد کے پنجاب کا ایک اہم ماخذ ہے۔ آپ کی وفات 2 نومبر 1867ء کو ہوئی۔

نور احمد 10 جون 1829ء کو پیدا ہوئے۔ چھ سال کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں والد نے چار شادیاں اور کیں۔ رفیق ہند کے مدیر محرم علی چشتی آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ 1842ء میں تعلیم سے فارغ ہوئے تو پیشہ آبائی درس و تدریس اختیار کیا۔ کچھ عرصہ رؤسا کے بیٹوں کو پڑھاتے رہے۔ الحاق پنجاب (1849) کے بعد انگریزوں کو اردو' فارسی اور پنجابی زبانیں پڑھانا شروع کیں اور 1864 تک تقریباً دو ہزار انگریزوں کو پڑھایا۔9 ان میں آر ٹمپل (کمشنر لاہور)' ایڈورڈ تھارنٹن (کمشنر پنجاب)' لارڈ لارنس (لیفٹنٹ گورنر پنجاب) اور سی۔ یو۔ ایچیسن (لیفٹنٹ گورنر پنجاب) کے نام شامل ہیں۔

آپ سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے۔ پہلی بیعت حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی (1770 - 1850) سے تھی۔10 بیعت ثانی 1861ء میں حضرت فیض اللہ شاہ ساکن کرنال کے ہاتھ پر کی۔11 حضرت فیض اللہ شاہ کی بیعت حضرت شیخ المشائخ غلام محمد المعروف مسکین شاہ (ف 1858) سے تھی۔ انہیں قادریہ' نقشبندیہ اور چشتیہ تینوں سلاسل سے فیض حاصل تھا۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت کنگال شاہ' سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی (1745 - 1824) اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت شاہ فخر الدین دہلوی (1717 - 1784) کے خلیفہ خاص شاہ نیاز احمد بریلوی (1742 - 1824) سے بیعت تھے۔

آپ کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ شیعہ ہیں۔ لیکن آپ اس سے بریت کا اظہار اور معتدل المسلک سنی ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

دونوں مذہب کے تعصب والے لوگوں کو مخالف جانتا ہوں کیوں کہ اب ہر کوئی

Marfat.com

حق کو چھپاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اپنے مذہب کو برا کوئی نہیں کہتا بلکہ افضل جانتا ہے۔ مذہب میرا صلح کل ہے۔ میں نے دونوں مذہبوں کی کتابیں بکثرت دیکھی ہیں۔ ان دونوں فرقوں میں وہ لوگ اچھے ہیں جو متعصب نہیں ہیں۔ اگرچہ عام لوگ مجھے شیعہ خیال کرتے ہیں مگر میں نماز باجماعت پڑھتا ہوں، جناب غوث اعظم کو ولی کامل جانتا ہوں، اصحاب ثلاثہ کو مانتا ہوں۔ شیعہ لوگ کھلے ہاتھ نماز پڑھتے ہیں، میں دست بستہ پڑھتا ہوں۔ خدا کے اولیاء کو دوست رکھتا ہوں اور بیعت میری جناب حضرت خواجہ سلیمان صاحب چشتی سنگھڑ شریف والے رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں ہے۔ سنی لوگ مونچھوں کے بال بیچ میں سے منڈاتے ہیں، میں بھی منڈاتا ہوں۔ مجھے ایک شعر اپنا یاد آیا ہے، سو بجنسہٖ لکھتا ہوں:

نہیں میں رافضی اور سنیوں سے بھی میں ڈرتا ہوں
غرض بندہ خدا کا ہوں، یہی اقرار کافی ہے۔12

آپ کی رہائش محلہ چابک سواراں میں تھی۔ 13 11 اگست 1867ء کو آپ کا انتقال ہوا۔14 آپ کی قبر سلطان پورہ روڈ پر چوک گھوڑے شاہ سے پہلے واقع لال مسجد کے عقب میں ہے۔ آپ کے والد بھی آپ کے پہلو میں دفن ہیں۔

آپ کثیر کتابوں کے مصنف تھے۔ اس ضمن میں سی۔ یو۔ ایچیسن یادگار چشتی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

The Writer of the book is a Maulvie of Lahore, and the author of several minor educational works in Ordoo.15

چونکہ آپ کی تصانیف پریس اینڈ رجسٹریشن آف بکس ایکٹ 1867ء کے نفاذ سے پہلے شائع ہوئی تھیں اس لئے ان کا مکمل ریکارڈ کہیں دستیاب نہیں۔ 1907ء میں مولوی محمد انشاء اللہ خان نے تحقیقات چشتی شائع کی تو ان کے بقول "ایڈیٹر وطن سالہا سال سے اس کی تلاش میں تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس کا ایک نسخہ مل گیا۔"16 ان کی دیگر مطبوعہ تصانیف بھی نادر و نایاب کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس بارے میں 1918ء میں آپ کے ایک عزیز اور آپ کی تصنیف مقام حیرت کی طبع ثانی کے ناشر محمد ظفر الدین صدیقی لکھتے ہیں:

مدت مدید اور عرصہ بعید سے آرزو تھی کہ حضرت مولوی نور احمد صاحب چشتی

Marfat.com

خلف اکبر جناب قدوۃ الواصلین فخر الشعراء مولوی احمد بخش صاحب یکدل نور اللہ مرقدہ کی تصانیف کو از سر نو زیور طبع سے آراستہ کیا جاوے مگر ان کی کتب باوجود مطبوع ہونے کے کہیں سے دستیاب نہ ہو سکتی تھیں۔17

اس لیئے ان کی تصانیف کی فہرست کی تیاری میں انہی کے بیانات پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔

تحفہ چشتی کے دیباچہ میں اس سے پہلے کی مندرجہ ذیل تصانیف کے نام گنوائے ہیں۔

نور الانشاء

حمایت الصبیان

خیالات دانش

دیوان چشتی

ذخیرۃ الظرافت

ندیم الرمل

فال اختر

حل لغات محاورہ18

خیالات دانش کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ بزبان فارسی بہ علم صرف و نحو' تشریح مصادر و لطائف و ظرائف ایک دفعہ طبع ہو چکی۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہوئیں۔

تحفہ چشتی۔ مطبوعہ مطبع لاہور گزٹ - 1854ء - 51 ص - (یہ تحقیقات چشتی کی تصنیف تک چار بار طبع ہو چکی تھی)19

یادگار چشتی کے دیباچہ میں اس سے پہلے کی ایک تصنیف تعلیم انگلشیہ20 کا ذکر ملتا ہے۔

یادگار چشتی - مطبوعہ مطبع لاہور کرانیکل - 1859ء - 159 ص - (اس کے سرورق پر 1858ء مطبوع ہے لیکن ترقیمے میں یہ تحریر ہے:

> تمت تمام شد نسخہ کتاب یادگار چشتی من تصنیف جناب فضیلت مآب فضائل اکتساب مقبول الی اللہ الصمد مولوی نور احمد صاحب المتخلص بہ چشتی لاہوری مدرس صاحبان عالی شان بہادر بتاریخ 25 ماہ اگست 1859ء)21

یہ کتاب لاہور کے مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت اور رسوم و رواج کے بارے میں ہے اس پر سی۔ یو۔ ایچیسن نے کلکتہ ریویو میں بیس صفحات پر مشتمل مفصل تبصرہ شائع کیا تھا۔

Marfat.com

اس تبصرے سے پتہ چلتا ہے کہ اصل منصوبہ تین جلدوں میں کتاب لکھنے کا تھا۔ جلد اول مسلمانوں، جلد دوم ہندوؤں اور جلد سوم سکھوں کی تہذیب و معاشرت اور رسوم و رواج کے بارے میں تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

On the whole however we consider the Yadgar-i-Chistie to be a most valuable contribution to our knowledge of native manners, Customs and modes of thought, and we sincerely hope that Maulvie Noor Ahmud Chistie may meet with sufficient encourgement in his literary labours to induce him to complete the original plan of his work, by adding Book II on the manners and customs of the Hindoos in the Punjaub, and Book III on the manners and customs of the Sikhs.22

عجائبات چشتی۔ مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور۔ 1859ء

مقام حیرت (سی حرفی پنجابی) مطبوعہ ہوپ پریس لاہور۔ 1860ء

تحقیقات چشتی - مطبوعہ مطبع کوہ نور لاہور - 1867ء - 872 ص۔ یہ کتاب لاہور کے تاریخی آثار کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس میں انیسویں صدی کی بے حد جاذب اور دلکش قلمی تصاویر محفوظ ہیں۔ لاہور کی دینی و علمی اور ثقافتی سرگرمیوں کی کوئی تاریخ اس کے حوالے یا ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ اسے ہر دور میں ایک اہم دستاویز مانا گیا ہے۔ ڈبلیو کولڈ سٹریم جو تحقیقات چشتی کی تصنیف کے محرک تھے، 15 اپریل 1878ء کی ایک تحریر میں اس کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

یہ نہایت قابل قدر تجسس سے لکھی گئی تھی..... جب کبھی لاہور کی قدیم عمارات کی تفصیل لکھی جائے گی تو اس کتاب سے بیش قیمت امداد ملے گی۔23

سید محمد لطیف نے اپنی مشہور کتاب

Lahore : its History, Architectural Remains and Antiques....

لکھتے وقت تحقیقات چشتی سے استفادہ کیا ہے اور کتاب کے دیباچے میں اس امر کا اعتراف بھی کیا ہے۔

Marfat.com

حواشی

1- چشتی نے عبدالصمد خان کے بیٹے کا نام یحیٰ خان لکھا ہے جو درست نہیں۔ یحیٰ خان اس کا پوتا تھا

2- چشتی نے یہ واقعہ احمد بخش یکدل کی چھ سال کی عمر کے زمانے کا تحریر کیا ہے (تحقیقات ص 10 - 11) جو درست نہیں کیوں کہ اس وقت تک شاہ فخرالدین کا انتقال ہو چکا تھا۔

3- گوہر نوشاہی، "مقدمہ" یادگار چشتی مصنفہ نور احمد چشتی (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1975ء)، ص - 18

4- نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی (لاہور: حمیدیہ بک ایجنسی، 1907)، ص - 13

5- ایضاً - ؛ دیوان امر ناتھ، ظفر نامہ رنجیت سنگھ مرتبہ سیتا رام کوہلی (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، 1928)، ص - 123

6- چشتی، تحقیقات - ص - 16

7- ایضاً - ص - 687

8- ایضاً - ص - 16 9- ایضاً - ص - 17

10- چشتی، یادگار - ص - 125

11- چشتی، تحقیقات - ص - 21

12- چشتی، یادگار - ص - 125

13- ایضاً ص - 97 ؛ تحقیقات - ص - 20

14- مرزا اعجاز حسین، حیات رشید (لاہور: مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس، 1909ء)، ص - 9

15- Calcutta Review 66 (December 1859) 286

16- محمد انشاء اللہ، "عرض حال" تحقیقات چشتی ص - ب

17- محمد ظفرالدین صدیقی، "دیباچہ" مقام حیرت مصنفہ نور احمد چشتی (لاہور: مطبوعہ گلزار محمدی سٹیم پریس، 1918ء)، ص - 2

18- نور احمد چشتی، تحفہ چشتی (لاہور: مطبوعہ مطبع لاہور گزٹ، 1854ء)، ص

19- چشتی، تحقیقات - ص - 17

20- چشتی، یادگار - ص - 69 21- ایضاً ص - 275

22- Calcutta Review 66 (December 1859) ' 305

23- مرزا اعجاز حسین، حیات رشید۔ ضمیمہ نمبر1

Marfat.com

دیباچہ

۱- حمد باری

(ص ۱) حمد و سپاس بے نہایت و ثنائے بے غایت اس جناب احدیث اور شان الوھیت کو کہ جس کا ظہور پرنور ہرجا جلوہ گر ہے' بیت:

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
نظر آیا وہی جدھر دیکھا

للہ درالقائل' بیت:

از بس کہ چھا رہا ہے عالم میں نور اس کا
ہر برگ و ہر شجر میں دیکھو ظہور اس کا

اور میر حسن نے کیا ہی اچھا مضمون توحید میں ٹانکا ہے' بیت:

نہ گوھر میں ہے اور نہ ہے سنگ میں
ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں
تامل سے گر کیجئے غور کچھ
تو سب ہے وہی اور نہیں اور کچھ

اور شکر و نیاز بہ عدد ستارگان آسمان و قطرہ ہائے باران و برگ ہائے درختان و ریگ بیابان و ذرہ ہائے زمین و زمان خاص اس خدا کو سزاوار ہے کہ یگانگت اس کی صفت اور جلال و کبر خاصیت ہے۔ اس کے جلال و کمال سے کوئی آفریدہ آگاہ اور اسکی حقیقت معرفت میں کسی کو راہ نہیں بلکہ منتہائے معرفت صدیقان اقرار عجز کرنا حقیقت معرفت سے ہے اور اس کی حمد و ثنا میں اپنے قصور پر اعتراف لانا عین اعتراف فرشتگان و انبیاء اور غایت عقل عقلاء ہے۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام ماعرفناک حق معرفتک۔

جناب الٰہی کے ابتدائی اشراق جلال میں حیرت اور انتہائی طلب قربت میں دہشت ہے اور اس کے دیدار جمال سے آنکھوں کو خیرگی نصیب اور نظر سے ثمرہ عقول عقلا۔ اس کی صنع عجائبات میں معرفت ہے اور کسی کو لازم نہیں کہ یہاں چون و چرا کا دم مارے کیونکہ کل مخلوقات اس کی قدرت کاملہ کے آثار اور تمام یہ صنائع (ص ۲) اور بدائع ارضی و سماوی و مافیہا اس کے گنج نعمت کا ایک گوشہ ہے۔ حمد و سپاس خاص اس خدا کے واسطے ہے کہ جو مالک رحیم اور جواد کریم اور عزیز سلیم ہے' کہ جس نے زمین و آسمان کو باقدرت

Marfat.com

کاملہ خود عدم سے وجود میں جلوہ گر کر کے تدابیر امور قوانین کو اپنی حکمت کے حوالہ میں رکھا۔ ازاں جاکہ فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمتہ ہے۔ اس حکیم مطلق نے جن و انس کو واسطے عبادت اپنی کے پیدا کیا اور طے مراحل اس راہ کا قصد کنندگان کے واسطے بہ درجہ غایت روشن اور نظر کنندگان کے واسطے دلیل واضح ہے۔ بلکہ یہ سعی مدنظر رہے کہ جسے چاہے راہ ہدایت دکھاوے اور جسے نہ چاہے اسے مضل کر بٹھاوے۔ و تعز من تشاء و تذل من تشاء و مستحقان ہدایت سے خوب دانا ہے' بیت:

ایک عیش و طرب کا مبتلاء ہے جگ میں
گلزار پہ جی سے اک فدا ہے جگ میں
میں اس پہ فدا ہوں جان و دل سے لوگو
جس کا یہ جلوہ ہورہا ہے جگ میں

۲۔ مناجات

نور احمد کو الٰہی کر عطا — روز محشر دامن مشکل
چاہتا ہوں تجھ سے اے رب جلیل — مجھ کو اس دنیا میں مت کیجو
کوئی دم دنیا میں جو دم میں ہے — واقعی یہ کام کم در کم میں
یا الٰہی مجھ سے غفلت دور کر — دل کو فیض پیر سے بھرپور
عشق میں اپنے تو اے رب کریم — لا مجھے اور بخش راہ
گو کہ تو اک دم نہیں مجھ سے جدا — نحن اقرب صاف قرآں میں
ایک میری چشم حق بیں کور ہے — او یہ خنگ نفس منہ زور
تو غفور المذنبیں میں پرگناہ — پر گناہ کیسا کہ سارا رو
ایک خود تو نے کہا لا تقنطو — اس پہ میں نازاں ہوں بے شک مو
یا الٰہی انت ربی ذوالجلال — انت مولائی ذوالعز و
در پہ آیا بندہ برگشتہ — آبروئے خود بہ عصیاں
بندہ کو لازم ہے تیری بندگی — میں رہا قاصر بصد شر
ہر گھڑی ہر آن اور ہر دم مجھے — رکھنا عشرت میں سدا بے غم
اب بقیہ عمر جو کم بیش ہے — گر ترا ہو فضل پھر تو عیش
حاسدوں کے حسد سے محفوظ رکھ — دین و دنیا میں مجھے محفوظ

Marfat.com

سب گناہوں سے ہے توبہ اے کریم
تب علینا انت تواب الرحیم

رنج تنہائی نے مارا ہے مجھے
بندہ ہوں اور شرم ہے میری تجھے

ہے وسیلہ میرا احمد مجتبیٰ
اور وصی اس کا علی المرتضیٰ

خادم و چاکر ہوں میں شبیر کا
مدح خواں ہوں عابد دلگیر کا

یا الٰہی از طفیل مصطفیٰ
سید کونین احمد مجتبیٰ

آرزو میری الٰہی کر قبول
روز محشر میں ہوں اور آل رسول

اس زمانہ میں مجھے دل شاد رکھ
کر عطا فرزند گھر آباد رکھ

اور قیامت میں طفیل (ص ۳) پنج تن
دور رکھیو مجھ سے سب رنج و محن

عاجزہ میری کو با عفت سدا
مہربانی سے تو رکھیو اے خدا

فکر دنیاوی سے مت کیجو حزیں
انت ربی انت خیر الراحمین

رحم کیجے مجھ پہ یا خیر الکریم
دور رکھ تو مجھ سے شیطان رجیم

مجھ کو دنیا کا نہ کر ہرگز اسیر
سہل مجھ پہ کروے جو کچھ ہے عسیر

گرچہ تو ہے مالک دل اے غفور
پر عطا دس چیز ہوں مجھ کو ضرور

اولاً طاعت میں رکھ محکم مجھے
یاد رکھوں ہر گھڑی ہر دم تجھے

دوسرے منظور کر میری کلام
جو درود انبیاء بولوں مدام

تیسرے رکھ چار یاروں کا مطیع
روز محشر کر میرا احمد شفیع

چوتھی ہے یہ عرض ستار العیوب
کر مرے ماں باپ کا انجام خوب

گر مجھے اولاد بخشے اے اللہ
دیر تک شفقت کی ہو اس پر ن

پانچویں منفق جو ہیں میرے عزیز
تا ابد رکھ ان کو مولا پر تم

اورچھٹی یہ غرض ہے یا ذوالکرام
رکھ معزز خلق میں ہر صبح و ش

ساتویں مقروض دنیا کا نہ کر
آٹھویں ایماں میں ہو قربان

اور عذاب قبر سے محفوظ رکھ
ہر دو عالم میں مجھے محفوظ ر

دسویں ہے میری تمنا کردگار
خانہ کعبہ میں ہووے مجھ کو

جو خطا میں نے کئے ہیں کر عطا
یہ جناب پاک میں ہے ا

فکر دنیا سے سدا رہتا ہوں تنگ
عقل میں اور فکر میں رہتی ہے جنگ

اس بکھیڑے سے مجھے آزاد کر
الفت حسنین سے دل شاد

عرض میری ایزدا ہووے قبول
روز محشر میں ہوں اور آل رس

Marfat.com

رزق دے مجھ کو حلال اے کارساز — پاک کر دل کو مرے از حرص و آز
علم دینی کی مجھے تحقیق دے — خدمت ماں باپ کی توفیق دے
امر سے اور نہی سے اے ذوالجلال — واقفیت بخش مجھ کو باکمال
دور ہو چشتی سے نار حاطمہ — عاقبت بالخیر فاحسن خاتمہ
حاکمان وقت سب دل شاد ہوں — جو کہ ان کے دوست ہیں آباد ہوں
جو کہ ہو بدخواہ اس سرکار کا — اس پہ نازل قہر ہو قہار کا
ہیں گورنر لفٹنٹ عالی مکاں — نامور میکلوڈ با صد عز و شاں
دارا دربانی کا خواہاں ہے مدام — ان کے در پر ہر گھڑی ہر صبح وشام
اور تھارنٹن سکرتر نامور — قدر دان صاحب علم و ہنر
لیک صاحب صاحب جود و سخا — ابر رحمت مخزن لطف و عطا
رابرٹ صاحب جوڈیشل اہل جاہ — پر تو افگن ہے جہاں پر مثل ماہ
صاحب کوپر کمشنر با وقار — عدل میں نو شیرواں کی یادگار
چارلس یو اچیسن اہل کرم — حاکم ذی جاہ با سیف و قلم
دوست اس کے سربسر خورسند ہوں — اور عدو اس کے سدا در بند ہوں
ہنری پویل صاحب با عدل و داد — (ص ۴) ہوں حکومت پر سدا وہ بامراد
بار صاحب صاحب با عزو شان — نیک حاکم بر رعایا مہربان
ٹینیشن اور جس قدر حکام ہیں — واقف ان کے سارے خاص و عام ہیں
میرے ممدوحوں کو اے رب جلیل — شاد رکھ دشمن ہوں سب ان کے ذلیل

Marfat.com

۳- در نعت سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین شفیع المذنبین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور درود نامحدود اس سید محمود سرور کائنات خلاصہ موجودات عالی درجات، نیکو صفات، پاک ذات کو سزاوار ہے، کہ جس کی ذات بابرکات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے خلق کر کے مژدہ لولاک لما خلقت الافلاک سنایا۔ آرے، شعر:

نہ ہوتا وہ اگر زینت وہ خاک تصاق خاک پہ ہوتے نہ افلاک

غرض جو کچھ اس کا مرتبہ ہے وہ عالم اس کا خود ہے یا خدا ہے اور اپنے نزدیک تو یوں ہے، شعر:

کیا اس کی صفت کرے زبان ادراک
خود حق نے کہا ہو جس کے حق میں لولاک
ظاہر میں تو یوں ہے اور باطن دیکھو
ظاہر کیا اس نے نور اپنا از خاک

سبحان اللہ کیا وجود ذی جود ہمارے جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والملک الاکبر کا ہے کہ سید پیغمبراں اور رہ نمائے موماں ہوا۔ ذات ان کی امین اسرار ربو بیت برگزیدہ حضرت الوہیت۔ بعدہ اصحاب کبار ہرچہار اور اہل بیت کہ جن کی شان عالی شان میں

اھلبیتی کسفینۃ النوح من رکب علیھا فنجی اور
اصحابی کا النجوم بایہ اقتدیتم اھتدیتم
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

۴- غزل من مصنف

نمایاں ہے یہ عرش و فرش یک سر نور احمد کا
نمونہ ایک گل کا ہے قمر شمس اس کے مسند کا
تعجب کیا ہے ہو جاوے قلم میرا زبرجد کا
زہے طالع مرا واہ وا ثنا خواں ہوں محمد کا
فدا میں اس لئے ہوں میم احمد پہ سنو لوگو
رکھیں گر حمد پہ تو نام پیدا ہو محمد کا
الٰہی کر مری قسمت کہ میں مشتاق از حد ہوں

Marfat.com

کہ چوموں میں حجر جاکر رسول اللہ کے مرقد کا
مروت اور محبت اول و ثانی سے پیدا ہے
سبب نام مبارک میں یہ ہے میم مشدد کا
رسولوں اور نبیوں کی شرف ذات محمد ہے
کوئی ثانی نہیں ہے خلق میں اس ذات امجد کا
خیال قصہ کربل جو اب دن رات رہتا ہے
چراغ گور محشر تک رہے گا نور احمد کا

۵- در مناقب حضرت فیض درجت، محبوب شاہ رسالت، مالک خزانہ نبوت (ص ۵) حضرت وصی مصطفیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ و اصحاب کبار

ازاں جا کہ اصل ہر فرع فقر یعنی چار پیر چودہ خانوادے کا ذات عالی درجات جناب علی کرم اللہ وجہ کی ہے اس نظر سے مناقب آں جناب کرامت تاب زیب دیباچہ ہونا خیلے مناسب نظر آیا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اور سلام و تسلیمات نیاز و کورنشات اس امام والا مقام نائب حضرت خیر الانام کی جناب میں ادا کرنی واجبات سے ہے کہ جس شکندہ قلعہ خیبر، قاتل عنتر و عمر کی شان میں ہر زمان حور و غلمان یوں ترانہ سنج ہیں کہ

لا فتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار
بیان ہوں کس سے اور اس کے مقامات
مثل ہے یہ کہ چھوٹا منہ بڑی بات

مخبر صادق فرماتے ہیں کہ:

انا مدینتہ العلم و علی بابہا۔ وانت منی وانا منک الحمک لحمی و دمک دمی و جسمک جسمی۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

اور ہزاروں ہزار تعظیم و تحائف کبار اور تسلیم اور ہدایائے ہوشیار اس کی آل اطہار اور اصحاب کبار پر نازل ہوجیو۔ آمین۔

شعر:

کہ ہے جن کے باعث قیام جہاں

Marfat.com

کسی نے یہ پایا ہے رتبہ کہاں
انہیں کے سبب حشر تک بر زمیں
رہے گا شگفتہ یہ گلزار دیں

۶۔ احوال مصنف مع سبب تالیف کتاب

حال پر اختلال فقیر حقیر پر تقصیر اسیر نفس شریر جزوِ ہیچ میرز راجی الی لرحمتہ اللہ الصمد۔ نور احمد المتخلص بہ چشتی عفی عنہ کا یہ ہے کہ جد کلاں راقم آثم کے مولوی محمد عاقل صاحب اول بہ ہمراہی ہمایوں بادشاہ انار اللہ برھانہ ملک ایران سے ہند میں تشریف لاکر مدت مدید دکن میں بہ عہدہ ہائے جلیلہ سرفراز رہے۔ بعدازاں ۱۰۵۴ھ میں بہ مضمون حب الوطن من الایمان کے صاحبزادگان عالی شان مولوی عنایت اللہ صاحب و مولوی نظام الدین صاحب مع عیال و اطفال ملک مالوفہ میں واپس چلے گئے اور وہاں جاتے ہی با تالیقی اولاد شاہ تماسپ مشغول ہوے۔

بعد چندے با عہد نادری مولوی ضیاء الحق خلف مولوی عنایت اللہ صاحب مرحوم نادر کے استاد مقرر ہوکر ہند میں تشریف لائے۔ اس وقت مولوی نظام الدین صاحب عم بزرگوار مولوی بہاؤ الحق صاحب برادر خرد ان کے ہمراہ آئے۔ جب شاہ جہان آباد میں پہنچے تو مولوی نظام الدین صاحب کو شوق الٰہی دامن گیر ہوا۔ وہ تو اورنگ آباد میں جاکر حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے خادم ہوکر مشغول ریاضات ہوے اور بعد چندے خرقہ خلافت سے معزز ہوکر واپس آئے۔ اس اثنا میں شاہ بادشاہ ☆ نے برائے نام مولوی ضیاء الحق صاحب سے مثنوی مولانا روم پڑھنی شروع کی۔ اس سے روز بروز ترقی ان کی ہوتی گئی۔ مولوی بہاؤ الحق صاحب قاضی آگرہ ہوگئے۔

مولوی نظام الدین صاحب کی خدمت میں صدہا لوگوں نے بیعت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں کی۔ مولوی ضیاء الحق بھی ان سے مستفید ہوکر زھد و ریاضت کرنے لگے۔ اتفاقاً انہیں ایام میں حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی وارد دہلی ہوئے۔ حضرت مولوی نظام الدین صاحب کا فیض عام دیکھ کر از روئے محبت ارشاد روانگی لاہور کا فرمایا۔

مولوی ضیاء الحق صاحب بھی مستعفی ہوکر ان کے ہمراہ لاہور میں تشریف لے آئے اور شمال رویہ متصل موضع گڑھی شاہو حویلیاں مع باغ خرید کرکے بود و باش اختیار کی۔ ناظم

☆ ا۔ محمد شاہ از روئے تحقیقات چشتی اصل کتاب صفحہ ۲۰۴

Marfat.com

لاہور نواب خان بہادر نے اپنے صاحب زادوں میں یحیٰ خان کا آپ کو اتالیق مقرر کردیا۔

مولوی نظام الدین صاحب بتاریخ دھم صفر المظفر ۱۱۵۰ھ راہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ روضہ عالیشان ان کا حسب الحکم شاہی تعمیر ہونا شروع ہوا۔

مولوی بہاؤ الحق صاحب نے اس واقعہ سے مطلع ہوکر درخواست روانگی لاہور بحضور محمد شاہی کے کی۔ حضور سے علاقہ ناروال میں اورنگ آباد ان کو جاگیر عطا ہوئی۔ باعزت و آبرو لاہور میں آئے۔

مولوی ضیاء الحق صاحب تارک الدنیا ہوکر مشغول یاد الٰہی ہو بیٹھے۔ مولوی بہاؤ الحق صاحب چند مدت یہاں رہ کر اپنی جاگیر میں جا رہے۔ چنانچہ اب تک اولاد ان کی میروال و کوٹلی مولہ وغیرہ مواضعات میں موجود ہے۔ جن کا حال درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(ص ۶) ۸۔ مولوی ابراہیم صاحب

مولوی ضیاء الحق صاحب کے یہاں ایک صاجزادہ مولوی محمد ابراہیم علامہ زمان' فہامہ دوران فضل و کمال میں لائق و فائق مشہور ہوا اور ایک صاجزادی جو مرزا ہدایت اللہ سے کتخدا ہو کر آگرہ میں جا رہی۔ مولوی ضیاء الحق صاحب کتاب ضیائی مصنفہ خود میں ذات اپنی بوے گل تحریر فرماتے ہیں۔

الغرض حضرت ممدوح پانزدھم ماہ محرم الحرام ۱۱۶۰ھ میں فوت ہوکر گورستان حافظ پور میں شرق رویہ لاہور مدفون ہوئے۔

بعدازاں پنجاب میں روز بروز ابتری ہونے لگی۔ سکھوں نے فساد برپا کردیا۔ احمد شاہ ابدالی آیا۔ متصل خانقاہ حضرت ایشاں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ محلہ سید☆ سرکہ جہاں مولای ابراہیم صاحب کے مکانات موروثہ تھے لوٹا گیا۔ آتش زنیاں ہوئیں۔ اس حیص بیص میں نقصان عظیم عائد حال ان کے ہوا۔ پھر حسب الحکم احمد شاہی ذکریا خان بن نواب خان بہادر نے گونہ انتظام کیا' مگر سکھوں نے قائم نہ رہنے دیا' ویرانی ملک پر کمر باندھ لی۔ ہر طرف خطرہ عظیم پیدا ہوگیا۔ حتیٰ کہ لوگ باہر شہر کے رہنے والے مکانات اپنے چھوڑ چھاڑ کر تتر بتر ہونے لگے' تو (ص ۷) اس اثنا میں مولوی محمد ابراہیم صاحب مع ایک صاجزادہ عالی وقار یعنی حضرت مولوی غلام حسین اور ایک صاحب زادے اور ایک کنیزک مع زوجہ محترمہ خود لاہور کے حصار میں تمام املاک چھوڑ کر آگئے۔

☆ [illegible]

Marfat.com

العیاذاً" باللہ کہ جو مستورات پاک دامن بے پردہ صحن مکان میں بے باکانہ نہ پھر سکتی تھیں برقعہ پوش ہوکر سر راہ روز روشن محلہ سید سرسے دروازہ ذکی کے اندر آئیں اور وہاں محلہ نوگھرا میں مکان کرایہ تلاش کیا۔ مکان کرایہ تو وہاں دستیاب نہ ہوا مگر ایک گھر بکاؤ تھا اور اتفاقاً" اس وقت ان کی جیب میں چند اشرفیاں تھیں۔ وہ نکال کر مالک مکان کو دیں اور مکان زر خرید کیا اور وہاں رہنے لگے۔

پھر تو گذارہ نان روزمرہ سے بھی تکلیف ہونے لگی۔ لاچار بہ عالم مجبوری اس کنیزک مسمی قدم خیر کو ایک شخص سے للہ کتخدا (ص ۸) کردیا۔ چنانچہ اس کا بیٹا اب تک موجود ہے' اور آپ اس مسجد میں کہ جو بروئے دروازہ مطبع کوہ نور☆ موجود ہے امام مقرر ہوکر مشغول تدریس و تعلیم خلق رہے۔

اور بیعت مولوی محمد ابراہیم کی بخدمت جناب مولوی ضیاء الحق صاحب کے تھی۔ جب تین حاکم ☆ سکھ لاہور میں مقرر ہوئے تو ان میں سے گوجر سنگھ نے موازی دو دو آنہ یومیہ دروازہ لوہاری اور دہلی پر ان کا لگا دیا۔

اور وہ نہایت ولی کامل زاہد و عابد تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اپنی کفو میں سے یہاں آدمی کوئی نہیں اور صاحبزادہ اور صاحبزادی موجود ہیں اور منسوب کرنا ان کا ضروریات سے ہے' اس پر انہوں نے بامعان نظر تلاش کی تو معلوم ہوا کہ یہاں لاہور میں دو قومیں اشراف وضع صاحب علم و صالح ہیں۔ ایک تو خوجے اور دوسرے لوہار ترکھان کہ اکثر ان دونوں قوموں میں اشخاص معتبر معلوم ہوتے ہیں۔

ازانجا کہ وہ حضرت نہایت متشرع دین دار تھے انہوں نے گھر میں مصلحت کی کہ حسب شریعت نبوی علیہ الصلوۃ والسلام اقوام اہل اسلام میں بواسطہ ناطہ نسبت کے روک ٹوک کرنی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ تمام اہل اسلام آپس میں کلمہ گو دینی بھائی ہیں حتیٰ کہ اقلیم عرب میں اب تک سوا قوم سادات عظام کے ہر ایک شخص سے ناطہ لے لیتے اور دے دیتے ہیں' مگر ہاں سادات میں یہ معمول ہے کہ ہر قوم سے ناطہ لے لیتے ہیں اور سوائے سادات کے اپنا ناطہ کسی کو نہیں دیتے۔

☆ ا۔ اس مطبع اور اس مسجد کا کوئی نشان محلہ نوگھرا اندرون یکی دروازے میں موجود نہیں۔ وہاں کے رہنے والوں میں سے کسی کو یہ مطبع اور مسجد یاد نہیں ہے۔

☆ ۲۔ (۱) گوجر سنگھ بھنگی (۲) لنا سنگھ بھنگی (۳) سوبھا سنگھ بھنگی

Marfat.com

اس تردد میں مولوی محمد ابراہیم صاحب نے کسی اپنے ایک دوست جانی کو فرمایا کہ میرے گھر میں ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے اور اب بود و باش ہماری بھی لاہور میں ہوگئی ہے۔ مناسب ہے کہ کہیں ان کو متاہل کیاجاوے۔

اس اثناء میں ایک شخص مسمی عظیم الدین نے کہ قوم آھن گراں سے مرد متعبد اور صالح تھا اپنی لڑکی کا ناطہ حضرت کے صاحبزادے یعنی مولوی غلام حسین صاحب سے کردیا۔ باقی رہی صاحبزادی اس کی تجویز شادی کے واسطے در صدد تلاش تھی کبھی تو فرماتے تھے کہ موضع میرو وال میں جہاں اپنے بھائی بند ہیں کریں اور کبھی یہاں تلاش کرتے تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ اپنی مسجد مذکورہ بالا میں حسب معمول خود بروز جمعہ وعظ سے فراغت کر کے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آپ کے دوست نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت! یہاں ایک لڑکا صاحبزادہ مرزا رحیم اللہ بیگ کا حسین، ذہین، فہیم، نیک اطوار ہے اور مرزا رحیم اللہ بیگ بھی بجان خواہش مند ہے کہ آپ کے خاندان (ص ۹) سے رابطہ پیدا کرے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ لڑکا کس عمر کا ہے تو اس وقت اتفاقاً" سر راہ کوئی لڑکا چلا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ حضرت وہ لڑکا ایسا اور اتنا ہی بڑا ہے۔ حضرت نے یہ بات سنتے ہی فرمایا کہ بھائی تو نے بڑا غضب کیا کہ ایسے نازک معاملہ میں اس طرح نسبت دے دی۔ اب میں حسب رسم اشرافاں مجبور ہوں اور مناسب ہے کہ اپنی لڑکی کی نسبت اسی لڑکے سے جس سے تو نے نسبت دی ہے کردوں۔

یہ کہہ کر بہ چشم پرنم دل پر غم نیچے تشریف لائے اور اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے اور پوچھا کہ اے لڑکے نمونہ بخت تو کون ہے۔ اس نے عرض کی کہ یا حضرت میں یتیم ملا زادہ ہوں۔ فرمایا کہ قوم سے کون ہے؟ تو بولا: کہ والدین میرے تو مدت ہوئی مر گئے مگر اس قدر جانتا ہوں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم غوری ہیں۔

آپ نے یہ سن کر اس کو بہ فرزندی قبول فرمایا اور سجدات شکر بجانب باری عزاسمہ ادا کئے کہ الحمد للہ وہ لڑکا اشراف قوم سے نکلا۔ اگر کوئی ارذل ہوتا تو نہایت ہی صورت بدنامی کی تھی۔ پھر اس کو اپنے پاس رکھا اور تعلیم و تدریس فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ چند مدت میں فارغ التحصیل ہوگیا۔ بعد اس کے شادی اپنی صاحبزادی کی اس سے کردی اور موضع خود پور مانگہ میں جو بفاصلہ ستره کروه جنوب رویہ لاہور ہے ایک مسجد کا امام بہ سفارش چوھدریاں ان کو کرا دیا اور وہ وہاں رہنے لگا۔ چنانچہ اب تک اولاد اس کی وہاں موجود ہے، مگر معلوم نہیں کہ جناب والدم ان کی اولاد سے کس باعث ناراض ہوئے کہ اب

Marfat.com

ان سے میل ملاقات تک نہیں رکھتے۔

بعد ازاں بتاریخ پنجم صفر المظفر ۱۱۹۵ھ مولوی صاحب ممدوح فوت ہوئے اور مزار ان کی اسی مسجد میں جو روبروئے مطبع کوہ نور لاہور بطرف شمال واقع ہے موجود ہے۔

تاریخ وفات ان کی اب عندالتحریر احوال ہذا جو مفتی غلام سرور صاحب نے تصنیف کر کے عنایت فرمائی بجنسہ نقل کی جاتی ہے۔ قطعہ (ص ۱۰)

جناب شیخ ابراہیم عالی
کہ عالم بود در علم حقیقت
وصالش گشت ہمچوں ماہ روشن
زھادی زیب دین شمس الکرامت

۱۱۹۵

(ص ۹) اس وقت بھی کئی آدمی شاگردان مولوی صاحب کے شہر لاہور میں مثلاً گھسیٹا چوبدار جو کوچہ مسکن راقم میں رہتا ہے موجود ہے اور ماسواء اس کے لالہ رام چندر رپٹیہ اور مشتاق رای چوپڑہ وغیرہ ان کے شاگرد تھے جو ابھی تھوڑے عرصے سے مر گئے ہیں۔ اور یہ لوگ ان کو استاد و پیر و مرشد جانتے تھے اور گھسیٹا چوبدار موجودہ حال بیان کرتا ہے کہ مولوی صاحب مرحوم اس مسجد میں ایک چبوترہ خشتی پر بیٹھا کرتے تھے اور کوئی دم یاد الٰہی سے غافل نہ رہتے۔

(ص ۱۰) چونکہ اب مزار پرانوار بوسیدہ ہوگئی تھی سو والدی ماجدی مولوی محمد بخش صاحب یکدل سلمہ اللہ تعالیٰ نے سال ۱۲۶۵ھ میں از سرنو تعمیر کرائی اور اب بھی وہ خانقاہ عالی جاہ بطرف جنوب اندرون اس مسجد مذکورہ کے بعمارت خشتی استرکار چونا گچ موجود ہے اور دروازہ اس کا شمال رویہ اندر مسجد ☆ کے ہے۔

بوقت تعمیر مزار وہ مسجد ویرانہ پڑی ہوئی تھی۔ جناب والدم نے کچھ اپنے پاس سے دے کر اور کچھ بطور چندہ جمع کر کے وہاں ایک چاہ جاری کرا دیا اور مسجد کی بھی کچھ شکست و ریخت کی مرمت کرائی اور ایک شخص ملا رحمت نامی کو وہاں امام مسجد کیا۔ فقط۔

☆ اے ناپید ہو چکی ہے۔

Marfat.com

(ص ۱۰)۹- مولوی غلام حسین صاحب

بعد اس کے مولوی غلام حسین صاحب صاحبزادے ان کے محلہ نوگھرا میں سکونت پذیر

رہے اور بدستور تدریس فرماتے رہے۔ چنانچہ چندے بمقام لوہاری منڈی صاحب زادگان چوپڑگاں و دیوان بھوانی داس کو پڑھاتے رہے اور بعد ازاں خاندان فقیر صاحبزان یعنی فقیر عزیز الدین صاحب مرحوم باتالیقی فقیر چراغ الدین خلف فقیر عزیز الدین صاحب سرفراز رہے۔

ازانجا کہ ذات مبارک آپ کی بڑی متعبد اور متشرع تھی لہٰذا شوق الٰہی نے وہ جذبہ دکھلایا کہ بدل و جان تجسس پیر روشن ضمیر میں مشغول ہوئے۔ اس اثنا میں یہاں حضرت والدم مولوی احمد بخش صاحب المتخلص بہ یکدل پیدا ہوئے۔ جب انہوں نے ہوش سنبھالی اور بہ عمر شش سالہ پہنچے تو ان کو بخدمت حافظ روح اللہ صاحب جو عالم مشہور لاہور کے تھے سپرد کیا اور انہوں نے بہ خیال خاندانی ان کو بکوشش تمام پڑھانا شروع کیا اور بنظر فرزندانہ ان کو دیکھا کرتے تھے اور گھر میں والدہ ان کی یعنی دادی مجھ کم ترین کی نہایت باخدا اور حق پرست تھیں۔ ان کے یہاں مدرسہ زنانہ یعنی چند لڑکیاں تعلیم علم دینی پاتی تھیں۔

آخر مولوی غلام حسین صاحب کو شوق یاد الٰہی نے فرصت نہ دی اور انہوں نے شہرہ فیض عام جناب حضرت فخر زمین و زمان، غوث دوران، حضرت فخر الدین عالم کا سنا۔ ازانجا کہ آبا و اجداد سے غلامی اس خاندان عالی شان چشت نیک سرشت کی ہمارے گھر میں موروثی تھی، حضرت ممدوح بہ شہرہ سن کر عیال و اطفال تفویض جناب الٰہی کر روانہ شاہ جہان آباد دہلی ہوے۔

۱۰- نام کی تبدیلی

اس وقت میں نام ان کا مولوی غلام علی تھا۔ اتفاقاً" بروز نہم محرم الحرام آپ بخدمت والا درجت، مخزن کرامت، حضرت فخر الدین والملت کے جاکر مشرف ہوے۔ اتفاقاً" اس وقت حضرت کی خدمت میں مرثیہ خوانی ہورہی تھی اور عجب لطف کا وقت تھا۔

بعد فراغت مولوی غلام علی صاحب سے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ تو انہوں نے عرض کی کہ بندہ موروثی خادم اس خاندان کا ہے۔ چنانچہ جد امجد

Marfat.com

میرے مولوی نظام الدین صاحب غلام خانہ زاد خادم حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے تھے (اور جناب فخر الدین صاحب قدس سرہ صاحب زادہ خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے اور نیز خلیفہ برحق ان کے تھے)۔ حضرت نے یہ سن کر بدرجہ کمال توجہ فرمائی اور بیعت قبول کر کے ارشاد کیا: کہ تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا: کہ نام بندہ کا غلام علی ہے۔ حضرت نے ارشاد کیا: کہ آج سے تمہارا نام غلام حسین رکھا گیا کیونکہ ہمارا بھی آخری نام غلام حسین ہوگا۔

ظاہراً" یہ لطیفہ کسی نے نہ سمجھا مگر آخر کار جب حضرت فخر الدین والملت بہ رحمت حق پیوست ہوئے تو آپ کی تاریخ وفات غلام حسین یعنی ۱۱۹۹ھ کسی بزرگ نے لکھی۔ سبحان اللہ

چونکہ روز بیعت ان کے کا ماہ محرم اور جلسہ عزاداری حسین تھا آپ جب تک زندہ رہے تو آپ کا یہی حال رہا کہ اگر نام تک حضرت امام حسین کا یہ غلام حسین سن لیتے تو دو دو گھنٹہ تک آپ کو حالت وجد رہتی' بلکہ اس اعتقاد حق بنیاد سے بعضے جہلائے لاہور آپ کو شیعہ کہا کرتے تھے۔ الغرض ذات بابرکات ان کی فنا فی الحسین تھی۔

۱۱- لاہور میں مراجعت

بعدازاں سات برس تک وہ حضرت بابرکت فخر الدین والملت کی خدمت میں بخدمت شبانہ روز ممتاز رہے اور پھر حسب الارشاد واجب الانقیاد حضرت پیر روشن ضمیر کے آپ اجمیر شریف میں تشریف لے گئے اور بارہ برس تک وہاں رہ کر بادائے چلہ دوازدہ سالہ مصروف .عبادت حق رہے۔

جب پھر وہاں سے لاہور میں آئے تو جناب والدم مولوی احمد بخش صاحب یکدل اپنے موروثی کام میں بمقام لوہاری منڈی رئیس زادوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کا خیال اگرچہ راغب بدنیا و اہل دنیا نہ تھا مگر دیوان گنگا رام صاحب جد بزرگوار دیوان بیج ناتھ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر لاہور نے بضد ہوکر آپ کو واسطے تعلیم صاحبزادگان عالیشان اپنے کے مقرر فرمایا اور جناب والدم کی شادی میاں محمد بخش صاحب صحاف کی صاحب زادی سے ہوئی چنانچہ حال مفصل ان کا حال خانقاہ حضرت حامد قاری صاحب میں درج ہوگا۔

۱۲- قرآن مجید کے دو نادر نسخے

یہ شخص یکتائے زمانہ اور تجارت صحف میں نامی گرامی آدمی تاجر تھا کہ لوگ ان کی

Marfat.com

دکان کو لاکھوں رپیوں سے نسبت دیتے تھے اور اس میں شک بھی نہ تھا کیونکہ فدوی بہ زمانہ خرد سالی دیکھا کرتا تھا کہ ان کے مقام نشست گاہ میں بیس بیس کاتب اور چار چار پانچ پانچ مصور اور اسی قدر نقاش و زر کار و جدول کش و مجلدی بیٹھا کرتے تھے۔ اور یہ سب ملازم تھے۔

اور ایک قرآن شریف ان کے ہاں بندہ نے قیمتی پچانوے ہزار روپے کا دیکھا تھا کہ جو اکبر نے لکھانا شروع کیا تھا اور بہ وقت شاہ جہان ختم ہوا۔ اس پر دس تفسیریں چڑھی ہوئی تھیں اور طلا کاری کا تو حال تھا کہ زبان قلم اس کی تعریف میں لال ہے۔

اور ماسوا اسکے ایک اور قرآن شریف سہ قلمہ جو طلاء اور لاجورد اور سیاہی سے تحریر تھا اور یہ قرآن شریف ۱۲۸۷ ہجری میں مجھ فدوی نے ان کے صاحبزادوں سے خرید ا تھا۔

(ص ۱۳) ۱۳۔ حلیہ مبارک حضرت مولوی غلام حسین کا

قد مبارک موزوں و میانہ اوسط بہ مضمون خیر الامور او سطہا اور رنگ گندم گوں' کشادہ پیشانی' پیوستہ ابرو' فراخ چشم' باحیا' بہ سبب عادت کثرت مراقبہ آپ ہمیشہ سرنگوں رہا کرتے تھے۔ سفید ریش اور سفید موے سر اور سر مبارک بموجب سنت نبویہ محلوق ' خوش پوشاک' اکثر سر پر دستار سبز رکھا کرتے تھے۔ اور ہاتھ میں چھڑی' رنگین پاپوش باناتی اکثر برنگ بسنتی سلسلہ عالیہ چشتیہ میں فنا فی الحسین تھے۔

اور مزاج عنایت امتزاج حضرت کا اس قدر خلیق تھا کہ ہر ایک آدمی جو جلیس و انیس حضرت کا تھا اپنی نسبت یہی کہتا تھا کہ مجھ سے زیادہ مولوی صاحب کسی پر مہربان نہیں۔ اور آج تک لوگ ان کے اخلاق محمدی سے رطب اللسان اور عذب البیان ہیں اور روسائے پنجاب ان کی جناب میں با ادب مریدانہ پیش آتے تھے۔

مزاج آپ کا جزو پسند سیاحت دوست تھا اور سیر اقالیم کو بہت پسند فرماتے تھے۔ مولوی غلام حسین صاحب واسطے امیر کابل کے گئے ہوئے تھے اور وہاں رئیس زادوں کو پڑھاتے تھے اور ایک امیر کے ہاں سے ایک روپیہ یومیہ علاوہ معلمی واسطے شطرنج کھیلنے کے بھی ملتا تھا۔

جب مولوی غلام حسین صاحب کابل سے لاہور میں واپس تشریف لائے اور بدستور قدیم اس خاندان ☆عالی شان کے اتالیق مقرر ہوئے تو پھر مہاراجہ صاحب ☆ نے سایر لاہور پر

☆ ۱۔ دیوان بیج ناتھ کا خاندان۔

☆ ۲۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب۔

Marfat.com

چند چند روپیہ سالیانہ بنام والدم اور مولای غلام حسین صاحب و بندہ کے مقرر کردیا۔ چنانچہ وہ بھی اب تک خزانہ لاہور سے عطا ہوتا ہے۔

۱۴۔ عادات و خصائل

آخر عرصہ پچیس سال تک حضرت کا یہ معمول رہا کہ تمام رات شب بیداری میں بسر فرماتے' بلکہ نماز مغرب کے وضو سے نماز فجر ادا ہوتی تھی۔ صحبت فقراء و غربا آپ کے بہت مطبوع طبع تھے اور ملاقات امراء سے متنفر اور گاہے بعد ماہے اتفاقا" موقع بھی ہوجاتا تو بہ مجبوری تمام امرا سے ملتے تھے اور جب کسی امیر کے پاس جاتے تھے' تو دیر تک وہاں اجلاس نہ فرماتے بلکہ (ص ۱۴) فی الفور واپس چلے آتے اور علائق دنیا سے حتی الامکان پہلو تہی کرتے۔

اور حضرت کا معمول تھا کہ بوقت عشاء رو بہ طرف نجف اشرف ہوکر بیٹھ جاتے اور دست بستہ یہ مناقب مصنفہ حضرت جامی کا کہ جس کا مصرع اول یہ ہے :

علی شاہ حیدر اماما" کبیرا

اور بوقت نیم شب مناقب مصنفہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ کہ جس کا ایک شعر یہ ہے :

میرم حسین است و حسن آرام جان و جسم و تن
بی مہرم ایشان دم مزن گر می زنی لاف ار ولا

با اشتیاق و مذاق مالا یطاق پڑھا کرتے تھے۔

سبحان اللہ! جب بوقت نیم شب حضرت باآواز بلند یہ مناقب پڑھا کرتے تھے تو تمام اہل محلہ بیدار اور سراپا گوش ہوکر سنتے اور ایسی تاثیر ظہور میں آتی تھی کہ ہر ایک دل میں اشتیاق یاد الٰہی کا پیدا ہوتا۔

اور حضرت مرحوم کا یہ بھی دستور تھا کہ پانچ سیر آٹے کی روٹیاں ہر روز پکوا کر کتوں کو بدست خاص خود کھلاتے اور ماسوا اس کے آپ نے بطخیں بھی اپنے کوچہ میں رکھی ہوئی تھیں ان کو ہر روز اپنے دست مبارک سے خوراک معمولی ڈالا کرتے۔

۱۵--- ایک واقعہ

ایک روز کا ذکر ہے کہ کم ترین دروازہ یکی کی طرف سے چلا آتا تھا۔ وہاں متصل

Marfat.com

چھاؤنی کرنیل ☆ سجان خان کے کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک شکستہ بند کو ہمراہ لے گئے ہوئے ہیں اور ایک کتے کو جس کا پاؤں ٹوٹا ہوا تھا اپنی گود میں لے کر شکست بند سے اس کے پاؤں کو مالش کررہے ہیں اور زبان مبارک سے فرما رہے ہیں کہ اس بیچارے کو بہت درد ہوئی ہے کوئی ایسا بندوبست کرو کہ اس کو جلد شفاء ہو جاوے۔

بعد اس کے ایک روز وہ شکستہ بند مجھ کو ملا تو میں نے اس سے پوچھا: کہ کہو جی اس کتے کے پاؤں کی خبر؟ وہ ہنس کر کہنے لگا: کہ مدت ہوئی کہ وہ کتا اچھا ہوگیا اور اس کے عوض میں حضرت نے مجھ کو دو روپیہ اجرت کے بھی عطا فرمائے تھے۔

۱۶- خانہ نشینی

اگرچہ آپ چندے مجاندان دیوان اجودھیا پرشاد صاحب (۱۵) دیوان بیج ناتھ صاحب کو اور چندے دولت خانہ دیوان شنکر ناتھ صاحب میں پریم ناتھ ناظر ضلع اور شیو ناتھ وغیرہ کو پڑھاتے رہے لیکن ۱۲۵۲ھ میں سب چھوڑ چھاڑ کر خانہ نشین ہوگئے اور بارہا یہ اتفاق ہوا کہ والدم مولوی یکدل صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوے اور حال دنیاوی اپنے بیان کئے تو انہوں نے فرمایا: کہ اے احمد بخش یکدل تو دنیا دار اور مجھ کو سفر عاقبت در پیش ہے' تجھے لازم ہے کہ مجھے ان معاملوں میں تکلیف نہ دیا کر۔

۱۷- سخاوت

اور وہ حضرت کئی مساکین اور بیوہ زناں کو خرچ ماہوار دیا کرتے تھے اور حضرت کا معمول تھا کہ کاغذ میں روپیہ' اٹھنیاں چونیاں بطور پڑی باندھ چھوڑا کرتے تھے۔ اس مراد سے کہ جہاں کوئی حاجت مند نظر آتا ایک پڑی اس کو دے دیتے اور ایسے معاملات میں استبداد بدرجہ کمال فرمایا کرتے تھے اور یہی چاہتے تھے کہ اس امر سے کسی کو خبر نہ ہو۔

۱۸- وفات

بعدازاں دسویں صفر ۱۲۶۰ھ بروز پنج شنبہ علی الصباح وفات ان کی وقوع میں آئی۔

☆ ا۔ اب یہ علاقہ بیرون شیرانوالہ گیٹ لائن سجان خاں کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

سبحان اللہ! بوقت وفات آپ کی سید ظہور علی شاہ کی گود میں تھے اور ان کے حضور میں سید جلال بخاری کا ذکر ہو رہا تھا۔ آخر کلام ان کی لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ ہوئی اور بعدازاں جاں بحق تسلیم ہوئی۔

من بعد جب دو ساعت انگریزی گذرین تو پای مبارک آپ کا ہلا بلکہ پائے مبارک کو تاران مبارک جنبش ہوئی۔ اشخاص موجودہ حیران ہوے تو مولوی جان محمد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ یہ معاملہ نعش حضرت شیخ شبلی پر بھی ہوا تھا۔ الغرض حضرت ممدوح مسجد چینی والہ کے گوشہ گنی صحن میں محلہ چابک سواراں باعزت و حرمت تمام مدفن ہوئے۔اب مزار ☆ پرانوار حضرت کی زیارت گاہ خلق اللہ ہے اور ہر سال عرس مبارک حضرت کا بتزک تمام ہوتا ہے۔ بقیہ حال مزار گوھربار آں مقبول پروردگار کا علیحدہ تحریر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۹۔ قطعات تاریخ وفات

اور مفتی غلام سرور صاحب نے جو عندالتحریر کتاب ہذا کے دو قطعہ تاریخ وفات حضرت کے لکھ کر عنایت فرمائے سو چوں گل تازہ درج گلدستہ ہذا ہوتے ہیں۔

قطعہ تاریخ

آں اہل صفا غلام حسنین
محبوب خدا غلام حسنین

چون رفت بہ خلد حوران و غلمان
گفتند کہ ما غلام حسنین

شہ خلد مقبول رب جلیل
کہ جان کرد قربان بنام حسنین

ندا شد بسرور بتاریخ سال
مگو ہادی یا غلام حسنین

☆ ا۔ مزار اب موجود نہیں ہے۔ محلہ چابک سواراں کے ایک قدیم باشندے نے مجھے بتایا کہ مزار کو ۱۹۴۰ء میں گرا دیا گیا تھا اور اس کے ساتھ مسجد کے حجرے بھی گرا دیے گئے اور اب ان کی جگہ سیمنٹ کی پختہ عمارت بنی ہوئی ہی جس میں لڑکیوں کا سکول ہے۔

Marfat.com

اور چونکہ قبل از بیعت خاندان چشتیہ کے اسم شریف آپ کا غلام علی تھا سو بموجب اس نام کے بھی ایک قطعہ تاریخ وفات محررہ مفتی موصوف یہ ہے:

قطعہ تاریخ

مولوی شیخ چشت اہل بہشت
مدح خوان علی وصی نبی
سرور زار سال ترملیش
گفت پاکیزہ دل غلام علی

(ص ۱۶) ۲۰- چشتی کہلانے کا سبب

اور بعد خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز مرزا عنایت اللہ بیگ جد کلان راقم الحروف کا کہ جس کی اولاد سے راقم ہے بحالت یتیمی پاک پٹن میں آیا۔ اور بابا فرید الدین گنج شکر نے اس کو اپنا متبنی کیا۔ اسکو بجائے فرزندان خود چاہتے تھے۔ چنانچہ اسی لحاظ سے تمام اولاد ان کی بھی چشتی کہلاتے ہیں اور اب ہم جو چشتی کہلاتے ہیں اس کا بھی یہی سبب ہے کہ ہم ان کی اولاد میں سے ہیں اور ما سوا اس کے سلسلہ ہمارا بھی چشتیہ ہے اور خصوصاً" تخلص فدوی کا شعر د سخن میں بھی چشتی ہے۔

۲۱- مولوی احمد بخش یکدل

اور مولوی احمد بخش یکدل یعنی والدم اول چندے مدرس بمقام لوہاری منڈی رہے اور بعد ازاں استاد اتالیق خاندان راجہ دینا ناتھ صاحب مقرر ہوئے۔ چنانچہ اب تک تمام رئیس اور امیران کے شاگرد لاہور میں موجود ہیں۔

بعد ازاں بہ سفارش (ص ۱۲) مولوی غلام حسین صاحب کے والدم صاحب دولت خانہ دیوان دینا ناتھ صاحب میں واسطے اتالیقی دیوان امر ناتھ صاحب وغیرہ متعلقان دیوان دینا ناتھ صاحب کے مقرر ہوئے۔

۲۲- مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ملاقات

اس اثنا میں ملک سکندر خان صاحب وکیل منکیرہ لاہور میں واسطے ملاقات راجہ رنجیت سنگھ کے آئے اور شہر میں تلاش کی کہ کوئی شخص اولاد مولوی بہاؤ الحق و ضیاء الحق سے

Marfat.com

یہاں ہے کہ نہیں۔ لوگوں نے والد ماجد بندہ کا نام لیا اور وہ آپ کو اپنے پاس بلوا کر بہت خوش ہوئے اور کہا: کہ میں حضرت مولوی ضیاء الحق کا شاگرد تھا۔

اور وہ سکندر خان صاحب مذاق اور واقف اسرار الٰہی تھے بعد چند روز اس نے ملاقات مہاراج کی والدم کو کرائی اور تمام حال حضرت بزرگان فقیر کا مہاراج کو کہہ سنایا اور چند فرامین قدیمہ جو اسی مولوی صاحبان مرحوم و مغفور تھے سرکار کو دکھائے۔ اس اثناء میں سرکار نے ملتان فتح کیا اور حکم دیا کہ کوئی صاحب علم قابل کار آدمی مراسلہ اس فتح کا شاہنشاہ ذی جاہ لنڈن کو لکھے۔ سکندر خان صاحب نے نام جناب والدم کا لیا اور انہوں نے حسب الحکم حاضر ہوکر مراسلہ تحریر کیا جس کی نقل تواریخ مہاراجہ میں موجود ہے۔

جب وہ مراسلہ تحریر ہوچکا تو تمام دربار مہاراجہ صاحب کہ دربار کا دربار ہی .بفضلہ تعالیٰ شانہ شاگردان خاندان کا تھا آفرین آفرین پکار اٹھا اور سرکار بھی بہت خوش ہوئی۔ اس وقت سکندر خان نے عرض کیا۔ کہ مہاراج یہ ہمارے بھی استاد ہیں۔ آپ ان کے حال پر توجہ فرمائیں۔

۲۳۔ جاگیر اور معافیاں

سرکار نے حکم دیا کہ اے مولوی احمد بخش! آپ سرکار کی نوکری کریں۔ انہوں نے جب اپنی والدہ ماجدہ ☆ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارا موروثی پیشہ معلمی ہے۔ تم کو لازم ہے کہ تم اپنے موروثی کام پر کھڑے رہو۔ خدائے تعالیٰ جل شانہ جو رزاق مطلق ہے اسی کام میں برکت دے گا۔

جب مہاراج کی خدمت میں جناب والدم نے عرض کی کہ میری والدہ ماجدہ یوں فرماتی ہیں تو یہ سن کر مہاراج خوش ہوئے اور اسی وقت ایک چاہ موضع لباں والا اور ایک شریف پور اور ایک تلواڑہ اور ایک پکی ٹھٹھی اور ایک بمقام موضع جگ پورہ جو سر دریائے ڈیک ہے اور ایک ہوشیار پور اور ایک لاندھر میں عطا کیا۔ اور ماسوا اس کے ایک باغ موضع سانده میں بھی کہ جس کی زمین چالیس بیگھہ ہے عنایت فرمایا اور کل آمدنی چھ سو روپیہ سالیانہ مقرر کردی۔ چنانچہ اب تک وہ سب بجز چاہان جالندھر و ہوشیار پور معاف و واگزار ہیں۔

☆ ا۔ اس وقت ان کے والد مولوی غلام حسین صاحب کابل میں تھے۔

Marfat.com

۲۴۔ انگریزی مدرسہ کی معلمی

اور بعدازاں اب (ص ۱۶) آپ معلم مدرسہ سرکاری انگریزی ہیں۔ معافیات ان کی مع زر نقدی سرکار سے واگذار اور بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے مرفہ الحال نظم و نثر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

۲۵۔ بہادر شاہ ظفر سے خلعت اور خطاب

حتیٰ کہ جب بتقریب شادی صاحب زادہ دیوان کدار ناتھ صاحب برادر راجہ دینا ناتھ صاحب شاہ جہان آباد میں حسب الایمائے معزول الریاست ہوکر ۱۲۷۹ ہجری میں مقام ملک برھما بیماری فالج سے فوت ہوا ان کو خطاب فخرالشعراء ملا اور ایک مہر بدر الدین مہر کن کی دستخطی حضرت بہادر شاہ نے والدم کو باین عبارت کندہ کرا کر عطا فرمائی:

فضیلت پناہ، یکدل آگاہ، فخرالشعرا مولوی احمد بخش یکدل فدوی محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی۔

اور ماسوا اس کے تیرہ پارچہ کا خلعت مع دو رقم جواھر آپ کو اور سات پارچہ کا فدوی مولف کتاب ہذا کو عطا ہوا اور ہر طرح سے براحم شاہانہ و تلطفات خسروانہ سرفرازی بخشی۔ اور والدم کو آرزوئے اولاد بدرجہ کمال تھی اور ان کے یہاں چند لڑکے بالے تولد ہو ہو کر مر مر گئے تھے۔

۲۶۔ حال مولف کتاب ہذا عفی عنہ
اولاد مولوی ضیاء الحق صاحب

محمد ابراہیم

غلام حسین

احمد بخش یکدل

محرم علی　　محمد علی　　دختر چار

بندہ نور احمد المتخلص بہ چشتی غفراللہ ذنوبہ، وستر عیوبہ، فی الدنیا والآخرۃ بتاریخ ہفتم ذی الحج ۱۲۴۴ ہجری میں تولد ہوا چنانچہ تاریخ تولد کمترین کی یہ مصرع ہے:

مہد دولت نور احمد مجتبیٰ

اور ایک ہمشیرہ کمترین کی جو غم خوار جانی تھی جواں مرگ ہوگئیں۔

جب فدوی بعمر شش سالہ ہوا تو والدہ ماجدہ کمترین بھی اس جہان پر ملال سے رحلت

Marfat.com

کر گئیں اور بعد ازاں والدم نے چار شادیاں پے در پے اور کیں۔ چنانچہ سوای ہمشیرگان ان سے ایک خرد بھائی میرا مولوی محمد علی بعمر ستائیس سال اب مدرس سر رشتہ برانچ اسکول شاہ عالمی دروازہ ہے اور دوسرا بھائی محرم علی جو ابھی خرد یک سالہ ہے پیدا ہوا۔

۲۷۔ ملازمت

اور یہ کمترین بعمر چاردہ سالہ بفضلہ تعالیٰ شانہ فارغ التحصیل ہوکر با مہربانی دیوان امرناتھ صاحب خلف راجہ دینا ناتھ صاحب جو بخشی فوج سواری مہاراجہ صاحب تھے بعہدہ وکالت مثل فتح خان نون میں با اقرار پانچ روپیہ یومیہ سرفراز ہوا۔

اور بعد چندے جب عملداری سرکار انگریزی ہوئی تو اول حسب معمول بزرگان خود مدرس رہا اور اس میں صاحب زادگان دیوان کریا رام اور (ص ۱۷) مصر بیلی رام و بھیا ہری سنگھ سائیروالا وغیرہ دیوان بھیم سین پڑھتے رہے۔

۲۸۔ انگریزوں کو پڑھانے پر معمور ہونا

اور ۱۸۴۹ عیسوی میں حسب الایما ڈاکٹر لوگن صاحب بہادر کمترین مدرس صاحبان عالی شان بقرار بیس روپیہ ماہیانہ برائے ایک گھنٹہ فی یوم فی صاحب مقرر ہوا۔ اور مدت تک صاحبان ملٹری و سول یعنی جنگی و ملکی کو پڑھاتا رہا۔ بعدازاں فضل الٰہی سے مشہوری کمترین کی صاحبان عالی شان میں ہوئی اور اس اثناء میں نوبت فدوی کی بہ تعلیم اکثر صاحبان معزز پہنچی۔ بعد اس کے ۱۸۵۳ء میں فدوی خاص مدرس صاحبان عالی شان ملکی پر اس طرح پر ہوگیا کہ بباعث تباعد چھاؤنی میاں میر پڑھانا صاحبان جنگی کا گونہ کم ہوگیا۔

۲۹۔ تصنیفات

اور اس عرصہ میں اس نیاز مند نے ایک کتاب تحفہ چشتی ☆ مشعر صرف و نحو اردو فارسی وعربی تصنیف کی چنانچہ آج تک وہ چار دفعہ مطبوع ہوچکی ہے۔ بعدازاں کتاب یادگار چشتی ☆ مشعر دستور اہل اسلام پنجاب حسب الحکم حکام کمترین نے تصنیف کی اور وہ حسب پسند

☆ ۱۔ یہ کتاب ناپید ہے۔

☆ ۲۔ یہ کتاب بھی ناپید ہے۔

Marfat.com

صاحبان عالی شان مطبع لاہور کرانیکل ☆ یعنی مطبع انگریزی میں طبع ہوکر تا بلندن و فرانس مشہور ہوئی اور اب تک صاحبان عالی شان قدر دان باخواہش تمام اس کو خرید کرتے ہیں۔
اور پھر حسب الحکم جناب مسٹر ایڈورڈ تھارنٹن صاحب بہادر جوڈیشل کمشنر بہادر ممالک پنجاب کے کتاب عجائبات چشتی ☆ اور کتاب خیالات دانش بزبان فائیہ حسب الیمائے جناب رابرٹ ایلیس ایجرٹن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لاہور بہ علم صرف و نحو تشریح مصادر و لطائف و ظرائف میں تصنیف کی' اور یہ بھی ایک دفعہ مطبوع طبائع ہوئی۔
اور آج تک جو صاحبان عالی شان فدوی سے پڑھ کر بعہد ہائے جلیلہ سرافراز ہیں قریب دو ہزار کے ہونگے۔ فقط۔

۳۰۔ (ص ۱۷) تحقیقات چشتی کی تصنیف

اب ان ایام فرصت انجام میں جناب خداوند نعمت' آقائے نامدار عالی وقار' قدردان اہل علم و ہنر' مجموعہ اخلاق برگزیدہ آفاق' صاحب فیض عمیم جناب مسٹر ولیم کولڈ سٹریم عالی جاہ بہادر دام اقبالہ اسسٹنٹ کمشنر نے اس کمترین کو حکم دیا کہ حالات عمارات و مزارات و مقابر و مساجد نواح لاہور مفصل تحریر کروں۔
اگرچہ یہ کام نہایت دشوار تھا' کیونکہ صدہا سال کے حالات بہم پہنچانے خیلے مشکل تھے اور کمترین کا یہ حوصلہ نہ تھا کہ اس امر اہم کو شروع کرے' مگر صاحب ممدوح کے عنایات بے غایات نے مجھ کو یہ صلاح نہ دی کہ انکار کروں۔ علاوہ براں ارادہ صاحب ممدوح الوصف کا بھی محض واسطے رفاہ خاص و عام کے تھا کہ اس کماحقہ سے ہر ایک متنفس

☆ ا۔ یہ مطبع ۱۸۴۹ء میں نولکھا کے علاقہ میں منشی محمد عظیم نے جاری کیا۔ منشی صاحب پرانے دہلی کالج کے طالب علم تھے۔ آپ پنجاب میں بابائے صحافت و طباعت کی حیثیت سے بڑے مشہور ہوئے۔ آپ کے صاحب زادہ سید عبداللطیف ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج تھے' جنہوں نے انگریزی میں متعدد کتابیں لکھیں۔ ان میں "لاہور اور اس کی قدیم عمارتیں" کو خاص شہرت ہوئی۔ یہ غالباً پنجاب میں پہلا انگریزی مطبع تھا (سید عبداللطیف کی تاریخ لاہور صفحہ ۱۵۷ حاشیہ)۔

☆ ۲۔ یہ کتاب بھی ناپید ہے۔

Marfat.com

کو آگاہی ہوجاوے۔ اس واسطے فدوی نے باہزار خوشی اس کام کے (ص ۱۸) انجام کے واسطے کمر ہمت باندھی۔

۳۱- کتاب کے ماخذ

اور کتاب ۱- روضتہ الاحباب ۲) معارج الولایت ۳- تذکرۃ العارفین ۴- حقیقت الفقراء ۵- حقیقتہ الفواد ۶- قصص الاولیاء ۷- محبوب الواصلین ۸- تذکرۃ العاشقین ۹- نفحات الانس ۱۰- کتاب شیخ چوہڑ بندگی ۱۱- مراۃ الہند ۱۲- جام جم ۱۳- سفینتہ الاولیاء ۱۴- سکینتہ الاولیاء ۱۵- حق نما ۱۶- کیمیائے سعادت ۱۷- دلیل العارفین ۱۸- فواد الفواد ۱۹- فخریہ ۲۰- حبیب السیر ۲۱- واقعات ہند ۲۲- شاہ جہان نامہ ۲۳- توزک جہانگیری ۲۴- اکبر نامہ ۲۵- تحفتہ الواصلین ۲۶- مخبر الواصلین ۲۷- حقیقت العرفان ۲۸- حقیقت الحقائق ۲۹- اکسیر ولایت ۳۰- کتاب رضوانی ۳۱- جو درباب احوال حضرت خواجہ خاوند محمود لاہوری یعنی حضرت ایشان کے ہے اور کتاب مقبرۃ الزائرین ۳۲- تذکرۃ المحبوبین ۳۳- کتاب مناقب چشتیہ ۳۴- مناقب سہروردیہ ۳۵- اسرار الاولیاء ۳۶- مناقب مداریہ ۳۷- کتاب مظہر الولایت ۳۸- کشف المحجوب ۳۹- تصدیق الکرامت ۴۰- مصداق العاشقین ۴۱- مفتاح السماع وغیرہ بکوشش تمام کچھ تو مستعار اور کچھ خرید کر کے یہ کتاب تحقیقات چشتیہ ختم کی۔

۳۲- موضوع کتاب

اور واضح رائے مہرا نجلائے شائقین باتمکین ہو کہ ظاہرا تو یہ کتاب اگرچہ مشعر احوال مقابر بزرگان اہل اسلام وغیرہ عمارات و تشریح معابد ومراسم قدیمہ ہنودان لاہور ہے لیکن فی الاصل تواریخ اولیاء اللہ تمام روئے زمین ہے اور حتی الامکان اس میں ہر ایک خانوادہ کا احوال کماحقہ عندا لتحقیقات کتابی و سماعی جو زبانی اشخاص خاص کے دریافت ہوا درج کیا گیا ہے۔

۳۳- اہل مقبرہ کے سوانح اور خاندانی حالات

اور نیز یہ تحریر کیا گیا ہے کہ فلاں صاحب اہل مقبرہ کب اور کس زمانہ میں اور کہاں تولد (ہوئے) اور باعث شہرت اس کا کیا (ہے) اور آخر کب فوت ہوا اور کیا تاریخ اس

Marfat.com

(کے) فوت (ہوئے) کی تھی، اور کون کون اس کا خلیفہ و مرید و معتقد ہوا اور شجرہ حسی و نسبی اس کا کیا ہے اور اس کے شجرہ کے اشخاص میں کون کون صاحب نامور ہوا۔ اور اب تک بعد فوت اسکے کس قدر سجادہ نشین ہوئے اور اب کوئی موجود ہے، اور وہ صاحب قوم سے کون تھا اب اس کی اولاد ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس قدر اور کس مقام پر ہے۔

۳۴۔ مقابر کا نظام اور معافیاں

اور وہ مقبرہ اب رجسٹر نزول سرکار میں درج ہے یا نہیں، اور اس مکان، مقبرہ یا شیودوالہ یا گورودوارہ، یا ٹھاکر دوارہ وغیرہ کے ساتھ کیا کیا معافی ہے۔ زمین ہے یا گاؤں یا نقدی اور باعث تقرر اس معافی یا جاگیر یا پنشن کا کیا ہوا اور مقدار و تعداد زر معافی کیا ہے اور بوقت سلطنت چغتائی و سکھاں کس قدر تھی اور اب کس قدر ہے اور یہ معافی کس کے حکم اور کس وجہ سے اول مقرر ہوئی اور وہ معافی یا جاگیر یا پنشن حین حیات سجادہ نشین یا تاقیام خانقاہ و مکان معاف تھی۔ (۱۹) یا علی الدوام نسلاً" بعد نسل سجادہ نشین کو عطا ہے اور کس قدر خرچ سالیانہ اور آمدنی اس مکان، خانقاہ یا شوالہ وغیرہ کی ہے اور اس آمدنی میں کس قدر شریک ہیں اور کتنے حصوں پر تقسیم ہوتی ہے اور خرچ میں کتنی پتیاں ہیں۔

۳۵۔ عرس

اور عرس یعنی سالیانہ کب ہوتا ہے اور عرس کرنے کا دستور کیا ہے اور عرس پر کیا کیا کھانا تقسیم ہوتا ہے اور اس عرس پر ہجوم عام ہوتا ہے یا چند اشخاص خاص حاضر ہوتے ہیں۔

۳۶۔ صاحب قبر کا سلسلہ

اور سلسلہ صاحب قبر یا مکان کا کیا ہے اور پیوند اس کا کس اہل طریق سے ہے۔ اور اس مکان خانقاہ میں یعنی متعلق اس کے کتنی قبور ہیں۔ اور کون کون لوگوں کی وہاں قبریں ہوتی ہیں اور کب سے وہ قبرستان ہے۔

۳۷۔ مقابر کی عمارات

عمارت اس مقبرہ یا مکان کی کس نے بنوائی اور کس سال میں بنی اور پہلے کس قدر عمارت تعمیر ہوئی اور اب کس قدر ہے۔ یعنی پہلی عمارت سے وہ عمارت زیادہ ہوئی یا اس

Marfat.com

میں سے مسمار ہوکر کم ہوگئی اور تفصیل مفصل عمارت کہ بالفعل فی زمان اس قدر موجود ہے۔ اس میں اس قدر چار دیواریاں اور اتنی کوٹھڑیاں اوز اتنے دالان اور اتنے احاطہ قبور مع طول و عرض و ارتفاع اس عمارت موجودہ کے اور نیز تشریح مشرح عمارت کی وہ عمارت گلی یا سنگین یا خشتی ہے۔

اور مفصل حال اس کے سلسلہ اور فقر کا اور بعینہ نقل اس تحریر کی جو اس عمارت پر تحریر ہے۔ مثلاً اگر حال ڈیرہ گورو ارجن صاحب شروع ہوا ہے تو تمام حال دسوں گوروں سکھاں کا مع تاریخ تولد و وفات و حال مکان وغیرہ لکھا گیا اور بعد گوروں کے سکھ کیونکر ترقی یاب ہوئے اور رنجیت سنگھ کا حال مع اس کے باپ دادا وغیرہ دس پشتوں سے اور حال حکومت اس کا پنجاب میں اور بعد اس کے حال دلیپ سنگھ و حال حکومت انگریزی مع تواریخ ابتدائے ہندوستان لکھا گیا ہے۔

۳۸- تصنیف کے وقت قانونی حیثیت

اور حال مکانات متنازع جن میں حصہ داروں کا کچھ تکرار فی مابین واقع ہو اور نیز تفصیل اس حال کی کہ قابضان حال وارث حقیقی ہیں یا نہیں اور یہ قابض کب سے قابض اور کیونکر ہوگئے' اور حقیقی وارثوں کی کیوں کر بے دخلی ہوگئی۔

۳۹- واجب العرض ضروری

بخدمت ناظرین باتمکین یہ ہے کہ بوقت تصنیف کتاب ہذا میاں غلام سرور صاحب مفتی ایک کتاب الموسوم بخزینۃ الاصفیاء چند مدت سے مشتمل حالات اولیا اللہ تصنیف کر رہے تھے اور ان کو باوجود سعی موفورہ اکثر حالات خصوصاً" حال حضرات نواح لاہور دستیاب نہ ہوتے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ کمترین کو منجانب حکام یہ حکم ملا ہے تو میرے پاس تشریف لاکر مظہر ہوئے کہ یہ حکم آپ کو ملا ہے۔ اس (ص ۲۰) میں اللہ تعالیٰ نے مجھ غریب پر نہایت مہربانی کی ہے یعنی مدت سے میں متلاشی حالات حضرات نواحی لاہور کا تھا اور وہ دستیاب نہ ہوتے تھے' کیونکہ حضرت سجادہ نشینان خدا جانے کس واسطے حال اپنا بیان نہیں کرتے امیدوار ہوں کہ جب آپ کو باقبال سرکار یہ حالات دستیاب ہوں تو آپ مجھ کو بھی نقل ان کی عنایت کریں تو نہایت شاکر ہوں گا۔

لہٰذا اس عاجز نے ان کو بخیال محبت کہا کہ بقول مرتضوی جزاء البخل عنداللہ نارا" ہرچہ در بغداد ملک خلیفہ' مگر باین شرط کہ آپ میرے مسودات کی نقل صاف کر کے تحریر

Marfat.com

کردیا اور اجرت تحریر لے لیا کریں۔ اور جو جو حالات مطلوب ہوں بے شک اپنی کتاب میں مندرج کرلیں۔

سو انہوں نے قبول فرمایا اور تمام حالات نواحی لاہور اس کتاب سے لے کر اپنی کتاب میں درج کیے' اور اس وجہ سے اکثر حضرات کی تاریخیں مصنفہ ان کی درج کتاب ہذا ہیں۔

۴۰۔ جائے قیام مصنف

اور اب ان دنوں میں کمترین شہر لاہور محلہ چابک سواراں جنوب رویہ مسجد طلائی و غرب رویہ مسجد چینیاں والی بحویلی زر خرید خود سکونت پذیر ہے' اور والدم ممدوح الصدر اسی محلہ میں دیوار بدیوار مکان مسکونہ راقم مکان علیحدہ تشریف رکھتے ہیں اور یہ عاصی عرصہ بائیس سال سے (کہ اس وقت عمر سولہ سال تھا) مع عیال و اطفال اپنے والد سے علیحدہ اوقات بسری کرتا ہے۔

۴۱۔ حضرت فیض اللہ سے بیعت

ابتداء سے مجھ نحیف گم گشتہ بادیہ ضلالت کو تلاش فقرائے اہل کمال تھی اور عین تمنائے دلی بھی تھی کہ کوئی شہباز ایسا نظر آوے جو مجھ کو بھی شکار اپنا کر کے وابستہ فتراک کرے۔ سو الحمد للہ والمنتہ کہ ۱۲۷۷ھ میں جناب شمس فلک اتقاء' قمر برج اصطفا' یوسف کنعان شرافت' عزیز مصر ولایت' گلدستہ دست کبریا' سرو جویبار تحمل و رضا' نخل بند حدیقہ فقر و فنا' ناسک طریقہ صدق و صفا' مرشد کامل' اہل ولا' فقیر بے ریا' زاہد رندنما' عاشق پاک خدا' لاوبالی خدا آگاہ' تارک ماسوائے اللہ' سالک مسالک تجرید' مالک ممالک تفرید' شہسوار عرصہ توحید' برہم زن ہنگامہ تقلید' مرد میدان تحقیق' مہمان خوان توفیق' شحنہ شاہراہ شریعت' ناظم مناظم مسلک طریقت' ہادی سالکان راہ حقیقت' چہرہ کشائے شاہد معرفت' پردہ بردار حجلہ عرفان' پردہ ساز نغمہ ایقان' شمع افروز ایوان ملکوت' صدر آرائے دیوان جبروت' بدر منیر آسمان لاہوت' سلطان سریری مشاہدہ سبحان لانک الحی الذی لا یموت' مخدومی' مکرمی' مرشدی' ارشدی' مولائی مطاعی جناب حضرت فیض اللہ شاہ دام فیضانہ' تشریف آور لاہور ہوئے' اور یہ عاصی پر (ص ۲۱) معاصی بمضمون من طلب فوجد و جوئندہ یابندہ مشرف بشرف اقتباس انوار دیدار نور بار ہوا۔

اور آپ نے براہ غریب نوازی مجھ سرگشتہ بادیہ ضلالت کی دستگیری فرمائی اور بدولت بیعت بسلسلۂ عالیہ چشتیہ سرفراز کر کے ایسی ایسی مہربانیاں فرمائیں کہ شعر:

Marfat.com

اگر ہر موی من گردد زبانی
وزان رانم بہر یک داستانی
نیارم گوھر شکر وی سفتن
سر موی ز احسان وی گفتن

الحمد اللہ علی احسانہ۔

اور ان ایام میں وہ وہ عنایات بے غایات اس کمترین کے حال پر مبذول فرمائیں کہ جس کے عوض میں شب و روز میں ملتجی بجناب ربانی ہوں کہ تاحین حیات اللہ تعالیٰ شوق پیران عظام میرے دل سے کم نہ کرے' اور بروز قیامت مجھ پر ندامت کا بعث و نشور اس خاندان عالی شان کے غلاموں میں ہو۔ ہر دم ہر لحظہ زبان دل سے یہ شعر بخیال حضرت ممدوح ورد زبان رکھتا ہوں۔ شعر:

اے دست گیر عالم دست مرا بگیر
دستم چنان بگیر کہ گویند دست گیر

۴۲۔ حال حضرت فیض اللہ شاہ دام فیضانہ

یہ ہے کہ حضرت کے آباؤ اجداد کشمیر جنت نظیر سے تشریف فرمائے دارالخلافت شاہ جہان آباد ہوئے۔ اب چند سال سے بباعث تہلکہ مفسدہ ۱۸۵۷ء رونق افزائے کرنال شریف ہیں۔ حضرت کے والد کا نام مبارک مرزا غلام رسول قوم مغل ہے۔ اب حضرت مرشدی کی عمر ۳۰ برس کی ہے۔ ظاہراً" وضع حضرت کی ہم وضع جناب فخر زمان مولانا فخر الدین قدس سرہ العزیز ہے۔ اکثر اوقات ریش مبارک کو برسم اہل ہند چیرواں اور کلاہ کہ فی الحقیقت تاج شاہان زماں ہے کلا بتونی رکھتے ہیں۔ بیت:

ہر یک برسم راھی دینی و قبلہ گاھی
من قبلہ راست کردم برپشت کج کلاھی

۴۳۔ حال حضرت مسکین شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

اور حضرت مخدومی مرشدی کی بیعت محبوبانہ بحضور جناب دانائے رموز علم الیقین' شناسائے حقائق متین' خارق حجاب عادت' فاتح ابواب سعادت' فارس مضمار عبادت' سیاح دیار ریاضت و مفتاح امصار افاضت' مساح بوادی کن فکان' سیار فیافی لامکاں طیار ہوائے وجوب و امکاں' ساقی بزم گاہ توکل و تسلیم فارغ از انتظار امید و بیم' چرخ کرامت را ماہ'

Marfat.com

حضرت شیخ المشائخ غلام محمد المشہور مسکین شاہ رضی اللہ عنہ رکھتے تھے۔

اور حضرت فیض درجت اعنی مسکین شاہ صاحب کو سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ میں اجازت نامہ تھی۔ چنانچہ حضرت مرحوم اول چندے مست جام وحدت ہوئے اور مجذوبانہ اپنے وطن مالوف چل کر دہلی میں پہنچے۔ ان ایام میں حضرت معدن کرامت محرم اسرار خفی و جلی حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی وسادہ آرائے مسند ارشاد شہر حضرت دہلی میں تھے۔

ایک (ص ۳۲) روز کا ذکر ہے کہ عین ایام قحط سالی میں کہ عرصہ دو سال سے مخلوق الٰہی دور و نزدیک امیدوار بارش باران رحمت الٰہی تھی' اور بسبب قحط سالی و امساک باراں ہر یک انسان محتاج پارہ نان تھا جناب ممدوح حضرت غلام علی شاہ صاحب کے مدرسہ معلّٰی و خانقاہ ذی جاہ میں تشریف لے گئے اور برلب حوض تشریف رکھی۔

چونکہ وقت دوپہر اور موسم تابستان تھا' حضرت غلام علی شاہ صاحب نے آواز دی کہ اے مرد خدا تو کون ہے کہ ایسے وقت گرمی میں پتھروں پر کہ مانند دل عاشق گرمی دھوپ سے جل رہے ہیں کھڑا ہے؟ چونکہ اس وقت خوشی میں آپ مست جام وحدت تھے آپ نے جواب دیا : کہ میں خدا ہوں۔ یہ بات سن کر حضرت غلام علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ خدا ہیں تو اپنے بندوں پر رحم کریں تاکہ بارش باراں سے ملک سرسبز اور شاداب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ بہت بہتر۔

اسی وقت آپ نے بنظر تجلّی آسمان کی طرف دیکھا۔ ہنوز ایک ساعت بھی نہیں گذری تھی کہ ابر محیط آسمان پر نمودار ہوا اور بارش ہونے لگی اور اس قدر برسا کہ بکثرت آب جہان سیراب ہوگیا۔

حضرت غلام علی شاہ صاحب نے دیکھا کہ یہ مرد صاحب کمال سرمست شراب وحدت وجودی ہے' چاہیے کہ اس پر توجہ کی جاوے تاکہ بقرب مدارج عرفان پہنچے۔ پس آپ نے ان کو اپنے پاس رکھا اور بخدمت قرآن شریف مامور فرمایا' اور قرآن شریف کے ختم ہونے تک آپ پر مدارج عرفان بھی ختم ہوئے اور وہاں سے .بعطائے خرقہ خلافت و اجازت نامہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سرفراز ہوکر شرف رخصت حاصل کی۔

چونکہ ہنوز دل محبت منزل آنحضرت میں طلب خدا باقی تھی وہاں سے بالہام ربانی روانہ سمت حضرت بریلی ہوئے' اور بعد عرصہ شش ماہ کے فائز خطہ پاک بریلی ہوئے۔

۴۴۔ مسکین شاہ صاحب اور مولوی نیاز احمد کی ملاقات

اور وہاں بفاصلہ دو میل جناب مخدومی مکرمی' سرفراز دارین' بے نیاز کونین' انجمن

Marfat.com

آرائے خلوت وحدت' حلیہ پیرائے قامت کثرت' جلوہ نمائے گنجینہ حسن الست' زنگ زدائے آئینہ عشق سرمست' جام وصال ربانی' می پرست میکدہ جمال سبحانی' بزم نشین محفل کرامت' دشمن کوچہ سلامت' شہاب ثاقب شرافت' جرعہ نوش ساغر احدیت' کاشف اسرار صمدیت' مبشر کنت کنزا" مخفیا مشار باجیت ان اعرف۔ آپ گوہر اخلاق تاب اختر اختصاص' محب خاص و مخلص بااختصاص حضرت رب العلمین' محبوب و معشوق نازنین' آفرید گار زمان و زمین' عارف باللہ' ولایت پناہ نیاز بے نیاز حضرت مولوی نیاز احمد صاحب رحمت اللہ علیہ استقبال کے واسطے تشریف لاکر بغل گیر ہوئے اور فرمایا کہ او شاہباز میدان محبت! بھلی انتظار دکھائی اور اتنی دیر کہاں لگائی۔ وہیں مصافحہ ہوا اور امانت مفوضہ تجلی دار عطا ہوئی اور چند ایام میں خطاب غوثیہ ان کو عطا فرمایا۔ تاریخ وفات حضرت مسکین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ۔

۴۵- (ص ۲۳) مولوی نیاز احمد صاحب کی بیعت

اور جناب نیاز بے نیاز کی بیعت بخدمت جناب حضرت والی اقلیم ولایت آمر بلاد دھایت' حامئی سنت ماحی بدعت' غریق بحر محبت' مقتدائے اہل مودت' الموصوف باوصاف غوث الاسلام والمسلمین' قطب الحق والیقین' رئیس الابدال' امام الاوتاد' احسان الخلائق خیر العباد' سرافراز دارین' بے نیاز کونین معنی الفقر فخری' تفسیر حدیث والفقر منی' زیب و زین شرع متین' اعنی جناب مولانا فخر زمان و زمین حضرت مولوی فخر الملت والدین قدس سرہ العزیز' آری' شعر:

کہتے تھے والفقر فخری جس فقیری کو نبی
فخر دیں فخر جہاں پر وہ فقیری ختم ہے

افاض علی الفقراء والطلباء تبرہ علیہ الرحمتہ والرضوان
والتحیتہ و الغفران من الملک المنان

اور (تاریخ وفات) حضرت مولوی نیاز احمد صاحب کی بتاریخ ہفتم ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۰ھ تھی۔

۴۶- شجرہ عالیہ چشتیہ نظامیہ

اب شجرہ عالیہ چشتیہ اپنے خاندان نظامیہ کا نظم فارسیہ میں منظوم کر کے زیب صفحہ دیباچہ ہذا کرتا ہوں' گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

Marfat.com

۴۶۔ شجرہ عالیہ چشتیہ نظامیہ

اب شجرہ عالیہ چشتیہ اپنے خاندان نظامیہ کا نظم فارسیہ میں منظوم کرکے زیب صفحہ دیباچہ ہذا کرتا ہوں، گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

(ص ۲۳) شجرہ عالیہ چشتیہ نظامیہ مصنفہ بندہ مصنف

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اے کہ از گنج خفی در عین اظہار آمدی
با ہمہ اسمای حسن خود نمودار آمدی
کردی از اطلاق خود در نقطہ وحدت ظہور
با لباس میم احمد کار مختار آمدی
حسن مجمل را چو از اعیان مفصل ساختی
کسوت شیر خدا پوشیدہ کرار آمدی
از تجلی جمال خود حسن بصری شدہ
از ظہور فضل خود گشتی مسمی با فضیل
بر سریر بلخ سلطان جہاں دار آمدی
گہ سدید الدین شدی در عشق از راہ سداد
گہ امین الدین امین راز دلدار آمدی
کسوت دلشاد پوشیدہ بصد شان و علو
شام بو اسحاق را صبح پر انوار آمدی
خود ابو احمد شدی با قدوہ دنیا و دین
ناصر حق بو محمد بخت بیدار آمدی
گاہ بو یوسف شدی و گاہ مودود جہان
با چنین جامہ ملبس گرم بازار آمدی
در طواف کعبہ ثانی شدی حاجی شریف
ہم چو عثمان مقتدای حرب ابرار آمدی
از پی ہر مستعین کردی معین الدین لقب
رحمت ہندوستان چون طور بر نار آمدی

Marfat.com

مرکز عالم گرفتی در محیط وصل و جود
عین قطب الدین شده برچرخ سیار آمدی
از کمال نور خود ہم چون فرید الدین شدی
صد ہزاران (ص ۴۴) تلخ کامان را شکر بار آمدی
نام محبوب الٰہی کردی و باعز و ناز
در نظام دو جہاں سلطان و سالار آمدی
کردی از رخسار خود روشن چراغ دھلوی
در کمال از علم علامہ گہر بار آمدی
در شبستان دو عالم خود سراج الدین شدی
ہمچوں علم الحق بہ علم الدین خبردار آمدی
کسوت محمود راجن کرده گشتی جلوه گر
خود جمال الدین شده با حسن رخسار آمدی
باہمہ خلق حسن مثل حسن کردی ظہور
واہ واہ شیخ محمد نیک کردار آمدی
از پی احیای دلہا کرده ای یحییٰ لقب
قطب وار اندر مدینہ قطب پرکار آمدی
برسر کہ طور دل مثل کلیم اللہ شدی
برتماشای تجلی محو دیدار آمدی
چوں نظام الدین شدی اورنگزیب معرفت
در نظام سلسلہ لولوی شہوار آمدی
اے کہ از فقر اتم کردی لقب فخر جہان
آشکارا رحمت عالم پدیدار آمدی
نازنین گردیدی و ہچون نیاز احمد شدی
واجد و واحد شدی با زیب و بازار آمدی
گہ غنی گردیده مسکین نام خود بنہاده ای
از غنا مسکین نواز و گرم بازار آمدی
با تجلی ہای شاہی فیض حق گشتی سمر

Marfat.com

سجدہ گاہ جن وانس ومور و ہم مار آمدی
نورِ احمد را تسابق دادہ با فضل عمیم
خاکَ راہ چشتیان کردہ باسرار آمدی
با کمالات شیون و جملہ اسمای صفات
آخر از فیض اتم مختار سرکار آمدی
نور احمد متحد با قلب خود اقرار کرد
فیض للہی چونی در نغمہ و نار آمدی

۴۷- واجب العرض

نام اس کتاب کا بدین لحاظ کہ سعی تمام و تحقیقات مالا کلام رو باتمام لائی گئی ہے۔ تحقیقات چشتی رکھا۔ جن احبائے زمان نے براہ نوازش تاریخیں ارسال کی ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کیا جاوے۔ عین مہربانی فرمائی۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔

۴۸- تالیف کی تاریخیں

قطعہ:

ہوئی جس دم کہ حسب الحکم حکام
کتاب عمدہ تصنیفات چشتی
لکھی چشتی نے اس کی سال تصنیف
گئی کامل ہو تحقیقات چشتی

من مفتی غلام سرور صاحب لاہوری کتاب جامع خزینۃ الاصفیا سلمہ' قطعہ:

بنی ہے واہ واہ صلی علی صلی علی اس دم
عجب عمدہ یہ خاطر خواہ چشتی کی
مسیحا نے زبہر سال تالیف اس کے سرور سے
کیا بولو عجیب ہے' واہ ! تحقیقات چشتی کی

۱۸۶۴ء

ایضاً" مطابق سمت بکرما جیتی' قطعہ:

کتاب عمدہ چو روشن ز نور احمد شد
پسند اہل جہان شد بدیدہ ھا منظور

Marfat.com

چو سال سمت آن جست سرور از دل خویش
بگفت جلوہ احمد کتاب مظہر نور

۱۹۲۱ بکرمی

ایضاً" مطابق سمت بکرماجیتی، قطعہ:

(ص ۲۵) بلطف حق ہوئی جس دم تھی تیار
عجب یہ عمدہ تصنیفات چشتی
لکھی سرور نے تب تاریخ تالیف
کہ ہو مقبول تحقیقات چشتی

۱۹۲۱ بکرمی

ایضاً" مطابق ۱۸۶۴ع قطعہ:

بلطف حق باماداد محمد
چو شد تصنیف تحقیقات چشتی
بسال عیسوی سرور رقم کرد
کہ عالی جاہ تصنیفات چشتی

۱۸۶۴ء

ایضاً" مطابق سن ہجری مقدس قطعہ:

نیا ہند نسخہ عجب یہ گوھر نئی کتاب عجیب چشتی
ہوئی ہے مشہور جگ میں گھر گھر نئی کتاب عجیب چشتی
ہوا جو مطبوع جملہ عالم یہ نسخہ بن کر کے سارا عالم
بسال تصنیف بولا سرور نئی کتاب عجیب چشتی

۱۲۸۱ ھ

ایضاً" من مصنف کتاب ہذا:

شد چون تحقیقات چشتی منصرم
از عنایات خدای کردگار
از پی تاریخ فکرم شد دواں
تا شود تاریخ من گوھر نثار
چونکہ اندر سال ہشتادم اساس

Marfat.com

بر نہادم بود فرق مہ دو چار

خاتمہ در سال ہشتاد و یک است

اے خوشا طالع کہ با من گشت یار

خواستم صنعت کہ اندر معنیش

سال ہشتاد و یکی باید شمار

ور بلفظش بنگرم ہشتادم است

این عجائب صنعتی آمد بکار

چونکہ راہ و رسم من باھاتف است

ہرچہ گفتم گفت لبیک اے نگار

ہر دو مقصودم شدہ زین مصرع اش

دو صد و ہشتاد ہجری یک ہزار

لطف اس تاریخ میں ہے کہ مکتوبی الفاظ کے اگر اعداد نکالیں تو بھی اس میں سے سال تاریخ ظاہر ہوتا ہے۔

تصنیف کتاب ہذا کا ایک قطعہ تاریخ مشفقی میاں غلام فرید صاحب مدرس مدرسہ مزنگ نے جو قدیمی کرم فرما فقیر کے ہیں بامید اندراج عنایت کیا لہٰذا بطریق یادگار بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔ فہو ہذا:

بامداد فرید الدین شکر گنج
خوش انجامید تحقیقات چشتی
فرید ار سال تصنیفش بخواہی
بگو سنجیدہ تحقیقات چشتی

۴۹۔ فائدہ

ازانجا کہ کتاب ہذا میں اکثر حالات مقبولاں درگاہ لم یزلی کے مندرج ہیں لہٰذا اول از شروع مطلوب کے کچھ فائدہ متعلقہ اس راہ کے تحریر ہوتے ہیں۔

واضح ہو کہ عبادت معبود حقیقی کی ثمرہ علم بضاعت اولیاء اللہ' حاصل حیات طریقہ اتقیاء' قسمت اعزہ مقصود خدا وندان ہمت' لباس کریمان حرفت' مرتاضیان مقبولہ' صاحبان بصیرت صراط مستقیم سعادت و جنت کا ہے۔ کما قال اللہ تعالی و انا ربکم فاعبدونی یعنی میں تمہارا پروردگار ہوں میری عبادت کرو۔

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ کرنا عبادت کا بامر ضروری بلکہ بندہ کے ذمہ فرض عین ہے۔ جب اس میں بامعان نظر نظر کی تو واضح ہوا کہ یہ راہ خیلے دشوار گذار ہے۔ اس میں بہت بہت صعوبتیں اور مشکلیں اور بزرگ بزرگ آفتیں ہیں۔

ماسوا اس کے دشمنان قوی ہزاراں ہزار اور رہزنان بے شمار مہلک و قاطعہ کثیر' یاران مددگار قلیل' حق تو یوں ہے کہ فعل الحکیم لا یخلوا یخلو عن ا لحکمتہ یہ راہ ایسا ہی چاہیے تھا۔ کیونکہ یہی عبادت راہ بہشت بریں ہے : اس پر یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم متفق علیہ ہے۔حضرت نبی فرماتے ہیں : کہ بہشت کے گرداگرد بدرجہ کمال صعوبتیں اور تکالیف ہیں اور دوزخ کی راہ سراسر پر از شہوات و لذات ہے' فقط۔

علاوہ بریں زمانہ سخت و صعب و نامساعد' کام دین کا مضمون کل یوم ابتر تنزل اور عین نقصان میں۔ فراغ وقت قلیل' مشغولیاں کثیر' عمر کوتاہ' اجل قریب' سفر بعید اور زاد راہ اس سفر کا کم' فقط۔

خوشا حال ان لوگوں کا جنہوں نے اس وسیلہ سے سعادت ابدی حاصل کی اور جو اسیر نفس شریر رہ کر محروم رہا شقی ابدی ہوگیا۔ امنا و صدقنا کہ یہ راہ سخت مشکل اور خیلے صعب گذار پر از خطرات جلیلہ ہے۔ اسی باعث طالب اس راہ کے کم نظر آتے ہیں۔

اور خوشا حال انکا کہ جنہوں نے ثابت قدمی سے یہ راہ طے کی۔ بے شک وہ عزیزان بارگاہ لم یزلی ہیں۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیرا لمغضوب علیھم و لا الضالین۔ مین

خداوند! تو ہمارا ہادی ہو کہ ہمیں اس راہ سے صحیح و سلامت منزل مقصود میں پہنچا۔ فقط۔

جب ثابت ہوا کہ یہ راہ ایسا پرخطر صعب گذار ہے اور بغیر بدرقہ فضل و کرم الہی کے طے نہیں ہوسکتا تو لازم ہے کہ تلاش کماحقہ کی جاوے۔ مالکان مسلک ہدایت نے یہ نتیجہ نکالا کہ واقعی انسان ضعیف البنیان اس راہ میں محتاج ادراک علم و عمل کا ہے۔ اگر یہ حاصل ہوجاوے تو شائد یہ راہ قطع ہوسکے اور عقاب مہلک سے نجات ملے

اگرچہ حضرات سلف نے اس باب میں کئی کتابیں مثل احیاء العلوم و کتاب الاسرار و قربت الی اللہ و کیمیائے سعادت و منہاج العابدین' حق نمائے راہ سنت وغیرہ متضمن علوم دقیقہ و فنون غامضہ تصنیف و تالیف کی ہیں لیکن مضمون آنکہ اس رسالے میں اکثر حالات مردان راہ خدا کے مندرج ہیں اس خیال سے مستحسن نظر آیا کہ جو فوائد متعلقہ اس باب کے راقم

Marfat.com

الحروف کو حضرات بابرکات اور کتب سیر صوفیا سے حاصل ہوتے ہیں حوالہ قلم عجز رقم کیے جاویں۔ الحمد اللہ والمنتہ کہ برخلاف گمان ابنائے زمان کے یہ بندہ عاصی پر معاصی فیضان پیران عظام سے محروم نہ رہا:

نیک باشی و بدت گوید خلق
بہ کہ بدباشی و نیکت گویند

بے شک ذکر الاخیار خیرالاذکار بروقت تحقیقات حالات مندرجہ کتاب ہذا کے چندے کتب اخبار اولیا مثل نفحات الانس و اخبار الاخیار و سفینتہ الاولیا، و تذکرۃ الاصفیا وغیرہ زیر مطالعہ احقر رہیں اس سیر کے فوائد کا اظہار اس نظر سے مانع ہے کہ مبادا کم بیان ناعاقبت اندیش داغ خود ستائی (ص ۲۷) پلہ ناچیز پر لگاویں۔

ناظرین باتمکین کی خدمت عالی درجات میں دست بستہ گذارش ہے کہ:

بپوش گر بہ خطای رسی و طعنہ مزن
اذا مروا باللغو مروا کراما

اگر من ناجوان مردم بکردار تو برمن چون جوان مردان گذر کن قال علیہ الصلوۃ والسلام
خذ ما صفا و دع ما کدر

ایسا نہ ہو کہ عیب جوئی میں وقت ضائع کریں اور اصل مطلب فوت ہو جاوے۔ اس بات کا تو بندہ خود ہی قائل ہے کہ مقالہ "کوری است مشعلہ دار" سعدی شیرازی علیہ الرحمتہ نے میرے بارے میں درج کتاب گلستان فرمایا ہے۔ ایسے طعن و تشنیع کی طرف متوجہ نہ ہوں کہ جن سے اشارہ مضمون آیہ کریمہ:

اتا مرون الناس بالبر و تنسون انفسکم

کا مرجع یہی احقر العباد ٹھہرے۔ بہرحال بزرگوں نے فرمایا ہے:

تاتوانی نہ کنی در حق کس تقصیری
بدمی یا درمی یا قلمی یا قدمی

بلغ ماعلیک و ان ما ۔تقبلو ما علیک وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ فقط۔

۵۰۔ مسلک سلوک کے محرکات

تنبیہہ بگوش ہوش نیوش سننا اور بدیدہ حیرت رسیدہ دیکھنا چاہیے، کہ اول وہ چیز جو انسان کو خواب غفلت سے بیدار کر کے اس ملک کے سلوک کے واسطے جنبش دیتی ہے، خطرہ آسمانی اور توفیق رحمانی ہے جو کہ من جانب اللہ خاطر انسانی میں یہ خیال پیدا کرتی ہے کہ ہر

Marfat.com

انسان غریق دریائے نعمائے منعم حقیقی ہے، یعنی حیات، قدرت، عقل، نطق، صحت، فرصت قس علی ہذا نعم جسمانی و روحانی۔

"ہر نفسی کہ فرو می رود ممد حیات است و چون برمی آید مفرح ذات۔ پس در ہر نفس دو نعمت موجود است و بر ہر نعمت شکر واجب"۔

فعل بلا فاعل غیر ممکن الوقوع ہے۔ اگر یہ ادا نہ ہوگا تو البتہ کفران نعمت میں پڑونگا، لذات عذاب چکھنے ہونگے جناب تبارک و تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد کرچکے ہیں:

فالھمھا فجورھا وتقواھا۔ قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا الزام حجت کے واسطے پیشوایان جہاں یعنی پیغمبران باعزو شان صلوات اللہ علی نبینا و علیہم السلام ہماری ہدایت کے لئے ہماری طرف بھیجے۔ ان کے وسائل سے علی التواتر والتوانی ہم کو اطلاع دی گئی کہ خالق الارض والسموت وما فیھا ہمارا ایسا خداوند وحدہ لاشریک قدوس رحیم، کریم، عادل، قادر، یکتا، عالم متکلم، آمر، ناھی ہے کہ بے شک معصیت پر عقاب و عذاب اور اطاعت پر ثواب بے حساب عنایت کرتا ہے۔

جب اس مضمون سے ماہر ہوا تو نفس امارہ سے ڈر کے اپنی مخلصی کا طریقہ بامداد فضل مفضل حقیقی کے دلائل عقلی و نقلی سے استدلال صنائع میں پاتا ہے۔ اس سے اس کو ظاہر ہوجاتا ہے کہ (ص ۲۸) ضرور کوئی پروردگار مالک ومختار ہے۔

اس کا نام عقبہ علم ہے اور یہی طالب کو اول پیش آتا ہے کہ اس عقبہ کے طے کرنے کے واسطے شوق تحصیل علمی اور صحبت علمائے علم آخرت جو واقعی چراغ راہ ہدایت ہیں، پیدا ہوجاتا ہے۔ بعدازاں اگر توفیق الٰہی معاون ہووے، تو علم غیب بالیقین حاصل ہوتا ہے، اور اس سے وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ ضرور میرا کوئی خدائے واحد ہے جو حکم اپنی اطاعت کا دیتا اور کفر و معاصی سے نہی فرماتا ہے۔ عبادت کے عوض ثواب اور معصیت کے بدلے عقاب و عذاب دیتا ہے۔ یہ سمجھ کر اس کو شوق عبادت ہوتا ہے۔

مگر وہ نہیں جانتا کہ عبادت کس طرح کرے اور کیا اس کے واجبات ہیں۔ پھر جب اس کو فرائض ظاہری و باطنی معلوم ہوجاتے ہیں تو شروع عبادت کے وقت میں اپنے آپ کو گرفتار گناہاں اور ملوث بانواع معاصی دیکھتا ہے۔ پھر وہ اس کی تلاش کرتا ہے کہ باوجود ایں ملوثی کس طرح دخل عبادت پاؤں پھر اس کو خیال ہوتا ہے کہ توبہ کروں تاکہ وہ غفور الرحیم میرے گناہوں کو بخشے اور مجھ کو بساط قربت کا عرفان عنایت فرماوے۔

اس سے اس کو واضح ہوتا ہے کہ عقبہ توبہ درپیش ہے پھر اگر انجام اس کا بالخیر ہوتا

Marfat.com

ہے تو تمام شرائط اس کی بجا لاتا ہے۔ اس تردد میں اس کو چار مواقع نظر آتے ہیں: ایک دنیا، دوسرا خلق، تیسرا شیطان، چوتھا نفس بندہ۔

اس کے دفع میں مشغول ہوتا ہے۔ اس کا نام عقبہ عوائق ہے۔

پھر اس عقبہ کے دفع کرنے کے واسطے ان چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے:

ترک دنیا و ترک دوستی اہل دنیا اور شیطان سے محاربہ کرنا اور تقوی کی لجام ہاتھ میں لینا۔

جب یہ سب کچھ کر چکا تو متوجہ عبادت ہوا۔ پھر اس کو چار چیزیں مانع آتی ہیں:

اول رزق یعنی نفس کہتا ہے کہ مجھے رزق مطلوب ہے اور تو تارک الدنیا ہو بیٹھا ہے۔ دوم خطرہ کارھا یعنی عواقب امور تو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا، نیک ہو یا بد۔ سوم سختی ہا و مصیبت ہا کہ ہر طرف سے آدمی پر گرتی ہیں اور خصوصاً" اس پر کہ جو مخالف نفس و شیطان ہو اور واقعی وہ محاربہ شیطان میں بیٹھا ہوا ہے، اور مجاہدہ نفس میں مشغول ہے۔

جب اس پر نفس مشغول غضب ہو تو اس کو غصہ عوارض پیش آتا ہے اس میں پھر وہ محتاج چار چیزوں کا ہوتا ہے:

اول توکل، دوم تفویض کرنا اپنے کاموں کا جناب الہی پر موضع پر خطر میں، سوم صبر کرنا بلا پر، چہارم راضی رہنا بوقت نزول آفت۔

جب اس سے فارغ ہو تو یہ عقبہ بھی طے ہوگیا۔ پھر اگر ارادہ عبادت کا کیا تو عقبہ بواعث پیش (ص ۲۹) آتا ہے اس میں ریا اور عجب فرمان روا ہیں۔

پس اگر اپنی عبادت کو دیکھ کر خوش ہونے لگا تو اس باعث سے ثواب اس کا باطل اور خود فی الحقیقت اس پر عجب ہوگیا اس حیص و بیص میں اس کو عقبہ قوادح پیش آتا ہے۔ جب وہ اس کو قطع کرنے لگتا ہے تو اس پر حمد و شکر واجب ہوتا ہے۔ اگر ادا نہ کرے تو کفران نعمت میں پڑا۔ اس مقام پر عقبہ حمد و شکر درپیش ہے۔ جب اس کو طے کیا تو مسند آرائے خلد بریں ہو کر دونوں جہانوں میں گوے سبقت لے گیا۔ خدا کے دوستوں میں محبوب ہوا۔

ازانجا کہ طریق بتوفیق فقر میں حسب عقیدہ ہمارے کے رفیق شفیق حضرت بابرکت فیض درجت وصی نبی یعنی حضرت جناب مرتضٰی علی علیہ السلام ہیں۔ لہٰذا شان میں آنحضرت معدن کرامت کے خمسہ طبع زاد خود گوش گذار شائقین باتمکین کر کے شروع مطلب کرتا ہوں

Marfat.com

گر قبول افتد زہے عز و شرف

۵۱- مخمس در مدح جناب علی المرتضیٰ وصی مصطفیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ

تمہیں ختم رسل کی نیابت ہے
تمہیں کون و مکاں کی حمایت ہے
ترے گھر میں نشان شہادت ہے
تمہیں سارے جہاں کی امامت ہے
تم کو سنسار پکارت ہے علی علی علی علی علی جی

ترے حق میں ہے نازل ناد علی
تو واقف سر خفی و جلی
رہ فقر میں راہ نہ کسی کو ملی
ترے پاؤں میں جب تک جبیں نہ ملی
جہاں آکے جلالی زبان ھلی
کہو کون سی جاگہ پہ بول بلی
تو وصی نبی تو اسد تو بلی
تو اخی رسول و خدا کا ولی
تو ھی والی ملک ولایت ہے علی علی علی علی علی جی

ہے عرش بریں تیرے سیر کی جا
تو مالک ملک عطا و سخا
تری شان میں واقع ہے شیر خدا
تو نبی سے نہیں ہے ذرا بھی جدا
تیرے نام پہ کہتا ہوں صلی علی
جبریل امیں مداح ترا
کوچہ کی زمیں تیری خاک شفا
سردار تمہیں ختم الخلفاء
(ص ۳۰) تجھے روز ازل سے امارت ہے علی علی علی علی علی جی

Marfat.com

لرزاں تیرے خوف سے شیر ببر
خیبر کو کیا تو نے زیر و زبر
نادار کھڑا ہوں تیرے در پر
دامن مرا کردے پر ز گہر
غم ہم سے نہیں مجھے خوف و خطر
آقا ہیں مرے شبیر و شبر
نازل تری شان میں یا حیدر
انا اعطیناک الکوثر
تری خلد بریں میں عمارت ہے علی علی علی علی علی جی

دیکھو عنتر عمر کو پچھاڑ دیا
سر موذی کا تن سے جھاڑ دیا
اک انگلی سے خیبر اکھاڑ دیا
اک حملے سے پھینک پہاڑ دیا
کئی دیووں کو دم میں لتاڑ دیا
تہ خاک عدو کو گاڑ دیا
رہ کفر کا نقشہ بگاڑ دیا
بت خانوں کو تم نے اجاڑ دیا
ترے نام میں کیسی جسارت ہے علی علی علی علی علی جی

تری جائے تولد خانہ رب
تری ذات عجب تو اسد بلقب
کوئی تجھ سا تھا کب نہ ہوا نہ ہوا اب
تو امیر عرب تو بلند نسب
مجھے رنج و تعب ہیں اگرچہ کڈھب
ولے تیرے سبب گئے عیش میں دب
یہی کہتا تھا تب یہی کہتا ہوں اب
مرے کاموں کے کرتا ہے تو ہی سبب
ترے نام کو بس یہ مہارت ہے علی علی علی علی علی علی جی

Marfat.com

چشتی کا تو تو ہی دین ایماں
شہ کون و مکاں شرف دو جہاں
تو شاہ شہاں سردار یلاں
شیر یزداں شاہ مرداں
تیغ دو زباں تری برق فشاں
تخریب بتاں پی دین ایماں
سلطان زماں ہمہ جسم تو جاں
ہمہ بیں ہمہ داں شمع عرفان
تو ھی چشم جہاں کو بصارت ہے علی علی علی علی علی علی جی

Marfat.com

۲۔ ہندو عہد

۱۔ ذکر اولاد راجہ رام چندر

(ص ۱۹ؔا) رام چندر کے دو بیٹے ایک کشو اور دوسرا لوھو تھے۔ لوھو نے شہر لاہور آباد کیا اور کشو نے کشور جو بالفعل قصور مشہور ہے' اور وہ بعد راجہ رام چندر کے اجودھیا میں گدی نشین ہوا۔

اس کا بیٹا اونتھ۔ اس کا بیٹا تت بدھو اس کے بعد بیٹا اس کا نس۔ اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ ناتھ۔ اس کا راجہ بنڈانگ۔ اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ کیم دھنوان۔ اس کے بعد بیٹا اس کا دوار کا۔ اس کا آہی نج۔ اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ کورو۔ اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ پرپاتر اس کا راجہ دل اس کا بعد بیٹا اس کا راجہ جیرل اس کا اکھنہ۔ اس کا راجہ وجرناتھ۔ اس کے بعد بیٹا اس کا شنک ناھو۔ اس کے بعد بیٹا اس کا دھتھ ناھو۔ اس کا راجہ وشواش اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ برن نھو۔ اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ بو کھش۔ اس کا دھور سندھی۔ اس کے بعد بیٹا اب چرن۔ اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ شکرہ اس کے بعد راجہ ماور۔ اس کے بعد بیٹا اس کا پرشوشت۔ اس کے بعد بیٹا اس کا سو سندھی اس کا امرتھ۔ اس کے بعد بیٹا اس کا مہاشیو۔ اس کے بعد بیٹا اس کا بردہ وال۔ اس کا بردہ شان۔ اس کے بعد بیٹا اس کا پور کھپ۔ اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ دتس' اس کا وتس دیوہ۔ اس کے بعد بیٹا اس کا پرتی دیون۔ اس کے بعد بیٹا اس کا دیوگر۔ اس کا شہ دیو۔ اس کے بعد بیٹا اس کا پروہت رتھ۔ اس کے بعد بیٹا اس کا بھانورتن۔ اس کا سوبر نمک اس کے بعد بیٹا اس کا مردیو۔ اس کے بعد بیٹا اس کا سونا کھتر۔ اس کا کنیش نو۔ اس کے بعد اس کا ازیکھ۔ اس کے بعد بیٹا اس کا شوان اس کا ایجت۔ اس کے بعد بیٹا اس کا مردہ راج اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ دھرم اس کا کریجی۔ اس کے بعد بیٹا اس کا ترنجی۔ اس کے بعد بیٹا اس کا سینجی۔ اس کا ساکی۔ اس کے بعد بیٹا اس کا راجہ گرودہ دان۔ اس کے بعد بیٹا اس کا اٹل۔ اس کا برسین چھت۔ اس کے بعد بیٹا اس کا شدرک۔ اس کے بعد بیٹا اس کا کندک اس کا سورتھ۔ اس کے بعد بیٹا اس کا سومتر۔

۲۔ احوال خاندان راجہ ہائے ہند

اب واسطے یادگار کے تھوڑا حال اقوام راجہ ہائے (ص ۲۰ؔا) ہند کا تحریر کرتا ہوں'

Marfat.com

کیونکہ ملک ہندوستان قدیم سے انہیں کے قبضہ میں رہا ہے اور رام چندر جی کی اولاد میں برابر پانسو برس راج رہا' اور پھر رو بنزل لایا۔ مختصر حال اس کا درج ذیل ہے۔

ہندوؤں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے ہندوستان میں دو خاندان حکمران تھے' ایک سورج بنسی یعنی سورج کی نسل' دوسرے چندر بنسی یعنی چاند کی نسل۔

سورج بنسیوں میں راجہ اچھواک منو کا بیٹا جس نے خاندان سورج بنسی میں سلطنت قائم کی اول ہندوستان میں آکر راجہ ہوا' اور اجودھیا یعنی اودھ کو جو اس کا اور اس کی اولاد کا دارالامارت رہا ہے بنا کیا۔

بعدازاں ہندوستان میں بدھ آیا اور برالا نام قبائل اچھواک سے کتخدا ہو کر سریر آرائے خلافت ہوا۔ اس سے خاندان چندر بنسی شروع ہوا۔ دارالخلافت اس کا پراگ جس کو اب الہ آباد کہتے ہیں تھا۔

واضح ہو کہ راجہ اچھواک سے لے کر تابہ راجہ رام چندر ستاون گدی نشین ہیں۔ جن کے نام اوپر تحریر ہوئے ہیں۔ حسب عقیدہ اہل ہنود کے زمانہ ان کا ترتیا جگ ہے۔ جس کے بعد لاکھ ہا سال گذرے ہیں اور مورخان انگریزی کہتے ہیں کہ یہ اچھواک جس کو اکشوا کو بھی کہتے ہیں سن عیسوی سے دو ہزار یا دو ہزار دو سو برس پہلے ہندوستان میں آیا۔ جس سے تا بہ رام چندر ستاون راجہ ہوئے' جنہوں نے کل ایک ہزار برس راج کیا۔

اگرچہ مورخین کا اس میں اختلاف ہے مگر اس پر اکثر متفق ہیں کہ راجہ رام چندر بارہ سو برس پہلے سن عیسوی سے ہوا ہے۔ کیونکہ مسٹر بنت لی صاحب نے جو کہ عام نجوم ہندوی میں بہت دستگاہ رکھتا تھا رام چندر کے زائچہ کو جو بالمیک نے لکھا ہے خوب تجویز سے ملاحظہ کر کے اس کے تولد کو سن عیسوی سے نو سو اسٹھ برس پہلے ٹھہرایا ہے۔

راجہ رام چندر بے شک بڑا بہادر اور خاندان سورج بنسی کا چشم و چراغ تھا۔ اس کی شادی متھلا (متھرا) کے راجہ کی لڑکی سے ہوئی۔ وہ بھی سورج بنسی تھا۔ رام چندر کو اپنی سوتیلی والدہ کے مکر سے بن باس ملا۔ یعنی جنگل میں نکالا گیا۔ لاچار اپنی رانی سمیت جنگل میں چلا گیا۔ وہاں سے راون جو سنگل دیپ (کا راجہ) تھا اس کی جورو کو ورغلا کر لے گیا۔ بعدازاں رام چندر نے دکن کے ملک سے سمندر پر پل باندھ کر سنگل دیپ فتح کیا' اور ان کو مار کر اپنی رانی پھیر لایا۔

بموجب قول مورخان انگریزی کے یہ رامائن وغیرہ میں تحریر ہے کہ راما دیوتا تھا' اور راکھشوں سے لڑا' یہ مضمون شاعرانہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ سابق میں ہندو شاعر راجہ

Marfat.com

ہائے بہادر کو دیوتا کہتے تھے' اور ان کے مخالفوں کو راکشش کہا کرتے تھے' کیونکہ دیوتاؤں کو (ص ۲۱۷) انہوں سے لڑنا حقارت ہوتی ہے۔ فقط۔

۳۔ حال خاندان چندر بنسیاں

اس پر تمام لوگ متفق ہیں کہ چندر بنسی پہلے بدھ کے مذہب پر چلتے تھے' بعد چندے برھمنوں کو دیوتاؤں سے بزرگ جاننے لگے' کیونکہ اس سے پہلے چھتری اور برحمن دونوں بزرگی کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ اس سبب سے باہم اکثر کشت و خون رہا کرتا تھا۔

راما کے پہلے چندر بنسیوں میں ایک بڑا زبردست راجہ پرس رام پیدا ہوا جس نے چھتری لوگوں کو غارت کر کے ہندوستان کے شمالی سمت میں براہمنوں کو بڑا اختیار دیا۔ اس کی شکر گزاری میں انہوں نے اس کو دھرم اوتار خطاب دیا۔ مگر بعدازاں چھتریوں نے جلد تسلط پا کے اس کو جو بزرگان راما سے تھا بطرف کوہ ہمالیہ بھگا دیا۔

اور مہا بھارت کی لڑائی سے چند عرصہ پہلے بیاس نامی نے ویدوں کو جمع کیا۔ ظاہراً" وہ بیاس ایک مچھلی والے کا بیٹا تھا۔ ہندو مورخ اس کی پیدائش کے باب میں عجب دلچسپ قصہ تحریر کرتے ہیں' مگر وہ قرین قیاس نہیں اگر واقعی بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں' کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے' بیت:

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر و شیر

تواریخ ہندوستان کی بہت مبہم ہے' اور مضامین شاعرانہ اس میں بکثرت ہیں۔ البتہ تواریخ اہل اسلام صاف معلوم ہوتی ہے۔ اب اس میں سے استنباط کر کے ضیافت طبع ناظرین کے واسطے کچھ مختصر حال حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

۴۔ دارا کا حملہ

جاننا چاہیے کہ جو حملے مغرب سے ہند پر ہوئے ان کا پہلا حملہ وہ تھا جو دارا نے ایران سے کیا۔

حال اس کا یہ ہے کہ سن عیسوی سے پانچ سو اٹھارہ سال پہلے دارا تخت کیخسرو پر بیٹھا۔ اگرچہ اسی دارا نے یونان سے لے کر تابہ سندھ ملک کو فتح کیا لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی اور ہندوستان کو کہ جس کی دولت اور مال کی خبر اس نے سنی ہوئی تھی لینا چاہا۔ اس ارادہ سے اپنے امیر البحر سائی لیکس نامی کو حکم دیا کہ ایک بڑا بھاری لشکر اور بیڑا لے کر

Marfat.com

دریائے سندھ کی راہ ہند میں جائے۔

اگرچہ سائی لیکس امیر البحر دارا کو فتح نصیب ہوئی مگر اتنی مزاحمت پیش آئی کہ مقام روانگی سے تالب سمندر تیں مہینے میں پہنچا۔ وہ بڑی فوج جرار لے کر ہندوستان میں آیا اور متصل دریائے سندھ کے بہت ملک فتح کیے۔ یہ معلوم نہیں کہ کس کس ضلع پر اس کا قبضہ ہوا مگر یہ پختہ معلوم ہے کہ بہت مقامات اس کے قبضہ میں آئے تھے کیونکہ جو آمدنی اس کو ملک ایران سے ہوتی تھی وہ اس ملک کی آمدنی سے (ص ۲۲۷) تہائی پر شمار و محسوب ہوتی تھی۔ زر محصول نقرہ آتا تھا اور ہندوستان سے صرف طلا جاتا تھا۔

ہروڈوٹس جو اول مورخ ایران مشہور ہے لکھتا ہے کہ جنوبی حصہ ہند میں جہاں تک دارا پہنچا انسان سیاہ رنگ کے رہتے ہیں۔ کسی جانور کو نہیں مارتے اور صرف نباتات سے اوقات بسری کرتے ہیں۔

۵۔ گوتم بدھ اور بدھ مذہب

جس زمانہ میں دارا کا حملہ ھند پر ہوا اسی وقت گوتم نے مذہب بدھ کو ہند سے مقرر کیا تھا جواب تک مروج ہے۔ گوتم نے' جس کو ساتواں بدھ کہتے ہیں' اس نے مذہب بدھ کے مقولوں کو بہت پختہ کیا۔

حال اس کا یہ ہے کہ وہ جنوبی ملک بہار میں پیدا ہوا اور گیا جی میں اکثر رہا کرتا تھا۔ سن تولد اس کا پانسو چالیس برس پہلے سن عیسوی کے معلوم ہوتا ہے۔

بدھ کا مذہب براھمنوں کے مذہب سے بہت تفاوت رکھتا ہے' اور برھمن مذہب بدھ سے نہایت دشمنی رکھتے تھے۔ چنانچہ والمیکی راماین میں بدھ کے پیروؤں کو راکشسوں سے نسبت دیتا ہے۔ باعث اس کا یہ ہے کہ بدھ کے پیرو برھمنوں کے دیوتاؤں کو نہیں مانتے تھے' اور ویدوں پر چلتے ہیں۔ ان میں ذاتوں کا بھی فرق نہیں اور پیشہ پجاری بھی موروثی نہ تھا۔ اس وقت میں بدھ کے پجاریوں کا بے حد فرقہ تھا جس میں دنیا دار لوگ بھی داخل ہوسکتے تھے جو شادی نہ کرتے تھے۔

برھمن برخلاف اسکے چلتے تھے یعنی ان میں کوئی آدمی غیر قوم کا داخل نہ ہوسکتا تھا اور شادی کرنے کو برابر زنار بندی کے ثواب جانتے تھے۔ کیونکہ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ ایک بیٹا پیدا ہوجائے تاکہ اس کا کریا کرم کرے۔

جہاں مذہب میں اس قدر زمین و آسمان کا تخالف ہو وہاں کیونکر عداوت منصہ شہود میں نہ آئے۔ آخر کار ان دونوں میں جنگ عظیم ہوا جس میں برھمن غالب آئے۔

Marfat.com

۶۔ سکندر کا حملہ

جب دارا نے ہند پر فتح پائی تو ہندوستانیوں پر سخت محصول مقرر ہوا۔ ایرانیوں کو سکندر شکست دے کر بد دگاری جان نثاران فیلقوس پدر خود ہند پر چڑھ آیا۔ تین برس تک اس کی فوج نے سفر جنگ میں تکالیف گوناگوں اٹھائیں۔ خصوصاً یورش کوہستان برفی میں جس پر اس نے ہندوستان کی لوٹ سے ان کو انعام میں دینے کا وعدہ کیا تھا۔

اس نے کابل کو فتح کر کے دریائے سندھ پر پل باندھنے کا حکم دیا اور سرداران ہر دو طرف سندھ کو پیغام بھیجا کہ اطاعت قبول کریں۔ جب اٹک پر پہنچا تو عمر اس کی اس وقت بیس برس کی تھی۔ آخر کار دریائے اٹک سے اتر کر ایک لاکھ بیس ہزار فوج سے ہند پر حملہ کیا۔

اس وقت بطرف غرب سندھ کے تین راجہ تھے۔ ایک ابی سریس جس کا ملک کوہستان کشمیر وغیرہ تھا' دوسرا ٹیکسلائز۔ جس کا ملک فی مابین دریائے سندھ اور جہلم کے تھا' تیسرا پورس جو جہلم سے ہستاپور تک کا حاکم اور غالباً" اولاد پانڈو میں تھا۔

(ص ۲۳ے) مورخان سکندر دو حاکموں کا ذکر کرتے ہیں ایک تو پورس اور دوسرا ابی سریر۔ ان میں سے ایک ہستاپور اور دوسرا پنجاب میں رہا کرتا تھا اور یہ دونوں چندر بنسی تھے۔ ابی سریس نے اپنے بھائی کو مع تحائف سکندر کے پاس بھیجا اور ٹیکسا ئیلز نے بہت شوق سے دوستانہ ملاقات کی اور اپنے دارالخلافت ٹیکسلا میں ضیافت اس کی مع فوج کے کی۔

وہاں بااطمینان تمام سکندر نے فوج کو حکم دیا کہ ماندگی سفر دور کرلیں اور کچھ فوج ان کی حفاظت کے واسطے مقرر کی اور چند سپاہی حفاظت کے لئے اپنے ساتھ لے کر دریائے جہلم کی طرف کوچ کیا۔ موسم بھی برشگال کا تھا۔ لب دریائے جہلم پورس نے بہت استقامت سے مقابلہ کیا اور جنگی ہاتھیوں کی صفیں باندھیں۔

سکندر کی فوج ہاتھیوں کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ دریا کا پاٹ بھی پورا ایک میل کا تھا۔ میل ایک ہزار سات سو ساٹھ درعہ کو کہتے ہیں۔ سکندر نے سوچا کہ مقابلہ سے پار اترنا مشکل ہے کوئی حکمت نکالنی چاہیے۔ اس اثنا میں سکندر کو معلوم ہوا کہ وہاں سے دس کوس پر دریا میں پایاب گاہ ہے۔ چنانچہ ایک رات میں رعد و ابر میں مع گیارہ ہزار سوار کے پار اتر کر طلوع آفتاب سے پہلے غروب روبہ جہلم آ اترا اور فوج غنیم کو مکرو فریب سے ہٹایا۔

جب پورس نے سنا تو اپنے بیٹے کو مع چند فوج غنیم کے روکنے کو روانہ کیا۔ اس کا

Marfat.com

یقین تھا کہ غنیم کا ایک غول سا آیا ہوگا۔ الغرض رائے ہری اس کا بیٹا مارا گیا۔ پھر پورس خود مع چار ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ و رتھ و فیل کے مقابلہ کے واسطے روانہ ہوا۔ ملازم اس کے سب چھتری لوگ تھے۔ تمام فوج اس کی بھاگ نکلی۔ وہ اکیلا لڑتا رہا۔ سکندر کو اس کی بہادری پسند آئی۔ چاہا کہ یہ مارا نہ جائے یہ سوچ کر اس کو پیغام بھیجا کہ اگر حاضر ہوجائے تو تیری عزت رکھی جائے گی۔ اس پر وہ حاضر ہوگیا۔ سکندر نے اس کو پوچھا: کہ تجھ سے کیا سلوک کروں؟ اس نے کہا کہ اگر شہنشاہ ہے تو تاج بخشی کر۔ سکندر نے اس کا ملک مع اور قدرے ملک کے عنایت کر کے از سر نو تاج بخشی کی۔ یہ دیکھ کر پورس اس کا وفادار دوست بنا۔

بعد اس کے سکندر نے بہر دو کنارہ جہلم دو شہر بسائے کا حکم کیا اور سوائے اس راہ کے اور تمام ملک پورس کو دے کر دریائے راوی عبور کیا۔ جب وہ دریائے ستلج پر پہنچا تو مگدھ کے ملک کا حال سنا کہ وہاں کا راجہ بڑا طاقتور ہے اس کے پاس چھ لاکھ پیادہ، تیس ہزار سوار، نو ہزار ہاتھی تھا۔

ایک مورخ کہتا ہے کہ راجہ چندر گپت جو مگدھ دیس کا راجہ ہوگیا تھا بعد چندے لشکر میں آیا اور بے محابا باتیں کیں۔ اغلب ہے کہ سکندر نے اس کی زبان سے مگدھ کے راجہ کی طاقت کا حال سنا ہوگا۔ سکندر نے ارادہ کیا کہ مگدھ پر جھنڈا اپنا کھڑا کرے۔ اس ارادہ پر ستلج کے پار ہونے کا حکم دیا۔

ازانجا کہ فوج سکندر بارش وغیرہ معرکوں سے تنگ آئی ہوئی (ص ۲۴۷) تھی۔ اس سفر سے گزرنا روکش ہوئی۔ ہر چند سکندر نے بدرشتی و نرمی و خوشامد وغیرہ چاہا کہ فوج روانہ ہو مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ صاف انکار کیا۔ آخرش سکندر تا لاہور آکر واپس ہوگیا، او وہاں اس کو بہت مزاحمتیں درپیش آئیں۔ پھر وہ اولوالعزم بادشاہ یہاں سے جانے کے بعد دو برس بعارضہ بیمار ہوکر بعمر بتیس سال جواں مرگ مرگیا۔

۷۔ سکندر کے جانشین

بعد وفات سکندر اس کے رفیقوں نے ملک آپس میں تقسیم کرلیا۔ سلوکس کو صوبہ بابل ملا، جس نے پھر از سر نو ہندوستان پر حملہ کیا۔ وہ بڑا اولو العزم تھا۔

اس وقت اگرچہ چندر گپت نے بہت استقلال سے اس کا مقابلہ کیا مگر آخر کار سلوکس نے فتح پائی اور یہ مقرر کیا کہ ہر سال پچاس ہاتھی بطریق خراج اس کو دیا کرے۔ جب اس اقرار پر مصالحت ہوگئی تو سلوکس نے اپنی دختر کی شادی چندر گپت سے کردی۔

Marfat.com

۸۔ سکندر کے عہد میں ہندوستان کی رسوم و رواج

ہمراہیان سکندر نے راہ و رسم ہند کی جو اس وقت مروج تھی تحریر کی ہے۔ اب اس سے تطابق کر کے اس سے دیکھو کہ کیا فرق ہے۔

یہ لوگ اناج اور بقولات کے سوا کچھ اور نہ کھاتے تھے۔ بدن ان کا نازک ہوتا تھا۔ بعمر ہفت سالہ لڑکیوں کی شادی کردیتے تھے اور رنگ برنگ کی جوتیاں پہنتے اور منہ پر رنگ ملتے تھے' اور یہ بھی ان کا معمول تھا کہ صرف بڑے بڑے آدمی ان میں چھتریاں لگایا کرتے تھے۔

۹۔ چندر گپت اور اس کے بعد

آخر کار مسیح سے دو سو بانوے برس پہلے چندر گپت مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ستر گپت اس کی گدی پر بیٹھا۔

چندر گپت کے بعد جو حاکم ہوئے انہوں نے بہزار وقت مغربی حملوں کو ہند سے دفع کیا۔ بعد چند عرصہ کے جب بدھ والوں کا راج باہداد برا حمناں ہند سے دور ہوا تو اس وقت سے کل مذہبی اختیار ان کے ہاتھ آیا۔ علم کو اپنے قبضہ میں کر کے عام و خاص کو اپنا تابعدار بنایا۔ بدھ والے سراندیپ کی طرف چلے گئے۔ ان کو عمارات کا بہت شوق تھا چنانچہ جزیرہ سراندیپ یعنی لنکا میں جاکے ایک ایسی خوش نما عمارت بنائی کہ جس کی برابر تمام دنیا میں کوئی عظیم عمارت نہیں۔ ماسوا اس کے پہاڑ کو کندہ کر کئی مندر تعمیر کئے۔ جن میں سب سے بڑا مندر چالیس فٹ لمبا' نوے فٹ چوڑا اور ہستالیس فٹ اونچا ہے۔ اس میں بدھ کی مورت تیس فٹ لمبی بنا کر رکھی۔"

۱۰۔ بکرماجیت

من بعد بکرماجیت کا دور دورہ ہوا۔ واضح ہو کہ اس نام کے آٹھ راجے گذرے ہیں۔ ان میں سی ایک بکرماجیت بڑا نامی گرامی ہوا ہے۔ جس کا ذکر تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ بکرماجیت پرامرا کی نسل سے تھا۔ پرامرا کے خاندان میں مدت مدید راج رہا۔ یعنی اس کی اولاد میں سے بہت سے راجے اس سے پہلے اجین میں راج کرتے رہے۔

یہ بکرماجیت سن عیسوی سے چھپن برس پہلے تخت نشین ہوا۔ وہ صلح اور لڑائی دونوں میں ممتاز تھا۔ ہندو شاعر اس کی تعریف میں بہت بہت مبالغے کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

مقناطیس اس کی اجازت کے بغیر لوہے کو اور کہربا گھاس کو نہ اٹھاتا تھا' اور وہ باوجود اس قدر (ص ۲۰،۷) حکومت اور شوکت کے بوریا پر سوتا اور ماسوا ایک برتن پانی کے اس کے حجرے میں کچھ اسباب نہ تھا۔

اس کو علم کی ترقی کی طرف بدرجہ غایت خیال تھا۔ عالموں فاضلوں کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس کے دربار میں چودہ سو نامی فاضل ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ جن میں سے کالیداس شاعر بہت ممتاز تھا۔ اس کے عہد میں بہت سی کتابیں علم سنسکرت کی تصنیف ہوئیں۔

کہتے ہیں کہ بکرماجیت فقط' وحدہ لا شریک عالم الغیب والشہادہ ایک خدا کی پرستش کرتا تھا۔ یعنی وحدت کے اصلی مذہب کو مانتا تھا۔ اس نے اپنا سمت بھی مقرر کیا۔ بعدہ راجہ شالواھن نے بکرماجیت پر عین بڑھاپے میں حملہ کیا اور اس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

۱۱۔ راجہ شالواھن

پھر شالواھن نے دکن میں اتنے ملک فتح کیے کہ جس سے سمت بکرماجیت کا لوگوں کو سہو ہونے لگا اور شالواھن کا سمت جس کو اب ساکا کہتے ہیں رائج ہوا۔ فقط۔

۱۲۔ متفرق

چندر بنسیوں نے اچھواک کے عہد سے اخیر تک دو ہزار برس تک کامل راج کیا۔

بکرماجیت کے سن جلوس سے چھپن برس پیشتر حضرت عیسٰی صلوٰۃ اللہ علی نبینا علیہ السلام بیت المقدس یا یہودیہ میں مجسم ہوئے۔

اجین میں پرامرا کی نسل سے بکرماجیت سے لے کر تاعہد مسلمانان اور کنارہ گنگ پر اندھرہ (آندھرا) کی نسل سے کئی راجے حکمران رہے۔ اندھرہ کے راجے اس وقت میں بہت زور آور ذی اختیار تھے۔ حتیٰ کہ روم میں اس کا دارالخلافت شہر پاٹلی پتھر (پاٹلی پتر) ہندوستان کا دارالسلطنت کہلاتا تھا۔ چند مدت میں بدانتظامیوں نے منہ دکھایا۔ تمام صوبے خود سر ہوئے ہر ایک ناظم نے اپنے آپ کو خود مختار مشہور کیا۔

اصلی خاندان راجوں کا معدوم ہوگیا اور نوکر راجے بن گئے۔

Marfat.com

۳۔ تذکرہ شاہان اہل اسلام

جاننا چاہیے کہ مکہ معظمہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سن پانسو اٹھتر عیسوی میں پیدا ہوئے۔ اسم شریف آپ کے والد ماجد کا عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف تھا۔

چالیس برس کی عمر میں نبوت اتری۔ دعوت اسلام شروع ہوئی۔ دین حق کا چرچا پھیلا۔ عرصہ قلیل میں کئی ملک فتح ہوئے۔

بعد وفات حضرت کے خلفائے عظام نے بھی وہ وہ فتوحات کیں کہ کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوئی ہونگی۔

عرصہ پچاس سال میں ملوک مغرب کا انتظام خراب ہوگیا۔ تمام صوبے ان کے مطیع اسلام ہوئے حکم غزا جاری تھا۔ جلد تر ملک حبش اور شام بھی اور سلطنت ایران درہم برہم ہوکر حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں دجلہ اور فرات اور ایران فتح ہوا اور بصرے کو آپ نے بایں خیال بسایا کہ گجرات اور سندھ میں تجارت شروع ہو۔ پھر انہوں نے (ص ۶۳۶ء) ابوالعاص کو واسطے حملہ ہند کے بھیجا مگر جنگ پیادواد میں شہید ہوئے۔

۱۔ ہندوستان پر حملے

بعدازاں خلیفہ ثالث یعنی حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سندھ کے دریا کے کنارہ کے ملکوں پر معرفت حضرت عمربن العاص کے حملہ کیا' مگر بعض بواعث سے وہ ارادہ پورا نہ ہوا من بعد حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہ نے سندھ کا کچھ ملک فتح کیا جو حضرت کی وفات کے بعد مسلمانوں نے خود چھوڑ دیا۔

من بعد حضرت ولید نے ادھر توجہ خاطر کیا' چنانچہ سن سات سو پانچ سے الی سن سات سو پندرہ عیسوی ملک سندھ فتح کر کے تالب دریائے گنگ پہنچے اور تمام ملک کو اپنا خراج گذار بنایا۔

۲۔ یورپ پر حملہ

پھر ان کے سپہ سالاروں نے دریائے شور سے پار ہوکر یورپ میں اپنا جھنڈا کھڑا کیا۔ ملک ہسپانیہ ایک ہی حملہ میں مطیع ہوگیا۔

ان کے حملہ سے تمام ہندوستان شمالی میں زلزلہ آیا اور مالک رائے بہادر اجمیر کا' اور

Marfat.com

اس کا بیٹا شہر پناہ پر مرا ہوا دستیاب ہوا۔ جو زیور اس وقت وہ لڑکا پہنے ہوا تھا' ہندوستانی لوگ اب تک وہ زیور اپنے لڑکوں کو پہناتے ہیں۔

۳۔۔ محمد بن قاسم کا ہندوستان پر حملہ

بعد اس کے حضرت محمد بن قاسم نے ہند پر حملہ کیا اور داھر کے حاکم گجرات سے خوب لڑائیاں کر کے فتح یاب ہوئے۔ ان حملوں کے وقت دہلی میں راجہ توار تخت نشین تھا۔

جب سے کہ حضرت ولید بن عبدالملک نے ہند میں دخل پایا اسی وقت میں خاندان پر مرا ضعیف ہونے لگا۔ بعدازاں ڈیڑھ سو برس تک کوئی حملہ ہند پر اہل اسلام کی طرف سے نہیں ہوا۔ اگرچہ سن ہجری کی (پہلی) صدی میں ماور عالنہر اور خراسان کے زر ریز اور وسیع ملکوں کو فتح کرلیا اور ان پر اسی برس تک خلیفوں کے صوبہ داران حکومت کرتے رہے۔

۴۔ دور انتشار اور خود مختار حکمران

مگر ہارون الرشید کے بعد جو اپنی نسل میں بہت نامی تھا خلیفوں کی طاقت کم ہونے لگی اور صرف جانشین جناب نبوی کے نام سے دور دور کے صوبہ دارانی خلیفوں کی اطاعت میں نہ رہ سکے بلکہ ایک ایک صوبہ ان کی سلطنت سے باہر ہونے لگا۔ حتیٰ کہ صرف بغداد ان کے قبضہ میں رہ گیا۔

ان میں صوبہ داروں میں سے ایک شخص اسماعیل ترکمانی حاکم ماورا النہر اور خراسان کا تھا۔ اس نے ۲۶۳ ہجری میں خود سر ہو کر ایک اور سلطنت قائم کی۔ جس دارالخلافہ بخارا مقرر ہوا۔ اس خاندان کو تاریخ میں خاندان سامانیہ کہتے ہیں۔

بعد اس کے چار بادشاہ سامانیہ نے بڑی ناموری اور خوش اسلوبی سے سلطنت کی۔ چوتھے بادشاہ نے بوقت مرگ منصور نامی ایک لڑکے کو ولی عہد اپنا کیا۔ اس پر ارکان سلطنت میں اختلاف پڑا۔ بعضے شاہ متوفی کے چچا کو تخت نشین کیا چاہتے تھے اور بعضے اس کو۔

اس بات میں الپتگین حاکم خراسان نے تجویز کی کہ چچا تخت نشین ہو۔ قدرت الٰہی سے بخارا میں اس فیصلہ سے پہلے منصور بادشاہ بن گیا۔ بعدازاں منصور نے الپتگین کو بخارا میں اسی خیال سے طلب کیا مگر وہ دانا تھا' دشمن کے قبضہ (ص ۲۷) میں نہ آیا۔

آخر کار بعد پندرہ برس کے منصور اپنے خلف اسحاق کو اپنا قائم مقام کر کے مر گیا۔ بعدہ الپتگین نے بمشورت سبکتگین سپہ سالار اپنے کے بخارا پر یورش کی تاکہ اسحاق مغلوب

Marfat.com

ہو کر اس کی شاہی پر اقرار کرے۔ القصہ الپتگین نے فتح پاکر اسحاق سے نوشتہ خود سر بادشاہ ہونے کا حاصل کیا۔

۵۔ سبکتگین کی تخت نشینی اور ہندوستان پر حملہ

اسحاق اپنی بے اعتدالیوں کے باعث جلد فوت ہوا۔ فوج نے سبکتگین سپہ سالار کو تخت نشین کیا۔ سبکتگین اپنے آپ کو نسل شاہان ایران سے بیان کر کے بادشاہ یزد جرد کو اپنا دادا کہا کرتا تھا۔

وہ اپنے پہلے ہی سن جلوس ۹۷۷ ہجری میں ہند پر چڑھ آیا۔ اس وقت لاہور میں راجہ جے پال حاکم تھا۔ افغانوں کے ساتھ اس کی خوب بن آئی ہوئی تھی۔ اس باعث سے مسلمانوں کو ہند میں آنے سے بہت مزاحمت ہوئی۔

تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اہل اسلام سوائے راستہ سندھ کے کوئی اور راہ ہندوستان میں آنے کا نہ جانتے تھے۔ بعد اس کے ہند کے کئی قلعے سبکتگین نے افغانوں کو کسی طرح اپنے ساتھ ملا کر فتح کئے اور لاہور اور ملتان کو اپنے قبضہ میں کر لیا، اور ان سے بہت سی غنیمت لے کر اپنے ملک کو چلا گیا۔

بعد ازاں راجہ جے پال مع لشکر جرار سندھ سے پار جا کر اہل اسلام کے ملک پر حملہ آور ہوا مگر پیش رفت اس کی نہ چلی بلکہ خود ان کا مطیع ہوگیا' اور ہر سال زر نقد اور ہاتھیوں کا دینا قبول کر آیا۔ چونکہ اس سے تمام خراج یک بار ادا نہ ہو سکا لاچار بعجز تمام منت سماجت کر کے یہ بندوبست کیا کہ کوئی معتمد الخدمت آپ کا لاہور میں میرے ساتھ چلے میں بندوبست ادا خراج کا جلد کردوں گا۔

یہ درخواست قبول ہوئی۔ نواب خیر اللہ خان کو ہمراہ لے کر لاہور میں آیا۔ اس وقت اس کے دربار میں بطرف چپ چھتری اور راست برہمن حاضر رہا کرتے تھے۔ جب یہ معاملہ ان کے روبرو ہوا تو چھتریوں نے اس بندوبست پر خوش ہو کر ایفائے وعدہ کے واسطے تاکید کی' اور برہمنوں نے برخلاف اس کے ادائے خراج سے منع کیا۔

چو تیرہ بود مرد را روزگار
ہمان می کند کس نہ آید بکار

راجہ جے پال نے حسب اغوا عہد شکنی کر کے راہ میں معتمد سبکتگین کی سر دربار بے عزتی کی اور قید کر لیا جب سبکتگین نے سنا تو فوج کثیر جمع کر کے لاہور پر چڑھ آیا۔ اگرچہ تمام راجہ ہائے دھلی و کالنجر نے اس کی مدد کی تو بھی اس کو شکست ہوئی۔

Marfat.com

٦- سلطان محمود کی تخت نشینی اور ہند پر حملے

بعدازاں ۹۹۷ء میں سبکتگین بائیس برس حکومت کر کے مرگیا بعد اس کے اس کا بیٹا اسماعیل تخت نشین ہوا مگر دو چار مہینے بعد اس کے بھائی سلطان محمود نے اس کے تخت پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت میں خاندان توار سے ایک راجہ راٹھور قنوج کا حاکم تھا۔

الغرض سلطان محمود بعمر سی سالہ تخت پر بیٹھا اور چار سال وہ اپنے ملک کے بندوبست میں مشغول رہا۔ پھر ۱۰۰۱ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہو کر بارہ دفعہ متواتر ہند میں آیا۔

(ص ۷۸) ماہ اگست میں وہ بجمعیت دس ہزار سوار پشاور آکر راجہ جے پال سے مقابل ہوا اور اس کو محبوس کیا۔ بعد چندے راجہ جے پال جیتے جی آگ میں جل مرا اور اس کا بیٹا انند پال تخت نشین ہوا۔ سلطان محمود نے غرب رویہ سندھ میں مسلمان صوبے دار مقرر کر کے سومنات پر چڑھائی کی جہاں بہزار دقت و تکلیف فتح پائی۔ وہاں ایک مورت سولہ فٹ اونچی اور چھ فٹ زمین میں مدفون پائی۔ اس کو توڑ کر کچھ غزنی اور کچھ مکہ میں بھیج دیا تاکہ فتح مسلمانان ظاہر ہو۔

حال مفصل اس کا یہ ہے کہ جب شاہ نے ارادہ اس کے توڑنے کا کیا تو تمام راجہ ہائے عالی شان نے عرض کی کہ اتنے کروڑ روپیہ حضور لیں اور اس بت کو نہ توڑیں۔ اس پر بادشاہ نے اپنے تمام امرائے عالی وقار سے صلاح طلب کی۔ سب متفق الرائے ہو کر کہنے لگے کہ روپیہ لینا مناسب ہے۔ جب ایاز سے پوچھا تو اس نے عرض کی کہ اس کا توڑنا بہرحال بہتر ہے۔ کیونکہ تمام شاہان اسلام میں ناموری ہوگی اور رونق اسلام۔ خداوند کریم مالک ہے آپ کو اس سے زیادہ عنایت کرے گا۔

بادشاہ نے اس صلاح کو پسند کر کے اپنے ہاتھ سے اس بت کو توڑا۔ قدرت الٰہی سے اس قدر جواہرات اس میں سے نکلے کہ جس کی نسبت زر مقبولہ راجہ ہائے نصف تھا۔ اس مورت میں سے بہت مال نکلا۔

یہ پرستش گاہ کلاں ہندوؤں کی تھی اور ہمیشہ بوقت گرہن تین لاکھ یاتری یہاں جمع ہوتے تھے۔ خرچ کے واسطے دو ہزار گاؤں معاف تھے۔ اس مورت کی پوجا کے واسطے دو ہزار برہمن اور پانسو کنچنیاں اور تین سو کلاونت نوکر تھے اور تین سو حجام یاتریوں کی حجامت کے واسطے آیا کرتے تھے۔

سلطان محمود نے وہاں سے اتنی دولت لی کہ کسی بادشاہ کے پاس نہ تھی۔

قد سلطان محمود کا میانہ اور چیچک رو تھا۔

Marfat.com

۷- سلطان محمود کی وفات اور اس کے بعد

محمود غزنوی بعمر تریسٹھ سال مرگیا- کہتے ہیں کہ بوقت مرگ تمام جواہرات اپنی آنکھ کے سامنے رکھ کر آنسو بھر لایا- تاریخ وفات سلطان محمود کی سید مظہر الحق اکبر آبادی نے یہ لکھی ہے-

آن که محمود! غزنوی بوده
واقف سر معنوی بوده
عادل و عارف خدا بوده
تابع شرع مصطفیٰ بوده
در زمانش زمانہ رونق یافت
اہل آفاق عیش و عشرت یافت
ملک از عدل او گلستان شد
سبز و خرم ریاض دوران شد
مثل او ہیچ بادشاہ نبود
در زمانش فغان و آہ نبود
سال شہباز آن خدیو جہان
ہاتفم گفت شاہباز جنان

۴۲۰ ہجری

سلطان محمود کے بعد دو فرزند اس کے (ص ۲۹ے) باقی رہے- ایک محمد جو بدرجہ کمال رحم دل اور اخلاص مند تھا- اگرچہ شجاعت اس میں پائی نہ جاتی تھی' لیکن تو بھی سلطان محمود اسی کو بہت چاہتا تھا' اور دوسرا مسعود جو باپ کا مزاج رکھتا تھا- شائد سلطان محمود نے بایں خیال کہ میرے بعد ضرور ان میں تکرار ہوگا یہ تجویز کی کہ ماورالنہر کی حکومت محمد کو بحین حیات خود تفویض کردی- دارالخلافت اس کا جرجان تھا' اور مسعود کو تمام اضلاع مغربی پر حاکم فرمایا-

بعد وفات سلطان محمود کے محمد قائم مقام اس کا ہوکر تخت نشین ہوا- مسعود نے یہ معاملہ سنتے ہی محمد کو لکھ بھیجا کہ میرا ارادہ سلطنت لینے کا نہیں ہے- فقط یہ چاہتا ہوں کہ وہ تینوں صوبے جو میں نے اپنی ضرب شمشیر سے لئے ہیں میرے قبضہ میں رہیں- ماسوا اس کے میرا نام خطبہ میں بھی پڑھا جائے-

Marfat.com

اس امر کو محمد نے نہ قبول کیا۔ اس پر مسعود جو مقبول خاص تھا غزنی پر چڑھ آیا اور متصل مقام تکیہ آباد کے بدرجہ کمال کشت و خون کی۔ آخر کار مسعود فتح یاب ہوا۔ بعدازیں اس نے محمد کی آنکھیں نکلوائیں۔

اگرچہ وہ خود مختار بادشاہ ہوگیا لیکن ایام جوانی میں جو اس کو توقع تھی وہ ظہور میں نہ آئی۔ یعنی سلطنت میں روز بروز تنزل آنے لگا۔ اس کے وقت میں گلہ بانان ترکمان نے جو اکثر سلجوقی مشہور تھے سر شورش اٹھایا۔ بباعث فساد کے اس کی سلطنت میں ضعف کلی آگیا۔ ہندوستانی لوگ اس سے خوش ہوئے کہ اچھا ہوا اس کا ادھر ہی خیال متوجہ رہے۔

بہرحال ۱۹۳۰ء میں مسعود نے ہندوستانیوں پر چڑھائی کر کے کشمیر کو مطیع کیا۔ پھر اس کو سلجوقیوں کا فکر ہوا۔ لاچار جے سنگھ کو جو اس کا سپہ سالار فوج ہند تھا ادھر چھوڑ کر ادھر چلا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو لوگ اس وقت بھی عہدہ دار ہوتے تھے۔

بعد تین برس کے پھر مسعود ہند کو آیا اور جھانسی کے مضبوط قلعہ کو فتح کر کے مندروں کو گرا کر دولت بے انتہا لے گیا۔ اور بوقت واپسی اپنے بیٹے کو حاکم ملتان مقرر کیا۔ جب غزنی میں پہنچا تو ترکمانوں کو بہت زور آور پایا۔ طغرل خان ترکمان نے اس پر یورش کی۔ بعد کشت و خون کثیرہ اصطبل شاہی تک انہوں نے غارت کی۔ آخر کار اگرچہ مسعود نے طغرل کو کچھ ملک دے کر صلح کی پھر بھی رفع فساد نہ ہوا۔

لاچار لاہور کی طرف روانہ ہوا اس تباہی کے وقت میں اس نے اپنے بھائی محمد کو بلایا جس کو نو برس پہلے اندھا کر کے بٹھایا ہوا تھا۔

جب دریائے سندھ پر آئے تو اس کی اپنی فوج نے خزانہ لوٹنا شروع کیا اور محمد کو محبس سے نکال کر تخت نشین کیا اور مسعود کو اس کی جگہ بٹھایا۔ بعدہ ۱۰۴۰ عیسوی میں وہ بھی راہی ملک بقا ہوگیا۔

۸۔ پرستش

(ص ۷۳۰) اس وقت میں پرستش شیو کی ملک دکن میں رائج ہوگئی تھی۔ جب معبد سومنات غارت ہوا تو اس کی تھوڑی سی مدت پہلے خاندان سونگی نے گجرات اور خاندیس کے ملک کو مع رکن فتح کرلیا تھا اس نسل کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے عہد میں ایک پروہت نے جو کہ شیو کو مانتا تھا اپنے بہت چیلے کئے اور دکن سے جین کے مذہب کو بخوبی خارج کر کے اس دیوتا یعنی شیو کی پرستش رائج کی۔ اس پر اگرچہ دکن کے راجہ نے اس نئی پرستش کے روکنے کا ارادہ کیا مگر اس کو شیو کے پجاریوں نے تعصباً" مار ڈالا۔

Marfat.com

چونکہ بروقت حملہ کرنے سلطان محمود کے راجہ قنوج نے جو آخری راجہ خاندان کا رہ گیا تھا کسی مصلحت کی رو سے اطاعت قبول کی تھی اور اس باعث سے تمام راجہ ہائے ہند اس سے ناراض ہوگئے تھے۔ سب نے متفق ہوکر اس کو مار ڈالا۔ فقط۔

۹۔ بقیہ احوال اولاد سلطان محمود

مسعود ابن سلطان محمود کا بیٹا مودود نامی صوبہ دار بلخ تھا۔ جب اس نے اپنے باپ کا قتل ہونا سنا تو غزنی کی طرف چڑھ آیا۔ لوگوں نے اس کو وہاں تخت نشین کیا۔ وہ تخت نشین ہوکر محمد اندھے کے بیٹوں سے لڑ کر فتح یاب ہوا۔

ان خانگی خرخشوں اور غلبہ ترکمانوں کے باعث ہندوستان کے راجوں کو حوصلہ جنگ پیدا ہو آیا۔ جو بت خانے محمود نے بگاڑے تھے وہ پھر قائم ہوگئے اور راجاؤں کی کثرت نذور سے بہت سی دولت جمع اور بدستور پرستش شروع ہوگئی۔ حتیٰ کہ انہوں نے لاہور پر جو دارالخلافیت اہل اسلام کا تھا محاصرہ کیا جو سات مہینہ تک رہا۔ آخر محصوروں نے نکل کر ہندوؤں کو ہٹا دیا۔

۱۰۴۹ء میں سلطنت مودود کی بھی ختم ہوئی۔ بعد اس کے غزنی میں نو برس کے عرصہ میں چار بادشاہ ہوئے۔

۱۰۔ سلطان ابراہیم

پھر ۱۰۵۹ء میں سلطان ابراہیم تخت نشین ہوا۔ وہ بہت پرہیزگار اور صاحب علم اور شرع پر بہت چلتا تھا۔ اس نے قرآن شریف بارہا اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اس کے عہد میں ترکمانوں نے پھر دست درازی شروع کی مگر آخر کار بندوبست ہوا کہ طرفین اپنی اپنی حد مقبوضہ پر قائم رہیں۔

بعد اس فیصلہ کے ہندوستان میں ایسی ایسی فتوحات حاصل کیں کہ اس کے کسی بزرگ کی خواہش میں نہ آئی تھیں۔ اس آمد و شد میں اس نے ایک لاکھ ہندو قید کر کے غزنی کی طرف روانہ کیا۔ بعدہ' چالیس برس تخت نشین رہا۔ ۱۰۹۸ء میں فوت ہوا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور سولہ برس بادشاہ رہا۔ اس کے عہد میں نہ کوئی خانگی جھگڑا (ص ۷۳۱) اور نہ کوئی باہر کا حملہ ہوا۔

ارسلان' اس کے ولی عہد نے' بادشاہ ہوتے ہی اپنے بھائیوں کو قید کرنا شروع کیا اور پھر اس کے بھائی نے باحمایت ترکمانان ایسا سر بشورش اٹھایا کہ ہر طرف بدانتظامی نے منہ

Marfat.com

دکھایا آخر کار ارسلان بعد سلطنت سہ سالہ مرگیا اور بہرام تخت نشین ہوا۔ اس نے اہل علم کی قدر دانی شروع کی اور پینتیس برس تخت نشین رہا اور بعد ازاں غوریوں کے جھگڑے میں گرفتار ہو کر ذلیل ہوا۔

۱۱۔ خاندان غوری

قطب الدین محمد غوری نے بہرام کی دختر سے شادی کی جس کے بعد قتل ہو گیا۔

پھر سیف الدین شوری نے اپنے بھائی قطب الدین کے قصاص لینے پر کمر باندھی۔ بہرام کو غزنی سے نکال کر خود مختار بن گیا' مگر رعیت نے نہ مانا۔ بہرام اس باعث سے پھر ظفریاب ہو کر اپنی سلطنت پر قائم ہو گیا' اور سیف الدین صاحب بعد تشہیر قتل کرائے گئے۔

پھر اس کا بھائی علاؤ الدین غوری قصاص لینے آیا اور ایسا لڑا کہ بہرام ہندوستان کو بھاگ گیا' اور ۱۱۵۲ء میں مرگیا۔ اس طرح ان کے خاندان کی حکومت موقوف ہوئی۔

خسرو شاہ ولد بہرام نے لاہور میں آکر بعالم مجبوری دارالسلطنت بنایا اور علاؤ الدین نے غزنی کو خوب لوٹا اور اس قدر لوٹ اور قتل کی کہ اس کو جہان سوز خطاب ملا۔ خسرو شاہ بھی سات برس تک لاہور میں سلطنت کر کے مرگیا۔ بعد ازاں فرزند اس کا خسرو ملک تخت نشین ہوا۔

یہ سن کر علاؤالدین غوری بحمایت محمد غوری ادھر متوجہ' اور بہزار مکرو فریب یہ ملک بھی خسرو سے لے لیا۔ پھر یہاں بھی سلطنت غوریاں کی ہوئی۔ قطب الدین کو شمالی صوبوں کے مفتوح کرنے پر مقرر کیا۔ ۱۱۹۹ء میں وہ بہار کی طرف گیا اور اس کے دارالخلافہ کو لوٹ کر تمام ملک کو مطیع کیا اور بعد دو برس کے بہت سی غنیمت لے کر اپنے مالک کے پاس دھلی میں آگیا۔ ارکان دولت اس پر حسد لے جانے لگے۔ چنانچہ ایک دفعہ سرور بار تذکرہ ملک بہاڑ کا درمیان آیا۔ درباریوں نے کہا کہ اس کی شجاعت کا امتحان ایک ہاتھی لڑنے والے سے ہو سکتا ہے۔

قطب الدین نے جو کہ اول ہی سے اپنے اس سپہ سالار پر کچھ رشک رکھتا تھا اس امر کو قبول کیا اور مست ہاتھی سے لڑنے کا حکم دیا اس نے ایک ضرب شمشیر سے ہاتھی کو بھگا دیا۔ آقا اس کا خوش ہوا اور بجلدوی اس کے حاکم بہاڑ کر کے اس کو حکم فتح کرنے بنگالہ کا دیا۔

اس وقت بنگالہ مدت مدید سے وید یعنی حکیموں کی حکومت میں تھا۔ انہوں نے اپنا

Marfat.com

سمت بھی جاری کیا تھا اور جس کو اکبر نے بے رواج کیا تھا۔ اس وقت لچھمن نے جو آخری راجہ یہاں کا حاکم تھا قطب الدین نے اس طرف یورش کی اور شہر کی ندیا میں معہ سترہ سپاہیوں کے داخل ہو کر قتل (ص ۷۳۲) شروع کیا۔ راجہ یہ سن کر خایف ہو کر جگن ناتھ کی طرف بھاگ گیا۔ ملک فتح ہوگیا۔ فقط۔

۱۲۰۶ء میں محمد غوری فوت ہوا باعث لاولدی اس کی بادشاہت میں تکرار ہوا قطب الدین ایبک حاکم دہلی سب باقی ماندوں میں طاقت مند تھا محمود محمد غوری کے بھتیجے نے شہر غور پر اور الدوز نے کابل و قندھار پر قبضہ کرلیا۔

قطب الدین نے ہندوستان کی سلطنت کا دعوئ کیا۔ الدوز نے اس سے مقابلہ کیا مگر شکست پائی۔ قطب الدین یہ فتح حاصل کرتے ہی غزنی کی طرف چلا گیا۔ جہاں جاتے ہی اس کے سر پر تاج رکھا گیا۔ بعد چندے وہ آرام طلب ہوگیا۔ الدوز نے یہ غنیمت جان کر اس پر حملہ کیا اور اس کو پھر ہندوستان میں بٹھا دیا۔

اس نے اگر ہندوستان میں بہت لیاقت سے حکومت کی مگر افسوس کہ آقا کے پانچ برس بعد زندہ رہ کر ۱۲۱۰ء میں فوت ہوگیا۔

۱۲۔ خاندان التمش

بعد قطب الدین کے اس کا بیٹا مسی آرام تخت نشین ہوا۔ اس سے انتظام بخوبی نہ ہوسکا۔ شمس الدین ایک شخص عالی خاندان سے غلام قطب الدین کا تھا جس کو ہوشیار دیکھ کر قطب الدین نے اپنا داماد بنایا تھا۔ بعد ایک سال کے وہ آرام کو معزول کر کے بادشاہ ہندوستان کا ہوا۔ اور پچیس سال بخوبی سلطنت کرتا رہا۔

اس کے دسویں سن جلوسی میں جلال الدین شاہ خوارزم جس کو وہاں کے مغلوں نے وہاں سے خارج کردیا تھا۔ ہندوستان میں آیا۔ التمش کی فوج نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس اثناء میں التمش کے چند مسلمان صوبے سرکش ہوئے۔ ہندو راجوں کا بھی تردد باقی تھا۔ وہ اس کے زیر کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ مالوے کی طرف گیا۔ شہر اجین میں بکرماجیت کی مورت معہ دیوی دہلی میں لایا جس کو مسجد جامع کے دروازے پر توڑ ڈالا۔

بعد التمش کے چھ مہینہ اس کا بیٹا تخت نشین رہا جس کو امیروں نے نالائق دیکھ کر معزول اور رضیہ دختر التمش کو اورنگ آرائے خلافت کیا۔

سن گیارہ سو نواسی عیسوی میں بعدازاں اس کے خاندان سے اور بادشاہ ہوئے۔ پھر سن بارہ سو اٹھاون میں چنگیز خان کے نبیرہ ہلاکو کا ایک ایلچی شاہ دہلی کے پاس آیا۔ وہ پچاس

Marfat.com

ہزار سوار اور دو ہزار ہاتھی لے کر اس کے استقبال کو گیا۔ تزک و شان سے ملاقات ہوئی۔ الغرض وہ ایلچی واپس چلا گیا مغلوں کے حملہ سے ہند محفوظ رہا۔ شائد باعث یہ تھا کہ ان کو ملک ایران میں بہت کار رہتے تھے۔ سلطنت کی طرف متعرض نہ ہوئے۔

۱۴۔ بلبن خاندان ۱۲۴۶ء

بعدازاں ۱۲۴۶ء میں ظہر الدین خلف التمش جو حاکم بنگالہ کا تھا بادشاہ ہوکر آیا۔ اس نے بلبن کو وزیر مقرر کیا۔ وہ بڑا دانا' تدبیر بہادر آدمی تھا۔ اس کی تدبیر سے ملک نے رونق تازہ پائی۔ سرکش راجے مطیع ہوگئے۔ مگر مغرب کی طرف مغلوں نے کابل قندھار ہرات پر قبضہ کر کے فتور اٹھایا ہوا تھا اس واسطے دریائے (ص ۳۳ ۷) سندھ کی حفاظت کا بڑا عہدہ تھا اس پر بلبن کا بھتیجا مسمی شیر خان مقرر ہوا۔ اس نے پنجاب کو ان کے حملوں سے بچایا بلکہ غزنی سے بھی مغلوں کو نکال دیا۔ مگر افسوس کہ ساتویں سال جلوس میں علاوء الدین نے بلبن کو فریب سے معزول کیا۔ اس باعث سے انتظام میں فرق آیا۔

اراکین دولت نے پھر اس کی خواہش کی اس نے فوج جمع کر کے بادشاہ سے مقابلہ کیا۔ بادشاہ مقاومت نہ کرسکا پھر بلبن وزیر سن ۱۲۶۶ عیسوی میں بادشاہ مرگیا بعد اس کے اس کا وزیر بلبن بادشاہ ہوا۔

اس کے علم و عقل کی ایسی شہرت ہوئی کہ شاہان ایران و تاتار نے اس کی محبت کی آرزو کی۔ اس نے یہ معمول رکھا کہ کوئی ہندو عہدہ دار نہ ہونے پائے۔ اس کے عہد کے مسلمان دہلی کے دربار کو نہایت خلیق اور عظیم الشان خیال کرتے تھے۔

اس اثناء میں اس کے ایک امیر طغرل خان صوبہ دار سپاہ نے نمک حرامی کی اور بعد تردد سخت کے بھاندی کی طرف بھاگ گیا۔ بلبن کے تیر سے مارا گیا۔

مغلوں نے اکثر ملتان پر قبضہ کرلیا۔ بلبن کے بیٹے محمد شاہ نے فوراً ان کو وہاں سے نکال دیا۔

اس کے دوسرے سال تیمور خان فارس کے مشرقی حصے کا بادشاہ تھا مغلوں کی شکست کا بدلہ لینے کو چڑھ آیا۔ محمد شاہ نے اس کو بھی شکست دی۔ مگر چونکہ اس نے دشمن کا پیچھا حد سے زیادہ کیا اس باعث سے وہ کسی جنگل میں بانجمعیت دو ہزار سوار نرغہ فوج دشمن میں آکر قتل ہوا۔

جب بلبن نے یہ حال سنا تو عمر ہشتاد سالہ ۱۲۸۶ء میں اپنے جلوس کے اکیسویں سال مارے غم کے اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ اور مرنے سے پہلے فرزند فرا خان کو ولی عہدی

Marfat.com

سے معزول کر کے کیخسرو خلف محمد شاہ مقتول نبیرہ اپنے کو ولی عہدہ مقرر کیا۔

چونکہ کیخسرو کا مزاج تند تھا اس واسطے چند سرداروں نے مشورت فوجدار دہلی فرا خان کے بیٹے کے قباد کو تخت نشین کردیا۔ وہ بادشاہ ہوتے ہی عیش و عشرت میں مشغول پڑ گیا۔ اور کاروبار انتظام شاہی کو اپنے وزیر نظام الدین کے سپرد کردیا۔

اس وقت فرا خان دکن میں بڑا زور آور صاحب سپاہ تھا۔ نظام الدین بدذات در صدد اس بات کے ہوا کہ خود مختار بادشاہ ہوجائے۔ اگرچہ فراخاں نے اس حال سے اپنے فرزند کو خبر دی مگر وہ خواب خرگوش میں رہا۔ آخر الامر وہ خود دہلی کی طرف آیا اس بدذات نظام الدین نے کیقباد کو اس امر کی ترغیب دی کہ باپ سے لڑے۔ اس پر وہ فوج کشی کر کے لب دریا جا پہنچا۔ جب فرا خان نے دیکھا کہ لڑائی ضرور ہوگی تو اس نے بیٹے کیقباد کو لکھ بھیجا کہ قبل از جنگ ایک دفعہ میری ملاقات کرلے۔

اگرچہ کیقباد نے تو اس امر کو منظور فرمایا تھا مگر بدذات وزیر نے پھر بھی یہی تجویز دی کہ باپ بیٹے کی ملاقات کے واسطے فدویانہ تسلیمات بجا لاوے۔ بہرحال باپ نے قبول کرلیا۔

بوقت دربار فرا خان اپنے بیٹے کیقباد کی سلام کے واسطے آیا تو نقیب نے پکار کر کہا حضور فراخان بصد (ص ۳۴۷) التجا حاضر ہے۔

یہ سن کر فراخان چشم پر آب ہوا اور کیقباد بھی یہ معاملہ نہ دیکھ سکا اور تخت سے اتر باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ باپ کو تخت پر بٹھا کر دست بست فدویانہ ہو کھڑا۔

بعدازاں چند روز پدر و پسر یک جا رہے۔ فرا خان نے اس کو نصیحت کی کہ اس وزیر بدذات سے کنارہ کر اس کو نصیحت کارگر نہ ہوئی اور بدستور مشغول عیش و عشرت رہا۔ آخر کار دربار میں کچھ فتور شروع ہوا۔ مغلوں نے بادشاہ کی طرفداری کی اور خلجیوں نے ایک نیا بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ اس اثناء میں بادشاہ مفلوج ہوگیا اور خلجیوں نے بسازش وزیر بدذات کیقباد پر خروج کر کے سوتوں سے خیمہ میں مار ڈالا مغلوں کا کچھ بس نہ چلا۔ اس صورت سے خاندان غوری تمام ہوا۔

۱۴۔ خاندان خلجی

بعد اس کے وہی نظام الدین تخت نشین ہوگیا۔ جس نے ایک نیا خاندان خلجیوں کا اپنا کیا۔ بوقت تخت نشینی کے عمر اس کی ستر برس کی تھی۔ اس نے استقلال پیدا کرتے ہی اپنے مقتول آقا کے خرد سال لڑکے کو بھی مروا ڈالا۔ مگر بعدازاں اس نے کوئی خون نہ کیا۔

Marfat.com

لوگوں پر بے جا رحم کرتا تھا اس واسطے وارداتیں بکثرت ہونے لگیں سردار بھی اس کی اطاعت نہ کیا کرتے تھے۔

اس کے آغاز سلطنت میں ایک سرکشی ہوئی جس میں مفسد گرفتار ہوکر آئے۔ اس نے ان کو معاف کیا۔ اس سے سردار امیر مبدل ہوگئے کیونکہ انہوں نے مشورت دی تھی کہ مفسدوں کی آنکھیں نکالی جائیں۔ مگر اسنے کہا میں اب ضعیف ہوں میں نہیں چاہتا کہ خونریزی کروں بعدازاں ۱۲۹۴ء میں بادشاہ کے بھتیجوں نے چندیری کے جنوب والے ہندو راجوں پر چڑھائی کرنے کے واسطے اجازت حاصل کی اور نربدا کے پار ہوکر دیو گڑھ کے راجہ پر کوچ کیا۔

وہاں رام دیو راجہ ان سے لڑا۔ آخرش وہ علاؤ الدین اس کے بھتیجے کے ہاتھ آیا۔ پھر رام دیو کے بیٹے نے فساد برپا کر کے اس کو ہٹا دیا۔ اگر ملک نصرت سپہ سالار علاؤ الدین کی مدد کو نہ آتا تو بہت تباہی کا ڈر تھا ملک نصرت سے ہندو ڈر گئے اور علاؤ الدین نے بطور جزیہ رام دیو کے بیٹے سے چھ سو من موتی اور دو من الماس لال' زمرد' یاقوت اور اسی قدر سونا چاندی لیا۔ یہ معاملہ قرین قیاس نہیں مگر شائد اس وقت کا من اس وقت کے من سے کم ہوگا۔

اس مہم سے اہل اسلام پر ظاہر ہوگیا کہ ہندو راجے بالکل بزدل اور ڈرپوک ہیں۔

جب بادشاہ کو خبر پہنچی کہ اس کے بھتیجے علاؤ الدین نے ایسی فتح نمایاں حاصل کر کے اس قدر دولت جمع کی ہے تو اس سے پہلے کسی بادشاہ کے ہاتھ نہ آئی تھی وہ در صدد اس کے ہوا کہ یہ دولت اس کے خزانہ میں داخل ہو۔ اس پر بہت نازک گفتگو میں دربار میں بطور سرگوشی ہوتی رہیں۔ جب علاؤ الدین نے سمجھا کہ میرے دشمن دربار میں بہت ہیں تو اس نے ارادہ کیا کہ ☆ بادشاہ کو قید کرے۔ یہ سوچ کر بادشاہ کو پیغام بھیجا اگر میری ملاقات کو آوے تو تمام خزانہ ہی اس کا ہے۔

غرض وہ گیا اور الماس بیگ برادر علاؤ الدین نے اس کو راہ میں مار ڈالا۔ اور اس کے سر کو برچھی پر چڑھا کر اس کی فوج میں بھیج دیا۔

بعد اس کے علاؤ الدین دہلی کو کوچ کر آیا۔ اور بادشاہ کے لڑکے کو خارج کر کے ۱۲۹۶ میں تخت نشین ہوا۔

☆ ا۔ ص۔ ۸۳۵

Marfat.com

یہ سن کر مغلوں نے معہ دو لاکھ سوار کنارہ سندھ پر یورش کر کے فتح پائی اور دہلی کو محصور کرلیا۔ علاؤ الدین تین لاکھ سوار سے باہر نکلا اور ظفر خان سپہ سالار کو بمقابلہ دشمن روانہ کیا۔ ظفر خان نے خوب شجاعتیں دکھلا کر مغلوں کو ہٹا دیا۔

پھر علاؤ الدین نے چاہا کہ ایک نیا مذہب اپنا جاری کرے اور یہ بھی لکھا کہ محمد صاحب علیہ الصلوۃ والسلام نے دانائی سے ایک نیا مذہب بنایا تھا۔ مگر وزیروں نے اس کو اس ارادہ لغو سے باز رکھا۔

پہلے وہ بے علم تھا پھر اس نے اس ضعیفی کے عالم میں علم فارسی خوب حاصل کیا۔ ماسوا اس کے شراب بکثرت پیا کرتا تھا۔ اس اثناء میں جس ملک میں فساد شروع ہوگیا۔ جب اس نے باعث فساد دریافت کیا تو امیروں نے کہا کہ آپ کے شراب پینے میں یہ بے غوریاں واقع ہوئی ہیں۔ اس پر ممانعت شراب کی بلکہ یہ کثرت ہوا کہ گلی کوچوں میں شراب کے دریا بہہ نکلے۔ الغرض ایسی ایسی حرکات اس سے سرزد ہوتی رہیں۔ اس وقت اس کے فوج کا تعداد پچھتر ہزار تھا۔ ۱۳۰۳ء تلنگانا میں فوج بھیجی اور پدمنی بی بی' راجہ بھیم سین کی جورو کے لینے کا ارادہ کیا۔ اور بوقت محاصرہ محصوروں کو پیغام بھیجا گیا کہ وہ پدمنی بی بی دے دو میں چلا جاؤں گا۔ انہوں نے نہ مانا۔ پھر اس نے کہا کہ ایک دفعہ دکھا دو میں ہٹ جاؤں گا۔ راجہ نے یہ امر قبول کیا۔ بعدہ راجہ اس کے لشکر میں سیر کرنے آیا۔ اس نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ بی بی دے دے ورنہ خلاص نہ ہوگا۔ جب پدمنی نے سنا تو اس نے کہا کہ میں اس شرط سے آتی ہوں کہ میری سواری میرے قدر کے موافق وہاں آوے۔ اس نے قبول کیا تو سات سو ڈولی اس کے ساتھ آئی۔ اگرچہ ظاہرا" ان میں اس کی سہیلیاں معلوم ہوتی تھیں۔ مگر فی الاصل مسلح سپاہی ہمراہ لائی تھی اس حیص بیص میں اس نے اپنے شوہر کو بھگا کر نکال دیا۔ اس پر بڑی لڑائی ہوئی۔ راجہ لڑ مرا اور پدمنی آگ میں جل کر خاکستر ہوگئی۔

علاؤ الدین نے اس ملک کو خوب لوٹا اور پھر آکر خوب خوب عمارتیں بنائیں اور مساجد وغیرہ تعمیر کرائیں اور عیش و عشرت میں ایسا غرق ہوا کہ دین و دنیا کی کچھ خبر نہ رہی۔ اس اثنا میں ملک کافور اس کے سپہ سالار نے ارادہ بادشاہی کا کیا۔ قدرت الٰہی علاؤ الدین بیمار ہوکر ۱۳۱۶ مر گیا۔

اس کے سکہ میں سکندر ثانی لکھا ہوا تھا۔ یہ مقولہ بے شک درست تھا کیونکہ وہ بڑا

Marfat.com

اولوالعزم ☆ بادشاہ تھا۔ ملک کافور نے اس کے مرنے کے بعد اس کے دو فرزندان خلف کی آنکھیں نکلوا کر اس کے چھوٹے فرزند کو بایں خیال تخت نشین ہوا کہ وہ بچہ ہے کچھ جواب نہ کرے گا۔

بعدازاں جب اس لڑکے نے ہوش سنبھالی تو کمینہ پروری شروع کی اگرچہ اس نے بہت ملک فتح کئے لیکن یہ کام بہت نازیبا کیا کہ ملک خسرو کو اپنا مصاحب عظیم الشان بنایا۔ جس نے بادشاہ ہونے کا ارادہ کر کے اس کو مصروف عیش و عشرت رکھنا شروع کیا بلکہ اس سے خوب خوب رسوائیاں کرائیں۔ جب وہ کدمہ میں بدنام ہوگیا تو اسے مروا ڈالا۔ اس سے اور خاندان خلجیوں کا ختم اور خسرو ملک بادشاہ ہوگیا۔

۱۵۔ خاندان تغلق

پھر غازی بیگ تغلق صوبہ دار ملتان' دیپالپور میں فوج کثیر جمع کر کے سربشورش لایا اور خسرو ملک کو قتل کر کے خسرو خود تخت نشین ہوا۔ بعدہ اپنا نام غیاث الدین رکھا۔ یہ تغلق اصل میں بلبن کا ایک غلام بدرجہ کمال دانا عقیل اور متدین تھا اس کے بعد اس کا بیٹا الف خان ولی عہد مقرر ہوا۔ بعدچندے ایک حویلی کے نیچے یہ غیاث الدین دب کر مرگیا۔ کہتے ہیں اس میں کچھ فریب بھی الف خان کا تھا۔ بعدازاں ۱۳۲۵ میں الف خان تخت پر بیٹھ کر محمد تغلق مشہور ہوا۔ ماسوا بدخصلتوں کے مزاج میں دیوانہ پن بھی اس کی مزاج میں بدرجہ اتم تھا۔ اگرچہ وہ خود ہر علم میں ہوشیار بلکہ حکمت یونانی بھی بخوبی واقف اور ترقی بھی دل و جان سے چاہتا تھا لیکن تو بھی اس کے عہد سلطنت میں بہت بہت آفتیں برپا ہوئیں کیونکہ اس میں عیب خون ریزی بدرجہ کمال تھا۔ اس کے عہد میں پھر مغلوں نے یورش کی اس نے اپنے آپ کو ناقابل بمقابلہ خیال کر کے بہت سا روپیہ ان کو دے کر واپس کیا اور ایسا سخت محصول اپنی رعایا پر مقرر کیا کہ زمیندار زمین چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ علاوہ اس کے اس نے ایک سکہ جس کا نام دخل رکھا تھا مس سے بنا کر خاطرخواہ قیمت پر چلایا۔ اس سے لین دین میں ابتری کلی آگئی۔ اس حالت میں اس نے چین پر چڑھائی کی اور وہاں سے بہ ندامت تمام واپس آنے پر ۱۳۳۸ میں اس کے بھتیجے جو راسب صوبہ دار ساگر نے تخت کا دعوٰی کیا۔ مگر آخرکار گرفتار ہوا۔ اس نے غیرت کے واسطے پوست جسم سے اکھڑوایا۔

☆ ا۔ ص ۲۳۶

Marfat.com

بعدازاں دیوگڈھ کو اپنا دارالخلافت بنا کر اراکین دولت کو حکم دیا کہ معہ عیال و اطفال وہاں جاکر بسیں اس باعث دہلی ویران ہوگئی اور وہ بھی آباد نہ ہوا۔

بعد محمد تغلق کے اس کا بھتیجا فیروز تغلق بادشاہ ہوا۔ اس کا مزاج خاص برخلاف اس کے نرم مزاجی میں بہت مشہور تھا۔ چونتیس برس سلطنت کر کے فیروز تغلق نے ۱۳۷۸ میں اپنے بیٹے محمد کو جو تغلق ثانی کہلاتا تھا سلطنت سپرد کردی۔

اس نے بادشاہ ہوتے ہی ☆ باپ کے وزیروں کو بدرجہ غائیت تنگ کیا اور عیش و عشرت میں ایسا مشغول ہوا کہ ہر طرف سے فساد اٹھا۔ دہلی میں ایسی قتل عام ہونے لگی کہ کشتوں کی پشتی لگ گئی۔ پھر فیروز تغلق ضعیف بادشاہ نے نظم و نسق سلطنت کا اپنے ہاتھ لے کر بعد چندے اپنے پوتے غیاث الدین کو تخت نشین کیا اور خود ۱۳۸۸ء میں مرگیا۔

پھر دس برس میں چار بادشاہ تخت نشین ہوئے۔ خاندیس اور گجرات اور جونپور خود مختار ہوگئے۔ فیروز تغلق کے عہد سے دلاور خان مالوے کا صوبہ دار مقرر تھا وہ بھی خود مختار بن گیا۔

۱۶۔ امیر تیمور

جب تیمور بادشاہ نے حال ان ابتریوں کا سنا تو اپنی بے رحم فوج کو ہمراہ لے کر ہند پر چڑھ آیا۔ اس خاندان کے لوگ مدت مدید چنگیز خان کی اولاد کی نوکری میں رہے تھے اور س نے خود جوانی کے وقت چوبیس برس کی عمر میں اس اپنے آقا سے حاکم ماورالنہر کی خوب خدمت کی جس کے عوض میں اس نے اپنی بہن کی شادی امیر تیمور سے کردی۔ بعد تین برس کے جب وہ فوت ہوگیا تو یہ خود تخت نشین ہوکر سمرقند میں رہنے لگا۔ وہ انسان کے قتل سے حیوان کے موافق خوش ہوتا اور بعض وقت آدمیوں کے سروں کو مینار کی صورت بنا کر طبع کو بہلاتا تھا۔

تین برس تک اس نے ایران کو لوٹا اور اپنے پوتے پیر محمد کو فوج دے کر ہندوستان کی طرف بھیجا۔ اس نے ملتان کے متصل سخت لڑائی کی۔ امیر تیمور سے مدو متاسبہ ملی بعدہ اسی زور و شور سے امیر تیمور بتاریخ ۱۲ ستمبر ۱۳۹۸ء بادن دستے سواران کے ہمراہ لے دریائے سندھ پر خیمہ زن ہوکر جہاں سے سکندر اترا تھا پایاب اتر آیا۔ جن سرداروں نے کہ پیر محمد

☆ ا۔ اصل کتاب صفحہ نمبر ۳۷

Marfat.com

سے سرکشی کی ان کو قتل کیا۔ پھر سورستی پر حملہ کر کے شہر کو جلایا۔ جب دوآب میں آیا تو بادشاہی فوج اس کے پیچھے لگی جس کا سپہ سالار اقبال خان تھا۔

جب اقبال نے دیکھا کہ لائق مقاومت کے نہیں تو دہلی کو لوٹ گیا۔ کہتے ہیں کہ امیر تیمور کو شوق دہلی دیکھنے کا بدرجہ کمال تھا۔ اس کی فوج نے اس قدر قیدی گرفتار کئے تھے کہ ان کی خوراک بہم پہنچانی مشکل تھی۔ ایک روز اس نے ان کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ قیدیوں میں ہندو قیدی بہت ہیں۔ اس پر اس نے اسی وقت ایک لاکھ آدمی مارنے کا حکم دیا تاحفاظت قیدیاں کا فکر نہ رہے۔ بعدازاں شاہ دہلی جنگ کے واسطے باہر آیا۔ اس وقت اس کی فوج کے ساتھ ایک سو بیس ہاتھی تھے۔ بوقت بمقابلہ یہ اتفاق ہوا ہاتھی ڈر کر پس و پا ہو کر شور مچانے لگے اس امر کو تیمور کی فوج نے غنیمت جانا اور بہت زور سے حملہ کیا حتیٰ کہ دشمن کو ہٹایا۔ رات کو بادشاہ گجرات کی طرف بھاگ گیا☆ اور اس کے وزیر نے مقام برن میں پناہ لی اور بقیہ سرداروں نے شہر تیمور کے سپرد کر دینا قبول کیا۔ اس نے بہت روپیہ لینا کر کے قتل و غارت سے شہر کو امان بخشی۔ بعدازاں بروز جمعہ اپنے تئیں شہنشاہ ہند مشتہر کیا۔ مگر شہر کے قاضیوں نے اندراج نام تیمور سے انکار کیا۔ اس واسطے تیمور کی فوج نے شہر میں قتل اور غارت شروع کی۔ الغرض تیمور نے سولہ دن شہر میں رہ کر کوچ کی تیاری کی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ بادشاہی کا نہ تھا بلکہ اس کی دلی تمنا یہ تھی کہ لوٹ مار کر اپنا نام مشہور کرے۔ اس نے میرٹھ میں غارت کر کے کوہ ہمالیہ تک خوب لوٹ مار کی اور خضر خان کو حاکم ملتان و دیپالپور بنا کے اپنے ملک میں واپس چلا گیا اور اپنا نام تیمور شہنشاہ ہندوستان مقرر کیا۔

۱۷۔ سیدوں کا خاندان

پھر ۱۴۱۴ء میں محمود تغلق آخری بادشاہ تغلقوں کا بھی مر گیا جس کے بعد خضر خان دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ پانچویں شاہ اہل اسلام کا ہند میں ہوا۔ اس کے خاندان کو سیدوں کا خاندان کہتے ہیں۔ اس نے اپنے آپ کو نائب تیمور مشہور کیا اور چھتیس برس بادشاہی کے بعد زاں مبارک خان ان کا بیٹا تخت پر بیٹھا مگر چار برس کے بعد ہندوؤں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

☆ ا۔ ص ۳۸۷

Marfat.com

پھر سرور الملک نے جو اس کا بانی قتل تھا اس کے بیٹے محمد شاہ کو اس کی جگہ بٹھایا۔ بعد اس کے سید علاؤ الدین اس کی جگہ بیٹھا۔ مگر تمام صوبجات خود سر ہوگئے اور تیرہ آدمی خود سر ہو کر حکمران بن بیٹھے۔

اس نے شہر بدایوں میں ایک باغ بنوایا جس کی ارائش میں بدل و جان مصروف رہتا تھا۔ جب چاروں طرف سے غدر شروع ہوا تو اس نے وزراء سے صلاح پوچھی۔ انہوں نے اپنی ہمہ دانی کے باعث یہ صلاح دی کہ حمید وزیر اعظم کو معزول کردیا جائے اس نے ایسا کیا۔ وہ دہلی سے بھاگ آیا اور شاہی زنانو کو رورانہ بدایون کر کے کل جائیداو پر قابض ہوگیا اور بہلول لودھی کو لکھ بھیجا کہ آؤ میدان خالی ہے۔ وہ جلد تر آکر ۱۴۵۰ء میں تخت نشین دہلی ہوگیا۔ اور سید علاؤ الدین شاہ دہلی کچھ جاگیر لے کر بدایوں میں جا بیٹھا اور ۱۴۷۸ء میں وہیں مر گیا۔

پھر حسین شاہ نے اپنی جاگیر پر قبضہ کر کے دہلی تک لوٹنا شروع کیا۔ جب بہلول کو خبر ہوئی تو جلد آکر اس کے ساتھ کئی بار لڑا ہر بار شکست پائی۔ بعدازاں دریائے گنگ اس کی حد ٹھہری سن بعد اس نے اپنے آپ کو ضعف دیکھ کر سلطنت اپنے بیٹوں میں تقسیم کردی۔ سکندر لودھی ولی عہد تخت دہلی مقرر ہوا۔

۱۸۔ خاندان لودھی

بعدہ' ۱۴۸۸ میں بہلول لودھی اڑتیس برس سلطنت کر کے مر گیا جس کے بعد سکندر لودھی سر بر آرار حکومت ہند ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ سکندر لودھی ہندوؤں کے مذہب کا بڑا دشمن تھا۔ چنانچہ اس نے کئی مندر گرائے اور ان کے مصالح سے مسجدیں بنوائیں۔ متھرا میں اس کے روبروئے زینہ☆ ہائے جمنا کئی مسجدیں اور ایک بازار نیا بنایا اور پھر ہندو وہاں مندروں کو بنانے سے منع کیا۔

بعد اس کے ۱۵۱۷ء میں اس کا بیٹا ابراہیم لودھی بادشاہ ہوا۔ اس کے وقت میں بہت سے خوف امیروں کے پیدا ہوئے۔ چنانچہ دولت خان حاکم ملتان نے اپنا بچاؤ نہ دیکھ کر کابل سے بابر کو جو مغلوں کا بادشاہ تھا واسطے فتح ہندوستان کے بلایا مگر اس سے پہلے ابراہیم کا بھائی علاؤ الدین کابل میں بدرخواست امداد جا پہنچا تھا۔ وہ بابر سے مدد لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا مگر اس نے کامل فتح نہ پائی۔ دوسرے سال بابر خود فوج لے کر آیا اور پانی پت میں ابراہیم لودھی مارا گیا۔ اس طرح سے ۱۵۲۶ء میں سلطنت لودھیہ بھی تمام ہوئی۔

☆ ا۔ ص ۲۳۹

Marfat.com

فہرست شاہان سادات جو دہلی کے ۳۶ سال تک بادشاہ رہے۔

نام بادشاہ	سن تخت نشینی	سن وفات	تعداد و سال سلطنت	کیفیت
سید جعفر خان	۱۴۱۴ء	۱۴۲۱	۷ سال	
سید مبارک شاہ	۱۴۲۱ء	۱۴۳۵ء	۴ سال	
سید محمد شاہ	۱۴۳۵ء	۱۴۴۵ء	۱۰ سال	
سید علاؤ الدین	۱۴۴۵ء	۱۴۷۵ میں فوت ہوا۔ ۱۴۵۰ میں معزول ہوا۔		یہ شخص ختم کنندہ خاندان سادات شاہان دہلی ہوا یہ بڑا کم حوصلہ اور عیاش باپ سے بھی زیادہ اس کے عہد میں نہایت ضعف سلطنت میں آگیا اور لودھی بادشاہان ہوگئے۔

نقشہ خاندان و سلطنت لودھیہ شاہان دہلی

نمبر شمار	نام بادشاہ	سن جلوس	سن وفات	مدت سلطنت	کیفیت
۱۔	شاہ بہلول لودھی	۱۴۵۰ء	۱۴۸۸ء	۳۸ سال	
۲۔	شاہ اسکندر	۱۴۸۸ء	۱۵۱۷ء	۲۹ سال	
۳۔	ابراھیم لودھی	۱۵۱۷ء	۱۵۲۶	۹ سال	یہ بادشاہ بابر کے ہاتھ سے مارا گیا اور سلطنت لودھیہ ختم ہوئی۔

Marfat.com

ذکر سلطنت مغلیہ

۱- بابر

ابراہیم لودھی مارا گیا اور بابر نے ۱۵۲۶ء میں دھلی کے تخت پر اجلاس کیا۔ مگر اس باعث سے بابر کی سلطنت کو استقلال ہوا کہ پٹھانوں کے سردار جو مختلف اضلاع افغانوں کو چاہتے تھے۔ اس واسطے غاصب سمجھتے تھے اور راجپوت بھی جو ہندوؤں میں بڑی شجاع علی الیوم مشہور ہیں افغانوں کو چاہتے تھے اس کے واسطے ایک لاکھ آدمی بسرگردگی مسمی محمود جو شاہ مقبول کا بھائی تھا ہندوستان کی طرف جمع ہوا اور بابر چاروں طرف سے دشمنوں کی نرغہ میں آگیا۔ مگر تاہم وہ ایسا شجاع تھا کہ اس نے اس امر سے ذرا بھی خوف نہ کیا۔ ہر چند اس کے سرداروں نے صلاح دی کہ آپ دریائے سندھ پر چلے جائیں۔ پر اس عالی ہمت بادشاہ نے اتنی بڑی سلطنت کو چھوڑ دینا مناسب نہ جان کر ان کو جواب دیا کہ مقتضائے غیرت یہ ہے کہ لڑائی کی جائے۔ کیونکہ افغانوں کی مددگاری ہندو لوگ ہیں اور ان سے جہاد کرنا عین ثواب ہے۔

کہتے ہیں کہ بابر شراب پیتا تھا اور اس واسطے اہل فوج اس کے امام بنانے سے انکار کرتے تھے۔ اس امر کے انتظام کے واسطے حکمت عملی کر کے اس نے جھٹ پٹ توبہ کی اور جس قدر شراب کے برتن سونے چاندی کے تھے سب فروخت کر کے فقراء و مساکین کو للہ تقسیم کردی یہ معاملہ دیکھ کر تمام فوج مستعد مطیع ہوگئی۔

بابر کو بندوقچیاں۔ پیادہ اور توپ خانہ والوں پر بڑا بھروسہ تھا اس واسطے کہ اس کے زمانے سے پہلے ہندوستان میں توپ خانہ اور فوج پیادہ کا رواج بہت کم تھا۔ بروقت مقابلہ کے توپیں آگے لگائی گئیں۔ اور ان کے پیچھے پیادے اور بائیں طرف توپوں کے سوار۔

علی الصباح پٹھانوں کی فوج نے آگے بڑھ کر اس کے یمین و یسار کو گھیر لیا۔ مگر وہ بھی توپ خانہ کی مدد سے ان کو ہٹاتا رہا۔ جب بابر نے دیکھا کہ غنیم کی فوج دوچار حملے علی التواتر کر کے تھک گئی ہے تو اس نے دو دستہ فوج ہمراہ لے کر ان پر دھاوا کیا۔ مخالف تاب مقابلہ کی نہ لا کر بھاگا اور نیز بہت سے نامور سردار مارے گئے۔

اگرچہ بابر کے مخالف جو بڑے قوی اور زور آور تھے تتر بتر ہوگئے مگر پھر بھی اس سبب سے کہ سرکشان کابل اور ہندوستان اس کے عیش کو منغص کرتے تھی دلجمعی سے بادشاہت کرنی اس کو نصیب نہ ہوئی اور آخر چار برس کی سلطنت کے بعد ۱۵۳۰ء میں راہی عالم بقا

Marfat.com

ہو گیا- تاریخ وفات بابر بادشاہ یہ ہے-

بادشاہ دھر بابر باکمال عدل بود
واقف احسان عالم مصدر لطف الہ
سال جان او گزیدن جاںفردوسش بگو
جائے فردوسش ابد بگزید بابر بادشاہ

اس تاریخ میں ہر مصرع سے ۹۳۷ ہجری برآمد ہوتا ہے- یہ ہر چہار مصرع چار مادہ تاریخ ہیں اور اگر ہر مصرع کے حروف منقوطہ دوسرے مصرع کے حروف معطلہ کے ساتھ شامل کریں تو چار مادے اور نکلتے ہیں- مقام غور ہے کہ ایک قطعہ سے آٹھ مادے تاریخ برآمد کرنے صنعت سے خالی نہیں- فقط

۲ــــ ذکر سلطنت ہمایوں بادشاہ

ظہیر الدین بابر بادشاہ کی وفات کے بعد ۱۵۳۰ء میں ہمایوں ابن بابر جو ہر دلعزیز اور عقلمند تھا تخت نشین ہوا- اس بادشاہ کو علم نجوم سے خوب واقفیت تھی- اس واسطے اس نے سات دیوان خانے سات ستاروں کے نام پر بنوائے اور تقسیم ان کی اس طرح پر کی کہ سپہ سالار اور فوج کے سردار خانہ مریخ میں اور مفتی اور قاضی خانہ عطارد میں اور قاصد اور شاعر اور مسافر خانہ قمر میں اور سازندے اور راگ ناچ والے خانہ زہرہ میں اور خود بادشاہ خانہ آفتاب میں اجلاس فرماتے تھے-

اگرچہ وہ ابتدائے صغر سنی سے عیش و نشاط میں مصروف تھا اور یکایک سلطنت کا بوجھ اس کے سر پر پڑگیا مگر اس امتحان میں پورا نکلا-

چند روز کے بعد اس کو اتفاق لڑائی کا بہادر شاہ حاکم گجرات سے ہوا- ہمایوں نے بلحاظ اتحاد مذہب سردار مذکور کو جب کہ وہ جے پور کے راجہ سے لڑ رہا تھا کچھ ایذا نہ دی تھی' مگر اس نے اس امر پر خیال نہ رکھا اور فوج لے کر اس پر چڑھ آیا- وہ اس قدر تنگ ہوا کہ لاچار ہو کر پھر جیپائی میں اپنا خزانہ رکھ کر احمد آباد کی طرف بھاگ گیا- ہمایوں نے تعاقب کر کے گجرات کو فتح کیا- یہ مہم بھی کچھ ان مہموں سے کم نہ تھی جو تیمور یا بابر نے سر کی تھیں-

بعد ازاں اس کے بھائیوں ہندال اور کامران نے جو بسبب عفو جرائم اور رحمدلی اس کی دلیر ہو گئے تھے تنگ کرنا شروع کیا- چونکہ فوج شاہی ان کے زیر حکم رہتی تھی' اس لئے انہوں نے ایک دوسرے کے بعد سلطنت کا دعویٰ کیا- اس وقت شیر خان حاکم بنگال نے جو

Marfat.com

دیکھا کہ بادشاہ کے گھر میں جھگڑا ہو رہا ہے فوج کثیر لے کر ہمایوں پر چڑھائی کی- چونکہ ہمایوں ملک کی بے انتظامی کے باعث سے فوج کافی جمع نہ کر سکا اس واسطے شکست کھا کر پریشان حال آگرہ کی طرف بھاگ گیا-

جب ہمایوں کے بھائیوں نے دیکھا کہ آپس کے نفاق کے سبب ملک ہاتھ سے جاتا رہے گا ہمایوں کی امداد کو آئے' مگر آپس میں کچھ دلی محبت نہ تھی- ہمایوں نے ایک اور فوج جمع کر کے شیر خان پر چڑھائی کی- مگر آخر کو شکست کھائی اور اگرچہ لاچار ہو کر دارالخلافت کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے حاکموں سے پناہ کا طالب ہوا مگر کسی نے مدد نہ دی- آخر کار بعد پریشانی و حیرانی کاملہ کے مال دیو راجہ اجمیر کے پاس پناہ لینے کو گیا- اگرچہ اس راجہ نے ظاہرا" اقبال کیا اور باطن میں چاہا کہ کسی حیلہ سے اس کو قید کر کے دشمن کے حوالے کردے' لیکن ایک راجپوت نمک خوار قدیم ہمایوں نے اس بھید سے اس کو مطلع کردیا-

ہمایوں مع اپنے رفیقوں کے آدھی رات کو وہاں سے بھاگا اور سو کوس تک کہیں دم نہ لیا- راستہ میں بسبب عدم آب و دانہ زمین ریگستان کے بڑے بڑے (ص ۲۴۲) تکالیف اٹھائیں- سینکڑوں آدمی اور جانور مارے پیاس کے مر گئے- ہمایوں کی سواری کا گھوڑا بھی سقط ہو گیا- ایک سپاہی نے اپنی والدہ کی سواری کا گھوڑا بادشاہ کو دیا-

اتنے میں لوگوں نے اپنے پیچھے غبار اٹھا دیکھا تو یقین جانا کہ دشمن تعاقب کئے چلا آتا ہے- اس وقت سب کے ہوش زیادہ تر پریشان ہو گئے- اور جہاں تک بھاگ سکے بھاگے- اتفاقا" رات کی تاریکی میں ہمایوں مع ملکہ اور بیس سواروں کے راہ بھول کر لشکر سے جدا ہو گیا-

جب صبح ہوئی تو دشمن کے ایک گروہ نے آگھیرا- ہمایوں نے کوئی صورت رہائی کی نہ دیکھ کر شجاعت کو کام فرمایا اور انہیں چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر ایسا لڑا کہ دشمن کے ہوش بھلا دیئے- سبحان اللہ! تیری قدرتوں کا کوئی شریک نہیں تو جو چاہے سو کرے اور جو کچھ کرے سو ہو-

اس حیص بیص میں ایک ناگہانی تیر مخالفین کے سردار کی پیشانی میں ایسا لگا کہ کام اس کا تمام ہو گیا- اس سبب سے وہ تتر بتر ہو گئے- ہمایوں نے فتح یاب ہو کر وہاں سے کوچ کیا' لیکن تین رات اور تین دن راہ میں کہیں پانی کی شکل نہ دیکھی- آخر جب چند شخصوں کے ساتھ امرکوٹ میں' جو سندھ کے غرب میں واقع ہے' پہنچا تو وہاں کا راجہ نہایت تواضع سے پیش آیا اور جو مدارج مہمان نوازی کے تھے بجا لایا-

Marfat.com

اسی جگہ اکتوبر کی چودھویں تاریخ ۱۵۴۲ء میں جلال الدین محمد اکبر متولد ہوا۔ یہ وہی اکبر ہے جو بڑا نامور بادشاہ ہندوستان کا ہوا۔

لیکن بادشاہ کو لاچاری سے بھاگنا مقدم تھا۔ یہ لڑکا ایک سردار نمک حرام بدذات کے ہاتھ آگیا۔ جس نے اس لڑکے کو لے کر مرزا کامران ہمایوں کے بھائی کے پاس' جو کابل و قندھار کا بادشاہ اور ہمایوں کا دشمن جانی تھا' بھیج دیا۔

سلطان طہماسپ بادشاہ فارس نے جب سنا کہ ہمایوں نے سکنائے ہند سے بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں تو ایک نامہ اس مضمون سے لکھا: کہ تم یہاں چلے آؤ میں تمہارا مددگار ہوں۔ ہمایوں روانہ فارس ہوکر ایک سال اصفہان میں رہا۔ شاہ ایران نے ہمایوں سے کچھ عہد و پیمان کئے اور دس ہزار سوار دے کر کہا: کہ اب تم اپنے ملک موروثی کو دوبارہ مفتوح کرو۔

ہمایوں نے یہ امداد نعمت غیر مترقبہ سمجھی اور پہلے کابل پر جہاں اس کا بھائی کامران حکومت کرتا تھا اور اس کے پاس اس کا بیٹا اکبر تھا چڑھائی کی۔ جب اس نے شہر کا محاصرہ کیا تو کامران نے اس کے بیٹے کو لکڑیوں میں باندھ اور فصیل شہر سے لٹکا کر دکھلایا اور کہا: کہ اگر تم حملہ کروگے تو میں اس تمہارے بیٹے کو لکڑیوں میں جلا دوں گا۔

باوجود اس درد اور ظلم اور حال کے دیکھنے کے بادشاہ اپنے عزم پر مستقل رہ کر دھمکیاں اس امر قبیح کے روکنے کے واسطے دیتا رہا۔ کامران کو اکبر کو ستانے کا موقع نہ ملا' بلکہ آخر کار اپنے وابستوں کو لے کر کابل (ص ۷۴۳) سے نکل گیا۔ ہمایوں نے شہر میں داخل ہوکر اپنے بیٹے اکبر کو چھاتی سے لگایا اور اپنے تئیں از سرنو بادشاہ بنایا اور نو برس تک ہمایوں نے اس شہر میں سلطنت کی۔

اگرچہ اس کا بھائی اس عرصہ میں اس کو متواتر ستاتا رہا' لیکن انجام کار مغلوب ہوا۔ بعدازاں چھ برس کے عرصہ میں اپنے تمام ملک موروثی کو فتح کر کے بادشاہ مستقل ہوا۔ اس اثنا میں ایک بھائی اس کا عذر و معذرت کر کے اس سے آملا اور ایسے ایسے شجاعت کے کام کئے کہ ہمایوں کی خاطر سے اگلا غبار ملال رفع ہوگیا۔ اور نہایت محظوظ ہو کر اپنے بیٹے جلال الدین اکبر کو اس کی بیٹی کے ساتھ منسوب کیا۔ اور دوسرا بھائی کامران جو نہایت مفسد اور متمرد تھا ہمایوں کی چشم پوشی کو خیال میں نہ لایا۔ ناچار اس کو ہمایوں نے قید کیا۔ سب لوگوں کو یقین تھا کہ ہمایوں اس کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ مگر اس نے اس خون سے ہاتھ آلودہ نہ کیا اور صرف آنکھیں نکلوا دیں۔ ایک مدت کے بعد کامران مرزا بہ اجازت ہمایوں بادشاہ مکہ کی طرف جاکر تین برس کے بعد مر گیا۔ فقط۔

Marfat.com

۳۔ خاندان افغانان سوری کا حال

جب کہ ہمایوں ان حادثات میں مبتلا تھا تب شیر شاہ نے موقع پاکر تمام مملکت ہند میں اپنی سلطنت بخوبی قائم کر کے ایسا انتظام کرلیا تھا کہ تمام لوگ اس سے خوش تھے۔

ماسوا اس کے اس نے گنگا سے لیکر دریائے سندھ تک جو تین ہزار میل انگریزی کا فاصلہ ہے ایک سڑک بنوائی اور اس کے دونوں طرف میوہ دار درخت لگوائے۔ اور دو دو میل کے فاصلہ پر ایک ایک کنواں کھدوایا اور ایک منزل پر ایک ایک سرائے مسافروں کے اترنے کو بنوائی' جن میں ہر ایک مسافر کو بادشاہ کی طرف سے کھانا ملتا تھا۔ انصاف رعایا کا بخوبی کرتا۔ لوگ بڑے امن و چین سے گزارہ کرتے تھے۔

اس نے پانچ برس سلطنت کے بعد وفات پائی۔ اس کی جگہ سلیم شاہ تخت نشین ہوا۔ اس نے نو برس سلطنت کی اور اس کے وقت میں بسبب بے انتظامی کے امرا میں بڑا فساد پڑا۔ یہ حال ہندوستان کا دیکھ کر ہمایوں کے خیر خواہوں نے اس کو لکھا کہ اگر اس وقت وہ تھوڑی فوج بھی لے کر عازم ہندوستان ہو تو جلد تر فتح نصیب ہوگی۔

ہمایوں نے پندرہ ہزار سوار اور بہت سے پنجابی نوکر رکھ کر مجدداً" ہندوستان پر فوج کشی کی۔ فضل الٰہی ایسا شامل حال تھا کہ جس پر حملہ آور ہوا اس کو اپنی اطاعت میں لایا۔ حاکم لاہور تاتار خان بمقابلہ پیش آیا۔ بہرام خان سپہ سالار ہمایوں نے حالات غفلت میں حملہ کر کے مغلوب کیا۔

پٹھانوں نے یہ حال دیکھ کر ایک شخص مسمی سکندر کو جو شیر شاہ کا بھتیجا اور بڑا بہادر تھا تخت دہلی پر بٹھا دیا۔ اس نے اسی ہزار فوج جمع کر کے ہمایوں کے مقابلہ کو کوچ کیا فریقین میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ اکبر ابن ہمایوں نے' جو اس وقت صرف تیرہ برس کی عمر کا تھا' ایک لڑائی میں بڑی داد مردانگی دی۔

آخر پٹھانوں نے شکست کھائی اور فوج ان کی پریشان ہوگئی اور سکندر شاہ کوہ شمال کی طرف بھاگ گیا۔ اور ہمایوں نے تیرہ برس کے بعد دوبارہ اپنے باپ کے تخت پر جلوس کیا۔

بعد اس کے ہنوز ایک سال کامل بھی نہ گذرا تھا کہ ایک روز کسی تقریب سے کتب خانہ کی چھت پر چڑھا اور وہاں تفریحاً" دیر تک ٹہلا کیا۔ پھر اتفاقاً" ہوا کھانے کو بیٹھ گیا۔ اتنے میں اذان ہوئی۔ اذان کیا تھی پیغام اجل کہنا چاہیے۔ چاہتا تھا کہ عصا ٹیک کرادائے صلوٰۃ کے واسطے اٹھے۔ چونکہ وہاں سنگ مرمر کا فرش تھا لکڑی پھسل گئی اور وہ سنبھل نہ سکا۔ گر کر چھت سے نیچے آپڑا۔

Marfat.com

چند روز بیمار رہ کر ۱۵۳۹ء میں جان بحق تسلیم ہوا۔ ایک شخص کاہی نامی شاعر نے تاریخ وفات اس کی یہ لکھی:

زیام قصر خود افتاد ناگاہ
وزان عمر عزیزش رفت برباد
پی تاریخ او کاھی رقم زد
ہمایوں بادشاہ از بام افتاد

۴۔ ذکر محمد جلال الدین اکبر ابن ہمایوں بادشاہ

ہمایوں کی وفات کے بعد ہندوستان کے تخت نے ایسے شہنشاہ کے جلوس سے زینت پائی' جس کا ثانی اس ملک میں تو کیا بلکہ کسی مملکت میں نہ ہوا ہوگا۔ جس کے نیر اقبال کے روبرو کسی بداندیش اور مفسد کے چراغ نے فروغ نہ پایا۔ اور باوجود اپنے باپ کی وفات کے بعد تیرہ برس چند ماہ کا تھا' لیکن کسی کا حوصلہ نہ پڑا جو اس کی تخت نشینی کا مانع ہو۔ ہنگام طفولیت میں اس نے سوائے جور تربیت استاد کے بڑی بڑی آفتیں نیر فلک کے ہاتھ سے اٹھائیں تھیں۔ اس کی قسمت کی خوبی سے بہرام خان اتالیق اس کو ایسا ملا' جو بہہ تن اس کی خیر خواہی کا دم بھرتا تھا اور سوائے اس بات کے کہ گستاخی اور بیباکی اس کے مزاج میں تھی اور سب طرح سے اپنے مالک کی خیر خواہی اور ترقی دولت پر ثابت قدم تھا۔

اکبر بادشاہ کے جلوس کے بعد تھوڑے دن گذرے تھے کہ ہیموں بقال جو اصل کا رذیل اور حوصلہ جلیل رکھتا تھا برسر بغاوت آیا اور فوج کثیر جمع کر کے دو لڑائیوں میں کامیاب ہوا۔ یہاں تک کہ اکبر کو ستلج کے پار تک ہٹا کر لے آیا۔ جس طرح کہ اس نے ابتداء میں اپنی ترقی جاہ و حشمت کے واسطے سعی کی تھی اگر اسی طرح اپنے ارادہ میں قائم رہتا تو شبہ نہ تھا کہ خاندان تیموریہ مغلیہ کا نام و نشان ہندوستان میں نہ رہتا' مگر چونکہ تھوڑے پانی کا بلبلہ تھا اس لئے جلد اتر آیا اور دہلی (ص ۷۴۵) میں قیام کر کے شان و شوکت کی نمود میں مصروف ہوا۔

اس عرصہ میں اکبر نے لاہور میں کچھ جمعیت بہم پہنچا کر دہلی پر پھر یورش کی۔ پانی پت میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ ہیمون نامیمون کی فوج پر شکست پڑی اور وہ گرفتار ہو کر بادشاہ کے روبرو لایا گیا۔ اس وقت بہرام خان مشیر سلطنت نے عرض کی: کہ جہاں پناہ! اس کافر کو آپ اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔ اگرچہ دل بادشاہ کا نہ چاہتا تھا کہ اس کے خون سے

Marfat.com

ہاتھ آلودہ ہو' لیکن بہرام خان کی خاطر سے شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیکر اس کے سر سے چھو دی اور بہرام خان نے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ سر اس کا تن سے جدا ہوگیا۔

اس وقت تک تو بہرام خان بادشاہ کی خیر خواہی میں رہا' لیکن آئندہ اپنی خدمات پر مغرور ہوکر منت اور احسان رکھنے اور نخوت کرنے لگا۔ اکبر نے بھی اپنی قوت کو جانچ کر اس سے بے اعتنائی کی' کہ بہرام خان کھلے بندوں باغی ہوگیا۔ اس پر ہنگامہ آرائی ہوئی۔ پھر وہ شکست کھا کر اس نوبت کو پہنچا کہ بسماجت تمام ملتجی عفو ہوا۔ اکبر کے دل پر میل تو بیٹھا ہی نہ تھا' اس نے اس کے قصوروں کو معاف کر کے اور بادشاہی جل اس کے لینے کے واسطے بھیجا۔

بہرام خان دستار بگردن نہایت انفعال اور شرمندگی سے سر نیچے ڈالے ہوئے حاضر ہوکر پایہ تخت کے آگے سرنگوں ہوکر کھڑا ہوا۔

اکبر نے خیر خواہ قدیمی سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے اس کے سر کو اٹھا لیا اور اگلے مرتبہ پر سب امیروں سے اوپر بھلا کر خلعت بیش بہا عنایت فرما کر ارشاد کیا: کہ اگر تم کو کار سپہ گری خوش ہو تو حکومت کالپی اور چندیری کی موجود ہے۔ اور جو حضور میں رہنا پسند خاطر ہو تو تو بھی عنایت شاہی بدستور اپنے حال پر مصروف سمجھے۔ اور اگر طبیعت عبادت حق کی طرف راغب ہو تو بیت اللہ کو جائیے۔ فوج شاہی آپ کی عزت و منزلت کے موافق آپ کے ساتھ ہوگی۔ آخر اکبر نے باعزت و تمکین اس کو روانہ کیا۔ لیکن وہ راہ میں کسی شخص کے ہاتھ سے جس کے باپ کو اس نے لڑائی میں مارا تھا مقتول ہوا۔

اکبر نے بڑے عدل اور داد کے ساتھ بادشاہی کی اور باوجود مہموں متواتر کے بہت سا وقت انتظام ملک اور بندوبست امور مالی میں صرف کیا سارا ابواب جنگی ملکی مالیت اور محصولوں کے واسطے ضابطے معین فرمائے اور بہت سے مفید قانون جاری کئے۔ باوجود اس قدر مصروفیت امور کے کبھی اس کے دل پر اضطراب محسوس نہ ہوتا تھا۔ باوجود اس کے مرضی الہی سے کبھی قدم باہر نہ رکھتا تھا۔ علما و فضلا کی صحبت سے مستفید ہوتا اور ہر ایک کام بمشورہ دانشمندان دربار کرتا۔ خود بینی و خود رائی کبھی اس سے ظہور میں نہ آتی اور مزاج اس کا کبھی مغلوب الغضب نہ ہوتا۔ کسی ملت اور مذہب کو تحقیر و تضحیک کا کلمہ اس کے منہ سے نہ نکلتا اور صبح و شام اور نصف النہار کے وقت اور نیز بوقت شب تمام امورات دنیوی سے فارغ ہوکر مصروف باعبادت معبود حقیقی ہوتا۔ گنہگاروں کی تقصیروں کو (ص ۴۷۶) معاف کرتا۔ رعایا کی رفاہ اور آسودگی پر نظر رکھتا اور خواہش نفسانی کی طرف

Marfat.com

راغب نہ ہوتا۔ اور رات دن میں ایک دفعہ تناول طعام اور خواب بہت کم کرتا تھا۔ اس کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ ہر وقت مجلس میں فاصل تاریخ دان حاضر رہتے اور حالات پیشینہ بیان کرتے۔ اس بادشاہ نے لڑائیاں بھی بہت کیں۔ یعنی کبھی کوئی صوبہ دار برسر مقابلہ آیا اور کبھی کسی ہندو راجہ سے جنگ ہوئی' کبھی محمدی بادشاہوں سے جن کی مملکت کی جدیں اس کی سلطنت سے متصل تھیں میدان پڑے۔ مختصر یہ ہے کہ مالوہ دو دفعہ اس کے قبضہ سے نکل گیا۔ اور دونوں دفعہ مفتوح ہوا۔ اسی طرح صوبہ گجرات بھی بڑی لڑائی سے ہاتھ آیا۔ کابل میں اس کے بھائی نے سرکشی کی۔ آخر مغلوب ہوکر عفو جرائم سے جان بر ہوا۔ صوبہ بنگالہ میں کئی دفعہ سرکشی ہوئی اور خطہ بے نظیر کشمیر بھی اس وقت تک کسی بادشاہ ہند سے مفتوح نہ ہوا تھا۔ دکن میں نورالدین جہانگیر کو بھیجا۔ جہاں جاتا تھا فتح و نصرت پیشوا ہوتے تھے۔ خاندیس اور احمد آباد میں بھی علم نصرت قائم کیا۔ مہم احمد آباد اس کی آخری مہم تھی۔ جب برار کا صوبہ صلح سے ہاتھ آیا وہاں سے مراجعت کر کے اکبر آباد یعنی آگرہ میں آیا اور وہاں راہی عالم باقی ہوا۔ چنانچہ اسی جگہ قبر اس کی درمیان سکندرہ کے بنی۔

قطعہ تاریخ:

فوت شد اکبر از قضای الہ — گشت تاریخ فوت اکبر شاہ

۱۰۱۵ھ

اس بادشاہ کے مذہب میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شماس تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہنود کے مذہب سے اس کو بڑا اعتقاد تھا اور اصل حال یہ ہے کہ وہ کسی اور مذہب کا معتقد نہ تھا۔ مگرہاں اس کو ہر ایک مذہب کی کتاب کے سننے اور اعتقادی باتیں ہر ایک مذہب کی دریافت کرنے کا شوق بدرجہ کمال تھا۔ چنانچہ اسی واسطے اس نے پر مگلیز کے بادشاہ کو' جو عیسائی مذہب رکھتا تھا' نامہ لکھ کر تین بار پادری لوگ تحقیق مذہب عیسوی کے واسطے بلوائے اور ان سے انجیل سنی۔ بلکہ مباحثہ ان کا علمائے محمدی سے بھی کرایا۔

سبحان اللہ! صلح کل عجیب دولت لازوال ہے' خصوصاً" حکام عالی مقام کو۔ ازانجا کہ اکبر کی مزاج میں بوئے تعصب نہ تھی اس باعث سے سلطنت اس کی بااین ہمہ نیک نامی مدت مدید تک قائم رہی۔ ماسوا اس کے ہندو مسلمان وغیرہ تاحال اس کے مداح اور رطب اللسان ہیں۔

شہنشاہ اکبر کی وفات کے بعد اس کا اکلوتا بیٹا شہزادہ سلیم ۱۴۹۹ء مطابق ۱۰۱۵ھ کے تخت نشین تخت ہندوستان ہوا اور قلعہ اکبر آباد میں جلوس فرما کر جہانگیر اپنا لقب مقرر کیا۔

Marfat.com

اگرچہ لوگوں نے خسرو ابن جہانگیر سے سازش کر کے چاہا کہ اس کو تخت پر بٹھلا دیں، مگر ان کی پیش رفت نہ گئی اور (ص ۲۴۷) بسبب مہرپدری کے بادشاہ نے جرم اس کا معاف کیا۔

خسرو نے پھر بغاوت کی۔ تب بادشاہ نے اس کی فوج کو شکست دی۔ وہ گرفتار ہو کر روبرو آیا اور اپنی خطا کا اقرار کیا، مگر اپنے ساتھی کسی کا نام زبان پر نہ لایا۔ اس کو مدت العمر کی قید کا حکم دیا اور اس کے حمائیوں کو بہت بہت تکلیف دے کر اس کے سامنے جان سے قتل کیا گیا۔ دس برس کے بعد یہ شہزادہ قید سے رہا ہوا اور اس کو اس کے حقیقی بھائی شاہجہان نے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا۔

اور تاریخ جہانگیری میں اس کا عاشق ہونا ایک امیر کبیر کی منکوحہ پر اور پھر اس کو بعد قتل کرنے اس کے شوہر کے اپنی منکوحہ بنانا سب سے بڑا ماجرا اور گناہ تصور کیا گیا ہے۔ حال اس کا یہ ہے کہ ایک شخص مسمی خواجہ غیاث کسی عالی خاندان کا بگڑا ہوا قوم تاتار سے محتاج نان شبینہ مع اپنی بیوی کے ہندوستان کی طرف آیا۔ ان ایام میں ان کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ چونکہ خواجہ غیاث اس کا باپ اور ماں حالت افلاس میں مبتلا تھے۔ یہ سوچ کر کہ اس لڑکی کی پرورش کون کرے گا اور کہاں کہاں اس کو لئے لئے پھریں گے لڑکی کو اسی جنگل میں چھوڑ کر آگے چلے آئے۔

مگر پیٹ کی آنچ بری ہوتی ہے۔ ماں اس کی دو قدم آگے چل کر پھر پیچھے دیکھتی رہتی تھی۔ آخر کو آگے نہ چل سکی اور کھڑی ہو کر زار زار رونے لگی۔ یہ حالت اپنی بیوی کی دیکھ کر خواجہ غیاث کا دل بھی امنڈ آیا۔ اس باعث سے لاچار لڑکی لینے کے واسطے پیچھے مڑا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کالا سانپ اس لڑکی کو لپٹا ہوا ہے۔ اس نے دیکھ کر واویلا کیا۔ جس کے باعث سانپ الگ ہو کر درخت پر چلا گیا۔ غیاث نے شکریہ ادا کیا اور لڑکی کو اٹھا کر اپنی بیوی کے پاس لے آیا۔

تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک قافلہ مسافروں کا ملا۔ ان کے ساتھ وہ لاہور تک پہنچے۔ غیاث مرد زیرک اور ہنر مند تھا۔ جلد نوکر ہو کر رفتہ رفتہ اکبر بادشاہ کی عدالت میں میر منشی ہوگیا۔ اس نے اپنی بیٹی نور جہاں کی تعلیم میں بہت کوشش کی۔ شہزادہ سلیم نورجہاں کا شہرہ حسن اور سلیقہ سن کر عاشق زار ہوگیا۔ مگر چونکہ شہزادہ کے عاشق ہونے سے اول نسبت اس کی شیر افگن خان ترکمان سے ہوچکی تھی، اس واسطے اکبر بادشاہ نے از روئے انصاف نسبت کا چھوڑانا مناسب نہ سمجھا۔ حتیٰ کہ نور جہان کی شادی شیر افگن خان سے ہوگئی۔

Marfat.com

شہزادہ سلیم منہ دیکھتا رہ گیا۔

جب شہزادہ سلیم تخت ہند پر بیٹھا تو اپنے مقصد کے حاصل کرنے کی فکر میں سعی موفورہ کرنے لگا۔ چنانچہ کئی دفعہ شیر افگن خان کے مار ڈالنے کی تجویز کی اور ایک دفعہ اس کو بمقابلہ شیر اور دوسری دفعہ مست ہاتھی کے روبرو کیا۔ مگر اس نے جو اسم بامسمی تھا شیر کو مار کر ہاتھی کو بھی قتل کیا۔

آخر کار جہانگیر نے ایک امیر کبیر مسمی قطب الدین کو صوبہ دار بنگالہ اس شرط پر کیا کہ وہ شیر افگن خان کو کسی طرح قتل کرے۔ ناچار اس نے چالیس قاتل شیر افگن خان کے واسطے مامور کیے جو (ص ۷۴۸) اس نے مار کر بھگا دیے۔ آخر کار وہ صوبہ دار خود فوج لے کر اس پر چڑھا تو بھی شیر افگن خان نے داد شجاعت دی۔ یعنی اس کو ایسی حالت میں کہ قلب لشکر میں ہاتھی پر سوار تھا تن تنہا جاکر اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ بل بے تیری بہادری و جوان مردی بعدہ چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی مگر کچھ بس نہ چلا۔

نور جہان گو بعد مرنے اپنے خاوند کے بڑے شوق سے بادشاہی محل میں داخل ہوئی' مگر بادشاہ کو اس کے خاوند کے مروا ڈالنے سے ایسی ندامت ہوئی تھی کہ چار برس تک اس کے روبرو نہ ہوا۔ بعد اس کے ایک روز آراستہ و پیراستہ دیکھا تو بے خود ہوگیا۔ دلوں کی مرادیں بر آئیں۔ بقول استاد:

سودا کے لئے برسر بازار گئے ہم
ہاتھ اس کے بکے جس کے خریدار گئے ہم

حضرت عشق نے اپنی چال دکھائی' بساط عقل پر بیٹھے بٹھائے کو شہ مات آئی۔ خواجہ غیاث پدر نورجہاں وزیر اعظم ہوا اور اس کے دونوں بھائیوں کو بڑے بڑے عہدوں سے سرفراز فرمایا۔ امورات سلطنت میں اختیار کلی ان کا ہوگیا۔ جب تک غیاث جیتا رہا۔ اس کی لیکذائی سے خلق خدا خوش اور انتظام سلطنت بخوبی چلتا رہا۔ جب وہ فوت ہوگیا تو بہت ایسے ایسے فتور برپا ہوگئے کہ جن کا تدارک دشواری سے ہو۔ چنانچہ شہزادہ خرم عرف شاہجہان نے از روئے بغاوت اپنے بھائی خسرو کو قتل کر کے صوبہ دار دکن سے مل کر باپ پر لشکر کشی کی۔ مگر شکست کھائی اور گرفتاری سے بچ کر کئی برس تک آوارہ و پریشان پھرا کیا۔

نور جہان بیگم بعد مرنے اپنے باپ کے سلطنت میں غدر مچانے لگی۔ اکثر فرمانہائے شاہی اس کے حکم و دستخط سے جاری ہوتے اور دربار میں اجلاس شاہانہ بھی وہ خود کیا کرتی

Marfat.com

تھی۔ بادشاہ مثل دیوانوں کے اس کی صورت پر محو ہو کر منہ دیکھا کرتا تھا۔ طغرا اس کے فرمانوں کا حکمت علیہ عالیہ مہد علیا نور جہان بادشاہ بیگم اور سجع مہر یہ شعر:

نور جہان گشت بحکم الہ
ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ

تھا اگرچہ خطبہ نور جہاں کے نام سے نہیں پڑھا گیا مگر اس کے نام کا سکہ اس شعر سے مضروب ہوا:

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہان بادشاہ بیگم زر

اور جہانگیر اپنے نام کا سکہ ہر ایک شہر میں علیحدہ علیحدہ مضروب کرواتا۔ چنانچہ ۱۰۱۴ھ میں بمقام اکبر آباد یہ سکہ رائج ہوا:

روی زر را ساخت نورانی برنگ مہر و ماہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

اور آگرہ میں یہ سکہ جاری کیا:

سکہ زد در آگرہ شاہی بزور مہر و ماہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

ایضاً:

سکہ زد در شہر آگرہ خسرو گیتی پناہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

اور شہر لاہور میں درمیان ۱۰۱۸ھ کے یہ سکہ مضروب فرمایا:

بدھر باد روان تا فلک بود در دور
بنام شاہ جہانگیر سکہ لاہور

اور احمد آباد میں سن ہجری یہ مطبوع ہوا:

سکہ زد در احمد آباد از عنایات الہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

اور شہر برھانپور میں:

سکہ زد در شہر برھانپور شاہ دیں پناہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

Marfat.com

(ص ۲۷۹) ایک روپیہ پر جو برھانپوری تھا اس طور سے لکھا ہوا نظر راقم سے گذرا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ضرب برھانپور محمد نور الدین بادشاہ غازی

- فقط -

شاہجہان جس وقت باغی ہوکر لڑا تھا۔ اس وقت مہابت خان کی جوانمردی بہت کام آئی تھی۔ بالعوض اس کے اگرچہ حضور جہانگیر سے باںذارج علیا سرفراز ہوا مگر نور جہاں بیگم نے جو کسی کو دیکھ نہ سکتی تھی۔ ایسے خیر خواہ کو بھی جدا کرا دیا۔ جب بعد شکست دینے شاہجہان کے مہابت خان نے دارالخلافت کو مراجعت کی تو نور جہاں نے جو بادشاہ کے حق میں بدی کا فرشتہ تھی مزاج جہانگیر کا اس کی طرف سے برگشتہ کر کے یہ شبہ ڈال دیا کہ وہ شاہجہان سے سازش کر کے حضور کو تخت سے اتارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

مہابت خان کو جو یہ حال معلوم ہوا تو اپنی جان بچانے کو قلعہ رنتھم کو چلا گیا۔ اس پر بادشاہ کی دربار سے وہ قلعہ مستحکم یعنی رنتھم جس کی حکومت پر مہابت خان متعین تھا نور جہان کے کسی آوردہ کو سونپا گیا۔ اور مہابت خان کے نام حکم پہنچا کہ جلد اپنے تیئں حاضر حضور میں کرے۔ مہابت خان اپنی بے گناہی پر بھروسہ کر کے مع پانچ ہزار راجپوتوں کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ اس وقت بادشاہی لشکر کابل کو چلا جاتا تھا۔ جب وہ جہلم پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ فوج شاہی مع نور جہان بیگم دریا پار چلی گئی ہے اور صرف بادشاہ بے خطرہ مع چند امرا پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس وقت مہابت خان مع چند راجپوتان ہمراہی وغیرہ اور چند سواروں کے بعد بندوبست پل کے بادشاہ کے خیمہ میں گھس گیا۔ اول امرا نے کچھ مقابلہ کیا۔ آخر دشمن کو قوی دست دیکھ کر سب دم بخود ہوگئے۔ مہابت خان نے تھوڑی تلاش کے بعد بادشاہ کو نہانے کے خیمہ میں پایا۔ بادشاہ نے خائف ہوکر پوچھا: کہ مہابت خان تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا: کہ دشمنوں کی شرارت سے جو بندہ کے خون کے پیاسے ہیں حضور کی حمایت میں آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: کہ یہ فوج مسلح تمہارے ساتھ کس واسطے ہے؟ اس نے جواب دیا: کہ جان کی حفاظت اور دشمنوں سے بدلہ لینے کے واسطے۔

آخر مہابت خان نے بادشاہ کو راجپوتوں کے پہرہ میں سپرد کردیا۔ نور جہان بیگم جو پار اتر گئی تھی یہ خبر سن کر نہایت غصہ میں آئی اور بہت گھبرائی۔ بعد مشورہ یہ صلاح ٹھہرائی کہ بادشاہ کی رہائی کے واسطے مہابت خان پر حملہ کیا جائے۔ اگرچہ دریا سے اترنا بباعث مستعد

Marfat.com

راجپوتوں کے مشکل تھا' مگر نور جہان نے فوج کو دلاوری دینے کے واسطے سب سے اول اپنا ہاتھی دریا میں ڈال دیا۔ پھر متواتر حملے ہوئے۔ آخر کار مہابت خان نے فتح پائی اور نور جہان لاہور کی طرف بھاگ گئی۔

بادشاہ نے بعد چندے اس کو خط لکھ کر پھر لشکر میں بلوایا۔ مہابت خان نے نور جہان کے قتل کا ارادہ کیا اور بادشاہ سے بھی جبراً" اس کے قتل نامہ پر دستخط کرا لئے۔ اس پر اس عقلمند بیگم نے یہ تمنا کی کہ اب تو میں ماری جاؤں گی' مجھ کو اپنے مالک سے ایک دفعہ مل لینے دو۔ اس پر مہابت خان نے اس شرط پر اجازت دی کہ میرے روبرو ملاقات ہو۔ القصہ وہ بادشاہ کے خیمہ میں داخل ہوئی اور (ص ۷۵۰) اپنے خاوند کے روبرو خاموش جاکر کھڑی ہوگئی۔ جہانگیر اس کے غم و ملال کو دیکھ کر رو پڑا اور اپنی بیوی کی جان بخشی کرائی۔

بعدازاں مہابت خان بادشاہ کو کابل میں لے جاکر نہایت ادب سے پیش آیا۔ تمام جلوس شاہی قائم رکھا۔ آخر کار بعد عفو کرانے قصور کے مہابت خان نے اپنا اختیار سب چھوڑ دیا اور بادشاہ بدستور سابق ذی اختیار ہوگیا۔ بادشاہ کا مزاج بہت نیک تھا مگر نور جہاں بیگم کو کب آرام تھا۔ وہ درصدد اس کے تھی کہ مہابت خان کو تہ و بالا کرے۔ بعدہ اس کے قتل کی تدبیریں خفیہ خفیہ عمل میں آنے لگیں۔ یہ حال دیکھ کر مہابت خان مفرور ہوگیا۔

نور جہان نے فوراً اس کا مال ضبط کر کے اشتہار دیا۔ کہ جو کوئی مہابت خان کا سر لاوے بھاری انعام پائے۔ اس لئے تمام اضلاع میں اس کی تلاش ہوئی۔ آصف خان وزیر اعظم جو بجائے خود بادشاہی اختیار رکھتا تھا' اپنی بہن نور جہان بیگم کے ظلم اور ان حرکات ناشائستہ سے بجان تنگ ہوا۔ ایک روز شام کے بعد اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ نوکروں نے اطلاع دی کہ ایک غریب آدمی بیچارا گردش کا مارا آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ اس کے دل میں رحم آیا۔ سامنے بلوایا۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی مہابت خان ہے جو مالک تمام ہندوستان کا تھا۔

اس کو خلوت میں لے گیا۔ آپس میں گفتگو ہوئی۔ آصف خان نے اپنی بہن کی بے وقوفی اور بادشاہ کی بے پروائی کا افسوس کیا۔ اس پر آپس میں یہ تجویز ہوئی کہ شاہ جہان کو تخت نشین کیا جائے۔ اگرچہ اس دن سے خط و کتابت اس باب میں شاہ جہان سے شروع ہوئی' مگر چند موانع سے ظہورِ اس امر کا نہ ہوسکا۔ اتفاقاً" اسی اثناء میں بادشاہ کو دمے کی بیماری سے نہایت ضعف ہوا اور وہ بیماری بسبب استقامت ملک کشمیر کے روز بروز زیادہ

Marfat.com

ہونے لگی۔ جب وہاں سے واپس ہو کر لاہور میں آئے تو بتاریخ نہم ماہ نومبر ۱۶۳۱ء مطابق ۱۰۳۶ء ہجری کے خیمہ زن ملک عدم ہو گئے۔

اس کی تاریخ وفات یہ ہے:

شہنشاہ جہان شاہ جہانگیر
که دست عدل او بر آسماں رفت
چو نورالدین محمد بود نامش
ازاں از رفتش نور جہاں رفت
ازین ماتم سرا چو رخت بربست
جہان غمگین شد و او از جہان رفت
جو تاریخ وفاتش جست کشفی
خرد گفتا جہانگیر از جہان رفت

شہر لاہور کے شمال رویہ بلب دریائے راوی موضوع شاہدرہ میں مدفون ہوا۔

اسی بادشاہ کے عہد میں سر ٹامس سفیر جیمس اول شاہ انگلینڈ کا دربار شاہی میں حاضر ہوا اور اس کو سورت میں کوٹھی بنانے کی اجازت ملی تھی۔ یہ بادشاہ نیک مزاج اور رحمدل متلون مزاج تھا۔ سر ٹامس صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ بادشاہ بدمزاج ہوتا تو بہتر ہوتا۔ یہ بادشاہ فقرائے صوفیہ اور مست فقیروں سے بہت خوش اعتقادی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ فقط۔

حال مقبرہ مرقد حضرت مرحوم کا علیحدہ درج کتاب ہذا ہے۔

ذکر سلطنت شاہ جہان بادشاہ غازی (ص ۱۵۷)

جہانگیر ابن اکبر کے دو لڑکے یعنی شاہ جہان اور شہریار اس کی وفات کے بعد باقی رہے۔ اگرچہ بوقت وفات جہانگیر نے یہ وصیت بسبب ورغلانے نور جہان بیگم کے لکھ دی تھی کہ شہریار جو نورجہان کے شکم سے تھا والی تخت و تاج ہو پر مہابت خان اور آصف خان وزیر اعظم نے جو حقیقی بھائی نور جہان بیگم کا تھا۔ شہریار کا حق نہ جان کر شاہ جہان کو وارث تخت و تاج ٹھہرایا۔

جب کہ شاہ جہان تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس سے خراب خراب تدبیریں انتظام سلطنت کی نسبت وقوع میں آئیں۔ یعنی اس نے پہلے اپنے بھائی شہریار کو اور پھر اس کی اولاد کو قتل کیا۔ بعدازاں تیمور کی اولاد سے ذکور کو خواہ بچہ ہو خواہ جوان قتل کرانا شروع کیا

Marfat.com

تاکہ کوئی مزاحم سلطنت نہ ہو۔ باوجود اس احتیاط کے ایک شخص رقیب سلطنت پیدا ہوا۔ یعنی مسی لودھی جو اپنے تئیں افغانی خاندان سے بتلاتا تھا۔

جس وقت کہ شاہ جہان دکن میں برسر بغاوت تھا اس امیر کو بادشاہ جہانگیر نے اس کے مقابلہ کے واسطے روانہ کیا تھا۔ وہ جہانگیر کی وفات کی خبر سن کر شاہ جہان کی تخت نشینی کا مانع ہوا۔ شاہ جہان نے اس کو کہلا بھیجا کہ اگر تو متابعت کرے تو تیرے حق میں بہتر ہے ورنہ قہر سلطانی میں آکر خراب ہوگا۔ اس سے خائف ہوکر وہ راہ راست پر آگیا۔ بادشاہ نے اس کو صوبہ مالوہ عطا فرمایا۔ بعدازاں حسب الحکم شاہ جہان کے دارالخلافت میں آیا مگر دربار شاہی میں اس نے اپنی بے وقری سوچ کر خیال کیا کہ شائد میری گرفتاری کرنے کی تجویز ہے۔ اس پر اس کے بیٹے عظمت خان نے سر دربار تلوار کھینچ لی اور لودھی اپنے مکان کو بھاگ گیا۔ ایک سو آدمی اس کے ہمراہ تھے۔ سب اس مکان میں محصور ہوگئے۔ چونکہ دشمنوں میں گھر گیا تھا اور موت سامنے سے نظر آتی تھی اس واسطے طرح طرح کے خدشے اس کے خیال میں گذرتے تھے۔ اس عرصہ میں اس کے زنان خانہ سے آواز چیخوں کی آئی۔ لودھی فوراً اندر گیا۔ دیکھا تو تمام عورتیں خون میں لوٹ رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ بپاس عفت اور ناموس کے عورتوں نے اپنے آپ کو خود ہلاک کر ڈالا تھا۔ اس حال کے معائنہ سے اس کے مزاج میں دیوانگی سی پیدا ہوئی کہ آخر اپنے دونوں بیٹوں کو ہمراہ لے کر گھوڑوں پر سوار نقارے بجواتا ہوا مکان سے نکلا اور پکار کر کہتا جاتا تھا کہ ظالم بادشاہ کو ان نقاروں سے اطلاع دیتا ہوں کہ میں جاتا ہوں اور دوبارہ آن کر اس کی جان پر مصیبت برپا کروں گا۔

اگرچہ بحکم شاہی تعاقب اس کا فوراً کیا گیا۔ پر وہ بہادر لشکر کو اپنے پاس کب آنے دیتا تھا۔ افسوس کہ دریائے چنبل کہ موسم برسات کے باعث طغیانی پر تھا اس کے سد راہ ہوا۔ مگر تو بھی اس نے یہ بہادری کی کہ فوج کے قریب آتے ہی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ اگرچہ (ص ۹۷۵۲ عظمت خان اس کا پیارا بیٹا اور اس کے ہمراہی بھی مارے گئے مگر وہ پار ہوگیا۔ دکن میں جاکر اس نے جھنڈا سرکشی کا بلند کیا اور علاوہ جمع کرنے اپنے رفیقوں کے بادشاہ سے آزردہ خاطر تھے۔ شاہ جہان اس امر سے گونہ خائف ہوا۔ چونکہ تمام فوج پر اس کو بھروسہ قوی تھا۔ اس لئے علیحدہ علیحدہ فوج بسر کردگی ارادت خان اور اور سرداروں کے مختلف مقاموں پر واسطے تنبیہہ مفسدوں کے روانہ کی۔ مگر یہ فوج لودھی پر ہرگز غالب نہ آئی بلکہ متواتر شکستیں پائیں۔ آخر کار شاہ جہان نے آصف خان وزیر اعظم کو مع تمام

Marfat.com

فوج کے اس طرف مامور کیا۔

آصف خان کا نام سنتے ہی تمام مفسد تتر بتر ہوگئے، پر لودھی قسمت آزمائی کے واسطے لڑتا رہا۔ آخر اس کو بھی شکست ہوئی۔ بادشاہ گولکنڈہ بھی شاہ جہان کا مطیع ہوگیا اور لودھی کو پکڑوا دینے کی شرط ہوگئی۔ اس واسطے لودھی اس کے ملک سے نکل گیا۔ اگرچہ بادشاہ نے راستے بند کرا دیئے تھے مگر وہ شجاع مع اپنی رفیقوں کے مالوہ میں جا پہنچا۔ شاہ جہان نے فوراً عبداللہ کو دس ہزار سوار سے لودھی کے تعاقب کے واسطے مقرر کیا۔ لودھی اس باعث سے کہ اس کو اتفاق حملوں کا اثنائے راہ میں بھی پڑا تھا بہت شکستہ حال ہوگیا۔ جب اس نے دیکھا کہ فوج کثیر قریب آگئی اور اس کا بڑا بیٹا بھی مارا گیا اور صرف چونتیس آدمی ساتھ رہ گئے ہیں تب اس نے دشمن پر حملہ کیا۔ ناگہاں ایک گولی اس کی چھاتی میں ایسی لگی کہ مارا گیا۔ اور ہمراہی بھی اس کے ساتھ کھیت رہے۔ فقط۔

مہابت خان سپہ سالار اور آصف خان وزیر اعظم شاہ جہان کے دربار میں منتظم رہے۔ پھر اس نے ان دونوں کی مشورت پر کاربند ہوکر اچھے اچھے کام کیے۔ چنانچہ راجہ بندھیل کھنڈ کی جان بخشی کر کے اس کو اس کے ملک پر بحال کردیا۔

اگرچہ یہ بادشاہ مذھب اسلام میں متعصب نہ تھا مگر اول میں ہندوؤں کی بیہودہ باتیں دیکھ کر ان سے بہت برھم ہوا اور ان کو سخت سزا و ایذا دی۔ اور جب دیکھا کہ ہندو لوگ اپنے بتوں کی پرستش سے باز نہیں آتے تو لاچار ہوکر ہندو مسلمانوں کو یکساں سمجھنے لگا۔ اس وقت میں ہند کی سلطنت بہت وسیع ہوگئی تھی۔ قندھار اور بلخ پر بھی اس نے چڑھائی کی مگر بسبب استحکام شاہ عباس شاہ ایران کے کامیاب نہ ہوسکا۔ ملک دکن کے راجہ اور نواب بھی بسبب سابق سلطنت کے اس کے زیادہ مطیع تھے۔

ہندوستان میں شاہ جہان بادشاہ نے بڑی بڑی رونق کے مکانات بنوائے۔ چنانچہ دہلی کو کر شاہجہان آباد خطاب دے کر اپنا مسکن اس جگہ مقرر کیا۔ شہر پناہ بنوائی۔ نہر جاری کی۔ اور قلعہ سنگ سرخ کا ایسا تحفہ بنوایا کہ تمام روئے زمین پر ایسا قلعہ نہ تھا۔ چنانچہ پادری ہی بر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسا تحفہ قلعہ کہیں نہیں دیکھا اور جامع مسجد جو شاہجہان آباد میں شاہ جہان نے بنوائی نہایت (ص ۷۵۳) عالی شان ہے۔ اس کے برابر تمام ہندوستان میں کہیں کوئی ایسی مسجد نہیں۔

روضہ تاج محل جو آگرہ میں اس بادشاہ نے اپنی پیاری بیوی کے واسطے بنوایا تمام عمارات روئے زمین سے عمدہ ہے۔ یہ روضہ سنگ مرمر کا ایک سو نوے گز مربع ہے۔ بڑے

Marfat.com

قیمتی پتھر اس میں لگے ہوئے ہیں۔ قطر گنبد کا ۲۳ گز۔ گرد اس کے بڑا دلچسپ باغ۔ اس روضہ کی تعمیر میں پچھتر لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔

اور لاہور میں شالا مار باغ نہایت دلچسپ ایسا اس کی یادگار ہے کہ چشم روزگار نے کوئی ایسا باغ کم دیکھا ہوگا۔ حال مفصل اس کا مع حال مقبرہ جہانگیر علیحدہ درج کتاب ہذا ہے۔

بیس برس تک شاہ جہان کی سلطنت امن سے رہی۔ جب آصف خان اور مہابت خان جو رکن اعظم اس سلطنت کے تھے مر گئے تو بادشاہ کو امورات سلطنت میں زیادہ تر مصروف ہونا پڑا۔ اس نے تمام خلق کے اپنے خلق سے راضی کیا۔ اس بادشاہ کے چار بیٹے بڑے خوش نصیب اور قابل حکمرانی تھے۔ اول ان لڑکوں اور باپ میں بدرجہ کمال پیار تھا اور بادشاہ نے ان کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا ہوا تھا۔ مگر جب وہ جوان ہوئے تو ان میں سے بڑی دشمنی ظاہر ہوئی' کیونکہ ہر ایک ان سے دعویدار تخت و تاج تھا۔

دارا شکوہ بڑا بیٹا بادشاہ کا بہت عزیز ہمیشہ بادشاہ کے پاس رہتا تھا۔ اس کے واسطے ولی عہدی کی تجویز تھی۔ یہ لڑکا اگرچہ نیک اور علم دوست اور فقر کا طالب اور عیش و عشرت سے متنفر تھا لیکن جلدی اس کی طبیعت میں بہت تھی' یعنی عاقبت اندیش نہ تھا۔

دوسرا بیٹا شجاع عباس رحم دل دلاور جو ملک بنگالہ پر حکومت کرتا تھا۔ تیسرے مرزا جلیل القدر گجرات پر حکمران تھا۔

چوتھا اورنگزیب عالم گیر۔ یہ سب بھائیوں اور باپ سے ایک الگ خصلت رکھتا تھا۔ یعنی نہایت برھم مزاج کم گو' عالم فاضل' متدین' محدث و فقیہ' عیش و عشرت سے متنفر و پابند شرع۔ چونکہ اس نے مدت تک دکن کی فوج کی سپہ سالاری کی تھی اس واسطے فن سپہ گری میں اپنے بھائیوں سے زیادہ تجربہ کار اور قواعد دان ہوگیا تھا۔

شاہ جہان ایسا بیمار ہوگیا کہ بے حس و حرکت کئی روز تک پڑا رہا اور دارا شکوہ بجرد لاحق ہونے اس بیماری کے حسب الحکم اپنے باپ کے کار سلطنت بادشاہ بن کر انجام کرنے لگا اور بھائیوں سے اس طرح پیش آیا جس سے رشک اور خیال برتری کا صاف پایا جاتا تھا۔ یعنی اس نے صاف حکم دے دیا کہ کسی طرح کا خط کوئی ان کے پاس روانہ نہ کرے اور ان امراء کو جو ان کے رفیق و خیر خواہ تھے جلا وطن کردیا۔ ان حرکتوں سے اس کے بھائیوں کے دلوں میں آتش کینہ بھڑک اٹھی اور بیماری کی خبر بادشاہ کی ان کو برابر پہنچتی تھی۔ بلکہ ان کو شک مرجانے کا بھی ہوگیا تھا۔

Marfat.com

آخر کار مرزا شجاع نے بنگالہ سے حرکت کی اور دارالخلافت کو چلا۔ اور مرزا مراد نے گجرات سے تمام کیفیت اورنگ زیب کو لکھ کر لکھا کہ ہم تم دونوں جمع ہوکر دارا شکوہ پر چڑھائی کریں۔ اس رائے کو اورنگزیب نے (ص ۷۵۴) بھی پسند کیا۔ اس عرصہ میں بادشاہ نے صحت کلی پائی۔ دارا شکوہ نے نہایت فرمانبرداری سے امورات سلطنت سے دست بردار ہوکر پھر اختیار سلطنت اپنے باپ کے سپرد کیا اور مرزا شجاع کو لکھا: کہ چونکہ تم نے فوج کشی بخیال مرنے شہنشاہ والا جاہ کے کی تھی اب لازم ہے کہ ایسی باتوں سے دست بردار ہو۔

چونکہ اس کی نظروں میں بلند نظری سما گئی تھی اس خبر کو اس نے نامعتبر خیال کیا اور بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے نامے لکھے ان کو بھی اس نے جعلی قرار دیا۔ اس واسطے مرزا سلیمان ابن دارا شکوہ نے گنگا کے کنارے پر جاکر اس کو شکست دی۔ وہ بھاگ کر منگیر کے قلعہ میں متحصن ہوا۔ سلیمان کی فوج نے اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ سوائے اس کے ایک اور مہم جنوب کی طرف یہ ہوئی کہ اورنگزیب نے فوج جمع کر کے حسب الطلب مرزا مراد کے بہت جلد کوچ کیا اور شاہزادہ مراد کو ایسے کلمات لکھے جن سے اس کو یقین ہوا کہ اورنگزیب میرا مطیع رہے گا اور بادشاہ وہ ہوگا۔ مرزا مراد فریب میں آگیا۔ اور دونوں بادشاہزادوں نے فوج لیکر کوچ کیا۔ اور نربدا ندی کے کنارے پر آپس میں ملے۔ بعد عبور دریا جسونت سنگھ راجپوت کو جو بادشاہ کی طرف سے ایک فوج کثیر سواراں کی لیکر وہاں گیا ہوا تھا شکست فاش دی۔

شاہ جہان یہ واردات سن کر بہت حیران ہوا۔ آخر سلیمان ابن دارا شکوہ کو حکم ہوا کہ مرزا شجاع سے صلح کر کے اس دشمن خوفناک پر چڑھائی کردے اور دارا شکوہ ایک لاکھ سوار لے کر دریائے چنبل کے کنارہ پر جہاں سے آگرہ کو باآسانی مراجعت ہوسکتی ہے مورچہ بندی کر کے پڑا رہا۔ اورنگزیب اور مراد جب قریب آئے تو شاہی فوج دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ مرزا مراد نے یہ صلاح دی کہ مورچہ توڑ دو۔ اورنگزیب نے عاقبت اندیشی سے یہ بات بعید جانی۔ اس نے معلوم کیا کہ ایک راہ پہاڑوں میں سے سیدھی آگرہ کو جاتی ہے اس لئے اپنے لشکر کی وضع اسی جگہ بنی رکھ کر فوراً آگرہ کو روانہ ہوا۔ مرزا شجاع کو اب سوائے چھوڑنے دارالخلافت کے یا لڑنے کے چارہ نہ رہا۔ پھر اس کی گرم مزاجی نے اس کو آمادہ جنگ رکھا۔ لڑائی ہوئی۔ دونوں طرف کی فوج بھاگ نکلنے کے بعد اورنگزیب کے پاس صرف ایک سو سوار رہ گئے۔ اور دارا کے پاس ایک ہزار سوار۔ اورنگزیب بالکل مایوس

Marfat.com

ہو گیا۔ اتفاقاً" ایسے وقت نازک میں بہ سبب صلاح ایک نمک حرام امیر کے دارا شکوہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ ہاتھی خالی دیکھ کر فوج میں تہلکہ پڑ گیا۔ ساری فوج تتر بتر ہو گئی۔ اس باعث سے دارا شکوہ کو شکست فاش ہو گئی۔ اس طرح پر کہ ان دونوں شاہزادوں کی فوج کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ پر مرزا مراد اور دوسرے پر اورنگزیب سردار تھا۔ جس بازو پر مراد سپہ سالار تھا اس پر دارا نے بڑے تیزی اور زور سے حملہ کیا۔ یہاں تک کہ صف سپاہ ٹوٹ گئی اور مرزا مراد زخمی ہوا۔

اورنگزیب نے یہ چالاکی کی کہ اسی غصہ میں بڑی سینہ زوری سے مقابلہ کر کے (ص ۷۵۵) اس فوج کو جو اس پر تھی بھگا دیا۔ اور اسی وقت دوسرے بازو کی فوج کی مدد آ گئی۔ اس صورت میں انہوں نے فتح پائی۔

بعدہ دونوں شہزادوں کی فوج مل کر آگرہ کو آئی۔ چونکہ مراد زخمی ہو گیا تھا۔ اورنگزیب کی خوش طالعی سے تمام فوج کا اختیار اس کو حاصل ہو گیا۔ پہلے اس نے سلیمان شکوہ کے پاس ایلچی بھیج کر اس کو اپنے سے ملا لیا۔ بعدازاں اپنے باپ شاہ جہان کے قابو میں لانے کی فکر میں ہوا۔ مگر یہ امر اس کو بہت نازک و دشوار معلوم ہوتا تھا کیونکہ قلعہ بہت مضبوط اور نیز امید تھی کہ بادشاہ کی قید کی خبر سننے سے بہت لوگ بپھر جائیں گے اور فساد عظیم قائم ہو گا۔ اور شاہ جہان بھی ایسا نہ تھا کہ جو اس کے قابو میں آ جاتا۔

غرض کہ باپ کے قید کرنے کی تجویز ٹھان کر ایک ایلچی شاہ جہان کی خدمت میں روانہ کیا اس نے بادشاہ کی خاطر جمع کی۔ بادشاہ نے فرمایا: کہ اگر اورنگزیب کے دل میں فریب نہیں ہے اور سعادت مند لڑکا ہے تو حاضر کیوں نہیں ہوتا۔

اورنگزیب نے یہ سن کر اپنے بیٹے محمد کو بھیج دیا۔ اس نے جا کر دیکھا کہ قلعہ میں سوار و پیادہ کمیں گاہ میں اورنگزیب کی گرفتار کے واسطے کھڑے ہیں۔ اس واسطے محمد نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ سپاہ کی موجودگی سے قلعہ میں شک پڑتا ہے۔ اگر سپاہ نہ رہے تو والد میرا حاضر ہو۔

بادشاہ نے سپاہ کو حکم دیا کہ قلعہ سے چلی جائے۔ جب سپاہ نکل گئی تو فی الفور مرزا محمد نے قلعہ کا بندوبست بطور خود بخوبی کر لیا۔ بادشاہ بہت عجز و انکسار کرتا رہا مگر کچھ بندوبست نہ ہو سکا۔ آخر کار بادشاہ قید ہو گئے۔

اورنگزیب کو ہر طرف سے تسلی ہو گئی اور صرف مرزا مراد سے فیصلہ کرنا باقی رہ گیا۔ سو اس کی یہ صورت ہوئی کہ اسی روز اس کو کہلا بھیجا کہ آج کی شب کو آپ کی ضیافت

Marfat.com

ہے۔ مرزا مراد خوشی سے آیا۔ اورنگزیب نے خوب ناچ اور راگ رنگ کرائے۔ اور بڑی دھوم سے ضیافت کی۔ مرزا مراد جب نہایت بدمست ہوا تو کثرت سرور سے رات اسی جگہ رہا۔ نظربازوں نے حسب الحکم اورنگزیب کے اس کو باندھ لیا۔ اورنگزیب زیب نے حکم دیا کہ اگر وہ میری تابعداری سے راضی نہ ہو تو فوراً مار ڈالو۔

غرض کہ وہ کھٹکا بھی اس کے دل سے دور ہوگیا۔ اب کیا ہوسکتا تھا۔ بر مراد دلی تخت نشین ہوگیا۔ اگرچہ اس نے تمام عمر اپنے باپ کو قید میں رکھا پر اس کی عزت و توقیر کرتا رہا۔

۷۔ ذکر سلطنت اورنگزیب بادشاہ

۱۶۵۸ء میں اورنگزیب نے جس کا لقب عالمگیر تھا تخت ہندوستان پر جلوس فرما ہوکر یہ خیال کیا کہ جب تک دارا شکوہ اور مرزا شجاع کا نام صفحہ ہستی سے نہ اٹھے گا تب تک میری سلطنت (ص ۷۵۶) مستقل نہ ہوگی کیونکہ دارا شکوہ کو خود شاہجہان نے تخت پر بٹھایا تھا اور خلق خدا اس کے اوصاف حمیدہ سے خوش تھی۔ اس اثناء میں دارا شکوہ نے لاہور کو مراجعت کی۔ اگرچہ یہاں پہنچ کر اس نے دشمن کی جمعیت سے زیادہ فوج جمع کی مگر بدیں سبب کہ دارا شکوہ کی فوج نئی تھی اور اورنگزیب کی آزمودہ کار' مقابلہ کرنا مناسب نہ جان کر دریائے سندھ کے پار چلا گیا۔ اور اس سفر میں اس نے بہت تکلیف اٹھائی اور اس کی فوج کے آدمی رفتہ رفتہ کم ہونے لگے یہاں تک کہ بہت تھوڑے آدمی نمک حلال اس کے ہمراہ رہ گئے۔ پھر اورنگزیب کو خبر پہنچی کہ مرزا شجاع اس کا دوسرا بھائی بنگالہ سے فوج لے کر اس کے مقابلہ کو چلا ہے۔ اس واسطے اورنگزیب دارا شکوہ کا تعاقب چھوڑ کر بنگالہ کی طرف چلا۔ الہ آباد میں اس کو دیکھا کہ بڑی بھاری فوج لئے پڑا ہے۔ جسونت سنگھ راجپوت جو اورنگزیب زیب کے ہمراہ اثنائے راہ سے ہولیا تھا اس سے جدا ہوکر اس کے عقب میں حملہ آور ہوا۔ اب اورنگزیب کو بڑی دقت یہ واقع ہوئی کہ سامنے دشمن سے مقابلہ تھا اور عقب میں اور ایک دشمن ناگہانی پیدا ہوگیا۔ مگر اس جنگ میں اورنگزیب کے ایک سردار نے بڑھ کر مرزا شجاع کے ہاتھ کو زخمی کیا اور جانب مخالف سے ایک امیر نے اپنا ہاتھی آگے بڑھا کر اورنگزیب کے ہاتھی کے پاس لاکر ایسی ٹکر لگوائی کہ بادشاہ کا ہاتھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ بادشاہ بدحواس ہوکر چاہتا تھا کہ ہاتھی سے اترے کہ اتنے میں ایک سردار مسمی میر جملہ نے جو وزارت پر مامور تھا پکار کر کہا کہ ہاتھی سے نہ اترنا کیونکہ اس وقت ہاتھی سے اترنا گویا تخت سے اترنا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کو کچھ تسلی ہوئی۔ ہاتھی کے پاؤں میں زنجیر

Marfat.com

ڈلوا دیئے مرزا شجاع سے یہ غلطی وقوع میں آئی کہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ فوج نے ہودہ خالی پاکر ہمت ہار دی اور بھاگنا شروع کیا۔ میدان اورنگزیب کے ہاتھ آیا۔ شجاع بنگالہ کو بھاگ گیا اور قلعہ منگیر میں جاکر متحصن ہوا

اسی اثناء میں خبر آئی کہ دارا شکوہ نے دوبارہ دریائے سندھ عبور کیا ہے اور بعد قطع کرنے ریگستان اور محنت کشی گری کے گجرات میں داخل ہوگیا ہے اور صوبہ دار گجرات کو جس کی بیٹی مراد سے منسوب تھی اپنا رفیق و ہمدم بنا کر اور فوج کثیر ہمراہ لے کر راجپوتانہ کو روانہ ہوا اور قریب اجمیر کے جو دارالخلافت اس کا تھا ایک مقام مستحکم حاصل کیا۔

اورنگزیب مرزا شجاع کا تعاقب چھوڑ کر جلد وہاں پہنچا۔ اس کا لشکر ایک زمین بلند پر پڑا ہوا دیکھ کر ڈر گیا اور فوراً تیاری لڑائی کی اور دارا کو سخت سست لکھنا شروع کیا تاکہ میدان میں آکر لڑائی شروع کرے۔ اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ تب ایک فریب اورنگزیب نے یہ نکالا کہ دو سرداران (ص ۷۵۷) کی طرف سے اس مضمون کا خط لکھوایا کہ ہم سے بڑا قصور ہوا جو آپ کی رفاقت سے جدا ہوئے۔ اگر دروازہ قلعہ کا فلاں وقت پر آپ کھلا رکھیں تو ہم مع اپنے رفیقوں کے حضور میں حاضر ہوکر حکم بجا لائیں۔

ہرچند رفقائے مسن اور عقلمند لوگوں نے صلاح دی کہ اس میں فریب پایا جاتا ہے، مگر اس نے اپنی نادانی سے نہ سمجھا اور بوقت معین دروازہ کھول دیا۔ سردار مذکور داخل ہوئے اور ان کے پیچھے تمام فوج شاہی اندر گھس گئی۔ اس وقت اس کو ظاہر ہوا کہ یہ فریب تھا۔ مگر پھر بھی بہت مردانگی اور شجاعت سے لڑا۔ آخر کار کامیاب نہ ہوا اور تھوڑے آدمیوں کے ہمراہ گجرات کی طرف بدیں خیال کہ وہاں اس کو پناہ ملے گی باقی ماندہ سپاہ تھی اس کا تمام اسباب لوٹ لیا۔ اب دارا شکوہ بے سروسامان ریگستان کی جانب بھاگ گیا اور ہمایوں بادشاہ کی طرح بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ آخر کار چند کس ہمراہی لیکر ٹھٹھہ میں جا پہنچا۔ یہاں سے آگے چاہتا تو ایران کی طرف جہاں اسکی بہت خاطر داری اور تواضع ہوتی چلا جاتا، مگر اس وقت اس کی پیاری بیوی نادرہ بانو جاں بلب ہو رہی تھی۔ اس نے اس کی مفارقت حالت نزع میں گوارا نہ کی۔ قریب اس مقام کے خان شیخو کا مقام ریاست تھا۔ دارا شکوہ نے چاہا کہ وہ میرے ساتھ مہمان نوازی کا طرق برتے، مگر وہ بڑا ظالم اور خون ریز تھا۔ باوجودیکہ اس کے قتل کے لئے شاہ جہان بادشاہ نے دو دفعہ حکم دیا تھا پر داراشکوہ کی شفاعت سے دونوں دفعہ جان اس کی بچی تھی۔ اس توقع پر دارا کو خیال تھا کہ وہ مجھ سے کچھ حسین سلوک کرے گا مگر بجائے اس کے اس محسن کش نے دارا کا تعاقب کیا۔ جب کہ دارا اپنی

Marfat.com

بیوی سے رخصت ہوکر چاہتا تھا کہ کسی طرف کو نکل جائے' اس کے سپاہیوں نے اس کو گھیرا اور پکڑ کر خان جہان شیخو کے حوالے کیا۔ وہ آقا کش دارا کو بہزار ذلت و خواری دہلی میں لایا اور عالمگیر کے سپرد کر کے آپ لاہور کی طرف چلا گیا' مگر راستہ میں بحکم منتقم حقیقی خان جہان کو کسی نے قتل کر ڈالا۔

چند قاتلوں کو تجویز کر کے اورنگزیب نے حکم دیا کہ رات کو دارا شکوہ کا سر کاٹ ڈالیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بیچارہ آوارہ دشت ادبار شہید ہوا اور بروز جمعہ یکم ماہ محرم ۱۰۷۰ میں وہ شہزادہ فقیر سیرت منزل گزین منزل جنت ہوا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

بعد قتل دارا شکوہ کے ایک بھائی اورنگزیب کا مسمی مرزا شجاع باقی رہا' جس کی طرف سے کھٹکا اس کے دل میں تھا۔ اس نے فرصت پاکر بہت سی فوج جمع کرلی۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کو مع میر جملہ وزیر اپنے کے مرزا شجاع کے مقابلہ کو بھیجا۔ وہاں عجب ماجرا گذرا کہ مرزا محمد سلطان اپنے چچا مرزا شجاع کی لڑکی پر عاشق ہوکر بحال مستی اس کے وصل کا خواہاں ہوا۔ یہ دیکھ کر اس لڑکی نے ایک خط مشعر سفارش مرزا شجاع اپنے (ص ۷۵۸) باپ کے مرزا محمد سلطان کو لکھا۔ وہ بجذبہ محبت و عشق فورا اپنے چچا سے جا ملا۔ اس نے بڑی خاطرداری کر کے اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کردیا اور بعد رسوم شادی کے لڑائی میں مصروف ہوا۔

چونکہ مرزا محمد سلطان کو یقین تھا کہ مجھ کو دیکھ کر تمام سپاہ اورنگزیب کی میرے ہمراہ ہوجائے گی' اس لئے وہ سب سے اول کی صف میں جاکر کھڑا ہوا۔ اور جب اس نے دیکھا کہ دشمن کے سوار اس کی طرف بڑھے ہیں تو اس نے نادانی سے یہ خیال کیا کہ یہ لوگ مجھ سے شریک ہونے کو آئے ہیں لیکن جب انہوں نے سخت حملہ کیا تو اس کی آنکھ کھلی اور چچا بھتیجا خوب لڑے۔ مگر چونکہ بنگالہ کی فوج ناآزمودہ کار اور بزدل تھی اور میر جملہ کی فوج کار آزمودہ اس لئے میدان جنگ میں میر جملہ کے ہاتھ آیا۔ اس اثناء میں اورنگزیب نے حکمت عملی کی راہ سے ایک خط مرزا محمد کے نام اس مضمون سے لکھا کہ جس سے معلوم ہو کہ گویا اس کے خط کا جواب دیتا ہے۔ اس میں یہ مرقوم تھا کہ تم اپنے خسر کی رفاقت چھوڑ کر فی الفور چلے آؤ۔ اس خط کو اس طرح روانہ کیا کہ شجاع کے ہاتھ آجائے۔ اتفاقاً" ایسا ہی ہوا۔ شجاع نے جب وہ خط پڑھا تو ناآزمودہ کاری کے باعث اس کو یہ شبہ ہوگیا کہ مرزا محمد اپنے باپ سے ملا ہوا ہے۔ ہرچند اس نے اظہار صداقت اور صفائی کا کیا۔ مگر اس کے دل سے وہ شک رفع نہ ہوا۔ اورنگزیب کا بھی اس خط کا لکھنے سے یہی مطلب تھا۔ سو خدا

Marfat.com

نے پورا کردیا۔

آخر کار مرزا شجاعت نے مرزا محمد کو حکم دیا کہ تم اپنی بیوی کو لیکر چلے جاؤ۔ اب مرزا محمد کے لئے کوئی جگہ امن کی نہ رہی۔ تمام ہندوستان میں عملداری اس کے باپ ہی کی تھی۔ ناچار اس نے اپنے باپ کی طرف رجوع کیا۔ باپ نے اس کو فوراً گرفتار کر کے گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا۔ جہاں وہ سات برس کے بعد بہزار رنج و بلا فوت ہوگیا۔ اور مرزا شجاع بھی تاب مقابلہ نہ لاکر اراکان کو بھاگ گیا۔ وہاں کے راجہ نے اس کو مع اس کے عیال و اطفال کے دغا سے پکڑ کر مار ڈالا۔

شاہ جہان بادشاہ بھی بعد زوال سلطنت کے آٹھ برس حالت قید میں زندہ رہ کر جان بحق تسلیم ہوا۔ اس کے مرنے کے وقت اورنگزیب کو اتنی جرات نہ ہوئی کہ باپ کے سامنے جائے اس لئے اس نے اپنے بیٹے شاہ عالم کو بھیجا، مگر وہ اس کے پہنچنے سے پہلے مرچکا تھا۔

بعدازاں سلیمان شکوہ دارا شکوہ کا بیٹا اپنی جان بچانے کو کوہ ہمالیہ میں دشت نوردی کرتا پھرتا تھا اس کو راجہ نگر نے حسب الحکم اورنگزیب پکڑ کر ۱۵ جنوری ۱۶۶۳ء مطابق گیارھویں جمادی الاول ۱۰۷۱ ہجری میں دہلی روانہ کیا۔ جب وہ دارالخلافت میں آیا۔ اول اس کو ہاتھی پر سوار کر کے شہر میں تشہیر کیا اور بعدازاں اورنگزیب کے سامنے لائے۔ پاؤں کی بیڑیاں دور کر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی رکھیں۔ حضار دربار اس کا یہ حال دیکھ کر رونے لگے۔ اورنگزیب نے بظاہر رنج کی شکل (ص ۷۵۹) بنائی۔ اس پر سلیمان شکوہ نے عرض کی: کہ اس دکھ اور عذاب سے بہتر ہے کہ یک بارہ قتل کیا جاؤں۔ اورنگزیب نے نرم آاز میں کہا: کہ نہیں تم سے اچھا سلوک کیا جائے گا۔ مگر یہ عہد پورا نہ ہونے پایا، کیونکہ یہ سلیمان شکوہ اور اس کا بھائی سپہر شکوہ اور مرزا مراد کا چھوٹا لڑکا یہ تینوں گوالیار میں بعد تھوڑے عرصہ کے مرگئے۔ اور مرزا محمد صاحبزادہ اورنگزیب بھی اس قید خانہ میں کئی برس تک مقید رہا۔ مرزا مراد کا یہ حال ہوا کہ سلیمان شکوہ کے مقید ہونے کے چند ماہ بعد اس نے قلعہ کی شہرپناہ سے ایک رسی لٹکا کر بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ اس دیوار کے نیچے ایک ہندو عورت رہتی تھی، جس سے اس نے اجازت نیچے اترنے کی لے لی تھی۔ پر جس وقت کمند سے کود کر نیچے اترا وہ عورت ایسی چلائی کہ نگہبانوں کو خبر ہوگئی۔ اورنگزیب نے یہ خبر سن کر دل میں خیال کیا کہ جب تک یہ زندہ ہے تب تک مجھ کو بڑا خطرہ دامن گیر ہے۔ اس لئے اس کو پھر قید کیا اور ایک ایسا لڑکا تلاش کیا تھا۔ اس کو سمجھایا کہ تو مرزا مراد پر خون کا دعویٰ

Marfat.com

پیش کر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے مقدمہ کی تحقیقات ہو کر بنسبت مرزا مراد کے حکم قتل کا دیا گیا تھا۔ مرزا مراد کو اپنی آنکھوں کے سامنے اورنگزیب نے قتل کروا ڈالا۔ بعد اس کے کوئی اندیشہ اس بادشاہ کو نہ رہا۔ سب بھائیوں اور بھتیجوں کو اپنے باپ شاہ جہان کی طرح قتل کر کے خود مختار بادشاہ ہوگیا۔

اس بادشاہ کے عہد میں شاہ عباس بادشاہ ایران سے ایک مرتبہ بے مزگی پیدا ہوئی۔ باعث اس کا صرف میر منشی کا قصور تھا۔ جس نے غلطی سے نامہ پر لکھا تھا کہ شہنشاہ جہان کی طرف سے یہ نامہ والئی ایران کو پہنچے۔ یہ دیکھتے ہی شاہ عباس برھم ہو کر فورا آمادہ جنگ ہوگیا۔ ہر چند وقوع اس امر سے اورنگزیب کو بڑا تردد ہوا' مگر اس نے بہت استقلال سے کام کیا۔ اس اثناء میں شاہ عباس بقضائے الہٰی مرگیا اور اس کی جگہ مسمی صفی پوتا اس کا تخت ایران پر بیٹھا' مگر وہ عازم ہندوستان نہ ہوا۔ اس کے عہد میں دوبارہ صلح ہوئی۔

بعدازاں ایک عورت مسمات بسامیہ نے داد و دھش اور خلق نیک دکھا کر میواڑ کے ضلع سے بیس ہزار آدمی کا لشکر (جن میں جتی اور فقیر اور جوگی اور ستی شامل تھے) جمع کر کے اورنگزیب پر چڑھائی کی۔ آگرہ تک ملک فتح کرتی ہوئی چلی آئی اور یہ بھی مشہور ہوگیا کہ اس عورت ساحرہ نے ایسی قسم کا کھانا تیار کر رکھا ہے کہ جب اپنے لشکر کو کھلا دیتی ہے تو بروقت جنگ وہ کسی کو دکھلائی نہیں دیتی۔ اس لئے اورنگزیب کے لشکر میں خوف پڑگیا۔ ہر چند وہ سپاہ کو سمجھاتا رہا مگر وہ اعتقاد باطل ان کے دل سے نہ گیا۔ اس واسطے بادشاہ نے چند تعویذ لکھ کر اپنے جھنڈوں پر لٹکوائے اور سپاہ کو کہا کہ اب اس عورت کا جادو تم پر اثر نہ کرے گا۔ اس کے بعد جنگ ہوئی بادشاہی سپاہ نے (ص ۲۰ ۷) غالب آکر ان سب کو تہ تیغ کیا۔

بعد اس کے عہد میں ایک فساد کابل میں برپا ہوا' مگر اس کی حکمت عملی سے جلد رفع ہوگیا۔ اورنگزیب کو گولکنڈہ اور بے جاپور مسخر کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اس واسطے ۱۰۸۶ھ میں اٹھائیسویں سال جلوس کے لشکر شاہی کو تین حصہ کر کے تسخیر دکن کو روانہ کیا۔ اول شہزادہ شاہ عالم ولی عہد نے گولکنڈہ پر اور خود بادشاہ نے مع تمام فوج بے جاپور پر چڑھائی کی۔ آخر بسبب حادث ہونے قحط سالی کے بعد بہت سی شرائط اور اقراروں کے وہاں کی رعایا نے اطاعت قبول کی۔ اور سکندر علی شاہ جو وہاں کے سلاطین میں سے آخر بادشاہ تھا مقید ہوا۔ بعدازاں مکرر گولکنڈہ پر چڑھائی کی اور سات مہینہ کے محاصرہ کے بعد کئی جنگ اور فریب اور دغا سے اس شہر کو بھی فتح کیا اور اس شہر کے حاکم ابوالحسن کو بہت ذلت اور

Marfat.com

خواری سے قتل کیا- اس کے بعد کوئی بڑا حاکم باقی نہ رہا-

مگر اسی اثناء میں قوم مرہٹہ زور آور ہونے لگی- اس وقت یہ قوم گجرات کے کنارے پہاڑی قطعات میں بستی تھی ان میں سے ایک شخص سیوا جی بڑا صاحب حوصلہ پیدا ہوا، جو مسلمانوں سے نہایت دشمنی رکھتا تھا- پہاڑی لوگ اس کے ساتھ جمع ہوگئے- آخر وہ لوگ شہروں کو لوٹتے اور روپیہ جمع کرتے ہوئے چلے- بے جا پور کے حاکم نے ان کے مطیع کرنے کو ایک لشکر جرار افضل خان کو دے کر روانہ کیا- سیوا جی نے کہلا بھیجا کہ مجھے اطاعت منظور ہے، لیکن ایک ملاقات آپ سے تنہا کرنا چاہتا ہوں-اس نے منظور کیا- سیواجی نے اپنی فوج کو گھات میں چھپا کر ان کو کہہ دیا کہ جس وقت بگل کی آواز سنو فوراً دشمن کی فوج پر آپڑو-

افضل خان پندرہ ہزار آدمیوں کو جن کو وہ اپنے ساتھ لایا تھا الگ کر کے تنہا مقام متعین پر چلا گیا- شیوا جی بھی وہاں آیا اور آتے ہی بغل گیر ہوا اور بڑی دلاوری سے افضل خان کے پیٹ میں خنجر مارا- افضل خان نے بھی تلوار نکالی اور سیواجی کے سر پر ماری- مگر چونکہ اس کی پگڑی کے نیچے خود تھی وار خالی گیا- اس نے دوسرا خنجر مارا- خان مذکور کا کام تمام ہوا-

جب فوج کا سردار مارا گیا- فوج تتر بتر ہوگئی- اس فتح سے بہت ہی لوٹ دشمن کے ہاتھ آئی اور شیوا جی کی بڑی مشہوری ہوگئی- اس نے ملک دکن میں بہت لوٹ مار کی- بلکہ بے جا پور کے قریب تک لوٹ کر گئے- کئی دفعہ حاکم بے جا پور نے اس پر چڑھائی کی مگر مغلوب رہا- آخر کار شیواجی صوبہ بہار پر متصرف ہوگیا اور پچاس ہزار پیارہ اور سات ہزار سوار اس کی فوج میں جمع ہوگئے- اس واسطے اورنگزیب نے نواب شائستہ خان کو مع فوج اس کے مقابلہ پر گھر جانے کے لئے شائستہ خان کا بیٹا مارا گیا اور ایک انگلی اس کی بھی کٹ گئی اور ایک کھڑکی (ص ۷۶۱) سے کودتے ہوئے زخمی ہوگیا- اس واسطے اس نے مراجعت کی- اس طرح سے چند روز مرہٹوں کی لڑائی موقوف ہوئی-

شیوا جی نے فرصت پاکر پھر شہر سورت کو لوٹا- جواہرات اور اشرفی اور بہت اسباب قیمتی ایک کروڑ روپیہ کا اس کے ہاتھ آیا- اورنگزیب یہ حال سن کر بہت برافروختہ ہوا اور ایک بڑی فوج بسر کردگی راجہ ناھر اس کی تنبیہہ کے واسطے روانہ کی- وہ اس کو دہلی میں پکڑ لایا- مگر شرط یہ ہوئی کہ تیری عزت بدستور رہے گی- یہاں آکر وہ مقید ہوگیا- پھر اس نے ایسا فریب کیا کہ وہ اور اس کا بیٹا دونوں ٹوکروں میں بیٹھ گئے اور ٹوکروں کے اوپر مٹھائی

Marfat.com

رکھ کر حلوائی لوگ ان کو باہر لے آئے۔ اس فریب سے مخلصی پاکر متھرا کو گیا اور وہاں سے جگن ناتھ میں پہنچ کر قزاقی اختیار کی۔

اس وقت عالمگیر نے جو اس کی گوشالی میں دیر کی اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ مکار اور فریبی اور دغا باز تھا اور بادشاہ کو اس کے فریبوں کے باعث نفرت ہوگئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اس وقت شاہ ایران کے مقابلے کی تجویز ہو رہی تھی۔ علاوہ اس کے اس وقت بادشاہ پٹنہ کے فساد کے رفع کرنے میں مصروف تھا۔ اس واسطے شیواجی کو جو فرصت ملی تو اس نے تمام اضلاع مغربی کو لوٹ کر تباہ کردیا۔ اور سورت کو بھی دوبارہ غارت کیا۔ جہاں سے بہت سا روپیہ وصول کر کے لے گیا اور قلعہ سنگ جو بہار میں واقع ہے اس کو اپنے قبضہ میں کر کے اپنا لقب راجہ مقرر کر کے سکہ بھی اپنے نام کا جاری کیا اور اپنے برابر سونے کا وزن کر کے برھمنوں کو دیا اور ہمیشہ دان پن کر کے زیادہ تر شہرت پائی۔ بعد ازاں گولکنڈہ میں جاکر بارہ ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا وہاں رعایا نے بہت سا روپیہ دے کر شہر کو تاراج سے بچایا۔ اس وقت شہر مذکور میں شیواجی نے شاہانہ دربار کیا اور گولکنڈہ کا راجہ مشہور ہوا اور مقام جنجی اور ویلور وغیرہ میں اپنی فوج مقرر کی اور مدراس اور سرنگا پٹم کو فتح کیا۔ من بعد بمبئی پر حملہ کیا مگر غالب نہ آسکا۔ غرض یہ کہ تریپن برس کی عمر میں بھیپھڑے کی سوزش میں مبتلا ہو کر بتاریخ پنجم اپریل ۱۶۸۰ء مر گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سنبھا جی گدی پر بیٹھا اور تھوڑے روز فوج شاہی کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار پکڑا گیا اور مسلمان ہونے کے انکار کے سبب ۱۶۸۹ء میں قتل کیا گیا۔

بعدہ اورنگزیب نے اراکان اور چاٹگام کو فتح کیا۔ اس کے بعد بیجا پور اور گولکنڈہ کو فتح کر کے بغاوت کا مزہ چکھایا' اور ستارا تک جو مرہٹوں کا دارالحکومت تھا اپنے قبضہ میں لایا' مگر مرہٹے پھر بھی بڑھتے جاتے اور ہر طرف تاخت و تاراج کرتے پھرتے تھے اور اورنگزیب ان کے ہاتھ سے بہت تنگ تھا۔

آخر کار وہ شہنشاہ عالی وقار ۱۱۱۸ ہجری بمطابق ۱۷۰۷ء میں بمقام شہر احمد نگر ترانویں برس کی (ص ۷۶۲) عمر میں چالیس برس کی سلطنت کے بعد راہی ملک بقا ہوا۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ جب اورنگزیب بہت بیمار ہو کر زندگی سے مایوس ہوا' تو کام بخش جو اس کا چھوٹا بیٹا تھا اور اس کو بہت پیار کرتا تھا' اس کو بروز دوشنبہ سترھویں ماہ ذی قعدہ ۱۱۱۸ ہجری صوبہ بیجا پور مرحمت فرمایا اور حکم دیا کہ بہت جلد بے جا پور میں جا پہنچے۔ کیونکہ اس کو خیال تھا کہ مبادا اعظم شاہ کے ہاتھ سے جو اس کا دوسرا بیٹا تھا کچھ آسیب

Marfat.com

اس کو پہنچے اور بروز جمعرات بیسویں تاریخ ماہ مذکور اعظم شاہ کو حکم دیا کہ صوبہ مالوہ کو کوچ کرے، مگر بہت دیر کر کے جائے۔ ہر روز پانچ کوس چلا کرے اور دو روز ہر منزل میں مقام کرتا جائے۔

الغرض اعظم شاہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ بروز جمعہ ۲۸ ماہ ذوالقعد ۱۱۱۸ ہجری میں عالمگیر نے عالم فانی سے رحلت کی۔ یہ خبر سن کر فوراً اعظم شاہ معاودت کر کے لشکر شاہی میں آیا اور باپ کے جنازہ کو چند قدم کندھا دے کر تابوت اورنگزیب آباد میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ نوبت شاہی بجائی جائے اور دس تاریخ ماہ ذوالحج کو کہ روز عید تھا تخت پر جلوس کیا اور رعیت اور لشکر کی استمالت اور دلجوئی اور خاطرداری شروع کی۔ خزانہ جو لشکر کا تھا اس پر قابض ہوگیا اور امرا کو حکم دیا کہ دربار عام میں آئیں۔ جب وہ آئے تو ہر ایک پر رتبہ کے موافق نوازش کی۔ آصف الدولہ اسد خان بہادر بدستور عہدہ وزارت پر مامور رہا اور اس کا بیٹا ذوالفقار خان بدستور سپہ سالاری پر برقرار رہا۔

ادھر تو یہ انتظام ہورہا تھا اور ادھر عالمگیر کا بڑا بیٹا سلطان معظم جس کا لقب بہادر شاہ تھا مع اپنے دو چھوٹے بیٹوں مسمی بہ خجستہ اختر اور رفیق القدر کے جو اپنے والد کے حین حیات میں صوبہ کابل سرحد ایران پر مقیم تھا اور سلطان معظم شاہ کا بڑا بیٹا محمد معزالدین جہاں دار شاہ ملتان کا صوبہ دار تھا اور اس کا دوسرا بیٹا عظیم الشان جو اس کی اولاد میں بڑا لئیق اور منظور نظر اورنگزیب تھا ملک بنگال کی صوبہ داری پر مامور تھا اور محمد کام بخش حسب الامر اپنے والد عالم گیر کے بے جا پور کا حاکم تھا۔

گویا اورنگزیب کے خیال میں ہندوستان کا بادشاہ سلطان معظم بہادر شاہ اور ممالک دکن کا حاکم محمد اعظم اور سلطنت بے جا پور کا بادشاہ کام بخش مقرر ہوچکے تھے اور اس کے دل میں بھی آرزو تھی کہ یہ تینوں اپنے اپنے ملکوں میں ہمیشہ کامران رہیں۔ مگر ملک داری کی حرص اور سلطنت کے لالچ نے جیسا کہ اگلوں کو چین سے نہیں رہنے دیا ان کو بھی آرام نہ کرنے دیا۔

اول کام بخش نے جو اپنے والد کی رحلت کی خبر سنی تو اس سبب سے کہ اس کے قبضہ میں بے جا پور ایک حقیری جگہ تھی اس کی بجائے خود ملک گیری کا فکر ہوا۔ اگرچہ ظاہراً" محمد اعظم شاہ نے کام بخش اور اس کی والدہ کو یہ کہ کر خوش کرلیا تھا کہ سوائے صوبہ بے جا پور (۷۶۳) کے میں اور صوبہ بھی اضافہ کردوں گا اور کام بخش بے جا پور میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کردے، مگر اس کو حرص شاہنشاہی نے نہ چھوڑا اور سلطان معظم شہر

Marfat.com

کابل سے اور اس کا بیٹا عظیم الشان بنگالہ سے عالمگیر کی شدت بیماری کا حال سن کر اکبر آباد کی طرف چلا۔ جب اثنائے راہ میں سلطان معظم بہادر شاہ نے سنا کہ بادشاہ کا انتقال ہوگیا تو اس نے اول تاریخ محرم ۱۱۱۹ ہجری کو تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور محمد اعظم کو لکھا کہ چونکہ ملک دکن وسیع ہے تم کو مناسب ہے کہ بموجب حکم والد کے اس پر اکتفا کرو اور ملک ہند کی سلطنت میرے سپرد کردو' کیونکہ جنگ سے صلح بہتر ہوتی ہے۔ اعظم شاہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ دو بادشاہ در اقلیمی نگنجد۔ معظم نے یہ بات سن کر اعظم شاہ پر چڑھائی کی اور محمد معزالدین حاکم ملتان بہت لشکر اور سامان فراواں لے کر بمقام لاہور اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں سے دونوں مل کر اکبر آباد کو گئے اور بنگالہ کی طرف سے عظیم الشان بھی جو فوج جرار اور خزانہ ہتھیار اور سامان رکھتا تھا اکبر آباد میں پہنچا اور اس کو اثنائے راہ میں بھی ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ خزانہ شاہی مل گیا۔ وہ بھی ساتھ لے آیا اور مختار خان صوبہ دار اکبر آباد کو جو شہزادہ بیدار بخت کا خسر اور اعظم شاہ کا خیر خواہ تھا قید کرلیا۔ اور تمام خزانہ و اسباب سلطنت پر جو اکبر آباد میں بافراط موجود تھا قابض ہوگیا۔ مگر قلعہ اس کے ہاتھ اس واسطے نہ آیا کہ قلعدار نے یہ عذر کیا کہ جب تک کوئی بادشاہ بالاستقلال تخت پر نہ بیٹھے میں قلعہ حوالہ نہیں کرسکتا۔ چونکہ عظیم الشان کو سوائے قلعہ گیری کے اور انتظام بھی ضروری تھا اس واسطے اس نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اتنے میں معظم شاہ بہادر باپ اس کا بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے وہ خزانہ باپ کی نذر کیا وہ نہایت خوش ہوا کیونکہ اس کی سپاہ بسبب قلت روپیہ کے بہت تنگ تھی۔ وہ روپیہ اس نے ضروریات خرچ سپاہ میں تقسیم کیا۔

آخر باہم شہزادگان کے بہت سخت لڑائیاں ہوئیں' مگر چونکہ شاہ عالم کے حمایتی بڑے طاقت ور امرا تھے اس واسطے اس نے تخت حاصل کیا۔ یہ بادشاہ اپنے بھائیوں سے بہت مہربانی رکھتا تھا تاکہ اس سے مخالف نہ ہوں۔ مگر ہر ایک نے تخت شاہی کی آرزو کی۔ اس واسطے لڑائیاں ہوئیں اور سب نے شکست پائی۔ ایک تو لڑائی میں مارا گیا اور دوسرے نے اپنے آپ کو خود قتل کر ڈالا اور شاہ عالم بادشاہ ہوا۔

Marfat.com

۸۔۔۔ ذکر سلطنت اور شاہ عالم بادشاہ

یہ بادشاہ بڑا رحم دل اور لائق تمام بادشاہان سابق سے اچھا گزرا ہے اور نہایت فیاض اور بڑا دین دار مسلمان (ص ۷۶۴) اور واقف شرع و قوانین تھا۔ اس نے اپنے ایام حکومت میں مثل اور بادشاہان کے کبھی غیر مذہبی قوم کو بہ سبب تعصب کے نہیں ستایا۔ شاہ عالم کا اصل مطلب یہ تھا کہ اس کی قلمرو میں امن اور صلح رہے۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرنے پائے۔ چنانچہ اسی لئے اس بادشاہ نے راجپوتوں سے بھی اقرار نامہ اس مضمون کا لکھوا لیا کہ وہ بادشاہ کی تابعداری میں رہیں گے اور کچھ فساد نہ کریں گے۔ اگرچہ یہ اطاعت صرف برائے نام تھی مگر پھر بھی اس نے اپنے ماتحت کے اچھے اچھے زرخیز صوبے مرہٹوں کی لوٹ سے بچائے۔

اور یہ بادشاہ فن جنگ میں بھی مہارت کامل رکھتا تھا اور یہ طاقت اس بادشاہ نے بمقابلہ ایک نئے دشمن کے جو اس کے ایام سلطنت میں کھڑا ہوا تھا دکھلائی تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ سکھوں کا ظہور بابر کے وقت میں ہوا تھا۔ یعنی اس وقت میں گورو نانک پیدا ہوئے اور ایام بادشاہی اکبر بادشاہ تک وہ صرف فقیری کی حالت میں رہے۔ اس واسطے کوئی معترض حال ان کا نہ ہوا مگر عہد دولت اورنگزیب میں یہ سبب پہنچنے تکالیف مذہبی کے یہ لوگ بادشاہ کے سخت دشمن ہوگئے چنانچہ اورنگزیب نے گورو تیغ بہادر کو پکڑوا کر مروا ڈالا۔ گورو گوبند سنگھ نے جو گورو تیغ بہادر کا بیٹا تھا تمام عمر اس کے خون کا عوض لینے میں گذار دی۔ اور سکھ لوگ فقیری کی حالت چھوڑ کر مسلح اور گھوڑ چڑھے ہو گئے اور چند بار اورنگزیب سے لڑ کر مغلوب ہوئے۔ اورنگزیب نے دو لڑکے اس کے پکڑ کر قتل کئے اور گورو گوبند سنگھ کو جلا وطن کیا۔ وہ اسی غم میں دیوانہ ہوکر مرگیا۔

جب اورنگزیب نے وفات پائی تو سردار بندا نامی چیلہ گورو اجتماع کثیر کر کے سرہند پر قابض ہوگیا۔ یہ سن کر شاہ عالم نے اس پر چڑھائی کی۔ یہ حال سن کر وہ ڈاریہ کے قلعہ میں جاکر پناہ گیر ہوا۔ شاہ عالم نے وہ قلعہ لے لیا اور بندا جان بچاکر پہاڑوں کی راہ سے بھاگ گیا اور شاہ عالم شہر لاہور میں ۱۷۱۲ء میں فوت ہوا۔

۹۔ ذکر معزالدین جہاندار شاہ بادشاہ

شاہ عالم کی وفات کے بعد اس کے چار بیٹوں میں تخت کے واسطے لڑائی ہوئی' مگر بڑے بیٹے معزالدین کا طرفدار نواب ذوالفقار خان جو بڑا طاقت ور رئیس تھا ہوا۔ اس سبب سے

Marfat.com

معزالدین کو فتح ہوئی اور باقی تینوں لڑائی میں مارے گئے۔

جب یہ تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنا لقب جہاندار شاہ مقرر کیا، مگر حکومت کے باب میں نہایت نالائق نکلا۔ سید عبداللہ اور سید حسین دونوں بھائیوں نے فرخ سیر شاہ عالم کے پوتے کو بادشاہت پر برانگیختہ کیا۔ جس نے بنگالہ میں علم بغاوت بلند کر کے جہاندار شاہ اور ذوالفقار خان کو شکست دی اور وہ دونوں مارے گئے اور فرخ سیر بادشاہ ہوگیا۔ جہاندار شاہ نے صرف ایک برس بادشاہت کی اور ۱۷۱۳ء میں مارا گیا۔

۱۰۔ ذکر (ص ۷۶۵) بادشاہی فرخ سیر بادشاہ

اس بادشاہ کے وقت سیدوں کا بڑا زور ہوگیا تھا۔ چنانچہ فرخ سیر کو سید عبداللہ اور سید حسین جنہوں نے اس کو تخت دلوایا تھا اپنا غلام تصور کرتے اور اپنی مرضی پر تمام قلمرو میں احکامات جاری کرواتے اور بڑے زور آور ہوگئے تھے۔

اس بادشاہ کے وقت میں وہی بندا سنگھ پھر پہاڑ سے نیچے اترا اور دریائے اٹک کے کنارے پر ہی تاخت و تاراج کرتا پھرتا تھا کہ فوج شاہی نے اس کو قتل کیا۔

آخر سید عبداللہ اور سید حسین کی حکومت پر امرائے دربار کو رشک ہوا اور آپس میں اس کا چرچا پھیلا۔ بادشاہ کو بھی ان کی تابعداری ناگوار معلوم ہوئی، چاہا کہ ان کی اطاعت نہ کرے۔ یہ حال ان سیدوں پر کھل گیا۔ اس لئے انہوں نے بادشاہ کو مار ڈالا اور پھر اورنگزیب کے بڑے پوتے کو تخت پر بٹھلایا۔ مگر پانچ مہینہ کے بعد وہ مرگیا۔ پھر انہوں نے اسکے بھائی کو تخت پر بٹھلایا جس نے صرف تین ماہ بادشاہت کی۔ بعدازاں روشن اختر کو جو شاہ عالم کا پوتا تھا تخت نشین کیا جس کا لقب محمد شاہ مقرر ہوا۔

۱۱۔ ذکر بادشاہی محمد شاہ بادشاہ

اس بادشاہ نے پہلے پہل تو بلا عذر سیدوں کی خاطرداری اور عزت بدستور کی مگر آخر کو ان کے قتل کے واسطے ایک تجویز کی کہ اس عرصہ میں ان دونوں بھائیوں سید عبداللہ اور سید حسین کی نظام الملک حاکم مالوہ سے کچھ نااتفاقی ہوگئی اور یہ صلاح ٹھہری کہ بادشاہ مع سید حسین کے اس سرکش حاکم مالوہ پر چڑھائی کریں چونکہ سید حسین کے مار ڈالنے کی سازش بھی ہوچکی تھی اس لئے اس کو راہ میں مار ڈالا۔ سید عبداللہ نے یہ خبر پاکر ایک نیا بادشاہ قائم کردیا اور اپنے بچاؤ کی صورت پیدا کرلی مگر اس کو شکست ہوئی اور قید کیا گیا۔

محمد شاہ نے ابھی بہت دنوں حکومت بھی نہ کی تھی کہ اس کی نالائقی ظاہر ہوگئی اور یہ

Marfat.com

مشہور ہوگیا کہ وہ بادشاہت کے لائق نہیں کیونکہ اس کے چال چلن ایسے نمایاں ہوئے کہ اس کے دو بڑے لائق وزیر ایک نظام الملک اور دوسرا سعادت علی خان اس سے منحرف ہوگئے۔ فقط۔ حال مفصل اس کا یہ ہے کہ یہ نظام الملک بڑا عالی دماغ، عقیل، فہیم، بدرجہ کمال نازک مزاج سخن رس تھا۔ ایک دفعہ قبل از بغاوت محمد شاہ بادشاہ سے مورد عتاب ہوکر اسیر ہوگیا۔ بعد چندے حسب رائے نواب محی الدین خان بہادر بعد ادائے چند لاکھ روپیہ کے امیدوار رہائی ہوا۔ کچھ تو زر جرمانہ ادا ہوا اور بقایا کے واسطے شاہ ناعاقبت اندیش نے قلعہ گوالیار میں مقید کرنا اس کا تجویز کیا۔ بعض اہالیان دربار نے جو اس کی نازک مزاجی (ص ۷۶۶) سے خبردار اور حکم شاہی سے لاچار تھے عرض کیا: کہ جہاں پناہ! نظام الملک بدرجہ کمال عالی دماغ ہے۔ اگر حضور اس کی صحبت میں کسی نالائق اجہل کو رہنا مقرر فرمائیں تو یقین کلی ہے کہ اس کی مزاج پر قید قلعہ گوالیار سے زیادہ تر ناگوار ہوگا۔ اس پر حضرت محمد شاہ نے ایک واہی تباہی مزج اجہل کو اس کی صحبت میں حاضر رہنے کا حکم دے کر فہمائش کی کہ جو تیرے دل میں آوے بے تکلف کہہ دینا۔ کچھ لحاظ اس کی عالی جاہی کا نہ کرنا۔ وہ بے وقوف جب اس کی خدمت میں بمقام مجلس گیا تو جاتے ہی برخلاف قاعدہ اسلام کے وعلیکم السلام کہا۔ اس امر سے نظام الملک حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اگر میں السلام علیکم کہتا تو اس کو جواب دینا لازم تھا۔ ابھی وہ بے چارا خاموش ہی تھا کہ اس نے کہا کہ تو کیا نادان عہدہ دار ہے کہ تمام مراسم دربار سے بھی آگاہ نہیں۔ کیونکہ بوقت تشریف آوری اینجانب کے تم کو لازم تھا کہ السلام علیکم کہتا۔ جب نہ کہا تو لاچار میں نے خود بخود جواب سلام کہہ دیا۔ دوسرا یہ کہ تم کو مناسب تھا کہ میرا نام پوچھتے وہ بھی تو نے نہیں کیا۔ بہرحال تو بڑا نالائق ہے۔ لاچار میں ہی پوچھتا ہوں کہ تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے لاچار ہوکر کہا کہ میرا نام نظام الملک ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ نام غیر مناسب لائق آپ کے درجہ کے نہیں۔ آج سے آپ کا نام نظام البالقہ مقرر ہوا' کیونکہ ملک دانہ ایست خرد و برنگ سیاہ از قسم غلہ و باقلہ گیاہی کلان دراز برگ از قسم بقولات است۔ برای کلان اشخاص این خوردنی باعث حقارت می باشد۔

وہ اس گفتگو سے متعجب ہوا۔ چاہتا تھا کہ کچھ جواب دے مگر اس نے سبقت کر کے پھر کہا کہ تو بڑا نادان ہے کہ مجھ سے میرا نام نہیں پوچھا۔ اس نے لاچار ہوکر کہا: کہ آپ کا اسم مبارک کیا ہے؟ اس نے کہا کہ والدین نے تو میرا نام منصور بن موسیٰ رکھا تھا' مگر میں نے بخطرہ طوالت اس میں اختصار کر کے اپنا نام الرطل والبوق ابن پشم و پانزدہ تجویز کیا ہے

Marfat.com

کیونکہ من چالیس سیر کا اور رطل اڑھائی سیر کا ہوتا ہے۔ اور صور اسرافیل بڑی کلاں ہوگی اس کی جگہ یوق یعنی ترج بہ نسبت اس کے بہت چھوٹا ہوتا ہے اور جو کی جگہ پشم جو بال خرد ہوتی ہے اور سی تیس عدد کو کہتے ہیں۔ اس کے عوض نصف اس کا پانزدہ یعنی پندرہ۔ یہ سن کر رہا سہا ہوش بھی نواب صاحب کا اڑ گیا۔ اور نہایت تردد خاطر میں واقع ہوا۔ بعد اس کے اس احمق محض نے کہا: کہ آپ بڑے نافہم ہو' کہ آپ نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تم شعر گوئی میں بھی کچھ مہارت رکھتے ہو یا نہیں۔ اس پر حیران اور پریشان خاطر ہو کر نواب صاحب نے فرمایا: کہ اچھا حضرت فرمایئے کہ آپ شعر گوئی میں بھی کچھ مہارت رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس کے جواب میں اس نے کہا: کہ ہاں مجھے پروردگار الشعراء کا خطاب ملنے والا ہے۔ مشتے نمونہ از خروار ایک شعر سناتا ہوں۔ اگر کچھ اس کو مذاق ہوگا تو تحسین و داد دیگئے' فہو ہذا:

برآمد آفتاب از فلک چون طاس

قل اعوذ برب الناس ملک الناس الہ الناس من شرالوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنہ۔

نواب نظام الملک نے کہا: کہ اگر آیت شریف کو پورا کر کے لفظ والناس بھی شامل کیا جائے تو قافیہ درست ہوجاتا ہے۔ اس پر اس نے کہا: کہ تو بڑا بے وقوف ہے کہ اتنا بھی علم عروض سے واقف نہیں کہ وزن مصرع ثانی کا اس الحاق سے بڑھ جائے گا۔ یہ سنتے ہی وہ حیران ہو اور اپنے پسماندگان کو کہلا بھیجا کہ اگر میری زندگی مطلوب ہے تو جس طرح ہوسکے بقیہ روپیہ داخل خزانہ شاہی میں اسی وقت ادا کردو۔ اور بادشاہ کی خدمت میں عرضی لکھو کہ بجائے دس ہزار کے بیس ہزار لے لو یا مجھے سزائے دار دے دو۔ مگر اس نابکار کو میری صحبت سے واپس طلب کرلو۔ اس پر روپیہ داخل خزانہ شاہی ہو کر رہا ہوگیا۔

بعد اس کے حضور نے اس کو خلعت نوابی عطا کر کے اس کے عہدہ قدیمہ پر سرفراز کیا۔ اس سے بے خبر کہ

چو کردہ با کلوخ انداز پیکار | حذر کن کاندر آما جش نشستی

ہر کرا رنجی بدل رسانیدی اگر بعد زاں صد راحت رسانی از پاداش یک رنجش ایمن مباش۔

اس نے سامان مطلوبہ تیار کر کے صاف بغاوت اختیار کی اور دکن میں جاتے ہی خود سر بادشاہ ہوگیا۔ چنانچہ آج تک اولاد اس کی وہاں خود مختار حاکم ہے۔

یہ بدسلوکی ایسے امرائے عالی وقار سے دیکھ کر نواب سعادت علی خان نے بھی نمک

Marfat.com

حرامی پر کمر باندھی۔ یعنی ملک اودھ میں جاکر باغی ہوگیا۔ جس سے ملک اودھ بھی الگ ہوگیا۔ چندے زیر حفاظت سرکار انگریزی اولاً خود مختار رہے مگر آخر کار اب باعث بدانتظامیوں کے ازانجا کہ اس سرکار کو آسائش رعایا برایا از حد مطلوب ہے اور ہروقت یہی خیال رہتا ہے' کہ خلق اللہ جو ودیعت ایزدی ہے پنجہ ظالم میں نہ گرفتار ہو' سرکار نے بعد ہدایت ہائے روزمرہ کے وہ ملک ضبط کرلیا اور تنخواہ واجد علی شاہ کے واسطے تجویز کردی۔ اب باآرام تمام وہ حضرت کلکتہ میں مشغول عیش و عشرت ہیں۔

با خداداد گان ستیزہ مکن　　که خداداد را خداداد است

نظام الملک نے تو اپنی حکومت ملک دکن میں قائم کرلی اور سعادت خان نے اودھ میں۔ علاوہ بریں ایسے نازک وقت میں مرہٹوں نے بھی سر اٹھایا اور ملک کو لوٹ لیا اور سلطنت کے لینے کے واسطے کئی لڑائیاں لڑے اور مالوہ اور گجرات کو لوٹ کر آگرہ کے دروازہ تک جاپہنچے۔ یہ دیکھ کر سعادت علی خان نواب اودھ نے کوچ کیا اور اس نے مرہٹوں کو ایسا مغلوب کیا کہ اگر بادشاہ کو نہ روک دیتا تو وہ زور مرہٹوں کا بالکل توڑ دیتا۔ مگر بادشاہ نے اس کو حکم دیا کہ آپ مرہٹوں سے نہ لڑیئے کیونکہ بادشاہ اپنے وزیر خاص کو مع چند سرداروں کے ان کے مقابلہ کے واسطے روانہ خود کرے گا۔ جب یہ حکم پہنچا تو سعادت علی خان اپنے دل میں ذلیل ہوکر پھر گیا۔ مرہٹوں کو جو فرصت ملی انہوں نے دہلی پر حملہ کیا اور بہت مال لوٹ کر مالوہ کو چلے گئے۔ سو اس کے تمام قلمرو میں بہت سی لوٹ مار کی۔

بعدازاں نادر شاہ نے جو بعد خرابی خاندان فارس کے خودسر (ص ۷۶۸) بادشاہ ہوگیا تھا ہندوستان پر حملہ کیا اور اس جلدی سے آیا کہ دریائے اٹک سے دہلی تک صرف چار روز میں پہنچا۔ اور محمد شاہ کو اس کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ آخر جھٹ پٹ فوج تیار کی گئی اور نواب سعادت علی خان لڑنے کو بڑھے اور شکست پا کر اسیر ہوئے۔ تب نواب سعادت علی خان نے ایک عہد نامہ نادر شاہ کو لکھ دیا کہ وہ دو کروڑ روپیہ لے کر واپس چلا جائے۔ اس پر اس کا ارادہ واپسی کا ہوگیا۔ کہ پھر محمد شاہ کی بیوقوفی سے نظام الملک مع محمد شاہ نادر شاہ کے قبضہ میں آئے۔ اس لیے نادر شاہ آگے بڑھ کر دہلی میں آیا اور تخت دہلی پر بیٹھ کر بادشاہ دہلی ہوگیا۔ دو روز تک بڑا آرام اور چین رہا' مگر تیسرے روز رات شہر میں افواہ مشہور ہوگئی کہ نادر شاہ مارا گیا۔ یہ خبر سن کر ہندوؤں نے اس کے کئی سپاہی مار ڈالے۔ جب نادر شاہ نے یہ حال سنا تو غصہ کی آگ میں جل کو حکم قتل عام کا دیا۔ جب دہلی کے کوچوں میں خون کی ندیاں بہ نکلیں تب قتل عام بند ہوا۔ مگر تین دن تک حکم لوٹنے

Marfat.com

کا جاری رہا۔ اس عرصہ میں جو لوٹ کا مال محسوب ہوا تو تین کروڑ بیس لاکھ روپیہ کا نکلا۔ جس میں سے قریب نصف کے ہیرے اور باقی جواہرات تھے' جو سلطنت مغلیہ کی برسوں کی کمائی تھی۔ نادر شاہ نے ہندوستان کو اپنے قبضہ میں رکھنے کی کچھ خواہش نہ کی بلکہ کابل اور قندھار اوران صوبجات کو جو دریائے اٹک کے مغرب کو واقع ہیں اپنے قبضہ میں رکھنا مناسب جان کر محمد شاہ کو تخت پر بٹھا کر ۱۷۳۹ء میں ہندوستان سے کوچ کیا۔ اور اپنی فوج کا کوئی سپاہی بھی ہندوستان میں نہ رہنے دیا۔

ہندوستان سے کوچ کرنے کی تاریخ سے آٹھ برس بعد نادر شاہ بمقام مشہد خراسان میں مارا گیا اور اس کا ملک کئی حصوں میں منقسم ہوگیا۔

احمد شاہ ابدالی جو قوم کا افغان ایک امیر زیر حکم نادر شاہ کے تھا۔ یہ حال دیکھ کر گھر کو گیا اور اپنے شہر کا بادشاہ بن بیٹھا اور رفتہ رفتہ قوت بہم پہنچا کر ۱۷۴۷ء میں اس نے دریائے اٹک سے عبور کر کے شہر سرہند کو غارت کیا اور وزیر شاہ ہند کو جو اس سے لڑنے کو آیا تھا شکست دی۔ اور پھر وہ نواب لڑائی میں مارا گیا۔

اس واقعہ کے بعد محمد شاہ بھی مرگیااور اس کا بیٹا احمد شاہ بادشاہ ہوا۔ اس کے وزیر صفدر جنگ میں خانگی رنجش ۱۷۴۸ء تک رہی۔

۱۲۔ ذکر سلطنت احمد شاہ بادشاہ

اس بادشاہ کے عہد میں دربار میں بڑا ہنگامہ اور فساد رہا۔ کیونکہ احمد شاہ بادشاہ اور اسکے وزیر صفدر جنگ میں خانگی رنجش ہمیشہ سے چلی آتی تھی۔اس واسطے کہ وزیر نے ایک خواجہ شاہی کو جسے بادشاہ بہت چاہتا تھا مار ڈالا تھا۔ آخر بادشاہ نے باعانت امیر الامرا غازی الدین خان کے جو نظام الملک کا پوتا تھا (ص ۷۶۹) وزیر صفدر جنگ کو اپنے دربار سے نکلوا دیا اور غازی الدین کو وزارت دی۔ وہ اس سے بھی بدتر نکلا۔ اس واسطے بادشاہ نے اس کے نکلوانے کی بھی تجویز کی۔ غازی الدین نے بمدد ملہار راؤ ہلکر مرہٹہ کے احمد شاہ کو پکڑ کر قید کرلیا اور اس کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور جہان دار کے بیٹے کو جس کا لقب عالمگیر ثانی مشہور ہے تخت پر بٹھا دیا اور یہ سلطنت ۱۷۴۸ء سے ۱۷۶۴ء تک قائم رہی۔

۱۳۔ ذکر سلطنت عالمگیر ثانی بادشاہ

اس بادشاہ کے وقت تمام ملک میں تہلکہ برپا ہوگیا۔ افغانوں نے پنجاب پر حملہ کر کے ملتان اور لاہور اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اس اثنا میں سکھوں کی بھی طاقت اور تعداد بڑھنی

Marfat.com

شروع ہوئی۔ جاٹوں اور بھیلوں نے جابجا لوٹ مچا دی اور مرہٹے بھی مار دھاڑ کرتے پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ روہیل کھنڈ کے شہر بھی انہوں نے لوٹ لئے۔ ایسے وقت میں غازی الدین نے پھر پنجاب کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

یہاں ایک عورت جو قوم سے پٹھانی تھی اور اس کو احمد شاہ ابدالی لاہور کی حکومت سپرد کرگیا تھا غازی الدین نے گرفتار کرلی۔ یہ سن کر احمد شاہ ابدالی تیسری دفعہ ہندوستان پر لشکر لے کر آیا اور دہلی میں پہنچ کر ۱۷۵۶ء میں شہر کو ایسا غارت اور برباد کیا کہ نادر شاہ کا زمانہ یاد آگیا۔ جب وہ واپس جانے لگا تو عالمگیر ثانی نے احمد شاہ ابدالی سے درخواست کی کہ کوئی اپنا محافظ میرے اوپر چھوڑ جاؤ تاکہ غازی الدین وزیر میرا آپ کے جانے کے بعد مجھ سے بدسلوکی نہ کرے۔ اس نے عالمگیر کی حفاظت کے واسطے قوم روہیلہ کا ایک سردار متعین کردیا۔ تاکہ وہ غازی الدین کی قوت کو ترقی نہ ہونے دے۔

غازی الدین نے احمد شاہ ابدالی کے جانے کے بعد مرہٹوں کی مدد سے فوراً دارالسلطنت پر قبضہ کرلیا۔ بادشاہ کو غازی الدین نے مار کر لاش اس کی جمنا میں پھینک دی۔ مگر اس وقت اس کو بھی اپنی جان بچانی مشکل ہوگئی اور ہر ایک طرف کا فتنہ و فساد ہٹا نہ سکا۔ اس لئے جاٹوں میں جاکر اس نے پناہ لی۔ اب افغانوں اور مرہٹوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ مرہٹوں نے جب دیکھا کہ میدان خالی ہے تو انہوں نے ملک کا دعویٰ کیا اور چاہا کہ ہم ہندوستان کے مالک بن جائیں۔ چنانچہ سکھوں سے مدد لے کر دہلی اور آگرہ اور ملتان اور لاہور فتح کرلیا اور افغانوں کو مار کر دریائے اٹک کے پار اتار دیا۔

یہ خبر سنتے ہی چوتھی دفعہ احمد شاہ ابدالی لشکر لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور پانی پت پر ایک جنگ عظیم احمد شاہ اور مرہٹوں میں ہوئی' جس میں مرہٹوں نے شکست پائی اور ۸۰ ہزار آدمی مرہٹوں کا مارا گیا۔ اور تاسندھیا ان کا امیر لشکر میدان جنگ میں کام آیا۔ افغانوں کی طرف سے شجاع الدولہ صوبہ دار اودھ اور حافظ رحمت خان اور دوزی خان (ص ۲۷۷) روہیلہ مقتول ہوئے۔

دوسری لڑائی سکندرہ کے قریب ہلکر سے ہوئے۔ اس نے ایسی تباہی اٹھائی کہ اس میدان سے وہ خود بھاگ گیا۔ مگر فوج ساری میدان میں کام آئی۔ ابھی یہ سال ختم نہ ہوا تھا' کہ مرہٹوں نے ایک فوج ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی کی جمع کی اور اس فوج کا سردار شیو دیو رائے مرہٹہ جو پیشوا کا بھتیجا تھا مقرر ہوا۔ اس نے وزیر اور جاٹوں کو ہمراہ لے کر دہلی کی طرف کوچ کیا۔ احمد شاہ ابدالی دریائے جمنا سے پار ہوکر دشمن کے مقابلہ کو گیا۔ اگرچہ

Marfat.com

اس کی فوج دشمن کے سامنے کچھ حقیقت نہ رکھتی تھی، مگر مرہٹوں کا حوصلہ نہ ہوا کہ اس کے سامنے آئیں اور پانی پت کے مورچوں پر انہوں نے آکر اپنے تئیں چھپایا۔ احمد شاہ ابدالی نے ان کا تعاقب کیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

پھر میدان کی لڑائی ہوئی۔ مرہٹوں کی فوج تتر بتر ہوگئی اور بائیس ہزار آدمی اور پچاس ہزار گھوڑے اور بہت سا مال غنیمت احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ آیا۔ نویں ماہ جنوری ۱۷۶۱ء کو احمد شاہ ابدالی چھوڑ کر ولایت کی طرف آیا اور عالمگیر ثانی کے بڑے بیٹے عالی گوہر کو جس کو شاہ عالم ثانی کہتے ہیں اور جس کو غازی الدین نے بروقت مار ڈالنے عالمگیر ثانی کے ۱۷۵۹ء میں تخت پر بٹھایا تھا برائے نام بادشاہ بنا کر چھوڑ گیا۔

احمد شاہ ابدالی دوران متاخرین میں الوالعزم بادشاہ شاہان خراسان سے ہوا ہے۔ اس کے باپ کا نام محمد امان۔ حال ولادت اس کا کسی (کتاب) میں درج نہیں۔ مگر بعض مورخ مولد اس کا خطہ ملتان تحریر کرتے ہیں۔ ۱۱۶۰ھ میں بمقام قندھار کو کب آرائے جلوس ہوا۔ چنانچہ صاحب مراۃ الاشباح سلاطین نے یہ قطعہ جلوس اس کا درج کتاب کیا ہے۔

چو بنشت احمد شہ نامدار
به تخت خلافت بصد عز و شان
ندای شنیدم ز سال جلوس
بود تا ابد این خدیو جہان

اور ۱۱۸۲ھ میں مقدس میں بمقام قندھار اس جہان فانی سے سریر آرائے تخت عدم ہوا۔

چنانچہ تاریخ وفات اس کی کسی بزرگ نے یہ فرمائی ہے۔

چو احمد شاہ ابدالی ز دنیا
بملک جاودانی راہگرا شد
خود گفت از سر صحبات تاریخ
باقلیم عدم فرمانروا شد

۱۴۔ ذکر شاہ عالم ثانی بادشاہ

شاہ عالم مرہٹوں کی مدد سے پھر دہلی پر قابض ہوا۔ مگر تھوڑے روز کے بعد غلام قادر روہیلہ نے بادشاہ کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور جب سندھیا مرہٹوں کے سردار نے دہلی کو فتح کیا تو اس نے شاہ عالم کو قید کیا اور جب ۱۸۰۳ء میں دہلی انگریزوں کے قبضہ میں آئی تو انہوں نے ایک لاکھ روپیہ ماہوار تنخواہ بادشاہ کی مقرر کی۔ چنانچہ اس تاریخ سے اس خاندان

Marfat.com

کے بادشاہوں کی جان بچی اور رعایا کو امن ملا۔ ملک کی ترقی ہوئی، آبادی بڑھ گئی، علم ہندوستان میں پھیلنے لگا، سڑکیں درست ہوئیں، مرہٹوں (ص ۱۷۷) اور جاٹوں اور روہیلوں مفسدوں کی سرکوبی ہوئی۔

سرکار کمپنی بہادر کی عملداری کے ختم ہونے اور جنابہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ دام حشمتہا کی حکومت کے شروع ہونے تک یعنی ۱۸۵۷ء تک گدی نشینان مغلیہ کی ایک لاکھ روپیہ ماہور تنخواہ بے خلش جاری رہی۔ شاہ عالم ثانی پینتالیس برس تخت پر بطور یادگار شاہان سابق کے رہا اور ایام تخت نشینی اس کے ۱۷۵۹ء سے ۱۸۰۶ء تک رہے۔

۱۵۔ ذکر اکبر شاہ ثانی بادشاہ

اس کا نام ابوالمظفر معین الدین اکبر شاہ ہے۔ یہ شاہ عالم ثانی کا بیٹا تھا۔ ۱۱۷۳ھ میں بتاریخ ۷ ماہ رمضان مطابق ۱۷۵۹ء کے شب چہار شنبہ پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ شاہ عالم کی وفات کے بعد ماہ رمضان ۱۲۲۱ ہجری مطابق ۱۸۰۶ء بروز چہار شنبہ تخت نشین ہوا۔ اکتیس برس نو مہینے اکیس یوم اس نے قلعہ کی حکومت کی۔ پھر بروز جمعہ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۱۸۳۷ء کو وفات پائی۔ مدت عمر اس بادشاہ کی ۷۵ سال ۱۰ ماہ اکیس یوم ہوئی۔

بعد وفات بستی قطب صاحب واقع جنوب دہلی میں مدفون ہوا۔ اگرچہ اس بادشاہ کے وقت میں کمپنی بہادر کی حکومت پنجاب کی حدود تک بخوبی ہوگئی اور مقدمات دیوانی و فوجداری صاحبان انگریزی کے سپرد تھے، امام مقدمات باشندگان قلعہ بادشاہ خود فیصلہ کیا کرتے۔ اور لقب بادشاہی اور جلو اور چتر اور تخت بدستور قائم تھا۔ اور عزت و توقیر بدستور شاہان عالی شان کے تھی اور حکام نہایت عزت کرتے تھے۔

۱۶۔ ذکر سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ

یہ بادشاہ ذی جاہ خاندان تیموری کا آخری بادشاہ تھا۔ جس پر اس خاندان کا نام ہی تمام ہوا۔ اس کی تاریخ ولادت لفظ ابو ظفر سے نکلتی ہے اور یہ بادشاہ ۱۱۸۹ ہجری میں پیدا ہوا۔

اس بادشاہ کو شعر گوئی میں بہت دخل تھا۔ چنانچہ اس کے اکثر اشعار ہندوستان میں ہر ایک آدمی کی زبان پر جاری ہیں۔ محفل رقص و سرود میں اس کی غزلیں اکثر گائی جاتی ہیں۔ اور محل وجد صوفیا میں اس کے شعر پر رقت آتی ہے۔ چنانچہ چھ دیوان اس کے مشہور و معروف ہیں۔ اس بادشاہ کی تمام عمر کتب تصوف کے مطالعہ اور اشعار گوئی میں صرف ہوئی۔ یہ بادشاہ علم موسیقی میں بھی نہایت مہارت رکھتا تھا اور اپنے دو بزرگوں کی مانند

Marfat.com

برائے نام بادشاہ تھا۔

سرکاری کمپنی نے اس خاندان کا نام قائم رکھنے کی کئی تجویزیں خوب خوب مقرر کی تھیں چنانچہ ایک یہ کہ اس خاندان کا بڑا بیٹا گدی نشین ہوتا ہے اور علاوہ آمدنی تنبول شاہی کے تنخواہ ایک لاکھ روپیہ (ص ۲۷۷) ماہواری بھی برابر جاری رکھی۔ بلکہ تجویز تھی کہ چونکہ بادشاہ قرض دار ہے سوا لاکھ روپیہ اس کو ماہواری دے کر قرض اس کا ادا کیا جائے اور سرکار کا یہ بھی ارادہ تھا کہ شہزادگان کو تعلیم علم کی جائے۔ چنانچہ ایک مدرسہ شاہی مقرر ہونے والا تھا۔

قسمت نے جو گردش کھائی تو فوج انگریزی بسبب تکرار کے جوان کے افسروں سے کارتوس کاٹنے کی بابت واقع ہوئی منحرف ہوکر اس بادشاہ کے پاس دہلی میں جمع ہوئے۔ اور ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء میں اول بمقام میرٹھ ہنگامہ بغاوت برپا ہوا۔ صاحبان عالیشان نے فوج پنجابی و گورہ کو دہلی پر لے جاکر محاصرہ کیا۔ اور آپس میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار فوج مفسد کچھ قتل ہوئی اور کچھ اطراف و جوانب کو بھاگ گئی۔ بادشاہ گرفتار ہوکر حسب الحکم سرکار انگریزی دام اقبالہ ملک برما میں مقید رہا۔ آخر کار ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۸۶۲ فالج کی بیماری سے فوت ہوا اور خاندان تیموریہ باختتام پہنچا۔ فقط۔

تاریخ جلوس و وفات

سراج دیں بوظفر مسافر وہ سوئے جنت ہوا روانہ
کہ جس کے باعث مئے خوشی سے چھلک رہا تھا ایاغ دہلی
چراغ دہلی جلوس کا سال ہے سو اب ہے مطابق اس کے
سروش غیبی نے سال رحلت کہا بجھا ہے چراغ دہلی

کئی شہزادے جو شریک بغاوت تھے اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ اللہ اللہ! عدل سرکار ابد پایدار شہنشاہ انگلینڈ و ہند دام اقبالہا کہ باوجود ایسی حرکات ناشائستہ کے جو اس خاندان سے سرزد ہوئیں جو لوگ حد اعتدال پر قائم رہ کر وفادار و حاشیہ بردار اطاعت رہے ان پر نوازش ہائے خسروانہ مرعی رہیں چنانچہ دہلی میں مرزا الٰہی بخش صاحب یادگار خاندان تیموریہ بقوت تمام پنشن خوار و رئیس شاہ جہان آباد ہیں۔

Marfat.com

۴- سکھوں کا عہد

سکھ قوم کی تشکیل اور تربیت

شہر لاہور کے بارہ دروازے (ص ۴۴۱) بڑے اور ایک چھوٹا مفصلہ ذیل ہیں:

۱- لاہوری دروازہ - ۲- شاہ عالمی دروازہ ۳- موچی دروازہ- ۴- اکبری دروازہ ۵- دہلی دروازہ ۶- ذکی دروازہ المشہور یکی دروازہ ۷- شیرانوالہ: جس کو خضری بھی کہتے ہیں- ۸- کشمیری دروازہ- ۹- مستی دروازہ- ۱۰- روشنائی دروازہ ۱۱- ٹیکسالی دروازہ- ۱۲- بھاٹی دروازہ ۱۳- موری دروازہ: یہ چھوٹا ہے-

دروازہ روشنائی کے باہر بہت نزدیک شمال رویہ قلعہ سے بطرف غرب فیمابین دروازہ قلعہ و سمادھ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر کی سادھ گورو ارجن صاحب کی ہے- یہ گورو ارجن صاحب صاحبزادے گورو رام داس جی کے تھے- گورو رام داس کا باپ مسمی ہرداس کھتری قوم سوڈھی ساکن لاہور تھا- اتفاقاً اس کی شادی گورو امرداس کی صاحبزادی سے ہوئی-

حال گورو امرداس صاحب کا یہ ہے کہ وہ قوم کھتری بھلے تھے- اور گورو اس طرح سے بنے کہ بہ تلاش جیون مکت گورو انگد صاحب کی خدمت میں (جو سجادہ و گدی نشین بابا نانک صاحب کے تھے) حاضر ہو کر چیلے بنے- بعد ازاں بارہ برس خدمت گزاری ان کے لنگر کی کر کے نعمت فقیری حاصل کی- فقط-

۱- دس بادشاہیاں

اب سکھوں کے یہاں دس بادشاہیاں گوروں کی مشہور ہیں حال مفصل جن کا تحریر درج ذیل ہے:

پہلی بادشاہی بابا نانک کی (جو موجد اس خاندان موبسران کا تھا)- اور دوسری گورو انگد کی یہ انگد صاحب قوم کھتری تے ھن سے تھے-

تیسری بادشاہی گورو امرداس صاحب کہ کھتری بھلے تھے- اس گورو امرداس کی صاحبزادی کا نام بی بی بھانی تھا- یہ بی بی بھانی گورو رام داس سے جو چوتھی بادشاہی ہے بیاہی گئی- اس نے اپنے والد یعنی امرداس سے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ گدی آپ کی میرے خاوند کو ملے تاکہ ہماری اولاد میں یہ شرف گورائی رہے- انہوں نے قبول فرمایا-

Marfat.com

بعدازاں گورو رام داس کے گھر میں شکم بی بی بھانی سے تین صاحبزادے ایک پر تھی چند خلف کلاں (جس کی اولاد علاقہ مالوہ میں سوڈھی مشہور ہے)' دوسرا مہادیو : وہ ادھوت یعنی فقیر مست لاولد رہا۔ تیسرا گورو ارجن۔ فقط۔

۲۔ گورو ارجن

گورو ارجن کا بڑا بھائی پر تھی چند گورو ارجن صاحب سے بدرجہ کمال دشمنی رکھتا تھا۔ چنانچہ مشہور اور گرنتھوں میں مسطور ہے کہ گورو رام داس صاحب کے حین حیات وہ حضرت نورالدین جہانگیر بادشاہ کے پاس جاکر بجق گورو ارجن صاحب غمازی کرتا رہا اور باعث (ص ۴۴۲) اس کا یہ تھا کہ گورو رام داس نے گورو ارجن داس فرزند خرد اپنے کو لئیق اور ارادت مند ہونہار تصور کر کے ولی عہد سجادہ نشین اپنا مقرر فرما دیا اور پر تھی چند بخیال بزرگی و نخوت ازلی از دل و جان ناراض ہوکر چاہتا تھا کہ میں گدی پر بیٹھوں۔ اس پر ایک دفعہ اس نے بوسیلہ دیوان چندو قوم شاہی جو دیوان جہانگیر بادشاہ کا تھا (اور گورو ارجن صاحب سے وہ بھی دشمنی رکھتا تھا جس کا حال دشمنی درج ذیل ہوگا) بحضور بادشاہ مخبری کی کہ گورو ارجن صاحب چوروں کے ٹھانگی ہیں۔ اس وقت چند ولعل نے یہ شکایت کی کہ جہاں پناہ ارجن بڑا خود سر ہے کسی کو خیال میں نہیں لایا۔ دیکھئے اس نے اپنے بڑے بھائی کو نکال دیا ہے۔

اتفاقاً" اس وقت نواب وزیر خان حاضر تھا۔ اس نے دست بستہ عرض کی : کہ اے جہان پناہ اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ یہ بات سراسر خلاف ہے۔ گورو ارجن تو بڑے نیک ذات تپسوی' زاہد و عابد' مرنجان و مرنج باخدا آدمی ہے۔ اس کے حال سے فدوی بخوبی واقف ہے بلکہ اس کی صاحب دلی اور کرامات کا قائل ہے۔ حال خود دیدہ عرض کرتا ہوں کہ فلاں سال مقام لاہور میں فدوی درد شکم سے نہایت علیل ہوا اور ہرچند معالجہ کرتا رکھا کچھ مفید نہ پڑا۔ ان ایام میں ایک سکھ ارجن صاحب کا ہمیشہ میرے مکان کے نیچے سے دریا کی طرف آیا جایا کرتا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ بانی سکھ یعنی مصنفہ گورو ارجن صاحب اس وقت باآواز بلند پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز جب اس بانی کی آواز میرے کان میں پڑی' اس وقت مجھ کو درد سے گونہ آرام ہوگیا۔ اور کئی روز ایسا ہی ہوتا رہا' کہ جب اس کی آواز سنوں' تو درد فرد ہوجاوے۔ بعدازاں بدستور تکلیف دے۔ ایک روز میں نے اس سکھ کو اوپر بلایا اور وہ بانی اس سے سنی۔ جتنی دیر کہ وہ سکھ وہ بانی پڑھتا رہا' مجھے آرام کلی رہا۔ جب وہ چلا گیا تو پھر بدستور تکلیف ہوئی۔ میں بخدمت گورو ارجن صاحب مقام امرتسر جو گورو رام داس کی نگری مشہور ہے گیا۔ اس کو بہت صاحب کمال پایا۔ اس بیان سے

Marfat.com

جہانگیر بادشاہ کو ان غمازوں کی بات پر یقین نہ ہوا۔

بعدازاں پرتھی چند نے فوجداران جہانگیر بادشاہ سے رسائی بہم پہنچائی۔ وہ جب باغوائے چندو لعل کے ہمراہ پرتھی چند کے بے اجازت بادشاہ واسطے تکلیف دہی گورو ارجن کے امرتسر پر چڑھ آئے۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ گورو صاحب کو لوگوں نے اطلاع دے کر کہا کہ آپ یہاں سے روپوش ہوجاویں۔ انہوں نے فرمایا: کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ خدا چاہے تو وہ یہاں تک نہ پہنچیں۔ جب وہ بمقام کوبہ' جو مالوے میں مقام مسکونہ پرتھی چند تھے' پہنچے تو قدرت الٰہی سے وہ دونوں افغان راہی ملک عدم ہوئے۔ فقط۔

۳۔۔ چندو لعل کی معاندت کا سبب

باعث معاندت (ص ۴۴۳) دیوان چندو کا گورو ارجن سے یہ تھا: کہ اس کے گھر میں ایک لڑکی تھی۔ اس نے لاگی' برہمن' پروہت حسب دستور ہندوؤں کے دہلی سے روانہ کئے کہ اس کا ناطہ کسی کے لڑکے سے کرا دیں۔ جب وہ تلاش کرتے کرتے امرتسر میں پہنچے تو چرچا ان کا سن کر بخدمت گورو ارجن صاحب حاضر ہوئے۔ ان کا دربار لگا ہوا تھا اور ملک کے سکھ لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کا صاحبزادہ گورو ہرگوبند بھی دربار میں کھیل رہا تھا۔ وہ لاگی اس کو پسند کر کے واپس چلے گئے' اور دیوان چندو لعل سے جاکر کہا: کہ گورو ارجن صاحب کا صاحبزادہ اس پر یوگ ہے۔ اس نے کہا کہ میں امیر کبیر ہوں اور وہ مرد فقیر' موری کی اینٹ چبارے پر لگانی جائز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ یہ خیال نہ فرماویں۔ وہ فقیری میں امیری کررہا ہے۔ اس پر اس نے کہا: خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ ہم اس کو دولت دنیا دے کر امیر بنالیویں گے اور اس لڑکے کو اپنے پاس رکھیں گے۔ یہ کہہ کر لاگیوں کو کہا کہ تم شگن لے جاؤ اور حسب دستور اہل ہنود تلک لگا کر ناطہ کر آؤ۔

اتفاقاً" بوقت گفتگو کے کوئی سکھ حاضر تھا۔ اس دن گورو ارجن صاحب کو لکھ کر بھیجا کہ اس دیوان نے ایسی مغرورانہ (بات) کر کے لاگی روانہ کئے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ اس لڑکی کا ناطہ قبول نہ کریں۔ جب وہ لاگی پیغام دیوان لے کر بحضور گورو صاحب آئے تو انہوں نے حسب الایما اپنے سکھ کے وہ ناطہ قبول نہ کیا۔ اس باعث سے چندو لعل منفعل ہوکر ان کا دشمن ہوگیا اور گورو صاحب نے ناطہ اپنے صاحبزادے کا اور دو سکھوں کی لڑکیوں سے کرلیا۔ نام ان کے یہ ہیں۔ گنڈا سنگھ۔ چڑت سنگھ۔ فقط۔

بعدازاں چندو لعل در صدد اس کے رہتا تھا کہ ان کو گرفتار کرا دے۔ مگر قدرت الٰہی سے پیش اس کی نہ چلتی تھی۔ اتفاقاً" بعد چندے حضرت جہانگیر بادشاہ لاہور میں آئے۔ اس

Marfat.com

وقت گورو ارجن صاحب امرتسر میں تھے۔ چند و لعل نے موقع پا کر کہا: کہ خداوند دیکھئے گورو ارجن کتنا مغرور ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔ حضور نے فرمایا: کہ اے دیوان! وہ فقیر ہے اور فقیر پابند کسی کے نہیں ہوتے۔ اگر ان کی مرضی ہوگی تو آکر ملاقات کریں گے وگرنہ خیر۔

بعد اس کے جب کچھ مدت گذری اور شہرت ان کی بدرجہ کمال ہوئی تو جہانگیر بادشاہ کو شوق ان کی ملاقات کا ہوا۔ چنانچہ ان کو امرتسر سے طلب کیا۔ وہ حسب طلب بادشاہ کے لاہور میں آکر بخدمت بادشاہ بوقت چار بجے دن کے حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کے ساتھ سکھ مفصلہ ذیل تھے:

(ص ۴۴۴) بھائی جیٹا' بھائی پرانا۔ بھائی لنگا۔ بھائی بدھی چند۔ بھائی منج۔

اتفاقاً" وقت برخاست کا تھا۔ ملاقات حضور سے نہ ہوئی۔ دیوان عام میں چندو لعل حاضر تھا۔ ان کو بخاطرداری تمام اپنے گھر لے گیا۔ حویلی اس کی لاہور کے محلہ ہیرا منڈی میں جہاں اب تک لال کنواں اس کا مشہور و موجود ہے تھی۔ جب گورو صاحب اس کے گھر پہنچے تو اس نے حکمت عملی سے گورو صاحب کے سکھان ہمراہی کو الگ اور ان کو تن تنہا قید کردیا اور ہر صورت سے تنگ کر کے کہا کہ اگر ناطہ قبول کرو فبہا' ورنہ قید ہی میں مرجاؤ گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو تجھ جیسے کتے کراڑ مغرور نابکار کا ناطہ لینا منظور نہیں۔ پھر وہ ہر طرح سے ان کو تکالیف دینے لگا جب اسی طرح سے تخمیناً" ایک مہینہ گذر گیا۔ تو اس نے دیگ ہائے کلاں میں پانی جوش کرا کے ان کو اس میں بٹھلانا شروع کیا۔ بلکہ کئی کئی روز تک کھانا بھی نہ دیتا۔ اور دقیقہ از دقائق ایذا رسانی فروگذاشت نہ کرتا تھا۔ شدہ شدہ یہ حال سکھان ہمراہی کو معلوم ہوا۔ انہوں نے گورو صاحب سے استدعا کی کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم اس کی بیخ و بنیاد سراپ یعنی بددعا سے نکال ڈالیں۔ گورو صاحب نے فرمایا: یہ بات مناسب نہیں۔ دنیا چند روزہ ہے۔ اگر ہم اسی حال سے سورگباش ہوجاویں گے تو داغ بدنامی اس کے ماتھے پر تاقیامت رہے گا اور یہ امر شدنی ہے کہ ہم باین رسوائی شہید ہوں اور گورو ہرگوبند صاحب اس سے ہمارا انتقام لیں اور ارادت اللہ میں دست اندازی سراسر کفر ہے۔ پھر اس نابکار نے بالو گرم پر اس کو بٹھلانا شروع کیا۔ مگر انہوں نے ذرا بھی تردد نہ کیا۔ جب وہ ادعای قبول ناطہ کرتا تو آپ بجز انکار کچھ قبول نہ کرتے۔ اس پر اس نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح سے ان کا دھرم خراب کروں۔ شائد اس کے خوف سے ناطہ قبول کریں۔ گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے کہ اس کی بہو گورو کے سکھوں کی لڑکی تھی۔ اس نے بخیال اس کے کہ میرے والدین سکھ ان کے ہیں خسرا سراپا خسر سے پوشیدہ سپاہیان محافظ کو

Marfat.com

کچھ زر نقد دے کر ایک کٹورا پانی کا ہاتھ میں بطور نذر لے کر آپ کی خدمت میں مشرف ہوئی اور جا کر کہا: کہ اے مہاراج! یہ میرا سسرا جو واقعی سسرا ہے آپ کو ہر طرح سے تکلیف دے رہا ہے۔ اور میں اس کے گھر میں آپ سکھنی ہوں۔ شب و روز اس غم میں میری جان جاتی ہے' کہ مبادا! اس تکلیف دہی کی سزا میں میں بروز قیامت گرفتار آؤں۔ گورو صاحب نے (ص ۴۴۵) فرمایا: کہ تیرا کچھ قصور نہیں ہے۔ جو کرے گا سو پاوے گا۔ تو خاطر جمع رکھ یہ امر مقدور ہے۔ آنچہ مقدر است بدل نیست۔ ہم تم سے خوش ہیں۔ اب کل ہمارا کال ہے۔ یعنی روز وفات ہے ہم مر جاویں گے۔ پھر اسکے گھر پر آفت آوے گی۔ اس کے گھر والے بہت تکلیف اٹھاویں گے۔ وہ بیچاری یہ سن کر زار زار روئی اور سراپا ہو کر درخواست کہ: کہ اے مہاراج! آپ دعا کریں کہ میں آپ سے اول مرجاؤں تاکہ بلا سے نجات پاؤں۔ آپ نے فرمایا: اچھا تو بھی کل مرجاوے گی۔ یہ سن کر وہ چلی گئی۔

پھر چندو لعل نے چرم خام گائے کا تازہ منگوا کر ان کو کہا کہ اگر آج ناطہ قبول نہ کرو گے تو میں تمہیں اس چرم خام میں مڑھ کر مار ڈالوں گا۔ یہ سن کر گورو صاحب نے کہا: کہ اچھا ہم کو دریائے راوی پر جانے دے تاکہ ہم اشنان کر آویں پھر تو جو کہے گا قبول کریں گے۔ اس نے خوش ہو کر اجازت دی' مگر سخت پہرہ ہمراہ کر دیا۔ گورو صاحب مع سکھان ہمراہی روانہ دریائے راوی ہوئے۔ جب زیر قلعہ پہنچے تو بلب دریائے راوی جہاں اب یہ گنبد ہے آکر اشنان کیا۔ بعد اشنان بوقت نو بجے دن کے چادر تان کر زمین پر بجق تسلیم ہو گئے۔ اس دن جیٹھ سدی بروز جمعہ یعنی چہارم ماہ جیٹھ تھی۔ سمت ایک ہزار چھ سو تریسٹھ ۱۶۶۳ بکرما جیتی مطابق سن ایک ہزار تئیس ہجری۔

بعد ازاں چند سکھ خادمان گورو صاحب نے اسی مقام پر آپ کو جلایا۔ اور تیزی مڑھی بطور نشان بنا دی۔ جب گورو ہرگوبند صاحب ان کے صاحبزادے کو امرتسر میں یہ خبر ہوئی تو انہوں نے کریا کرم کیا اور قسم ہائے مغلظ کھائیں کہ ہم اپنے باپ کا بدلہ اس سے ضرور لیں گے۔ پھر حکم دیا کہ آج سے کوئی سکھ ہمارا اس بدذات کا نام زبان پر نہ لاوے' بلکہ جب کبھی اس کا ذکر آجوے تو پہلے تین دفعہ پھٹکار یعنی لعنت دے اور بعد ازاں ذکر اس کا "پھٹ موھیاں" کہہ کر کیا کرے۔

پرتھی چند کو بھی سکھ لوگ نیک نامی سے یاد نہیں کرتے کیونکہ اس نے (ص ۴۴۶) بھی بہت بہت دشمنیاں گورو ارجن صاحب سے کی تھیں۔ کچھ تو اوپر بھی تحریر ہو چکی ہیں اور ایک ازاں جملہ یہ بھی ہے۔ کہ ایک دفعہ گورو رام داس صاحب نے گورو ارجن کو لاہور روانہ کیا اور پرتھی چند بمقام امرتسر ان کی خدمت فرماتے مگر وہ ضائع کر دیتا۔ بعد چندے گورو ارجن نے ایک عرضی بخدمت ان کے مصحوب کسی اپنے کے روانہ کی۔ چنانچہ

Marfat.com

نقل اس کی درج کرتا ہوں:

۴۔ بانی یعنی خط منظومہ

میرا من لوچے گورو درشن تائیں
بلپ کرے چاتر کے نیائیں
ترکھا نہ اوترے شانت نہ آوے
بن درشن سنت پیارے جی
موں گھولی جی موں گھول گھمائی
گورو درشن سنت پیارے جی

فقط۔

معنے اس کے یہ ہیں کہ:

میرا من لوچے گورو درشن تائیں۔ یعنی میرا دل ترپتا ہے گورو کے درشن کے واسطے۔

بلپ کرے چاتر کے نیائیں یعنی افسوس کرتا ہے وہی دل میرا پاپیا کے موافق۔

ترکھانہ اوترے شانت نہ آوے یعنی پیاس نہیں اترتی اور آرام نہیں آتا۔

بن درشن سنت پیارے جی۔ یعنی بغیر دیدار سنت پیارے کے۔

موں گھولی جی موں گھول گھمائی یعنی میں قربان ہوجاؤں اور تیرے صدقے جاؤں۔

گورو درشن سنت پیارے جی۔ یعنی گورو کے درشن کے واسطے جو سنت پیارا ہے۔

جب یہ چٹھی بمقام امرتسر پہنچی تو سکھ برندہ چٹھی نے پرتھی چند کو حقیقی بھائی آپ کا جان کر دے دی۔ اس نے وہ چٹھی اپنی جیب میں ڈال لی اور گورو رام داس کو نہ دی۔ باعث اس کا یہ تھا کہ مبادا وہ یہ اشتیاق ارجن کا دیکھ کر پاس بلا لیں۔ بایں خیال حامل خط کو واپس روانہ کردیا۔ بعد چندے جب کوئی جواب ادھر سے نہ آیا تو گورو ارجن صاحب نے چٹھی ان کی طرف روانہ کی۔

Marfat.com

فہو ہذا:

تیرا مکھ سیار جی۔ — یعنی تیرا منہ خوبصورت ہے۔

سج دھن بانی۔ — یعنی اس دھن سے اچھے سخن فقیرانہ نکلتے ہیں۔

دھن سو دیس جہاں توں وسیا — یعنی واہ واہ شہر جہاں تو سکونت پذیر ہے۔

میرے سجن میت مراری جی۔ — یعنی پیارے دوست جو تو بجائے بھگوان ہے۔ مرار نام کرشن کا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس نے یعنی کرشن جی نے ایک دیو مرے نامی کو مارا تھا۔

میں گھولی جو گھول گھمائی۔ — یعنی دل و جان سے قربان ہوں

گور سجن میت مراری جی۔ — اے میرے پیارے کرشن جی۔

ان کی یہ چٹھی بھی پرتھی چند نے تابرام داس صاحبہ نہ پہنچائی' اس باعث سے اس کا جواب بھی نہ آیا۔ اس سے گورو ارجن داس نے نہایت متردد ہو کر خط رساں سکھ سے (ص ۴۴۷) پوچھا کہ کیا باعث ہے جواب خط نہیں آتا۔ شائد خط گورو صاحب کلاں کو نہیں پہنچتا۔ اس نے عرض کی کہ میں آپ کے بڑے بھائی پرتھی چند کو جو وہاں کا مختار ہے دے آتا ہوں۔ آگے واللہ! علم وہ پہنچاتا ہے یا نہیں! گورو ارجن صاحب کا معمول تھا کہ خط پر ہمیشہ نمبر لکھا کرتے تھے۔ بعدہ گورو ارجن صاحب نے تیسرا خط اسی سکھ کو دے کر کہا کہ اس کو بجنسہ گورو رام داس کے ہاتھ میں دینا۔ فقط۔

وہ یہ ہے:

اک گھڑی نہ ملتے تان کلجگ ہوتا یعنی اگر تم مجھ سے ایک گھڑی نہ ملتے تھے تو قیامت آجاتی تھی۔ کلجگ ان کے نزدیک آخری جگ مقدمہ مشہور ہے۔

ھن کد ملتے پر بھا بھگوانا۔ — یعنی اب کب ملو گے اے پیارے پرمیشر

موھے رین نہ وھارے نیند نہ آوے۔ — یعنی مجھ کو نیند نہیں آتی اور رات نہیں گذرتی۔

بن دیکھے گورو دربار جی۔

یعنی میں قربان ہوں تیرے۔

Marfat.com

جب سے گورو کے دربار کی چھٹی گورورام داس کے ھاتھ میں اس سکھ نے دی' وہ پڑھ کر نہایت شائق ہوئے - حسب عنوان خط پر نمبر تین دیکھا تو معلوم کیا کہ ارجن نے پہلے اس سے دو خط بھیجے تھے جو ہم کو نہیں ملے - اس سے انہوں نے سمجھا کہ پرتھی چند کی اس میں ضرور حرکت ہے - یہ سمجھ کر جواب خط لکھا کہ ہمارے پاس چلے آؤ - چنانچہ وہ ان کے پاس چلے گئے - جب وہاں پہنچے تو ان سے بڑے گورو جی نے پوچھا کہ آپ نے جو دو خط پہلے بھیجے تھے ہم کو نہیں ملے - ان کے تلف ہونے کا باعث اگر معلوم ہے تو بیان کرو- گورو جی ارجن صاحب نے کہا کہ میرا سکھ بھائی پرتھی چند کے حوالے کر کے واپس چلا جاتا رہا ہے - جب پرتھی چند سے پوچھا تو منکر ہو گیا- اس پر گورو ارجن صاحب نے کہا کہ مہاراج آپ کسی سکھ کو اس کے گھر میں بھیجیں تاکہ وہ اس کے گھر میں سے فلاں جامہ اس کا جو فلاں مقام پر پڑا ہوا ہے لے آوے -

الغرض ایک سکھ گیا اور اس کا وہ جامہ اٹھا لایا- جب اس کی جیب میں دیکھا تو بجنسہ وہ دونوں خط دستیاب ہوئے- گورو صاحب نے سر دربار پڑھ کر ان کی رنگینی عبارت کی بہت سی تعریف کی - ظاہراً" تو ان میں کوئی عبارت آرائی معلوم نہیں ہوتی- شاید کوئی ایسے اسرار گورائی ان میں مندرج ہوں گے کہ ہماری عقل ان پر نہیں پہنچتی - پرتھی چند نہایت شرمندہ ہوا -

بعد ازاں گورو رام داس صاحب نے حسب مشورت بھائی بڈھا صاحب کے ' جو ابتدا سے ہر گورو کو اپنے ہاتھ سے گدی نشین کرتا چلا آتا تھا' گوروارجن کو گورو بنایا اور کہا: کہ تم ہر طرح سے لئیق گورو ہونے کے ہو- کیونکہ تمہاری کلام یعنی بانی برابر کلام سابقہ گوروں کے ہے - اور اب ہم چاہتے ہیں کہ یہ تین خط جو فی الحقیقت آکاش کے تین زینہ ہیں اس کا چوتھا زینہ بھی(ص ۲۴۸) تیار کرو- یعنی ایک اور ایسا ہی خط بناؤ تاکہ روز قیامت یہ بنام چار پوڑی مشہور رہیں - پوڑی زبان پنجابی میں زینہ کو کہتے ہیں- گورو ارجن صاحب نے یہ چوتھی پوڑی اسی وقت بنائی -

بھاگ ہویا گورو سنت ملایا-	یعنی زہے قسمت کہ گوروں نے سنت ہم کو ملایا-
پربھ ابناسی گھر میں پایا-	یعنی پربھ یعنی وہ سنت پرمیشر ہم نے گھر میں پایا-
سیوا کرے پل جانہ وچھڑاں-	یعنی جو ہم نے سیوا کی تھی سو

Marfat.com

ہماری قبول ہوئی اور اب ایک پل
یعنی سیکنڈ ہم سے جدا ہوا نہیں جاتا۔

ارجن نانک داس تمہارے جی۔ یعنی ارجن بندہ نانک آپ کا غلام ہے۔

اور تمام گوروؤں میں یہ دستور رہا ہے۔ کہ جو بانی بناتے رہے ہیں اس کے آخر بجائے نام مصنف گورو نانک صاحب کا نام ڈالتے ہیں۔ بعد اس کے گورو رام داس صاحب گورو ارجن صاحب کو گدی پر بٹھا کر آپ روانہ موضع گوبندوال جو متصل ترن تارن ہے ہو کر وہیں جانوت ہوئے۔ چنانچہ سمادھ ان کی وہاں موجود ہے اور بوقت روانگی تمام سکھوں کو حکم دیا کہ گورو ارجن صاحب کو قائم مقام ہمارے جاننا اور ادب ان کا بدرجہ کمال رکھنا۔ اس سے ہر ایک سکھ ان کو تہ دل سے مخدوم و مکرم جاننے لگا۔ اور وہ بھی شب و روز یاد الٰہی میں اس وضع سے مشغول رہنے لگے کہ شہرہ ان کا عرصہ قلیل میں زبان زد روزگار ہو گیا۔ جنم ساکھی میں مندرج ہے کہ جب پرتھی چند علانیہ درصدد ایذا رسانی ان کے رہنے لگا تو ہر ایک شخص افسوس کرتا تھا۔ ارجن صاحب نے بارہا اس کو منت و سماجت سمجھایا کہ نفاق خانگی سے وہ سرمارا گیا ہے۔ آؤ برادرانہ سلوک سے اوقات بسر کرو۔ مگر اس نے ایک نہ مانی بلکہ روز بروز سخت تکلیفیں دینے لگا۔ یہ معاملہ دیکھ کر آخر کارمائی گنگا زوجہ گورو صاحب نے باچشم تر ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ تو ولی کامل باخدا رسیدہ ہیں مگر ہم لوگ بباعث علایق دنیاوی ہمیشہ شرارت ہائے پرتھی چند سے ترساں و لرزاں رہتے ہیں کیونکہ باوجود موجودگی وجود ذیجود آپ کی کے وہ ایسی ایسی حرکات ناشائستہ ہم سے کرتا ہے۔ اگر آپ سورگباش ہو جاویں گے تو وہ ہم کو دم لینے بھی نہ دے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ

دشمن اگر قویست نگہبان قوی تراست

پرمیشر کی طرف متوجہ رہو وہ ہر بلا سے محفوظ رکھے گا پھر مائی صاحبہ نے عرض کی کہ مہاراج میں آپ سے ایک پتر بایں تمنا چاہتی ہوں کہ آپ کا سجادہ نشین ہو تاکہ گورائی ہمارے گھر میں آپ کے بعد بھی قائم رہے۔ آپ نے تبسم فرما کر کہا کہ ہم کو تو اس طرف کا کچھ خیال نہیں کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے: (ص ۴۴۹)

دنیا چو حباب است بیک چشم زدن
چون نقش برآب است بیک چشم زدن

مگر ہاں! اگر تمہاری رغبت اس امر کی طرف ہے۔ تو بخدمت بھائی بڈھا صاحب جو ہمارے بزرگوں کی یادگار ہے جاؤ اور اس سے یہ درخواست کرو۔ یہ آگیا لے کر مائی صاحبہ بہ تزک

Marfat.com

تمام رتھ پر سوار ہو کر ان کے استھان پر جو موضع بیڑ ضلع امرتسر میں بفاصلہ چار کوس امرتسر سے تھا گئیں۔ اس وقت وہ خدا سے لو لگائے بیٹھے تھے۔ یکایک جو یہ اژدھام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مائی گنگا صاحبہ تشریف لائی ہیں۔ اتنے میں وہ بھی آپہنچے۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ خیر تو ہے۔ شائد گورو ارجن صاحب کو کہیں سے بھانج یعنی شکست حاصل ہوئی ہے۔ جاؤ آرام کرو۔ خدا چاہے گا تو محفوظ رہیں گے۔ اس سے وہ نہایت نادم ہو کر واپس ہو آئے۔

جب گورو صاحب نے سنا تو نہایت ناراض ہو کر مائی گنگا سے فرمانے لگے۔ کہ وہ شخص مستجاب الدعوات ہے۔ جو کچھ اس کے منہ سے نکلا ہے وہ ضرور شدنی ہے۔ یہ تمہاری نادانی اور خودستائی کا ثمرہ ہے۔ کہ فرزند مانگنے گئیں۔ اور تکلیف لے آئیں۔ اس دھوم دھامسے ان کے پاس جانا مناسب نہ تھا اگر ان سے کچھ فیض چاہتی ہو تو باادب تمام غریبانہ 'تن تنہا' پا برہنہ ان کی خدمت میں حاضر ہو اور لسی یعنی چھاچھ مع روٹی مسی یعنی پیٹھی ان کی مرغوب طبع ہے ہمراہ لے جاؤ۔ جب وہ تناول فرما کر مسرور ہوں تو واجب العرض عرض کرنا۔ انشاء اللہ کاسہ مراد لبریز حصول مرام ہو جائے گا۔

یہ سن کر مائی صاحبہ تمام رات روتی بسورتی رہیں۔ اور صبح ہی لسی وغیرہ ہمراہ لے کر پابرہنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے بہت مہربانی فرمائی اور وہ پرشاد جو بارشاد گورو صاحب ہمراہ لے گئی تھیں بادل شاد قبول فرمایا اور پوچھا کہ باعث تشریف آوری کیا ہے۔ انہوں نے تمام حال ایذا رسانی پرتھی چند کا مع تمنائے فرزند کا کہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو۔ تمہارے ہاں ایک ایسا فرزند ارجمند پیدا ہو گا کہ جس سے تاقیامت نام باوا نانک صاحب کا روشن رہے گا۔ ماسوا اس کے پیر و امیر اس کے در دولت پر آستانہ بوس رہیں گے۔ اس کا نام ہرگوبند رکھنا۔ یہ مژدہ جانفزا سن کر وہ شاداں شاداں گورو صاحب کی خدمت میں بمقام امرتسر واپس آئیں۔ قدرت الٰہی سے اسی روز نخل امید ان کا باور ہو گیا۔ فقط۔

اگرچہ قبل اس کے حال سلہی فوج دار شاہی کا بطور مختصر اوپر (ص ۴۵۰) تحریر ہو چکا ہے مگر مفصل یوں ہے کہ جب ایام حمل کے نو مہینے منقضی ہو چکے تو پرتھی چند باحمایت چندو لعل سلہی افغان کو باارادہ قتل گورو صاحب کے ہمراہ لے کر امرتسر پر چڑھ آیا۔ ارجن صاحب تاب مقاومت نہ لا سکے' بلکہ چند اشخاص کو ہمراہ لے کر موضع ڈوالی میں (جو امرتسر سے چھ کوس ہے) جا چھپے۔ ہرچند پرتھی چند نے تلاش کی مگر آپ دستیاب نہ ہوئے۔ وہ

Marfat.com

لاچار ہو کر پھر واپس دہلی چلا گیا اور سلہی افغان راستہ ہی میں طعمہ نہنگ اجل ہو گیا۔

جس روز کہ گورو صاحب موضوع ڈوالی میں تشریف لے گئے اسی روز گرو ہر گوبند شکم مائی گنگا صاحبہ سے تولد ہوئے۔ سکھوں کا اعتقاد ہے کہ بھائی صاحب کے دونوں قول ایک ہی وقت میں پورے ہوئے۔ یعنی گورو صاحب کو بھانج بھی بڑی اور صاحبزادہ بھی تولد ہوا۔

تادم تحریر بمقام گدی باوا بڈھا یہ فیضان جاری ہے کہ اکثر بے اولادوں کو اولاد عطا ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی حاملہ تا حمل سہ ماہ وہاں بھاری دے تو ضرور فرزند پیدا ہوتا ہے۔

بعد دو روز کے گورو صاحب پھر امرتسر میں تشریف لے آئے۔ سکھوں نے کئی جلسہ خوشی تولد فرزند کے جابجا منعقد کیے۔ جب پرتھی چند نے یہ ذکر سنا تو جیتے جی مرنے لگا۔ آخر کار امرتسر میں آیا اور گورو صاحب سے عذر ماسبق کر کے شب و روز پاس رہنے لگا۔ اتفاقاً" مائی گنگا صاحبہ بیمار ہوئیں۔ گورو صاحب کو تلاش دایہ ہوئی۔ پرتھی چند نے ایک دایہ کو کچھ دینا کر کے اس امر پر راضی کیا کہ وہ اپنے پستانوں پر زہر ہلاہل لگا کر ان کے ہاں جاوے تاکہ پیتے ہی مولود مرجاوے۔ الغرض وہ قحبہ زنان بے خبر اس سے کہ من حفر بیرا" لاخیہ فقد وقع فیہ پستانوں پر زہر لگا کر ان کے گھر میں گئی اور گورو صاحب سے اجازت لے کر مولود کو دودھ دینے لگی۔ قدرت الٰہی سے ایک اژدہائے خونخوار صاحبزادہ کے دھن مبارک سے باہر نکلا اور ڈستے ہی دایہ کو جہنم واصل کردیا۔ پستان اس کے اسی وقت ایسے متورم ہوگئے کہ ہزار ہا خلقت دیکھنے کو آئی۔ شدہ شدہ یہ حرکت پرتھی چند کی بھی طشت از بام ہوگئی۔ پھر تو مائی گنگا صاحبہ اس عم سراسر غم سے لڑکے کو محفوظ رکھنے لگی۔ جب ہرگوبند صاحب پنج سالہ ہوئے تو پرتھی چند ملعون نے انکے خدام میں سے ایک برہمن کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ نقد دینا کر کے یہ بندوبست کیا کہ وہ اس کو دودھ یا شیرینی میں زہر ملا کر کھلا دے۔ جب اس نے قبول کیا تو ایک روز دودھ میں زہر قاتل ملا کر پرتھی چند نے اسکے حوالے کی۔ وہ موقع پاکر جب ان کو پلانے لگے لگا تو وہ ایسی ہی درد ناک آواز سے (ص ۴۵۱) الغیاث الغیاث کرنے لگے کہ تمام اہل خان مع گورو صاحب وہاں جمع ہوگئے۔ گورو صاحب نے ان کو گود میں لے کر باعث تردد پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ دودھ مرسلہ پرتھی چند موجود ہے۔ اس کا امتحان کرلو۔ گورو صاحب نے وہ دودھ کسی کتے کو پلایا جو پیتے ہی تڑپ کر مرگیا تو لوگوں کو یقین ہوا کہ ہرگوبند مادر زاد ولی ہے۔ اور برہمن بھی مضمون:

بر عمل اجری و ہر کردہ جزائی دارد

Marfat.com

اسی وقت شدت ذات الجنب سے فی النار و السقر ہوگیا۔ اس سے پرتھی چند بدرجہ کمال خلق اللہ میں رسوا ہوکر امرتسر سے نکل گیا اور بدستور دہلی میں جاکر باحمایت چند و لعل رہنے لگا۔ گورو بلاس میں مرقوم ہے کہ اس اثناء میں تقویم یعنی جنم پتری حضرت نور الدین جہانگیر بادشاہ کی گم ہوگئی۔ حضور سے اشتہارات جاری ہوئے کہ مخبر کو انعام اور مجرم کو سزائے دار ہوگی۔ جو کوئی سراغ تقویم مفقودہ کا لگاوے اس قدر انعام پاوے۔ یہ سن کر پرتھی چند نے حضور میں عرضی اس مضمون کی دی کہ گورو ارجن صاحب کے پاس کئی عالی چور رہتے ہیں اور یہ تقویم آپ کی اسی نے ضائع کرائی ہے۔ اگر آپ اس کو مقید فرماویں تو جنم پتری آپ کی بے شک برآمد ہوجاوے گی۔

چندو لعل نے تائید کلام کی۔ بادشاہ نے ایک امیر کو حکم دیا کہ حسب نشان دہی پرتھی چند کے اشخاص مشتبہ کو قید کر کے حاضر حضور کرو۔ یہ حکم ہوتے ہی دیوان مذکور نے پہرہ سنگین اس کے ہمراہ دے کر روانہ امرتسر کیا۔ قدرت الٰہی سے اس امیر کے چار ملازم جن کو اس نے بے قصور بے عزت کر کے معزول کیا ہوا تھا۔ رنجیدہ خاطر درصدد اس کے چند مدت سے پھر رہے تھے۔ انہوں نے اس کو سر راہ قریب انبالہ تنہا پاکر ضرب شمشیر و نیزہ سے قتل کرڈالا۔ قدرت الٰہی سے تمام ہندوستان میں خودبخود یہ افواہ ہوگئی کہ فلاں ارادہ سے یہ شخص آیا تھا اور بابرکت گورو ارجن صاحب مارا گیا۔

جب یہ شہر مسموع بندگان حضور ہوا تو حضور شاہی سے چندو لعل دیوان مورد عتاب ہوا اور گورو صاحب من جانب حضور شاہی بری الذمہ ہوکر ممتاز ہوئے۔ فقط۔

اسی کتاب یعنی گورو بلاس میں مرقوم ہے کہ خسرو شاہزادہ خلف حضرت جہانگیر بادشاہ کا کسی قصور پر دہلی سے خارج کیا گیا۔ جب وہ ضلع امرتسر میں بمقام ترن تارن آیا تو گورو ارجن صاحب نے حسب معمول خود تین روز اس کو اپنے پاس رکھا اور نہایت عزت و توقیر سے ضیافت کی اور بوقت رخصت مبلغ پانسو روپیہ نقد عطا فرمایا جب وہ چلا گیا تو دورہ کنان بادشاہ (ص ۷۵۲) ممدوح بھی لاہور میں تشریف لائے ہر ایک کو خوشی ہوئی۔ دور و نزدیک سے ہر کہ وہ مہ آستانہ بوسی کے واسطے حاضر ہوا۔ ارجن صاحب مرد فقیر بادیہ نشین تھے ان کو خیال حاضر باشی نہ ہوا۔ موقع پاکر دیوان چندو لعل بحضور میں عرض کیا کہ جہاں پناہ! صادر و وارد سے پختہ معلوم ہوا ہے کہ حاکم امرتسر نے ارجن کو ہدایت آستانہ بوسی بندگان حضور بہ تاکید تمام کی مگر وہ حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ علی الاعلان اپنے سکھوں میں بیٹھ کر کہتا ہے: کہ اقبال چغتائی چراغ سحری ہے۔ حضور گونہ ناراض ہوئے اور فرمان شاہی بدیں

Marfat.com

مضمون جاری کیا کہ ارجن جلد تر حاضر حضور ہو .فور پہنچنے فرمان عالی شان کے۔

گورو صاحب مذکور پانچ سکھ خادم اپنے ہمراہ لے کر وارد لاہور ہوئے۔ چند و لعل کے دل میں تو شکایت نامنظوری ناطہ بدرجہ کمال چھائی ہوئی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ یہ آدمی باخدا ہے اگر حاضر دربار ہوگا تو بجائے ذلت عزت پاوے گا۔ یہ خیال کر کے اس نے ان کو گرفتار کرلیا اور جیسا اوپر تحریر ہوا ہے بہت بہت تکلیفیں دے کر ان کو راہ گرائے عالم بقا کردیا۔

۵- حال بعد وفات گورو ارجن صاحب

جب گورو صاحب فوت ہوگئے تو گورو ہرگوبند صاحب امرتسر میں آئے اور وہاں بنام نہاد اکال بنگہ ایک جگہ جواب تک موجود ہے تیار کرائی اور نام اس مقام کا گدی رکھا۔ بعد اس کے فوج رکھنی اور اسلحہ بندی آغاز کی اور بجائے ایک تلوار کے دو تلواریں زیب کر کیں اور اشتہار دیا کہ ایک تلوار امیری کی ہے اور دوسری پیری کی۔

اس اثنا میں بطور غداری چند و لعل نے ایک چٹھی بخدمت ان کے اس مضمون کی بھیجی کہ تقدیر الٰہی سے گورو ارجن سورگباش ہوگئے ہیں اب تم کو لازم ہے کہ ناطہ اس لڑکی کا قبول کرو ورنہ میں دیوان شاہی ہوں' آپ کو خراب کروں گا۔ گورو ہرگوبند نے جواباً" لکھا کہ ناطہ کیا بلکہ خبردار ہم بے شک اپنے باپ کا قصاص تجھ سے لیں گے۔ اس پر چند و لعل نے بحضور جہانگیر عرض کی کہ شہر امرتسر میں گورو ہرگوبند پسر گورو ارجن ہتھیار بند رہتا ہے اور اپنے آپ کو سچا بادشاہ کہلاتا ہے اور وہاں گدی یعنی تخت بنایا ہے۔ بادشاہ نے نواب وزیر خان اور گنج بیگ کو اس مراد سے روانہ امرتسر کیا کہ گورو ہرگوبند کو باعزت حاضر حضور کریں۔ تاکیفیت حال دریافت ہو۔ یہ دو ن امیر گورو ہرگوبند کو ہمراہ اپنے بطرف دہلی لے گئے۔ پیچھے ان کے بمقام امرتسر بھائی بڈھا اور بھائی گورو داس ان کے قائم مقام رہے۔

(ص ۴۵۳) جب گورو ہرگوبند دہلی پہنچے تو ڈیرا ان کا بمقام مجنون جو لب دریائے جمنا ہے مقرر ہوا۔ جب بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو بادشاہ نے ملاقات اول میں یہ سوال ان سے کیا کہ کہو جی ہندو اچھے ہیں یا مسلمان؟ گورو صاحب نے جواباً" یہ شبد مصنفہ گورو ارجن صاحب کا سنایا:

Marfat.com

کوئی بولے رام رام کوئی بولے خدا کوئی سیوے گوسیاں کوئی اللہ
کارن کرن کریم کرپا دھار رحیم کوئی نہاوے تیرتھ کوئی حج نوں جا
کوئی کرے پوجا کوئی سر نوا
کوئی پڑھے بید کوئی پڑھے کیب کوئی اوڑھے نیل کوئی سفید
کوئی کہے ترک کوئی ہندو کوئی واچھے بہشت کوئی سورگ انند
لکھ نانک جس حکم پچھاتا
پربھ صاحب کا تن بھت جاتا

یہ سخن سن کر حضرت بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور ان کی پاس خاطر یہاں تک رکھنی شروع کی کہ بوقت شکار ہمراہ لے جاتا تھا۔ ایک روز جنگل میں کوئی شیر نکلا جس کو گورو ہرگوبند صاحب نے تن تنہا مار لیا۔ اسی وقت آسمان پر ایک متعجب روشنی نمودار ہوئی۔ بادشاہ نے سبب اس روشنائی کا پوچھا۔ گورو ہربند نے کہا کہ یہ شیرک سنگھ یعنی چیلا گورو امر داس صاحب کا تھا۔ اس نے ان کی ارادت میں کچھ فرق کیا تھا۔ اس سبب سے اس جون میں آیا تھا اور ہمیشہ جیون مکت کا طلبگار رہتا تھا۔ اب جو ہمارے ہاتھ سے مارا گیا اس سے اس کی مکت ہو گئی۔ اس باعث سے یہ اس کی روح کی تجلی تھی۔ بادشاہ یہ سن کر خوش ہوا۔ فقط۔

ایک روز جہانگیر بادشاہ اور گورو ہرگوبند صاحب کسی سیرگاہ میں بوقت دوپہر تن تنہا بیٹھے ہوئے تھی۔ اسی وقت وہاں کسی کاہ فروش نے جو گورو صاحب کا سکھ تھا آکر سپاہیوں سے پوچھا: کہ سچا بادشاہ ہمارا کہاں ہے؟ سپاہیوں کو معلوم نہ تھا کہ بادشاہ سے مراد گورو ہے۔ انہوں نے اشارہ بطرف جہانگیر بادشاہ کیا۔ اس نے دو فلوس بطور نذر بادشاہ کے آگے رکھے اور کہا کہ مہاراج مجھ غریب پر سہایتا کرو' میں آپ کا سکھ ہوں۔ بادشاہ کو یقین ہوا کہ سچ ہی لوگ اس کو سچا بادشاہ کہتے ہیں اور بڑی ارادت رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے اس سکھ کو کہا کہ دیکھو وہ تمہارا سچا بادشاہ ہے۔ یہ ٹکا اپنا اٹھا کر اس کے آگے رکھو۔ یہ سن کر وہ ان کی طرف ہوا اور فتح بلائی۔ انہوں نے نذر قبول کر کے دعا دی بعد ازاں مجلس برخواست ہوئی۔ جب چندو لعل نے دیکھا کہ بادشاہ اس کی طرف سے بدظن نہیں ہوتا بلکہ روز بروز ان کی عزت بڑھتی جاتی ہے تو آتش حسد و بغض سے جل گیا۔ پھر یہ تجویز کرنے لگا کہ کوئی ایسا بندوبست کروں جو گورو ہرگوبند بادشاہ کے پاس سے دور (ص ۴۵۴) ہو جاوے' مبادا کہ

Marfat.com

بادشاہ سے مل کر اپنے باپ کا بدلہ مجھ سے لیوے۔ یہ سوچ کر اس نے نجومیان شاہی سے یہ بندوبست کیا کہ وہ بادشاہ سے جاکر یہ عرض کریں کہ جہاں پناہ اب آپ پر ایام سخت آنے والے ہیں اور وہ اس طرح رفع ہوتے ہیں کہ یہ گورو ہرگوبند صاحب قلعہ گوالیار میں اکتالیس روز بیٹھ کر آپ کے واسطے جپ کرے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ نے متردد ہوکر گورو صاحب کو روانہ گوالیار فرمایا۔

جب وہاں پہنچے تو اس قلعہ کے تھانیدار کے نام دیوان چندو لعل نے لکھ بھیجا کہ اس گورو کو وہاں بہت تنگ رکھنا۔ یہ دشمن شاہی ہے۔ قدرت الٰہی سے آگے اس قلعہ میں باون راجے دایم الجس مقید تھے۔ اتفاقاً وہ تھانیدار سکھ تھا۔ وہ ہروقت ان کی خدمت میں اس طرح سے حاضر رہنے لگا کہ طفیل ان کی ان راجوں کو بھی طعام لذیذ ملنے لگے۔ بعد چالیس روز کے امرتسر میں مائی گنگا والدہ گورو ہرگوبند کو یہ خبر پہنچی۔ انہوں نے بھائی جیٹھا و پرانا کو جلد تر یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تم جاؤ اور جس طرح سے ہوسکے گورو صاحب کو وہاں سے نکال لاؤ۔ یہ دونوں دہلی میں گئے اور رات کو خواب میں بادشاہ کو شیر بن بن کر ڈرانے لگے۔ جب خواب میں بادشاہ نے یہ بھید دیکھے تو کہنے لگا کہ بے شک نجومیوں نے سچ کہا تھا کہ تم کو خوف ہے۔ دوسری رات خوف میں بادشاہ نے دیکھا کہ شیر اس پر حملہ کرتے ہیں اور گورو ہرگوبند صاحب ان کو ہٹاتے ہیں۔ پھر تو بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ میں گورو کی جپ سے بچا ہوں۔ پھر ایک روز خواب میں یہ معائنہ ہوا کہ جناب الٰہی سے معرفت شیراں حکم ہوتا ہے کہ اگر تو بچا چاہتا ہے تو گورو صاحب کو گوالیار سے بلوالے۔

صبح کو بادشاہ واسطے تعبیر پوچھنے کے جناب حضرت محمد لطیف جی کی خدمت میں گیا۔ ان کی عمر نہایت ضعیف تھی۔ بادشاہ نے جانے پر ان سے پوچھا: کہ یا حضرت فقیری کس کو کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کہ جو گورو ارجن صاحب کی ہے۔ یعنی اپنے بدن پر تکلیفیں اٹھائیں اور کسی کو تکلیف نہ دی۔ مگر افسوس کہ تیرے دیوان چندو لعل نے اس کو مار ڈالا۔ جب گورو ارجن صاحب اس گھر میں قید تھے تو ہم اور تمام سادہ روئے زمین کے ان کی حمایت کے واسطے گئے، مگر انہوں نے جفا پر صبر کیا اور بجز خدا کسی سے حمایت نہ چاہی۔
یہ سن کر بادشاہ کو نہایت افسوس پیدا ہوا اور دوران خاص میں میں آکر نواب وزیر خان کو روانہ کیا کہ جاکر گورو ہرگوبند صاحب کو گوالیار سے (ص ۴۵۵) باعزت و توقیر لے آؤ۔
جب وزیر خان وہاں پہنچا اور گورو ہرگوبند ک واپس لانے لگا تو ان کو تکالیف راجہ ھائے محبوس پر خیال آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں چلتے۔ اگر آپ ہم کو لے جانا چاہتے ہیں تو

Marfat.com

راجوں کو بھی ہمراہ ہمارے لے چلو- وزیر خان نے بادشاہ کو اطلاع دی- بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا بپاس خاطر گورو صاحب کے ان باون راجوں کو بھی چھوڑ دو-

بعد ازاں وہ باون راجے دھلی میں آئے اور حسب الحکم بادشاہ اور سفارش گورو صاحب کے اپنے اپنے ملک کے فرمانروا ہوئے- کہتے ہیں کہ جب گورو صاحب دربار شاہی میں آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک سمرن یعنی تسبیح نہایت خوشنما بیش قیمت درہائے شاہوار کی تھی- بادشاہ نے کہا کہ گورو صاحب اگر ایک دانہ سمرن کا آپ مجھ کو دیں تو میں اس کو اپنی تسبیح کا امام بناؤں- گورو صاحب نے کہا کہ جہاں پناہ یہ تمام آپ کی نذر ہے- بادشاہ نے کہا کہ یہ تمام آپ کو مبارک ہو- گورو صاحب نے کہا : کہ جہاں پناہ! ہمارے باپ گورو ارجن صاحب کے گلے کی مالا جو اس سے ہزار درجہ بالا تھی چند و لعل دیوان کے گھر میں ہے' اگر آپ اس سے دلوا دیں تو فبہا ورنہ میں بروز قیامت دعویدار ہونگا- بادشاہ نے چند و لعل کو حکم دیا کہ وہ مالا حاضر کرو- اس نے ہرچند تلاش کی مگر دستیاب نہ ہوئی-

اس بات سے اس پر قہر سلطانی ہوا - گورو صاحب نے قصاص کا دعویٰ اس پر کیا- بادشاہ نے چندو لعل کو قید کر کے حوالہ گورو ہرگوبند صاحب کردیا کہ جس طرح آپ کی مرضی ہو اس سے اپنے باپ کا بدلہ لیں- ہم اس سے بری ہوئے-

گورو ہرگوبند نے اس کے گلے میں زنجیر آہنی ڈال کر اپنے شکاری کتوں میں بندھوا دیا- اور اپنے سکھوں کو حکم دیا کہ جو سکھ ہمارا چیلہ ہو اس کو پانچ پانچ جوتی لگادے- پھر تو وہ بم اٹھی کہ وہی جانتا ہو گا- پھر اس کے سر پر خاک ڈلوائی اور اس کو ہمراہ سگان شکاری کی امرتسر میں لے آئے-

بعدہ بادشاہ بھی اس طرف آیا- پہلے بمقام کمثالہ چند روز رہا اور پھر وارد لاہور ہوا- اور وزیر خان کو وہاں چھوڑ آیا کہ گورو صاحب کو اپنے ہمراہ لاوے- بعد چند روز کے گورو صاحب چندو کو ہمراہ اپنے لاہور میں لے آئے اور یہاں اس کا کالا منہ کر کے بسواری خر شہر میں پھیرا- کہتے ہیں کہ مولی تارا لاہور میں ایک بھڑ بھونجا تھا اور اسی سے چندو لعل بالو گرم منگوا کے گورو ارجن صاحب کے بدن پر بخیال ایذا رسانی ڈلوایا کرتا تھا- جب اس نے چندو کو اس ذلت میں دیکھا تو اپنے دانے بھوننے کا کڑچھا اس کو ایسا مارا کہ (ص ۲۵۶) اس کا پیٹ پھٹ گیا اور سربازار خر سوار مرگیا- پھر بحکم گورو صاحب کے سکھوں نے اس کو موریوں میں گھسیٹ کر دریا برد کیا-

جب یہاں لاہور میں گورو ہرگوبند آئے تو بمقام مزنگ وہاں ڈیرہ کیا' کہ جہاں اب

Marfat.com

مقام چھٹویں بادشاہی مشہور ہے۔ وہ مقام ان کے بیٹھنے سے متبرک معبد سکھان بن گیا ہے۔
ایک روز کا ذکر ہے کہ چھٹویں بادشاہی میں کڑاہ پرشاد کرا کے مع ان پانچ سکھوں کے جن کا نام اوپر تحریر ہوچکا ہے بمقام ڈیرا ہذا تشریف لائے۔ ساوھ و مردے گلے بدست خاص خود بنایا اور آپ نے زبان سے بطور پیشین گوئی فرمایا کہ بعد چندے یہاں مکان عالی شان مندر بنے گا۔ فقط۔

بعدازاں جب امرتسر جانے لگے تو ایک سکھ مسی گنگا کو جاروب کش کر کے یہاں بٹھلایا۔ بعد ازاں سمت ۱۸۹۷ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہاں اول ایک مندر مع چار دیواری بنوایا' پھر سمت ۱۸۹۹ء میں بحکم مہاراجہ شیر سنگھ یہ تمام عمارت موجودہ تیار ہوئی ابھی یہ مکان ناتیار ہی تھا کہ مہاراجہ شیر سنگھ سورگباش ہوگئے۔

جب بلے مہاراج کلاں نے یہ مندر بنوایا کہ تو اس وقت بھائی حاکم سنگھ کو یہاں کا گدی نشین مقرر کیا اور قدرے تنخواہ مع رسد اس کی مقرر کردی۔ ماسوا اس کے کیسرا سنگھ سوڈھی بھی یہاں مقام بزرگان خود جان کے کچھ نذر دیا کرتا تھا۔ جب کیسرا سنگھ سمت اٹھارہ سو بہتر میں مرگیا تو مڑھی اس کی بھی یہاں ہی بنائی گئی۔ جو اب تک موجود ہے۔ بعد اس کے بھائی لعل سنگھ چیلہ اس کا یہاں گدی نشین ہوا۔ جب وہ بھی سمت اٹھارہ سو اکانویں میں راہ گرائے عالم بقا ہوگیا تو مڑھی اس کی بھی یہاں بنی۔ بعدازاں بھائی رتن سنگھ بڑا بھائی اس کا گدی نشین ہوکر سمت انیس سو اٹھارہ میں فوت ہوا۔ مڑھی اس کی بھی یہاں موجود ہے۔ بعد اس کے اب تک سنت سنگھ بیٹا اس کا گدی نشین ہے اور دو بھائی حقیق اس کے ایک ہیرا سنگھ اور دوسرا کشن سنگھ مکان کی آمدنی میں حصہ دار ہیں۔ ماسوائے اس کے چھٹویں بادشاہی جو شرق رویہ موضع مزنگ ہے ان کے قبضہ میں ہے۔ وہاں بھائی نہال سنگھ ان کا دست نشاندہ بیٹھا ہے۔ فقط۔

اس ڈیرہ کے ساتھ بعد مہاراجہ صاحب مفصل ذیل معافی معاف تھی:
ایک وضع تین سو روپیہ سالانہ دوآبہ میں' دوسرا موضع نندی پور جو ضلع سیالکوٹ میں ہے۔ اور تین روپیہ یومیہ زر نقد خزانہ سے ملتا تھا۔ ماسوا اس کے اور صدہا روپیہ آجاتا تھا۔ اب صرف موضع نندی پور جس کی آمدنی سالانہ دو سو روپیہ (ص ۴۵۷) ہے ضلع سیالکوٹ میں اور ایک چاہ جس کا سالانہ اٹھالیس روپیہ علاقہ قصور میں تامرضی سرکار واگزار ہے۔ فقط۔

اب تک جہاں ماہ بماہ چہارم ماہ قمری جوڑ میل ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ساوہ

Marfat.com

سکھ لوگ جمع ہوکر سماع سنتے ہیں اور کڑاہ پرشاد تقسیم ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے دو جاگتے سال بھر میں گورو صاحب کے بطور سرادہ کیا کے ہوتے ہیں۔ اس روز دو چار سو آدمی صادر وارد سکھان و سادھان کو کھانا ملتا ہے۔

کیونکہ تاریخ تولد وفات گورو صاحبان ہر ایک شخص کو بخوبی معلوم نہیں لہٰذا گورو پرنالی سے استنباط کر کے مفصل حال اس کا بطور نقشہ درج ذیل ہوتا ہے:

۶۔۔ درباب احوال گور پرنالی گوروان سکھان

گور پرنالی ایک گرنتھوں کا خلاصہ ہے۔ اس میں کل حال تاریخ ہائے تولد و وفات گوروان:

نام	تاریخ تولد	مقام تولد مع نام پدر و مادر	حال وفات
گورو نانک	پورن ماشی روز چار شنبہ ۳ بجے رات کے سمت ۱۵۲۶ بکرما جیتی	تلونڈی ساندل بار بخانہ کالو کھتری نام والدہ پترو	یہ فوت نہیں (ہوئے) ۱۰ اسوج سمت ۱۵۹۶ کو بمقام کرتار پور چادر تان کر لیٹے اور گم ہوگئے۔
گورو انگد	سمت ۱۵۶۱ اکادشی بساکھ چار بجے رات کے	موضع ہری نام پدر پھیرو نام والدہ دیا کور	سمت ۱۶۰۹ چیت سدی چوتھ مقام کھنہ در علاقہ امرتسر
گورو امرداس	۲۰ بساکھ سمت ۱۵۲۹ دو بجے رات کے	موضع باسر کے نام مادر پھوپ کنور اور نام پدر تیجو مل	گوبند وال سمت ۱۶۳۰ سولہ سو تیس پورن ماشی بھادوں۔
گورو رام داس	۲ کاتک سمت ۱۵۸۱ بوقت چار گھڑی دن چڑھے	لاہور نام پدر ہرداس نام مادر کھیم کنور	سمت ۱۶۳۸ سولہ سو اڑتیس تیج بھادوں گوبند وال ضلع امرتسر

Marfat.com

گورو ارجن صاحب	۱۸ بساکھ سولہ سو دس	گوبند وال نام مادر بھانی و نام پدر رام داس	۸ سمت سولہ سو تریسٹھ۔ جیٹھ سدی چوتھ بمقام لاہور۔
گورو ہرگوبند	۲۱ ہاڑ سم ۱۶۵۲	موضع دولی نام پدر ارجن نام مادر گنگا	سمت ۱۶۹۰ بمقام کرت پور ضلع ہوشیارپور۔
گورو ہررائے	سمت ۱۶۸۶ ۱۳ ماگھ	کرت پور پدر گوردتا و مادر انتی	سمت ۱۷۱۸ کرت پور نوی کاتک۔
گورو ہرکشن	سمت ۱۷۱۳ ۹ ساون	کرت پور پدر گورو ہررائے کشن کنور مادر (ص ۴۵۸)	دہلی سمت ۱۷۲۱ ۱۴ ماہ چیت۔
گورو تیغ بہادر	سمت ۱۷۱۰ ۱۹ مگھر	امرتسر پدر ہرگوبند گورو ششم نام مادر نانکی	دہلی سمت ۱۷۳۲ پنچم ماہ مگھر۔
گورو گوبند سنگھ	سمت ۱۷۱۸ پورہ سدی ساون	مقام پٹنہ پدر تیغ بہادر مادر گوجری	سمت ۱۷۶۵ سدی پنچمی کاتک شہر ندیڑ جہاں اب اچپلا نگر گوردوارہ مشہور ہے۔

۷- سکھوں کی بارہ مثلیں

جب گورو گوبند سنگھ صاحب دسویں گورو سکھوں کے سمت ۱۷۸۰ میں سورگباش ہوگئے تو ان کے بعد چھوٹے چھوٹے سکھ سردار اپنے آپ کو افسر ملک و مذہب خیال کرنے لگے اور جس قدر سلطنت سلاطین ہند میں تنزل آتا گیا اسی قدر یہ لوگ زور پکڑتے گئے۔

Marfat.com

بعدازاں اگرچہ احمد شاہ ابدالی نے بارہا ان کو گوناگوں تکلیفیں پہنچائیں' لوٹا مارا' مگر قدرت الٰہی سے وہ لوگ روز بروز ترقی یاب ہوتے گئے۔

ایک دفعہ ۱۷۶۳ء میں شاہ موصوف پنجاب میں آیا۔ اس کے پہنچتے ہی سکھ لوگ بھاگ کر عبور دریائے ستلج سرہند میں چلے گئے۔ وہاں زین خان حاکم سرہند نے حسب الحکم احمد شاہ ابدالی کے ان کا مقابلہ کیا اور ایسا جدال و قتال واقع ہوا کہ یقین تھا پٹھانوں کو شکست ہوجائے۔ اسی اثناء میں احمد شاہ ابدالی نے ان پر یورش کی۔ پھر تو ایسی لڑائی ہوئی کہ سکھ لوگ بھاگ نکلے۔ پندرہ بیس ہزار آدمی ان کے (ص ۵۰۷) مجروح و مقتول ہوئے (اس لڑائی کا نام سکھوں نے گھلو گھاڑا یعنی قتل عام رکھا ہوا ہے)۔

جب احمد شاہ ابدالی ۱۷۷۲ء میں مرگیا اور سلطنت دہلی سمت ۱۸۱۹ بکرماجیتی میں بالکل کمزور بلکہ کالعدم ہوگئی۔ تو اس وقت سکھوں نے فرصت پاکر ملک پنجاب پر تسلط کر کے آپس میں تقسیم کرلیا۔ اس وقت ان کی بارہ مثلیں یعنی جماعتیں مقرر ہوئیں۔ ان میں اس وقت ساٹھ ستر ہزار سوار و پیادہ جانباز قوم سکھ سے موجود تھا۔ تفصیل ان بارہ مثلوں کی یہ ہے۔

پہلی مثل بھنگیوں کی جس میں ہری سنگھ اور جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ قوم جاٹ ضلع لاہور و امرتسر جن کے تحت دس ہزار سوار تھا' سردار تھے۔ چونکہ وہ اکثر بھنگ پیا کرتے تھے اس واسطے نام اس مثل کا بھنگیوں کی مشہور ہوا۔ اور ان کے نام سے مشہور ایک بڑی توپ ساختہ احمد شاہ اب تک بمقام لاہور بارہ دری باغ نواب وزیر خان میں جہاں اب کتاب گھر ہے' کھڑی ہے۔

دوسری رام گڑھیاں کی جن کا سردار دیسا سنگھ رہنے والا رام گڑھ کا تھا۔

تیسری مثل غنیاں المشہور گھنیاں اس کا سردار مجا سنگھ جو اضلاع شرقی لاہور پر حاکم ہوگیا تھا اس کے تحت میں ہزار سوار' سکونت اس کی موضع غنی میں جو لاہور سے شرق رویہ ہے۔

چوتھی مثل آہلو والیہ کی' سردار اس کا جسا سنگھ قوم کلال مکانات مقبوضہ اس کے بہر دو طرف ستلج۔ اگرچہ زیر حکم اس کے تین ہزار سوار تھے مگر سکھ لوگ اس کو بباعث کثرت عقل و دولت کے اپنا بادشاہ کہتے تھے۔ بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ جس قدر ملک شمال رویہ ستلج اس کے قبضہ میں رہا تھا بالعوض اس کے کچھ فوج مہاراج کو ادائے خدمت کے واسطے دیا کرتا تھا۔ اور اب تک راجہ رنبیر سنگھ' پڑوتا سردار جسا سنگھ' جس کے باپ سردار نہال سنگھ

Marfat.com

کو سرکار انگریزی سے خطاب راجگی کا عطا ہوا' اپنے علاقہ کپور تھلہ میں حاکم ذی اختیار ہے (یعنی زیر حفاظت سرکار انگریزی اپنے علاقہ میں اختیار کلی رکھتا ہے اور جو ملک آں روئے ستلج ان کے قبضہ میں تھا وہ ضبط ہوگیا)۔

پانچویں مثل نکرا عرف نکیاں کی۔ سردار ان کا پریم سنگھ قوم جاٹ جو ملتان کی طرف موضع نکرے میں رہتا اور زیر حکم گیارہ ہزار آدمی رکھتا تھا۔

چھٹی مثل ڈلیالہ۔ سردار ان کا تارا سنگھ قوم کا کیدریا جائے سکونت اس کی متصل ستلج' جس کے پیچھے سات ہزار سوار تھے۔ وہ تارا سنگھ ساکن موضع ڈلی جو دریائے راوی کے کنارہ پر واقع ہے تھا۔ اسی باعث سے وہ مثل اس نام سے مشہور ہوگئی۔

ساتویں مثل نشان والا۔ سردار اس کے سنگت سنگھ' موہر سنگھ آں روئے ستلج میں' جس کے تحت بارہ ہزار سوار تھے اور سابق میں شہر انبالہ بھی ان کے قبضہ میں تھا۔ اب ان کے قبائل سے کوئی باقی نہیں ہے۔

آٹھویں مثل سوکر چکیا۔ سردار اس کا چڑھت سنگھ قوم جاٹ مکان مقبوضہ اس کا سو کر چک۔ اس کے زیر حکم دو ہزار سوار تھے۔ چڑھت سنگھ مورث اعلیٰ مہاراجہ رنجیت سنگھ ہے۔

نویں مثل فیض اللہ پوریہ عرف سنگھ پوریہ۔ سردار اس کے کپورا سنگھ' خوشحال سنگھ قوم جاٹ۔ جائے مقبوضہ اس کی نواح ستلج۔ اس کے زیر حکم دو ہزار پانسو سوار۔ فیض اللہ پور ایک گاؤں متصل امرتسر کے واقع ہے۔ سکھوں نے (ص ۵۰۸) نام اس کا سنگھ پور رکھا ہے۔ جو ملک ان کا شمال رویہ ستلج تھا اس پر رنجیت سنگھ نے اپنا قبضہ کرلیا تھا۔ مگر زمین مشرقی ستلج اب تک ان کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔

دسویں مثل کروڑا اول ان کا سردار کروڑ سنگھ۔ اور بعد ازاں بگھیل سنگھ قوم جاٹ اضلاع شرقی ستلج میں۔ ان کے تحت بارہ ہزار فوج تھی۔ پہلا سردار لاولد مرگیا اور دوسرے کی بیوہ اب تک زیر حفاظت سرکار انگریزی مشرق کی طرف ستلج کے قابض دیہات ہے۔

گیارھویں مثل شہید نہنگ۔ ان کے سردار گوربخش سنگھ' کرم سنگھ اضلاع شرقی ستلج میں۔ جس کے زیر حکم دو ہزار فوج تھی۔ کوئی بزرگ ان سرداروں کا مقام دمدمہ میں جو غرب رویہ بٹالہ واقع ہے قتل ہوا۔ یہی وجہ شہرت نام مثل ہے۔

بارھویں مثل پھولیاں۔ سردار ان کا پہلے راجہ آلا سنگھ بعدہ امر سنگھ وغیرہ قوم جاٹ اضلاع شرقی ستلج میں تھے۔ اس کے تحت میں پانچ ہزار فوج تھی اور پھول ایک زمیندار تھا

Marfat.com

کہ اس کی اولاد سے راجہ نابھ اور راجہ پٹیالہ و راجہ جیند و راجہ کیتھل ہیں اور تمام ملک ان کا زیر حفاظت سرکار انگریزی ملک محفوظ میں واقع ہے۔ منجملہ ان کے علاقہ کیتھل بباعث لاولدی ضبط ہوگیا اور نیز چہارم حصہ نابھ کا بباعث سازش کے ہمراہ فوج سکھوں کے ہنگامہ لاہور میں ضبط ہوا اور بقیہ دستور۔

۸- مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خاندان

ازانجا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ ان سکھوں میں بڑا نامی ہوا ہے' لہٰذا مختصر حال اس کے خاندان کا تحریر کرنا مناسب ہے۔

واضح ہو کہ ۱۴۷۰ء میں ایک ہندو جاٹ مسمی کالو موضع پنڈی بھٹی میں جو بنام بٹ کے مشہور ہے گوشہ نیرت میں لاہور سے بفاصلہ چالیس یا پچاس میل واقع ہے رہا کرتا تھا۔ یہ شخص بباعث نااتفاقی آپس کی کے اپنے گاؤں کو چھوڑ کر موضع سانسری میں جو متصل امرتسر ہے جاکر آباد ہوا۔ اس گاؤں میں اکثر قوم ساہنسی رہا کرتی تھی' جن کا پیشہ قزاقی تھا۔ وہاں اس کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے جادو من بھٹی رکھا۔ مگر بعض لوگ اس کو جادو سانسی بھی کہا کرتے تھے۔ ۱۴۸۷ء میں وہ کالو موضع سندھ میں جو وزیر آباد سے چار کوس ہے جاکر رہا اور وہیں فوت ہوا۔ بعد اس کے جادو من نے سانسیوں کا پیشہ اختیار کیا اور ۱۵۱۵ء میں ایک لڑائی میں مارا گیا۔ بعد اس کے اس کا بیٹا غالب اپنے باپ کے طریقہ پر گذارہ کرتا رہا۔ آخر ۱۵۵۰ء میں بمقام موضع سندھ بباعث زخموں کے مر گیا۔ بعدازاں مسمی کدار کا بیٹا اس کا موضع سندھ سے اٹھ کر پہلے موضع کھالی میں اور پھر ۱۵۵۵ء میں موضع سوکر چک میں جاکر آباد ہوا۔ یہ گاؤں گوجرانوالہ سے ڈیڑھ کوس ہے۔ وہاں اس نے پیشہ کاشتکاری شروع کیا اور ۱۵۶۸ء میں دو لڑکے مسمی راج دیو اور برو چھوڑ کر مرگیا۔ راج دیو نے موضع سوکر چک میں دکان بنا لی اور گردو نواح دیہات میں نمک اور تمباکو کو لے جا کر فروخت کرنا شروع کیا۔ آخر کار ۱۶۲۰ء میں وہ بھی مرگیا۔ اس کے تین لڑکے باقی رہ گئے۔ ایک تہلو' دوسرا بخت۔ تیسرا نیلو۔ ان میں تہلو اور نیلو ایک خانہ جنگی میں مارے گئے۔ اور مسمی بخت مدت العمر دکانداری کرتا رہا۔ اس کو یہ وسعت ہوگئی تھی کہ سودی روپیہ بھی قرض پر چلاتا تھا۔ ۱۶۵۳ء میں وہ بھی مرگیا۔ اس کے دو لڑکے رہے۔ ایک نولو۔ دوسرا بہار۔ من جملہ ان کے (ص ۵۰۷) مسمی نولو بعمر اٹھارہ سال کی ڈاکہ زنی میں مارا گیا اور مسمی بہار اپنی لیاقت سے نصف زمین سوکر چک پر قابض ہوگیا چونکہ وہ ایک سکھ کا چیلا تھا اس واسطے اس کو بھائی بہارا کہا کرتے تھے۔ اس نے گرنتھ پڑھنا شروع کیا۔

Marfat.com

اگرچہ رغبت اس کی سکھوں کے مذہب کی طرف بدرجہ کمال تھی لیکن تاہم سونا رہا اور پوھل نہ لی یعنی موبسر نہ ہوا۔ آخر کار "تفنا" سر کے بال منڈانے موقوف کیے۔ ۱۶۷۹ء میں مرگیا۔ اس کے بیٹے بدھو نامی نے حسب وصیت اس کے گرنتھ پڑھنا شروع کیا اور سن تمیز میں امرتسر جاکر پوھل لی اور سکھ بن گیا۔ اس روز سے نام اس کا بدھ سنگھ ہوا۔ اس نے گاؤں میں ایک حویلی بلند بنوائی اور کچھ رشتہ پیدا کیا۔ اور گاؤں کے لوگوں نے اسے چوہدری قرار دیا۔ یہ شخص بڑا لٹیرا تھا۔ ایک گھوڑی ابلق اس کی سواری میں رہتی تھی جس کا نام دیسی مشہور تھا۔ اس واسطے اس کو دیسو بدھ سنگھ بھی کہا کرتے تھے۔ وہ ۱۷۱۶ء میں راہی ملک بقا ہوا۔

اس کے دو بیٹے باقی رہے ایک نودھ سنگھ۔ دوسرا چندر بھان سنگھ نودھ سنگھ سے تو رنجیت سنگھ کا خاندان شروع ہوا اور چندر بھان سنگھ سے سندھاوالیاں کا خاندان نکلا۔

۱۷۴۲ء میں نودھ سنگھ بضرب بندوق مارا گیا۔ بعد اس کے چڑھت سنگھ بیٹا اس کا جانشین ہوا۔ اس نے موضع گوجرانوالہ میں ایک گڑھی بنا لی۔ جس پر خواجہ عابد صوبہ دار لاہور نے ۱۷۶۴ء میں فوج کشی کر کے مسمار کردیا۔ اس پر دوبارہ لڑائی ہوئی۔ اس وقت فوج سکھ جو خواجہ عابد کے ہمراہ تھی کچھ تو ہم قوموں سے مل گئی اور باقی خوفزدہ ہوکر بھاگ نکلی۔ سکھوں کو فتح نصیب ہوئی۔

بعدازاں احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے ان کو بہت تنگ کیا۔ آخر کار جس زمانہ میں شاہ موصوف مرگیا تب سکھوں نے ملک باہم تقسیم کرلیا اور چڑھت سنگھ سوکر چکیا مثل کا سردار مقرر ہوا۔ ایک دفعہ یہ شخص ملک جموں کی طرف لڑائی کے واسطے جاتا تھا کہ وہاں بباعث پھٹ جانے اپنی بندوق کے بعمر پینتالیس سال مرگیا۔

بعد اس کے سردار مہاں سنگھ بیٹا اس کا بعمر دس سال قائم مقام اس کا ہوا۔ پھر ۱۷۷۶ء میں شادی راجہ مہاں سنگھ کی والی جیند کی دختر سے ہوئی اور ۱۷۸۰ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کے گھر تولد ہوا۔ اس وقت سردار مہاں سنگھ نے جموں پر حملہ کیا اور اس پر قابض ہوکر وہاں سے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ تب سے طاقت اور زور اس مثل کا اور مثلوں سے زیادہ ہونے لگا۔ اس عرصہ میں ۱۷۹۲ء میں وہ بھی بعمر ستائیس سال راہی ملک عدم ہوا۔ اس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ بارہ برس کا تھا۔ اس باعث سے والدہ اس کی گدی نشین ہوئی۔ جب مہاراجہ مذکور سترہ برس کا ہوا تو وہ خودبخود دخیل کار ہوکر حکمرانی کرنے لگا۔

Marfat.com

۹۔ مختصر حال واقعات مہاراجہ رنجیت سنگھ

۱۷۸۰ء میں رنجیت سنگھ پیدا ہوا۔ ہنوز خرد تھا کہ اس کو اس قدر چیچک نکلی کہ کسی کو اس کی امید زیست (ص ۵۱۰) نہ تھی۔ آخرش صحت تو ہوئی لیکن اس عارضہ سے ایک آنکھ اس کی جاتی رہی۔ جب وہ سن تمیز کو پہنچا تو اس نے اپنی والدہ کو باعث بدکاری مار ڈالا۔ پھر ۱۷۹۷ء میں شاہ زمان بادشاہ کابل نے ملک پنجاب پر حملہ کیا۔ بعدہ سن سترہ سو اٹھانویں میں رنجیت سنگھ نے توپیں اس کی دریائے جہلم سے نکلوا دیں۔ اس کے عوض شاہ موصوف نے اجازت دی کہ تم آکر لاہور پر قبضہ کرلو۔

اس وقت تین حاکم لاہور میں تھے۔ رنجیت سنگھ نے اپنی اور اپنی ساس کی فوج ہمراہ لے کر لاہور پر قبضہ کیا اور بلا تردد اس پر قابض ہوگیا۔

۱۸۰۲ء میں اس کے گھر شہزادہ کھڑک سنگھ پیدا ہوا۔ اس عرصہ میں گجرات وغیرہ مقامات قرب و جوار میں متفرق لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں وہ فتح یاب ہوا۔ اسی سال وہ اٹک کی طرف گیا۔ جس پر قبضہ کر کے سب سرداروں کو اپنا مطیع کیا۔ مظفر خان صوبہ دار ملتان سے بھی نذریں لیں۔ ۱۸۰۵ء میں واسطے اشنان کے ہردوار پر گیا۔ اس اثناء میں اس کو خبر ملی کہ جسونت رائے ہلکر اور نواب امیر خان پنجاب کو آتے ہیں اور انگریزی فوج ان کے تعاقب میں ہے۔ یہ سن کر وہ امرتسر میں گیا اور بدقت تمام اس فتنہ کو فرو کیا۔

ہلکر نے رنجیت سنگھ سے مایوس ہوکر انگریزوں سے مصالحت کرلی اور ۲۷ جنوری ۱۸۰۶ء کو واپس چلا گیا۔ بعدہ رنجیت سنگھ انبالہ میں رہ گیا اور وہاں کے سکھ سرداروں کو تنگ کرنے لگا۔ آخر معرفت سر چارلیس مٹکاف صاحب بہادر ۱۸۰۹ء ایک عہد نامہ لکھا گیا اور حد ملک پار ستلج مقرر ہوگئی۔

اسی سال وہ بطرف کانگڑہ گیا۔ وہاں امر سنگھ گورکھیہ نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ پھر چودہ اگست سن صدر کو یہ قلعہ رنجیت سنگھ نے لے لیا۔

پھر اس نے فوج کو قواعد سکھانی شروع کی۔ ۱۸۱۰ء میں شجاع الملک ولایت سے دس جنوری کو مفرور ہوکر یہاں آیا اور رنجیت سنگھ سے ملاقات کی۔ رنجیت سنگھ نے اس کو تنگ کر کے وہ ہیرا کوہ نور (جو اب ملکہ معظمہ انگلستان کے پاس لنڈن میں ہے) اس سے چھین لیا۔

۱۸۱۱ء تک اس نے صرف مثل فیض اللہ پوریہ کے سوا سب مثلوں کو زیرو زبر کردیا۔ آخر وہ مثل بھی مطیع حکم ہوگئی۔ سردار جودھ سنگھ سے سب ملک چھین لیا۔ پھر ۱۸۱۲ء میں

Marfat.com

کھڑک سنگھ کی شادی ہوئی اور ملک جھنگ بھی فتح ہوا۔ ۱۸۱۶ء میں کوہستان میں جاکر راجہ سینسار چند سے خراج لیا اور رام گڑھیا مثل کا ملک جو دوآبہ جالندھر میں تھا ضبط کیا۔ ۱۸۱۸ء میں بسرکردگی کھڑک سنگھ فوج نے ملتان پر یورش کی۔ ملتان فتح ہوا اور مظفر خان کے واسطے لاہور میں کچھ پنشن مقرر ہوئی۔

بعد اس کے اس نے خود جاکر قلعہ خیبر آباد کیا۔ جہانبرا کو فتح کیا۔ پھر پشاور کو گیا۔ پھر پشاور کو فتح کیا۔ محمد زمان والی پشاور تب مقاومت نہ لاکر بھاگ گیا اور اس کا قبضہ وہاں بھی ہوگیا۔ جب یہ چلا آیا تو اس نے پھر قبضہ کرلیا۔ ۱۸۱۹ء میں ملک کشمیر فتح ہوا۔ پھر ۱۸۲۰ء میں قلعہ جموں راجہ گلاب سنگھ اور سوچیت سنگھ کو مرحمت ہوا۔ پھر رنجیت سنگھ نے انرودھ سنگھ خلف راجہ سیسار چند (ص ۵۱۱) کو پیغام بھیجا کہ تم اپنی دختروں کی شادی ہمارے راجوں سے یعنی راجہ دھیان سنگھ و گلاب سنگھ سے کردو تو ملک تمہارا تم کو عطا ہوگا' وگرنہ ضبط سرکار۔ اس نے ملک چھوڑنا قبول کیا اور ناطہ نسبت قبول نہ کیا۔ فقط۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کے حوصلہ اور شرافت خاندانی پر احسنت کیا کرتا تھا۔ اس کا ملک بھی ضبط ہوا۔ ۱۸۲۱ء میں کھڑک سنگھ کے یہاں نونہال سنگھ پیدا ہوا۔ ۱۸۲۲ء میں ونتورا صاحب اور الارد صاحب فرانسیس آکر اس سرکار میں نوکر ہوئے۔ ۱۸۲۳ء میں پھر پشاور پر فوج کشی ہوئی۔ باہزار دقت عظیم خان بھاگ گیا اور بھول سنگھ اکالیہ مارا گیا اور ۲۷ مارچ کو پھر دوبارہ قبضہ اس کا پشاور پر ہوگیا۔ ۱۸۲۹ء میں احمد شاہ نامی ایک سید نے با ارادہ جہاد سر نکالا جو ۱۸۳۱ء میں بعد کئی معرکوں میں مارا گیا۔ پھر ۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو بروز جمعرات مہاراجہ رنجیت سنگھ جو بہت بیمار تھا مرگیا۔

مقام نمائش قدرت الٰہی ہے' مصرع

چشم کشا صنع الٰہی بین

مہاراجہ رنجیت سنگھ کچھ لکھا پڑھا نہ تھا۔ مگر دانا ایسا تھا کہ کاغذات دربار خود سنا کرتا تھا۔ انتظام جنگ سے خوب واقف تھا۔ اگرچہ ارادہ اس کا فتح کرنے ملک سندھ کا تھا مگر انگریزوں نے منع کیا۔ فقط سواری اسپ کا اس کو بڑا شوق تھا۔ جہاں اچھا گھوڑا سنتا تھا طلب کرلیتا تھا۔

۱۰۔ مختصر حال وزرائے مہاراجہ رنجیت سنگھ

اگرچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سرکار میں صدہا امیر کبیر دربار نشین تھے۔ مگر ان میں سے نامی گرامی سردار جمعدار خوشحال سنگھ اور فقیر عزیز الدین و خلیفہ نور دین و دیوان دینا

Marfat.com

ناتھ و سردار تیج سنگھ تھے۔ عہد وزارت پر راجہ دھیان سنگھ مع ہر سہ برادران سرفراز تھا۔ اب ان میں سے چند روسائے نامدار کا حال تحریر کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ گلاب سنگھ جو آخر کار مہاراجہ جموں و کشمیر ہوا اولاد راجہ رنجیت دیو سے تھا' جو بڑا طاقتور راجہ گذرا ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی دھیان سنگھ اور اس سے چھوٹا سوچیت سنگھ۔ ان راجوں میں یہ رسم ہے کہ اسم راجگی اس پر ہوتا ہے جو گدی نشین ہو اور چھوٹے بیٹے میاں کہلاتے ہیں۔ بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ یہ تینوں بھائی بڑے طاقتور ہوئے۔ ان کو ایک ایک راج ملا۔ اس وقت سے یہ لوگ راجہ مشہور ہوئے اور اصل خاندان راجوں کا جن کا حق راج تھا نیست و نابود ہوگیا۔ آخر کار راجہ دھیان سنگھ اور سوچیت سنگھ لاہور میں مارے گئے۔ راجہ گلاب سنگھ ان سب کی دولت و مال پر قابض ہوگیا۔ پھر ۱۸۴۰ء میں بعد جنگ و آرادگی سکھان ملک کشمیر وغیرہ پہاڑی ملک بعوض پچھتر لاکھ روپیہ صاحبان عالی شان سے خرید کر مہاراجہ جموں و کشمیر بن گیا۔ اب مہاراجہ رندھیر سنگھ خلف ان کا مالک راج ہے۔

بعد مارے جانے راجہ ہیرا سنگھ کلاں فرزند کے راجہ دھیان سنگھ کے دو فرزند باقی رہے۔ ایک جواہر سنگھ دوسرا موتی سنگھ۔ راجہ جواہر سنگھ جموں سے خارج ہوکر پنجاب میں فوت ہوا اور موت سنگھ بخدمت راجہ رندھیر سنگھ موجود ہے۔

ترقی ان کی یوں ہوئی کہ پہلے راجہ دھیان سنگھ بخدمت مہاراجہ رنجیت سنگھ آکر اردلیوں میں بہ تنخواہ معمولی ملازم ہوا' یعنی پانچ روپیہ ماہانہ۔ بعد چندے میر بواب مقرر ہوا۔ اس وقت اس نے اپنے بھائی گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ کو بلایا۔ وہ دونوں بہ تنخواہ ایک روپیہ یومیہ اول زمرہ سواران میں ملازم ہوئے۔ بعد ازاں راجہ دھیان سنگھ کو ڈیوڑھی (ص ۵۱۲) عطا ہوئی۔ بعہد سکھان یہ عہدہ بڑا معزز تھا۔ یعنی بغیر اجازت ان کے کوئی شخص دربار میں نہ جاسکتا تھا۔ پھر مدت مدید وزیر ہوکر بدیانت کار گذار رہا۔ آخر کار سوچیت سنگھ سندھانوالیہ قاتل مہاراجہ شیر سنگھ کے ہاتھ سے بروز قتل مہاراجہ شیر سنگھ مارا گیا اور سوچیت سنگھ کو راجہ ہیرا سنگھ خلف کلاں راجہ دھیان سنگھ نے بعہد وزارت خود بمقام خانقاہ درس میاں وڈا صاحب قتل کرایا۔ وہ لاولد تھا۔ مختصر حال اس کا میاں وڈا صاحب میں درج کتاب ہذا ہے۔ فقط۔

۱۱۔ جمعدار خوشحال سنگھ

جمعدار خوشحال سنگھ عم راجہ تیجا سنگھ قوم کا برہمن ساکن ایکڑی جو متصل سرحت کے

Marfat.com

ہے اول پلٹن میں گورکا' بعد ازاں سپاہی پھر خدمت گار سرکار یوں مقرر ہوا: کہ ایک رات کا ذکر ہے کہ مہاراجہ صاحب ہمراہ بی بی موراں طوائف بعیش و عشرت بمقام مثمن برج قلعہ لاہور مشغول تھے اور پہرہ دروازہ پر خوشحال سنگھ کا تھا۔ آدھی رات کے وقت مہاراج نے بلایا کہ کوئی ہے۔ اس نے عرض کی کہ حاضر ہوں۔ جب اندر بلایا تو اس نے کہا کہ میں ملازم آئین ہوں۔ بلا حکم افسر خود آنا میرا دشوار ہے۔ سرکار کو یہ سخن اس کا پسند آیا۔ دوسرے روز اس کے افسر کو حکم بھیج کر اس کو اپنے پاس رکھنا شروع کیا۔ پھر اس کو مہاراج نے سکھ بنایا۔ اس وقت اس نے عذر کیا: کہ میں برہمن ہوں اگر میں اپنا برہم چھوڑوں گا تو بدنام ہونگا۔ اگر آپ نے مدت العمر میری عزت نگاہ رکھنی ہو تو میں سکھ بنوں۔ مہاراج نے عہد کیا کہ تیری عزت روز بروز زیادہ ہوگی۔ ہر امر میں تو مشیر ہوگا۔ آخرش شدہ شدہ وہ ایسا زور آور امیر مختار ہوگیا کہ تعمیل احکام مہاراجہ صاحب بھی حسب مرضی خود کرتا تھا۔ اب تک لاہور امرتسر میں حویلیاں اور باغ اس کی ثروت کی یادگار ہیں۔ سردار تیج سنگھ بھتیجا اس کا آخر کار بعد سرکار انگریزی راجہ سیالکوٹ مقرر ہوا۔ اب بھائی اس کا راجہ ہربنس سنگھ رئیس شیخوپورہ خود مختار ہے اور جمعدار خوشحال سنگھ کا صاحبزادہ سردار بھگوان سنگھ رئیس فتح گڑھ۔ یہ ہر دو رئیسان ساٹھ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کے جاگیر دار ہیں۔ راجہ ہربنس سنگھ نے انتظام اپنا بہت اچھا نیک نامی سے کیا ہوا ہے اور سردار بھگوان سنگھ بباعث فضول خرچی ہمیشہ تنگ رہتے ہیں۔ بارہا سرکار نے ان کا انتظام قرضہ فرمایا اور نصائح پدرانہ سے سمجھایا مگر انہوں نے ادھر توجہ نہ کی۔ اب امرتسر میں رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑا بھائی ان کا بڑا لائق تھا مگر وہ داغ مہاجرت باپ کی کلیجہ پر رکھ کر مر گیا۔ یہ جمعدار صاحب بڑے سخن پرور اور بہادر تھے۔ مہاراجہ صاحب بہادر اپنے ایفائے وعدہ کے واسطے کوئی کام بغیر مشورت ان کی کے نہ کرتے تھے اور اگر کوئی ان پر نالش کرتا تھا تو نہ سنتے تھے۔

۱۲- دیوان دینا ناتھ

اور دیوان دینا ناتھ صاحب متخلص بہ سوز منجانب سرکار انگریزی خطاب راجگی سے سرفراز ہوئے تھے خلف پنڈت بخت مل قوم مدن پہلے دہلی سے آکر بخدمت دیوان بھوانی داس پشاوری ملازم ہوئے۔ بعدازاں شدہ شدہ سرکاری کے دیوان کل ہوگئے۔ یہ شخص نہایت فقیر دوست' رحم دل' فیاض' سخی' قدردان اہل علم و ہنر تھا۔ صدہا فقیروں کے مکانات عالی شان بنوا دیئے اور ماسوا اس کے کئی شوالے اور دھرم شالیں۔ چنانچہ ایک بڑا

Marfat.com

شوالہ لاہور کی کوتوالی کے پاس اور ویسا ہی باغ عالی شان شرق رویہ لاہور موجود ہے۔ یہ آدمی بے تعصب اور صاف دل تھا۔ اب اس کے دو بیٹے موجود ایک دیوان امرناتھ متخلص باکبری جو ہر علم میں علامہ زمان اور شاگرد والدہ ہے۔ چار ہزار روپیہ سالانہ سرکار انگریزی سے پنشن پاتا ہے۔ دوسرا کنور نرنجن ناتھ اس کی پنشن مقرر نہیں مگر حسب مرضی (ص ۵۱۳) راجہ صاحب مالک کل جائیداد پدری ہے اب ایک لاکھ روپیہ سودی ان کا سرکار میں جمع ہے۔ اس کا سود پانسو روپیہ ماہوار ان کو ملتا ہے۔

۱۴۳۔ حال خاندان فقیر صاحبان

۳ فقیر عزیز الدین صاحب تین بھائی تھے۔ ایک تو یہ حضرت' دوسرے خلیفہ نور الدین صاحب متخلص بہ منور (شعر فارسی بہت اچھا صاف و شستہ کہا کرتے تھے)۔ تیسرے فقیر امام الدین۔ ان کا خاندان لاہور میں فقیر صاحبان اور حکیموں کا مشہور ہے۔ اول بزرگ ان کے اچ شریف سیدان میں سکونت پذیر تھے اور خلافت سادات اچ کی ان کے سپرد تھی۔ ان میں سے حضرت محی الدین صاحب فن طبابت و جراحی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ حضرت شہ سردار صاحب خلف الرشید جناب حضرت پیر محمد شاہ صاحب گیلانی جو لاہور میں بڑے سید صحیح النسب اور معزز مشہور ہیں اور حال ان کا علیحدہ درج کتاب ہذا ہوچکا ہے بیان فرماتے ہیں کہ بعہد نواب خان بہادر وہ اچ شریف میں رہتے تھے۔ اس اثنا میں نواب خان بہادر کی رخسار پر دنبل نکلا۔ ہرچند اس نے معالجہ کیا صحت نہ ہوئی۔ وہ دورہ کناں اس نواح میں گیا اور سادات اچ شریف سے استمداد دعا کی۔ انہوں نے دعا فرمائی اور حال غلام محی الدین صاحب کا بھی بیان کیا کہ یہ حکیم حاذق ہے آپ اس سے علاج کروائیں۔ وہ ان کو اپنے ہمراہ لاہور میں لے آئے اور ان سے علاج کرایا۔ فضل الٰہی سے ان کو صحت کلی حاصل ہوگئی۔ بہت سا انعام و اکرام ان کو عطا کیا۔ روز بروز ترقیات سے سرفراز ہونے لگے۔ پھر ان کی اولاد سے حکیم عبداللہ صاحب عالم علم ظاہری و باطنی ہوئے۔ چنانچہ الی ہذا الیوم خدام ان کے سلسلہ کے موجود ہیں۔ ان کے صاحبزادے یہ فقیر صاحبان اول مہاراج کے معالج اور پھر شدہ شدہ وزیر باتوقیر اور مدارالمہام مقرر ہوئے۔ مگر سبحان اللہ زہے دولت فقر باوجودیکہ رکن رکین سلطنت مہاراجہ تھے مگر درویشی کو نہ چھوڑا۔ ہمیشہ رنگ گیروا مطمع طبع رہا اور عجز و انکسار یہاں تک تھا کہ مشہوری خاندان باسم فقیر صاحبان ہوئی۔ بارہا نایب سلطنت ہوکر صوبہ دار لاہور و امرتسر رہے۔ وکالت دربار انگریزی کی بھی ان کے خاندان میں رہی۔ خیر خواہ اور عزت طلب اپنی سرکار کے اس قدر رہے کہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ

Marfat.com

وکیل ہوکر بخدمت جناب لارڈ گورنر صاحب بہادر باحین حیات مہاراجہ کلاں بہادر گئے۔ لارڈ صاحب بہادر نے پوچھا کہ فقیر صاحب مسموع ہوتا ہے کہ مہاراج صاحب یک چشم ہیں۔ آپ بیان فرمادیں(ص ۵۱۴) کہ کونسی آنکھ سے معذور ہیں۔ انہوں نے بالیاقت جواب دیا۔ کہ جہاں پناہ مہاراج کی وہ صولت و شوکت ہے کہ کسی نمک خوار کا یارا نہیں کہ ان کے چہرہ مبارک کی طرف آنکھ بھر کے دیکھ سکے خصوصا" یہ فقیر بجز قدم ہائے سرکار کے کسی اور طرف نظر بھر کے نہیں دیکھتا۔ ہمیشہ اپنے آقا کے قدموں کی طرف خیال رکھتا ہے۔ اس باعث سے معلوم نہیں کہ وہ کونسی آنکھ ہے۔ لارڈ صاحب بہادر نے اس لیاقت کے جواب سے خوش ہوکر خلعت بے بہا عنایت کی اور نمک حلالی پر احسنت فرمائی۔

قلعہ گوبند گڑھ واقع امرتسر جس میں خزانہ رہا کرتا تھا وہ ہمیشہ فقیر امام الدین کے سپرد تھا۔ فیض عام کا یہ حال تھا کہ ہزار ہا فقراؤں کو نان پارچہ سے آرام رہتا تھا۔ شفاخانہ خیراتی اور مدرسہ جاری تھے۔ الغرض شرافت و نجابت میں اپنے شی نہ رکھتے تھے۔ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ لاہور کا جانتا ہے کہ قدیمی عالی جاہ' شریف الذات' حلیم الطبع' خلیق المزاج' متواضع' سلیم' خیر خواہ خلایق' یادگار شریفان سلف ہیں۔ یہ تینوں بھائی بڑے قابل' صاحب علم' حلیم الطبع تھے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ ان کے قول کلام پر بدرجہ کمال اعتبار رکھتے تھے۔ طبیب بھی حاذق تھے۔ چنانچہ لاہور میں بھی ایک دارالشفاء منجانب خود خیراتی جاری کررکھا تھا۔ کبھی ان صاحبوں نے دعویٰ امیری نہ کیا۔ ہمیشہ فقیر کہلاتے اور ہمیشہ دستار برنگ گیرو رکھتے تھے۔ بلکہ رنگ دوشالہ و چغہ ہائے پشمینہ بھی ان کے فقیری رنگ کے ہوتے تھے۔ فقیر عزیز الدین اور خلیفہ نورالدین صاحب شاعر بھی تھے۔ چنانچہ خلیفہ نور الدین صاحب کا تخلص منور۔ شعر فارسی نہایت پاک و شستہ کہتے تھے اور اکثر کار خیر ان سی سرزد ہوتے رہے۔ چنانچہ لال مسجد میں جہاں ان کے والد کا مزار پر انوار ہے ایک مدرسہ کلاں جاری تھا۔ جس میں مولوی صاحب بگھی والا مدرس تھے اور صدھا طالب علموں کو نان و پارچہ بھی ان کے یہاں سے ملتا تھا۔ القصہ جس قدر اوصاف ان کی شرافت خاندان کی جاوے کم ہے۔

فقیر عزیز الدین صاحب کے تین صاحبزادے پیچھے رہے۔ ایک فقیر چراغ الدین' دوسرے جمال الدین' تیسرے رکن الدین۔ چراغ الدین کے بعد چار صاحبزادے رہے۔ ایک فقیر سراج الدین جو بہاولپور میں قتل ہوئے' دوسرے شہسوار الدین اور تیسرے شاہ نوازالدین بمرگ خود فوت ہوئے۔ فقیر شہباز الدین ہمراہ برادر خود مجروح ہوئے۔ فقیر چراغ

Marfat.com

الدین کا نبیرہ فقیر فیروز الدین باقی ہے۔ اور فقیر امام الدین کا فرزند تاج دین تھا سو مر گیا۔ اب اس کا بیٹا معراج دین باقی ہے۔

اور خلیفہ نور الدین کے ہاں چار صاحبزادے ہوئے۔ ایک فقیر ظہور الدین استاد مہاراجہ دلیپ سنگھ جو اب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (ص ۵۱۵) بہادر ہے۔ دوسرے شمس الدین جن کو اب خطاب خانی عطا ہوا ہے۔ آنریری مجسٹریٹ لاہور۔ تیسرے قمر الدین وہ بھی نہایت خلیق۔ چوتھے فقیر حفیظ الدین۔ یہ حضرت سب کے سب پنشن خوار سرکار ابد پائیدار سرکار انگریزی ہیں۔ منجملہ ان حضرات کے فقیر شمس الدین صاحب کی کیا تعریف لکھوں۔ یعنی جو اوصاف کہ شرفا کو لازم ہیں سو سب ان کے وجود ذیجود میں اظہر من الشمس و بین من الامس ہیں۔ الغرض

این خانہ تمام آفتاب ست

مکانات مسکونہ ان حضرات کے با محلہ کھاری کھوئی لاہور میں۔ تمام لوگ ملک پنجاب کے ان کی لیاقت دیکھ کر اس محلہ کو قطعہ یونان کہتے ہیں اور بے شائبہ تکلف یہ امر حق ہے۔

۱۴۔ شمہ احوال بعد وفات مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سے عملداری صاحبان انگریزی بہادر تک

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ اس جہان فانی سے رہ گرائے عالم جاودانی ہوئے تو مہاراجہ کھڑک سنگھ خلف الصدق ان کے کرسی حکومت پنجاب پر بیٹھے۔ اسی زمانہ میں سلطنت میں جھگڑا شروع ہونے لگا۔

چنانچہ ایک شخص مسمی چیت سنگھ جو ہم راز اور ہمدم مہاراجہ کھڑک سنگھ کا تھا۔ مدعی عہدہ وزارت ہوکر در صدد اخراج راجہ دھیان سنگھ وغیرہ متوسلان اس کے کی ہوا۔ ازاں جاکہ وہ امور سلطنت میں کلی دخیل تھا مضمون آں کہ ۔ بیت :

میاں جی چناں کن براہ صواب
کہ ہم سیخ برجا بود ہم کباب

کنور نونہال سنگھ کو خود پسند و مغرور ہونہار دیکھ کر اس پر لایا کہ وہ چیت سنگھ کو قتل کر ڈالے اور خود مختار بلا شراکت غیرے وسادہ آرائے حکومت ہو اور مہاراجہ کھڑک سنگھ جو بھولے بھالے۔ مرنجاں و مرنج شہد مزاج ہیں خلوت گزیں ہوکر مشغول عبادت الٰہی رہیں۔ القصہ کنور مذکور نے ایک رات چیت سنگھ کو باحمایت راجہ دھیان سنگھ وغیرہ

Marfat.com

سرداران مار ڈالا اس سے مہاراجہ کھڑک سنگھ کو صدمہ عظیم غم مہاجرت کا پہنچا۔ پھر تو وہ کنور نونہال سنگھ و راجہ دھیان سنگھ سے بجان ناراض ہوکر تارک عن الامور السلطنت کنارہ ہو بیٹھے اور شب و روز یہی دعا بحق ان ظالموں کے کرتے تھے۔ کہ خدا ان کو باآرام دنیا میں نہ رکھے۔

ایک روز کنور نونہال سنگھ مع راجہ دھیان سنگھ سلام کے واسطے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ان کو دیکھتے ہی ایک آہ جگر سے (ص ۵۱۶) مار کر کہا کہ اے کنور تو چوڑ ہے) چوڑ پنجابی زبان میں برباد کو کہتے ہیں)۔ ظاہراً" تو پدر آزادی کر کے خیال کرتا ہے کہ میں راج کروں گا۔ مگر خاطر جمع رکھ۔ خدا تم کو میرے پیچھے نہ رکھے گا اور سلطنت بھی خراب ہوجائے گی۔ اس وقت تو دل میرا یہ چاہتا ہے' کہ انگریزوں کو بلا کر تمام ملک پنجاب ان کے حوالہ کردوں۔ مگر بدنامی سے ڈرتا ہوں کہ تمام ملکوں میں مشہور ہوگا کہ ایسی محنت کی سلطنت مہاراجہ کلاں کی بنائی ہوئی اس کے فلاں ناخلف ولی عہد نے مفت خراب کردی۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ اس امر قبیح اور خون ناحق کے عوض سلطنت اس خاندان سے چلی جائے گی۔ وقس علیٰ ہذا۔ (اب تمام سکھوں کا یہ اعتقاد ہے کہ اس سلطنت کا استیصال فقط مہاراجہ کھڑک سنگھ کی سراپ یعنی بددعا سے ہوا ہے)۔

الغرض بعد چندے مہاراجہ کھڑک سنگھ ماہ نومبر ۱۸۴۰ء میں سورگباش ہوگئے۔ بعض اشخاص کہتے ہیں کہ کنور نونہال سنگھ نے اس کو بہت تکلیفیں دے کر مارا۔ یعنی حالت بیماری میں سرد پانی بکثرت اس کے جسم پر ڈلوایا اور نہایت بے رحمی سے ہلاک کیا۔ اور حالت خود مختاری میں بزور جوانی ایسے ایسے کام کئے کہ ہر ایک شخص کو اس سے نفرت ہوگئی۔ نواح شہر لاہور کے مقبرہ جات بزرگان کو بھی خراب کرنا چاہا۔ نئی سڑکیں نکالنی تجویز کیں۔ پاس داران مہاراجہ کی تخریب پر کمر باندھی۔ الغرض جب مہاراجہ کھڑک سنگھ کی لاش کو جلانے کے واسطے لے چلے تو مضمون بیت:

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

یہ معاملہ درپیش آیا کہ جب متصل دروازہ روشنی کے پہنچے تو لب بام باب سے ایک سنگ ناگہانی ایسا گرا کہ جس کے صدمہ سے کنور نونہال سنگھ' دھیان سنگھ اور ادھم سنگھ خلف راجہ گلاب سنگھ' جو دست بدست نہایت خوشی سے چمان چمان چلے جاتے تھے' جاں بحق تسلیم ہوئے۔

Marfat.com

دیوار سلطنت میں تو اسی وقت رخنہ پڑنے لگا تھا' مگر رہے دانش راجہ دھیان سنگھ کہ اس نے مرنا اس کا ایسا مخفی رکھا کہ کسی امر میں فتور نہ پڑا۔ بعد چندے چند در چند انتظام کر کے رانی چند کور والدہ نونہال سنگھ کو سریر آرائے سلطنت مقرر کیا۔ جب اس نے بے راہ روگی اختیار کی تو راجہ دھیان سنگھ کو خوف عظیم پیدا ہوا کہ مبادا سلطنت جاتی رہے۔ اس خیال سے راجہ شیر سنگھ کو بٹالہ سے لاہور طلب کیا تاکہ وہ تخت نشین ہو۔

جب وہ یہاں آیا' تو تمام سرداران نے سوائے سرداران سندھانوالیہ اس کو قبول (ص ۵۱۷) کیا۔ ازاں جاکہ سرداراں سندھانوالیہ رشتہ دار قریبی رانی چند کور و مہاراجہ کے تھے انہوں نے نارضامندی اپنی ظاہر کی کہ اس سے فساد برپا ہوتا نظر آیا۔ راجہ دھیان سنگھ نے' کہ مرد دانا تھا' مجبور ہوکر مہاراجہ شیر سنگھ سے اقرار کیا کہ آپ واپس بٹالہ میں بدستور قدیم چلے جاویں اور منتظر رحمت الٰہی رہیں' بیت :

بینم کہ تا کردگار جہاں

درین آشکارا چہ دارد نہان

انشاء اللہ عنقریب آپ حاکم پنجاب ہونگے۔ وہ بھی کار آزمودہ عقیل فہیم تھا۔ اس کی اطاعت کر کے بے نیل مقصود واپس چلا گیا۔ راجہ دھیان سنگھ کو بنانا اس کا مدنظر تھا۔ اس نے تمام عہدہ داران فوج وغیرہ سرداران سے بندوبست اس امر کا کرلیا اور اپنی بدنامی سے ڈر کر اپنے بھائی راجہ گلاب سنگھ کو کہا کہ تم ظاہرا" حمایتی رانی چند کور یہاں حاضر رہو اور عندالموقع جس طرح سے ہو سکے مہاراجہ شیر سنگھ کو تخت خلافت پر بٹھا دو اور آپ برائے چندے جموں کی طرف چلا گیا۔

مہاراجہ شیر سنگھ کو اطلاع ہوئی۔ وہ بلغز لاہور میں آکر قریب پڑاوہ بدھو جہاں چھاؤنی فوج خالصہ تھی خیمہ زن ہوا۔ حسب ایمائے راجہ دھیان سنگھ کے تمام سرداران و عہدہ داران فوج نے سلامی اطاعت کی۔ توپ خانے بھی حاضر ہوگئے۔ رانی چند کور مع راجہ گلاب سنگھ چند روز محصور رہے اور آخر کار مہاراجہ شیر سنگھ فتح یاب ہوا۔ راجہ گلاب سنگھ نے نہایت حزم و احتیاط سے مصالحت کروائی۔ اس حیص بیص میں کئی لوگوں نے خزانہ سرکاری میں ہاتھ مارے۔ بعدازاں راجہ دھیان سنگھ صاحب واپس آگئے اور مجددا" عہدہ وزارت پر سرفراز ہوئے۔

مہاراجہ شیر سنگھ نے اپنے عہد حکومت میں خوب خوب انتظام کیے۔ ہر ایک شخص اس سے ترساں و لرزاں تھا۔ مجرموں کو سزائے سخت ملتی تھی۔ حتیٰ کہ ہر طرف ہاتھ کٹے

Marfat.com

اور ناک کٹے لوگ بکثرت نظر آتے تھے۔ سرداران سندھانوالیہ چندے مقید اور پھر مفرور ہوکر آں روے ستلج زیر حفاظت سرکار انگریزی جارہے۔ بعد چندے مہاراجہ شیر سنگھ کی ایماء سے معرفت کنیزگان رانی چند کور مجروح و مقتول ہوئی۔

راجہ دھیان سنگھ کو یہ خیال تھا کہ مہاراجہ شیر سنگھ میرا دست نشاندہ ہے۔ یہ ہمیشہ میرا مطیع رہے گا اور وہ اپنی شجاعت پر مغرور ہوکر محکوم نہ رہنا چاہتا تھا۔ اس باعث سے فیمابین ان کی شکر رنجی سی پیدا ہوگئی۔ بعد چندے مہاراجہ شیر سنگھ نے سرداران سندھانوالیہ کو طلب کر کے عہدہ ہائے جلیلہ پر سرفراز کیا (ص ۸۱۵)۔ مگر اس سے بے خبر کہ:

چو کردی باکلوخ انداز پیکار
حذر کن کاندر آما جش نشینی

ان کو دوست تصور کر کے ہمراز اپنا بنایا۔ اس کا مدعٰی دلی تھا کہ راجہ دھیان سنگھ کا قدم رموز سلطنت سے نکال دے اور وہ چاہتا تھا کہ اس کو معزول کر کے دلیپ سنگھ کو قائم مقام اس کا بنا دے۔ مگر سرداران سندھانوالیہ دونوں طرف صلاح کار و ہمراز تھے۔ آخرش ۱۸۴۵ء میں سردار و چیت سنگھ سندھانوالیہ نے بروز سلخ اسوج صبح بمقام شاہ بلاول صاحب مہاراجہ شیر سنگھ کو مع کنور پرتاب سنگھ خلف الصدق اس کے بعمر چودہ سالہ تیغ کر دیا۔

بعدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو گدی پر بٹھلا کر خود زیر بن بیٹھے۔ جب راجہ ہیرا سنگھ خلف راجہ دھیان سنگھ کو بمقام شاہ بلاول خبر ہوئی تو اس نے بمقام پڑاوہ بدھو سب فوج کو بوعدہ عطائے انعام اپنے ساتھ شریک کر کے ان قاتلوں کو بعد محاصرہ قلعہ لاہور و معرکہ عظیم کیفر عدم میں پہنچایا۔

اس روز راقم نے لاش بے سر چیت سنگھ و لہنا سنگھ و مہر گھسیٹا معتمد ان کے کی شہر لاہور میں یوں دیکھی کہ ٹانگوں میں رسیاں ڈال کر لیے پھرتے تھے۔ لہنا سنگھ کی زیر ناف زخم ضرب گولی لگا ہوا تھا اور بباعث فربہی اس کے بدن میں سے چربی نکل رہی تھی۔ کئی روز وہ لاشیں موریوں کی کیچڑ میں پڑی رہیں۔ سر ان کے درختوں سے لٹکائے گئے۔

پھر راجہ ہیرا سنگھ نے حسب الوعدہ ایک روپیہ یومیہ فی سوار اور بارہ روپیہ ماہانہ فی پیادہ دیا اور علاوہ براں انعام و اکرام میں خزانہ سرکار کھلے دل سے لٹایا۔ بعدہ فوج خالصہ نے محض خود سر ہوکر حکم عدولی شروع کی اور بجائے خود اپنی طرف سے ایک ایک پنچ مقرر کرلیا۔ اور صاف کہنے لگے کہ حکومت ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔ جسے چاہیں دیویں۔ افسران

Marfat.com

فوج برائے نام تھے۔ باہم ایسی نااتفاقی شائع ہوئی کہ جس شخص نے اس اقرار سے اضافہ تنخواہ کا کیا اس نے جس کو چاہا مار ڈالا۔ چنانچہ راجہ سوچیت سنگھ باشارہ راجہ ہیرا سنگھ اور کنور پشورا سنگھ حسب الایمائے پنڈت جلا' جو مشیر خاص راجہ ہیرا سنگھ کا تھا' قتل ہوا۔ ان کے کئی نامی سردار زیر خنجر خونخوار ہوگئے۔ پھر راجہ ہیرا سنگھ نے سردار جواہر سنگھ ماموں (ص ۵۱۹) مہاراجہ دلیپ سنگھ کو قید کیا۔ اس نے درپردہ فوج سے آمیزش کی اور فی نفر کنٹھ طلائی انعام دینا کر کے راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جلا سوھن سنگھ و بھیا چتنا وغیرہ کو بہ کنارہ دریائے راوی بروز عید قربان براہ قربانی کیا۔ سبحان اللہ! پھران کے سر بے جسم انہیں جگھوں پر لٹکتے ہوئے نظر آئے اور بازار اور موریوں اور لاہور کی خندقوں میں کئی دن تک دو سرجو سرداران عالی جاہ کے تھے خراب ہوتے رہے۔ سچ ہے: کہ کرد کہ نیافت' آرے: ہر عمل اجری و ہر کردہ سزای دارد۔ راجہ ہیرا سنگھ کی مونچھیں کنڈل دار کئی روز تک ویسی ہی پیچیدہ بنی رہیں۔ کیونکہ پنڈت جلا بڑا ظالم اور خود پسند تھا۔ لہٰذا ایک سکھ ستم رسیدہ سر اس کا لے کر کئی دن تک پاؤں سے ٹھوکریں مارتا ہوا موریوں میں لئے پھرا۔ بعدازاں اس سردار جواہر سنگھ کو بھی سکھوں نے مار ڈالا۔ اس سے رانی جنداں والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو نہایت غم ہوا۔

کیونکہ پیٹ کی آنچ بری ہوتی ہے۔ اس نے راجہ لعل سنگھ توشی خانیہ کو وزیر مقرر کیا۔ چونکہ اس کو بھی خوف جان تھا۔ باہم مشورت ہوکر انگریزوں سے لڑنا تجویز کر کے فوج کو حکم کوچ فیروز پور کا دیا۔ تیسویں نومبر ۱۹۴۵ء کو فوج نے کوچ کیا اور راستے میں اپنے ہی ملک کو غارت کرتے ہوئے ستلج پار ہوئے۔

اس وقت پیش گاہ نواب گورنر جنرل بہادر سے ۱۳ دسمبر ۱۸۴۵ء کو ایک اشتہار اس مضمون کا جاری ہوا کہ فوج سکھوں نے عہد نامہ سے جو فی مابین رنجیت سنگھ و سرکار انگریزی کے ہوا تھا خلاف ورزی کر کے دریائے ستلج سے بارادہ جنگ عبور کیا ہے۔ اس واسطے اب تمام علاقہ آن روے آب ستلج ضبط ہوکر سرکار انگریزی میں داخل ہوا۔

بعدازاں سکھوں سے چار لڑائیاں مفصلہ ذیل ہوئیں۔ جن میں سکھوں کو شکست پر شکست ہوتی رہی:

اول جنگ جو ۱۸ ماہ دسمبر ۱۸۴۵ء کو واقع ہوئی اور اس میں سترہ توپیں سکھوں کی سرکار انگریزی کے ہاتھ میں آئیں۔

دوسری جنگ فیروز پور شہر ۲۱ دسمبر سن صدر کو۔ اس میں راجہ لعل سنگھ خود بھی شریک

Marfat.com

معرکہ تھا۔ اس میں بہتر توپیں سکھ لوگ میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

سوم جنگ علیول ۲۸۔ جنوری ۱۸۴۶ء کو۔ اس میں سردار رنجود سنگھ معرکہ آرا تھا۔ اس میں پچاس توپیں دے آئے اور ہزارہا سکھ دریا میں ڈوب مرے۔

چہارم جنگ سبھراوان دھم فروری سن صدر کو۔ اس میں سکھوں کو شکست فاش ہو گئی ۔ اور سردار شام سنگھ اٹاری والا جو نام بہادر سردار تھا کام آیا۔ بعدازاں سکھ لوگ (ص ۵۲۰) صاف علانیہ بھاگ نکلے۔ اور نواب گورنر بہادر سکھوں کو ہزیمت دے کر داخل لاہور ہوئے۔

بعدازاں ۱۸۴۶ء میں ایک عہد نامہ جدید تحریر ہوا جس کے رو سے ملک دوآب جالندھر، کشمیر اور ہزارہ مع ملک کوہستانی سرکار لاہور کے قبضہ سے نکل گیا۔ اور بقیہ تمام ملک پنجاب مہاراجہ دلیپ سنگھ کے قبضہ میں چھوڑا گیا۔ اور مہاراجہ گلاب سنگھ ملک کوہستانی و کشمیر بعوض ۷۵ لاکھ روپیہ سرکار انگریزی سے خرید کر علیحدہ مہاراجہ بن گیا۔ جس کے ساتھ علیحدہ عہدنامہ لکھا گیا۔

اور حسب درخواست اہالیان ریاست لاہور ایک رزیڈنٹ لاہور میں مقرر ہوا، مگر دنگہ و فساد بدستور سابق قائم رہا۔ چنانچہ چند روز بعد اس کے راجہ لعل سنگھ بجرم سازش و ترغیب وہی شیخ امام الدین بہ ہنگامہ کشمیر لاہور سے خارج ہوکر آگرہ میں بھیجا گیا۔ بعدازاں رانی جنداں اول یہاں سے نکال کر قلعہ شیخوپورہ میں اور پھر وہاں سے قلعہ چھناڑ گڑھ میں بھیجی گئی۔ جہاں سے وہ نیپال کی طرف بھاگ گئی۔ اور حسب خواہش خود پاس دلیپ سنگھ مقیم حال لندن کے جاکر فوت ہوئی۔ جس کی لاش حسب دستور سکھاں بمبئی میں لاکر جلائی گئی۔ ۱۸۴۸ء میں پھر یہ فساد پنجاب میں واقع ہوا۔ دیوان مول راج پسر ساون مل ناظم ملتان نے ملتان میں فساد برپا کر کے اگنو صاحب بہادر کو مع اڈورڈ صاحب کے اور کانہ سنگھ ناظم جدید کو قتل کرڈالا۔ بعد اس کے چتر سنگھ اور شیر سنگھ پدر و پسو اٹاری والا نے ملک ہزارہ میں سرکشی کی اور ان سے چار لڑائیاں سخت ہوئیں جس کے بعد سکھوں کو شکست ہوئی۔ ایک رام نگر میں بوقت ڈیڑھ بجے رات کے بائیسویں نومبر ۱۸۴۸ء کو، جس میں انگریزی فوج کا بہت نقصان ہوا اور دوسری سعد اللہ پور میں ۴ دسمبر کو۔ تیسری بمقام چیلیاں موجیاں سیزدھم صدر کو۔ غرض گیارھویں فروری تک دونوں فوجیں میدان میں پڑی رہیں۔ چوتھی گجرات میں بتاریخ ۲۱ فروری جس میں تمام سکھ علانیہ درھم برھم ہوکر بھاگ نکلے۔ بعدازاں چتر سنگھ و شیر سنگھ از خود بامید عفو جرائم حاضر ہوگئے اور جلا وطن کیے گئے۔ مگر

Marfat.com

زہے عدو نوازی سرکار انگریزی کہ اب تک باعزت پنشن خوار سرکار ہیں۔

بعدازاں حسب عہد نامہ مرقومہ ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء تمام ملک سلطنت انگریزی میں داخل ہوگیا اور چار لاکھ روپیہ سے زیادہ سالانہ پنشن مہاراجہ دلیپ سنگھ کی مقرر ہوئی اور ۲۱ دسمبر ۱۸۴۹ء کو دلیپ سنگھ لاہور سے (ص ۵۲۱) روانہ ہوا۔ اور ۱۴ فروری شہدیو سنگھ خلف مہاراجہ شیر سنگھ بھی سمت فرخ آباد روانہ ہوا۔ فقط۔

قطعہ تاریخ مصنفہ مفتی غلام سرور صاحب خزینۃ الاصفیا جو انہوں نے بوقت روانگی مہاراجہ دلیپ سنگھ درج کوہ نور کرائی تھی:

چون شہ پنجاب از پنجاب رفت
چشمہ سان از چشم مردم آب رفت
عالمی در چشم مردم شدہ سیاہ
چون ز چشم آن غیرت مہتاب رفت
جملہ گل در قرہش خوروند گل
بلکہ از نرگس خمار خواب رفت
بلبلان در ہجر او نعرہ زوند
چون زلستان صحبت احباب رفت
گفت سرور از سر درد این سخن
نو نواز گلشن پنجاب رفت

اور تاریخ حاضری چتر سنگھ و شیر سنگھ اٹاری والا بامید عفو جرائم مصنفہ مفتی موصوف یہ ہے' قطعہ:

جب آکر چتر سنگھ اور شیر سنگھ
وہ دونوں گنہگار حاضر ہوئے
وہیں سرور زار تاریخ سال
پکارا کہ لاچار حاضر ہوئے

بعدازاں مہاراجہ دلیپ سنگھ روانہ لندن ہوئے اور بمہربانی لوگن صاحب ڈاکٹر صاحب بہادر' جو ان کے محافظ تھے' علم انگریزی میں تو خوب مہارت پیدا کرلی تھی۔ بعد چندے عقائد سکھان سے منحرف ہوکر مذہب عیسوی اختیار کی۔ چنانچہ اب تک وہیں باعزت تمام مقبول خاص و عام ہیں۔ فقط۔

Marfat.com

۵- احوال صوفیاء و بزرگان

۱- حضرت شاہ اسماعیل محدث

(ص ۱۹۸) حال ان کا مجاور بیان کرتا ہے کہ یہ حضرت سید بخاری غربی ہیں اور جب ہوڈی اور سروان بادشاہ تھے تب یہ حضرت یہاں آئے۔ اس وقت یہاں ہرگز مسلمانی نہ تھی۔ ان کے وعظ سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اول روز جو انہوں نے بروز جمعہ وعظ کیا تو دو سو پچاس اور دوسرے جمعہ تین سو پچاس اور تیسرے جمعہ پانچ سو ہندو مسلمان ہوئے۔

اور یہ حضرت بڑے پرانے ولی ہیں۔

وفات

۴۴۸ میں فوت ہوئے۔ اور مہتاب کا لفظ کہ حاصل اعداد اس کا چار سو اٹھتالیس ہے ان کا مادہ تاریخ ہے۔

خادم

ان کی قبر کے پاس غرب رویہ متصل دیوار چار دیواری قبران کے خادم میاں جامی کی ہے۔ یہ شخص ہمراہ ان کے غرب سے یہاں آیا ہے۔

مزار کا جلال

رات کو کوئی شخص یہاں نہیں رہتا۔ اگر رہتا ہے تو خوف آتا ہے اور اعضا شکنی ہونے لگتی ہے۔ اس باعث سے کوئی جرات شب باشی کی نہیں کرسکتا۔

عرس

سال بھر میں ایک دفعہ ۲۷ رجب کو حضرت کا عرس (ہوتا ہے) اس روز چوری شیریں ☆

☆ ۱- چوری پنجاب میں ایک قسم کی شرینی تیار کی جاتی ہے جو اکثر چڑھاوا قبور کے اوپر تقسیم نذرنیاز وغیرہ شکرانہ کے عورات تیار کرتی ہیں ترکیب اس کی یہ ہے کہ نان تندوری پکا کر اس کو ملتے ہیں اور پھر اس میں شکر سرخ یا سفید اور گھی ملاتے ہیں اور بعض شوکین خشخاش' ناریل وغیرہ مغزیات اس میں داخل کرتے ہیں۔ فقط۔ (مولف)

Marfat.com

بنا کے تقسیم ہوتی ہے۔ مگر بہت لوگ جمع نہیں ہوتے۔

تذکرہ در احوال حضرات بی بی پاکدامناں

(ص ۳۱۲) حال ان کا یہ ہے۔ کہ یہ چھ بیبیاں، ایک جناب مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی ہمشیرہ جناب حضرت عباسؓ کے موسوم باسم رقیہ المشہور بی بی حاج اور پانچ صاحبزادیاں حضرت عقیل برادر حضرت علی المرتضی علیہ السلام کے جن کے نام یہ ہیں۔ حضرت بی بی تاج۔ حضرت بی بی حور۔ حضرت بی بی نور۔ حضرت بی بی گوہر۔ حضرت بی بی شہباز ہمشیرگان حضرت مسلم۔

حضرت بی بی رقیہ المشہور بی بی حاج صاحبہ منکوحہ جناب مسلم تھے۔ کہتے ہیں کہ جب امام ہمام۔ سید الانام۔ شاہ کربلا غریب پر جفا یعنی حضرت سید الکونین امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ کوفہ حسب الطلب کوفیاں ہوئے تو یہ بیبیاں بھی ہم رکاب تھیں۔ نہم محرم الحرام کو جناب امام ہمام نے حسب ایمائے باطنی جناب مرتضوی کے ان (ص ۳۱۳) چھ بیبیاں کو ارشاد فرمایا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ انہوں نے عرض کی کہ یا اخی ہم تم کو ایسے حال پر اختلال میں چھوڑ کر کہاں جاویں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر ایسا کریں تو بروز قیامت جناب بی بی فاطمہ کو کیا منہ دکھلاویں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اے نور چشماں میں مجبور ہوں۔ حکم مرتضوی ایسا ہی ہے۔ مراقبہ کر کے دیکھ لو۔ ناچار مجبور بیبیاں نے عرض کی کہ اچھا ہم طابعدار ہیں۔ جہاں حکم ہو چلے جاویں۔ آپ نے فرمایا کہ ہند جانے کا تم کو ارشاد ہے۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ ہمارے دونوں فرزند آپ کے پاس رہیں تاکہ آپ کے قدموں پر شہادت پائیں۔ بعد رد و کد حضرت نے قبول فرمایا۔

لاہور میں تشریف آوری

اور بیبیاں وہاں سے روانہ ہند ہوئیں۔ دوسرے روز واقعہ ہایلہ جاں گداز شہادت حضرت سید مظلوم کا سنا۔ بہت گھبرائیں مگر بخیال تعمیل حکم چلی آئیں حتیٰ کہ لاہور میں آپہنچیں۔ اور یہاں بمقام خانقاہ ایک وقت ایک ٹیلہ تھا اس پر آٹھہریں۔

اس زمانہ میں گرد ونواح اس مقام کے کوئی کوئی ٹھی یعنی بستی راجوں کی تھی۔ جب یہ بیبیاں یہاں پہنچی تو بمجرد برکت قدوم اہل بیت رسول کے ان راجوں کے آتش کدے سرد ہوگئے۔ اور بتوں میں فتور اور خلل برپا ہوا تو انہوں نے جوتشیوں سے باعث اس تہلکہ کا پوچھا۔ سب نے سوچ بچار کے کہا کہ یہاں کوئی عرب ترک اولاد رسول اللہ آئے ہیں۔

Marfat.com

یہ ان کی برکت کا اثر ہے۔ انہوں نے بعد دریافت حال ان کی طلب کے واسطے ملازم بھیجے تاکہ ان کو بلا لاویں۔ اس امر سے یہ بیبیاں حیران ہوئیں کہ یاالٰہی ہم ستم رسیدہ ہیں۔ اول جدائی برادران اور واقعہ کربلا ہوا اور ملک بے گانہ۔ حتیٰ کہ کوئی ہماری بولی بھی نہیں سمجھتا۔ اس سے آپ ان کے پاس تشریف نہ لے گئیں۔ جب یہ خبر راجوں کو پہنچی کہ وہ تشریف نہیں لائیں۔ تو ان کے سردار نے ولی عہد کو بھیجا اور کہا یا تو ان کو اپنے ہمراہ لانا یا اپنی قلمرو سے نکال آنا۔

اور نام اس راجہ کا برما ستری تھا اور بعضوں کے نزدیک مہابرن اور اس کے بیٹے کا نام بکرما سہائے۔ راوی کہتا ہے کہ جب بی بی صاحبان یہاں تشریف لائی تھیں تو اس وقت سات سو چار آدمی ولی اللہ حافظ قرآن بزرگ ان کے ہمراہ تھے۔

جب وہ کنور حضرت کے پاس آیا اور حکم راجہ کہہ سنایا تو آپ نے پہلے منت و سماجت فرمایا کہ بابا ہم غریب مسافر ستم رسیدہ اور بے خانماں ظلم کشیدہ از حد بے کس ہیں۔ برائے خدا ہم کو تکلیف نہ دو۔ اگر تم ہمارے یہاں رہنے سے ناراض ہو تو ہم چلی جاتی ہیں اور ماسوا اس کے ہمارے مذہب میں ستر داری کا حکم بتاکید جاری ہے۔ اس واسطے ہم راجہ تک نہیں جاسکتے۔ اس نے کہا کہ میں مجبور ہوں اور راجہ صاحب کی طرف سے آپ کو لے جانے پر مامور ہوں۔

آخر بی بی صاحبہ کلاں نے راجہ کے لڑکے کو اپنے پاس طلب کیا اور ایک نظر توجہ سے اس کی (ص ۳۱۴) طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو رویا اور حضرت کے قدم مبارک پر گر کر درخواست تعلیم و تلقین دین اسلام کی کی اور صدق دل سے مسلمان ہوا۔

جب یہ خبر راجہ کو پہنچی تو وہ نہایت متردد ہوا۔ تمام ہندوؤں نے بلوا کر کے شورش مچا دی۔ اس سے بی بی صاحبان بہت خائف ہوئیں اور جناب الٰہی میں عرض کی کہ یااللہ ابھی خوف حادثہ کربلا ہمارے دلوں سے نہیں گیا کہ یہ دوسرا حادثہ عظیم برپا ہوا ہے۔ ہم چاہتی ہیں کہ ہم پس پردہ ہوجاویں۔ یا الٰہی زمین کو حکم دے کہ ہم کو امان دیوے۔ یہ دعا ان کی قبول ہوئی اور اسی وقت زمین باذن شگاف ہوگئی اور تمام بیبیاں ان میں سما گئیں اور پوشیدہ ہونے سے پہلے بہت اشخاص ہمراہیان کو آپ نے رخصت عنایت کی۔ اور فرمایا کہ اپنے اپنے وطنوں کو چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ اتباعاً" للحکم چلے گئے اور صرف چار حافظ' جن کے نام یہ ہیں۔ ابوالفتح۔ ابوالفضل۔ ابو الکارم۔ عبداللہ حضرات کی خدمت میں باقی رہے۔ اور

Marfat.com

قبریں ان کی قبر بیوی بتوری کے غرب رویہ موجود ہیں اور وہ بھی آپ کے ساتھ ہی زمین میں سما گئے۔

جب اس کنور نے یہ کرامت ان کی دیکھی تو صدق دل سے فقیر ہوگیا اور مجاور ہو بیٹھا۔ اس وقت حضرت بیبیاں کے دوپٹوں کے پلے بر روئے زمین نظر آتے تھے۔ اس نے ان ہی نشانوں پر قبور بنائیں۔ چند روز وہ پلے نظر آتے رہے اور پھر وہ بھی ناپید ہوگئے۔

جب کفار نے یہ کرامت دیکھی تو دم بخود ہوئے اور کئی ایک ان میں سے مسلمان ہوگئے۔ مشہور ہے کہ جب وہ کنور مشرف باسلام ہوا تو بی بی صاحبان نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور بعد چندے وہ عبداللہ بنام بابا خاکی معروف ہوگیا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کا نام محمد جمال رکھا گیا تھا۔ الغرض اسی کی اولاد اب تک مجاور خانقاہ عالی جاہ ہیں اور راجپوت کہلاتے ہیں۔ اور وہ راجہ اپنے فرزند سے بسبب مسلمان ہوجانے کے اگرچہ ظاہراً" محبت نہ کرتا تھا مگر بلحاظ آتش فرزندی کچھ زمین اس کو دے دی۔

محمد جمال کی شادی

بعد چند عرصہ کے ہندو بلیم جاٹ لوگ اس طرف آئے۔ ان میں سے ایک شخص مسی بابو نام کی دختر لولی تھی۔ وہ محمد جمال کا خواہش مند ہوا کہ تو اس سے شادی کرلے۔ اس نے انکار کیا جب تمام بلیم بجدو بضد' ہوئے تو اس نے کہا کہ میں اپنی سرکار میں عرض کرلوں۔ اگر حکم ہوگیا تو قبول کروں گا۔ یہ کہہ کر مزار گوہر بار پر حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ وہاں سے الہام ہوا کہ بے شک نکاح کرلے۔ چنانچہ محمد جمال نے اس دختر بے جمال سے نکاح کرلیا اور اس کو حضرت کی مزار پر لے آیا اور عرض کی کہ یا حضرت اب یہ کنیز آپ کی ہوگئی ہے۔ اگر اس کے ہاتھ پاؤں اچھے ہوجاویں تو خدمت میں از دل و جان مصروف ہو۔ فی الحال دست و پا اس کے اچھے ہوگئے۔ اور حسن اس کا ایسا چمکا کہ غیرت وہ چہاردم ہوگئی۔ جب ان (ص ۳۱۵) بلیم جاٹوں نے یہ کرامت حضرت کی دیکھی تو سب کے سب کہ چھ سات ہزار آدمی تھے' مسلمان ہوگئے۔ اور وہ تمام ایک قبیلے کے تھے اور جو زمین بابا خاکی کو راجہ نے دی تھی وہ مشرق و جنوب رویہ اس خانقاہ کے تھی اس میں سے دو سو گھماؤں زمین خاکی مجاور نے ان کو دی۔ چنانچہ جب تک ان کی اولاد رہی تب تک خاکی کی اولاد اور وہ باہم بطور برادری برتاؤ کرتے رہے۔ پھر ان میں سے اکثر لاولد رہنے لگے حتیٰ کہ بعہد خان بہادر صرف شیخ حاجی عزیز اور شیخ دھاتو اور دادو ان کی اولاد میں سے باقی تھے۔ اب اولاد ان کی بالکل نہیں۔ قبور ان کی گرد نواح اس خانقاہ کے متفرق موجود ہیں۔ فقط۔

Marfat.com

حضرات بیبیاں کا تبحر علم

(ص ۳۲۴ سطر ۹) یہ بھی مسموع ہوا ہے۔ کہ حضرات پاکدامناں یہاں تشریف لائیں تو آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ تدریس پردہ میں بیٹھ کر فرمایا کرتی تھیں اور جناب بی بی رقیہ المشہور بی بی حاج کا یہ ملکہ تھا کہ وہ ملکہ دو جہاں ہر قسم کا علم رکھتی تھیں۔ کوئی ایسا علم نہ تھا جس کو آپ پڑھا نہ سکتے تھے۔ اس باعث سے ہزار ہا حافظ و ولی ان کے شاگرد و مرید ہوئے۔

حال بی بی حلیمہ المشہور بیوی تنوری

(ص ۳۲۵ سطر ۴) یہ بی بی صاجزادی حضرت مسعود قریشی کی اور حضرت مسعود حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی اولاد میں سے ہیں۔

یہ بی بی ولی کاملہ تھی اور حضرت موصوفہ روٹیاں حضرت بی بی صاحبہ کی پکایا کرتی تھیں اور پا رکاب حضرات بیبیاں کے یہاں آئی تھیں اور وفات ان کی سن اکٹھ۔ (ص ۳۲۴ سطر ۱۳) اور بیوی تنوری صاحبہ کے خاوند کا نام زبانی مجاوراں ساندل ولی معلوم ہوا۔ فقط۔

(ص ۳۲۴ سطر ۸) اب تک تمام نان پزان بی بی صاحبہ کو اپنا پیشوا اور پیر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کا نام لے کر کام پر بیٹھتے ہیں۔

مجاور اور تقسیم حصص

(ص ۳۲۳ سطر ۱) اب یہاں خانقاہ بی بی صاحبان پر تین مجاور سجادہ نشین ہیں۔ ایک عظیم شاہ۔ دوسرا اللہ دین پسران عبدالرحیم تیسرا محمد بخش پسر کرم بخش۔ اور پہلے چار تھے ان میں سے مسی وارث لاوارث فوت ہوا۔ حصہ اس کا اللہ دین و عظیم شاہ لیتے ہیں۔ وہ ان کا چچیرا بھائی تھا اس رشتہ سے اس کا حصہ یہ لیتے ہیں۔ اور تین حصہ بقیہ میں سے ایک حصہ اللہ دین اور ایک عظیم شاہ لیتا ہے اور حصہ وارث کا جو لاوارث ہوا ہے اللہ دین و عظیم شاہ نصفا نصفی لیتے ہیں۔ اور یہ قدیمی پشت بہ پشت سے سجادہ نشین چلے آئے ہیں۔

اور یہ جو محمد بخش پسر کرم بخش ہے حال اس کا یہ ہے کہ کرم بخش خواہرزادہ عبدالرحیم مجاور ہے۔ اور حصص ان کے یوں مقرر ہیں کہ سال بھر میں اڑتالیس جمعرات آتی ہیں ان میں سے ساڑھے انیس جمعرات کی آمدنی الہ دین لیتا ہے اور ساڑھے انیس کی عظیم شاہ اور بقیہ نو جمعراتیں محمد بخش پسر کرم بخش لیتا ہے۔ اور ہر ماہ میں بارہ روز عظیم شاہ

Marfat.com

آمدنی چڑھت لیتا ہے اور بارہ روز کی الہ دین اور چھ روز کی محمد بخش۔ اور آمدنی قبر سے حق کھدائی قبر مزدور کو دے کر بقیہ چار حصہ کر کے ایک حصہ محمد بخش اور تین حصہ بقیہ میں سے ایک حصہ الہ دین اور ایک عظیم شاہ لیتا ہے۔ اور چوتھا جو حصہ وارث کا ہے اللہ دین و عظیم شاہ لیتے ہیں۔ اور آمدنی کا یہ حال ہے کہ جو میت واسطے گاڑنے کے آتی ہیں وہ علیٰ قدر مراتب حق مکان داری وہ اجرت ان کو دیتا ہے مثلاً اگر کوئی ایک روپیہ دیوے تو اس میں سے پانچ آنہ حق گورکنی اور گیارہ آنہ حق سجادہ نشین و خرچ مکان ہوتا ہے اور ہر روز یہ لوگ وہاں اپنے اپنے مکانات مقررہ پر حاضر رہے ہیں۔ جو کوئی زائر جاوے اگر وہ کچھ کچھ ارادتاً تقسیم کر دیوے تو خیر اور اگر صرف ایک ہی کو دیوے تو وہ صاحب نوبت لے لیتا ہے۔

اور عرس کے روز خرچ و چڑھت مشترک ہے۔

سلسلہ نسب

اللہ دین و عظیم شاہ پسران عبدالرحیم خاص اولاد عبداللہ المشہور باب خاکی ہیں اور سلسلہ ان کا بابا خاکی سے یوں جا کر ملتا ہے کہ عبدالرحیم بن شیخ امام بخش بن شیخ محمد رضا بن شیخ محمد حسین بن شیخ محمد بن شیخ محمد باقر بن شیخ جانی۔ بن شیخ محمد قاسم۔ بن شیخ محمد حنیف بن شیخ عبدالواحد بن شیخ فرید۔ بن شیخ محمد وارث۔ بن شیخ امیر۔ بن شیخ اشرف الدین بن شیخ بلند بن شیخ صدر الدین۔ بن شیخ جمال الدین بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسماعیل بن شیخ اسحاق۔ بن شیخ داؤد۔ بن شیخ عثمان۔ بن شیخ عمر۔ بن شیخ حسن۔ بن شیخ محمد یوسف بن شیخ عبدالصمد۔ بن شیخ ابابکر۔ بن شیخ جعفر۔ بن شیخ عیسیٰ بن شیخ ایوب بن شیخ ذکریا۔ بن شیخ محمد۔ بن شیخ عبداللہ المعروف بابا خاکی۔

اور بتصدیق اس کے کرسی نامہ قدیمہ یعنی شجرہ ان کے پاس موجود ہے اور ماسوا اس کے ایک محضران کے پاس اور ہے۔ اس پر تمام (ص ۳۲۴) مشاہیر اشخاص معتبرین لاہور کے ثبت ہیں۔ اس سے بھی تصدیق شجرہ ہوتی ہے۔

واگذار زمینیں

اب اس خانقاہ کے ساتھ زمین مزروعہ غیر مزروعہ چالیس گھماؤں واگذار ہے اور یہ زمین شامل زمین قلعہ گوجر سنگھ ہے اور جو زمین شرق رویہ ہے۔ یہ بھی ہمیشہ اس خانقاہ کے ساتھ واگذار تھی۔ مگر اب نمبرداران گڑھی شاہو نے اپنے نام شاملات وہ کرالی ہے۔ اس

Marfat.com

کے باب میں سجادہ نشین شاکی ہیں۔

حال الف شاہ صاحب مرحوم

(ص ۴۰۹ سطر ۱۰) یہ ہے کہ بوقت تشریف آوری حضرت بی بی پاکدامناں یہ حضرت ان کے ہمراہ تشریف لائے اور ایذائے کفار سے شہید ہوئے۔ عام مشہور ہے کہ تن بے سر ان کا لڑتا ہوا یہاں تک آیا۔ جب کسی عورت نے "تعجبا" ان پر نظر کی تو سرد ہوگئے۔ اگر یہ تذکرہ ماواقعہ ہے تو یہ قبر بھی قدیمی ہے۔ فقط۔

حضرت علی رنگریز

(ص ۵۹۲ سطر ۲ تا ۴) یہ دو بھائی (تھے) ایک علی رنگریز۔ دوسرے ولی رنگریز۔ حال مفصل ان کا ہر چند تلاش کیا۔ کہیں سے دستیاب نہ ہوا۔ رنگریز لوگ تذکرہ ہائے زبانی کرتے ہیں کہ حضرت بی بی پاکدامنان کے ہمراہ یہاں تشریف لائے ہیں۔ الغیب عنداللہ۔

خانقاہ اور عرس

(ص ۱۹۵ سطر ۲۵) تمام رنگریز لاہور کے اس خانقاہ (ص ۵۹۴) کا مانتے ہیں۔ اور سال بھر میں ایک دفعہ عرس پنڈھارا بھی ہوتا ہے۔

معافیاں

سرکار سے چند بیگھہ زمین ملحقہ خانقاہ معاف ہے۔

۲۔ حضرت علی مخدوم ہجویری غزنوی۔ جلالی

المشہور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۱۳۸ سطر ۶ تا ۷) یہ حضرت بڑے اولیاؤں میں بڑے بزرگ مشہور ہیں۔ حضرت کے والد کا نام حضرت عثمان ابن علی جلالی غزنوی۔

(ص ۱۴۷ سطر ۱۸ تا ۲۵) اور یہ حضرت یعنی علی مخدوم ہجویری سید حسنی ہیں اور نسب شریف ان کی اس طرح سے زبانی مجاورین کے ظاہر ہوئی۔

شجرہ طیبہ حسنی

کہ حضرت علی گنج بخش بن سید عثمان بن سید علی۔ بن سید عبدالرحمان۔ ابن سید

Marfat.com

عبداللہ ہجویری- بن سید ابوالحسن علی بن سید حسن بن سید زید شہید- بن حضرت امام حسن- بن حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ-

نسب نامہ پیران کبار

اور نسب نامہ حسینی پیران کبار حضرت کا یہ ہے کہ یہ حضرت مرید خواجہ ابوالفضل بن حسن ختلی کے اور وہ خادم شیخ علی حضرمی اور وہ خادم حضرت شیخ شبلی کے اور وہ خادم حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے اور وہ خادم حضرت سری سقطی کے اور وہ خادم حضرت معروف کرخی کے اور وہ خادم حضرت داؤد طائی کے اور وہ خادم حضرت حبیب عجمی کی اور وہ خادم حضرت خواجہ حسن بصری کے- اور وہ خادم حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ (ص ۱۳۸) کے- فقط-

(ص ۱۳۸) اور یہ حضرت مرید حضرت شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی کے ہیں- اور مذہب حضرت کا مذہب امام اعظم کوفی تھا-

(ص ۱۳۸) اور یہ حضرت بڑے کامل اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے- سلسلہ ان کا جنیدیہ-

اور ہجویر اور جلاب دو محلے من محلات شہر غزنی ہیں-

لاہور میں تشریف آوری

حال تشریف آوری ان کا یہ ہے - کہ اول یہاں لاہور میں حضرت حسین زنجانی پیر بھائی ان کے' قطب لاہور تھے- بعد اس کے حضرت کے پیر نے ان کو ارشاد فرمایا کہ تم لاہور میں جاؤ- حضرت نے عرض کی کہ وہاں میرے پیر بھائی یعنی حسین زنجانی موجود ہیں- وہاں میرے جانے کا کیا فائدہ ہوگا- تب انہوں نے فرمایا کہ تم کو چون و چرا سے کیا غرض ہے- بلا توقف چلے جاؤ-

القصہ یہ حضرت لاہور میں بوقت شب تشریف لائے اور بیرون شہر شب باش ہوئے- جب صبح کو داخل شہر ہونے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنازہ حضرت حسین زنجانی کا لوگ اٹھائے ہوئے لئے آتے ہیں- حکمت الٰہی کو دیکھ کر شامل جنازہ ہوئے اور تکفین و تدفین فرمائی-

مسجد کی تعمیر

Marfat.com

بعد اس کے اسی جگہ پر جہاں خانقاہ شریف ہے استقامت اختیار کی- اور ایک مسجد بصرف زرخود تیار کرائی- چنانچہ اب تک اسی مسجد کی زمین پر مسجد ثانی کو تیار موجود ہے- اور اب ۱۲۷۹ھ میں ایک شخص گلزار شاہ نامی سادھوں نے معرفت مسمی نور محمد سادھوں کے اس مسجد کو از سرنو اسی بنا پر تعمیر کرا کے بلند کیا-

مسجد کا رخ

دارا شکوہ سفینۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت مرحوم نے یہ مسجد بنوائی تو بہ نسبت اور مسجدوں کے رخ قبلہ اس مسجد کا ذرا سا مائل بہ سمت جنوب تھا- علمایان لاہور نے اس پر اعتراض کیا اور حضرت سن کر خاموش تھے- جب تعمیر مسجد سے فراغت پائی تو آپ نے ضیافت کل علما و فضلا کی فرمائی اور خود امام ہوکر اس مسجد میں نماز پڑھائی اور بعد اس کے سب حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ پر اعتراض فرماتے ہو- اب دیکھوں کہ قبلہ کس طرف ہے- جب انہوں نے دیکھا تو ایک بارگی قبلہ بالمشافہ بچشم ظاہر نظر آیا-

حضرت نے کہا کہ دیکھو قبلہ (ص ۱۳۹) کدھر ہے- سب نے یہ کرامت حضرت کی دیکھ کر سامنا کیا- اور اپنے اعتراض سے نادم ہوئے اور شہر کرامت حضرت کا مشہور ہونے لگا اور آپ قطب الاقطاب مشہور ہوئے-

نام گنج بخش کی وجہ

اور وجہ شہرت حضرت کی باسم مبارک گنج بخش یہ ہے- کہ عقائد اہل اسلام میں یہ دستور مروجہ ہے کہ ہر ملک و ہر شہر کا ایک فقیر بہرحال و ہروقت حاکم و محافظ ہوتا ہے- ظاہر ہے کہ حکومت ظاہری تو سپرد حاکمان ظاہری ہوتی ہے اور حکومت باطنی فقیروں کے سپرد ہوتی ہے- چنانچہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ کوئی شہر اور کوئی ملک بغیر حکومت قطب نہیں رہے- چنانچہ جو حکم الہی ہوتا ہے وہ ان لوگوں کی معرفت جاری ہوتا ہے اور تقرر و تبدل سلطنت ظاہری کا بھی انہیں کی تفویض ہوتا ہے-

اور چونکہ یہ حضرت بڑے کامل اور شہنشاہ اولیاء ہیں اسی واسطے اب تک جو کوئی فقیر حاکم باطنی ہند و پنجاب مقرر ہوتا ہے سوائے حکم ان کے تقرر ان کا نہیں ہوتا- چنانچہ سن پانسو ہجری میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجر قدس اللہ سرہ العزیز ان حضرت کی مزار

Marfat.com

پر آئے اور چلہ ادا کیا۔ (ص ۱۳۹ سطر ۱۳) چنانچہ حضرت کے مزار[1] کے جنوب دید' اندروان چار دیواری مکان چلہ اب تک موجود ہے۔ حضرت معین الدین چشتی کا ایک تک موجود ہے۔ حضرت موصوف اس عبادت خانہ میں مدت بھر تشریف فرما رہے اور پھر حضرت کو حکومت ہندوستان جنت نشان کی عطا ہوئی اور مزار پر انوار ان کی اجمیر شریف میں مشہور و معروف ہے۔ اور ہزار ہا خلقت دور و نزدیک سے وہاں حاضر ہوتی ہے۔ اور کروڑھا روپیہ کا اسباب ان کی مزار پر موجود ہے۔

جب یہ حضرت تشریف فرمائے ہند ہونے لگے تو دست بستہ پائیتی کی طرف کھڑے ہوکر یہ شعر پڑھا۔ شعر

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نور خدا
کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما

اس روز سے نام مبارک حضرت کا گنج بخش مشہور ہوا۔

چلہ کا دستور

(ص ۱۳۹ سطر ۱۱ تا ۱۳) اور چلہ کا یہ دستور ہے کہ اکثر بزرگ ایک بند مکان میں چند مدت بیٹھ کر خور و خواب اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور جس بزرگ کی قبر پر چلہ بیٹھتے ہیں اس بزرگ کی روح سے استمداد کرتے ہیں۔

وفات

(ص ۱۴۰ سطر ۱) وفات حضرت کے باب میں احوال مختلف مسموع ہوتے ہیں۔ چنانچہ عارف نامی مولانا عبدالرحمان جامی رحمتہ اللہ علیہ مصنف نفحات الانس ۴۶۵ چار سو پینسٹھ اور صاحب تذکرۃ الاصفیا ۴۶۴ چار سو چونسٹھ اور حضرت دارا شکوہ صاحب سفینتہ الاولیا ۴۶۶ تحریر فرماتے ہیں اور دروازہ اندرون خانقاہ پر یہ تاریخ تحریر ہے۔ شعر۔

چونکہ سردار ملک معنی بود
سال وصلش برآید از سردار

مادہ اس تاریخ (کا) لفظ سردار ہے اور سردار کے عدد چار سو پینسٹھ ہوتے ہیں۔ اور مفتی غلام (سرور) صاحب نے جو قطعات تاریخ حضرت کے بامید اندراج کتاب ہذا ارسال کیئے ہیں سو یہ ہیں۔ شعر۔

علی غزنوی آن شاہ ہجویر

Marfat.com

سراپا نور روشن ماہ ہجویر
سفر چون کرد زین دنیاے فانی
شدہ خالد بخلد جاودانی
عیان تاریخ او چون ماہ گفتم
علی ہجویری عالی جاہ گفتم

اس کے عدد ۴۶۴ چار سو چونسٹھ ہوتے ہیں۔ شعر

چو آن شاہ جناں اندر جنان شد
زسرور سال وے سرور عیاں شد

اس میں مادہ تاریخ لفظ سرور ہے اور سرور کے عدد چار سو چھیاسٹھ ہیں۔ شعر۔

بسال رحلت آن عارف دیں
ندا آمد ز رضوان کاشف دیں

اس تاریخ سے ۴۶۵ برآمد ہوتے ہیں کہ مادہ تاریخ لفظ کاشف دیں ہے اور جناب والدم حضرت مولوی احمد بخش صاحب چشتی یکدل یوں فرماتے ہیں۔ شعر۔

شیخ عالی علی ہجویری
بود مخدوم ہر صغار و کبار
ہست سردار و زیور لاہور
طرفہ تاریخ وصل آن سردار

لفظ ہست اور سردار اور زیور لاہور تینوں لفظوں سے علیحدہ علیحدہ ۴۶۵ نکلتا ہے۔ فقط۔

عرس

(ص ۱۳۶) عرس حضرت کا بتاریخ بیسویں ماہ صفر کے ہوتا ہے اور ایک میلہ بروز آخری چار شنبہ ہوتا ہے مگر اس روز مجلس ہوتی ہے اور دو عرس ہوتے ہیں ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا۔ اس میں نان حلوہ و دال نخود مع گوشت تقسیم ہوتے ہیں اور خادم لوگ نذریں چڑھاتے ہیں اور بعضوں کو دستاریں بھی عنایت ہوتی ہیں۔

مزار پر حاضری

(ص ۱۳۹ سطر ۲۰) اور اب تک ہزارہا مخلوقات ہر ملک دور و نزدیک سے حضرت کی زیارت کے واسطے آتے ہیں اور حصول مرادات ہوتی ہیں اور ہمیشہ جمعرات اور خاص ہر

Marfat.com

جمعہ کے دن ہجوم زایرین ہوتا ہے۔ بلکہ ہر ایک جمعہ کو اٹھویں دن میلہ ہوجاتا ہے۔ خلقت شہر اور باہر کی مزار پر جمع ہوتی ہے اور شرق رویہ مزار کے قوالی بھی ہوتی ہے اور دارا شکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ جو کوئی چالیس روز یا چالیس جمعرات آپ کی مزار مبارک پر حاضر ہووے تو جو مراد چاہے خدا سے پاوے اور اپنی نسبت لکھتا ہے کہ میں چالیس روز برابر حضرت (ص ۱۴۰) کی مزار پر حاضر ہوتا رہا اور جو مطلب چاہا مجھ کو طفیل حضرت کیجناب الٰہی سے حاصل ہوا۔

عطیات اور معافیاں

(ص ۱۴۷ سطر ۳) اور سرکار سے بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ ایک ہزار روپیہ سالیانہ مجاورین کو ملتا تھا۔ اب ایک سو روپیہ سال تمام عطا ہوتا ہے۔

اور ایک چاہ واقعہ شیش محل متصلہ مزار شریف ہی واگزار ہے اور کچھ اور متفرقہ زمین بھی معافی ہے اور بابت معافیات فرمان شاہی بھی موجود ہیں۔ مگر ان میں سے اب کچھ نہیں ملتا اور گردو نواح چار دیواری کے بہت سے درخت ہائے بیر و کیکر و پھرواہنہ و ٹرہ موجود ہیں اور اب چھیاسٹھ آدمی مجاور الادوام حاضر ہرتے ہیں۔

(ص ۱۵۱ سطر ۱۳ تا ۲۱) بقیہ حال معافی ملحقہ خانقاہ ہذا یہ ہے کہ ایک چاہ برلب دریائے راوی متصل موراں والا ملحقہ موضوع کلالاں والا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف (سے) بھی بدستور شاہان سلف معاف تھا۔ اب بشرارت کلالاں کلالاں والا درج بندوسبت نہ ہوا۔ بندوبست جدید میں مجاورین استغاثہ کیا چاہتے ہیں کیونکہ اسناد مہاراجہ موجود ہیں۔

اور ایک چاہ مبینہ محمد خان ٹکسال والا جو میڈیکل کالج حال کے پاس تھا اور اس نے دو چاہ تیار اور آباد کرا کے نذر خانقاہ کیا تھا اور سرکار سکھاں سے بھی معاف رہا تھا اب بباعث تقرر چھاؤنی انار کلی کے وہ چاہ ویران ہوگیا اور سرکار انگریزی سے بالعوض اس کے بجائے ایک بیگھہ پانچ پانچ بیگھہ زمین پار راوی کے متصل رکھ بولا گڈھر کے ہے' (لی)۔ مگر آگے وہ معاف تھا۔ اب بشرارت زمینداراں اس کا معاملہ معاف نہیں۔ فقط

(ص ۲۴۹ سطر ۶) بیرون دروازہ بھاٹی سے تا موضع سانده تمام خطہ زمین شیش محل مشہور ہے۔ غرب رویہ اس خانقاہ کے ایک چاہ رواں جن کی زمین ۱۳ - ۱۴ گھماؤں ہے عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ سے مجاوران داتا صاحب کو ملبا" بعد صلب اور "بطنا" بعد بطن معاف ہے اور اب اس کی ملکیت بھی ان لوگوں کی ہے۔ یعنی انہوں نے مول لے لیا ہے۔ آمدنی چاہ کی سترہ روپے ششماہی ہوتی ہے۔

Marfat.com

مجاور

(ص ۱۴۷ سطر ۸) حال مجاورین یہ ہے۔ کہ جب حضرت یہاں تشریف لائے تو اس
وقت یہاں ایک شخص رائے راجو نائب حاکم پنجاب حضرت کا مرید ہوکر مسلمان ہوا۔ او
نام اس کا شیخ ہندی رکھا گیا اس کی اولاد تاحال خادم و مجاور ہے۔

اول ان کے یہاں بارہ پشت تک تو ایک ہی بیٹا ہوتا رہا۔ بعدازاں شیخ لطف اللہ سے
جو بعد اکبر ہوئے ہیں اولاد بڑھنے لگی۔ اور جب تک ایک ایک شخص ان کے بزرگوں سے
ہوتا رہا قبریں ان کی اندر چاردیواری کے ہیں اور جب بہت اولاد ان کی مرنے لگی تو پھر قبور
ان کی بھی باہر ہونے لگیں۔

مجاوروں کا شجرہ

(ص ۱۴۹ سطر ۵) اور مفصل حال مجاوران مقبرہ عالیہ حضرت گنج بخش کا یہ ہے کہ اول
ایک بزرگ ان کا جو ہندو تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا اور بخدمت
حاضرباشی شب و روز نامور ہوا اور حضرت نے نام اس کا شیخ ہندی رکھا۔

اس کا بیٹا شیخ لطفی اور اس کا بیٹا عنایت اللہ اور اس کا بیٹا شیخ بقراللہ اس کا بیٹا شیخ
حبیب اللہ۔ اس کا بیٹا شیخ قدرت اللہ ۔ اس کا بیٹا شیخ ظہور اللہ۔ اس کا بیٹا شیخ عزیز اللہ۔
اس کا بیٹا شیخ مراد اللہ۔ اس کا بیٹا شیخ لطیف اللہ۔ ان بارہ پشت تک ایک ایک آدمی ہے۔
ان کا (سلسلہ) پشت بہ پشت چلا آیا۔ بعدازاں شیخ لطیف اللہ کے یہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک
شیخ سلیمان دوسرا عثمان۔ شیخ سلیمان کے یہاں ایک بیٹا شیخ علاؤالدین اور شیخ علاؤالدین کا بیٹا
شیخ محمد۔ اس کا بیٹا شیخ بدرالدین۔ اس کے دو بیٹے ایک شیخ امام الدین دوسرا شیخ نظام
الدین۔ شیخ امام الدین کے دو بیٹے ہوئے۔ ایک شیخ رحمت اللہ۔ دوسرا شیخ کمال اللہ۔ شیخ
رحمت اللہ کا بیٹا عزیز اللہ۔ اور اس کا شیخ پیر بخش۔ اور اسکا شیخ صدر الدین لاولد۔ اور شیخ
کمال الدین بن امام الدین بھی لاولد رہا۔ اور شیخ رحمت اللہ کا بیٹا (ص ۱۵۰) شیخ مظفر اللہ
اور اس کا شیخ امام علی ہوا۔ سو وہ بھی لاولد مرگیا اور شیخ نظام الدین بن بدرالدین کے ہاں
دو بیٹے ہوئے ایک شیخ محمد جمال دوسرا شیخ نورالدین۔ سو شیخ نورالدین کے ہاں ایک بیٹا شیخ
ضیاؤ الدین ہوا اور لاولد رہا اور شیخ محمد جمال کے ہاں ایک بیٹا محمد اشرف ہوا اور محمد اشرف
کے یہاں دو بیٹے ایک پیر محمد دوسرا محمد ابراہیم لاولد۔ اور پیر محمد کے ہاں ایک بیٹا محمد سلطان
ہوا۔ اور محمد سلطان کے دو بیٹے شیخ ظفر اللہ و شیخ جان محمد۔ شیخ جان محمد کے ہاں ایک بیٹا

Marfat.com

حبیب اللہ ہوا۔ اس کا ایک بیٹا برخوردار ۔ اور اس کا بیٹا شیخ عثمان لاولد۔ اور شیخ ظفر اللہ بن محمد سلطان کے یہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک محمد عظیم دوسرا شیخ فیض بخش کہ لاولد رہا اور محمد عظیم کے تین بیٹے ہوئے۔ ایک شیخ احمد لاولد' دوسرا محمد شیخ' تیسرا شیخ حاجی۔ شیخ حاجی کے تین بیٹے ہوئے ایک شیخ شادی لاولد دوسرا شیخ شمس الدین' تیسرا مقیم الدین موجود۔

اور شیخ شمس الدین کے دو بیٹے ایک شیخ محمد الدین دوسرا شیخ احمد دین کہ موجود ہیں اور شیخ محمد عظیم کے ہاں ایک بیٹا شیخ قطب الدین ہوا۔ اس کے چار بیٹے شیخ حسن دین' شیخ امام الدین' شیخ نظام الدین' شیخ اللہ دین۔ اب شیخ امام رالدین کا بیٹا مہتاب دین اور شیخ نظام الدین کا علم الدین موجود ہیں۔

اس مقام تک ذکر اولاد شیخ سلیمان بن شیخ لطیف اللہ کا ختم ہوا اور دوسرے صاحبزادہ شیخ لطیف اللہ کے جو شیخ عثمان تھے ان کے دو بیٹے ایک عبدالملک دوسرا شیر محمد ہوئے۔ اور عبدالملک کا ایک فرزند قاسم علی ہوا سو لاولد رگیا۔ اور شیر محمد کے تین فرزند ایک علی محمد' دوسرا سلیمان' تیسرا شیخ محمد ہوئے۔ اب اول شیخ سلیمان کی اولاد کا ذکر ہوتا ہے کہ ان کا ایک فرزند محمد مراد ہوا اور محمد مراد کے تین فرزند۔ ایک صدر الدین لاولد' دوسرا بدرالدین لاولد' تیسرا شیخ عابد۔ اس کے دو فرزند' ایک شیخ فتح دین لاولد دوسرا شیخ نصیر الدین اور اس کے دو بیٹے ایک شیخ عارف دوسرا شیخ عابد۔ شیخ عارف کے دو بیٹے ایک شیخ صادق لاولد دوسرا شیخ ہاشم کے تین بیٹے۔ ایک شیخ بڈھا جس کا بیٹا شیخ علی محمد لاولد۔ اور دوسرا علاؤ الدین جس کا فرزند امیردین ہے۔ دوسرا شیخ دینا۔ جس کے بیٹے چراغ الدین و محمد علی و احمد علی موجود ہیں تیسرا شیخ بابو جس کا بیٹا صدر الدین موجود ہے۔ اور شیخ عابد بن نصیر الدین کے ہاں ایک بیٹا محمد غوث ہوا۔ جس کے آگے دو بیٹے شیخ الٰہی و شیخ فیمو۔ چنانچہ الٰہی بخش کا بیٹا جھنڈو اور اس کے دو فرزند ایک غلام حسن دوسرا غلام حسین موجود ہے۔ اور شیخ فیمو کے یہاں دو فرزند ایک شیخ غلام نبی دوسرا ولی محمد لاولد۔ شیخ غلام نبی کے یہاں دو بیٹے شیخ غلام محمد و شیخ عابد موجود ہیں۔

اب اولاد شیخ محمد بن شیر محمد کا حال گذارش ہوتا ہے۔ شیر محمد کے ہاں ایک بیٹا شیخ عبدالشکور اور اس کا (ص ۱۵۱) بیٹا شیخ ضیاء الدین ہوا۔ اور ضیاء الدین کے دو بیٹے ایک محب علی دوسرا شیخ حسن لاولد۔ اور محب علی کا ایک بیٹا شیخ نور اللہ جس کے تین بیٹے ہوئے۔ ایک شیخ یعقوب لاولد۔ دوسرا شیخ کبیر لاولد' تیسرا شیخ جہانگیر اور جہانگیر کے چار بیٹے ہوئے۔ ایک مراد بخش لاولد' دوسرا شیخ دیدار بخش لاولد' تیسرا شیخ قادر بخش جس کا ایک بیٹا شیخ پیر

Marfat.com

بخش لاولد رہا اور نور محمد جس کا بیٹا فضل الدین لاولد رہا۔ چوتھا خدادا بخش جس کے ہاں دو بیٹے ایک شیخ گھسیٹا لاولد دوسرا شیخ امیر بخش جس کے دو بیٹے فتح دین اور کریم بخش موجود ہیں۔ فقط۔

حصص آمدنی

(ص ۱۴۷) اور حصص آمدنی ہزار کی ان مجاروں میں بہ تعداد مجاورین تقسیم ہوتے ہیں۔ یعنی جب کوئی لڑکا یا لڑکی کسی مجاور کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ تو حصہ ان کا جاری اور جب کوئی مر جاتا ہے تو اسی روز سے حصہ بند ہوجاتا ہے۔ اور مجاورین میں سے اگر کوئی شخص غیر حاضر ہووے یعنی کسی اور ملک کو چلا جاوے تو وہ بھی حصہ نہیں پاتا۔ جب پھر آوے تو حصہ پاوے۔ اور یہ دستور قدیم سے فی مابین مجاورین جاری ہے۔

اور ان لوگوں کی نشست گاہیں مقرر ہیں۔ وہاں ہر ایک کپڑا بچھا کر بیٹھ جاتا ہے اور ہمیشہ خصوصاً" بروز عرس و جمعرات و جمعہ اگر کوئی ارادت مند علیحدہ چڑھاوا خانقاہ سے ان کو کچھ دے جاوے تو وہ اس کا مال ہوتا ہے۔ دوسرے کو اس میں شمولیت نہیں ہوتی اور جس قدر چڑھاوا خانقاہ معلیٰ ہووے اس میں سب حصہ دار شریک ہوتے ہیں۔

۳۔ میر مومن خان

(ص ۱۴۸) اور حال میر مومن خان جن کی قبر کا حال لف ذکر چار دیواری عالیہ کے درج ہوچکا ہے یہ ہے' کہ میر مومن خان سید بخاری تھے۔ جو بغداد سے آکر بدربار محمد شاہ بادشاہ سرفراز ہوئے اور بادشاہ کی طرف سے خطاب نوابی پایا اور بعدازاں صوبہ لاہور کے نائب ناظم ہوئے۔

(ص ۱۴۸) اور عہد نواب میر مومن جب وہ صوبہ دار لاہور کے تھے' اس وقت رعایائے لاہور ان کے بندوبست سے بہت خوش تھی۔ اگرچہ یہ خودمختار نہ تھے لیکن نواب خان بہادر جو اصلی ناظم لاہور تھا وہ ہر امر میں ساختہ و پرداختہ آپ کا قبول رکھتا تھا(شہر لاہور میں خاص اندرون دروازہ موچی در جنوب رویہ بازار کشمیری اکثر عمارات شاہانہ یادگار ان کی ہیں۔ اور یہ آخری ناظم لاہور ہوئے اور بعد ان کے پھر کوئی ناظم بادشاہ کی طرف سے یہاں نہ آیا اور بھین تشریف آوری احمد شاہ ابدالی تخریب ان کی ہوئی۔

(ص ۱۴۸) نیک آدمی آپ یہاں تک تھے (ص ۱۴۹) کہ اب تک ہر ایک آدمی آپ کو نیک یاد کرتا ہے۔ اور فاتحہ خیر دیتا ہے۔ عہد حکومت و نظام میں صدہا کام نیک ان سے

Marfat.com

سرزد ہوئے کہ اب تک یادگار ان کی ہیں۔

چنانچہ جد امجد فدوی کے ایک ذکر ان کا بچشم خود دیدہ بیان کرتے تھے کہ ان کے عہد نظام نظامت میں ایک کھترانی ماہ پیشانی آشفتہ حسن دلفریب ان کے کی ہوئی اور جہاں تک اس سے ہوسکا طالبہ وصال کی رہی۔ مگر آپ اس کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ لاکھ ہا روپیہ باامید وصال خرچ کیا' مگر ممکن نہ ہوا۔ جب ہر طرح سے مایوس ہوئی تو ایک دن ایسا کیا کہ سرراہ ڈبی بازار میں جو راہ آمدورفت نواب صاحب مرحوم کا تھا چشم براہ منتظر آکھڑی ہوئی۔ جب سواری باحسن تیاری وہاں پہنچی تو اس شیفتہ عشق نے ایک آہ جانکاری ماری اور ان کے اسپ کے صدقہ واری ہو کے گھوڑے کے گلے سے چمٹ گئی۔ نواب صاحب نے پوچھا کہ تو کون ہے اور یہ کیا حرکت ہے' تو اس نے بے حیا ہو کر مضمون اس مصرع کے:

پختہ مغزاں جنون را کے حیا زنجیرپاست

کہا کہ میں تم سے ایک فرزند ہم شکل آپ کا چاہتی ہوں اور بالعوض اس کے اقرار اقبال اسلام اورادائے زربالا کلام کیا۔ نواب صاحب مرحوم یہ ذکر سنتے ہی گھوڑے سے اترے اور فرمانے لگے کہ آج سے میں ہی تیرا بیٹا ہوں۔ اس معاملہ میں خدا جانے کہ بعد رو سیاہی کونین کوئی نورالعین تیرا پیدا ہو یا نہ ہو۔ یہ حال دیکھ کر بے حال ہوگئی اور حضرت مدت العمر بروز عیدین وغیرہ ایام سعیدہ ہنود و اسلام اس کی قدم بوسی کے واسطے بطور فرزندان جاتے اور سعادت کونین اٹھاتے رہے۔

(ص ۱۴۸) چونکہ ارادت کاملہ بجناب پیر علی مخدوم گنج بخش ہجویری از بس رکھتے تھے اور مقام پاپوش گاہ حضرت مرحوم کو فردوس بریں سے زیادہ تر تصور کرتے تھے۔ اس واسطے حسب وصیت ان کے مرقد بے تکلف آپ کی وہیں ہوئی اور اب تک موجود ہے۔

اولاد میر مومن

(ص ۱۴۸) بعد اس کے ان کے دو فرزند ہوئے ایک عبدالغفور خان' دوسرا میر امیر خان۔ بعدازاں میر عبدالغفور خان صاحب کے یہاں ایک فرزند مسمی میر عادل خان اور دوسرا ایک صاحبزادی مسماۃ مہتاب بیگم اور میر عادل خان صاحب کے یہاں دو فرزند ہوئے ایک میر علی بخش اور دوسرا میر عبدالمومن۔ بعدازاں میر علی بخش صاحب کے یہاں ایک صاحبزادی مسماۃ مہتاب بیگم ہوئی اور میر عبدالمومن خان صاحب کے یہاں کے دو صاحبزادیاں ہوئیں ایک اصالت بیگم دوسری سید بیگم۔ میر نجف علی خان سے کتخدائی ہوئی

Marfat.com

اور اصالت بیگم کے یہاں ایک فرزند حکیم شیر علی ہوا جو اب مختار کاری کرتا ہے اور سید بیگم کے یہاں ایک فرزند میر محمد علی پیدا ہوا۔ سو وہ جوان اور لاولد فوت ہوا اور حکیم شیر علی کے یہاں دو فرزند ایک عالم شاہ دوسرا شمشیر علی۔ سو یہ ابھی خرد ہیں۔

یہاں تک ذکر اولاد میر عبدالغفور ابن نواب میر مومن خان ہوا۔ باقی رہا امیر محمد خان خلف نواب میر مومن خاں۔ سو ان کا حال یہ ہے کہ میر امیر محمد خان صاحب کے یہاں دو فرزند ہوئے۔ ایک میر اولیاء اور دوسرا میر بڈھن' میر اولیاء صاحب لاولد گئے اور میر بڈھن صاحب کے یہاں ایک فرزند میر نجف علی خان رہتے اور سید بیگم بنت میر عبدالمومن بن میر عادل خان بن میر عبدالغفور خان بن نواب میر مومن خان مرحوم میر نجف علی خان سے کتخدا ہوئی۔ بعد ان کے میر محمد علی بھی لاولد ہوگیا۔ اب صرف مائی سید بیگم باقی رہے اور اس نے حکیم شیر علی ابن اصالت بیگم کو اپنا متبنیٰ کیا۔ جب وہ سات روز کا تھا تو قدرت الٰہی سے والدہ اس کی فوت ہوئی تب انہوں نے اپنے دودھ سے اسے پرورش کیا۔

۴۔ سخی سرور المشہور لکھ داتا

(ص ۲۳۶) اور کتاب معراج الولایت میں حال حضرت سید احمد سخی سرور کا یوں تحریر ہے کہ یہ حضرت مرید حضرت خواجہ مودود چشتی صاحب کے تھے۔ جن کا سال وفات ۵۳۷ ہے اور حضرت بعمر خرد سالی ان حضرت کی خادمیت سے بہریاب ہوئے اور پھر آپ نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی سے بھی نعمت ولایت حاصل کی اور خاندان آپ کا چشتیہ و سہروردیہ تھا۔ وفات آپ کی ۵۷۷ ہجری میں واقعہ ہوئی۔ یعنی بعد وفات ختم الملوک خسرو ملک بادشاہ غزنویہ کے تین سال۔ اور ابتدائے سال عملداری شاہان غوریہ کے کہ اس وقت ملک ہندوستان محض بے چراغ تھا' اور کوئی حاکم بادشاہ مستقل الحکومت نہ تھا۔ اور پھر سال چھ سو دو (۶۰۲) سلطان قطب الدین ایبک نے تخت دہلی پر جلوس فرمایا اور ملک میں امن و امان ہوا۔ فقط۔

تاریخ وفات سخی سرور صاحب

سید و سرور و سخی احمد
بود سلطان عالم و والی
جست چشتی چو سال ترحیلش
ہا تفش گفت سرور عالی

Marfat.com

پھرائی لوگوں کی روایات

(ص ۲۲۶) اور نام ان حضرت کا سید احمد ہے اور باپ کا نام زین العابدین۔ اول سید زین العابدین عرب سے آئے اور ضلع ملتان سے ہوکر موضع کھر سکوٹ (کرسی کوٹ) جو ملتان سے دس کوس جنوب رویہ واقع ہے' آکر سکونت پذیر ہوئے۔ اور وہاں کا نمبردار پیرا رہان آپ کا مرید و معتقد ہوا۔ اس نے ان کو وہاں مسجد بنوا دی۔

دو سال کے بعد منکوحہ سید زین العابدین فوت ہوگئی اور انہوں نے نعش اپنی عورت کی صندوق میں رکھ کر ارادہ وطن جانے کا کیا جب یہ حال زمینداران نے سنا تو سب جمع ہوئے اور آپس میں (ص ۲۲۷) مشورت کر کے کہا کہ اتفاقاً" یہ کامل ولی ہماری بستی میں آگیا تھا اور اب جاتا ہے' ہمارے حق میں ان کا جانا اچھا نہیں۔ اب صورت ان کے یہاں رہنے کی یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص دختر اپنی ان کو بیاہ دیوے۔ تب یقین ہے کہ صورت ہونے بال بچہ کے یہ حضرت ہمیشہ یہاں رہا کریں گے۔ چنانچہ بعد مشورت سب نے پیرا رہان نمبردار سے کہا کہ تو نمبردار ہمارا افسر ہے اور تیرے گھر میں دو بیٹیاں ہیں' اگر تو ایک دختر اپنی سید صاحب کو فی سبیل اللہ دے دیوے تو تجھ کو تمام برادری نصیحتاً" کہتی ہے کہ تجھ کو طعنہ نہ دیوے گی کہ غیر قوم میں کیوں لڑکی دی۔ چنانچہ پیرا رہان نے یہ بات قبول کی اور صاحبزادی کلاں مسماۃ عائشہ کی شادی حضرت سے کردی۔ بعد مدت دو سال کے ان کے یہاں ایک فرزند سخی سرور المعروف سید احمد صاحب ہوا۔ جب سید احمد بارہ برس کے ہوئے تو ایک اور بھائی ان کے گھر میں سید عبدالغنی المشہور خان ڈھوڈا پیدا ہوا۔ تب حضرت نے اپنے باپ سے کہا کہ بابا اور لڑکے گاؤں کے بکریاں چراتے ہیں۔ ہم بھی چاہتے کہ بکریاں چرایا کریں۔ اس پر حضرت زین العابدین صاحب نے فرمایا کہ بچہ ہم ملا مسافر ہیں ہم کو بکریوں سے کیا کام؟ ہماری کوئی زمین نہیں ہے کہ جہاں تم بکریاں چراؤ گے سید صاحب بجد ہوئے کہ یہ گاؤں ہمارا نانا کا ہے کیا ہم کو یہ بکریاں نہ چرانے دیں گے۔

غرض زین العابدین صاحب نے پانچ بکریاں ان کو لے دیں اور فرمایا کہ بیٹا جاؤ اور کھیلو۔ جب وہ جنگل کو گئے تو بکریوں کو چھوڑ دیا۔ وہ تو چرنے لگیں اور خود ایک درخت کے نیچے مصلا بچھا کر قرآن پڑھنے لگے۔ اس اثنا میں چالیس فقیر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم بھوکے ہیں۔ ہم کو کچھ کھلاؤ۔ ہم نے بارہ برس سے کچھ نہیں کھایا تم ہمارے روزے کھلواؤ۔ خدا سے ہماری برات تم پر آئی ہے۔ سید احمد صاحب نے عرض کی کہ یا مولا میرے پاس پانچ بکریاں عطیہ پدر بزرگوار ہیں یہ بے شک لے لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم

Marfat.com

بھوکے ہیں ہم ایک یا دو یا پانچ نہیں چاہتے۔ ہم کو تم سیر کرا کے روانہ کرو۔ آپ نے فر
کہ خدا کے نام سے کیا اچھا ہے۔ جس قدر چاہو سو کھاؤ۔ اتفاقاً" آپ کے پانچوں میسر۔
بھائیوں کا گلہ بھی وہیں تھا۔ آپ نے فقیروں سے کہا کہ یہ بکریاں بھی میرے بھائیوں ک
گلہ کی ہیں جس قدر تم کو مطلوب ہوں لے کر کھاؤ اور سیر ہو جاؤ۔

انہوں نے آپ کی تمام بکریاں لے لیں اور ان گلوں سے بھی جس قدر چاہیں لے لیں
اور ذبح کر کے کباب کھائے۔ جب گلہ بانوں (ص ۲۲۸) نے دیکھا کہ حضرت سخی سرو
صاحب نے ہمارے مال سے بھی بکریاں فقیروں کو دے دی ہیں تو گاؤں میں آئے اور اپ
مالکوں سے سب حال بیان کیا۔ وہ جمع ہو کر حضرت زین العابدین صاحب کے پاس آکر نالش
ہوئے اور سب حال کہہ سنایا کہ یا مولا آپ کا بیٹا اپنے گھر کا سخی ہے یا ہمارے مال پر بھی
اس کو اختیار ہے' کہ جس کو چاہے دے دیوے۔ آپ نے فرمایا کہ یاراں غم نہ کھاؤ۔ جس
قدر مال تمہارا میرے فرزند نے فقیروں کو دیا ہے اس کے عوض میں تم کو اسی قدر بلکہ
دوچنداں دونگا۔

اور ان سب کو وہاں بٹھلا کر خود حضرت اپنے بیٹے کے پاس جنگل میں گئے۔ وہاں جاکر
دیکھا کہ فقرا ان بکریوں کے کباب کر کے کھا رہے ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹے سید احمد
صاحب سے فرمایا کہ بیٹا تم نے اچھا کیا کہ مال براہ خدا درویشوں کو کھلایا۔ پھر نماز ظہر دونوں
حضرات نے ادا کی۔ بعد فراغت سب بکریوں کے پوست و استخوان جمع کر کے ان پر چادر
اپنی ڈالی اور خدا کی جناب میں استدعا فرمائی۔ قدرت الٰہی سے وہ تمام بکریاں زندہ ہو کر
چرنے لگ گئیں اور ایالی ان کو اپنے مکانات کی طرف لے گئے۔ جب وہ گھروں میں پہنچے تو
مالکوں نے مال گنا تو ان میں سے ایک بکرا حساب سے علاوہ نکلا۔ جب چرچا گاؤں میں پھیلا
تب حضرت سید احمد صاحب نے باپ سے پوچھا کہ حضرت یہ بکرا کس کا ہے تو باپ نے
فرمایا کہ بیٹا تمہارا خیر درگاہ الٰہی میں قبول ہوا اور تم کو یہ بکرا عطا ہوا ہے۔ اور اس سے مراد
یہ ہے کہ خادم آپ کے آپ کی نیاز کے بکرے دیا کریں گے۔ حضرت خوش ہوئے اور وہ
بکرا بطور شکرانہ درویشاں مسجد کو عنایت کیا۔ انہوں نے ذبح کر کے کھا لیا۔

خالہ زاد بھائیوں کی عداوت

بعد اس کی پیرا نانا سید صاحب کا' بعد دو تین مہینہ کے مر گیا اور گاؤں والوں نے جو یہ
کرامت دیکھی تو ان کو رشک پیدا ہوا اور کہنے لگے کہ یہ جادوگر ہیں۔ پیرا رحمان ازانجا کہ
ان کا بہت اداب کرتا تھا اور اپنی زراعت سے بھی کچھ بطور نذرانہ ان کو دیتا تھا' اور وہ

Marfat.com

حضرت بخدمت درویشان خرچ کر چھوڑتے تھے۔ چونکہ پیرا رحان کے گھر میں ماسوا ان دو دختران یعنی ایک عائشہ والدہ حضرت سید احمد صاحب اور دوسری رابعہ اور کوئی نہ تھا۔ سید احمد صاحب کے میسرے بھائیوں نے آپ سے آکر کہا کہ اب نانا مرگیا ہے' اس کی زمین ہم تم آپس میں تقسیم کرلیں۔ آپ نے فرمایا کہ بابا ہم فقیر ہیں اور ملا' غریب طالب علم۔ ہم کو زمین اور زراعت سے کیا کام؟ تم جانو۔ جاؤ کھاؤ پیو' مگر انہوں نے مارے تعصب کے قبول نہ کیا۔ تب حضرت زین العابدین نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں تمہارا حق ہے لے لو۔ اس پر آپ نے قبول فرمایا۔

جب زمین تقسیم ہوئی تو انہوں نے خراب بنجر زمین آپ کو دی اور اچھی خود لے لی۔ آپ نے وہی قبول کرلی۔ بعد اس کے آپ نے گندم اس زمین میں بوئی۔ اور فرمایا کہ امانت فقیراں حوالہ خدا۔ جب بارش ہوئی اور فصل تیار ہوا تو قدرت الٰہی سے حضرت کی زمین میں فصل بکثرت ہوا اور ان کے میسرے بھائیوں کا نہایت ناقص۔ تب انہوں نے از راہ بے ایمانی آپ سے کہا کہ تقسیم زمین درست نہیں ہوئی۔ لازم ہے کہ زرعات ہماری مشترک رہے۔ بعد فصل ہذا شبہ نکال لیں گے۔ آپ نے یہ بھی قبول فرمایا۔

جب فصل کاٹا اور خرمن لگایا گیا تو آپ کے بھائیوں نے آپ سے کہا کہ آج رات تم رات کو محافظت کے واسطے خرمن پر جاؤ۔ آپ نے قبول کیا۔ اور وہاں معمول تھا کہ بروز اول خرمن پر ضرور شیر آتا تھا اور نقصان محافظ کرتا تھا۔ میسرے بھائیوں نے سوچا کہ شیر آوے گا اور اسے کھا جائے گا۔

غرض حضرت سید احمد صاحب رات کو خرمن پر گئے اور رات بھر بعبادت حق مشغول رہے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے اذان کہی اور نماز صبح پڑھنے لگے۔ اس اثناء میں شیر غراں آیا اور نعرے مارنے لگا آپ نے بعد ادائے نماز اپنے کھڑاوں یعنی کفش چوبی شیر کی طرف پھینکے۔ کھڑاوں شیر کے سر پر ایسی لگی کہ وہیں گیا۔ آپ نے ہر دو گوش اس کے کاٹ کر زیر مصلا رکھ لئے۔ جب صبح ہوئی اور آپ مصلا پر سوگئے تو گاؤں کے لوگ حسب الرسم خرمن پر آکر بامید حصول بھری حصہ اپنی کے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کیوں آئے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ یا حضرت ہم خدمت گار گاؤں کے لاگی لوگ ہیں اور رسم ہے کہ جب فصل تیار ہوتا ہے تو ہم کو ایک ایک بھری بطور انعام ملتی ہے۔ للہ ہم کو کچھ دو۔ آپ نے فرمایا کہ للہ دینے سے اور کیا اچھا ہے۔ سب کا سب خرمن اٹھا لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے دست بدست تمام خرمن اٹھا لیا اور گھروں کو چلے

Marfat.com

گئے۔

بعد اس کے ان کے میرے بھائی آئے اور وہ جانتے تھے کہ رات کو شیر آیا ہوگا اور اس کو مار گیا ہوگا۔ چلو اس کو دفن کریں اور خرمن اپنا اٹھا لاویں۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ شیر مرا پڑا ہے اور خرمن نابود۔ ان سے پوچھا کہ خرمن کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے لاگی لوگ آئے تھے۔ انہوں نے فی سبیل اللہ مانگا میں نے سب دے دیا۔ وہ حیران ہوکر دل میں سوچنے لگے کہ یہ شیر سے تو بچا مگر اب حاکم سے نہ بچے گا۔ ان کو کہنے لگے کہ خرمن تو آپ نے لٹوا دیا۔ اب چلو محاصل سرکار ادا کرو۔ آپ حیران ہوئے کہ اب حاکم کو کیا جواب دیں گے۔ (ص ۲۴۰) ناچار باپ کے پاس آئے اور تمام حال کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ بادشاہ کے پاس جاؤ۔ اللہ اچھی کرے گا۔ آپ ہمراہ بھائیوں کے ملتان کی طرف روانہ ہوئے۔

ملتان میں

القصہ ملتان کے متصل جا پہنچے تو ہمراہی مال گذار لوگ آپ کو زر نقد دکھانے لگے کہ ہم تو بادشاہ کو معاملہ زمین کی بابت یہ روپیہ دیں گے۔ تم کیا دو گے؟ آپ یہ سن کر حیران ہوئے اور کہا کہ بار خدایا اب کیا کریں۔ اس اثنا میں جناب الٰہی نے بپاس عزت اپنے دوست کے یہ قدرت دکھلائی کہ حاکم ملتان مسمی گھنو پٹھان کو یکایک نظر آیا کہ گردو نواح قلعہ ملتان کے فوج در فوج ہزاراں سوار و پیادہ کھڑے ہیں۔ دیکھتے ہی وہ ڈرا کہ یا الٰہی یہ کیسی فوج ہے اور یہ کون غنیم ہے کہ جس نے میرا قلعہ محصور کرلیا۔ مارے خوف کے وزیر کو بلا کر کہا کہ دیکھو یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ دوڑا گیا۔ ہر چند جاکر تلاش کی۔ دیکھا کہ پانچ زمیندار اور ایک پیرزادہ آتا ہے اور پیرزادے کے سر پر بدلی کا سایہ ہے۔ وہ دیکھ کر خائف ہوا کہ فوج جو بادشاہ کی نظر میں آئی تھی وہ پیرزادے نے اپنا جلال دکھایا ہے۔

اس نے یہ حال جاکر مفصل بادشاہ کے پاس عرض کیا اور کہا کہ فوج تو کوئی نہیں، مگر ایک پیرزادہ ہمراہ زمینداراں کہری کوٹ سے آیا ہے۔ اس نے .آپ کو یہ کرامت دکھائی ہے۔

جب وہ داخل ملتان ہوئے تو میرے بھائی تحصیل میں گئے اور سید احمد صاحب حسین گھاسی کے پاس جو ولی کامل ملتان میں رہتے تھے، اور گھاس بیچا کرتے تھے، گئے اور چھپ کر بیٹھ کے غم کھانے لگے۔ اور حسین گھاسی کی قبر ملتان کے اندر زیارت گاہ متصل قلعہ ہے۔ اس نے از روئے کشف دریافت کیا کہ یہ ولی کامل اس وقت لاچار ہوکر میرے پاس

Marfat.com

آیا ہے۔ اس نے ان سے پوچھا کہ باعث غم کیا ہے؟ حضرت ان کی خدمت میں بیان کرنے لگے کہ دیکھو ہم کو میرے بھائیوں نے عداوتاً یہاں لاکر خراب کیا ہے اب وہ معاملہ زمین کا دینے گئے ہیں اور ہمارے پاس سوائے نام اللہ کے کچھ نہیں۔ ہم کیا کریں؟+

اس اثنا میں حاکم نے وزیر سے کہا کہ اگر وہ پیرزادہ ایسا کامل ہے تو اس کا امتحان کریں اور ملازموں کو حکم دیا کہ خوان خالی اور لوٹا خالی مع سرپوش اس کے پاس لے جاؤ۔ اگر وہ کامل ہو گا تو اس کے واسطے غیب سے آب و طعام آوے گا۔ ملازم خوان خالی لے چلے اور راہ میں فکر کرنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ بادشاہ نے خالی خوان بھیجے ہیں۔

غرض وہ ملازم خوان لے گئے اور حضرت کے آگے رکھ دیئے۔ اللہ کی عنایت سے خوانِ میں کئی طرح کا کھانا اور لوٹا میں پانی پیدا ہوگیا۔ حسین گھاسی کو حضرت نے فرمایا کہ تو میرا دردی رفیق ہے۔ آؤ مل کر کھانا کھاویں۔ انہوں نے سمجھا کہ طعام (ص ۲۳۱) بہشتی ہے۔ ضرور کھانا چاہیے۔ آپ نے کھا کر دو لقمہ طعام کے باقی چھوڑ دیئے اور خدام کو فرمایا کہ لے جاؤ۔ وہ لے کر بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور تمام حال کہ سنایا۔ بادشاہ حیران ہوا اور کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

اس اثناء میں میرے بھائی حضرت کے بھی بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت کی نسبت عرض کی کہ وہ جادوگر ہے۔ اور غلہ ہمارا تمام لٹوا دیا۔ ہم خوف کے مارے روپیہ لے کر آئے اور خزانہ سرکار میں داخل کیا اور وہ کچھ بھی نہیں لایا بلکہ آپ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ یہ بات ان کی زبانی سن کر بادشاہ نہایت ناراض ہوا اور کہا یہ احمق گنوار ایسے ولی اللہ کی شکایت کرتے ہیں۔ یہ بے شک لائق سزا ہیں۔ ان کو جیل میں بھیج دیا اور آپ کو زر کثیر مع خلعت فاخرہ دے کر رخصت کیا۔

جب آپ ملتان سے باہر آئے تو آپ کو اپنے میرے بھائیوں کا خیال آیا کہ ہائے افسوس بڑے غضب کی بات ہے کہ وہ مقید رہیں اور ہم وطن کو جاویں۔ لاچار حضرت محبس میں جاکر ان کے پاس ہو بیٹھے۔ داروغہ نے یہ حال بادشاہ کو جا سنایا۔ بادشاہ خود وہاں دوڑا آیا۔ اور عرض کی کہ یا مولا آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ فرمانے لگے کہ جہاں ہمارے بھائی ہیں۔ وہاں ہم بھی خوش ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یا حضرت اگر آپ کی مرضی مبارک ہو تو تمہارے بھائیوں کو رہا کر کے تمہارے ساتھ کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سب قیدی جیل کے ہمارے بھائی ہیں۔ بادشاہ نے بپاس خاطر آپ کے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

جب وہ خلاص ہوئے تو آپ نے وہ روپیہ جو بادشاہ نے نذر دیا تھا قیدیان رہا شدہ کو

Marfat.com

تقسیم کردیا اور کہا کہ بھائی جاؤ حجامت غسل کراؤ اپنے اپنے گھر کو راستہ لو۔ اور خود بھی حضرت اپنے بھائیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب دو کوس شہر سے باہر گئے تو وہی سابقہ چالیس فقیر سامنے آئے۔ اور عرض کی کہ یا مولا آج ہمارا افطار پھر تمہارے ذمہ ہے۔ ہمارا روزہ کھلاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک ساعت آگے آتے تو بہت دولت دنیا تھی' مگر اب تقسیم ہوگئی۔ اب یہ جوڑا گھوڑا حاضر ہے۔' لے لو اور بیچ کر کارروائی اپنے کھانے کی کرو۔ انہوں نے لے لیا اور لے کر فروخت کرنے کے واسطے شہر ملتان کو گئے۔ جس کے پاس لے جاتے تھے وہ بادشاہی اسباب سمجھ کر نہیں لیتا تھا۔ ناچار تمام شہر میں پھر کر وہ واپس آئے اور کہا کہ یا حضرت اچھا مال آپ نے دیا ہے کہ کوئی دو کوڑی کو بھی نہیں لیتا۔ آپ نے فرمایا کہ خیرا لاموجود شفاء۔ گھوڑے کو ذبح کرو اور کھاؤ۔ اور خلعت کو آپس میں بانٹ لو۔ تو انہوں نے فی الفور خلعت کو لتہ لتہ آپس میں تقسیم کرلیا اور گھوڑے کو ذبح کر کے کباب کئے اور نوش جان فرمائے۔ اور آپ نماز پڑھنے (ص ۲۳۲) لگے۔

آپ کے دشمن میرے بھائی ایک پیالہ خون اسپ کا بھر کر شاہ کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ اے خداوند! آپ اس جادوگر کے پیچ میں آئے کہ وہ مسخرات کر کے آدمی کو تابعدار بنا لیتا ہے۔ وہ آپ کو کیا سمجھتا ہے۔ آپ کا گھوڑا حلال کر کے فقیروں کو کھلا دیا ہے۔ چنانچہ یہ خون اس کا ہم آپ کے دکھانے کو لائے ہیں۔ اگر آپ کسی نمبردار کو گھوڑا جوڑا عنایت کرتے تو باغ لگواتا اور ہمیشہ آپ کو ڈالی آتی۔ اور ہر جگہ نام ہوتا۔ بادشاہ نے اس حرکت سے ناراض ہوکر ان کے تعاقب میں سوار روانہ کئے اور حکم دیا کہ اس ناحق شناس کو پکڑو کہ اس کو ہماری خلعت پسند نہ آئی۔

جب سوار آپ کے پاس گئے اور حکم بادشاہ کا کہ سنایا کہ بادشاہ گھوڑا اور جوڑا طلب کرتا ہے۔ لاؤ کہاں ہے؟ آپ حیران ہوئے اور بہت غمناک ہوکر حضرت زین العابدین کے پاس گئے اور عرض حال کی۔ آپ نے فرمایا کہ اندیشہ نہ کرو۔ خدا آسان کرے گا۔ بعدازاں وہ حضرت مع ڈھوڈا خان برادر حقیقی سید احمد صاحب کے اور تینوں بھائیوں سید داؤد و سید محمود و سید سہرا' جو کہ زین العابدین کے پہلے قبیلہ میں سے تھے' جہاں خون گھوڑا کا تھا' آئے اور استخوان اور چرم اسپ کو جمع کر کے رکھا۔ اس اثناء میں نماز صبح کا وقت ہوگیا۔ بعد نماز جناب الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی تیرے لطف و کرم سے امید ہے کہ یہ گھوڑا زندہ ہوجاوے۔ قدرت الٰہی سے وہ گھوڑا صحیح و سالم زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہوا۔

بعد اس کے سید صاحب تو مع اس گھوڑے کے بادشاہ کی طرف آئے اور زین

Marfat.com

العابدین نے فرمایا کہ ہم ایسے بادشاہ کے پاس نہیں جاتے جو بخشش دے کر پھیرتا ہے۔ تم جاؤ۔ حضرت شاہ کے پاس آئے اور گھوڑا جوڑا دے دیا۔ تمام شہر میں شور پڑ گیا کہ سید گھوڑا زندہ کر کے لایا ہے۔ بادشاہ دیکھ کر حیران ہوا اور خوف کھایا اور وزیر سے کہنے لگا کہ ایسا بندوبست کرو کہ یہ فقیر خوش ہو کر جاوے۔ اگر ناراض ہوگیا تو نہیں معلوم کہ کیا زوال ہماری سلطنت میں آوے گا۔ وزیر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اگر جان بخشی ہو تو بندہ عرض کرے۔ بادشاہ نے جان بخشی کی۔ اس نے عرض کی کہ آپ ناطہ دختر اپنی کا اس کو دیں اور عذر چاہیں۔

شاہزادی سے شادی

بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ آپ کو داماد بنایا اور قدموں پر گرا۔ سید احمد صاحب نے فرمایا: کہ اے بادشاہ ہم غریب ہیں اور تم بادشاہ ہو۔ ہمارا تمہارا پیوند کیوں کر ہوگا۔ مگر اچھا اس بات کے قبول کرنے میں ہمارے باپ کا اختیار ہے۔

غرض حضرت اپنے باپ کے پاس گئے اور حال کہہ سنایا۔ آپ نے قبول فرمایا اور روز برات مقرر ہوا۔ جب روز عروسی آیا تو تمام اولیا اللہ (ص ۲۳۳) کے نشان با تزک و شان حاضر آئے۔ چنانچہ دو ہزار نشان باعزت و شان آکر جمع ہوا۔ آپ کے باپ اور بھائی نے بھی تبدیل پوشاک کی۔

ادھر بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اے وزیر براتی لوگ فقیر ٹوپی پوش آویں گے۔ لازم ہے کہ تو مع فوج ادھر جاکر اور نوشہ کو ہمراہ لا کہ تو اور ہم ملنی شاہانہ کریں گے تا خلقت میں حقارت نہ ہو۔

وزیر سوار ہوا۔ جب شہر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ عجب آراستگی سے بارات کھڑی ہے۔ اور وہ جس صاحب نشان کو دیکھتا ہے تو یہ ہی سمجھتا ہے کہ یہ ہی نوشہ ہے۔ جب پاس جاکے دیکھتا ہے تو معلوم کرتا ہے کہ براتی ہیں۔ غرض اسی طرح تا بموضع کھرسی کوٹ جا پہنچا۔ ابھی آپ اپنے گھر کے دروازے کے آگے کھڑے تھے اور تمام برات تا دروازہ ملتان تھی۔

الغرض جب یہ خبر دھوم دھام برا برات کی بادشاہ کے پاس لایا اور سب حال کہہ سنایا تو بادشاہ نے فرودگاہ برات کا مقام پریٹ میدان وسیع تھا' مقرر کیا۔ وہاں سب براتی خیمہ زن ہوئے۔ ادھر کھانا تقسیم ہوا۔ بعدہ بادشاہ نے ایک بڑی کرسی بلند سات بانسوں پر باندھی اور کہا کہ ہماری رسم ہے کہ اس پر نوشہ تیر چلا کر نشانہ مارے۔ تو ڈھوڈا خان' آپ کے بھائی

Marfat.com

نے فرمایا کہ اے شاہ ہم غریب فقیر ہیں۔ ہم تیر اندازی کیا جانیں۔ تو اول کسی امیر کو کہ تیر چلا کر دکھاوے، پھر ہم بھی نشانہ ماریں گے۔ بادشاہ نے ایک امیر زادن خان نام منصب دار کو حکم دیا کہ تیر مار۔ اس نے تیر مارا مگر خلاف ہوا۔ پھر حضرت ڈھوڈا صاحب نے تیر مارا جو نشانہ پر لگا۔ بعد اس کے ملنی ہوئی اور حضرت سسرال میں گئے اور شب جمعہ بی بی مائی کا نکاح ہوا اور بیوی جنت زوجہ بادشاہ نے پوشاک بی بی مائی دلہن کو پہنائی۔ اور حضرت کو روانہ کیا۔ تمام امیرزادوں نے نذریں دیں۔

بھائیوں کی دشمنی اور ناکامی

جب حضرت گھر میں ڈولی لے کر آئے تو مائی عائشہ نے بہت خوشی کی۔ بعد اس کے لاگی لوگ ڈوم، نائی، بھرائی آئے اور حسب دستور لاگ طلب کیا اور یہ لاگی آپ کے نانکی لاگی تھے۔ اس وقت آپ کے میسرے بھائیوں نے آپ کے لاگیوں کو اغوا کیا کہ تم کو لازم ہے کہ ان کو بدنام کر کے آنا۔ انہوں نے کہا کہ کس طرح؟ انہوں نے کہا: کہ اس طرح کہ اگر وہ سیر تم کو دیویں تو من بھر مانگنا وہ نہ دیں گے تو تم بدنام کرنا۔ انہوں نے کہا۔ اچھا جب حضرت زین العابدین کے پاس لاگی آئے تو دولت بے شمار جوڑے گھوڑے ان کو دیئے۔ وہ نہال ہو کر چلے گئے۔ جب میسرے بھائیوں نے دیکھا تو شرمندہ ہوئے اور کہا کہ اے لاگیو تم نے ان کو بدنام نہ کیا۔ اب ہم ناراض ہیں۔ اگر تم کو ہمارا سوا لاکھ گھر رکھنا منظور ہے تو ہمارا کہا مانو۔ نہیں تو خیر۔ چلے جاؤ۔ وہ حیران ہوئے اور (ص ۲۳۴) کہا کہ جو کہو ہم کریں گے۔ انہوں نے کہا اب موسم پیلو نہیں۔ تم جا کر ان سے پیلو مانگو وہ نہ دے سکے گا۔ اس پر تم ان کو بدنام کرنا۔ انہوں نے پھر آکر پیلو کا سوال کیا۔ آپ حیران ہوئے۔ مائی عائشہ صاحبہ نے گندم اور جوار کو ابالا اور پھر صاف کر کے اس پر کپڑا ڈالا اور دعا مانگی کہ یاالٰہی یہ پیلو ہو جاویں۔ چنانچہ وہ جوار پیلو ہو گئی۔ آپ نے وہ لاگیوں کو بانٹ دی۔ اور وہ خوش ہو کر چلے گئے۔

اور چند سال بعدازاں حضرت خوش و خرم وہاں آباد رہے۔ بعدازاں حضرت زین العابدین اور مائی عائشہ اور سید محمود اور سید سہرا فوت ہو گئے اور وہیں کھری کوٹ میں دفن ہوئے۔ چنانچہ وہ قبور اب تک زیارت گاہ خلق اللہ ہیں۔

موضع لنگاہ کو ہجرت

جب عداوت برادران خالہ زاد از حد بڑھ گئی تو سید احمد صاحب اور سید ڈھوڈا صاحب

Marfat.com

اور بی بی منکوحہ حضرت کی کہری کوٹ سے نکل پڑے کہ کہیں چلے جاویں۔ غرض مقام نگاہے میں، جو ساٹھ کوس ملتان سے پرے واقع ہے، گئے۔ وہاں آگے جنگل تھا اب شہر بستا ہے۔ یہ وہاں گئے تو تمام کھوکھر سوا لاکھ جمع ہو کر ان پر چڑھ آئے تاکہ ان کو شہید کریں۔

شہادت

اس وقت سید ڈھوڈا صاحب بمقام وردور جونگا ہے سے بارہ کوس اس طرف ہے چھپر خس ڈال کر رہتے تھے اور وہاں جناب الٰہی سے ایک گائے سرھوں نام ان کے واسطے آئی ہوئی تھی۔ اس کا دودھ حضرت ڈھوڈا پیا کرتے اور عبادت الٰہی کیا کرتے تھے ایک شخص بکن نام خادم آپ کا گائے چرانے والا تھا۔

جب حضرت سید ڈھوڈا نماز میں تھی تو خادم نے اطلاع دی کہ یا مولیٰ آپ کے سر پر غنیم آیا ہے آپ اسی وقت کلے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ میں مشغول ہوئے اور بہتر آدمی آپ نے مارے پھر آپ شہید ہوئے۔ اور دشمن وہ گائے لے گئے اور بکن سے پوچھا کہ سید احمد کہاں ہیں، بتلا کہ ہم ان کو بھی شہید کریں۔ بکن نے کہا کہ وہ ایسا ولی ہے کہ اگر تم کو ایک تلوار مارے گا تو تم سب کا ناس کردیوے گا۔

آخر کار وہ سب ان کی تلاش میں نکلے۔ جب وہاں جا پہنچے تو دیکھا کہ حضرت نماز میں ہیں اور اس وقت شیخ گاڑھا وضو ساز حضرت کا گھوڑی کی تیار کر کے مستعد کھڑا تھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کلی گھوڑی پر سوار ہو کر لڑنے لگے۔ القصہ آپ نے سب لشکر دشمن کو قتل کیا۔ جب ایک بڈھا کھوکھر باقی رہ گیا اور بھاگا تو آپ نے اس کو کہا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ تو ہمارا قاتل ہے آ اور ہم کو شہید کر۔ چنانچہ وہ آیا اور اس نے حضرت کو شہید کیا۔

جب آپ شہید ہوئے تو جان دیتے وقت فرمایا کہ اے شیخ گاڑھا اور بکن تم دونوں مل کر ہم کو دفن کرنا۔ جب دفن ہوگئے تو بقیہ دشمن کی فوج بامداد اپنے بھائیوں کے وہاں آپہنچی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سب شریک مارے گئے اور حضرت (ص ۲۳۵) بھی شہید ہو چکے۔ تب وہ لوگ بی بی بائی صاحبہ کے پاس آئے اور کہا تم ہمارے رشتہ دار تھے، کچھ غم نہ کرو، ہم میں سے کوئی عزت دار آدمی تم سے شادی کرلے گا۔ وہ اس بات سے خفا ہوئیں اور حضرت کی قبر پر جاکر روئیں۔ فی الفور قبر شگاف ہوئی اور بی بی بائی اس میں سماگئیں۔ اور شش ماہ فرزند سید راج نام بی بی بائی صاحبہ کی گود میں تھا۔ اس کے واسطے بی بی صاحبہ نے عرض کی کہ یا حضرت حکم ہو تو یہ فرزند دنیا میں آپ کی یادگار رہے۔ قبر سے ارشاد ہوا کہ

Marfat.com

کچھ ضرورت نہیں- فاتحہ ہمارا گھر بہ گھر ہوگا- چنانچہ وہ صاحبزادہ بھی زمین میں سما گیا-

پسماندگان

غرض پیچھے حضرت کے دو شخص مریدان حضرت سے ایک شیخ گاڑھا اور دوسرا بکن واگی باقی رہے- بس شیخ گاڑھا کو قبر سے ارشاد ہوا کہ اے شیخ گاڑھا یہاں سے ایک کوس موضع کوٹلی ہے- اس کے دروازہ پر ایک اندھا دوسرا کوڑھا تیسرا خسرا تین آدمی بیٹھے ہوئے ہیں- ان کو یہاں لے آؤ- جب وہ آئے تو وہ جاروب کش خانقاہ مقرر ہوئے اور فضل الٰہی سے صحیح و سالم ہوگئے اور شیخ گاڑھا کو حکم ہوا کہ تمام ملکوں میں پھرو اور یہ ہمارا مصلا اور تیغا اور آفتابہ اور نشان جہاں چاہو لے جاؤ- ہم سے زیادہ لوگ تم کو مانیں گے اور جو کوئی ہمارا مرید ہوگا تم کو مانے گا-

اب یہ ڈھولی کہتے ہیں کہ ہم اس کی اولاد ہیں- اور اب تک بجائے نشان جھنڈا اور بجائے مصلا مکان اور بجائے آفتابہ پھرائی پانی چشمہ حضرت سے لاتے ہیں-

چشمے کا حال

اور حال چشمہ کا یہ ہے کہ بوقت پہنچنے خبر شہادت بھائی سید خان ڈھوڈا کے' آپ اٹھے اور جذبہ سے نیزہ زمین پر مارا' وہاں سے چشمہ آب نکلا' آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی چنانچہ وہ چشمہ آب اب تک جاری ہے- وہاں سے پھرائی لوگ جو شیخ کہلاتے ہیں' اور تمام حال مفصل ان کا کتاب یادگار چشتی مشعر دستور اہل اسلام ملک پنجاب مصنفہ کمترین میں درج ہے' پانی لاتے ہیں- نیاز کے مالک اس کوڑھا کی اولاد اور پھرائی ہیں اور قبر کا چڑھاوا اولاد ان کی' جو کوڑھا اور خسرا اور اندھا تھا جو حضرت کی مزار پر آکر اچھے ہوئے تھے' لیتے ہیں- اب ان کی اولاد افغان کہلاتے ہیں- اور مجاور تاحال وہی ہیں اور شیخ گاڑھا کی اولاد شہر بشہر پھر کے نیاز لیتے ہیں اور پھرائی لوگوں کو شیخ گاڑھا کی نصیحت ہے کہ حضرت کی مدح پڑھیں اور بجائے مصلا مکان بنا کے چراغ جلاویں- اور روزہ نماز کی تاکید ہے- اور ڈھول بجانے کے واسطے کسی کا حکم نہیں- اس واسطے روٹی کمانے کے' کہ گویا یہ نشان پھرائیوں کا ہے' بجاتے پھرتے ہیں-

آگے لوگ ان کا بڑا ادب کرتے تھے اور گھر بلا کر دیتے تھے- اب انہوں نے اپنی عزت خود برباد کر دی ہے- گھر بہ گھر مانگتے پھرتے ہیں-

ہر ملک میں مکان حضرت کا بنا ہوا ہے- یہ (ص ۲۳۶) تمام حال جو اوپر تحریر ہوا ہے'

Marfat.com

یہ پھرائی لوگوں میں مثل مشہور ہے۔

۵۔ حضرت سید یعقوب زنجانی المشہور صدر دیوان صاحب رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۲۳۷) حضرت صدر دیوان صاحب اصل میں سید زنجانی ہیں اور یہاں لاہور میں سن ۵۳۵ بعہد معزالدولہ بہرام شاہ غزنوی آئے۔

(ص ۲۳۸) حال انکا کتاب سفینتہ الاولیاء میں جناب دارا شکوہ یوں تحریر کرتے ہیں کہ یہ حضرت مع تین شخص باہم دیگر مل کر ولایت سے ملک ہند میں تشریف لائے۔ ایک شیخ المشائخ سید حسین زنجانی جن کی مزار کھوئی میراں نواح لاہور میں موجود ہے اور حال ان کا علیحدہ تحریر ہوگا۔ اور دوسرے یہ حضرت سید یعقوب زنجانی المشہور شاہ صدر دیوان زنجانی اور تیسرے شیخ المشائخ سید اسحاق زنجانی' اور چوتھے حضرت شیخ علی لاحق جن کی مزار پر انوار سیالکوٹ میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔ اور یہ قریبی رشتہ دار حضرت کے ہیں۔ اور وجہ تسمیہ ان کا باسم لاحق اس واسطے ہوا ہے کہ یہ تین صاحب اول ولایت سے روانہ ہوئے بعدازاں یہ حضرت راہ میں آکر ان کے لاحق ہوئے۔ اس سبب سے نام نامی ان کا امام علی لاحق مشہور ہوگیا۔ اور یہ چاروں حضرات سن پانچ سو ستاون ہجری میں وارد لاہور ہوئے۔

بعدازاں جناب حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی لاہور میں تشریف لائے اور جناب پیر علی گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی مزار پر چلہ کاٹا اور ان حضرات سے ملاقاتیں کیں اور باہم صحبتیں رہیں۔ پھر وہ یہاں سے متوجہ دارالخیر اجمیر ہوئے۔

اور وفات ان حضرت کی سال چھ سو چار میں واقعہ ہوئی چنانچہ تاریخ وفات یہ ہے۔

قطعہ تاریخ۔

صدر دیوان سید یعقوب پیر
سید اشرف زر اولاد علی

جست سرور سال دنقش از خرد
گفت ہاتف بود طالب متقی

۶۰۴ھ

شجرہ سید کرم علی شاہ سجادہ نشین

(ص ۲۳۸) اب سید کرم علی شاہ سجادہ نشین اولاد حضرت سے قابض و متصرف خانقاہ ہذا

Marfat.com

اور مکان حضرت حسین زنجانی کے' جو بموضع کھوھی میراں ہے' ہیں۔ اور سید کرم علی شاہ صاحب کا شجرہ یہ ہے۔ کرم علی شاہ سید قطب شاہ بن سید نور حسین بن سید (ص ۲۳۹) محمد حسین بن سید چھجو شاہ بن سید خیر الدین بن سید دادن شاہ بن سید محمد بن سید احمد بن سید جلال الدین بن شاہ زید بن سید نصیر الدین بن سید مونگہ شاہ بن سید سراج الدین بن سید عبدالواحد بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید تاج الدین بن سید منصور بن سید ابوبکر بن سید ابو صدیق بن سید اسماعیل بن سید شاہ قاسم بن سید یعقوب المعروف سید صدر دیوانی زنجانی صاحب مزار ہذا بن سید علی بن سید ابو جعفر بن سید امیر علی بن سید ابو محمد بن سید جعفر بن سید علی بن سید محمد بن سید ابو عبداللہ بن سید ابوالحسن بن سید حسین بن سید احمد بن سید ابو جعفر برقعی بن سید ابراہیم عسکری بن سید موسیٰ ثانی بن سید ابراہیم اصغر بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن سید امام محمد باقر بن حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ بن حضرت امام الائمہ سید مظلوم' امام حسین علیہ السلام بن اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

عرس

اور عرس حضرت کا سولھویں رجب المرجب کو ہوتا ہے اور اس دن بھنڈارا کل فقرا کا تقسیم ہوتا ہے اور نان و گوشت ' پلاؤ' قلیہ تقسیم۔ اور دوسرے روز مجلس صوفیہ یا قوالی ہوتی ہے۔

آمدنی

مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب اپنے وقت میں اکثر خبر گیری اس مکان کی رکھتے تھے اور گاہ بگاہ خود بھی حاضر ہوتے تھے۔ اب سجادہ نشین اس امر کا شاکی ہے کہ زمین متعلقہ اس خانقاہ کی لالہ رتن چند صاحب نے بسینہ زوربداخل سرائے و تالاب کرلی ہے اور کچھ ٹبیوں یعنی مبرز عامہ میں آگئی ہے اور بسبب کثرت عمارات جو چاروں اس خانقاہ کے بن گئی ہیں خانقاہ بالکل نظر نہیں آتی اور ہجوم زایرین بھی اب چنداں نہیں ہوتا۔ صرف جمعرات کے دن چند زن و مرد واقفین یہاں سلام کے واسطے آتے ہیں۔ علاوہ اس کے سابق سبزی منڈی ہوتی تھی' وہ بھی اب موقوف ہوگئی ہے۔ اس واسطے آمدنی اس خانقاہ کی اور بھی کم ہوگئی ہے۔

Marfat.com

۶- حضرت شاہ حسین زنجانی

(ص ۴۳۵) یہ حضرت ☆ ۵۹۷ میں بہمراہ حضرت صدر دیوان صاحب وارد لاہور ہوئے- کرامات ان کی ہزارہا مشہور ہیں-

وفات

(ص ۴۳۶) تاریخ ☆ وفات ان کی ۶۰۴ ہجری میں واقع ہوئی-

قبر و عرس

(ص ۴۳۶) چونکہ یہاں کچھ آمدنی اب نہیں لہٰذا فقیر کم بیٹھتا ہے- مگر تاہم اس مزار پر قبضہ کرم علی شاہ گدی نشین صدر دیوان صاحب کا ہے- سال بھر میں ایک دفعہ عرس ہوتا ہے-

۷- بابا فرید شکر گنج

(ص ۲۰۳) اور حال حضرت بابا فرید کا یہ ہے کہ یہ حضرت خلیفہ راستین اور جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہیں اور انہوں نے جناب خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ سے بھی سبق عرفان لے کر فوائد تامہ اٹھائے ہیں- تجرید اور تفرید ان کی نہایت مشہور و معروف ہے-

پاکپتن میں تشریف آوری

ان کا طریقہ یہ تھا کہ یہ حضرت اپنے آپ کو مخفی رکھتے تھے اور اکثر لوگوں سے ان کو نفرت تھی- اس نظر سے اکثر شہر بشہر اور جابجا پھرتے رہتے تھے- آخر کار بمقام اجودھن' جو اب بنام پاکپٹن مشہور ہے اور وہاں کے لوگ بڑے سخت اور تند خو' کم اعتقاد' منکر درویشاں تھے' آئے اور فرمایا کہ یہ مقام ہماری سکونت و آرام کے واسطے بہت اچھا ہے' چنانچہ وہاں سکونت پذیر ہوئے-

---

۱- حضرت یعقوب زنجانی کے حالات میں تاریخ وورود پہلے ۵۳۵ اور پھر "پانچ سو ستاون" واقع ہوئی- (مرتب)

۲- تاریخ وفات حضرت یعقوب زنجانی کی بھی یہی بیان ہوئی ہے- (مرتب)

Marfat.com

پھر تو کوئی ان کو شناخت نہ کرتا تھا کہ یہ فقیر کامل ہیں اور شہر کے باہر بہت درخت کریر کے تھے ان میں سے ایک درخت بہت بڑا اور گنجان تھا۔ وہاں آپ بیٹھ کر مشغول عبادت حق رہتے تھے۔ چونکہ کامل صاحب حال وقال تھے حال آپ کا پوشیدہ نہ رہا اور اکثر لوگ حاضر ہوکر ادب آداب کرنے لگے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ کے کپڑے میلے کچیلے ہوگئے تھے۔ ایک شخص آپ کے واسطے ایک پیراھن لایا اور آپ نے زیب تن فرمایا اور پہن کر اسی وقت اتار ڈالا اور شیخ نجیب الدین متوکل کو' جو آپ کے حقیقی بھائی تھے' بخش دیا اور زبان سے فرمایا کہ جو لطف اس پیراھن کہنہ میں تھا اس پیراھن نو میں نہیں۔

اوقات بسری

اور اوقات بسری آپ کی ایسی تھی کہ حضرت ہمیشہ صائم رہتے تھے۔ اور بوقت افطار خادم ایک پیالہ شربت کا لاتا اس میں تھوڑا مویز منقا بھگو کر ایک ثلث اس کا آپ پی لیتے اور بقیہ خادموں کو تقسیم کردیتے اور بعدازاں دو روٹیاں مرغن حاضر کرتے تھے۔ اس میں سے دو لقمہ آپ تناولِ فرماتے اور بقیہ حاضرین کو تقسیم کردیتے تھے۔ بعدازاں دسترخواں ہر قسم کے کھانے کا حاضر ہوتا تھا۔ سو وہ تمام حاضرین کو تقسیم کردیتے تھے اور خود کچھ نہ کھاتے تھے۔

(ص ۲۰۷) اور حضرت بچین حیات بارہ برس صائم رہے۔ اس عرصہ میں نہ کچھ کھایا نہ پیا اور گلے میں ایک روٹی کاٹھ کی رکھی۔ جب بھوک بہت غلبہ کرتی تھی تو آپ اس روٹی پر دانت مارتے تھے۔ چنانچہ اس روٹی پر نشان دانتوں کے اب تک دکھائی دیتے ہیں۔

بعد اس محنت بارہ سال کے جب اپنی والدہ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے ذکر چوبی روٹی کا سنا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کیسا روزہ ہے کہ کاٹھ کی روٹی رکھتے ہو۔ گویا ابھی حرص روٹی کی نہیں گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہنوز نفس تم پر غالب ہے جاؤ اور بغیر روٹی چوبی کے صائم رہو۔ چنانچہ حضرت نے کاٹھ کی روٹی پھینک دی اور پھر بارہ سال تک صائم رہے۔

(ص ۲۰۴) اور حضرت خواجہ نظام الدین فرماتے ہیں کہ جب ہم بخدمت حضرت بابا صاحب کے حاضر تھے تو ان کے گھر میں ڈیلے یعنی ثمر چوب کریر جس روز پکتا اور ہم سیر ہوکر کھاتے تھے تو ہم کو عید ہوتی تھی۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ وہاں ڈیلے بافراط میسر ہوئے تھے۔ اور جب موسم ڈیلے کا نہ ہوتا تو تب نان گدای سے اوقات بسری ہوتی تھی۔

Marfat.com

نقل ہے کہ ایک روز ایک خادم حضرت کا ایک درم نمک قرض لایا۔ اور کھانا پکایا جب کھانا حضرت کے آگے آیا تو آپ نے نور باطن سے یہ حال دریافت کر کے فرمایا کہ اس طعام سے ہم کو بوئے اسراف آتی ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔ خادم نے سب حال عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو چیز گھر میں موجود ہے وہ اپنے خورد و نوش کے تصرف میں لے آئی اسراف نہیں ہے اور قرض لا کر کھانا عین اسراف ہے۔ آئندہ ایسا نہ کرنا چاہیے۔

ایک روز کا مذکور ہے کہ حضرت کا قبیلہ آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یا حضرت آج فلانا فرزند دل بند آپ کا بصدمہ گرسنگی جان بلب ہے۔ حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا بندہ مسعود چہ کند۔ اگر تقدیر حق در آید و از جہان سفر کند رسی درپای او بندیده د بیرون ا فگنید۔

(ص ۲۰۳) اور جس گودڑی پر آپ بیٹھے رہتے تھے اسی کو بوقت شب اوپر لے کر استراحت فرماتے تھے۔ اور وہ گودڑی اتنی لمبی نہ تھی کہ تمام بدن کو ڈھانپ سکے۔ اگر سر پر لیتے تھے تو پاؤں برہنہ ہوتے تھے اور اگر پاؤں پر لیتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔

وجہ تسمیہ

(ص ۲۰۴) اور حضرت کا وجہ تسمیہ گنج شکر کا کتاب اخبار الاخیار سے یہ واضح ہوا ہے کہ جب حضرت فرید الدین گنج شکر جناب خواجہ قطب الدین صاحب کی خدمت میں مرید ہونے کو گئے تو آپ نے فرمایا کہ طے کرو۔ اور طے سے یہ مراد ہے کہ تین روز فقیر لوگ بھوکے پیاسے صائم رہتے ہیں اور پھر غیب سے ان کو طعام آتا ہے تو افطار کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت نے بموجب حکم پیر اپنے کے تین روز طے کیا یعنی سہ روز روزہ رکھا۔ بعد تین روز کے ایک شخص وہ تین نان آپ کی خدمت میں لایا۔ آپنے سمجھا کہ یہ روٹیاں غیب سے آئی ہیں۔ تناول کیں مگر معدہ نے نہ اٹھائیں فی الفور آپ کو قے ہوگئی۔ حضرت نے یہ حال اپنے پیر کی خدمت میں گذارش کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ (ص ۲۰۵) اے مسعود بعد تین روز کے تو نے افطار کیا مگر وہ طعام خمار کا تھا۔ خدا نے فضل کیا کہ وہ طعام تیرے پیٹ میں نہ رہا۔ اب جاؤ اور تین روز اور طے کرو اب غیب سے طعام آوے گا اس سے افطار کرنا۔ جب پھر تین روز گزر گئے تو غیب سے کچھ طعام نہ آیا اور پھر پہر رات چلی گئی اور حضرت پر ضعف غالب ہوا اور بسبب بھوک کے آپ تنگ ہوئے تو آپ نے زمین پر ہاتھ ڈالا اور چند سنگریزہ اٹھا دھن مبارک میں ڈلے۔ سنگریزے منہ میں جاتے ہی شکر ہوگئے اور شکر پارے معلوم ہوئے۔ جب یہ حال حضرت نے دیکھا تو خوف کھایا کہ شاید یہ

Marfat.com

شعبدہ شیطان نہ ہو اور وہ سنگریزی کہ عین شکر پارے تھے منہ سے نکال کر پھینک دیئے اور پھر متوجہ یاد الٰہی ہوئے۔ جب آدھی رات گذر گئی تو گرسنگی سے ضعف غالب آیا اور حالت بے قراری میں پھر آپ نے ہاتھ زمین پر ڈالا اور چند سنگریزی اٹھا کر منہ میں ڈالے۔ پھر وہ شکر پارے ہوگئے۔ اسی طرح تین بار اتفاق ہوا۔ تب آپ نے جانا کہ یہ صرف امداد حق ہے' بخوشی خاطر وہ شکر پارے تناول کئے اور پھر علی الصبح بخدمت پیر روشن ضمیر حاضر ہو کر سب حال کہہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھا کیا کہ تم نے ان شکر پاروں سے روزہ افطار کیا کہ وہ صرف امداد حق تھی اور اب تم عنایت الٰہی سے شکر گنج ہوگئے۔ غرض اس دن سے آپ کا نام شکر گنج مشہور ہوا۔

اور نیز وجہ تسمیہ گنج شکر کتاب سیرالاولیاء میں یہ تحریر ہے کہ ایک دفعہ کوئی سوداگر جس کے ہمراہ بہت سے بار شکر اونٹوں پر لادے ہوئے تھے اجودھن میں آکر اترا۔ آپ نے اس سے کچھ تھوڑی شکر طلب کری۔ اس نے کہا کہ میرے شترباروں میں شکر نہیں نمک ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خیر نمک ہی ہوگا۔ جب وہ دہلی میں پہنچا اور شترباروں کو کھولا تو ان سے بجائے شکر نمک نکلا۔ وہ حیران ہوا اور کہا کہ بار خدایا یہ کیا حال ہے کہ میرے شکر بار جس قدر تھے سب نمک ہوگئے ہیں۔ آخر جانا کہ یہ شامت میرے بیان دروغ کی ہے جو میں نے بحضور اس مرد خدا کے کیا تھا۔ چنانچہ پھر آپ کی خدمت میں حاضر آیا اور نیاز مندی کی کہ یا حضرت اب دعا کرو کہ وہ نمک پھر شکر ہوجاوے آپ نے فرمایا کہ خیر اچھا شکر ہوجاوے۔ چنانچہ پھر وہ نمک شکر ہوگیا۔ محمد بیرم خان خان خاناں نے جو کہ بڑا امیر کبیر تھا یہ شعر اس کرامت کے ذکر میں تصنیف کئے ہیں سو بجنسہ کتاب اخبار الاخیار سے نقل کئے جاتے ہیں۔ اشعار۔

کان نمک' جہان شکر' شیخ بحر و بر
آن کو شکر نمک کند و از نمک شکر
کان نمک و گنج شکر شیخ فرید
کز گنج شکر کان نمک کرد پدید
در کان نمک کرد نظر کرد شکر
شیریں تر ازین کرامتی نہ شنید

چلہ معکوس

بعد اس کے حضرت نے (ص ۲۰۶) چاہ مسجد جامعہ میں کہ بمقام اچ موجود ہے چلہ

Marfat.com

معکوس کھینچا۔ یعنی چالیس روز تک حضرت اس چاہ میں الٹے لٹک رہے' اور خادم رسن آپ کے پاؤں میں ڈال کر اور الٹا کر کھوہی میں لٹکا دیتے تھے۔ اور رسن کو درخت سے جو بلب چاہ واقع تھا' باندھ دیتے تھے' اور تمام رات آپ اسی حالت سے عبادت الٰہی کرتے تھے اور صبح کو خادم لوگ باہر نکال لیتے تھے۔

اور حضرت کو زہد الانبیاء بھی کہتے ہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت نے زہد و ریاضات پیغمبروں کے موافق ادا کئے ہیں۔

کراماتیں

(ص ۲۰۷) اور ان حضرت کی لاکھ ہا کراماتیں مشہور ہیں۔ (ص ۲۰۶) اور نیز روایت ہے کہ جس طرح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا ان حضرت کا بھی عمر اخیر میں سایہ گم ہوگیا تھا اور اب اس ادب کے مارے کہ برابری نبوی ہوتی ہے اپنی جگہ سے نہ اٹھتے تھے۔

اقوال

(ص ۲۰۶) اور حضرت مرحوم مغفور کا ایک مقولہ ہے کہ اگر ہست غم نیست و گرنیست غم کیست"۔ فقط۔

ظاہر ہے کہ چشتی لوگ سماع سنتے ہیں اور اس میں ان کو حالت اور وجد ہوتا ہے اور شریعت میں ظاہراً" سماع ممنوع ہے۔ کسی نے آپ کی خدمت میں آکر سوال کیا کہ سماع کی حرمت اور اباحت میں آپ کیا فرماتے ہیں' تو آپ نے جواب دیا کہ ہائے افسوس ایک تو آتش عشق میں جل کر خاکستر ہوگئے' اور دوسرے اختلاف اباحت اور حرمت میں پڑے ہوئے ہیں اور پھر کہا الآفتہ فی التدبیر والسلامت فی التسلیم۔

اور یہ بھی حضرت کا مقولہ ہے العلما اشرف الناس والفقراء اشرف الاشراف۔ والفقر بین العلماء' کالبدر فی الکواکب۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آفت تدبیر میں ہے اور سلامتی تسلیم میں ہے۔ اور عالم لوگ سب آدمیوں سے اشرف ہیں یعنی بہترین اور فقیر لوگ بہترین بہتران اور فقیر عالموں میں ایسا ہے جیسے کہ چاند ستاروں میں۔

سلطان غیاث الدین کے نام خط

منقول ہے کہ ایک شخص حضرت کے پاس حاضر آیا اور عرض کی کہ میرے واسطے

Marfat.com

سلطان غیاث الدین کے نام خط لکھ دو کہ آپ کی سفارش سے میرا کام سرانجام پاجاوے۔ حضرت موصوف نے یہ رقعہ لکھا عبارت جس کی بجنسہ درج کی جاتی ہے۔ رقعہ :

(ص ۲۰۷) ترجمہ اس کا یہ ہے کہ سپرد کیا میں نے خرخشہ اس کا طرف اللہ کے اور بعد اس کے تیری طرف۔ اگر تو بخشے اس کو کوئی چیز فی الاصل بخشنے والا اللہ ہے اور تو مشکور ہوگا اور اگر تو نہ بخشے اس کو کچھ تو منع کرنے والا اللہ ہے اور تو معذور ہے۔ فقط۔

وفات

(ص ۲۰۶) وفات حضرت کی پنجم محرم کی رات میں واقع ہوئی اور اس کا حال یوں ہے کہ آپ پر اول بے ہوشی غالب ہوگئی بعدہ جب ذرا ہوش میں آئے تو خادموں سے پوچھا کہ ہم نے نماز عشاء پڑھی ہے یا نہیں۔ خادم لوگوں نے عرض کی کہ ہاں یا مولٰی آپ نماز عشاء ادا کرچکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ اور بھی سہی اور اسی طرح تین دفعہ آپ کو نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ بعد اس کے تین بار یاحی و یاقیوم پڑھ کر جاں بحق تسلیم فرمائی۔
(ص ۲۰۷) وفات ان کی ۶۶۳ ہجری میں واقع ہے۔ چنانچہ قطعہ تاریخ وفات (ص ۲۰۸) حضرت کا مفتی غلام سرور نے باندراج کتاب ہذا عنایت کیا یہ ہے ۔ قطعہ تاریخ۔

خواجہ ذی شان فرید الدین فرید دو جہان
آنکہ از دل طالبش شد گشت مطلوب خدا
بود ذاتش مخزن حب خدا گنج شکر
عقل سال نقل او فرمود محبوب خدا
۶۶۳ ہجری۔

خلفاء

(ص ۲۰۳) اور جناب خواجہ نظام الدین اولیاء' جنکا لقب سلطان المشائخ اور مزار ان کی دہلی میں زیارت گاہ (ص ۲۰۴) خلق اللہ ہے اور ہزار ہا خلق خدا صدہا کوسوں سے ان کی زیارت کے واسطے وہاں آتے ہیں اور تمام چشتیوں کے وہ پیر ہیں' حضرت بابا فرید کے خلیفہ عظیم ہیں۔
ان کے خلفاء تو بہت صاحب کمال و حال ہیں مگر دو خلفاء ان میں سے بڑے ہادی

Marfat.com

صاحب خانوادہ ہوئے۔ ایک تو حضرت علی احمد صابر صاحب' اور دوسرے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی۔

حضرت علی احمد صابر سے تو خانوادہ صابریہ چشتیہ جاری ہے اور حضرت نظام الدین سے خاندان نظامیہ چشتیہ مشہور ہے۔ (ص ۲۰۴) چنانچہ راقم الحروف بھی انہیں حضرات عالی درجات کا دامن گیر ہے اور یہ ہی ہمارے پیر دست گیر ہیں۔ سلسلہ کمترین کا بھی نظامیہ ہے۔

ماسوا ان خلفاء کے اور بھی بہت سے خلیفہ حضرت کے ہیں جو چاہے کتاب فوائد الفواد یا اخبار الاخیار میں دیکھ لے۔

مزار پر انوار

(ص ۲۰۷) اور مزار پر انوار حضرت کی پاک پٹن میں موجود ہے۔ اور تمام ملک ہندوستان و پنجاب وغیرہ کے لوگ آپ کے خادم اور جاں نثار ہیں آج تک اولاد ان کی مغرور خلائق ہے۔ سجادہ نشین مزار اور دیوان کہلاتے ہیں۔ تمام اسباب شاہانہ حضرت کی مزار انوار پر موجود ہے۔ اور عہد بادشاہان سلف سے آج تک معافیات و اگذار ہیں۔

(ص ۲۰۷) عرصہ بیس سال کا گذرا ہے کہ راقم الحروف بھی وہاں حاضر ہوا تھا۔ مقبرہ آپ کا میانہ اوسط ہے اور زمین شہر سے نیچان میں واقع ہے۔ اور قبر سے معلوم ہوتا ہے کہ قد حضرت کا میانہ تھا۔

وہاں دو دروازے ہیں ایک شرق رویہ جہاں سے آمدورفت زائرین کی ہے اور دوسرا جنواب رویہ۔ یہ دروازہ بہشتی کر کے مشہور ہے۔ اور وجہ تسمیہ ہے کہ جناب خواجہ نظام الدین نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں۔

ومن دخلہ کان امنا

یعنی جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہووے تو آتش دوزخ سے وہ محفوظ رہے۔

اب بروز عرس یہ دروازہ کھلتا ہے اور لاکھ دو لاکھ آدمی وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ چنانچہ راقم نے بچشم خود دیکھا کہ اس دن آدمیوں کے سروں پر اور آدمی دوڑتے پھرتے ہیں اور مجاورین واسطے رفع ہجوم کے نجور (کھجور) کی شاخوں سے لوگوں کو مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جلدی مت کرو مگر کوئی نہیں سنتا اور غرب رویہ اس دروازہ کے ایک دیوار پختہ ہے۔ اس کا یہ ذکر ہے کہ ایک روز آپ اس پر تشریف رکھتے تھے اور حسب الحکم آپ کے وہ دیوار

Marfat.com

گھوڑی کی مانند دوڑی۔ اس پر بھی لوگ چڑھتے ہیں۔

۸۔ حال حضرت شاہ مدار صاحب رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۴۷۸) جاننا چاہیے کہ حضرت دارا شکوہ اپنے عہد کا حال یوں لکھتے ہیں کہ تمام ہندوستان کے ساکنین وضیع و شریف کو اگر چار حصوں پر منقسم کردیں تو ان میں سے دو حصہ مریدان حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر قدس سرہ العزیز جن میں اشراف زیادہ اور اجلاف کم اور ایک حصہ مرید شاہ مدار شاہ صاحب کے جن میں اجلاف زیادہ اشراف کم اور بقیہ ایک حصہ سے آدھا حصہ مریدان حضرت چشت اہل بہشت اور آدھا حصہ مریدان حضرات سہروریہ۔ فقط۔

من مصنف فی زمانا مریدان خاندان حضرات نیک سرشت چشت ہندوستان میں وضیع و شریف بکثرت ہیں۔

(ص ۴۷۹) حین اس تحقیقات کے اگرچہ بہت سے فقیر سلسلہ مداریہ کے' (سے) فدوی کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے شجرہ بھی اپنے اپنے بیان کیے مگر جب کتب معتبرہ سے کماحقہ تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ تمام لوگ حالات شدہ مدار سے بالکل بے خبر ہیں۔ اس نظر سے واسطے آگاہی خاص و عام کے اصلی حال حضرت کا کتب معتبرہ سے استنباط کر کے بطریق یادگار درج کتاب ہذا کیا۔ فقط۔

ہر که خواند دعا طمع دارم
زان که من بنده گنهگارم

شجرہ نسبی

(ص ۴۷۵) اسم مبارک بدیع الدین۔ لقب شاہ مدار۔ وفات آپ کی بروز پنجشنبہ ہفدھم جمادی الاول ۸۴۰ آٹھ سو چالیس اور تولد سنین مختلفہ۔

(ص ۴۷۷) حضرت موصوف کی والدہ کا نام بی بی ہاجرہ۔ حضرت والدین کے رشتہ سے قریشی ہیں۔ والدہ کی طرف سے جناب حضرت عبدالرحمان بن عوف سے اور والد کی طرف سے جناب (ص ۴۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جا ملتے ہیں۔

نسب نامہ حضرت بدیع الدین کا جناب والد سے یہ ہے کہ حضرت بدیع الدین شاہ مدار بن محمد بن شاہ مغفور بن قطب الدین شاہ بن خلیل بشعلی بن حسن بن علی بن موودو بن بہاء الدین بن محمد شاہ بن بدر الدین بن قطب الدین بن منہلج الدین بن عبدالحامد بن وھاب

Marfat.com

الدین بن طاہر بن مطاہر بن عبدالباسط بن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم۔
نسب نامہ مادری یہ ہے:
شاہ مدار کی والدہ بیوی ہاجرہ بنت حاکم بن محکوم بن عبداللہ بن عابد بن مکرم بن محمد بن فخرالدین بن محمد فخرالدین بن طہفور بن محمد بن قوام الدین بن شمس الدین بن سراج الدین بن عبدالرحمان بن عبدالرشید بن عبدالجلیل بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شجرہ حسی

(ص ۴۷۵) شجرہ حضرت کا پانچ واسطوں سے ملحق بذات عالی درجات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ تفصیل اس کی کتاب کشف النعمات میں یوں مندرج ہے کہ:-
شاہ مدار صاحب خلیفہ برحق جناب حضرت شیخ حجتہ اللہ مکی کے تھے اور وہ حضرت شیخ المشائخ شیخ الجاذب مقدسی کے اور وہ جناب شیخ طبقور شامی کے اور وہ جناب حیدر کرار کرم اللہ وجہہ کے۔ فقط۔(

حال حضرت طبقور

جناب شیخ مرتاض رحمتہ اللہ علیہ حضرت حسام الدین تاشی سے حسب روایات صحیحہ کے نقل فرماتے ہیں کہ یہ حضرت طبقور شامی نمونہ قدرت الٰہی ہم عصر جناب حضرت عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے قوم بنی اسرائیل سے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ نے دعوت شروع فرمائی تو یہ حضرت مشرف بدین عیسوی ہو کر حضرت کی صحبت میں رہنے لگے۔ حتیٰ کہ کئی سال پارکاب حضرت کے تکالیف گوناں گوں کے حامل رہے۔ جب رفع عیسوی کے ایام قریب آئے تو ایک روز جناب مخبر صادق یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو خلوت میں طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ مجھ کو حضرت رب العزت جل جلالہ' وعم نوالہ سے حکم ہوا ہے کہ تجھ کو اس امر سے مطلع کروں کہ تو عمر دراز پاوے گا اور بیعت جناب مشار الیہ:

بلغ العلےٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ

Marfat.com

صلوٰ علیہ وآلہ

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زینت کونین حاصل کرے گا۔ تجھ کو لازم ہے کہ ہمارا مشتاقانہ سلام ان کو پہنچانا اور اہل بیت کی خدمت میں بجان حاضر رہنا اور اب تو فلاں کوہستان میں جاکر فلاں غار میں معتکف بیٹھ جب وقت معہود یعنی بعث (ص ۴۷۶) ختم المرسلین ہوگا تو حضرت آزار کفار نابکار سے ناراض ہوکر اس کوہستان میں تشریف لاویں گے۔ خبردار دیر نہ کرنا فی الفور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر کلمہ شریف لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ قبول کرنا۔

الغرض اسی طرح منصہ شہود میں جلوہ گر ہوا۔ جب حضرت مشارلو لاک لما خلقت الافلاک کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے تو آپ نے جناب مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں ان کو سپرد فرمایا۔ بعدازاں اکثر اوقات جناب حضرت حسن بصریؒ اور یہ حضرت یکجا مشغول مجاہدہ و مراقبہ رہا کرتے تھے۔ فقط

نسبت اویسیہ

ماسوا اس کے حضرت بدیع الدین صاحب قدس سرہ العزیز کو نسب اویسیہ بھی حاصل تھی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ زمانہ محمدی میں، جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ خیر القرون قرنی شہر قرن میں جناب حضرت اویس قرنی جان و دل سے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ جذبہ عشق یہ تھا کہ جب انہوں نے سنا کہ جناب ختم الرسل کا دانت مبارک جنگ احد میں شہید ہوگیا ہے تو آپ نے تمام دندان مبارک اپنے جذبہ فرط محبت سے توڑ ڈالے۔ اگرچہ وہ حضرت فنا فی الرسول تھے لیکن حسب الحکم والدہ ضعیفہ اپنی کے ظاہرا" حضرت کے دیدار پر انوار سے مستفیض تجلی انوار الٰہی نہیں ہوئے۔ جناب الٰہی میں ایسے مقبول تھے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا جب وقت وفات قریب آیا تو آپ نے جبہ مبارک تن زیب اپنا جناب مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو بدیں ارشاد دیا کہ بعد وفات ہماری تم سے معہ جناب حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخدمت حضرت اویس قرنی جانا اور ہمارا سلام مع جبہ ہذا ان کو دے کر استدعا مغفرت امت محمدی کرنا۔

روایات صادقہ سے ثابت ہے کہ حضرت مرتضیٰ حیدر کرار اور جناب عمر قاتل کفار رضی اللہ عنہما وہ جبہ مبارک لے کر ان کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ممدوح سجدہ میں مشغول مناجات تھے۔ صاحبین نے جاتے ہی پیغام پیغمبر برحق بیان فرمایا۔

Marfat.com

آپ سجدہ سے سر اٹھاتے ہی فرمانے لگے کہ یا علی اگر آپ ذرا بھی صبر فرماتے تو میں کل امت محمدی کی مغفرت کرالیتا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حسب دعائے اویس کے عرب کے دنبوں (دینداروں) سے زیادہ میری امت کے گناہگار بخشے جائیں گے۔ سبحان اللہ والحمداللہ۔

سر غیبی کس نمی داند بجز پروردگار
گر کسی گوید کہ من دانم ز او باور مدار
مصطفیٰ ہم نگفتی تا نگفتی جبرئیل
جبرئیل ہم می نگفتی تا نگفتی کروگار

اظہر من الشمس و بین من الامس ہے کہ مہاجرت میں ترقی عشق ہوتی ہے۔ امنا و صدقنا۔ حضرت اویس قرنی نے اس مہاجرت میں وہ فائدہ (ص ۴۷۷) اٹھائے ہیں کہ جن کا حد و حساب نہیں۔ بعد وفات حضرت اویس کے اکثر اولیاء اللہ کو عالم رویا میں حضرت مغفور سے فیضان الٰہی حاصل ہوا۔ بلکہ جو عقدے ریاضت سالہائے دراز سے ان پر حل نہ ہوئے تھے ایک اشارہ سے حل ہوگئے۔ جس طرح سے تعلیق سبق عرفان حضرت نے حضرات کو فرمائے اس طرح سے وہ بھی اپنے مریدان سعید کو فرماتے رہے۔ جس سے اسرار عجیبہ ظاہر رہے۔ چنانچہ اب تک یہ معاملہ فقرائے باب اللہ پر منکشف ہورہا ہے۔

پس جس کو حضرت سے کچھ تعلیم ہوئی یا کسی متعلم نے اسی طرح اپنے مرید کو تعلیم کی وہ سلسلہ اویسیہ میں داخل ہوا۔ مختصر تو یہ ہے کہ اور مفصل کتب تصوف میں موجود۔ فقط۔

کتب تواریخ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شہید ہوئے ہیں۔ صاحب کشف المحجوب پیر علی گنج بخش ہجویری ان کے باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جات حمیدا و مات شہیدا انظرفا نہم۔

ماسوا اس کے اگر کسی طالب حق کو کسی بزرگ سابقہ سے فائدہ دینی فقیری پہنچتا ہے تو اصطلاح فقراء میں اس کو بھی فیضیاب برکات اویسیہ کہتے ہیں۔ فقط۔

چونکہ حضرت شاہ مدار کو بہت فیضان الٰہی حضرت اویس سے عطا ہوا ہے اس نظر سے آپ فقط ایک واسطہ سے جناب رسول مقبول سید الکونین سے جاملتے ہیں فقط۔

ہندوستان میں تشریف آوری

(ص ۴۷۷) حضرت شاہ مدار صاحب کو بارگاہ اویسیہ سے ارشاد ہوا کہ ہندوستان میں جاکر اول مزار پر انوار خواجہ معین الدین والملت چشتی معتکف اور بعدازاں شہر کالپی میں

Marfat.com

جاکر مشغول دعوت اسلام ہو۔ جب حضرت ہند میں آئے تو دارالخیر اجمیر میں بکوہ کلو کلر جو عنقریب رو بروئے خانقاہ ولی الہند عطائے رسول کے واقع ہے' چلہ بیٹھے۔ اور پھر اجازت لے کر مقام کالپی کو قدوم مبارک سے مزین فرمایا۔ وہاں حضرت کا ایسا رشد ہوا کہ آج تک تمام اہل ہندوستان ان کی کرامات کے قائل ہیں۔

دوسری روایت

(ص ۴۷۸) کتاب اخبار الاخیار سے جو تصنیف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ بدیع الدین شاہ مدار صاحب علیہ الرحمتہ اللہ العزیز الغفار شہر ہرمز سے اجمیر شریف میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت پر حالت جذب طاری تھی۔ اگرچہ جب کالپی میں تشریف لے گئے تو شہرت ان کی بدرجہ تمام ہوگئی اور انبوہ کثیر معتقد ہوکر حاضر خدمت (ص ۴۷۹) آنحضرت ہوئے۔ مگر اوضاع ان کے برخلاف شریعت نبوی کے تھے۔ فقط۔

ان ایام میں قادر شاہ ولد سلطان محمد' بتائد سلطان فیروز شاہ' حاکم کالپی تھا۔ حضرت کا چرچا سن کر ایک روز واسطے ملاقات کے آیا۔ اتفاقاً" آپ اس وقت خلوت میں کسی جوگی کے ساتھ مشغول مراقبہ تھے۔ خدام حضرت نے کہا کہ حضرت خلوت میں مشغول ہیں۔ اس وقت کسی کی مجال نہیں کہ اندر جاکر کچھ عرض کرے۔ یہ سن کر وہ نہایت ناراض ہوا اور یہ حکم دے کر چلا گیا کہ ان کو لازم ہے کہ باعزت میری قلمرو سے نکل جاویں ورنہ دوسری طرح گھر سے نکالے جاویں گے۔ جب حضرت کو خبر ہوئی تو وہاں سے یہ بددعا بحق اس کے دے کر چلے گئے کہ جس طرح اس نے ہم کو دق کیا خدا اس کو جلاوے۔ قدرت الٰہی سے اسی روز اس کے بدن پر آبلہ ہائے جاں سوز نکل آئے۔ اسنے بخدمت شیخ سراج الدین سوختہ پیر اپنے کے حاضر ہوکر جب حال اپنا عرض کیا تو انہوں نے چادر مبارک اپنی عنایت کی۔ فرمایا کہ اس چادر کو اپنے اوپر اوڑھ لے۔ جب اس نے چادر اوڑھی تو بفضلہ تعالیٰ اچھا ہوگیا۔

آپ وہاں سے جونپور ہوتے ہوئے مواضعات قنوج میں بمقام مکن پور قیام پذیر ہوئے۔

معارج الولایت کی روایت

(ص ۴۷۴) کتاب معارج الولایت میں حضرت غلام معین الدین صاحب المقلب بہ

Marfat.com

خلیفہ خویشگی چشتی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ مدار صاحب ہندوستان کے مشائخ کبار میں سے ہیں اور ان سے حالات عجائب و غرائب منصہ شہود میں جلوہ گر ہوتے رہے ہیں۔

یہ حضرت بارہ برس مقام صمدیت میں رہے (مقام صمدیت فقر میں اس مقام کا نام ہے کہ طالب الحق اس منزل میں پہنچ کر کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور نیز باوجود استعمال ہر روز کے ملبوسات اس کے چرکیں نہیں ہوتے) انہوں نے بارہ برس طعام نہ کھایا اور تبدیل لباس نہ کیا۔

حضرت ناقل ہیں کہ ان کے چہرہ پرنور پر اس قدر جلال الٰہی جلوہ گر تھا کہ بمجرد نظر ناظر بینا نابینا ہوجاتا تھا۔ اس باعث سے آپ ہمیشہ برقعہ پوش رہا کرتے تھے۔

صراط المستقیم کی روایت

جناب حضرت عبدالباقی صاحب علیہ الرحمتہ کتاب صراط المستقیم میں باعث برقع پوشی آپ کا یہ ارقام فرماتے ہیں کہ ان کے دیدار نور بار میں یہ تاثیر تھی کہ جو کوئی آپ کے چہرہ مبارک پر نظر بھر کے دیکھتا تھا بے حواس ہوکر خوامخواہ سر بسجود لاتا تھا۔ ازانجا کہ سجدہ بجز حضرت باری عزاسمہ' کے کسی مخلوق کو جائز نہیں اس واسطے آپ ہمیشہ چہرہ مبارک پر برقع رکھا کرتے تھے۔

وفات

(ص ۴۷۸) عمر حضرت شاہ مدار کی دو سو باون برس کی تھی۔ اور کتاب خزینتہ الاصفیا میں مفتی غلام سرور صاحب نے بھی تاریخ وفات شاہ مدار صاحب کی سترھویں جمادی الاول ۸۴۰ آٹھ سو چالیس تحریر کر کے یہ قطعہ تاریخ قلبند فرمایا ہے۔

شہنشاہ جہان قطب المدار است
بدیع الدین جناب پیر معصوم
چو سرور جست تاریخش زہاتف
ندا آمد ز دل سلطان مخدوم
۸۴۰

عرس

روضہ مبارک حضرت کا مکن پور میں ہے جو توابع قنوج سے ہے۔ وہاں ہر سال بماہ

Marfat.com

جمادی الاول عرس حضرت کا بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ دارا شکوہ کتاب خزینۃ الاولیا میں لکھتا ہے کہ اس دن وہاں پانچ چھ لاکھ آدمی اطراف و جوانب ہندوستان سے جمع ہوتا ہے۔ اور اب تک عجیب و غریب کرامتیں ان سے ظہور میں آتی ہیں۔

شجرہ سلسلہ مداریہ

(ص ۴۷۷) صاحب معارج الولایت نے زبانی اپنے پیر کامل یعنی حضرت محمد رشید صاحب کے جن کو سلسلہ مداریہ میں اجازت نامہ تھی شجرہ حضرت شاہ مدار کا اس طرح پر درج کتاب معارج الولایت فرمایا ہے۔ کہ حضرت محمد رشید صاحب علیہ الرحمۃ مرید حضرت صالح کے اور وہ سید شمس الدین بخاری کے اور وہ حاجی ابایزید کے اور وہ حضرت فخر الدین زندہ دل کے اور وہ حضرت چمن جتی کے اور وہ حضرت شاہ مدار بدیع الدین علیہ الرحمۃ کے اور وہ فیض یاب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے۔ فقط۔

۹۔ شاہ سربانی چشتی المشہور شاہ سروانی

(ص ۲۴۶) یہ روضہ شمال رویہ موضع مزنگ کے واقع ہے۔ حال اس کا یہ ہے کہ یہ حضرت احمد آباد دکن کے متوطن تھے۔

(۲۴۳) اور یہ حضرت خاندان عالیہ چشتیہ صابریہ میں مرید حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کے ہیں۔

(ص ۲۴۳) جب ان کے فوت ہونے کا وقت آیا تو آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ جب ہم فوت ہوجاویں تو صندوق ہمارا ملک پنجاب کی طرف لے جانا۔ اور اس ملک میں جس جگہ کہ تم شب باش ہو اور صبح کو بوقت اٹھانے صندوق کے صندوق ہمارا اس جگہ سے نہ اٹھے تو وہیں ہم کو دفن کر دینا۔

چنانچہ وہ شہر بشہر رہتے ہوئے لاہور میں آکر اس مقام میں شب باش ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو قدرت الٰہی سے یہ معاملہ در پیش آیا کہ صندوق جگہ سے نہ اٹھا۔ تو خادموں نے وہاں ہی آپ کو دفن کر دیا۔ اور خادمین ان کو دفن کر کے اور روضہ بنا کے حسب الحکم آپ کے چلے گئے۔

(ص ۲۴۳) ان ایام میں یہ نواحیات آباد تھیں۔ جب لوگوں نے یہ کرامت حضرت کی دیکھی تو ہزارہا خلقت زیارت کی واسطے حاضر ہونے لگی۔ لیکن اب چنداں مشہور نہیں ہیں اور سوائے چند اشخاص واقفین کے کوئی حال ان کا نہیں جانتا۔

Marfat.com

چونکہ آپ ساکن ملک دکھن تھے اور خادمین بھی مقبرہ بنا کر چلے گئے۔ لہٰذا حال مفصل ان کا بجز اس کے اور معلوم نہ ہوا۔

وفات

(ص ۲۴۳) اور سال وفات آپ کا ۷۲۵ ہجری ہے۔ اور تاریخ وفات ان کی مصنف مفتی غلام سرور یہ ہے ' قطعہ:

رونق و زیب چشت اہل بہشت
شیخ دین میر سر ربانی
(ص ۲۴۴) سال وصلش چو از خرد جستم
شد عیان پیر سر ربانی

عرس

اور سال بھر میں دو دفعہ یہاں میلہ ہوتا ہے۔ ایک بتاریخ نہم ماہ صفرا لمظفر ' اور دوسرا نہم ربیع الاول کے۔ باعث ان کا یہ ہے کہ نہم صفر کو تو آپ کا وصال ہوا اس باعث سے عرس ہوتا ہے اور نہم ربیع الاول کو آپ دفن کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے دوسرا عرس بھی اس دن ہوتا ہے۔ اور بروز عرس یہ دستور ہے کہ نہم صفر کو تو پلاؤ پکاتے ہیں اور ملایان مساجد کو بلا کر فاتح ہوتا ہے اور نہم ربیع الاول کو نان گوشت فقرا میں تقسیم ہوتا ہے یعنی پنڈھارا تقسیم ہوتا ہے۔ اور تمام رات گدی نشین فقرا جمع ہوتے ہیں۔

دن کو مجلس قوالاں اور رات کو پنڈھارا۔ چونکہ یہ حضرت چشتی خاندان سے توسل رکھتی ہیں۔ اس واسطے اہل سماع لوگ یہاں بکثرت آتے ہیں۔

۱۰۔ شیخ عبدالجلیل المشہور شیخ چوہڑ بندگی قدس سرہ

(ص ۹۸) اور بعد سلطان سکندر لودہی جب شہرہ کرامات حضرت کا ہوا تو سلطان نے اپنی لڑکی کی شادی حضرت سے کر دی۔ اس سے ایک بیٹا شاہ ابوالفتح پیدا ہوا۔ اس کی اولاد غلام محی الدین شاہ وغیرہ ہیں۔

جب وہ بی بی فوت ہو گئی تو دوسری شادی آپ نے دختر بجلی خان افغان سے کی۔ اس سے بھی حضرت کو اولاد ہوئی۔ چنانچہ احمد شاہ و محمد شاہ ساکنان موضع نبی پور علاقہ تحصیل شرق پور اس کے شکم سے ہیں۔ اور یہ لوگ اب تک پیر کہلاتے ہیں۔ اور بہت سی خلقت

Marfat.com

ان کی مرید ہے۔

ا۔ پیرزادہ غلام دستگیر نامی مرحوم جو محکمہ اوقاف کی نگرانی میں آنے سے قبل مزار شیخ چوہڑ کے متولی تھے اپنی کتاب تاریخ جلیلہ (دوسرا ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۰ء) میں حضرت فرح بخش کی کتاب " الجلیل " کے حوالے سے فرماتے ہیں : " نام عبدالجلیل چوہڑ ریاست بہاولپور میں عام نام ہے - ہندی لغت میں اس کے معنی شکار کو تدبیر سے قابو میں لانے کے ہیں - کیونکہ حضرت نے اپنی نفس کو مجاہدہ و ریاضت سے خدا کی بندگی کے لئے رام کر لیا تھا۔ اس لئے چوہڑ بندگی لقب ہوا - قطب العالم آپ کا خطاب ہے ۔"

اسی مصنف نے حضرت فرح بخش کی کتاب سے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے ۔ جس کی رو سے حضرت شیخ چوہڑ بندگی اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ المشائخ ابوالفتح کے مرید اور سجادہ نشین ہیں - جب آپ نے منازل سلوک طے کر لیں تو اپنے پیر کی اجازت سے (بقیہ در حاشیہ صفحہ ۲۳۴)

(ص ۹۸) کتاب تذکرہ قطب العالم میں تحریر ہی - کہ جب بادشاہزادی دختر سلطان سکندر لودہی جو اہلیہ حضرت شیخ کی تھی بقاضائے الہی مرگئی تو اسی سال میں (ص ۹۹) آپ نے نسبت اپنی دختر بجلی خان افغان سے کروی اور مستعد شادی کے ہوئے۔ تو یہ خبر سید خان لوھانی ناظم پنجاب کو جو سلطان کی طرف سے فرمان فرما اس ملک کا تھا پہنچی۔ تو اس کو یہ حال ناگوار گزرا اور حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ابھی بادشاہ زادی کو فوت ہوئے ایک سال بھی نہیں گذرا کہ آپ نے تجویز شادی کی اور جگہ کرلی ہے۔ آپ کو مناسب تھا کہ بادشاہ سے اجازت لے کر آپ تجویز شادی ثانی کرتے۔ آپ کی یہ سزا ہے کہ آپ لاہور چلے جاویں اور جس قدر املاک آپ کی لاہور میں ہیں وہ سب شیخ ابوالفتح کا ہے' جو شاہزادی کے بطن سے ہے۔ حضرت نے یہ سخن سن کر تبسم فرمایا اور کہا کہ سید خان کو کہہ دو کہ تیرے اور ہمارے میں مہلت پندرہ دن کی ہے۔ اگر پندرہ دن کے اندر پیران کبار تجھ کو شہر لاہور سے نکال دیں گے تو فبہا ورنہ ہم کو نکال دینا۔

جب اس بات کو تیرہ روز گزرے تو فرمان شاہی دہلی سے اس کو تبدیلی کے واسطے نافذ ہوا۔ اور وہ لاہور سے بدل گیا۔

وفات حضرت شیخ چوہڑ کی بتاریخ غرہ ماہ رجب سن نو سو دس (۹۱۰) ہجری وقوع میں آئی کہ صاحب تذکرہ قطب العالم نے تاریخ وفات ان کی لفظ شیخ سے نکالی ہے۔ اور مفتی غلام سرور نے کتاب تذکرۃ العارفین میں یہ قطعہ درج کیا ہے۔

Marfat.com

شہ عبدالجلیل آن قطب العالم
بروی او کشود از فضل حق باب
جنابش افضل دنیا و دین بود
تو سال رحلتش را فضل دریاب۔
دگر از د بسرور سال وصلش
ندا آمد کہ مہتاب جہان تاب

۱۱۔ سید عبدالقادر ثانی

(ص ۵۸۲) حال حضرت سید عبدالقادر ثانی کا یہ ہے کہ سید عبدالقادر ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ مرید اپنے والد سید جلال الدین کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں تھے اور حسب الایما جناب غوث الاعظم کے ۹۰۰ ہجری میں بغداد سے وارد لاہور ہوئے۔

لاہور میں تشریف آوری

اول چالیس روز موضع مودی ضلع امرتسر میں رہے۔ پھر وہاں سے ہندوستان میں بمقام پٹنہ چند روز مقیم رہے۔ پھر وہاں سے یہاں آکر محلہ دراجہ ایک مسجد میں شب باش ہوئے تو خواب میں الہام ہوا کہ اب یہاں ہی رہو' ظہور و چرچا و مدفن تمہارا یہاں ہی ہوگا۔

شادی اور اولاد

(ص ۵۸۲) بعد اس کے نواب میر کفایت خان نے اپنی صاحبزادی آپ سے کتخدا کردی۔ اس میں سے تین فرزند ہوئے' ایک سید (ص ۵۸۳) حاجی دوسرا سید سلطان تیسرا سید غیاث الدین المشہور سید دولت شاہ۔ ان کے یہاں ایک بیٹا سید کرم الدین المشہور سید شہ بھاگا ہوا جو لا ولد فوت ہوئے۔ مزار اس کی قلعہ نواب میر محمود خان کی حد میں بر سڑک جیل خانہ جنوب رویہ خام موجود ہے۔

کرامات

(ص ۵۸۲) بعد چند ایام شہر کرامات حضرت کا مشتہر ہوا۔ ان میں سے کرامت مشہور ان کی یہ ہے کہ ایک شیر رات محلہ دراجہ میں آکر بچہ ہائے خرد سال کو کھا جاتا تھا۔ تمام لوگ حضرت کے پاس فریادی آئے۔ حضرت نے ایک پرچہ کاغذ پر یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیا

Marfat.com

للہ لکھ اپنے خادم خدا داد کو دے کر فرمایا کہ جب شیر آوے تو اس کو یہ پرچہ کاغذ دکھلا دینا۔ الغرض جب شیر نے وہ کاغذ دیکھا تو نعرہ زناں بھاگ نکلا اور پھر نہ آیا۔

جائیداد

(ص ۵۸۳) اکبر بادشاہ نے محاصل دولت آباد اور قلعہ جات سادات کا جو مبلغ تین ہزار روپیہ ہوتا تھا' سید عبدالقادر ثانی کو بطور نذر عنایت کیا۔ چنانچہ اب تک فرمان شاہی موجود تھا۔ مگر جو بوقت بندوبست انگریزی سید شہ وسوار نے محکمہ بندوبست میں حوالہ پنڈت من پھول صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر کے کردیا۔

وفات

انتقال حضرت شیخ عبدالقادر ثانی کا دوم ماہ ربیع الاول ۹۴۲ھ میں ہوا۔

سجادہ نشینی

بعد ان کے سید حاجی سجادہ نشین ان کے ہو کر قابض محلات و محاصل ہوئے۔ اور سید سلطان اکبر جو برادر خرد ان کے تھے ان کے یہاں دو بیٹے ایک سید معروف' دوسرے سید محفوظ پیدا ہوئے اور سید حاجی کے یہاں میرفتح محمد جو بعد ان کے بدستور سجادہ نشین ہوئے۔

بعہد شاہ جہانی سید محمد معروف صاحب نے حضرت عالمگیر سے کچھ رسائی پیدا کر کے حضرت فتح محمد صاحب پر دعویٰ تقسیم معافی کیا اور عالمگیر کا منشا بھی تھا کہ محمد معروف صاحب سجادہ نشین ہوجاویں۔ حتیٰ کہ شیخ محمد معروف اور سید فتح محمد کا مقدمہ روبروئے حضرت شاہجہان بادشاہ غازی کے گیا۔ سید فتح محمد صاحب نے کہا کہ والد میرا سید حاجی کلاں فرزند اور سجادہ نشین حضرت سید عبدلقادر ثانی اور نیز قابض محلات و محاصل تھا۔ اور سید سلطان اکبر نے کچھ دعویٰ ان پر نہ کیا۔ حصہ لیتے رہے۔ اور تقسیم حصص اس وقت یوں تھی کہ ایک حصہ خرچ لنگر اور دوسرا حصہ والدہ کا جو وہ حسب رائے خود متعلقوں میں تقسیم کرتے تھے اور بقیہ تیسرا یہ دونوں بھائی سید حاجی و سید سلطان اکبر نصفا نصف تقسیم کرلیتے تھے۔ اس کو بھی لائق ہے کہ اسی حصہ مقررہ پر قائم رہے اور ماسوا اس کے بحین حیات حضرت مرحوم جو نذر بریدان سے آتی تھی وہ بلا شرکت غیر سید حاجی صاحب لیتے تھے۔

اور دعویٰ سید محمد معروف صاحب کا یہ تھا کہ بوقت سید حاجی صاحب جو حصہ مائی

Marfat.com

صاحبہ کو جاتا تھا میں چاہتا ہوں کہ اس حصہ سے مجھ کو بھی ملے اور آمدنی نذر بھی تقسیم ہوجاوے' کیونکہ میں پوتا ہوں۔

شاہجہان نے حکم دیا کہ ہم نے مقدمہ سمجھ لیا ہے۔ آج تم تشریف لے جاؤ۔ کل ہم بذات خود بر سر موقع مزار معلی شیخ عبدالقادر ثانی آویں گے۔ اور جس کو مناسب ہوگا دستار سجادگی دیں گے۔ شاہ جہان کا ارادہ تھا کہ حسب سفارش عالمگیر دستار سجادہ نشینی سید پیر محمد معروف کو دیوے۔ اور رات اتفاقاً" عالمگیر شاہ جہان کی خدمت میں تھا۔ رات کو عالمگیر کو ایسی درد شکم ہوئی کہ بجان عاجز ہوگیا۔ اس تکلیف میں اس کو الہام ہوا کہ تو کیا کرتا ہے جو سجادہ نشین ہمارا ہے وہی رہے۔ اگر عزل و نصب کرے گا تو تیری سلطنت میں عزل و نصب ہوجاوے گا۔ بادشاہ نے یہ خواب سن کر دوسرے روز علی الصباح سید محمد معروف کو کہا کہ میں آپ کی سجادہ نشینی مقرر نہیں کرسکتا۔ خود حضرت (ص ۵۸۴) شیخ عبدلقادر ثانی کی مرضی مبارک یہ ہے' کہ سید میر محمد فتح صاحب سجادہ نشین مقرر رہیں۔ سو آپ کو مناسب ہے کہ آپ دعوئی سے درگذر کریں اور واسطے خوشی خاطر آپ کے ایک چاہ حضور سے تم کو عطا ہوتا ہے۔ سند لے لو۔ تب سے سید فتح محمد صاحب سجادہ نشین ہے۔

(ص ۵۸۳) اور سید حاجی صاحب کا بیٹا سید فتح محمد اور اس کا فرزند سید حمید اور اس کا سید سعید۔ اور ان کا سید شہ حسین۔ ان کے سید فرزند علی شاہ اور ان کے دو فرزند ایک شہسوار جو اب سجادہ نشین طاہر بندگی ہے اور دوسرا سید چراغ شاہ جو فوت ہوگیا۔ اب سید بہادر شاہ اس کا بیٹا لاہور میں مرکنی کرتا ہے۔

۱۲۔ حضرت شاہ ابو اسحاق قادری

(ص ۹۴) یہ حضرت اصل میں بخارے سے آئے ہیں اور سید ہیں۔

بیعت

(ص ۹۵) اور زبانی مفتی غلام سرور صاحب وغیرہ سکنائے موضع مزنگ اور حسب تحریر دارا شکوہ ثابت ہوا کہ حضرت شاہ اسحاق اور حضرت خیر الدین شاہ ابوالمعالی' جن کا روضہ بیرون موچی دروازہ شہر لاہور ہے' پیر بھائی ہیں اور بیعت ان دونوں حضرات کی بخدمت حضرت شاہ داؤد صاحب شیر گڑھ والا کے ہے۔

وفات

Marfat.com

(ص ۹۶) اور وفات حضرت ابو اسحاق کی بماہ محرم پانچویں تاریخ سن نو سو پچاسی (۹۸۵) کے وقوع میں آئی۔

اب دو قطعہ تاریخ وفات ان حضرت کے درج ذیل کرتا ہوں۔

مرشد و دستگیر ابو اسحاق
بود پیران پیر بو اسحاق
چشتی زاہد سال وصلش گفت
شاہ عالی فقیر بو اسحاق

۹۸۵

دوسرا قطعہ یہ ہے:

شیخ بو اسحاق پیر رہنما
آن کہ آمد رہبر دور زمان
شد عیان سال وصالش آن جناب
از ابو اسحاق تاج عارفان

۹۸۵

بنائے مقبرہ

(ص ۹۶) اور بنائے مقبرہ شاہ ابو اسحاق کی اس طرح پر ہوئی کہ بعد وفات حضرت کے ایک سوداگر مرید آپ کا واسطے تجارت کے عرب کو جاتا تھا۔ بحر اسود میں جہاز پر متاع اس کا کسی کھبن میں پھنس گیا۔ جب اس کو کچھ امید زیست و نجات کی نہ رہی تو اس نے حضرت کی روح سے استمداد چاہی تو یکایک کیا دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور جہاز کو کندھا دے کر اٹھایا اور آب رواں میں پہنچا کر روپوش ہوگئے۔ جب وہ سوداگر بعد منافع تمام و آسودگی مالا کلام شہر لکھنؤ میں واپس آیا تو اس نے حال نجات جہاز اور تشریف لانا حضرت کا بوقت فریاد بیان کیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو لوگوں نے حال وفات حضرت کا سنایا تو وہ لاہور میں آیا اور یہ مقبرہ ازراہ صدق دل تعمیر کرایا اور نام اس کا عبداللہ بن عبدالقادر تھا۔ اور دوسرا مقبرہ جس میں صاجزادگان حضرت کے مدفون ہیں یہ پیچھے اس مقبرہ کے مریدان اس خاندان نے تعمیر کرایا۔

عرس

Marfat.com

(ص ۹۶) اور پانچویں محرم کو یہاں ہر سال میلہ بھی ہوتا ہے اور ملا قرآن خوان لوگ جمع ہوتے ہیں اور نان اور گوشت پر فاتحہ حضرت کا ہوتا ہے اور قوالی، راگ اور ناچ ہونے کی یہاں بالکل ممانعت ہے اور کبھی وقوع میں نہیں آئی- فقط-

جائیداد اور آمدنی

(ص ۹۵) اور ساڑھے سات بیگھے زمین ملحقہ دیوار مقبرہ زیر کاشت ہے- آمدنی اس کی مجاور کھاتے ہیں-

اور گوشۂ غربی میں مدرسہ سرکاری خام تیار ہو رہا ہے، جس میں میاں فرید الدین صاحب منجانب سرکار معلم ہیں-

۱۳- احوال حضرت شیخ حسو تیلی

(ص ۵۳۷) حال ان حضرت کا یہ ہے کہ حضرت اول دوکان بقالی بازار چوک جھنڈا میں کیا کرتے تھے- چنانچہ اب تک شرق رویہ (ص ۵۳۸) چوک جھنڈا، جہاں سے راہ حویلی مہاراجہ کھڑک سنگھ کو جاتی ہے، شمال رویہ طویلہ منگل سنگھ جو سابق (میں) قالین خانہ تھا، ان کی دوکان موجود ہے- اب تک اس میں اکثر اوقات چراغ روشن ہوتے ہیں اور وہاں ایک مکان مسکونہ ان کا بھی موجود ہے-

اب تک مشہور ہے کہ خوجہ ہائے گندم فروش چوک جھنڈا کم تولتے ہیں اور حسب الرسم قوم کے اول حضرت بھی ایسا کیا کرتے تھے- ایک روز اتفاقاً" آپ نے بخدمت حضرت شاہ صاحب حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھ کو آپ خدا کا رستہ بتادیں اور کوئی نصیحت فرمادیں- انہوں نے فرمایا کہ برابر تولا کر- چنانچہ اس دن سے انہوں نے یہ دستور اپنا مقرر کیا کہ ترازو اور سنگ ترازو مع غلہ دوکان میں رکھ چھوڑتے تھے- جب خریدار آتا تو آپ اس کو کہہ دیتے کہ اس قدر نرخ ہے بموجب اس کے گندم وغیرہ تول کر لے جا- یہ طریقہ آپ نے کوئی مدت جاری رکھا- پھر تو خدا کے فضل سے ان کو اس قدر برکت ہوئی کہ سنگ ترازو سونے کے بنوائے-

خاندان سہروردیہ میں بیعت

پھر ایک روز مع سنگ ترازو و طلائی آپ نے حضرت شاہ جمال کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ یا مولیٰ کشاد کار دنیا مجھ کو اس قدر ہوگئی ہے- آپ نے فرمایا کہ اس سنگ ترازو

Marfat.com

کو لے جا کر پھینک دے۔ چنانچہ آپ دریا میں پھینک کر چلے آئے۔ اتفاقاً بعد دو روز کے کوئی کمہار دریائے راوی سے پار جاتا تھا۔ اس کے پاؤں میں چوٹ لگی۔ جب دیکھا تو سنگ ترازو طلائی نظر آیا۔ وہ پہچان کر حسو تیلی صاحب کے پاس لے آیا آپ پھر اس سنگ ترازو کو لے کر حضرت شاہ جمال کے پاس حاضر ہوئے اور حال کہہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے حسو دیکھ سچ دریا میں پھنکا ہوا ضائع نہیں ہوتا۔ آپ خوش ہو کر واپس آئے اور تارک الدنیا ہو کر حضرت شاہ جمال کے خادم خاندان سہروردیہ میں ہوئے۔

بعد چندے ایک روز آپ گندم تول رہے تھے اور حسب دستور دھڑوائیاں دھارناں گن رہے تھے۔ جب بارہ دھارناں تول چکے اور نوبت تیرھویں دھارن کی آئی تو کسی نے ان کو بلایا۔ اور دھڑوائیاں کا دستور ہوتا ہے کہ جب کسی سے تولتے ہوئے کلام بھی کرتے ہیں تو وہ شمار دھارنوں کا بسبب اس کے کہ بھول نہ جاوے بار بار بولتے جاتے ہیں۔ انہوں نے اس کے جواب میں چند دفعہ تیراں میں تیراں کہا۔ انہوں نے اس کے یہ معنی سمجھے کہ یا الہٰی میں تیرا ہوں۔ یہ بات کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور گندم فروشی چھوڑ دی۔

بعد تیل بیچنا شروع کیا۔ تمام تیلی ان کے خادم ہوئے۔ فقط۔

حضرت لال حسین سے تعلقات

(ص ۵۳۹) سیر العارفین میں مذکور ہے کہ حضرت حسو تیلی اور حضرت مادھو لال حسین ہم عہد ہیں۔ طریقہ حضرت لال حسین کا مجذوبانہ قلندرانہ تھا اور اسی راہ سے (ص ۵۴۰) جہاں مکان حضرت حسو تیلی کا تھا شور و غل کناں مزار پیر علی مخدوم گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ جایا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت حسو تیلی صاحب نے ان کو فرمایا کہ اے لڑکے اتنا شور و غل مچاتا ہوا یہاں سے نہ جایا کر اور نیز اپنے حاشیہ نشینوں سے فرمایا کہ یہ شخص کبھی مجلس نبوی میں مجھ کو نظر نہیں آیا اور یہاں ناحق اس قدر شور و غل مچاتا ہے۔ حضرت لال حسین نے ان کی تقریر پر کچھ توجہ نہ فرمائی اور بدستور اسی راہ سے آمدورفت رکھی۔ حتیٰ کہ تین روز اسی طرح گذر گئے۔

بعد اس کے ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شب حضرت حسو مجلس نبوی میں حاضر تھے (کہتے ہیں کہ اس دربار میں ان کو خدمت چوری کرنے کی تھی) یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لڑکا خرد سال آکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گود میں بیٹھ گیا ہے۔ حضرت اس کو پیار کرتے ہیں۔ بعد اس کے وہاں سے اٹھ کر حضرت حسو تیلی کی خدمت میں آ بیٹھا۔ انہوں نے بلحاظ جناب نبوی اس لڑکے کو گود میں لیا۔ اس لڑکے نے حسب عادت طفلان

Marfat.com

خرد سال حضرت کی ڈاڑھی پر ہاتھ مار کر چند بال اکھاڑ لئے۔

پھر ایک روز حضرت لال حسین شور و غل مچاتے ہوئے چوک جھنڈا سے گذرے۔ حسو تیلی صاحب نے بھی سخن مکرر فرمایا۔ یہ سن کر حضرت لال حسین کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے کہ میاں تم اس بات سے باز نہیں آتے۔ آؤ۔ ادھر دیکھو۔ جب وہ پاس آئے تو وہی بال جو مجلس نبوی میں انہوں نے ریش مبارک حسو تیلی صاحب سے اکھاڑے تھے ان کو دکھائے۔ وہ دیکھ کر پہچان گئے۔ کہ بے شک یہ وہی لڑکا ہے جو گود مبارک نبوی میں بیٹھا تھا اور آنحضرت شاہ رسالت اس سے پیار کرتے تھے۔ بعد اس کے آپ نے ان کو چھاتی سے لگایا اور غلبہ محبت سے فرمایا کہ حسو حسین اور حسین حسو۔ اور ارشاد کیا کہ جو شخص ہمارا خادم ہووے وہ حضرت لال حسین کا ادب پیروں کی طرح کرے۔ چنانچہ اب تک یہ خانقاہ حسو تیلی صاحب کی متعلق اسی خانقاہ کے ہے اور وہاں کا سجادہ نشین جس کو چاہے یہاں بٹھا دے۔ اور کل تیلی وغیرہ خدام حضرت حسو تیلی کے حضرت لال حسین کے خدام کا ادب کرتے ہیں اور مراسم برادرانہ پیش آتے ہیں۔ فقط۔

وفات

(ص ۵۳۹) تاریخ وفات حضرت حسو تیلی کی سوم شوال سنہ ایک ہزار دو ہجری۔ اسی روز اب تک فاتحہ ہوتا ہے۔

بعد حسو تیلی صاحب کے حضرت سعد اللہ برقعہ پوش رہے۔ وہ ہمیشہ اپنے منہ پر برقعہ رکھتے تھے۔ کرامات ان کی صدہا مشہور ہیں۔

مجاور

(ص ۵۳۸) اب جو چنن شاہ مجاور یہاں کا ہے۔ وہ بھی خادمان کے خاندان کا (ص ۵۳۹) بنتا ہے۔ مگر اولاد میاں خان' جن کا وہ خادم بنتا ہے اور وغیرہ لوگ' اس کو اس خاندان کا خادم نہیں کہتے۔ (ص ۵۳۹) چنن شاہ کہتا ہے کہ میں خادم امام شاہ یعنی امام بخش ماشکی کا ہوں۔ ور بہار شاہ امام بخش کا بیٹا کہتا ہے کہ میرا باپ کسی کا مرید نہ تھا اس نے اس کو کیونکر مرید بنایا۔

اصل حال یہ ہے کہ میاں خان ماشکی اول مجاور اور قابض درگاہ حسو تیلی کا تھا۔ اس کا خادم ہمراہ شاہ ہوا۔ ہمراہ شاہ نے کمان پسر خود کو اپنا خادم کیا۔ وہ نادان تھا۔ اس سے کام نہ چل سکا۔ مکان آوارہ رہنے لگا۔ یہ چنن شاہ مالک بن بیٹھا اور روپیہ خرچ کر کے رودار بن

Marfat.com

گیا۔ فقط۔

شجرہ حسبی چنن شاہ

(ص ۵۳۹) بہرحال شجرہ ان کا حسب یادداشت کمان ماشکی کے جو اصل مالک اس مکان کا ہے یہ ہے کہ چنن شاہ خادم امام شاہ کا اور وہ ہمراہی شاہ کا اور وہ درگاہی شاہ اور اور وہ الٰہی شاہ کا اور وہ مادھو شاہ کا اور وہ ہادی شاہ کا اور وہ لطفی شاہ کا اور وہ ابراہیم شاہ کا اور وہ شاہ سعد اللہ ستر پوش کا اور حضرت حسو تیلی مرحوم مغفور کے اور وہ حضرت شاہ جمال صاحب کے اور وہ حضرت مخدوم دکرا بیگ کے اور وہ حضرت شاہ شرف کے اور وہ حضرت معروف شاہ کے اور وہ حضرت جعفر دین کے اور وہ حضرت معروف شاہ ثانی کے اور وہ حضرت فیہ دین کے اور وہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے اور وہ حضرت وجیہ الدین کے اور وہ حضرت ابوالنجیب سہروردی کے اور وہ حضرت ابو عثمان مغربی کے اور وہ حضرت ابو علی کاتب کے اور وہ حضرت علی رود باری کے اور وہ حضرت ابوالعباس نہاوندی کے اور وہ حضرت عبداللہ نہاوندی کے اور وہ حضرت شیخ عمویہ کے اور وہ حضرت شیخ احمد دینوری کے اور وہ حضرت ممساد (؟) دینوری کے اور وہ حضرت خواجہ جنید بغدادی کے اور وہ حضرت سری سقطی کے اور وہ حضرت معروف کرخی کے اور وہ حضرت حبیب عجمی کے اور وہ حضرت خواجہ حسن بصری کے اور وہ حضرت علی المرتضٰی وصی المصطفٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے۔

عرس

(ص ۵۳۷) عرس حضرت کا تیسری شوال کو مقرر ہے۔ اس روز تمام تیلی وغیرہ اشخاص وہاں حاضر ہوکر رات کو شب باش ہوتے ہیں اور برنج شیریں یا نمکین پکا کے بھنڈارا کرتے ہیں۔ تمام رات راگ و رنگ ہوتا ہے۔ پھر دوسرے روز بھنڈارا نان و گوشت کرتے ہیں۔ تمام روز قوالی ہوتی ہے۔

۱۴۔ حال حضرت نوشہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۴۲۸) یہ حضرت پنجاب میں بڑے نامور صاحب کمال ہوئے ہیں۔ بیعت ان کی بخدمت حضرت سلیمان قادری، جن کی مزار مقام بدھو وال ضلع شاہ پور میں ہے، اور ان کی مزار بمقام ساہنپال بگوشہ نیرت قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ (گجرات) میں واقع ہے۔

پیدائش

Marfat.com

(ص ۴۳۹) حضرت نوشہ صاحب کا وطن قدیمہ موضع گھگیاں والی- حضرت کے والد کا نام شیخ علاؤ الدین- والدہ کا نام بی بی جیونی- مناقب نوشاہیہ میں تحریر ہے کہ جب حضرت کا نطفہ شکم والدہ میں آیا تو ان کے باپ کو ان کی بابت کئی بار الہام ہوا کہ یہ لڑکا ولی ہے- بعد تین ماہ کے ان کے والد روانہ بت اللہ ہوئے- بوقت روانگی اپنے قبیلہ کو نصیحت کی کہ یہ فرزند جو تیرے شکم میں ہے پہلوان دین ہوگا- اگرچہ ہم بھی بہت جلد آویں گی- مگر تم کو لازم ہے کہ آپ کی پرورش بااحتیاط تمام کرنا- جب علاؤ الدین صاحب سفر کو چلے گئے تو حضرت شاہ سلیمان صاحب جو قریب ان کے موضع کے رہا کرتے تھے ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی والدہ کو مژدہ دیا کہ اے بی بی! تیرے گھر میں ایسا فرزند ہوگا کہ تمام جہان اس کے فیض سے بہرہ مند ہوگا- جب وہ تولد ہو تو تم ہم کو خبر دینا- کہتے ہیں کہ وہ شاہ سلیمان صاحب قطب وقت تھے- فقط-

بعد اس کے جب آپ تولد ہوئے تو حضرت شاہ سلیمان صاحب کو خبر ہوئی- آپ وہاں تشریف لائے اور اپنی لنگی ان کی والدہ کو دے کر فرمایا کہ اس میں صاحبزادے کو لپیٹ کر رکھا کرو-

بچپن میں خوارق کا ظہور

نقل : ایک دن کا ذکر ہے کہ بی بی صاحبہ ان حضرت کو ہنڈولے میں ڈال کر آرد خمیر کرنے لگی- اس اثنا میں ایک عورت ہمسایہ نے جو ان کو پیار کرتی تھی آکر پوچھا کہ لڑکا کہاں ہے؟ انہوں (ص ۴۳۱) نے کہا کہ ہنڈولے میں ہے- وہ عورت جاکر ان کو ہنڈولے میں سے اٹھانے لگی تو اس کو وہاں ایک سانپ مہیب نظر آیا- اس نے ڈر کر بی بی صاحبہ کو اس واقعہ سے خبر دی- انہوں نے آکر دیکھا کہ حضرت بدستور استراحت میں تھے- بی بی صاحبہ کو الہام ہوا کہ اس عورت کا بدن پلید تھا' کس طرح ہمارے دوست کو مس کر سکتی- بی بی صاحبہ نے خائف و متعجب ہو کر جو اس عورت سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ بے شک میرا بدن ناپاک تھا-

بعد چندے جب حضرت نوشہ صاحب گھٹنوں کے بل چلنے لگے تو اکثر حسب معمول طفلاں صحن خانہ میں کھیلا کرتے تھے- قدرت الہی سے گھر میں جو بھینس وغیرہ گاواں تھیں پے در پے مرنے لگیں- اس سے مائی صاحبہ خیلے متفکر رہنے لگیں- ایک روز ان کے گھر میں شاہ سلیمان صاحب بھی تشریف لائے- اور حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بدرجہ

Marfat.com

کمال پیار کیا۔ بی بی صاحبہ نے کہا کہ یا مولا تمام موضع میں تو فضل الٰہی ہے مگر چند روز سے ہمارے مال مویشی کا نقصان بہت ہوتا ہے۔ جناب شاہ سلیمان صاحب نے فرمایا کہ اس کا یہ باعث ہے کہ صحن خانہ تمہارے کی زمین بباعث باندھنے مال مویشی کے پلید رہتی ہے۔ اور اس مولود کے ساتھ کہ دوست خدا ہے ہمیشہ فرشتے اور اس پلیدی سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اگر بھلا چاہتی ہو تو اپنے صحن خانہ سے مویشی الگ کرلو۔ بی بی صاحبہ نے ایسا ہی کیا۔ جب صحن خانہ پاک و صاف رہنے لگا تو وہ تکلیف بھی دور ہوگئی بلکہ برکت کثیر ان کے مال میں ہوئی۔

جب حضرت کا سن شریف چار سالہ ہوا تو شیخ علاؤ الدین صاحب سفر مکہ سے واپس آئے اور اپنے قبیلہ سے فرمایا کہ خاص بیت الحرم میں بارہا مجھ کو بابت حاجی نوشہ کی گوناگوں بشارتیں ہوتی رہی ہیں۔ یہ بے شک ولی اللہ ہوگا۔ بعدازاں پوچھا کہ اب وہ صاحبزادہ کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ فلاں چارپائی پر سوتا ہے۔ شیخ صاحب وہاں گئے ۔ جب ان کو بیدار فرمایا تو وہ اپنی صورت موجودہ بدل ایک اور عجیب ہیبت ناک صورت بنا کر اٹھے۔ یہ معاملہ عجیبہ دیکھ اول شیخ صاحب متعجب ہوئے اور بعدازاں فرمایا کہ بس اے مقبول بارگاہ صمدی ایسے معاملات مجھ کو نہ دکھلاؤ۔ میں آپ کے حالات سے ۔بفضلہ تعالیٰ مطلع ہوچکا ہوں۔ یہ سن کر آپ مودب ہوبیٹھے اور بہ ادب تمام عرض پیرا ہوئے کہ اگر آپ کو اطلاع ہے تو اور کسی کو اس معاملہ سے آگاہ نہ فرماویں۔ فقط۔

بعد دو سال کے ان کے گھر میں ایک اور بیٹا تولد ہوا۔ اس کا نام شیخ اسماعیل رکھا۔ ازانجا کہ عام دستور ہے کہ خرد لڑکے کو زیادہ پیار کرتے ہیں والدہ صاحبہ ان کی بھی اس سے زیادہ پیار کرنے لگیں۔ اس باعث سے وہ مولود اکثر بیمار رہنے لگا۔ اس سے والدین کو اکثر تردد رہتا تھا۔ بعد چندے ایک روز شاہ سلیمان صاحب پھر ان کے گھر میں تشریف لائے۔اور خیرو عافیت حضرت نوشہ صاحب کی پوچھی۔ (ص ۴۳۲) بیوی صاحبہ نے عرض کی کہ یا مولیٰ وہ تو ۔بفضلہ تعالیٰ صحیح و سالم ہیں مگر چھوٹا بھائی ان کا اکثر علیل رہتا ہے اور مجھ کو بباعث صغر سنی اس کی طرف زیادہ تر توجہ خاطر ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا اس کی طرف زیادہ تر توجہ خاطر رہنا اس کی علالت کا باعث ہے۔ آئندہ اگر خاطر جمع مطلوب ہے تو نوشہ صاحب کو زیادہ تر عزیز رکھا کرو۔ بعدازاں شاہ سلیمان صاحب تو چلے گئے مگر بی بی صاحبہ نے ان کی نصیحت پر چنداں توجہ خاطر نہ کیا۔ اور بدستور ان کی طرف زیادہ راغب ہوکر دودھ مکھن وغیرہ ہرروز اس کو ان سے زیادہ دیتی رہیں۔ بعد چندے قدرت الٰہی سے

Marfat.com

ہاتھ اس کے متورم ہوگئے۔ اس سے وہ نہایت متردد و لاچار ہوکر رات دن ہائے واتے کرنے لگیں۔ حتیٰ کہ ایک رات شام سے صبح تک بے آرام رہیں۔ اس وقت حضرت نوشہ صاحب نے والدہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے حجلہ نشین پردہ عصمت! کیوں اس قدر تکلیف اپنے اوپر گوارا کرتی ہے؟ حضرت شاہ سلیمان صاحب آپ کو بخوبی فہمائش کرگئے ہیں کہ توجہ خاطر دوسرے لڑکے کی طرف ہم سے زیادہ نہ رکھا کرو۔ اگر اس پر عمل کرو گے تو ہر گونہ تکالیف سے بچی رہو گی۔ یہ سن کر انہوں نے اقرار کیا کہ اب جناب الٰہی تعالیٰ شفا بخشے آئندہ ہم ایسا ہی کریں گے۔ یہ اقرار کرتے ہی قدرت الٰہی سے ان کو آرام ہوگیا۔ فقط۔

لڑکپن اور ریاضت کی ابتدا

جب نوشہ صاحب بارہ برس کے ہوئے تو غیروں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص بیس بائیس برس کا ہے۔ الغرض آپ بڑے قوی ہیکل تھے۔ اپنائے زماں میں کسی مجال نہ تھی کہ آپ سے مقاومت کرے۔ اکثر لڑائیوں میں آپ حسب تمنائے حکام وقت تشریف لے گئے۔ فتح و نصرت ہر وقت پا برکاب رہی۔ تیر اندازی میں ایسا یدطولیٰ تھا کہ کوئی تیر آپ کا عدو کشی سے خالی نہ جاتا تھا۔ اس باعث سے حکام آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔

چندے اس طرح سے شریک جہاد و غزوات ہوتے رہے۔ اور بعدازاں جہاد اصغر سے متوجہ بجہاد اکبر ہوئے۔ یعنی شوق و عشق الٰہی پیدا ہوگیا۔ ایک روز آپ کو اس شعر سے الہام ہوا کہ

با من اکنون یک دل و یک رو شدی
گر تو خود را محو کردی او شدی

اگرچہ آپ مادر زاد ولی تھے مگر ظاہرا بھی تصفیہ باطن ضرور تھا۔ ازاں جا کہ زہد و ریاضت و مجاہدہ ضروریات فقرا سے ہے۔ لہٰذا آپ زاویہ نشین و خلوت گزیں ہوکر ملک بار کے ایک صحرائے لق و دق میں جس کے گرد پانچ پانچ کوس ویرانہ تھا تن تنہا مشغول یاد الٰہی ہوئے۔ وہاں آپ کا معمول تھا کہ دائم الصوم رہا کرتے اور بوقت افطار برگ اشجار سے افطار فرماتے۔

والدین نے ہر چند تلاش کی مگر کچھ سراغ نہ ملا۔ کہ وہ صحرائے لق و دق ہیبت ناک مشہور تھا۔ اس طرف آمدورفت کسی کی نہ ہوتی تھی۔ ایک روز اتفاقاً کوئی ایالی ادھر جانکلا اور حضرت کو مشغول زہد و ریاضت دیکھ کر دل و جان سے قربان ہوگیا۔ ہر چند اس نے (ص

Marfat.com

(۴۳۳) چاہا کہ آپ اس کی طرف متوجہ ہوں مگر آپ مشغول رہے۔ وہ حیران ہو کر گھر میں آیا اور تمام حال اپنے قبیلہ کو کہہ سنایا۔ اس نے بارادت تمام طعام پر تکلف مع دودھ مسکہ وغیرہ تیار کیا اور اپنے خاوند کو ہمراہ لے کر حضرت کی خدمت میں مشرف ہوئی۔ طعام وغیرہ حضرت کے آگے لا رکھا۔ حضرت بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ انہوں نے دل شکستہ ہو کر سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور بجان منت عرض کی آپ کوئی لقمہ تناول فرمادیں۔ اس پر حضرت نے رحم کھا کر کہا: کہ اب ہم کو عادت کھانے کی بالکل نہیں رہی، مگر ہاں پیاس خاطر تمہاری چند جرعہ شیر بی لیویں گے۔ انہوں نے خوش ہو کر دودھ آگے رکھا۔ آپ نے بخوشی خاطر نوش جان فرمایا۔ بعدازاں اس کا یہ دستور ہوا کہ ہر شب دودھ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتی اور آپ قبول فرماتے۔

شادی اور بعدہ

شدہ شدہ یہ خبر آپ کے والدین کو پہنچی۔ ازانجا کہ وہ مدت سے متلاشی احوال حضرت تھے۔ یہ مژدہ سن کر آپ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور بہزار دقت آپ کو گھر میں لائے اور نوشہرہ میں شیخ ابونصر کی صاحبزادی سے ان کو کتخدا فرمایا۔

بعدازاں آپ کا یہ معمول تھا کہ تمام رات لب دریا یاد الٰہی میں اور تمام روز مسجد نوشہرہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اس اثنا میں آپ کو شوق پڑھنے قرآن شریف کا ہوا۔ نوشہرہ کے پاس موضع حاکو تارا میں ایک شیخ حافظ بڈھا نامی تھا۔ ظاہراً آپ اس کے پاس چند روز پڑھتے رہے۔ بعدہ ایک رات حضرت خواجہ خضرؑ آپ کے خواب میں آئے اور تمام قرآن شریف حفظ کرا گئے۔ صبح کو روبرو استاد کے تمام قرآن آپ نے پڑھ سنایا۔ تمام لوگ حیران ہوئے۔ استاد اس بات پر فخر کرنے لگا کہ الحمد للہ ایسے ولی اللہ میرے شاگرد ہوئے۔

پھر دن بدن شہرہ آپ کا زیادہ ہونے لگا اور ایسے صاحب کمال ہوئے کہ اظہر من الشمس ہے۔

(ص ۴۲۹) نام اصلی حضرت نوشہ صاحب کا حاجی تھا۔ مرشد کی طرف سے از راہ عنایت خطاب نو شاہی ملا۔

سجادہ نشین

(ص ۴۲۹) ان کے پیچھے دو صاحبزادے رہے ایک کا نام برخوردار ہاشم، اور دوسرے کا ہاشم دریائی۔

Marfat.com

بعد وفات اول ہاشم برخوردار سجادہ نشین ہوئے اور بعدازاں بخوشی خود انہوں نے ہاشم دریائی کو وسادہ آرائے خلافت کیا۔

(ص ۴۲۹) تفصیل خلفائے راشدین

حضرت پاک رحمان، خواجہ فضل کالی، گاجر گولد، شاہ فتح اللہ۔

(ص ۴۲۸) حضرت نوشہ کے دو خلیفہ نامی صاحب سجادہ ہوئے ہیں۔ ایک فقیر عبدالرحمان جن کو پاک رحمان کہتے ہیں۔ اور وجہ تسمیہ لفظ پاک رحمان کا یہ ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ یہ عبدالرحمان صاحب ہمراہ حضرت نوشہ صاحب کے کہیں کو چلے جاتے تھے۔ راستہ میں دریا آیا۔ وہاں حضرت نوشہ صاحب تو کشتی پر سوار ہوگئے اور جب یہ صاحب کشتی پر سوار ہونے لگے تو پاؤں پھسل گیا اور دریا میں گر پڑے۔ کنارہ دریا سے ان کے اوپر اتفاقاً" ایک سل مٹی کی آپڑی۔ وہ اس کے نیچے آکر دب گئے۔ حضرت نوشہ صاحب بحالت استغراق آگے کو چلے گئے۔ بعد چالیس دن کے کسی خادم نے نوشہ صاحب کو کہا کہ یا مولا حضرت عبدالرحمان کو آج چالیس روز ہوئے ہیں کہ نظر نہیں آئے۔ آپ خیال باطن کر کے واپس اسی دریا پر تشریف لائے۔ دیکھا کہ اس جگہ سے پانی ہٹ گیا ہے اور زمین سفید پڑی ہے۔ حضرت نے اس جگہ کو کھدوایا۔ اس کے نیچے سے حضرت عبدالرحمان زندہ نکل آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمان تو تکالیف زمانہ سے پاک ہے۔ اس دن سے نام ان کا پاک رحمان مشہور ہوگیا۔

اور دوسرے پیر محمد سچیار۔ ان کا باعث وجہ تسمیہ بلفظ سچیار یہ ہے کہ ان کو حضرت نوشہ صاحب سے خدمت اسپ سپرد تھی اور وہ جان و دل سے ادائے خدمات میں مشغول رہ کر ہمیشہ پا برکاب رہا کرتے تھے۔ بعد چندے حضرت نوشہ صاحب کے صاحبزادے حضرت ہاشم دریا کی شادی در پیش آئی۔ جب بخانہ دختر والا پہنچے تو حسب دستور سکنائے پنجاب دختر والوں نے مبلغ ایک سو روپیہ لاگوں کا طلب کیا۔ حضرت کے پاس ایک روپیہ بھی موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام اپنے خادمان موجود سے روپیہ طلب کیا۔ سب کیسہ خالی نظر آئے۔ جب پیر محمد صاحب سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ جس قدر مطلوب ہو موجود ہے۔ یہ کہہ کر باہر آئے۔ منتظر رحمت الرحیم الرحمان ہوکر متفکر کھڑے ہورہے۔ اس عرصہ میں ایک زمیندار نے آکر عرض کی۔ کہ یا حضرت میری بیوی کو ایسی درد شکم ہے کہ امید زیست نہیں۔ یہ سن کر آپ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سودہ شفا پڑھ کر بیمار پر پھونکی۔ فی الحال بیمار نے شفا پائی (ص ۴۲۹) وہ زمیندار کہ مقدم اور بڑا مالدار تھا راضی ہوکر ایک سو روپیہ

Marfat.com

نقد اور ایک اسپ دلچسپ مع خلعت عمدہ حضرت سچیار کے آگے نذر گذارنا۔ آپ قبول فرما کر حضرت نوشہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت نوشہ وہ روپیہ لے کر بہت خوش ہوئے اور اس حالت میں ان کو خطاب سچیار یعنی راست گو بخشا۔ فقط۔

دو فرقے

اب اس فرقہ نوشاہیہ میں دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ سچیاری' اور دوسرا پاک رحمانی۔ فرقہ پاک میں یہ رقم ہے کہ بوقت سماع شخص حالت رسیدہ کو اٹھا کر الٹا لٹکا دیتے ہیں اور باعث لٹکانے کا یہ بتلاتے ہیں کہ حضرت پاک رحمان صاحب کے مزاج پر مستی بہت غالب تھی۔ وہ ہمیشہ مست رہا کرتے تھے۔

اور حضرت سچیار صاحب متشرع تھے۔ ان کے سلسلہ میں الٹا کر کے نہیں لٹکاتے۔

وفات اور عرس

وفات حضرت نوشہ صاحب کی پنجم ربیع الاول کو واقع ہوئی ہے۔ مگر مقام تعجب ہے کہ عرس ان کا ان کے مزار پر اس روز نہیں ہوتا اور بالعوض اس کے اسی تاریخ بحساب ماہ قمری بمقام خانقاہ حضرت سچیار صاحب جو بمقام نوشہرہ باآں رویے دریائے جناب ضلع گجرات واقع ہے' بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور چونکہ روز وفات حضرت بحساب شمسی نویں ماہ جیٹھ کی تھی اس تاریخ برار پاک رحمان صاحب موضع بڑھی شاہ رحمان میں جو متصل شیخوپورہ ہے عرس حضرت کا ہوتا ہے اب ہزار ہا بلکہ لاکھ ہا مخلوقات اکثر بے علم سلسلہ نوشاہیہ میں مرید ہے۔

سماع میں بہت بہت بدعتیں کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانے میں یہ سلسلہ مقام خندہ بن رہا ہے۔ مگر حضرت نوشہ صاحب اور سچیار صاحب اور شاہ رحمان بڑے بزرگ اولیائے کامل تھے۔

(ص ۴۲۹) بروز عرس مرزا محمد بیگ بھنڈارا فقرا کرتے ہیں۔ اکثر فقرائے نوشاہیہ جمع ہوتے ہیں اور سرور و قوالی بھی ہوتی ہے۔ بروز میلہ زمینداران مواضعات گرد و نواح بھی خدمت سجادہ خانقاہ کرتے ہیں۔

معافیات

اس خانقاہ کے متعلقہ زمین مزروعہ ۱۷ کنال مع چاہ چرخ چوب گوشہ گنی خانقاہ میں تا

Marfat.com

قیام خانقاہ معاف ہے۔

۱۵۔ حضرت شاہ شمس الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۳٦٦) یہ حضرت بڑے سعید سید حسینی تھے۔ اور نہایت ولی کامل (ص ۳٦۷) یہ حضرت خادم ان حضرت شاہ ابو اسحاق کے ہیں' جن کا روضہ موضع مزنگ زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔ یہ حضرت پیر بھائی حضرت شاہ بلاول ہیں۔ سلسلہ آپ کا قادریہ۔ شجرہ ان کا ذکر حضرت بلاول میں تحریر ہوچکا ہے۔

(ص ۳٦٦) وفات ان کی بروز چہار شنبہ گیارھویں رجب المرجب ۱۰۲۱ میں واقع ہوئی۔

(ص ۳٦۷) بوقت تصنیف کتاب ہذا جو ایک قطعہ تاریخ مفتی غلام سرور لاہور نے بامید اندراج پیش کیا۔ سو بجنسہ درج ذیل ہے۔

جناب شاہ شمس الدین شہ دین
کہ بود او عالم و عامل مکمل
عجب سال و صالش گشت روشن
ز شمس الدین شہ کامل مکمل
۱۰۲۱

۱٦۔ حضرت میراں سید محمد شاہ موج دریا بخاری قدس سرہ

(ص ۸۲) اور حال ان حضرت کا یہ ہے کہ یہ حضرت اولاد حضرت میر سید جلال الدین المشہور بامیر سرخ ہیں اور اچ میراں میں ان کا مزار ہے۔

یہ حضرت بھی اچ میں تشریف رکھتے تھے اور بزھد و ورع و تقویٰ و کرامت میں مشہور اور سجادہ نشین خانقاہ عالی جاہ اپنے اجداد بزرگوار کے تھے۔

لاہور میں تشریف آوری

اور باعث تشریف لانے ان کا لاہور میں یہ ہوا کہ اکبر بادشاہ کو مہم قلعہ چتوڑ گڑھ درپیش ہوئی اور بہت سے امیران بادشاہ وہاں پہنچے لیکن قلعہ مفتوح نہ ہوا۔ آخر خود اکبر بادشاہ وہاں پہنچا اور ہرچند سعی کی فتح قلعہ ممکن نہ تھی۔ آخر نجومیوں سے پوچھا کہ یہ قلعہ فتح نہیں ہوتا بتاؤ کہ فتح اس قلعہ کی کس شخص کے نام ہے؟ تو نجومیوں نے بیان کیا کہ حضرت میراں محمد شاہ موج دریا سید بخاری کے اچ میں رہتے ہیں۔ وہ اگر آویں تو یہ قلعہ

Marfat.com

ان کے نام سے فتح ہوگا۔ اس واسطے اکبر نے معتبر اپنے بھیج کر ان کو طلب کیا اور سانڈھنی سواری کے واسطے بھیجی۔ جب وہ لوگ حضرت کی خدمت میں پہنچے اور عرض اکبر بادشاہ کی بیان کردی' تو آپ نے فرمایا کہ تم سانڈھنی لے کر چلو ہم آپ ہی چتوڑ گڑھ پہنچ جاویں گے۔ وقت چلنے کے انہوں نے تشریف آوری حضرت کا دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا: کہ جس روز تم داخل لشکر بادشاہ ہوگے اس روز بڑی آندھی آوے گی اور تمام ڈیرے اور قناتیں گر جائیں گی اور مشعلیں اور چراغ سب لشکر کی گل ہوجائیں گی مگر ایک چراغ ہمارے ڈیرہ کا روشن ہوگا اور اس چراغ کے پاس ہم بیٹھے ہونگے۔

غرض جب وہ لوگ چتوڑ گڑھ پہنچی اور پیغام حضرت کا بادشاہ کے پاس عرض کیاتو سر شام سخت اندھیری آئی اور تمام خیمے اور شامیانے گر پڑے اور مشعلیں اور چراغ بسبب شدت ہوا کے گل ہوگئے۔ اس وقت بادشاہ حسب وعدہ حضرت کے درپے تلاش ان کے ہوا' تو دور سے ایک چراغ نظر آیا۔ تو بادشاہ پا برہنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض تسلیم (ص ۸۳) کی ۔ حضرت نے فرمایا: کہ جاؤ کل کو قلعہ فتح ہو جائے گا۔

دوسرے روز حضرت خود بھی علی الصبح قلعہ کے پاس تشریف لے گئے اور تین بار باواز بلند اسم مبارک اللہ زبان مبارک سے فرمایا۔اسی وقت قلعہ مفتوح ہو گیا۔ بعد اس کے حضرت نے ارادہ مراجعت بطرف اچ فرمایا تو اکبر بادشاہ نے عرض کی کہ حضرت اب میرے پاس رہیں ۔ میں آپ کا خادم ہوں اور اس ملک میں جہاں مرضی مبارک ہو تشریف رکھیں ۔ بعد رد و کد آپ نے رہنا لاہور کا قبول کیا اور بمقام لاہور تشریف لائے ۔ اور بنائے خانقاہ اور حویلیوں کی روبروے خود کرائی۔

اور اکبر بادشاہ نے لاکھ روپیہ کا علاقہ قبالہ وغیرہ میں براہ صدق و ارادت ان کو جاگیر میں عطا کیا ۔ چنانچہ فرمان عطائے جاگیر مہری و دستخطی اکبر بادشاہ اب تک حضرت کی اولاد کے پاس موجود ہے ۔ اگر سرکار دیکھنا چاہے تو وہ لوگ دکھلا سکتے ہیں۔

لنگر خانے

اور جس قدر روپیہ جاگیر کا حاصل ہوتا تھا۔ حضرت فقرا اور مساکین کی خدمت میں صرف کر دیتے تھے ۔اور تین جگہ لنگر حضرت کا جاری تھا۔ ایک تو لاہور میں جو اب تک متصل مزار لنگر کی جگہ مشہور ہے ۔ دوسرے بمقام خان فتا متصل بٹالہ' تیسرے بمقام وسیاں والا علاقہ بٹالہ میں ۔ چنانچہ بھنڈارے اور مودی ان کے لنگر کے خدمت گار جو تھے ان کی اولاد اب تک موجود مشہور ہے ۔ اور یہ ہی لوگ مہتمم لنگر کے تھے ۔

Marfat.com

خوارق

(ص ۸۳) اور کراماتیں ان کی اکثر مشہور ہیں ۔ چنانچہ ایک کرامت مشہور یہ ہے (ص ۸۴) کہ امیران اکبر بادشاہ نے ان سی کہا کہ آپ نے اس قدر جاگیر کثیر ایک سید فقیر کو دے دی ہے ۔اگر اس قدر جاگیر بہت لوگوں کو تقسیم ہو کر دی جاتی تو خلق کثیر کا اس جاگیر میں گزارہ ہونا ممکن تھا۔اب جو ایک ہی شخص کو اس قدر زر و جاگیر ملتی ہے تو اس سے اور بہت لوگ کہ شریف اور خاندانی ہیں محروم رہ جاتے ہیں۔ اکبر نے جواب دیا : کہ ان حضرت کو اوروں سے کیا نسبت ہے 'کیونکہ یہ حضرت صاحب عرفان اور کرامت ہیں ۔ امیروں نے عرض کی کہ اگر ہم آپ کوئی کرامت حضرت کی بچشم خود دیکھیں تو یقین کریں ۔ اکبر نے کہا: کہ کیا مضایقہ ہے جو کرامت چاہو حضرت دکھلاویں گے ۔ تب امیروں نے کہا یہ بات مشہور ہے کہ جو سید حسی نسبی ہو آگ میں نہیں جلتا۔ اگر آپ سید ہیں تو آگ میں جاویں ۔ اگر نہ جلینگے تو ہم معتقد ہوں گے کہ آپ سید اور ولی صاحب کرامت ہیں ۔

حضرت نے قبول فرمایا اور قلعہ ء شاہی میں ایک بڑا تنور آہنی گرم ہوا ۔ جب حضرت کے صاجزادہ سید شہاب الدین نے سنا کہ آج قلعہ شاہی میں حضرت کے واسطے تنور گرم کیا گیا ہے تو آپ بھی قلعہ کی طرف گئے۔ سپاہیان محافظ دروازہ قلعہ نے اندر نہ جانے دیا تو فی الفور آپ بصورت شیر متمثل ہو گئے اور اسی صورت سی اندرون قلعہ دربار شاہی میں پہنچے اور اکبر کی طرف طمانچہ اٹھایا۔اکبر خوف ناک (خوف زدہ) ہوا اور حضرت سے پناہ مانگی۔ حضرت نے آواز دی : کہ اے شہاب الدین کیا تو نہرہ ہو گیا؟ فقیروں کو ایسی گرمی نہیں چاہئے۔ یہ سن کر آپ اصلی شکل پر آئے ۔ عرض کی کہ یا حضرت امیران اکبر اور اکبر آپ سے کرامت چاہتے ہیں کہ آپ اس میں جاویں۔ اول بندہ جو فرزند آپ کا ہے تنور میں جاتا ہے ۔ اگر مجھ کو آگ کی تاثیر ہو گئی تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ خود تنور میں جاویں ۔ حضرت نے فرمایا کچھ حاجت نہیں کہ تم اور ہم تنور میں جاویں ۔ بلکہ یہ کرامت ایک ادنی خادم سادات سے سر زد ہو سکتی ہے ۔ یہ بات کہ کر آپ نے فرید خدمت گار اپنے جو خدمت باورچی اور وضو کرانے پر مقرر تھا ارشاد کیا کہ تنور میں جاؤ۔ میاں فرید یہ ارشاد سنتے ہی اللہ اکبر کہ کر آگ میں کود کر مشغول بذکر الہٰی ہوا۔ یہ حال دیکھ کر امیران اکبر نہایت نادم ہوئے اور تنور پر جمع ہو کر ہر چند میاں فرید کو آواز دی کہ باہر آوے مگر وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا تھا۔ آخر الامر حضرت کی خدمت میں آکر ملتجی ہوئے کہ حضرت خود شیخ فرید کو آواز دیں کہ وہ تنور سے باہر آوے۔ حضرت نے اس کو آواز دی۔ فی

Marfat.com

الحال وہ باہر آ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔

اور نہر بزبان ہندی شیر کو کہتے ہیں۔ جس روز سے حضرت سید شہاب الدین بشکل شیر مبدل ہوئے (ص ۸۵) اس روز سے بخطاب شہاب الدین نہرہ مشہور ہوئے اور کمترین خود اس روضہ پر گیا اور یہ سب حال زبانی سید حسین شاہ بن سید پیر شاہ جو اولاد سید صفی الدین سے لاہور میں رہتے ہیں اور اصغر علی اولاد سید شہاب الدین نہرہ سے دریافت کر کے درج کتاب کیا اور باقی اولاد سید شہاب الدین نہرہ کی بمقام بٹالہ سکونت پذیر ہیں۔

حرم

(ص ۸۵) زوجہ حضرت موج دریا بخاری کی مسمی بہ بیوی وڈی' خاندان سادات گیلانی' بیٹی حضرت سید عبدالقادر ثالث کی' جن کا مزار اندرون مقبرہ حضرت شاہ چراغ کے ہے' تھی۔ (ص ۳۱۱) اور بیوی وڈی صاحبہ کا اصلی نام بی بی فاطمہ بنت عبدالقادر ثالث ہے اور وہ بڑی عابدہ اور زاہدہ اور صاحب کمالات ظاہری و باطنی تھیں۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ نے چادر اپنی دھوئی اور چاہا کہ چادر کو دھوپ میں ڈالیں چونکہ صرف تین گھڑی دن باقی تھا۔ دھوپ صحن میں نہ تھی' مگر ایک درخت بیری کا آپ کے دولت خانہ میں تھا' صرف اس کے سر پر دھوپ تھی چونکہ ڈالنا چادر کا درخت پر سوائے اس کے کہ کوئی درخت پر چڑھ کر ڈالے ممکن نہ تھا' اور گھر میں سوائے آپ کے دوسرا نہ تھا' اس واسطے بحالت لاچاری خود درخت کے پاس جاکر فرمایا کہ اے درخت مجھ کو ضرورت ہے کہ چادر تجھ پر ڈالوں۔ تو ذرا اپنے سر کو نیچا کر۔ درخت فی الفور پست ہوگیا اور آپ نے اس پر چادر ڈالی۔ جب چادر ڈال چکے تو پھر وہ درخت اونچا ہوگیا۔ چونکہ وہ درخت خانقاہ حضرت موج دریا بخاری کی سے نظر آتا تھا حضرت موج دریا بخاری وہ چادر بالائے درخت سوکھتی ہوئی دیکھ کر غصہ میں آئے اور جانا کہ حضرت بیوی وڈی صاحبہ کے سوا گھر میں کوئی اور نہیں وہی درخت پر چڑھی ہونگی۔ اور چادر درخت پر ڈالی ہوگی۔ یہ سوچ کر گھر میں آئے اور بیوی وڈی صاحبہ سے بحالت غضب فرمایا: کہ یہ ستر داری تھی جو تم سے ظہور میں آئی؟ درخت پر چڑھ کے جو تم نے چادر سوکھنے کو ڈالی ہوگی تو ضرور تم کو باہر والے لوگوں نے دیکھا ہوگا یہ سن کر حضرت بیوی وڈی صاحبہ متبسم ہوئیں اور فرمایا: کہ یا حضرت! ہمارے آباؤ اجداد کی یہ رسم نہیں کہ عورت درخت پر چادر ڈالنے کو درخت کے اوپر چڑھے' بلکہ یہ درخت حکم اللہ سے پست ہوگیا تو ہم نے اس پر چادر ڈالی۔ حضرت موج دریا بخاری نے یہ سن کر فرمایا: کہ اچھا اگر آپ کو یہ بیان راست ہے تو جس طرح چادر درخت پر تم نے ڈالی ہے اسی

Marfat.com

طرح سے اتارو۔ یہ بات سن کر حضرت بی بی درخت کے پاس (ص ۳۱۲) گئیں اور فرمایا: کہ اے درخت! جس طرح پر آگے خدا کے حکم سے تو سربزمین ہوا تھا اسی طرح اب پھر نیچا ہوجا کہ ہم اپنی چادر تیرے اوپر سے اتار لیں۔ بمجرد فرمانے کے درخت پست ہوگیا اور بیوی وڈی صاحبہ نے اپنی چادر درخت کے اوپر سے اتار لی اور موج دریا بخاری صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ ہر قوم میں اشخاص عام و خاص ہوتے ہیں اور یہ کرامات ہم کو ورثہ اپنے اجداد کرام کا ہے۔ ایسی خفگی فرمانا لازم نہیں تھا۔ ازانجا کہ بیوی صاحبہ حضرت کی خفگی سے رنجیدہ ہوئی تھیں۔ آپ نے بحالت خفگی فرمایا: کہ آئندہ آج تاریخ سے رشتہ فی مابین سادات بخاری و گیلانی نہ ہوا کرے۔ چنانچہ اس روز سے فی مابین سادات گیلانیاں و بکاریاں رشتہ داری موقوف ہوگئی اور آج تک موقوف ہے۔

(ص ۸۵) اور اس کے بطن عفت سے مسمیان سید صفی الدین و سید بہاؤ الدین صاحبزادہ حضرت کے متولد ہوئے۔

دوسری شادی

بعدازاں حضرت موج دریا بخاری نے نکاح ثانی کسی راجہ مسلمان کی لڑکی سے کیااور اسی بی بی منکوحہ کو گھر میں لے آئے۔ بی بی صاحبہ کلاں کو نکاح ثانی حضرت کا ناگوار گذرا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اگرچہ بموجب اجازت شرع شریف کے آپ کو نکاح ثانی کا اختیار تھا' کچھ جائے شکایت نہیں لیکن میں نہیں چاہتی ہوں کہ یہ بی بی آپ کی میرے گھر میں رہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس کو علیحدہ رکھیں۔ پس حضرت نے حسب رضا بڑی بی بی کلاں کے اس بی بی کو بمقام بٹالہ بھیج دیا اور اسی مقام میں ان کے واسطے حویلیاں تعمیر کرائیں اور بی بی صاحبہ خرد وہاں رہنے لگی اور خود حضرت کبھی بٹالہ میں اور کبھی لاہور میں رہتے تھے۔ پس اس بطن سے حضرت سید شہاب الدین نہرہ پیدا ہوئے کہ ولی کامل و شیخ مکمل تھے اور وہ اور ان کی اولاد بٹالہ میں رہے کہ آج تک وہاں آباد ہے۔ بلکہ واقعہ وفات حضرت موج دریا کا بھی بمقام خان فتا کہ بفاصلہ سہ کروہ بٹالہ سے ہے' واقع ہوا کہ آج تک بمقام لحدہ جہاں آپ کو غسل دیا گیا' قبر بنی ہوئی ہے اور لوگ اس جگہ کو بھی متبرک جانتے ہیں۔

مقبرے کی تعمیر

(۸۳) اور یہ مقبرہ حسب درخواست اکبر بادشاہ کے بعین حیات حضرت کے تعمیر ہوا۔

Marfat.com

اگرچہ حضرت نہیں چاہتے تھے کہ مقبرہ بنواویں لیکن اکبر نے بجد ہو کر یہ مقبرہ حضرت کے واسطے بنوایا۔

وفات

(ص ۸۵) وفات آپ کی تاریخ ۱۷ ماہ ربیع الاول ۱۰۱۳ ایک ہزار تیرہ ہجری قبل از فوت اکبر بادشاہ ایک سال وقوع میں آئی۔ چنانچہ مفتی غلام سرور صاحب نے حال ان کا فقیر سے لے کر درج کتاب خود فرمایا اور یہ تاریخ ان کی تصنیف بطور یادگار لکھتا ہوں۔ قطعہ تاریخ

حضرت میراں محمد شاہ خلد
موج دریای سخا عین الیقین
سہروردی پیر شیخ باصفا
بود بحر فیض بر روی زمین
زین جہان مجلس حزن و ملال
گشت چون اندرا ارم منزل گزین
گشت سرور سال تر حیلش عیان
از محمد شاہ میران میر دین
۱۰۱۳ ہجری

(ص ۸۵) بعد وفات نعش مبارک آپ کی سید صفی الدین صاحبزادہ کلاں آپ کے لاہور میں لے آئے اور بمقام خانقاہ روضہ عالیہ میں دفن کیا۔

عرس

(ص ۸۶) سال بھر میں ایک دفعہ عرس حضرت موج دریا بخاری کا بتاریخ ۱۷ ربیع الاول ہوتا ہے۔ رات کو چراغاں اور بھنڈارہ اور صبح کو مجلس ناچ طوایفاں و سرود قوالاں ہوتا ہے اور تماشا بین اور معتقد لوگ شب باش ہوتے ہیں۔

اور زبانی اشخاص معتبر اور حضرت کی اولاد کے دریافت ہوا کہ سابق بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ مدت بھر چالیس روپیہ ماہیانہ اس خانقاہ کا مقرر رہا اور سوائے ماہیانہ مقرر کے مہاراجہ صاحب اور بھی ہمیشہ نذر و پیشکش بھیجتے تھے۔

اولاد حضرت موج دریا بخاری

Marfat.com

(ص ۳۴۹) اور نیز زبانی بڈھے شاہ سجادہ نشین حال حضرت موج دریا بخاری کی معلوم ہوا کہ حضرت موج دریا بخاری کے دو قبیلہ تھے۔ ایک بیوی وڈی صاحبہ اور دوسری مائی نورنگ بی بی۔ مائی بیوی وڈی صاحبہ سے ایک بیٹا سید صفی الدین صاحبزادہ کلاں پیدا ہوا اور مائی نورنگ بی بی سے دو فرزند ہوئے' ایک شاہ شہاب الدین نہرہ اور دوسرے سید بہاؤ الدین جو لاولد مر گئے۔

اور شاہ شہاب الدین نہرہ کے یہاں دو لڑکے پیدا ہوئے (ص ۳۵) ایک سید مصطفیٰ اور دوسرے سید سلطان۔ سید سلطان لاولد اور سید مصطفیٰ کے یہاں ایک فرزند اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ فرزند کا نام سید فتح علی اور صاحبزادیاں ایک بی بی حاج اور دوسری بی بی تاج اور تیسری بی بی نور۔ فقط۔

بی بی حاج سید نظام الدین ولد زین العابدین بن علم الدین بن سلطان بن سید جلال الدین سے کد خدا ہوئی اور اس کے بطن سے حضرت سید نظام الدین پیدا ہوئے اور سید نظام الدین کے ہاں حضرت سید یار شاہ جن کے ہاں تین بیٹے ہوئے۔ ایک سید جہانگیر' اور دوسرا سید کبیر' اور تیسرا سید نبی شاہ۔ اور سید جہانگیر کے دو فرزند ایک سید بالی شاہ' اوردوسرا شمس الدین شاہ۔ سید بالی شاہ لاولد گئے اور سید شمس الدین کے ہاں تین بیٹے ہوئے۔ ایک سید صدر الدین دوسرا سید شرف الدین' تیسرا سید قطب شاہ' سید صدر الدین کا فرزند گامی شاہ لاولد گیا اور سید قطب شاہ بھی لاولد اور سید شرف الدین کے ہاں ایک بیٹا سید کبیر شاہ اور سید کبیر شاہ کے یہاں پانچ بیٹے۔ ایک رحمت شاہ' دوسرا سید قمرالدین' تیسرا بدر الدین' چوتھا قطب شاہ' پانچواں علم الدین۔ علم الدین لاولد اور رحمت شاہ کا ایک فرزند کرم علی شاہ جس کے دو بیٹے۔ ایک مدد علی' دوسرا محمد شاہ موجود اور سید قمرالدین کے دو بیٹے۔ ایک فرزند علی' دوسرا اکبر علی۔ فرزند علی کے ایک صاحبزادی حسن بی بی موجود اور بدر دین شاہ کے دو بیٹے۔ ایک بڈھے شاہ' دوسرا سید احمد شاہ جو موجود ہیں اور قطب شاہ کا ایک بیٹا حیدر شاہ موجود ہے۔ بڈھے شاہ اپنی نسبت اس طرح سے حضرت موج دریا بخاری سے ملحق کرتا ہے۔

حال سجادہ نشینی

اور حال سجادہ نشینی اس خاندان کا یوں کہتا ہے کہ حضرت موج دریا بخاری صاحب نے بحین حیات اپنے صاحبزادہ کلاں سید صفی الدین کو سجادہ نشین مقرر کی اور معافیات لاہور

Marfat.com

مع مریدان این نواح ان کے سپرد کیں اور جاگیر قصبہ بٹالہ و مریدان آں نواح حضرت سید شہاب الدین نہرہ کے سپرد فرمائی۔ بعد حضرت موج دریا بخاری کے سید صفی الدین سجادہ نشین ہوئے اور بعد ان کے صاجزادے حضرت حسن شاہ اور بعد ان کے قمر شاہ اور بعد ان کے سید حیات شاہ اور بعد ان کے شاکر شاہ۔ شاکر شاہ کے پانچ فرزند ہوئے۔ ایک سید پیر شاہ، دوسرا فتح علی، تیسرا قربان علی، چوتھا سید محمد علی، پانچویں سید حیات شاہ۔ فتح علی، قربان علی اور محمد علی لاولد گئے اور حیات شاہ کے ہاں دو فرزند ہوئے۔ ایک مکھن شاہ، اور دوسرا اسماعیل شاہ۔ مکھن شاہ لاولد گیا اور اسماعیل شاہ کے یہاں ایک دختر عصمت بی بی ہوئی۔ مگر وہ بھی لاولد رہی۔ اس نے بحسرت تمام بباعث لاولدی مسمی سید رحمت شاہ کو اپنا متبنی کر کے قائم مقام بنایا اور ہبہ نامہ کل جائیداد کا لکھ دیا۔ پھر تو سید رحمت شاہ متدعوی سجادہ نشین ہو بیٹھا۔

اور پیر شاہ کے ہاں پانچ فرزند ہوئے۔ ایک سید شیر علی، دوسرا محمد علی، تیسرا عبداللہ شاہ، چوتھا سید محمود، پانچواں (ص ۳۵۱) غلام شاہ، اور ایک دختر بیوی سیدن۔ یہ سب لاولد رہے۔ ان میں سے سید غلام شاہ اور بی بی سیدن نے بھی ہبہ سجادہ نشینی کا بنام رحمت شاہ کردیا اور رحمت شاہ کہتا تھا کہ میں اولاد سید جلال الدین حیدر اور آل سید شہاب الدین نہرہ سے ہوں۔ بعد رحمت شاہ کے اس کا بیٹا کرم علی شاہ سجادہ نشین رہا۔ اب اس کے مسمی مدد علی شاہ اور محمد شاہ سجادہ نشین ہیں اور تاحال اسی (۸۰) بیگھ زمین معافی سرکار بنام سجادہ نشینان موضع مزنگ ضلع و تحصیل لاہور واگذار ہیں۔

یہ حال تو سید بڈھے شاہ اور مدد علی شاہ نے جو سجادہ نشین بن بیٹھے ہیں لکھایا۔ مگر خاص سیدان بخاری اولاد حضرت موج دریا بخاری میں سے جو اب فی زمانا سمیان سید اصغر علی شاہ و مراد علی شاہ و ناد علی شاہ و جیوے شاہ و مسمی حسین شاہ لاہور میں اور ماسوا اس کے بٹالہ میں موجود ہے، جو حال زبانی ان کے معلوم ہوا وہ بھی بجنسہ درج ذیل ہے۔ فقط۔

دوسرا بیان

(ص ۳۵۲) اور جو شجرہ کہ حضرت موج دریا بخاری کا سید بڈھے شاہ نے اوپر تجویز کرایا ہے اس کو حضرت موج دریا بخاری صاحب کی اولاد تصدیق نہیں کرتی اور کہتے ہیں کہ بڈھے شاہ اولاد حضرت سید جلال الدین برادر حضرت موج دریا سے ہے اس کو ہمارے شجرہ کی کیا خبر۔ اور نیز ان کو غاصب السجادہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو ہبہ نامہ وہ مائی سیدن کی طرف سے پیش کرتے ہیں وہ بھی ایسے معاملات یعنی چڑھاوہ مزارات پر جو بطور وقف ہوتا

Marfat.com

ہے جائز نہیں مگر انہوں نے براہ سینہ زوری حکام کو دھوکا دے کر حق ان کا چھین لیا ہے۔ اب سید جیوے شاہ نے بٹالہ سے شجرہ محققہ طلب فرما کر اس راقم کو دیا سو درج ذیل ہوتا ہے اور اس شجرہ کو سب سادات قبول کرتے ہیں اور صحیح و درست کہتے ہیں۔

شجرہ محققہ حضرت موج دریا بخاری

کہ جناب علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت سید الکونین امام حسین رضی اللہ عنہ اور (ص ۳۵۳) ان کے صاحبزادے حضرت زین العباد رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند دلبند حضرت امام باقر اور ان کے حضرت امام جعفر صادق اور ان کے حضرت امام موسیٰ کاظم اور ان کے حضرت امام علی موسیٰ رضا اور ان کے حضرت امام تقی اور ان کے حضرت امام نقی اور ان کے حضرت جعفر ثانی اور ان کے حضرت علی اصغر اور ان کے دو صاحبزادے۔ ایک تو حضرت سید اسماعیل جد سادات بھاکریاں اور دوسرے سید عبداللہ جد سادات بخاریاں اور حضرت سید عبداللہ کے صاحبزادے سید احمد اور ان کے سید محمود اور ان کے سید محمد اور ان کے سید جعفر اور ان کے سید علی اور ان کے سید شیر شاہ شریف اللہ المشہور سید جلال الدین سرخ اور ان کے سید احمد کبیر او ران کے سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گرد اور ان کے سید ناصر الدین اور ان کے سید علم الدین اور ان کے سید جلال الدین اور ان کے سید علم الدین ثانی اور ان کے سید نظام الدین اور ان کے سید صفی الدین اور ان کے میراں محمد شاہ موج دریا بخاری علیہ رحمتہ اللہ الباری اور ان کے تین صاحبزادے ہوئے دو شکم بیوی وڈی صاحبہ سے یعنی ایک سید صفی الدین اور دوسرے سید بہاؤ الدین اور شکم بی بی نورنگ سے سید شہاب الدین نہرہ پیدا ہوئے۔

اول حال اولاد سید صفی الدین تحریر ہوتا ہے

کہ ان کے تین صاحبزادے ایک سید عبدالرحیم دوسرے سید حسن تیسرے سید حسین۔ سید حسن اور سید حسین دونوں لاولد گئے اور سید عبدالرحیم کے دو صاحبزادے ایک سید محمد شاہ دوسرے سید زند علی المشہور زندہ امام۔

سید زند علی

(ص ۳۵۱) حضرت زند علی نبیرہ موج دریا کا حال احوال حضرت موج دریا بخاری میں تحریر ہوچکا ہے، مگر اب حال ولادت و وفات معلوم ہوا۔ سو تحریر کرتا ہوں کہ ولادت حضرت

Marfat.com

زند علی کی ایک ہزار پچاس میں۔

(ص ۸۶) وہ بھی بڑے ولی صاحب کرامت ہیں۔

اور شرق رویہ اس مقبرہ کے پار سڑک کے جو موضع مزنگ کو جاتی ہے ایک چھوٹا سا چبوترہ موجود ہے اس پر مزار حضرت زند علی بن سید عبدالرحیم بن سید صفی الدین بن حضرت موج دریا بخاری کی ہے اور مشہور ہے کہ اول اس نواح میں پانی کھارا ہوتا تھا تو ٹوڈا و بوڈا خادمان حضرت زند علی نے حضرت سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو ہم چاہ جدید بنوادیں، لیکن اگر آپ دعا کریں تاکہ پانی میٹھا نکلے۔ آپ نے اجازت دی اور فرمایا کہ کنواں کھدواؤ۔ انشاء اللہ پانی میٹھا نکلے گا۔ چنانچہ اول اسی چاہ سے پانی میٹھا نکلا۔ اور پھر رفتہ رفتہ تمام نواح کا پانی میٹھا ہوگیا۔

(ص ۳۵۱) اور وفات سن ایک ہزار ایک سو گیارہ میں واقع ہوئی۔ اور تاریخ وفات حضرت زند علی امام کی یہ ہے۔

آنکہ زندہ امام سادات است
بود (ص ۳۵۲) آل نبی خیر انام
سال تاریخ رحلت آن شاہ
ہست افضل ولی و زندہ امام

سید محمد شاہ اور سید زند علی کی اولاد

(ص ۳۵۳) محمد شاہ کا ایک صاحبزادہ سید علی اور اس کے دو صاحبزادے ایک سید احمد لاولد دوسرے سید محمد المشہور سیدن شاہ۔ ان کے سید باغ علی پھر ان کے ہاں چار بیٹے۔ ایک فیض شاہ لاولد اور لطف شاہ فرزند دوم بھی لاولد، تیسرے رحمت شاہ، چوتھے نور علی شاہ۔ رحمت شاہ کے ہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک سید امیر شاہ، دوسرے پیر شاہ۔ امیر شاہ کے بعد ان کا بیٹا چراغ شاہ لاولد گیا اور پیر شاہ کے یہاں پانچ بیٹے ہوئے۔ اول ہدایت شاہ لاولد، دوسرا غیاث شاہ لاولد، تیسرا علی شاہ لاولد، چوتھا سید حسین شاہ موجود۔ فقط۔

اور سید عبدالرحیم بن صفی الدین بن موج دریا بخاری کے دوسرے صاحبزادے سید زند علی المشہور زندہ امام کے دو صاحبزادی۔ ایک سید اچھا شاہ، دوسرے جد شاہ، سو دونوں لاولد گئے۔ فقط۔

سید بہاؤ الدین بن موج دریا بخاری

Marfat.com

اور سید بہاؤ الدین بن موج دریا بخاری کے تین صاحبزادے ایک سید نظام' دوسرے میر مومن' تیسر سید صادق علی- سو تینوں لاولد رہے- فقط-

احوال حضرت شاہ شہاب الدین نہرہ

(ص ۳۵۱) تاریخ تولد شاہ شہاب الدین نہرہ کی سن نو سو چوسٹھ اور جو قطعات تاریخ تولد و وفات حضرت شاہ شہاب الدین نہرہ کے مفتی غلام سرور صاحب نے' باامید اندراج کتاب ہذا حسب تحقیقات بندہ عنایت کئے' سو درج ذیل ہیں- تاریخ ولادت-

چو بر روی زمین شدہ پر تو افگن
بشکل ماہ شہاب الدین نہرہ
چون جستم سال تولیدش ز ہاتف
بگفتا شاہ شہاب الدین نہرہ

بچپن

(ص ۳۴۷) حال ان کا زبانی سید اصغر علی شاہ جو اولاد سید شہاب الدین نہرہ سے ہیں- (اور وجہ تسمیہ اسم نہرہ کا حالحضرت موج دریا بخاری میں مفصل تحریر کرچکا ہوں) یوں معلوم ہوا کہ جب یہ حضرت سید شہاب الدین نہرہ خلف حضرت موج دریا بخاری بعمر چار ماہ چار روز کے ہوئے تو حسب دستور شرع محمدی کے والد ان کے ان کو واسطے تحصیل علم ظاہری کے حوالہ ایک معلم مسمی فضل رسول لاہوری کے کیا- جب استاد پڑھانے لگا تو استاد نے کہا- کہو الف- آپ نے فرمایا کہ الف- پھر اس نے کہا- کہ آگے کہو بے- آپ چپ رہے اور کچھ نہ بولے- پھر اس نے کہا کہ پڑھو- تو بھی آپ چپ رہے- الغرض استاد نے خفا ہوکر کہا- کہ پڑھو بے- آپ نے ناراض ہوکر ایک طمانچہ استاد کے منہ پر مارا اور فرمایا کہ اے بے وقوف استاد! ہم کو ایک ہی اللہ کا الف کافی ہے ہم بے سے واقف نہیں- استاد یہ ذکر سن کر حضرت موج دریا بخاری کے پاس گیا اور رنجیدہ ہوکر کہا کہ حضرت آپ کے صاحبزادے نے مجھ کو ایسا طمانچہ مارا ہے کہ میرے دانت ٹوٹ گئے ہیں اور الف سے زیادہ نہیں پڑھا- حضرت موج دریا بخاری نے یہ حال سن کر آپ کو بلوایا اور کہا کہ آپ سے یہ کیا حرکت ہوئی ہے کہ استاد (ص ۳۴۸) کو طمانچہ مارا ہے- آپ نے کہا کہ سچ ہے' ہم کو ایک الف اللہ کا کافی ہے اور ماسوا اس کے ہم کو سب علم حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ

Marfat.com

وجہ شکم مادر میں تعلیم فرما گئے ہیں۔ چنانچہ تمام قرآن شریف اسی وقت نوک زبان سنا دیا۔ اس سے حضرت موج دریا بہت خوش ہوگئے اور دوگانہ شکر کا ادا کیا اور استاد بھی حیران ہو کر چلا گیا۔

(ص ۳۴۸) اور نیز مشہور ہے کہ جب حضرت ممدوح کی عمر چودہ سال کی ہوئی تو ایک شخص سید شیر شاہ نامی گرامی سادات عظما سے تھا اور ہر جا وو ہر مقام میں سیر کرتا پھرتا تھا اور ہر سید کو کہتا پھرتا تھا کہ اگر تم سید ہو تو شیر کی سواری کرو۔ اور ایک زنجیر آہنی اور کلہاڑی چوبی اس کے پاس تھی۔ اس کی بابت کہا کرتا تھا کہ اس زنجیر آہنی کو اس کلہاڑی چوبی سے توڑ دو اور تنور گرم میں جاکر سلامت نکل آؤ۔ جب یہ امر کوئی نہ کرسکتا تو شیر شاہ اس کو قید کرلیتا تھا۔ اس خوف سے اکثر سادات سیادت سے منکر ہوجاتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ موضع چوند میں جو ضلع امرتسر میں ہے آپہنچا اور وہاں آکر یہ اشتہار دیا۔ تب حضرت بٹالہ میں تھے۔ حضرت یہ ذکر سن کر محلہ آوری چوک سے ایک شخص محمد رفیع آہن گر کو جو ان کے خاندان کا مرید تھا ہمراہ لے کر موضع چوند میں تشریف لے گئے۔ (آوری چونک ایک محلہ مسکونہ آہن گراں موضع بٹالہ میں مشہور ہے۔ اور آپ اندرون دروازہ ٹھٹھیاری ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ وہیں جان بحق تسلیم ہوئے ہیں اور تا حال اولاد ان کی وہیں رہتی ہے۔ اور مولد آپ کا بھی وہی محلہ ہے اور بعد وفات لاش مبارک کو غسل بھی وہیں ملا ہے۔ چنانچہ بمقام غسل وہاں مزار زیارت گاہ بنا ہوا ہے)۔ الغرض محمد رفیع آھن گر کو کہ ان کے خاندان کا مرید تھا ہمراہ لے کر موضع چوند میں تشریف لائے (ص ۳۴۹) وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ صدھا سادات باکرام اس نے مقید کئے ہوئے ہیں۔ جب لوگوں نے ان کو دیکھا تو عرض کی کہ صاحبزادہ جی آپ یہاں کیوں آئے ہو؟ واپس چلے جاؤ ورنہ یہ آپ کو بھی ہمارے ساتھ مقید کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ اللہ معنا۔ یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے بخوف اس کے ہم سیادت سے منکر کیونکر ہوں' کیونکہ قال علیہ الصلوۃ والسلام۔

لعنۃ اللہ علی خارج النسب و داخل النسب

یعنی لعنت ہے اس پر جو کسی کی نسب میں داخل ہو یا اپنی نسب سے نکلے۔ یعنی اگر کوئی سید نہ ہو اور سید کہلاوے یا سید ہو اور اپنی نسب کو چھپاوے تو وہ ملعون ہے۔ اس اثنا میں شیر شاہ بھی وہاں آگیا اور آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے فرمایا: کہ بابا یہ کیا معاملہ ہے جو تم سے وقوع میں آتا ہے؟ اس نے کہا کہ اگر آپ سید ہیں تو یہ تین سوال میرے پورے

Marfat.com

کریں۔ آپ نے فرمایا کہ امتحان فقرا کرنا اچھا نہیں ہوتا' آگے تیری مرضی۔ یہ کہ کر آپ شیر کے پنجرے کے پاس گئے اور شیر کو کان سے پکڑ کر باہر نکالا اور فرمایا کہ جاؤ جنگلوں میں سیر کرو۔ بعدازاں زنجیر آہنی پر کلہاڑی چوبی ماری۔ زنجیر فی الفور پاش پاش ہوگئی۔ پھر شیر شاہ کو کہا۔ کہ جلد تنور گرم کر اور اللہ سے عرض کی کہ یا الٰہی کرم کر۔ جب تنور خوب گرم ہوا تو آپ نے محمد رفیع لوہار اپنے خادم کو فرمایا کہ تو لوہار ہے اور تیرا آگ ہی سے سروکار ہے تو تنور میں جا۔ انشاء اللہ آتش تنور تیرے لئے گلزار ہے اور حضرت غفار تیرا حامی و مددگار ہے اس کے بحر کرم سے یہ نار تجھ کو آزار نہ دے سکے گی۔ الغرض وہ اس تنور میں کودا اور حضرت نے اوپر اس کے سبوچہ رکھ دیا اور آپ ایک دیوار پر جاکر بیٹھے اور اس سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے بھنڈریئے دو قدم تو بھی چل (اور بھنڈری زبان ملتانی میں بہن کو کہتے ہیں)۔ بموجب ارشاد وہ دیوار چند قدم چلی۔ شیر شاہ نے جب یہ کرامت دیکھی تو قدموں پر گرا اور خادم ہوا۔ بعد اس کے آپ نے اس کو حکم دیا کہ تمام سادات جو تیرے پاس قید ہیں ان کو حکم دے کہ جو اسباب تیرا ہے فی سبیل اللہ لوٹ کر لے جائیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب اس کے پاس صرف پارچات ملبوسہ رہ گئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی اتار کر تقسیم کردے اور واسطے ستر عورت کے ایک چٹائی کمر پر لپیٹ لے اور یہاں ہی بیٹھا رہ۔ اور اس کا ایک نظر سے کام تمام کردیا۔ یعنی وہ عارف کامل ہوگیا اور تمام عمر وہیں تارک الدنیا ہوکر بیٹھا رہا۔ چنانچہ اب تک مقبرہ اس کا وہاں موجود ہے۔

وفات

(ص ۳۴۸) اور حضرت کی وفات کا ذکر یوں بیان کرتے ہیں کہ واقعہ حضرت کا ۱۱ ماہ ذوالحجہ ۱۰۴۱ کو بمقام بٹالہ ہوا ہے۔

شب وفات آپ نے اپنے صاحبزادے شاہ مصطفیٰ کو فرمایا کہ ہم صبح کو فوت ہوجائیں گے۔ تم کو لازم ہے کہ جنازہ ہمارا بٹالہ سے اٹھا کر بطرف لاہور روانہ ہونا۔ پس جہاں ہمارا جنازہ رک جائے وہاں دفن کردینا۔ چنانچہ جب یہاں بمقام مزار موجودہ حال جنازہ آپہنچا تو رک گیا۔ مشہور ہے کہ ان ایام میں یہاں ہندو سادہ جوگی رہتا تھا۔ اسکو بعالم رویا حضرت کی طرف سے آگاہی ہوئی کہ تو یہاں سے دہلی چلا جا کہ یہاں ہمارا مقبرہ ہوگا۔ اس نے جواب میں عرض کی کہ بچشم چلا جاؤں گا' مگر امیدوار ہوں کہ زیارت جنازہ کی کرلوں۔ جب جنازہ آپہنچا تو ہندو فقیر باہر آیا اور زیارت جنازہ کی کر کے چلا گیا اور حضرت یہاں دفن ہوئے اور قبر خام تیار ہوئی۔ چونکہ آپ کے خادم بہت امیر امرا تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ حضرت

Marfat.com

کا مقبرہ عالی شان بنائیں تو آپ سے بعالم خواب ان کو حکم ہوا کہ خبردار ہماری قبر خام رہنے دو۔ پختہ نہ بناؤ۔ جو کوئی ہماری قبر پختہ بنائے گا تکلیف پائے گا۔

دوسرا بیان

(ص ۸۶) اور مزار حضرت سید شہاب الدین نہرہ صاجزادہ حضرت موج دریا (ص ۸۷) بخاری بمقام بھوگی وال ہوئی۔ اس کا یہ سبب ہے کہ انہوں نے بھی بمقام بٹالہ انتقال فرمایا تھا۔ صاجزادہ ان کے سید مصطفیٰ شاہ نعش مبارک ان کی بٹالہ سے بایں نیت لے آئے کہ ان کو اندرون روضہ حضرت کے دفن کریں۔ جب نعش کو لے کر لاہور میں پہنچے تو سید صفی الدین نے کہ ہنوز حیات تھے نہ مانا کہ نعش ان کی اندرون روضہ دفن ہو اور فرمایا کہ اس روضہ میں وہ ہی لوگ دفن ہونگے جو بطن عفت بی بی کلاں سے ہونگے۔ اور مکانات لاہور صرف ملک ان کا ہے۔ آخر بحالت ناچار سید مصطفیٰ شاہ نے ان کو بمقام بھوگی وال دفن کردیا۔

اور یہ سادات جو فی زمانا بھوگی وال میں رہتے ہیں اولاد سید سلطان جلال الدین حیدر برادر حقیقی موج دریا بخاری کے ہیں اور ان میں وہی اس مقام کی آمدنی کے مالک ہیں اور خاص حضرت سے کوئی سجادہ نشین نہیں۔

تاریخ وفات سید شہاب الدین نہرہ مصنفہ مفتی غلام سرور

(ص ۳۵۱) ماہ روی زمین شہاب الدین
شیخ اہل یقین شہاب الدین
عقل تاریخ انتقالش گفت
پیر نو شاہ دین شہاب الدین
۱۰۴۱

اولاد سید شہاب الدین نہرہ

(ص ۳۵۳) باقی رہے۔ حضرت شاہ شہاب الدین نہرہ بن موج دریا بخاری۔ سو ان کے پیچھے دو بیٹے رہے۔ ایک سید محسن سو لاولد گئے۔ دوسرے سید مصطفیٰ۔ ان کا ایک صاجزادہ سید فتح علی۔ ان کے دو صاجزادے ایک سید مشک علی دوسرے سید طٰہٰ۔

اول خال اولاد (ص ۳۵۴) سید مشک علی تحریر کرتا ہوں۔ کہ سید مشک علی کے پانچ

Marfat.com

صاجزادے ایک بخاری شاہ' دوسرے دیدار شاہ' یہ دونوں لاولد۔ تیسرے شاہ غوث' چوتھے دائم شاہ' پانچویں شاہ چراغ۔ جس کا بیٹا روشن علی لاولد۔

اور شاہ غوث کے تین صاجزادے۔ سید باغ علی' سید حیات شاہ' سید حیدر شاہ۔ سید حیات شاہ کے سید بڈھن شاہ اور ان کے دو صاجزادے ایک سید نوازش علی شاہ جس کے چار بیٹے ایک سید احمد شاہ' دوسرے سید محمد علی شاہ' تیسرے باقر علی' چوتھے شاکر علی' جو اب بٹالہ میں موجود ہیں۔

اور سید بڈھن شاہ کے دوسرے بیٹے سید فاضل شاہ۔ ان کے چار فرزند ایک سید مبارک علی' دوسرے حسین علی ہر دو لاولد' تیسرے میراں بہاول شیر' چوتھا علی شیر جو اب زندہ ہیں۔ فقط۔

اور شاہ غوث کے دوسرے بیٹے باغ علی۔ اور ان کے تین بیٹے حسو شاہ' دوسرا فرزند علی' اور تیسرا سید علی۔ سید علی لاولد' اور فرزند علی کا بیٹا بند علی اور اس کا تیغ علی۔ اور حسو شاہ کا محمد شاہ موجود۔

اور دائم شاہ کے تین فرزند۔ ایک خود علی' اور دوسرا رنگ علی' تیسرا سید رسول شاہ۔ اس کا بیٹا نبی شاہ۔ اس کے دو بیٹے ایک سید بہادر علی' جس کا بیٹا سید خیر علی' دوسرا جیون شاہ اس کا بیٹا سکندر شاہ موجود۔

دوسرا بیٹا دائم شاہ کا رنگ علی لاولد۔

اور تیسرا خود علی۔ اس کا بیٹا سید نتھو شاہ۔ اس کے دو بیٹے ایک سید شیر شاہ' دوسرا نور علی شاہ۔ نور علی شاہ کا ایک بیٹا شاہ چراغ لاولد' دوسرا سید حسین شاہ۔ اس کا بیٹا سید شاہ اور شیر شاہ کے چار فرزند ایک محمد علی شاہ' دوسرا حسین علی' تیسرا داد پیر' چوتھا حیدر علی۔ فقط۔

اور حیدر شاہ بن سید شاہ غوث کے دو فرزند ایک صادق علی' دوسرا پیر شاہ اور پیر شاہ کے دو بیٹے ایک سید غلام حسین۔ اس کے دو بیٹے ایک سید حیدر بخش لاولد' دوسرا علی بخش اور اس کا فرزند فضل حسین جو لاولد گیا۔

اور صادق علی بن حیدر شاہ کے دو بیٹے۔ ایک عبداللہ شاہ دوسرا فتح علی شاہ۔ عبداللہ شاہ کے چھ فرزند۔ ایک مشک علی' دوسرا ناد علی' تیسرا مراد علی' چوتھا چراغ علی' پانچواں شاہ علی' چھٹا اصغر علی۔ بعدہ مشک علی کے دو فرزند۔ ایک باغ علی شاہ' دوسرا حسین شاہ۔ باغ علی شاہ کی ایک صاجزادی موجود اور حسین شاہ تاحال لاولد۔ اور ناد علی شاہ کا ایک بیٹا جیوے

Marfat.com

شاہ- دونوں باپ بیٹا موجود- فقط-

اور مراد علی شاہ کی ایک صاحبزادی- اور چراغ علی کے دو فرزند ایک فضل محمد' دوسرا غلام مرتضٰی- فضل محمد کے دو فرزند ایک برکت علی' اور دوسرا حسین علی موجود-

اور غلام مرتضٰی تاحال لاولد-

اور شاہ علی کے یہاں دو فرزند ایک حسین علی' اور دوسرا حسن علی موجود- اور اصغر علی کے یہاں ایک فرزند خیر علی شاہ اور اس کا بیٹا امام علی یہ ہرسہ موجود-

اور فتح علی شاہ کے چار فرزند اول فضل علی' دوسرا محمد شاہ' تیسرا احمد شاہ' چوتھا وارث علی- فضل علی کے دو فرزند ایک غلام عباس دوسرا زین العابدین موجود-

اور محمد شاہ کے تین فرزند ایک مدد علی' دوسرا رحمت علی' تیسرا کرم علی موجود اور احمد شاہ کا ایک بیٹا حسن علی موجود-

اور وارث علی (ص ۳۵۵) کے تین فرزند ایک برکت علی' دوسرا شیر شاہ تیسرا احسان علی موجود-

اور سید طلحہ بن فتح علی شاہ کا فرزند امام شاہ اور اس کا فرزند سید بڈا اور اس کا بیٹا ببر علی شاہ- اس کے دو بیٹے ایک غلام حسین' دوسرا مدد علی- غلام حسین کے تین فرزند ایک سید اکبر علی لاولد گیا اور دوسرا قوت' اور تیسرا مظہر علی موجود-

اور مدد علی کے دو بیٹے ایک قدرت علی لاولد' اور دوسرا مہر علی- فقط-

سید طلحہ کی اولاد بٹالہ میں تو یہ ہیں جو تحریر ہوئی اور وہ سید طلحہ صاحب بعالم ضعیفی موضع دریا خان علاقہ ڈیرہ اسماعیل خان میں چلے گئے- اور وہاں جاکر شادی ثانی اپنی کی- چنانچہ اس میں سے جو اولاد ہوئی وہ وہاں موجود ہے- ان میں سے ایک صاحبزادہ سید فضل اب لاہور میں آیا ہوا ہے- کہتے ہیں کہ سید طلحہ صاحب نے وہاں جاکر اپنا نام زندہ نوری مشہور کیا- چنانچہ وہ وہیں فوت ہوئے- ان کی اولاد وہاں معزز اور عالم ہیں- فقط-

شجرہ خادمی حضرت موج دریا بخاری

(ص ۳۵۲) اور واضح ہو کہ شجرہ صلبی حضرت موج دریا بخاری صاحب کا اکثر سادات کو معلوم ہے اور شجرہ خادمی ان کا کسی کو یاد نہ تھا- اور بہت لوگوں کو اس کے دریافت کرنے کا شوق تھا لہٰذا بمحنت تمام دریافت کر کے درج کتاب ہذا کیا ہے-

اور نیز واضح ہو کہ حضرت موج دریا بخاری صاحب کی اولاد میں سے سادات صحیح النسب لاہور میں سید مراد شاہ اور سید ناد علی اور سید اصغر علی اور سید جیوے شاہ اور سید

Marfat.com

خیر علی اور حسن علی اور حسین علی اور حسین شاہ ہیں۔

سو ان میں سید ناد علی پشت بہ پشت سلسلہ سہروردیہ میں خادم چلا آتا ہے۔ بدیں تفصیل کہ سید ناد علی کا مرشد سید عبداللہ شاہ اور ان کا یقین علی اور ان کا بوڑ شاہ اور ان کا نوڈی شاہ اور ان کا بوڑھے شاہ اور ان کا سید زندہ علی اور ان کا سید عبدالرحیم اور ان کا سید صفی الدین اور ان کا حضرت موج دریا بخاری رحمتہ اللہ علیہ۔ اور شہاب الدین نہرہ بھی اپنے باپ کے خادم تھے۔

اب سلسلہ حضرت موج دریا بخاری کا تا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کرتا ہوں کہ موج دریا بخاری سید صفی الدین اپنے باپ کے خادم ہوئے اور وہ حضرت سید جلال الدین کے اور وہ سید علم الدین قطب کے اور وہ ناصر الدین کے اور وہ سخی دریا شاہ کے اور وہ حضرت صدر الدین عارف راجن قتال کے اور وہ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے اور وہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے اور وہ حضرت علاؤالدین کے اور وہ حضرت وجیہ الدین کے اور وہ حضرت نجم الدین کبریٰ کے اور وہ حضرت شمس الدین دری کے اور وہ حضرت جنید بغدادی کے اور وہ حضرت سری سقطی کے اور وہ معروف کرخی کے اور وہ بایزید بسطامی کے اور وہ خواجہ حبیب عجمی کے اور وہ حضرت داؤد طائی کے اور وہ حضرت حسن بصری کے اور وہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے اور وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

سید جلال الدین حیدر بخاری برادر حقیقی حضرت موج دریا بخاری

(ص ۲۲۱) اور باعث تشریف آوری ان کا مقام اچ سے یہ ہے کہ جب اکبر بادشاہ کو مہم قلعہ چتوڑ گڑھ پیش آئی تو اس نے حسب الایمائے منجمان بخدمت سید صفی الدین جو سجادہ نشین مزارات مقام اچ تھے' استمداد چاہی۔ انہوں نے سید موج دریا بخاری صاحبزادے اپنے کو واسطے امداد بادشاہ کے روانہ کیا اور ان کی دعا سے قلعہ فتح ہوا تو یہ حضرت بھی ہمراہ گئے تھے۔

یہ حضرت سلطان جلال الدین بڑے ولی اور تارک الدنیا تھے۔

یہ تقریر سید بڈھے شاہ و حیدر شاہ کی ہے جو اولاد سید جلال الدین کہلاتے ہیں اور جو حضرات اصغر علی وغیرہ اولاد حضرت موج دریا بخاری کی لاہور میں ہے وہ کہتی ہے کہ اکبر بادشاہ نے حضرت (ص ۲۲۲) موج دریا بخاری کو ہی بلایا اور اسی کی مدد سے قلعہ چتوڑ گڑھ فتح ہوا۔ یہ حضرت سلطان جلال الدین پیچھے ان کے آئے تھے۔ اور جاگیر بھی کل بنام

Marfat.com

حضرت موج دریا بخاری کے تھی۔ سلطان جلال الدین کو جاگیر سے کچھ سروکار نہ تھا۔ چنانچہ اولاد حضرت سید جلال الدین کوئی فرمان بادشاہی بتصدیق اپنے بیان کے پیش نہ کر سکی اور اولاد حضرت موج دریا بخاری نے ایک فرمان در باب واگذاری جو دو لکھ بیگہ مرادی ضلع بٹالہ سے جو اول از جاگیر بنام صرف حضرت موج دریا بخاری کے جاری تھا راقم الحروف کو ملاحظہ کرایا اور بیان کیا کہ فرمان اکبر شاہی بنام موج دریا بخاری صاحب بٹالہ میں پاس اولاد حضرت کے موجود ہے۔ فقط۔

وفات

(ص ۲۲۲) وفات حضرت سید جلال الدین حیدر کی ۱۱ محرم ۱۰۱۹ واقع ہے۔
قطعہ تاریخ وفات ان کا مصنف مفتی غلام سرور صاحب خزینۃ الاصفیا یہ ہے:

رفت چون سید جلال الدین بخلد
شان عالی یافت از شان بہشت
گشت آخر سال ترحیلش عیان
از جلال الدین سلطان بہشت

۱۷۔ حضرت شاہ خیر الدین ابو المعالی قادری المتخلص بہ غربتی

(ص ۱۰۷) وفات اور تولید حضرت شاہ خیر الدین ابوالمعالی کی صاحب سفینۃ الاولیا دارا شکوہ نے یوں لکھی ہے کہ حضرت بتاریخ دھم ماہ ذوالحجہ بروز عیدالاضحیٰ روز دو شنبہ ۹۶۰ نہصد و شصت ہجری میں تولد ہوئے۔ کہ مادہ تاریخ تولید حضرت کا زبانی حضرت سید مراد دین شاہ کے 'کہ ایک شخص حضرت کی اولاد سے ہیں' "گدای شیخ داؤد" ۹۶۰ معلوم ہوا۔
(ص ۱۰۳) اور عہد ان کا عہد اکبر و جہانگیر و شاہجہان تھا اور میاں میر صاحب اور یہ حضرت ہم عہد ہیں۔

خوارق

(ص ۱۰۸) اور کرامتیں ان کی صدہا مشہور ہیں۔ ان میں سے جو صاحب سفینہ اور تذکرۃ العارفین نے درج کتاب کی ہیں بجنسہ لکھی جاتی ہیں۔
ایک تو یہ ہے کہ ملا نعمت اللہ برادر حضرت ملا شاہ صاحب مرشد دارا شکوہ جن کا ذکر خیر احوال حضرت میاں میر میں لکھا جائے گا۔ ایک روز بخدمت حضرت شاہ ابوالمعالی کے

Marfat.com

تشریف لائے۔ اسی وقت ایک خادم حضرت کا ان کی خدمت میں ایک تسبیح بہت عمدہ لے کر حاضر ہوا اور حضرت کو بطور نذر دی۔ ملا نعمت اللہ شاہ صاحب کے دل میں خیال گذرا کہ اگر یہ حضرت ولی کامل صاحب کشف ہیں تو یہ تسبیح مجھ کو عطا کریں گے۔ چنانچہ وقت رخصت حضرت نے ان کو پاس بلایا اور فرمایا کہ یہ تسبیح لے لو۔ تمہاری نذر ہے اور اس پر درود شریف پڑھا کرو کہ ثواب عظیم پاؤ گے۔

دوسرے یہ: ملا شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے دل میں خیال گذرا کہ میں دل و جان سے معتقد حضرت غوث الاعظم کا ہوں' آیا حضرت غوث الاعظم بھی میرے اس اعتقاد سے واقف ہیں یا نہیں۔ اس پر انہوں نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک بیاباں لق و دق ہے اور اس میں میں اکیلا سر برہنہ کھڑا ہوا ہوں۔ اتنے میں حضرت غوث الاعظم تشریف لائے۔ اور ان کو ایک دستار سفید عنایت فرمائی اور فرمایا: کہ اے ملا شاہ ہم تمہارے حال سے بے خبر نہیں' بلکہ تمہاری اس وقت کی سر برہنگی سے بھی واقف تھے۔ اس لئے ہم نے تم کو دستار عطا کی۔ جب صبح ہوئی اور گھر سے نکلا تو خادم شاہ حضرت ابوالمعالی کا میرے بلانے کو میرے پاس آیا اور کہا کہ تم کو حضرت شاہ ابوالمعالی بلاتے ہیں۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ایک دستار سفید مجھ کو عطا فرمائی اور فرمایا کہ یہ وہ ہی دستار ہے جو رات کو حضرت غوث الاعظم نے تم کو بخشی تھی۔ فقط۔

وفات

(ص ۱۰۷) اور واقعہ وفات حضرت کا سولہویں ماہ ربیع الاول ۱۰۲۵ ایک ہزار پچیس وقوع میں آئی۔

اور مفتی غلام سرور نے جو قطعات تاریخ بامید اندراج کتاب ہذا ارسال کیے۔ وہ بجنسہ درج کتاب ہذا کیے ہیں۔ قطعات تاریخ:

بوالمعالی (ص ۱۰۸) خیر دین احمدی
بود ذاتش معدن صدق و یقین
سال تولید و وصالش چون زدل
جست سرور بندہ بس کمترین
گفت نیکو خیر دین (۹۰۶) تولید او
رحلتش گفتا معالی خیر دین ۱۰۲۵

اور عمر حضرت کی پینسٹھ برس کی اور وفات حضرت کی عہد جہانگیر بادشاہ میں وقوع میں

Marfat.com

آئی- اس وقت بعد وفات اکبر بادشاہ کے گیارہ سال گزرے تھے۔

حضرت کے وارث

(ص ۱۰۸)اور حال آمدنی مزار کا اس طرح پر ہے کہ وارث حضرت کے دو قسم ایک نواسے اور ایک پوتے ہیں۔

چنانچہ اب ۱۲۸۱ بارہ سو اکیاسی میں پوتوں میں سے مراد دین اور سید مہلن شاہ اور سید امام شاہ موجود ہیں۔

اور نواسوں میں سے سید میر بن سید عالم شاہ اور بہادر شاہ بھائی ان کا اور سید جلال اور سید مہر شاہ فوت ہوگئے ہیں اور وہلاولد تھے۔ قبیلہ ان کا موجود ہے اور کچھ نواسے حضرت کے پشاور میں ہیں- سید چراغ شاہ و سید بہادر شاہ ولدان (ص ۱۰۹) سید غازی شاہ بن شاہ حسین یہ برادر زادے سید مہر شاہ کے ہیں۔

سید حاکم شاہ بن سید حیدر شاہ و جہانگیر شاہ بن منصف شاہ دو زوجہ جہانگیر شاہ جو باقی ہیں- و فتح و سردار شاہ و فتح اللہ شاہ پسران سید بوٹے شاہ مرحوم اور دختران سید معصوم شاہ و زوجہ حسن شاہ و زوجہ سید جیوے شاہ وہ نتھو شاہ بن امیر شاہ و کرم شاہ و سید جلال شاہ و رمضان شاہ پسر نتھو شاہ ولد امیر شاہ- یہ لوگ پنڈ دادن خان کے متصل کوٹلی پیر محکم شاہ میں رہتے ہیں۔

اب آئیں یہاں کا یہ ہے کہ چودہ روز نواسہ اور ۲۸ روز نبیرہ مقبرہ پر حاضر رہتے ہیں اور مقرر ہے کہ ان ایام میں جو کچھ چڑھاوا آوے وہ مال ان کا ہوتا ہے- کسی کو جائے گفت و گرفت نہیں ہوتی- یہ وارثان مقرر ہیں۔

اور تقسیم نوبت کی اس طرح پر ہے کہ جو چودہ روز نواسوں کے ہیں اس میں کچھ تقسیم ایام نہیں- بلکہ جس قدر نذر و چڑھاوا چودہ روز کا آوے آپس میں بموجب حصص مفصلہ ذیل تقسیم کرلیتے ہیں- خواہ کوئی غیر حاضر ہو یا حاضر حصہ مساوی باہم تقسیم ہوجاتا ہے- چنانچہ زر چڑھت سے تیسرا حصہ سید میرو بہادر شاہ پسران سید عالم شاہ لیتے ہیں- اور بقیہ دو حصوں کے سات حصے ہوتے ہیں- اس میں سے ساتواں حصہ تو پسران بوٹے شاہ اور بقیہ چھ حصوں کے پانچ حصہ بناتے ہیں اس میں سے ایک حصہ دختران معصوم شاہ اور ایک حصہ چراغ شاہ و بہادر شاہ ساکنان پشاور کو ایک اور حصہ زوجہ سید میر شاہ کو اور ایک زوجہ جیوے شاہ کو اور ایک حصہ کے دو حصے کرتے ہیں- ایک سید حاکم شاہ پسر حیدر شاہ ساکن کوٹلی پنڈ دادن خان اور ایک ہر دو زنان جہانگیر شاہ مرحوم کو- اور جونسا حصہ چراغ شاہ و

Marfat.com

بہادر شاہ کا ہے' اس میں سے دو حصہ تو زوجہ حسن شاہ کو اور تین چراغ شاہ و بہادر شاہ کو ملتے ہیں۔ اور وہ تینوں حصے زوجہ سید مہر شاہ کے سپرد کر گئے ہیں۔ شائد حساب کر کے لیتے ہوں گے اور حصہ سید بوٹے شاہ میں وارث نتھو شاہ اور سید جلال اور کرم شاہ ہیں۔ مگر پختہ معلوم نہیں کہ ان کو کچھ ملتا ہے یا نہیں۔

اور نبیروں کے حصص اس طرح منقسم ہیں۔ یعنی ان کے ۲۵ روزوں میں جو آمدنی زر چڑھت کی ہوتی ہے وہ یوں منقسم کرتے ہیں کہ ہرسہ حضرات صاحبزادگان یعنی سید مراد دین شاہ وہ سید مہلن شاہ و سید امام شاہ کے بزرگوں نے آپس میں روز مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اس طریق پر کہ چودہ روز سید امام شاہ صاحب ایک نوبت میں اور دوسری نوبت میں منجملہ ۲۸ سات یوم مقبرہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ ان ایام میں جو آمدنی مزار ہو وہ ان کا ہے کسی دوسرے کو غرض نہیں اور چودہ ایام بقیہ میں سید مراد دین اور سید مہلن شاہ مشترک بحصہ مساوی ہیں اور سید امام شاہ صاحب سے یہ تجویز ہوئی (ص ۱۱۰) ہے کہ ایک نوبت نبیرگان میں سے ایک دفعہ چودہ روز لیوے اور جب دوسری نوبت آوے تو سید امام شاہ سات یوم و سید مراد دینو مہلن شاہ صاحب ۲۱ یوم لے لیویں۔ یعنی ایک دفعہ چودہ یوم اور دوسری دفعہ سات یوم اور تیسری دفعہ پھر چودہ یوم اور چوتھی نوبت سات یوم۔

اب ان ہرسہ نبیرگان کی یہ اولاد موجود ہے:

سید مراد دین صاحب فرزند تین: (پہلے فرزند کا نام نہیں دیا) (۲) فاضل شاہ (۳) فیروز شاہ اور چار لڑکیاں۔

سید مہلن شاہ۔ فرزند دو: (۱) حیدر شاہ (۲) بہادر شاہ اور ان کے گھر میں کوئی لڑکی نہیں ہے۔

سید امام شاہ۔ پانچ فرزند: (۱) روشن شاہ (۲) حاجی شاہ (۳) غازی شاہ (۴) احمد علی شاہ (۵) کرم شاہ اور ان کے گھر میں ایک لڑکی ہے۔

(ص ۱۱۱) اور مقبرہ مبارک پر اپنے اپنے مکانات میں ہرسہ نبیرگان سید مراد دین و سید امام شاہ و سید مہلن شاہ نے ایک ایک فقیر بطور مجاور مقرر کیا ہوا ہے۔ چنانچہ قاری شاہ مقررہ سید امام شاہ' درویش دین مقررہ سید مراد دین و بوٹے شاہ مقررہ سید مہلن شاہ اور نواسوں کا مقررہ فقیر مستانا نام حاضر رہتا ہے۔ چراغ بتی مقبرہ کی ان کا ذمہ ہے۔ وہ فقیر اس کام کو انجام دیتے ہیں۔ ان فقیروں کو بھی لوگ للہ فی اللہ دے جاتے ہیں وہ اپنی اوقات بسری اسی طرح کر لیتے ہیں۔ ان کو آمدنی چڑھت وغیرہ سے کچھ علاقہ و سروکار نہیں۔

Marfat.com

عرس

(ص ۱۱۰) عرس حضرت کا پوتے حضرت کے بتاریخ سولھویں ربیع الاول کے اس طرح پر کرتے ہیں کہ تیل بتی کے واسطے سب پوتے حصہ وار دے دیتے ہیں اور بھنڈارہ اپنے اپنے مکان پر حسب استعداد اپنے اپنے کرتے ہیں۔ نان گوشت' پلاؤ' حلوہ تقسیم کرتے ہیں جو کوئی جدھر جاوتے تبرک لے لیوے۔ کل فقیروں کا بھنڈارہ نہیں ہوتا۔

اور بتاریخ پندرہ ربیع الاول نواسے مزار پر جاتے ہیں اور مزار کو غسل دے کر نان حلوہ پر ختم کرا کے رات کو گھر چلے آتے ہیں۔ دوسرے روز عرس ہوتا ہے اور رات کو بھنڈارہ اور ختم کراتے ہیں۔

(ص ۱۱۰) اور دن عرس شریف وغیرہ کے جس کی نوبت میں آوے آمدنی اس کی وہ لیتا ہے۔ مگر دوسرے صاحبان کو بھی ممانعت نہیں۔ وہ بھی بجائے خود جا بیٹھیں۔ ان کے خادمین ان کو بھی کچھ کچھ دے دیتے ہیں اور یہ بھی معمول ہے کہ اگر کسی کی نوبت ہو اور کوئی مرید کسی دوسرے صاحبزادے کا آوے اور کچھ نذر لاوے اور کہے کہ میں فلاں صاحبزادہ کا مرید ہوں۔ اسی کو دوں گا تو یہ زر نذرانہ اسی کے پیر کا پہنچتا ہے۔

جائیداد

(ص ۱۱۰) ماسوا اس کے دوچاہ ایک سیالاں علاقہ لاہور تحصیل چونیاں میں اور دوسرا موضع خان پور علاقہ شیخوپورہ ضلع گوجرانوالہ میں ہیں۔ یہ دونوں چاہ اور کچھ زمین ملن وال والی منجانب سرکر عہد شاہان سلف معاف و واگذار ہے۔ ان کی آمدنی کا حال یہ ہے کہ ایک چاہ سیالاں والا کی آمدنی سید امام شاہ لیتے ہیں اور اس کو بروز عرس خرچ کرتے ہیں اور دوسرے چاہ خان پور والا اور زمین ملن وال سید ملن شاہ کے قبضہ میں ہے۔ وہ اس کی آمدنی سے عرس کرتا ہے۔

حال اس آمدنی کا یہ ہے کہ متعلق خانقاہ نہیں' بلکہ ان دونوں قا بضوں کے بزرگوں سے معاف ہے۔ ان کی اولاد کھاتی ہے اور یہ جو اس (ص ۱۱۱) آمدنی کو بروز عرس خرچ کرتے ہیں' یہ بھی بخوشی خود ہے۔ چاہے وہاں خرچ کریں چاہے نہ کریں اور خود نوش جان فرماویں۔

۱۸۔ حضرت موسیٰ کھوکھر رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

(ص ۳۶۷) یہ حضرت بڑے صاحب کمال ہوئے ہیں۔

حال ان کا یہ ہے کہ جناب حضرت بہلول دریائی کے چار خلیفہ ہوئے۔ ایک تو یہ حضرت موسیٰ کھوکھر' دوسرے حضرت مادھو لال حسین صاحب' تیسرے حضرت صدو انصاری جن کی قبر قصور میں ہے' چوتھے حضرت ارزانی دیوان کہ جن کا مزار پٹنہ میں ہے۔

ان حضرت موسیٰ صاحب کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی صاحبزادی کا ناطہ حضرت شاہ محمد مقیم صاحب حجرہ والا سے کیا۔ جب شادی شروع ہوئی تو آپ نے سنا کہ ہمراہ برات خلق کثیر جمع ہوگئی۔ آپ اس سے متردد ہوئے کہ (ص ۳۶۸) ہمارے پاس کچھ زر نقد نہیں اور برات بہت بھاری آوے گی۔ لاچار ہوکر بخدمت حضرت مادھو لال حسین کے گئے اور جاکر حال اضطراب اپنا بیان کیا۔ انہوں نے براہ مہربانی ایک ہانڈی یعنی دیگچی گلی انکو دی اور فرمایا کہ جاؤ بروز برات جو کچھ تم کو مطلوب ہوگا اس ہانڈی سے طلب کرلینا۔ قدرت الٰہی ان کو اس بات پر اعتماد نہ ہوا۔ واسطے امتحان کے گھر میں آکر اس ہانڈی سے کچھ کچھ طلب کرنا شروع کیا۔ الغرض جو جو طلب کیا موجود پایا۔ جب شادی ہوچکی تو وہ فتوحات بند ہوگئیں۔ اس پر انہوں نے بہت افسوس کیا اور بخدمت حضرت مادھو لالا حسین جاکر حال بیان کیا۔ وہ خاموش رہے۔ پھر انہوں نے دوبارہ عرض کی کہ یا مولیٰ کار شادی سے تو بوجہ احسن فراغت ہوگئی ہے۔ اب مجھے بیت اللہ جانا ہے۔ اگر باعزت و آبرو جاؤں تو لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ آپ مہربانی کر کے اس کا بندوبست مجھے کردیں۔ اس وقت حضرت مقام فی مع اللہ وقت میں تھے۔ یکایک بول اٹھے اس وقت قبولیت کا دروازہ وا ہے۔ جس کے گھر میں بیٹا نہ ہو وہ ایک روپیہ نذرانہ لاوے جناب الٰہی سے اس کو فرزند عنایت ہوگا۔ یہ سن کر ہزار ہا لوگ زر نذرانہ لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے جس کا روپیہ لیا اسی سال جناب الٰہی سے اس کو فرزند عطا ہوا۔ الغرض زر مطلوبہ اسی وقت جمع کر کے ان کو دے دیا۔

وفات

وفات ان کی بروز پنجشنبہ پنجم محرم الحرام ۱۰۲۵۔

تاریخ وفات ان کی جو مفتی غلام سرور صاحب نے بامید اندراج کتاب ہذا لکھی یہ ہے' قطعہ:

چو آن موسیٰ دین پاک احمد
ز دنیا شد بملک جاودانی

Marfat.com

ندا	شد	بہر	سال	انتقالش
ولی	و	رہنما	موسیٰ	ثانی

۱۰۲۵

۱۹۔ حضرت شاہ بلاول قدس سرہ

(ص ۱۵۵) یہ حضرت مرید شیخ شمس الدین مرید شاہ ابو اسحاق کے' جنکا مقبرہ موضع مزنگ میں ہے اور وہ مرید حضرت داؤد بندگی کے' جن کی مزار شیر گڈھ میں ہے اور وہ مرید سید حامد صاحب کے اور وہ شمس الدین محمد کے اور وہ اپنے والد سید علی کے اور وہ اپنے والد سید احمد کے اور وہ اپنے باپ سید صوفی کے اور وہ اپنے باپ ابی فقر کے اور وہ جناب غوث الاعظم سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کے۔

مولد حضرت شاہ بلاول کا موضع شیخوپورہ جو لاہور سے بفاصلہ بارہ کوس غرب رویہ واقع ہے۔

بزرگان خاندان

(ص ۱۵۶) اور کتاب محبوب الواصلین سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بزرگ حضرت شاہ بلاول کے ہمایوں شاہ کے ساتھ ہند میں آئے اور وطن اصلی ان کا ہرات تھا۔ جب حکومت ہمایوں کی ہند میں بخوبی قائم ہوگئی۔ تو انہوں نے اجازت وطن کی چاہی تو ہمایوں نے رخصت نہ دی اور کمال مہربانی سے موضع شیخوپورہ' کہ نام اس کا اول کچھ اور تھا' ان کو عطا کردیا تاکہ حضرت کے بزرگ وہاں رہیں۔ چنانچہ وہاں رہنے لگے۔

ایام طفولیت

اور صاحب محبوب الواصلین اپنی کتاب میں' جو اس نے خاص حضرت کے حال میں تالیف کی ہے' لکھتا ہے کہ آپ کو ایام طفولیت میں شوق زہد و ریاضت تھا۔ چنانچہ اکثر اوقات یہ شعر کتاب نام حق کا حضرت پڑھا کرتے تھے' شعر:

یا	الٰہی	بدہ	تو فیقم
راہ	بنما	بسوی	تحقیقم

ایک روز حضرت بعالم طفولیت لڑکوں میں کھیل رہے تھے۔ کہ ایک عورت روتی چلاتی ہوئی وہاں سے گذری جب حضرت نے اس کو دیکھا تو فرمایا: کہ اے مائی تجھ کو کیا ہوا ہے

Marfat.com

کہ ایسی سوز سے روتی ہے؟ اس نے کہا: کہ وہ لڑکا میرا جو آپ سے کھیلا کرتا تھا مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مرا نہیں سوتا ہوگا۔ چل تاکہ ہم ان کو دیکھیں۔ وہ عورت ان کو ہمراہ لے گئی۔ جب حضرت اس کے سرہانے پہنچے تو اس کو فرمانے لگے: کہ اٹھ اے یار کھیل کے وقت کیوں سوتا ہے؟ فی الفور وہ لڑکا جیسا کوئی سوتا ہی ہوا اٹھتا ہے' اٹھ کھڑا ہوا۔

جب یہ کرامت حضرت کی مشہور ہوئی تو حضرت کے جد بزرگوار حضرت عیسیٰ نے حضرت کے والد حضرت شیخ عثمان سے کہا: کہ شاہ بلاول کو لاہور لے جا۔ اس کی جگہ ہم میں نہیں۔ اور جد ماجد اور والد بھی حضرت کے ولی کامل تھے۔ اس وقت عمر حضرت کی ہفت سالہ تھی کہ والد حضرت کے ان کو لاہور میں لے آئے اور ان کو شیخ فتح محمد المشہور شیخ فتا کی مسجد میں پڑھانے بٹھلایا۔

روز اول جو استاد نے قاعدہ آپ کے آگے رکھا اور بسم اللہ الرحمان الرحیم کے بعد کہا کہ پڑھو الف۔ بے۔ تے۔ آپ نے تمام قاعدہ پڑھ سنایا۔ دوسرے روز پارہ عم تیساء لون' کہ آخریں پارہ قرآن شریف ہے' ان کے آگے رکھا۔ آپ اس کو پڑھنے لگے اور بے مدد استاد چند آیات پڑھ کر سنائیں۔ استاد کو خیال ہوا کہ شائد یہ لڑکا آگے ہی پڑھا ہوا ہے۔ الغرض پہلے ہی دن آپ نے نصف قرآن ختم کرلیا۔ دوسرے روز استاد نے آپ کے باپ سے پوچھا کہ آپ کے بیٹے نے پہلے بھی اپنے وطن میں قرآن پڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ استاد نے یہ بات سن کر بہت تعجب کیا۔ حضرت کے والد نے کہا کہ ان کا معاملہ (ص ۱۵۷) ایسا ہی ہے۔ یہ کامل ولی ہوں گے۔ چنانچہ استاد بھی ان کا ادب کرتا تھا۔

بعدازاں حضرت نے چھ مہینہ میں قرآن شریف حفظ کرلیا۔ جب یہ امر مشہور ہوا تو آپ کو چشم زخم ہوا اور بیمار ہوگئے۔ اور بہت ضعیف و کمزور ہوئے۔ اور والد ان کے اس بات سے بہت متردد تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ والد ان کے گھر سے باہر نکلے تو ایک شخص کے ہاتھ میں کتاب گلستان' تصنیف حضرت شیخ سعدی' تھی۔ انہوں نے کتاب اس سے لے کر فال نکالی۔ اتفاقاً" بوقت کھولنے فال کے یہ شعر بر آمد ہوا:

شخصی ہمہ شب بر سر بیمار گریست
چون روز شد آن بمرد و بیمار بزیست

مضمون فال سے ان کو یقین ہوا کہ شاہ بلاول اچھے ہوجائیں گے اور ہم مرجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ حضرت اچھے ہوگئے اور والد ان کے فوت ہوگئے۔

Marfat.com

حضرت شمس الدین سے ملاقات

جب یہ حضرت یتیم ہوگئے تو ایک روز آپ کے خیال میں گذرا کہ کچھ لکھنا بھی سیکھنا چاہیے۔ اس فکر میں بازار لاہور میں جہاں مسجد وزیر خان ہے سیاہی اور قلم خریدنے کو تشریف لائے۔ وہاں ایک شخص رحیم القلب نے آپ کو دیکھا اور کہا کہ میرے یہاں ایک بہت اچھی ترکیب سیاہی کی ہے اگر آپ کو مطلوب ہو تو وہ سیاہی کم خرچ اور بہت مفید ہے۔ آپ نے اس کا مکان پوچھا۔ اس نے شاہدرہ بیان کیا۔ آپ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب نذر راج گھاٹ پر پہنچے اور مستعد تھے کہ کشتی پر سوار ہوں اسی اثنا میں جناب شمس الدین شمس الاماق کشتی سے اترے۔ اور اترتے ہی دست مبارک اپنا ان کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کاموں کے واسطے پیدا نہیں کیا۔ آپ کو لازم ہے کہ میری صحبت میں رہو۔ آپ نے یہ بات سنتے ہی قبول کی اور ان کی صحبت میں حاضر رہے۔ اور ان کی خدمت میں بیعت کی۔

محلّہ ابو اسحاق کے حجرے میں

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ بارکاب پیر اپنے کے سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب موضع شاہ معلیٰ کے پہنچے تو ہوا گرم تھی اور ایک درخت سایہ دار وہاں تھا۔ حضرت کے پیر آپ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ بعد اس کے ایک شخص وہاں آیا اور اس درخت پر چڑھ گیا اور کچھ لحاظ ادب نہ کیا اور لکڑیاں توڑ توڑ کر نیچے پھینکنے لگا۔ آپ نے اس کو منع کیا۔ وہ باز نہ آیا۔ آپ کو خفگی ہوئی۔ اور بنظر خفگی اس کی طرف دیکھا۔ وہ اسی وقت درخت سے گر کر مر گیا۔ جب حضرت کے پیر بیدار ہوئے تو ایک شخص کو مرا دیکھ کر احوال دریافت کیا۔ آپ نے تمام عرض کیا۔ وہ سن کر فرمانے لگے: کہ اے فرزند فقیر کو اس قدر جلال نہ چاہیے اور حکم دیا کہ محلّہ ابو اسحاق میں جاؤ اور اپنے حجرہ میں بیٹھو۔ چنانچہ آپ وہاں جا بیٹھے۔ اور ہمیشہ دائم الصوم اور قائم اللیل رہنے لگے۔ بوقت افطار ایک چلو پانی کا اور قدرے نان جوین کھاتے تھے۔ چنانچہ اب تک وہ مسجد موجود ہے۔

متفرق حالات

(ص ۱۵۵) اور یہ حضرت دائم الصوم اور قائم اللیل شب بیدار تھے۔ ہمیشہ رات دن لنگر ان کا جاری رہتا تھا۔ حتیٰ کہ جو کوئی ان کے یہاں آتا تھا بغیر کھانا کھائے جانے نہ پاتا

Marfat.com

تھا۔ اور بہت بڑا مسافر خانہ ان کا یہاں مقام قبر مشہور تھا۔ اور اکثر اشخاص مریضوں کے واسطے پانی کا کوزہ آپ کے پاس لے جاتے تھے اور حضرت کچھ پڑھ کے اس پر دم کر دیتے تھے۔ بغور پینے پانی کے مریض اچھے ہو جاتے تھے۔

(ص ۱۵۶) اور حضرت شاہ بلاول اکثر اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

زندگی مقصود بہر بند گیست
زندگی بے بندگی شرمند گیست

(ص ۱۵۹) اور اوقات بسری ان حضرت کی یہ تھی کہ یہ حضرت ہمیشہ دائم الصوم اور قائم اللیل رہتے تھے اور کسی وقت سوائے یاد الٰہی کے آپ کو کچھ کام نہ تھا اور متشرع ایسے تھے کہ جو شخص غیر شرع ہوتا تھا حتیٰ کہ اگر کوئی تمباکو نوش بھی ہوتا تھا تو اس کو منہ نہ لگاتے تھے۔ اور مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت گذارتے تھے اور حضرت ہمیشہ لباس فاخرہ پہنتے تھے اور حضرت نے مدت العمر چند سیر آرد جو تناول فرمایا ہے۔ کئی روز تک آپ کو بحالت صوم گذر جاتے تھے کہ کھانا کھانے کی حاجت نہیں ہوتی تھی۔

تقسیم اوقات

اور تقسیم اوقات آپ کی یہ تھی کہ آپ صبح سے گیارہ بجے تک مشغول بمراقبہ رہتے تھے۔ بعدازاں تا دوپہر مریدان و خادمان و اشخاص زائرین سے صحبت فرماتے تھے اور پھر بوقت زوال قدرے قیلولہ فرماتے تھے اور پھر بوقت دو بجے نماز ظہر ادا کرتے اور نماز عصر تک متوجہ بحق رہتے تھے اور اس عرصہ میں ہزار ہا مخلوقات بامید شفائے بیماراں پانی حضرت کے پاس لاتی اور دم کرا کے لئے جاتی تھی اور دو کس منشی ہمیشہ واسطے تحریر سفارشوں کے آپ کے ملازم اس وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور رقعہ ہائے سفارش حاجت مندان کے بنام حکام تحریر کرتے اور جو رقعہ لکھا جاتا تھا اس کی لوح پر یہ لفظ تحریر ہوتا تھا اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ اور حضرت کی سفارش امرا و حکام وقت ایسے مانتے تھے کہ خواہ رقعہ دار خونی ہوتا تھا تو بھی رہائی پا جاتا۔ اس میں وقت شام ہو جاتا تو روزہ بجرعہ آب افطار کر کے نماز مغرب ادا کرتے۔ پھر خلوت میں جا کر چند رکعات نوافل ادا کرتے۔ تا نو بجے رات کے دستر خوان طعام حاضر ہوتا تھا اور اس وقت اطعمہ لذیذ ہر قسم کے موجود ہوتے تھے۔ جو تمام فضلا اور اکابر اور فقرا کھاتے تھے اور آپ کے واسطے ساگ چولائی کا یا جو ساگ اور ایک نان جو حاضر ہوتا تھا' اس میں سے ایک یا دو لقمہ واسطے رفع ہرج آپ نوش جان فرماتے اور بقیہ تقسیم حاضرین بطور تبرک ہو جاتا۔ اور ساگ چولائی اور جو ساگ

Marfat.com

یہ دونوں ساگ قسم سبزی میں سے ہیں جو جنگل میں از خود پیدا ہوتے ہیں- ان دونوں ساگ سے حضرت کو بڑی محبت تھی- بعد اس کے خود اٹھ کر حضرت دریافت فرماتے کہ کوئی شخص حاضرین خانقاہ سے بے نان نہ رہ جاوے-

بعدازاں نماز عشاء پڑھ کر مراقبہ فرماتے تھے اور خلوت خاص ہوتی تھی اس وقت کوئی شخص آپ کے پاس حاضر نہ ہوسکتا تھا چونکہ حضرت کا بڑا لنگر تھا اس واسطے ہمیشہ آپ کا دستور تھا کہ خادموں سے دو وقت دریافت فرماتے کہ کھانا سب مسافروں کو پہنچ گیا ہے یا نہیں-

کرامات

(ص ۱۵۷) کرامات ان کی صدھا ہیں- مگر اب دو کرامات (ص ۱۵۸) کتاب محبوب الواصلین سے نقل کرتا ہوں:

آپ کے محلہ میں ایک شخص کے گھر میں فرزند تولد ہوا اور پنجاب میں رسم ہے کہ جس شخص کے یہاں بیاہ ہوتا ہے یا فرزند تولد ہوتا ہے تو مخنث اور نقال بدھائی لینے آتے ہیں اور صاحب شادی حتی المقدور ان کو نقد و جنس دیتا ہے- چنانچہ اس کے گھر میں بھی یہ لوگ آئے اور گانے بجانے لگے- چونکہ وہ شخص غریب تھا اور کچھ اس کے پاس نہ تھا آپ کو اس کا حال کشف سے ظاہر ہوا- حجرہ مبارک سے آفتابہ گلی ہاتھ میں لے کر باہر آگئے اور وہ آفتابہ آپ نے دیوار کو مارا اور خود اندر حجرہ کے چلے گئے- آفتابہ دیوار سے لگ کر ریزہ ریزہ ہوگیا اور تمام ٹکڑے آفتابہ کے طلائی بن گئے اور نقال اور مخنث لوگ وہ ریزے اٹھا کر لے گئے-

اور ایک روز کا ذکر ہے کہ رات کو آپ کے یہاں ایک چور آیا- چونکہ باورچی خانہ میں بہت اسباب شاہانہ موجود رہتا تھا چور نے چاہا کہ کچھ چراوے- قدرت الٰہی سے چور زندہ درگور اندھا ہوگیا اور اسی حالت میں ایک کوٹھری میں جا چھپا- دوسرے روز حسب دستور ہزار ہا لوگ مسافر وغیرہ آپ کے باورچی خانہ سے روٹی کھاتے تھے نان چاشت تقسیم ہونے لگے- بعد فراغت تقسیم طعام آپ نے مالک باورچی خانہ کو بلا کر فرمایا: کہ فلانے حجرہ میں جاؤ- وہاں ایک شخص رات کا بھوکا بیٹھا ہوا ہے- اس کو کھانا کھلاؤ- جب وہ وہاں گیا تو ایک چور دیکھا- پھر آکر تمام حال آپ خدمت میں عرض کیا- آپ نے فرمایا: کہ اس کو دو چند حصہ کھانے کا دو کہ وہ رات کا بھی بھوکا ہے- الغرض بعد کھلانے طعام کے کچھ اس کو عطا فرما کر رخصت کیا- وہ عرض پرداز ہوا کہ یا حضرت میں رات سے نابینا ہوگیا ہوں- آپ

Marfat.com

خدا سے مجھ کو آنکھیں بھی دلوا دو اور میں توبہ کرتا ہوں کہ (ص ۱۵۹) پھر چوری نہ کرونگا۔ آپ نے دست شفقت اس کے منہ پر پھیرا۔ فی الفور بینا ہوا اور خوش و خرم ہو کر چلا گیا۔

(ص ۱۶۰) صاحب محبوب الواصلین لکھتا ہے کہ شاہجہان بادشاہ دو دفعہ آپ کی خدمت میں مع شاہزادگان حاضر ہوا۔ ایک دفعہ حاضر ہو کر استدعا کی کہ آپ دعا کریں کہ دارا شکوہ بیٹا میرا ولی عہد ہو۔ آپ نے مراقبہ کر کے کہا کہ دارا شکوہ آپ کے سایہ میں ہی بوڑھا ہو گا۔ شاہجہان اس بات سے خوش ہوا اور دارا شکوہ نے سمجھ لیا کہ میں بادشاہ نہ ہونگا۔ بعد مراجعت دارا شکوہ نے شاہ بیگم سے جو اسکی ہمشیرہ تھی جاکر شکایت کی کہ مجھ کو حضرت شاہ بلاول سے یہ امید نہ تھی کہ یہ اشارہ کریں گے' کہ دارا شکوہ بادشاہ نہ ہو گا۔

بادشاہ بیگم نے یہ بات سن کر بہلی اپنی منگوائی اور اس پر غلاف کہنہ ڈال کر اور کچھ نذر منجانب دارا شکوہ ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور راہ میں دل میں یہ خیال کیا کہ اگر آج حضرت مجھ کو ساگ چولائی کا روٹی سے کھلاویں تو میں جانوں کہ یہ ولی کامل ہیں۔ حالانکہ وہ موسم ساگ چولائی کا نہ تھا۔ جب شاہزادی خانقاہ والا جاہ میں حاضر ہوئی تو حضرت نے خادم مطبخ سے فرمایا: کہ بادشاہ بیگم کے واسطے نان گندمی اور ساگ چولائی حاضر کرو۔ اس نے عرض کی: کہ یا مولیٰ اس موسم میں چولائی کا ساگ کہاں مل سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ جاؤ ہمارے باغیچہ میں دیکھو ملے گا۔ جب وہ گیا تو ایک تختہ چولائی کا نظر آیا۔ معلوم ہوا کہ وہ ساگ حضرت کی کرامت سے بے موسم موجود ہو گیا' ورنہ پہلے وہاں دیکھ چکا تھا کہ ایک پتہ بھی ساگ چولائی کا نہ تھا۔ الغرض نان گندمی اور ساگ تیار کر کے لایا اور شاہزادی کو کھلایا اور اس کو یقین کلی حضرت کی ولایت کا ہوا۔ بعد اس کے اس نے عرض کی: کہ یا مولیٰ حضرت میاں میر بجق دارا شکوہ فرما چکے ہیں کہ وہ بادشاہ ہو گا آپ بھی دعا فرمائیں۔ وہ امیدوار حضرت کی دعا کا ہے۔ اور یہ نذر اس کی قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: کہ حضرت میاں میر عارف حق آگاہ ہیں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے درست ہے۔ مگر یہ بات امتحان کی ہے جو کوئی زندہ رہے گا خود دیکھ کر تحریر کرے گا اور نذر بھی واپس کر دی۔ بادشاہ بیگم جب دارا شکوہ کے پاس گئی اور تمام ذکر سنایا تو وہ غمناک ہوا۔

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آصف خان نواب نے بے تحقیق بحضور شاہجہان جاکر عرض کی کہ جناب شاہ بلاول صاحب شیعہ ہیں۔ بادشاہ یہ سخن سن کر متعجب ہوا اور دوبارہ بخدمت حضرت کے حاضر ہو کر ذکر شروع کیا۔ کہ یا مولیٰ مذہب شیعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ .شیعہ تر از سگ۔ چونکہ شاہجہان بڑا دیندار تھا' تسلی پاکر آصف خان کی طرف دیکھ کر

Marfat.com

کہنے لگا: کہ تو نے بھی سنا کہ یہ کیا معاملہ ہے جو تجھ سے وقوع میں آیا۔ وہ نہایت (ص ۱۶۱) شرمندہ ہوا۔

بعدازاں شاہجہان نے حضرت کا خرچ مطبخ دیکھ کر عرض کی کہ دو گاؤں واسطے مدد خرچ مطبخ کے آپ قبول فرمائیں۔ آپ نے قبول فرمایا اور یہ شعرا جوابا" فرمایا:

دہ نمی خواهیم و روزی می خوریم
ماند پنداریم روزی دہ دہ است

شاہجہان یہ اتقا دیکھ کر زیادہ تر معتقد ہوا۔

اور ایک روز شاہجہان چند روپیہ نقد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور روپیہ پیشکش کئے۔ آپ نے قبول فرمائے اور خادم مطبخ کو عطا کئے اور فرمایا: کہ خرچ مطبخ میں خرچ کرے۔ شاہجہان نے عرض کی کہ یا حضرت میں آج اول یہ روپیہ لے کر بخدمت میاں میر صاحب کے گیا تھا۔ انہوں نے یہ روپیہ قبول نہ فرمایا اور آپ نے قبول فرمایا۔ اس کا کیا باعث ہے؟ حضرت نے فرمایا: کہ میاں میر صاحب ملکی صفات کے ہیں اور عالم تجرید و تفرید میں یگانہ۔ ان کی توجہ حکام دنیا کی طرف بالکل نہیں ہے اور ہم نے خدمت گاری مساکین و مسافرین و درویشاں پر کمر باندھی ہوئی ہے اور دورویش لوگ یہاں آکر آرام پاتے ہیں۔ البتہ روپیہ ہم کو مطلوب ہوتا ہے۔ اتفاقا" اسی روز پھر شاہجہان حضرت میاں میر کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: کہ یا حضرت آپ نے وہ روپیہ پیشکش بندہ کا قبول نہ فرمایا۔ اور حضرت شاہ بلاول نے قبول کرلیا۔ آپ نے فرمایا: کہ وہ ولی کامل دریا کی مانند ہیں اور میں بے چارہ چھپڑ ہوں۔ دریا میں اگر کوئی چیز پلید پڑجائے تو دریا پلید نہیں ہوجاتا اور چھپڑ پلید ہوجاتا ہے۔ شاہجہان بادشاہ جب اپنے دولت خانہ میں گیا تو سجدات شکرانہ ادا کئے کہ الحمد اللہ والمنتہ کہ میرے زمانہ بادشاہی میں ایسے ایسے اولیائے کامل و ولی اکمل ہیں۔

اور ایک روز کا ذکر ہے کہ ابو طالب منصب دار' آپ کا معتقد' آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا مولیٰ میری جاگیر میں بارش نہیں ہوئی۔ اس باعث سے فصل خراب ہوئی جاتی ہے۔ آپ دعا کریں کہ وہاں بارش ہو۔ اسی وقت ایک قطعہ ابر آپ کے سرپر نمودار ہوا اور آپ نے ابر کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا: کہ ابوطالب کی جاگیر کی طرف جاؤ اور برسو۔ ابر اسی وقت گم ہوگیا۔ ابو طالب نے وہ دن اور وقت لکھ لیا۔ بعد چند روز کے بعد خبر آئی کہ اسی دن اور اسی وقت وہاں بارش ہوئی۔

Marfat.com

نقل مکان

(ص ۱۵۸) اور بعد چند مدت گذرنے کے حضرت کے پیر کا حکم آیا کہ نقل مکان کریں۔ چنانچہ آپ وہاں سے اٹھ کر لب دریائے راوی' جہاں اب مزار پرانوار حضرت کا واقع ہے' آرہے۔ کہتے ہیں کہ جہاں اب مزار شریف ہے اس وقت یہاں ایک چشمہ' آب تھا اور اس پر درخت بیر تھے۔ آپ نے یہاں آتے ہی فرمایا کہ یہ مکان مدفن ہمارا ہے اور لکھا ہے کہ وہیں حضرت کے ایک مرید نے عبادت خانہ عالی شان آپ کے واسطے تیار کرایا۔ جب تعمیر ہوچکا تو وہاں کے معمار نے حاضر ہوکر عرض کی: کہ یا حضرت یہ مکان شاہانہ بنا ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ شاہانہ مکان سے فقیروں کو کچھ عرض نہیں۔ اور آپ نے وہ مکان قبول نہ فرمایا۔ بعد مدت جب بانی مکان نے بہت زاری کی تو آپ نے قبول کیا اور اسی وقت ایک خادم اپنے کو بخش دیا اور وہ مکان قریب مزار حضرت کے ہے۔ اب بھی کچھ نشان اس مکان کے موجود ہیں۔ فقط۔

وفات

(ص ۱۵۹) اور عمر حضرت کی (ص ۱۶۰) بہتر سال۔ ابتدائے عہد ظہور حضرت کا عہد جہانگیری تھا اور بارھویں سال جلوس شاہجہان کے وفات ان کی ہوئی۔

(ص ۱۵۵) وفات ان کی شب دو شنبہ بست و ہشتم شعبان سال ایک ہزار چھیالیس کو ہوئی اور مدت العمر حضرت کی ستر سال۔

اور مفتی غلام سرور صاحب نے جو تاریخ وفات ان کی بامید اندراج بھیجی سو یہ ہے'

قطعہ:

جناب شاہ بلاول شاہ والا جاہ لاہوری
بود بر روح پاک او ہزاران برکت و رحمت
سفر چون کرد زین دار فنا سوی بقا آخر
ندا آمد یکی زاہد کلاول زینت جنت
۱۰۴۶

اور دوسری تاریخ مصنفہ مفتی غلام سرور یہ ہے' قطعہ:

جناب شاہ بلاول شاہ والا
کہ بود او شیخ کامل پیر اکمل

Marfat.com

بتاریخ وصال او خرد گفت
بگو ہادی ولی افضل بلاول

تاریخ وفات حضرت شیخ شمس الدین قادری کی جو پیر روشن ضمیر شہ بلاول کے تھے اور بسال ایک ہزار اکتیس وفات ان کی وقوع میں آئی مصنفہ مفتی غلام سرور یہ ہے:

شیخ شمس الدین کہ از نور رخش
سر بسر پر نور شدی روی زمین
گشت تاریخ وصالش طرفہ تر
(ص ۱۵۶) ہچومہ روشن زشمس المتقین

۱۰۳۱

عرس

(ص ۱۵۵) اور مقام عبادت خانہ میں قبر ان کی موجود ہے۔

ص ۲۶۳) اور یہ مقام اب پنجاب میں مشہور ترین مقامات سے ہے اور ۲۸ ماہ شعبان کو یہاں میلہ اور عرس حضرت کا ہوتا ہے اور لاہور کے شوقین لوگ یہاں آکر آتش بازی طرح طرح کی چلاتے ہیں۔ سابق بعہد سکھاں بروز عرس حضرت کے یہاں بڑی آتش بازی اور نزی اور چھک چلاتے تھے۔ اب بھی اگرچہ رسم باقی ہے مگر تو بھی بہت لوگ آتشبازی چلاتے ہیں۔

۲۰۔ حضرت شیخ طاہر بندگی

(ص ۱۶۵) اور نام حضرت کا شیخ طاہر تھا۔ اور حضرت لال کمال شاہ ساکن کیتھل آپ کو لقب طاہر بندگی کا عطا فرمایا۔ سو اب تک طاہر بندگی مشہور ہیں۔

ابتدائی حالات

(ص ۲۶۳) کتاب تذکرۃ المجددیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ طاہر مرید حضرت شیخ احمد سرہندی کابلی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے۔

اور اول شیخ طاہر ہر دو صاحبزادگان شیخ احمد سرہندی کو کہ حضرت شیخ محمد معصوم اور شیخ احمد سعید تھے، تعلیم فرماتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت مجدد صاحب نے تمام مریدان کو فرمایا: کہ آج ہم کو الہام غیب سے معلوم ہوا ہے، کہ ایک شخص مرد مسلمان

Marfat.com

حاضرین مجلس ہمارے سے کافر ہوجائے گا- یہ ذکر سن کر تمام مریدان بااعتماد حضرات کے دم بخود ہوگئے اور ہر ایک کو یہ ہی غم ہوا کہ شائد (وہ) شخص میں نہ ہوں اور ہر ایک اس اندیشہ و غم میں حیران و پریشان تھا- حتیٰ کہ سب نے آپ کی خدمت میں مودبانہ عرض کی کہ یا مولانا الا ولینا وہ شخص کون مردود الحق ہوگا کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرے گا- اس شخص کا نام فرمایئے اور بار غم اور فکر ہم سب کے سر سے اٹھایئے کہ ہم سب کے سب اس اندیشہ جانکاہ سے مغموم ہیں- تو حضرت مجدد صاحب نے نام حضرت شیخ طاہر کا لے دیا-

حتیٰ کہ بعد عرصہ قلیلہ کے یہ حضرت بمقام سرہند ایک کھترانی ماہ پیشانی پر عاشق شیدا ہوگئے- اور عشق یہاں تک پہنچا کہ حضرت نے زنار پہنا اور قشقہ کھینچ کر بت خانہ میں جا بیٹھے- اور کہتے تھے :

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

اور باعث اس کا یہ تھا کہ وہ کھترانی ماہ پیشانی بت خانہ میں متھہ ٹیکنے کو جایا کرتی تھی- جب حضرت کو کوئی وسیلہ دیدار دلدار کا بہم نہ پہنچا تو صورت اپنی بدل کر اور ہندو ہوکر بت خانہ میں مقیم ہوئے-

جب خبر صاجزادگان مجدد صاحب کو' جو ان کے شاگرد تھے' پہنچی تو انہوں نے بہت غم کھایا اور کہتے تھے کہ افسوس ہمارا استاد کافر ہوگیا- آخر کار بصد عجز و نیاز بخدمت والد بزرگوار اپنے کے حاضر ہوکر استمداد چاہی اور عرض کی کہ ہمارا استاد برباد ہوگیا ہے- برائے خدا امداد فرمایئے اور بے چارہ سرگشتہ کو بجائے خود لایئے' کیونکہ ان کا حق استادی ہماری گردن پر ہے- چنانچہ (ص ۱۶۴) حضرت مجدد نے ان کے حق میں دعا کری اور دعا مستجاب ہوئی اور شیخ طاہر اپنی ہوش میں آئے اور حضرت مجدد کی خدمت میں حاضر ہوکر تائب ہوئے اور مرید ہوکر فقر میں یدطولیٰ پایا- یہاں تک کہ ولی کامل مکمل ہوئے اور قطبیت لاہور کی پیش گاہ حضرت مجدد سے ان کو عطا ہوئی-

جب لاہور میں آئے تو ہزار ہا لوگ ان کے خادم ہوئے اور مشہوری ان کی بدرجہ غایت ہوئی- (ص ۱۶۸) اس وقت میں شیخ طاہر صاحب حصار لاہور میں محلہ شیخ اسحاق سکونت پزیر تھے اور محلہ شیخ اسحاق صاحب وہ ہے جہاں اب حویلی جمعدار خوشحال سنگھ کی اور موتی بازار و چونہ منڈی ہے-

Marfat.com

(ص ۱۴۴) اور دستور ان کا یہ تھا کہ کسی شخص سے یہ حضرت کچھ نقد و جنس بطور نذرانہ قبول نہ کرتے تھے اور ہمیشہ کتب احادیث و تفسیر بدستخط خود تحریر کر کے بعد تصحیح فروخت کرتے تھے اور جو آمدنی اس محنت شاقہ سے حاصل ہوتی تھی اس سے اوقات بسری اپنی فرماتے تھے۔

شیخ طاہر کی تصنیف کردہ عرضی

(ص ۱۴۴) اور کتاب تذکرہ مجددیہ میں چند عرائض شیخ طاہر کے' جو انہوں نے مقام لاہور سے بخدمت پیر اپنے کے تحریر کی ہیں' درج ہیں۔ منجملہ اس کے ایک عرضی کی نقل مندرج کرتا ہوں اور یہ عرضی بجنسہ عبارت ان کی ہے۔

حضرت من سلامت!

احقرالخدمت محمد طاہر .عرض می رساند کہ چون از آستانہ' علیا متوجہ لاہور شدم در ہر قدمی با خود می گفتم: کہ ای نادان مقصود را گذاشتہ کجا می روی۔ اما از غیب ندا می آمد کہ راھی شو راھی شو۔ فی الجملہ کشان کشان باین شہر آوردند و در گوشہ مسجد حیران نشستم۔ ناگاہ روح پر فتوح حضرت خواجہ نقشبند ظاہر شد و باعث گشت کہ برای کاری کہ مامور شدہ مشغول شو امتثالا" لا مرھم و امرکم چند کس را مشغول ساختم۔ حالا مجلس گرم است۔ مشایخان عالی شان فوج در فوج تشریف می آرند و الطاف کثیرہ می فرمایند۔ خصوصاً روح حضرت خواجہ بزرگ یعنی حضرت خواجہ نقشبند و حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجہ فرید گنج شکر در حلقہ ذکر و نماز تشریف فرما می شوند۔ و جناب رسالت ماب باچند ہزار صحابہ و مشائخ تشریف آوردہ در مجلس می نشیستد نوازش ہا میفر مایند و در عشرہ اعتکاف خلعت خاص عنایت فرموند و حضرت (ص ۱۴۵) فاطمہ الزھرا رضی اللہ عنہا الطاف بسیار فرمودہ .عنایت خاصہ بنوا ختند و قبل ازین ہریک از نسبت ثلاثہ یعنی نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ نوبت بہ نوبت رو میدادند۔ گاہی مختلط ہم می شد ند و گاھی غالب و مغلوب می بودند۔ یک نوبت نسبت چشتیہ غلبہ عظیم کرد۔ بہ حدی کہ از نسبت ہای دیگر ناامید گشتم۔ درین ضمن نسبت نقشبندیہ غلبہ کرد و دیگر نسبت ہارا زیر نمود۔ حالا ہرسہ نسبت ہا یکی شدند و درین ایام نسبت مشائخ کم است و نسبت اصحاب نبویہ زیادہ تر است و سوای نسبت اصحاب و خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اکثر اوقات بندہ در نسبت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم می باشد و بسیار خوش می آید۔ و مطلوب فقیر ہم غیرازین نیست کہ عین نسبت حضرت پیغمبر زیادتی و ترقی گیرد۔

فقط۔

Marfat.com

وفات

(ص ۶۹۵) اور وفات حضرت شیخ طاہر بندگی کی عہد شاہجہان بادشاہ میں وقوع میں آئی۔ چار سال سنہ جلوس شاہجہانی سے گذرے تھے۔ اور عمر آپ کی چھپن سال کی تھی۔

(ص ۶۹۴) وفات ان کی بروز پنجشنبہ ہشتم ماہ محرم ۱۰۴۰ میں وقوع میں آئی اور بمقام میانی مدفون ہوئے اور مفتی غلام سرور نے دو قطعہ تاریخ وفات ان حضرت کے واسطے درج کتاب ہذا بھیجے۔ سو بجنسہ نقل ان کی کی جاتی ہے' قطعہ:

شہ شیخ طاہر سراپا طہور
کہ در شہرلاہور مثلش کم است
خرد بعد ترحیل آن شاہ دین
بگفتا کہ سال وفاتش غم است

چنانچہ لفظ غم سے بحساب ابجد ایک ہزار چالیس بر آمد ہوتے ہیں۔ ایضاً":

شیخ طاہر اطہر دور زمان
ہست در لاہور زو فیض عمیم
گشت حاصل سرور بیچارہ را
سال ترحیلش ز ہادی عظیم

اس تاریخ میں مادہ تاریخ لفظ ہادی عظیم ہے اور ہادی عظیم کے عدد بحساب ابجد ایک ہزار چالیس ہوتے ہیں۔

خلفا

واضح ہو کہ ان حضرت کے پانچ خلفائے بزرگ نامور ہوئے ہیں۔ ایک حضرت ابو محمد قادری لاہوری اور دوسرے سید صوفی صاحب جن کی مزار پر انوار دہلی میں ہے۔ تیسرے حضرت آدم بنوری کہ اصل میں وہ خلیفہ عظیم حضرت شیخ احمد مجدد صاحب کے ہیں اور فیض باطنی ان سے بھی حاصل کیا ہے۔ مزار مبارک ان کی مدینہ منورہ میں ہے۔ چوتھے حضرت کھلن مست جن کی قبر دروازہ موری کے باہر باغیچہ سرکاری تحت حکم نواب غلام محبوب سبحانی صاحب میں موجود ہے۔ پانچویں شیخ ابوالقاسم مزار ان کی جدے میں ہے۔

قبرستان میانی پنج ڈھیرا

Marfat.com

(ص ۱۴۷) اور یہ قبرستان میانی پنج ڈھیرا کہلاتا ہے۔
وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ اول بعد اکبر بادشاہ یہاں ایک گاؤں تھا اور یہاں تمام عالم لوگ رہتے تھے۔ چونکہ بزبان پنجابی علماء کو میاں کہتے ہیں اس واسطے یہ گاؤں مسمی بہ میانی تھا۔ بعد اس کے یہاں کے عالموں نے جو کچھ قرب بحضور بادشاہ حاصل کیا تو اس کا نام شاہ پور مقرر ہوا۔ اس وقت رئیس یہاں کے حافظ جان محمد صاحب والد حضرت ابو محمد قادری کے تھے اور جو معافی بنام علمائے ایں مقام تھی وہ بھی حضرت وصول کرتے اور بعد وصول باہم تقسیم کرلیتے تھے۔ بعد ازاں وہ فوت ہوئے اور بجائے ان کے حضرت ابو محمد قادری خلف ان کے افسر مقرر ہوئے۔

(ص ۱۴۸) اس اثنا میں علما میں کچھ تفرقہ کسی مسلہ شرعی میں پڑا اور اکثر اشخاص یہاں سے اٹھ گئے۔ اور افسری ابو محمد صاحب کی منظور نہ کی۔ چنانچہ یہ موضع ویران ہوگیا اور صرف چند اشخاص متعلقین ابو محمد صاحب کے یہاں سکونت پذیر رہے۔ اس حال میں ایک حضرت میر علی نام کھڈ سے یہاں آئے اور بادشاہ کے یہاں مقرر ہو کر یہاں مقیم ہوئے اور ریاست یہاں کی ابو محمد صاحب اور میر علی صاحب میں مشترک ہوگئی۔ پھر انہوں نے ابو محمد صاحب سے کہا: کہ محاصل یہاں کافی مابین آپ کے اور ہمارے بطور مناصفہ اگر ہوجاوے تو ہم پھر اس گاؤں کو آباد کریں۔ انہوں نے قبول کیا اور معرفت ان کی پھر آباد ہوا۔ اس وقت میر علی صاحب نے اپنے پانچ بزرگوں کے صندوق کھڈ سے یہاں منگوائے اور ان کو یہاں دفن کیا۔ تب سے اس کا نام میانی پنج ڈھیرا مقرر ہوا۔ کیونکہ قبر کو بزبان پنجابی ڈھیرا کہتے ہیں اور پانچ ڈھیر یعنی قبر کے ہونے سے میانی پنج ڈھیرا مشہور ہوگئی۔ پھر ابو محمد صاحب شیخ طاہر بندگی صاحب کے خادم ہوئے۔ جب رئیس میانی کا حضرت شیخ طاہر کا خادم ہوا اور حضرت شیخ طاہر لاہور میں فوت ہوگئے تو قبر ان کی بھی میانی صاحب میں ہوئی۔

پھر بعد محمد شاہ یہ موضع اجڑ گیا اور شدہ شدہ قبرستان میانی بن گیا۔ اول یہاں پانچ قبریں بزرگان میر علی صاحب کی ہوئیں۔ بعد ازاں شیخ طاہر صاحب کی اور پھر اور بزرگوں کی اور بعد ازاں قبور عام مخلوق بھی یہاں ہی ہونے لگیں اور یہ تمام حال زبانی سید شہسوار سجادہ نشین حال اس مقبرہ کے لکھا گیا۔

حال گورکناں

(ص ۱۸۱) بعد شاہجہان برہمنوں پر جزیہ ہوا کہ جب کام گورکنی کا ہوا کرے تو یہ لوگ

Marfat.com

کیا کریں۔ چنانچہ بہت مدت یہی لوگ کرتے رہی۔ پھر عالمگیر نے گلگو لوگ اس کام پر مقرر کیئے۔

بعد محمد شاہ یہ قبرستان بھی ویران ہوگیا۔ کوئی یہاں تدفین کے واسطے نہ آتا تھا۔ اور یہاں بطور بیلا بن گیا۔ پھر بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ سمت ۱۸۸۰ میں جب گورستان بیرون دروازہ بھاٹی بند ہوا تو پھر یہاں قبریں ہونے لگیں۔ بعدازاں شدہ شدہ بیلا کاٹا گیا اور قبرستان ہوتا گیا۔ جب یہاں بیلا تھا تو کوئی کوئی بطور شاذ یہاں قبر ہوتی تھی۔ اس وقت میں مراد بخش تاوڑہ گورکن قوم کا زمیندار تھا جب وہ اس کام سے تنگ آیا تو اس نے خواجہ نامی میں کو اپنا شاگرد کیا۔ اب اس کی اولاد گورکن ہیں اور یہ حال گورکناں زبانی سید شہسوار سجادہ نشین خانقاہ شیخ طاہر صاحب تحریر ہوا۔ اور زبانی خاص گورکناں حال ان کا علیحدہ تحریر ہوگا۔

حال گورکناں قبرستان میانی زبانی۔ سید شہسوار سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ طاہر بندگی قدس سرہ العزیز: (ص ۱۸۵) اس گورستان میں اب گورکن مفصلہ ذیل ہیں۔

نورماہی، بلاقی، سبحان، نبی بخش، میراں بخش، رحمت ماہی، رانجھا، کالو، پیر ماہی، شہاب الدین، چراغ، نور دین، لدھو۔

یہ گورکن بارہ گھر۔ ان کے پانچ حصے مفصلہ ذیل ہیں جو لکھے جاتے ہیں۔

حال ان کا یہ ہے کہ اول مراد بخش تاوڑہ جس کا حال اوپر تحریر ہوا ہے گورکن تھا۔ پھر اس نے سمت ۱۸۸۰ میں جب یہاں بکثرت قبور ہونے لگیں تو خواجہ کو اپنا شاگرد کر کے یہ کام اس کے سپرد کیا۔ اس کے دو بیٹے ہوئے۔ ایک کریم بخش، دوسرا الٰہی بخش، اور پھر الٰہی بخش کے چار بیٹے ایک نور ماہی، دوسرا نبی بخش، تیسرا میراں بخش، چوتھا ہمون۔ کریم بخش کے بھی چار بیٹے ہوئے۔ ایک ممن، دوسرا احمد، تیسرا رحمت، چوتھا بلاقی۔ یہ اب موجود ہیں۔

اور خواجہ کا ایک بھائی مسمی تاجہ (ص ۱۸۶) اس کے ہاں ایک بیٹا مسمی فیجا ہوا۔ اب اس کا متبنی لدھو ہے۔

حصہ ان کا یوں تھا کہ جو آمدنی ہوتی تھی نصفا نصف ہوتی تھی۔ آدھ تو فیجا لے جاتا تھا اور نصف حصہ میں دو۔ ایک الٰہی بخش، دوسرا کرم بخش۔ اب مسمی بانا سالا الٰہی بخش کا وہ بھی انہیں میں شامل ہے۔

مزدوری قبر حتی المقدور صاحب میت سے ایک روپیہ یا آٹھ آنہ ان کو ملتا ہے۔ اور

Marfat.com

ماسوائے اس کے چادر لاش حق مالکانہ زمین حتی المقدور سجادہ نشین کو ملتا ہے۔ مزدوری گورکنی کی اگر صاحب میت صاحب توفیق ہوا تو ایک روپیہ اور غریب سے آٹھ آنہ۔ مسافر معاف۔ جو اس سے زیادہ گورکن کو دیا تو وہ حق سجادہ نشین ہے۔ فقط۔

قبر ٹھنڈی رہتی ہے

(ص ۱۶۸) اور سید شہسوار ایک کرامت بھی حضرت شیخ طاہر بندگی کی بیان کرتے ہیں۔ کہ چبوترہ مزار پر انوار حضرت کا' جس پر قبر آپ کی ہے' کبھی تابش آفتاب سے بموسم تابستان میں ---؟•--- دھوپ گرم ہو لیکن یہ چبوترہ سرد رہتا ہے۔

حال خطہ میانی زبانی گورکناں

(ص ۱۸۷) جہاں اب غرب رویہ موضع مزنگ کوٹھہ ہائے خام گھوسیوں کے آباد ہیں' یہاں اول ایک موضع بنام نہاد میانی تھا۔ وجہ تسمیہ میانی یہ تھا کہ وہاں صرف میوہ فروش قوم میں کے لوگ اکثر رہتے تھے۔ (ص ۱۸۸) اس واسطے سے گاؤں کو میانی کہتے ہیں۔ اور یہ موضع میانی اس وقت آباد ہوا تھا کہ جب مغل لاہور میں آئے تو اس وقت میں یہ لوگ ہمراہ مغلوں کے ولایت سے میوہ ہائے ولایتی اٹھا کر لائے تھے۔ چنانچہ مغلوں نے محلہ مزنگ اور میں لوگوں نے میانی آباد کی۔ بعد اس کے بعہد چغتائی میں یہ لوگ مٹی کھود کر فروخت کرتے اور اسکی آمدنی سے گذران کرتے تھے۔ اس اثنا میں مغلوں نے اس نواح میں اس طرح پر مکان بنوانے شروع کیے کہ پاس ہی گھر اور پاس ہی قبر اور پاس ہی باغیچہ اور پاس ہی چاہ۔ تو اس وقت شیرو نامی نے گورکنی اختیار کی اور اکبر بادشاہ کی طرف سے اس جگہ میں گورکن مقرر ہوا۔ اور حسب دستور اس وقت کے دو دو چار چار روپیہ فی قبر اس کو ملتے تھے۔ اور جب شہ مقیم صاحب حجرہ والے یہاں چلہ کے واسطے تشریف لاتے تو اس وقت میں بھی یہ گاؤں میانی آباد تھا۔ اس وقت یہ گورکن لوگ ان کے مرید ہوئے۔ اور اب بھی جب سید مدد علی شاہ صاحب سجادہ نشین حجرہ یہاں تشریف لاتے ہیں تو میں لوگ نذریں ادا کرتے ہیں۔

اور اس اثنا میں امیر علی شاہ صاحب یہاں آئے اور ان کو یہ جگہ پسند آئی' تو انہوں نے پانچ لاشیں اپنے بزرگوں کی یہاں طلب کر کے قبرہائے خام بنوائیں۔ تب سے اس جگہ کا نام میانی پنج ڈھیرا مقرر ہوا۔ اب ان قبروں کے نام نشان بھی باقی نہیں۔ وہ جگہ کہ جہاں قبریں تھیں' جنوب رویہ چلہ حضرت شاہ محمد مقیم کے مشہور ہے' وہاں اب کوئی قبر نہیں

Marfat.com

ہوتی اور تخمینا" دو منڈلہ زمین وہاں سفید پڑی ہے۔ پھر ۱۰۴۰ ایک ہزار چالیس میں شیخ طاہر صاحب کی قبر یہاں ہوئی۔ اس طور سے کہ یہاں میاں ذوالفقار، کہ جن کی اولاد سے اب حکیم کرم علی شاہ نواسے ان کے لاہور میں طبابت کرتے ہیں، رہتے تھے اور وہ شیخ طاہر صاحب کے مرید تھے۔ انہوں نے قبران کی یہاں بنوائی۔ تب سے قبرستان طاہر بندگی مشہور ہوا۔

پھر جب میر مومن ناظم لاہور ہوا تو سکھان ناخدا ترس نے موضع میانی کو لوٹ لیا اور تمام لوگ اجڑ کے کہیں چلے گئے۔ اس وقت میں بڑا ان گورکنوں کا باوا ہریا نام گورکن تھا۔ وہ موضع مزنگ میں جارہا اور جہاں موضع میانی تھا وہاں اب چاہان مزروعہ بن گئے اور اب عرصہ دو تین سال سے وہاں گھوسی لوگ سردار خان نے آباد کرائے۔ اور ان کو اپنی زمین مزروعہ دی اور فی گھر ایک روپیہ سالانہ کرایہ لینا مقرر کیا۔ ماکانت گھوسیاں اب تخمینا" دو سو گھر ہوگیا۔ سو جس روز سے موضع میانی ویران ہوا یہ قبرستان بنتا چلا گیا۔

پھر باوا ہریا کا بیٹا نور محمد ہوا۔ وہ بھی گورکنی کرتا رہا۔ پھر نور محمد کے گھر دو بیٹے (ص ۱۸۹) ہوئے ایک کا نام خواجہ دوسرے کا نام تاجا۔ یہ بھی بدستور گورکنی کرتے رہے۔ پھر خواجہ کے ہاں دو بیٹے ایک کا نام کریم بخش اور دوسرے کا نام الٰہی بخش اور ایک دختر بھاگ بھری اور تاجے کا ایک بیٹا فیض بخش اور چار دختر۔ پھر فیض بخش لاولد فوت ہوا۔ اور کریم بخش کے یہاں پانچ بیٹے ہوئے: بلاقی، محمد بخش، رحمت، غلام محمد۔ ان میں سے دو یعنی بلاقی اور رحمت موجود اور محمد بخش اور احمد بخش مرگئے۔ اولاد احمد بخش سے تین بیٹے: ایک شہاب الدین، دوسرا چراغ دین، تیسرا نور دین موجود ہیں اور محمد بخش کے دو بیٹے ایک اللہ بخش دوسرا غلام حسین۔ یہ بھی موجود ہیں اور بدستور گورکنی کرتے ہیں اور رحمت کے دو بیٹے ہوئے ایک کالو دوسرا مہر بخش یہ بھی موجودہ مگر ابھی خرد ہیں اور بلاقی کے دو بیٹے مولا بخش اور محمد بخش یہ بھی خرد ہیں اور الٰہی بخش کے پانچ بیٹے، ایک نور ماہی، دوسرا پیر ماہی، تیسرا رحیم بخش، چوتھا نبی بخش، پانچواں میراں بخش۔ اب نور ماہی کے یہاں تین لڑکیاں اور ایک لڑکا حسن دین ہے اور پیر ماہی کے گھر میں دو لڑکیاں اور تین بیٹے ہوئے۔ اور رحیم بخش کے یہاں جو فوت ہوگیا ہے ایک لڑکی باقی رہی۔ اب اس قدر آدمی گورکن موجود ہیں۔ نور ماہی، رحمت بلاقی، نبی بخش، میراں بخش، شہاب الدین، نور دین، چراغ دین، اللہ بخش، غلام حسین۔

اب ان کی چار پتیاں یعنی حصص ہیں۔ تین پتیاں تو اولاد باوا ہریا کی اور ایک پتی سبحان

Marfat.com

اور باوا کی ہے۔ حال ان کا یہ ہے کہ یہ بھی قدیم سے پتیدار چلے آتے ہیں اور یہ سجان اور ماوا ماموں رحمت اور نور ماہی کے ہیں۔ ماموں ان کا عتیق اللہ اور وہ بھی گورکن تھا۔ اب تقسیم حصص ان کی اس طرح پر ہے کہ جو مردہ آتا ہے تو مالک میت حق گورکنی ان کو دیتا ہے اور علاوہ اس کے سجادہ نشین کو بھی کچھ حتی المقدور دیتا ہے۔ ان کی آمدنی کے ساتھ اس کو کچھ تعلق نہیں اور نیز ان گورکنوں میں معمول ہے کہ خواہ جس کی جو مرضی ہووے وہ کام کرے۔ چنانچہ اب کوئی بیوپار میوہ جات کرتا ہے اور کوئی گورکنی۔ مگر حصہ اس کا بدستور ملتا ہے۔ چنانچہ ایک روپیہ آوے تو اول اس کے چار حصہ کرتے ہیں۔ اس میں سے تین حصے یعنی بارہ آنہ تو بلاقی اور نور ماہی اور لدھو لیتے ہیں اور چار آنہ سجان اور ماوا لیتا ہے۔ بعد اس کے بلاقی اپنے چار آنہ کو چار جگہ تقسیم کرتا ہے۔ ایک آنہ محمد بخش، اور ایک آنہ احمد بخش اور ایک آنہ رحمت اور ایک آنہ خود وہ لیتا ہے۔ وہ اپنے برادران خرد میں حسب مرضی خود تقسیم کرتا ہے۔ اور ایک حصہ یعنی چار آنہ لدھو لے کر نصفا نصف اپنی بہن سے جو پیر ماہی کی جورو ہے تقسیم کرلیتا ہے تو اس طرح سے پیر ماہی کو دو حصہ یعنی دو آنہ ملتا ہے۔ ایک آنہ نور الٰہی سے اور ایک آنہ اپنے سالے لدھو سے لیتا ہے۔ اور بقیہ ایک (ص ۱۹۰) حصہ یعنی چار آنہ جو سجان کو ملتا ہے اس میں سیدو آنہ تو وہ خود لیتا ہے۔ اور بقیہ دو آنہ نبیرگان ماوا کو دیتا ہے۔ کالو اور نجو دونوں بھائی پسران و تو ہیں۔

اب جس روز سے کہ یہ قبرستان حسب الارشاد سرکار ماہ صفر المظفر ۱۲۸۰ھ سے بند ہوگیا ہے۔ بعوض اس قبرستان کے حسب صوابدید صاحبان میونسپل کمیٹی کے متصل پڑاوہ بدھو خانقاہ حضرت ایشاں زمین واسطے قبرستان کے ان کو ملی ہے۔ گورکن وہاں کام کرتے ہیں اور اس تعلقہ میں ماسوا ان گورکنوں کے میتا گورکن قبرستان شاہ ابوالمعالی کو بھی جگہ ملی ہے اور وہاں تین احاطہ قبرستان جدید کے مقرر ہوئے ہیں۔ ایک احاطہ لاہور کا اور دوسرا حضرت ایشاں کا اور تیسرا حد میراں دی کھوئی کا۔ اس میں سے حد کھوئی میراں سپرد میتا کے ہوئی اور دو احاطے ان کے۔ فقط۔

سجادہ نشین

(ص ۱۹۰) اول مزار شیخ طاہر بندگی صاحب کا خواجہ گورکن اور ابدال شاہ فقیر خادم و مجاور تھا۔ اس وقت میں یہ معمول تھا کہ ابدال شاہ فقیر یہاں تکیہ دار تھا۔ جو چڑھت کہ زر نقدی چار آنہ تک آتی تھی وہ خواجہ گورکن اس فقیر ابدال شاہ کو دیتا اور روپیہ اور دھیلی جمع کر کے عرس کرتا تھا اور ماسوا اس کے فقیر فضل دین بھی عرس کے واسطے کچھ دیتا تھا۔

Marfat.com

جب قبر موراں طوائف کی سمت ۱۸۲۴ء میں یہاں ہوئی تو ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ عاشق شیفتہ حال موراں کے' کہ جن کے عشق کا حال درج تواریخ سکھاں ہے' وہاں اس کی قبر پر گئے- اور چار چاہ گرد نواح میانی یعنی ایک چاہ پھولا ہی والا' دوسرا مندھالی والا ملکیت الٰہی بخش گورکن' اور تیسرا پیر زہدی والا ملکیت مہر شادی جہاں اب سر رابرٹ منٹگمری صاحب بہادر نے کوٹھی بنوائی ہے اور اس چاہ پر باغیچہ کوٹھی ہے اور چوتھا چاہ بلوچاں والا اس کے ساتھ کر کے ممولاں ہمشیرہ موراں کو دے آیا اور ان چاروں چاہ کی آمدنی ان کو پچاس روپیہ سالانہ آتی تھی- چنانچہ چالیس برس تک وہ کھاتے رہے- اب ضبط ہوگئی- ممولاں ہمشیرہ موراں بھی کچھ نہ کچھ بروز عرس دے چھوڑتی تھی-

جب ابدال شاہ مرگیا تو اسکا بالکا محبت شاہ گورکنوں نے وہاں بٹھلایا- اس کا بھی وہی معمول رہا اور میاں صاحب بٹالے والے جو مشہور خاندان قادریہ پنجاب سے ہیں ان کے بزرگ سجادہ نشین حضرت ابو محمد صاحب لاہوری کے تھے اور حضرت ابو محمد صاحب سلسلہ قادریہ میں مرید شیخ طاہر صاحب بندگی مرحوم کے ہیں اور حضرت شیخ طاہر ہرچہار سلسلہ یعنی قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ میں بیعت لیتے تھے- اس توسل سے حضرت میاں صاحب بٹالہ سے میاں سید خیر شاہ پسر حسن شاہ یہاں مزار حضرت شیخ صاحب سجادہ نشین ہوکر بعد مہاراجہ صاحب آئے اور بعد ان کے جب خیر شاہ فوت ہوگیا تو ایک شخص چراغ شاہ نامی بن زند علی ساکن موضع مزنگ (ص ۱۹۱) بٹالہ والے صاحبوں کا' بامید عطائے عہدہ سجادہ نشینی شیخ طاہر صاحب کی' کچھ زر نقد دے کر مرید ہوا- چنانچہ انہوں نے اس کو ۱۲۶۱ھ میں یہاں کا سجادہ نشین کر کے بھیجا اور بعد ہونے مرید کے سید چراغ شاہ صاحب یہاں تشریف لائے- اور دو برس تک رونق افزا اس خانقاہ کے رہے- پھر چراغ زندگی چراغ شاہ صاحب کا گل ہوگیا- بعد اس کے زند علی باپ چراغ شاہ کا بصوابدید نمبرداراں و روسائے موضع مزنگ کے یہاں آبیٹھا- ۱۲۷۱ھ میں زند علی صاحب رخت زندگی چھوڑ کر چلے گئے- من بعد شہسوار بن زند علی حقیقی بھائی چراغ شاہ کا بٹالہ میں گیا اور بطمع سجادہ نشینی اس خانقاہ کے حضرات بٹالہ کا مرید بنا اور ان کی اجازت سے سجادہ نشین اس خانقاہ کا مقرر ہوا اور اب تک قابض و متصرف ہے- اگرچہ چراغ شاہ کا بیٹا بہادر شاہ' جو حقیقی برادر زادہ شہسوار کا ہے' موجود ہے- اور وہ کہتا ہے کہ میں بحسب ورثہ اپنے باپ چراغ شاہ گدی نشین سابق اور زند علی دادا اپنے کے حقدار نصف آمدنی زر چڑھاوا خانقاہ کا ہوں- مگر میاں شہسوار اس کو کچھ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ یہ مکان ورثہ سے تعلق نہیں رکھتا- مالکان مکان میاں

Marfat.com

صاحبان بٹالہ ہیں۔ ان کا میں مرید ہوں اور انہوں نے مجھ کو یہاں کا سجادہ نشین مقرر کر کے بھیجا ہے۔ میں تجھ کو کچھ نہ دوں گا۔ اگر کچھ لینا منظور ہے تو اجازت نامہ میاں صاحب بٹالہ کا لے آ۔ فقط۔

عرس

اور سابق از زماں خیر شاہ گدی نشین صرف گورکن لوگ عرس کرتے تھے اور آمدنی مشرح بالا لیتے تھے۔ جب بالخیر میاں خیر شاہ تشریف لائے تو خرچ عرس نصفا نصف فی مابین گورکناں و خیر شاہ مقرر ہوا اور زر آمدنی خرچ اخراجات مرمت خانقاہ و عرس و نفقہ سجادہ نشین میں صرف ہوتے رہے۔ چنانچہ اب تک یہی معمول ہے۔

اگرچہ تاریخ وفات حضرت شیخ طاہر بندگی صاحب بتصدیق قول صاحب تذکرہ مجددیہ آٹھویں ماہ محرم ۱۰۴۰ ہے مگر سجادہ نشین و گورکن اس خانقاہ کے عرس یعنی فاتحہ سالینہ حضرت شیخ طاہر بندگی صاحب کا بپاس آداب عشرہ ماہ محرم الحرام بتاریخ ۱۷ویں ماہ محرم کرتے ہیں۔

اور بروز سالینہ حضرت کے یہ دستور ہے کہ اس روز نان حلوا اور دال نخود مع گوشت پکوایا جاتا ہے اور علما لوگ موضع مزنگ اور لاہور سے بلوا کر حضرت کا ختم دلایا جاتا ہے اور جمع کثیر ارادت مند لوگوں کی وہاں جمع ہوتی ہے اور تمام رات شب بیدار رہ کر قرآن شریف بارواح حضرت کے پڑھ کر بخشتے ہیں اور فقرا بھی بہت سے جمع ہوتے ہیں۔ اور بھنڈارا فقرا کا تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اولی یہ ہی دستور تھا کہ غیر شرع کے لوگ یہاں بروز سالینہ حضرت کے پاس آنا نہیں پاتے تھے اور صرف فاتحہ اور بھنڈارا فقرا ہوتا تھا۔ مگر اب جس روز سے کہ شہسوار سجادہ نشین (ص ۱۹۲) ہوئے ہیں' ازاں جا کہ یہ حضرت بڑے شوقین آدمی ہیں' انہوں نے حال والے لوگ یعنی نوشاہی وغیرہ جو سرود سنتے ہیں' جمع کرنے اور مجلس قوالاں کرنی شروع کی ہے۔ اور عرصہ ایک سال سے مجرا تماشہ و ناچ کنجریوں کا بھی ہونا شروع ہوگیا ہے۔ مگر یہ رسم نئی شروع ہوئی ہے بسابق نہ تھی۔ سابق صرف شرعی فاتحہ ہوتا تھا۔ اس قدر احوال صرف زبانی گورکناں گورستان میانی درج ہوا۔ فقط۔

قبرستان کے دوسرے مشہور مکانات

(ص ۱۶۸) اور ماسوائے چار دیواری خانقاہ شیخ طاہر بندگی صاحب کے جو مکانات مشہور قبرستان ہذا میں ہیں سو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

محمد بھٹی، پیر زہدی، سعدی لاہوری، محمد شفیع قادری، نظام شاہ مجذوب، حافظ محمد عارف، مولوی جامی، عزیز مزنگ، شاہ میر، پیر سراجی، حاجی لال، پیر کرسی، عمر ولی، تکیہ کنجری بیوی صاحبہ، قبر نواب بہاولپور، حاجینور، مسجد سلطان، ڈھایہ ماموں شاہ، حسنہ دی کندی، تکیہ شمس، شاہ مقیم میراں شاہ، باغیچہ سید چراغ شاہ۔ چوکی با تکیاں۔ قبر کوتوال۔ (ص ۱۶۹) باغیچہ رانی گل بیگم و مقبرہ نور بیگم جو کالوی۔ باغیچہ فقیراں۔ شیخ رتا۔ چار دیواری امام مسجد موراں۔ چار دیواری خواجگان۔ چار دیواری شیخ شبراتی۔ چار دیواری گاماں پراچہ۔ چار دیواری ملا گاماں۔

ملک علی کوتوال

(ص ۱۷۰) حال اس ملک علی کوتوال کا زبانی اس شخاص مقبرہ کے یہ سنا جاتا ہے کہ عہد اکبر بادشاہ میں ایک شخص عبداللہ بھٹی ساکن بار ایک ظرف یعنی ٹھٹھول اکبر کا تھا اور اس کا ایسا معمول تھا کہ بادشاہ کو سلام نہ کرتا تھا اور بادشاہ ہمیشہ ایسی تجویزیں کرتا تھا کہ وہ سلام کرے۔ حتیٰ کہ بادشاہ نے اپنے دیوان خاص میں ایک کھڑکی چھوٹی سی بنوائی اور حکم دیا کہ عبداللہ کو بلاؤ۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ جب وہ اس میں سے آوے گا تو ضرور سرنیچا کرے گا۔ تو ہم کہیں گے کہ تو نے سجود کیا۔ جب اس کو طلب کیا تو اس نے پہلے پاؤں اندر ڈالے اور کہا کہ سلام نہ کروں گا۔ شہ نے خفا ہو کر اس کو مقید و مسلسل کیا اور حوالہ ملک علی کوتوال لاہور فرمایا۔ جب عبداللہ مسلسل و مغلل ہو کر محبس میں آیا تو کوتوال نے اس کو سوال کیا کہ تو ناطہ اپنی لڑکی کا مجھ کو دے۔ تجاہل کر کے کوتوال سے کہا کہ نزدیک آکر مجھ کو کہ۔ دور سے سنائی نہیں دیتا۔ کوتوال قریب اس کے گیا اور مافی الضمیر اپنا بیان کیا تو اس نے ایک ضرب دو دستہ ہتوڑی کی جو اس کے ہاتھ میں برسم محبوساں تھی اس کے سر پر ماری۔ وہ نادم اور خفا ہو کر بادشاہ کے پاس گیا اور عرض کیا: کہ جہاں پناہ جو آدمی حیوان ہو کر انسان کو تکلیف پہنچاوے اور قصد قتل کرے تو اس کی سزا کیا ہے۔ حضور نے کہا: کہ قتل اس کی سزا ہے۔ ملک علی نے آتے ہی عبداللہ بھٹی کو قتل کروا دیا۔

بعد عرصہ چند روز کے بادشاہ نے عبداللہ کو یاد کیا۔ کوتوال نے تمام حال عرض کر دیا۔ بادشاہ از بس خفا ہوئے اور کہا: کہ اچھا کیا جو تم نے عبداللہ کو قتل کیا۔ اب تم تمام اپنے عیال و اطفال کو حاضر حضور کرو۔ جب وہ حاضر آئے تو بادشاہ نے حکم کیا کہ کوتوال کو مع تمام عیال و اطفال اس کے قتل کرو۔ چنانچہ حسب الحکم شاہی ملک علی کوتوال مع عیال و اطفال قتل ہوا اور جو مال منقولہ اس کا نکلا اس کے واسطے حکم دیا کہ ان کی قبور بنوائی

Marfat.com

جاویں۔ سو تمام عیال و اطفال مع ملک علی یہاں دفن ہوئے اور اس کی جائیداد سے یہ قبور اور دونوں مسجدیں بنوائی گئیں۔ چنانچہ اب تک یادگار ہیں۔ پہلی مسجد کے متصل قبور زنانہ اور دوسری مسجد کے متصل مردانہ ہیں۔

یہ حال مرقومی بالا زبانی بزرگان گورکن کے دریافت ہوا تھا۔ اب کتاب حقیقت الفقرا سے حال اس کا یوں معلوم ہوا کہ ملک علی کوتوال شہر لاہور کا بعہد اکبر بادشاہ تھا اور اس وقت مقام (ص ۱۷۱) کوتوالی شرق رویہ حصار بلدہ دارالسلطنت لاہور مقام نخاس میں تھا۔ ان ایام میں جناب حضرت حسین صاحب جن کا نام مشہور مادھو لال حسین ہے اور حال ان کا مفصل درج کتاب ہذا ہوچکا ہے بحالت رندانہ صراحی مے بکف ریش و بروت تراشیدہ پھرا کرتے تھے۔ جب شہرت ان کی بدرجہ کمال ہوئی تو اکبر بادشاہ کو ان کی خبر ہوئی۔ اس نے ملک علی کوتوال کو لکھا کہ حضرت حسین کو مسلسل کر کے حاضر کرے وہ بتعمیل حکم اکبر بادشاہ ان کی تلاش کے صدد ہوا۔ قدرت الٰہی سے تا دو ماہ دستیاب نہ ہوئے۔ اس اثنا میں عبداللہ بھٹی جو سرغنہ مفسدان و رہزنان تھا گرفتار ہوا اور بہ نسبت اس کے حکم شاہی بنام ملک علی آیا کہ اس کو بمقام نخاس سزائے دار دے۔ اتفاقاً" جس روز اس کو سولی چڑھانے گئے تو وہاں ہجوم خلقت کثیر جمع ہوا۔ اس انبوہ میں حضرت حسین بھی سیر کناں صراحی مے بکف آپہنچے۔ لوگوں نے ملک کو اطلاع دی۔ اس نے آپ کو گرفتار کیا اور زنجیر پہنائی۔ قدرت الٰہی سے زنجیر تین بار ٹوٹ گئی۔ وہ نابکار یہ کرامت دیکھ کر معتقد تو نہ ہوا بلکہ بے ادبی سے کہنے لگا کہ میں آپ کے صفرہ میں میخ ٹھکوا دوں گا۔ آپ نے کہا کہ خدا تجھ کو یہ سزا بہت جلد دے گا اور تیری مجال نہیں کہ ہم کو گرفتار کر کے روانہ کرے۔ خاطر جمع رکھ ہم خود تیرے سپاہیوں کے ساتھ دہلی جاویں گے۔ اس اثناء میں فرمان اکبری بنام ملک علی اس مضمون کا پہنچا کہ بوقت دار کشی جو کلام عبداللہ بھٹی کرے ہم کو اس سے حرف بحرف اطلاع کی جاوے۔ اتفاقاً" اس بے باک نے بوقت دار کشی ہزار ہا گالیاں اکبر کو دیں۔ ملک علی نے وہ حرف بحرف درج عریضہ کر کے روانہ دہلی کیں۔ اکبر دیکھتے ہی جل گیا اور حکم دیا کہ ملک علی بڑا گستاخ ہے۔ اس کے صفرہ میں میخ ٹھوکی جاوے۔ حتیٰ کہ تیسرے دن وہ اسی طرح مارا گیا اور حضرت حسین دہلی کو گئے۔ چنانچہ وہ تمام حال حضرت حسین کی خانقاہ کے حال میں درج ہے۔ جو چاہے دیکھ لے۔ فقط۔

حاجی نور مرحوم

(ص ۱۷۶) یہ حضرت بزرگ میاں گاماں پراچے کے ہیں۔ بعہد شاہجہان بادشاہ لاہور

Marfat.com

میں بڑے زاہد اور عبادتی اور دولت مند تھے۔ ایک دفعہ شاہجہان بادشاہ کو بتقریب (ص ۱۷۷) ضرورت کسی مہم عظیم کے ضرورت ہوئی کہ چار کروڑ روپیہ کسی سے قرض لیوے۔ شہر میں بہت تلاش کی۔ کسی سے یہ روپیہ بہم نہ پہنچا۔ آخر کار لوگوں نے ان کا نام لیا۔ شاہجہان نے آپ کو بلایا اور روپیہ مانگا اور کہا: کہ باوا جی ہم کو مہم کے واسطے روپیہ درکار ہے۔ بعد فتح مہم کے ادا کیا جائے گا۔ آپ نے اسی وقت چار کروڑ روپیہ شاہجہان کو قرض دیا۔ جب مہم سر ہوئی اور شاہجہان نے آپ کو واپس دینا چاہا تو آپ نے فرمایا: کہ تو نے مجھ کو باوا کہا ہے پس تو میرا فرزند ہو چکا۔ اب یہ روپیہ تیرا مال ہے مجھ پر حرام اور تجھ پر حلال ہے۔

کہتے ہیں کہ حاجی نور صاحب نے سات دفعہ حج بیت اللہ کا کیا اور سال وفات حاجی نور صاحب کا ۱۰۵۵ھ ایک ہزار پچپن ہجری ہے۔ مقبرہ آپ کا نمونہ مکہ شریف بیت اللہ بنا ہوا ہے۔

نظام شاہ مجذوب

(ص ۱۷۹) اور حال سائیں نظام شاہ کا یہ ہے کہ یہ حضرت فقیر مست مجذوب تھے اور تمام ہندو و مسلمان ان کا ادب آداب بجان کرتے تھے اور یہ حضرت امکنہ مختلفہ میں سکونت پذیر رہتے تھے۔ چنانچہ مدت مدید مکان تکیہ شرق رویہ قلعہ گوجر سنگھ میں رہے اور بعدازاں شہر میں کبھی کہیں اور کبھی کہیں۔ آخر یہاں آرہے۔ (ص ۱۸۰) اور یہ مکان ان کے نام سے مشہور ہے۔ شمال رویہ اس مکان کے راستہ۔ موضع مزنگ سے چوبرجی کی طرف جاتا ہے اور اس کے شمال رویہ مکان باغیچہ سید چراغ شاہ ہے۔

(ص ۱۷۹) پہلے یہاں ایک مسجد قدیمی تھی۔ پھر آپ نے یہاں عمارت بنوائی۔ اکثر اشخاص عام و خاص ان کی زیارت کے واسطے یہاں حاضر ہوتے تھے اور صدہا کراماتیں ان کی مشہور و معروف ہیں۔ چنانچہ یوم قتل راجہ ہیرا سنگھ کا ذکر ہے کہ اس روز علی الصباح یہ حضرت (ص ۱۸۰) تکیہ سادھواں میں تشریف لائے۔ اس روز عیدالاضحیٰ کا دن تھا۔ آپ وہاں آکر فرمانے لگے: کہ نئی صفیں لاؤ اگلی صف اٹھ گئی ہے۔ اس وقت لوگوں نے جانا کہ آج سلطنت میں ضرور کچھ فرق آوے گا۔ چنانچہ بعد دو گھنٹہ کے راجہ ہیرا سنگھ جو اپنی حویلی میں محصور تھا مع پنڈت جلادو میاں سوھن سنگھ خلف راجہ گلاب سنگھ و چند ہمراہیاں مع زر کثیر ٹکسالی دروازہ باہر نکلا۔ اور سردار جواہر سنگھ' ماموں مہاراجہ دلی سنگھ نے تعاقب اس کا کیا اور متصل گھاٹ راوی کے جاکر اس نے راجہ ہیرا سنگھ کو مع پنڈت جلادو میاں سوھن

Marfat.com

سنگھ قتل کیا۔

قس علیٰ ہذا اور بہت کرامتیں ان کی مشہور ہیں۔

پھر عہد سلطنت انگریزی میں انہوں نے ایک کاٹھ اپنے اس مکان پر بنایا اور جس پر خفا ہوتے تھے اس کو کاٹھ میں بند کردیتے تھے۔ چنانچہ حسب العادت ایک روز بروز یک شنبہ ایک شخص مسلمان قوم جوگی کو اپنے کاٹھ میں بند کیا۔ دوسرے روز اس جوگی نے یہ محکمہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع لاہور کے استغاثہ کیا۔ وہاں سے حسب ضابطہ بعد لینے ثبوت مدعی کے معرفت خدا بخش کوتوال طلبی ان کی عمل میں آئی۔ جب کوتوال حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: کہ حضرت آپ کو حاکم نے طلب کیا ہے۔ تشریف لے چلو۔ آپ نے فرمایا: کہ چلو بھائی فقرا تو محکموں میں گرفتار نہیں ہوتے۔ تجھ کو لازم ہے کہ اس بات میں ہم کو دق نہ کر۔ کوتوال نے مجبوری اپنی بیان کی تو آپ نے فرمایا: کہ آج تو جا کل ہم خود سرکار کے محکمہ میں چلے چلیں گے۔ جب وہ دن گذرا تو رات کو آپ فوت ہوگئے۔ اور بوقت مرگ حاضرین سے کہتے تھے کہ کوتوال ہم کو عدالت سرکار انگریزی میں لے جاتا تھا۔ ہم اپنی سرکار کے محکمے میں جاتے تھے۔

جب آپ فوت ہوئے تو تمام شہر میں غل ہوگیا اور ہر ایک یہی کتاب تھا کہ انہوں نے عزت فقیری کی رکھ لی۔ بعد اس کے محمد سلطان ٹھیکیدار نے تجہیز و تکفین ان کی کی۔ اور ہزارہا زن و مرد ہندو مسلمان آپ کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور بڑی دھوم دھام سے دفن ہوئے۔

(ص ۱۷۸) اب عرصہ بارہ سال کا ہوا کہ سائیں نظام شاہ صاحب سال بارہ سو انہتر ہجری (۱۲۶۹) میں فوت ہوئے۔ دو قطعہ تاریخ وفات ان کی مفتی غلام سرور نے تصنیف کی ہیں۔ سو بجنسہ درج کتاب ہذا کی جاتی ہے' قطعہ:

آن ولی نظام شاہ جہان
آخر الامر باخدا پیوست
سال تاریخ رحلتش سرور
شد ندا عاشق از سرمست
۱۲۶۹

اور دوسری تاریخ یہ ہے۔ قطعہ:

نظام جہان از جہان بے نیاز

Marfat.com

ولی خدا بود محبوب پیر
چو جستم زول سال ترحیل او
ندا شد بگو شاد مجذوب پیر
۱۲۶۹ھ

بعد وفات مزار ان کا نواب شیخ امام الدین خان نے بنوایا۔

(ص ۱۸۰) اور قبران کی نواب شیخ امام الدین نے بنوا دی۔ اور چند دفعہ میلہ تماشہ بھی ہوا۔ اب بھی ارادت مند لوگ ان کے موجود ہیں اور گاہ بگاہ کچھ خدمت یہاں کے فقیر کی کر چھوڑتے ہیں۔

سید چراغ شاہ صاحب چشتی و سبزواری

(ص ۱۸۱) یہ شاہ صاحب قدیم سے رہنے والے لاہور کے ہیں۔

(ص ۱۸۳) اور بزرگ ان کے عہد بہادر شاہ میں اچ سے یہاں آئے ہیں۔ اول حضرت میر عالم و میر حیا صاحب و میر نادر صاحب اچ سے آئے اور کار طبابت کرتے رہی۔

(ص ۱۸۲) اب چند پشتوں سے مسکن شاہ صاحب کا خاص لاہور ہے۔

پہلے بزرگ ان کے شہر قبۃ الخضراء المشہور سبزوار میں رہتے تھے۔ بعدازاں بسبب وقوع حوادث زمانہ مخالف وہاں سے تشریف لا کر بموضع احمد پور علاقہ ملتان میں متصل اچ شریف آباد ہوئے و حصول قوت حلال نوکری صوبہ ملتان میں کرتے تھے۔ بزرگان شاہ صاحب سے قاضی غلام محمد صاحب بڑے فاضل اجل و عالم تبحر ہوئے اور اوصاف آپ شاہ عالم بادشاہ عالمگیر کی بیٹی تک پہنچے۔ اس نے بہزار خورسندی ان کو اپنے پاس بلایا۔ عزت کی اور قاضی لاہور مقرر کیا اور وہ حضرت کئی برس تک قاضی لاہور رہے۔ علاوہ براں فن طبابت میں ایسا دم عیسوی رکھتے تھے کہ جو بیمار آیا گویا جان تازہ پا گیا۔ لاہور میں مبارک حویلی' جو بالفعل بقبضہ نواب علی رضا خان صاحب مرحوم کے صاحبزادوں کے ہے' میر ذوالفقار علی قاضی غلام محمد صاحب کے برادر زادہ کی بنائی ہوئی ہے کہ وہ بھی ایک امیر کبیر تھے۔ فقط۔

سلسلہ آبائی

(ص ۱۸۱) سلسلہ آبائی ان کا سید سبزواری ہے اور نسبت بزرگوں کی حضرت امام علی نقی سے اس طرح ملتی ہے کہ سید چراغ علی شاہ صاحب بن سید احمد شاہ بن سید قمر علی بن

Marfat.com

سید یحیٰ بن سید عالم بن سید قاضی غلام محمد شاہ بن سید ابوالمعالی بن سید جعفر علی بن سید مہدی بن سید حیدر علی بن سید محمد باقر بن سید حسین بن سید حمزہ بن سید محمود سبزواری بن سید احمد بن قطب الاقطاب میر سعید بن سید محمد بن حسین علی بن حسن علی بن سید محمد بن سید علی بن سید خیرن بن سید احمد ثانی بن سید حامد بن سید احمد بن سید ارحم بن سید محمد بن سید ابراہیم بن سید منہاج بن سید علی بن سید جلال الدین بن سید محمد قاسم بن سید ابو جعفر ثانی بن امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

سلسلہ فقر

اور فقر میں سلسلہ جناب کا صابریہ چشتیہ ہے۔ بیعت آپ کی بخدمت مولوی غلام مصطفٰی اور ان کی بخدمت شیخ اللہ وتا اور ان کی بخدمت شیخ کریم الدین اور ان کی بخدمت شیخ محمد غوث اور ان کی بخدمت شیخ قادر بخش اور ان کی بخدمت شیخ حامد شاہ (ص ۱۸۲) اور ان کی بخدمت شیخ محمد صدیق اور ان کی بخدمت حافظ محمد عارف اور ان کی بخدمت شیخ عبدالخالق قریشی اور ان کی بخدمت شیخ جان اللہ اور ان کی بخدمت شیخ نظام الدین بلخی تھا اوران کی بخدمت شیخ جلال الدین تھی اور ان کی بخدمت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی بخدمت شیخ ابو محمد اور ان کی بخدمت شیخ عارف اور ان کی بخدمت شیخ احمد عبدالحق ردولی اور ان کی بخدمت شیخ جلال الدین پانی پتی اور ان کی بخدمت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی اور ان کی بخدمت خواجہ علی احمد صابر کلیری اور ان کی بخدمت خواجہ خواجگان' زبدالولی' فرد زمان' و حیدر دوران' خواجہ فرید الدین گنج شکر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہے۔

ذاتی صفات

(ص ۱۸۲) غرض کہ شرافت و نجابت و علم و حلم سید چراغ علی شاہ صاحب کی ذات بابرکات میں موروثی ورثہ ہے۔ کچھ آج سے نہیں۔ سرور :

جو کہ اولاد علی آل نبی ہوویں گے
ہے یقیں ان میں بھی اوصاف وہی ہوویں گے

(ص ۱۸۱) آدمی بزرگ پارسا نیک بخت مشہور ہیں۔

(ص ۱۸۲) دن بھر جناب تلقین طلبا و علاج بیماروں میں مصروف رہتے ہیں اور خلق محمد کا یہ حال ہے کہ جو بیمار آتا ہے آپ کا جمال باکمال دیکھ و کلام شیریں سن کر نصف عرض :

Marfat.com

اس کی دور ہوجاتی ہے۔ رات بھر آپ عبادت حق اور دن بھر خیر گیری بیماراں ظاہری و باطنی میں مصروف رہتے ہیں۔ عامل کامل بھی آپ ایسے ہیں کہ ثانی ندارد۔ دلائل الخیرات کا وظیفہ شبو روز رہتا ہے اور محض اسی واسطے جناب نے بارہ تیرہ سال سے اناج ہر قسم کا کھانا چھوڑ دیا ہے۔

(ص ۱۸۳) غرض کہ جو اوصاف ذات بابرکات سادات عظام و شرفائے ذوالکرام میں چاہیں سب ان کے جسم مجسم و وجود برکت آمود میں موجود ہیں۔

صاحبزادے

صاحبزادے آپ کے تین ہیں۔ اول سید حاکم علی شاہ کہ بطبع حلیم و سادہ مزاج' بے غرور' بے تکبر' اور دوسرے سید بہادر علی شاہ کہ علم طبابت و نظم و نثر و فارسی و عربی میں طاق ہیں۔ شعر کہنے کی طرف بھی طبع ان کی راغب ہے۔ تیسرے سید نادر علی شاہ بہت خوش مزاج' خوش لباس' خوش گو' خوش سخن' علیم' فہیم اسم بامسمی ہیں۔ خدا سلامت رکھے۔

مرید

(ص ۱۸۲) مرید جناب کے خاص لاہور وغیرہ میں بکثرت ہیں بہت وضیع و شریف آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے فیض یاب ہوئے ہیں۔

شیخ سعدی بلخاری لاہوری

(ص ۱۸۴) اور کتاب تذکرہ مناقب سید آدم میں لکھا ہے کہ یہ حضرت یعنی شیخ سعدی بلخاری لاہور حضرت سید آدم کے' جو بڑے خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے تھے' خلیفہ تھے۔ اور ابتدا میں فوج شاجہان بادشاہ میں نوکر تھے۔ بعدازاں بخدمت شیخ اسد اللہ خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری حاضر ہوکر مرید ہوئے۔ ان کی توجہ سے بڑا استغراق آپ کے مزاج حق امتزاج میں ظاہر ہوا۔ حتیٰ کہ رات دن مشغول بحق رہتے تھے۔

جب حضرت شیخ اسد اللہ نے آپ کو ایسا قابل مزاج پایا اور دیکھا کہ یہ شخص کچھ ہونے والا ہے تو وہ ان کو بحضور مرشد ارشد اپنے یعنی حضرت سید آدم بنوری کے لے گئے۔ اور بیعت کرائی۔ پھر تو چند سال میں وہ اولیا کاملین حق سے ہوگئے۔ جب شیخ آدم بنوری براہ لاہور روانہ بیت اللہ ہوئے تو ان کو لاہور میں چھوڑ گئے اور ارشاد کیا: کہ تو

Marfat.com

لاہور میں رہ اور خلق خدا کو دعوت بجا کر۔

(ص ۱۸۵) الغرض وہ حسب الارشاد مرشد اپنے کے لاہور میں رہے اور چالیس سال تک لاہور میں رہ کر خلق خدا کو ہدایت کرتے رہے۔

اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ توجہ کرنا ان کا آسیب زدہ پر نہایت موثر ہوتا تھا۔ جب آسیب زدہ کو ان کے روبرو لاتے تھی تو فی الفور باثر نظر فیض اثر آپ کے وہ آسیب زدہ اچھا ہوجاتا تھا اور بعض اوقات ایسا بھی فرما دیا کرتے تھے کہ آسیب زدہ کے کان میں جاکر کہ دو کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اگر خیریت مطلوب ہے تو یہاں سے چلا جا۔ چنانچہ یہ عمل کرتے ہی وہ آسیب زدہ اچھا ہوجاتا تھا۔

اور دعا آپ کی حل مشکل کے واسطے نہایت موثر ہوتی تھی۔ یعنی جو کوئی اہل مشکل آتا تھا مشکل اس کی حضرت کی دعا سے حل ہوجاتی تھی۔ وفات آپ کی ۱۰۸۷ ایک ہزار ستاسی میں بعهد عالمگیر بادشاہ وقوع میں آئی اور تاریخ وفات ان کی یہ ہے، قطعہ:

جناب سعد بلخار دل بیدار لاہوری
بود بر روح پاک او ہزاراں رحمت باری
چو از دنیای دون آخر بجنت رفت ای چشتی
ندا آمد ز ھاتف زندہ دل سعدی بلخاری

۱۰۸۷

۲۱- احوال حضرت شاہ حاکم و غلام غوث بخاری

(ص ۵۴۴) موضع علی پور میں ایک خانقاہ حضرت شاہ حاکم اور غلام غوث بخاری کی، گوشہ جنوبی و غربی میں بفاصلہ تین کروہ، زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

حضرت شاہ حاکم

اور یہ شاہ حاکم مرید حضرت غلام غوث کے ہیں۔ کرامت مشہورہ ان کی یہ ہے کہ اگر کوئی اشجار موجودہ خانقاہ سے لکڑی کاٹے تو سزا ہوتی ہے۔ مشہور ہے کہ بعهد سکھاں سمت اٹھارہ سو نوے میں یہ موضع علی پور جاگیر راجہ دھیان سنگھ میں تھا۔ اس وقت کسی ڈوگرے ملازم راجہ صاحب نے ایک درخت پھلاہی موجودہ چار دیواری میں سے ایک داتن یعنی مسواک توڑی۔ وہاں سے خون جاری ہوگیا اور وہ ڈوگرا اسی وقت بیمار ہوگیا۔ بعد دو روز کے وہ وہاں آکر تائب ہوا اور نذر چڑھائی تو تقصیر معاف ہوئی اور وہ خون بند ہوا۔

Marfat.com

اور تاریخ وفات حضرت شاہ حاکم کی ۱۰۴۰ ایک ہزار چالیس ہے۔

غلام غوث بخاری

(۵۴۵) واضح ہو کہ جد بزرگوار ان کے حضرت سید ظہور الدین صاحب بعہد اکبر بادشاہ مقام اچ سید جلال سے یہاں آئے اور رائے کپاسی کا بیٹا علی، کہ امیر کبیر عہد اکبری تھا، ان کا مرید ہوا۔ اس باعث سے سکونت پذیر و ملکیت ان کی یہاں ہوئی۔

بعد اس کے بعہد شاہجہان بادشاہ سید غلام غوث ایسے عابد اور زاہد ہوئے کہ ان کی اولاد میں سے سوائے میر نھو شاہ موجودہ حالات کوئی شخص حقہ بھی نہیں پیتا پھر منہیات کا کیا ذکر ہے۔

سید غلام غوث صاحب بھی موضع علی پور میں سکونت پذیر رہے اور شاہ حاکم بھی ان کے ہم رکاب تھے۔ اس وقت میں چرچا ان کا ایسا پھیلا کہ دور و نزدیک سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر فیضیاب ہوتے۔

اس وقت کا ذکر ہے کہ ایک شخص مسمی نظام الدین نواب شاہجہانی نے جو بے اولاد تھا ان کی خدمت میں حاضر ہوکر استدعا حصول اولاد کی۔ بفضل سبحانہ تعالیٰ اس کے گھر میں ان کی دعا سے فرزند تولد ہوا۔ اس نے شرق رویہ خانقاہ راؤ علی سے کچھ زمین خرید کر ایک باغ المشہور مغل کا باغ آپ کو بنوا دیا۔ اب وہ باغ ویران ہے مگر چند درخت مع نشان عمارت چار دیواری تا حال موجود ہے۔ سلسلہ آپ کا قادریہ ہے۔

(ص ۵۴۴) تاریخ وفات حضرت سید غلام غوث کی ۱۰۴۵ ایک ہزار پینتالیس۔

مزار کے سابقہ حالات

(ص ۵۴۵) اور سابق میں موضع علی پور بطرف گنگی علی پور موجود حال کے آباد تھا اور چار دیواری خانقاہ حضرت کی پختہ خشتی مع مسجد عالی شان مبینہ عہد شاہجہان مع وغیرہ قبور ان کے اجداد کی عہد اکبری سے جنوب رویہ تھے۔ پھر ۱۲۵۵ ہجری میں وہ موضع و چار دیواری مسجد دریا برد ہوگیا۔ اس وقت اولاد حضرت سے اور تو کچھ نہ ہوسکا مگر تین لاشیں، ایک حضرت غلام غوث کی اور دوسری میر عیوض علی اور تیسری سید صدر الدین جو پسر میر عیوض علی کے تھے، وہاں سے نکال کر یہاں لے آئے اور حضرت غلام غوث صاحب کی لاش کو متصل قبر شاہ حاکم کے ایک ہی چبوترہ پر دفن کیا اور عیوض علی و صدرالدین کی قبر متصل چبوترہ حضرت کے ہوئے۔ (ص ۵۴۶) اس وقت کے اشخاص حاضرین بچشم خود دیدہ

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ وہ ہر سہ لاش حضرات کی سالم و کامل برآمد ہوئی تھیں۔ تصدیق اس امر کی سید قطب شاہ اور سید مہتاب شاہ اور بختاور اور امیر نمبرداران موضع جبو و علی پور بھی کرتے ہیں' الغیب عنداللہ۔ بعد ۱۲۵۵ ہجری میں بھی پھروہ علی پور آباد ہوگیا ہے۔

ملکیت اور واگزاریاں

(ص ۵۴۴) مالک اس مکان کے سید حاکم شاہ و احمد شاہ و نتھو شاہ و محبوب شاہ و مبارک شاہ وغیرہ اولاد حضرت سید غلام غوث کے ہیں۔

قبل اس کے معافی اس خانقاہ کی چہار چاہ مزروعہ تھے۔ مگر عملداری سرکار خالصہ ضبط ہوگئے۔ مکرر جو کچھ بطور مالکانہ نقدی ملتا تھا اب وہ بھی بالکل موقوف۔ گردو نواح خانقاہ تخمینا" (ص ۵۴۵) بارہ بیگہ زمین مع چاہ چرخ چوب بنام سیدان متعلقہ خانقاہ واگزار' اور یہ چاہ بنام نماد کھوئی خانقاہ مشہور ہے۔ فقط۔

میلہ

اب یہاں بتاریخ وفات چند چراغ روشن کر کے فاتحہ ولا چھوڑتے ہیں۔ اور بعدازاں فصل ربیع میں زمینداران گردو نواح ولی پور وغیرہ علی قدر مراتب کچھ غلہ بطور نذر وہاں دیتے ہیں تو اس وقت مکرر میلہ ہوتا ہے۔ نان و گوشت و پلاؤ تیار کرا کے فقرائے حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں اور گاہ گاہ میلہ مجلس قوالی بھی ہوتی ہے۔

۲۲۔ حضرت میاں میر لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۲۵۰) جناب میاں میر صاحب قدس سرہ مرید اور خلیفہ شیخ حضرت سیستانی کے بخاندان قادریہ (ص ۲۵۱) عالیہ میں۔ قبلہ گاہ حضرت کا نام قاضی سائیں دتا اور والدہ کا نام فاطمہ بنت قاضی قادن تھا۔ اور خود حضرت چار بھائی تھے ایک قاضی بوان' دوسرے قاضی عثمان' تیسرے قاضی طاہر' چوتھے حضرت میاں میر اور یہ حضرت بڑے کامل اکمل مشہور ہیں۔ تولد ان کا شہر سیستان میں بسال نو سو ستاون ہجری ہوا۔

خاندانی حالات

(ص ۲۶۳) اصل نام حضرت میاں میر کا شیخ محمد لقب میاں میر ہے اور حضرت میاں میر اولاد حضرت امیرالمومنین عمر فاروق خلیفہ دوم رضی اللہ کے ہیں۔

Marfat.com

(ص ۲۷۲) یہ بھی دارا شکوہ مرحوم لکھتا ہے کہ جناب میاں میر بالا پیر بزبان گوہر فشان خود فرماتے تھے کہ پہلے ہمارے یہاں بطن میری والدہ سے ایک میرا بڑا بھائی متولد ہوا تو والدہ صاحبہ نے از روئے کرامت معلوم کیا کہ اس لڑکے میں استعداد عرفان کی نہیں۔ اور یہ ولی صاحب کمال نہ ہوگا۔ بعد اس کے انہوں نے (ص ۲۷۳) ایک روز نماز تہجد ادا کر کے جناب الٰہی میں آرزو کی کہ یااللہ میں ایک ایسا فرزند چاہتی ہوں کہ عارف باخدا اور ایسا متعبد ہو کہ رات دن تیری یاد میں رہے۔ اس وقت ہاتف غیب سے آوازہ آیا کہ خاطر جمع رکھ جناب الٰہی ایک ایسا لڑکا اور ایک ایسی ہی لڑکی تجھ کو عطا کریں گے کہ جیسا تیرا دل چاہتا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بعد اس کے حضرت میاں میر صاحب تولد ہوئے اور یہ دوسرے فرزند ہیں اور حضرت میاں میر صاحب چار بھائی تھے اور دو بہنیں۔ ان چاروں بھائیوں کے یہ نام ہیں: قاضی بولن، قاضی عثمان، قاضی طاہر، قاضی میاں میر اور یہ تینوں بھائی حضرت میاں میر کے مرید ہوئے۔

اور حضرت کی ہمشیرہ جس کے پیدا ہونے کی بشارت ہاتف سے ہوئی تھی، اس کا نام بی بی جمال خاتون تھا۔ یہ بی بی اور حضرت میاں میر توام پیدا ہوئے تھی اور یہ بی بی صاحبہ بڑی صاحب کمال تھیں اور اس کے بیٹے کا نام محمد شریف اور حضرت کی دوسری ہمشیرہ کا نام حضرت بی بی جمال مادی تھا۔

پیر کی تلاش

(ص ۲۵۱) مخفی نہ رہے کہ اول حضرت میاں میر صاحب نے تلقین عرفان طریقہ قادریہ کی اپنی والدہ ماجدہ سے پائی اور تھوڑے سے عرصہ میں بدرجہ عالم ملکوتی واصل ہوئے اور من بعد باجازت والدہ کے تلاش پیر دستگیر کو ہستان سیستان میں پھرنے لگے۔ چنانچہ ایک روز پہاڑ میں پھرتے ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تنور گرم جنگل میں ہے اور پتھر سے منہ اس کا بند کیا ہوا ہے۔ چونکہ وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ حضرت نے جانا کہ یہ مکان بے شک کسی ولی کے رہنے کا ہے۔ چنانچہ تین شبانہ روز وہاں بانتظار حاضر رہے۔ بعد تین روز شیخ خضر حاضر آئے اور حضرت میاں میر صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بشرف بیعت سرفراز ہوئے۔

اور وضع لباس حضرت شیخ خضر کی یہ تھی کہ کمر سے زانو تک ایک تہ بند باندھتے تھے اور تمام بدن برہنہ رہتا تھا اور موسم گرما میں اس تنور گرم میں بیٹھ کر عبادت کرتے تھے اور

Marfat.com

جاڑوں میں ایک تختہ سنگ پر جو متصل تنور کے رکھا تھا بیٹھ کر مشغول عبادت رہتے تھے۔ غرض چند سال حضرت میاں میران کی خدمت میں رہ کر تکمیل ولایت کو پہنچے۔ پھر بعد اٹھانے فوائد لا تحصد کے حسب الاجازت پیر روشن ضمیر روانہ لاہور ہوئے۔

ذاتی محاسن اور عبادات

(ص ۲۶۳) اور حضرت ایسے قابل فقیہ تھے کہ کوئی ہم عصر عالم حضرت کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اور مشہور ہے کہ حضرت میاں میر صاحب نام مبارک حضرت غوث الاعظم کا کبھی بے وضو زبان پر نہیں لاتے تھے۔ اور حضرت کا مقولہ ہے: کہ صوفی آن بود کہ نبود۔ اور حضرت بڑے متشرع تھے اور بہت مرید اور خادم نہیں بناتے تھے اور جس کو مرید بناتے تھی اس کو کامل کر دیتے تھے۔

(۲۵۱) طریقہ اوقات بسری حضرت میاں میر (ص ۲۵۲) کا یہ تھا کہ تمام رات شب بیدار رہتے تھے۔ اور حبس نفس یہاں تک حاصل کیا تھا کہ اکثر ایک دم یا دو دم میں تمام رات گذارتے تھے اور جب عمر آپ کی اسی برس ہوئی اور ضعف غالب آیا تو چار دموں میں رات بسر فرماتے تھی اور اس امر کی حضرت ملا شاہ صاحب بھی تصدیق فرماتے ہیں۔

(ص ۲۶۳) اور آپ اپنے مریدوں کو مرید کہ کر یاد نہیں کرتے تھے۔ بلکہ متابعت حضرت شاہ رسالت دوست اور یار فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے:

شرط اول در طریق عاشق دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم را و پشت پا زدن

اور حضرت کا معمول تھا کہ ہمیشہ علی الصباح مع خادمین جنگل یا کسی باغ میں تشریف لے جاتے اور وہاں علیحدہ بیٹھ کر متوجہ یاد الٰہی ہوتے تھے۔ اور بوقت نماز نماز باجماعت باہم ادا کرتے۔

(ص ۲۶۵) جناب میاں میر صاحب تمام عمر مجرد رہے۔ انہوں نے شادی نہیں کی تھی اس واسطے اولاد حضرت کی صلبی نہیں ہوئی۔

بادشاہوں کی عقیدت

(ص ۲۷۳) اور دارا شکوہ کتاب سفینۃ الاولیا میں درج فرماتا ہے کہ جہانگیر بادشاہ اگرچہ بالکل معتقد اولیا اللہ نہ تھا بلکہ ان کو تکالیف پہنچاتا تھا لیکن ان حضرت کی خدمت میں گونہ ارادت رکھتا تھا۔

Marfat.com

ایک دن کا ذکر ہے کہ جہانگیر بادشاہ لاہور سے روانہ آگرہ ہوا تو ایک معتبر آپ کی خدمت میں بھیجا کہ میں نے آپ کا ذکر خیر سنا ہے۔ اگر میں لاہور میں رہتا تو ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ مگر چونکہ اب ساعت سعید میں لاہور سے نکلا ہوں واپس نہیں آسکتا۔ آپ کو لازم ہے کہ آپ میرے پاس تشریف لاویں۔ چنانچہ حضرت میاں میران کے پاس تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو جہانگیر نے بدرجہ کمال تعظیم و تکریم کی۔ حضرت میاں میربالا پیر دیر بھر وہاں بیٹھے رہے اور نصائح دلپذیر فرماتے رہے۔ اور حضرت کا ایسا تصرف جہانگیر کے دل پر پڑا کہ اس نے عرض کی کہ یا حضرت میں ملک و دنیا چھوڑ کر فقیر ہوجاتا ہوں۔ اب میرے دل میں رتبہ سنگ و جواہر یکساں ہے تب حضرت میاں میر نے فرمایا کہ جس کے دل میں سنگ و جواہر کی قدر یکساں ہو وہ صوفی ہے۔ اگر اب دل آپ کا ایسا ہوگیا ہے تو تم بھی صوفی ہو۔بادشاہ نے عرض کی کہ آپ مجھ کو اپنا خادم کریں اور خدا کی راہ بتلاویں۔ آپ نے فرمایا کہ تو واسطے حفاظت خلق اللہ کی بہت اچھا بادشاہ ہے اور خدا تعالیٰ جل شانہ نے تجھ کو اس کار عظیم پر مامور کیا ہے۔ اول تم کوئی اور شخص خیر خواہ خلق اللہ عادل، حلیم، کریم پیدا کر کے بادشاہ کرو۔ پھر ہم تم کو فقیر بنالیں گے۔

بہ خوش تقریر شاہ جہانگیر حضرت میاں میربالا پیر کی سن کر بہت خوش ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت آپ کچھ طلب کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں مانگتا ہوں (ص ۲۷۴) بشرطیکہ تم مجھے دو۔ جہانگیر نے کہا بچشم جو آپ فرماؤ گے مجھ کو بدل و جان قبول ہے۔ حضرت میاں میر نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وقت مجھ کو رخصت دو اور پھر کبھی تکلیف نہ دو کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ جہانگیر نے بدل و جان قبول کیا اور بہت آداب سے حضرت کو رخصت کیا اور حضرت کی صحبت سے نہایت محظوظ ہوا۔ اور بعد اس کے دو عریضہ بھی بدستخط خاص خود حضرت کی خدمت میں لکھے۔ نقل جن کی بجنسہ کی جاتی ہے:

عریضہ اول

بعد از عرض و نیاز مخلص حقیقی تمام اخلاص بموقف میرساند کہ

قالبم این جا و جان در کوی دوست
خلق را وہمی کہ جان در قالب است

خدا آں روز آرد کہ دولت قدم بوسی حاصل کنم۔

فقط۔

عریضہ دوم

Marfat.com

یہ ہے کہ :

بغرض عرض حضرت پیر دستگیر شیخ میرازین نیاز مند درگاہ الٰہی جہانگیر بعد از عرض التماس آنکہ مرا گاہ گاہ در وقت دعا یاد می فرمودہ باشند و این بندہ ہای خدا را از دست ظالم رافضی خلاص نمائندہ و ہرکس کہ اول بدعت می نمائد امید کہ بغضب ایزد گرفتار گردد۔

فقط۔

اور یہ واقعہ اس وقت لکھا تھا کہ جب شاہ ایران قندھار پر چڑھ آیا تھا۔

اور بعد جہانگیر شاہجہان شہاب الدین آپ کی خدمت میں دو دفعہ حاضر ہوئے اور دارا شکوہ لکھتے ہیں کہ میں دونوں دفعہ شاہجہان اپنے والد کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے بہت اچھی نصائح اس کو دیں اور آپ کا ایسا اثر بادشاہ کو ہوا کہ وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ ہم نے کوئی فقیر حضرت میاں میر جیسا کامل ولی نہیں دیکھا اور نہ سنا ہے

پہلی دفعہ جب شاہجہان حضرت کے حجرہ میں حاضر ہوا تو ہم چار آدمی ہمراہ تھے۔ جاتے ہی یہ ذکر ہوا کہ میاں میر صاحب نے فرمایا کہ بادشاہوں کو لازم ہے کہ حال رعیت سے اور ملک سے خبردار رہیں۔ اور ہمیشہ فکر آبادی رکھیں کیونکہ اگر رعیت خوش اور ملک آباد ہے تو خزانہ معمور اور سپاہ بادشاہ خوشنود۔ اس وقت مجھ کو بیماری تھی۔ بادشاہ نے استدائے دعا کی۔ آپ نے پانی دم کر کے دیا کہ فی الحال مجھ کو صحت کامل ہو گئی۔ حالانکہ میں ایسا بیمار تھا کہ اطبا اس کے علاج سے عاجز آگئے تھے۔

اور دوسری ملاقات میں بھی بندہ ہمراہ تھا۔ بوقت حاضری شاہجہان نے عرض کی : کہ یا حضرت آپ دعا کریں کہ مجھ کو محبت دولت دنیا نہ رہے۔ آپ نے جواب دیا : کہ تم کو لازم ہے کہ خدا کے بندوں کو راضی رکھو۔ جب خدا کے بندے خوش ہوں گے تو ذات الٰہی بھی ہم سے خوش اور دعا بھی قبول ہوگی۔ اور سوائے اس کے اور بھی گفتگوئیں نصیحت آمیز کرتے رہے۔ فقط۔

کرامات

(ص ۲۵۲) کراماتیں ان حضرت کی لاتعداد لاتحصی ہیں مگر کچھ بطور اختصار تحریر کرتا ہوں۔

کہ ایک روز حقیقی بھائی حضرت کے وطن سے آئے اور اس روز ان کے یہاں کچھ نہ تھا اور نہ نقد کچھ موجود تھا۔ آپ نے ان کو تو اپنے مقام پر بٹھلایا اور خود باغیچہ

Marfat.com

میں تشریف لے گئے اور متوجہ بحق ہوئے اور بجناب کبریا عرض کی: کہ مجھ غریب فقیر کے پاس کچھ موجود نہیں کہ مہمان داری برادران میں صرف کروں۔ اور مہمان آگئے ہیں۔ میری شرم تجھ مالک کے ہاتھ میں ہے۔ یا معز میری عزت رکھ۔ اس اثنا میں ایک خادم حضرت کا آیا اور عرض کی: کہ باہر ایک شخص طعام لے کر آیا ہے اور آپ کو طلب کرتا ہے۔ آپ سنتے ہی شکر حق ادا کرتے ہوئے گھر تک پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شیخ ناشناس خوان الوان نعمائے الٰہی لے کر منتظر ہے اس نے خوان آگے دھرا اور کہا: کہ یہ کھانا آپ کے مہمان کے واسطے حسب درخواست آپ کے جناب واھب بے منت نے عطا فرمایا ہے اور کچھ زر نقد بھی میرے پاس ہے۔ جو مطلوب ہو تو موجود ہے۔ آپ نے بصد شکر خوان طعام لے لیا اور فرمایا کہ یہی کافی ہے۔ نقد مجھے درکار نہیں۔ واپس لے جایئے۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور وہ طعام آپ نے سب اشخاص حاضرین کو کھلایا اور خود بھی تناول کیا۔

دوسری کرامت دارا شکوہ بادشاہ خود دیدہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت میاں میر باغ میں متوجہ یاد الٰہی تھے اور ایک قمری کسی درخت پر بیٹھی ہوئی کو کو کر رہی تھی۔ اتنے میں ایک صیاد آیا اور اس کے مارنے پر آمادہ ہو کر غلیل سے غلیلہ چلایا۔ غلیلہ کے لگتے ہی وہ قمری مر کر نیچے آپڑی۔ صیاد نے جب دیکھا کہ قمری مر گئی۔ لایق ذبح کرنے کے نہیں رہی تو پھینک کر راہی راستہ پاس ہوا۔ حضرت نے مجھ کو حکم دیا کہ اس فاختہ جان باختہ کو اٹھا لاؤ۔ میں نے اٹھا کر حاضر کیا تو آپ نے از روئے رحم اس پر دست مبارک پھیرا۔ وہ فی الحال زندہ ہو کر اڑ گئی اور پھر بدستور نغمہ سرائے کو کو ہوئی۔ وہ صیاد ناشاد کہ ہنوز باغ میں تھا' آواز اس کی مکرر سن کر لوٹ آیا اور پھر قصد مارنے اس کے کا کیا حتیٰ کہ آپ نے اس کو منع فرمایا کہ اس فاختہ سے ہاتھ اٹھا اور اس کے قتل سے باز آ۔ اس نے قبول نہ کیا۔ (ص ۲۵۳) اور چاہتا تھا کہ ہاتھ اٹھاوے اور غلیل چلاوے کہ یکایک اس کے بازو میں درد اٹھی اور غلیل زمین پر کیا گری کہ وہ خود بھی بے خود ہو کر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر کا کہا نہ مانا اور اس بے زبان کو ستایا۔ اپنا کیا آپ پایا۔ اس شخص نے توبہ کر کے قسمیہ اقرار کیا کہ بقیہ العمر کسی جان دار کے ایذا کے گرد نہ پھروں گا۔ تب حضرت نے اس کے بازو پر دست شفا پھیرا اور وہ بدستور صحیح و تندرست ہو گیا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میاں نتھا مرید با اعتقاد آپ کے کی آنکھوں میں درد شدید تھا۔ اس نے آکر استدعائے دوا کی۔ آپ نے فرمایا کہ برگ سرو گھس کر لگا۔ چنانچہ لگاتے ہی وہ درد رفع ہو گیا۔

Marfat.com

(ص ۲۵۵) اور کئی دفعہ شاہجہان بادشاہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک روز شاہجہان بادشاہ و دارا شکوہ سوار ہو کر حضرت میاں میر کی خدمت میں جا رہے تھے۔ راستہ میں شاہجہان دارا شکوہ سے مخاطب ہوا کہ اگر پیر تمہارا کامل ہے تو آج ہم کو انگور تازہ کھلائے گا۔ جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا (ص ۲۵۶) تو آپ نے بلا تکلف حجرے سے ایک خوانچہ انگور کا بھرا ہوا لا دیا۔ حالانکہ موسم انگور تازہ کا نہ تھا۔

اور دارا شکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیا میں لکھتا ہے کہ میں ایک روز حضرت کی مجلس میں حاضر ہوا۔ بعد اس کے ایک اور مغل نے آکر مبلغ پچیس روپے حضرت کے آگے نذر رکھے۔ حضرت نے قبول کر کے مغل مفلس کو دیئے اور فرمایا کہ اس کا ایک گھوڑا خرید لے اور دارا شکوہ کے پاس جاؤ' تجھے وہ نوکر رکھ لے گا۔ وہ لے کر چلا گیا۔ بعد اس کے حاضرین مجلس سے ایک درویش براہ گستاخی بولا کہ یا مولیٰ یہ مال تمام درویشوں کا تھا جو آپ نے صرف ایک غریب الوطن کو دے دیا۔ یہ سن کر آپ خاموش رہے اور بے ادب بکتا ہوا چلا گیا۔ بعد اس کے حضرت نے یاران مجلس کو مخاطب ہو کر فرمایا: کہ یہ بڑا طامع فقیر ہے' کیونکہ اس کی کمر میں ہمیانی ایک سو بائیس روپیہ آٹھ آنہ کی اب موجود ہے۔ باوجود اس کے اپنے آپ کو مفلس ظاہر کرتا ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ وہ روپیہ اس کا برباد ہو جاوے گا۔ بلکہ جان بھی اس کی اس مال کے غم میں جاوے گی اور ماسوا اس کے اور دو تین آدمی بھی اس علت میں مارے جاویں گے۔ قدرت الٰہی سے دوسرے روز ایسا ہوا کہ وہ حمام میں واسطے غسل کے گیا اور ہمیانی روپیہ کی بوقت غسل اتار کر سقاوہ میں رکھی۔ الغرض بعد غسل وہاں سے آخر حضرت کے پاس آبیٹھا اور ہمیانی وہیں بھول آیا۔ چونکہ یہ حضرت کو بنور باطن معلوم تھا حضرت نے اس کو متبسم ہو کر کہا: کہ میاں کمر کھولو اور ڈھیلے ہو کر بیٹھو۔ جب وہ کمر کھول کر بیٹھنے لگا تو میاں کی کمر ڈھیلی ہوئی اور سودائیوں کی طرح اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں غسل خانہ میں کوئی چیز بھول آیا ہوں' اس کے لینے کو جاتا ہوں۔ جب وہاں گیا تو ہمیانی نظر نہ آئی۔ ہر چند تلاش کی ہمیانی نہ پائی۔ آخر مایوس ہو کر حضرت کے قدموں پر آگرا۔ اور حال ما وقع سے اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: کہ دریا پر جا وہاں کشتی میں ایک درویش سعادت کیش بیٹھا ہے۔ اس سے اپنی ہمیانی طلب کر۔ امید ہے کہ وہ تیری ہمیانی تیرے حوالہ کر دے گا۔ جب وہ دریا پر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک درویش بصورت حمالاں کشتی میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو دیکھ کر زیادہ تر متردد ہوا کہ یہ حمال بایں حال مجھ کو کیا دے گا۔ چونکہ وہ حمال صاحب کمال تھا' اس نے براہ

Marfat.com

کشف اس کے حال سے خبردار ہو کر کہا: کہ اے شخص اگرچہ میں حمال ہوں لیکن تیری ہمیانی میرے ہی پاس ہے۔ بے وسواس آ اور لے جا۔ اور مجھے معلوم ہے کہ تجھ کو حضرت میاں میر نے میرے پاس بھیجا ہے۔ (ص ۲۵۷) جب وہ کشتی میں گیا تو درویش نے اشارہ کیا کہ میرے اسباب میں ہمیانیاں ہیں وہاں سے ہمیانی پہچان کر لے لے۔ جب اس نے اس کا اسباب دیکھا تو اور بھی صدھا ہمیانیاں اس میں موجود پائیں۔ الغرض اپنی ہمیانی تلاش کر کے حضرت کی خدمت میں لے آیا اور شکرانہ بجا لایا۔ لیکن ازا جا کہ روپیہ کی گم گشتگی میں اس کو غم بدرجہ کمال ہوا تھا' اس غم کے مارے وہ باوجود مل جانے ہمیانی کے بعد دو روز کے مرگیا۔ من بعد وہ ہمیانی دو کس خادمین کے ہاتھ آئی اور وہ دونوں یہی چاہتے تھے کہ یہ روپیہ صحیح و سالم مجھ کو مل جاوے' وہ ایک دوسرے کے فکر میں ہی تھے کہ ایک تیسرے شخص نابکار کو اس حال سے اطلاع ہوئی کہ ان دونوں کے پاس اس قدر روپیہ ہے۔ اس نے بطمع زر ان دونوں کو زہر دے دی وہ دونوں خواہش مند مسموم ہو کر مر گئے۔ اور وہ ہمیانی تیسرے نے لے لی۔ بعد چند روز کے راز اس کا کھل گیا اور ان کے قتل کے قصاص میں وہ بھی بحکم حاکم قتل ہوا اور ہمیانی بادشاہ کے بیت المال میں داخل ہوئی۔ فقط۔

(ص ۲۶۳) اور دارا شکوہ کتاب سفینۃ الاولیا میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت کا خادم میاں نتھا بیان کرتا تھا کہ حضرت رات کو لب بام استراحت فرمایا کرتے تھے اور رات کو میں آفتابہ اور بادکش حضرت کے بستر پر رکھ کر علیحدہ (ص ۲۶۴) جا کر سو رہتا تھا۔ ایک روز جو رات کو حضرت نے حسب عادت مجھ کو ارشاد کیا کہ آفتابہ اور پنکھا ہمارے پاس رکھ کر چلا جا' چنانچہ میں نے پنکھا تو رکھ دیا اور آفتابہ اب رکھنا بھول گیا بوقت نیم شب مجھ کو خیال آیا کہ میں پنکھا تو رکھ آیا ہوں لیکن پانی رکھنا بھول گیا ہوں۔ الغرض اسی وقت میں پانی لے کر اوپر گیا تو عجب قدرت الٰہی نظر آئی کہ حلقہ بیرونی در حجرہ بند ہی اور آپ حضرت بستر پر تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ بہت حیران ہوا اور ہر ایک مکان خانقاہ میں حضرت کی تلاش کی۔ جب اندھیرے میں تسلی نہ ہوئی تو چراغ روشن کیا اور جا بجا ڈھونڈا۔ آپ کہیں نظر نہ آئے ناچار اپنی جگہ پر آکر لیٹ رہا اور مارے فکر کے نیند نہ آتی تھی۔ اور خیال تھا کہ دیکھوں حضرت کس طرف سے تشریف لاتے ہیں' اور اسی فکر میں تمام رات گذر گئی۔ علی الصبح حضرت نے اوپر سے ہی' جہاں حضرت کا بستر تھا' آواز دے کر فرمایا: کہ وضو کے واسطے پانی لاؤ۔ میں پانی اوپر لے گیا اور حال شبینہ پوچھا۔ حضرت نے انکار فرمایا اور کہا یہ حال ہم ظاہر نہیں کرسکتے۔ جب میں بعند ہوا تو فرمایا: کہ یہ راز ہے کہ ہم تیرے سے کہتے ہیں مگر

Marfat.com

خبردار کسی سے نہ کہنا۔ اور وہ راز یہ ہے' کہ ہم رات کو ہر شب غار حرا میں جاکر عبادت کیا کرتے ہیں اور وہ مکہ شریف میں ہے کہ جہاں قبل از نزول وحی حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ الملک الاکبر معتکف ہو کر عبادت کیا کرتے تھے اور اس غار کی یہ بزرگی اور تاثیر ہے کہ اور جگہ عبادت یک سالہ اور وہاں کی عبادت یک ساعت کا رتبہ برابر ہے۔

اور نیز دارا شکوہ لکھتا ہے: کہ میں بعمر بست سالگی ایسا بیمار ہوا کہ حکما نے میرے علاج سے جواب دے دیا' اور امید زیست نہ رہی۔ شاہجہان بادشاہ' میرے والد نے حضرت میاں میر کی خدمت میں جاکر استدعا دعا کی۔ آپ نے پانی دم کر کے مجھ کو پلایا۔ مجرد پینے کے صحت کامل ہو گئی۔

وفات

(ص ۷۱) اور تحریر دارا شکوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت میاں میر کو لاہور میں آئے ہوئے کو ساٹھ برس گذر چکے تو حضرت کو مرض الموت نے منہ دکھلایا۔ چنانچہ پانچ روز بیمار رہے اور ساتویں ربیع الاول سن ایک ہزار پینتالیس کو یہ حجرہ محلہ خانی پورہ کہ جہاں اب مقام چلہ' صدر بازار انار کلی میں ہے' فوت ہوئے۔

(ص ۲۵۱) اور وفات آپ کی بروز سہ شنبہ وقت نماز ظہر ساتویں ربیع الاول ۱۰۴۵ واقع ہوئی اور عمر آپ کی اٹھاسی سال کی اور قریب ساٹھ سال کے رونق افزائے لاہور رہے۔

چنانچہ تاریخ و تولید وفات حضرت کی مصنفہ مفتی غلام سرور یہ ہے:

آن میان میری کہ پیر رھنمای خلق بود
مقبل حق بود و مقبول شہ خیر الانام
سال تولیدش میاں میری ولی متقی
سال ترحیل است شمس الاتقیا ہادی امام

اور ملا فتح اللہ صاحب' جو ایک حضرت مرید ان حضرت میاں میر سے تھے' انہوں نے بھی بعد وفات حضرت میاں میر کے تاریخ وفات ان کی کہ نقل ان کی دارا شکوہ کتاب سکینۃ الاولیا میں بھی لکھتے ہیں' اور اب تک دروازہ مقبرہ پر بھی تحریر ہے' یہ کہی ہے:

میان میر سر دفتر عارفان
کہ خاک درش رشک اکسیر شد
خرد بہر سال وصالش نوشت
بفردوس والا میان میر شد

Marfat.com

(ص ۲۷۱) اور بوقت وفات حضرت کے پاس حضرت ملا شاہ اور خواجہ بہاری اور شیخ محمد لاہوری' کہ جن کی قبریں حضرت کی چار دیواری کے جنوب رویہ ٹیلے پر زیر درخت موجود ہیں' موجود تھے۔

اور خواجہ بہاری' ملا شاہ اور شیخ محمد لاہوری حضرت کی خدمت میں تادم مرگ حاضر رہے۔

اور میاں حاجی محمد و نور محمد خادم کی زبانی دار اشکوہ لکھتے ہیں کہ ایک روز اول حضرت کے فوت ہونے سے وزیر خان حاکم لاہور آپ کی عیادت کے واسطے در حجرہ پر حاضر ہوا۔ خادموں نے وزیر خان کے حاضر ہونے کی حضرت کی خدمت میں اطلاع دی۔ آپ نے باریابی کی اجازت نہ دی۔ پھر خادمین حاضرین نے عرض کی: کہ یا مولیٰ وزیر خان عیادت کے واسطے آیا ہے۔ ناامید پھیر دینا اس کا مناسب نہیں۔ ناچار (ص ۲۷۲) حسب العرض خسادمین کے حضرت نے اس کو بلا لیا۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کی: کہ یا حضرت ایک حکیم حاذق میں حضور کے معالجہ کے واسطے ہمراہ لایا ہوں۔ آپ اس کا معالجہ کریں۔ آپ نے فرمایا: کہ

درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

ہمارا اب خدا طبیب اور خدا ہی حکیم ہے۔ غرض بہت جلد اس کو رخصت کردیا۔ بعد اس کے آپ کے مزاج میں بے قراری سی عائد ہوئی۔ شیخ محمد نے عرض کی: کہ یا حضرت باعث بے قراری کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ بے قراری نہ بسبب غلبہ مرض ہے بلکہ شوق ملاقات دوست سے بے قراری ہے کہ ایک گھڑی فراق کی بھی دل پر بھاری ہوتی ہے۔

تدفین

اور جب حضرت فوت ہوئے تو حاکم شہر یہ خبر وحشت اثر واقعہ (وصال) حضرت کی سن کر مع تمام اہالیان دربار و اکابر نامدار و فضلا و علمائے روزگار حضرت کے یہاں حاضر ہوا۔

اس روز اکثر اشخاص حضرت کے غم میں یہ شعر پڑھتے تھے:

دردا کہ پاکباز جہان از جہان برفت
پاک آن چنان کہ بود برفت آن چنان برفت
غم شد محیط مرکز عالم زہر کران
کان مرکز و محیط کرم از میان برفت

اور حضرت ملا فتح اللہ صاحب نے وہ شعر تاریخ وفات حضرت میں فرمایا جو روضہ پر تحریر

Marfat.com

ہے۔

اور دارا شکوہ بہ نسبت اپنے بہت افسوس لکھتا ہے کہ اس وقت میں اکبر آباد میں تھا۔ افسوس کہ حاضر خدمت حضرت والا درجت نہ تھا اور یہ بھی لکھتا ہے کہ اس روز مجھ کو یہ واقعہ خواب میں نظر آیا اور یہ خواب دیکھ کر بہت غم کھایا۔ آخر بعد چار روز کے وہ خواب تصدیق ہوا کہ لاہور سے یہ خبر جانکاہ واقعہ وفات آن جامع الکمالات کیاکبر آباد میں مجھ کو پہنچی۔ بہت رنج ہوا۔

بعد تجہیز و تکفین جب جنازہ اٹھا تو تمام مرید' خادم و تمام اہل اسلام خاص و عام حضرت کے جنازہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور حسب الحکم حضرت کے کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جہان میاں نتھا اور یار غم خوار ہمارے مدفون ہیں وہیں ہم کو دفن کرنا چاہیے۔ اس مقام پر لائے اور اس طرح اس مقام میں کہ آدھا کوس شہر لاہور سے متصل عالم گنج کہ مابین جنوب و مشرق لاہور ہے' متصل موضع دارا پور دفن ہوئے۔

اب دارا پور و عالم گنج کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں گیا۔ اور کیا ہوا۔ اب وہ جگہ مقبرہ کی تین کوس لاہور سے ہے۔ کجا آدھا کوس کجا تین کوس۔ اس وقت کیا آبادی ہوگی۔ سبحان اللہ ۔

حضرت کی عمر

(ص ۲۷۱) اور حضرت کی عمر کے باب میں اختلاف ہے۔ کوئی تو کہتا ہے کہ آپ کی عمر ایک سو سات برس کی ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ ستانوے برس کی عمر تھی اور جو محضر بزرگان سیستان سے لکھا کر محمد شریف خواہر زادہ حضرت کا لایا تھا۔ اس سے عمر آپ کی ستاسی سال کی واضح ہوتی ہے۔

خلفا

(ص ۲۶۴) اور بڑے کامل خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ ملا شاہ' شیخ نتھا' شیخ اسماعیل' میاں حامد قادری' ملا عبدالغفور' میراں شاہ سعید' مزار ان کی دھرم' کوٹ متصل ڈیرہ بابا نانک کے موجود ہے اور حضرت عبدالغنی' حاجی صالح۔ چنانچہ ذکر ان حضرات کا بر سر موقع درج ہے۔

شیخ نتھا

Marfat.com

(ص ۲۵۳) اور پھر میاں نتھا قوم کا خوجہ لاہوری تھا جو بڑا صاحب کمال ہوا ہے۔ حتیٰ کہ میاں میر صاحب کا وطیرہ تھا کہ رات کو کسی شخص کو اپنے پاس رہنے نہ دیتے تھے۔ مگر میاں نتھا کو اجازت شب باشی کی حاصل تھی۔

اور مشہور ہے کہ پتھر اور درخت میاں نتھا سے ہمکلام ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک بوٹے نے میاں کو کہا کہ اگر تو قلعی گال کر مجھ کو اس پر ڈالے تو چاندی بن جاوے میاں نتھا متوجہ اس کے نہ ہوئے اور وہاں سے آگے چلے تو ایک اور درخت بولا : اگر ذرا ٹکڑا میری لکڑی کا لے کر تو ۔۔؟۔۔ پر ڈالے تو سونا ہو جاوے۔ انہوں نے جناب الٰہی میں بصد نیاز عرض کی : کہ یا الٰہی یہ مخلوقات تیرے راہ سے مجھ کو ہٹاتے ہیں اور کافر بناتے ہیں۔ تجھے اپنے نام کا واسطہ ہے کہ آئندہ کے واسطے ان کو حکم دے کہ کوئی درخت مجھ سے ہم کلام نہ ہوا کرے۔ چنانچہ اس دن سے وہ ہم کلامی موقوف ہوئی۔ اور میاں نتھا نے اپنے آپ کو یاد الٰہی میں ایسا نابود کیا تھا کہ گویا نتھا نہ تھا صرف ذات الٰہی تھی۔

کہتے ہیں کہ ایک روز میاں نتھا ایک گنبد میں بیٹھے تھے۔ جب باہر آنے لگے تو گنبد نے آواز دی کہ میاں نتھا ذرا ٹھہر جاؤ کہ موقع باہر جانے کا نہیں۔ انہوں نے پوچھا : کہ میں وہی گنبد ہوں جسمیں آپ کھڑے ہیں اور باعث امتناع یہ ہے کہ ابھی بارش باران رحمت الٰہی ہوگی اور اگر آپ باہر جاویں گے تو تکلیف اٹھاویں گے۔ اتنے میں بارش باراں شروع ہوگئی۔ غرض کہ دیوار و درخت پتھر سب آپ کے ساتھ ہم کلام ہوتے تھے۔

دارا شکوہ کتاب سکینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک چوہا مردہ میاں نتھا کے کوچہ میں پڑا تھا اور وہ ایسا متعفن اور بوسیدہ تھا کہ چرہ بھی اس کا اڑ گیا تھا۔ میاں نتھا نے اس سے کہا : میاں یہاں کیوں پڑا ہے اور سڑا ہے۔ اٹھ چلا جا۔ چنانچہ چوہا زندہ ہو کر چلا گیا۔اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت میاں میر صاحب نے میاں نتھا سے (ص ۲۵۴) پوچھا کہ ان دنوں کہاں بیٹھ کر متوجہ بحق ہوتے ہو؟ انہوں نے عرض کی : کہ یا مولیٰ میں قبل ازیں متصل موضع اچھرہ تخلیہ میں بیٹھ کر متوجہ یاد حق ہوتا تھا۔ مگر وہاں بباعث اس کے کہ تمام درختان خرما تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ کرتے ہیں اور ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔ لطف اور اشغال دلی میرے میں خلل پڑتا تھا۔ اب اس لحاظ سے تخلیہ خلیفہ جنید کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر مشغول ہوتا ہوں اور وہاں بعالم تنہائی میرے شغل میں خلل نہیں آتا۔ حضرت میاں میر صاحب نے حاضرین مجلس کی طرف متوجہ و متبسم ہو کر فرمایا : کہ ببینید کار پسری تا بکجا رسیدہ است وچہ حرف ہا بلند از زبان می گوید۔

Marfat.com

اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت میاں میر صاحب اور میاں نتھا صاحب اور ملا شاہ صاحب بیرون در حجرہ سایہ دیوار میں بیٹھے تھے۔ یکایک ابر غلیظ آیا اور آثار تند باد نمودار ہوئے۔ حضرت میاں میر صاحب نے فرمایا کہ وقت خوش تھا لاچار بسبب آندھی و بارش یہاں سے اٹھنا پڑا۔ میاں نتھا نے کہا: کہ اگر ارشاد ہو تو اس ابر تند باد کو ایسا برہم ماروں کہ پھر شکل و نشان اس کا نظر نہ آوے۔ یہ سن کر حضرت گونہ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ خود نمائی اور اظہار کرامت کرتا ہے۔ اگر ہم یہاں سے اٹھ کر حجرہ میں چلے جائیں گے تو ہمارا کیا نقصان ہے اور ہماری کیا مجال ہے کہ ہم کارخانہ الٰہی میں دم ماریں کیونکہ فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ۔ یعنی کار حکیم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اور حسب تحریر دار شکوہ معلوم ہوا کہ میاں نتھا نے اس قدر علم حاصل کیا تھا کہ تحریر لوح محفوظ پڑھ سکتے تھے اور ملا شاہ صاحب کی زبانی بارہا حضرت دارا شکوہ نے سنا کہ میاں نتھا محبوب خدائے جل شانہ تھا۔

جب میاں نتھا راہگرائے عالم جاودانی ہوئے تو جناب میاں میر بالا پیر چشم پر آب ہوئے اور فرمایا: کہ فقیر کے فقیر خانے کو میاں نتھا لے گئے۔

اور نیز حضرت میاں میر نے عندالموت وصیت فرمائی کہ مجھ کو پاس میاں نتھا کے دفن کرنا۔

اور وفات میاں نتھا کی سن ایک ہزار ستائیس ہجری میں واقع ہوئی چنانچہ قطعہ تاریخ مصنفہ مفتی غلام سرور صاحب درج کتاب ہذا ہوتا ہے۔ قطعہ۔

حضرت نتھا کہ ولی خدا است
عارف حق واقف علم الیقیں
سال وصالش چو بجستم زدل
گفت کہ محبوب بہشت برین

اور قبران کی باہر چار دیواری حضرت کی موجود ہے۔

شیخ نعمت اللہ سرہندی

اور ماسوا میاں نتھا کے جو شخص سب سے اول حضرت کی خدمت میں مرید ہوا وہ شیخ نعمت اللہ سرہندی تھے اور حضرت شیخ نعمت اللہ نے حضرت سے بدرجہ نہایت نعمت اللہ پائے۔

(ص ۲۵۵) حال ان کا یہ ہے کہ بدرجہ کمال، عامل، فاضل، عالم تھے۔ فقط۔

Marfat.com

ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک سوداگر اپنے فرزند ارجمند کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی: کہ یا حضرت میں نے بہت سا روپیہ اپنے فرزند کو دے کر واسطے تجارت کے بھیجا تھا۔ اب یہ واپس آکر بیان کرتا ہے کہ وہ روپیہ تمام چور لوٹ کر لے گئے اور خالی ہاتھ لوٹ آیا ہے۔ میں حیران ہوں۔ حضرت اس کے لڑکے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کہ اے مفلک تو کیوں اپنے باپ کے آگے جھوٹ بولتا ہے؟ تو نے تمام وہ روپیہ اور وغیرہ اسباب اپنے باپ کا فلاں مقبرہ کے زیر دیوار مدفون کیا ہے۔ اٹھ اور باپ کے ساتھ جاکر وہ روپیہ نکال دے۔ وہ لڑکا یہ سن کر حضرت کے قدموں پر گرا اور ہمراہ باپ کے جاکر مدفن اور مدفونہ سے زرِ مدفونہ نکال کر حوالہ باپ اپنے کے کیا۔

اور نیز دارا شکوہ کتاب سکینۃ الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں: کہ ایک شخص حضرت حاجی نعمت اللہ صاحب کے پاس حاضر آیا اور منت و سماجت عرض کی: کہ یا مولیٰ میری ایک کنیز بے تمیز چند روز سے میرے پاس سے نکل کر بھاگ گئی ہے اور مفقود الخبر ہے اور مجھ کو اس سے نہایت عشق تھا۔ اگر اس کو نہ پاؤں گا تو جیتے جی مر جاؤں گا۔ انہوں نے جواب دیا: کہ فلاں مقام پر جاکر کھڑا رہ۔ اس راہ سے ایک بہلی یعنی گاڑی آوے گی۔ تو اس کے پاس جائیو اور کہیو کہ میری کنیز کو بہلی سے نکال دو۔ انشاء اللہ وہ وہاں سے برآمد ہوگی۔ مگر تجھ کو لازم ہے کہ تو اس بہلی کے حال کا بالکل مستفسر نہ ہونا کہ کہاں سے آئی ہے اور کہاں جاتی ہی اور اس میں کون ہے اور بہلی کس کی ہے۔ چنانچہ اس نے اسی طرح کیا اور کنیزک اس کی بہلی سے دستیاب ہوگئی۔

وفات ان کی سن ایک ہزار سترہ میں واقع ہوئی اور حضرت میاں میر کے سامنے دفن ہوئے اور تاریخ وفات ان کی مصنفہ مفتی غلام سرور خزینۃ الاصفیا (یہ) ہے:

نعمت	اللہ	حاجی	حرمین
زینت	روضہ	جنان	عارف
سال	ترحیل	وی	خرد	فرمود
ولی	نعمت	جہان	عارف

(ص ۲۵۴) قبران کی بھی (ص ۲۵۵) احاطہ چار دیواری میں موجود ہے۔

حضرت شاہ مسکین امری المشہور پیر عنبری رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۳۸۹) اصلی نام ان کا میر عنایت اللہ لاہوری ہے (ص ۳۸۸) کہتے ہیں کہ یہ حضرت بڑے مسکین مزاج تھے اس واسطے لقب آپ کا مسکین شاہ ہوگیا۔ حال ان کا یہ ہے

Marfat.com

کہ یہ حضرت خادم بلا واسطہ حضرت میاں میر کے ہیں۔ وجہ تسمیہ بنام پیر امری یہ ہے کہ آپ بحین حیات خود اکثر اس جگہ پر جہاں اب روضہ ہے رہا کرتے تھے۔ گرد نواح اس مقبرہ کے صرف زمین بارانی اور بنجر تھی۔ یعنی کوئی چاہ نہ تھا۔ ایک روز حضرت میاں میر صاحب نے ان کو فرمایا کہ اب تم امری زمین کے ساکن ہو' یعنی وہاں بغیر چاہ خدا کے امر سے زراعت ہوتی ہے۔ اس واسطے نام نامی آپ کا شاہ مسکین امری مشہور ہوگیا۔

ہزارہا کرامات ان سے سرزد ہوئیں۔ (ص ۳۸۹) چندے مجذوب بھی رہے اور اپنے پیر کے بہت مطبوع و مرغوب تھے۔

(ص ۳۸۸) وفات ان حضرت کی سال ایک ہزار ستاون میں حسب تحریر صاحب خیر العاشقین بروز دو شنبہ واقع ہوئی۔

حضرت ملا شاہ صاحب

(ص ۲۵۹) اور یہ صاحب قدیم سے ساکن موضع ارقسان من مضافات شہر روستاق ممالک بدخشاں ہیں۔ اصلی نام ان کا شاہ محمد ملقب مخاب اللہ بالقاب لسان اللہ' المشہور ملا شاہ۔ اور حضرت کے والد کا نام ملا عیدی۔ اور یہ حضرت ہمیشہ سے صاحب علم اور ملا صاحب فضیلت چلے آتے ہیں۔

حال ان کا یہ ہے کہ یہ حضرت بعالم طفولیت و صغر سنی اپنے وطن مالوفہ سے بتلاش خدا نکل کر وارد کشمیر جنت نظیر ہوئے اور تین برس وہاں رہ کر ہندوستان کو تشریف لائے۔ جب آگرہ میں پہنچے تو ایک شخص سراپا مہربانی کی زبانی حال حضرت میاں میر بالا پیر کا سنا اور وہاں سے لوٹ کر لاہور کر آئے۔ (ص ۲۶۰) اور حضرت میاں میر کی خدمت میں آکر استدعائے بیعت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ برو۔ عالم شو۔ آنکہ (یابی) پیش من آر۔ پھر دس برس تک آپ لاہور میں بہ تحصیل علم ظاہری مصروف رہے۔ جب عالم کامل اور فاضل اکبر ہوئے تو حضرت کے پاس آئے اور بیعت کی اور بعد عرصہ چند سال کے بڑے صاحب کمال ہوگئے۔

یہ حضرت تارک الدنیا ایسے تھے کہ عرصہ تیس سال تک آپ کے مکان مسکونہ میں چراغ تک روشن نہ ہوتا تھا۔ اندھیرے میں ہی سکونت پذیر رہتے تھے۔ دارا شکوہ لکھتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت ملا شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک ہمسایہ کے گھر سے چراغ منگوا کر فرمایا کہ درا شکوہ آج ہمارے گھر میں بباعث آنے تیرے کے چراغ روشن ہوا۔ ورنہ ہم کو کبھی خواہش روشنی چراغ نہیں ہوتی۔

اور نیز لکھا ہے کہ تمام عمر آپ نے خواب استراحت بھی نہیں فرمایا اور حبس نفس

Marfat.com

یہاں تک تھا کہ تمام شب میں ایک یا دو دم لیتے تھے۔ اور نیز تمام عمر آپ مجرد رہے اور نکاح کی طرف میل نہ کی اور آپ کو کبھی حاجت غسل جنابت و احتلام نہ ہوئی۔ چنانچہ آپ کا مقولہ تھا کہ غسل احتلام بحالت خواب اور غسل جنابت بحالت قربت زن ہوتا ہے۔ من نہ زن دارم و نہ خواب۔ الحمد للہ الملک الوہاب کہ ازین ہر دو فارغم۔

اور حضرت شاعر بھی بڑے طباع تھے۔ چنانچہ دیوان ملا شاہ صاحب کا مشہور و معروف ہے۔

اور نیز لکھا ہے کہ جب آپ کشمیر میں تشریف لے گئے اور وعظ فرمانے لگے تب آوازہ شہرت حضرت کا دور و نزدیک پہنچا۔ آپ اپنی مجلس وعظ میں تعریف و توصیف اصحاب کبار اکثر فرماتے تھے۔ چونکہ روافض کشمیر نے کہ مشہور ہیں، بقول کسی شاعر کے

ہر دو قوم اندر در جہان بے پیر
سنی بلخ و شیعہ کشمیر

سنا تو مستعد مباحثہ و مجادلہ و فتنہ و فساد ہوکر حضرت کی مجلس وعظ میں آنے لگے۔ مگر لطف یہ تھا کہ جو کوئی مباحث کو آتا تھا۔ فی الفور تایب ہوکر خادم بن جاتا تھا۔

اور نیز دارا شکوہ لکھتا ہے کہ ایک روز مجھ کو مسئلہ روایت حق میں شبہ واقع ہوا کہ رویت جناب حق تعالیٰ کی جو قرآن سے ثابت ہے کیونکر ہوگی اور اس وقت کیا نظر آوے گا۔ واسطے حل اس مشکل کے میں حضرت ملا شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا مگر بباعث رعب کے کچھ عرض نہ کرسکا اور رجع القہقری کر کے گھر آیا۔ گھر میں آکر میں متوجہ بروح پر فتوح حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ اے حیران بادیہ حیرت کیا(ص ۲۶۱) جگہ تفکر کی ہے؟ خدا قادر ہے جس طرح چاہے گا اپنے مومنان با ایمان کو دیدار پر انوار اپنا دکھلاوے گا۔ یہ دیکھتے ہی مجھ کو تسلی ہوئی اور دوسرے دن پھر حضرت ملا شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ فرمانے لگے کہ اے دارا شکوہ مسئلہ رویت میں تیری تسلی ہوگئی۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت اس حال سے سوائے حضرت علام الغیوب کوئی واقف نہ تھا۔ آپ کو کیونکر اس حال سے واقفیت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے تجھ کو یہ حال سمجھایا اسی نے مجھ کو بھی بتلایا۔

وفات حضرت ملا شاہ کی سن ایک ہزار انہتر (۱۰۶۹) میں واقع ہوئی۔ چنانچہ تاریخ وفات اس جامع الکمالات کی مصنفہ مفتی غلام سرور صاحب یہ ہے۔ قطعہ تاریخ:

شیخ حق آگاہ عالی جاہ ملا شاہ دین

Marfat.com

ہر کہ روی روشن او دید رشک ماہ گفت
شد چو از دنیا سوی جنت خرد تاریخ او
زاہد پنجاب قطب وقت ملا شاہ گفت

ایضاً" قطعہ :

شہ محمد کہ عارف حق بود
عالم و عامل و خدا آگاہ
گفت سال وصال او سرور
کہ عجب قطب وقت ملا شاہ

(ص ۲۶۰) مکان خانقاہ حضرت ملا شاہ کا مع مریدان کشمیر میں تاحال موجود ہے۔
(ص ۲۵۹) اور مقبرہ حضرت ملا شاہ صاحب کا بطرف گوشہ غربی و جنوبی روضہ حضرت میاں میر کے موجود ہے۔

دارا شکوہ خلف شاہجہان

(ص ۲۵۵) اور ماسوا ان کے مرید حضرت میاں میربالا پیر کے ہزار ہا ہیں۔ چنانچہ دارا شکوہ خلف شاہجہان بادشاہ ملا شاہ آپ کے مرید کا مرید تھا۔ اور تعمیر روضہ عالیہ حضرت کی بھی اس نے کری ہے اور کتاب سکینۃ الاولیا میں اس نے حضرت کا حال مفصل لکھا ہے۔

(ص ۲۵۷) اور حال دارا شکوہ یہ ہے کہ یہ صاحبزادہ کلاں شاہجہان بادشاہ کا اور ولی عہد تخت و تاج تھا۔ شاہجہان بادشاہ نے اپنے جیتے جی اس کو ولی عہد کردیا۔ مگر اس کو درویشوں سے بڑی محبت تھی۔ حتیٰ کہ وہ مرید حضرت ملا شاہ قادری کا ہوا اور حضرت ملا شاہ مرید و خلیفہ راستین حضرت میاں میربالا پیر کے تھے۔

اور دارا شکوہ بادشاہ درویش سیرت صاحب تصانیف تھا۔ چنانچہ کتاب سفینۃ الاولیا احوال اولیا اللہ میں اور سکینۃ اولیا احوال حضرت میاں میراور ان کے خلفا میں اور دیوان اکثیر اعظم اور رسالہ معارف و رسالہ شطحیات و رسالہ حق نما اور کتاب سر اکبر (جس کو ہنود بھی بہت مانتے ہیں) اس کی تصانیف سے مشہور و معروف ہیں۔

(ص ۲۵۸) اگرچہ دارا شکوہ مرید سعید حضرت ملا شاہ صاحب کا تھا مگر ارادت کاملہ اس کی حضرت میاں میر کی خدمت میں تھی۔ اور آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا تھا۔
ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت میاں میربالا پیر کی خدمت میں دارا شکوہ نے عرض کی۔

Marfat.com

کہ یا حضرت میرا بھائی عالمگیر بڑا بدخو' فتنہ جو' درپے آزار میرے کے ہے۔ اگرچہ ولی عہدی تخت ہندوستان میرا حق ہے اور والد کی مرضی بھی یہی ہے کہ بعد ان کے میں تخت نشین شاہی ہند ہوں مگر وہ نہیں چاہتا۔ اور اس کی حیلہ جوئی اور روباہ بازی سے مجھ کو کمال خوف دامن گیر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تو بادشاہ ہوگا۔

بعد اس کے جب عالمگیر نے باپ اپنے کو قید کرلیا اور دارا شکوہ تاب جنگ نہ لاسکا تو اس نے ارادہ بیت اللہ کا کیا اور بطور تخفی افتاں و خیزاں باہمراہی چند سواران جان باز پنجاب میں آپہنچا اور ساندل بار میں سے ہوکر چاہتا تھا کہ ایران کو چلا جاوے جب خبر مفقودگی اس کی عالمگیر نے سنی تو تمام ہندوستان میں یہ اشتہار دیا کہ جو کوئی دارا شکوہ کو پکڑ لاوے جاگیر کثیر اور انعام وافر پاوے۔ اس پر شیخ نامی زمیندار ساندل بار' کہ بار بار ہر ایک اہالی دربار اور اصغار و کبار سے یہ خبر سن چکا تھا' اس شہزادہ عالی تبار کی خدمت میں باریاب ہوا اور بار بار بعند ہوکر بار اقبال ضیافت اس کے سر پر رکھا۔ لاچار حضرت دارا شکوہ نے قبول کیا۔ جب اس کے گھر میں مہمان ہوا تو اس بے ایمان مہمان کش نے ان کو گرفتار کرلیا اور بحراست اپنے آدمیوں کے عالمگیر کے پاس بھیج دیا اور عالمگیر نے بجلدی بعوض اس خدمت (ص ۲۵۹) عظیم کے اس کو زرکثیر و جاگیر عطا کی۔ بعدازاں وہ متمول ہوگیا۔ حتیٰ کہ قلعہ شیخوپورہ اس نے تعمیر کرایا۔ چنانچہ اب تک وہ شیخوپورہ اسی شیخو بے ایمان کی بے ایمانی کی یادگار موجود ہے۔

(ص ۲۵۷) اور حال قتل ہونے اس کے کا مختصر یہ ہے - کہ جب شاہجہان بادشاہ نے اس کو ولی عہد کیا تو عالمگیر اورنگزیب' کہ سازش اس کی تمام امرائے نام دار اور وزرائے دربار سے تھی اور ارادہ تخت نشینی اپنے دل میں مصمم رکھتا تھا' اس نے بامیزش اہل دربار شاہجہان بادشاہ کو قید کرلیا اور دارا شکوہ کو شہید کر کے خود تخت پر ہو بیٹھا۔

شہادت حضرت دارا شکوہ کی بروز جمعہ یکم ماہ محرم الحرام سال ایک ہزار ستر میں تخت نشینی عالمگیر کے دو سال بعد وقوع میں آئی چنانچہ تاریخ شہادت اس کی مظہرالحق صاحب مجمع الواصلین نے یہ لکھی ہے:

آنکہ شاہ بلند اقبال است
رتبہ اش در مقام ابدال است
جمعہ و غرہ مہ عاشور
بود روز وصال آن مغفور

Marfat.com

سال تاریخ نقل آن شہ دین
(ص ۲۵۸) شدہ رقم صاحب بہشت برین
مرقد آن قتیل عشق اللہ
ہست در گنبد ہمایوں شاہ

اور دوسری تاریخ شہادت دارا شکوہ کی مصنفہ راقم عفی عنہ یہ ہے۔ قطعہ:

چون شہ دنیا و دین دارا شکوہ
رفت زین دنیا بجق منزل گزید
سال ترحیلش ز چشتی شد عیان
زاہد اکبر شہ دارا شہید
۱۰۷۰

(ص ۲۵۹) عالمگیر نے قتل دارا شکوہ سے فراغت پائی تو ایک روز بخدمت ایک فقیر کی' کہ خلفائے حضرت ملا شاہ سے تھا' حاضر ہو کر طنزاً" کہنے لگا کہ میاں میر تمہارے کلاں پیر کا مقولہ تھا کہ دارا شکوہ تخت آرائے سلطنت ہوگا۔ اب شاہی اس کی کہاں گئی؟ وہ فقیر بولا: کہ ہمارے پیر میاں میر نے یہ بات دارا شکوہ کو نہیں فرمائی تھی کہ تو بادشاہ ہندوستان ہوگا بلکہ یہ کہا تھا کہ تو بادشاہ ہوگا۔ یعنی بادشاہ ملک باطنی ہوگا۔ پس اگر تو اس کے حال کو دیکھنا چاہتا ہے تو آنکھیں بند کر لے۔ عالمگیر نے جب آنکھیں بند کیں تو کیا دیکھا کہ سواری جناب سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بانزک و شان آتی ہے اور حضرت کی جانب راست امام حسن اور بجانب چپ امام حسین علیہ السلام ہیں اور جناب دارا شکوہ کا ہاتھ حضرت امام حسین کے ہاتھ میں ہے اور بہ تجمل تمام پارکاب سواری سوار چلا جاتا ہے اور سب حاضرین ہمراہی سواری کہتے ہیں کہ دارا شکوہ شہید شاہ بہشت ہوا اور اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ لب سڑک بلباس حلال خوراں میلے کی ٹوکرے سر پر اٹھائے ہوئے کھڑا ہے۔ جب یہ حال عالمگیر نے بچشم باطن دیکھا تو بہت نادم ہوا آنکھیں کھول دیں۔ بعد ازاں اس فقیر روشن ضمیر نے فرمایا: کہ یہ ٹوکری میلے کی جو تو نے اپنے سر پر دیکھی ہے دنیا کا جاہ ہے۔ خدا نے اس بلائے بد سے دارا شکوہ کو بچا لیا اور تو نے اپنی خواہش سے یہ ٹوکری میلے کی اپنے سر پر اٹھائی۔ سو چند روز ہے۔ آخر فنا ہوگا اور دارا شکوہ شاہ بہشت ہوا۔ ہمارے پیر میاں میر نے جو فرمایا سو سچ فرمایا تھا۔

نادرہ بیگم ہمشیرہ دارا شکوہ

Marfat.com

(ص ۲۷۴) زبانی محبوب شاہ سجادہ نشین کے معلوم ہوا کہ جو شرق رویہ باہر چار دیواری حضرت میاں میر کے' ایک جگہ بارہ دری مشہور ہے حال اس کا یہ ہے کہ نادرہ بیگم جو دارا شکوہ کی ہمشیرہ حقیقی تھی بعمر نہ سالہ (ص ۲۷۵) حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ایک وقت کا وضو بوقت نماز ظہر کراتی رہی۔ جب وہ گیارہ برس کی ہوئی تو ایک روز کا ذکر ہے کہ نادرہ بیگم وضو کرا رہی تھی تو حضرت نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: کہ فرزند اب تو جوان ہوگئی ہے۔ اب وضو کرانے نہ آیا کر۔ جب رات ہوئی تو اس کو یہ خیال گذرا کہ شاید مجھ سے کوئی تقصیر سر زد ہوئی ہے کہ حضرت نے مجھ کو اس خدمت سے معزول فرمایا ہے۔ اس خیال میں اس نے بجناب الٰہی دعا کی کہ یاالٰہی اب جینے سے مرنا بہتر ہے۔ یااللہ مجھ کو پردہ پوش کرلے۔ چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور نصف شب کو فوت ہوگئی۔

دوسرے دن صبح کو حسب وصیت اس کے جنازہ اس کا حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت میاں میر نے فرمایا: کہ انا للہ وانا علیہ راجعون۔ یہ جگہ مناسب ہے یہاں دفن کرو۔ چنانچہ بتاریخ ۱۴ شوال ۱۰۴۲ وہ یہاں دفن ہوئی اور دارا شکوہ نے یہ بارہ دری مقبرہ بنوائی۔

عرس

(ص ۲۷۰) حضرت کے مزار پر ایک تو میلہ عرس کا ہوتا ہے اور اس روز اکثر خلق اللہ وہاں شب باش ہوتی ہے۔ تمام رات راگ ناچ رنگ اور بھنڈارا تقسیم ہوتا ہے اور صدہا روپیہ نذر کا چڑھتا ہے۔ اہل طوائف بخوشی تمام وہاں جاکر مجرا کرتے ہیں اور کچھ اجرت نہیں لیتے۔ (اس مجرے کو جو کسی فقیر کی (ص ۲۷۱) خانقاہ پر کرتے ہیں اہل طوائف اس کو مجرا چوکی کہتے ہیں)۔ متعبد دین دار لوگ تو رات بھر عبادت و یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور ہزار ہا عیاش اپنی اپنی آشنا رنڈیوں کو ہمراہ لے جاکر روپیہ اپنا برباد کرتے ہیں۔ اور مے نوشوں کا وہ حال ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنے حال سے بے خبر ہوجاتا ہے۔ اب بباعث اجرائے ریل و قربت چھاؤنی میاں میر اس میلہ پر ہجوم کثیر ہوجاتا ہے اور دوسرے روز صبح سے تا شام قوالی مجلس ہوتی ہے۔ اس وقت عجب لطف ہوتا ہے۔ رات سے زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں اور صدہا مقامات پر شوقین لوگوں کے دیگچے ہر قسم کے طعام کے تیار ہوتے ہیں اور ہر ایک علیٰ قدر مراتب فرش بچھا کر مجلس اپنی آراستہ کرتا ہے۔

اور ماسوا اس کے ماہ ساون اور بھادوں میں حضرت کے مزار پر میلے بدھ یعنی روز چار

Marfat.com

شنبہ کے ہوتے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ موسم گرما میں جب برسات شروع ہوتی ہے تو دو مہینوں تک ہر ایک بدھ کی شب خصوصاً" چاندنی رات کی بدھ کو یہاں میلہ ہوتا ہے۔ ہزار ہا مخلوقات جاتی ہے اور تمام رات بھر میلہ جمع رہتا ہے۔ یہ میلے بھی کم روز میلہ عرس سے نہیں ہوتے چنانچہ اس رات دروازہ شہر بھی کھلا رہتا ہے۔

سجادہ نشین

(ص ۲۶۵) اور بعد وفات حضرت مرحوم کے محمد شریف خواہر زادہ حضرت کو محمد دارا شکوہ خلف شاہجہان نے سیوستان سے طلب کر سجادہ نشین روضہ منورہ کا کیا اور تمام عمارات و جاگیر متعلقہ مقبرہ معلّی اس کی تفویض کیں۔ چنانچہ فرمان بادشاہی درباب تفویض سجادگی اس مزار کی ان کے پاس موجود ہے' اور یہ محمد شریف بھی فاروقی ہیں۔

(ص ۲۸۰) جب میاں محمد شریف فوت ہوئے تو ان کے پیچھے دو فرزند رہے۔ ایک شیخ نور علی اور دوسرے مہدی شاہ جو بعد محمد شریف کے سن دس سو باون میں سجادہ نشین ہوئے۔ ان کو شوق گھوڑوں کا بدرجہ کمال تھا۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ اسپاں مادی ان کی چرنے کے واسطے پھر رہی تھیں۔ زمینداران ہاشم پور نے ان کو پکڑ کر باندھ چھوڑا۔ مہدی شاہ صاحب نے سن کر اس کے پاس پیغام بھیجا کہ ہماری گھوڑیوں کو چھوڑ دو۔ جب انہوں نے انکار کیا تو انہوں نے ناظم لاہور سے استمداد کی اور حسب الحکم اس کے وہ گھوڑیاں واپس آئیں۔ فقط۔

بعدازاں جب شام کو فقیران روضہ حضرت میاں میر صاحب ہاشم پورہ میں واسطے گدائی کے گئے تو ڈھوڈی لوگوں نے بخیال ناراضی دروازہ موضع بندکر کے فقرا کو اندر جانے نہ دیا۔ حتیٰ کہ فقرا نے حضرت مہدی شاہ کے پاس جاکر نالش کی۔ جب یہ خبر دارا شکوہ کو پہنچی تو اس نے حکم بنام ناظم لاہور کے تحریر کیا ہاشم پورہ مسمار کیا جاوے۔ جب وہ گھر گیا تو ساکنان ہاشم پورہ متفرق ہوکر کچھ تو کوٹ خواجہ سعید میں اور کچھ جیو میں اور کچھ لاہور میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ ازاں جا کہ مکانات مہدی شاہ صاحب کے متعلقین کے بھی موضع ہاشم پورہ میں تھے۔ حضرت مہدی شاہ نے اپنے صاحبزادے جعفر شاہ کو اجازت دی کہ تم جنوب رویہ چار دیواری روضہ' جہاں اب قبر ایک قصائی چوہدری خدا بخش نامی کی (ص ۲۸۱) موجود ہے اور اس کے ساتھ قبر جمعیت شاہ اور بہار شاہ و دربار شاہ نقیب المجالس کی بھی واقع ہے' اپنی حویلی بنا لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک حویلی وہاں بنائی اور چند مدت وہاں رہتا رہا۔

Marfat.com

بعد اس کے میاں معصوم شاہ پسر جعفر شاہ بن مہدی شاہ بن محمد شریف نے اندر باغ حضرت ملا شاہ کے سن گیارہ سو چھیاسٹھ (۱۱۶۶ھ) میں برج گوشہ باغ ملا شاہ میں آکر سکونت اختیار کی۔

جب معصوم شاہ فوت ہوئے اور خلل عظیم سلطنت چغتائی میں واقع ہوکر لاہور میں غارت دوبارہ سہ بارہ ہوکر آخر تین حاکم مقرر ہوئے تو گرد و نواح کے لوگ بسبب خوف غارت اور لوٹ کے اس باغ کو بسبب موجود ہونے چار دیواری پختہ کے مامن اپنا سمجھ کر پناہ لیتے رہے۔ خصوصاً بوقت عارف زمان شاہ یہ باغ تو گویا ایک قلعہ مشہور ہوگیا۔ مدت بھر یہ طریقہ رہا کہ مصیبت کے مارے ہوئے لوگ یہاں آجاتے اور جب آرام ہوجاتا تو واپس اپنے اپنے مکان کو چلے جاتے۔ اس اثنا میں گوجر لوگ کہ اکثر میدان میاں میر مال چرانے آتے تھے ان میں سے دو گوجر ایک مسمی دو سو اور دوسرا لدھا اور ایک راجپوت جوڑا نامی اور ایک جٹ فاضل جاٹ نامی جس کا بیٹا اب پیر بخش موجود ہے یہاں حسب الاجازت معصوم شاہ کے آرہے۔ بعد اس کے باوقات مختلفہ اور لوگ آکر بستے رہے گویا ایک گاؤں بن گیا۔

(ص ۲۸۲) جب وقت معصوم شاہ کا آیا تو ان کے یہاں ایک بیٹا حنیف شاہ ہوا۔ اور ایک لڑکی جس کا نام بی بی زہرہ تھا باقی رہی اور بی بی زہرہ کی شادی میاں قادر بخش بن مراد بخش، جو اولاد محمد شریف سے تھے، ہوئی۔

بعد اس کے حنیف شاہ کے یہاں چار لڑکیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک لڑکی مسماۃ فضل النساء اس نے اپنے بھانجے خدا بخش بن قادر بخش کو، جو پسر بطنی بی بی زہرہ کا تھا، دی۔

اب یہ سنو کہ خدا بخش کے یہاں تین فرزند ہوئے ایک محمد شاہ، دوسرا امیر شاہ تیسرا کرم شاہ۔ اب محمد شاہ کا بیٹا محبوب شاہ سجادہ نشین ہے۔

(ص ۲۶۴) اب سجادہ نشین مقبرہ حضرت کا مسمی محبوب شاہ بن محمد بخش بن خدا بخش بن قادر بخش بن مراد بخش بن عزیز اللہ بن شیخ مراد اللہ بن شیخ نور ماہی بن شیخ حسین بن شیخ محمد شریف خواہر زادہ جناب میاں میر صاحب ہے۔

(ص ۲۸۲) اس کا فرزند کا بیٹا قطب شاہ سن ۱۲۸۰ میں فوت ہوا۔

(ص ۲۸۳) اس کا فرزند خورد سال موجود ہے اور کرم شاہ کا بیٹا الف شاہ موجود ہے۔ جب خدا بخش فوت ہوا تو بعد اس کے محمد شاہ فرزند کلاں اس کا جانشین سجادگی ہوا۔ جب

Marfat.com

محمد شاہ فوت ہوا تو یہ محبوب شاہ فرزند اسکا سجادہ نشین حال چار برس کا تھا۔ اس کی خورد سالی دیکھ کر دستار تو اس کو بندھوائی مگر اراکین وقت نے سرپرست اس کا امیر شاہ برادر محمد شاہ عم محبوب شاہ کو مقرر کیا۔ پھر امیر شاہ بعد چھ برس کے فوت ہوا تو بھی یہ محبوب شاہ بچہ تھا۔ پھر مصلحت وقت جان کر لوگوں نے کرم شاہ برادر ثانی محمد شاہ کو حوالہ دار اور سرپرست محبوب شاہ کا کیا۔ اس نے سمت ۱۹۰۲ میں ایک سال قبل فوت اپنے کے تمام اشخاص معتبرین کے روبرو بروز عرس حضرت میاں میر صاحب محبوب شاہ اصل وارث سجادگی کو جو اس وقت پچیس سال کا ہوگیا تھا دستار خود مختاری دے کر سجادہ نشین کیا اور آپ تارک الدنیا ہوگیا اور پھر وہ سمت ۱۹۰۳ ر ہگرائے عالم بقا ہوگیا اور اندرون چار دیواری حضرت میاں میر دفن ہوا۔ چنانچہ قبر پختہ موجود۔

حال تقسیم حصص زر آمدنی

(ص ۲۸۱) اور حال تقسیم حصص زر آمدنی مزار وغیرہ یوں ہے کہ بعدازاں اس موضع نو آباد میں حنیف شاہ بن معصوم شاہ نمبردار مقرر ہوا۔ چونکہ یہ حنیف شاہ لاولد تھا اور صرف چار لڑکیاں اس کے یہاں تھیں۔ ایک مائی فضل النساء جو خدا بخش بن قادر بخش ولد مراد بخش بن شیخ عزیز اللہ بن شیخ مراد اللہ بن شیخ نور علی بن محمد شریف سے کتخدا ہوئی۔

اور دوسری مائی مہر النساء کہ عیسیٰ شاہ نامی سے بیاہی گئی اور اس سے چار فرزند باقی رہے۔ ایک نتھے شاہ' دوسرا کرم شاہ' تیسرا محمد شاہ' چوتھا اکبر شاہ۔ چنانچہ یہ اب چاروں صاحب اولاد ہیں اور چوتھا حصہ آمدنی مقبرہ حضرت میاں میر محبوب شاہ سجادہ نشین سے لیتے ہیں اور خرچ بھی حصہ چہارم کا دیتے ہیں۔

اور تیسری کرم النساء سید اکبر شاہ شرق پور سے بیاہی گئی اور اب اس کا ایک فرزند احمد شاہ شرق پور میں موجود ہے۔ مگر وہ برضی خود حصہ نہیں لیتا۔ اگر چاہے تو لے سکتا ہے۔

اور چوتھی خیر النساء جس کی شادی ملا امام گاموں امام مسجد وزیر خان سے ہوئی جن کا مقبرہ عالی شان جنوب رویہ مسجد وزیر خان متصل چاہ مسجد موجود ہے۔ بعدہ اس کے گھر میں دو لڑکیاں ہوئیں۔ ایک بی بی سکینہ جو اکبر شاہ امام مسجد محلہ حویلی میاں خان سے کتخدا ہو کر موجود ہے اور (ص ۲۸۲) دوسری بی بی عائشہ جو سید امیر احمد لاہور ساکن موچی دروازہ بیاہی گئی۔ اولاد اس کی بھی موجود ہے۔ یہ لوگ بھی اگر چاہیں تو حصص اپنی آمدنی چڑھاواہ میاں میر سے لے سکتے ہیں۔

Marfat.com

اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ بعد محمد شریف کے ان کے دونوں صاحبزادے یعنی مہدی شاہ و شیخ نور عالی آمدنی و خرچ کے مالک نصفا نصف رہے۔

بی بی زہرہ نے بموجب حکم شرعی کے تیسرا حصہ نصف حصہ مفوضہ حنیف شاہ برادر خود سے لیا اور نصف حصہ سجادگی کا۔ اس حساب سے قادر بخش چار حصوں کا مالک ہوگیا۔ اس طرح سے کہ اگر کل حصہ سجادگی چھ حصوں پر تقسیم کیا جاوے تو تین حصہ قادر بخش کے اور تین حنیف شاہ کے پھر ان تین حصہ ہائے حنیف شاہ سے بی بی زہرہ ہمشیرہ حنیف شاہ زوجہ قادر بخش نے ایک حصہ جو بموجب شرع کے لڑکی کو پہنچتا ہے' لیا۔ یہ قادر بخش چار حصوں کا مالک ہوگیا اور حنیف شاہ کے پاس صرف دو حصہ بقیہ منجملہ تین حصہ' جو کل نصف سجادگی سے تھے' رہے۔

جب حنیف شاہ فوت ہوا تو اس فضل النساء نے چوتھا حصہ من جملہ دو حصہ بقیہ حنیف شاہ سے بھی لیا۔ بعد اس کے بعہد عمل داری مہاراجہ رنجیت سنگھ سمت ۱۸۸۵ میں فی مابین نواسہ ہائے حنیف شاہ و اولاد فضل النساء بابت حصص مقدمہ ہوا اور تا بسرکار نوبت پہنچی۔ وہاں سے سجادہ نشین مزار حضرت مادھو لال حسین مسمی کرم حسین اور حسن دین مجاور حضرت میراں بادشاہ اور میاں شادی اور میاں بڈھا مجاوران حضرت پیر علی گنج بخش ہجویری اور کرم علی شاہ سجادہ نشین صدر دیوان اور عظیم شاہ مجاور خانقاہ عالی جاہ حضرات بی بی پاک دامناں منصفاں سرکاری مقرر ہوئے۔ انہوں نے بعد تحقیقات کاملہ حسب الحکم و منشائے شریعت محمدی زر آمدنی سجادگی کو چار حصوں میں تقسیم کر کے تین حصہ کرم شاہ بن خدا بخش کو دی' اور چوتھا حصہ مائی وزیرن زوجہ حنیف شاہ کو دے کر حوالہ میاں عیسیٰ شاہ داماد حنیف شاہ شوہر مہرالنساء کے کیا۔ چنانچہ نقل فیصلہ منصفان درج ذیل ہے :

(ص ۲۸۳) اب تقسیم حصص آمدنی دربار اس طرح ہے کہ بوقت فیصلہ منصفان تجویز ہوئے تھے کہ تین حصہ کا مالک کرم شاہ پسر خدا بخش اور ایک کا عیسیٰ شاہ داماد حنیف شاہ۔ اولاد خدا بخش سے جو اب محبوب شاہ پسر محمد شاہ بن خدا بخش اور الف شاہ بن کرم شاہ بن خدا بخش اور مہر شاہ بن قطب شاہ بن امیر شاہ بن خدا بخش ہیں۔ سو یہ تینوں یکجا ہیں اور ان کا آپس میں اتفاق ہے۔ اور محبوب شاہ ہر ایک کی پرورش کرتا ہے اور وہ بھی خوش ہیں۔ اور اگر کوئی ان میں الگ ہونا چاہے تو بے شک اپنا حصہ لے لیوے اور اگر کوئی الگ ہووے تو تین حصوں سے ایک حصہ پاوے اور بموجب حصہ خرچہ عرس وغیرہ دیوے۔

اور ثالث حصہ جو عیسیٰ شاہ کو ملا تھا اس کی تقسیم اس طرح پر منقسم ہے۔ کہ عیسیٰ

Marfat.com

شاہ کے چاروں بیٹے مسی نتھا شاہ' محمد شاہ' کرم شاہ' اکبر شاہ موجود حال بحصہ مساوی چار جگہ اس ایک حصہ کو تقسیم کرلیتے ہیں اور یہ ہر چہار پسران عیسیٰ شاہ اپنی والدہ مسمات مہر النساء بنت حنیف شاہ کا حصہ بھی کھاتے ہیں۔

اور بقیہ جو حنیف شاہ کی تین بیٹیاں رہی ہیں ان میں سے ایک تو مسماۃ فضل النساء زوجہ خدا بخش تھی۔ اس نے اپنا حصہ پدری لے کر حوالہ خدا بخش کردیا اور بقیہ دو دختران حنیف شاہ ایک مائی کرم النساء دوسری خیر النساء ان کی اولاد یعنی نواسگان حنیف شاہ موجود ہیں مگروہ حصہ نہیں لیتے۔ اگر چاہیں تو حسب التقسیم شرع شریف کے وہ بھی لے سکتے ہیں بایں شرط کہ خرچ بھی وہ دیویں۔ فقط۔

نمبرداری

جب ۱۲۲۱ میں حنیف شاہ سجادہ نشین و نمبردار فوت ہوا تو بعد (ص ۲۸۴) اس کے میاں خدا بخش' جو حنیف شاہ کا داماد اور ہمشیرہ زاد تھا'اس نے لدھا کو کہاکہ تو بڑا معمر اور ہمارے بزرگوں کا آوردہ ہے تجھ کو لازم ہے کہ تو سرانجام امور متعلقہ نمبرداری کیا کر۔ جب لدھا ۱۲۳۰ میں مرگیا۔ تو بعد اس کے ماہی و درگاہی ہر دو بیٹے اس کے بجائے اس کے حسب الحکم خدا بخش تا ۱۲۳۳ نمبردار رہے۔ اور جب خدا بخش اصل قابض اور نیز درگاہی پسر کلاں لدھا فوت ہوگیا تو بعد اس کے محمد شاہ پسر خدا بخش سن چوالیس میں خود نمبردار بن گیا۔ بعد اس کے امیر شاہ برادر محمد شاہ سرپرست محبوب شاہ سجادہ نشین حال نے ماہی گوجر کو جو بیٹا لدھا کا تھا' کہا کہ میں مرد فقیر بادیہ نشین ہوں تو کار نمبرداری کیا کر۔ جب امیر شاہ فوت ہوا اور کرم شاہ سرپرست محبوب شاہ مقرر ہوا تو اس نے ۱۲۵۳ ہجری میں مسی اروڑا جٹ کو بعزل ماہی گوجر نمبردار مقرر کیا۔ چنانچہ اب بعمل داری انگریزی میں بھی وہی قائم رہا اور اس کے ساتھ گاماں راجپوت ساکن موضع شیر گڑھ کو جو اب زیر چھاؤنی میاں میر آکر ویران ہوگیا ہے۔ محبوب شاہ نے شامل کردیا۔ پھر گاماں لاولد اور اروڑا بھی مرگیا۔ بعد اس کے محکم پسر اروڑا اب دم تحقیقات و تالیف کتاب ہذا نمبردار میاں میر مقرر ہے۔

نقل صورت اس حال کی جس وقت خرخشہ تقسیم حصص تحریر ہوئی تھی۔

سوال می کند و استناد حال خود می خواہد فقیر باب اللہ مسی کرم شاہ قادر خادم و سجادہ نشین روضہ متبرکہ قدوۃ العارفین و زبدۃ الواصلین خلاصۃ الکاملین۔ مسالک سالک شریعت و طریقت حضرت شاہ محمد میر فاروقی قادری رحمتہ اللہ علیہ از ساوات علما و علما و فضلائی کرام خصوصاً" از جماعہ خادمین و زمرہ واقفین و گروہ مطعین و اکابر اعیان و کلاں تران بلدہ لاہور و

Marfat.com

مقدمان دیہات سواد بلدہ لاہور برین معنی کہ روضہ متبرکہ حضرت موصوف و مسجد مع دو دحنہ چاہ پختہ چرخی دار و تالاب پختہ و بارہ دری کہ دران مزار نادرہ بیگم مرحومہ واقع است۔ ویک دحنہ چاہ پختہ و باغ و مسجد مع روضہ حضرت ملا شاہ مرحوم خادم حضرت مذکور و یک دحنہ چاہ پختہ و باغ مع روضہ مسماۃ ایمن آبادی مغفورہ خادمہ آنحضرت این جملہ روضات و مکانات و باغات و مساجد و چاہان بنا نمودہ حضرت محمد دارا شکوہ قادری بن شاہجہان بادشاہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنت مثواہ بودہ برہمہ کس اظہر من الشمس کہ محمد دارا شکوہ معتقد و مرید خاص الخاص و خادم حضرت مذکور است چنانچہ کتاب سکینۃ الاولیاء لیا از تالیفات (ص ۲۸۵) محمد دارا شکوہ من اولہ الیٰ آخرہ دربیان عرفان کرامات و کشف و فرق عادات حضرت موصوف مذکور مملو و مشحون و حالا کتاب سکینۃ الاولیا نزد سایل حاضر و موجود۔ بنا الیہ بعد وفات حضرت ممدوح علیہ الرحمتہ شیخ محمد شریف ہمشیرہ زادہ و خادم حضرت مغفور مذکور باین روضات و مکانات مسطورہ قابض و متصرف ماندہ۔ بعد فوتش پسرش شیخ محمد' بعد انتقالش خادمش فقیر مہدی شاہ' بعد رحلتش فقیر جعفر شاہ و بعد وصالش پسرش فقیر معصوم شاہ و اعقابش و بعدہ پسرش حنیف شاہ و بعدش فقیر کالا شاہ و بعد وی فقیر خدا بخش و بعد وی فقیر محمد بخش و بعد وی فقیر امیر شاہ وپس آں فقیر عیسیٰ شاہ واین سایل است۔

پس ہر کس کہ برساجدگی روضہ منورہ متبرکہ مذکورہ در قبض و تصرف سائل و پیشوان سائل بر مکانات مرقومہ علمی و اطلاعی "سمعا" و "بصرا" داشتہ باشد "خلصا" للہ بموضمن آیہ کریمہ ولا تکتموا الشھادہ ومن یکتمھا فانہ' اثم' شہادت و علامت خود ثبت نماید کہ عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور۔ فقط۔

مہر عظیم شاہ سجادہ نشین پاکدامنان ہذا صحیح مہر فقیر نور احمد چشتی عفی عنہ مصنف کتاب ہذا۔ مہر کرم حسین سجادہ نشین مادھو لال حسین۔ محبت شاہ سجادہ نشین جھولن شاہ۔ مہر کرم علی شاہ سجادہ نشین صدر دیوان گواہی میرن شاہ سجادہ نشین شاہ بدر وغیرہ چوہدریان و نمبرداران و مکان داران و سجادہ نشینان نواہی لاہور۔

شجرہ خادمی

(ص ۲۶۵) اور شجرہ خادمی حضرت میاں میر صاحب کا محبوب شاہ سجادہ نشین حال سے لے کر تا جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ محبوب شاہ مرید پیر شاہ اور وہ حنیف شاہ کا اور وہ مرید غلام فرید کے اور وہ معصوم شاہ کے اور وہ میاں رحمت اللہ شاہ کے اور ان کا پیر شاہ عزیز اللہ اور ان کا پیر سید برہان الدین اور ان کے پیر حضرت میاں میر بالا پیر اور

Marfat.com

ان کے پیر حضرت شاہ خضر اور وہ مرید سید احمد کے اور وہ مرید عابد کبیر کے اور وہ مرید شاہ ابوالقاسم کے اور وہ مرید حضرت موسیٰ حلی کے اور وہ مرید شہ ابوبکر کے اور وہ مرید شاہ داؤد کے اور وہ مرید شاہ سلیمان کے اور وہ مرید شیخ زید کے اور وہ مرید شیخ قرشی کے اور وہ مرید شیخ عبدالرزاق خلف الصدق حضرت غوث الاعظم کے اور وہ مرید حضرت غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی اپنے والد کے اور وہ مرید حضرت شیخ ابو سعید محروی کے اور وہ مرید شیخ ابوالحسن ہنکاری کے اور وہ مرید حضرت خواجہ ابوالفرح طرطوسی کے اور وہ مرید حضرت شیخ عبدالواحد غیبی کے اور وہ مرید حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے اور وہ مرید حضرت خواجہ سید (ص ۲۶۶) جنید بغدادی کے اور وہ مرید حضرت شیخ سری سقطی کے اور وہ مرید حضرت شاہ معروف کرخی کے اور وہ مرید حضرت داؤد طائی کے اور وہ مرید حضرت خواجہ حبیب عجمی کے اور وہ مرید حضرت خواجہ ابوالحسن بصری کے اور وہ فیض یاب خاندان عالی شان اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے کہ انہوں خود نے حضرت مرتضیٰ علی سے بھی بیعت کی اور امام حسن اور حسین علیہم السلام سے بھی فیض ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام وصی ظاہری و باطنی جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

اور اب تک پیرو مریدی حضرت میاں میر کے خاندان کی جاری اور صدہا لوگ آج تک حضرت کے خلفا سے فیض باطنی حاصل کرتے ہیں اور کوئی ملک ایسا نہیں کہ جہاں اب بھی کوئی خلیفہ حضرت کے خاندان کا نہ ہوگا۔

حضرت پیر مکی صاحب رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۴۰۶) پختہ حال ان کا معلوم نہیں ہوتا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ حضرت داتا گنج بخش صاحب کے استاد ہیں' اور کوئی کہتا ہے کہ محمود غزنوی کے ساتھ آئے' اور کوئی کہتا ہے کہ جب زیب النسا کا باغ بننے لگا تو یہاں دیوار بنانے لگے تھے۔ وہ گر گر پڑتی تھی۔ تب سے یہ قبر بنائی گئی ہے۔ الغیب عنداللہ۔ کسی کتاب میں ذکر ان کا مطالعہ میں نہیں آیا۔

(ص ۲۰۷) کتاب تذکرہ فقرا میں ذکر کسی حضرت سعد الدین مکی کا قدرے یوں درج ہے کہ وہ مکہ معظمہ سے واسطے زیارت خانقاہ پیر علی گنج بخش ہجویری کے لاہور میں آئے تھے اور چند سال معتکف رہ کر فوت ہوئے۔ شاہجہان بادشاہ اس وقت لاہور میں تھا۔ حسب الحکم اس کے لب دریا دفن ہوئے اور مقبرہ بھی بنایا گیا۔ شائد یہی حضرت ہوں۔ مگر ان کا مقبرہ نہیں۔ اگر گر گیا ہو تو عجب بھی نہیں۔ تاریخ وفات ان کی ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ۔

Marfat.com

مجاور اور معاف زمین

(ص ۲۰۶) ایک فقیرنی مائی عمرائی عمر ۵۹ سال اور دو بیٹے اس کے ایک فتح دین اور دوسرا کرم دین، جو کار چھاپہ کرتے ہیں مجاور ہیں اور اڑھائی کنال زمین مزروعہ جنوب و شرق (ص ۲۰۷) روبیہ تا قیام خانقاہ معاف ہے۔

عرس

(ص ۲۰۶) بارھویں ربیع الاول کو یہاں عرس ہوتا ہے۔ اس روز نان، حلوہ، کھیر، چوری تقسیم کرتے ہیں۔ آگے بڑا میلہ ہوتا تھا اب لوگ کم آتے ہیں۔

حال حضرت خواجہ خاوند محمود المشہور بحضرت ایشان

(ص ۳۳۸) اور حال حضرت ایشان کا کتاب رضوانی وغیرہ سے یوں دریافت ہوا کہ حضرت خواجہ خاوند محمود المشہور بحضرت ایشان بڑے بزرگ، عابد، زاہد، متقی، ولی اور قطب وقت تھے۔ سلسلہ ان کا نقشبندیہ تھا اور بزرگ ایسے تھے کہ اپنے وقت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علما میں فتویٰ آپ کا منظور تھا، شہرہ کرامت آپ کا دور دور تھا۔ بادشاہ بخارا آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر سرفراز ہوتا تھا۔

مولد اور حصول علم

مولد آپ کا شہر بخارا تھا۔ اول آپ نے وہاں تعلیم علوم ظاہری حاصل کی اور مدرسہ سلطانی میں ایسے طاق ہوئے کہ یگانہ، آفاق ہوئے۔ اور ہنوز بارہ برس کی عمر میں پہنچے تھے کہ آپ نے قرآن حفظ کیا (ص ۳۳۹) اور چودہ برس کی عمر میں آپ حافظ کل علوم کے ہوئے۔ کسی کو علمائے عہد سے طاقت نہ تھی کہ ان کے سامنے علمیت سے دم مارے۔ آخر چندے وہاں رہ کر طبیعت مبارک آپ کی سیر کی طرف راغب ہوئی۔

سمرقند میں

بخارا سے سمرقند میں گئے اور وہاں دو برس تک رہ کر بہت آدمیوں کو اپنی ارادت سے مستفید کیا۔ شاہ زمان مرزا وہاں کا حاکم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی۔ ان دنوں میں ایک بڑے حاکم زبردست کی سمرقند پر چڑھائی تھی۔ شاہ زمان حضرت کی خدمت

Marfat.com

میں عرض پرداز ہوا: کہ اس کے واسطے خدا کی درگاہ میں دعا کریں کہ اس دشمن سخت سے اذیت نہ پہنچے۔ آپ نے دعا کی اور اس کی تاثیر سے وہ اپنے دشمن پر مظفر و منصور ہوا۔

ہرات' قندھار اور کابل میں

وہاں سے آپ رخصت ہو کر ہرات میں آئے اور ہرات سے قندھار اور قندھار سے کابل تشریف لائے اور ان شہروں میں ہزاراں ہزار مریدان ارادت مند آپ کی بیعت سے سرفراز ہو کر کمال کو پہنچے اور صاحب خوارق و کرامت ہوئے۔

کابل کے نزدیک جب آئے تو حاکم کابل استقبال کے واسطے دو فرسنگ تک باہر آیا اور بہزار اعزاز حضرت کو شہر میں لے جا کر سبز باغ میں فرود کیا۔ حضرت وہاں رہنے لگے۔ جمعہ کے دن آپ مسجد جامع میں گئے اور منبر پر بیٹھ کر وعظ کیا۔ ایسی تاثیر ہوئی کہ محفل میں زور شور ہوا۔ صدائے ہاؤہو آسمان تک پہنچی۔ دو آدمی مارے زور و شور وجد کے جان بحق تسلیم ہو گئے۔ غرض کہ بادشاہ کو بھی وجد ہوا اور اسی محفل میں بادشاہ بشرف ارادت حضرت کے مشرف ہوا اور عرض کی: کہ میں دنیا سے دستبردار ہوں' خواہش بادشاہی کی نہیں رکھتا' چاہتا ہوں کہ جناب کی خدمت میں حاضر رہوں اور خدمت کیا کروں۔ حکومت کابل پر جس کو آپ لئیق تصور کریں مامور فرماویں۔ یہ عرض اس کی قبول نہ ہوئی اور فرمایا کہ تم کو حق سبحانہ تعالیٰ نے حافظ و پاسبان خلق اللہ کا مقرر کیا ہے۔ تمہارے سر پر حق ہے کہ اس کار خیر میں ہمہ تن مصروف ہو اور عبادت معبود میں بھی شاغل رہو۔ فقیر وہ ہے جو دل سے فقیر ہو نہ کہ گوڑی پہنے اور ظاہر آرائی سے فقیر بنے۔ بیت:

با خدا باش ہرچہ خواہی پوش
تاج بر سر نہ و علم بر دوش

غرض کہ حضرت دو سال تک وہاں ہی رہے اور خلفا اپنے ملک روم و شام و عراق کوہ غور کی طرف مامور فرمائے۔
تاج بر سر .نہ و علم بر دوش

خطہ کشمیر میں

وہاں سے عزم خطہ دلپذیر کشمیر کا ہوا اور پہاڑ کے راستہ سے کشمیر میں پہنچے اور عبدالرحمان نواب کے پاس' کہ اس کا باپ حضرت کے باپ کا مرید تھا' فروکش ہوئے۔ آوازہ کمال جناب کا تھوڑے دنوں میں دور دور تک پہنچا۔ خلق خدا دور دور سے ارادت

Marfat.com

مند ہو کر خدمت میں حاضر ہوئی اور جوق جوق لوگ آکر مرید ہوئے۔ یہ بات دیکھ کر شیعہ ہائے کشمیر جو بہت متعصب (ص ۳۴۰) مشہور ہیں رشک کھانے لگے اور آگ حسد ان کی جوش میں آئی۔ سب نے باتفاق یک دیگر یہ تجویز کی کہ حضرت کو شہید کردیں۔ اگر چند سال یہاں رہے تو بے شک کوئی شیعہ امامیہ سے باقی نہیں رہے گا اور سب کے سب مسلمان اہل سنت جماعت ہوجائیں گے۔ مگر ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخرکار محمد حسین سلطان آخرین بادشاہ کشمیر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ان کو کشمیر سے نکال دیا جاوے۔ اس نے حضرت کو اپنے پاس بلایا اور کہا: کہ آپ نے سب شیعوں کو سنی کردیا اور آئندہ کرتے جاتے ہو۔ یہ بات ہم کو منظور نہیں ہے۔ آپ کشمیر سے چلے جاویں ورنہ آپ کی جان کا نقصان ہوجائے گا۔ آپ نے فرمایا: کہ جان کا مالک تو خالق جان آفرین و جان ستان ہے' تیرا کیا مقدور ہے کہ تو ہماری جان پر صدمہ پہنچاوے۔ اور اگر یہی مرضی ہے کہ ہم یہاں سے چلے جاویں تو بہت اچھا۔ ہم بھی اس ملک میں جس میں شیعہ رافضی حاکم ہے رہنا نہیں چاہتے' الا ایک مہینہ کی اس سفر کے واسطے مہلت درکار ہے۔ بعد ایک مہینے کے ہم چلے جاویں گے۔ یہ بات کہہ کر حضرت تو چلے آئے اور بادشاہ اسی فکر و تردد میں تھا کہ کب ایک مہینہ گذرے تو حضرت کو کشمیر سے نکالا جاوے۔ جب اس بات کو پندرہ روز گذرے تو فوج اکبر بادشاہ ہند بسر کردگی قاسم خان میر بحر کشمیر میں جا پہنچی۔ سلطان کشمیر بارہ مولا کے مکان میں آکر فوج اکبری کے مقابل ہوا اور بہت روز تک دونوں فوجوں کا مقابلہ و مقاتلہ درپیش رہا۔ آخر قاسم خان غالب آیا اور سلطان کشمیر کو شکست فاش ہوئی اور پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔ بیٹا اس کا میدان میں کام آیا۔ بعد ظہور اس فتح و نصرت کے اکبر شاہ کی فوج کشمیر میں داخل ہوئی اور قاسم خان نے تمام خطہ کا بندوبست بخوبی کیا اور فوج واسطے گرفتاری سلطان کشمیر کے مامور ہوئے۔ یہ خوارق عظمیٰ و کرامت کبریٰ دیکھ اہل کشمیر بہت اور بھی معتقد ہوئے اور حضرت نے ایک خانقاہ بڑی عالی جاہ اپنی تجویز سے کشمیر میں تعمیر کرائی اور وہاں بیٹھ کر صبح و شام باہدایت حق مشغول رہتے۔

جب چند سال اس حال کو گذرے تو پھر حضرات شیعہ نے دم لیا اور درپے عداوت ہوئے اور ایک شخص نعمت علی نام جو بظاہر مسلمان اہل سنت اور باطن میں شیعہ رافضیہ تھا رافضیوں سے مل کر مستعد اس بات کا ہوا کہ میں حضرت کو قتل کردیتا ہوں۔ اگر تم دس ہزار دینار مجھ کو دو تو میں حضرت کا کام تمام کردوں گا۔ چونکہ قتل حضرت کا شیعوں کی عین مراد تھی اس واسطے سب نے آپس میں چندہ کر کے دس ہزار دینار اس کو دینے کے واسطے

Marfat.com

جمع کیا اور ایک دکان صراف پر جمع کرا دیا اور یہ بات مقرر ہوئی کہ جب نعمت علی یہ کام تا انجام دے دیوے تو وہ روپیہ لے لیوے چونکہ وہ نعمت علی بظاہر سنی کہلاتا تھا اور حضرت کی خدمت میں اکثر اوقات آمدورفت اس کی تھی اس واسطے اس مراد سے (ص ۳۴۱) وہ زیادہ تر آنے جانے لگا اور منتظر تھا کہ کسی وقت حضرت کو تنہا پاؤں تو قتل کردوں۔ آخر ایک روز شام کے وقت حضرت اپنے مکان خانقاہ سے نکل کر دولت خانہ زنانہ کو تشریف تنہا لئے جاتے تھے کہ نعمت علی بھی آپہنچا اور حضرت کو اکیلا دیکھ کر چاہا کہ کام حضرت کا تمام کروں۔ حضرت نے جو اس کو دشنہ نکالتے ہوئے دیکھا تو فی الفور بزور کرامت متشکل بشکل اپنی اصلی ہیئت بدل کر بصورت دھقان زمیندار نمودار ہوگئے۔ جب نعمت علی نے دوڑ کر چاہا کہ وہ دشنہ حضرت پر چلائے معلوم کیا کہ حضرت نہیں ہیں کوئی اجنبی جاٹ زمیندار ہے۔ دیکھ کر تھم گیا۔ حضرت نے ایک ہاتھ اس کا پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے دشنہ چھین لیا اور فی الفور اپنی اصلی صورت میں آکر کہا: کہ کیوں نعمت علی اب تیرا کیا ارادہ ہے؟ بول میں چاہوں تو ابھی تجھ کو قتل کر ڈالوں۔ یہ بات سن کر حضرت کے قدموں پر نعمت علی گر پڑا اور بہت زاری اور عذر تقصیر پیش لایا۔ اور عقیدہ باطل سے تائب ہوکر فی الحال مرید ہوا۔ جب یہ خبر حضرات شیعہ کو پہنچی تو بہت ڈرے اور ایک شیخ سکندر نامی کوتوال کشمیر سے سازش کر کے وہی روپیہ اس کو دینا کیا۔ اس نے دست بسینہ ہوکر کہا: کہ اس کام کو میں انجام دوں گا۔ اس ارادہ سے ایک رات حضرت آدھی رات کے بعد اٹھ کر ادائے نماز تہجد کے واسطے وضو کررہے تھے کہ سکندر باشمشیر برھنہ بدر رو کے راستہ سے اندر خانقاہ کے آیا اور چاہتا ہے کہ تلوار کا وار حضرت پر کرے فی الفور ہاتھ اس کا خشک ہوگیا اور تلوار مار نہ سکا۔ خدام خانقاہ یہ حال دیکھ کر فی الفور دوڑ پڑے اور اس کو گرفتار کر کے رات بھر خانقاہ میں قید رکھا۔ دن کو کوتوال بحال پر وبال بحضور ناظم کشمیر حاضر ہوا اور گردن مارا گیا۔ اس باعث سے فی مابین مردمان قوم شیعہ و سنی بڑا جنگ وقوع میں آیا اور بہت آدمی مارے گئے۔ جب یہ خبر حضرت جہانگیر بادشاہ کو پہنچی تو حضرت کو کشمیر سے اپنے پاس بلا لیا اور نہایت عزت و حرمت سے روزینہ معقول مقرر کردیا۔

اکبر آباد میں

حضرت اکبر آباد میں رہ کر عبادت حق و ہدایت خلق مصروف ہوئے۔ پھر تو یہ معمول ٹھہرا کہ جہاں بادشاہ جاتا تھا حضرت بھی ساتھ ہوتے اور جہانگیر آپ کے سایہ حمایت میں رہتا تھا۔ کشمیر میں حضرت کے بڑے صاحبزادے خانقاہ معلیٰ میں تشریف رکھتے اور مریدان

Marfat.com

خطہ کشمیر کو توجہ دیتے۔

اور ہندوستان میں حضرت کا خانواہ اس قدر جاری ہوا کہ اہل روزگار بے تعداد و بے شمار حلقہ ارادت میں آئے۔ آخر جب جہانگیر خطہ کشمیر کو تشریف لے گئے تو حضرت بھی ساتھ بادشاہ کے کشمیر کو گئے۔ راستہ میں متصل رجوڑی ایک روز لشکر شاہی پانی سے بہت تنگ ہوا اور دھوپ کی گرمی سے بادشاہ بھی نہایت گھبرایا۔ آخر حضرت خواجہ یاد آئے اسی وقت روبرو طلب فرما کر کہا: کہ حضرت مارے پیاس کے لشکر کا حال بہت بد ہے۔ اور پانی ہنوز بہت دور ہے اور (ص ۳۴۲)اور میں بھی گرمی آفتاب سے بہت گھبرایا ہوں۔ آپ دعا فرماویں کہ خدائے تعالیٰ جل جلالہ باران رحمت الٰہی نازل کرے۔ آپ یہ التماس بادشاہ کی سن کر متوجہ ہوئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور کہا کہ یاالٰہی بادشہ اس وقت تیرے بندہ کی دعا سے چاہتا ہے کہ مینہ برسے۔ دعا میری قبول ہو اور باران رحمت نزول ہو۔ ہنوز خاتمہ دعا کی نوبت نہیں پہنچی تھی کہ پہاڑ کی طرف سے ایک ابر سفید نمودار ہوا اور ایک لمحہ میں زیر آسمان پھیل گیا اور برسنا شروع ہوا اور اس قدر برسا کہ تمام چھپڑ تالاب پر ہوگئے۔ جب نہایت درجہ تک پہنچ گئے تو بادشاہ نے دوبارہ مینہ کی موقوفی کے واسطے درخواست کی۔ آپ نے فی الحال دوبارہ دعا کی اور موقوفی باراں عمل میں آئی۔

کشمیر میں پہنچ کر طبیعت نور جہان بیگم کی بہت بیمار ہوگئی اور بادشاہ بھی بمرض ضیق النفس بیمار تھا۔ آخر بادشاہ نے صحت کی دعا کے واسطے حضرت سے دعا کی۔ فرمایا: کہ ایک شخص تم دونوں سے ضرور اچھا ہوجائے گا۔ جس کے واسطے تم کہو دعا کروں۔ بادشاہ نے صحت نور جہان کے واسطے درخواست کی چنانچہ' وہ اسی روز شفایاب ہوئی۔

جب جہانگیر نے کشمیر میں وفات پائی تو حضرت بھی ہمراہ لاش جہانگیر لاہور کو تشریف لائے اور چندے لاہور میں تشریف رکھی۔ اتنے میں شاہجہان گدی نشین ہوا اور بروقت اجلاس لاکھ ہا روپیہ تقسیم کیے۔ حضرت کے واسطے اس نے ایک لاکھ سکہ سرخ بھیجا۔ حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ دوبارہ التجا کی اور نواب آصف جاہ کو خدمت میں بھیج کر بہت اخلاص اپنا ظاہر کیا۔ آپ نے وہ روپیہ قبول فرما کر کچھ تو خرچ عمارت خانقاہ کشمیر کے واسطے بھیجا اور کچھ لاہور میں اپنی خانقاہ عالی جاہ پر صرف فرمایا اور باقی ماندہ محتاجین اور مستحقین کو عنایت کردیا اور ہمراہ شاہجہان بادشاہ کے دہلی تشریف لے گئے۔

وہاں پہنچ کر ملکہ زمانی زوجہ بادشاہ کی حضرت کی مرید ہوئی اور علمائے دہلی بوسیلہ جمیلہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے اور بہت سے ان میں

Marfat.com

بشرف ارادت سرفراز ہوئے اور بہت سے شاگرد علوم ظاہری بنے۔ غرض یہ کہ دلی میں حضرت کا نہایت رشد پھیلا۔ نواب وزیر خان جناب کی دعا سے اس رتبہ عظیم کو پہنچا۔

وہاں سے جناب اکبر آباد کو تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص محمد محسن نام جناب کے منکرین میں سے تھا اس نے بحث و تذکرہ باعلوم دینی حضرت سے چاہا۔ حضرت نے قبول فرمایا اور مجلس عالی واسطے بحث کے منعقد ہوئی۔ تمام علما اور وزرائے سلطنت اس مجلس میں تشریف لائے۔ جب مجلس بخوبی گرم ہو چکی علمائے صاحب بحث کی طرف سے اول یہ سوال پیش ہوا کہ آپ سماع کے باب میں جو صوفیا (ص ۳۴۳) سنتے ہیں کیا حکم دیتے ہیں اور کیا فتویٰ لکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کہ

ما نہ این کار می کنیم و نہ انکار می کنیم

یعنی اگرچہ حضرات نقش بندیہ سماع نہیں سنتے الا انکار بھی نہیں ہے۔ کیونکہ السماع لاہلہ مباح۔ جو کوئی شخص لایق سماع سننے کے ہووے اس کو سماع سننے کا حکم اباحت ہے ورنہ حرام ہے۔ یعنی جو کوئی شخص عاشق جانباز حقانی ہووے اور سماع کے وقت اس کا خیال محض بذات الٰہی جم جاوے اور اسی کے عشق میں اس کو ذوق و شوق ہووے۔ تو اس کے واسطے مباح ہے کہ سماع سنے اور اگر فاجر ہووے اور عشق میں کسی عورت یا کسی اور کے عشق میں جو غیر ذات الٰہی ہووے تو اس کے واسطے حرام ہے۔ عالم معترض نے جواب دیا کہ در صورت کہ آپ فرماتے ہیں کہ السماع لاہلہ مباح اور آپ بھی اولیائے وقت سے ہیں اپنے آپ کو عاشق معشوق حقیقی تصور کرتے ہیں تو پھر کس واسطے سماع نہیں سنتے؟ اور مباح چیز سے کیوں پرہیز ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ سماع مہلک دردمندان محبت ہے۔ سینکڑوں اولیا اللہ نے حالت سماع میں جان دے دی ہے۔ اس واسطے پیران عظام نقش بندیہ نے سماع نہیں سنا اور انکار بھی نہیں کیا۔ یہ بات سن کر وہ معترض پھر برسر سوال آئے اور بے ادبی سے سوال کیا۔ اس بات سے حضرت کے مزاج میں کچھ گرمی سی نمودار ہوئی اور نگاہ تیز سے اس کی طرف دیکھا' دیکھتے ہی وہ زمین پر گر پڑا اور راہی ملک عدم ہوگیا۔ یہ بات دیکھ کر سب حاضرین' جو معترض کی طرف سے حامی ہو کر مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے' خوفناک ہوئے اور حضرت کی خدمت میں آکر معافی تقصیر چاہی۔ آپ نے سب کی تقصیر معاف کی لیکن معترض ملوک کے رشتہ دار قریبی دعویٰ خون کا لے کر شاہجہان بادشاہ کے پاس دہلی میں آئے اور بحضور بادشاہ دعویٰ خون کا پیش کیا۔ اس کے دعویٰ کے بموجب فرمان شاہی حضرت کی طلب کے واسطے اکبر آباد بھیجا گیا اور حضرت حسب الحکم شاہی دہلی میں تشریف

Marfat.com

لائے۔ اس روز وہ روز تھا کہ اول شاہجہاں نے عمارت دیوار فصیل شہر پناہ شاہجہان آباد شروع کی تھی اور جشن عالی ہو رہا تھا۔ حضرت بھی روبرو بادشاہ کے تشریف لائے۔ شاہجہان نے تمام قصہ و کیفیت و روئیداد و مقدمہ بگوش ہوش سن کر حضرت کو بری کیا اور رشتہ داران عالم معترض کو بھی بہت سا نقد و جنس دے کر خوش کیا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ مناسب یہ ہے کہ آپ لاہور تشریف لے جاویں اور وہاں ہی تشریف رکھ کر ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہوویں اور اس قدر جلال جو طبع مبارک میں ہے برائے خدا اس کو مبدل بہ رحم و تلطف کر کے خلق اللہ پر رحم کی نظر رکھیں۔ حضرت نے التماس بادشاہ کی قبول فرمائی اور روانہ لاہور ہوئے۔

لاہور میں

پہلے اس سے جہاں اب روضہ مطہرہ حضرت کا ہے باغ و خانقاہ حضرت کی تعمیر ہو رہی تھی۔ یہاں تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے۔ وزیر خان صوبہ دار لاہور نہایت اعتقاد سے حضرت کیخدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوا اور اکثر اوقات حضرت کے ساتھ میاں میر بالا پیر لاہوری (ص ۳۴۴) مسئلہ وحدت وجودی میں بذریعہ تحریر جواب و سوال رہتے تھے' کہ کتب سیر میں ذکر اس کا درج ہے۔

غرض یہ کہ بعد آنے لاہور کے نو برس تک حضرت لاہور میں تشریف فرما رہے۔ اس اثنا میں بہت لوگ فیض یاب ارادت ہوکر بہرہ یاب سعادت دنیا و آخرت ہوئے۔

مزاج حق امتزاج جناب کا اتباع سنت و دفع بدعت کی طرف بہت مایل تھا۔ اور جو کوئی شخص قائل وحدت وجودی و کلمہ ہمہ اوست ہوتا تھا اس سے حضرت کو بہت نفرت ہوتی تھی۔ احکام شرع کے حضرت نہایت پابند تھے۔ آٹھویں دن حضرت منبر پر چڑھ کر اپنی خانقاہ کی مسجد میں' جو تاحال موجود ہے' وعظ فرماتے۔ سینکڑوں لوگ مسجد وعظ میں آکر مستفید ہوتے اور ہزارہا کفار نابکار ہر ہفتہ میں مشرف باسلام ہوکر مرید بنتے۔

وفات

وفات جناب کی بقول مفتی غلام سرور صاحب خزینۃ الاصفیا بتاریخ دو ازدھم ماہ شعبان المعظم سال ایک ہزار و پنجاہ و دو ہجری وقوع میں آئی اور نعش مبارک بمقام لاہور مدفون ہوئی۔ قطعہ تاریخ وفات مصنفہ مفتی صاحب موصوف یہ ہے:

شہ محمود خاوند دو عالم

Marfat.com

کہ ذاتش بود مسعود ابن مسعود
شد از دنیا بخلد جاودانی
بفضل ایزد و الطاف معبود
ندا شد بہر سال ارتحالش
کہ قطب الاصفیا خاوند محمود
۱۰۵۲

ایضاً:

چو شد زیر زمین افسوس افسوس
ز دنیا آفتاب عشق محمود
وصالش منبع فیض است سرور
دوبارہ آفتاب عشق محمود
۱۰۵۰

ایضاً:

شاہ محمود چون ز دار فنا
رفت و شد وصل باخدا محمود
ہست محمود شاہ رحمت سال
نیز مخدوم پارسا محمود
۱۰۵۲

حضرت شاہ محمد مقیم صاحب حجرہ والا رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۵۳۲) اور حال حضرت شاہ محمد مقیم صاحب کا یہ ہے کہ حضرت کا اصلی نام محکم الدین بن سید ابوالمعالی بن شاہ نور محمد بن بہاول الدین المشہور بہاول شیر جن کی مزار حجرہ شاہ محمد مقیم میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے اور یہ مقام حجرہ شاہ محمود مقیم تیرہ چودہ کوس جنوب رویہ مقام قصبہ چونیاں سے ہے اور علاقہ ضلع گوگیرہ تحصیل پاکپٹن (ص ۳۲۶) میں داخل ہے۔

پہلے ہند میں حضرت بہاول شیر بن سید محمود بن سید علاؤ الدین بن سید زین العابدین بن سید مسیح الدین بن سید صدر الدین بن سید ظہیر الدین بن سید شمس الدین المشہور شمس العارفین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سید صالح بن سید عبدالرزاق بن

Marfat.com

حضرت والا درجت بحر کرامت غوث الارض والسما سید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز تشریف لائے تھے۔ چونکہ تمام پنجاب' ہند و سندھ و ریان و توران و عرب و عجم دل و جان سے حضرت غوث الاعظم کے مطیع فرمان ہیں اور حضرت کی اولاد گیلانی سادات کہلاتے ہیں اس واسطے لوگ ان کا بڑا ادب کرتے ہیں۔

حضرت بہاول شیر

اور حضرت بہاول شیر جد امجد حضرت شاہ محمد مقیم صاحب حجرہ والا کے بڑے اہل کمال و صاحب حال و قال اور مست و مجذوب تھے۔ مولد آپ کا شہر بغداد شریف۔ ہمراہ والد بزرگوار اور عمہ جان نثار اپنی کے بغداد سے سیاحانہ وارد ہندوستان ہوئے اور شہر بداؤں میں جاکر سکونت اختیار کی۔ اس وقت حضرت بہاول شیر خورد تھے اور والد ان کے سید محمود کہ جو بھی صاحب کمال تھے۔ بداؤں میں فوت ہوئے' چنانچہ اب تک قبران کی وہاں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

بعد وفات والد کے یہ حضرت بعلم ظاہری و باطنی اپنی پھوپھی صاحبہ سے' کہ وہ بھی رابعہ زمانہ تھیں' تعلیم پاتے رہے۔ چنانچہ ولی کامل اور شیخ مکمل ہوئے۔

اور حضرت بہاول شیر صاحب کی عمر بہت دراز ہوئی۔ چنانچہ کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دو سو پچاس سال سے زیادہ عمر آپ نے پائی۔

اور جہاں اعتکاف کرتے تھے تو مدت اعتکاف کم بارہ برس سے نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ ستر سال برابر پتھر سے تکیہ لگا کر علاقہ کوہستان میں معتکف رہے۔ چنانچہ پوست پشت آپ کا پتھر سے جم گیا اور بوقت برخاست چمڑا حضرت کی پشت کا پتھر کے ساتھ چسپاں رہا اور پشت مبارک چھل گئی۔ چنانچہ وہ داغ تادم عمر دکھائی دیتا رہا۔

جب وہاں سے اٹھے تو بمقام حجرہ شاہ محمد مقیم' جو اس وقت بنام پنڈ ڈھولاں مشہور تھا' تشریف لائے۔ اس وقت دریائے بیاس جو اب زیر چونیاں تا ملتان خشک ہوا ہوا دکھائی دیتا ہے' جاری تھا۔ اس کے کنارے پر حضرت نے مقام فرمایا۔ کہتے ہیں کہ زنان زمینداران قوم ڈھول جو اس جگہ پر واسطے لینے پانی کے ہر روز آتی تھیں اس امر کی شکایت اپنے مردوں کے پاس لے گئیں کہ لب دریا ایک فقیر بیٹھا رہتا ہے۔ اس سے ہمارے ستر پردہ میں فرق آتا ہے۔ چنانچہ وہ زن مرید بیوقوف کہ حضرت کی ولایت سے بے خبر تھے وہاں آئے اور حضرت کو وہاں سے اٹھا دیا۔ آپ وہ جگہ چھوڑ کر اور تھوڑی دور جا بیٹھے آخر وہاں سے بھی اٹھائے گئے۔ جب دو تین دفعہ ایسا ہی واقعہ وقوع میں آیا تو حضرت نے اپنا

Marfat.com

متبرک یعنی سونٹا چوب دستی جس کا نام آپ نے (ص ۳۲۷) شیہان یعنی شیر رکھا ہوا تھا دریا کو مار کر کہا کہ یہاں سے دور ہوجا۔ اور نیز جو اطفال خورد سال زمینداران دھول وہاں لب دریا کھیل رہے تھے ان کو بھی فرمایا کہ تم بھی اینٹیں دریا کی طرف چلاؤ اور یہاں سے ہٹاؤ۔ چنانچہ انہوں نے بھی اینٹیں اور مٹی دریا کی طرف پھینکی۔ قدرت الٰہی سے اسی رات دریا وہاں سے ہٹ کر ایک کوس کے فاصلہ پر جابہا اور مقام دریا میں سے ایک ٹیلہ بلند نمودار ہوا۔ آپ اس ٹیلہ پر سکونت پذیر ہوئے اور فرمایا: کہ یہ زمین خداداد اب ہم نے دریا سے لی ہے اب کون ہے کہ یہاں سے ہم کو اٹھاوے اور یہاں ہمارا قیامت تک جھنڈا قائم رہے گا۔

جب آپ وہاں رہنے لگے تو پہلے کرامت آپ کی وہاں یہ ہوئی کہ آپ نے جو واسطے اپنی گھوڑی باندھنے کے تین میخیں ایک چوب نیم' دوسری چوب بڑہ اور تیسری چوب درخت بھاریا کی گاڑی تھیں' وہ قدرت الٰہی تینوں درخت تروتازہ ہوگئے چنانچہ آج تک درخت بڑہ و بھاریا سرسبز ہیں اور درخت نیم خشک ہوکر کھڑا ہے اور وہاں کے مجاور کا دستور ہے کہ ایک روپیہ چار آنہ نذرانہ لے کر چھوٹا سا ٹکڑا اس درخت نیم خشک شدہ سے کاٹ دیتے ہیں اور لوگ چوب کو متبرک تصور کر کے اس کی تسبیح بنواتے ہیں اور کتاب سیر المعارف سے مفتی غلام سرور صاحب مولف کتاب خزینۃ الاصفیا کرتے ہیں کہ حضرت بہاول شیر کی عمر جب سو برس کی ہوئی تو آپ کی ریش مبارک برآمد ہوئی تھی اور یہ حضرت اکثر شیر پر سوار ہوکر بجائے تازیانہ مار خونخوار ہاتھ میں رکھتے تھے۔

وفات آپ کی سن ۹۷۳ ہجری میں بعہد اکبر بادشاہ ہوئی۔ چنانچہ تاریخ وفات ان کی صاحب سیر المعارف کہ تصنیف عبدالقادر ثانی ہے' اور مفتی غلام سرور لاہوری نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے:

بہاول شیر پیری رہنمائی
کہ شد پیدا ز اولاد علی شیر
بتاریخ وصالش گفت سرور
بہاول سید و صابر ولی شیر

حضرت شاہ محمد نور

فرزند حضرت سید شاہ محمد کے نور کہ واقعی نور تھے اور والدہ ان کی صاحبزادی حضرت سعادت مآب شاہ کمال کی' کہ ولی باکمال تھے اور مزار ان کی قصبہ چونیاں میں ہے اور پیر

Marfat.com

جہانیاں کر کے مشہور ہیں۔ قبر ان کی بڑی مطول ہے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت بہاول شیر فوت ہوئے تو وہ ان کے پاس حاضر نہ تھے۔ جب تشریف لائے تو غلبہ محبت سے حضرت کی قبر کو وا فرمایا اور اس وقت حکم دیا کہ کوئی یہاں نہ آوے۔ اس وقت ایک معمار مرید آپ کا کسی طور سے شوق زیارت کر کے وہاں گیا اور حضرت کے چہرہ کی اس نے زیارت کی۔ چونکہ بلا اجازت مرتکب اس امر کا ہوا تھا فی الفور اندھا ہوگیا۔ جب مقبرہ حضرت کا تعمیر ہونے لگا تو اس اندھے معمار نے عرض کی یا مولیٰ اگر میں بینا ہوجاؤں تو بہت اچھا مقبرہ خوبصورت بناؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا کار تعمیر میں مصروف ہو (ص ۳۲۸) مگر جب تک کار عمارت پر بیٹھا رہے گا بینا رہے گا۔ بعدازاں اندھا ہوجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بروقت آغاز کار کے بینا ہوجاتا اور جب کام سے اٹھتا تو بدستور اندھا ہوجاتا۔

الغرض حضرت شاہ محمد نور صاحب بھی وہاں ہی فوت مدفون ہوئے۔

شاہ محمد مقیم صاحب

بعد اس کے ۱۰۱۳ میں حضرت شاہ محمد مقیم محکم الدین بخانہ حضرت شاہ ابوالمعالی بن حضرت شاہ نور بن حضرت بہاول شیر پیدا ہوئے۔

شاہ محمد مقیم صاحب ایسے بزرگ ہوئے کہ موضع دھولاں ان کے نام سے حجرہ شاہ محمد مقیم مشہور و معروف ہوگیا۔ جب حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب رہ گرائے عالم بقا ہوئے تو حضرت شاہ محمد مقیم اور حضرت زندہ پیر بھائی ان کے بعمر خورد سال باقی رہ گئے اور سایہ ایزدی میں پرورش پائی اور دونوں صاحب عارف کامل، عالم فاضل ہوئے۔

اور جب حضرت شاہ محمد مقیم بحد بلوغ پہنچے تو آپ کا یہ دستور ہوا کہ چند مدت بامید حصول عرفان اپنے جد امجد حضرت بہاول شیر کی مزار پر جا کر سب باش بایں طریق ہوتے رہے کہ تمام رات مزار پر انوار کو بغل گیر رکھتے، تاکہ حضرت کی مدد سے صفائی باطن حاصل ہو۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ خواب میں بوقت شب آپ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت بہاول شیر قبر سے باہر تشریف لا کر ان کو فرماتے ہیں کہ اے فرزند ارجمند و اے عزیز و افرتمیز حصہ باطنی تیرا ہمارے پاس نہیں۔ تجھ کو لازم ہے کہ بخدمت حضرت سید جمال اللہ صاحب حیات المیر لاہور میں جا کہ وہ اب لاہور سکونت پذیر ہیں۔ وہاں سے تم کو حصہ باطنی ملے گا۔

اور روایات صادقہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخ سید جمال اللہ صاحب نبیرہ

Marfat.com

حضرت غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کے ہیں اور وہ تا دور زماں حسب دعا حضرت کے زندہ رہیں گے۔ چنانچہ حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب جن کا مقبرہ عالیہ لاہور میں ہے کتاب تحفۃ القادریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید عبدالوہاب خلف حضرت پیر دستگیر غوث اعظم کے پانچ فرزند تھے۔ ان میں سے ایک کے گھر میں سید جمال اللہ صاحب' جن کو حیات المیر بھی کہتے ہیں' پیدا ہوئے۔ وہ بالکل ہم شکل جناب غوث الاعظم کے تھے اور حضرت غوث الاعظم ان کو بہت پیار کیا کرتے تھے۔ ولادت ان کی سن ۵۲۲ میں واقع ہوئی اور بدعائے حضرت غوث الاعظم ان کی عمر دائمی نصیب ہوئی اور حیات المیر خطاب پایا۔ چنانچہ وہ تب سے اب تک سیر اقالیم میں مشغول ہیں۔ کتاب اذکار الاخیار میں راقم نے دیکھا ہے کہ عندالوفات جناب غوث الاعظم قدس سرہ نے ان کو طلب فرما کر فرمایا کہ عمر آپ کی دراز ہوگی۔ چنانچہ آپ حضرت عیسیٰ صلوٰۃ اللہ نبینا و علیہ السلام کو بچشم ظاہر دیکھیں گے۔ جب یہ موقع آئے تو ان کو ہمارا سلام بصد اشتیاق کہنا۔ والسلام۔ بتاکید اس کلام کے کتاب انیس القادریہ میں تحریر ہے کہ ایک ولی کامل ایک دفعہ حضرت حیات المیر سے (ص ۳۲۹) ملاقی ہوا اور عرض کی: کہ یا مولیٰ ہر ایک شخص کو مرنا ہے۔ یہ تو فرمایئے کہ آپ کی وفات کب ہوگی تو آپ نے جواب دیا: کہ العلم عنداللہ مگر اتنا معلوم ہے کہ جب جد امجد میرے یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ۵۶۵ میں فوت ہونے لگے تو مجھ کو فرمایا کہ اے جمال اللہ مجھ کو یقین ہے کہ عہد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آسمان سی زندہ رہے گا۔ پس جب وہ آئیں تو ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ہمارا سلام نیاز پہنچانا۔ پس مجھ کو یقین ہے کہ میں عہد نزول عیسوی تک زندہ رہوں گا۔

الغرض حضرت شاہ محمد مقیم حسب الایمائے جد امجد اپنے کے لاہور میں تشریف لائے تو مقام میانی میں حضرت حیات المیر سے ملاقی ہوئے اور ان کی خدمت میں بیعت کی۔ اور حسب الحکم ان کے یہاں چلہ کاٹا۔ اور اس مکان پر آپ نے دو برس تک تشریف رکھی اور ایک ہزار پانچ میں یہاں سے روانہ ہوگئے اور یہ درخت کیکر کلاں اسی عہد سے یہاں کھڑا ہے اور پھر بطرف حجرہ حضرت شاہ محمد مقیم چلے گئے۔ مزار ان کی اب تک وہاں زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

خوارق

اور جن دنوں میں کہ حضرت شاہ محمد مقیم لاہور میں چلہ گزین تھے تو ایک روز اتفاقاً" چند فقرائے باب اللہ حضرت کے پاس جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: کہ یا حضرت

Marfat.com

فلانے عابد کی چند عورتیں ہیں اور وہ ہر شب ہر ایک کے پاس شب باش ہوتا ہے اور نیز اپنے حجرہ میں عبادت الٰہی مشغول رہتا ہے۔ جہاں جاکے اس کو دیکھو وجود اس کا موجود۔ اس اثنا میں حاضرین مجلس میں سے ایک شخص کے دل میں خطرہ گذرا کہ یہ امر ممکن العقل نہیں۔ آپ نے بکشف باطن یہ خطرہ اس کا دریافت کر کے فرمایا: کہ اے فلانے یہ امر قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں ہے۔ یہ درخت جس کے نیچے میں بیٹھا ہوا ہوں اس کی طرف دیکھو۔ جب اس نے سر اٹھا کر درخت کی طرف دیکھا تو ہر ایک برگ شجر پر حضرت شاہ محمد مقیم نظر آئے اور نیچے درخت کے بھی جہاں وہ بیٹھے تھے حاضر و موجود تھے۔ یہ کرامت حضرت کی دیکھ کر وہ فقیر بہت نادم ہوا۔

اور نیز ایک روز کا ذکر ہے کہ اس مکان کے غرب رویہ کھیت گاجروں کا تھا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور خادمین سے فرمایا: کہ یہ تمام گاجریں اکھاڑ کر ہمارے گھوڑے کے آگے ڈال دو۔ چنانچہ اسی وقت تعمیل حکم ہوگئی۔ مگر ہر ایک خادم کے دل میں یہ ہی خیال گذرتا کہ حضرت نے مال بیگانہ بغیر اجازت مالک کے لے لیا ہے۔ مناسب نہیں کیا۔ قدرت الٰہی سے دوسرے روز مالک زراعت حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کی: کہ یا مولیٰ میں نے کھیت گاجروں کا محض واسطے نذر آپ کے بویا تھا معلوم نہیں کہ کل کون کاٹ کر لے گیا۔ آپ نے متبسم ہو کر فرمایا: کہ غم نہ کر کیونکہ حق حقدار عائد ہوگیا ہے۔

وفات

وفات حضرت شاہ محمد مقیم کی سن ایک ہزار پچپن میں واقع ہوئی اور حجرہ شاہ محمد مقیم میں مدفون ہوئے۔ وہاں مقبرہ حضرت کا زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

تاریخ وفات آپ کی مصنفہ مفتی غلام سرور یہ ہے:

محمد محکم الدین سید والا شہ عالی
چو از دنیائی فانی شد مقیم گلشن جنت
بجستم سال ترحیلش ز رضوان بہر تاریخش
ندا شد صاحب عالم مقیم مسکن جنت
۱۰۵۵

حضرت والا درجت، مقبول کونین

حضرت مادھو لال حسین لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

(ص ۳۱) کتاب حقیقت الفقرا میں شیخ پیر محمد صاحب کہ جن کا نام تاریخی شیخ محمود اور خاص خادم حضرت مادھو کے تھے' حالات صادقہ ان کے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کا نام مشہورہ ڈھڈا حسین ہے اور ڈھڈا پنجاب کے راجپوتوں میں ایک ذات ہے۔

آباؤ اجداد

یہ حضرت ننہال کی طرف سے ڈوھا اور باپ کی جانب سے کلس رائے تھے۔ یعنی آپ کے بزرگوں میں سے جو شخص کہ اول مشرف باسلام ہوا نام اس کا کلس رائے تھا۔ جب وہ مسلمان ہوا تو شیخ الاسلام خطاب پایا۔ اس باعث سے اس کی اولاد کا سرائی مشہور ہوئی۔

حضرت کے والد کا نام شیخ عثمان تھا اس نے بباعث محتاجی پیشہ بافندگی شروع کیا اور حضرت حسین نونساج تارو پود اور واقف راہ ماندو بود سلوک ہوئے۔

تاریخ تولد حضرت کی بقول شیخ پیر محمد:

چون وجود مبارک بجہان
آمد از پردہ عدم بہ عیان
بود آن سال در شمار عدد
چہل و پنج زیادہ بر نہ صد
۹۴۵ ہجری

اور جب راقم نے چاہا کہ تاریخ تولد منظومہ ہو تو یہ شعر موزوں ہوا:

سال مولودش از سروش الہ
خواست چشتی کہ تاشود آگاہ
آمدش پس نوا ز عرش مجید
صبح صادق براوج فقر دمید
۹۴۵ ہجری

بیعت

(ص ۳۲) حضرت لال حسین کی بیعت بخدمت جناب حضرت بہلول رضی اللہ عنہ کے تھی۔ اور ان کی بخدمت حضرت شاہ لطف بری اور ان کی بخدمت جناب شاہ محمد مقیم اور

Marfat.com

ان کی بخدمت حضرت حیات المیر قادری جو نبیرہ حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز کے ہیں۔ اور حال ان کا کمترین نے چلہ حضرت شاہ محمد مقیم میں مفصل درج کیا ہے۔

ذکر حضرت غوث الاغوث قطب الاقطاب شیخ بہلول مرشد لال حسین رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ بہلول مذہب امام اعظم میں بڑے صاحب ریاضت و عبادت اپنے وقت کے شبلی اور جنید تھے۔ مزاج حضرت کا سیاح سفرپسند۔ آپ فرماتے تھے کہ ۔بمہربانی پیر کامل جو نعمت مجھ کو عطا ہوئی ہے برکات سفر سے حاصل ہوئی ہے۔

جب حضرت کو اول شوق الٰہی ہوا تو اول نجف اشرف میں جاکر مشرف بہ شرف آستانہ بوسی روضہ عالیہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ ہوئے اور تادمت دو سال حضرت کے روضہ منورہ کے جاروب کشی بصدق دل کرتے رہے۔ وہاں بہ توجہ موجہ حضرت شاہ دین و دنیا فقر آپ کا کامل ہوا۔ وہاں سے بوقت ترخیص حکم حاضر ہونے کا بمزار پرانوار حضرت شاہ کربلا نافذ ہوا۔ آپ با ارادت تمام وہاں حاضر ہوئے اور وہاں سے آپ کی دینی اور دنیوی مشکلیں حل ہوئیں۔ یعنی جناب امام ہمام علیہ السلام نے بھی ان کے حال پر بدرجہ کمال توجہ فرمائی۔ حضرت وہاں تین مہینے معتکف رہے اور وہاں سے قبول تمام حاصل کر کے بیت اللہ میں آئے۔ حج ادا کیا۔ بعد تقدیم مراسم حج .عزم طواف روضہ منورہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم روانہ مدینہ شریف ہوئے۔ وہاں پہنچ کر .سعادت زیارت جنت البقیع مشرف ہوئے اور ہزار فوائد مزار روضہ عالیہ امام حسین علیہ السلام اور جناب زین العابدین علیہ رحمتہ اللہ یوم الدین اور مزار (ص ۳۳) حضرت امام باقرو حضرت جعفر صادق اور جناب سیدۃ النساء خاتون قیامت حضرت بی بی فاطمتہ الزہرا اور مقابر اصحاب اور جناب حضرت عثمان بن عفان جامع القرآن رضی اللہ عنہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اٹھائے اور ہر یک سے اجازت یاب ہوکر داخل مدینہ منورہ ہوئے اور بروضہ عالیہ حضرت شاہ رسالت علیہ الصلوۃ والتحیت :

صلوات و سلام بے تعداد
بر رسول و بر آل پاکش باد

حاضر ہوکر مدت بھر وہاں جاروب کشی کی اور معتکف رہے)ونہ تاشش ماہ وہاں بھی آرزو کرتے رہے کہ جناب اقدس سے اس بات میں اجازت ہو کہ اب بندہ کہاں جاوے۔ بعد شش ماہ حضرت شاہ نبوت کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ تم یہاں سے اب بغداد میں واسطے

Marfat.com

حصول زیارت حضرت مخزن کرامت سید الکونین، غوث الثقلین، محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی جاؤ اور سعادت دارین اٹھاؤ۔ چنانچہ حضرت شیخ مدینہ سے روان ہوکر بغداد میں پہنچے اور ایک سال کامل جاروب کشی کی اور وہاں سے بزیارت روضہ مقدسہ حضرت امام اعظم شرف یاب ہوئے اور وہاں سے عجائبات الٰہی دیکھ کر جناب حضرت موسیٰ امام کاظم کے روضہ مبارک کی زیارت کی اور پھر اشرف البلاد بغداد سے باجازت حضرت غوث الاعظم روانہ مشہد مقدس ہوئے اور وہاں پہنچ کر بزیارت روضہ منورہ مقدسہ دیدہ و دل روشن کر کے چندے وہاں تشریف رکھے۔ تب امام انام سے حکم ہوا کہ آپ یہاں سے کوہستان کی طرف جاویں اور کوہ پنج شیر کی بلندی پر جاکر پھر اس کے اس طرف اتریں، کیونکہ وہاں ایک غار بمقدار غار اصحاب کہف ہے اس میں ایک فقیر صاحب کمال ظاہرا مجذوب اور فی الاصل حیرت افزائے سالکان مسلک بسلسلہ قادریہ ہے۔ اس سے فائدہ مطلوبہ آپ کا آپ کو عنایت و مرحمت ہوگا۔

مرد حق سے ملاقات

آپ یہ مژدہ سن کر بہ ہزار خوشی کوہ پنج شیر پر پہنچے اور وہاں سے آکر اس غار میں مشرف ہوئے اور وہاں ایک بزرگ کو دیکھا کہ بہ حالت فنافی اللہ سر مراقبہ میں ڈالے ہوئے بیٹھا ہے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ سے دو نظریں ایک جلالی اور دوسری جمالی عنایت ہوئی ہے یعنی ان پر دو حالیتں طاری ہوتی تھیں۔ حالت جلالی میں تو آپ جس طرف نظر ڈالتے تھے وہ جل کر خاکستر ہوجاتا تھا، بلکہ اس نظر جلالی کی تاثیر سے شجر و سبزہ وغیرہ سب جل جاتا تھا۔ اور حالت جمالی میں جدھر دیکھتے تھے وہ نہال اور سرسبز ہوجاتا اور جو آدمی اس دم رو برو آتا ولی کامل ہوجاتا۔

قدرت الٰہی سے جب حضرت شیخ بہلول وہاں (ص ۳۵) پہنچے تو ان پر حالت جلالی کا وقت تھا لوگوں نے ان کو مطلع کردیا اور آپ بچ گئے۔ پھر جب وہ مشغول مراقبہ ہوئے یہ حضرت بہلول وہاں سے کسی گاؤں میں گئے اور آلات موتراشی بہم پہنچا کے ان کی خدمت میں آئے اور ان کے در دولت پر آبیٹھے۔

اس وقت ان پر حالت جمالی طاری تھی۔ جب نظر مبارک اس مجذوب صاحب کمال کی آپ پر پڑی تو یہ قطب زمانہ تھے اور جس قدر عقدے تھے حل ہوگئے۔ شعر

مست شد از می تقریب حق
خواند اسرار حق بہ مکتب حق

Marfat.com

رفت از خود بہ مستی باطن
مست شد بس بہ ہسی باطن

نام اس شیخ مجذوب کا کسی کو معلوم نہیں کیونکہ حضرت بہلول نے کسی سے ظاہر نہیں فرمایا مگر اکثر مرد حق اشارتاً" کہا کرتے تھے پھر حضرت بہلول نے اس مرد حق سے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو فدوی مو تراشی حضرت کی کرلے اور بروت بھی درست بناوے۔ آپ نے اشارتاً" فرمایا کہ اچھا کہ جو چاہے سو کر۔ پھر حضرت نے آپ کی موتراشی مسنونہ فرمائی اور پھر مرد حق سے رخصت چاہی۔ انہوں نے کہا کہ یہاں سے برابر لاہور کو جاؤ اور جناب حسین کو راہ ہدایت دکھلاؤ۔

آپ وہاں سے بہ ہمہ تن قدم ہوکر تشریف فرمائے لاہور ہوئے۔ جب لاہور میں پہنچے تو تلاش حضرت حسین کی کرنے لگے۔ اس وقت الہام الٰہی سے ان کے کوچہ میں تشریف لائے۔

حضرت شیخ بہلول اور حضرت لال حسین

راوی کہتا ہے کہ اس وقت حضرت لال حسین دہ سالہ تھے اور بخدمت مولوی ابوبکر ساکن بکہ قرآن شریف کا ساتواں پارہ حفظ کرتے تھے۔ حضرت بہلول انؒ کے مکتب میں آئے اور حضرت حسین پر بنظر نوازش نگاہ کر کے حافظ ابوبکر سے پوچھا کہ اس لڑکے کا کیا نام اور کیا پڑھتا ہے۔ انہوں نے عرض کی: کہ یا مولا نام اس کا حسین ہے اور ساتواں پارہ حفظ کرچکا ہے اب آٹھواں شروع کرے گا۔ بعدازاں حضرت بہلول نے کہا: کہ اس لڑکے کو کہو کہ ہمارے وضو کے واسطے دریا سے پانی لاوے۔

کہتے ہیں کہ وہ مکتب حضرت حسین کا انہیں کے محلے میں تھا اور وہ محلہ بیرون دروازہ ٹکسالی لاہور متصل کنارہ دریائے راوی تھا۔

راوی کہتا ہے کہ حافظ ابوبکر نے حضرت حسین کو کہا: جاؤ اور اس بزرگ کے واسطے جلد دریا سے (ص ۳۵) پانی لاؤ۔ جب وہ پانی لایا تو حضرت بہلول نے وضو فرما کر اس کے حق میں دعائے خیر کہ یا الٰہی اس کو فقیر عارف باللہ کر۔

بعد حضرت بہلول حسب الحکم اس مرد حق کے چند مدت لاہور میں مشغول حال حضرت حسین رہے اور حضرت بہلول کو نظر عاشقانہ ان پر ہوگئی الغرض ان کو بہت جلد تیار کیا۔ اس اثنا میں ماہ رمضان المبارک بھی نزدیک آیا اور حضرت بہلول نے حافظ ابوبکر سے فرمایا کہ نماز تراویح میں امام نماز حسین ہو اور قرآن شریف سناوے۔

Marfat.com

الغرض اول رمضان سے تا ششم حضرت حسین نے چھ سپارے خواندہ نماز تراویح میں سنائے اور ساتویں روز حضرت نے مرشد کی خدمت میں مودبانہ عرض کی کہ یا مولیٰ جو قرآن مجھ کو یاد تھا میں سنا چکا ہوں۔ اب آگے کے واسطے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے اب تک پڑھا ہوا سنا ہے۔ کچھ عجب نہیں دکھلایا۔ اب تجھے لازم ہے کہ بعد وضو نماز ادا کر اور پھر قرآن شریف پڑھتا ہوا بہ لب دریا جا اور ہمارے لئے آب دریا سے لے آ۔

حضرت خضر سے ملاقات

لیکن جب کوزہ بھر چکے گا تو وہاں ایک شخص سبز پوش تجھ سے ملے گا جو کچھ کہ وہ تم کو کہے اس کو بجا لاؤ۔ انہوں نے ویسا ہی کیا جب پانی بھر کے روانہ ہوئے تو ایک شخص با روے نورانی سبز پوش وہاں ظاہر ہوا و شعر:

گفت کای کودک السلام علیک
ارسل اللہ الی و جیت الیک

خضر پیغمبر مرا بشناس
تا نباشد بخاطرش وسواس

خاطر خویش جمع دار از من
بہ یقین دان و شک نیاز از من

حق فرستادہ است بر تو مرا
حکم ہم دادہ است بر تو مرا

کہ ترا علم حق بخوانم
وز لدنی سبق بخوانانم

چون تو این علم حق زمن خوانی
ہر چہ نا خواندہ ہمہ دانی

آبی از شکر علم بی شکوہ
ریز در دست من ازین کوزہ

تا بریزم یکام تو آن آب
کشت گردد ز علم بر تو حجاب

Marfat.com

این سخن چون ازو شنود حسین
سر بپایش نهاد زود حسین

گفت جان و دلم ازین احسان
باد در زیر پائی تو قربان

آبی از کوزه چه بل از دل و جان
ریزم اکنون اگر دھی فرمان

گفت خضرش کہ ای پسر زنہار
تو سر خود ز پای من بردار

اور پھر فرمایا کہ اس کوزہ سے پانی میرے ہاتھ پر ڈال۔ حضرت حسین نے کوزہ سے پانی ان کے ہاتھ پر قدرے ڈالا اور انہوں نے اس میں سے قدرے پانی حضرت حسین کے منہ میں ڈالا:

آب کز فیض دست خضر چشید
ہر چہ بودش نہان عیان ہمہ دید

پھر حضرت خضر نے ان کو حوالہ بخدا کر کے رخصت کیا اور فرمایا کہ اپنے شیخ کو ہمارا سلام دینا۔

جب حسین اپنے شیخ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا کہ اس راز کو مخفی رکھنا کیونکہ:

این مدعیان در طلبش بی خبر اند
کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(ص ۳۶) اور بعدہ فرمایا: کہ اب رات کو امامت کرنا اور قرآن مجید پڑھنا۔

حصول قرب کلی

الغرض بتاریخ ۲۷ رمضان المبارک انہوں نے ختم قرآن کرلیا اور ناخواندہ کو بہتر از خواندہ پڑھ سنایا:

تاکہ از لفظ بسم تاوالناس
خواند قرآن تمام بی وسواس
ہرکس از خواندنش بحیرت ماند

Marfat.com

که چونہ نخوانده قرآن خواند
سامعانش شد نہ پس حیران
که چسان گشت مشکلش آسان

القصہ حضرت حسین کو جناب الٰہی میں قرب کلی حاصل ہوگیا۔

حضرت بہلول کی مراجعت

جب کہ حضرت بہلول حسب الحکم پیران عظام اور امامان ہمام علیہم السلام کے واسطے تربیت حضرت حسین آئے اور ان کو کامل بنایا تو اس وقت بقول حضرت پیر محمد صاحب حقیقت الفقرا۔ :

در زمانی کہ شیخ سوی حسین
آمد از بہر جستجو حسین
وقت خش بود و ساعتی مسعود
سال پنجاہ و پنج نہصد بود
المحرم ۹۵۵ ہجری

جب کہ بہلول در تلاش حسین آئے
آئے لاہور میں بلا تاخیر
اس کی تاریخ چشتیہ یہ ہے
حق شدہ ہادی حسین فقیر

جب حضرت بہلول کو ان کی طرف سے خاطر جمعی کلی ہوگئی تو آپ نے حضرت حسین سے رخصت ہونا چاہا اور بوقت رخصت فرمایا: کہ اے حسین یہاں لاہور میں جناب حضرت پیر مخدوم علی گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پرانوار ہے:

کوست محبوب حضرت سبحان
اوست مطلوب حضرت منان

پیر پیران راہ عشق و ولا
شاہ شاہان ملک فقر و غنا

ہر مریدی کہ یافت از وتلقین
شد بحق واصل از کمال یقین

Marfat.com

جب ہم چلے جاویں تو ہماری مہاجرت صوری سے غم نہ کرنا۔ ہم نے تم کو پیر علی گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں سپرد کیا ہے۔ ان کی ایسی جناب مستطاب ہے کہ جو کوئی ان کے در دولت پر مشرف ہو تو اس کو جھٹ پٹ راہ حق کا راہ ملے اور جو نامراد وہاں خلوص دل سے آوے تو آتے ہی مراد پاوے۔ آپ کو لازم ہے کہ آپ کے دروازہ فیض اندازہ پر حاضر رہنا۔ کشود کار تمہارا بدرجہ کمال وہاں سے ہوگا اور وہ راہ حق میں مربی تمہارے ہونگے اور تم جو جلد تر وہ اہل اللہ کر دیں گے۔ شعر۔

زان - سپردم ترا بان مخدوم
کہ سپردت خدا بان مخدوم

گرچہ پیرت منم راہ خدا
کوست مخدوم اہل صدق و یقین

خدمت او بجان و دل بگزین
لیک من کردم از حق استدعا

کہ بہ فرقت چومن کمر بستم
اور ترا دست گیرد از دستم

یہ نصیحت فرما کر آپ روانہ وطن مبارک ہوئے اور وطن مبارک آپ کا مقام چندیوٹ سے سات میل اس طرف ہے۔

(ص ۳۴) سبحان اللہ۔ زہے نصیب اس مرید کے کہ جس کا پیر متلاشی ہوکر اتنے دور دراز سفر سے آوے اور گھر میں بیٹھے بٹھائے اس کو نعمت ولایت پہنچائے۔ جب وہ اس طرح نعمت پاوے تو پھر وہ کیونکر لال حسین نہ کہاوے اور پھر کیونکر نہ مرد کا ہاتھ پکڑ کر حق تک پہنچاوے۔

عبادات

(ص ۳۶) اور حضرت حسینؒ نے ادھر راہ حق میں بکوشش تمام عبادت کرنی شروع کی:

بی خبر از جہان و اھل جہان
بود در زھد با دل شادان

اور حضرت حسینؒ اکثر دریا پر مشغول ریاضت (ص ۳۷) اور ہمیشہ دائم الصوم اور قائم الیل رہا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اسی طرح چھبیس سال ان کے زھد و ریاضت میں گذرے۔ اور وہ

Marfat.com

حضرت گرما و سرما میں اکثر ریگستان میں اوقات بسری کیا کرتے :

سیل بارانو باد و ژالہ و ابر
خوردی آنجا و کردی آنجا صبر

رات کو تمام رات دریا میں کھڑے ہو کے آپ تا بہ سحر ختم قرآن کیا کرتے اور دم صبح ختم شریف کر کے دریا سے باہر آتے اور نماز صبح و اشراق پڑھ کر حضرت پیر علی گنج بخش ہجویری کی خانقاہ پر حاضر ہوتے۔

اور حضرت نے کبھی اس عرصہ میں نماز بے جماعت ادا نہ کی تھی۔ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے اور بارہ برس تک حضرت کا یہ معمول رہا کہ حضرت کی خانقاہ پر صبح سے تا بہ چاشت :

کردی از سر کلام حق آغاز
بسم تا ناس ختم کردی باز

ایک دن روز جمعہ ماہ رمضان کا ذکر ہے کہ :

بہ ناگاہی ز مرقد پر نور گرد در دیدہ حسین ظہور
پیکری خوش ز نور ربانی مظہر نور پاک رحمانی
دید رویش حسین و شد سرمست رفتش از بیخودی غایت دست
گشت از دیدنش چومست حسین بی خود ازجای خویش جست حسین
از ارادت فتاد در پایش سر خدمت نہاد در پایش

یہ صورت نورانی حضرت حسین نے دیکھ کر ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کون ہیں اور نام نامی حضرت کا کیا ہے :

گفت نام ز رحمت ازلی
ہست مخدوم شیخ پیر علی

تو نے بارہ برس ہماری خدمت کی اس کے عوض میں تو ولی کامل اور ارشد مقبل ہو گیا ہے اب جو تو کہے گا وہی ہوگا۔ اب تو شراب وحدت سے مست بلکہ الست ہو جائے گا۔

اگرچہ حضرت حسین کو یہ سرافرازی جناب الٰہی عطا ہوئی مگر تو بھی اب بدستور تاچاشت ختم قرآن وہاں کرتے تھے اور پھر قیلولہ کر کے نماز ظہر ادا فرماتے اور بعدازاں مدرسوں میں جا کر مشغول سماعت تفاسیر قرآنی تا عصر رہا کرتے۔ اگرچہ تمام علم بہ نوازش حضرت پیران پیر مکشوف ہو گیا تھا :

Marfat.com

لیک چون گفتہ اند اہل یقین
اطلبو العلم حق ولو باالصین

پہلے وہ محب تھے پھر محبوب ہوگئے۔ اور طالبی سے گزر کر مطلوب بن گئے۔ اس اثنا میں آپ شیخ سعد اللہ نامی سے کچھ علم تفاسیر بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور شیخ سعد اللہ بھی عالم عامل اور ولی کامل خدا رسیدہ تھے اور حضرت حسین تفسیر مدارک ان سے پڑھا کرتے تھے۔

طریقہ ملامتیہ اختیار کرلیا

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ کے سبق میں ایک آیت توحید اس مضمون کی آئی کہ جس کا مطلب یہ تھا کہ زندگانی جہان بے اعتماد اور لہو و لعب ہے۔ اس پر حضرت حسین نے استاد پر سوال کیا اس کے حل معنی میں حال درکار ہے نہ قال۔ چونکہ خدا نے اس دنیائے فانی کی زندگانی کو لہو و لعب کہا ہے اس میں کیا مراد ہے۔ استاد نے کہا: کہ اس کے معنی تم کو معلوم نہیں کہ لہو و لعب سے مراد تفسیر میں کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت حسین نے ہاتھ پاؤں پر مارا:

دست زن چون حسین شد برپا
رقص مستانہ کرد در آن جا

اور پھر حضرت حسین نے فرمایا: کہ اب میں نے سمجھا کہ دنیا تمام لہو لعب ہے۔ پیر شیخ سعد اللہ نے کہا: کہ یہ مطلب در خور اشخاص ہوشیاراں نہیں۔ آپ نے کہا: کہ ہوشیار وہ ہے کہ جو دونوں جہان میں خوش ہو۔ پھر استاد نے کہا: کہ رقص مسجد کیا معنی رکھتا ہے۔ شعر:

گفت آری نکوست رقصیدن
نفس خود را بزرگ نا دیدن

رقص در دیدہ خرد بینی است
بہتر از عجب و کبر خود بینی است

جب علم کے ساتھ عمل نہ ہو اس علم سے ناچنا کودنا بہتر ہے۔ آپ نے پھر فرمایا: کہ ازاں جا کار دنیا لہو و لعب ہے۔ پس اس بازی سے ہم کو کیا سازی ہے۔ زندگانی جہانکو جو جناب الٰہی نے لہو و لعب فرمایا ہے یہ اس کی سہو تو نہیں بلکہ سب مخلوق اس کی لہو لعب ہے۔ پس مجھ کو لازم ہے کہ لہو و لعب کروں تاکہ مخلوق خدا عبث نہ ہو۔ اگر ہم اس لہو و لعب سے اکراہ کریں تو خدا سے اکراہ ہے۔ جس نے خدا کے فعل کو مکروہ جانا وہ خود مردود مطلق

Marfat.com

ہے۔

اور اپنے اس جوش میں وہ کلامیں فرمائیں کہ اس کی سماعت کے واسطے گوش حق نیوش کم بہم پہنچتا ہے۔ اور یہ فرمایا کہ جناب الٰہی کی ذات گنج مخفی ہے۔ جب اس نے چاہا کہ اپنے حسن کے تجلی کو عیاں کرے تو راز اجنبیت ظاہر ہوا۔ پھر اس راز سے خلق کو پیدا کیا تاکہ خدا کو شناخت کریں اور دنیا کو بازی فرمایا۔ پس اس میں بے بازی رہنا چاہیے۔ جب شیخ سعد اللہ نے یہ سنا تو سعادت خاموشی میں دیکھی اور پھر ان کے رقص پر خوردہ نہ پکڑا اور ان کو یقین ہوا کہ حسین اسی کے اخفا کے واسطے علم ظاہری پڑھتے تھے۔

بعد اس کے حضرت ممدوح پائے کوباں اور رقص کناں مدرسہ سے باہر نکلے۔ کتاب بہاریہ میں تحریر ہے کہ اس مدرسہ کے باہر ایک چاہ تھا۔ اس میں آپ نے تفسیر مدارک پھینک دی۔ طالب علم اس حرکت سے ناراض ہوئے۔ ان کے حق میں طعن کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: (ص ۳۹) کہ میں اب اس کتاب سے گذرا۔ اگر تم کو مطلوب ہے تو لے لو۔ یہ کہتے ہی پانی کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: کہ اے پانی ہمارے یاران جانی کتاب کے پھینکنے سے خفا ہوتے ہیں۔ کتاب ہماری واپس دے دے۔

قدرت الٰہی سے کتاب خشک آب نارسیدہ چاہ سے باہر آگئے۔ طالب علمان ہم درس آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران ہوئے اور تمام شہر میں اس کرامت کا چرچا پھیلا۔ اور اس روز سے آپ نے طریقہ ملامتیہ اختیار کرلیا تا لوگ ان سے نفرت کریں اور وہ بافراغت تمام مشغول یاد الٰہی رہیں۔

اس کے بعد آپ نے ریش مبارک منڈوا ڈالی اور جام مے بکف رکھ لیا:

ساقی و مطرب و شراب و رباب
برگزید و نہ کرد ہیچ حجاب

جس وقت حضرت نے یہ طریقہ ملامتیہ اپنے اوپر جاری کیا تو اس وقت کی۔ قطعہ

سال تاریخ چشتیا کیا تھی
ہم کو بتلا تصدق حسنین
دوستو لو سنو یہ ہے تاریخ
کہ شدہ مست از الہ حسین

۹۸۱ھ

اس وقت عمر آپ کی چھبیس برس کی تھی۔ پھر تو آپ صومعہ سے رونق افزائے میخانہ

Marfat.com

ہوئے۔ مگر بقول شیخ پیر محمد:

می نخوردی می از ہوا و ہوس
از پی حظ نفس خوردی و بس

اور تمام عیش و طرب ان کے واسطے خود خواری کے تھے۔ اور آپ رات دن اسی لونڈی و رندی میں بسر کیا کرتے تھے کہ پہر رات گئے ــ؟ــ کھیلتے رہتے اور پھر تا نصف شب آپ لب مبارک کو بخیال ناپائیداری جہان فانی آشنائے خندہ نہ فرماتے اور تیسرے پہر آپ باول گریاں رہا کرتے تھے۔

بودی از گریہ ہای ہای زنان
بودی از نالہ وای وای کناں

بعد اس کے آپ روزانہ مستانہ ہوجاتے تھے۔

حضرت بہلول کی وفات

جب اس حال کی خبر جناب حضرت شیخ بہلول کو پہنچی کہ حسین احاطہ اصلاح سے باہر ہوگیا تو وہ یہ سنتے ہی لاہور میں تشریف لائے اور حضرت حسین کو دیکھ کر بجانب ان کے متوجہ اور مراقب ہوئے:

جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہ سب کچھ اس کے جی سے گذر

اور کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت حسین با حق واصل ہیں۔ پھر تو ان کی تسلی ہوگئی اور ان کی اسی حالت میں ان کو چھوڑ کر رخصت ہوئے۔ بعد اس کے جب دو برس گذرے تو جناب بہلول اس دار پر ملال سے بقریب ایزد متعال واصل ہوئے۔ حسب تحریر کتاب بہاریہ کے۔ قطعہ:

چشتی تاریخ ان کی رحلت کی
جلد لکھ کیسی تجھ کو غفلت ہے

جو کہ شیخ زماں تھے وہ حضرت
شیخ بہلول سال رحلت ہے

اور شیخ پیر محمد کتاب حقیقت الفقرا میں تاریخ وفات ان کی یہ تحریر کرتے ہیں:

کہ ز سال وصال اوست عیان
این دو تاریخ ز دو مصرعہ عیان

Marfat.com

(ص ۴۰) شد بحق واصل از قبول رسول
یافت قرب ابد بحق بہلول

بعدہ حضرت حسین بدستور لاہور میں جرعہ چش جام رندی رہے اور ان کا معمول تھا کہ مست شراب ہوکر اکثر چنگ و رباب کی صدا پر پاکوب رہا کرتے تھے۔ مگر یہ امور محض واسطے اخفائے حال اپنے کے فرماتے تھے۔ مگر حضرت کا یہ معمول تھا کہ پچھلے پہر رات کو ہر شب ختم قرآن کیا کرتے اور اشخاص ظاہربین ان کے حق میں کچھ کچھ کہا کرتے۔ چنانچہ شیخ پیر محمد لکھتے ہیں:

چون کسان در جهان برای العین
می نبردند پی بحال حسین
می بگفتندش اکثری بی راه
حبشی ملحد و نسب جولاه

مگر ان کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ جولاہ نہیں جوئے الٰہی ہے۔

احوال حضرت شیخ مادھو قدس سرہ العزیز

یہ ہے کہ حضرت مادھو ایک حسین لڑکا ذات کا برہمن تھا۔ اتفاقاً ایک روز بصد آرائش سوار ہوا چلا جاتا تھا کہ حضرت حسین مقتدی کونین کی نظر فیض اثر اس پر جا پڑی۔ وہ دیکھتے ہی عاشق زار ہو گئے اور دوستوں سے پوچھا: کہ یہ لڑکا کون اور کہاں رہتا ہے؟ لوگوں نے کہا: کہ یہ برہمن پسر ساکن قصبہ شاہدرہ ہے۔

حضرت اسی وقت بسواری کشتی وہاں تشریف لے گئے اور یہ نوبت ان کی ہو گئی کہ بغیر دیکھے اس کے جان بے جان قالب میں نہ رہتی تھی۔ پھر تو حضرت کا یہ معمول ہوا کہ شب کو اس کے گھر کے گرد طواف کیا کرتے۔ اور وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ ہم بستر رہا کرتا تھا اور جان بوجھ کر وہ کافر بچہ آپ کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ اور وقت طواف جو جو باتیں وہ مخفی اپنی زوجہ سے کیا کرتا حضرت علی الاعلان وہ باتیں باہر بیان کرتے۔

الغرض اسی طرح سولہ برس گذر گئے کہ حضرت اس کے عشق میں بدنام اور زبان زد خاص و عام ہو گئے۔ اور بے قراری کا یہ حال تھا کہ آپ صرف بتصور اس کے مدام بے خود و بے خواب رہا کرتے تھے۔

بعد اس قدر تکلیف کشی کے حضرت کے عشق نے اس کے دل میں بھی اثر کیا۔ پھر تو وہ ہمیشہ شب و روز حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے لگا بلکہ جب تک کہ حضرت کی

Marfat.com

زیارت نہ کرلیتا تو صبر و قرار اس کو نہ آتا تھا - اور ہمیشہ حضرت کے ساتھ شریک بعد دو سال کے اس کے لواحقین کو خبر ہوئی کہ مادھو رام حسین ہو گیا - تو ان کو یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا مادھو مسلمان ہو جاوے اور ہماری عزت و آبرو کو بٹہ لگا دے - اس پر انہوں نے متفق ہو کر اس بات پر کمر باندھی کہ جب حسین و مادھو ہم بستر نظر آویں تو حسین کو شہید کر ڈالیں - قدرت الٰہی سے گو کہ وہ ہر روز یک جا ہم بستر رہتے تھے مگر رات کو (ص ۲۱) جب وہ بااراده قتل آتے تو دروازہ مکان نہ پاتے - شرمسار ہو کر چلے جاتے - آخر کار مادھو ظاہرا بھی مسلمان ہو گیا اور مذہب ہنود سے مفارقت کی -

انہیں ایام میں حسب اتفاقات روز بسنت پنچمی آ گیا تو ہندوؤں نے حسب رسم و معمولی خود عیش و عشرت شروع کی اور رقص و نشاط میں بتقریب ایام قرب ہولی مشغول ہوئے - جب حضرت مادھو نے ایسا دیکھا تو اس کو بھی شوق ہولی اور بسنت کا دامن گیر حال ہوا - تو بناز معشوقانہ رنگ گلال لا کر حضرت حسین پر ڈالا اور ریش و بروت حسین کو رنگین کیا - حضرت یہ دیکھ کر حالت وجد میں آ گئے اور رقص و نشاط میں مع ہم نشینان خود مشغول ہوئے - بعد ازاں ہر سال بروز بسنت حضرت حسین خوشی بسنت تا حین حیات فرمایا کرتے تھے - اسی برکت سے بروز بسنت ان کی مزار پر سرود و سماع و رقص و رنگ اندازی ہوتی ہے - اور آپ نے فرمایا ہوا ہے کہ اے مادھو ان تیرے لواحقوں کی نسبت چند روزہ ہے اور ہماری تمہاری نسبت تا قیامت قائم رہے گی -

در ذکر کرامات و خوارق عادات
حضرت لال حسین رحمتہ اللہ علیہ

حضرت نورالدین جہانگیر بادشاہ غازی کا اعتقاد بخدمت حضرت حسین کے بدرجہ کمال تھا - چنانچہ انہوں نے ایک شخص مسمی بہار خان منشی کو آپ کی خدمت میں مقرر کیا ہوا تھا کہ شب و روز میں آپ جو کچھ کیا کریں تو اس سے وہ بطور روز نامچہ حضرت ظل سبحانی کو اطلاع کیا کرے - سو اس نے آپ کے حالات کی ایک کتاب بہاریہ نام تصنیف کی ہے - اس سے نقل ہے اور نیز حقیقت الفقرا میں درج ہے کہ باعث مسلمان ہونے مادھو کا یہ ہے کہ ماہ چیت میں حسب معمول زنار بندان ہنود لواحقان مادھو برائے غسل تیار روانگی دریائے گنگا ہوئے - اور مادھو نے حضرتؒ سے یہ عرض کی کہ یا حضرت میرے والدین غسل گنگا کے واسطے چلے ہیں اور ہمارے مذہب میں اس غسل کا ثواب عظیم ہے ' اگر آپ فرماویں تو میں بھی ان کے ساتھ جاؤں اور غسل کر آؤں - چونکہ حضرت کو تاب

Marfat.com

مفارقت مادھو نہ تھی ۔ اس واسطے فرمایا کہ اے مادھو اگر تم کو ضرور شوق (ص ۴۲) جانے گنگا کا ھے تو میرے پاس ٹھہرو اور بروز مقررہ غسل گنگا کہ یکم ماہ بیساکھ ہوتا ھے ھم کو اطلاع دو میں اسی دن تم کو غسل گنگا کرا لاؤں گا ۔

الغرض لواحقین اس کے روانہ گنگا ھوئے اور مادھو نے بروز مقررہ حضرت کو آکر کہا: کہ یا حضرت آج روز غسل گنگا کا ھے اور میرے والدین وغیرہ بلب گنگا غسل گنگ کرتے ھوں گے ۔ مجھے کیا حکم ھے ؟ آپ نے فرمایا کہ اچھا ۔ اسی وقت آپ اٹھے اور اس کو کہا کہ میرے قدم پر قدم رکھ اور آنکھیں بند کر ۔ جب اس نے ایسا کیا تو بعد ایک قدم زنی کے آپ نے اس کو کہا کہ آنکھیں کھول دے ۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو گنگا پر دیکھا ۔ حیران ھو کر آپ سے مستفسر ھوا کہ یا حضرت یہ کیا معاملہ ھے ؟ آپ نے کہا: کہ چپ کر یہ راز ربانی ھے اس کا بیان کرنا مناسب نہیں ۔ جاؤ غسل کرو اور والدین سے ملو اور پھر آؤ کہ جلد تجھ کو داخل لاھور کروں ۔

الغرض مادھو گیا اور غسل کیا اور والدین سے مل کر پھر حضرت کے پاس آیا اور بدستور سابق لاھور میں پہنچ گیا ۔ اسی روز مادھو بصدق دل مسلمان ھو گیا ۔

جب وہ مسلمان ھوا تو عمر اس کی ھیجدہ سالہ تھی اور سن ایک ھزار ایک تھا ۔ آپ نے اپنے ھاتھ سے اس کو شراب پلائی اور کدورت کفر اس کے دل سے رفع کی ۔ پھر سر نو اس کو قرب حق حاصل ھو گیا ۔

ایک روز حضرت حسین نے مادھو کو فرمایا: کہ آج تم اور ھم بابو پورہ میں علیحدہ بیٹھ کر شراب وحدت پئیں اور ایک ساعت وھاں تنہا بیٹھیں ۔ مادھو نے انکار کیا اور عرض کی یا کہ حضرت آپ شراب پی کر مجھے خلوت میں طلب کریں گے تو میں خلق میں بدنام ھو جاؤں گا ۔ لوگ کیا کہیں گے ۔ مگر ھائے افسوس اس کو خبر نہ تھی کہ اس خلوت میں کیا جلوت جلوہ گر ھو گی ۔

الغرض آپ اس کو بابو پورہ میں لے گئے اور ایک مکان تنہا میں جا بیٹھے ۔ اور وہ بابو پورہ آباد کیا ھوا اسی بابو کا تھا جو حضرت کا مرید خاص اور حاضر باش صحبت تھا اور اب اس کی اولاد جبو مشہور ھے ۔

تو حضرت حسین نے حالت بے نوشی میں مادھو کو بغل میں لے کر واصل بحق کر دیا اور بے محنت و مشقت ولی کامل بنا دیا ۔

دکن کی مہم

Marfat.com

بعد اس کے حسب الارشاد حضرت کے مادھو ملازم راجہ مان سنگھ ہو کر اس کے ساتھ دھلی میں چلا گیا۔ اور بحکم اکبر شاہ راجہ مان سنگھ مہم دکن پر روانہ ہوا۔ وہ مادھو کو بھی ہمراہ لے گیا۔ وہ راجہ حال درویشان سے بے خبر تھا' اسی واسطے قدر حضرت مادھو کی نہ جانتا تھا۔

جب وہاں لڑائی ہوئی تو راجہ کی فوج بے دل ہو کر بھاگنے کو مستعد ہوئی' تو لاچار راجہ (ص ۴۳) نے مادھو کو کہا: کہ اب وقت امداد ہے اگر تو فقیر ہے تو اس وقت میری یاری کر۔ حضرت مادھو کو اس کے حال زار پر رحم آیا اور بعالم باطن متوجہ ہو کر حضرت حسین سے امداد چاہی۔

اس وقت حضرت حسین لاہور میں مشغول عیش و طرب تھے کہ یکایک آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور یاران حاضرین سے فرمایا: کہ تم یہاں بیٹھو اور ہم ابھی آتے ہیں۔ یہ کہ کر بزور کرامت آپ دکن میں مادھو کے پاس جا پہنچے اور کہا: کہ اے پیارے کیا حکم ہے اور کس واسطے ہم کو یاد کیا ہے۔ مادھو نے حال بیان کیا۔ حضرت نے کہا: کہ اچھا راجہ سے جا کر کہو کہ لڑائی شروع کرے اور نظر بآسمان رکھے۔

جب جنگ شروع کیا اور راجہ نے آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھا کہ آسمان پر فوج قلندراں بکثرت کھڑی ہے اور عدو کشی میں مشغول ہے۔ اسی وقت دشمن کو شکست ہو گئی اور آپ بعد فتح ایک ساعت بسر مادھو کے پاس بیٹھ کر روانہ لاہور ہوئے اور بعد ساعتے اپنے یاران ہمدم کے پاس آ گئے اور تمام حال کہ سنایا۔

بعد فتح راجہ نے مادھو کے پاؤں پر سر رکھا اور کہا: کہ آج سے میں آپ کا مرید ہوں۔ انہوں نے کہا: کہ جب تک تو ہمارے حال سے بے خبر تھا ہمارا رہنا یہاں مناسب تھا۔ اب ہم کو رخصت دے تاکہ میں بخدمت حضرت حسین کے جاؤں۔ پھر وہ اگر اجازت دیں گے تو میں تمہارے پاس آ جاؤں گا۔

الغرض آپ راجہ سے رخصت ہو کر وارد لاہور ہوئے اور پھر حضرت حسین کو چھوڑ کر کہیں نہ گئے۔ اور حضرت حسین کا یہ معمول تھا کہ آپ موضع بابو پورہ میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور وہ موضع بابو پورہ اب باغبان پورہ مشہور ہے۔ اور وہیں اب مزار پر انوار آنحضرت کی واقع ہے۔ اور یہ مقام بابو پورہ حضرت کو بہت پسند تھا۔

اپنی قبر کے متعلق پیشینگوئی

اور نقل ہے کہ ایک دن حضرت متصل شاہدرہ تشریف لے گئے اور وہاں ایک جگہ

Marfat.com

مصفا دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہاں ایک چاہ کندہ کرو اور سبزہ لگاؤ کہ یہاں ھماری قبر ہو گی - اور جب ھم یہاں دفن ھو جائیں گے تو بعد مدت تیرہ سال کے یہاں سیلاب آوے گا اور ھمارے دوست ھماری لاش قبر سے نکالیں گے - اور پھر بابو پورہ میں لے جا کر دفن کریں گے - اور بعد وفات میری کے ایک برس بعد مادھو سفر کو جائے گا اور پھر بارہ برس کے بعد لوٹ کر آئے گا اور میری سنت پر قائم ھو گا - اور میرے بعد میرا سجادہ نشین مادھو ھے - اور بقدر پینتیس سال میری قبر پر سجادہ نشین رھے گا - بعد ازاں واصل بحق ھو گا - اس کی قبر بھی میری قبر کے برابر (ص ۴۴) کرنا - الغرض بعد وفات جو کچھ کہ آپ نے فرمایا تھا سو وہ ظہور میں آیا -

روغنی نان کی دعوت

اور نیز ایک دن کا ذکر ھے کہ حضرت حسین نے فرمایا: کہ اے یاران چلو سیر کناں کسی موضع میں چلیں - یاران ھمدم نے عرض کی: کہ یا مولیٰ اگر ھم کو نانہائے مرغن کھلاؤ تو ھم چلتے ھیں - آپ نے فرمایا: کہ بہت اچھا - الغرض سب حضرات لاھور سے چل کر پار دریائے راوی کے موضع منڈیاں والا تشریف لے گئے - وھاں کے حسین لڑکے مشہور تھے - جب وھاں پہنچے تو ایک دوست آپ کا سیر کناں موضع میں چلا گیا اور موضع کا نمبردار بہار خاں قوم منڈہ سے تھا -

چونکہ اس وقت موسم میں امساک باراں بدرجہ کمال تھا اور زمیندار لوگ بسبب انسداد باراں کے نہایت تنگ تھے - سب نے صلاح کی کہ آج یہاں حسین فقیر لاھور سے آیا ھے اور وہ شراب خوار غیر شرع ھے - آج اس کا امتحان کرنا چاھیے - یہ بندوبست کر کے انھوں نے بمشورت بہار خاں نمبردار حضرت کے دوستوں کو گرفتار کر لیا اور یہ تجویز کی کہ ان سے دعائے بارش باراں کرانی چاھیے - اگر دعا ان کی قبول نہ ھوئی اور مینہ نہ برسا تو منہ ان کا کالا کر کے ڈاڑھیاں مونڈ کر نکال دیں گے - بلکہ بہ نسبت حضرت حسین کے بھی انھوں نے ایسی ھی تجویز دل میں ٹھہرائی -

جب حضرت حسین جنگل سے سیر کرتے ھوئے وھاں آئے تو یاروں کو گرفتار دیکھا، تو ھنس کر فرمایا: کہ اے یاراں تم نے نان ھائے مرغن خوب پیٹ بھر کر کھائے ھیں - انھوں نے عرض کی کہ حضرت آپ نے ھی ارادہ سیر کر ھم کو اس بلا میں پھنسایا ھے - آپ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو - کچھ جائے اندیشہ نہیں - خدائے تعالیٰ بارش باراں بھیجے گا اور پھر بہار خاں بھی تمہاری طرح ھمارا مرید و خادم بنے گا اور خود اپنی ریش ترشوائے گا -

Marfat.com

بعد ازاں آپ نے دہ والوں سے فرمایا کہ اے ناخدا ترسو! ایسا معاملہ مردان خدا سے کرنا تم کو مناسب نہیں ھے - بلکہ تم کو لازم ھے کہ فقرا پر اعتقادہ لاؤ اور اگر تم میرے دوستوں کو نہ چھوڑو گے تو میں تم پر بجائے پانی آگ برساؤں گا - ایسا نہ ھو کہ بہ باعث تمہارے ایک جہان جل جاوے - اب اگر اپنا بھلا چاہتے ھو تو فقیروں کے واسطے نان ھائے مرغن اور شراب لاؤ - تا کہ یہ کھاویں اور پیویں - اور جب سرور میں آویں تو دعائے خیر کریں - پھر اللہ تعالی بارش باراں بھیجے گا -

القصہ زمیندار لوگ نان ھائے مرغن باشیر و شکر تیار کر کے لائے اور آپ کے یاران نے بعد تناول رقص کرنا شروع کیا - اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا: کہ اب کیا دیر ھے - حسین تو مع یاران خود سیر ھے - پانی برسا، ھم کو نہ ترسا - اسی وقت آسمان پر ابر نمودار ھوا اور پانی برسنا (ص ۴۵) شروع ھوا اور اس قدر برسا کہ تمام روے زمین سطح آب ھو گیا - جب پانی نے حد سے تجاوز کی تو تمام سکنائے دہ حضرت کی خدمت میں دوڑے آئے اور عرض کی کہ یا حضرت اب بس کیجئے - اگر اس سے زیادہ برسا تو تمام زراعت ھماری خراب ھو جائے گی - اسی وقت بارش بند ھوئی اور تمام دہ والے حضرت کی خدمت میں آ کر خادم ھوئے - اور بہار خاں سردار و نمبردار ان کا بھی حضرت کا خادم ھوا - اور ریش و بروت کٹوا کر آپ کے ھمراہ فقیر ھو آیا - اور بجائے خود اپنے فرزند کو مقرر کر دیا اور تا دم زندگی حضرت کی خدمت سے جدا نہ ھوا -

بیک وقت لاھور اور مدینے میں

اور نیز نقل ھے کہ ایک شخص حاجی یعقوب نام شخص مدنی تھا - وہ ھمیشہ حضرت حسین کو مدینہ منورہ میں ھر روز بر روضہ مطہرہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے ھمیشہ روز و شب معتکف دیکھا کرتا تھا اور اکثر حجوں میں وھاں سے یک جا ھو کر بیت اللہ شریف کو جایا کرتے تھے - اس باعث سے وہ آپ کا بخوبی شناسا تھا - اتفاقاً وہ لاھور سیر کرتا ھوا آ پہنچا - ایک دن اس نے یہاں حضرت حسین کو بایں حال دیکھا کہ شراب کی بوتل ھاتھ میں اور نغمہ و رقص کناں پھر رھے ھیں - وہ یہ امر دیکھ کر حیران ھوا کہ آیا یہ کیا معاملہ ھے - یہ شخص تو مدینہ میں بڑا زاھد و متشرع تھا یہاں لاھور میں اس کی کیا حالت ھے - لاچار ھو کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص ریش و بروت تراشیدہ مے خوار کون ھے - لوگوں نے کہا کہ چپ کر ایسی بات زبان پر نہ لانا - یہ حضرت حسین، مقبول سید کونین، ولی کامل

Marfat.com

تھے۔

حاجی صاحب نہ رہ سکے اور حضرت کے پاس جا کر کہنے لگے کہ اے مرد خدا تم لاہور میں کب سے آ رہے ہو۔ میں نے تو تم کو مدینہ منورہ میں باں صورت چھوڑا تھا اور میں ہمیشہ آپ کو وہاں دیکھا کرتا تھا کہ تم عرب میں ۔صلاح مشہور تھے۔ اور ہمیشہ مکہ مدینہ میں میں اور آپ یک جا پھرا کرتے تھے۔ راست فرمایئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت نے کہا کہ آنکھ بند کر اور دیکھ کہ کیا معاملہ ہے۔ جب اس نے آنکھ بند کی تو حضرت کو بلباس عارفانہ دیکھا اور نیز دیکھا کہ حضرت اسی طرح بروضہ مطہرہ نبویہ معتکف ہیں۔ جب وہ حاجی یہ کرامات حضرت کی دیکھ چکا تو آپ نے فرمایا کہ اے شخص اب یہاں سے چلا جا اور میرا راز کسی سے فاش نہ کر۔ میں تو ہمیشہ لاہور میں رہتا ہوں' کبھی مکہ و مدینہ میں نہیں گیا۔

مگر اس نے نہ مانا اور باآواز بلند کہا: کہ اے سکنان لاہور یہ ولی کامل ہے۔ میں اس کو طواف کعبہ میں چھوڑ کر روانہ لاہور ہوا ہوں اور مدینہ شریف میں یہ میرا بڑا دوست تھا۔ جب حضرت نے دیکھا کہ اس نے ہمارا راز فاش کر دیا تو آپ اس کی آنکھوں سے گم ہو گئے۔ بعد ازاں اس نے (ص ۴۶) ہر چند تلاش کی مگر نہ پایا۔ جب وہ تلاش سے مایوس ہوا تو اس نے ارادہ کیا کہ اب مکہ میں جا کر دیکھوں' شاید اب بدستور وہاں ہی موجود ہوں۔ جب وہاں گیا تو بدستور آپ کو طواف کعبہ میں سر بسجود پایا۔ وہاں جاتے ہی حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور خادم ہوا۔ پھر اس کی خبر نہیں کہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔ فقط۔

زنجیریں ٹوٹ گئیں

اور نیز کتاب حقیقت الفقراء میں لکھا ہے کہ اکبر بادشاہ کے دربار میں لوگوں نے اکبر سے کہا کہ لاہور میں ایک فقیر حسین نامی ایسا ہے کہ ڈاڑھی منڈا کر لباس ہائے سرخ پہنتا ہے اور شراب پی کر رقص کناں پڑا پھرتا ہے اور دعوی ولایت کرتا ہے۔ اکبر نے یہ سن کر بنام ملک علی کوتوال شہر لاہور فرمان تاکیدی بھیجا کہ ۔فور پہنچتے فرمان ہذا کے حضرت حسین کو مغلول قید کر کے ہمارے پاس لاوے۔ وہ چند مدت آپ کے در صدر تلاش رہا مگر آپ اس کو نہ ملتے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حسب الحکم بادشاہ کے دلا بھٹی جو بڑا مغرور باغی اور راہزن تھا گرفتار ہو کر لاہور میں آیا اور حکم شاہی تھا کہ اس کو بمقام نخاس پھانسی دیویں۔ ملک علی

Marfat.com

کوتوال اس کو پھانسی دینے کی واسطے وھاں گیا ہوا تھا اس وقت اس کے پاس اس کا بیٹا جو حسین تھا بیٹھا ہوا تھا - اتفاقاً وھاں حضرت حسین آ پہنچے اور اس حسین لڑکے کو دیکھنے لگے - لوگوں نے دیکھ کر کوتوال کو خبر دی کہ حضرت حسین وہ کھڑے ھیں - اس نے اسی وقت آپ کو گرفتار کیا - آپ نے کہا مجھ کو کیوں گرفتار کرتا ھے ؟ اس نے کہا : کہ باوجود مے نوشی و اضعال غیر شرعی کے باعث پوچھتا ھے - بعد ازاں بحکم ملک علی حضرت کے پاؤں میں زنجیر ڈالی گئی - قدرت الٰہی سے وہ زنجیر اسی وقت ٹوٹ گئی - پھر پہنائی پھر ٹوٹ گئی - وہ حیران ھوا - حضرت نے اس سے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دے - اس نے کہا کہ تو جادوگر ھے میں تجھے اب ایسی میخ ماروں گا کہ جاں بر نہ ھو گا -

اس اثنا میں فرمان اکبر بنام اس کے پہنچا کہ دلا بھٹی کو پھانسی جلد تر دے اور بوقت دار کھینچے جانے کے وہ جو گفتگو کرے ھم کو اس کی رپورٹ کرو - اس نے اسی وقت اس کو دار پر چڑھایا اور دلا بھٹی نے بوقت دار اکبر کو ھزار گالیاں دیں - بعد دینے پھانسی کے ملک علی کوتوال نے عرضی بحضور اکبر بدیں مضمون لکھی کہ بوقت دار دلا بھٹی نے فلاں فلاں گالیاں آپ کو دیں ھیں - اور تمام حال حضرت حسین کا بھی لکھا کہ اس طرح اتنی دفعہ زنجیر اس کے پاؤں سے ٹوٹ گئی تھی - جب وہ عرضی اکبر نے سنی تو کہنے لگا کہ اس پاجی ملک نے کچھ خیال ادب نہ کیا اور تفصیل وار گالیاں درج عریضہ کریں - الغرض اسی وقت حکم دیا کہ ملک علی کے سفرہ میں میخ ٹھوکیں اور (ص ۴۷) اس سے اس کو ماریں - الغرض وہ اسی طرح سے مارا گیا اور تمام شہر میں یہ کرامت حضرت حسین کی مشہور ھوئی اور تا بہ اکبر پہنچی وہ بن کر حیران ھوا : کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ آمد در نوشتن شیر و شیر

اس ملک علی کے قبر گورستان میانی میں مع دو حجرہ مسجد موجود ھے اور حال گورستان میانی میں حال اس کا کمترین نے زبانی گور کناں درج کیا ھے - اگرچہ انہوں نے بھی یہی بیان کیا تھا کہ دلا بھٹی کے باعث یہ کوتوال مارا گیا تھا ، مگر انہوں نے وہ بیان کسی اور طرح سے کیا تھا - اس کے فرزند نے قبر اس کی بنوائی - فقط -

بادشاہ نے حضرت کو اپنے پاس بلوایا جب آپ حضور اکبر میں پہنچے تو اس وقت بوتل شراب کی ھاتھ میں تھی - اکبر نے دیکھ کر کہا : کہ اے فقیر یہ کیا معاملہ ھے ، غیر شرع ھونا اچھا نہیں ھوتا - یہ بات سن کر آپ نے ایک جام اس بوتل سے بھر کر اس دیا اور فرمایا : کہ دیکھ اس میں کیا ھے - جب اکبر نے دیکھا تو آب سرد تھا - پھر دوسرا جام دیا تو شیر تھا - بعد ازاں اکبر نے اور بوتل شراب کی منگوا کر ان کو دی - تاکہ امتحان کرے -

Marfat.com

انہوں نے اس میں سے بھی پیالہ بھر کر اسے دیا وہ شربت تھا - الغرض آٹھ پیالہ آپ نے دیئے اور ھر ایک پیالہ میں سے الگ الگ چیزیں نکلیں - اکبر یہ دیکھ کر ان کو کہنے لگا : کہ ھم اس کرامت کے معتقد نہیں کوئی اور کرامت دکھاؤ - اور آپ کو ایک حجرہ میں کر کر محل میں داخل ھوا - جب وہ اندر زنانہ میں گیا کیا دیکھتا ھے کہ حضرت اس کی بادشاہ بیگم کو بغل میں لے کر بیٹھے ھوئے ھیں - اکبر حیران ھو کر باھر آیا اور حجرے کا در کھلوایا تو کیا دیکھا کہ آپ اس حجرہ میں سر بہ مراقبہ بیٹھے ھوئے ھیں - پھر وہ اندر محل سرا میں گیا تو وھاں حضرت پشت بہ ستون محل میں کھڑے ھیں - اکبر اس سے نہایت شرمندہ ھوا اور قدموں پر گرا - آپ نے فرمایا : کہ ھم کو جانے دے ورنہ ایک دم میں سلطنت تیری برباد ھو جائے گی ' اور بادشاھوں کو تکلیف دینا فقرا کو لازم نہیں - اکبر دل و جان سے آپ کا خادم ھوا اور اس نے اپنے وزیر با تدبیر سے کہ اس وقت ابولفضل تھا سب حال کہ سنایا - اس نے عرض کی : کہ اے جہاں پناہ فقرائے باب اللہ سے کوئی بات بعید نہیں - پھر تو اکبر نے ان کو باعزت رخصت فرمایا اور ھمیشہ ان کی جناب میں ارادت دلی رکھتا تھا - اور ماسوائے اس کے شاھزادہ سلیم اور تمام بیگمات ان کی ارادت مند تھیں - اور شاہ دانیال اور شاہ مراد ان کے دلی غلام تھے - اور امرائے شاھی خواجہ دولت خان اور خان خانان اور منشی اور میر عدل اور شیخ ابوالفضل ان کے معتقد دلی ھوئے - اور شیخ عبدالرحمٰن کے بیٹے نے خطاب افضل خان کا (ص ۴۸) ان کی مہربانی سے پایا - اور جعفر خان و بہار خان و صادق خان و شہباز خان اور تمام امرا اور راجہ ھائے نامدار ان کے مطیع فرمان اور امیدوار فرمائش تھے - مگر آپ کسی کی طرف کوئی التجا نہ لاتے اور شراب پی کر رقص کناں پڑے پھرتے تھے -

دعا کا اثر

کہتے ھیں کہ گوجر خان ایک شخص بڑا امیر کبیر تھا - اس کے گھر میں اولاد نہ تھی - اس کی عورت ایک دن حضرت کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ یا حضرت میرے گھر میں اولاد نہیں - آپ مہربانی کریں کہ فرزند ھو - آپ نے فرمایا کہ اچھا فلاں رات ھم تیرے گھر میں آویں گے - تو نے خوب آرائش سے ھار سنگھار کرنا - تمام رات ھم تیرے ساتھ ھمبستر ھوریں گے اور شراب پیویں گے پھر صبح غسل کر کے دعا کریں گے پھر تیرے گھر فرزند ھو گا - اس نے قبول کیا - آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور اسی طرح تمام رات مے نوشی کرتے اور اشعار عاشقانہ پڑھتے رھے - جب اس کی بی بی نے یہ حال دیکھا تو من جانب

Marfat.com

شوھر اپنے کے خائفہ ھوئی اور اپنی کنیز کو کہنے لگی کہ تو نگھبان رہ تاکہ کوئی آنے نہ پاوے ۔ وہ نگھبانی میں مشغول رھی ۔ پہر رات کو اس کو شبہ ھوا کہ دیکھوں تو سہی یہ فقیر کس طرح میری بی بی کے ساتھ ھم بستر ھے ۔ جب دروازے کے سوراخ سے دیکھا کہ آپ بشکل بچہ شیر خوار اس کے ساتھ لیٹے ھوئے ھیں اور اس کے پستان سے دودھ پی رھے ھیں ۔ اس کو تسلی ھوئی ۔ جب صبح ھوئی تو حضرت غسل کر اور دعائے خیر دے کر چلے آئے ۔ دوسرے دن اس نے اپنے شوھر سے قربت کی اور حاملہ ھو گئی ۔ بعد مدت معہودہ کے فرزند تولد ھوا ۔ بعد ازاں اس کے شوھر کو یہ خبر ھوئی کہ حضرت حسین میرے گھر میں آ کر شب باش ھوئے تھے اور ان کی توجہ سے یہ فرزند سعادت مند جناب حق سے عطا ھوا ۔ یہ بات سن کر اگرچہ اس کو غصہ تو بہت آیا بلکہ در صدد قتل حضرت کے ھوا مگر مرد دانا تھا ۔ یہ ارادہ کیا کہ بعد امتحان ان کو قتل کرنا چاھیئے ۔ اس خیال سے آپ کی ضیافت کی اور اس میں یہ تجویز کی کہ آپ کو زھر ھلاھل کھلاوے ۔ اگر اس سے ان کو کچھ اثر ھوا تو خیال کروں گا کہ یہ زانی ھے اور پھر بدلہ لوں گا ورنہ خیر ۔ اس خیال سے چند بوتلیں زھر ھلاھل کی گھر میں لایا اور آپ کی ضیافت کی ۔ جب آپ آئے تو آتے ھی فرمایا : کہ شراب لاؤ ۔ اس نے ایک جام زھر ھلاھل کا آپ کو دیا ۔ آپ نے لے کر جھٹ پٹ پی لیا اور کہا : کہ اے گوجر خان یہ تو پانی ھے اور ھم تجھ سے شراب مانگتے ھیں ۔ وہ حیران ھوا اور آپ نے پے درپے وہ تمام بوتلیں زھر کی نوش جان کیں اور کچھ اثر ان کو نہ ھوا ۔ یہ دیکھ کر گوجر خان بجان خادم جان نثار ھوا ۔ فقط ۔

فرشتے نے کپڑے دھوئے

(ص ۴۹) اور نیز ایک شب کا ذکر ھے کہ حضرت حسین ایک دوست کے گھر میں مہمان تھے اور مے نوشی کر رھے تھے اور مادھو بھی وھاں شریک مجلس تھا ۔ جب آدھی رات ھوئی تو آپ نے مادھو کے کپڑے چرکیں دیکھ کر ایک دوست کو فرمایا کہ اس کے کپڑے دریائے راوی پر لے جا اور کسی دھوبی سے اسی وقت دھلوا لا ۔ اس نے عرض کی کہ حضرت اس وقت تو آدھی رات کا وقت ھے دھوبی کہاں اور دروازے شہر کے بند ھیں ۔ فرمایا کہ چون وچرا نہ کر ۔ اور جلد جا ۔ جب وہ باھر آیا تو روز روشن دیکھا ۔ لب دریا گیا ۔ وھاں ایک دھوبی موجود تھا ۔ اس نے کپڑے لے کر دھو دیئے اور مزدوری نہ لی اور کہا کہ حضرت حسین کو میرا سلام دینا ۔ وہ حیران ھو کر واپس آیا جب گھر میں پہنچا تو وھی آدھی رات کا وقت نظر آیا ۔ کپڑے دے دیئے اور سلام دھوبی کا عرض کیا ۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ تو

Marfat.com

حیرت مت کر - وہ دھوبی ایک فرشتہ تھا - اس معاملہ کی سماعت سے اس کی ارادت دو چند زیادہ ہوئی -

ٹھٹھہ کی فتح

اور نیز لکھتے ہیں کہ جب اکبر بادشاہ نے ارادہ مہم ملک ٹھٹھہ کا کیا تو اس وقت عبدالرحیم خان خانان کو سپہ سالار کل افواج قاہرہ ماموره ٹھٹھہ کا کیا - اور حکم دیا کہ فی الفور وہاں جاوے - جب وہ لاھور میں پہنچا تو اتفاقاً" شیخ ابوالفضل ان ایام میں لاھور میں تھا اور خان خانان اس کی خدمت میں دعوی شاگردی رکھتا تھا - اس لحاظ سے اس نے اس کی خدمت میں عرض کیا: کہ اگر اس شہر میں کوئی فقیر کامل ھو تو مجھ کو اطلاع دے' تاکہ میں اس سے استمداد کروں - شیخ ابوالفضل نے نام حضرت حسین کا لیا اور کہا: کہ ان کی خدمت میں جا - اگر وہ تجھے دشنام دھی کریں تو عین سعادت ھے - اس سے دل شکستہ نہ ھونا 'کیونکہ ان کی دشنام دھی عین دعا ھے - خان خانان نے اس سے کہا کہ آپ مجھے اپنے ھمراہ لے چلیں - شیخ نے کہا: کہ ان کا وقت لطف نیم شب کا ھے - تجھ کو لازم ھے کہ اس وقت تن تنہا 'بعجز تمام ان کی خدمت میں حاضر ھو - اس نے بجان منت قبول کیا کہ ضرور آج رات بھر حاضر خدمت حضرت حسین کا رھوں گا - بعد اس کے خان خانان حضرت کے حال کا متلاشی ھوا - اتفاقاً" اس شب کو حضرت حسین ایک مرید کے یہاں مہمان تھے - جب میزبان کے گھر میں گئے تو جاتے ھی فرمانے لگے: کہ آج پراٹھہ یعنی دو نان مرغن شیرین تیار رکھنا - اس نے فرمائش حضرت کی عین سرافرازی سمجھا اور پراٹھے تیار کرائے - جب حضرت مشغول مے خواری ھوئے اور بعد فراغت اس کے کھانے کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا: کہ وہ دو پراٹھے جو حضور مابدولت نے پکوائے تھے علیحدہ رکھو - ایک مہمان (ص. ۰) غیب سے آوے گا یہ دونوں اس کا حصہ ھوں گے - جب وقت نیم شب ھوا تو خان خانان نے اس در پر آکر دستک دی - آپ نے طلب کیا - جب وہ رو برو آیا تو اس نے مبلغ پانسو روپیہ نذر چڑھایا اور آپ نے وہ دو نان مرغن اس کو عنایت کیے اور وہ بوقت آنے کے دل میں یہی قرار کر کے آیا تھا - کہ اگر حسین فقیر کامل ھے تو مجھ کو پراٹھے کھلاوے گا - بعد ازاں حضرت حسین نے اس کو چند گالیاں دیں اور وہ روپیہ لے کر فرمایا: کہ مبلغ پانسو روپیہ کو اس نے ملک ٹھٹھہ ھم سے خرید لیا - پھر اس کو فرمایا: کہ جا روانہ ھو - اور پھر فرمایا کہ اب اس فتح کے واسطے کسی اور فقیر سے درخواست نہ کرنا 'کیونکہ یہ ملک ھم نے تجھ کو بخشا - جب وہ لاھور سے روانہ ھو کر ملتان میں پہنچا تو حضرت خواجہ

Marfat.com

بہاؤالدین ذکریا ملتانی کی خانقاہ پر حاضر ہوا ۔ اس وقت وہاں شیخ کبیر بالا پیر روشن ضمیر پیر سجادہ نشین مزار حضرت مخدوم کے تھے ۔ ان کی خدمت میں اس نے دو سو روپیہ نذرانہ گذرانا ۔ انہوں نے کہا: کہ ایک تو آج رات کے وقت حضرت جدی نے مجھ کو خواب میں فرمایا ہے کہ یہ روپیہ واپس دے دو کیونکہ خان خانان نے بمراد فتح ملک ٹھٹھہ یہ روپیہ دیا ہے ۔ اور پہلے وہ ملک حسب الدعای حضرت حسین لاہوری کے خان خانان کو عطا ہو چکا ہے ۔ ہم کس کے عوض یہ روپیہ لیویں ۔ اگر دینا ہے تو حسبتاً للہ دیوے ' ورنہ ہم تاقیامت زیر بار اس کے احسان کے رہیں گے ۔ یہ سن کر خان خانان زیادہ تر معتقد حضرت لال حسین کا ہوا اور آخر کار ملک ٹھٹھہ پر اس نے فتح پائی اور جو کچھ حضرت حسین نے فرمایا تھا سو وہ سب بدستور ہوا ۔

کان کے درد کو شفا

اور نیز کہتے ہیں کہ ایک شخص سعید نامی تبحر تھا ۔ اس کے کان میں درد شروع ہوا ۔ ہر چند اس نے معالجہ کیا کچھ فایدہ نہ پہنچا ۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ حضرت حسین کی خدمت میں جا کر عرض کر ۔ یقین ہے کہ شفائے کامل حاصل ہو جائے گی ۔ اس نے اول کہا کہ غیر شرع آدمی کے پاس التجا لے جانی مناسب نہیں ۔ آخر کار جب بہت لاچار ہوا تو اس نے یہ حیلہ شرعی کیا کہ جان بچانے کے واسطے بدعت بھی روا ہے ۔ یہ خیال کر کے آپ کے پاس آیا اور عرض حال کی ۔ آپ بنے فرمایا: کہ اے سعید وہ ٹکڑا جو کاغذ کا پڑا ہوا ہے اٹھا کر کان میں رکھ ۔ اس نے عرض کی کہ یا حضرت میں نے آگے کئی دفعہ کاغذ حریر کان میں رکھا ہے کچھ فایدہ نہیں ہوا ۔ آپ نے فرمایا: کہ اے ملا صاحب اس کاغذ کو کان میں رکھ لو (ص ۱۰) اچھے ہو جاؤ گے ۔ جب اس نے وہ کاغذ کان میں رکھا تو درد کو آرام کلی ہو گیا اور ملا جان و دل سے معتقد حضرت کا ہوا ۔

کیمیا گری اور فقر

اور نیز کہتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں ایک شخص کیمیا گر تھا ۔ وہ ایک تولہ اکسیر بنا کر آپ کے پاس لے گیا ۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: کہ اے بے وقوف تو نے ناحق اتنی محنت اٹھائی ۔ یعنی پہلے سیماب لایا اور جنگل میں بتلاش بوٹی بھرا کیا اور اپلوں کا دھواں کھایا اور بہزار محنت پھر اکسیر بنائی ۔ وہ تو بڑے فخر سے آپ کے پاس گیا تھا ۔ یہ سن کر نادم ہوا ۔ بعد ازاں آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور گوشہ محفل میں لے جا کر اس کے روبرو بول کیا ۔ قدرت الٰہی سے جہاں آپ کا بول گرا وہ جگہ تمام طلا ہو گئی ۔ وہ دیکھ

Marfat.com

کر نادم و خادم ھوا۔

داراشکوہ کی روایات

(ص ۶۲) حضرت دارا شکوہ کتاب شطحیات میں تحریر فرماتے ھیں کہ لوگوں نے حضرت حسین سے پوچھا کہ آپ کون ھیں؟ تو حضرت نے فرمایا: کہ میں نہ مقیم ھوں اور نہ مسافر، نہ مسلمان نہ کافر، الان کماکان۔

یہ حضرت استاد اھل ملامت اور ھمیشہ ریش و بروت تراشیدہ رکھتے اور تمام مسکرات آپ تناول فرمایا کرتے تھے اور ھمیشہ باسازو نواز قوالان رنگین ادا شہرلاھور میں پھرا کرتے تھے۔ کہتے ھیں کہ بوقت حضرت حسین کے لاھور میں مخدوم الملک قاضی القضاۃ تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ حضرت کو تعزیر کرے۔ ایک دن جناب حسین نے اس کے گھوڑے کو پکڑ کر کھڑا کر لیا اور فرمایا: کہ قاضی صاحب ارکان مسلمانی کتنے ھیں۔ اس نے کہا کہ پانچ۔ یعنی توحید، حج، زکواۃ، نماز، روزہ۔ آپ نے فرمایا: کہ توحید خدائے تعالی عزاسمہ جو ھے اس میں تو اور ھم دونوں شریک ھیں۔ بلکہ خدا کی وحدانیت پر تمام مخلوق قایل ھے۔ اور دوسرے حج اور زکواۃ سو ان دونوں کو تم نے ترک کیا اور بقیہ جو دو یعنی روزہ نماز تھے ان کو ترک میں حسین لائق تعزیر ھو اور آپ محفوظ رھیں۔ یہ سن کر حضرت قاضی خاموش ھوئے اور اس کے دل پر کچھ ایسی تاثیر ھوئی کہ من بعد کبھی در صدد تکلیف دھی حضرت کے نہ ھوا۔

ریش مبارک دراز ھو گئی

اور نیز داراشکوہ لکھتے ھیں کہ ایک دفعہ اکبر بادشاہ نے اپنے وزیر کو لاھور میں آپ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ حضرت حسین غیر شرع ریش مقرض رکھتے ھیں اس پر ان کو تعزیر کر۔ جب وزیر حضرت کے روبرو آیا تو آپ نے اپنی مقرض ریش مبارک کو ھاتھ میں پکڑ کر اسی وقت دراز کر دکھایا اور جو جو چیزیں وھاں از قسم شراب وغیرہ مسکرات موجود تھیں وہ (ص ۶۳) سب دودھ بن گئیں۔ یہ دیکھ کر وزیر جو واسطے تعزیر کے آیا تھا حضرت کا مرید باخلاص بن گیا۔

ایک متعصب ملا کی روداد

اور نیز کتاب شطحیات میں لکھا ھے کہ ایک دفعہ ایک ملا متعصب ایک سونٹا ھاتھ میں لے کر آپ کو تعزیر کرنے آیا۔ آپ نے اس کو پکڑ کر ایسا دسکا دیا کہ جب اس نے گر کر

Marfat.com

آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو شہر چین میں پڑا دیکھا - یہ معاملہ دیکھ کر حیران ہوا اور لاچار وہاں رہنے لگا - جب بعد مدت وہاں کے لوگوں کی زبان سمجھنے لگا تو ان سے پوچھا کہ یہ کون مکان ہے اور یہاں کوئی قافلہ یا کوئی سوداگر لاہور سے بھی آتا ہے یا نہیں ؟ انہوں نے کہا کہ یہ مقام شہر چین ہے اور یہاں لاہور سے کوئی نہیں آتا - پھر اس نے پوچھا کہ یہاں کوئی فقیر ہے - انہوں نے کہا کہا ہاں کبھی کبھی ایک فقیر ریش و بروت تراشیدہ آتا ہے اور بازاروں میں رقص کیا کرتا ہے - اس نے کہا کہ پھر جب وہ فقیر آوے تو مجھے خبر کرنا - القصہ انہوں نے ایک دن حضرت ملا کو خبر دی کہ فلاں بازار میں وہ فقیر آیا ہوا اور رقص کر رہا ہے - یہ سن کر وہ بیچارا غربت کا مارا وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت حسین ہی ہیں - فی الفور پاؤں پر گر پڑا اور معافی تقاصیر کی درخواست کی - حضرت نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر لاہور میں بدر مسجد پہنچا دیا - پھر تو وہ مدت العمر حضرت کا تابعدار رہا - جب حضرت کو دیکھتا تو بعجز و انکسار سے پیش آتا -

حال وفات حضرت حسین رحمتہ اللہ

جب عمر حضرت کی تریسٹھ سال کی ہوئی ' جس کی فہرست اوقات بسری کی اس طرح سے ہے کہ ۱۰ عمر دہ سال تو آپ کو پیر کامل ملا - بعد ازاں چھبیس سال تک آپ بدرجہ کمال زاہد و عابد رہے - اور ستائیس سال آپ نے رندانہ می خواری میں عمر صرف کی اور آخر کار فوت ہوئے -

حال وفات ان جامع کمالات صاحب حقیقت الفقرا یوں تحریر کرتا ہے کہ ایک روز بروز شنبہ آپ سیر کناں دریائے راوی سے پار جاتے تھے - وہاں یعنی دریائے راوی میں آپ کو ایک ریگستان نظر آیا - آپ نے کشتی بان سے فرمایا : کہ ہمیں یہاں اتار دے - جب اس نے آپ کو وہاں اتارا تو آپ نے وہاں چاہا کہ تیر و کمان سے طبع کو بہلاویں - چنانچہ آپ نے ایک نشانہ رکھ کر چند تیر چلائے اور بعد ازاں مریدان ہمراہی سے فرمایا : کہ اے دوستاں جب کوئی دوست حقیقی اپنے دوست کو اپنی طرف بلاوے تو کیا کرنا چاہئے ؟ دوستوں نے کہا کہ اگر دوست بارادہ وصل بلاوے تو بجان منت اٹھ کر جانا چاہئے - یہ سن کر آپ نے فرمایا: کہ اے یاراں ہمیں اب جناب الٰہی اپنے وصل میں طلب فرماتے ہیں -

Marfat.com

می روم بس برون ازین عالم تاشوم باخدای خود همدم
همدم حق چو باشم از مردن دل بغم چون خراشم از مردن
ردنم وصل با خداست کنون کس نه باشد ز مردنم محزون
دوستانم شوند با دل شاد از غم و رنج مردنم آزاد
نه خورد غم کسی زمر دن من شاد باشد بسی ز مردن من
زانکه من مرده بوده زین پوش کزغم عشق داشتم دل ریش
گر بصورت بتن مرا جان بود بوده ام مرده از فنای وجود
این سخن کرد چون بیاران سر خوش دل و شاد شد ز ساز سفر
برهمان رنگ گسترید روا برادا خفت و داد جان بخدا
وقت جان (ص ۵۲)داون از دلش نا گاه ناله آمد بران که حق الله
چون حق الله گفت جان بسپرد باده صاف وصل الله خورد
خورد از وصل حق می سرشار مست خوابیده در کنار نگار
مرگ مردان حق اگر دانی راز والنا شطات بر خوانی

الغرض دوستوں نے ساز تجہیز و تکفین وهیں کیا اور نماز جنازه پر تمام اولیا الله تشریف لائے اور پھرپار دریا کے لاش کو لے جا کر اس جگہ میں کہ آپ نے خود پسند فرمائی تھی حضرت کو دفن کیا۔

راوی صادق کہتا ھے، یعنی کتاب بہاریہ سے تصدیق ھوا کہ اس دن روز جمعہ سلخ ماه جمادی الثانی سن ایک ھزار آٹھ تھا - چنانچہ شیخ پیر محمد نے حضرت کی تاریخ وفات زیب صفحہ کتاب حقیقت الفقرا کی ھے :

سال تاریخش از حساب جمل
گفت هاتف که مست عشق ازل قطعه الحره چشتیه :
تو بھی ان کی لکھ تاریخ
ھاتفی نے کیا مجھے الهام
کیونکہ وہ شیخ دیں تھا مست الست
لکھ دے تو از ے محبت مست

اس حادثہ جاں کاہ سے ھر ایک شخص کو غم بے اندازہ حاصل ھوا اگرچہ پنجاب و ھند میں چہ از شاہ چہ از گدا ایسا کون تھا کہ جس کو حضرت حسین کا غم نہ ھوا ھو گا، بلکہ ماتم حسین میں

Marfat.com

شور کربلا پنجاب میں برپا ہو گیا تھا، مگر خصوصاً" حضرت مادھو کا تو یہ حال تھا کہ شب و روز حضرت کی قبر مبارک کو بغل میں لے کر رویا کرتے تھے اور شعر پڑھا کرتے تھے :

تو شدی با وصال حق ہمدم
توشدی از جہان بہ ناز و نعیم
مادھو را گذاشتی در غم
مادھو بی تو شدہ بدرد دو نیم

مادھو کو حکم سفر

الغرض جب ایک سال کامل اس طرح سے گذرا تو عالم رویا میں حضرت مادھو کو الہام ہوا کہ حضرت حسین فرماتے ہیں کہ تو اب لاہور سے ہندوستان کی طرف جا کر راجہ مان سنگھ کی دوبارہ نوکری کر اور بارہ برس سفر کر کے پھر یہاں آ ۔ اگرچہ دل ان کا بغیر زیارت حضرت حسین کے کسی طرف مشغول نہ ہوتا تھا مگر بمضمون الامور معذور حضرت مادھو روانہ سمت ہندوستان ہوئے ۔ جب راجہ مان سنگھ کے پاس گئے تو اس نے پاؤں پر حضرت کے اپنا سر رکھا اور کہا : کہ گر بر سرو چشم من نشینی

نازت بکشم کہ نازنینی

جب باعث تشریف آوری پوچھا تو حضرت مادھو نے کہا کہ ہم نوکری کرنے آئے ہیں ۔ راجہ نے کہا : کہ میں آپ کا نوکر بلکہ غلام ہوں ۔ یہ کیا بات ہے ۔ آپ مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھیں اور میں آپ کا مرید و مخلص خاص ہوں ۔ جب تک زندہ ہوں چاکر ہوں جب مر جاؤں گا تو بھی آپ میرے مالک الملک ہیں ۔ اگرچہ یہاں اہل اسلام کم ہیں مگر تو بھی جو میری اولاد میں سے ہو گا آپ کا تابعدار رہے گا ۔ تنبیہہ : فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمت ۔ حضرت حسین نے جو آپ کو لاہور سے روانہ کیا گیا (ص ۵۳) تھا اس کا یہ ہی باعث تھا کہ اگر حضرت مادھو یہاں رہیں گے تو غم و الم مفارقت حسینی سے مر جائیں گے ۔ بعد ازاں حضرت مادھو نے راجہ مان سنگھ سے کہا : کہ میں حسب الحکم حضرت پیر و مرشد خود یعنی حسین کے یہاں آیا ہوں اور بارہ برس کے بعد پھر لوٹ جانے کا مجھ کو حکم ہے ۔

حضرت حسین کی لاش

جب بارہ برس گذرے تو راجہ مر گیا اور حضرت مادھو نے بھی ارادہ واپس آنے کا کیا ۔ اس اثنا میں دریائے راوی میں سیلاب آیا اور پانی حضرت حسین کے مزار تک چڑھ آیا ۔ دوستوں نے قبر کو کھولا تو قبر درمیان سے خالی نکلی یعنی نہ تو اس میں لاش تھی نہ خال نہ

Marfat.com

استخوان ۔ اس اعجوبہ سے تمام اور خدام حیران ھوئے اور بے ھوش سے ھو کر واپس لوٹے ۔ جب چند قدم ادھر آئے تو پھر قبر میں سے ایک نور تا بآسمان رسیدہ نظر آیا ۔ پھر سب لوگ لوٹ کر وھاں آئے اور محمد صالح نامی ایک مرید کے دل میں الھام من جانب اللہ ھوا کہ قبر کے اندر جا کر دیکھو ۔ وہ قبر میں جا کر کودا ۔ اس میں قدرت الٰہی سے کیا دیکھتا ھے کہ ایک گلدستہ گل ھائے ریحان کا لٹک رھا ھے ۔ اس وقت اس کے کان میں آواز حضرت حسین کی زبانی آئی : کہ جناب الٰہی کی مہربانی سے میرا جسم صورت گلدستہ بن گیا ھے اور یہی گلدستہ ھماری لاش ھے ۔ اس کو لے جاؤ مگر اس کو کوئی نہ سونگھے ۔ اور یہ راز کسی سے ظاھر نہ ھو ۔ اس کو یہاں سے جلد لے جاؤ اور مقام بابو پورہ میں دفن کرو اور جس کو میرے دیکھنے کی خواھش ھو تو مادھو کو ' کہ ابھی اس سال میں آتا ھے ' دیکھے ۔ مجھ میں اور اس میں کچھ فرق نہیں ۔

دوبارہ تدفین

یہ راز محمد صالح نے سب دوستوں کو سنایا اور اس گلدستہ کو کفن کر کے دوبارہ نماز جنازہ ادا کی اور باعزاز تمام لا کر یہاں جہاں اب مزار مقدس واقع ھے دفن کیا ۔

اللھم ارحمہ و اغفرو انت الرحم الراحمین

جب حضرت کو دوبارہ دفن کیا تو سال ایک ھزار بست و یکم ھجری تھا ۔ چنانچہ تاریخ مصنفہ شیخ پیر محمد یہ ھے :

ھست تاریخ آن بزینت و زین
شد گل گور گل ز نور حسین

حضرت مادھو کی واپسی

جب حضرت کو تیرہ برس کامل فوت ھوئں کو گذر گئے تو حضرت مادھو نے کمال اپنا ظاھر کیا ۔ یعنی ھند سے آکر حضرت کے مزار پر بطور سجادہ نشین ھو بیٹھے ۔ اس وقت قدرت الٰہی سے وہ ھمشکل حضرت حسین بن گئے کہ جو قدیمی دوست حضرت حسین کے تھے ۔ وہ بھی یہی کہتے تھے ۔ کہ حضرت حسین نے دوبارہ جنم لیا ھے ۔

حضرت مادھو کی وفات

حضرت مادھو کے بعد فوت ھونے کی تاریخ شیخ پیر محمد نے یہ تحریر کی ھے :

راست. تاریخ او برونق شد

Marfat.com

در رہ حق ز فقر توشہ گرفت
ترک کرد از جہان برای خدا

مادھو مست (ص ۲۴) از می حق شد
بر مزار حسین گوشہ گرفت
گرم رو شد براہ فقر و فنا
جب مادھو فوت ہوئے تو عمران کی ۷۳ سال کی تھی کیونکہ:
سال میلاد او ز روی عدد
گشت تاریخ مولدش با زین

سہ و ہشتاد بود بر نہ صد
آمد از عشق حق مرید حسین
جب وہ اٹھارہ برس کے ہوئے تو مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر جب تک زندہ رہے بالکل متوجہ بدنیا نہ ہوئے اور فنا فی اللہ رہے۔ الغرض جب وہ فوت ہوئے تو تمام دوستوں نے بجلوئے تمام نماز جنازہ ادا کی اور ہم پہلوئے مزار حضرت حسین قبر ان کی نکالی اور وہاں فرش گل بچھا اس نازنین محبوب حسین کو لٹا کر دفن کیا۔ اور جب وہ حضرت یعنی مادھو فوت ہوئے تو اس وقت سن ایک ہزار چھپن ہجری ماہ ذوالحجہ کی بائیسویں اور دن دوشنبہ کا تھا۔

حضرت حسین کی شخصیت

سبحان اللہ و بحمدہ۔ حضرت حسین رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات عجب مظہر کرامات تھی۔ بقول شیخ پیر محمد صاحب کتاب حقیقت الفقرا:

کہ حسین از کرامت و برھان	با خدا داشت راز ھای نہان
ھست در فقر راز دار خدا	ھست گلدستہ بہار خدا
گلشن عشق را گل خندان	بر گل حسن بلبل نالان
غوث و قطب است در جہان فنا	کی شود کس نہ کردہ ترک ھوا
ھر کہ ترک ھوا کند چو حسین	جان بقرب خدا کند چو حسین

Marfat.com

لیک چون او کسی کجا باشد	که چه او تارک هوا باشد
اوست ترک. هوا نموده به فقر	اوست نزد خدا ستوده به فقر
آری او از خدای خود بهمان	عارف کامل است بی نقصان
نیست نقصان کمال از را هیچ	کو ولی هست بی خم و بی پیچ
داشت آن مرد حق ز راه کمال	نسبتی با خدای جل و جلال
خارق عادتش هزار، هزار	هست بیرون ز حد حصر و شمار
کی توانم زد از کمالش دم	عاجز است اندرین زبان قلم
شرح وصف حسین عارف پاک	نرسد در احاطه ادراک
زانکه بوده است او مقرب حق	داشت عشق ازل ز مشرب حق
بود در عشق اهل مهر و وفا	بود در فقر اهل صدق و صفا
باده نوش از چه بود در ظاهر	یکسان می نمود در ظاهر
تا بحالش نه پی برند کسان	باشدش راز با خدا پنهان
از روی قرب آن ولی خدا	هیچ گاه از خدا نبود جدا
وسمه ابروی خدا دانی	خال روی درست ایمانی
غازه چهره فنا دینی است	مردم دیده خدا بینی است
بود روز و شب از وصال خدا	سر خوش از رویت جمال خدا
فارغ از رنج و راحت کونین	بود مقصود عین شاه حسین
بود در کر بلای راه خدا	در محبت فدای راه خدا
در ره فقر پیروی رسول	ماسوا الله را نه داشت قبول
(ص ۲۶)بود وارسته از غم دو جهان	دل بحق بسته در غم دو جهان
بود واثق بحق ارادت او	بود پاک از ریا عبادت او
بود دین رسول مذهب او	از کدر صاف بود مشرب از
بود مطلوب او رضای خدا	بود. محبوب از بقای خدا
کز رضای خدا دو چشم شهود	به بقای خداش روشن بود

Marfat.com

شیخ ارزانی اور حضرت حسین

اگرچہ کرامات حضرت حسین کی ایسی لا تعداد ولا تحصی ہیں کہ اگر مدت العمر تحریر کرتا رہوں تو بھی شمہ ان کا تحریر نہ ہو سکے - اور تمام حالات ان کے ایسے محبوب ہیں کہ ان کے چھوڑنے پر دل متسلی نہیں ہوتا - لیکن جو کچھ تحریر ہوا ہے وہ تمام حال کتابی اور متفق علیہ ہے - اب ایک اور کرامت حضرت حسین کی زیب صفحہ کتاب خود کر کے امداد حسینی سے امیدوار ہوں کہ مجھ خاک پائے راہ فقرائے باب اللہ کو منزل مقصود تک پہنچا کر دین و دنیا میں سرفراز فرماویں :

اغثنی مرشدا امدد بحالی
تقبلنی ولا تردد سوالی

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

حکایت

ایک شخص حضرت شیخ ارزانی نام حضرت حسین کا پیر بھائی تھا - وہ ایک روز امتحانا آپ کی خدمت میں تشریف شریف ارزانی فرما کے کہنے لگا : کہ اے حضرت میں چاہتا ہوں کہ تم اور ہم فی مابین یک دگر زور آزمائی بزور باطن کریں -

حضرت نے قبول فرمایا اور فرمایا : کہ اے شیخ ارزانی اگر آپ کو گرانی نہ ہو تو مہربانی پر معانی کر کے اس دوست جانی کو کہ فی الاصل جانی ہے دوست زبانی و ثانی نہ تصور کے کے بانی مبانی درجہ امتحانی ہو جیئے - انہوں نے سن کر یہ لبی تانی کہ از راہ معانی و ہمہ دانی روبرو اس ثانی مثانی سبع المثانی کے بشکل کبک کو مستانی ہو کر اڑے اور حضرت حسین بھی ممثل شہباز صاحب پرواز ہو کر اس کے پیچھے اڑے اور جھٹ پٹ اس اسیر پنجہ نادانی کو براہ محبت و مہربانی پکڑ کر زمین پر پھینکا اور فرمایا : کہ اے شیخ ارزانی مجھ کو لحاظ حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی شیر یزدانی حضرت بہلول نورانی ثانی پیر گیلانی درمیان ہے ' اگر تو پیر بھائی نہ ہوتا تو ابھی تحت الثری کو پہنچ جاتا - اس نے زمین پر گرتے ہی پھر بصورت کفتر پرواز کیا اور ایسا بلند اڑا کہ حضرت نے اس کو آسمان سوم سے پکڑ کر نیچے پھینکا اور وہ بے ہوش و حواس ہو کر زمین پر آپڑا - اور چوں ماہی بے آب تڑپنے لگا - حضرت نے براہ نوازش فرمایا : میاں ہوش کرو - اب ہم گم ہوتے ہیں تم ہم کو تلاش کرو - یہ فرما کر آپ گم ہو

Marfat.com

گئے اور ایک کنگرہ عرش پر جا کر منزوی ہوئے۔

شیخ ارزانی براہ پریشانی و حیرانی ایک پہر تک ہر چند متلاشی ہوا اور زمین و آسمان میں جا بجا تلاش کی مگر اس ہمائے اوج سعادت، گنج مخفی کرامت کا کہیں نشان نہ پایا اور بحالت (ص ۶۷) انفعال و ندامت واپس ہو آیا ۔ اور کہا: کہ یا حضرت آپ جیتے اور میں ہارا ۔ اب میں تمہارا خادم ہمی ہوں ۔ آپ نے اس کو فرمایا: کہ تم یہاں سے ہند کو چلے جاؤ وہاں تمہارا بہت رشد ہو گا ۔ وہاں جاؤ اور گمراہان طریقت کو ہدایت کرو اور راہ حق دکھاؤ اور اپنے پیر کے نام سے استمداد چاہو ۔ انہوں نے ظاہراً تو قبول کیا مگر باطناً" غریق بحر ندامت ہو کر حد سے زیادہ چلنے لگے ۔ ادھر ادھر سیاحت میں مشغول ہوئے اور اس اثنا میں ان کو خبر ہوئی کہ حضرت حسین مقبول کونین نے وصال پایا ہے یہ سن کر وہ لاہور میں آئے اور:

زد بگور حسین پا بشتاب ۔۔۔ گفت کای مرد حال خود دریاب
خفتہ ای زیر خاک جولاہ ۔۔۔ از من و خود نہ ای کنون آگاہ
ور تو از حال خویش آگاہی ۔۔۔ گو من شیر یا تو روباہی
حال تو چیست حال بر سر تو ۔۔۔ چیست بار خیال بر سر تو
این سخن چون از و شنفت حسین ۔۔۔ از تہ خاک گور گفت حسین
کای عجب این چہ گفتی است من ۔۔۔ از تو این سان چہ لایق است سخن
من کنون گرچہ خفتہ در خاکم ۔۔۔ چیست پا کوبی از تو بر خاکم
پا بگورم ہمین زنی از کین ۔۔۔ باز گوی ز کہنہ حرف چنین

Marfat.com

گر نہ باشم ز حال خود آگاہ پس من آگاہ کی شوم ز اللہ
بشنو از من کہ از خود آگاہ ام جو الہ ام بگو نہ جولاہ ام
شیر راہ خدا، و پاکم من نہ، چون روباہ زیر خاکم من
درتہ خاک شیرم اندر خواب حرف خود راز من بشنو تو جواب
ہر کہ روباہ بود براہ خدا نہ تواند ز گور داد ندا
تا بفضل خدا نہ رہ جوید مردہ در گور کی سخن گوید
من کہ گویم سخن بہ گور دلیر پس تو خود بین کہ روبہم یا شیر
تو کہ کر دی بمن چنین گفتار انتقامت زمی دہم آزاد
نام پیر من است بر سر تو می نیارم ز کین زدن بر تو
شیخ بہلول را بدیدستی از مکافات من از ان رستی
لیک چون بامن آمدی ہم پیر می نہ گیرم ترا بدین تقصیر
زدن ای پا بگور من دانگاہ گفتہ ای از تعصیم جولاہ
این چہ جہل است داین چہ بی رویی کہ مرا زین غلط ہمین گویی
گر فقیری خلاف چیست ترا بافقیران مصار چیست ترا
خاصہ بامن کہ باتو ہم پیرم می کنی جنگ چیست تقصیرم

بعد اس کے حضرت حسین اس پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: کہ دیدہ حق بین کو کھول اور دیکھ کہ میں بعد وفات یوں زندہ گور میں کلام کر رہا ہوں۔ مجھ سے بعید نہیں کہ اسی وقت تجھ کو مظہر معنی الفقر سواد الوجہ فی الدارین بنا دوں۔ مگر میں یہ نہیں چاہتا، بلکہ میرا منشا ہے کہ تو نام بردار نام پیر روشن ضمیر ہو۔ بدین لحاظ میں تجھ کو کچھ سزا نہیں دیتا۔ اب تجھ کو لازم ہے کہ زیب اپنے سلسلے کا ہو اور اس خاندان کو ایسی رونق دے کہ تو بھی میرے موافق نام پرداز پیراں ہو۔ اب تجھ کو لازم ہے کہ لاہور سے چلا جا اور شہر پٹنہ میں جا کر

Marfat.com

رخت اقامت ڈال - وھاں اکثر امیر و فقیر تیرے خادم ھوں گے اور جناب حضرت بھلول کے انوار کی جلوہ گری کر دکھاویں گے - اور (ص ٦٨) اس وقت جناب حضرت بھلول میرے پاس رونق افروز ھیں اور بار بار تم کو یہی حکم دیتے ھیں - کہ روانہ پٹنہ ھو جاؤ - یہ معاملہ دیکھ کر حضرت شیخ ارزانی نادم و تایب ھوئے اور مزار حسینی کے قدموں پر جبین سائی اور ناصیہ فرسائی کی - اور بطور خادمان درگاہ خانقاہ پر حاضر رھنے لگے - اور چلہ بہ خلوص دل ادا کیا - چنانچہ اب تک وہ مکان چلہ اس شیخ مرحوم کا بگوشہ باب خانقاہ حضرت مرحوم کے موجود ھے - اور اس وقت دل ان کا یہاں سے جانے کو باین خیال نہ چاھتا تھا کہ رجوع خلایق کا حضرت کی مزار پر انوار پر بدرجہ کمال تھا اور شب و روز اژدھام زائرین کا ایسا رھتا تھا کہ ایک کمترین خادم مزار حضرت کا بڑے بڑے امیروں کو خیال میں نہیں لاتا تھا - جب حضرت حسین نے دیکھا کہ شیخ ارزانی روانہ پٹنہ نہیں ھوتے تو ایک شب حضرت مرحوم اکبر بادشاہ کے خواب میں آئے اور فرمایا : کہ میری خانقاہ میں ایک شخص شیخ ارزانی نامی رھتا ھے - بارھا میں نے اس کو حسب اشارہ پیر اپنے کے کہا ھے کہ بطرف پٹنہ چلا جا - مگر وہ نہیں جاتا لہٰذا آپ کو مناسب ھے کہ اس کو لاھور سے تا بہ پٹنہ پہنچا دو - وھاں اس کا رشد بدرجہ کمال ھو گا -

جب صبح کو اکبر بادشاہ اٹھا تو فی الفور تعمیل حکم حضرت حسین کے فرمان بنام ناظم لاھور کے جاری کیا کہ حضرت حسین کی خانقاہ عالی جاہ پر ایک شخص مسمی شیخ ارزانی رھتا ھے اس کو بحافظت سپاھیاں روانہ شہر پٹنہ کر دے - چنانچہ فورا بوقت وصول فرمان ناظم لاھور نے شیخ ارزانی کو روانہ پٹنہ کیا - بوقت روانگی شیخ ارزانی مزار مبارک کو بغل میں لے کر روئے اور عرض کی : کہ یا حضرت میں نہایت نادم مگر بہرحال آپ کا خادم ھوں - اب جو آپ نے مجھ کو ادھر روانہ کیا ھے تو میں چاھتا ھوں کہ بہرحال میرے حال سے آپ بے خبر نہ ھوں کہ میں آپ کا خادم و تایب ھو کر اس طرف چلا ھوں - غرض آپ نے ان کو رخصت کیا اور بہت مہربانیوں سے سرفراز فرمایا - جب وہ وھاں پہنچے تو بدرجہ کمال شہرت اور رشد ان کا ھوا - حتی کہ چند ایام میں وھاں دو لاکھ ذی عزت نام لیوا جناب حسین و بھلول کا ھو گیا - اور صدھا خارق عادات ان سے سرزد ھوئے - اور بعد ازان وہ شیخ ارزانی سن ایک ھزار پندرہ میں راھگرائے عالم بقا ھو گئے - چنانچہ اب تک مزار ان کا وھاں زیارت گاہ خلق اللہ ھے -

زبانی مشفقی مدن شاہ صاحب سامدو کے کہ تاجر ' باوقار اور دوست غمگسار مجھ خاکسار

Marfat.com

کے ھیں، معلوم ھوا کہ ناف شہر پٹنہ میں بمقام محلّہ سلطان گنج گنبد عالی شان مزار حضرت شیخ ارزانی صاحب کا زیارت گاہ خلق اللہ ھے اور مقبرہ پر کار کاشی و چینی بدرجہ کمال خوش نما ھوا ھوا ھے ۔ اور وہ مقبرہ مبنیہ حضرت (ص ۶۹) جہانگیر بادشاہ کا ھے اور اب تک ان کی معافیات کا وھاں یہ حال ھے کہ محاصل سرکار دے کر پچاس ساٹھ ھزار روپیہ خدام کو ملتا ھے ۔ اور سجادہ نشین وھاں کافی زمانا شیخ عبداللہ صاحب ھیں ۔ ان کے گھر میں وہ شان و شوکت ھے کہ نصیب راجگان نہ ھوتی ھوگی ۔ اور خانقاہ مبارک پر دو تین ھزار فقیر حاضر رھتے ھیں ۔

سبحان اللہ! جناب حضرت حسین کا عجیب فضل تھا اور ھے ۔

اقوال

(ص ۳۱) اکثر فرمایا کرتے تھے : کہ لفظ فقر کے تین حرف ھیں، طالب کو چاھیے کہ ان حروف کے راز سے آگاہ ھو ۔

اول ف ـــــ اس سے مراد فقر و فاقہ و فنا اور فرایض حق کا گذارنا اور راہ تجرید میں فیروزی حاصل کرنی اور فسق و فجور سے ترک ۔

اور قاف ـــــ سے قناعت اور قصد دل باخدا اور عہد خدا پر اقرار اور قیام کرنا اور قرب حق کو ڈھونڈنا ۔

اور رے ـــــ سے ریاضت اور رضا اور روے دل کی غیر خدا سے پھیرنا اور راہ راست پر چلنا اور نفس امارہ کی خیانت سے آگاہ رھنا اور راہ نجی پانا ھے ۔

سجادہ نشین خانقاہ حضرت کے پاس ایک بیاض ھے ۔ اس میں بدستخط خاص ان کے لکھا ھوا ھے کہ درویش کے پانچ حرف ھیں ۔ سو درویش کو لازم ھے کہ ان پانچ حرفوں کے اشروں سے آگاہ ھو ۔

دال ـــ سے درد دل ۔

اور رے (ص ۳۲) ـــ سے ریاضت اور رو ریا کو چھوڑنا اور غیر حق سے رخصت ھونا ۔

اور و ـــ سے وحدت اور وداع وجود اور واصل بحق ھونا ۔

اور یا ـــ سے یقین ھونا اور امید اختیار کرنا اور یاری غیر حق سے نہ چاھنی اور یاد حق کے سوا دم نہ مارنا اور یک رنگ و یک دل رھنا ۔

اور شین ـــ سے شکر حق ادا اور شکایت سے لب بند کرنا اور خدا سے شرم رکھنی شریر نہ ھونا مراد ھے ۔

Marfat.com

ابیات

(ص ۸۰) اور میاں حسن علی شاہ سجادہ نشین نے ایک بیاض دکھلائی - اس میں چند ابیات تصنیفات حضرت مرحوم کے تھے - چونکہ کسی بے علم کی لکھی ہوئی ہیں اور اوبا صحیح کرنا بزور عقل مناسب نہ تھا ' لہٰذا ایک ایک شعر ان کا درج ذیل ہے :

فاتح ابواب منم   صاحب اصحاب منم
جاعل ظلمات منم   ہادی سیلاب منم
ہرچہ توی آن منم

ایضا

چون میخوشم دلدار شد   عالم ہمہ گلزار شد

ایضا

شاہدی خود را چو دیدم مست مست   تالب لعلش رسیدم مست مست

ایضا

ما ہمہ دردیم و درمان نیزہم   بادہ صافی ایم و مستان نیزہم

سوائے اس کے ایسے ایسے ابیات اور بھی ہیں ' مگر وزن درست نہ تھا ' لہٰذا نہ لکھا -

شرکائے مجلس

(ص ۴۱) اب یہاں ان اشخاص کا ذکر کیا جاتا ہے - کہ جو ہمیشہ حضرت حسین کے ساتھ شریک مجلس رہا کرتے تھے - اور ان میں سے سر حلقہ درویشان جان باز حضرت مادھو تھے - اور ماسوا ان کے میاں شعبان اور ابراہیم اور ملا محمود اور شیخ یعقوب اور بہار خاں و قاضی شاہ اور بابو ڈھڈی اور بابا حاجی و عبدالسلام و شہاب الدین اور کالو اور یاسین اور صالح - یہ سب لوگ مقبولان حضرت حسین تھے -

(ص ۶۳) یادداشت

واضح ہو کہ تمام حالات حضرت حسین کے اس کمترین نے کتاب حقیقت الفقرا مصنفہ حضرت پیر محمد رحمتہ اللہ علیہ جو بزبان فارسی نظم میں انہوں نے سن ایک ہزار اکثر تصنیف فرمائی ہے - اور تاریخ تصنیف کتاب مذکور انہوں نے اس بیت میں یوں بیان فرمائی ہے -

سال تاریخ اوست از رہ زین

Marfat.com

حال آیات کاملات حسین

اور نیز کتاب بہاریہ سے لی ھیں ۔ سبحان اللہ ! کلام حضرت پیر محمد صاحب و بہار خان کے عجب صاحب تاثیر ھے ' کہ اکثر اوقات بوقت مطالعہ ان کتابوں کے فدوی کو عجیب ایک نسبت لطیف پیدا ھوتی ھے ۔ الحمد للہ و المنت کہ بعد تلاش یہ حالات حسینی دستیاب ھوئے ۔ اور کتاب بہاریہ تو بدرجہ غایت ناپید ھے ۔ سالہا سال سے بندہ کو شوق اس کی زیارت و مطالعہ کا تھا مگر دستیابی اس کیلئے دشوار تھی ۔ آرے کل امر مرھون باوقا تھا ۔ اب دم تصنیف کتاب تحقیقات چشتیہ باقبال سرکار عالی وقار گھر میں بیٹھے بٹھائے سہولت تمام مل گئی ۔ اور فدوی نے خاطر خواہ مطالعہ کر کے حرف بحرف خلاصہ اس کا کر لیا ۔ الحمداللہ علی احسانہ : الحمد ھر آن چیز کہ خاطر میخواست آخر آمد زپس پردہ تقدیر بران

حضرت حسین کے بعد

(ص ۶۲) اب حال بعد وفات حضرت حسین کا ' یعنی حال خلفا و سجادہ نشینان الی الیوم مع چند کرامات آنحضرت و خلفائے آنحضرت اپنا فخر دو جہاں سمجھ کر رونق افزائے کتاب تحقیقات چشتی کرتا ھوں اور بعد ازاں تشریح عمارات موجودہ خانقاہ عالیجاہ لکھوں گا ۔ (ص ۶۳) ذکر بعد وفات حضرت مادھو لال حسین (ص ۶۴) رحمتہ اللہ علیہ ۔

حضرت حسین علیہ الرحمتہ کے خادم و طالب ہزارہا ھوئے ھیں ' یعنی سوا لاکھ فقیر صاحب کمال خادم ان کے مشہور و معروف تھے ۔ اور ان میں سے خلیفہ حضرت مرحوم کے سولاں بایں تفصیل ھوئے ھیں ۔ کہ ان میں سے چار تو معروف باسم غریب اور چار دیوان اور چار خاکی اور چار بلاول ۔ اور نام نامی ان کے یہ ھیں :

اول شاہ غریب مرحوم کہ جن کی مزار بمقام موضع رتی ٹھٹھہ جو مزیر آباد سے تین کوس غرب کی طرف موجود ھے ۔

اور دوسرے شاہ غریب ثانی ۔ مزار ان کی بموضع کھیوے والا ضلع مزیر آباد ھے ۔

تیسرے شاہ غریب عاشق ثالث ۔ مزار ان کی اجلا پور جو دکھن میں ھے موجود ھے ۔

چوتھے شاہ غریب عاشق حسین ۔ مزار ان کی یہاں لاھور میں اندرون چار دیواری خانقاہ حضرت حسین موجود ھے ۔

اور چار دیوانوں میں سے پہلے دیوان حضرت مادھو جن کی مزار پہلو بہ پہلو حضرت کے ھے ۔

Marfat.com

دوسرے گورکھ دیوان - ان کی مزار بھی اندرون چار دیواری خانقاہ ھے -
تیسرے حضرت دیوان بخش و بعدہ مزار ان کی بمقام بیجا پور ملک دکن میں ھے -
چوتھے دیوان حضرت اللہ - مزار ان کی بھی حضرت کی چار دیواری میں ھے -
اور چار خاکیوں میں سے پہلے خاکی شاہ مولا بخش ھیں - ان کی مزار بھی اندرون خانقاہ آنحضرت ھے -
اور اسی طرح دوسرے خاکی شاہ بھی لاھور میں متصل خانقاہ حضرت کے آسودہ ھیں -
تیسرے خاکی شاہ حضرت حیدر بخش - مزار ان کی کہیں دکن میں بمقام نامعلوم ھے -
اور چار بلاولوں میں سے پہلے بلاول حضرت رنگ بلاول - مزار ان کا لھور میں اندروں چار دیواری خانقاہ واقع ھے -
دوسرے مادھو بلاول - یہ بھی اندرون چار دیواری حضرت حسین آرام پذیر ھیں -
تیسرے حضرت شاہ بلاول - یہ دکن میں جا کر فوت ھوئے - مقام مدفن معلوم نہیں -
چوتھے حضرت شاہ بلاول بمنت مزار ان کی بھی لاھور میں اندرون چار دیواری واقع ھے -

بیان سجادہ نشینان حضرت حسین مرحوم

جب جناب حضرت حسین علیہ الرحمتہ والغفران بتاریخ سلخ جماوی الثانی سن ایک ھزار آٹھ بروز جمعہ فوت ھوئے تو ان کے بعد حضرت مادھو صاحب مرحوم سجادہ نشین ھوئے ' چنانچہ حال مفصل ان کا مع تاریخ وفات تحریر ھو چکا ھے -

بوقت وفات عمر حضرت مادھو کی تہتر سال کی تھی اس حساب سے کہ جب اول آپ منظور نظر حضرت حسین ھوئے تو اس وقت عمر آپ کی سہ سالہ تھی - اور سن ایک ھزار ایک میں بعمر ھژدہ سالہ مشرف باسلام ھوئے اور ایک ھزار چھپن میں وفات پائی - بس یوں عمر آپ کی (ص ۶۵) تہتر برس کی ھوئی -

بعد ان کے رنگ بلاول سجادہ نشین ھوئے اور بتیس سال گدی نشین رھے - ان کے خادموں سے دو صاحب نامور لاھور میں مدفون ھوئے - ایک حضرت دوڑی شاہ جن کا مزار بخشی بھگت رام کے باغ کے غرب رویہ مایل بشمال موجود ھے - اور اب یہ مکان سائیں تبرک حسین جھگی شاہ فایض حال نے راقم کو بسند و قبالہ سرکاری ھبہ کر دیا ھے - اور اب

Marfat.com

راقم اس کی تعمیر و مرمت میں مشغول ھے اور وھاں کا حال مفصل آگے درج کتاب ھذا ھے۔

اور دوسرے حضرت حاجی جمعیت صاحب جس کا مزار شمال رویہ فرود گاہ ریلوے لاھور ھے اور ان کی قبر پاس گنبد قدم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود ھے۔ حال ان کا بھی علیحدہ تحریر ھو گا۔

حضرت رنگ بلاول صاحب کے بعد حضرت ولایت شاہ صاحب سجادہ نشین ھوئے اور چوبیس برس گدی نشین رہ کر راھی عالم بقا ھوئے۔ مزار ان کی بھی اندرون چار دیواری حضرت مرحوم کے موجود ھے۔

بعد ان کے حضرت طالب شاہ سجادہ نشین ھوئے۔ وہ بھی چھبیس سال زیب سجادہ ھو کر فوت ھوئے۔ قبر اس کی بیرون دروازہ دھلی موجود ھے۔ حال اس کا بمقام خود علیحدہ تحریر ھو گا۔

ان کے خادموں سے نبی شاہ صاحب کمال ھوا۔ اور یہ نبی شاہ صاحب سید مشھدی تھے۔ قبر اس کی کشن پور پہاڑہ علاقہ دوآبہ میں موجود ھے۔

بعد طالب شاہ کے حضرت عابد شاہ سجادہ نشین ھوئے۔ یہ صاحب بائیس سال مسند آرائے سجادگی رھے اور اب تک عہد سجادہ نشینی ان کے گھر میں موجود ھے۔

حضرت عابد شاہ

جاننا چاھئے کہ یہ حضرت عابد شاہ قوم کے راجپوت ساکن رسول پور تھے۔ اور یہ رسول پورہ مشرق رویہ شاھدرہ ایک موضع ھے جو لاھور سے بفاصلہ چار کوس تخمینا شمال رویہ واقع ھے۔ اور یہ حضرت بعمر بیس سالہ رسول پور سے آ کر خادم حضرت طالب شاہ کے ھوئے۔ اور بعد ازاں اٹھائیس برس اپنے پیر کی خدمت و مطابعت میں رھے۔ جب حضرت طالب شاہ فوت ھوئے تو یہ ان کی گدی پر بیٹھے اور یہ شخص یعنی حضرت عابد شاہ قوم راجپوت بھٹی تھے۔ اور بہت خدا دوست اور صاحب کرامات تھے۔

بہشتی دروازہ اور عابد شاہ کی کرامت

(ص ۸۰) حال بہشتی دروازہ یہ ھے کہ جب حضرت مادھو دکھن سے آئے اور سنا کہ خانقاہ حضرت کی بابو پورہ میں ھوئی ھے تو شالا باغ کے آگے سے سیدھے ھی ادھر آئے۔ اور راہ خانقاہ بطرف جنوب تھا۔ انھوں نے غلبان شوق دیدار سے شرقی دیوار کو پھاڑ کر اندر تشریف لے آئے اور آ کر مشرف بزیارت ھوئے۔ اس وقت جناب حسین کی قبر سے

Marfat.com

(ص ۸۱) آواز ہوئی کہ جس راہ سے میرا مادھو آیا ہے وہ راہ دروازہ بہشت ہے - ومن دخلہ کان آمنا -

کہتے ہیں کہ بوقت سجادگی حضرت عابد شاہ متصل اس دروازہ کے ایک فقیرنی مسمات گلزار شاہ حسین شاہی آ رہی تھی - ایک روز وہ موضع میں گئی - لوگوں نے کہا : کہ ایسی درگاہ پر آ کر پھر بھی تو عورت ہی رہی - اس نے آ کر حضرت عابد سے اس امر کی شکایت کی وہ اس کو اس دروازہ میں لے گئے اور مادھو کے نام سے استمداد کی - وہ عورت مرد بن گئی - واللہ اعلم -

کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر و شیر

اس کی بھی قبر وہاں موجود ہے -

روپیوں کی بارش

تمام باغبانپورہ میں مشہور ہے کہ بوقت سجادہ نشینی سائیں عابد شاہ کے دو شخص عبداللہ شاہ اور حیدر شاہ ان کے خادم تھے - انہوں نے ایک روز باہر چار دیواری کے کھڑے ہو کر دعا کی اور کہا : کہ یا اللہ اگر حضرت حسین میرا خاص پیارا ہے تو اس وقت بارش روپیوں کی برسا - قدرتِ الٰہی سے اسی وقت مینہ روپیوں کا برسا - کہتے ہیں کہ قریب دس ہزار روپیہ کے برسا - وہ تمام روپیہ اٹھا کر حضرت عابد شاہ کے پاس لے آئے - اور جن لوگوں نے وہ روپیہ دیکھے ہیں ان سے اب تک بہت موجود ہیں ، چنانچہ ایک شخص شیخ بدر دین جو چند روز سے میرے پاس آتا ہے اور آدم صاحب سلیقہ معلوم ہوتا ہے بیان کرتا ہے کہ وہ روپیہ میں نے بھی دیکھا ہے -

عابد شاہ کی وصیت

(ص ۶۵) اور ان کے خادمان نامی سے ایک شخص عظمت شاہ و دوسرا واحد شاہ نامی تھا - جب حضرت عابد شاہ کا وقت انتقال نزدیک آیا تو انہوں نے عظمت شاہ خادم اپنے کو سجادہ نشین اس وقت تو کیا لیکن یہ بھی فرمایا : کہ میری ہمشیرہ مسمات بڈھی کے یہاں ، جو زوجہ منکوحہ میاں نور احمد قوم راجپوت بھٹی (ص ۶۶) ساکن جنڈیالہ کلساں والا جو متصل اولیا پور علاقہ تحصیل رعیہ ضلع امرتسر کی ہے ایک لڑکا میرا صوبا یعنی پیارا پیدا ہو گا - تجھ کو لازم ہے کہ اس مولود کو اپنے پاس لا کر تعلیم فقرا اور پرورش کرنا ، کیونکہ مجھ کو جناب حضرت مادھو لال حسین صاحب سے اشارہ ہوا ہے کہ وہ مولود پنجاب میں فقر کا صوبہ دار ہو گا ،

Marfat.com

چنانچہ بعد عابد شاہ وہ مولود پیدا ہوا ۔ اس لڑکے کا نام جس کو حضرت عابد شاہ نے صوبا کر کے کہا تھا میاں نور احمد نے صوبا ہی رکھا ۔

اشرف شاہ صوبا

(ص ۶۵) سو بعد وفات عابد شاہ کے سجادہ نشین عظمت شاہ جو قوم چھینبہ یعنی خیاط ساکن پھیلو وال ضلع امرتسر تحصیل اجنالہ کا تھا ' ہوا ۔

(ص ۶۶) جب میاں صوبا سات برس کا ہوا تو حضرت عظمت شاہ حسب وصیت پیر اپنے کے اس کو لاھور میں لے آیا اور پرورش کرتا رہا ۔ جب وہ بالغ ہوا تو اس کو اپنی خدمت اور بندوبست مکان دربار میں مصروف رکھا ۔ اور اس صوبا کا نام میاں عظمت شاہ نے اشرف شاہ مقرر کیا اور اپنا طالب و خادم بھی بنایا ۔ اور اس کی شادی بھی آپ نے بموضع دو برجی علاقہ امرتسر بخانہ میں دارا شاہ راجپوت کے کی ۔ اور وہ دارا شاہ بھی حسین شاہی فقیر تھا ۔

اگرچہ بوقت وفات عظمت شاہ کی عمر صوبا المشہور اشرف شاہ صوبا کی پندرہ سالہ تھی ۔ مگر تاھم نادان تھا ۔ اس خیال سے سائیں عظمت شاہ نے دستار سجادگی تو ان کو دی ' مگر ظاھرا بطور سرپرست اپنے مرشد بھائی واحد شاہ کو مقرر کیا ۔ اور جب حضرت عظمت شاہ نے ارادہ کیا کہ اشرف شاہ صوبا کو دستار سجادگی دے دیویں تو ان کو عالم رویا میں حضرت مادھو لال حسین مرحوم سے اشارہ ہوا کہ ابھی یہ لڑکا کم عمر ہے اور ھم نے اس سے بوقت سجادگی بڑے بڑے کام لینے ھیں ' یہ فقرائے پنجاب میں صوبا ہو گا ۔ فی الحال لازم ھے کہ حضرت واحد شاہ کو ان کا نایب سجادگی بناؤ ۔ اور اس کو بخوبی فہمائش کرو کہ جب اشرف شاہ ھوشیار بکار و بار ظاھری ھو جاوے تو امانت اور حق بحق دار سپرد کر دیوے ۔ اس ارشاد سے حضرت عظمت شاہ نے واحد شاہ کو مقام موضع بھٹی وڈا علاقہ میرو وال ضلع امرتسر سے بلا کر سرپرست اشرف شاہ کا کیا ۔ اور یہ واحد شاہ قوم کا کہار آدمی نیک بخت تھا مگر چونکہ فقیر کو ذات پیشہ سے کچھ علاقہ نہیں اور یہ دولت خدا داد ھے ' جسے چاھے دیوے اور جس سے چاھے لیوے ۔

بعد ازاں یہ واحد شاہ تیس سال گدی نشین رہ کر فوت ھوئے ۔ اس اثنا میں اشرف شاہ یعنی صوبا کے گھر میں ایک فرزند مسمی کرم حسین پیدا ھوا ۔ اور بوقت وفات واحد شاہ یہ کرم حسین معمر پندرہ سالہ تھا ۔ اشرف شاہ نے اپنے فرزند کرم حسین کو انہیں کا خادم کیا

Marfat.com

جب واحد شاہ مرگیا تو اشرف شاہ صوبا گدی نشین ہوا - ازانجا کہ زبانی -(ص ۶۷) عابد شاہ مرحوم کے نام ان کا صوبا نکلا ہوا تھا' نام مشہوراں کا صوبا شاہ ہے -

یہ صوبا شاہ جس کو لقب صوبہ ملک فقر ملا تھا' بے شک صوبہ دار ملک فقیری ہوا -

کیونکہ تمام پنجاب میں مشہور تھا کہ ظاہری بادشاہ مہاراجہ رنجیت سنگھ ہے اور باطنی بادشاہ صوبا شاہ اور ماسوا اس کے تمام اراکین سلطنت مع مہاراجہ صاحب ان کا ادب بدرجہ کمال کرتے تھے - کیا مجال تھی کہ کوئی ان کے حکم سے عدول کرے - اور جب کسی مہم پر مہاراجہ صاحب جاتے تھے - تو ان سے اجازت طلب کرتے اور ان کا بھی یہ حال تھا کہ بعالم غیب مہاراج یعنی جتنی مدت وہ کسی مہم پر مشغول رہا کرتے تو یہ صوبہ شاہ اپنے ہاتھ کا قلابہ اتار کر زیر مصلی رکھ ہمیشہ دست بدعا رہا کرتے اور بطریق ناز و نیاز دست بستہ عرض بجناب الہی کیا کرتے کہ تا الہی قلابہ میرے مادھو لال حسین کا نشان ہے - اس کی عزت رکھیو - اور عنایت الہی سے مہاراج ہمیشہ بامراد واپس آتے تھے - اور صدھا کرامات اس کی عام لوگ مشہور کرتے ہیں -

یہ حضرت اکثر شراب پیا کرتے اور چیرا رنگین بھی زیب سر رکھتے تھے - اور تلاوت قرآن شریف بھی جاری تھی اور سماع بھی سنتے تھے - پھر یہ صوبہ شاہ دس برس سجادہ نشین اور ہمیشہ شب بیدار رہے ماسوا اس کے فیصلہ جات کل فقرائے باب اللہ ان کی رائے پر مہاراجہ صاحب نے منحصر کر رکھے تھے 'یعنی ان کو اختیار تھا کہ جس کو چاہیں کسی خانقاہ پر مقرر رکھیں اور جسے چاہیں ہٹا دیویں - الغرض عزل و نصب عہدہ سجادگی ہر مقام مقابر پنجاب ان کے قبضہ اختیار میں تھا- اگرچہ یہ حکومت فقرا اس خاندان میں عہد اکبری سے چلی آتی تھی مگر ان کے وقت میں مجدد اور راہ و رسم تازہ ہو گئی اور حال مفصل ان رسموں کا تشریح حال بھنڈارا و سرگرمی وغیرہ میں مفصل تحریر ہو گا - چنانچہ سائیں صوبہ شاہ بتاریخ دسویں رجب المرجب سن بارہ سو اکیاون فوت ہوئے - قبر ان کی جنوب رویہ خانقاہ حضرت مرحوم کے جہاں تمام قبور سجادہ نشیناں ہیں ' موجود -

آپ کے مرید

اگرچہ ان کے صدھا مرید و خادم ہوئے اور بہت سے اب تک بھی موجود ہیں مگر صاحب ریاضت و کرامت -

فایدہ

Marfat.com

(ص ۸۱) باہر دروازہ ٹکسالی کے جہاں اب تکیہ شیر علی شاہ ہے - اور حال اس کا علیحدہ اس کتاب میں درج ہو گا ' جہاں حکیم ولی شاہ صاحب کے متعلقین کی قبور ہیں ' وہاں بعہد بابر بادشاہ ایک محلہ المشہور تل بگھ تھا اور وہیں حضرت حسین کے والد کا دولت خانہ تھا اور اسی محلہ کی مسجد میں حضرت حسین مرحوم مولوی حافظ ابوبکر کے پاس سبق قرآن شریف کا پڑھا کرتے تھے - اور وہاں ہی حضرت بہلول بھی تشریف لائے تھے ' چنانچہ وہ ذکر مفصل درج تذکرہ ہذا ہو چکا ہے - اور جن دنوں میں کہ سجادہ نشین اس خانقاہ کا میاں سائیں صوبے شاہ تھا - ان ایام میں ' بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ ' شیر علی شاہ نامی ایک فقیر مداریہ باہر دروازہ ٹکسالی کے رہا کرتا تھا ' چنانچہ اب تک وہ تکیہ اس کے نام سے مشہور ہے - کہتے ہیں کہ وہ فقیر بڑا زبان آور تھا - اس کے ایک خادم لعل شاہ نامی نے ایک بچہ خنزیر کا ونتور صاحب سے لا کر وہاں بخدمت شیر شاہ لا باندھا - اور صوبے شاہ ہمیشہ شراب پیا کرتا تھا - جب لوگوں نے شیر شاہ سے باعث باندھنے بچہ خنزیر کا پوچھا تو وہ شخص ہمیشہ شراب پیتا ہے ' اور خنزیر اور شراب بحکم شرع حرمت (ص ۸۲) میں برابر ہیں - یہ محض اس واسطے طلب کیا گیا ہے کہ یا وہ شراب چھوڑ دیوے یا اس کے کباب بھی کھاوے -

اور اس معاملہ کا تمام شہر میں تا سرکار و دربار چرچا پھیلا - اس میں سرکار نے بھی چاہا کہ صلح ان کی کرائی جاوے مگر قدرت ربانی ایسی ہوئی کہ بفاصلہ آٹھ یوم پہلے شیر شاہ اور پھر صوبے شاہ مر گیا - چنانچہ یہ تذکرہ عجیبہ اب تک لاہور میں اکثر اشخاص بیان کرتے ہیں - فقط -

صوبا شاہ کے جانشین

(ص ۶۷) چنانچہ سائیں صوبا شاہ بتاریخ دسویں رجب المرجب سن بارہ سو اکیاون فوت ہوئے - قبر ان کی جنوب رویہ خانقاہ حضرت مرحوم کے ' جہاں تمام قبور سجادہ نشینان ہیں موجود - اگرچہ ان کے صدہا مرید و خادم ہوئے ' اور بہت سے اب تک بھی موجود ہیں ' مگر صاحب ریاضت و کرامت ایک سائیں غلام علی شاہ جن کی قبر دربار حضرت میں ہے اور دوسرے بسنت علی شاہ جن کی قبر دوابہ کے بشن پور میں ہے اور تیسرے سائیں جھمکی شاہ ہوئے - اور ایک شخص مسمی صادق علی شاہ مرید صوبا شاہ کا تھا جس نے اس مکان نبی شاہ کو ' جو بیرون دروازہ دہلی کے اب سر نو محمد سلطان ٹھیکیدار نے تعمیر کرایا ہے ' (ص ۶۸)

Marfat.com

بنوایا تھا - کیونکہ وہ نبی شاہ بھی فقیر حسین شاھی تھا اس نظر سے اس نے وہ مکان آراستہ کیا اور اسی واسطے وہ مکان بھی زیر قبضہ سجادہ نشیان مکان حضرت مادھو لال حسین مرحوم ھے - اور ایک شخص مسمی عیسی شاہ خادم صوبے شاہ کا تھا اس کی قبر دروازہ یکی کے باھر جنوب رویہ مکان پیر برھان موجود ھے - اب وھاں تکیہ بنا ھوا ھے اور ایک مسجد بھی ھے - اب عرصہ تین سال سے وھاں کا فقیر مسمی چراغ حسین خادم محمد شاہ، خادم سائیں صوبے شاہ، مرگیا - اور بعد وفات اس کی کے یہاں کوئی فقیر حسین شاھی نہ بیٹھا، اس سبب سے وھاں ایک فقیر مسافر آ بیٹھا ھے -

شہر لاھور کے موتی بازار میں غرب رویہ بازار جو خانقاہ سائیں لب شاہ کی ھے، اور انشاء اللہ تعالی حال اس کا بوقت تحقیقات اندرونی شہر مفصل لکھا جائے گا، وہ سائیں لب شاہ مجذوب فقیر خادم واحد شاہ صاحب کا تھا - اس نظر سے کرم حسین اور لب شاہ پیر بھائی ھوئے - اس لحاظ سے اس مکان لب شاہ پر بھی قبضہ سجادہ نشین حال مزار حضرت حسین مرحوم کا ھے -

بعد وفات حضرت صوبے شاہ کے سائیں کرم حسین سجادہ نشین خانقاہ عالی جاہ حضرت مادھو لال حسین رضی اللہ عنہ ھوئے، اور وہ بیس برس سجادہ نشین رہ کر سن بارہ سو ستر میں بتاریخ ھفتم رمضان المبارک فوت ھوئے - اور مزار ان کی اندرون چار دیواری حضرت مرحوم ھوئی - بعد ازاں حسن علی شاہ، صاحبزادہ سائیں کرم حسین صاحب کا، جو خادم سائیں صوبے شاہ کا تھا، اور صوبے شاہ برشتہ فقیری و جدی حقیقی دادا اس حسن شاہ سجادہ نشین حال کا تھا، اب بارھواں سال ھے کہ یہ سائیں حسن علی شاہ سجادہ نشین ھے جو دم تحقیقات ھذا بتاریخ ششم ماہ رمضان المبارک سن بارہ سو اکاسی فقیر کے غریب خانہ واقع محلہ چابک سواراں میں مع حاضر حسین و گلاب شاہ و امیر شاہ و چراغ شاہ و پیر شاہ خدام خود یہ حال تحریر کرانے آیا ھوا ھے -

سجادہ نشینوں کا معمول

(ص ۴۷) اور ان خانقاہ کے سجادہ نشینوں میں آج تک معمول چلا آتا ھے کہ شراب پیتے ھیں اور دستار سرخ سر پر رکھتے ھیں - بلکہ بروز میلہ حضرت کی مزار پر شراب بطور نذر چڑھایا کرتے ھیں - اور حضرت حسین تو بحین حیات تمام پوشاک سرخ رکھتے تھے، مگر اب تک بطور یادگار دستار سرخ سر پر سجادہ نشین کے رھتی ھے -

حرف آخر

Marfat.com

(ص ۶۱) سبحان اللہ و بحمدہ حضرت کے مزار پر انوار پر نور الٰہی برستا ھے اور ھمیشہ غلاف ھائے کم خواب وزردوزی و اطلس و پشمینہ ھر قسم کے حضرت کی مزار پر مع سایبان ھائے گوناں گون موجود رھتے ھیں - اور عاشق و معشوق حضرت شیخ مادھو و جناب حسین مقبول حسنین مطلوب رسول الثقلین کی مزار سے وہ فیض عام طالبوں کو ملتا ھے - کہ مصرعہ :

دل من داند و من دانم و داند دل من

اللہ تعالٰی بطفیل ارواح مقدسہ ان حضرات کی کونین کی مہمات و مشکلات مجھ ھیچ کارہ کی آسان ھوویں - اور یہ عرض میری قبول بارگاہ حضرت الٰہ ھو کہ :

شاھا ز کرم بر من درویش نگر　　بر حال من خستہ و دل ریش نگر
ھر چند نیم لایق بخشایش تو　　بر من منگر بر کرم خویش نگر

قطعہ :

یا رب برھانیم ز حرمان چہ شود　　راھی دہیم بکوی عرفان چہ شود
صد گبر کہ از کرم مسلمان کردی　　تک گبر دگر کنی مسلمان چہ شود

یا مفتح الابواب ویا مسبب الاسباب ویا مقلب القلوب والا بصار ویا مفرح المحزونین ویا غیاث المستغثین ویا غفورا لمذنبین ویا ھادی المضلین اغثنی (ص ۶۲) اغثنی اغثنی و فوضت امری الیک یا ستار یا رزاق یا باسط وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین الھم انی اسالک سلامتاً فی الایمان وبرکتاً فی الرزق و طواناً فی العمر و توبہ قبل الموت و شہادت عندالموت مغفرتا بعدالموت و نجاتا من عذاب القبر اعطنی عشقاً و محبتا و شوقاً وذوقاً فی عبادتک و نور امنورا و سرورا کمانیا الھم طولعمر جبیتی و کبدی و اکر مھا فی النساء یا مفضل بحرمۃ اسمائک و صفاتک و جلالک و کمالک اعطنی و لدا سعیدا" برحمتک یا ارحم الراحمین -

بیان سرگروھی و معافیات متعلقہ خانقاہ
حضرت مادھو لال حسین رحمت اللہ علیہ

ازاں جا کہ حال کرامت و خوارق حضرت مادھو لال حسین مرحوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اوپر مفصل تحریر ھو چکا ھے - اب باعث مشہوری حضرت مرحوم اور معتقدی شاھان اور امیران کا مکرر ذکر لکھنا کچھ ضرور نہیں، مگر ھاں اتنا کہ جب اکبر بادشاہ نے حضرت حسین کو دھلی میں طلب کیا اور بوقت روانگی ملک علی کوتوال شہر لاھور پر وہ واقعہ ھوا کہ جس کا حال

Marfat.com

رقومہ بالا ھے تب اکبر نے یہ کرامت حضرت کی دیکھ کر (ص ٦٩) ایک فرمان بادشاھی اس مضمون کا جاری کیا کہ حضرت حسین جیسے کہ باطن میں افسر فقرائے زمان ھیں اسی طرح ظاھر میں بھی سرگروہ خیل فقرائے باب اللہ مقرر ھوئے ھیں۔

اگرچہ ظاھرا حضرت مرحوم اس طرف متوجہ نہ ھوئے مگر باعث شہرہ کرامت ھر ایک فقیر اپنے آپ کو زیر حکم حضرت کے رکھنا چاھتا تھا اور جو کچھ جھگڑا خرخشہ کسی مکان دار کا ھوتا تھا تو وہ سب روبروئے حضرت کے فیصلہ پاتا تھا۔

اور ماسوا اس کے حضور اکبر سے واسطے مصارف خدام عالی مقام کے حضرت کو بہت سی معافیات بطور نذر عطا ھوئیں۔ چنانچہ ان کے فرامین بھی موجود تھے، مگر بوقت تباھی سلطنت و بادشاہ گردی وہ اسناد درھم برھم ھو گئیں۔ اور بوقت یورش احمد شاہ ابدالی چند فرامین شاھی بزرگان سجادہ نشین نے بخانہ بزرگان حضرت نظام شاہ جو فقیر مست نامی لاھور میں تھے اور حال ان کا حال میانی صاحب میں مفصل مندرج ھے رکھے ھوئے تھے۔ کیونکہ وہ اس جناب کے پشت در پشت ریدو خادم چلے آتے تھے جب احمد شاہ آیا اور شہر کو قتل کر کے اکثر مکانات کو جلایا تو اس وقت میں وہ فرامین بھی ضایع ھو گئے، لہٰذا ان کا نشان دستیاب ھونا ممنوعات سے ھے۔ مگر حال ان معافیات کا جو اب تک جاری ھیں لکھا جاتا ھے۔

شاھان چغتائی کے زمانے میں

ناظرین باتمکین کو واضع ھو کہ یہ ذکر تو اوپر لکھ آیا ھوں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بروز بسنت گیارہ سو روپیہ نقد اور دوشالہ بسنتی خانقاہ حضرت پر پیش کش کیا کرتے تھے۔ اب اتنا اور معلوم ھوا کہ شاھان چغتائی بھی زر نقد بہت دیا کرتے تھے۔ اور ناظمان لاھور بھی دل و جان سے مطیع اس خانقاہ کے تھے۔ چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے مسجد مبنیہ نواب ذکریا خان جو غرب رویہ خانقاہ اب تک موجود ھے اور حال اس کا علیحدہ تحریر ھو گا شاھد رسوخ نواب مغفور ھے، یعنی کس ارادت سے اس نے وہ مسجد یہاں بنوائی اور کیا کیا تعریف اس پر حضرت کی تحریر کرائی۔

سکھوں کے زمانے میں

اور ماسوا اس کے حاکمان قوم سکھ تا مہاراجہ دلیپ سنگھ علاوہ نذر یوم بسنت اور معافیات کے بروز میلہ چراغاں مبلغ پانچسو روپیہ زر نقد اور دو دوشالہ یعنی ایک واسطے مزار حضرت حسین کے اور دوسرا مزار حضرت مادھو کے مع اسپ باساز نقرہ دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

جب عمل داری مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ہوئی تو اس نے حال بزرگی مادھو لال حسین مرحوم کا سن کر حکم دیا کہ اگرچہ میں شاہان چغتائی کی برابری کے لائق نہیں مگر حق المقدور اپنے واسطے مدد خرچ فقیران خانقاہ ھذا کے یہ کچھ واگذار کر سکتا ہوں - چنانچہ اس وقت سے یہ معافیاں واگذار ہیں فھو ھذا :-

ایک تو چاہ موراں والا ضلع لاہور میں جو بفاصلہ دو میل مشرق رویہ لاہور کے واقع ہے اور زمین اس کی بتیس بیگھہ مع چاہ روان اور وہاں سے بیگھہ ایک روپیہ ملتا ہے (ص ۷۰) اس میں سے بوقت بندوبست سرکار انگریزی بباعث کسی سہو کے چار بیگھہ ضبط ہوئے جس کا دعویٰ وہ اب بندوست جدید میں کرنا چاہتے ہیں -

اور دوسرا ایک چاہ مساں والا جو ملحقہ باغبان پورہ ہے اور زمین اس کی بیس بیگھہ مع چاہ -

اور باغبان پورہ میں ماسوا اس کے ایک اور چاہ جو پیرو والا کر کے مشہور ہے ' مع زمین تینتالیس بیگھہ -

اور تحصیل رعیہ ضلع امرتسر کے موضع جنڈیالہ میں تک و نیم چاہ جس میں سے ایک کی زمین پنجاہ بیگھہ اور نصف ثانی کی سولہ بیگھہ -

اور موضع مودیاں ضلع امرتسر میں ایک چاہ جس کی زمین دس بیگھہ مزروعی ہے -

اور فتح گڑھ ضلع لاہور میں ایک بیگھہ زمین -

اور اٹاری ضلع امرتسر میں سات بیگھہ زمین -

اور موضع کوٹ بیگم میں تین بیگھہ زمین -

اس کی کل آمدنی ان کو ایک سو پچھتر روپیہ چند آنہ ہوتی ہے - اب بعد نزول سلطنت سکھاں خرچ ان کا تو وہی رہا اور آمدنی خیلے کم ہو گئی ' کیونکہ اب بھی اس خانقاہ پر بیس آدمی فقیر خاص رہتے ہیں مگر تمام فقرا گدا کر کے کھاتے ہیں - اور اس آمدنی سے اب خرچ چراغ بھی پورا نہیں ہوتا ' کیونکہ مکان مشہور ہے - اور ماسوا اس کے میلہ بسنت اور چراغاں - اب چراغاں کے دو میلے ہوتے ہیں ' یعنی ازانجا کہ چرچا میلہ چراغاں بدرجہ تمام ہو گیا ہے - اور تاریخ وفات حضرت حسین بروز سلخ جمادی الثانی واقع ہے اور حساب قمری بدل بدل کر آتا ہے ' اس نظر سے بپاس خاطر شائقین اب عرصہ تین سال سے واسطے میلہ چراغاں کے یہ مقرر ہوا ہے کہ بتاریخ چہاردھم ماہ بیساکھ ہوا کرے - کیونکہ وہ موسم بہار ہوتا ہے اور زائرین کو تکلیف سرما نہیں ہوتی اس وجہ سے اب یہاں بھنڈارے بایں

Marfat.com

تفصیل ھوتے ھیں ۔

بھنڈارے

یعنی ایک تو بتقریب میلہ بسنت - اور اس میں تین بھنڈارے کرتے ھیں ایک دوسرے ماہ قمری بروز بسنت اور تیسرا شام بسنت ۔

اور دوسرا بروز وفات حضرت یعنی سلخ جمادی الثانی - اور تیسرا بروز میلہ چراغاں - یہ بھنڈارا بڑا عام ھوتا ھے ۔

ان تینوں بھنڈاروں پر گیارہ سو روپیہ بالتمام خرچ ھوتا ھے - اس لحاظ سے انھوں نے مکانات مفصلہ ذیل ان ایام میں فروخت کر کے خرچ بھنڈارا میں صرف کئے ھیں - مکان مسافر خانہ جو اندرون شہر لاھور واقع اکبری منڈی ھے - یہ بمقابلہ آٹھ سو روپیہ محمد سلطان ٹھیکہ دار کے پاس فروخت کیا - دوسری حویلی سجن کلال والی جو روبروئے مسجد طلائی بازار کشمیری میں تھی ' پندرہ سو روپیہ کے عوض وساکھی کھتری کے پاس بیچی ھے - اور ایک دوکان بالعوض ایک سو پچاس روپیہ کے فروخت ھوئی ۔

اور ماسوا اس کے بابت مصارف ضروریہ کے مبلغ ایک ھزار چوھتر روپیہ کا قرض دار سجادہ نشین (ص ۷۱)ھوگیا ھے - جس پر نالش ھوئی اور پنجاہ روپیہ قسط سلطانی مقرر ھوئی وہ بھی ادا کیا کرتے ھیں - اور چار سو روپیہ کے عوض چار چاہ اب حسن علی شاہ نے گرو رکھے ھیں' اور ان میلوں پر فقط چالیس پچاس روپیہ آمدنی ھوتی ھے ۔

بیان سرگروھی سجادہ نشین مزار حضرت مادھو لال حسین رحمتہ اللہ علیہ

سرگروھی اس سجادہ نشین کی اگرچہ قدیمی چلی آتی ھے - مگر بوقت سائیں صوبا شاہ اس عہدہ نے خوب رونق پائی حتی کہ بغیر صوبہ شاہ کے کوئی شخص میلہ عرس بھنڈارا نہ کر سکتا تھا اور بدستور ایک روپیہ نقد حق سرگروھی ان کو ملتا تھا چنانچہ یہ معاملہ اب تک جاری تھا ' مگر یہ سجادہ نشین خانقاہ میاں میر صاحب و حسن دین سجادہ نشین حضرت میراں بادشاہ و محمد شاہ خادم سائیں صوبہ شاہ کے گونہ واقع ھوا - اور محبوب شاہ کو انھوں نے سرگروہ کر بٹھایا ' مگر اب بھی اکثر ان کو اور بعضے اس کو سرگروہ کر بٹھاتے ھیں اور حال مفصل ان کا حالات بیان بھنڈارہ میں تحریر ھو گا- انشاء اللہ تعالی-

حضرت مادھو لال حسین کے مزار پر میلے اور عرس

Marfat.com

(ص ۵۸) ناظرین باتمکین پر ظاہر ہو گا اور حال ارادت ھندو اور مسلمانوں کا اس جناب میں اس قدر ھے، کہ کوئی دم نہیں مار سکتا اور حضرت کی خانقاہ پر فی زمانا دو میلے ہوتے ھیں - ایک تو چراغوں کا میلہ دوسرا بسنت کا -

میلہ چراغاں

چراغوں کے میلے کا تو یہ حال ھے کہ کئی میلوں سے ھزارھا مخلوقات بامیل تمام مائیل زیارت ہو کر آتے ھیں اور باوجود اس قدر وسعت باغ شالا مار کے وھاں قدم رکھنے کی جگہ اس روز نہیں رھتی - سبحان اللہ ! اس روز وھاں عجب لطف ھوتا ھے کہ بوٹے بوٹے کے نیچے ناچ و راگ و رنگ ھوتا ھے اور ایک دن اور ایک رات زایرین و حاضرین کی کثرت کا یہ حال ھوتا ھے اور باغ اور مقام خانقاہ پر اور وھاں سے تا دروازہ لاھور اس قدر اژدھام مخلوق کا ھوتا ھے کہ شینده کے بود مانند دیدہ -

اور اس ایام میں بھی باوجودیکہ خلق بے کاری سے نالاں ھے، امرتسر سے بسواری ریل ساٹھ ستر ھزار آدمی تخمیناً" شریک جلسہ چراغاں ھوتا ھے - اور سواران یکہ و پیدل و بگھی و اونٹ وغیرہ ریل سے علیحدہ آتے جاتے ھیں - اور خرید و فروخت اشیائے حلوائیاں کا کیا خیال کیا جاوے -

اس روز تمام حکام ضلع و افسران پولیس وھاں بندوبست کے واسطے رونق افروز رھتے ھیں اور اس روز ایک دکان آبکاری کی بھی وھاں قایم ھوتی ھے خیال کرنا چاھئے کہ شرفا ایسے میلوں پر ادھر میل کم کرتے ھیں، اور جو کرتے ھیں سو مطعون خلایق اور عاصی من اللہ ھوتے ھیں - مگر تو بھی اس روز دن رات میں ھزارھا روپیہ کی شراب فروخت ھو جاتی ھے - اس روز جہاں تک کہ نظر کام کر سکتی ھے - ملبوسات فاخرہ ھر شخص کے زیب تن ھوتے ھیں حتی کہ جو شخص رات کے کھانے کا بھی محتاج ھوتا ھے وہ بھی اس روز نواب وضع بن کر نکلتا ھے - قلم کا کیا یارا کہ اس میلے کا حال مفصل لکھے بلکہ میں جانتا ھوں کہ اسے قصور سے یہ قلم روسیاہ اور بریدہ سر د مقطوع اللسان ھے اور اس روز بسنت کا حال بھی قس علی ھذا -

چنانچہ آج بتاریخ سلخ جنوری بروز سہ شنبہ (ص ۵۹) حضرت کا عرس مبارک بتقریب بسنت تھا اور یہ کمترین بھی آستانہ بوسی کے واسطے مشرف ھوا تھا - کیا بیان کروں کہ کس قدر انبوہ یکہ و بگھی و ھاتھی و گھوڑا کا تھا - دھلی دروازہ سے تا شالامار برابر خلق اللہ تھی

Marfat.com

اور تل پھینکا زمین پر نہ گرتا تھا۔

آج بندہ کو بھی یہاں سے ایک عزت خدا داد جدید حاصل ہوئی اور وہ یہ ھے کہ آگے چند سال سے مجھ روسیاہ جز و ہیچ میر کو بروز عرس مبارک حضرت پیر علی گنج بخش ھجویری رحمتہ اللہ علیہ ان کی جناب سے دستار گوھربار کہ جس کو سروپا کہتے ھیں ملتا ھے، آج اس جناب مستطاب سے بھی فدوی کو معرفت حسن علی شاہ سجادہ نشین دستار بسنتی اس وضع سے عطا ھوئی کہ حضرت سجادہ نشین حضرت کی خانقاہ کی پائنتی کی طرف تشریف فرما ھوئے اور براہ نوازش اول دعا فرمائی - امید ھے کہ اللہ تعالی قبول فرماویں گے اور یقین کلی ھے کہ اس سال میں اگر بخت یاور ھوئے تو ضرور فرزند ارجمند و عمردار از مجھ کو عطا ھو گا۔

الغرض بعد دعا سجادہ نشین صاحب نے نذر پیش کردہ فقیر قبول فرمائی اور ھزارھا خلق اللہ میں دستار بسنتی مجھے پہنائی اور میں نے فخر دو جہاں سمجھ کر اپنے سر پر باندھی - علاوہ براں یہ ایک اور لطف ھوا کہ اس وقت بعد دعا سجادہ نشین صاحب نے حضرت کے خزانہ موجودہ سے مجھے تبرک اس طرح سے عنایت کیا کہ میں نے دامن اپنا پھیلایا اور انھوں نے پھول اور کوڑیاں وغیرہ ملا ھوا میرے دامن میں ڈالا - جب گھر میں آکر دیکھا تو سوائے ریوڑی و گل وغیرہ کے تین آنہ کی کوڑیاں اور پونا آنہ یعنی تین پیسے ڈبل اس میں سے نکلے - اب میرا یہ ارادہ ھے کہ اس کے عوض میں ایک چوانی خریدوں اور گھر میں تبرکاً رکھوں - پھر جب مجھے اللہ تعالی فرزند عنایت کریں تو وہ چوانی اس کے زیب گلو کروں۔

سبحان اللہ ! زھے طالع میرے کہ مجھے اس قدر شرف اور عزت مع دستار حاصل ھوا۔ اس کے شکریہ میں کس دھن و زبان سے شکریہ ادا کروں:

اگر ھر موی من گردد زبانی   و زان رانم بھریک داستانی
نیارم گوھر شکر تو سفتن   سرموی ز احسان تو گفتن

مجھے حسب الارادت خود آج وہ خوشی ھے کہ خدا ھی جانتا ھے - الحمدللہ علی احسانہ۔

سکھوں کی عملداری میں بسنت کا میلہ

آمدم بر سر مطلب کہ بروز بسنت بعد عملداری سکھاں مہاراجہ صاحب بہادر کا یہ معمول تھا کہ تمام امیر و رئیس و افواج کو حکم ھو جاتا تھا کہ وردی و لباس بسنتی پہنیں، اور زین و ھودج و میناے اسلح وغیرہ تمام بسنتی ھوا کرتے اور ھر شخص معنی فاقع اللو نھا تسرالناظرین سے لذت گیر ھوا کرتا تھا- اور یہاں مزار پر انوار حضرت خیمہ ھائے بسنتی استادہ (ص ۶۰) ھوا کرتے تھے - اور در قلعہ سے تا مزار پر انوار دو رستہ فوج در لباس بسنتی مجلس جم

Marfat.com

جاتی تھی - اور ماسوا اس کے ہر امیر و رئیس خود مع ملازمین بسنتی پوش ہوا کرتے تھے اور رعایائے شہر زن و مرد میں سے ایسا کوئی کمبخت ہوتا ہوگا کہ پارچہ بسنتی اس روز نہ پہنتا ہو گا۔

رنگریزان شہر اس روز میں برس بھر کی روٹیاں کما لیتے تھے، یعنی تیاری ایک رنگ میں ایک دمڑی کی ہلدی خرچ کر کے کم از کم چار آنہ فی دستار ترخ کر دیا کرتے تھے - اور امیروں کا حال تو نرالا ہوتا ہے مجھے بخوبی یاد ہے کہ بعہد مہاراجہ شیر سنگھ بروز بسنت احقر بخدمت راجہ دینا ناتھ صاحب کے گیا ہوا تھا اس اثناء میں رنگریز ان کی دستار رنگ کر لایا تو انھوں نے اس کو پانچ روپیہ نانک شاہی عنایت کئے پھر بھی وہ خوش نہ ہوا بلکہ کہنے لگا کہ مہاراجہ پانچ روپیہ تو جمعدار اور صوبیدار فوج کے بھی ہم کو دے گئے ہیں میں تو زیادہ کا امیدوار تھا - یہ سن راجہ صاحب متبسم ہوئے اور ایک چغہ قیمتی پچاس روپے کا اس کو عطا فرمایا۔

جب اس طرح فوج جم جاتی تو بوقت دو بجے سواری مہاراجہ کی قلعہ سے نکلتی اور تمام مخلوقات جو منتظر دیدار سرکار ہوتے تھے، جب آواز توپہا و شلک سلامی سنتے تو ہشاش بشاش ہو کر خندہ زن ہوتے - جب مہاراجہ کی سواری میلہ میں آتی تو یہ لطف ہوتا تھا کہ اب اس کی یاد میں چشم آب ہو آتی تھی - کم از کم ساٹھ ستر ہاتھی اور چار پانچ سو گھوڑا بازین ہائے مرصع و تمام ڈیرہ سواران چار یاری اور دو رجمنٹ پیدل اردل جلو میں سوا کرتی تھیں اور شاہ سے گدا تک ہر ایک شخص بسنتی پوش ہوا کرتا تھا، بلکہ در و دیوار بھی بسنتی نظر پڑتے تھے - اور مہاراج مٹھیاں روپیوں کی بھر بھر کر تصدیق کرتے اور پھینکتے ہوئے تا مزار پر انوار حضرت حسین کے پہنچتے اور بعدہ سواری سے اتر، پاپیادہ ہو، بارادت تمام، مع روسائے عالی مقام، پیر برہنہ، خانقاہ کے دروازے سے اندر جاتے تھے - پھر شلک سلامی کی ہوتی تھی - پھر گیارہ سو روپیہ نقد مع دو شالہ بسنتی خانقاہ پر نذر چڑھا کر، جبیں سائی کے بعد رونق افزائے خیمہ شاہی ہوتے تھے - وہاں عرش سے فرش تک تمام بسنتی اشیاء موجود و حاضر ہوتی تھیں - پھر حسب معمول خود، یعنی ایک بروز دسہرہ اور دوسر بروز بسنت، تمام ملازمین سے نذریں علی قدر مراتب لے کر با خلعت ہائے فاخرہ ہر ایک کو سرفرازی بخشتے تھے - اور پھر عطر، عنبر و گلال بطور شروع جشن ہولی اڑتا تھا - پھر لالہ رخان حوروش، یعنی تمام طوائفان لاہور و امرتسر جو حسب الحکم اس روز وہاں حاضر ہوا کرتی تھیں، مجرائے شاہانہ ادا کر کے نوبت بنوبت بتقریب تفریح طبع سرکار ناچ میں مشغول ہو کر بانعامات

Marfat.com

گوناں گون سرافراز ہوا کرتی تھیں - اور جو نذر کا روپیہ و اشرفی اس روز مہاراج کی خدمت میں (ص ۶۱) جمع ہوتا تھا وہ بتقریب انعام یوم بسنت خدمتگاران کو، تقسیم ہو جاتا تھا 'بلکہ ماسوا اس کے ایک ایک ماہ کی تنخواہ تمام فوج سواری و پیادہ کو بطور انعام تقسیم ہوتی تھی - جب وقت غروب آفتاب قریب ہو جاتا تو پھر سواری مہاراج کی بوضع سابقہ برآمد ہوا کرتی تھی اور اسی طرح روپیہ ٹکیاں پھینکتے ہوئے داخل قلعہ ہوتے تھے -

انگریزی عہد میں

اور اب بھی بعملداری سرکار انگریزی دام اقبالہ یہاں بروز بسنت کمیٹی اسپاں مقرر ہوئی ھے یعنی آج کے دن حسب الحکم حکام اچھی اچھی نسل کے گھوڑے دور و نزدیک سے یہاں آتے ھیں اور بعد ملاحظہ و پسند حکام والا مقام انعام ھائے مناسب مالکان اسپاں کو تقسیم ہوتا ھے - اور جو ماسوا اس کے گھوڑا کسی کے پسند آوے وہ اچھے داموں بک جاتا ھے - اس سے حوصلہ تاجران اسپاں کا بڑھ گیا ھے 'کیونکہ بشرط تحقق انعام ملتا ھے اور صدہا گھوڑے بعد یافتگی انعام بک جاتے ھیں - چنانچہ آج ایک گھوڑا نسل عربی برنگ سبزہ کو پچاس روپیہ تو انعام ملا اور اسی وقت ایک صاحب بہادر نے وہ گھوڑا اس کے مالک سے بقیمت مبلغ تیرہ سو روپیہ خریدا - بازار میں اس کے واسطے شاید کوئی پانسو روپیہ دیتا - اب بتقریب تقرر اس کمیٹی کے اچھی اچھی نسل کے گھوڑے پنجاب میں موجود ھیں - حق تو یوں ھے کہ اس کمیٹی سے لطف میلے کا دوبالا ہو جاتا ھے -

حضرت شاہ مسکین امری المشہور پیر عنبری رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۳۸۸) حال ان کا یہ ھے کہ یہ حضرت خادم بلا واسطہ حضرت میاں میر کے ھیں -

(ص ۳۸۹) اصلی نام ان کا پیر عنایت اللہ لاہوری ھے - چندے مجذوب بھی رھے اور اپنے پیر کے بہت مطبوع و مرغوب تھے -

(ص ۳۸۸) مرارھا کرامات ان سے سرزد ہوئیں -

وجہ تسمیہ پیر امری یہ ھے کہ آپ بحین حیات خود اکثر اس جگہ پر جہاں اب روضہ ھے رھا کرتے تھے - گرد و نواح اس مقبرہ کے صرف زمین بارانی و بنجر تھی - یعنی کوئی چاہ نہ تھا - ایک روز حضرت میاں میر صاحب نے ان کو فرمایا : کہ اب تم امری زمین کے ساکن ہو - یعنی وھن بغیر چاہ خدا کے امر سے زراعت ہوتی ھے - اس واسطے نام نامی آپ کا شاہ مسکین امری مشہور ہو گیا -

Marfat.com

کہتے ھیں کہ یہ حضرت بڑے مسکین مزاج تھے اس واسطے لقب آپ کا مسکین شاہ ھو گیا
۔

وفات ان حضرت کی سال ایک ھزار ستاون میں، حسب تحریر صاحب خیرالعاشقین بروز دوشنبہ واقع ھوئی ۔

احوال حضرت جمال قادری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۶۲۲) حال ان کا یہ ھے کہ یہ حضرت دو بھائی حقیقی تھے ۔ ایک شاہ جمال دوسرے شاہ کمال ۔ یہ ھردو صاحبان اسم بامسمی صاحب جمال و کمال تھے ۔ اولاد ان کی تا حال بمقام سیالکوٹ موجود ھے ۔

شجرہ حسبی

(ص ۶۲۷) شجرہ ان کا یہ ھے کہ :

حضرت شاہ جمال صاحب کے مرشد کا نام حضرت مخدوم ککرا بیگ اور وہ خادم حضرت شاہ مشرف کے اور وہ حضرت معروف شاہ کے اور وہ حضرت جعفردین کے اور وہ حضرت فیہ دین کے اور وہ حضرت شاہ شہاب الدین سہروردی کے اور وہ حضرت جنید بغدادی کے اور وہ مرید حضرت سری سقطی کے اور وہ مرید حضرت معروف کرخی کے اور وہ حضرت حبیب عجمی کے اور وہ حضرت داؤد طائی کے اور وہ حضرت حسن بصری کے اور وہ حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے، رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

دمدمہ کی تعمیر

(ص ۶۲۲) حضرت نے بحین حیات خود یہ دمدمہ اول سات منزلہ واسطے سکونت اپنی کے، اس زمانہ میں کہ جب سرائے گولیاں والی بن رھی تھی، اس طرح سے کرایا کہ جو راج مزدور صبح کو سرائے گولیاں والی میں کام کرتے تھے وھی لوگ رات کو حضرت کے دمدمہ کی عمارت میں مصروف رھتے تھے ۔ حضرت کا یہ معمول تھا کہ اگر کوئی ایک پہر کام کرے خواہ دو پہر حضرت مزدوری کامل یومیہ کی المضاعف معمول سے عطا فرماتے تھے ۔

جب یہ ہفت منزلہ دمدمہ ایسا بلند سن ایک ھزار میں تیار ھو چکا تو اس کے اوپر سے نگاہ بڑے بڑے مکانات بلند پر پڑنے لگی ۔ اتفاقاً نواح دمدمہ ھذا میں کسی شہزادی بنت اکبر بادشاہ کی حویلی تھی ۔ اس نے دیکھا کہ اس سے بے ستری ھماری متصور ھے ۔ وہ ناراض

Marfat.com

ہوئی اور حضرت کو کہلا بھیجا کہ اگر کوئی امیر ایسی حرکت کرتا تو سزا پاتا ' مگر تو فقیر ہے کچھ کہا نہیں جاتا - لازم ہے کہ اس کو گرا دو - آپ نے فرمایا : کہ اچھا ہم اس مکان کو نیچا کرا لیتے ہیں - مگر یاد رہے کہ تیری حویلی کا بھی عنقریب نام و نشان نہ رہے گا بعد اس کے بوقت شب آپ نے دھمال یعنی رقص بحالت (ص ۶۲۳) وجد عارفانہ کیا - دمدمہ دو منزلہ ' جواب موجود ہے ' باقی رہ گیا اور بقیہ پانچ منزلیں زمین میں غرق ہو گئیں - یہ کرامت دیکھ کر سب لوگ حضرت کے معتقد اور مطیع جاں نثار ہوئے - چرچا حضرت کا فقیر و امیر میں پھیل گیا - اکثر لوگ حضرت کی خدمت میں واسطے حصول فواید کے آنے لگے -

ایک اور کرامت

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک ہندو ' قوم کھتری بہل مسمی ودھومل ' کہ آپ کی خدمت میں مدت سے بحصول اولاد حاضر ہوتا تھا ' حاضر ہوا اور چند خربوزہ آپ کی خدمت میں بطریق نذر لایا - آپ نے ان میں سے دو عدد خربوزہ اس کو عنایت فرما کے اور آپ مشغول نماز ہوئے - اس نے سمجھا کہ آپ نے یہ خربوزہ مجھ کو واسطے تراشنے کے عنایت کئے ہیں - اس خیال سے وہ خربوزوں کو چھیلنے لگا - جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ ایک خربوزہ چیر چکا تھا اور ایک باقی تھا - آپ نے فرمایا : کہ یہ تو نے کیا کیا ' ہم نے تجھ کو دو خربوزے بدیں مراد دیے تھے کہ تو گھر میں لے جائے اور زوجہ کو کھلائے - تیرے گھر میں دو فرزند نرینہ جناب الٰہی سے عطا ہوں ' اب تو نے ایک خربوزہ چیر ڈالا ' مگر جو باقی ہے اس کو گھر میں لے جا اور عورت کو کھلا ' اگر دونوں خربوزے تیرے گھر میں ثابت جاتے تو دو بیٹے پیدا ہوتے - اب بھی دو فرزند ہوں گے مگر اتنا فرق ہے کہ ایک ہندو اور ایک مسلمان ہمارا خادم ہو گا - تجھ کو لازم ہے کہ ایک بیٹا ہماری نذر کرنا -

بعد چندے اس کے گھر میں بیٹا تولد ہوا - اس سے ارادت اس کی زیادہ ہوئی - قدرت الٰہی سے بعد چار سال کے ایک اور فرزند اس کے یہاں ہوا - مگر وہ مجنون پیدا ہوا - یہ دیکھ کر وہ ودھومل کچھ خوش اور کچھ حیران ہو کر اس کو حضرت کی خدمت میں لے آیا - آپ نے اس کا نام شیخ فخرالدین رکھا - جب وہ بڑا ہوا تو حضرت نے ایک مکان لاہور میں محلہ جوڑے موری اس کو خرید دیا - چنانچہ اب تک وہ مکان ' مکان شاہ جمال مشہور ہے - وہ شیخ فخرالدین حضرت کا دل و جان سے خادم جان نثار صاحب عیال و اطفال ہو کر اس مکان میں رہنے لگا - فقط -

ایک دن کا ذکر ہے کہ شاہ جمال صاحب نے وہاں زیر مکان تشریف لا کر آواز دی کہ

Marfat.com

اے فخرالدین اپنا عیال اور اسباب اس گھر سے باہر نکال لے - اسی وقت اس نے سب کچھ نکال کر عرض کی کہ اب گھر میں سوائے ظروف گلی اور کچھ نہیں - آپ نے فرمایا : کہ اچھا - قدرت الٰہی سے فوراً" وہ مکان گر پڑا - فقط -

وفات

(ص ۶۲) جس حجرہ کی بابت راقم نے تحریر کیا ہے کہ آپ اس میں بحین حیات چلے گئے اور منہ اس کا فخرالدین کو کہ کر بند کرا دیا - اس کی بابت تمام شیخ لوگ متفق البیان ہیں کہ حضرت بحین حیات اس میں اکثر عبادت کیا کرتے تھے - ایک دفعہ اس میں چلہ بیٹھے تھے ' قدرت الٰہی سے بعد تیس روز کے ' کہ ابھی چلہ ختم بھی نہ ہوا تھا ' کہ یکایک در بیرونی کی سقف گر گئی اور آپ بیچ میں آ گئے - خدام نے چاہا کہ حضرت کو نکالیں مگر اندر سے آواز ہوئی کہ جو کچھ ہونا تھا سو ہو گیا - اب ہمارا پردہ فاش نہ کرو بلکہ لازم ہے کہ در حجرہ بند کر کے اوپر نشان قبر بنا دو - پس اسی وقت تعمیل حکم ہوئی - اور بعض اشخاص بیان کرتے ہیں کہ یہ حجرہ اسی طرح اس وقت بھی تھا - آپ اس میں بوقت ظہر تشریف لے جا کر بوقت عصر باہر آیا کرتے تھے - ایک روز چہارم ربیع الثانی ۱۰۶۱ھ کو بروز پنجشنبہ حضرت نے حسب معمول اندر تشریف لے جا کر خدام کو حکم دیا : کہ دروازہ باہر سے مسدود کر دو - شیخ فخرالدین نے تعمیل کی - پھر خواب میں اشرہ فرمایا کہ اوپر قبر بنا دو -

تاریخ وفات ان کی بروز پنجشنبہ چہارم ربیع الثانی ۱۰۶۱ھ -

اولاد شیخ فخرالدین

(ص ۶۲۳) زاں بعد چندے شیخ نتھو بن شیخ فخرالدین ہوا - شیخ نتھو کے دو فرزند تھے - ایک شیخ اعظم دوسرا شیخ رمضانی - تاریخ تولد شیخ رمضانی کی " زہے طیب رمضانی " اور وفات بارہ سو انیس ہے - شیخ رمضانی کی اولاد سے تو امیر بخش اور اس کا بیٹا فتح محمد اور شیخ اعظم کی اولاد سے سلام الدین و نبی بخش موجود ہیں -

جائیداد اور معافیاں

شیخ فخرالدین نے ایک بیٹھک اور ایک مکان کا کرایہ جس کے نیچے چار دکانیں ہیں ' نذر حضرت شاہ جمال مرحوم کر کے حوالہ شیخ احمد بخش نواسہ و فرزند متبنی اپنے کے کیا کہ اس کے کرایہ سے عرس اور مرمت خانقاہ حضرت کی ہوا کرے -

Marfat.com

(ص ۶۲۴) عہد شاہان سلف سے ایک چاہ مع زمین مزروعہ ۳۲ گھماؤں مدد خرچ خانقاہ کے واسطے واگذار ' خارج از جمع تا قیام خانقاہ ' معاف ھے - زر آمدنی اس کی عرس و مرمت شکست و ریخت میں صرف ھوتی ھے - فقط -

جاروب کش

زبانی شیخ امیر بخش حوالدار و نبی بخش اولاد فخرالدین مرحوم کے واضح ھوا کہ سن گیارہ سو تک شیخ نتھو بن شیخ فخرالدین عرس یہاں کا زر آمدنی زمین و مکان سے کرتا رھا - پھر شیخ نتھو کے یہاں دو فرزند ھوئے ' ایک شیخ رمضانی دوسرا محمد اعظم - شیخ اعظم کے یہاں چھ فرزند ھوئے ' ایک شیخ لدھا' دوسرا شیخ برھان ' تیسرا شیخ قدرت اللہ - چوتھا شیخ مہر بخش ' پانچواں حافظ امان اللہ - چھٹا سیف اللہ - پھر شیخ امان اللہ کے یہاں تین فرزند ' ایک ناصر بخش دوسرا اشرف الدین تیسرا بدرالدین - ناصر بخش کے یہاں دو لڑکیاں اور بدرالدین کا بیٹا سلام الدین موجود ھے - اور شیخ قدرت اللہ کے یہاں شیخ لطف اللہ اور لطف اللہ کے یہاں ایک بیٹا شیخ نبی بخش جو موجود ھے - اولاد شیخ سیف اللہ سے ایک شخص مسمی شیخ حیدر بخش ھے -

جب شیخ رمضانی ھوش پکڑی تو اسنے اپنے باپ کو کہا : تم یہاں حضرت کی مزار پر کوئی شخص مجاور بٹھاؤ تا کہ زر آمدنی وہ لیا کرے اور عرس میں کیا کروں گا - اس نے مسمات سوبھاں خاکروب معلن نومسلم کو یہاں بطور جاروب کش مقرر کر دیا - جب وہ فوت ھوئی تو اس کی دختر مسمات کریماں ' جو مسمی ھدایت اللہ سے بیاھی گئی اور اس کی لڑکی میر تقی سے منسوب ھوئی - پھر میر تقی جاروب کش مقرر ھوا - بعد اس کے میر قاسم علی فرزند اس کا سلطان شاہ اور فتح علی شاہ بن سید احمد بن قاسم علی مجاور ھیں -

شیخ امیر بخش و نبی بخش بیان کرتے ھیں کہ سلطان شاہ اور فتح علی شاہ بدستور آباو جداد خدمت خانقاہ نہیں کرتے - صرف بروز جمعرات جا کر سو چڑھت لے آتے ھیں اور تخمینا تین سو روپیہ سال کی آمدنی ھے - اب لازم ھے کہ ایک شخص من جانب جاروب کشاں خواہ وہ خود ان کا ملازم وھاں ھروقت حاضر رھا کرے - اگر ایک آدم وھاں کا جاروب کش مقرر کر دیں گے یا خود بیٹھیں گے - الغرض اولاد شیخ فخرالدین ان جاروب کشوں سے بیزار ھیں - فقط -

(ص ۶۲۴) عملداری سکھاں ودمہ مذا پر کوئی شب باش نہ ھوتا تھا ' کونکہ کئی لوگوں نے وھاں شیر دیکھے اور ھر طرح سے ھیبت آتی تھی - اب شیخ امیر بخش مذکور جو حوالدار

Marfat.com

ہے گاہ گاہ وہاں رہتا ہے ' خصوصا بروز جمعرات ۔

موضع اچھرہ میں اب تک دستور ہے کہ تمام لوگ ہندو ' مسلمان شیر اپنے مویشی کا بروز جمعرات وہاں دیتے ہیں ۔

عرس

میلہ ان کا کچھ ایسا بڑا نہیں ہوتا ۔ صرف شیخ لوگ اور چند اشخاص عام و خاص جمع ہوتے ہیں ۔ اس روز چند دکانیں کبابی و حلوائی وغیرہ لوگوں کی وہاں جاتی ہیں ۔

(ص ۶۲۳) بروز عرس تمام شیخ ساکنان (ص ۶۲۴) لاہور و قصور اور امرتسر آتے ہیں اور ماسوا اس کے صدہا مخلوقات شب باش ہوتی ہے ۔ رات کو بروز عرس ' کہ چہارم ربیع الثانی ہوتا ہے ' نان و حلوہ تقسیم کرتے ہیں اور ایک رات اور دن سرود و سماع مشایخانہ ہوتا ہے اور تمام لوگ اپنے عیال و اطفال زنانہ و مردانہ کو ہمراہ لے جا کر علیحدہ علیحدہ ڈیرے دمدمہ پر کرتے ہیں ۔ اور نسبت و ناطہ ہر ایک شیخ کی لڑکی لڑکے کا بھی وہاں ہوتا ہے ' جب تک وہاں بیٹھ کر شیرینی تقسیم نہ ہو تب تک نسبت ناطہ جایز و پختہ نہیں ہوتا ۔ اور اگر کسی نے شیخوں میں سے نذر و نیاز دینی ہوتی ہے وہ بھی وہاں ہی جا کر تقسیم کرتا ہے ۔فقط ۔

شیخ لوگ حضرت شاہ جمال کا ادب یہاں تک کرتے ہیں کہ اب تک ان کی قسم کوئی نہیں کھاتا ۔ کرامتیں ان کی ہزارہا مشہور ہیں ۔

قدیمی معمول ہے کہ بروز عرس جو زر چڑھت نقد و جنس بغیر اشیاے خوردنی آوے وہ مال سجادہ نشیناں ہو ۔ اس میں ایک غلاف قبر ' جو اس روز بہت وہاں چڑھتے ہیں ' شیخ امیر بخش کو ملتا ہے ۔

حال سید جان محمد حضوری صاحب رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۵۲۱) حال اس کا یہ ہے کہ حضرت سید محمود حضوری مولوی بن سید شمس العارفین غوری ' جو ولایت غور سے لاہور میں آ کر محلہ حاجی سوائے میں سکونت پذیر ہوئے تھے ۔ سلسلہ آپ کا قادریہ ۔

وجہ تسمیہ حضوری

اور وجہ تسمیہ حضوری یہ ہے کہ جو کوئی شائق دیدار حضرت شاہ رسالت علیہ الصلوۃ

Marfat.com

والتحیتہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ادعائے زیارت کرتا تھا' تو آپ اسی وقت بازو اس کا پکڑ کر مجلس نبوی میں حاضر کر دیتے تھے - بعد حضرت سید محمود کے ان کے فرزند سید شاہ نور اور بعد ان کے صاحبزادے حضرت سید سرور دین - ان ہر چہار صاحبان سوالکان تک یہ کرامت رسول نمائی قائم رہی اور یہ ہر چہار بلقب حضوری مقلب رہے - مشہور ہے کہ جو شخص ایک دفع بوسیلہ جمیلہ ان حضرات کے مستفید بزیارت حضرت نبوی ہو جاتا' پھر وہ تارک دنیا ہو کر زاہد و عابد ہو جاتا تھا- فقط -

شجرہ حسبی

(ص ۵۲۴) شجرہ حضرت جان محمد حضوری کا یہ ہے کہ خادم سید نور اپنے والد کے اور وہ سید محمود کے اور وہ سید محمود کے اور وہ سید شمس الدین المشہور شمس العارفین کے اور وہ سید یعقوب کے اور وہ سید عبدالقادر کے اور وہ سید علی کے اور وہ سید مسعود کے اور وہ سید احمد شاہ کے اور وہ سید چھوٹے کے اور وہ سد ابوالفرح کے اور وہ سید عبدالوھاب کے اور وہ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے -

اولاد

(ص ۵۲۱) سید سرور دین کے (ص ۵۲۲) فرزند رشید حضرت سید عبدالوھاب اور ان کے فرزند رشید سید عبداللہ اور ان کے سید نور اور ان کے سید غلام محی الدین - ان کے یہاں دو صاحبزادے ہوئے' ایک سید حامد شاہ دوسرے سید محمود شاہ - حامد شاہ تو لاولد رہے اور سید محمود شاہ کے یہاں تین بیٹے ہوئے - ایک سید احمد شاہ اور دوسرے محمد شاہ تیسرے حسین شاہ - یہ تینوں لاھور میں اب موجود ہیں - حسین شاہ و محمد شاہ کار جلد بندی کرتے ہیں اور سید احمد شاہ مکتب دار ہیں -

•ض ۵۲۴) تحقیقات کاملہ سے دریافت ہوا کہ سید محمود شاہ صاحب کی وفات سترھویں ربیع الثانی بروز جمعہ ۹۴۲ اور سید شاہ نور صاحبزادے ان کے کی بروز دو شنبہ نہم رجب ۹۹۳ اور سید جان محمد حضوری کی بروز پنجشنبہ دھم رمضان ۱۰۶۴ اور سید سرور دین کی بروز جمعہ اکیسویں شوال ۱۱۰۰ اور سید عبدالوھاب کی پندرھویں ربیع الاول ۱۱۳۱ اور سید عبداللہ شاہ کی اکیسویں رمضان بروز دو شنبہ ۱۱۸۰ اور سید نور شاہ کی بارھویں ذوالحجہ ۱۲۱۰ اور سید غلام محی الدین کی ہفدھم محرم ۱۲۴۳ اور سید حامد شاہ کے چہارم دھم رجب المرجب ۱۲۴۸ بارہ سو اٹھتالیس اور سید محمود شاہ کی ۱۲۷۲ میں واقعہ ہوئی - اور یہ تمام حضرات حامد شاہ تک تو

Marfat.com

بڑے صاحب کمال ہوتے رہے بعد ازاں خیر۔

شہرت کا باعث

(ص ۵۲۲) اور باعث اس کا کہ یہ مکان بنام حضرت جان محمد حضوری کے مشہور ہے اور سید محمود شاہ کا نام کوئی نہیں لیتا، یہ ہے کہ ایک شخص عبدالصمد نام سوداگر مرید حضرت جان محمد حضوری کا تھا۔ جب حضرت جان محمد دھم رمضان ۱۰٦۴ ہجری مقدس کو رھگرائے عالم بقا ہوئے، تو اس نے یہ دونوں روضہ، یعنی سید محمود صاحب اور سید جان محمد صاحب مع مسجد متصلہ مقبرہ تعمیر کئے۔ چونکہ وہ خادم حضرت جان محمد کا تھا، ان واسطے یہ مکان انھیں کے نام سے اشتہار پاگیا۔

درگاہ کی خدام

اس خانقاہ پر اکثر اوقات بلکہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی فقیر مجذوب یا سالک معتکف رہتا ہے۔ چنانچہ سابق میں تاجی شاہ مجذوب، جن کی مزار میدان زین خان میں ہے، یہاں رہا کرتے تھے۔ بعد ازاں عظیم شاہ و مستان شاہ۔ عرصہ پچپن سال کا گذرتا ہے کہ ایک عورت مسماۃ راجن یہاں رہتی تھی۔ وہ کوئلے یعنی زغال کھاتی اور ہر ماہ ایک دفعہ فصد کراتی تھی۔

(ص ۵۲۴) اب اس خانقاہ پر ایک فقیر مسمی الٰہی شاہ ضعیف خادم ان کا حاضر رہتا ہے۔ یہ الٰہی شاہ بیٹا غلام شاہ کا ہے جو خادم نور شاہ کا تھا۔

(ص ۵۲۷) اب یہاں جو الٰہی شاہ خادم رہتا ہے اس کی عمر نوے سال کی ہے، اور باپ اس کا غلام شاہ، جو بعمر اسی سالہ ہو کر فوت ہوا تھا مرید حضرت نور شاہ کا تھا۔ اب عرصہ ایک سو پچاس سال سے یہ ہی خادم چلے آتے ہیں۔ اس (ص ۵۲۸) طرح سے کہ غلام شاہ بعمر بستت سالگی خادم حضرت نور شاہ صاحب کا ہوا تھا، ساٹھ برس برابر خدمت کر کے فوت ہوا۔ پھر اس کا بیٹا الٰہی شاہ روز تولد سے یہیں ہے۔ اب الٰہی شاہ کی جورو سے دو بیٹے موجود ہیں، ایک شمس الدین، دوسرا سلابت شاہ۔ وہ بھی صاحب اولاد ہیں۔ د اولاد شمس الدین و سلابت شاہ بایں تفصیل ہیں، قایم دین، نظام دین، تاج دین، محمد دین، امیر شاہ، نورالدین، ایک دختر۔

اب معمول یہاں کا یہ ہے کہ جو آمدنی چڑھت آتی ہے سو الٰہی شاہ لیتا ہے اور وہ ہی بھنڈارہ بروز عرس گدائی کر کے کرتا ہے۔ اولاد حضرت کو کچھ غرض نہیں۔ وہ بروز عرس

Marfat.com

علیحدہ علما جمع کر کے کھانا کھلا دیتے ھیں - فقط -

(ص ۵۳۱) نتیجہ تحقیقات کا یہ ھے کہ اصل مالک و وارث اس مکان کے اولاد جان محمد حضوری اور قدم سے الہٰی شاہ جاروب کش' خادم -

(ص ۵۳۱) شجرہ (خادمی) حضرت جان محمد حضوری رحمتہ اللہ علیہ

اوپر تحریر ھو چکا ھے کہ اس خانقاہ پر الہٰی شاہ فقیر خادم ان کا بطور سجادہ نشین ھے - وہ الہٰی شاہ خادم سید حامد شاہ کا اور سید حامد شاہ خادم سید غلام محی الدین کا اور وہ سید نور کا اور وہ سید عبداللہ قادری کا اور وہ حضرت شاہ محمد حضوری کا اور وہ شمس العارفین کا اور وہ شیخ یعقوب کا اور وہ سید عبدالقادر ثانی کااور وہ سید محمد غوث کا اور وہ سید شمس الدین کا اور وہ سید شاہ میر کا اور وہ حضرت مسعود کا اور وہ سید علی کا اور وہ سید احمد کا اور وہ سید صوفی کا اور وہ سید ابو نصر کا اور وہ شیخ عبدالوھاب کی اور وہ جناب محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اپنے والد ماجد کے اور وہ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کے اور وہ حضرت شیخ ابوالحسن علی ھنکاری کے اور وہ شیخ ابوالحسن علی ھنکاری کے اور وہ شیخ ابوالفرح طرطوسی کے اور وہ شیخ عبوالواحد کے اور وہ شیخ ابوبکر شبلی کے اور وہ حضرت خواجہ جنید بغدادی کے اور خواجہ سری سقطی کے اور وہ شیخ معروف کرخی کے اور وہ شیخ داؤد طائی کے اور وہ حبیب عجمی کے اور وہ حضرت خواجہ ابوالحسن بصری کے اور وہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین کے -

حضرت سید محمود حضوری کا عرس

(ص ۵۲۴) اول ہمیشہ قدیم الایام سے بتاریخ ۱۷ ربیع الثانی عرس حضرت سید محمود صاحب کا اس طور سے ھوتا تھا کہ چند اشخاص جمع ' خصوصا" لوھار اور سبزہ فروش شب باش ھو کر فاتحہ کراتے تھے - بعد ازاں ۱۲۶۰ میں چرچا زیادہ تر ھوا اور چند مدت ناچ رنگ شروع رھا - اب یہ معمول ھے کہ بروز مقرری عرس ھوتا ھے اور فقرا جمع ھو کر بھنڈارہ نان گوشت دال نخود تقسیم رتے ھیں ' مگرچنداں اژدھام خلایق عوام الناس کا نہیں ھوتا -

معافیاں

(ص ۵۲۸) سید احمد شاہ و حسین شاہ و محمد شاہ اولاد حضرت کے پاس ایک فرمان شاھی اجلاس عالمگیر بادشاہ اس مضمون کا کہ پنیشھ بیگھہ زمین مزروعہ علاقہ برھمی شاھپور مضاف

Marfat.com

صوبہ دار السلطنت لاہور کے بنام مسمات نور خاتون سلبا بعد صلب معاف رہے ' اور یہ مسمات زوجہ حضرت جان محمد حضوری کی تھی ' بتائید جس کے ایک پروانہ مہری مہاراجہ رنجیت سنگھ ' جس کی مہر میں اکال سہائی رنجیت سنگھ بخط فارسی کندیدہ ہے ' مرقومہ اکیسویں صفرالمظفر ۱۲۱۴ ان کے پاس موجود ہے ۔ فقط ۔

(ص ۵۲۹) نقل فرمان عالمگیری جس کا طول ایک گز اور عرض آدھ گز ہے

اول بسم اللہ الرحمن الرحیم بخط عربی شنجرف سے تحریر ہے اور کنارہ پر مہر ۔ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نیچے بخط طغرا برنگ سرخ یا ایہا الناس اطیعواللہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم ' محی الدین اورنگ زیب بادشاہ ' لکھا ہے ۔ اور مہر کی صورت یہ ہے ۔

دریں وقت فرمان والا شان سعادت نشان شرف صدوریافت کہ مازی شصت و پنج ۶۵ بیگہ زمین افتادہ لایق زراعت خارج ازجمع از بڑھی شاہپور مضاف صوبہ پنجاب دارالسلطنت لاہور از خریف انتائیل دروجہ مدد معاش مساۃ نور خاتون وغیرہ بموجب ضمن مقرباشد کہ حاصلات آن رافصل بفصل و سال بسال معیشت خودھا نمودہ بدعای دولت ابد پیوند مواظبت می نمودہ باشد ۔ میباید کہ احکام و عمال و جاگیرداران و کروڑیان حال و استقبال حکم والا مستمر

Marfat.com

دانستہ زمین مذکور راپیمودہ و چک بستہ بتصرف آنہا باز گذارند و اصلا تغیر و تبدل را دران راہ ندھند و طلب مال و جہات و اخراجات مثل خلعہ و پیشکش و جریانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و پیکانہ و دستکانہ و وہ نیمی و مقدمی و جلدوی قانونگوی و ضبط مرسلانہ بعد از مزاحمت نرسانند و درین باب ھر سال سند مجدد نطلبند' و اگردر محل دیگر چیزی داشتہ باشد اعتبار نکنند - بتاریخ دوازدھم شہر ربیع الاول ۱۴ جلوس تحریر یافت - فقط -

سادات بھاکری سے تعلقات

(ص ۵۲۲) بعدہ ناطہ نسبت ان حضرات کی اولاد کا سادات بھاکری سے ھونے لگا - اس رابطہ سے ان کی قبریں بھی یہاں ھونے لگیں - تشریح رشتہ داری ان کی سادات بھاکری سے یہ ھے کہ سید محمود صاحب کی صاجزادی جناب سید عبدالواسع کے صاجزادے سید عبدالخالق بھاکری سے منسوب ھو کر بیاھی گئی -

سادات بھاکری

اور حال سید عبدالخالق کا یہ ھے کہ وہ بن عبدالواسع بن عبدالملک حمید الدین جو ساکن قدیم بھاکر کے تھے' بعد ازاں سرھند میں آکر متمکن ھوئے اور ھفتم ماہ محرم ۸۰۰ ھجری میں شہید ھو کر وھیں دفن ھوئے - چنانچہ قبر حضرت عبدالواسع کی سرھند میں تا حال موجود ھے - بعدہ اولاد سید عبدالخالق کی (نواسہ حضرت سید محمود کی) یہاں لاھور میں آرھی اور قبور ان کی اسی احاطہ میں ھوتی رھیں - تفصیل قبور ان کی (ص ۵۲۳) حال عمارت احاطہ میں تحریر ھو گی - اول مختصر احوال بھاکری (و سید محمود' جان محمد حضوری) کا تحریر ھوتا ھے -

واضح ھو کہ سید عبدالخالق بعد شادی لاھور میں سکونت پذیر ھوئے - مکان مسکونہ ان کا محلہ سید سر میں تھا' جو اب اجڑ کر زمین مزروعہ ھو گیا ھے' مگر تا حال ایک تالاب مشتہر سید سر شمال رویہ خانقاہ جان محمد حضوری اس حد میں موجود ھے - اور تمام خلق اللہ اس کا ادب کرتی ھے - عبدالخالق بہت متعبد ولی کامل ھے - بحین حیات حضرت کے ھزارھا اشخاص حاجتمند حضرت کی خدمت میں لے جاتا وہ حکم فرماتے کہ اس تالاب میں اس کو غسل دے دو - بمجرد غسل دینے کے شفا پاتا تھا - چنانچہ اب تک اکثر اشخاص عام و خاص الفال سایہ زدہ کو' اور جن کے بدن پر دنبل ھوں' اس تالاب پر لے جا کر غسل کراتے ھیں' بمجرد غسل شفا کلی حاصل ھو جاتی تھی - اور منت وھاں کی تاحال ککی کے پھلے' یعنی

Marfat.com

مکی بریاں، جو وھاں لے جا کر بعد غسل تقسیم کرتے ھیں۔

شجرہ سادات بھاکری

(ص ۵۳۳) اصل حال ان کا زبانی سراپا مہربانی جناب شاہ فرد دیوان سیادت، مطلع غزل نجابت مشفقی مکرمی سید قطب شاہ صاحب بھاکری بن سید اسماعیل بن سید غلام شاہ بن سید عبدالرحیم شاہ بن سید عبداللہ شاہ بن سید عبدالقادر بن سید عبدالوھاب بن سید عبدالرزاق بن سید عبدالخالق بن سید عبدالوسع بن سید عبدالملک المعروف سید حمید الدین بن سید عبدالغفور بن سید فضل الدین بن سید ظہیرالدین بن سید درویش محمد بن سید فخرالدین بن سید علاءلدین بن سید سلطان صدرالدین خطیب اللہ بن سید محمود مکی بن سید محمد شجاع نور اللہ بن سید ابراھیم بن سید ابوالقاسم بن سید زید بن سید جعفر بن سید حمزہ بن سید ھارون بن سید عقیل بن سید اسماعیل بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن حضرت امام تقی بن حضرت امام محمد تقی بن حضرت امام موسی رضا بن حضرت امام موسی کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام ھمام کو نظام کونین سید الشہدا امام مظلوم جناب امام حسین بن جناب صاحب ھل اتی معنی انما یرید اللہ حضرت امام علی المرتضیٰ اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین و علیہ السلام کے یوں واضح ھوا کہ:

وجہ تسمیہ سید سر

وجہ تسمیہ سید سر یہ ھے کہ سید عبدالملک صاحب مقام بھکر سے تشریف فرمائے مقام اڑیسہ ھوئے اور چندے وھاں سکونت پذیر ھو کر آخر کار شہید ھوئے۔ بعد ازاں صاحبزادے ان کے سید عبدالواسع، جد کلاں سید قطب شاہ صاحب جو ناقل اس حال کے ھیں، بحضور سکندر شاہ بن شیر شاہ بادشاہ ملازم ھو کر وارد لاھور ھوئے۔ اور بعد چندے مقام سرھند میں مفسدہ بقال جو عہد اکبر میں ھنگامہ آرا ھوا تھا، شہید ھوئے۔ اور ان کے صاحبزادے مسمی سید عبدالخالق صاحب مرحوم نے یہاں بمقام لاھور، جہاں اب یہ موضع سید سر ھے مکانات خرید کر بود و باش اپنی مقرر کی۔ اس اثنا میں حضرت سید محمود صاحب مولوی، جد بزرگوار حضرت جان محمد حضوری صاحب مرحوم، محلہ سوائے میں سکونت پذیر تھے، چنانچہ ناطہ ان کے ان سے بایں تجویز ھوئے کہ حضرت سید محمود ممدوح مرحوم نے ناطہ صاحبزادی اپنی کا جناب سید عبدالخالق صاحب مرحوم کے ساتھ کر دیا۔

Marfat.com

من بعد سید عبدالخالق صاحب جو نہایت صاحب عبادت اور ولی کامل اور عالم متبحر تھے ' انھوں نے یہاں ایک مدرسہ علم دینی کا مقرر کر کے ایک (ص ۵۳۴) تالاب خام کھدوایا ۔ اس وجہ سے اس محلہ کا نام سید سر ہو گیا ' کیونکہ سر زبان پنجابی میں تالاب کو کہتے ھیں ' یعنی سید کا تالاب ' قس علی ھذا امرت سر سندوک سر ' اور آپ خود اس مدرسہ میں مدرس مقرر رھے ۔ اس اثنا میں رجوع خلقت کا حضرت کی خدمت میں بباعث زھد و ریاضت بدرجہ تمام ھو آیا ۔ چنانچہ ھزارھا خلقت صاحب الغرض حضرت سے مستفید ھونے لگے اور جد بزرگوار من جزو ہیچ میرز ' یعنی نور احمد چشتی مصنف کتاب ھذا بھی جب شاہجہان آباد سے وارد لاھور ھوئے تو انھوں نے بھی یہاں حویلیاں خرید کر باغ وغیرہ تعمیر کرائے ' چنانچہ یہ حال مفصل تمام درج دیباچہ و حال حضرت پیر مہکا ھو چکا ھے ۔ اور شاید اس حال کے قبالجات اسکنہ اجداد سید قطب شاہ صاحب و قبالجات موجودہ فقیر خانہ ھیں ۔ فقط ۔

جب حضرت سید عبدالواسع صاحب شہید ھوئے اور صاحبزادے ان کے سید عبدالخالق تارک الدنیا ھو کر متعبد اور مدرس ھو بیٹھے تو بادشاہ کی طرف سے واسطے مدد معاش ان کی کے جاگیر مفصلہ ذیل عطا ھوئی ۔

موضع راواں میں قریب ھزار دام ۔ بھری جو بندی میں ایک سو پچاس بیگھہ زمین مزروعہ ۔ بھری ایضا در موضع صالح پور دخان چالیس بیگھہ ۔

پھر تو چرچا ان حضرت کا ایسا پھیلا کہ جو کوئی مریض اس وقت حاضر الخدمت ان کے ھوا کرتا تھا تو آپ اس کو اشارہ فرمایا کرتے کہ اس تالاب میں غسل کر لو ۔ بفضلہ تعالی بمجرد غسل کے شفائے کامل ھو جایا کرتی تھی ۔ (ص ۵۳۳) وفات ان کی گیارھویں رمضان المبارک ۹۰۷ ھجری میں واقع ھوئی ۔ مزار ان کی اس احاطہ میں بطرف جنوب مقبرہ سید نور کے زیر درختوں کے موجود ھے ۔

(ص ۵۳۴) بعد ازاں جب سید عبدالخالق صاحب رھگرائے عالم بقا ھوئے تو حسب اعتقاد لوگ بدستور حین حیات ' غسل تالاب مذکور یعنی سید سر ' سے مستفید ھوتے رھے ۔ ابتدا میں شکریہ اس غسل صحت کا تقسیم شیرینی الایچی دانہ مقرر تھی ' اور اب مضمون کل یوم ابتر ' بجائے الایچی دانہ ' پھلے جو ھمشکل اس شیرینی کے ھوتے ھیں ' مقرر رھے اور اب تک یہ نذر وھاں چڑھائی جاتی ھے ۔

(ص ۵۳۲) فیض اس مکان کا تادم حال یہ ھے کہ اکثر اشخاص اطفال مرضا کو وھاں لے جاتے ھیں اور بعد غسل پھلے یعنی دانہ بریاں مکی و نان ھائے شیریں تقسیم کرتے ھیں ۔

Marfat.com

اور فی زمانا علی الخصوص ان اطفال کو وھاں لے جاتے ھیں کہ جن کے بدن پر مرض خارش و شور پیدا ھو جاتی ھے اور ماسوا اس کے اطفال سایہ زدہ جو روز بروز لاغر ھوتے جاتے ھیں - فقط -

(ص ۵۳۵) اب جو کمترین واسطے معاینہ سید سر کے گیا تو عجب قدرت الٰہی نظر آئی - کہ نہ تو کوئی نشان مدرسہ باقی ھے اور نہ کھنڈر ھائے عمارات پایا جاتا ھے - ھائے افسوس بقول چشتی لحرہ

فقط مہمان اک دم کے بھروسا ھے نہیں اس کا
لیاقت دیکھو ان لوگوں کی کس جینے پہ مرتے ھیں

ھر اک بخیال فرعونی یہی چاھتا ھے کہ میرا مکان سب سے بلند اور وسیع اور خوشنما ھو ' مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ برائے گذاشتن ھمیں قدر بس است - اب تالاب منورہ میں بجائے فیضان عام زراعت صاحب الاغراض حسب عادات عدیمہ وھاں جاتے ھیں اور اس زمین سے خاک لے کر پانی میں ملاتے ھیں اور اس سے اطفال مریض کو غسل کرا لاتے ھیں (فقط -

اولاد سید عبدالخالق

(ص ۵۳۳) بعدہ صاحبزادے ان کی سید عبدالرزاق - وہ بھی صاحب کرامات ھوئے - سلسلہ ان تمام حضرات کا قادریہ ھے چنانچہ شجرہ ان کا بھی درج ذیل ھو گا - وفات ان کی بیست و یکم رمضان ۹۴۳ ھوئی - پھر صاحبزادے ان کے سید عبدالوھاب وفات ان کی چودھویں محرم ۹۹۸ - بعد ان کے سید عبدالقادر ' وفات ان کی پانچویں ربیع الاول ۱۰۳۵ - بعدہ ان کے صاحبزادے سید عبداللہ ' وفات ان کی نہم رمضان ۱۰۹۰ - پھر صاحبزادے ان کے سید عبداللہ 'وفات ان کی ھفتدھم محرم ۱۱۴۰ - بعد ان کے سید غلام شاہ ' تاریخ وفات ان کی بستم ربیع الاول ۱۱۸۱ ھجری - پھر صاحبزادے ان کے سید اسماعیل شاہ وفات ان کی گیارھویں ربیع لاأول ۱۲۳۱ - قبور ان حضرات کی ' بجز غلام شاہ صاحب کے ' اسی احاطہ میں ھیں -

(ص ۵۳۴) جب تک کہ شہر بیرونی لاھور آباد تھا یہ سادات اس پر قابض رھے - اور جب شورش سکھاں در صدد تخریب لاھور ھوئی اور ھزارھا خاندان عالی شان تتر بتر ھو کر نکل گئے ' تو سید غلام شاہ صاحب بھی اسیر پنجہ آفت ھو کر اپنے مکانات بزرگان کو چھوڑ کر علاقہ گجرات میں بعدہ تحصیلداری بحکومت زمینداران جٹ مقرر ھو کر وھیں سکونت پذیر

Marfat.com

ھوئے اور اب ان کی اولاد میں سے (ص ۵۲۳) سید اسماعیل کے چار صاحبزادے فی زمانا موجود ھیں - ایک سید محمد شاہ ' دوسرے سید حسن شاہ ' تیسرے سید مہتاب شاہ ' چوتھے سید قطب شاہ - جو موضع جبو تحصیل لاھور میں سکونت پذیر ھیں - لوگ ان کا ادب آداب بہت کرتے ھیں (ص ۵۳۴) مگر اب برادر خرد ان کا یعنی (ص ۵۳۵) قطب شاہ لاھور کے محلہ مولیاں متصل ستھاں و لاھوری منڈی میں آ رھے ھیں - اور اب تک صلاحیت ان کے خاندان میں موجود ھے ' چنانچہ عرصہ تیس سال سے سید قطب شاہ صاحب دایم الصوم رھتے ھیں اور بقیہ صاحبان زراعت پیشہ ھیں - اور صاحبزادہ سید قطب شاہ صاحب کا ' مسمی شیر شاہ میڈیکل کالج میں تعلیم پا کر پشاور میں نیو ڈاکٹر مقرر ھو گیا ھے -

پیر روڑاں والا

(ص ۳۸۴) ایک شخص معمر نظام الدین نامی نے ' جن کی عمر ایک سو سات سال کی ھے ' بیان کیا کہ نام ان حضرت کا میر عبداللہ شاہ گیلانی ھے - اول یہ حضرت شہر گیلان سے ایران میں تشریف لائے - اتفاقاً" صاحبزادہ نواب علی مردان خاں مرحوم کا ایسا سخت محموم تھا کہ اطبا اس کے معالجہ سے مجبور تھے - جب نواب علی مردان خاں نے تذکرہ ان کے آنے کا قندھار میں سنا تو ان کو عنت و سماجت ایران سے طلب کیا - مجرد استعمال تعویذ تپ اس کا دور ھو گیا - پھر علی مردان خاں نے اس لڑکے کو حضرت کا خادم کیا -

بعد ازاں حضرت سیر کناں ھند میں تشریف لا کر شاجھان آباد میں رھے - رجوع خلقت کا آپ کی طرف بہت ھو آیا - اتفاقاً آپ بیمار ھوئے - ان ایام میں نواب مردان خان آگرہ میں تھا - جب اس نے سنا تو آپ کو وھاں طلب کیا - جب بیماری سخت ھوئی تو خانقاہ مع گنبد عالی شان غرب رویہ شہر آگرہ کے تعمیر کرائی - قدرت الہی سے بعد چندے آپ کو شفا ھوگئی -

علی مردان خان کو بادشاہ کے یہاں سے حکم روانگی بجانب لاھور ھوا - آپ بھی ھمراہ تشریف لے آئے - ایک روز نواب صاحب سے ارشاد کیا کہ تیری وفات لاھور میں واقع ھو گی - اپنا گنبد ایسا بنوا کہ دنیا میں یادگار رھے - چنانچہ اس نے حسب الحکم آپ کے اپنا روضہ بنوایا اور درخواست کی کہ میں آپ کا بھی روضہ بنواتا ھوں - آپ نے کہا: کہ ھمارے واسطے تو نے آگرہ میں گنبد بنوایا ' مگر جناب الہی میں منظور نہ ھوا - لہذا ھمارا منشا ھے کہ ھمارے واسطے (ص ۳۸۵) ھمارے روبرو تو ایک قبر بے تکلف سادہ بنوا دے - چنانچہ جیسی آپ نے فرمائی اس نے قبر بنوا دی - جب قبر تیار ھو چکی تو آپ بروز پنجشنبہ

Marfat.com

۲۵ محرم ۱۰۶۶ھ‘ دو سال اول وفات علی مردان خان سے فوت ہوئے اور اس جگہ میں مدفون ہوئے۔

بعد وفات

علی مردان خان تاحین حیات ہمیشہ بروز پنجشنبہ آپ کی مزار پر حاضر ہو کر تقسیم طعام غربا کو کرتا اور ہر روز پھول بکثرت آپ کی قبر پر بھیجتا تھا۔ ازاں جاکہ کئی ڈھیر گلہائے خشک و تر کے آپ کے مزار پر لگے رہتے اس باعث سے اس نواح کا نام بھی بڑی پھلواڑی ہوگیا تھا اور اب تک نواح گنبد علی مردان خان و مکان ھذا بنام بڑی پھلواڑی مشہور ہے۔

کرامت مشہورہ ان کی اور وجہ تسمیہ بنام پیر روڑاں والا یہ ہے کہ ان کی قبر پر روڑے ہمیشہ پڑے رہتے ہیں۔ جس کسی کو بیماری تپ کی ہوئی ہے وہ وہاں سے ایک روڑا اٹھا کر لے جاتا ہے اور اس کو تاگے میں باندھ کر گلے میں ڈال لیتا ہے۔ بفضل الٰہی اکثر صحت ہو جاتی ہے۔ بعد صحت وہ شخص حتی المقدور نذر وہاں لا کر چڑھاتا ہے۔ فقط۔
زمینداران چنت گڑھ کی زبانی معلوم ہوا کہ اکثر شیریں روٹیاں ان کی نذر مقررہ ہے۔

ذکر حضرت ابو تراب المشہور بشاہ گدا رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۶۲۹) اصلی نام ان کا سید ابو تراب‘ المعروف شاہ گدا‘ سید حسینی قادری شیرازی ہیں۔ یہ حضرت بعہد ہمایوں شاہ بادشاہ شیراز سے لاہور میں تشریف لائے۔ مشرب ان کا رندانہ قلندرانہ تھا۔ آخری عمر میں بمقام گجرات بخدمت حضرت سلطان المشائخین خواجہ وجیہ الدین گجراتی مشرف ہو کر ولی کامل ہوئے۔ بعد (ص ۶۳۰) وفات مرشد ارشد کے پھر لاہور میں آئے تو بہت سے رؤسائے لاہور ان کے خادم ہوئے۔

نسب نامہ

نسب نامہ حضرت کا یہ ہے کہ سید ابو تراب المعروف شاہ گدا بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید اسد الدین بن زین العابدین بن سید یونس بن سید عبدالوھاب بن سید عبدالہادی بن سید ابوالبرکات بن سید انور علی بن سید عبداللطیف بن سید محمد شریف بن سید ابوالمظفر بن سید عبدالباقی بن سید ابوالحسن علی بن عبدالعزیز شیرازی بن سید عبداللہ بن سید محمد امین بن سید قدرت اللہ بن سید موسیٰ بن سید مسعود بن سید صادق بن سید احمد بن سید

Marfat.com

حسن بن سید زید ابن سید جعفر بن سید محمود بن سید ھارون بن جناب حضرت موسی کاظم بن زین العابدین بن سید الکونین امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین بن حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام ۔

شجرہ حسینی

جب ان کے شجرہ حسینی کی تلاش کی گئی تو بعد تلاش واضح ھوا کہ یہ حضرت بخدمت حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی کے مشرف ھوئے اور وہ بخدمت حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری ؑجو مصنف کتاب جواھر خمسہ کے ھیں ' اور وہ بخدمت شیخ ظہور حاجی اور وہ بخدمت حضرت شیخ ابوفتح ھدایت اللہ سرمست اور وہ بخدمت شیخ قاضی قادری اور وہ بخدمت شیخ عبدالروف اور وہ بخدمت محمود قادری اور وہ بخدمت شیخ عبدالغفار اور وہ بخدمت شیخ محمد قادری اور وہ بخدمت شیخ عبدالرحیم اور وہ بخدمت ابوبکر تاج الدین اور وہ بخدمت حضرت قطب الا قطاب غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ۔

اور شیخ وجیہ الدین کو سوائے اجازت طریق قادریہ کے اجازت تلقین طریقہ شطاریہ میں تھی ' جس کا ذکر حالات حضرت فتح شاہ میں تحریر ھوچکا ھے ۔ قطعہ تاریخ وفات حضرت وجیہ الدین گجراتی بقول صاحو مخزالوا صلین :

قدوہ اصفیا وجیہ الدین   عالم حق نما وجیہ الدین
علوی بود آن ستودہ صفات   مسقطالراس مدفنش گجرات
عقل تاریخ نقل آن بنوشت   علوی صاحب محال بہشت
گفتہ ام سال نقل او بیقین   خلد مسکن عجب وجیہ الدین

خلفا

اور شاہ گدا صاحب کے چھ خلیفہ ھوئے ۔ ایک قاضی محمد افضل المعروف افضل گدا ۔ (ص ۶۳۳) یہ حضرت دھلی سے روانہ ھو کر بخدمت حضرت میاں میر بمقام انار کلی' جہاں اب چلہ حضرت میاں میر کا ھے ' حاضر ھوئے ۔ حضرت میاں میرؒ نے پوچھا کہ آپ کس واسطے آئے ھیں ۔ قاضی گدا نے عرض کی کہ آپ کی زیارت کے واسطے آیا ھوں ۔ شاہ میر صاحب نے فرمایا : کہ اچھا زیارتیں کرو۔ پھر قاضی گدا نے کہا : کہ ھم سنتے ھیں کہ اس جگہ شاہ گدا صاحب فقیر غیر شرع ھیں ۔ شاہ میاں میر صاحب نے فرمایا : کہ تم ان کو صاحب شرع کرنے کے واسطے آئے ھو ۔ قاضی نے کہا : کہ میں کون ھوں ؟ شرع جناب

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ھے ' جو کچھ احکام قرآن شریف اور حدیث کے ھوں گے سو بیان کروں گا - میاں میر صاحب نے فرمایا : کہ اگر ھمارے کہنے کو منظور کرو تو ان کے ساتھ تکرار نہ کرنا کیونکہ وہ ظاھر میں مست اور باطن میں سالک ھیں - قاضی نے کہا کہ اچھا میں ان کے پاس نہیں جاتا - میاں میر صاحب نے فرمایا : کہ جاؤ اور زیارت کرو مگر گفتگو بے ادبانہ زبان پر نہ لانا - قاضی افضل وھاں سے روانہ ھو کر بمقام حضرت شاہ گدا کے آئے - دیکھا کہ حضرت گدا صاحب کا آدھا بدن اندر عمق زمین کے اور باقی اوپر ھے اور سرنگوں بطرف کعبہ شریف پڑے ھوئے ھیں - قاضی صاحب نے جا کر السلام علیکم کیا ' انھوں نے کچھ جواب نہ دیا - دوسری بار پھر سلام کہا تو پھر بھی جواب نہ ملا - تیسری دفعہ پھر السلام علیکم کیا - تب شاہ گدا صاحب نے سر اٹھا کر جواب سلام علیکم دیا اور پھر سر اپنا نیچے جھکا لیا - قاضی محمد افضل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پھر اونچا فرمائیں کہ میں نے زیارت آپ کی بخوبی نہیں کی - حضرت شاہ گدا نے پھر سر اونچا کیا - قاضی صاحب نے عرض کیا : کہ حضرت آپ کے لبوں کے بال بڑے بڑے ھیں ' اگر فرماؤ تو درست کر دوں - آپ نے فرمایا کہ اچھا تم جانو ' جو چاھو سو کرو ' مجھ کو حکم شرع سے کچھ انکار نہیں - قاضی صاحب نے مقراض سے موی لب ان کے درست کر دیئے اور کہا : کہ اب آپ کا چہرہ نورانی ھو گیا ' منہ پر ھاتھ پھیر کر دیکھو - حضرت شاہ گدا صاحب نے فرمایا : کہ آپ کا چہرہ بھی نورانی ھو گیا ' تو بھی مہربانی کر کے منہ پر ھاتھ پھیرو - جب اس نے ھاتھ پھیرا تو بال داڑھی اور مونچھوں کے بالکل بدن (ص ۶۳۴) سے علیحدہ ھو کر ھاتھ میں آ گئے اور انڈے سے نکل آئے - پس ھاتھ باندھ کر قدموں پر گر پڑے اور استدعاے معافی تقصیر کی - آپ نے فرمایا : کہ ھم غیر شرع ھیں ' تم کسی صاحب شریعت کے پاس جاؤ - وہ خاموش ھاتھ باندھ کر بیٹھ رھے - ازانجا کہ ولی ولی را می شناسد ' حضرت شاہ میر نے اپنی جگہ پر معلوم کر لیا کہ قاضی محمد افضل کے ساتھ کچھ واردات ھوئی ھے - حضرت میر صاحب نے بھی وھاں قدم رنجہ فرمایا - حضرت شاہ گدا تعظیما اٹھ کھڑے ھوئے اور ستر برھنگی کے واسطے ایک کمبل اپنے اوپر لپیٹ لیا - شاہ میر صاحب نے فرمایا : کہ حضرت یہ قاضی آپ کا غلام معصوم ھے ' اس پر مہربانی کرو - انھوں نے فرمایا : کہ یہ شمشیر باطنی ھے ' آپ اس شمشیر کو میان کرو - دوسری مرتبہ پھر حضرت شاہ گدا صاحب نے فرمایا : کہ تم بھی کرو - پھر حضرت شاہ میر نے فرمایا : کہ یہ آپ ھی کا غلام ھے اور رھے گا ' آپ ھی توجہ فرمایئے آخر شاہ گدا صاحب نے قاضی صاحب کو کہا کہ آپ پھر منہ پر ھاتھ پھیر لے - جب قاضی

Marfat.com

نے ھاتھ پھیرا تو دیکھا کہ ریش اور مونچھیں ثابت اور سالم ھو گئی ھیں - اسی وقت روبرو حضرت شاہ میر صاحب کے حضرت کے قدموں پر گرا اور کہا: کہ آپ میرے مرشد ھوئے - پھر حضرت شاہ گدا صاحب نے تسلی دی اور فرمایا کہ اچھا بیٹھو - بعد ازاں جو مال ' گھوڑا ' ہاتھی وغیرہ ان کے پاس تھا وہ سب کا سب شاہ میر صاحب کو دے دیا اور کہا کہ یہ مال فی سبیل اللہ لوگوں کو دے دو - حضرت شاہ میر رخصت ھو کر اپنے مکان پر چلے آئے اور قاضی صاحب نے بخدمت حضرت شاہ گدا کے رہ کر تکمیل پائی - اب ان کی خانقاہ برابر خانقاہ (ص ۶۳۰) شرق رویہ شاہ گدا صاحب موجود - دوسرا قاضی فاضل گدا 'جن کی مزار دھلی میں ھے -

تیسرے شاہ جمال حسینی (۶۳۴) شاہ جمال صاحب ساکن روتاس تھے چنانچہ مزار ان کی بھی روتاس میں ھے - ان ایام میں ذی اختیار علاقہ روتاس میں ' سوا لاکھ کی جاگیر کے منصب دار تھے - ایک روز ان کی رو برو کوئی شخص چور گرفتار ھو کر آیا- جس کی نسبت بعد تحقیقات سزاے دار تجویز ھوئی - اتفاقاً حضرت شاہ گدا صاحب وھاں جانکلے - چور مذکور نے حضرت کو دیکھ کر بصد منت و لجاجت کہا: کہ یا حضرت مجھ کو یہاں سے براے خدا بچاؤ - حضرت نے براہ ترحم اس کی سفارش کی - شاہ جمال نے قبول نہ کی - آپ نے فرمایا: کہ بابا ھم تم بھی مجرم ھیں - اگر عفو کرو گے تو غفار الذنوب کے قہر سے بچو گے - شاہ جمال نے خفا ہو کر کہا: کہ جاؤ ' چڑ چڑ نہ کرو' میں نے تم جیسے ٹھگ فریبی بہت دیکھے ھوئے ھیں - حضرت یہ جواب سن کر روانہ ھوئے اور خدا کی جناب میں التماس کی کہ بار خدایا اس کو چشم بینا عنایت کر - حضرت چند قدم آگے ھوئے تھے کہ اس کے دل میں قلق پیدا ھوا ' بلکہ حکومت سے دل برداشتہ ھو کر حضرت کے قدموں پر سر رکھ کر بصد التجا کہنے لگا: کہ حضرت گناہ معاف فرمائیں - آپ نے فرمایا: کہ بابا ھم ٹھگ اور فریبی ھیں - ھمارے (ص ۶۳۵) پیچھے کیوں آتے ھو - انھوں نے عرض کی: کہ حضرت آپ ایسے ٹھگ ھیں کہ مجھ کو بھی ٹھگ کر لیے جاتے ھیں - الغرض حضرت نے مہربانی کی نظر فرمائی اور خادم کیا - شاہ جمال نے سب مال و متاع لٹا دیا اور حضرت کی خدمت میں چند مدت شب و روز حاضر رہ کر ولی کامل ھو گیا اور ایسا رشد پایا کہ سوا لاکھ فقرا نے ان سے بیعت کی اور اب تک بڑا بھاری سلسلہ ان کا جاری ھے -

(ص ۶۳۰) چوتھے لال گدا بہلول ' قبر ان کی متصل فتح شاہ - پانچویں فقیر احمد ' مزار ان کی بھی شرق رویہ مائل بشمال باھر چار دیواری حضرت شاہ گدا کے ھے -

Marfat.com

چھٹے حضرت شاہباز دھوبی' ان کا سلسلہ (ص ۴۳۱) تمام ملکوں میں جاری ہے۔

شہباز دھوبی

(ص ۴۳۵) اور فی زمانا اجھل لوگ جو فقیران شاہ گدا کو طنزا"گدھے ترائینی کہتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک شخص شہباز دھوبی قوم ہندو ساکن لاہور' جو ڈبی بازار میں رہتا تھا' کسی کام کے واسطے شاجہان آباد کو جاتا تھا۔ اور زیر مکان حضرت شاہ گدا صاحب کے راستہ دھلی کا تھا۔ جب یہاں پہنچا تو واسطے آگ لینے کے اندر آیا۔ اتفاقا اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی پانچ سو روپیہ کی تھی' بوقت آگ لینے کے دھیں بھول گیا۔ بعد ایک ساعت کے جب اس کو روپیہ یاد آیا تو مضطرب الحال ہو کر واپس آیا اور اس مکان میں تلاش کرنے لگا۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا: کہ بابا اگر روپیہ تلاش کرتا ہے تو ہماری دھونی میں موجود ہے۔ اس نے جب روپیہ سالم پایا تو دل و جان سے حضرت کا معتقد ہو کر گر پڑا اور غلبان محبت سے حسب رواج ہندوان کہنے لگا: کہ یا حضرت آپ نارائن یعنی خدا ہیں۔ آپ اس بات سے سخت ناراض ہوئے کہ بندہ کو خدا کہنا مناسب نہیں اس کلام سے اس کے دل میں زیادہ تاثیر ہوئی' چنانچہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اور ان روپیوں سے اس نے یہ مسجد و چاہ موجودہ بنوایا اور زھد و ریاضت میں مصروف ہو کر صاحب کمال ہوا۔ چنانچہ اب تک سرھند میں خدام اس کے سلسلہ میں چلے آتے ہیں اور ان کا معمول ہے کہ بجائے پاجامہ کے دھوتی پہنتے ہیں اور اگرچہ کہ مسلمان ہیں مگر ماتھے پر قشقہ بھی کھینچتے ہیں۔

لکڑ شاہ

اور حضرت شاہ گدا صاحب کا ایک خادم لکڑ شاہ بڑا حاضر جواب تھا۔ چنانچہ ایک دن معزالدین جو بڑا تمسخر پسند تھا اور ٹھٹول باز تھا' اس نے نام اپنا کوھاڑا رکھا ہوا تھا' لکڑ شاہ کے پاس آیا اور کہا: کہ اے فقیر تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا لکڑ شاہ۔ معزالدین نے کہا میرا نام کوھاڑا ہے' اب میں تمھیں پھاڑتا ہوں۔ اس نے کہا: کہ میں لکڑ نہیں ہوں جو چیرا جاؤں بلکہ وہ لکڑ ہوں کہ جو کوھاڑے کی گانڈ میں ٹھوکتے ہیں۔ معزالدین یہ سن کر نادم ہوا اس کو انعام دے کر رخصت کیا۔

حضرت شاہ گدا کے مشاغل

Marfat.com

(ص ۶۳۳) کہتے ھیں کہ حضرت شاہ گدا اکثر بوضع مجذوباں بدن سے برھنہ رھا کرتے تھے اور اکثر اوقات یہ شعر بحالت جذب پڑھا کرتے تھے :

خود بود خدا بود علی بود گدا بود   در حضرت معبود علی بود گدا بود

(ص ۶۳۰) بقول قاضی محمد افضل صاحب گدا ' سجادہ نشین ان کے ' عمر ان کی ایک سو چودہ برس کی ھوئی اور وفات چہارم دھم شوال سن ایک ھزار اکتر۔ عرس ان کا بحساب شہور شمسی ماہ ھاڑ میں ھوتا ھے۔ (ص ۶۳۲) اب شاہ گدائیوں کا دستور ھے کہ بروز عرس چند فقرا جمع ھو کے فاتحہ دلا دیتے ھیں۔

سجادہ نشین

(ص ۶۳۱) اب یہاں کالے شاہ اور بڈھے شاہ ' جو چاچا کالے شاہ کا ھے ' سجادہ نشین ھیں۔ اور توسل ان کا حضرت سے ان واسطوں سے جا ملتا ہے۔

بڈھے شاہ و کالے شاہ خادم شادی شاہ کے اور وہ رفیق شاہ اور وہ جمعہ شاہ کا اور وہ کھاسے شاہ کا اور وہ مشتاق شاہ کا اور وہ مراد شاہ کا اور وہ نیم شاہ کا اور وہ کریم شاہ کا اور وہ قاضی محمد افضل گدا کا اور وہ حضرت شاہ گدا کا۔ فقط۔

اس مزار کی اب چودہ بیگھہ زمین مزروعہ قدیم سے معاف ھے۔ اس معافی کے پانچ حصہ کرتے ھیں۔ ایک تو کالے شاہ لیتا ھے اور دوسرا بڈھے شاہ 'تیسرا پری شاہ 'چوتھا خیر شاہ ' پانچواں ماموں شاہ برادر بڈھے شاہ ' خیر شاہ و ماموں شاہ بھتیجے اس کے ھیں ' وہ یہاں نہیں رھتے مگر حصہ لیتے ھیں۔

دوسرے فقرا سے تنازعہ

اگرچہ خادم طالب اس مکان کے بہت ھیں مگر مقام تعجب ھے کہ فقرائے زمان حال مدت مدید سے یہاں کے فقیروں کے ساتھ نہ کھانا کھاتے ھیں اور نہ پانی پیتے ھیں ' بلکہ حقہ تک سے نفرت ھے۔ ماسوا اس کے فی زمانا فقرائے شاہ گدا کو گدھا نرائینی یعنی خران نارائن کہتے ھیں۔ وجہ اس کی تحقیقات کاملہ بدقت تمام یہ معلوم ھوئی کہ بعد وفات شاہ گدا کے خادم ان کے بکثرت بڑھ گئے۔ جب شاہ جمال صاحب ان کے خلیفہ لاھور میں تھے تو یہ حال تھا کہ صدھا اشخاص ھر روز مرید ھوتے تھے۔ سن ایک ھزار اٹھتر میں ایسا معاملہ ھونے لگا کہ جہاں کہیں بھنڈارا ھو تو صاحب بھنڈارا ان لوگوں کی تقسیم سے تنگ ھو

Marfat.com

جاوے - جب سب فقرا کو وقت ہونے لگی تو یہ تجویز ہوئی کہ جس کے یہاں بھنڈارا ہو وہ شاہ گدا کے فقرا کو نہ بلاوے اور زر نقدی سور روپیہ ان کے مکان پر بھیج دیا کرے - حتی کہ مدت بھر ایسا ہوتا رہا - ایک روز کا ذکر ہے کہ مزار حضرت مادھو لال حسین کا عرس تھا۔ اتفاقاً ایک لڑکا' خدام شاہ گدائیوں میں سے' بے خبر وہاں چلا گیا - جب اس نے دیکھا کہ تمام فقرا کو بجز شاہ گدائیوں کے' حصہ بھنڈارا ملا ہے - تو اس نے خفا ہو کر سجادہ نشین کو کہا کہ عجب بات ہے کہ ہمارے یہاں سے تم کو برابر حصہ ملتا ہے اور تم نے ہم کو کچھ نہیں دیا' یہ کیسی فقیری ہے - یہ بات اس کو ناگوار گذری اور ایک طمانچہ اس کو مار کر کہا: چلا جا' کیا تو نے ہم سے اپنے باپ کا قرض لینا ہے - وہ طمانچہ کھا کر اپنے مکان پر آیا اور حضرت شاہ جمال سے یہ حال کہ سنایا - ان کے یہاں فقیر بکثرت تھے' سب مل کر وہاں گئے اور جاتے ہی اسباب بھنڈارا لوٹ لیا - انھوں نے اول ارادہ کیا کہ سرکار میں نالش کریں - بعد ازاں فقرا نے کہا کہ ایسے معاملات بادشاہ کے روبرو لے جانے مناسب نہیں - یہ فقرا کا خرخشہ ہے - کسی بزرگ کے روبرو پیش کرو - ان دنوں وزیر آباد کے نواح میں حضرت غلام یاسین صاحب بڑے نامی بزرگ تھے - وہاں نالشی ہوئے - انھوں نے شاہ گدائی فقیروں کو وہاں طلب کیا اور ہر دو فریق کو اشارہ مصالحت کا کیا - شاہ گدائیوں نے تو مصالحت قبول کی مگر لال حسینی فقیروں کی سرگروہی تھی' بلکہ اب بھی ہے' انھوں نے سب فقرا کو ممانعت کر دی کہ کوئی شخص شاہ گدائیوں سے لین دین بھنڈارے کا نہ رکھے - اس دن سے یہ بیچارے علیحدہ ہو گئے ہیں - اصل معاملہ موقوعہ یہ ہے - مگر جہلائے پنجاب اور روایات بتاتے ہیں' یعنی شاہ گدا صاحب نے بحضور حضرت جناب غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز کے سر دربار بے ادبی کی - مگر یہ امر درست نہیں' کیونکہ حضرت شاہ گدا صاحب حضرت غوث اعظم سے بہت پیچھے ہوئے ہیں - عرصہ چہار سال کا گذرا ہے کہ سب فقرا میں اجتماع ہو کر صلاح ہوئی کہ ان کو داخل فقرا کیا جاوے اور صوبہ شاہ گدا نے عرضی اس حال اجمیر شریف کی طرف روانہ کی - مگر وہاں سے کچھ جواب باصواب نہ آیا اور یہ صورت ایسی ہی رہی - فقط۔

حضرت میاں جان محمد امام مسجد قصاب خانہ والا

(ص ۴۷۴) یہ حضرت میاں جان محمد بڑے صاحب کمال عالم علوم ظاہری و باطنی تھے - تمام روز اس مسجد میں رہا کرتے اور عسرت کا یہ حال تھا کہ قوت لایموت وجہ حلال کے حصول کے واسطے محنت آسیا سائی کرتے تھے - ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت میاں وڈا

Marfat.com

صاحب نے کسی کام کے واسطے ان کو طلب فرمایا - جب آئے تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اے جان کہ اے جان محمد تم آسیا سائی کر کے اوقات بسری کرتے ہو ؟ انہوں نے عرض کی کہ ہاں صاحب اسی طرح اوقات بسری کر کے صابر و شاکر رہتا ہوں - یہ سن کر حضرت نے ان کو دعا خیر دی اور ایک تعویذ عنایت کی اکہ اپنے گھر میں لے جاؤ اور کسی برتن میں ایک دن رات رکھو (ص ۳۷۵) اور دوسرے روز یہ تعویذ ہم کو واپس لا دو - حضرت اس تعویذ کو اپنے گھر لے آئے - قدرت الٰہی سے دوسرے روز ایسا معاملہ ہوا کہ ان کا گھر پر از دولت ہو گیا' اور امیر کبیر بن گئے' اور کشائش و آسودگی تامہ نصیب ہو گئی -

بعد اس کے ان کا آوازہ فیض خاص و عام میں مشتہر ہوا اور صدہا خدام جوق جوق ہر طرف سے حاضر ہونے لگے - ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص سید مظہر بدرجہ کمال مفلوک گرفتار گردش فلکی ان کی خدمت میں مشرف ہو کر بعد بیعت عرض پرداز ہوا: کہ یا مولا عرصہ دس سال کا گزرتا ہے کہ میں نے پیٹ بھر کے روٹی نہیں کھائی' اگر بہزار مشقت حاصل ہوئی ہے تو اس طرح پر کہ صبح سے شام تک حیران و سرگردان رہا ہوں تو شام کو ایک آدھ پیسہ میسر ہوا ہے' اس پر یہ حیرانی رہتی ہے کہ اگر وہ آپ کھاؤں تو عیال کو کیا جواب دوں - آپ میرے حال پر اختلال پر توجہ فرمائیں تاکہ اس مصیبت سے نجات پڑوں - اور باول بریاں اور چشم گریاں یہ شعر پڑھ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا :

اغثنی مرشدا امدد بحالی تقبلنی ولا تردد سوالی

حضرت کو اس کے حال پر ملال پر رحم آیا - ارشاد فرمایا: کہ اے عزیز بعد نماز صبح کے ایک تسبیح سبحان اللہ کی بحضور قلبی پڑھا کر عرض کرنے لگا: کہ یا مولی اب بفضل الٰہی روٹی بفراغت حاصل ہو جاتی ہے - بعد زاں اس کو اجازت دی کہ اب ہمراہ سبحان اللہ کے والحمد للہ بھی دو سو دفع پڑھا کرو - پھر بعد ہفتہ آکر اس نے عرض کی : کہ اب آسودہ اور مرفہ ہو گیا ہوں - تیسری دفع انھوں نے اجازت دی کہ اب تمام کلمہ تمجید یعنی سبحان اللہ و الحمد للہ لا الہ الااللہ و اللہ اکبر ولا حول و لاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ہر روز پڑھا کرو - جب اس نے پڑھنا شروع کیا تو وہ بڑا متمول ہو گیا - ایک دن پھر وہ حضرت کی خدمت میں آیا - آپ نے فرمایا: کہ اب تیرا کیا حال ہے ؟ بیان کر - اس نے عرض کی کہ یا حضرت آپ کی عنایت سے اب یہ حال ہے کہ جب میں صحرا و میدان کو جاتا ہوں تو خزاین مدفونہ زمین مجھ کو آواز دیتے ہیں کہ ہم کو اٹھا لے چل - اب میرے گھر میں ہر طرح سے آسودگی

Marfat.com

ھے - فقط۔

جو تعویذ حضرت میاں وڈا صاحب نے ان کو عطا فرمایا تھا ' جب خزاین کبیر ان کے گھر میں جمع ہو گئے تو وہ اس تعویذ کو واپس دینے کے واسطے بخدمت حضرت میاں وڈا صاحب کے چلے - ان کے دل میں خیال آیا کہ نقل اس تعویذ کی ضرور اپنے پاس رکھنی چاھیے - چنانچہ نقل اس کی کرلی اور اصل کو بجنسہ میاں وڈا صاحب کے پاس لے گئے اور اجازت اس تعویذ کی لے لی -

(ص ۳۷۶)اور تاریخ وفات میاں جان محمد صاحب کی سن ایک ہزار بیاسی نہم ماہ صفر بروز دوشنبہ ہوئی -

میاں وڈا کا عنایت کردہ تعویذ

(ص ۳۷۵) بعدہ میاں جان محمد صاحب کے بیٹے حضرت حاجی صاحب ان کے سجادہ نشین ہوئے - کہتے ھیں کہ اس تعویذ کی اجازت سینہ بسینہ ان کے خاندان میں چلی آتی ھے - جس کو وہ یہ تعویذ دیتے ھیں مرفہ حال ہو جاتا ھے - ان کے خاندان کے (ص ۳۷۶) لوگ موضع چک مجاہد میں ' جو غرب رویہ دریاے چناب ھے ' موجود ھیں - چنانچہ ان میں سے ایک شخص مسمی حافظ درویش نبیرہ ان کا سن بارہ سو ستر میں لاھور آیا تھا - اس وقت یہ مسجد اور خانقاہ دوبارہ میاں احمد الدین سجادہ نشین درس میاں وڈا کے سپرد کر کے ان کو متولی بنا گیا اور حسب آرزو میاں احمد الدین کے وہ تعویذ بھی ان کو بتا گیا - چنانچہ نقل اس کی بجنسہ درج ذیل کرتا ھوں -

یہ تعویذ میاں احمد الدین صاحب کسی کو نہیں دیتے اور بہت مخفی رکھتے ھیں ' مگر انھوں نے کمترین کے اخلاص دل پر مہربانی فرما کر تعویذ عنایت کیا ور اجازت بھی عطا کی -

اگرچہ تحریر کرنا ایسی چیز کا کہ دستیاب نہیں ھوتی ' مناسب نہ تھا' مگر مثل مشہور ھے کہ کلام ربانی تو ضرور ھے مگر زبان بھی فریدانی چاھیے - حاصل کلام ھذا یہ ھی کہ اگر نقول وظایف سے فایدہ تام کسی کو ملتا تو پھر کاھے کو کوئی تلاش مرشد کی کرتا - صدھا کتابیں مثل جواھر خمسہ وغیرہ وظایف اور تعویذوں کی موجود ھیں مگر سوائے اجازت کسی اھل اجازت اور کامل کے کچھ فایدہ نہیں ملتا -

ازانجا کہ انھوں نے مجھ کو اجازت دی ھے لہذا میں تمام اپنے اخوان الزمان کو اس کے فیض سے مستفیض کرتا ھوں کہ جو کوئی اس تعویذ پر توجہ فرمائے ' تو کمترین کو بدعاے خیریاد کرے -

Marfat.com

معمول اس کا یہ ھے کہ ھر روز ایک چلہ برابر ایک ھزار درود شریف ھزارہ باروح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر نذر کیا کرے اور تعویذ لکھا کرے ۔ چلہ کے اس تعویذ کا عامل ھو جائے گا ۔ اور چونکہ یہ فیض حضرت میاں وڈا صاحب سے جاری ھوا ھے، چالیس روز تک بروز جمعرات ان کی مزار پر حاضر ھو کر فاتحہ ادا کیا کرے ۔

اور وہ تعویذ کہ فی الحقیقت حرز جان ھے یہ ھے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولاد

میاں جان محمد صاحب کے نو بیٹے تھے جن کی قبریں ان کی قبر کے پاس موجود ھیں، مگر اسما ان کے میاں احمدالدین صاحب کو بھی یاد نہیں ۔ صرف یہ معلوم ھی کہ ان کا فرزند مسمی حاجی صاحب بعد ان کے سجادہ نشین پدری ھوا ۔ اور بعد ان کے بیٹا ان کا مسمی عبدالحمید ۔ چنانچہ عبدالحمید کی اولاد اب تک موضع مذکور میں موجود ھے ۔

اب یہاں کوئی عرس وغیرہ نہیں ھوتا، مگر اولاد ان کی اپنے گاؤں میں فاتحہ سالانہ دلاتی ھے ۔

حال پزاوہ بدھو (فقیر عبدالحق)

(ص ۶۲۱) یہ پزاوہ لاھور سے شرق رویہ بفاصلہ تین میل کے ھے ۔ باعث مشہوری نام ان کے یہ ھوا کہ بعہد شاہجہانی بدھو نامی ایک کمھار خشت پز تھا ۔ باپ اس کا 'سدھو' بوقت عہد جہانگیری اس کام میں نامی کمھار تھا ۔ چونکہ اس کے عہد میں بادشاہ موصوف متوجہ عمارات ھوا تو اس نے دینے اینٹ کا بادشاہ سے اقرار کیا اور کئی پزاوے خشتوں کے چڑھائے ۔ ماسوا اس کے واسطے عمارات ابوالحسینی کے، کل اینٹیں اس کی معرفت لی گئیں ۔ اس دادو ستد میں اس نے کئی شخص اس کام کے واسطے مقرر کیے ۔ بھیر سے اجازت لے کر پزاوے چڑھائے، مگر یہ پزاوہ خاص اس کا موروثی تھا اور اس کا باپ سدھو بھی اسی

Marfat.com

پزاوے پر اینٹیں پکاتا تھا۔

فقیر عبدالحق

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک فقیر عبدالحق نام ' جو مرید حضرت میاں میر بالا پیر کا تھا ' عین بارش کی حالت میں اس کے پزاوے پر آیا ' اس دن سردی بہت چمک رہی تھی ' اس کے کارکنوں سے آگ طلب کی ' انھوں نے نہ دی ۔ چونکہ فقیر صاحب اس وقت بحالت جذب اور اپنے آپ سے بے خبر تھے ' برا بھلا کہنا شروع کیا اس حالت میں بدھو کی نسبت بھی کچھ کلمات سخت زبان پر لائے ' بلکہ گالیاں دیں ۔ چونکہ وہ نودولت ' فرعون بے سامان بنا ہوا تھا ' اس نے حکم دیا کہ اس دیوانہ پاگل کو مار کر نکال دو ۔ ملازمان نے ایسا ھی کیا ۔ انھوں نے بددعا دے کر فرمایا : کہ تیرا یہ پزاوہ خراب ھو جائے گا ۔ کہتے ھیں کہ بعد اس کے انھوں نے ھر چند آگ لگائی اور ھزارھا من پاچک دستی وغیرہ جلائے مگر اینٹوں کو کچھ تاثیر نہ ھوئی ۔ آخر اسی غم میں وہ حیران ھو کر بیمار ھو گیا ۔ اسی حالت میں ایک دن بدھو نے سدھو ' اپنے باپ کو ' خواب میں دیکھا کہ وہ کہتا ھے :اے کمبخت ! تجھ کو فقیر نے بددعا دی ھے ۔ اب تمام کام تیرا تتر بتر ھو جائے گا ۔ اگر بہتری چاھتا ھے تو اس سے جا کر تقصیر معاف کرا ۔ دوسرے روز وہ اس کی تلاش میں مصروف ھوا ۔ جب ملاقات ھوئی تو ان کے قدموں پر گر کر عفو تقصیر چاھی ۔ آکر وہ مہربان ھوئے اور فرمایا ۔ کہ جا اب پختہ ھونا اینٹوں (ص ۶۲۲) کا تو ممکن نہیں لیکن تیری پلی اینٹیں ' ناکارہ ' پختہ اینٹوں کے نرخ پر بک جائیں گی ۔ اتفاقاً اس اثنا میں نصرت خان المشہور نستر خان کا گنبد مقبرہ تیار ھونے لگا ۔ حسب شہرت انھوں نے بھی بدھو کو طلب کیا اور اینٹیں مانگیں ۔ اس نے کہا: کہ مجھ سے بایں جلدی اینٹیں بہم نہیں پہنچ سکتیں کیونکہ پزاوہ بباعث خام اینٹوں کے خالی نہیں ۔ چونکہ ان کو شوق عمارت ازحد تھا ' انھوں نے کہا : کہ یہ اینٹیں خام بھی ھم کو بحساب خشتہارے پختہ دے دے ھم بطور بھرتی بنیاد میں لگادیں گے ۔ ماسوا اس کے چند ھزار روپیہ اس کو بطور پیشگی دیا ۔ اس پر ھر ایک کہنے لگا کہ بدھو کا پزاوہ نارسیدہ ذی قیمت مطلوبہ بک گیا ۔ اکثر لوگ دیکھنے کے واسطے جانے لگے ۔ اس باعث سے آج تک نام اس کا مشہور ھے ۔ فقط۔

بعد ازاں سن ایک ھزار بیاسی میں وہ فقیر عبدالحق صاحب فوت ھو گئے ۔ ان کا روضہ بدھو نے شمال رویہ گنبد بہادر خان بنوایا جو اب تک موجود ھے ۔

Marfat.com

مابعد کے حالات

بعہد مہاراجہ رنجیت سنگ فراسیس متزل اوی طاویلہ صاحب بہادر نے اس کو مقام بلند ' ھوادار ' خیال کر کے اس کے اوپر کوٹھی عالیشان تیار کرائی - بباعث اس کے تشہیر اس کی زیادہ تر ھو گئی -

جنوب رویہ اس پزاوہ کے ایک تھڑاہ چونا گچ ' اس پر پانچ قبریں سفید نامعلوم الاسم بنی ھوئی ھیں - اب وہ کوٹھی بھی گر گئی - خالی پزاوہ بطور ٹیلہ کھڑا ھے -

حضرت عبدالرزاق

(ص ۱۲۹) اور نام ان کا عبدالرزاق ' سید ' مکی ' سبزواری ' ساکن غزنی ھے - (ص ۱۳۲) اور نام ان کا اگرچہ عبدالرزاق ھے مگر سید مکی کر کے مشہور ھیں -

(ص ۱۲۹) یہ حضرت بعہد سلطنت ھمایوں شاہ غزنی سے آکر زمرہ سپاھیاں میں نوکر ھوئے - پھر سن ایک ھزار ایک بخدمت حضرت موج دریا بخاری حاضر ھوئے اور تارک الدنیا ھو اور بعبادت حق مصروف رہ کر ولی کامل ھوئے -

(ص ۱۳۲) اول ارادت ان کی بخدمت حضرت موج دریا بخاری تھی جب وہ فوت ھو گئے تو یہ حضرت ھمیشہ حضرت موج دریا بخاری کے مقبرہ پر عبادت کے واسطے جاتے تھے اور رات بھر وھاں رھتے ' اور دن کو اس مقام پر جہاں اب روضہ ھے آرام پذیر ھوتے - اور یہاں ان کے واسطے ایک حجرہ اور دالان بنا ھوا تھا ' اور لوگوں کو فرمایا کرتے تھے کہ جب ھم فوت ھوں تو ھم کو اسی حجرہ میں دفن کرنا -

وفات

(ص ۱۲۹) اور وفات ان کی بسال ایک ھزار چوراسی وقوع میں آئی -

(ص ۱۳۳ا) اور تاریخ وفات حضرت عبدالرزاق صاحب مرحوم کی ' جو مفتی غلام سرور صاحب نے بوقت تصنیف کتاب ھذا بامید اندارج بھیجی ' سو درج کی جاتی ھے :

عبدالرزاق آن شہ والا مکان اھل کمال
سید ابرار ' حق آگاہ ' مکی ' متقی
سال و سن رحلتش سرور چون پرسید از خرد

Marfat.com

گفت ھادی سید دین ، شاہ مکی ، متقی

مسجد اور مقبرہ تعمیر

(ص ۱۳۲) چنانچہ حسب وصیت ان کی ، لاش مبارک ان کی یہاں ھی رکھی گئی اور مدت بھر قبر خام ھی رھی - اور مشہور ھے کہ اس وقت جمعرات کے دن شیر یہاں آیا کرتا تھا اور دم سے جاروب کشی کرتا تھا -

بعد اس کے ایک رات موج دریا بخاری اپنے متولی خانقاہ کے خواب میں آئے اور ارشاد کیا : کہ ھم کو جناب غوث الاعظم پیر دستگیر رضی اللہ عنہ سے حکم ھوا ھے کہ مقبرہ حضرت عبدالرزاق کا بنوا دیں - سو ھم تم کو حکم دیتے ھیں کہ ان کا مقبرہ تیار ھو جاوے اور سب لوگوں کو ھماری زبانی کہ دو کہ جو کوئی اس کی تعمیر میں روپیہ صرف کرے گا ، اس کو جناب الہی سے بہت ثواب ملے گا - صبح کو مجاور متولی نے اٹھ کر یہ ذکر عوام الناس میں بیان کیا - چونکہ حکم الہی اور خواھش ربانی اس میں تھی سو بمجرد استماع اس امر کے زر چندہ جمع ھونے لگا - جب بہت سا روپیہ جمع ھو گیا تو عبدالغفور نامی ایک شخص معمار دین دار مہتمم اس عمارت کا مقرر ھوا - جب یہ مقبرہ قریب الاختتام پہنچا تو مہتمم کے خواب میں حضرت عبدالرزاق آئے اور فرمایا: کہ اکثر اوقات پیران پیر اس مقام پر تشریف لاتے ھیں اور مقام نشست و برخاست کی تکلیف رھتی ھے - اس لحاظ سے میری خواھش ھے کہ متصل اس مقبرہ کے کہ مسجد عالیشان مسع تیار ھووے - ازانجا کہ روپیہ چندے کا بہت تھا ، اس نظر سے وہ مسجد بھی اسی روپیہ سے تعمیر ھوئی -

حضرت محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا

(ص ۳۹۴) یہ حافظ محمد اسماعیل صاحب بڑے ولی کامل صاحب تاثیر مشہور ہیں - خاندان ان کا سہروردیہ اور وطن قدیمی موضع ترکراں ، علاقہ پوٹھوھار - قوم کے کھوکھر- نام ان کے والد کا فتح اللہ بن عبداللہ خان بن سرفراز خان ، جس کا بھائی شنواز خان بڑا معزز آدمی اور منصب دار تھا - موضع ترکراں میں آباو اجداد میاں وڈا صاحب کے کار زراعت کیا کرتے تھے ، مگر میاں فتح اللہ والد ان کے ، صاحب علم ظاھری و باطنی ھو گزرے ھیں - مزار ان کی موضع جھب میں ، برلب دریائے چناب ، زیارت گاہ خلق اللہ ھے - فقط۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم

Marfat.com

میاں وڈا صاحب سن نو سو پچانوے میں تولد ھوئے - (ص ۴۰۸) تاریخ ولادت میاں صاحب مصنفہ مفتی غلام سرور' جو انھوں نے حسو تحقیقات فقیر موزوں فرمائی یہ ھے :

مناب شیخ اسماعیل مقبول ولی حق قبول لایزالی

چو جستم سال تولیدش نداشد خلیل اللہ اسماعیل والی

(ص ۳۹۴) بعد اس کے والدین ان کے نقل مکان کر کے موضع ترکراں سے بمقام موضع لنگر سے مخدوم عبدالکریم صاحب (جو لب دریائے چناب موجود ھے)' آرھے -

جب میاں وڈا پنج سالہ ھوئے تو حسو رسم شرعی ان کو بخدمت حضرت مخدوم عبدالکریم (جو عارف کامل اور متشرع فاضل تھے) واسطے استفادہ تحصیلی علمی کے' سپرد کیا - جب یہ بالغ ھوئے اور شوق علمی زیادہ ھوا تو انھوں نے خدمت اپنے استاد کی از حد شروع کی' اور استاد کی طرف سے ان کے واسطے خدمت آسیا سائی مقرر ھوئی -

ولایت کی نشانیاں

ایک روز کا ذکر ھے کہ بوقت معمولی آٹا استاد کے پاس نہ پہنچا تو انھوں نے ایک طالب علم کو ان کی پاس بھیجا کہ باعث دیر رسی آرد معلوم کرے - جب وہ درویش وھاں بمقام مسکونہ میاں وڈا صاحب پہنچا تو کیا دیکھتا ھے کہ میاں وڈا صاحب مشغول بتلاوت قرآن شریف ھیں اور چکی خود بخود بلا (ص ۳۹۵) امداد غیرے قدرت الٰہی سے نمونہ قدرت لایزالی ھو کر پھر رھی ھے - اس درویش نے یہ واقعہ نادرہ دیکھ کر حضرت مخدم عبدالکریم صاحب کو اطلاع پہنچائی - وہ خود وھاں تشریف لائے اور دیکھ کر متعجب ھوئے اور میاں وڈا صاحب کو فرمانے لگے کہ آج سے خدمت آسیاسائی جو تمھارے سپرد تھی موقوف کی گئی' کیونکہ تم کو تکلیف دینے سے تکلیف بعلم الغیب مقصو ھے - اس روز سے ان کے واسطے یہ خدمت مقرر ھوئی کہ تمام روز مشغول تحصیل علم رھا کرو اور فقط دو دفع دودھ ھمارے مویشیوں کا دوہ کر ھمارے یہاں پہنچا دیا کرو -

وہ چندے اس خدمت کو بھی بجا لاتے رھے - بعد زاں ھمسایگان مخدوم صاحب نے ان حضرت کو امین اور صالح ھر دلعزیز تصور کر کے ادعا کی کہ ھمارے یہاں کا دودھ بھی تم دوہ کر لا دیا کرو - وہ ان کا دودھ بھی لے آیا کرتے - فقط -

انھوں کی عادت تھی کہ تمام ظروف شیر کو ایک مجمع میں رکھ کر سر پر اٹھا لایا کرتے تھے - ایک روز ایسا معاملہ ھوا کہ مخدوم صاحب اپنے کوٹھے پر بیٹھے ھوئے کیا دیکھتے ھیں - کہ

Marfat.com

میاں وڈا صاحب کے سر پر سے قدرے بلند مجمع ظروف شیر اٹھا ہوا چلا آتا ہے - اس سے ان کو یقین ہوا کہ وہ ولی کامل ہوگئے ہیں - اسی وقت ان کو باعزاز تمام بلا کر فرمایا: کہ آپ ولی کامل ہو گئے ہیں اور یہاں برشتہ شاگردی و استادی میں تکلیف عاید حال آپ کے ہوتی ہے - مناسب ہے کہ تم یہاں سے تشریف لے جاؤ - انھوں نے ہرچند ادعا حاضرباشی کی - مگر انھوں نے قبول نہ فرما کر رخصت کیا - انھوں نے مقام و طرف روانگی پوچھی تو آپ نے اشارہ لب دریاے چناب فرمایا۔

موضع لنگے میں

آپ وہاں سے روانہ ہو کر برلب دریائے چناب ' جہاں ایک درخت شیشم سایہ فگن تھا ' آ کر بیٹھ گئے - بعد دو تین روز کے چند طالب علم ان کے پاس آ کر شاگرد ہوئے - بعد زاں چند عرصہ میں ایک سو چالیس طالب علم آپ کے پاس جمع ہو گیا -

من بعد قدرت الٰہی سے وہاں قحط پڑ گیا - حتی کہ آپ کے شاگرد بھی گرسنگی سے تکلیف پانے لگے - ایک روز کوئی ضعیفہ ایک روٹی پکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی - حضرت نے اس سے روٹی لے کر اس طالب علم کو (ص ۳۹۶) جو آپ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا عنایت کی اور اس نے دوسرے کو دے دی - القصہ اتنا تسلسل واقع ہوا کہ وہ روٹی مکرر حضرت کے پاس آ پہنچی - آپ یہ حال محبت باہم دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا: کہ اگر تم میں یہ محبت پیدا ہوگئی ہے تو بے شک علایق جسمانی سے تم آزاد ہو گئے ہو - اب تم اگر چاہو تو بطور طیور اڑ سکتے ہو - اس حالت میں آپ کو حالت ہوگئی اور حالت حالت میں بول اٹھے کہ تم سب کے سب اڑ جاؤ - یہ سنتے ہی وہ تمام اڑ گئے اور اپنے اپنے مقام متوطنہ میں پہنچ کر عارف کامل ہو گئے - بوقت طیر ایک طالب علم کو ' جس کا نام محمد فاضل تھا ' آپ نے عصاے مبارک مار کر کہا: کہ تو ہمارے پاس رہو - وہ گر پڑا - مگر صدمہ ضرب عصا سے لنگڑا ہو گیا -

واضح ہو کہ پنجابی زبان میں لنگڑے کو لنگا کہتے ہیں - اسی باعث اب جو موضع وہاں بمقام درخت شیشم آباد ہے ' اس کا نام موضع لنگے مشہور ہے - اب تک وہاں تدریس ہوتی ہے اور وہیں محمد فاضل لنگے کی قبر زیارت گاہ خلایق ہے -

لاہور میں

بعد اس کے میاں صاحب کو مخدوم صاحب سے باطنی ارشاد ہوا کہ لاہور میں چلے جاؤ -

Marfat.com

آپ بعمر تنتالیس سالہ یہاں لاہور میں پہنچ کر بمقام تیل پورہ (جو ایک محلہ بوقت آبادی لاہور شرق رویہ مشہور تھا، وھیں اب آپ کی قبر ھے۔ اس وقت جہاں محلہ تیل پورہ آباد تھا اب وھاں گورستان تیلیاں ھے اور بوقت کیندگی زمین اب بھی گاہ گاہ وھاں سے صابون کی چکیاں برآمد ھوتی ھیں۔) آکر ایک مسجد غیر آباد میں مقام کیا۔ بعد چندے دل حضرت کا اداس ھوا۔ آپ نیاراده کیا کہ یہاں سے چلے جاویں۔ اس وقت ایک سید بزرگ محمود صاحب (جن کا مقبرہ غرب رویہ درس میاں وڈا صاحب موجود ھے) اس محلے میں سکونت پذیر تھے۔ انھوں نے آپ کا ارادہ دریافت کر کے فرمایا: کہ آپ کو لازم ھے کہ آپ ایک چلہ یعنی چالیس روز مزار پر انوار حضرت پیر علی گنج بخش ھجویری رحمتہ اللہ علیہ معتکف رھیں۔ اس سے آپ کو تسکین کلی حاصل ھو گی۔ آپ نے ویسا ھی کیا۔ پھر تو صفائی کلی حاصل ھو گئی اور چند روز میں مجمع کثیر طالب علماں کا آپ کی خدمت میں جمع ھو گیا اور فتوحات (ص ۳۹۷) بدرجہ کمال ھو گئی۔

اس مسجد میں طالب علم نہ سما سکے آپ اس مسجد سے اٹھ کر اس مسجد میں جو اب بھی غرب رویہ خانقاہ موجود ھے آکر سکونت پذیر ھوئے۔ اتفاقا اس مسجد میں اس وقت ایک جوگی فقیر رھتا تھا۔ حضرت نے اس کو کہا: کہ یہ عبادت خانہ اھل اسلام ھے، تو یہاں سے چلا جا۔ اس نے انکار کیا جب تین دفع اس نے انکار کیا تو آپ نے چوتھی دفع خفگی تمام کہا کہ تجھ کو یہاں سے ضرور جانا ھو گا۔ اس نے کہا: کہ اگر میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو یقین ھے یہ مسجد بھی میرے ھمراہ چلے گی۔ آپ نے فرمایا: کہ اچھا اگر تیرے ساتھ جاتی ھے تو لے جا۔ اس نے بستر اپنا کندھے پر رکھ کر مسجد کو کہا: کہ اے میت میرے ساتھ چل۔ بمجرد کہنے کے وہ مسجد اپنی جگہ سے چل پڑی۔ آپ نے غصہ میں آکر ایک عصا دیوار مسجد کو مار کر فرمایا: کہاے مسجد تجھ میں تاقیامت تدریس و عبادتِ حق ھوتی رھے گی تو اس کے ساتھ مت جا۔ وہ مسجد ٹھہر گئی۔ کہتے ھیں کہ ضرب عصا سے، قدرے جنوب رویہ دیوار مسجد پھٹ گئی۔ چنانچہ بعہد شاجہانی پھر مرمت اس کی ھوئی۔ نشان مرمت موجود ھے۔ الغرض جوگی چلا گیا اور آپ نے وھاں درس پڑھانا شروع کر دیا۔

فیضان علم اور متفرق خوارق

(ص ۳۹۸) واضح ھو کہ یہ میاں وڈا صاحب علم فقہ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے، مگر تعجب یہ ھے کہ انھوں نے سوائے قرآن شریف اور کتاب فرائض بابو کے اور کوئی کتاب نہ پڑھی ھوئی تھی (کتاب فرائض بابو فقہ کی بزبان پنجابی ایک مشہور کتاب ھے جس کو اب بھی اکثر

Marfat.com

مستورات پڑھتی ھیں ۔)

فیضان ان کا بہت جاری تھا ۔ یعنی جو کوئی خواھشمند قرآن شریف پڑھنے کا ان کی خدمت میں حاضر ھوا' بسرعت تمام قرآن پڑھ کر فیض یاب ھو گیا۔

ایک روز کا ذکر ھے کہ ایک شخص میاں وڈا صاحب کے پاس آ کر کہنے لگا کہ یا حضرت میری جورو حافظ قرآن ھے ' اور میں بالکل ناخوانده ھوں ' اور وہ مجھ کو قربت سے مانع ھو کر کہتی ھے کہ جب تک تو قرآن خوان نہیں ھو گا میں تیرے ساتھ ھم بستر نہ ھوں گی ۔ آپ مہربانی کیجئے اور ایک روز میں مجھے قرآن پڑھا دیجئے ۔ آپ نے کہا کہ ایک روز میں پڑھانا قرآن کا امی محض کو ممکن نہیں ھے ۔ البتہ عرصہ چھ مہینہ میں ھم پڑھا سکتے ھیں ۔ اس نے پھر نہایت آزرده ھو کر مکرر عرض کی تو فرمایا کہ اچھا آج کی رات تو یہاں رہ اور صبح کو جب ھم نماز سے فارغ ھوں گے تو تو ھمارے دھنے ھاتھ کی طرف بیٹھنا ۔ جب ھم سلام پھیریں گے تو تجھ پر نظر عنایت کریں گے ' انشا اللہ تو حافظ قرآن ھو جائے گا ۔ دوسرے روز بعد سلام اول نظر عنایت آپ کی بطرف راست جس طرف وہ سائل حاضر تھا پڑی اور بعدزاں بطرف (ص ۳۹۹) چپ ۔ پس جس قدر نمازی لوگ بطرف راست تھے وہ سب حافظ قرآن اور جو بطرف چپ تھے وہ سب ناظرہ خوان ھوگئے ۔ یہ کرامت دیکھ کر سب خلقت معتقد ھوئی ۔ انھوں نے فرمایا ھے کہ ھماری قبر سے بھی یہ فیض جاری رھے گا 'چنانچہ اب تک جس کسی کا ذھن کند ھوتا ھے وہ ان کی قبر گھاس جا کر کھاتا ھے ' اس کو قرآن شریف جلدی آجاتا ھے ۔ فقط۔

• (ص ۴۰۶) حضرت حامد قادری صاحب رحمت اللہ علیہ ' جن کی خانقاہ متصل مقبرہ علی مردان خان زیارت گاہ خلق اللہ ھے اور حال ان کا مفصل درج کتاب ھذا ھو چکا ھے ' زبانی اپنے استاد حافظ تیمور کے نقل فرماتے ھیں کہ جب حضرت میاں وڈا صاحب بحالت خرد سالی استاد کے پاس پڑھنے کو بیٹھے تو اتفاقا کوئی لفظ قرآن میں آیا کہ استاد اس لفظ کو مزبور۔ یعنی بازبر پڑھنا کہتا تھا اور وہ بازیر یعنی کسرہ پڑھتے تھے ۔ اس معاملہ میں تکرار فی مابین استاد شاگرد واقع ھوا ۔ بعد اس کے استاد نے حسب عادت خود قیلولہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا اور دونوں استاد و شاگرد کو لوح محفوظ پر لے گیا اور وھاں جا کر وہ لفظ کہ جس پر تکرار تھا استاد کو دکھلایا جب استاد نے وہ لفظ دیکھا تو نادم ھوا کہ حضرت میاں وڈا صاحب حق پر ھیں جب اٹھا تو حضرت کو بہت پیار کیا اور آپ کے والدین کو بلا کر کہا کہ یہ لڑکا تمھارا صاحب کمال اور ولی کامل ھے مجھ کو طاقت نہیں کہ اس کو پڑھاؤں بلکہ

Marfat.com

ھم کو لازم ھے اس سے استفادہ کریں - تم اس کو کسی استاد کامل کے پاس لے جاؤ اور تمام حالات گذشتہ کہ سنانا۔

حضرت کے والد نے ان کو بخدمت حضرت عبدالکریم صاحب کے حاضر کیا۔ وھاں ان کا یہ معمول تھا کہ ایک شخص میاں نور محمد سے (جس کی قبر حضرت کے شرق رویہ ھے) اور وہ حضرت کے دودھ بھائی اور نیز پیر بھائی اور استاد بھائی بھی تھے' باھم مل کر گاواں حضرت استاد صاحب کی چراتے تھے اور استاد کا معمول تھا کہ چند آیات قرآن شریف ایک چوب دستی پر تحریر کر کے فرمایا کرتے کہ جاؤ گاواں بھی چراؤ اور سبق بھی یاد کرو - غرض وہ اسی طرح سبق یاد کراتے تھے - اور بجائے طعام ان دونوں کو اوگرای جواری ملتا تھا اور وہ ایسا پتلا ھوتا تھا کہ بغیر جرعہ نوشی کے کھایا نہ جاتا تھا - بعد چندے جب وہ دونوں حضرات استاد سے رخصت ھو کر موضع لنگے میں پہنچے تو وھاں ایک مسجد تھی جس کا شہتیر شکستہ بوسیدہ تھا - انھوں نے ارادہ کیا کہ نیا شہتیر کلاں طلب کیا - جب اس کو اٹھانے لگے تو بہت لوگ جمع ھوئے - مگر وہ نہ اٹھ سکا - تب حضرت نے کہا کہ تم تمام لوگ ھٹ جاؤ ' میں اکیلا اٹھا لوں گا - یہ کہہ کر حضرت اٹھے اور اپنا عصا اس شہتیر پر مارا۔ وہ عصا اس شہتیر میں گھس گیا - چنانچہ اب تک اس شہتیر میں وہ ضرب عصا کا سوراخ موجود ھے اور شہتیر خود بخود چھت پر چڑھ گیا -فقط-

اور یہ بھی مشہور ھے کہ میاں صاحب کے پاس سے تین سو ساٹھ طالب علم حافظ ھو کر اس طرح اپنے اپنے ملکوں میں گئے کہ (ص ۴۰۳) بمجرد رخصت ان کو جناح یعنی پر پیدا ھو گئے اور وہ اڑ کر اپنے وطن میں پہنچ گئے -

میاں صاحب کے ایک بھائی حقیقی مسمی محمد خلیل تھے - وہ حضرت سے رخصت لے کر حج کو گئے - جب حضرت میاں صاحب کو خبر ملی کہ وہ بمقام ملتان جا پہنچے ھیں تو حضرت نے بجانب الہی عرض کی یا الہی محمد خلیل صاحب استغراق ھے اس کو تو میرے پاس پہنچا دے - اس سے ان کو بمقام ملتان ایسی کشش ھوئی کہ صبح کو اٹھ کر روانہ لاھور ھونے لگے اور حالت استغراق میں مسجد مسکونہ کو کہنے لگے کہ اے مسجد ھمارے ساتھ چل - قدرت الہی سے وہ مسجد ان کے ساتھ روانہ ھوئی جب ملتانیوں نے یہ امر دیکھا تو تمام شہر میں غلغلہ پڑ گیا کہ ایک درویش لاھوری مسجد کو اپنے ساتھ لئے جاتا ھے - یہ سن کر اکثر زاھدان ملتان نے آ کر مسجد کو بزور کرامت روکنا چاھا وہ نہ رکی - اس پر ان میں سے ایک شخص نے جو بڑا صاحب کمال تھا' مراقبہ کر کے دیکھا تو معلوم کیا کہ یہ محمد خلیل حقیقی بھائی محمد اسماعیل کا

Marfat.com

ھے جو لاھور میں محلہ گنج پورہ رھتے ھیں - ناچار اس نے بزور باطن میاں وڈا صاحب کی خدمت میں عرض کر کے مسجد کو وھاں رکھا - قبران کی چھنی وا چک ضلع سیالکوٹ میں موجود ھے - فقط۔

ایک روز کا ذکر ھے کہ آپ نماز پر کھڑے ھو گئے - ھاتف ھوا کہ ادب کر - حضرت نادم ھو کر رونے لگے - اور پھر توبہ کر کے مستعد ادائے نماز ھوئے - پھر ھاتف مانع ھوا' کہ اے محمد اسماعیل تیری پشت کی طرف ایک رحل قرآن شریف کی ھے اس کو سنبھال - یہ سن کر حضرت نے درویشوں کو کہا کہ تلاش کرو تو ایک درویش نے عرض کی: کہ یا مولیٰ اس درخت توت میں جو اندر مسجد کے کھڑا ھے فلاں درویش نے رحل رکھی تھی - آپ نے کہا: کہ اس کو اٹھا لا۔ بعد اس کے نماز ادا کی - اب بجائے اس توت کے اس مسجد میں درخت نیم کھڑا ھے -

(ص ۴۰۵) کرامتیں حضرت میاں وڈا صاحب کی شرق سے غرب تک مشہور ھیں - لاھور کے آدمی معمر و مسن ایسی ایسی کرامتیں ان کی بیان کرتے ھیں کہ عقل حیران ھوتی ھے - چنانچہ یہ بھی ایک کرامت انھی حضرت کی زبانی میاں احمدالدین' سننے میں آئی ھے - کہ ایک سوداگر عبداللہ نامی ساکن دھلی کی دختر کو سایہ جن کا تھا - اس نے سنا کہ حضرت میاں وڈا صاحب بڑے صاحب کرامت لاھور میں رھتے ھیں - جب اس نے حضرت کی تعریف بے حد و شمار سنی تو اپنے لڑکی کو ھمراہ لے کر خدمت میں حاضر ھوا۔ اور جنوب رویہ خانقاہ حضرت کے جو ایک چھپڑ آب اب تک موجود ھے' اس پر آ کر فروکش ھوا' اور تمام عرض حال اپنی حضرت کی خدمت میں بیان کی - آپ خود بدولت روبرو لڑکی کے تشریف لے گئے اور کچھ پڑھنے لگے - ھنوز بسم اللہ ختم نہ ھوئی تھی کہ جن پکار کر کہنے لگا کہ یا حضرت میں جل گیا اور میری اولاد بھی جل گئی - میں جاتا ھوں - اور اسی وقت لڑکی کو شفا حاصل ھو گئی - سوداگر نے دست بستہ ھو کر خدمت اقدس میں عرض کی کہ یا حضرت آپ نے فقط بسم اللہ پڑھی ھے اور جن بھاگ نکلا ھے - اس کا کیا باعث ھے - آپ نے فرمایا کہ اگر تمام بسم اللہ ھم پڑھتے تو جس قدر اقوام جن کے ھیں سب کے سب جل جاتے - چونکہ جناب الٰہی کو منظور ھے کہ ھر ایک مخلوق اس کی دنیا میں رھے اس واسطے نصف بسم اللہ پڑھی اور صرف وھی ایک جن جو تیری لڑکی کو دکھ دیتا تھا' جل گیا - غرض کہ ان حضرت کی برکت سے اب بھی فیض عام جاری ھے - فقط۔

بردران حقیقی

Marfat.com

(ص ۴۰۳) میاں وڈا صاحب چار بھائی حقیقی تھے ۔ ایک محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا۔ دوسرے محمد خلیل ۔ تیسرے محمد ابراھیم المشہور قبران کی پاس قبر محمد خلیل کے ھے ۔ اور چوتھے حضرت محمد حسین ان کی قبر کسی کو معلوم نہیں ، مگر گورستان بیباں صاحباں میں تھی ۔ یہ چاروں بھائی تارک الدنیا تھے ۔ حتی کہ تمام عمر مجرد رہے ۔

شجرہ حسی

(ص ۳۹۹) شجرہ ان کا یہ ھے :۔

کہ حضرت محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا کے مرشد کا نام مخدوم عودالکریم اور ان کا مرشد مخدوم طیب اور ان کا مخدوم حضرت برھان الدین اور ان کا مخدوم حسام الدین متقی اور ان کا مخدوم بہاء الدین ذکریا ملتانی اور ان کے مرشد حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ۔ اور ان کے پیر حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب اور ان کے حضرت شیخ وجیہ الدین اور ان کے حضرت شیخ محمد اور ان کے شیخ احمد اور ان کے شیخ ممشاد علوی دینوری ۔ اور ان کو دونوں سلسلوں میں اجازت تھی ، یعنی سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ میں ، اور ان کے مرشد بسلسلہ سہروردیہ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی اور ان کے حضرت شیخ سری سقطی اور ان کے حضرت معروف کرخی اور ان کے داؤد طائی اور ان کے حضرت حبیب عجمی اور ان کے حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اور ان کے جناب شاہ ولایت ، ولایت ، کان حدایت ، وصی المصطفیٰ ، علی المرتضیٰ اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و علیہ السلام۔فقط۔

حضرت کے خادم

(ص ۳۹۴) اس خانقاہ میں چار قبور مشہور حضرات مفصلہ ذیل کی ھیں ۔

ایک حضرت حافظ محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا کی۔ اور دوسری حضرت جان محمد صاحب کی اور تیسری حضرت نور محمد صاحب کی اور چوتھی حافظ محمد صالح کی۔

(ص ۳۹۹) صاحبان ہر سہ قبور متصلہ خانقاہ حضرت جن کے نام اوپر درج ہوئے ہیں وہ بھی ان کے ہی خادم تھے ، چنانچہ حضرت جان محمد کا ذکر کرتے ہیں کہ یہ مقام پرویز آباد میں ، جو متصل موضع خواجہ سعید منڈوی شہزادہ پرویز میں رہے تھے جس کا حل مقبرہ شاہزادہ پرویز میں مفصل تحریر ہوا ہے ، بخدمت حضرت عبدالحمید پڑھا کرتے تھے۔ اور میں عبدالحمید میاں

Marfat.com

وڈا صاحب کے (جو اس وقت میں گج والی مشہور تھے اور وجہ تسمیہ اس شہرت کی یہ ہے کہ محلہ گنج پورہ ملحقہ تیل پورہ تھا) مرید و خادم تھی اور اکثر واسطے تحصیل علم باطنی کے ان کے پاس جایا کرتے تھے ایک روز کا ذکر ہے کہ میاں عبدالحمید صاحب (ص ۴۰۰) میاں جان محمد شاگرد اپنے کو اپنے ساتھ بخدمت حضرت میاں وڈا صاحب لے آئے۔ جب حضرت کے پاس پہنچے تو آپ نے اس جان محمد کو فرمایا: کہ اے لڑکے اگر تجھے اللہ تعالیٰ عالم و فضل کرے تو تو ہم کو بھی علم پڑھا دے گا وہ بباعث ادب کے خاموش رہا۔ میاں عبدالحمید صاحب نے اس کو کہا: کہ اے لڑکے تو آپ کی خدمت میں عرض کر کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو صاحب علم کرے گا تو میں ضرور آپ کو پڑھایا کروں گا۔ بعد اس کے حضرت میاں وڈا صاحب نے ان کے سر پر مہربانی سے ہاتھ پھیرا اس دن سے اس کو ترقی علم ہونے لگی۔ بعد اس کے میاں عبدالحمید نے جب دیکھا کہ اب یہ لڑکا یعنی جان محمد قابل ہو چلا ہے تو اس کی خدمت اپنے استاد الموسوم میاں تیمور کے لے جا کر سپرد کیا۔ قدر الٰہی سے وہ چند عرصہ میں فاضل کامل ہو گئے اور علم فقہ اور حدیث میں یدطولیٰ حاصل کیا حتیٰ کہ میں تیمور صاحب نے ان کو اپنا قایم مقام کر کے عہدہ تدریس عنایت کیا۔ انہوں نے بایں شرط یہ عہدہ قبول کیا کہ بوقت تدریس آپ میرے پاس بیٹھا کریں تاکہ اگر کوئی عقدہ درپیش ہو تو عرض کر کے حل کر لیا کرو۔ انہوں نے یہ امر قبول کیا بعد اس کے ایک شب کا ذکر ہے کہ میاں وڈا صاحب بمقام گنج پورہ یاد الٰہی میں مصروف تھے کہ یکایک ان کے دل میں خطرہ ہوا کہ میاں جان محمد نے ہم سے اقرار کیا تھا کہ اگر اس کو خدا علم عطا کرے تو وہ ہم کو بھی پڑھایا کرے گا۔ اب خدا نے اس کو صاحب علم کیا' مگر اس نے اپنا وعدہ فراموش کیا ہے اس وقت میاں جان محمد صاحب بمقام پرویز آباد میں بیادِ الٰہی مصروف تھے ان کو الہام ہوا کہ میاں صاحب کو تمہاری کشش ہے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ان کی خدمت میں بمقام گنج پورہ حاضر ہوئے اور دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر عرض کی: کہ یاحضرت بندہ حاضر ہے میاں صاحب نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور وہ حجرہ جس میں اس وقت میاں صاحب بیٹھے ہوئے تھے اب تک متصل دروازہ موجود ہے۔ جب میاں جان محمد صاحب اندر آئے تو آپ نے ان سے معانقہ کیا۔

(ص ۴۰۱) اس معانقہ سے ان کو بہت فیض حاصل ہوا بعد ازاں آپ نے ان سے کہا: کہ وہ اقرار پورا کرو۔ میاں جان محمد صاحب نے عرض کی: کہ بندہ حاضر ہے آپ نے ہفتہ میں دو دن مقرر فرمائے کہ ہم کو پڑھا جایا کرو' ہم علم حدیث پڑھا کریں گے آپ نے

Marfat.com

آنکھیں بند کر لیں۔

میاں جان محمد صاحب اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ بعضے عقدہ لانیحل جو مجھ کو حضرت استادی میاں تیمور صاحب سے حل نہیں ہوئے تھے وہ ببرکت صحبت آنحضرت کے خود بخود حل ہو جاتے تھے۔ غرض اس صحبت سے ان کو صفائی کلی حاصل ہو گئی۔

متفق اللفظ مشہور ہے کہ ان ایام میں ایک فقیرفی مابین پرویز آباد اور گنج پورہ رہا کرتا تھا اس کا معمول تھا کہ جب کوئی فقیر صاحب کمال ادھر سے آیا جایا کرتا تو وہ باواز بلند کہا کرتا اللہ غنی۔ جب وہ فقیر اس کے ساتھ آنکھ ملاتا تو وہ آنکھ ملاتے ہی برکت اس کی کھینچ لیتا۔ ایک روز میاں جان محمد صاحب سے بھی یہی معاملہ درپیش آیا۔ وہ خالی ہو کر بخدمت میاں وڈا صاحب حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھ کر براہ مہربانی ان کو اپنے ہمراہ لیا اور بخدمت اس فقیر کرامت کش کی تشریف لا کر کہا: کہ بھائی بیگانی دولت پر فخر کرنا درویش کو لازم نہیں ہوتا اس بیچارے کی سرمایہ حیات یعنی برکت اندوختہ واپس دے دو۔ اس نے بپاس خاطر ان کی کرامت مغصوبہ واپس دے کر کہا: کہ اچھا ہے یہ دولت اپنے بے شک لے جا' مگر ہمارا تخمہ بھی تجھ پر جاری رہے گا۔ ایک تو تیری اولاد نہ ہوگی اور دوسرا تیری قبر ایک جگہ سے اکھڑ کر دوسری جگہ میں بنے گی۔ چنانچہ آخر کار ایسا ہی ہوا۔ یعنی جب وہ ۱۱۰۲ میں فوت ہوئے تو منڈوی پرویز میں مدفون ہوئے بعد چندے نمبردار موضع کو خواب میں دوستانہ فرمایا کہ اے مقدم نمبردار ہمارا صندوق یہاں سے نکال کر متصل خانقاہ میاں وڈا کے دفن کر۔ اس میں فرق کرے گا تو بلائے عظیم شہر پر پڑے گی۔ ازانجا کہ لوگ ان کو بزرگ جانتے تھے اس لحاظ سے دوسرے روز نمبردار نے صندوق ان کا وہاں سے نکال کر متصل قبر حضرت میاں وڈا کے بطرف غرب دفن کیا' مگر ان کی قبر کو بلحاظ ادب ذرا چھوٹا رکھا۔ دوسرے روز بعد گزرنے رات کے وہ قبر برابر قبر میاں صاحب کے ہو گئی اس سے تمام لوگوں کو یقین ہوا کہ رتبہ ان کا جناب الٰہی میں برابر رتبہ میاں وڈا صاحب کے ہے۔

تاریخ وفات میاں جان محمد صاحب کی دیوار شرقی چار دیواری خانقاہ ہذا پر یہ تحریر ہے:

جہان معنی (ص ۴۰۲) و جان محمد کہ از عشق محمد گشتہ محمود

خرداز فضل حق تاریخ سالش وصال عاشق و معشوق فرمود

(ص ۴۰۳) میاں صاحب کے تھڑے پر چوتھی قبر محمد صالح کی ہے اس کی بابت میاں احمد الدین سجادہ نشین یوں بیان کرتا ہے کہ یہ محمد صالح صاحب اولاد میاں شاہ نواز صاحب برادر میاں سرفراز خاں جد کلاں میاں وڈا صاحب سے ہیں اور میں ان کی اولاد سے ہوں

Marfat.com

اور نیز کہتا ہے کہ آبا و اجداد حضرت کے خان کر کے مشہور تھے جب محمد صالح نے اپنی وطن میں چرچا میاں وڈا صاحب کا سنا تو وہاں سے تحصیل علمی کے واسطے یہاں لاہور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے (ص ۲۹۴) جس روز کہ محمد صالح نے یہاں داخل ہونا تھا اس روز میاں وڈا صاحب مسجد سے بار بار اٹھ کر باہر آتے تھے جب لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرت آج اس تردد و بے کلی کا کیا باعث ہے تو انہوں نے فرمایا: کہ آج ہمارا مالک ورثہ یہاں آئے گا۔ چنانچہ بعد ایک ساعت کے محمد صالح آپہنچے اور آپ کی رخصت میں حاضر ہو کر تحصیل علوم ظاہری وباطنی مصروف رہے۔

چنانچہ چند عرصہ میں بڑے صاحب کمال اور قابل ہوئے اور حضرت میں وڈا صاحب نے ان کی شادی بھی یہاں کرائی اس سے اولاد نہ ہوئی پھر دوسری شادی کرائی و .بقضائے الٰہی مر گئی جب میاں صاحب نے تیسری شادی کا تردد کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں غریب درویش مفلس ہوں اور آپ میری شادی سہ کر اولاد کے واسطے کراتے ہیں اگر اولاد ہوئی تو اوقات گزاری کہاں سے کروں گا۔ آپ نے فرمایا: کہ تو ہماری قبر پر بیٹھے رہنا۔ رزق کی کچھ پروانہ نہ رہے گی' بلکہ تیری اولاد سے بھی جو کوئی سجادہ نشین رہے گا خوش وخرم رہے گا۔

اور یہ کرامت ان کی ہے کہ سجادہ نشین یہاں کے ہمیشہ مرفہ الحال ہیں۔ چنانچہ اب بھی دوچار مزارعہ جن کی زمین ہشاد بیگھ ہے عطیہ سرکار رنجیت سنگھ ہیں اور دو چاہان دیگر ایک قدیمی عطیہ شاہان چغتائی اور دوسرا زر خرید میاں احمد الدین سجادہ نشین حال۔ اب چاہ زر خرید اور چاہ قدیم کا جو عطیہ شاہان سلف ہے معاملہ سرکار میں دیتے ہیں فقط۔

وفات

(ص ۲۹۷) بعد اس کے بتاریخ پانچویں شوال سن ایک ہزار پچاسی کے حضرت میاں وڈا صاحب رہگرائے عالم بقا ہو گئے۔ چنانچہ یہ تاریخ وفات خانقاہ کے درجنوبی پر' جواب مسدود ہے برنگ کاشی تحریر ہے

شنو تاریخ آن دریای معنی	کہ عمرش گشت در عشق خدا صرف
دل و جان کرد قربان الٰہی	کہ اسماعیل ثانی بود بی حرف

سجادہ نشین

! بعد اس کے سجادہ نشین حضرت کے حضرت محمد صالح ہوئے۔ وہ بھی تدریس بدستور قدیم فرماتے رہے۔ بعد گزرنے عرصہ پچیس برس کے وہ بھی فوت ہوئے۔ بعد ان کے حافظ محمود

Marfat.com

(ص ۳۹۸) سجادہ نشین، جن کی قبر موضع لنگے میں برلب چناب موجود ہے' بعد ان کے حسب بیان احمد دین' جو تحقیقات ذیل سے ثابت نہیں ہوتا' حافظ معزالدین سجادہ نشین ہوئے بعد ان کے حافظ شرف الدین جو سن بارہ سو اکسٹھ بتاریخ ۱۷ ربیع الاول فوت ہوئے اب ان کا بیٹا میاں احمد الدین سجادہ نشین جو درس پڑھاتا ہے اب اس کے چار بیٹے مفصلہ ذیل موجود ہیں۔ ایک محمد عظیم بڑا فرزند۔ دوسرا امام الدین تیسرا محمدالدین چوتھا غلام محمد۔ فقط

(ص ۴۰۴) احمد الدین سجادہ نشین حال اپنے نسب اس طرح سے ان کے خاندان کے ساتھ ملحق کرتا ہے کہ احمدالدین بن شرف الدین بن حافظ معزالدین بن حافظ محمود بن حافظ محمد صالح بن خیر محمد بن حیات بن شاہنواز خان ۔ فقط

بے شک یہ بیان ان کا قرین قیاس ہے۔ (ص ۳۹۸) یہ سجادہ نشین حال تو کہتا ہے کہ آباو اجداد ہمارے برابر سجادہ نشین الی الیوم چلے آئے ہیں مگر اشخاص معتبرین نواحیات تصدیق اس کی نہیں کرتے ان کا بیان بھی مفصل درج ذیل ہے فقط۔

(ص ۴۰۴) مسمی نتھو وبدرالدین و خدا یار وغیرہ اولاد صاحب خان بن محمد حنیف بن قاضی محمد باق بن قاضی نور محمد بن قاضی عبداللطیف بن قاضی محمد ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ احمد الدین سجادہ نشین حال مالک اس خانقاہ کا نہیں' بلکہ اصل حال یوں ہے کہ قاضی محمد ابراہیم مورث علی ہمارا قاضی لاہور تھا۔ جب اس نے شہر میاں صاحب کا سنا تو ان کو موضع لنگے سے یہاں لے آیا۔ مقام خانقاہ اس وقت مکان بود و باش قاضی عبداللطیف کا تھا۔ حضرت اس مسجد میں جو موجود ہے سکونت پذیر ہو کر تدریس میں مشغول رہے۔ قاضیوں کی حویلیاں اور جاگیر بھی اسی نواح میں تھیں۔ چنانچہ اب تک چاہ قاضیاں والا ہمارے قبضہ میں ہے۔

اگرچہ اس بات کے اثبات میں انہوں نے ایک دو فرمان شاہی بھی فدوی کو دکھائے مگر کمترین کو اس خرخشوں سے کیا حاصل اگر ان کو کچھ شکایت ہوگی تو دروزہ عدالت وا ہے اثر روسائے نواح خانقاہ قدیمی قبضہ بزرگان سجادہ نشین کا بیان کرتے ہیں نتھو وغیرہ کا بیان لائق اعتماد نہیں' مگرہاں زمین متعلقہ خانقاہ اگر ان (ص ۴۰۵) کی موروثی ہو تو قبضہ کجا۔

(ص ۴۰۴) ظاہرا" میاں احمد الدین صاحب نہایت خلیق' کم گو بزرگ زادے ہیں والد ان کے میاں شرف الدین صاحب بھی نہایت شریف خاندانی آدمی تھے کیوں نہ ہو:

کسی راکہ بابا فلاطون بود

Marfat.com

ازاں باہنر بی ہنر چون بود

(ص ۴۰۵) اس زمانے میں میاں احمد الدین صاحب کا دم غنیمت ہے فیضان عام ان کا جاری، صدھا نابینا از کار رفتہ لولے لنگڑے ان کے وسیلہ سے پرورش پاتے اور علم حاصل کرتے ہیں ضلع لاہور میں کوئی اور ایسی خانقاہ نہیں جس میں اس قدر صرف روز مرہ محض اللہ ہوتا ہو اور یہ انتظام کچھ جدیدہ نہیں قبضہ جناب شرف الدین صاحب کے آباد اجداد کے عہد سے برابر چلا آتا ہے اور والد ان کی شرف الدین صاحب جو جامع شرافت و نجابت تھے اسی تدریس قرآنی میں مدت العمراس مقام پر مصروف رہے ہزارہا نابینا لوگ ان کی خدمت میں رہ کر یہ نعمت حفظ قرآن مشرف ہوئے میاں شرف الدین کا تمام ساکنان لاہور دل و جان سے ادب کرتے تھے۔ کل رئیس ہندو مسلمان لاہور کے جبیں سائی کے واسطے ان کے پاس جاتے اور نذرانہ دیتے تھے بلکہ کئی دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی وہاں حاضر ہوئے اور نذر دی اور معافی عنایت کی۔

سبحان اللہ یہ بھی کیا مقام پر فیض ہے کہ جو درویش شایق تعلیم یا حفظ قرآن آئے نان دو وقتہ بھی یہاں سے پائے اور سبق بھی لے اور مکان سکونت کے واسطے بھی موجود۔ جب تک اس نعمت سے مشرف نہ ہو برابر رہے۔

جائیداد اور معافیاں

(ص ۳۹۷) جب عالمگیر نے تخت شاہی پر قدم رکھا تو اس نے ان کی مدد معاش کے واسطے سات دھنہ چاہان مزروعہ گرد و نواح خانقاہ کی معاف و عطا کیے۔ (سجادہ نشین کا اظہار ہے کہ فرامین شاہی مشرعطائے جاگیر ہمارے پاس موجود تھے، مگر بوقت مقابلہ راجہ سوچیت سنگھ و ہیرا سنگھ جن کا مفصل حال ذیل میں تحریر ہے ضایع ہو گئے)

(ص ۴۰۴) بعد عالمگیر یہاں لاہور میں سات دہنہ چاہان معاف تھے اور ایک چاہ موضع لنگے میں اور پندرہ سو بیگھ زمین لون میانی میں۔

سوچیت سنگھ و ہیرا سنگھ کا مقابلہ

(ص ۴۰۷) راجہ سوچیت سنگھ برادر حقیقی راجہ گلاب سنگھ والی جموں و کشمیر جو راجہ ہیرا سنگھ وزیر مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ہاتھ سے قتل گاہ بھی مکان اندروں چار دیواری خانقاہ حضرت میاں وڈا صاحب ہے حال اس کا یہ ہے کہ بعد مہاراجہ دلیپ سنگھ سن اٹھارہ سو

Marfat.com

چوالیس عیسوی میں راجہ سوچیت سنگھ برادر راجہ دھیان سنگھ و راجہ گلاب سنگھ متدعوی وزارت سلطنت لاہور ہوا۔ اس وقت یہاں لاہور میں راجہ ہیرا سنگھ ولد راجہ دھیان سنگھ وزیر اور پنڈت جلا مشیر اور مدار المہام تھا۔ اول راجہ سوچیت سنگھ کسی بات سے گونہ ناراض ہو کر جموں کی طرف چلا گیا اور وہاں بیٹھ کر مخفی مخفی فوج سکھوں سے سازش پیدا کی۔ بعد ازاں حسب الطلب بعضے افسران کے کچھ فوج اپنے ہمراہ لے کر یہاں آیا مگر تقدیر نے اس کو یہ سمجھایا کہ وہ اپنی فوج پار دریا راوی کے چھوڑ کر تن تنہا معہ چند امراء و مصاحب اپنے کے، مثل دیوان بھیم سین و رائے کیسری سنگھ وغیرہ، بیرون لاہور آپہنچا۔ اس وقت کل پچاس سوار اس کے ہمراہ تھے جب چھاؤنی مصراں والی میں پہنچا تو دیکھا کہ سکھ لوگ بدعہد ہوئے ہوئے ہیں دو گھڑی دن تھا کہ وہاں سے بے نیل مقصود لیس ہوا۔ ہرچند امرائے نامدار نے سمجھایا کہ اب آپ دریائے راوی سے اتر کر اپنی فوج میں چلے جاویں مگر وہ ازراہ جہل شجاعت ان کی نصائح پر متوجہ نہ ہوا اور روا رو متصل دیوار خانقاہ حضرت میاں وڈا صاحب آیا اور حکم دیا کہ رات کو ڈیرہ اسی جگہ پر ہو۔ جب شرف الدین سابق سجادہ نشین خانقاہ نے یہ حال سنا تو بیرون دروازہ خانقاہ ایک روپیہ نذر لے کر گیا اور راجہ مذکور سے کہا: کہ مہاراج یہ جگہ حفاظت کی نہیں کوئی اور مکان محفوظ دیکھ لو بلکہ باغ شالا مار جو نزدیک اور مکان محفوظ ہے لائق فروکشی حضور ہے۔ راجہ نے نذر اس سے نہ لی اور کہا کہ ہمارے رہنے سے متفکر نہ ہو ہم تمہاری خدمت کریں گے تسلی رکھو یہ کہہ کر ہاتھی بھر ہوا روپیہ کا جو اس کے ہمراہ تھا اندر لے آیا۔ اس وقت اگرچہ دو سو آدمی کے قریب اس کے پاس جمع ہو گیا تھا، مگر جب افسران فوج حاضر نہ ہوئے تو صبح ہوتے ہی وہ بھی چلے گئے اور صرف پچاس جوان اس کے ساتھ رہ گئے میاں شرف دین نے ڈر کے مارے تمام اسباب اپنا وہاں سے نکال لیا اور خود بھی وہاں سے چلا گیا۔

بوقت دو گھڑی دن حسب الحکم راجہ ہیرا سنگھ و جلاد پنڈت تمام فوج سکھاں مع توپ خانہ اس پر آپہنچی اور محاصرہ مکان کر لیا جب وہ چار گھڑی دن چڑھا تو گولہ برسنا شروع ہوا افسران فوج نے راجہ ہیرا سنگھ سے کہا کہ یہ مکان فقیروں کا ہے توپوں کے گولوں سے گر جائے گا راجہ ہیرا سنگھ نے اقرار کیا کہ جس قدر گرے گا ہم مرمت کرا دیں گے اور اندر راجہ سوچیت سنگھ نے ایک سو ایک روپیہ درویشان موجودہ خانقاہ کو بطور تصدق عطا کئے۔ اس اثناء میں اندر گولہ پڑنے لگا، بلکہ (ص ۴۰۸) ایک دو آدمی سوچیت سنگھ کے مارے بھی گئے۔ مشہور ہے کہ سب سے اول سردار تار سنگھ لماں نشانہ تفنگ تقدیر ہوا۔ اس اثنا میں

Marfat.com

اندر گولہ پڑنے لگا' بلکہ (ص ۴۰۸) ایک دو آدمی سوچیت سنگھ کے مارے بھی گئے۔ مشہور ہے کہ سب سے اول سردار نار سنگھ لماں نشانہ تفنگ تقدیر ہوا۔ اس اثنا میں .ضرب گولہ ہائے اتواپ دیوار قدرے گر گئے اور ہلہ ہو گیا۔ اس وقت راجہ سوچیت سنگھ نے خوب بہادری دکھائی۔ چونکہ گولی تفنگ کے آگے کوئی بہادری بہادر کی پیش نہیں جا سکتی آخر کار چبوترہ غرب رویہ اندرون ڈیوڑھی پر سوچیت سنگھ کو گولی لگی اور گر پڑا۔ اور کیسری سنگھ متصل دیوار غربی مارا گیا۔ آخر دیوان بھیم سین شمشیر بکف ہو کر باہر نکلا وہ بیچارا بھی باہر نکلتے ہی مارا گیا مگر راجہ سوچیت سنگھ باوجود تنہائی ایسی بہادری دکھا گیا کہ چندے یاد رہے گی جس طرف پڑتا تھا کشتوں کے پشتے لگا دیتا تھا جب کوئی جواب وہ نہ رہا تو ایک سکھ نے آگے بڑھ کر سر راجہ سوچیت سنگھ کا کاٹ لیا اور راجہ ہیرا سنگھ مع افواج سکھاں فتح کر کے واپس ہوا' اور ان کی لاشیں حسب الحکم راجہ ہیرا سنگھ معرفت میاں پرتھی سنگھ برادر خوردرائے کیسری سنگھ پالکیوں میں رکھوا کر باغ بادامی کے متصل لائی گئیں چنانچہ اب تک وہاں سمادھ راجہ سوچیت سنگھ کی پختہ موجود ہے۔ اور اب تک شکست و ریخت اس کی جناب راجہ صاحب بہادر والی جموں و کشمیر کی جانب سے برابر ہوتی رہتی ہے۔ فقط

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت سجادہ نشین کو بہت سا روپیہ ملا۔ بعد ازاں حسب الحکیم راجہ ہیرا سنگھ کے مرمت شکت و ریخت اس مکان کی ہوئی۔ مگر نقصان درویشوں کی قرآن کتابوں کا بہت ہوا۔ فقط

حضرت عبدالرزاق شاہ چراغ گیلانی

(ص ۸۸) کتاب نسب نامہ حضرت پیر نظام الدین شاہ گیلانی سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت عبدالرزاق المشہور شاہ چراغ بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث بزرگ ترین سادات سے ہیں۔

جہاں اب روضہ منورہ ان کا ہے اس وقت ' .عملداری مغلیہ' یہاں کا محلہ گزر لنگر خان مشہور تھا اور اکثر اشخاص اس گزر کو آپ کے نام سے بھی زبان زد کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ لنگر خان ایک امرا شاہی سے تھا۔

(ص ۸۹) اور بعدہ جناب محمد غوث بالا پیر نے ست گھرہ سے آکر یہاں ایک محلہ رسول پورہ آباد کیا۔ اور محمد غوث بالا پیر کے صاحبزادہ کا نام عبدالوہاب۔ قبران باپ بیٹوں کی ست گھرہ میں ہے' اور عبدالوہاب کے صاحبزادے سید عبدالرزاق المشہور شاہ چراغ ہوئے اور سب لوگ ان کو بزرگ جانتے ہیں۔ یہ حضرت جناب موج دریا بخاری کے سالے کے

Marfat.com

بیٹے ہیں - اور یہ سید گیلانی ہیں۔

(ص ۸۸) جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت عبدالقادر ثالث نے فرمایا کہ یہ ہمارے خاندان کا چراغ ہوگا۔ شاہجہان بادشاہ ان کا نہایت معتقد تھا اور چاہتا تھا کہ حضرت کے کسی فرزند کے ساتھ اپنی لڑکی یعنی دختر کی شادی کرے، مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ یہ حضرت بھی بڑے بزرگ ہیں۔ انہوں نے حج بھی کیا ہے۔

وفات

۱۰۶۸ ایک ہزار اڑسٹھ میں وفات ان کی واقع ہوئی۔ اس دن روز جمعہ بائیسویں ذلقعدہ کی تھی۔ مگر عرس ان کا ہفدھم ربیع الثانی کو مقرر ہوگیا۔ (ص ۸۹) اور مقبرہ حضرت شاہ چراغ پر بروز پنجشنبہ خوب شتری بجتی ہے۔

اور روز فوت ان کا (۱۷ ربیع الاول ۱۰۹۲ ہے؟) اور تاریخ وفات مفتی غلام سرور مصنف تذکرۃ العارفین نے اس طرح پر لکھی ہے:

سید گیلان کریم ابن الکریم
آن چراغ خانہ دین و یقین

عبدالرزاق است نام نامیش
بود شاہ و سید روی زمین

بسہر تاریخ وصال آنجناب
گفت سرور میر شمس العارفین
۱۰۹۲

سجادہ نشین اور فقیر

و قبل از عملداری صاحبان عالی شان بعہد سکھاں یہ مسجد وغیرہ زمین فقیروں کے پاس تھی۔ اب صرف تھوڑی سی جگہ ان کے پاس ہے اور مالک مکان کے حضرت شاہ چراغ کی اولاد میں سے حضرت شاہ سردار ہیں اور یہ سجادہ نشین (ص ۹۰) سلطان پور علاقہ دوآبہ میں موجود ہیں۔ اور اس مقام پر ایک فقیر موجی شاہ نامی ان کا بٹھلایا ہوا ہے اور مدت مدید سے یہ ہی خدمت کرتا ہے اور یہ ہی آمدنی لیتا ہے۔ اور یہ فقیر آباؤ اجداد سے خادم اس مقبرہ کا ہے اور اس کی زبان سے یہ تمام احوال حضرت کا تحریر ہوا۔

حضرت گھوڑے شاہ کہ نام اصلی ان کا جھولن شاہ ہے

Marfat.com

(ص ۳۸۱) حال اس مکان کا یہ ہے کہ اب یہاں کا مسمی مہتاب شاہ فقیر' سجادہ نشین اور مالک ہے۔ اور وہ خادم لادھڑک شاہ کا اور وہ محبت شاہ کا۔ اور محبت شاہ کے چار خادم تھے۔ ایک گلزار شاہ دوسرا بہار شاہ تیسرا لادھڑک شاہ چوتھا حضوری شاہ۔ لادھڑک شاہ کی قبر میانی میں ہے۔ اور حضور شاہ کی موضع اوان میں وہاں ۲۱ رجب کو میلہ ہوتا ہے اور بارہ بیگھہ زمین بھی معاف ہے۔ محبت شاہ سن بارہ سو اکسٹھ میں فوت ہوا۔

اور محبت شاہ خادم میراں لطف شاہ کے اور وہ حضرت محمد حفیظ المشہور جھولن شاہ کے اور وہ شیخ محسن شاہ کے اور وہ حضرت شاہ محمد صاحب کے اور وہ میراں جان محمد لاہوری کے اور وہ میراں شاہ محمد کے اور وہ میراں سید ولی کے جنکی مزار کالر میں دریائے باھک بچہ پر موجود ہے۔ وہاں میلہ ماہ رمضان کی ۲۷ کو ہوتا ہے۔ اس طرف مشہوری ان کی بہت ہے۔ وہ مکان گلزار شاہ نے آباد کیا اور بارہ بیگھہ زمین بھی مع چاہ اس کے ساتھ معاف ہے۔

اور وہ حضرت شیخ عبداللہ پاک بندگی کے جو ساکن محلہ حاجی نالہ لاہور کے تھے اور وہ حضرت پاک بندگی نظام الدین بلخی کے اور قبر حضرت نظام الدین پاک بندگی کی مع قبر شیخ عبداللہ' جو ان کے پیر بھائی تھے بمقام لاہور متصل مکان ہذا باغ بھگت رام میں موجود ہے اور نظام الدین بلخی صاحب مرید شیخ جلال الدین تھانیسری کے اور وہ شیخ عبدالقدوس گنگوھی کے اور وہ شیخ احمد (ص ۳۸۲) عبدالحق کے اور وہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے اور وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے اور وہ حضرت شیخ علی احمد صابر کے اور وہ حضرت شیخ بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے اور وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے اور وہ حضرت خواجہ خواجگان شہنشاہ ہندوستان حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے اور وہ حضرت خواجہ مودود چشتی کے اور وہ حضرت خواجہ ابو احمد چشتی کے اور وہ حضرت ابو اسحاق شامی کے اور وہ حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری کے اور وہ حضرت خواجہ حذیفہ المرعشی کے اور وہ حضرت سلطان الاولیاء ابراہیم ادھم کے اور وہ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کے اور وہ حضرت عبدالواحد بن زید کے اور وہ حضرت خواجگان' عالی شان' حضرت خواجہ ابو الحسن بصری کے رحمتہ اللہ علیہ تعالی علیہم اجمعین الی یوم الدین۔ فقط۔

وجہ شہرت

وجہ مشہوری نام گھوڑے شاہ یہ ہے کہ ان حضرت کو گھوڑوں کے ساتھ بہت رغبت

Marfat.com

تھی۔ جب کسی کو فرمائش کرتے تھے تو گھوڑا ہی مانگتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ کے واسطے کوئی مرید اسپ چوبی لایا۔ آپ نے اس گھوڑے چوبی پر سواری کی اور حالت میں آکر کہا کہ اے گھوڑے دوڑ۔ قدرت الٰہی سے وہ گھوڑا دوڑ پڑا۔ اس روز سے نام ان کا گھوڑے شاہ مشہور ہوگیا۔ (ص ۳۸۴) قوم سے بھی سید صحیح النسب مشہور ہیں۔

(ص ۳۸۲) ان کا معمول تھا کہ اکثر شہر میں پھرا کرتے تھے۔ جب یہ کرامت ان کی مشہور ہوئی تو مسماۃ سوداں طوائف ان کی مرید ہوئی۔ اس وقت میں یہ نواح جہاں اب مزار ہے چوہٹہ سوداں مشہور تھا۔ اس نے اپنے مکان کے پاس آپ کے مکان مع مسجد بنوا دیا۔ (ص ۳۸۳) تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ جگہ جہاں اب مکان گھوڑے شاہ ہے' بعد آبادی شہر حاجی کا نالہ مشہور تھا۔

وفات اور عرس

(ص ۳۸۲) عمر حضرت محمد حفیظ المشہور گھوڑے شاہ صاحب کی کتاب ابراہیمی سے واضح ہوتا ہے کہ ایک سو تین سال کی ہوئی۔ سولھویں ماہ رجب المرجب سن ایک ہزار ایک سو چھیالیس بعد محمد شاہ بادشاہ یہ حضرت فوت ہوئے۔ (ص ۳۸۳) کہتے ہیں کہ جب بعد محمد شاہ بادشاہ گھوڑے شاہ صاحب نے وفات (ص ۳۸۴) پائی تو خان بہادر صوبہ دار لاہور تھا۔ یہ حضرت اپنے مکان مسکونہ میں دفن ہوئے۔ (۳۸۲) اب تک اسی تاریخ کو عرس حضرت کا ہوتا ہے۔ بروز عرس بھنڈارہ فقرا اور قوالی ہوتی ہے۔

(ص ۳۸۴) اور تاریخ وفات ان کی کتاب و قائع ابراہیم میں ۱۱۴۲ درج ہے۔ بعد ان کے جھولن شاہ خادم ان کا سجادہ نشین ہوا اور بعد اکتیس برس کے' سن گیارہ سو اسی میں' فوت ہوا۔ قبر اس کی بھی یہاں ہوئی۔

(ص ۳۸۲) اب تک گلی گھوڑے طلائی اور نقرئی اور اصلی لوگ وہاں چڑھاتے ہیں۔

حضرت حامد قاری رحمتہ اللہ علیہ الباری

(ص ۳۵۶) شیخ حامد قاری صاحب بن حسن عالم عامل فقیر کامل شیخ متدین تھے۔ چنانچہ کتاب ملفوظات اور رسالہ حرمت حقہ مصنفہ ان کا اس پر دال ہے۔ مولد ان کا شہر لاہور سن ایک ہزار اکہتر بعد عالمگیر بادشاہ۔ اور یہ حضرت بھین حیات مسجد موجود خانقاہ ہذا میں تدریس فرماتے تھے۔

(ص ۳۶۲) یہ حضرت حامد قاری صاحب قرآن خوانی میں بڑے استاد اور اپنے وقت

Marfat.com

میں یگانہ آفاق تھے۔ چنانچہ قرات قرآن ان کی مشہور تھی اور سواء اس کے اور علوم ظاہری اور باطنی میں بسلسلہ عالیہ سہروردیہ بڑے فقیر کامل اور شیخ مکمل تھے۔ اب تک لوگ جانتے اور پیر کر کے مانتے ہیں۔

سلسلہ بیعت

(ص ۳۵۶) سلسلہ ان کا سہروریہ۔ بیعت ان کی بخدمت مولوی تیمور صاحب اور ان کی بخدمت عبدالکریم صاحب اور ان کی بخدمت مخدوم طیب صاحب اور ان کی بخدمت مخدوم برھان الدین اور ان کی بخدمت مخدوم چنن شاہ صاحب اور ان کی بخدمت صدر الدین اور ان کی بخدمت خواجہ مخدوم بہاؤ الحق ذکریا ملتانی قریشی اسدی ہاشمی اور ان کی بخدمت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور ان کی بخدمت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اور ان کی بخدمت شیخ وجیہ الدین سہروردی اور ان کی بخدمت محمد بن عموبہ اور ان کی بخدمت احمد اسود دینوری اور ان کی بخدمت سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی اور ان کی بخدمت سری سقطی اور انکی بخدمت حضرت معروف کرخی اور ان کی بخدمت حضرت داؤد طائی کے (ص ۳۵۷) بیعت ہوئے۔ اور نیز حضرت امام علی موسی رضا سے فیض پایا اور ان کی بخدمت خواجہ حسن بصری اور ان کی بخدمت حضرت علی المرتضٰی شیر خدا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ فقط۔

وفات

(ص ۳۵۶) عمر ا تھہتر سال اور وفات عہد محمد شاہی بتاریخ ۱۴ ماہ جمادی الثانی ۱۱۴۶ (ص ۳۶۴) تاریخ وفات حضرت حامد قاری صاحب کی سترھویں جمادی الثانی ۱۱۴۶ ہے۔ اب بھی بتاریخ ۱۷ جمادی الثانی ہر سال عرس آپ کا ہوتا ہے۔ قطعہ تاریخ جو مفتی غلام سرور نے بامید اندراج کتاب ہذا بھیجا سو بجنسہ تحریر ہے:

حامد آن قاری قرآن العظیم
بود شیخی عالم و حامد حسن
بہر تاریخ وفات آن جناب
گفت سرور حافظ حامد حسن
۱۱۴۶

سجادہ نشین

Marfat.com

(ص ۳۵۷) بعد حضرت حامد قاری صاحب مرحوم کے مولوی جان محمد صاحب خادم ان کے سجادہ نشین ہوئے۔ بعدہ ان کے صاحبزادے حافظ رحمت اللہ جو تدریس بھی وہاں کرتے رہے بعدازاں انکے صاحبزادے میاں محمد بخش صحاف لاہوری (اور یہ میاں محمد بخش صاحب صحاف حقیقی نانا یعنی جد فاسد مجھ کمترین مصنف کے تھے) بعد وفات ان کی کے میاں حافظ بخش اور خیرالدین اور فضل الدین تین فرزند میاں محمد بخش کے باقی رہے۔ اب حافظ بخش فوت ہوا۔ ان کا ایک بیٹا فیض بخش باقی ہے اور خیر دین کے تین بیٹے ایک چراغ الدین دوسرا رمضان تیسرا امیر بخش۔ اور فضل الدین کے یہاں دو بیٹے ایک سراج الدین دوسرا غلام محی الدین المشہور مولا بخش اب تک اپنے آپ کو یہ لوگ قابض مکان ہذا تصور کرتے ہیں۔

جاگیرو معافیاں

(ص ۳۵۸) چونکہ مدرسہ حضرت حامد قاری صاحب کا یہاں تھا۔ اس نظر سے محمد شاہ بادشاہ نے پچاس بیگھہ زمین مزروعہ واسطے مصارف کے عطا کی تھی۔ فرمان اس کا پاس فقیر کے ماموں صاحبان کے موجود۔ فقط

(ص ۳۵۹) بعد از وفات حضرت کے جو حاکم آتا رہا سو وہ معافی بحال رکھتا رہا۔ چنانچہ صلباً" بعد صلب میاں محمد بخش صحاف تک زر جاگیر وصول ہوتی رہی۔ (ص ۳۵۹) بعد مہاراجہ صاحب جب بابو باج سنگھ المشہور بابو رائے یہاں کا جاگیردار ہوا تو وہ بھی بدستور غلہ میاں محمد بخش صحاف کو دیتا رہا۔ بعدازاں بعملداری سرکار انگریزی ۱۹۰۶ بکرمی میں بابو گیاں سنگھ نے ادائے زر معافی سے انکار کر کے کہا کہ پندرہ بیگھہ زمین لائق زراعت مع چاہ مسدودہ لے کر آباد کرا لو' چنانچہ یہ حال داخل کاغذات بندوبست بھی ہوگیا۔ پھر حافظ بخش و خیر دین و فضل الدین ہرسہ برادران نے واسطے آراستگی ڈل کے تجوزی چرخ چوب کی کر کے از سر نو ڈال کو کھدوایا اور ہر طرح سے بصرف زر خود زمینو چاہ کو آراستہ کیا۔ بعد چندے بابو گیان سنگھ نے ان سے بے خبر اس چاہ نو تردد کو فروخت کرلیا۔ یہ سجادہ نشینان ناواقف قانون سرکار تھے دم بخود ہو کر چپ ہو رہے۔ مگر اب کہتے ہیں کہ بوقت بندوبست جدید دعویٰ کریں گے۔ فقط۔

خرخشہ

پھر سن بارہ سو چونسٹھ میں شرف الدین سجادہ نشین درس میاں وڈا صاحب مدعی اس

Marfat.com

امر کا ہوا کہ سجادہ نشین اس خانقاہ کی میرا حق ہے' چنانچہ بامحکمہ بندوبست باجلاس پنڈت مدن پھول صاحب بہادر یہ مقدمہ پیش ہوا۔ اور میاں فضل الدین و خیر الدین نے یہ فیصلہ پایا کہ سجادہ نشین اور مالکان مکان اولاد میاں محمد بخش صحاف ہیں۔ فقط۔

جب کمترین بر سر موقعہ گیا تو دیکھا کہ مسمی رجبا درویش عرصہ سات سال سے وہاں سکونت پذیر حسب الحکم میاں احمد الدین سجادہ نشین ورس میاں وڈا ہے۔ اور پسران میاں محمد بخش قبضہ اپنا بیان کرتے تھے۔ بندہ نے احتیاطاً" فریقین کو وہاں بلوایا تو ہر دو صاحبان دعوی ملکیت کرتے تھے۔ فضل الدین وغیرہ کہتے تھے کہ میاں محمد بخش صحاف اور شرف الدین والد احمد الدین کی دوستی تھی۔ اس نظر سے میاں محمد بخش نے اس کو منجانب خود متولی مقرر کیا تھا۔ اور وہ کہتا تھا کہ یہ بیان ان کا غلط ہے۔ میاں محمد بخش مرد چالاک تھا۔ اس نے قبروں کی اجازت میرے باپ سے لی تھی۔ اب ناحق مالک بن بیٹھے ہیں اور فیصلہ بندوبست سے بھی انکار کیا۔

ازانجا کہ فدوی کو حال پختہ درج کتاب کرنا منظور تھا لہٰذا میں نے ان کو کہا کہ آپ خرخشہ کرلیں جس کا حق ثابت ہوگا بندہ تحریر کرے گا۔ الغرض کئی روز فی مابین متعلقان میاں محمد بخش صحاف واحمد الدین پسر میاں شرف الدین مرحوم سجادہ نشین ورس میاں وڈا صاحب بہت سا خرخشہ رہا۔ فضل الدین وغیرہ شجرہ فرمان شاہی کو وجہ ثبوت اپنی بناتے تھے اور احمد الدین چند کاغذات صورت حال وغیرہ پیش کرتا تھا اور قبضہ بھی اس کا معلوم ہوتا تھا۔ میاں احمد الدین کہتا تھا کہ میاں محمد بخش پدر فضل الدین سے میرے باپ کی دوستی تھے۔ اس باعث سے ان کی قبور یہاں ہوئیں اور یہ فضل الدین کہتا ہے کہ محکمہ پنڈت من پھول صاحب میں یہ فیصلہ ہوا یہ سراسر غلط ہے۔ اور فضل الدین برابر کہتا تھا کہ ضرور مقدمہ ہوا۔ احمد الدین نے یہ بھی کہا کہ میں معافیات متعلقہ خانقاہ حامد قاری صاحب کا خواہاں نہیں۔ (ص ۳۶۰) میں وارث احاطہ خانقاہ کا ہوں وہاں میرے دو درویش بیٹھتے ہیں۔ ان کی خدمت بھی میں ہی کرتا ہوں۔ اگر فضل دین مالک مکان بنا چاہتا ہے تو میرے تین سوالوں کا جواب دے۔ میں ابھی دعوی سے دستبردار ہوجاتا ہوں۔ اول یہ کہ اگر اولاد حامد قاری سے ہیں تو نسب نامہ دکھاویں۔ دوسرے اگر متولی ہیں تو تولیت نامہ پیش کریں۔ تیسرے اگر خادم ہیں تو شجرہ دکھلادیں۔

بعدازاں فضل الدین نے جواب دیا : کہ حضرت حامد قاری صاحب کی اولاد نہ ہم ہیں اور نہ تم۔ وہ تو لاولد گئے ہیں۔ احمد الدین نے یہ امر سلنا کیا۔ جواب سوال دوم یہ ہے کہ

Marfat.com

تولیت نامہ وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی غیر ہو۔ ہم تو ہمیشہ سے خادم و سجادہ نشین چلے آتے ہیں۔ بزرگ ہمارے معرفت نواب خان بہادر استاد اس کے خاندان کے مقرر ہوئے۔ پھر بوقت تباہی شہر لاہور کتابت کرنے لگے اور دکان جلد سازی کی شروع کی۔ جواب سوال سوم یہ ہے کہ ہمارا پڑدادا یعنی جد کلاں مسمی مولوی جان محمد حضرت حامد قاری کا خادم تھا' چنانچہ پرانا شجرہ ہمارے پاس بجنسہ موجود ہے۔ جب دیکھو دکھا سکتے ہیں۔ اور مولوی جان محمد مرحوم بعد وفات حامد قاری صاحب کے بدستور اس جگہ مدرس رہے اور امامت مسجد کرتے رہے اور بعد ان کے حافظ رحمت اللہ بیٹا ان کا قائم مقام رہا۔ چنانچہ حافظ دائم جی اس مسجد میں ان کے طالب علم تھے۔ جب باہر شہر غیر آباد ہوگیا تو حافظ رحمت اللہ دادا ہمارا شہر میں چلا آیا اور بعد ازاں جب میاں محمد بخش صحاف ولد رحمت اللہ والد فضل الدین و خیر دین و حافظ بخش نے ہوش سنبھالی اور کار سرکار وغیرہ میں مصروف ہوا۔ اور حسب الحکم فقیر نور الدین صاحب کے ہزارہا روپیہ عطیہ سرکار ان کے ہاتھ سے فقراء کو تقسیم ہونے لگا تو انہوں نے ایک فقیر خاکی شاہ نام کو یہاں بٹھلایا جو مدت تک بیٹھا رہا۔ بعد اس کے جب مکان ویران ہونے لگا تو میاں شرف الدین پدر احمد الدین کو کہا کہ آپ مہربانی کر کے کسی اپنے خادم درویش کو اس مقام پر تعینات کردیں۔ ہم اس کی خدمت کیا کریں گے۔ سو انہوں نے ایک خادم اپنا مسمی سمبھلیان کو بٹھایا۔ اس نے فی مابین میاں شرف دین و حافظ بخش تنازعہ ڈال دیا۔ جب وہ مرگیا تو میاں شرف الدین نے اور درویش اپنا یہاں بٹھایا۔ اس کی خدمت بھی بدستور ہم کرتے رہے۔ بعد ازاں رجبا ان کا شاگرد موجود ہے۔ اس کو بھی رسی یو کہ ہم دیتے ہیں۔

اور میاں احمد الدین نے کہا: کہ یہ مکان خانقاہ قدیم سے ہمارے بزرگان کا مقبوضہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت حامد قاری صاحب بن حسن قوم کے راجپوت ساکن محلہ نور خادم مولوی تیمور صاحب کے تھے اور وہ خادم میاں اسماعیل کا۔ بعد ازاں بعہد خان بہادر بتاریخ سترھویں جمادی الثانی ۱۱۲۹ انہوں نے وفات پائی۔ بعد ان کے خادم و شاگرد ان کے ملک صاحب جو نامی متعبد تھے۔ حضرت کے سجادہ نشین ہوئے اور بدستور درس پڑھاتے رہے۔ بعد چودہ سال کے وہ بھی (ص ۳۶۱) فوت ہوگئے۔ قبران کی شرق رویہ خانقاہ حضرت حافظ حامد قاری صاحب موجود ہے۔ بعد ان کے ان کا نواسہ میاں غلام مصطفیٰ قائم مقام ان کا رہا اور ماسواء اس کے ملک صاحب کے تین نواسے تھے۔ ایک تو یہی غلام مصطفیٰ دوسرے میاں خان محمد تیسرے میاں محمد۔ غلام مصطفیٰ تو یہاں کا متولی ہوا اور خان محمد موضع کوٹل

Marfat.com

کی مسجد میں اور میاں محمد بخش مسجد موضع خواجہ سعید میں امامت کرتا رہا۔ بعد چندے غلام مصطفیٰ سن بارہ سو بیس میں فوت ہوئے تو بوقت فوت عمائد شہر مہر سلطان اور میاں محمد عظیم جس کا بیٹا ستار باغبان سانده میں موجود ہے اور میاں حافظ محمد والد پیر بخش باغبان وغیرہ کو بلا کر روبرو ان کے میاں شرف الدین سجادہ نشین درس میاں وڈا صاحب کو تفویض اس مکان کی کر کے اپنا قائم مقام کیا۔ تب سے وہ قابض و متصرف ہے۔ حتیٰ کہ مرمت چار دیواری وغیرہ ہم نے کرائی۔ بزرگان فضل الدین وہاں البتہ بوقت آبادی بیرونی شہر محلہ بھاگو تانگری والہ میں امام مسجد تھے اور وہ محلہ شمال رویہ خانقاہ حضرت حامد قاری ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ فضل الدین کے آباؤ اجداد یہاں کیونکر دخیل ہوئے تو میاں احمد الدین نے جوابا کہا: کہ میاں جان محمد جد بزرگوار میاں فضل الدین وغیرہ کی قبور تو مسافر خانہ اندرونی شہر لاہور میں تھیں۔ جب میاں رحمت اللہ بن جان محمد فوت ہوا تو حسب الاجازت غلام مصطفیٰ متولی کے' قبر ان کی بطور قبور عامہ احاطہ حضرت حامد قاری صاحب میں ہوئی۔ میاں محمد بخش صحاف والد میاں فضل دین نے کبھی دعویٰ سجادگی تو نہ کیا مگر مرد زمانہ ساز ہرجائی تھا' البتہ بروز عرس خود بخود وہاں چلا آتا تھا۔ جب میاں محمد بخش فوت ہوا تو میاں شرف الدین نے حافظ بخش کو کہا: کہ یہ شخص محمد بخش تو خادم علما تھا اس کی قبر یہاں بے شک کرلو' مگر بعد اس کے اور کسی کی قبر بلا اجازت ہماری نہ کرنا۔ بعد اس کے ایام چہلم میں حافظ بخش پسر میاں محمد بخش نے صورت حال بنائی اور دعویٰ مکان کا کیا۔ اس پر ہم نے بھی حیران ہو کر صورت حال لکھوائی۔ جب صورت حالیں بن چکیں تو حافظ بخش وغیرہ دم بخود ہوگئے۔ ہم نے بھی پیچھا نہ کیا۔ معاملہ بدستور رہا۔ تاحال میں قابض ہوں اور ہمارا ہی درویش بٹھایا ہوا موجود ہے۔ نان نفقہ اس کو ہم دیتے ہیں۔

آخر الامر بعد تقاریر کثیرنی مابین فریقین یہ بات قرار پائی اور فریقین نے اس کو منظور کیا کہ من بعد بدستور قدیم میاں احمد الدین صاحب قابض و متصرف مکان متنازعہ رہیں اور ان کا خادم حسب مرضی ان کی کے محافظت اور جاروب کشی کے واسطے مقرر رہے۔ ہم بھی بدستور قدیم خدمت درویش موجودہ کی کر چھوڑا کریں گے' مگر چونکہ قدیم سے قبرستان صحافاں کا احاطہ اس احاطہ حامد قاری میں واقع ہے کوئی ان کو قبر کے کرنے سے حال و استقبال میں مانع نہ ہو۔ ان کی بدستور قبور وہاں ہوتی رہیں اور خادم میاں احمد دین کا خبرگیر قبور رہے۔ میاں احمد دین نے لکھ دیا کہ ازانجا (ص ۳۶۲) کہ قبور خاندان میاں محمد بخش صحاف مرحوم قدیم سے وہاں ہوتی ہیں۔ آئندہ کے واسطے بھی بدستور ہوا کریں۔ ہمارے

Marfat.com

خاندان میں سے نہ میری اولاد کبھی مانع کرنے قبور کی ہوگی اور آپس میں بعد قسم مغلظ صفائی اس اقرار پر ہوگئی اور اس اقرار کا اقرار نامہ تحریر ہوا اور اس پر اشخاص مفصلہ ذیل کے العبد ہوئے۔

العبد
فقیر احمد الدین ولد حافظ شرف الدین
سجادہ نشین خانقاہ میاں وڈا صاحب

العبد
محمد عظیم ولد احمد دین

العبد
امام الدین ولد احمد الدین

العبد
محمد دین ولد احمد الدین

العبد
چراغ دین

العبد
رمضان پسر خیر دین

العبد
امیر بخش پسر خیر دین

حضرت عبداللہ شاہ قادری

(ص ۹۱) اور حال حضرت عبداللہ شاہ کا یہ ہے کہ یہ حضرت قدیم سے ساکن موضع مزنگ، قوم کے بلوچ، عمران کی اسی برس کی، سلسلہ عالیہ قادریہ کے پیر ہیں اور اشعار پنجابی عارفوں والے ان کے مشہور ہیں۔ اور ان حضرت کی بہت عمارتیں بنائی ہوئی موجود ہیں۔ کوٹ عبداللہ شاہ متصل مزنگ اور ڈھوڈی نواں کوٹ اور نیاز بیگ اور قلعہ غوث متصل گوھر پور اور گوجر سنگھ کا قلعہ بھی مختاری ان کے بنا ہوا ہے۔ اور گوجر سنگھ تین حاکمان شہر لاہور سے ایک حصہ لاہور کا حاکم تھا اور یہ بھی حضرت کو بزرگ کر کے مانتا تھا۔

کرامت

اور میرے قدیمی مشفق مفتی غلام سرور صاحب مولف کتاب تذکرۃ العارفین و گلدستہ کرامت جو عہد والد مرحوم خود سے ساکن موضع مزنگ ہیں اور حضرت شیخ فیض جد امجد یعنی نانا ان کے مرید خاص حاضر باش حضرت عبداللہ شاہ کے تھے۔ کرامت عبداللہ شاہ صاحب کے اس طرح پر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ فیض بخدمت عبداللہ شاہ صاحب کے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ساہوکار لاہور ان کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا: کہ یا حضرت میں آپ کی خدمت میں ایک مشکل عرض کر کے امیدوار جواب کا ہوں کہ یہ جو عام و خاص لوگ کیمیا کہتے ہیں اور کرتے ہیں یہ سچ ہے یا غلط؟ آپ نے فرمایا: کہ جا اور ایک پیسے کی گر گرو یعنی گندھک اور ایک روپیہ کے پیسے لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آیا

Marfat.com

اور آپ نے شیخ فیض کو فرمایا کہ: ہمار پیالہ گلی اٹھا لا اور یہ پیسے پیالہ میں ڈال کر اور گندھک پیس کر پیسوں پر چھڑک دے اور بعد اس کے کوئلہ ان پر رکھ کر سلگا' تاکہ پیسے سرخ ہوجاویں- شیخ فیض نے ایسا ہی کیا- بعد دو تین لحہ کے فرمایا کہ اگر پیسے سرخ ہوگئے ہیں تو ایک پیسہ ان میں سے نکال کر دیکھ- جب اس نے ایک پیسہ نکالا تو دیکھا کہ سیاہ ہوا ہوا ہے- آپ نے فرمایا کہ اس پر ایک ضرب مار چنانچہ اس نے اینٹ اٹھا کر اس پر ماری- چوٹ کے لگنے سے ایک پرہ سیاہ پیسہ کے اوپر سے دور ہوگیا اور بیچ سے زر سرخ' خالص سونا نکل آیا- بعد اس کے سب پیسے نکلوائے اور اس شیخ سے فرمایا: کہ یہ سب پیسے اب زر خالص ہوگئے- ان کو لے جا- اس نے عرض کی: کہ مجھ کو حاجت اس سونے کی نہیں- یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو سکھلا دیویں- آپنے فرمایا: کہ کیمیا بہت آسان ہے- اپنے خدا کی عبادت کر- اگر تو خدا کی عبادت سچے دل سے کرے گا تو اگر مٹی کو ہاتھ لگائے گا تو سونا بن جائے گا- کہ عارف لوگ نظر سے لوہے کو سونا بنا دیتے ہیں- اس نے مایوس ہو کر کہا: کہ مجھے یہ حرام ہے آپ خود ہی رکھیں- آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اس کو حرام سمجھتے ہیں- آخر الامر شیخ فیض نے عرض کی: کہ اب اس باب میں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا: کہ اے شیخ اس کو بازار میں لے جا اور فروخت کرکے جو روپیہ حاصل ہو اس کے بوکے اور رسیاں لے کر مسجدوں میں تقسیم کردے- چنانچہ شیخ فیض نے ایسا ہی کیا اور یہ اور کرامت حضرت کی ہوئی کہ وہ بوکے اور رسیاں بے کم و کاست فی مسجد ایک ایک برابر آئیں اور تمام شہر میں کوئی مسجد باقی نہ رہی جس میں رسی اور بوکا نہ پہنچا ہو- من بعد اس کے میاں شیخ فیض کو ہوس دامنگیر ہوئی اور انہوں نے اپنے گھر میں جاکر گندھک لاکر پیسوں پر ڈالی اور آگ میں سرخ کئے- جب پیسوں کو آگ سے نکالا تو دیکھا کہ علاوہ کیمیا بننے کے پیسوں کا بھی نقصان ہوگیا ہے اور پیسے کام سے جاتے رہے- دوسرے روز اس ارادہ کہ حضرت سے جاکر التماس تعلیم علم کیمیا کروں گا میاں شیخ فیض' حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے- ان کو دیکھتے ہی حضرت عبداللہ شاہ نے فرمایا:

کہ کیوں جی شیخ صاحب خود بخود گھر میں کیمیا بناتے ہو- اگر ایسے تعلقات کی طرف متوجہ ہوگے تو خدا کو کب پاؤں گے' صرف محروم رہ جاؤ گے اور یہ شعر زبان گوہر فشاں سے فرمایا

ہم خدا خواہی و ہم دنیادی دون
این خیالست و محالست و جنون

Marfat.com

(ص ۹۱) اور یہ حضرت جس زمانہ میں زمان شاہ پشاور کی طرف سے لاہور کو آیا تھا زندہ تھے اب عرصہ شصت و نہ سے یہ حضرت فوت ہوگئے۔

وفات

(ص ۹۳) وفات حضرت کی بماہ جمادی الاول سال بارہ سو بارہ ۱۲۱۲ واقع ہے اور قطعہ تاریخ وفات حضرت کا کسی شخص نے جو بوقت فوت ان کے لکھا تھا زبانی مفتی غلام سرور صاحب کے درج کیا جاتا ہے:

چونکہ عبداللہ شاہ مرد عجیب
شد ز دنیا بسری دوست قریب
سال تاریخ قربتش جستم
گفت ہاتف بگوش ہوش غریب
۱۲۱۲

اور قطعہ تاریخ وفات عبداللہ شاہ صاحب مصنفہ مفتی غلام سرور یہ ہے:

آن جناب پیر عبداللہ شاہ دو جہان
اختر برج ولایت مہر دین ماہ بہشت
سال ترحیلش چو سرور جست از رضوان خلد
گفت عبداللہ والی ہدی شاہ بہشت
۱۲۱۲

عرس

(ص ۹۶) اور سال بھر میں جمادی الاول کی آٹھویں سے گیارھویں تک چار روز میلہ ہوتا ہے۔ دو روز شیخ لوگ جو ان کے مرید ہیں میلہ کرتے ہیں اور تیسرے روز بلوچ لوگ ساکنان مزنگ جن میں سے سردار خان نمبردار تھا عرس آپ کا کرتے ہیں اور چوتھے روز فاتحہ ہوتی ہے۔ اور آمدنی اس مقبرہ کی بلوچ برادران سردار خان لیتے ہیں اور بعد سردار خان کے اب فتح علی اس کا متبنی اس جگہ کا مالک ہے۔

حال محمود شاہ صاحب قادری

(ص ۳۸۳) صورت ان کی نورانی' مرد عابد و فقیر' بہت سے خادمین ان کے لاہور و

Marfat.com

امرتسر وغیرہ مقامات میں موجود ہیں۔

عمر کے ضعیف' سفید ریش (ص ۳۸۳) یہ حضرت اکثر اوقات مسجد طلائی لاہور میں بوقت عصر مع چند خادمین تشریف لاتے ہیں۔ قد حضرت کا خیر الامور' ضعیف البنیہ' گندم گوں' کشادہ پیشانی سر محلوق ہاتھ میں عصاء اور اکثر عمامہ یا ٹوپی برنگ گیرو۔ بجائے پاجامہ لنگی عمدہ رکھتے ہیں اور اکثر لوگ ان کا ادب بجان کرتے ہیں۔مکان مسکونہ آپ کا بازار کشمیری میں بکوچہ کوٹھی داران۔ فقط۔

سلسلہ ان کا قادریہ مجددیہ۔ چنانچہ شجرہ ان کا انہوں نے بامید اندراج عنایت کیا بجنسہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

شجرہ

خداوند بحق شاہ کونین
بحیدر ہم بفر زندانش حسنین

بزین العابدین شاہ مکرم
بباقر جعفر و موسیٰ کاظم

علی موسیٰ رضا معروف کرخی
نگاہ داری مرا از آفات چرخی

بسری سقطی و جنید بغداد
بشبلی عبدواحد اہل ارشاد

بحق بوالفرح آن شاہ طرطوس
بحق بوالحسن ای رب قدوس

بحق آن کہ نامش بو سعید است
کہ او را غوث صمدانی مرید است

زھی خادم کہ مخدوم جہان شد
مریدی بین کہ پیری عرشیان شد

بحق پیر عالی عبدالرزاق
بشرف الدین کہ شد مشہور آفاق

بحق آن کہ او عبد وھاب است
بہاؤ الدین کہ او عالی جناب است

Marfat.com

عقیل شاہ شمس الدین مولیٰ
پس اش رحمان اول شاہ فقرا

بحق شاہ شمس الدین عارف
گدا رحمان ثانی زو ست واقف

نضیل و شہ کمال و شہ سکندر
مجدد شیخ احمد خاص داور

سعید عبدالاحد ہم شاہ عابد
بمرزا جان جانان ذی مشاہد

غلام شاہ علی زیشان بقاء یافت
شہ عبدالکریم از وی بقا یافت

خداوند بحق شاہ محمود
ہمہ کارم بدنیا ساز مسعود

Marfat.com

۶- تکئے اور مختلف قبور

حال مقبرہ حضرت شاہ اسماعیل

(ص ۱۹۷) فی مابین سڑک کوٹھی جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر، سڑک میاں میر، ایک چبوترہ جس پر بہت سے درخت ون و گوندی موجود ہیں اور اوپر اس چبوترہ کے ایک بڑی چار دیواری خشتی ہے اور شرق رویہ چار دیواری کے ایک کوٹھ، جس کا دروازہ جنوب رویہ ہے، موجود۔ اور اس چار دیواری میں شرق رویہ ایک اور چار دیواری ہے اس میں قبر حضرت اسماعیل محدث کی ہے۔

اس چبوترہ کے دو درجہ ہیں۔ اول تو سڑک سے ایک زینہ چڑھ کے اوپر جاتے ہیں اور پھر دو زینہ چڑھ کر چبوترہ بالائی پر جاتے ہیں اور باہر بھی بہت قبور ہیں۔ اور گوشہ شرق و جنوب میں چاہ چرخی دار موجود ہے مگر پانی کھارا ہے اور باہر کی چار دیواری کی دیوار جنوب و غرب و شمال کی طرف ہے اور شرق رویہ نہیں اور دروازہ اس چار دیواری کلاں کا جنوب رویہ آمدو رفت کا ہے۔ اس میں قریب چالیس قبور کے موجود ہیں۔ اور تمام درخت (ص ۱۹۸) ون موجود ہیں اور غرب رویہ ایک باغیچہ افتادہ ہے اس کے ساتھ چاہ رواں بھی تھا۔ اور جو باغیچہ میں چاہ ہے اس کا پانی میٹھا ہے۔ وہاں چند درخت انار وغیرہ موجود ہیں۔

قبران کی چونہ گچ، سرہانے چراغدان جس میں نوچراغ رکھنے کی جگہ ہے۔ اگرچہ چھوٹی چار دیواری قدیمہ ہے مگر مسمار ہو گئی تھی۔ اب از سرنو یہ چار دیواری بنی ہے۔ یہاں کے مجاور حافظ رحیم بخش صاحب ہیں اور انہوں نے ہی یہ چار دیواری بنوائی ہے۔ سرہانے کی طرف درخت نیم بھی موجود ہے۔ ان کی قبر کے پاس، غرب رویہ، متصل دیوار چار دیواری قبران کے خادم میاں حاجی کی ہے۔ یہ شخص ہمراہ ان کے عرب سے یہاں آیا ہے۔ یہ چبوترہ نصف پختہ خشتی اور نصف خام۔ قبر پر میر فرش موجود ہیں۔

حوال مکان چلہ بابا فرید

(ص ۲۰۲) یہ مقام فی مابین محکمہ ڈپٹی کمشنری ضلع لاہور و کوٹھی جناب ڈاکٹر سمٹ صاحب بہادر روبروئے کوٹھی جناب میجر مکندرو صاحب بہادر بلند ٹیلہ پر موجود ہے۔ اصل نام اس کا فرید آستانہ ہے اور وجہ تسمیہ یہ پایا گیا کہ حضرت خواجہ مسعود اجودھنی المشہور بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ واسطے زیارت حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے لاہور میں تشریف لائے چونکہ خانقاہ داتا صاحب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ آکر چلہ

Marfat.com

نشین ہوئے تھے سو انہوں نے مناسب نہ جانا کہ جہاں پیر دستگیر آپ کے چلہ نشین ہوئے تھے وہاں یہ بھی چلہ بیٹھیں۔ یہ لحاظ ادب کر کے فرمایا کہ لائق اس جگہ کے نہیں ہوں' لازم ہے کہ پاؤں کی طرف چلہ کاٹوں سو بابا فرید صاحب نے اس ٹیلہ پر ادائے عبادت اور طلب امداد حضرت داتا صاحب کے واسطے چند مدت اعتکاف کیا ہے اور واسطہ حضرت کا جناب خواجہ معین الدین صاحب سے اس طرح ہے کہ حضرت بابا فرید صاحب کے پیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی' جن کی مزار پر انوار شاہجہان آباد میں ہے اور وہاں قطب صاحب کی لاٹ مشہور و معروف ہے اور قطب الدین صاحب کے پیر جناب خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

اور جہاں حضرت بابا فرید صاحب معتکف ہوئے تھے وہاں ایک حجرہ' جس کی دیوار میں مکان نشست خشتی پختہ بطور محراب بنا ہوا ہے' موجود ہے۔ چونکہ ولی کامل تھے اس نظر سے وہ مکان بڑا متبرک اور نورانی مشہور ہے۔ شرق رویہ راہ آمدو رفت اشخاص زائرین ہے اور جنوب رویہ اس مکان کے چند مدت سے ایک دکان بقال ہے۔ وہ اب لکڑیں' کوئلہ' چاول' آٹا وغیرہ فروخت کرتا ہے اور اکثر ملازمان صاحبان عالی شان' بسبب بعد صدر بازار انار کلی کے وہیں سے خرید و فروخت کرلیتے ہیں اور دکاندار نے ایک مکان بھی خشتی غرب رویہ بنالیا ہے اور اسکے اوپر ایک (ص ۲۰۳) بالاخانہ جس کی پانچ کھڑکیاں ہیں۔

(ص ۲۰۲) گرد نواح اس کے بڑا بھاری قبرستان' جس میں ہزارہا قبریں موجود تھیں' واقع تھا۔ اب حسب الحکم سرکار وہ ٹیلہ گرایا جاتا ہے' چنانچہ گوشہ غربی اور جنوبی کی طرف سے بہت سا گرایا بھی گیا ہے اور اس ٹیلہ پر بہت سے درخت ون' کریر' کیکر وغیرہ کے موجود ہیں۔ شمال رویہ اس ٹیلے کے ایک چاہ جاری ہے وہاں سے ہندو پانی بھرتے ہیں اوپر اس کے درخت پیپل موجود ہے۔ (ص ۲۰۳) اس ٹیلہ پر آگے قبریں ہوتی تھیں اب بند ہیں۔ اور جہاں سے ٹیلہ گرایا گیا ہے وہاں جو پرانی قبریں تھیں مسمار کرائی گئی ہیں۔ ان کے نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسری اور دوسری تیسری پر قبر ہوتی گئی ہے اور کئی استخوان بوسیدہ دکھائی دیتی ہیں۔

احوال مکان چوکی سخی سرور

(ص ۲۲۴) یہ مقام صدر بازار انار کلی کی سرائے محمد شفیع کے جنوب رویہ موجود ہے اور جو راستہ قصاب خانہ سے بازار چماراں کو جاتا ہے اس راہ کے غرب رویہ مکانات خام واقع ہیں۔ یہ مکان بشکل کوٹھہ قالبوتی خشتی پختہ' جس کا دروازہ شرق رویہ چوبی مع طاق تختہ

Marfat.com

بنا ہوا موجود ہے۔ استر کاری اندر باہر پرانی بنی ہوئی تھی، مگر سنگ استر کاری، جو سفید تھا، سیاہ ہوگیا ہے۔ اندر اس کوٹھ کے دیوار غربی میں ایک طاقچہ بڑا اور دو چھوٹے۔ بڑے چراغدان کے اوپر محرابی طاقچہ بنا ہوا ہے اور لب بام کے متصل گرد ناریختہ کا۔

اور یہ مکان بنام سخی سرور صاحب کے صرف بھرائی لوگوں نے "طمع نفسانی (ص ۲۲) بنا لیا ہوا ہے ورنہ کوئی اصلی مکان اعتکاف حضرت کا یہ نہیں ہے۔ اس جگہ پر میلہ سخی سرور کے قدموں کا ماہ پھاگن کے نوچندہ منگل کو ہوتا ہے۔ ابتدا میں یہ میلہ متصل تھانہ انار کلی جہاں اشجار خرما بکثرت ہوتے تھے اور اب بھی ہیں، باغ نواب وزیر خان میں ہوتا تھا اور وہاں قدیمی چند درخت بیر کے تھے اس واسطے اس میلہ کا نام بڈھی بیری کے قدم مشہور تھا۔ بعدازاں سمت ۱۸۸۰ میں یہ مکان بخرچ چند چھ کس بھرائیوں نے بنوایا۔ چنانچہ وہی چھ آدمی مالک اس مکان کے ہیں ایک نہال دورا دودا تیسرا خواجہ چوتھا جمیتا پانچواں نتھو چھٹا وزیر۔

میلہ قدم

جس روز یہ میلہ ہوتا ہے اس روز شیطان کا بازار بڑا گرم ہوتا ہے۔ تمام مخلوقات اکثر ارزل اور عورات فاحشہ اس میلہ پر جاتی ہیں۔ لاہوری دروازہ سے لے کر تا تھانہ انار کلی اس بازار میں صدہا لوگ جمع ہوتے ہیں اور صدہا ڈھولی بھرائی لوگ گلے میں ڈھول ڈالے کر بجاتے ہیں اور لوگ بھرائیوں سے بھمنیاں ڈلواتے ہیں اور بھمنیاں سے یہ مراد ہے کہ لڑکوں کو گود میں لے کر بھرائی لوگ ناچتے ہیں اور ایسے ایسے جملے کہتے ہیں:

سرور دے دربار مراداں لے آئی ہاں

دے مراداں سرور پیرا

مینوں تیرے در دا وہیرا

گودی بال کھڈا مراداں لے آئی ہاں

اور جو کوئی مفصل حال اس میلے کا دیکھنا چاہے تو کتاب یادگار چشتی مصنفہ کمترین مطبوعہ لاہور کرانیکل میں دیکھ لے۔ اور جن جن لوگوں کو گود میں لے کر بھمنیاں ڈالتے ہیں وہ کچھ زر نقد و غلہ ان کو دیتے ہیں۔

اور اس ملک میں اشخاص اقوام ارزل ان حضرت کو بہت مانتے ہیں۔ اگرچہ اصل میں یہ حضرت بڑے بزرگ سید کامل تھے، مگر ان لوگوں نے نام ان کا بگاڑ رکھا ہے۔ قبران کی بمقام نگاھا ہے۔ ان کی مزار پر لکھ ہا آدمی دور نزدیک سے حاضر ہوتے ہیں اور ایک قافلہ

Marfat.com

کالی کا دوآبہ سے آتا ہے۔ اس میں ہزارہا زن و مرد جن پر اکثر کالی لوئیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک روز لاہور میں ٹھہر کر روانہ سمت نگاھا ہوتے ہیں اور نگاھا ملتان سے پچاس کوس پرے ہے۔

احوال تکیہ ڈنڈی گراں

(ص ۵۶۹) یہ مکان تکیہ ڈنڈی گراں زین خان کے میدان سے آگے بڑھ کے شرق رویہ کلبق ہے۔ اس کے جنوب رویہ چبوترہ پختہ خشتی' اس پر چند قبور' شرق رویہ ایک کوٹھہ پختہ مسکونہ فقیر' اب اس میں چراغ نام' جو اولاد ڈنڈی گراں سے ہے' رہتا ہے۔ غرب رویہ ایک گنبد پختہ پرانا مربع' جس کے چار در محرابی اندر اس کے دو قبر پختہ پرانی۔ پہلے رنگ اس گنبد کا سبز تھا اب بے رنگ۔ شرق رویہ اس گنبد کے ایک چبوترا اس پر قبور ڈنڈی گراں اور چند درخت بیر شرینہ وغیرہ سنا جاتا ہے اور بوقت آبادی بیرون شہر لاہور کے یہاں محلہ خرادیاں تھا' چنانچہ اب تک لوگ بیان کرتے ہیں کہ بوقت کھودنے زمین کے اکثر اوزار خرادیوں کے یہاں سے برآمد ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ فیروز گیلانی

بہت تلاش سے معلوم ہوا کہ یہ مقبرہ حضرت شاہ فیروز گیلانی کا ہے' جو بڑے بزرگ' ولی کامل' سید گیلانی صحیح النسب تھے۔ (ص ۵۷۰) حضرت شاہ فیروز کا معمول تھا کہ ہمیشہ وعظ فرمایا کرتے تھے اور غربا اور مساکین سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ابتدا میں ان کو مرید کرنے سے نفرت تھی بعدازاں ایام ضعیفی میں فیض تمام جاری فرمایا۔ اکثر اشخاص بیعت سے مشرف ہوئے۔

(ص ۵۶۹) وفات آپ کی بعہد بابری سن نو سو چونتیس میں واقع ہوئی۔

شجرہ

اور حضرت شاہ فیروز کے مرشد حضرت شاہ عالم المشہور ڈنکہ اور ان کے حضرت نور الدین اور ان کے (ص ۵۷۰) شیخ احمد اور ان کے شیخ حامد گیلانی اور ان کے سید عبدالرزاق اور ان کے سید عبداللہ اور ان کے سید احمد قادری اور ان کے سید میر اور ان کے سید مسعود اور ان کے سید علی اور ان کے سید احمد اور ان کے سید صوفی اور ان کے سید عبدالوھاب اور ان کے جناب غوث الاعظم محی الدین گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز۔

Marfat.com

سجادہ نشین مرید اور اولاد

(ص ۵۶۹) جب یہ فوت ہوئے تو شیخ عبداللہ خادم نامی ان کے سجادہ نشین ہوئے جن کی قبر اس مقبرہ میں ہوئی۔ (ص ۵۷۰) ان حضرت کے سجادہ نشینوں سے حضرت سید عبدالحکیم گیلانی بڑے بزرگ ولی کامل ہوئے ہیں جن کا حال علیحدہ درج کتاب ہذا ہوچکا ہے۔ اب تک ان کے خاندان کے مریدوں سے سید مہر شاہ موضع اچھرہ میں موجود ہیں۔ زمین اس تکیہ کی ایک گھماں سات مرلے۔ کوئی عرس وغیرہ یہاں نہیں ہوتا۔

احوال تکیہ کامل شاہ

(ص ۴۷۰) یہ تکیہ موضع بابو سابو کے جنوب رویہ بفاصلہ دس بارہ کروہ واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے موضع بابو سابو غرب رویہ موضع موجودہ (ص ۴۷۱) بفاصلہ ایک میل کے آباد تھا۔ اس وقت یہاں جنگل بیلہ تھا۔ سمت ۱۸۱۰ اٹھارہ سو دس میں دریا نے موضع بابو سابو کو گرا لیا تو یہاں آباد ہوا۔

(ص ۴۷۰) یہ حضرت بعہد اکبر بادشاہ یہاں آئے اور بتاریخ ہفتم ماہ صفر سن ایک ہزار پانچ فوت ہوئے۔ (ص ۴۷۱) ان حضرت کو دیوان کامل شاہ بھی کہتے ہیں۔

(ص ۴۷۹) اکبر بادشاہ کا خانساماں مسمی عبدالرحیم حضرت کا مرید تھا۔ مشہور ہے کہ اس نے ہر چند چاہا کہ ان کا روضہ بنواوے مگر انہوں نے خواب میں منع فرمایا۔ اس باعث سے قبر خام رہی۔ اب سن بارہ سو ساٹھ میں قبر پختہ ان کی کھیون شاہ سجادہ نشین نے بنوائی۔

سجادہ نشین اور ان کا شجرہ

(ص ۴۷۱) اب اس مکان کا سجادہ نشین ایک لڑکا یک چشم مسمی حیدر شاہ بن گلاب شاہ بن بہادر شاہ بن دلیر شاہ ہے۔ سلسلہ اس کا مداریہ شجرہ یہ ہے :-

حیدر شاہ کا دم کھیون شاہ اور وہ نانک شاہ کا اور وہ شوق شاہ کا اور وہ بہادر شاہ کا اور وہ دیوان کامل شاہ کا اور وہ شاہ الہ داد کا اور وہ نور محمد بزرنگی کا اور وہ نور محمد کا اور وہ خاکسار دیوان کا اور وہ باب امان دریائی کا اور وہ اکن سرمست کا اور وہ گگن سرمست کا اور وہ حضرت سید سرمست کا اور وہ میراں جمن جتی کا اور وہ حضرت شاہ مدار غازی کا۔ شجرہ سلسلہ مداریہ کا صحیح یہاں کے کسی مداریہ فقیر کو یاد نہیں۔ جس قدر صحیح از روئے تحقیقات فدوی

Marfat.com

کو واضح ہوا نقل اس کی حال مکان سیلانی شاہ میں درج ذیل ہوتا ہے۔

معافیاں

(ص ۴۷۰) پہلے اس خانقاہ کے ساتھ پچاس بیگھہ زمین معاف تھی جو رنجیت سنگھ نے ضبط کرلی۔ اس تکیہ کے متعلق دو گھماں زمین سرکار سے واگذار ہے۔ اب چھ کنال میں زراعت ہوتی ہے۔ اور بقیہ میں اشجار مع چاہ پختہ چرخ چوب والا۔

عمارات

بطرف شرق تکیہ ہذا میں دو کوٹھا خام ملحق بیک دگر' جن میں طاق تختہ چوبی لگے ہوئے ہیں۔ بطرف غرب چار دیواری میں قبر حضرت سید کامل شاہ صاحب کی' دروازہ اس کا جنوب رویہ' ارتفاع اس کی کرسی کا زمین سے آدھ گز بلند' سرہانے چراغدان جس میں بارہ کھڈے عمارتی' چراغدان کی دیوار چار دیواری سے قدرے بلند' اندر فرش چونہ پختہ۔

چار دیواری خانقاہ کی زمین سولہ مرلہ' اب اس میں ایک قبران کی باہر بطرف شرق چار دیواری میں گیارہ قبریں سجادہ نشینوں کی ہیں۔ چونے شاہ۔ ۲۔ گلاب شاہ۔ ۳۔ بہار شاہ ۴۔ دلیر شاہ ۵۔ کھیون شاہ ۶۔ جیون شاہ ۷۔ مہتاب شاہ ۸۔ نانک شاہ ۹۔ شوقی شاہ ۱۰۔ بہادر شاہ ۱۱۔ امیر شاہ

حال قبر پیر برھان صاحب

(ص ۱۹۲) باہر دروازہ ذکی کے' شرق رویہ اس سڑک کے جو متصل شہر ہوکر قلعہ کو جاتی ہے' لب سڑک ایک تکیہ ہے۔ اس کے گردو نواح چار دیواری پختہ خشتی۔ چار دیواری کا دروازہ شرق رویہ چھوٹا سا موجود ہے' وہاں سے آمدورفت جاری ہے۔ اور یہ احاطہ بیچ میں سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ جنوبی میں ایک اور چار دیواری پختہ ہے۔ اس میں دو قبریں ہیں ایک پیر برھان صاحب کی ایک دوسری نامعلوم الاسم۔

یہ حضرت بخاری سے آئے ہیں اور بعہد اکبر بادشاہ فوت ہوئے ہیں۔ چونکہ ذکر اس کا کسی کتاب میں دیکھا نہیں گیا لہٰذا جو کچھ ان کے مجاورین اور ارادت مندوں سے معلوم ہوا تحریر کیا گیا۔

پہلے یہ قبر بہت خوبصورت بنی ہوئی تھی' مگر کنور نونہال سنگھ نے مسمار کرا دی تھی۔ اب امام الدین حجام نے پھر از سرِ نو بنوائی ہے۔ اب آج کل سفیدی ہوجاوے گی۔ دو تین

Marfat.com

طرف راستہ آمدورفت ہے اور پاس اس کے ایک نوگزہ آدم شہاب نام کی قبر ہے۔ پہلے اس شہاب کی قبر خندق پر تھی اب جو وہاں باغیچہ بن گیااور خندق پر ہوگئی تو وہاں سے استخواں اس کی نکال کر یہاں قبر کی ہے۔ یہ قبر بہت مطول ہے۔ بباعث طوالت نوگزہ کر کے مشہور ہے۔ اور دوسرے حصہ میں ایک مسجد بے چھت اور دو کنویں اور ایک دالان و کوٹھہ خرد و ایک دالان بڑھ موجود ہے اور بہت سے درخت گوندی و بڑھ و پیپل وغیرہ۔ اب تو یہ مکان چنداں خوبصورت نہیں(ص ۱۹۳) مگر پرانے پرانے اشخاص بیان کرتے ہیں کہ ابتدا میں یہ مکان بڑا پررونق تھا۔ (ص ۱۹۲) بموجب گردش زمین کے سر راہ سے یہ قبریں تھڑے سے معلوم ہوتے ہیں۔

اب چند فقیر لنگوٹ بند یہاں رہتے ہیں وہ بھی مجہول 'مطلق' بے وقوف' محض' بھنگی اور چرسی ہیں' حتیٰ کہ ان سے اگر ایمان کی شرطیں پوچھیں تو بتا نہیں سکتے۔

احوال قبر درگاہی شاہ

(ص ۱۹۸) جنوب رویہ کوٹھی کپتان حال صاحب بہادر لب سڑک جو ریل اسٹیشن کو جاتی ہے دھنے ہاتھ کی طرف درگاہی شاہ صاحب کی واقع۔ یہ خانقاہ ایک تکیہ میں واقع ہے اور قبر چبوترہ خشتی پر واقع ہے۔ چبوترہ پر تہ چونا برنگ سیاہ موجود۔اور سرہانے چراغدان خشتی ہے۔ اس تکیہ میں شمال رویہ ایک مسجد رحیم بخش سوداگر دہلی نے خشتی بنوا دی ہے اور بہت سے درخت گوندی و بیرو ون و کیکر موجود ہیں اور اس تکیہ میں درختان مفصلہ ذیل موجود ہیں۔

(ص ۱۹۹) گوندی۔ کنار۔ کیکر دیسی۔ کیکر انگریزی۔ کریر۔ ون۔ پھرواں۔ بل خرد۔ کل ۱۳۳ درخت۔

قبر ماہی شاہ

(ص ۱۹۸) اور اس چبوترہ کے غرب رویہ لب سڑک جو فیروز پور کو جاتی ہے ایک اور چبوترہ خشتی پختہ موجود ہے۔ اس پر قبر خشتی ماہی شاہ صاحب کی ہے۔ حال ان کا یہ ہے کہ عہد جہانگیر میں یہ حضرت شاہ چراغ صاحب کے ہمراہ تشریف لائے اور خاندان ان کا قادریہ ہے اور یہ ماہی شاہ صاحب پیر بھائی درگاہی شاہ صاحب کے ہیں۔

اور اس تکیہ میں شیخ ولی شاہ قریشی فقیر رہتا ہے۔ کوئی زمین (ص ۱۹۹) وغیرہ اس قبر کی شاملات میں نہیں ہے۔ اور آمدنی کچھ نہیں اس واسطے عرس بھی نہیں ہوتا۔ جمعرات کے

Marfat.com

دن کوئی کوئی آدمی شہر سے سلام کے واسطے یہاں آتے ہیں اور مزار درگاہی شاہ صاحب کے جنوب رویہ ایک چاہ پختہ موجود ہے، مگر چرخی بو کہ تک نہیں، کیونکہ فقیر کہتا ہے کہ چور چکار رسی بو کہ کھول کر لے جاتے ہیں۔

چاہ پانی واتیاں والا

اور اس چاہ کے پاس ایک اور کنواں چرخ چوب والا زمین مزروعہ میں رواں ہے۔ اس چاہ کا نام پانی واتیاں والا چاہ مشہور ہے اور اس کا یہ شعبدہ ہے کہ جس طفلک کو بدن پر پھوڑے نکلیں اس کو اس چاہ پر لے کر نہلاتے ہیں اور سنگریزی اس جگہ کا جہاں آب چاہ نکل کر گرتا ہے گھس کر پھوڑوں پر لگاتے ہیں اور وہ لڑکا اچھا ہوجاتا ہے اور مشہور ہے کہ حضرت درگاہی شاہ کی دعا سے یہ برکت اس چاہ میں ظاہر ہوئی ہے۔ جب حضرت درگاہی شاہ یہاں آئے تو زمیندار یہاں کے آپ کی خدمت میں بطور خادم حاضر رہتے تھے۔ ایک روز انہوں نے خوش ہوکر زمینداروں سے فرمایا: کہ تم نے ہماری بہت خدمت کری ہے کچھ دعا طلب کرو اور پھر جوش میں آکر کہا: کہ یاالٰہی جو پھوڑے والا اس چاہ پر آوے اور غسل کرے تو اچھا ہوجاوے۔ چنانچہ اس روز سے یہ کرامت آپ کی مشہور ہے اور اب تک جاری ہے۔

اب مالک اس چاہ کا فتح دین ساکن قلعہ گوجر سنگھ ہے اور لوگ بروز یکشنبہ لڑکوں کو جن کے بدن پر پھوڑے ہوتے ہیں اس کو یہاں لاکر نہلاتے ہیں اور چڑھاوا مقرری یہاں کا یہ ہے کہ سوا پیسہ نقد اور کچھ روٹیاں شیریں اور نمکین ساتھ لاتے ہیں اور جو لڑکا بیمار ہوتا ہے اس کو ہمراہ لاتے اور بعد غسل روٹی اور پیسہ چاہ والے زمیندار کو دے جاتے ہیں اور یہ چاہ پانی واتیاں والا مشہور اس واسطے ہے کہ پانی واتہ ایک قسم پھوڑے کی ہے جو خاص لڑکوں کے جسم پر پیدا ہوتے ہیں اور ان پھوڑوں میں صرف پانی ہوتا ہے۔

حال مکان خانقاہ حاجی جمعیت و مفصل حال روضہ قدم

رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(ص ۲۹۰) مکان ہذا بطرف شمال مائل بغرب ریلوے اسٹیشن واقع ہے۔ اس مکان میں ایک گنبد روضہ عالی شان مربع سفید چونہ گچ (ص ۲۹۶) عمارت قدیم کا کھڑا ہے گنبد کے نیچے لب دیوار گردنہ اور چاروں گوشوں پر چار مینار خرد۔ دروازہ آمد و رفت گنبد کا جنوب رویہ، چوکھٹ در پر ایک شش پہلو سل کانسی کی نصب ہے اور گنبد کی دیوار شمالی کے باہر

Marfat.com

زیر لب گردنہ دو کتبہ بسنتی کانسی کار ہیں۔ اس میں بخط عربی چار سطریں تحریر ہیں۔ سطر اول یہ ہے:۔

انہ' مسعود و من مسعود الی انبہ' سالم الی انبہ' مسلم و من مسلم الی انبہ عاقل

سطر دوم:

و من عاقل الی انبہ' جوھر و من جوھرالی انبہ' باقر و من باقرالی انبہ' اسعد۔ سطر دوم یہاں تک ختم ہوئی۔

دوسرا کتبہ اس میں دو سطریں تحریر ہیں:۔

و من سعد الی انبہ' نصیر و من نصیرالی انبہ طاہر و من طاہر الی انبہ' طیب و من طیب الی انبہ' مجیب و من مجیب الی انبہ' حبیب و من حبیب الی انبہ' جمال

اور بطرف شرقی بھی' زیر گردنہ' میانہ دیوار پر' ایک کتبہ بسنتی کانسی کا ہے۔ اس میں یہ تحریر ہے بخط عربی:۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم السلام و علی رسولہ محمد و آلہ واصحابہ۔

اور اس گنبد کے باہر' گوشہ نیرت میں قبر حاجی جمیعت صاحب کی پختہ خشتی' سرہانے چراغدان اور اس کے شرق رویہ درخت ون۔ اور گرد اس مقبرہ کے چار دیواری خشتی کھڑی ہے' مگر شرق رویہ سے بوسیدہ۔

اور اندر اس گنبد کے عمارت خشتی ہشت پہلو گلکار اور چاروں طرف چار محراب اور میانہ میں ایک چبوترہ ہشت پہلو ایک گز بلند جس پر پنجرہ گلی چونہ سے لگے ہوئے ہیں۔ اسکے بیچ میں قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنگ سرخ کا موجود۔ ایڑی بطرف شرق اور انگلیاں بطرف مغرب۔ سرہانے اور شمال رویہ چراغ دان۔

راہ چار دیواری کے باہر گوشہ غربی و جنوبی' میں ایک چاہ چرخی دار۔ باہر اس چار دیواری کے اور بہت قبور عامہ خلائق ہیں اور اندرونی چار دیواری کے گوشہ گنی میں اب کین صاحب متعینہ ریلوے نے ایک کوٹھ خشتی' جس کا در جنوب رویہ ہے' بنوا دیا ہے۔ یہاں اب گلاب شاہ فقیر رہتا ہے۔ کوٹھ کے روبرو قبر غلام رسول سوداگر کی ہے۔ حال اس کا بھی تحریر ہوگا۔

(ص ۲۹۸) اور جو تالاب وغیرہ عمارت مکان حاجی جمیل صاحب کی ریل والوں نے گرائی اس کا عوض چار سو روپیہ لال شاہ مرید کو ملا تھا۔ لال شاہ اس میں سے دو سو روپیہ کھا کر ملتان کی طرف بھاگ گیا اور دو سو روپیہ بقیہ سے ایک مکان متصل مکان ولی شاہ

Marfat.com

حکیم اب گروی لیا گیا ہے۔ اب حسن علی شاہ پسر کرم حسین شاہ سجادہ نشین مادھو لال حسین، جو سرکردہ فقرا ہے، اس نے تجویز کی ہے کہ یہ روپیہ مکان والا لے کر مکان جمیل پر لگایا جاوے۔

قدم رسول کی تولیت

(ص ۲۹۶) یہ مکان مشہور قدم رسول ہے اور یہ حضرت صاحب خانقاہ جو نام ان کا حاجی جمیعت مشہور ہے اصل نام ان کا جمیل ہے۔ مشہور ہے کہ حاجی جمیل صاحب عربی بعہد اکبر بادشاہ مکہ شریف کی طرف گئے اور وہاں سے یہ قدم رسول لائے اور یہ قدم شریف پشت در پشت ان کے خاندان میں چلا آیا ہے چنانچہ تحریر مکتوبہ روضہ معلیٰ سے صاف پایا جاتا ہے کہ پہلے یہ قدم رسول حضرت مسعود لائے (ص ۲۹۷) اور بعد وفات ان کی ان کے صاحبزادے میر سالم کے پاس رہا بعدازاں ان کے فرزند میر مسلم اور پھر میر عاقل اور پھر میر جوھر اور پھر باقر اور پھر میر اسعد اور پھر میر نصیر اور پھر میر طاہر اور پھر میر طیب اور پھر میر مجیب اور پھر میر حبیب اور پھر میر جمال المشہور جمیل کے پاس آیا۔

اور بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ یہاں ایک فقیر بانوا ہندوستانی رہا کرتا تھا۔ صدا اس کی بوقت گدائی یہ تھی کہ "او آسمان کی چڑیا پتھر کی بیرن" کچھ نام خدا بھی لے۔ اور اس وقت یہ مکان تکیہ بلیاں والا مشہور تھا۔

حاجی جمیل

حال ان کا یہ ہے کہ حاجی جمیل صاحب خادم حضرت رنگ بلاول صاحب کے ہیں اور حضرت رنگ بلاول خادم و خلیفہ و سجادہ نشین حضرت مادھو لال حسین صاحب کے۔ مشہور ہے کہ انہوں نے سات حج کئے تھے۔ ایک سوداگر غلام رسول نامی ان کا دوست صاحب دولت مگر لاولد تھا۔ اس نے بخدمت حاجی جمیعت صاحب کے عرض کیا: کہ میں مکہ شریف کی طرف جاتا ہوں۔ آپ نے منع کیا اور فرمایا: کہ ہم نے سات حج کئے ہیں تجھ کو لازم ہے کہ ایک حج مقبول ہم سے لے لے اور ہمارے پاس رہ۔ وہ بضد ہوا اور عرض کی کہ: کہ یا حضرت مجھ کو مکہ شریف کی عمارات دیکھنے کا شوق ہے، سر میں چاہتا ہوں کہ وہاں جاؤں اور زیارت کر آؤں۔ یہ سن کر آپ خاموش رہے۔ ایک روز وہ ہر طرح سے تیار ہو کر آپ کے پاس رخصت لینے آیا۔ آپ نے فرمایا: کہ اچھا، آج کے دن صبر کرو، کل کو اختیار باقی ہے اور تجھ کو لازم ہے کہ آج رات کو پوشاک عمدہ پہن کر اور خوشبو لگا کر ہزار بار درود

Marfat.com

شریف پڑھ کر سونا۔ اس نے اسی طرح کیا۔ قدرت الٰہی سے وہ رات کو کیا دیکھتا ہے کہ بیت اللہ اس کے گھر میں آگیا ہے اور ایک بزرگ بصورت حاجی جمیل اس کو کہتا ہے کہ عمارت مکہ کی دیکھ لے اور تیرے نامہ اعمال میں ایک حج بخشا ہوا حاجی جمیل کا تحریر ہوگیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ تمام روپیہ اپنا حضرت کے پاس لے آیا اور عرض کی: کہ آپ یہ تمام روپیہ لے لیں۔ ان کا معمول تھا کہ ایک جھگی خس میں سکونت رکھتے تھے' فرمانے لگے: کہ بابا فقیروں کو مال دنیا سے کیا غرض ہے۔ اس نے عرض کی: کہ اب میں تارک الدنیا ہوں۔ مجھے بھی اس مال و دولت دنیا سے کچھ غرض نہیں۔ یہ کہ اس نے تمام روپیہ فقرا کو تقسیم کردیا اور آپ حضرت کے پاس ہو بیٹھا اور وہیں فوت ہوا۔ چنانچہ قبر اس کی گوشہ بایب چاہ چرخی دار میں موجود ہے۔ بعد ایک سال کے ایک سوداگر دہلی سے یہاں آیا۔ اس نے سات ہزار روپیہ اس غلام رسول سوداگر کا دینا تھا۔ جب اس نے سنا کہ مالک روپیہ فقیر ہو بیٹھا ہے (ص ۲۹۸) تو وہ بھی وہ روپیہ دادنی لے کر اس کے پاس آیا۔ اس نے قبول نہ کیا۔ ناچار اس سوداگر نے سن ایک ہزار تیس میں یہ مقبرہ قدم رسول و تالاب وغیرہ جو اس مکان میں تھا مع مکان لکھن شاہ جو اب وہ مکان ریل کے اسٹیشن میں آگیا ہے' بنوا دیا۔ یہ لکھن شاہ صاحب بھی بڑے کامل اور پیر بھائی حاجی جمیل صاحب کے تھے۔

خادم اور شجرہ

مفصل شجرہ حضرت حاجی جمیعت صاحب کا یوں ہے کہ اب لاہور میں ان کے خدام سے چار شخص موجود ہیں۔ ایک ستار علی شاہ دوسرا الف شاہ تیسرا پیر شاہ چوتھا لعل شاہ۔ یہ چاروں خادم یقین شاہ کے اور وہ عبداللہ شاہ کے اور وہ رفیق شاہ کے اور وہ عالم شاہ کے اور وہ دلیر شاہ کے اور وہ حاجی توکل کے اور وہ حاجی جمیعت کے اور وہ رنگ بلاول صاحب کے اور وہ حضرت مادھو لعل دیوان کے اور وہ حضرت حسین سرمست کے۔

حاجی توکل کے سوا دلیر شاہ کے اور تین خلیفہ تھے۔ ایک محبت شاہ' جس کی لڑی کا فقیر ثابت شاہ اب زندہ ہے اور دوسرے معلوم شاہ جن کا خلیفہ کرم شاہ بغدادی ہے اور اب اس کے خدام سے جمیعت شاہ زندہ ہے اور تیسرے قناعت شاہ۔ اس کی لڑی سے مقام رانی بھٹی میں پیر شاہ اور اس کا خادم یاد حسین زندہ ہے۔

اور جو گلاب شاہ فقیر یہاں بیٹھا ہے اس کی یہ صورت ہے کہ یہ طالباں اس خاندان سے نہیں۔ صرف خدمت مکان کے واسطے الف خان سپاہی نے' جو پاگل خانہ میں سپاہی اور مرید یقین شاہ کا ہے' بٹھایا ہے۔ اور وہ الف خان بڑا ارادت مند ہے چنانچہ ہمیشہ خدمت

Marfat.com

گذاری میں حاضر رہتا ہے۔

عرس

(ص ۲۹۶) اور گیارھویں ماہ ربیع الاول کہ ماہ وفات آنحضرت شاہ رسالت ہے یہاں عرس ہوتا ہے اور بھنڈارہ فقرا تقسیم کیا جاتا ہے۔

حال مقبرہ چلہ شاہ بدر دیوان صاحب رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۶۰۲) یہ مقبرہ گوشہ غربی و شمالی بیگم پورہ میں' شرق رویہ لاہور' واقعہ ہے۔ (ص ۶۰۴) اصل قبر حضرت شاہ بدر صاحب کی موضع مسانیاں علاقہ وٹالہ میں ہے۔ یہاں حضرت چندے معتکف رہے۔ یہاں بھی مکان بن گیا۔

حال حضرت حسی و نسبی حضرت شاہ بدر رحمتہ اللہ علیہ

یہ حضرت اولاد جناب غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز سے بڑے متعبد مشہور ہیں۔ بعد اکبر بادشاہ لاہور میں تشریف لائے اور شجرہ حضرت کا خیاطان یوں بیان کرتے ہیں کہ اب موضع مسانیاں میں سید غلام جیلانی سجادہ نشین ہے۔ اس کے باپ کا نام سید بدر بخش بن سید سیف بن سید بوڈھن بن سید باقر بن احمد بن سید عبدالشکور بن سید علی صابر بن حضرت شاہ بدر بن سید شرف الدین بن سید علاؤ الدین بن سید شمس الدین بن سید شہاب الدین زھرہ جبین بن سید احمد علی بن سید قاسم بن سید شرف الدین بن یحییٰ سکنہ تاتار بن سید شہاب الدین بن سید صالح بن قطب الافاق سید عبدالرزاق بن غوث الاعظم بن سید ابو صالح بن سید موسیٰ رضا بن سید شاہ عبداللہ بن یحیی زاھد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ بن سید حسن مثنیٰ بن امیر المومنین امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن بن امیر المومنین' مظہر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

(ص ۶۰۴) شجرہ آپ کا جو درزیوں نے دیا تھا وہ درج ہوچکا ہے اب جو شجرہ ان کا نسب نامہ حضرت پیر محمد سے واضح ہوا درج کرتا ہوں۔ وہاں مرقوم ہے کہ یہ حضرت شاہ بدر بن شرف دین بن یحیی بن علاؤ الدین بن شمس الدین زھرہ جبیں بن علاؤ الدین علی بن سید قاسم بن سید یحیی سکنہ تاتار بن سید احمد متقی بن ابی صالح بن ابی نصر بن سید قطب الافاق سید عبدالرزاق بن غوث الاعظم قطب العالم محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔

Marfat.com

اور بعضے کہتے ہیں کہ سجادہ نشینان روضہ عالیہ شاہ مرحوم اولاد شاہ بدر صاحب سے نہیں' کیونکہ حضرت شاہ بدر متاہل ہی نہیں ہوئے' مگر ہاں ایک شخص علی صابر نام کو انہوں نے پرورش کیا تھا اور وہ تو قوم گل گو سے تھا مگر اب وہ سادات کہلاتے ہیں۔ الغیب عنداللہ۔ یہ بیان سادات بخاری کا ہے۔

تعمیرات

(ص ۶۰۲) گرد نواح اس مقبرہ کے دو دو قد آدم بلند چار دیواری پختہ چونا گچ' راہ آمدورفت اس کا شمال رویہ بصورت محرابی جس کے اوپر دو برجیاں' اب شرقی مسمار اور غربی موجود ہے۔ اندر اس چار دیواری کے ایک چبوترہ۔ اس کے گوشہ شمالی و غربی کے نیچے زمین دو مربع چلہ حضرت بدر دیوان صاحب کا۔ راہ آمدورفت اس کا خرد' شمال رویہ۔ طول اس مکان چلہ کا اڑھائی درعہ' عرض ساڑھے چار درعہ' ارتفاع دو گز۔ اس چبوترہ کے شرق رویہ زمین پر تین عراق' اس میں ایک گوندی ایک کریر ایک ون کلاں اور تین خرد کھڑے ہیں۔ دیوار جنوبی کے میانہ میں ایک محراب جس میں بارہ طاقچہ خرد محرابی ہیں۔ شمال رویہ اس کے ایک حوض مربع اس کے شرق رویہ ایک قبر قدیمہ پختہ چونہ گچ نامعلوم الاسم۔ اس کے شمال کی طرف متصلہ چلہ چبوترہ مقبرہ جس کا طول چودہ قدم عرض بارہ قدم۔ اس چبوترہ پر میانہ میں ایک گنبد عالی شان چونہ گچ۔ اسکے باہر گرد و نواح چاروں طرف ارتفاع میں بکمر بلند کام چینی کا بہت عمدہ منقش' اس کے اوپر تمام استرکاری صورت روضہ چار پہلو۔ دروازہ آمدورفت جنوب رویہ چوکھٹ چوبی والا جس کے اندر میانہ میں ایک ہشت پہلو تھڑا چونہ گچ سفید' اس پر تعویذ قبر سفید چونہ گچ۔ گنبد غرب رویہ بفاصلہ تین گز بالائے تھڑہ ایک دیوار غرب رویہ۔ اس میں پانچ محراب۔ یمیں و یسار اس کے ایک ایک اور محراب یہ جگہ بالائے مقام چلہ بطور مسجد' شمال رویہ مقبرہ کے باہر گنبد کے متصل ایک خرد مینار بطور (ص ۶۰۳) چراغدان کانسی کا برنگ بسنتی منقش نہایت خوشنما۔ چار دیواری گرد نواحی کا طول سولہ قدم اور عرض چودہ قدم ہے۔ اس کے باہر غرب رویہ ایک چبوترہ خشتی پر پانچ قبریں خام' ایک پختہ قبر شاہزادہ کریم شاہزادہ خاندان ایوب شاہی کی جو عرصہ چھ سال سے بنی ہے اور بقیہ متفرقہ فقیروں کی۔ گوشہ غربی اور شمالی میں چاہ چرخی دار قدیمی۔ اس کے گوشہ شمالی و غربی میں ایک مکان پختہ ڈیڑھ منزلہ مسکونہ فقیر۔ چار دیواری کے شمال رویہ رو بروئے دروازہ ایک اور کوٹھ پختہ مسقف مرتبہ سرکی پوش۔ اب اس میں عرصہ پانچ ماہ سے مسماۃ رام بھارتی فقیرنی سنیاسن' حسب مرضی درزیوں کے رہتی ہے۔ وہ فقیرنی جوان حسین خوش مزاج

Marfat.com

ہے جس کی خدمت میں ایک آدمی بوٹا نامی بطور ملازم رہتا ہے۔ ظاہراً وہ گدائی کو بھی جاتی ہے۔

درزیوں کا قبضہ

(ص ۶۰۳) دم تحریر اس مکان پر قبضہ درزیوں کا ہے قدیم الایام سے اس مکان سے اولاد حضرت کو کچھ علاقہ نہیں ہے صرف یہی درزی ہر طرح سے مالک ہیں۔ وجہ قبضہ خیاطاں یہ ہے کہ جب حضرت شاہ بدر دیوان صاحب یہاں تشریف لا کر چلہ نشین ہوئے تو تین شخص ایک عبدالواحد' دوسرا محمد حسین' تیسرا محمد یوسف (ص ۶۰۴) خیاط ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ اب تک مفصلہ ذیل اولاد ان کی بطور سجادہ نشین چلی آتی ہے۔

الہ بخش و نبی بخش و جوایا ابنائے کریم بخش بن پیر محمد بن محمد عادل بن الہ دین بن محمد علی بن صالح بن الہ بخش بن بہادر بن جیون بن عبدالواحد خیاط۔

دوسرا محمد بخش بن محمد عظیم بن عبدالرحیم بن نور محمد بن محمد تقی بن محمد اعظم بن عبدالرحمان بن حسو بن جمیل بن عبداللطیف بن محمد یوسف۔

تیسرا چراغ دین بن عبداللہ بن مراد بخش بن محمد بخش بن نانک بن نور محمد بن عبدالرحیم بن نعیم بن عالم بن محمد حسین اور فقیر دین بن رحیم بخش بن الہی بخش بن افضل بن غلام محمد بن محمد حسین۔

فقیر اور معافیات

(ص ۶۰۳) اب اس مقبرہ پر ایک فقیر کرم الہی نامی بٹھلایا ہوا درزیوں کا جاروب کش ہے۔ درزیوں کا اختیار ہے جس کو چاہیں بٹھاویں اور جس کو چاہیں اٹھاویں گے۔ تاحال بارہ بیگھہ زمین متعلقہ اس خانقاہ کے سرکار سے معاف ہے۔ اس معافی کی ملکیت بنام درزیوں کے تھی مگر اب عرصہ چار پانچ سال سے کیماں نمبردار بیگم پورہ نے اپنے نام کرا لی ہے۔ بندوبست آئندہ میں خرخشہ ہوگا۔

عرس اور بھنڈارہ

عرس حضرت کا بتاریخ ۱۲ ماہ ربیع الاول ہوتا ہے۔ بروز عرس دال گوشت نان بطور بھنڈارہ تقسیم کرتے ہیں اور جو چڑھاوہ ہوتا ہے فقیر کو دیتے ہیں۔

احوال تکیہ حضرت سید بہاول شاہ گیلانی بن سید اسماعیل گیلانی

Marfat.com

(ص ۳۲۴) غرب رویہ موضع مزنگ برلب سڑک فیروز پور شرق رویہ ایک دیوار خام دو فٹ بلند بوسیدہ کھڑی ہے۔ اور جنوب رویہ دیوار چار دیواری قبر حضرت بہاول شیرا لمشہور بہاول شاہ گیلانی بن سید اسماعیل' جن کی مزار متصل خانقاہ حضرت بیوی وڈی صاحبہ زوجہ حضرت موج دریا بخاری موجود ہے اور ذکر خیر ان کا تحریر ہوچکا ہے' موجود۔ (ص ۳۲۵) وفات ان کی صفر کی پانچویں ۱۰۹۵ میں واقع ہوئی چنانچہ اب تک پانچویں صفر کو میلہ ہوتا ہے۔ اس دن تمام فقیروں کا بھنڈارا نان گوشت اور مجلس قوالی ہوتی ہے اور نوشاہی فقیر جمع ہوکر حال کھیلتے ہیں۔ ہر جمعرات کی رات یہاں چراغ بتی ہوتی ہے اور فقیر یہاں کا گدائی ہے کہ ایک روز حضرت میاں میر صاحب یہاں تشریف لائے اور سب ہمراہیان سے فرمایا کہ یہ مزار ایک ولی کامل مکمل کی ہے۔ تب سے یہ حضرت مشہور ہوئے۔

گذر شاہ کاکو چشتی

(ص ۱۲۰) اور ان کے گرد و نواح کو گذر شاہ کاکو چشتی کہتے ہیں۔ فی مابین ان کی قبر اور شہید گنج سکھاں کے بسر سڑک چند دکانیں واقع ہیں۔ اب متصل اس کے ذرا آگے بڑھ کے لنڈہ بازار آباد ہوگیا ہے۔ اور جو حمام قدیمہ پس پشت گنج شہیداں واقع ہے وہاں اب بھوسہ وغیرہ بھر کے رکھتے ہیں۔ شائد کہ مکان نزول ہے۔

عرس

(ص ۱۲۰) اور اب تک سال بھر میں ایک روز' (ص ۱۹۴) ماہ ربیع الاول میں' (ص ۱۲۰) شہر کے خوجے مجلس و چراغاں کرتے ہیں۔ تمام روز بروز عرس ناچ طوائفاں و سماع قوالاں ہوتا ہے اور شام کو چراغاں کرتے ہیں (ص ۱۹۴) اور فرش فروش سایبان قنات بھی لگائی جاتی ہے اور نان حلوہ تقسیم ہوتا ہے۔ مگر حال ان کا بہت کم مشہور ہے اور مزار بے شک جذبہ والی ہے جب انسان وہاں جاتا ہے تو ہیبت سی آتی ہے۔

دروازہ نخاس

(ص ۱۹۳) کمترین کے دیکھتے دیکھتے شمال رویہ مزار حضرت شاہ کاکو کے' لب سڑک' دروازہ نخاس چینی کے کام والا' بڑا بلند عالی شان بنا ہوا تھا اور شکل اس دروازہ کی بعینہ دروازہ مسجد وزیر خان کے تھی۔ بہت اچھا کانسی کا کام کیا ہوا تھا۔ وہ دروازہ دو منزلہ تھا۔ بادشاہان چوغتہ کے وقت میں وہاں خرید و فروخت اسپاں ہوتی تھی۔ (ص ۱۹۴) پھر اب

Marfat.com

عملداری سرکار گردوں وقار انگریزی' وہ دروازہ بھی میاں محمد سلطان صاحب کی مہربانی میں داخل ہوا ہوا یعنی مسمار ہو کر نام و نشان اس کا نام کو بھی نہ رہا۔

احمد شاہ ابدالی اور شاہنواز خان

(ص ۱۹۳) اور نیز کتاب میں مذکور ہے کہ جب احمد شاہ ابدالی نادر شاہ کو قتل کر کے لاہور پر آیا تو اس کا پیر حضرت صابر شاہ فقیر مجذوب' یعنی جن کی قبر پس پشت مسجد بادشاہی چبوترہ بلند پر واقع ہے اور حال ان کا انشاء اللہ حالات بزرگان اندرونی شہر لاہور میں مفصل تحریر ہوگا' اس کے ہمراہ آیا۔ اور وہ قدیم سے لاہوری تھے۔ جب شاہدرہ میں پہنچے تو انہوں نے احمد شاہ سے فرمایا: کہ یہ میرا شہر ہے۔ میں نہیں چاہتا اس میں قتل ہو۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے وکیل کر کے شاہنواز خان بن خان بہادر ناظم لاہور کے پاس روانہ کر۔ احمد شاہ نے بجان قبول کیا اور حضرت کو اس کے پاس بھیجا۔ چونکہ یہ فقیر بے پرواہ مجذوب تھے یہ مجرد پہنچنے کے بخدمت نواب فرمانے لگے: کہ او بدذات بے وقوف احمد شاہ ابدالی تشریف لائے ہیں۔ تجھے لازم ہے کہ تو ان کی خدمت میں حاضر ہو اور آداب بجا لا اور امان مانگ کر تو اور خلق خدا ہلاک نہ ہو۔ ماسوا اس کے کچھ اور بھی برا بھلا کہا۔ وہ سنتے ہی آگ کا بگولا بن گیا اور حکم دیا کہ اگرچہ وکیلوں کو مارنا ممنوع ہے' مگر ایسے بے ادب کو چھوڑنا بھی لائق نہیں ہے۔ چنانچہ حاضرین دربار نے اس وقت ان کو قتل کر ڈالا اور یہ حال کسی کو معلوم نہ تھا کہ آپ فقیر باخدا ہیں۔ جب یہ خبر احمد شاہ ابدالی کو پہنچی تو اس وقت دریائے غم و غصہ میں ڈوب کر (ص ۱۹۴) دریائے راوی سے عبور کیا اور حکم قتل عام دیتا ہوا شہر کے پاس آپہنچا اور علاقہ حضرت ایشاں میں خوب قتل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ مغل ناظم لاہور کے پاس نوکر تھا۔ اس کو ایسی ہیبت آئی کہ مسجد بادشاہی کے میناروں سے گر کر ہزارہا فوت ہوگئے۔ از انجا کہ مراد فدوی کی مورخی نہیں ہے لہٰذا مختصر کر کے عرض کرتا ہوں کہ جب شاہنواز خان اسیر پنجہ ملازماں احمد شاہی ہوا تو اس وقت احمد شاہ ابدال اس نخاس کے دروازہ پر بیٹھ کر تماشائے قتل کر رہا تھا کہ خواجہ شاہنواز کو پنجرہ آہنی میں قید کر کے اس کے روبرو لائے۔ اس کے دل میں قتل پیر کی جانب سے بہت غصہ بھرا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی اس کو کہنے لگا کہ اے ظالم بے وقوف تو نے میرے پیر کو قتل کیا۔ بول اب تیری کیا سزا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر جلاد ہے تو مار ڈال اور اگر تاجر ہے تو بیچ ڈال اور اگر ظالم ہے تو قید کردے اور اگر بادشاہ ہے تو معاف کر۔ واللہ غفور الرحیم۔ احمد شاہ کو یہ بات اس کی نہایت پسند آئی اور اس کی جان اور تاج بخشی کر کے روانہ ہندوستان ہوا۔

Marfat.com

فقط۔

احوال مکان چلہ حضرت میاں میر

(ص ۳۲۴) یہ مکان صدر بازار انار کلی میں' شرق رویہ مطبع سرکاری ' جنوب رویہ کوٹھی جامسن جی (ص ۲۲۵) سوداگر پارسی' اور غرب رویہ کوٹھی نور بخش سوداگر موجود ہے۔ صورت اس مکان کی یہ ہے کہ شرق رویہ متصل دکان ہا ایک راہ محرابی قالبوتی ہے اور اس دروازہ کے اندر جنوب رویہ پس پشت دیوار دکانات' ایک چبوترہ بطور مسجد آوارہ پڑا ہے اور نیچے اس مسجد کے تہ خانہ' غرب رویہ اس تہ خانہ کے سیڑھیاں زمین دوز نو درجہ' زینہ عمارت ریختہ' راہ زینہ ذرا مدور موجود ہے۔ چھت اس تہ خانہ کی قالبوتی خشتی' چونہ گچ' قدیمی عمارت ہے۔ ۵۰ ورعہ طول دو گز عرض۔ اور اس تہ خانہ کے غرب رویہ درخت بیر اور شمال رویہ درخت کیکر کھڑا ہے۔ شمال رویہ دروازہ آمد و شد کے ایک چاہ مع چرخی جاری ہے اور گوشہ شمالی و غربی میں ایک چو بارہ مسکونہ فقیر ہے۔ عیال اطفال اس فقیر کے یہاں ہی رہتے ہیں۔ جنوب رویہ میں بیس طاقچہ چراغ رکھنے کے موجود ہیں۔

یہاں حضرت میاں میر صاحب بحین حیات خود معتکف رہتے تھے۔ مکان صاحب برکت مشہور ہے اور زبانی سجادہ نشین میاں میر کے معلوم ہوا کہ حضرت جب تک زندہ رہے تب تک یہاں شب باش رہے اور اس وقت یہ مکان ایک باغ تھا چنانچہ وفات حضرت کی بھی اسی جگہ پر واقع ہوئی اور جنازہ بھی یہاں سے اٹھا کر لے گئے تھے۔

اب یہاں عرصہ بیالیس سال سے فقیر الف شاہ نامی رہتا ہے۔ قبل اس کے عملداری موبسران ۱۷ بیگھہ زمین مع چاہ رواں' مزروعہ' اس فقیر کو واگذار تھی۔ پھر اسی زمین میں پاگل خانہ بنا۔ چنانچہ وہ چاہ جو پہلے زراعت میں جاری تھا اب غرب رویہ اس چلہ کے موجود ہے۔ اس کا چبوترہ پختہ بنا کر گرد اس کے پنجرہ چوبی لگایا گیا ہے اور وہ چاہ اب مقبوضہ سرکار ہے۔

اس چلہ کے متصل شرق رویہ چھ دکانیں مبینہ فقیران میاں میر' جب سے صدر بازار پڑا ہے' بنی ہیں۔ قبل اس کے دیوار پاگل خانہ ان دکانات کے ملحقہ تھی اب وہ دیوار گرائی گئی ہے۔ یہ دکانیں کھڑی ہیں۔ کرایہ ان کا وہی فقیر لیتے ہیں۔

احوالہ چلہ حضرت شاہ محمد مقیم صاحب حجرہ والا رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۳۲۵) جنوب رویہ تکیہ بہاول شاہ کے ٹیلے پر چلہ ان حضرت شاہ محمد مقیم کا' جن

Marfat.com

کے نام سے حجرہ شاہ محمد مقیم مشہور ہے' واقعہ ہے۔ اس مکان کے گوشہ شرقی و شمالی میں ایک دالان چار درہ پختہ مع کوٹھری جس کا دروازہ غرب رویہ ہے' موجود۔ درمیان میں ایک چبوترہ خشتی چونہ گچ پختہ اور اس کے اوپر چار دیواری ڈیڑھ فٹ بلند مع دو زینہ' راستہ چبوترہ جنوب رویہ۔ اس پر ایک قبر حضرت صاحب دین نبیرہ حضرت شاہ مقیم شاہ کی۔ یہ چبوترہ دو حصہ والا ہے۔ حصہ جنوبی میں یہ قبر اور حصہ شمالی خالی پڑا ہے۔ وہ خالی جگہ مقام چلہ ہے۔

قبر اور چلہ کے سرہانے چراغدان اور ایک درخت ون چبوترہ پر کھڑا ہے۔ غرب رویہ چاہ چرخی دار پختہ اور ایک فقیر ضعیف معمر ہشتاد سالہ سولہ برس سے یہاں بیٹھتا ہے۔ یہ دالان اسی فقیر نے بنایا ہے۔

اور درخت گنجان ون و کیکر و پھروانہ و گوندی و شرینہ بکثرت کھڑے ہیں۔ غرب رویہ اس چبوترہ کے راستہ قبرستان میانی کا ہے۔ گویا یہاں سے علاقہ میانی شروع ہوتا ہے۔

حضرت شاہ فرید

(ص ۴۲۷) یہ حضرت شاہ فرید سید بھاکری' ساکن موضع کوٹلہ' جو شاہ فرید کا کوٹلہ مکان ہذا سے بہت قریب آباد تھا اور اب ویران ہوگیا ہے' تھے۔ حال ان کا یہ ہے کہ اول یہ حضرت بعہد ہمایوں بادشاہ ملازم شاہی اور بارہ ہزاری منصب رکھتے تھے۔ بعدازاں حضرت محمد پجیار صاحب کے خادم سلسلہ نوشاہیہ میں ہوئے۔ پھر جو کچھ لطف حاصل ہوا تو تمام دولت دنیا لٹا کر فقیر ہوگئے۔

وفات

عمر ان کی ایک سو پچھتر سال کی۔ تاریخ وفات سترھویں رجب المرجب سن گیارہ سو چھ۔

سجادہ نشین

بعد شاہ فرید کے محمد امین خان سجادہ نشین ہوا۔ وفات ان کی گیارھویں رمضان سن گیارہ سو چھیانوے۔ یہ شخص بھی زاہد تھا۔ بعد اس کے خادم اس کا مرزا صدیق بیگ' سجادہ نشین ہوا' جو سوم ذوالحجہ سن بارہ سو ستالیس میں فوت ہوا۔ من بعد' بعد چندے' یہ مرزا محمد جو اب معمر ہشتاد سالہ موجود ہے سجادہ نشین ہوا۔

Marfat.com

شجرہ حسبی

شجرہ ان کا یہ ہے کہ مرزا محمد بیگ خادم مرزا صدیق بیگ اپنے دادے کا اور وہ حضرت محمد امین کا اور وہ حضرت شاہ فرید کا اور وہ پیر محمد بچیار کا اور وہ حضرت حاجی محمد نوشاہ گنج بخش صاحب کا اور وہ حضرت شاہ سلیمان کے اور وہ حضرت سید معروف چشتی کے اور وہ سید مبارک کے اور وہ سید محمد غوث کے اور وہ سید شمس الدین کے اور وہ سید شاہ میر کے اور وہ سیر علی قادری کے اور وہ سید مسعود کے اور وہ سید احمد کے اور وہ سید صوفی کے اور وہ سید ابونصر کے اور وہ سید سیف الدین کے اور وہ سید عبدالوھاب کے اور وہ حضرت جناب غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز کے۔

عمارات

(ص ۴۲۶) یہ خانقاہ شمال کی طرف موضع ڈھولن وال کے' لاہور سے تین کوس پر واقع ہے۔ گرد و نواح اس مکان (ص ۴۲۷) کے چار دیواری خام 'شمال رویہ قدرے پختہ' شرق رویہ در آمد و رفت خشتی قالبوتی وردی دار۔ اس کے گوشہ گنی کے اندر ایک چبوترہ خشتی اس پر قبر محمد امین کی' یہ شخص قوم افغان' ساکن قصور' خادم حضرت شاہ فرید کا تھا۔ سن بارہ سو میں فوت ہوکر یہاں دفن ہوا۔ دروازہ کے اندر آتے ہی ایک ایسا درخت بوڑھ کا ہے کہ جس نے تمام مکان میں سایہ کیاہوا ہے۔ اس کے جنوب رویہ قبر محمد صدیق بیگ خادم محمد امین کا سجادہ نشین ہے۔ یہ محمد بیگ محمد امین کا نبیرہ اور نیز خادم ہے۔

ان کوٹھوں کے غرب کی طرف ایک چاہ چرخی درا بنیہ محمد امین اس کے پاس غرب رویہ ایک مسجد مسقف مرتبہ سرکی پوش' تین دروازے' سر صحن چار خرد مینار۔ اس مسجد کے جنوب کی طرف ایک چوکھنڈی خشتی چونہ گچ جس کے اوپر دو دو فٹ چاروں طرف دیوار' اس پر تین قبریں پختہ۔ ایک حضرت شاہ فرید اور دوسری ان کی ہمشیرہ کی اور تیسری اب محمد بیگ نے اپنے واسطے بنوا چھوڑی ہے۔ بفاصلہ دو گز تھڑہ خانقاہ سے اور چار قبریں خام ہیں۔ دو محمد بیگ کے بیٹوں اور ایک اس کی لڑکی اور ایک اس کی والدہ کی۔ فقط۔

سید عبدالحکیم صاحب رحمتہ اللہ

(ص ۴۲۵) یہ حضرت عبدالحکیم صاحب سید گیلانی اولاد حضرت محبوب سبحانی سے تھے۔

شجرہ نسبی

Marfat.com

شجرہ صلبی نسبی ان کا یہ ہے :
سید عبدالحکیم بن بایزید بن سید نظام الدین بن سید محمد بن سید مبارک بن سید نجم الدین بن سید نوری بن سید بہاؤ الدین بن سید الہ داد بن سید یعقوب بن سید یحیی بن سید قاسم بن سید منصور بن سید شرف الدین بن سید عبدالرحمان بن سید ملک صالح بن سید عبدالرزاق بن حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز۔ فقط۔

اجداد کی ہند میں تشریف آوری

(ص ۴۲۶) جناب حضرت سید یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ جد کلاں ان حضرت کے سن آٹھ سو پینتالیس ہجری میں ملک ایران سے شہر ملتان میں بعہد سید مبارک شاہ بادشاہ ہند تشریف لائے۔ چونکہ فاضل متبحر تھے وہاں تدریس شروع فرمائی۔ بعدازاں ان کی اولاد میں سے سید نجم الدین عہد بابری میں سن نو سو چونتیس دہلی میں جاکر ملازم ہوئے۔ بعد ان کی اولاد لاہور میں نوکری پیشہ رہی۔ صاجزادے ان کے حضرت بایزید بڑے صاحب علم تھے۔ ان کے یہاں تین بیٹے ہوئے۔ ایک سید عبداللہ دوسرے سید الہ داد تیسرے عبدالحکیم صاحب۔

سید عبدالحکیم

ان میں سے یہ حضرت عبدالحکیم صاحب بڑے صاحب کمال تھے۔ سن تولد ان کا سن ایک ہزار اکتیس عہد جہانگیر۔ یہ حضرت عہد شباب میں ہی بڑے نامی فاضل اور متعبد مشہور ہوگئے تھے۔ پھر انہوں نے خاندان عالی شان قادریہ میں بیعت بخدمت جناب شیخ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ حاصل کی۔

یہ حضرت ایسے عزلت گزیں تھے کہ باوجود تقاضائے شاہی کبھی دیوان شاہی تک نہ گئے۔ یہ حضرت بدرجہ کمال حلیم الطبع معنی وانک لعلی خلق عظیم تھے۔ آخری عمر میں بہت لوگ ان کے خادم ہوئے۔

شجرہ حسی

شجرہ حسی ان کا یہ ہے :-
سید عبدالحکیم خادم شیخ عبداللہ کا اور وہ شیخ فیروز کا (کہ جس کا مقبرہ تکیہ ڈنڈی گراں میں موجود ہے) اور وہ شاہ عالم کے اور وہ حضرت نورالدین کے اور وہ شیخ احمد کے اور وہ

Marfat.com

حامد گیلانی کے اور وہ سید عبدالرزاق کے اور وہ سید عبداللہ کے اور وہ حضرت احمد قادری کے اور وہ شاہ امیر کے اور وہ سید مسعود کے اور وہ سید علی کے اور وہ سید احد کے اور وہ سید صوفی کے اور وہ سید عبدالوھاب کے اور وہ جناب حضرت غوث الاعظم پیر محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے۔

وفات

تاریخ وفات سید عبدالحکیم صاحب مرحوم کی' زبانی سید مہر شاہ صاحب کے' سن ایک ہزار ایک سو آٹھ معلوم ہوئی۔

اولاد

اور ان کی اولاد میں سے دم تحریر ایک شخص مسمی سید مہر شاہ ولد بہادر شاہ موضع اچھرہ ضلع لاہور میں سکونت پذیر اور مدرس سرکاری موضع مذکور ہے۔ یہ بھی نہایت خلیق اور نجیب آدمی ہے۔

مرید

ان کے مریدوں میں سے متمول ساکنان لاہور' دو شخص' ایک محمد حیات دوسرا محمد صدیق' قوم مہتمم سے تھے۔ چنانچہ اب تک اولاد ان کی اندرون دروازہ لاہوری' کڑہ تارکشاں میں موجود ہے۔ وہ لوگ اب تک ہر سال فاتحہ سالیانہ ان کا اپنے گھر میں بصدق دلی کراتے ہیں۔ ان کو (سید مہر شاہ صاحب کو۔ مرتب)۔ پیرزادہ اپنا جان کے مجلس فاتحہ میں میر مجلس بنا کر بٹھاتے اور حتی المقدور کچھ نذر بھی دیتے ہیں۔

مقبرہ

(ص ۴۲۵) روضہ ان کا غرب رویہ مقبرہ حضرت شاہ شمس الدین اور جنوب رویہ کوٹھی جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر کے تھا۔ ابتدائے عملداری سرکار انگریزی میں گر کر اس سڑک میں جو انارکلی سے کمپنی باغ جدید میں ہوکر چھاؤنی میاں میر کو جاتی ہے' آگیا۔ مگر اب بھی نشان عمارت مقبرہ دیکھ پڑتی ہے۔ چنانچہ غرب رویہ کمپنی باغ آٹھ نشان قبور بھی تاحال نظر آتے ہیں۔

مولوی نظام الدین المشہور پیر مہکا

Marfat.com

(ص ۲۹۱) حال ان کا یہ ہے کہ نام ان کا مولوی نظام الدین سلسلہ ان کا چشتیہ۔

کرامت مشہورہ

اگرچہ صدھا کرامات ان سے سرزد ہوئی ہیں مگر اکثر اوقات جو کوئی مہکوں والا ان کے پاس جاتا تھا بغور دعا شفا پاتا تھا۔ چنانچہ اب تک بھی جو مہکوں والا وہاں جائے اور حضرت کی نذر جاروب و سہرہ گل قبول کرے جھٹ پٹ شفا پاتا ہے۔ چنانچہ اب تک یہ منت جاری ہے۔

وفات

تاریخ وفات ان کی دھم ماہ صفر سن گیارہ سو سترہ ۱۱۱۷

(ص ۲۹۲) قطعہ تاریخ وفات حضرت مولوی نظام الدین المشہور پیر مہکا' جو مفتی غلام سرور نے بوقت تصنیف کتاب ہذا بامید اندراج فدوی کے پاس بھیجا' یہ ہے۔

پیر مہکا نظام ہر دو جہان
شیخ عالم امام دین نبی
بہر سال وصال آنحضرت
گفت سرور نظام دین نبی

مولف سے تعلق

(ص ۲۹۱) یہ مقبرہ راقم الحروف کے بزرگوں کا ہے۔ اس طرح سے کہ فقیر نور احمد چشتی مصنف کتاب ہذا بن مولوی احمد بخش متخلص بیک دل بن مولوی غلام حسین چشتی مرحوم بن مولوی محمد ابراہیم چشتی مغفور بن مولوی ضیاء الحق صاحب چشتی۔ اور یہ نظام الدین المشہور پیر مہکا ان کے حقیقی تائے تھے یعنی مولوی ضیاء الحق کے باپ مولوی عنایت اللہ صاحب چشتی اور مولوی نظام الدین صاحب مقبرہ' حقیقی بھائی پسران حضرت قاضی محمد عاقل کے تھے۔

مقبرہ

یہ مقبرہ گوشہ بایب موضع گڑھی شاہو میں اور جنوب رویہ سڑک میاں میر موجود ہے۔ صورت اس کی باہر سے مربع' چار پہلو' ہر پہلو میں تین تین دھن اور ہر دھن کے اوپر

Marfat.com

محراب خرد، میانہ دھن کلاں اور بغلوں والے اس سے خرد، دھن ہائے میانہ کے باہر محراب قالبوتی اور اس کے نیچے اندر دروازہ خشتی اور دروازہ کے اوپر تابدان۔ اب محراب ہائے بالائی اور دھن ایک ہی ہوگئے ہیں۔ یعنی حد میانہ گر گئی ہے۔ اور لب بام ہر چار طرف گردنہ اب کہیں کہیں سے بوسیدہ۔ میانہ میں گنبد کلاں اور کلاں مقبرہ کے دروازوں کے اوپر زیر گنبد جہاں سے عمارت گنبد شروع ہوتی ہے۔ چاروں گوشوں میں چار محراب۔ دیواریں تمام چونہ گچ۔ سقف مقبرہ بے استر کاری۔ اوپر سے گنبد چونہ گچ اب برنگ سیاہ۔ غرب رویہ باہر مقبرہ کے ایک تھڑہ چونہ گچ، اس پر قبر مائی معصومہ خادمہ حضرت کی۔ اب بباعث بے غوری و کم توجہی جناب والدم کے قبور مسمار ہوگئی ہیں۔ فقط۔ شرق رویہ اس مقبرہ کے ایک گز بلند ایک تھڑہ مربع کھڑا ہے۔ عمارت اس کی ایسی پختہ ہے کہ گرانا اور اکھاڑنا اس کا بعید العقل۔ اس کے نیچے ایک تہ خانہ۔ یہ قبر حضرت پیر مہکا صاحب کی کنیزک مسماۃ قدم خیر کی ہے۔ اس کے شمال و شرق رویہ اکثر قبور خام ساکنان موضع خیر گڑھ وغیرہ زمینداران کی۔ اب گرد و نواح اس تھڑہ کی زراعت ہوتی ہے۔

شاہ کنٹھ صاحب

(ص ۳۱۰) حال ان کا یہ ہے کہ حضرت ۱۰۴۰ھ میں افغانستان سے یہاں آئے۔ سید بزرگ قادریہ خاندان کے تھے۔ اس مقام پر مدت مدید معتکف رہے اور بعد وفات یہیں دفن ہوئے۔ وفات شاہ کنٹھ صاحب کی ۱۴ ربیع الاول ۱۱۱۹ میں واقع ہوئی۔ اور کسی کتاب میں حال ان کا تحریر نہیں۔ صرف زبانی جاروب کش جو حال سنا سو تحریر ہوا۔

عمارت کی تعمیر

بعد ازاں چندے قبر ویران پڑی رہی مگر یہ حال تھا کہ جب کوئی بے ادبی کرتا تھا تو ایذا پہنچتی تھے۔ پھر ۱۲۲۱ میں الٰہی شاہ نے یہ تمام عمارت بنوائی۔ لڑکپن سے وہ آپ کا جاروب کش رہا۔

عرس اور جاروب کش

بروز عرس بھنڈارہ رات کو ہوتا ہے۔ دوسرے روز ناچ کنجریاں اور مجلس ہوتی ہے۔ عرس کے روز کوئی بڑا میلا تو یہاں نہیں ہوتا البتہ اشخاص متعددہ جاتے ہیں، ناچ راگ رنگ دیکھ کر چلے آتے چلے ہیں۔

Marfat.com

اب یہاں ہمیں شاہ فقیر جاروب کش بافندگی کرتا ہے اور شجرہ ہیماں شاہ کا یہ ہے کہ ہیماں شاہ بالکل الٰہی شاہ کا اور وہ میاں گاماں کا اور وہ میاں محمد زمان کا اور وہ میاں عصمت اللہ کا اور وہ حضرت نوشہ صاحب کا۔ فقط۔

عمارت

بیرون دروازہ موچی مقبرہ شاہ ابوالمعالی صاحب کے گوشہ شمالی و غربی میں واقع ہے۔ گرد و نواح اس کے چاروں طرف چار دیواری خام کھنگروں کی' دروازہ پختہ خشتی جنوب رویہ۔ دروازے کے اندر جاتے ہی دھنے ہاتھ پر ایک مکان چوبارہ پختہ چونہ گچ دو منزلہ۔ منزل اول کا دروازہ طاق تختہ چوبی شرق رویہ اور بالاخانہ کی چار کھڑکیاں چاروں طرف اوپر جانے کی سیڑھیاں اس مکان کی نہیں' نردبان رکھ کے اوپر جاتے ہیں۔ یہ چوبارہ الٰہی شاہ جاروب کش نے ۱۲۲۱ھ میں بنایا ہے۔ اس چار دیواری کے گوشہ گنی میں چاہ چرخی والا مع غسل خانہ پختہ اور غرب رویہ اس کے چبوترہ مسجد' جس میں درخت ون بلند کھڑا ہے' واقع ہے چاہ کے شمال رویہ چبوترہ پختہ چونہ گچ جس کا دروازہ جنوب رویہ اور سرہانے دو چراغ دان اس پر چار قبریں ایک شاہ کٹھ صاحب کی اور دوسری محمود شاہ اور تیسری بھائی شاہ اور چوتھی الٰہی شاہ ذاقع ہیں اور گوشہ غربی و جنوبی میں ایک دالان خشتی چھ در محرابی والا اور شرق رویہ اس کے ایک کوٹھڑی' دروازہ اس کا شرق رویہ اور چبوترے کے غرب رویہ ایک مکان مربع نیچان میں واقع ہے۔ گرد و نواح اس کے کیکر' گوندی' ون' بیر کھڑے ہیں۔

حال حضرت فتح شاہ سرمست رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۶۲۸) والد ان کے اول تجارت اسپاں کیا کرتے تھے۔ نقل ہے کہ ان کے والد کے یہاں فرزند نہ ہوتا تھا۔ ایک دن وہ بخدمت برہان شاہ سرالٰہی حاضر ہوئے اور عرض کی: کہ میرے حال پر آپ رحم کریں کہ جناب الٰہی سے مجھ کو فرزند عطا ہو۔ آپ نے فرمایا: کہ فرزند تو ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ اس کو فقرا کی صحبت میں رہنے دینا۔ انہوں نے قبول کیا اور اسی سال میں حضرت فتا شاہ تولد ہوئے اور بعمر ہفت سال کے حضرت برھان شاہ کی خدمت میں مشرف ہوئے۔ انہوں نے ان کو بفرزندی قبول کیا اور شاہ عبداللطیف برھان پوری' خلیفہ اپنے کے' براد تربیت سپرد کیا۔ ان کی توجہ سے سلسلہ شطاریہ میں ولی کامل ہوئے۔

کرامات

Marfat.com

کرامات ان کی بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب شیخ روشن شاہ صاحب ان کی خدمت میں آئے تو حضرت فتا شاہ نے سجی اور صابون گھول کر ان کے سر پر ڈالا۔ بمجرد اس کے تمام پوست ان کے بدن کا اکھڑ گیا۔ وہ حیران ہوئے۔ شیخ فتا شاہ نے ان کا اضطراب دیکھا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ بفور نظر بدن ان کا سالم ہوگیا۔ پھر ایک چوب خشک ان کو دی اور فرمایا کہ اس کو گاڑ دے بمجرد گاڑنے کے وہ سر سبز ہو کر بڑھنے لگی۔ کہتے ہیں کہ وہ درخت برنا کا اب تک خانقاہ پر موجود ہے۔ مگر حسب الحکم جنرل اوی طویلہ صاحب اکھاڑا گیا۔

روشن شاہ حلقہ ارادت میں

(ص ۶۲۷) حضرت اکثر اوقات دریا میں مشغول عبادت رہا کرتے تھے اور یہ بھی آپ کا معمول تھا کہ سبوچہ ہائے آب اپنے کندھوں پر اٹھا کے لوگوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ روشن شاہ کوتوال لاہور سیر کناں دریا پر گیا اور وہاں فتا شاہ کو دیکھتے ہی شوق الٰہی اس کے دل میں پیدا ہو آیا۔ حضور کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت مہربانی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ بعدازاں وہ تمام کاروبار چھوڑ کر ان کی خدمت میں تا عرصہ تیس سال خدمت گذار رہا۔ بعد اس کے حضرت نے حکم دیا: کہ تم شاہجہان آباد کو جاؤ۔ وہ سات برس وہاں رہ (ص ۶۲۸) کر پھر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شب و روز مشغول عبادت رہنے لگا۔ بوقت وفات حضرت نے اسی کو سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ اب اسی سے سلسلہ ان کا جاری ہے۔

معمولات اور وفات

یہ حضرت ہمیشہ مست رہتے اور کلام کم کیا کرتے تھے۔ بعالم مستی اکثر برہان پور' برہان پور فرمایا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت برہان پوری تھے۔

(ص ۶۲۷) عمر ان کی ایک سو گیارہ سال کی تھی۔ وفات ان کی سن ایک ہزار ایک سو پچاس میں واقع ہوئی۔

سجادہ نشین

(ص ۶۲۸) بعد ان کے روشن شاہ نے مکان خانقاہ وغیرہ عمارت تیار کرائی جو اوی طابیلہ صاحب نے گرا دی۔ اب سجادہ نشین اس مزار کا نادر شاہ ہے اور ان میں معمول

Marfat.com

قدیم ہے کہ بجائے تہ بند سلوکا' روا اور سر سے برہنہ رہتے ہیں۔ اب نادر شاہ کی طرف سے ایک فقیر بولا اور اس کی جورو خیراں یہاں حاضر رہتی ہے۔ جو چڑھت آتی ہے وہی لیتے ہیں اور خود نادر شاہ بموضع گوبند وال پر مزار شاہ مسکین سندھی' کہ خلیفہ اس سلسلہ کے ہیں' رہتا ہے۔ اور نادر شاہ تین مکان کا مالک ہے۔ ایک یہ' دوسرا مکان مزار کبوتر شاہ جو اندرون شہر لاہور بازار چونے منڈی میں ہے' تیسرا مکان خانقاہ شاہ مسکین سندھی جو موضع گوبند وال ضلع لاہور میں ہے۔ گاہ گاہ بروز عرس (کہ ہفتم شوال کو ہوتا ہے) یہاں بھی آجاتا ہے۔

شجرہ حسبی

نادر شاہ خادم بہادر شاہ کا وہ عنایت شاہ کا وہ شیخ روشن کا اور وہ شیخ قتا شاہ کا اور وہ شاہ لطیف برہان پوری کے اور وہ شاہ برہان سو الٰہی کے اور وہ عیسیٰ زند اللہ کے اور وہ شیخ وجیہ الدین گجراتی کے اور وہ حضرت حمید حضور کے اور وہ شیخ ہدایت اللہ ابوالفتح کے اور وہ شیخ کاظم شاہ شطاری (ص ۶۲۹) کے اور وہ شیخ عبداللہ شطاری کے اور وہ شیخ محمد عارف کے اور شیخ محمد عاشق کے اور وہ شیخ محمد خدا قلی ماور النہری کے اور وہ حضرت ابوالحسن عشقی جرجانی کے اور وہ حضرت شیخ ابوالمظفر طرطوسی کے اور وہ خواجہ اعرابی کے اور وہ خواجہ محمد مغربی کے اور وہ شیخ محمود کے اور وہ حضرت صفور الدین ثانی کی اور وہ خواجہ بایزید بسطامی کے اور وہ حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے اور وہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے اور وہ جناب امام محمد باقر کے اور وہ جناب زین العابدین علی کے اور وہ حضرت سید الثقلین امام حسین علیہ السلام کے اور وہ جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے اور وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ فقط۔

ان کے شجرے کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ نواب ذکریہ خان المشہور خان بہادر ناظم لاہور اور دیوان دلا رام اور خوشوقت رائے اور گجر سنگھ اور دیوان کابلی مل ان کے ارادت مند تھے۔

معافیاں

بیالیس بیگھہ زمین مزروعہ وغیرہ مزروعہ متعلقہ مزار حضرت شیخ قتا شاہ کے معاف' عہد شاہان سلف سے واگزار' اب بھی تاقیام خانقاہ معاف ہے۔

عرس

Marfat.com

(ص ۶۲۸) بروز عرس معمول ہے کہ حاضرین کو روٹی گوشت یا دال ملتی ہے۔ دوسرے روز ناچ رنگ راگ ہوتا ہے۔

حال عمارت موجودہ

(ص ۶۲۷) خانقاہ ان حضرت کی جنوب رویہ پزاوہ بدھو موجود۔

(ص ۶۲۹) چار دیواری خانقاہ خشتی پختہ جس کے بنیرے سفید اور شرق رویہ میانہ میں ایک چبوترہ' اس کے گرد و نواح ڈیڑھ فٹ بلند دیوار چونہ گچ سفید' چاروں طرف چار گنبدیاں چونہ گچ' جنوب رویہ تین زینہ سفید۔ اس چبوترہ کے اوپر میانہ میں چار انچ بلند اور چبوترہ جس پر دو قبریں پختہ ایک حضرت فتح شاہ کی اور دوسری ان کے خادم عبداللہ شاہ کی۔ تھڑہ کے غرب رویہ ایک قبر بہادر شاہ دوسری چراغ شاہ تیسری سید جمال شاہ کی جو مسجد کبوتر شاہ کا امام تھا اور اسی سال میں کسی روحیلہ نے اس کو باید زر قتل کیا تھا۔ خانقاہ کے جنوب رویہ وہ نہر جاری ہے جو باغات نواحی شہر میں آتی ہے۔ شمال رویہ کوٹھی اوی طویلہ صاحب کی ہے اب اس میں مسٹر کین صاحب بہادر ٹریفک مینیجر ریلوے کا رہتا ہے۔ شرق رویہ چاہ چرخی دار رواں اور اشجار ون' گوندی' بکثرت کھڑے ہیں۔ باہر چار دیواری کے غرب رویہ چند قبور خام ہیں۔ گوشہ شمالی سے لے کر شرق کی طرف نشان عمارت دکھائی دیتے ہیں۔ شرق رویہ' ونوں کے درخت کے نیچے' چبوترہ پر قبر گدا لال بہلول خام شاہ گدا کی۔ یہ گدا لال صاحب بڑے صاحب کمال ہوگذرے ہیں۔

فاضل شاہ

(ص ۵۳۱) یہ شخص فاضل شاہ قوم کمہار سے تھا۔ بیعت اس کی بخدمت حضرت عبدالرحمان کے ہوئی۔ تزکیہ نفس کے واسطے انہوں نے ان سے بہت سی ریاضتیں کرائیں۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے درخواست چلہ کی کی تو انہوں نے ان کو گورستان میانی میں لے کر ایک قبر شگافیدہ میں بند کردیا اور فرمایا: کہ تعداد معینہ کے بعد تم کو نکالیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعد چلہ کے وہ زندہ نکلے تو لوگوں کو تعجب ہوا۔ نتھا کمہار نبیرہ ان کا ناقل ہے کہ جب ان کو نکال گیا تو رنگ ان کا زعفرانی تھا۔ بعدازاں حضرت مرشد ان کو آش جو چند روز پلاتے رہے۔ جب انہوں نے ہوش سنبھالی تو پھر بہت سی نوازش جناب الہی نے ان کے حال (ص ۵۳۲) پر فرمائی اور وہ ولی کامل ہوئے۔

Marfat.com

چنانچہ ان کے سلسلہ کے لوگ اب تک لاہور موضع شیر گڑھ میں موجود ہیں۔ سلسلہ ان کا نوشاہی قادری ہے۔ شجرہ حضرت فاضل شاہ صاحب کا یہ ہے کہ فاضل شاہ خادم حضرت عبدالرحمان کے اور وہ حضرت پاک رحمان کے اور وہ حضرت نوشہ صاحب کے۔

وفات

وفات ان کی عہد خان بہادر ۱۱۵۵ میں واقع ہوئی ہے۔ بحین حیات ان کے مکان سکونت ان کا بھی یہیں تھا' بعد وفات قبران کی بھی یہیں ہوئی۔

سجادہ نشین

جب حضرت فاضل شاہ صاحب فوت ہوئے تو بعد ان کے سجادہ نشین ان کا میاں عادل شاہ حقیقی بھائی اور نیز خادم' بعد اس کے امیر شاہ' بعدہ گلاب شاہ بعدہ اب نتھا مالک مکان ہے اور ماہ ہاڑ میں فاتحہ بھی کر چھوڑتا ہے۔ شجرہ نتھا کمہار موجود حال:۔

نتھا خادم یقین شاہ اور وہ عادل شاہ کا اور وہ فاضل شاہ کا۔

عمارات

یہ مقام مزار مسجد وائی انگا سے متصل گوشہ گگنی کے ہے۔ حال عمارت مزار یہ ہے کہ ایک چوکھنڈی پختہ بنی ہوئی ہے اور اس پر چار قبریں ایک فاضل شاہ کی اور دوسری حضرت عبدالرحمان صاحب کی اور تیسری میاں نور محمد والد ان کے کی اور چوتھی ان کے بھائی بہاول شاہ کی۔ چوکھنڈی کے در جنوبی کے ساتھ قبر اکبر شاہ ان کے خادم کی پختہ اور جنوب رویہ ایک اور چوکھنڈی پختہ خشتی ہے اس پر قبر کریم شاہ ان کے خادم کی۔ اور سوا اس کے اور بھی چندہ چبوترہ پختہ ہیں۔

پہلے یہاں فقیر بھی بیٹھتا تھا اور میلہ عرس بھی کرتا تھا اور بروز عرس اکثر جلسہ فقرائے نوشاہی کا بھی ہوتا تھا۔ اب بباعث فرودگاہ وہ سڑک ریل کے یہ مکان بالکل خراب و ویران ہوگیا۔ اب صورت تکیہ بالکل نہیں رہی۔ اگرچہ وہاں چند اشجار کھڑے ہیں مگر فقیر کوئی نہیں بیٹھتا اور تمام زمین اس تکیہ کی شامل سڑک و مکانات ریلوے ہوگئی ہے۔ اب اس مکان کی محافظت اور چراغ بتی مسمی نتھا کمہار بن پیر بخش بن بہادر' جو حقیقی بھائی میاں فاضل شاہ کا تھا کرتا ہے اور ماہ ہاڑ میں فاتحہ بھی کر چھوڑتا ہے۔

ذکر مکان مرگ نینی

Marfat.com

(ص ٦٤٠) حال اس کا یہ ہے کہ اس مکان میں پہلے قبر لکھی شاہ اور حضوری کی تھی اور یہ مکان بھی انہیں کا مبینہ تھا چنانچہ اب بھی قبران کی گوشہ بایب میں موجود ہے۔ وہ بعد اکبر بادشاہ زندہ تھے۔ مفصل حال ان کا کچھ معلوم نہیں۔ بعد ازاں دوسر شاہ نامی فقیر قادری یہاں آیا اور اس مکان کو آباد کیا ان کا خادم ایک شخص قوم کا کہار سلطان نامی، جس کی آنکھیں خوبصورت تھیں، بنا۔ اس کا نام دوسرے شاہ نے مرگ نینی رکھا۔ جب وہ فوت ہوا فوراً اس کی قبر یہاں بنی تو اس کے نام سے یہ مکان مرگ نینی مشہور ہوگیا۔ یہ مرگ نینی ہفتم ماہ شوال المکرم ۱۱۵۵ بعد شاہ نواز فوت ہوگیا۔

شجرہ

شجرہ ان کا یہ ہے:

دینے شاہ خادم رحیم شاہ کا اور وہ مرید قادر شاہ کا اور وہ رانجھے شاہ کا اور وہ کرم الدین شاہ کا اور وہ محمد سلطان المعروف مرگ نینی کا اور وہ دو سندھی شاہ کا اور وہ عاقل شاہ کا اور وہ ملا شاہ کا اور وہ بلی شاہ کا اور وہ سلیمان شاہ کا اور وہ حضرت نور جمال دھلوی کا اور وہ محمد شفیع قادری کا اور وہ محمد حیات سروری کا اور وہ شاہ قمیص قادری کا اور وہ شیخ ابی الحیات کا اور وہ تاج محمود کا اور (ص ٦٤١) وہ شیخ بہاؤ الدین کا اور وہ، جلال الدین کا اور وہ حضرت شاہ جلال الدین کا اور وہ محمد نصیر کا اور وہ سید عبدالرزاق کے اور وہ جناب حضرت میر محی الدین قادر گیلانی قدس سرہ العزیز کے اور وہ جناب ابو سعید کے اور وہ حضرت ابوالحسن علی اہنکاری کے اور وہ جناب شیخ ابوالفرح طرطوسی کے اور وہ شیخ ابوالفضل عبدالواحد کے اور وہ جناب ابی بکر شیخ شبلی کے اور وہ حضرت جنید بغدادی کے اور وہ حضرت ابوالحسن سرتی سقطی کے اور وہ جناب معروف موسی کاظم کے اور وہ جناب امام جعفر صادق کے اور وہ جناب باقر کے اور وہ جناب زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اور وہ جناب امام المشارق والمغارب امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے اور وہ حضرت جناب رسول الثقلین سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے۔

حال مکان

(ص ٦٤٠) یہ مکان گوشہ غرب عید گاہ میں اب تک آباد موجود ہے اور حال عمارت

Marfat.com

اس مکان کا یہ ہے کہ تا بسینہ بلند تھڑہ' اس کے اوپر دو فٹ بلند دیوار چونہ گچ' جنوب رویہ اس تھڑہ کے میانہ میں ایک دروازہ خشتی جس کے شرق و غرب رویہ دو برجیاں خرد' اس پر میانہ میں دو قبریں چونہ گچ اور شرق رویہ ایک قبر خرد' ایک قبر مرگ نینی کی اور دوسری رانجھے شاہ کی تیسری والدہ مرگ نینی کی۔ گوشہ گکنی میں اور دو قبریں پختہ' ایک کمال شاہ اور دوسری خدا بخش خادمان اس کے کی۔ حال ان کا شجرہ سے واضح ہوگا۔ غرب رویہ تھڑہ کے قبور کمہاراں و لوہاراں و اشجار ون۔ اور شرق رویہ تھڑہ کے بارہ قبریں متعلقان الٰہی شاہ کی اور ایک رحم شاہ کی جس کا بالکا دین علی شاہ موجود ہے۔ گوشہ ایساں مکان میں چاہ چرخی دار۔ جنوب رویہ تھڑہ قبر کے دو والان اب اس میں ایک مائی ہندوستانن ساکن اجمیر شریف دست نشاندہ الٰہی شاہ رہتی ہے۔

میلہ

ہر سالہ میلہ بھی ان کا ہوتا ہے۔ بروز میلہ دال روٹی بھنڈارہ اور مجلس قوالاں ہوتی ہے۔

شاہ شرف صاحب لاہوری

(ص ۵۹۷) شیخ امیر بخش سجادہ نشین خانقاہ حضرت شاہ جمال مرحوم بیان کرتا ہے کہ یہ حضرت شاہ شرف صاحب خسر حقیقی شیخ روشن علی کے تھے اور شیخ روشن علی بھائی والد شیخ امیر بخش مظہر حال ہذا کا تھا۔

شیخان نو مسلم

اصلی نام ان کا شیخ سعادت مند قانون گوئے قصبہ بٹالہ قوم بوڑے سے تھے (بوڑے ہندوؤں میں ایک ذات کھتریوں کی ہے)۔ چونکہ وہ صاحب بھی اولاد شیخان نو مسلم سے تھے اور شیخان نو مسلم میں دستور ہے کہ جس قوم ہنود سے وہ مسلمان ہوئے ہوئے ہوتے ہیں وہی نام قوم قائم رکھتے ہیں۔ چنانچہ کوئی شیخ بوڑے' کوئی بھنڈاری' کوئی نندی' کوئی سونڈھی' کوئی بیدی ہوتا ہے۔ چنانچہ دم تحریر راقم کے کوچہ میں شیخان بیدی یعنی اولاد بابا نانک سے مسمی یار محمد و چراغ دین و محمد یار وغیرہ موجود ہیں۔

ترک دنیا

یہ شیخ سعادت مند فن منشی گری میں بہت اچھا خوشنویس حساب دان تھا اور اس کی

Marfat.com

بھاوجہ حقیقی مسماۃ بیگم زوجہ عبدالرحیم بیوہ تھی۔ یہ شیخ سعادت مند اس کو عاجزہ اور بیوہ جان کر اس کی خدمت کرتا تھا۔ چونکہ شیخ سعادت آدمی بانکا ترچھا رہا کرتا تھا' مسماۃ بھو بادشاہی زوجہ شیخ سعادت نے ایک روز اس کو کہا کہ تو اپنی بھاوجہ سے آشنائی رکھتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ بھاوجہ مجھے بجائے لڑکی کے ہے تو یہ کیا بدگمانی کرتی ہے۔ باوجودیکہ قسم غلیظ بھی کھائی' مگر اس کو اعتبار نہ آیا اور اسی پر تکرار ہوتا رہا۔ الغرض کہ تین چار دفعہ ایسا ہی مخمصہ درمیان میں آیا۔ آخر جب وہ تنگ ہوا (ص ۵۹۸) تو اس نے کپڑے اپنے پھاڑ ڈالے اور فقیر بن کر لاہور میں چلا آیا اور یہاں حضرت محمد فاضل قادری کی خدمت میں' جو صاحب کمال اور مدرس اور نامی کاتب خوشنویس تھے' جن کے قطعے لکھے ہوئے اب تک لوگ بحصول فوائد کتابت بجان تلاش کر کے خریدتے ہیں' چنانچہ اب عجائب گاہ پنجاب میں ۱۸۶۴ء معرفت راقم کے وہ قطعات داخل ہوئے تھے' آکر خادم ہوا۔ انہوں نے نام اس کا شاہ شرف رکھا اور چند سالوں میں کامل کیا۔

بعد اس کے وہی قبیلہ ان کا' مع مسماۃ زینت دختر صلبی شاہ شرف' بٹالہ سے ان کی خدمت میں پہنچی۔ انہوں نے صاحبزادی کو تو گود میں بٹھا لیا اور اس کو کہا: کہ اے بھو بادشاہی تو مجھے اب بجائے والدہ ہے۔ تو یہاں کیوں آئی' تجھے کس نے بلایا ہے۔ اول تو نے مجھے وہ بات سنائی جس نے مجھ سے دنیا چھڑائی اور میں نے صرف اس باعث سے تمام کمائی دنیاوی اپنی گنوائی اور دولت ننگ و ناموس لٹوائی۔ اب میں تارک الدنیا ہوں۔ اب مجھ کو تجھ سے کوئی علاقہ نہیں' جہاں سے آئی ہو چلی جا۔ وہ یہ بات سن کر روتی پیٹتی بٹالہ کو چلی گئی۔

محمد فاضل

(ص ۱۹۶) محمد فاضل تو بعد شاہجہان بادشاہ زندہ تھے۔ سلسلہ ان کا قادریہ رزاق شاہی' خاندان طوس میں سے ہے اور بڑے زاہد مشہور۔

ان کی قبر کے جنوب رویہ ایک مسجد کلاں ہے جو اب مسمار ہو گئی' مگر نشان باقی ہیں۔ اس میں حضرت محمد فاضل صاحب مدرس درس پڑھاتے تھے اور بادشاہ سے ان کو مدد ملتی تھی۔ بہت لوگ تعلیم مفت پاتے تھے اور فی سبیل اللہ درس جاری تھا۔ (ص ۵۹۸) اور محمد فاضل صاحب کی عمر ایک سو سال کی تھی۔

شاہ شرف کی وفات

Marfat.com

(ص ۱۹۶) اور شاہ شرف صاحب' ان کے مرید بڑے معمر ہوئے ہیں۔ یعنی ان کی ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی ہے اور یہ حضرت ایک سو برس سے فوت ہوئے ہیں۔ (ص ۵۹۸) اب یہاں جو چبوترہ خانقاہ پر تین قبریں ہیں۔ ایک تو حضرت محمد فاضل کی جن کی وفات سیزدھم صفر ۱۱۳۱ ہجری عہد فرخ سیر جہاندار شاہ معزالدین بن شاہ عالم بن عالمگیر ہے۔ دوسری شاہ شرف صاحب کی جن کی وفات دوم رجب ۱۱۹۰ ہجری میں بعہد محمد شاہ وقوع میں آئی۔ تیسری مزار عزیز اللہ' خادم شاہ شرف کے' جو ۱۲۳۰ھ میں (ص ۱۹۶) بیسویں رجب کو فوت ہوئے اور سن بارہ سو اونہتر کو یہ قبر بنی ہے۔ یہ شخص خادم اس خانقاہ کا تھا۔

معافیاں اور میلے

اور آٹھ بیگھ زمین مزروعہ و سات بیگھ غیر مزروعہ ان کی خانقاہ کے ساتھ معاف ہے اور دو چاہ جاری ہیں۔ آمدنی اس زمین کی مہتاب فقیر کو ملتی ہے۔ اور ۱۳ رجب اور ۱۳ صفر کو دو میلے یہاں ہوتے ہیں۔ ۱۳ رجب کو تو محمد فاضل صاحب کا اور ۱۳ صفر کو شاہ شرف صاحب کا۔

خانقاہ

(ص ۱۹۶) حضرت شاہ شرف کی خانقاہ جاتے ہی داھنے کی طرف سڑک جیل کے متصل ٹیلہ ہائے چاند ماری موجود ہے۔ یہ مزار ایک چبوترہ خشتی پر واقع ہے اور اس چبوترہ پر تین قبریں ہیں۔ ایک تو حضرت شاہ شرف کی اور دوسری ان کے مرشد محمد فاضل صاحب کی اور تیسری ان کے مرید محمد عزیز اللہ کی ہے۔ اور کوٹھہ کے شرق رویہ ایک قبر پرانی چبوترہ پر موجود ہے۔ یہ فقیر مہر شاہ نامی مرید حضرت شاہ شرف کی ہے اور گرد نواح قبرستان عامہ ہے اور جو چاہ شرق رویہ ہے اس کا پانی بہت اچھا شیریں ہے۔

حضرت شاہ محمد غوث قادری قدس سرہ

(ص ۱۵۲) یہ حضرت قدیمی ساکن پشاور' سید حسن آپ کے باپ کا نام جد امجد ان کے سید عبداللہ گیلان سے آئے اور تمام ملکوں کی سیر کر کے ساکن پشاور ہوئے۔

شجرہ صلبیہ

اور شجرہ صلبیہ ان کا یہ ہے کہ سید محمد غوث بن سید حسن بن سید عبداللہ بن سید محمود۔۔

Marfat.com

بن سید عبدالقادر بن سید الیاس بن سید بدرالدین حسین بن سید شہاب الدین احمد بن سیدعلاؤ الدین بن سید احمد بن سید شمس الدین قادری بن سید یحیی شہید ماما بن احمد متقی بن سید صالح بن سید ابی نصر صالح بن سید عبدالرزاق بن غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔

سلسلہ حضرت شاہ محمود غوث علیہ الرحمہ کا قادریہ ہے۔

متفرق حالات

اور ان حضرت یعنی شاہ محمد غوث صاحب نے بھی تمام ہندوستان میں سیر فرمائی اور حضرت شاہ دولہ اور شاہ بھیکہ و حضرت سید عبدالغفور نقشبندی کی خدمت میں اور نیزی اور صدھا بزرگان وقت کی خدمت سے فیض یاب ہوئے۔ اور ان حضرت کو سوائے خاندان قادریہ کے اجازت تلقین سلسلہ عالیہ چشتیہ و نقشبندیہ میں بھی تھی۔

اور یہ حضرت اپنی تصنیف کئے ہوئے (ص ۱۵۳) رسالہ غوثیہ میں لکھتے ہیں کہ جب میں لاہور میں آیا تو اول بمقام مقبرہ عالیہ حضرت میاں میر شب باش ہوا تو حضرت میاں میر مجھ پر ظاہر ہوئے یعنی خواب میں آئے اور بعد متوجہ ہونے کے ایک شغل یعنی وظیفہ عطا کیا۔ اور فرمایا کہ یہ وظیفہ کیا کر۔ دوسرے روز علی الصباح اٹھ کر میں بخدمت حضرت شیخ حامد لاہوری حاضر ہوا' اور ان سے طلب استفادہ کیا۔ تو انہوں نے براہ کشف فرمایا کہ آج رات کو جو حضرت میاں میر صاحب نے تم کو شغل عطا کیا ہے وہی کافی ہے۔ کچھ اور حاجت ہماری توجہ کی نہیں ہے۔

اور یہ حضرت شیخ حامد صاحب بھی بڑے بزرگ صاحب کرامات تھے اور ہمیشہ متصل خانقاہ حضرت داتا گنج بخش کے رہا کرتے تھے۔

کرامات و خوارق

(ص ۱۵۲) اور کرامات و خوارق ان کے صدھا مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ دو شخص ایک گونگا اور ایک اندھا' ان کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور نیاز مندانہ عرض کی کہ یا حضرت آپ سید ہیں اور ہم آپ کا نام سن کر خدمت میں آئے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے واسطے جناب الٰہی میں دعا کریں اور حق سے طلب شفاء کریں۔ یہ بات سن کر اول آپ متوجہ ہوئے اور بعدازاں دست مبارک اپنا اندھے کی آنکھوں پر لگایا اور وہ بینا ہوگیا گونگے کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ کلمہ پڑھ۔ اس نے اسی وقت کلمہ شریف پڑھا۔

Marfat.com

(ص ۱۵۴) اور ایک کرامت ان حضرت کی بچشم خود دیدہ تحریر کرتا ہوں کہ تمام پنجاب میں مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بعد سکھاں کنور نونہال سنگھ خلف مہاراجہ کھڑک سنگھ ولی عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ خود مختار ہوا تو اس نے حکم دیا کہ نواح شہر لاہور کی صفائی کی جاوے اور جس قدر درخت اور مکان ہیں سب گرائے جاویں۔ چنانچہ بہت سے قلی مزدور زیر سرکردگی مسٹر ولاڈس مقرر کردیئے کہ وہ اس کام کو انجام دیں۔ چنانچہ آغاز اس صفائی کا دہلی دروازہ سے شروع ہوا۔ جب ولاڈس اور قلیان سرکاری اس خانقاہ پر آئے اور درخت کاٹ ڈالے اور یہ نوبت آپہنچی کہ دوسرے روز مزار پرانوار کو بھی منہدم کردیں گے بلکہ تھوڑا چبوترہ بیرونی گرایا بھی گیا تو اسی رات کو مہاراجہ کھڑک سنگھ رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ اس روز بسبب مرجانے حاکم وقت کے مدد قلیوں کی بھی نہ لگی' کیونکہ سب کار سرکاری کی تعطیل تھی۔ مگر سب لوگ خوف کھاتے تھے کہ آج تو یہ خانقاہ بچ رہی ہے لیکن کل کو ضرور گرائی جاوے گی۔ قضا کار جب کنور نونہال سنگھ نعش مہاراجہ کھڑک سنگھ کو جلا کر دروازہ روشنائی متصل قلعہ سے داخل قلعہ ہونے لگے تو ایک سنگ عظیم اور تھوڑی سی دیوار بام دروازہ سے سر پر کنور صاحب کے گر پڑی اور کنور صاحب مع راجہ ادھم سنگھ صاحب زادہ راجہ گلاب سنگھ برادر حقیقی مہاراجہ رنبیر سنگھ والی جاں جموں و کشمیر اس کے صدمہ سے سخت زخمی ہوئے بلکہ اسی رات کو دونوں صاحب مر گئے۔ اور یہ خانقاہ صدمہ انہدام سے بچ رہی اور سب لوگوں میں مشہور ہوا کہ بسبب خفگی حضرت شاہ محمد غوث کے کنور نونہال سنگھ مارا گیا کہ اس نے باوجود اس کے کہ بہت لوگ رعایا و سرداران وقت سے اس کے پاس جاکر منت دار ہوئے اور عرضیں کریں کہ اس خانقاہ کو' کہ ایک سید پیر کا مزار ہے' مت گراؤ' کسی کے کہنے پر لحاظ نہ کیا اور براہ غرور حکم گرانے مزار کا نفاذ کیا۔ آخر خدا کے یہاں سے (ص ۱۵۵) اپنے غرور کی سزا پائی۔ اس روز سے زیادہ تر لوگ ان کا ادب کرتے ہیں۔

وفات

(ص ۱۵۴) وفات حضرت شاہ محمد غوث صاحب کی سن ایک ہزار ایک سو ستتر میں واقع ہوئی' چنانچہ مفتی غلام سرور صاحب نے ایک قطعہ تاریخ بامید اندراج کتاب ہذا میرے پاس بھیجا اور وہ یہ ہے :-

محمد غوث پیری رہنمائی
کہ بود در سیدان دین مرتاض

Marfat.com

بتاریخ وصال آن شہ دین
ندا آمد کہ سید پیر فیاض

۱۱۷۷

اور اب ان حضرت کو ایک سو چار سال وفات پائی کو گذر چکے ہیں۔

عرس

(ص ۱۵۳) بروز جمعرات اکثر عورات و مرد پھول لے کر سلام کے واسطے جاتے ہیں۔ رات کو چراغاں بھی ہوتا ہے۔ اور سال بھر میں بتاریخ ۱۷ ربیع الاول عرس مبارک آنحضرت کا ہوتا ہے۔ ایک شخص عبداللہ نام مجاور پشاوریہ یہاں موجود ہے۔

اولاد

اور اب تک اولاد ان کی پشاور میں حضرت میر جی اور سید میر جان صاحب اور سید اسماعیل شاہ صاحب زادے آپ کے بکثرت اور ماسوا اس کے خطہ کشمیر میں اولاد ان کی بہت معزز و مکرم ہے۔ (ص ۱۵۴) چنانچہ سید بزرگ شاہ صاحب مرحوم کہ فی زمانہ نواسہ ان کا میر یاسین صاحب موجود ہے۔ اور تمام خلق اللہ اس نواح کی ان کو پیر و مرشد کامل جانتے ہیں اور سرکار کی طرف سے جاگیر کثیر تخمیناً" پندرہ ہزار کی ان کو واگذار ہے۔ سابق میں قریب ایک لاکھ روپیہ کی تھی۔ سب لوگ وہاں کے بھی ان کو پیر کر کے مانتے ہیں اور ماسوا اس کے صاحب عزت اور رئیس درباری ہیں۔

لاہور کے مزار کی آمدنی

اور جو آمدنی اس مزار پرانوار پر کی ہوتی ہے وہ ان کو ملتی ہے۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے میاں غلام نبی کوٹھی دار کو یہاں متولی مقرر کیا ہوا ہے۔ .صلاح ان کے کچھ مجاور کو ملتا ہے اور کچھ بخرچ خانقاہ صرف ہوتا ہے اور کچھ ان کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ تمام سکنائے لاہور ان حضرت کو پیر اور بزرگ جانتے ہیں۔

مقبرہ

(ص ۱۵۱) مقبرہ شریف ان حضرت کا بطرف شرق فصیل شرقی شہر لاہور جنوب رویہ دروازہ دھلی و شمال رویہ دروازہ اکبری ہے۔ سابق جب کہ یہاں خندق واقع تھی تو یہ مزار

Marfat.com

برلب خندق واقع تھی اب فی مابین باغیچہ دیوان اجودھیا پرشاد ممتاز الدولہ کے برلب سڑک گول بیرونی شہر لاہور بجانب غرب واقعہ ہے اور اس مزار کے گرد چار دیواری ہے اور اب اس چار دیواری غربی کے دیوار بدیوار (ص ۱۵۲) چار دیواری باغیچہ دیوان اجودھیا پرشاد صاحب تیار ہوگئی ہے۔ اور اس چار دیواری کے دو دروازہ ہیں ایک شرق رویہ اور ایک جنوب رویہ۔ دروازہ خرد شرق رویہ کے متصل اندر کی طرف جنوب رویہ ایک چاہ جاری چرخ چوب والا موجود ہے۔ اور خانقاہ یعنی مزار کی پائنتی کی طرف ایک حوض مربع دہ درہ قدیمی ہے۔ چند عرصہ سے وہ حوض بند ہوگیا تھا اب از سرنو میاں غلام نبی کوٹھی دار سوداگر پشمینہ نے آراستہ کیا اور لب تالاب ایک مسجد پختہ خشتی گچ کار تعمیر کرائی۔ اس مسجد کے میانہ طاق پر یہ تحریر ہے:۔

اول سطر بالا میں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور دو سطروں میں یہ دو شعر تحریر ہیں۔

سال بنا گفت دل از روی دین
مسجد زیبای غلام نبی

دوسرا شعر یہ ہے:۔

پی تعمیر مسجد گشت تاریخ
عبادت خانہ زیبای اعلی

اور جنوب رویہ دروازہ کے غربی طرف کبوتر خانہ ہے۔ اور غرب رویہ خانقاہ ایک شہ نشین جس میں بخارچہ اور کوٹھری دالان موجود ہے' واقع ہے (ص ۱۵۳) اور چار دیواری بیرونی کے اندر ایک اور چار دیواری عالی شان تھی وہ ذرا پرانی اور مسمار ہوگئی تھی اب از سرنو میاں غلام نبی صاحب کوٹھی دار نے اس کو تیار کرایا اور دروازہ اس کا جنوب رویہ مع طاق پختہ سبز رنگیں بنوایا۔ اور چار دیواری کے اندر ایک اور چبوترہ خشتی چار فٹ اونچا موجود ہے اور اوپر اس کے گرد نواح چبوترہ کے سنگ مرمر سفید لگا ہوا ہے اور اس پر چاروں طرف پنجرہ ہائے چوبی لگائے گئے ہیں۔ سرہانے کی طرف چراغدان خشتی اور غرب رویہ زیر چبوترہ دالان سہ درہ خشتی واسطے نشست زائرین کے اور ایک کوٹھری کشتی اور ایک مکان چوبی واسطے تیل وغیرہ رکھنے کے موجود ہے۔ اور یہ مکان بہت اچھا مصفا اور مکلف بنا ہوا ہے اور پائے اس چار دیواری مقبر کے کٹہرہ چوبی سبز رنگ بطور جنگلہ لگا ہوا ہے اور چبوترہ اندرونی پر جس پر چاروں طرف پنجرہ ہائے چوبی لگے ہوئے ہیں دو قبریں ہیں۔ ایک تو خود حضرت کی' اور بطرف مشرق حضرت کے قبیلہ مرحومہ کی اور فرش تمام چونہ کا سفید بنا

Marfat.com

ہوا ہے۔ (ص ۱۵۵) اور قبر پر اکثر اوقات غلام سبز رنگ پڑا رہتا ہے اور نیز ایک نشان برنگ سبز یا نیلا قبر پر قائم رہتا ہے اور اندرون چار دیواری کے چاروں کونوں پر چار برجیاں خشتی موجود ہیں اور باہر والی چار دیواری کے اندر تخمیناً" ۵۰ درخت گوندی و کیکر و پھروانہ و بیر وغیرہ کے موجود اور چوالیس قبریں سادات وغیرہ کی موجود ہیں۔ شرق رویہ مزار حضرت کے تین قبریں' ایک میر غفار صاحب کی اور دوسری ان کے بھائی اور ایک خواجہ محمد شاہ نقشبندیہ کی موجود ہے۔ یہ صاحب نقشبندیہ کشمیری ہیں اور اکثر لوگ ان کا ادب کرتے ہیں۔

فصل در ذکر محمد سعید لاہوری

(ص ۱۳۳) اور یہ حضرت اہل ولایت میں متوکل صاحب مشہور ہیں۔ (ص ۱۳۴) اور بعہد شاہان سلف یہ مقام محلہ عبداللہ واڑی کا مشہور تھا۔ چنانچہ ان حضرت کو اب بھی لوگ عبداللہ واڑی والے بزرگ کہتے ہیں۔ عہد ان کا ابوالمظفر جلال الدین سلطان عالی گوہر شاہ عالم ثانی کا ہے۔

کرامات

(ص ۱۳۵) کرامات حضرت کی مشہور ہیں مگر جو کرامات باعث مشہوری ان کے کی ہوئی وہ یہ ہے کہ یہاں بمقام چار دیواری مزار' جب کہ باہر شہر آباد تھا تو محلہ عبداللہ واڑی تھا اور گھر ان کا بھی یہاں تھا۔ اس محلہ کے متصلہ محلہ کا نام لکھی محلہ تھا۔ جب احمد شاہ درانی لاہور میں آیا تو تمام خلقت لاہور کی رہنے والی بسبب خوف جان و مال کے بھاگ گئی۔ لیکن لکھی محلہ کے رہنے والوں کو حضرت نے بلا کر فرمایا : کہ تم کچھ غم نہ کرو اور مت بھاگو۔ ہم نے حق تعالیٰ میں عرض کر کر اس محلہ کے واسطے امان لی ہے۔ غرض وہ لوگ حسب فرمودہ حضرت کے اپنے اپنے مکانوں میں آباد رہے۔ جب احمد شاہ آیا تو حضرت کا خادم ہوا اور لکھی محلہ کو کچھ اذیت نہ پہنچی اور اسی روز سے یہ حضرت پیر افغاناں مشہور ہوئے۔

اور متصل قبرستان صاحبان عالی شان نشان عمارت مع ایک مسجد کے موجود ہے اور اس مسجد میں یہ حضرت درس درویشاں دیا کرتے تھے۔ چار گھڑی دن رہے تک درس پڑھاتے تھے۔ پھر بعد نماز عصر متوجہ بتعلیم علم باطنی خادمین ہوتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے' جس کی دختر کو احمد شاہ کا کوئی امیر بندی کر کے ساتھ لے گیا تھا اور پیش

Marfat.com

نہ چلتی تھی، حاجی صاحب کا نام سنا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا عرض حال کیا، تو آپ نے تسلی دی اور کہا: کہ آنکھ بند کر۔ جب اس نے آنکھ بند کی تو کیا دیکھتا ہے کہ لڑکی اسکی اس کے پاس کھڑی ہے۔ اس نے اس لڑکی سے پوچھا کہ اے دختر تجھ پر کیا مصیبت گذری تو اس نے بیان کیا کہ جو امیر مجھ کو یہاں سے لے گیا تھا اس نے مجھ کو کنیزک بنا لیا تھا اب اس وقت میں بازار میں تیل لینے کو آئی تھی کہ یہ حضرت مجھ کو پکڑ کر فرمانے لگے (ص ۱۳۶) کہ آنکھ بند کر۔ میں نے آنکھ بند کرلی۔ اس وقت میں یہاں پہنچ گئی۔ خدا جانے کیا ہوا اور مجھ کو کون اٹھا کر یہاں لے آیا۔ بعد اس کے حضرت نے اس کو کہا کہ آنکھ کھول دے جب اس نے آنکھ کھولی تو اپنی لڑکی کو موجود پایا۔

وفات اور میلہ

(ص ۱۳۴) اور وفات ان کی بتاریخ پانچویں ربیع الاول ۱۱۸۱ ایک ہزار ایک سو اکاسی ہجری میں ہوئی اور اس تاریخ کو میلہ بھی ہوتا ہے۔ عرصہ سے میلہ یہاں کا جانی معلی، ارادت مندان کا یا محمد بخش اور غلام محمد اور میاں الہ دین، جو حضرت کے نواسے کہلاتے ہیں، کرتے ہیں۔

اولاد

ان کے یہاں کوئی بیٹا نہ تھا۔ فقط دو بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے ایک تو حافظ محمد مقیم لاہوری سے بیاہ دی اور دوسری حافظ محمد مراد صوفی کے ساتھ بیاہی گئی اور ان دونوں صاحبزادیوں سے اولاد ہوئی۔ چنانچہ لاہور میں اولاد محمد مراد کی سے محمد بخش حکاک و غلام محمد چوب فروش و الہ دین قلعہ گوجر سنگھ میں موجود ہے اور یہی لوگ مالک اس مکان کے ہیں۔

اور آج تک چار پشت ان کی گذری ہیں چنانچہ تفصیل ان کی یہ ہے کہ حضرت حاجی محمد سعید لاہوری کے یہاں دو بیٹیاں ہوئیں۔ ایک کا نام بیوی صاحب جان اور دوسری کا نام رحمت بیوی۔ صاحب جان صاحبہ تو محمد مقیم سے بیاہی گئی اور رحمت بیوی محمد مرادصوفی سے۔ محمد مقیم کی اولاد کا حال تو معلوم نہیں کیونکہ وہ بمقام گوش کا ماں رہتے ہیں اور چونکہ محمد مراد صاحب کی اولاد لاہور میں ہے لہذا ان کا احوال تحریر ہوتا ہے کہ محمد مراد صاحب کے دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک کا نام حافظ حاجی محمد عظیم اور دوسرے کا حافظ فتح دین۔ حافظ محمد عظیم صاحب تو بیت المقدس میں چلے گئے اور وہیں فوت ہوگئے مگر یہ بھی بڑے صاحب

Marfat.com

کمال تھے اور حافظ فتح دین لاہور میں رہے۔ ان کے یہاں فرزند نرینہ تو بہت ہوئے مگر کوئی (زندہ) نہ رہا۔

یہ حضرت بھی طالب العلم درویش تھے اور تجارت بھی کرتے تھے اور خادم لوگ بھی ان کی خدمت کرتے تھے اور یہ (ص ۱۳۵) حضرت مسجد نخاس کے امام تھے' وہ مسجد اب مسمار ہوگئی' قبران کی اس چار دیواری میں خام ہے۔ مگر ان کے یہاں صرف ایک بیٹی بیوی فضیلت صاحبہ باقی رہے۔ ان کے خاوند کا نام حافظ غلام محی الدین کہ جو مسجد موضع شاہو کی گڑھی کے امام تھے' ان کی قبر بھی اسی چار دیواری میں زیر درخت واقع ہے۔ بعد اس کے ان کے یہاں تین بیٹے ہوئے۔ ایک فضل دین دوسرا احمد بخش تیسرا محمد بخش۔ فضل دین اور احمد بخش تو درویشی کرتے تھے اور بالشافہ باپ کے فوت ہوگئے۔ چنانچہ قبران کی بھی یہیں ہے' تیسرا محمد بخش جو اب تک زندہ اور کام حکاکی کا کرتا ہے اور اب یہ ہی مالک اس خانقاہ کا ہے۔ اس نے اپنی معرفت ایک فقیر سید حاجی وہاں بٹھلایا ہوا ہے اور تمام قبریں ان کے رشتہ داروں کی یہاں موجود ہیں۔

مرید

(ص ۱۳۴) اور محمد مقیم صاحب کی اولاد جلال آباد مقام گوش کاماں میں مسمی محمد حسین اور محمد سعید دو بھائی مقیم ہیں ادھر تمام خلقت ان حضرت کو پیر کر کے مانتے ہیں اور قبائل سردار دوست محمد خان والی کابل کے اور نیز ان کے تمام رشتے دار پشت پشت سے ان کے مرید ہیں اور سردار سلطان محمد خان' بھائی دوست محمد خان مرحوم کا' جب لاہور میں تھا تو اکثر ان حضرت کی مزار پر حاضر ہوتا تھا اور نذور و نیاز گذارتا تھا اور اب بھی مقام گوش کاماں علاقہ جلال آباد میں ایک گاؤں بنام ان کے معاف ہے اور خلقت ان کا ادب بہت کرتی ہے۔

(ص ۱۳۵) اور متصل چار دیواری شیخ اشرف کے قبرستان لواحقین نواب عبدالرحمان خان بھی موجود ہے۔ یہ بھی خادم ان کے خاندان کے ہیں چنانچہ غلام نقشبند رسالدار بھی ان کو مانتا ہے۔

شیخ اشرف

(ص ۱۳۶) اور شیخ اشرف جس کی مزار چار دیواری خرد میں ہے' اس کا حال اس طرح پر سنا گیا کہ یہ حضرت قوم کے ماچھی بڑے بھاری عامل تھے اور عملیات میں کار حاکمانہ

Marfat.com

کرتے تھے اور شدہ شدہ عالمگیر کے مصاحب ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ نام قوم کھوکھر کی لڑکی نہایت خوبصورت تھی۔ اس پر شیخ اشرف عاشق ہوکر طالب نکاح ہوئے۔ چونکہ زمینداران قوم کھوکھر اپنی ذات کو بڑی شریف ذات جانتے ہیں' عبداللہ کو یہ بات منظور خاطر نہ ہوئی کہ لڑکی اپنی شیخ اشرف کو قوم کا ماھی گیر ہے دیوے۔ آخر اس نے یہ چاہا کہ لڑکی اپنی فی الفور کسی خاندان شریف سے منسوب کر کے شیخ اشرف کو جواب دے دے کہ میری لڑکی قبل از درخواست تیری کے منسوب ہو چکی تھی' اس واسطے پہلے وہ بخدمت گدی نشینان مزار حضرت باوا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ بمقام پاکپتن گیا اور جو صاحب اس وقت گدی نشین وہاں کے تھے ان کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ وہ ناطہ دختر عبداللہ کا منظور فرمادیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ بابا ہم درویش ہیں اور شیخ اشرف ان دنوں میں عالمگیر بادشاہ کا مصاحب ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ شیخ اشرف سے دشمنی پیدا کریں۔ من بعد عبداللہ کھوکھر بمقام حجرہ شاہ مقایم آیا۔ ان دنوں میں سجادہ نشین روضہ حضرت شاہ مقیم کے حضرت سید شاہ امیر تھے کہ بعد از وفات شاہ صفی الدین بن حضرت شاہ محمد مقیم مسند نشین ارشاد ہوئے تھے۔ عبداللہ بیچارہ نے شاہ محمد امیر کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض قبول فرمانے ناطہ دختر کی کری اور سب حال شیخ اشرف کا بھی مفصل کہہ سنایا۔ آپ نے ناطہ قبول فرمایا اور شگون نسبت کرا کر اس کو رخصت کیا۔ عبداللہ خوش ہوکر اپنے گھر آیا اور شیخ اشرف کو کہلا بھیجا کہ قبل از درخواست تمہارے کے ناطہ دختر میری کا حضرت شاہ محمد امیر سے ہو چکا ہے اس واسطے میں آپ کی درخواست قبول نہیں کرسکتا یہ بات سن کر شیخ اشرف کو آتش غصہ دل میں شعلہ زن ہوئی اور عالمگیر کے پاس جاکر داد خواہ ہوا کہ دختر منسوبہ میری کو جو لڑکی عبداللہ کھوکھر کی تھی' شاہ محمد امیر نے اپنی منسوبہ کرلیا ہے اور کچھ خوف نہیں کیا کہ بادشاہ دادگر ہم کو کیا کہے گا۔ بادشاہ نے فیصل کرنا اس مقدمے کا روبروئے خود واجب تصور کر کے ایک ایک خط در باب طلبی حضرت شاہ محمد امیر کی اپنے روبرو بنام ان کے لکھا اور شیخ اشرف کو تسلی دی کہ خاطر جمع رکھو' انصاف ہوگا۔ غرض (ص ۱۳۷) جب شاہ امیر مقام حجرہ سے متصل دہلی پہنچے تو بادشاہ بلحاظ خاندان سادات عظام استقبال کو آیا' مگر آپ نے ملاقات نہ کی اور فرمایا کہ اس وقت ہم مدعی علیہ ہوکر واسطے جواب دہی مقدمہ شیخ اشرف کے آئے ہیں' ملاقات دوستانہ نہیں کرسکتے بعد انفصال مقدمہ دیکھا جائے گا۔ دوسرے روز جب حضرت شاہ محمد امیر دربار شاہی میں تشریف لے گئے تو حسب اتفاق اس روز اٹھائیسویں ماہ رمضان

Marfat.com

کی تھی اور ہر شخص کو خواہش دیکھنے ہلال ماہ رمضان کی تھی۔ بسبب اس کے کہ بروز ہلال ماہ شوال ابر محیط آسمان تھا اور کچھ اختلاف بھی وقوع میں آچکا تھا' یعنی اس روز کوئی اٹھائیس اور کوئی انتیس ماہ رمضان کی کہتا تھا۔ اس وقت عالمگیر نے شیخ اشرف سے پوچھا کہ ہلال عید کب ہوگا۔ اشرف نے جواب دیا کہ آج رات کو چاند ہوگا۔ حضرت شاہ محمد امیر یہ بات سن کر فرمانے لگے کہ آج اٹھائیسویں تاریخ چاند کی ہے' آج ممکن نہیں کہ چاند نظر آوے البتہ کل کو چاند ہوگا۔ شیخ اشرف پھر بولا کہ بے شک آج ہوگا۔ بادشاہ نے جو یہ تقاریر فریقین کی سنی تو فرمایا کہ آپ دونوں اہل مقدمہ ہیں اول صدق اور کذب مقدمے کا اسی بات پر منحصر ہے۔ اگر آج چاند نظر آگیا تو معلوم ہوگا کہ شیخ اشرف سچا ہے اور اگر آج چاند نہ آیا تو فی الحقیقت شاہ محمد امیر راست پر ہیں اور جس کا معاملہ راست ہوگا اس کو ناطہ ملے گا۔ جب تمام دن گزر گیا اور وقت دیکھنے ہلال عید کا قریب پہنچا تو اشرف نے ایک برنجی چاند بنا کر اور صیقل کرا کر بزور عمل اسمائے الٰہی موکلاں کو دے کر بلندی پر چڑھا دیا اور سب اشخاص نے مع بادشاہ بچشم خود چاند دیکھ لیا اور توپ خانہ شاہی سے شلک سلامی ہلال سر ہوئی لوگوں نے جا کر شاہ محمد امیر سے کہا کہ یا حضرت شیخ اشرف سچے ہوئے اور ہلال عید نظر آیا۔ حضرت پالکی منگوا کر سوار ہوئے اور دربار شاہی میں پہنچے۔ عالمگیر نے بھی طنزاً" کہا کہ یا حضرت شیخ اشرف کا کلام صادق ہوا۔ آپ یہ کلام سن کر طیش میں آئے اور تیز نظر سے اپنے پاپوس کی طرف دیکھا تو ہر دو پاپوشین فی الفور اڑ گئیں اور اس جعلی چاند پر لگنے لگیں حتیٰ کہ وہ چاند لب فرش دربار شاہی آپڑا اور شیخ اشرف نہایت شرمندہ ہوا اور اعتقاد بادشاہ بالکل اس کی طرف سے اٹھ گیا اور ناطہ حضرت شاہ محمد امیر کو ملا اور شیخ اشرف دربار شاہی سے مجبور ہو کر لاہور میں آئے اور یہاں ہی فوت ہوئے لیکن آخر میں دعوت اسما سے تایب ہو کر عبادت الٰہی مصروف ہوئے اور سال ایک ہزار ایک سو چار میں جان بحق تسلیم ہوئے اور عہد وفات ان کا بھی عہد عالمگیری تھا۔

قطعات تاریخ وفات

اور تاریخ وفات ان دونوں صاحبوں کی جو مفتی غلام سرور نے بطور یادگار فدوی کے پاس (ص ۱۳۸) بھیجی جو درج ذیل کی جاتی ہے۔ قطعہ تاریخ حضرت حاجی محمد سعید صاحب لاہوری:۔

محمد سعید آن سعید زمان
کہ بیرون ست و صفش ز گفت و شنید

Marfat.com

بتاریخ ترحیل آن شیخ دین
ندا شد ز دل شیخ واصل سعید
۱۱۸۱ھ

قطعہ تاریخ وفات شیخ اشرف :۔
چو اشرف برفت از جہان فنا
نہاں شد یکی آفتاب شرف
چو جستم ز دل سال ترحیل او
عیاں شد یکی آفتاب شرف

چار دیواری حضرت محمد سعید لاہوری

(ص ۱۳۳) بطرف جنوب مقبرہ سید شاہ چراغ صاحب رحمتہ اللہ علیہ وہ بگوشہ نیرت کوٹھی جناب کپتان حال صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع لاہور اور شرق رویہ اس سڑک کے جو مقام عجائب گاہ سے میاں میر کی طرف جاتی ہے یہ چار دیواری مزار حضرت حاجی محمد وسعید صاحب لاہوری کی ہے۔ یہ چار دیواری خشتی پختہ ریختہ کار قد آدم سے قدرے بلند' جس کے آگے بہت سے درخت گنجان خوش وضع کھڑے ہیں' موجود ہے۔ اور دروازہ اس کا غرب رویہ اور دروازہ کے جنوب رویہ باہر کی طرف ایک کوٹھہ پختہ مسکونہ فقیر مجاور۔ اس دیواری کا دروازہ مع چوکھ چوبی اور اندر اس چار دیواری کے بہت سی قبریں خام و پختہ عوام الناس خدام وغیرہ کی موجود ہیں اور اس چار دیواری کے بطرف شرق ایک اور چار دیواری چھوٹی سی سفید ہے اور اس میں تین قبریں پختہ سفید ہیں۔ ایک تو خود ان کی اور دو ان کے نواسوں یعنی حضرت حاجی عباداللہ صاحب اور حضرت عبدالرحمان صاحب کی ہیں۔ قدرت الٰہی سے جو قبر حاجی عباد اللہ صاحب کی ہے اس کا سینہ پھاڑ کر پانچ درخت ون بر آمد ہو کر قبر پر سایہ فگن ہوئے ہوئے ہیں اور سرہانے کی طرف چراغ دان بہت اچھا۔ اور شمال رویہ اس چار دیواری کے ایک چاہ حال بے چرخی و بوکہ موجود ہے۔

چار دیواری شیخ اشرف

اور چاہ کے پاس شمال کی طرف تین زینہ چڑھ کے ایک چھوٹی سی اور چار دیواری سفید' جس کے گرد چھوٹی چھوٹی برجیاں موجود ہیں اور اس چار دیواری میں بھی درخت بکثرت کھڑے ہیں۔ یہ چار دیواری شیخ اشرف صاحب کی ہے۔ اول بروضہ شیخ اشرف کا باہر

Marfat.com

دروازہ بھاٹی کے بڑا عالیشان تھا اور ساتھ اس کے ایک مسجد بھی ۔عمارت سنگین بہت عمدہ اور بڑی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس مقبرہ اور مسجد کو مسمار کرا دیا اور صندوق ان کا اس مدفن سے نکلوا کر معرفت نورالدین صاحب کے (ص ۱۳۴) اس مقام پر دفن کرا دیا۔ اور چار دیواری بھی بنوا دی۔

اور اس کے پاس ایک اور چبوترہ پر قبر سفید نواب عبدالرحمان خان کے فرزند خرد کی جو غلام نقشبندیہ رسالدار بہادر کا بھائی تھا' ہے' یہ قبر عرصہ سات سال سے بنی ہے۔

خانقاہ اہدی شاہ

(ص ۷۰۰) یہ خانقاہ شرق رویہ تکیہ ڈنڈی گراں' غرب رویہ قبرستان حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب ایک ٹیلہ خرد پر واقع ہے۔ باہر سے تھڑا خشتی نظر آتا ہے۔ طول جس کا سات گز اور عرض پانچ گز ارتفاع تا بکمر بلند۔ اصل میں یہ تھڑہ سقف سرد خانہ ہے۔ اس تھڑہ پر ظاہر فقط ایک نشان قبر خشتی ہے مگر نیچے تہ خانہ جس کا طول عرض چار گز مربع ہے۔ سقف قلبوتی' ارتفاع ساڑھے تین گز استر کار پختہ۔ جنوب کی طرف ایک دروازہ واسطے نیچے جانے کے۔ آٹھ زینہ اتر کر نیچے جانا ہوتا ہے۔ وہاں تین قبریں دو خام ایک خشتی۔ ایک سائیں نور شاہ کی۔ دوسری محکم شاہ معمار کی خام میانہ چبوترہ خشتی پر مع چراغدان خشتی خود حضرت اہدی شاہ صاحب کی۔باہر جناب کی طرف بارہ قبریں گلی غرب رویہ متعلقان محکم معمار کی۔

اہدی شاہ

حال ان کا یہ ہے کہ یہ اہدی شاہ صاحب خادم سائیں روشن شاہ کے تھے اور وہ خادم اور سجادہ نشین حضرت فتح شاہ سرمست کے' جن کی مزار جنوب رویہ پڑاوہ بدھو موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ دیوان دلارام جس کا مفصل حال تالاب جسپت و لکھیت میں درج ہے' سائیں اہدی شاہ کا بڑا معتقد تھا اور یہ مکان بھی اس نے بنوا دیا۔

تاریخ وفات ان کی دوسری رجب سن گیارہ سو بانوے۔

سجادہ نشین

اول یہاں اچھے اچھے مکان خوشنما تھے۔ بعد اہدی شاہ کے نور شاہ خادم ان کے سجادہ نشین ہوئے۔ جب وہ مر گئے تو شاہ راج اس مکان پر قابض ہوا جو خادم نور شاہ کا تھا۔ بعد

Marfat.com

اس کے سمت ۱۹۰۵ میں وہ مر گیا۔ قبریں ان دونوں کی یہیں ہوئیں۔ اب محمد بخش اور نبی بخش پسران محکم شاہ معمار یہاں چراغ بتی کرتے ہیں۔ کوئی میلہ عرس نہیں ہوتا اور نہ چنداں اس مکان کی شہرت ہے فقط۔

محبت شاہ مداری علیہ الرحمتہ الباری

(ص ۴۴۴) یہ محبت شاہ کابلی پہلے ملازم افغاناں تھا بعدازاں فقیر ہو کر یہاں اچھرا میں آیا اور زمینداران دیہ سے زمین لے کر تکیہ بنا بیٹھا۔
پھر وہ سن بارہ سو بائیس میں مر گیا۔ پیچھے اس کے مداری شاہ بالکا اس کا قابض مکان ہذا رہا۔ اب عرصہ پندرہ سال سے مداری شاہ مر گیا۔ دھاری شاہ بیٹا اس کا موجود جو ماہ ہاڑ میں بتاریخ بارھویں فاتحہ کراتا ہے جس میں بھنڈارہ نان گوشت کا ہوتا ہے۔ فقط۔

شجرہ

اب اس مکان میں دھاری شاہ فقیر رہتا ہے۔ (ص ۴۴۳) شجرہ اس کا یہ ہے کہ دھاری شاہ خادم مداری شاہ کا اور مداری شاہ کا محبت شاہ اور وہ خیر علی شاہ کا اور وہ عیسی شاہ کا اور وہ رمضان شاہ کا اور وہ سوداگر شاہ کا اور وہ بہادر شاہ کا اور وہ جمعہ شاہ کا اور وہ غریب شاہ کا اور وہ فضل شاہ کا اور وہ بدر شاہ کا اور وہ احمد شاہ کا۔ (ص ۴۴۴) اس سے آگے اس کو معلوم نہیں۔

عمارات

موضع اچھرا کے گوشہ شرق و جنوب میں خانقاہ حضرت محبت شاہ مداری کی ہے۔ اس خانقاہ کی چار دیواری خشتی گلی نیرہ سفید چونہ گچ چار دیواری میں دو قبریں' ایک محبت شاہ اور دوسری سائیں مداری شاہ خادم محبت شاہ کی۔ اس احاطہ کے باہر چودہ قبریں خام مفصلہ ذیل لوگوں کی ہیں:
بہادر شاہ۔ مستی شاہ۔ شادی شاہ۔ وسن شاہ۔ مستانہ۔ جیون شاہ۔ بوٹے شاہ۔ حسن علی۔ مائی دائی والدہ دھاری شاہ۔ بھاگن ہمشیرہ اس کی۔ وغیرہ چند قبور بچہ ہائے خرد سال مداری شاہ کے۔

اس چار دیواری کے جنوب کی طرف ایک والان تین درہ عمارت خشت پختہ غیر مسقفہ' اس کے جنوب میں ایک کوٹھہ خشتی مسقفہ۔ اس کوٹھہ میں مداری شاہ کی اولاد

Marfat.com

مسمیان دھاری شاہ و رانجھا و امام الدین رہتے ہیں اور اس کے آگے شرق کی طرف ایک تھڑہ خام پانچ فٹ بلند۔ طول ۲۸ گز اور عرض تین گز۔ گوشہ مشرق و شمال میں چاہ خرد جس کے ساتھ چار بیگھہ زمین مزروعی تاحین حیات مداری شاہ معاف تھی اب ضبط سرکار ہے۔ فقط۔

حال خانقاہ حضرت معصوم شاہ بیرون لاہوری دروازہ

(ص ۳۴۶) باہر دروازہ لاہوری کے' سڑک صدر بازار انار کلی کے غرب رویہ اور لاہوری دروازہ کے خاص جنوب رویہ' ایک خانقاہ' جو اب لالہ حاکم رائے اودرسیر نے سفید و تعمیر کرائی ہے حضرت معصوم شاہ صاحب کی ہے اور یہ حضرت ابھی زمانہ قربت میں گذرے ہیں۔

حال ان کا یہ ہے کہ حضرت کا نام سید معصوم شاہ۔ روایات کثیرہ سے ایک کرامت مشہورہ ان کی لاہور میں یہ ہے کہ بکوچہ طاقاں والا' جو معصوم شاہ کی تھڑیاں مشہور ہے' ایک مکان چوکھٹ چوبی پر آپ بحین حیات بارہ برس تک آگ جلاتے رہے۔ مگر اس چوکھٹ چوبی کو داغ تک آگ کا نہ لگا اس واسطے وہ کوچہ حضرت معصوم دیاں تھڑیاں مشہور ہوگیا۔

اور شیخ وھاب دین بچشم خود دیدہ والد خود بیان کرتا ہے کہ جب حضرت لاہور کے اس کوچہ میں رہتے تھے تو ایک (ص ۳۴۷) روز کا ذکر ہے کہ ایک بڑھیا اس کوچہ میں سے باہر کو چلی۔ اتفاقاً" اس کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا کہ واسطے کشیدہ نکالنے کے باجرت لئے جاتی تھی۔ معصوم شاہ صاحب نے اس کو بلایا اور وہ کپڑا اس کے ہاتھ سے لے کر آگ میں' کہ آگ ان کے برسر چوکھٹ چوبی ہمیشہ جلا کرتی تھی' ڈال دیا۔ چونکہ یہ فقیر مجذوب تھے وہ بے چاری کچھ نہ بول سکی اور روتی ہوئی چلی گئی اور وہ کپڑا جل کر خام سیاہ ہوگیا۔ بعد اس کے نور محمد خواجہ جو اس محلہ میں رودار آدمی تھا یہ حال سن کر حضرت کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا مولیٰ وہ عاجزہ بڑھیا بیوہ ہے۔ آپ نے کیا غضب کیا کہ اس کا کپڑا جلا دیا۔ یہ بے چاری مزدوری کے واسطے کپڑا لے چلی تھی۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ آگے آؤ اور آگ کی خاکستر سے نکال کر دے دیا۔ قدرت الٰہی سے وہ کپڑا کہ سادہ تھا کشیدہ ہوا ہوا نکل آیا۔ (وہ بڑھیا کپڑا) لے کر چلی گئی۔

وفات

Marfat.com

(ص ۳۴۶) یہ حضرت سن بارہ سو سترہ میں فوت ہوئے ہیں۔

حضرت شادی شاہ

(ص ۴۰۷) یہ شادی شدہ صاحب سید بزرگ گیلانی ساکن لکھووال علاقہ گجرات کے تھے۔ لاہور میں واسطے چلہ کرنے کے مزار داتا گنج بخش صاحب تشریف لائے اور بہت مدت تک عبادت کرتے رہے۔ اب عرصہ ساٹھ سال سے فوت ہوئے ہیں۔ وفات ان کی نویں شعبان ۱۲۲۱۔ اب اسی تاریخ عرس ہوتا ہے اور دوسرے روز مجلس۔

راجہ دینا ناتھ اور گنڈا سنگھ اور لہنا سنگھ سندھانوالیہ نے مقبرہ ان کا بنوایا۔

مجاور

اب یہاں عرصہ تیس سال سے حاجی شاہ' سید مشہدی اولاد شاہ لطیف صاحب سے' مجاور ہے۔ مکان بہت آراستہ رکھتا ہے۔ یہاں کا مجاور حاجی شاہ المعروف چراغ شاہ وضع زنانہ رکھتا ہے اور جمعرات کے دن اکثر کنچنیاں اور اکثر لوگ شہر سے سلام کے واسطے آتے ہیں۔

کمپنی باغ

یہ مقبرہ کمپنی باغ میں ہے۔ پہلے وہ باغ دیوان چند کا تھا۔ بعد اس کے عملداری انگریزی ۱۸۵۰ء میں کمپنی باغ بنا۔ ہر قسم کے انگریزی گل بوٹہ وہاں لگائے گئے۔ لاکھ ہا روپیہ خرچ ہوا۔ درمیان میں ایک تالاب واسطے غسل صاحبان کے بنا۔ جنوب رویہ اس کے چاہ چرخ والا ہے جس سے وہ تالاب بھرتا ہے۔ وہاں گیند گھر بھی موجود ہے۔ اب کمپنی باغ نہ رہا یعنی سرکار نے نیلام کر دیا۔ گیند گھر قائم ہے۔ یہ باغ ۱۸۷۳ء میں آٹھ ہزار ایک سو روپیہ کے عوض نیلام ہوا تھا۔ اب اس میں نو حصہ ہیں۔ چھ حصہ پچھی رام پنڈت کے اور ایک باشی مل اور ایک رائے (ص ۴۰۸) ہرسرن داس وکیل اور ایک لدھے منشی کا۔ تمام باغ میں ایک گیند گھر اور تالاب اور مقبرہ فروخت نہیں ہوا۔ وہاں اب تک لوگ تفنن کے واسطے چار بجے دن کے تشریف لے جاتے ہیں۔ فقط۔

عمارات

(ص ۴۰۷) جنوب رویہ مقبرہ خشتی سفید۔ مقبرہ کے جنوب رویہ متصل ایک دالان مع

Marfat.com

بالا خانہ' دروازہ اس کا ایک غرب رویہ مع طاق تختہ چوبی اور دوسرا شرق رویہ۔ اس کے جنوب رویہ زینہ اوپر جانے کا۔ اس مقبرہ کے اندر قبر حضرت شادی شاہ صاحب کی سفید چونا گچ جس پر غلاف پڑا رہتا ہے۔ گنبد اندر سے منقش۔ شرق و غرب رویہ محراب اور سرہانے روشن دان اور فرش چونہ گچ دروازہ مقبرہ کی چوکھٹ کے ساتھ اندر جاتے ہی شمال رویہ ایک قبر سفید چونہ گچ مریدان کے کی۔

جنوبی رویہ مقبرہ ہذا کے ایک کوٹھی جو پہلے بارہ دری تھی اس کے غرب رویہ سمادھ مصر دیوان چند بانی باغ کی۔ گنبد سادہ ہشت پہلو۔ دروازہ شرق رویہ بے طاق و پختہ۔ چاروں طرف پنجرہ خشتی۔

شیر علی

(ص ۵۹۴) یہ شیر علی شاہ مداری وہی شیر علی شاہ ہے کہ جس نے صوبے شاہ سجادہ نشین خانقاہ مادھو لال حسین سے خرخشہ کر کے خنزیر اپنے مکان میں باندھا تھا۔ جو چاہے اس حال میں دیکھ لے۔

حال شیر علی شاہ

شیر علی شاہ قوم سادات بخاری سے علم شریعت و طریقت میں ید طولیٰ رکھتے تھے' منکرات سے بالکل متنفر' وطن ان کا علاقہ ممدوٹ' ۱۲۶۰ ہجری مقدس میں وارد شہر لاہور ہو کر باغ خوجہ والا میں متصل شہلا باغ ایک برج میں آکر فروکش ہوئے۔ اس عرصہ میں مسی شیخ رحیم بخش بارکش اتفاقاً" اس باغ میں گیا' ان کو دیکھتے ہی اعتقاد پیدا ہو آیا حتی کہ بیعت کر لی۔

بعدازاں وہ تکیہ بھورے شاہ میں 'جو متصل اس تکیہ کے ہے آبیٹھے۔ اس وقت اس تکیہ میں غلام علی شاہ' مرشد بھورے شاہ (ص ۵۹۵) سکونت پذیر تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ روز بروز چرچا ان کا پھیلتا اور اژدھام مریدان کا بکثرت ہوتا جاتا تھا تو اس نے کہا: کہ بادشاہ در اقلیمی نگنجند۔ آپ اپنا مکان علیحدہ کر لیں۔ چنانچہ اسی وقت شیخ رحیم نے تلاش کرتے کرتے یہ مکان تجویز کیا۔ اس وقت یہاں صرف نشان بھٹاں اور ایک درخت بڑ سر بریدہ کھڑا تھا' صرف ایک چاہ۔ اور سفید زمین تھی۔ حضرت اس وقت اس مکان میں آگئے۔

محلہ تل بگھہ

Marfat.com

(ص ۵۹۶) بوقت آبادی شہر بیرون اس گذرگاہ کا نام محلہ تل تکیہ تھا اور خاص اس تکیہ کی سرزمین میں دولت خانہ حضرت حسین کا (جن کا نام فی زمانا" مادھو لال حسین مشہور ہے) تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ چالیس برس تک سن رواں سے پہلے اس تکیہ کے گوشہ گنی میں ایک خرد مقبرہ تھا اور وہاں کرم علی شاہ مجاور صدر نشین تھا اور اس مقبرہ کو مقام آنول نال حضرت حسین کہتے تھے اور وفور زاہدین اس قدر تھا کہ مجاور خیلے خوش گزران رہتا تھا۔ پنجاب کا دستور قدیم ہے کہ جہاں بچہ پیدا ہوتا ہے اسی گھر میں اس کا آنول نال گاڑا جاتا ہے اور اگر کوئی دستور مشرح اس کا دیکھنا چاہے تو کتاب یادگار چشتی مصنفہ فدوی میں دیکھ لے۔ جب سکھوں کی چھاؤنی محاذی اس کے' زیر دیوار فصیل شہر مقرر ہوئی تو انہوں نے اس مقبرہ کو گرا دیا۔ فقط۔

وفات

(ص ۵۹۵) بعد اس کے دارا کنجر اور فوجداراں طوائف ہمشیرہ اس کی' آکر خادم ہوئی اور یہ کوٹھہ جنوب رویہ چار دیواری بنوایا۔ بعدازاں وہ معاملہ خنزیر والا' جس کا حال مفصل حال مادھو لالا حسین میں مفصل درج ہے' درپیش آیا۔ چونکہ صوبے شاہ' سجادہ نشین مزار مادھو لال حسین' سرگروہ فقرا ضلع لاہور تھا اس واسطے تمام فقرا ناراض ہوگئے۔ بعدازاں ۱۷ ماہ ساون سمت ۱۸۹۷ بروز دوشنبہ یہ شیر علی شاہ' صوبہ شاہ کے آٹھ دن پہلے' رہگرائے عالم بقا ہوا۔

سجادہ نشین

(ص ۵۹۴) یہ مکان قاضیاں کا مشہور ہے چنانچہ قبالہ اس کا حکیم ولی شاہ اور بزرگ شاہ کے پاس موجود ہے۔ بوقت آبادی شہر یہاں ان کی بزرگوں کے مکان تھے۔ اس مکان کی بہت زمین تھی مگر اب اس میں سرکار نے قبرستان انگریزاں بنا لیا ہے۔ اب اس میں ایک فقیر رحیم شاہ مرید شیر علی شاہ قابض و متصرف ہے اور پاس اس کے ایک فقیر دین شاہ ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں مرید ششیر علی مرید شیر علی شاہ کا ہوں۔ مگر رحیم شاہ قبول نہیں کرتا۔

(ص ۵۹۵) اس رحیم بخش نے خدمت حضرت کی بدرجہ کمال کی پھر اس کا نام رحیم شاہ مقرر ہوا یہ شخص بڑا بانکا ترچھا رہتا تھا۔ ایک روز حضرت نے چند ٹکے' جو اکثر مداری

Marfat.com

فقیر سر پر رکھتے تھے' عنایت کیے اور ایک مشت خاک سر پر ڈال کر ارشاد رکھنے جٹا کا فرمایا۔ پھر تو اس نے جٹا باقرار مدت العمر رکھ لیا۔ چنانچہ اب عرصہ اٹھائیس سال سے وہ جٹا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بال اگر خاکستر یا چک دشتی سے دھوئے جائیں تو بڑھتے ہیں۔ جس دن سے جٹا یعنی سر کے بال منڈانے موقوف کرتے ہیں استرہ سر پر نہیں لگاتے اور جب بڑھ جاتے ہیں تو دستار کے موافق سر پر باندھتے ہیں۔

اس رحیم شاہ نے بہت خدمت حضرت کی کی۔ اس سے وہ خوش ہو کر تمام اپنے مریدوں طالبوں کو حکم عام دے گئے کہ جو میرا سلامی اس اور نام لینے والا ہے وہ رحیم کو قائم مقام میرے سمجھے۔ پھر تو یہ رحیم شاہ سجادہ نشین ہو بیٹھا اور زیر حکم اس کے مسمی شمشیر علی پیر بھائی اس کا رہنے لگا۔ بعد وفات حضرت کے اس نے ارادہ حضرت کے بھنڈارہ کا کیا مگر فقرا نواح لاہور نے اس کے مجان پر آنے سے انکار کیا۔ الغرض وہ بے چارہ چھ مہینے لجاجتیں کرتا رہا اور آخر بڑا بھنڈارہ ضیافت سہ روزہ کیا۔

بعدہ پھر یہ رحیم شاہ روانہ امرتسر ہو گیا اور شمشیر علی کو واسطے چراغ بتی کے مقرر کر دیا۔ اس عرصہ میں مسمی دین شاہ ان کے پاس آنے لگا۔ نہ انہوں نے اس کو مرید کیا نہ شجرہ کرسی اپنا بتایا۔ یہ دین شاہ قوم کا چمار ہے۔ بعد ازاں جب شمشیر علی فوت ہو گیا تو یہ دین شاہ مکان دار ہو بیٹھا۔ پھر جب رحیم شاہ امرتسر سے آیا تو اپنے مکان پر متصرف ہو بیٹھا۔ اب رحیم شاہ اس دین شاہ کو کہتا ہے: کہ تو اس مکان سے کیا واسطہ رکھتا ہے' نہ کسی کا خادم نہ طالب' ناحق حضرت کے نام کو خراب کر کے دربدر گدائی کرتا پھرتا ہے۔ اور وہ ظاہرا تو کہتا ہے کہ (ص ۵۹۶) میں تمہارا تابعدار ہوں' مجھ کو شجرہ کرسی بتلاؤ باطنا" عداوت رکھتا ہے۔ نہ ان کی خدمت کرتا ہے' نہ لینا نہ دینا۔ اب رحیم شاہ کہتا ہے کہ میں اس کا یہاں رہنا نہیں چاہتا۔ فقط۔

اگرچہ اس مکان میں کچھ آمدنی نہیں مگر رحیم شاہ اپنے پیر کا مکان خیال کر کے بیٹھا ہوا ہے' حتیٰ کہ اپنی گرہ سے روٹی کھاتا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ باوجودیکہ یہ تکیہ بر سر راہ شہر سے بہت قریب ہے مگر آمدنی بالکل نہیں۔ فقط۔

عمارات

(ص ۵۹۳) باہر دروازہ ٹکسالی' غرب رویہ اس سڑک کے جو انارکلی سے قلعہ کو آتی ہے' ٹیلہ خرد پر یہ مکان واقع ہے۔ اس کے اندر ایک چار دیواری غرب کی طرف' دروازہ اس کا شرق رویہ مع طاق تختہ۔ اس کے اندر تین قبریں ایک تو شیر علی شاہ کی جس کے

Marfat.com

سرہانے چراغ دان بوسیدہ- یہ شیر علی شاہ رنجیت سنگھ کے مرنے سے ایک سال اول فوت ہوئے ہیں- مکان ہذا انہوں نے ہی آباد کیا تھا)- اس کے غرب رویہ قبر غلام علی شاہ والد سید بزرگوار شاہ حکیم کی- حکیم سید ولی شاہ کے بہنوئی کے کسی نامعلوم الاسم لڑکے کی- گوشہ جنوبی و غربی چار دیواری میں ایک بڑھ بڑا بلند کھڑا ہے- اس کے نیچے ایک چاہ چرخی دار- اس کے دروازے کے شمال کی طرف ایک کوٹھ جس کا ایک دھن جنوب رویہ اور دوسرا شرق رویہ اور کوٹھری اس کے شمال رویہ- ایک اور چار دیواری جس کا در محرابی خرد جنوب رویہ اور اس کے آگے ایک بڑھ کلاں- شرق رویہ خرد کیکر- اس میں ایک تھڑہ چونہ گچ مع چراغ دان سفید- اس پر والدہ حکیم ولی شاہ صاحب کی قبر- اس کے شرق میں قبر خشتی بوسیدہ ان کی ہمشیرہ یعنی والدہ سید بزرگ شاہ صاحب کی- اس چاہ کے جنوب رویہ ایک مسجد بطور کوٹھ مبینہ دھنو طوائف- گرد و نواح تمام درخت- اکثر درخت گوندی، نیم-

(ص ۵۹۶) سوا اس کے چار دیواری قبر شیر علی شاہ کے باہر گوشہ گلی میں ایک چاہ کلاں مع درخت بوڑھ موجود ہے- اس کے ارتفاع شرق رویہ ایک کھڑکی محرابی مع سرد خانہ نظر آتی ہے، مگر اوپر سے کوئی راستہ سرد خانہ کا نظر نہیں آتا- بطرف غرب و جنوب اشجار کیکر، گوندیو نیم وغیرہ گنجان کھڑے ہیں- ایک نیم بہت بلند اور بقیہ اس سے خرد- اکثر لوگ واسطے نیم لینے کے آتے ہیں-

فقیر تاجے شاہ

(ص ۱۱۱) غرب کی طرف مقبرہ حضرت شاہ ابوالمعالی کے ایک جگہ میدان زین خان کا کر کے مشہور ہے اس میں ایک چاہ و زمین مزروعہ ہے اور چاہ رواں کے شمال رویہ قبر حضرت تاجے شاہ فقیر کی ہے-

(ص ۱۱۲) اور یہ تاجے شاہ فقیر مست تھے اور عمران کی ایک سو دو برس کی ہوئی ہے اور وفات ان کی روز دو شنبہ ہفتم ماہ بیساکھ سمت ۱۹۰۰ مطابق ۱۲۶۰ بارہ سو ساٹھ ہجری کے ہے- اور مفتی غلام سرور نے جو تاریخ فوت ان کی لکھی ہے سو بجنسہ درج کتاب ہذا ہوتی ہے-

بود تاجے شاہ تاج عارفان
مشتہر شد جابجا سر مست عشق

سال ترحیلش چو جستم از خرد
گفت ہادی ہدی سر مست عشق

Marfat.com

سجادہ نشین

سجادہ نشین اس قبر کا پیر شاہ فقیر ہے اور اسی نے یہ عمارت بنوائی ہے۔ اب اس نے یہاں ایک فقیر یقین شاہ بٹھلایا ہوا ہے۔

عرس

(ص ۱۱۱) ہمیشہ اس تاریخ پر عرس حضرت کا ہوتا ہے۔ بھنڈارہ فقرا بھی کرتے ہیں اور بروز عرس اکثر لوگ شب باش بھی ہوتے ہیں اور رنگ (ص ۱۱۲) ناچ بھی ہوتا ہے۔

عمارات

(ص ۱۱۱) قبر کا چبوترہ پانچ چھ فٹ اونچا زینہ دار اور اس پر قبر اور چراغ دان سفید موجود ہے۔ اور چراغ دان کے دو راہ ہیں ایک شمال رویہ' وہاں سے چراغ اندر رکھتے ہیں اور دوسرا جنوب رویہ۔ قبر کے سرہانے اس کے منہ پر آئینہ لگا ہوا ہے اور ایک جھنڈی برنگ گیروا کھڑی ہوئی ہے اور قبر کے تعویذ پر یہ شعر تحریر ہیں :۔
شرق رویہ قبر کے یہ شعر ہیں۔

تاجے شاہ تاج ولایت داشت بر سر زیب در
عارف کامل بود و کشاف سر کردگار
سالکان را پیشوا و واصلان را رہنما
عارفان را بادشاہ و کاملان را افتخار
مست در عشق محمد محو در حب خدا
عشق و حب وی جہان
(اس مقام پر شعر پڑھا نہیں جاتا)
داشت در درہ و مانی افتخار و اقتدار

اور غرب رویہ قبر کے یہ لکھا ہے :۔

ز آب و نان و جامہ و حرص و ہوا بیزار بود
داشت در ہر دم تعشق با خدا لیل و نہار
شیخ فانی بود در عمر و ولی در زاہدی
نوجوان نوجوانان بود و شاہ نامدار

Marfat.com

اس مقام پر صرف ہندسہ بارہ کا دکھائی دیتا ہے۔ شائد سن لکھا ہوگا کہ باقی ہندسہ مٹ گئے ہیں۔ پائنتی کی طرف درخت بیر، غرب رویہ دیوار خام گلی اور شرق رویہ ایک دالان سہ درہ جس کے دو در بند اور ایک کشادہ۔ اس کے اندر شمال کی طرف ایک کوٹھڑی۔ دالان کے آگے ستون پر بیل انگور۔ یہ زمین چاہ لالہ رتن چند دہاڑی والا کی ہے جس میں یہ قبر و مکان واقع ہے۔

ذکر مکان سید علی شاہ المشہور جھنگی شاہ

(ص ۶۳۶) حال اس کا یہ ہے کہ حضرت جناب سید علی شاہ صاحب سید گیلانی ملک دکن سے ۱۲۰۷ میں یہاں تشریف لاکر اس مکان میں جہاں اب مزار شریف ہے سکونت پذیر ہوئے۔ اس وقت پہلے یہاں دریا بہتا تھا۔ جب دریا خشک ہوگیا تو وہ تمام جگہ بطور بیلہ ہوگئی۔ (ص ۶۳۷) جب حضرت یہاں تشریف لائے تب اس جگہ بیلہ پلچھی اور کانوں کا تھا۔ مدت بھر اسی طرح یہاں بیلہ رہا۔ پھر قضا کار تھوڑے عرصہ میں دریائے راوی اس زمین پر عود کر آیا اور قد آدم سے بلند بہنے لگا۔ مہاراجہ صاحب نے بایں اندیشہ کہ مبادا حضرت کو تکلیف پہنچے چند کشتیاں بھیجیں تاکہ حضرت کو سوار کر کے قلعہ میں لے آویں مگر آپ نے واپس کردیں اور فرمایا: کہ ہم کو کچھ تکلیف نہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے، دریا فضل خدا سے کل فرو ہوجاوے گا اور پھر کبھی سوائے برسات کے یہاں نہ آوے گا۔ سو ایسا ہی ہوا اور وہ حضرت باوجود آنے اتنے پانی کے باامان بیٹھے رہے۔ مشہور ہے کہ جب یہ حضرت یہاں آکر بیٹھے تو بارہا دریا چڑھ آیا، مگر ان کا مکان صحیح و سالم رہا۔

راجہ رنجیت سنگھ کی ارادت

یہ حضرت بڑے زاہد اور عابد تھے۔ بہت لوگوں کو ان سے فیض عام حاصل ہوا تھا۔ جب ان کا چرچا پھیلا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی جو عرصہ قلیل سے لاہور پر مسلط ہوا تھا، ان کے پاس بمراد عقدہ کشائی مہمات حاضر ہوا اور کئی دفعہ نذریں بھی پیشکش کیں، مگر حضرت نے قبول نہ فرمائیں۔ مہاراجہ صاحب نے یہ بے طمعی دیکھ کر اپنے ایک مصاحب خاص مسمی حکما سنگھ بھٹ باندھا کو حکم دے رکھا تھا کہ دو وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ارشادات سے خبردیا کرے۔ چنانچہ وہ ہمیشہ حاضر ہوتا تھا، مگر آپ نے کبھی کچھ فرمائش نہ فرمائی۔ فقط۔

میدان ریٹ کی تیاری

Marfat.com

(ص ۶۳۶) انہوں نے وہاں بوٹا شگافی کی اور بنائے مکان ڈالی اور درخت بربار اور ثمردار لگوائے اور ایک چاہ بچہ پختہ مع کوٹھ خشتی اور ایک عبادت خانہ بنوایا۔ (ص ۶۳۷) جب حضرت نے واسطے نصب نہالان کے زمین کی بوٹہ شگافی کی تب کوئی باغ و باغیچہ و آبادی چاہاں گرد و نواح جھنگی کے نہ تھی' صرف بیلہ تھا۔ راجہ رنجیت سنگھ نے تمام بیلہ کٹوا کر زمین سیرگاہ نکلوائی اور تیاری باغ و باغیچہ و چاہان گرد و نواح کا حکم دیا۔ تب سے یہ آبادی ہوئی اور نام اس کا پریٹ کا میدان رکھا گیا۔ مہاراجہ صاحب تاحین حیات' بالفت دلی معتقد ان حضرت کے رہے۔ بعد وفات حضرت کی' خادمان خانقاہ کی ہمیشہ خدمت کرتے رہے۔

ایک کرامت

قاضی محمد بخش بیان کرتا ہے کہ میرے والدین کے یہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ جب میں متولد ہوا تو پانچ چھ برس کی عمر ہوئی تو بمرض مہلک بیمار ہوگیا' اور آگے کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جو لڑکا میرے باپ کے یہاں تولد ہوتا اسی طرح (ص ۶۳۸) اسی عمر میں فوت ہوجاتا۔ جب والدین میرے نے فیض عام حضرت کا سنا تو مجھ کو ان کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے بتوجہ باطنی دست بدعا ہوکر دست شفا پھیرا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے شفا بخشی اور تاحال زندہ ہوں۔اس وقت اس حضرت نے کمال شفقت سے مجھ کو اپنا فرزند اور متبنٰی اور مرید کیا۔

وفات

(ص ۶۳۶) بعد سن بارہ سو ستائیس میں بتاریخ ہفدھم شوال بعالم بقا رحلت فرما ہوئے۔ مفتی غلام سرور صاحب نے یہ تاریخ وفات ان کی موزوں فرمائی ہے۔

سید علی آن رہبر دنیا و دین
سید معصوم شاہ اولیا
گفت بتاریخ وصالش خرد
سید علی مخدوم شاہ اولیاء

سجادہ نشین

من بعد چراغ شاہ مرید ان کا اس جگہ پر سجادہ نشین ہوا اور پچیس سال تک زندہ رہ کر فوت ہوگیا۔ عمارت موجودہ اول اس نے خام خشتی بنوائی تھی اور پھر قاضی محمد بخش نے'

Marfat.com

جو حضرت سید علی شاہ کا مرید اور متبنی اور مصنف کتاب ہذا کا ماموں ہے' اس عمارت کو پختہ چونا گچ بنویا۔ بعد فوت چراغ شاہ کے اب عرصہ ۳۹ سال سے قاضی محمد بخش قابض ہے اور عزل و نصب فقیر کا اس کے اختیار ہے۔ چنانچہ اب ایک فقیر ملا شاہ نامی' قاضی محمد بخش کا بٹھایا ہوا یہاں موجود ہے۔ فقط ۔(ص ۶۳۷) اب تک یہ مکان آباد ہے۔ اور متعلقہ اس جھنگی کے پانچ بیگھہ اور چھ مرلہ زمین منجانب سرکار معاف ہے۔

شجرہ منظومہ

(ص ۶۳۸) شجرہ حضرت سید علی شاہ صاحب قادری کا قاضی محمد بخش کے پاس موجود تھا حسب درخوات اس کی کے بجنسہ درج کتاب ہذا کیا جاتا ہے۔

گر قبول افتد زہی عز و شرف

الٰہی رحم کن برحال زارم — شفیق حال خود جز تو ندارم
پس از حمد تو گویم نعت احمد — کہ نام نامیش آمد محمد
شفیع المذنبین بحر کرامت — خیر گیر جہان والی نعمت
برآن و جملہ اصحابش سلام است — بروح جملہ احبابش سلام است
خصوصاً" چار اصحاب پیمبر — ابوبکر و عمر عثمان و حیدر
وزان پس شجرہ پیران عظام — بخوانم المدد ہر صبح و ہر شام
ز احمد نور باطن مرتضیٰ یافت — صفا حاصل نمود و اتقا یافت
حسن کان محسن دور جہان بود — کہ در بصرہ ولی دو جہان بود
حبیب عجمی آن محبوب باری — کہ ہر دم بود او مطلوب باری
ازو داؤد طائی یافت کامی — کریمی ہر دو عالم ذوالکرامی
وزان پس واقف اسرار چرخی — قبول دو جہان معروف کرخی
شہ سری سقطی شیخ ذی جاہ — فنا گردید کاندر ذات اللہ
جنید آن والی دین پیر بغداد — کہ بود او سرور ابرار و اوتاد
ازان بعد است شبلی شیخ عالم — سر ہر اہل دین شد پیش او خم
جناب شیخ ابو فضل است و آجد — کہ فضل حق برو گردید عاید

Marfat.com

وزان پس، حضرت ابوالفرج طرطوس — مبارک بو سعید او را قدمبوس
جناب شاہ اکبر غوث اعظم — شہ محبوب سبحان قطب عالم
کہ شد مشہور محی الدین خطابش — بعالم گشت روشن آفتابش
بخوان من بعد حضرت عبد وھاب — کہ ذاتش بود خورشید جہان تاب
شہ دین است عالم فضل اللہ — و زان پس پیر کامل رحمت اللہ
شہ اہل صفا صوفی صفا کیش — کہ رفت از جملہ حق پیش
مکرم گشت از وی شیخ احمد — منور بود از و نور محمد
شدہ در سیدان دین مسعود — مقرب شد بقرب ذات معبود
شہ ہر دو سرا کرم علی بود — کہ ذاتش متقی زاھد ولی بود
جناب پیر والا سید پیر — کہ ورز ھد و ریاضت گشت خو گیر
ہر آنکو شد دو عالم پیش او پست — شہ عالم میاں جی حق پرست است
محمد سید مقبول خدا شد — وزان پس حضرت شہ مصطفیٰ شد
مشرف گشت ز لسان شاہ منا — کہ در لفظ جہان او بود معنی
خلیل حق خلیل مقتدا بود — بفضل حق شہ ہر دوسرا بود
وزان پس اکرم آمد شاہ اکرم — از و شد شاہ لطف اللہ اعظم

(ص ۴۳۹) ازو حضرت سلیمان شاہ غازی — رسیدہ بر مکان راست بازی
از و سید علی شاہ جوان مرد — کہ ورز ہد و ریاضت بودیک فرد
ازان حضرت محمد بخش قاضی — بکام خود رسید و گشت راضی
محمد بخش را بہر محمد — ببخشا یا خدایا لطف بے حد
الٰہی بہر پیران کبایر — نگہدار از کبایر و از صغائر
نخست آئینہ دل را صفا کن — وزان پس ذوق شوق خود عطا کن

عمارت

(ص ۴۳۶) واضح ہو کہ زبان پنجابی میں جھنگی اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں اشجار گنجان بغیر چار دیواری کے کھڑے ہوں۔ یہ جھنگی باہر دروازہ روشنائی کے شمال رویہ قلعہ میدان پریٹ میں متصل باغیچہ مہر نور اللہ موجود ہے۔

عمارت موجودہ یہ ہے کہ ایک چوکنڈی خشتی ریختہ کار، طول میں سات گز اور عرض

Marfat.com

ساڑھے پانچ گز تا سینہ بلند ہے- اور بہر چار گوشہ چار مینار خرد مربع گنبدی دار- اور سرہانے بطرف شمال (ص ۶۳۷) روبہ چراغ دان- اور در آمد ورفت قالبوتی جنوب رویہ- اوپر اس کے میانہ میں بطور گنبد خرد ڈھالواں- اور شرق و غرب اس کے دو دو برجیاں خرد- اندر فرش چونہ گچ- اس میں ایک مزار حضرت سید علی شاہ کی اور دوسری چراغ شاہ کی اور تیسری خیر شاہ ان کے خادم کی' چوتھی برادر خیر شاہ کی اور باہر دروازہ کے دو زینہ ریختہ کار- بطرف غرب و شمال نشان مسجد اس کے شمال رویہ کوٹھ خشتی مسقف مرتبہ سرکی پوش مع طاق تختہ چوبی- شرق رویہ اس کوٹھ کے دو چبوترہ خشتی- گوشہ ایساں میں ایک چاہ چرخی دار جاری ہے-

تفصیل اشجار جھنگی ہذا:-

نغزک ۱۸- جامن کلاں ۱- انبہ خرد ۴- بیریاں ۲۵- کیکر انگریزی ۵- لسوڑہ ۱- دھریک ۴- توت ۱۹- کیلہ ۱۲- اشجار خرد ۷-

جھنگی بدھو شاہ

(ص ۷۰۱) یہ مکان بر سر پریٹ قلعہ لاہور کے شمال رویہ اور غرب رویہ بادامی باغ سرکار و شرق رویہ گول باغ' جو اب سرکار سے پارسیوں نے خریدا ہے' موجود ہے- گرد و نواح اس کے تمام اشجار بطور دیوار کھڑے' چنانچہ بطرف جنوب و شمال اشجار انار و انبہ و بیریاں پیوندی کھڑی ہیں- راہ آمدو رفت شرق کی طرف- اس کے اندر بطرف شمال ایک چاہ چرخی والا جاری ہے- چاہ کے غرب کی طرف قبر رحمت شاہ مرشد بدھو شاہ قابض حال کی ایک تھڑہ خشتی پر' جس کا عرض گیارہ فٹ' طول نو فٹ' ارتفاع ساڑھے چار فٹ- تھڑہ کے چاروں طرف دیوار خرد جس کے بیرے چونہ گچ سفید ہیں' جنوب کی طرف تین زینہ خشتی اس کے اوپر دروازہ محرابی مع طاق تختہ چوبی- قبر بھی خشتی چونہ گچ-

اب وہ مکان بہت اچھا خوش آباد ہے- جنوب کی طرف (ص ۷۰۲) تین حجرہ خشتی پختہ- گوشہ بایب میں ایک نشان مسجد بے سقف جس کا طول سوا سولہ فٹ اور عرض بارہ فٹ- گرد اس کے دیوار خشتی جس کا ارتفاع سوا دو فٹ- غرب میں اس کے جو دیوار ہے اس میں ایک محراب جس کا ارتفاع چھ فٹ-

تفصیل اشجار جھنگی ہذا:-

اشجار انبہ ثمردار' انبہ خرد وغیرہ بے تعداد- شاہ توت ثمردار' بیریاں پیوندی درخت انار لیموں پیپل کلاں جموں سنبل لسوڑی- حلقہ کیلہ ہا' شرق و غرب رویہ- بڑ-

Marfat.com

رحمت شاہ

یہ رحمت سن بارہ سو چوبیں میں دوابہ سے یہاں آیا اور یہاں جنگل میں کنارہ دریا پر بیٹھ کر بوٹا وغیرہ لگانے لگا۔ بعد چندے چرچا اس کا یہاں تک پھیلا کہ رئیس بھی جانے لگے۔ وہ شہر میں کم آتے تھے۔ اکثر لوگ وہاں اس کی خدمت کرتے تھے۔ جب سیلاب آتا تھا تو بھی وہیں بیٹھا رہتا تھا۔ لوگ بوسیلہ کشتیاں اس کے واسطے وہاں کھانا لے جاتے تھے۔ سن بارہ سو اڑسٹھ میں رہگرائے عالم بقا ہوے۔

بدھو شاہ کا شجرہ

اب اس مکان کا مالک بدھو شاہ ہے۔ شجرہ اس کا یہ ہے :۔

بدھو شاہ خادم سائیں رحمت شاہ۔ رحمت شاہ خادم غوث شاہ۔ غوث شاہ خادم واصل شاہ۔ واصل شاہ خادم نجیب الدین شاہ۔ نجیب الدین خادم شرف الحق۔ شرف الحق خادم خواجہ محمد سعی۔ محمد سعی خادم شیخ احمد مجدد الف ثانی اور وہ خادم حضرت شاہ سکندر۔ شاہ سکندر خادم۔ حضرت شاہ کمال۔ شاہ کمال خادم حضرت فضیل شاہ۔ فضیل شاہ خادم شاہ رحمان۔ وہ خادم محبوب علی قادری' وہ خادم شاہ شمس الدین عارف شمس عارف خادم ابوالحسن فاضل۔ ابوالحسن فاضل خادم شمس الدین۔ شمس الدین خادم شاہ عقیل۔ شاہ عقیل خادم شرف القتال۔ شرف القتال کلام سید عبدالرزاق پاک۔ سید عبدالرزاق خادم حضرت غوث اعظم' وہ خادم حضرت خواجہ ابو سعید مخزونی۔ حضرت ابو سدید خادم حضرت حسن ہنکاری۔ حضرت ہنکاری خادم ابو الفرح طرطوسی۔ ابوالفرح خادم خواجہ عزیز یمنی۔ خواجہ عزیز یمنی خادم خواجہ واحد یمنی۔ حضرت واحد یمنی خادم شیخ شبلی۔ حضرت شیخ شبلی خادم حضرت جنید بغدادی۔ حضرت جنید خادم خواجہ معروف کرخی۔ خادم خواجہ معروف کرخی خادم خواجہ سری سقطی۔ حضرت سری سقطی خادم حضرت داؤد طائی۔ خواجہ داؤد طائی خادم خواجہ حبیب عجمی۔ حضرت حبیب عجمی خادم خواجہ حسن بصری۔ حضرت حسن بصری خادم حضرت مولا مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ حضرت مولا مرتضیٰ علی خادم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم۔

اولاد بدھو شاہ و جائیداد

اس بدھو شاہ کے دو بیٹے' ایک بڈھن شاہ دوسرا شوقی شاہ خرد سال ایک عمر گیارہ سال دوسرا ایک سالہ ہے۔ کل زمین متعلقہ اس جھنگی کے پانچ بیگھ۔ تین بیگھہ میں تو

Marfat.com

اشجار اور دو بیگھہ بطرف غرب رویہ مزروعہ بارانی۔

اس جھنگی کے شمال رویہ دریائے راوی بہتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ بوقت سیلاب اس جھنگی میں دریا کا پانی تارو ہو جاتا ہے۔

سیلانی شاہ

(ص ۴۷۴) مولد اس کا ہندوستان' اصلی نام اس کا احمد شاہ۔ چونکہ یہ شخص ہمیشہ سیرانی رہتا تھا اس واسطے نام اس کا سیلانی شاہ مشہور ہو گیا۔

ابتدا میں چندے دینا نگر میں رہا۔ وہاں شادی اپنی دختر مرزا فیض بخش سے کی کہ جس سے یہ تین بیٹے پیدا ہوئے۔

بیٹوں سے روایت

(ص ۴۷۳) زبانی ان ہرسہ برادران مکان دار کے معلوم ہوا کہ انہوں نے بارہا اپنے باپ سیلانی شاہ سے پوچھا کہ تم کون اور کس خاندان سے ہو۔ وہ صرف اتنا ہی (ص ۴۷۴) فرماتے تھے: کہ بیٹا ہم فقیر ہیں۔ ایک روز بدرجہ کمال دق کر کے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں محمد شاہ بادشاہ دہلی کا بیٹا ہوں۔ جب نادر شاہ ایران سے دہلی میں آیا اور مہم کرنال پیش ہوئی تو میں بسرکردگی افواج مرہٹہ ہمراہ تھا۔ جب شکست ہوئی تو میں کہیں کا کہیں نکل آیا۔ بعدہ چندے قصور میں رہا اور پھر کوہسان جموں کو چلا گیا۔ وہاں راجہ سنیار چند نے شہزادہ خیال کر کے مجھ کو بارہ برس اپنے پاس رکھا اور خرچ ضروری دیتا رہا۔ پھر شوق فقیری ہوا۔ لہٰذا سب مال و اسباب براہ خدا لٹا کر مستان شاہ کا خادم بمقام ملتان ہوا اور شوق فقیری یوں ہوا کہ ایک رات خواب میں ان کو صورت مستان شاہ کی نظر آئی۔ اس کی تلاش کرتے کرتے ملتان میں جا پہنچے۔ جب وہاں گئے تو اس شکل کا ایک سوداگر معزز نظر آیا۔ جب اس نے ان کو دیکھا تو تمام دولت لٹا دی اور ان کو مرید کیا۔ پھر دونوں صاحب لاہور میں آئے۔ نام ان کا عہد شہزادگی میں احمد شاہ تھا۔ فقط۔

لاہور میں

(ص ۴۷۳) جب وہ لاہور میں آئے تو چنداں مشہور نہ تھے۔ مستانہ وش پھرتے ہوئے بمقام موضع و سیر' غرب رویہ موضع سادہ' جہاں اب ہندوؤں کی مڑھیاں ہیں جاکر سکونت اختیار کی۔ چونکہ یہ مسلمان تھے ہندوؤں کو ان کا وہاں بیٹھنا گوارا نہ ہوا۔ انہوں نے کہا:

Marfat.com

کہ تم یہاں سے اٹھ جاؤ۔ انہوں نے کہا: کہ ہم اس جگہ اپنا مکان تکیہ و مکان سکونت بناویں گے۔ جب ہندوؤں نے نہایت تنگ کیا تو انہوں نے بددعا دی کہ اچھا ہم تو اٹھ جاتے ہیں مگر تم کو ہمیشہ یہ تکلیف رہے گی کہ جہاں تم دلجمعی سے گاؤں باندھ کر بیٹھو گے وہاں ہی دریا آپہنچے گا اور تمہارا موضع گرا لے گا۔ چنانچہ وہ سخن ان کا قبول جناب ایزدی ہوا۔ اس وقت سے اب تک سات دفعہ لوگ یہ گاؤں آباد کر چکے ہیں اور دریا سے امان نہیں پائی۔ آپ نے وہاں سے اٹھ کر موضع دسیر کے شمال رویہ اپنا مکان تکیہ تعمیر کیا' چنانچہ اب تک آباد ہے۔

مکان کی تعمیر

(ص ۴۷۱) یہ مکان شرق رویہ موضع بابو سابو لاہور سے بفاصلہ تین کوس گزشتہ نیرت میں واقع ہے۔ سابق میں بعہد شاہان سلف اس جگہ پر ایک ٹھٹی ارایاں جھونگہ کی آباد تھی۔ چنانچہ تابعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کا ایک گوشہ شرقی آباد تھا جس میں پانچ گھر مثموں کے اور ایک ایک گھر خاکی شاہ و سیلانی شاہ فقیر کا وغیرہ دس بارہ کیوں کے موجود تھے۔ بعدازاں سن بارہ سو تیس میں وہ لوگ بھی یہاں سے اٹھ کر موضع بابو سابو میں جا آباد ہوئے اور مسالہ عمارات کا اٹھا کر لے گئے۔ پھر یہاں کھنڈر ہوگیا۔ بعد اس کے سیلانی شاہ فقیر مداری نے جن کی اولاد اب تک اس مکان میں سکونت پذیر ہے' اس کھنڈر کو ہموار کر کے اپنا تکیہ بنایا چار کوٹھے تعمیر کیے اور چند درخت لگائے۔ فقط۔ (ص ۴۷۲) اور بطرف مغرب ایک چاہ قدیمی ہے جو پہلے مدفونہ تھا' سیلانی شاہ نے کھدوا کر جاری کرایا۔ اب اس پر چرخ چوب لگایا ہوا ہے۔ (ص ۴۷۳) اب وہاں رحمان شاہ پسر سیلانی شاہ رہتا ہے۔ وہاں کے نمبرداران اس کی پرورش کرتے ہیں۔

موراں طوائف اور سیلانی شاہ

(ص ۴۷۲) بعدازاں موراں طوائف' محبوبہ مہاراجہ' کے در پر یہ ضد کر کے بیٹھا کہ یا مجھ سے نکاح کر یا کانجوں کے بیضے منگوا دے۔ اس ایام میں یہ حضرت مست مجذوب تھے۔ حتیٰ کہ یہ حال تھا کہ بحالت مستی موریوں کا پانی پینا اور چھلکے خربوزوں اور تربوزوں کے کھانے۔ موراں کو اس معاملے میں ایسا تنگ کیا کہ اس نے لاہور میں منادی کرا دی کہ کوئی اس کو روٹی نہ دیوے۔ اتفاقاً" اسی اثنا میں موراں کو رنجیت سنگھ نے قید کرلیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ یہ اس فقیر روشن ضمیر کی رجعت ہے اس وقت نام سیلانی شاہ کا کونجاں والا

Marfat.com

فقیر مشہور ہوگیا تھا۔ اس حالت (ص ۴۷۳) میں موراں نے اقرار کیا کہ اگر خدا مجھ کو رہائی دیوے تو میں اس فقیر کو خوش کروں۔ خدا کی قدرت الٰہی سے وہ قید سے چھوٹ گئی۔ ایک روز پا برہنہ آپ کے پاس حاضر ہوئی اور بہت لجاجت سے عرض کیا۔ کہ یا حضرت کونجوں کے انڈے تو ملنے مشکل ہیں کچھ اور فرمایئے۔ جب اس نے دیکھا کہ اب مطیع ہوگئی ہے تو کہا: کہ ایک پنگھوڑا منگوا۔ اس میں مع مولاں ہمشیرہ خود بیٹھ اور ہم کو بھی بٹھلا اور مستان شاہ میرا مرشد بھی اس میں بیٹھے اور سات دفعہ اس پنگھوڑے کو جھلا۔ اس طرح سے ہمارا نکاح ہوجاوے گا۔ چنانچہ موراں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس نے ایک کشتی طلب کی وہ بھی اس نے نذر کی ماسوا اس کے ایک ہزار کمبل اور ایک ہزار لنگوٹ فقرا میں تقسیم کرایا۔ پھر کشتی نہ لی مگر پنگھوڑا لے کر لب دریا متصل بیگم کوٹ جالگایا۔ وہاں ہر کوئی آئندو روند اس پنگھوڑے پر آبیٹھتا تھا۔ چونکہ وہ پنگھوڑا مدت تک جاری رہا' اس وقت نام ان کا عوام میں پنگھوڑے والا فقیر مشہور ہوگیا۔

وفات اور تدفین

(ص ۴۷۱) یہ سیلانی شاہ ایک سو باسٹھ سال کا ہوکر فوت ہوا۔ مردمان نواح کا بیان ہے کہ باوجود اس قدر عمر طویل کے ایک دانت تک اس کا اکھڑا نہ تھا۔ بعدازاں جب سن بارہ سو انہتر میں بتاریخ ہفتم ربیع الاول سیلانی شاہ فوت ہوگیا تو اس کی قبر اس تکیہ میں بنانے لگے۔ اس وقت وزیرا اور دینو اور پیر بخش نمبرداران موضع بابو سابو مدعی ہوئے کہ یہ زمین ہماری شھی کی کے' اس میں قبر مت کرو۔ پانچ روز صندوق لاش سر کشادہ پڑا رہا' پھر حسب استغاثہ نمبرداران' سرکار کی طرف سے تحصیلدار لاہور پنڈت اجودھیا پرشاد برسر موقع تحقیقات کے واسطے گیا اور تحقیقات کامل کر کے یہ حکم دے آیا کہ سیلانی شاہ کو یہاں ہی دفن کرو کہ ان فقیروں کا قبضہ قدیمی ہے' قبر اپنی سیلانی شاہ نے سات برس اول پختہ خشتی ایک تھڑہ خشتی پر بنوائی ہوئی' اس میں دفن کیا جاوے۔

سلسلہ فقیری

(ص ۴۷۲) سلسلہ ان کا بایں تفصیل مدار یہ:

جندے شاہ و رحمان شاہ و ستار شاہ پسران و مریدان سیلانی شاہ۔ وہ کادم مستان شاہ کا اور وہ ابراہیم شاہ کا اور وہ پیارے شاہ کا اور وہ راجن شاہ کا اور وہ نور شاہ کا اور وہ مشتاق شاہ کا اور وہ برھم جتی کا اور وہ نور شاہ ثانی کا اور وہ میراں لال شاہ کا اور وہ مست عالم بخش

Marfat.com

زندہ پیر کا اور وہ شاہ فتح اللہ کا اور وہ نوری نر دیوان کا اور وہ مہابل کا اور وہ سید حسین شاہ کا اور وہ باد امان دریائی کا اور وہ گگن سرمست۔کا اور وہ سدن سرمست کا اور وہ حسن مست کا اور وہ باولے سرمست کا اور وہ میرا جمن جتی کا اور وہ حضرت پیر شاہ مدار کا اور وہ حضرت شاہ مسعود کے اور وہ شکرپارہ کے اور وہ خواجہ بایزید کے اور وہ خواجہ حبیب عجمی کے اور وہ خواجہ حسن بصری کے اور وہ جناب علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے اور وہ حضرت شاہ رسالت خاتم النبوۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

تکیہ

(ص ۴۷۱) اب یہ تکیہ ایک ٹیلہ پر واقع ہے۔ زمین اس تکیہ کی تین گھماؤں تین کنال دس مرلہ۔ اب اس میں اشجار مفصلہ ذیل ہیں۔ توت پیوندی (ص ۴۷۲) ۳۹۔ توت کاٹھ ۱۰ عدد۔ کیکر دیسی ۴۲۔ نغزک یک۔ سوھانجنا یک۔ پھگواڑہ ۵۔ انار ۵۸۔ بیریاں پیوندی ۳۴۔ بیریاں کاٹھی ۴۔ لسوڑا پیوندی ۹۔ لسوڑا کاٹھ یک ۔ کھجور خرد ۲۔ کیکر کابلی ۲۰۔ کریر ۴۔ سیب یک ۔ بہدانہ یک۔ قبر سیلانی شاہ کی تکیہ کے میانہ میں بنی ہوئی ہے۔ ایک قبر خام امیر شاہ کی اس میں ہے ۔ وہ مرشد بھائی سیلانی شاہ کا تھا۔

(ص ۴۷۳) اس تکیہ میں اس قدر اشجار ہیں:۔

پیپل ۷۔ بوڑھ ۳۔ سٹھ ۲۰۔ لیموں ۴۔ جامن ۱۰۔ نغزک ۷۔ پھگواڑہ ۵۔ سوھانجنا ۸۔ بیریاں ۱۶۔ کوڑال یک ۔ کیکر ۵۔ شاہ توت ۱۔ توت ۸۔ اس تکیہ کے ساتھ زمین مزروعہ لعہ بیگھہ دوکنال دس مرلہ تاحین حیات ھرسہ پسران سیلانی شاہ معاف ہے۔ اور چاہ پختہ چرخی دار جس پر چرخ چوب ہے جاری ہے ۔ (ص ۴۷۲) ھرسہ پسران سیلانی شاہ متفق ہو کر چودہ بیگھہ زمین میں زراعت کرتے ہیں۔ (ص ۴۷۳) جو چاہ اس تکیہ میں ہے اسی سے وہ زراعت سیراب ہوتی ہے۔ (ص ۴۷۲) آگے بعہد مہاراجہ یہ زمین ان کو معاف تھی جس کی تصدیق میں ایک سند مہری دیوان بیج ناتھ خلف دیوان اجودھیا پرشاد صاحب جو فی زمانا اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر لاہور ہیں۔ ان کے پاس موجود ہے ' مگر بوقت بندوبست بشرارت نمبرداران دیہ اس کا معاملہ مبلغ پانچ روپیہ بنام ان کے مقرر ہو گیا۔ اب ان کا ارادہ ہے کہ بوقت بندوبست جدید استغاثہ سرکار میں کریں۔

احوال مکان گھوڑے شاہ (سید کمال شاہ چشتی)

(ص ۳۰۲) یہ مکان دروازہ کشمیری کے باہر نکلتے ہی جنوب رویہ ہے۔ مکان کے شرق و

Marfat.com

شمال رویہ ایک چبوترہ جس کے تین زینہ ہیں ' اس پر ڈیڑھ فٹ اونچی چار دیواری ' سرہانے چراغدان تازہ تیار ' سفید کار ' اس پر ایک قبر سید کمال شاہ چشتی کی ہے۔(ص ۳۰۳) اور چبوترہ اور قبر بلو نے بنوا دی ہوئی ہے۔

سید کمال شاہ چشتی

یہ کمال شاہ بلو طوائف کے پیر تھے جو سمت ۱۹۰۰میں فوت ہوئے ہیں - شہری لوگ ان کو کامل فقیر جانتے ہیں اور ادب کرتے ہیں۔

(ص ۳۰۳) بلو لاہور میں بڑی گانے والی رنڈی فقیر مزاج مشہور تھی۔اور بہت بہت دور نام اس کا اس فن موسیقی میں پھیلا ہوا تھا۔ راقم الحروف نے بھی اس کو دیکھا ہے کہ صوفی مزاج اور کم گو تھی اور صوم وصلوٰۃ کی طرف بہت رغبت رکھتی تھی۔

عمارات

(ص ۳۰۲) شرق و جنوب و غرب کی طرف دیوار پختہ خشتی اور شرق رویہ برزیعنی مبرز عام۔ گویا وہی دیوار شرق ہے۔ بیچ میں ایک درخت برھ بڑا بلند اور چاروں طرف کیکر' پھروانہ' و بیر وغیرہ۔ گوشہ غربی میں ایک بڑا کوٹھہ دو درہ بن رہا ہے۔ یہ بجن شاہ فقیر نے جواب اس تکیہ میں بیٹھتا ہے' بنایا ہے۔ کوٹھہ کے آگے گوشہ جنوبی و غربی میں ایک چاہ پختہ چرخی دار اور اس کے پاس تھوڑی سی زمین مزروعہ' اس میں توری وغیرہ گل ہر قسم کے موجود ہیں۔ اور سرہانے چبوترہ قبر کے کچھ سرسوں اب بوئی ہوئی ہے۔ مکان کے غرب کی طرف ایک چبوترہ پختہ' جس پر چھپر فقیر کے رہنے کا ہے اور یہ بڑا قدیمی مکان مشہور ہے۔

(ص ۳۰۳) چنانچہ ایک سو برس کا تو درخت بوڑھ موجود ہے۔

مالکان مکان

(ص ۳۰۲) اور اصل میں مالک اس تکیہ کے پیر سرخ شاہ' ساکن ضلع امرتسر' موضع بہار کے ہیں' اور ان کے بالکے یہاں بیٹھتے ہیں۔ یہ بجن شاہ بھی بالکا سرخ شاہ کا ہے۔

(ص ۳۰۳) اکثر لوگ شہر کے یہاں آتے ہیں اور آرام حقہ تماکو کا پاتے ہیں۔ ڈنڈا بھنگ نوشوں کے واسطے موجود رہتا ہے۔

احوال مکان خانقاہ فضل شاہ

(ص ۲۹۸) یہ مکان فی مابین دروازہ مستی و کشمیری' باغیچہ سرکار مفوضہ نواب علی رضا

Marfat.com

خان صاحب میں، جو مشتملہ باغیچہ راجہ ہربنس سنگھ صاحب ہے، واقع ہے۔

حال اس کا یہ ہے کہ فضل شاہ فقیر مجذوب مرید حضرت رحمان شاہ صاحب مرحوم کے تھے۔ اول یہ حضرت ساکن سید پور کہنہ علاقہ ظفروال ضلع سیالکوٹ کے ہیں۔ جب لاہور میں آئے تو اول ملاگری مسجد اور پھر عینکیں بنانے لگے اور پھر بمہربانی سائیں رحمان شاہ مجذوب فقیر، جن کی مزار کٹڑہ شالی کوباں میں بمحلہ راقم موجود ہے، مجذوب (ص ۲۹۹) ہوگئے۔ اور مدت مدید چوک وزیر خاں میں رہتے رہے۔ بعدازاں بعہد مہاراجہ شیر سنگھ یہاں آکر بیٹھے۔ راجہ دینا ناتھ ان کا مرید بااعتقاد دل و جان سے جاں نثار تھا۔ اس نے بحین حیات آپ کے یہ مکان مقبرہ بنا دیا۔

مولف کے چشم دید حالات

(ص ۳۰۰) حال فضل شاہ کا بچشم خود دیدہ فقیر راقم کا یہ ہے کہ گندم گوں، فراخ پیشانی، میانہ قد تھے۔ رش بروت ہمیشہ مقرض رکھتے تھے۔ ان کا وتیرہ تھا کہ ایک بقچہ پارچات کہنہ کا بغل میں دبائے ہوئے اور حقہ ہاتھ میں لئے رہتے تھے اور اکثر مزار پاکدامناں و میاں میر صاحب چلے جاتے تھے۔ جو کوئی پاس جاوے جوتیاں اور گالیاں کھاوے۔ کل خرچ اخراجات اس کا راجہ دینا ناتھ سے آتا تھا اور ہمیشہ راجہ صاحب ملبوسات نفیسہ مع میوہ جات وغیرہ ان کے خدمت میں لے کر حاضر ہوتے تھے۔ اور ماسوا اس کے تمام امیرو وزیر حاکم آپ کے ارادت مند تھے۔

اور صدہا کرامات ان کی کے لوگ معتقد ہیں۔ خصوصاً" راجہ صاحب تو ان کے دل سے غلام تھے۔ چنانچہ سرکار مہاراجہ صاحب کو بھی ان کے پاس لائے تھے۔ وہ متوجہ نہ ہوئے اور راجہ دھیان سنگھ اور مہاراجہ شیر سنگھ و دلیپ سنگھ وغیرہ تمام رئیس سردار ان کی خدمت میں حاضر ہوکر نذریں چڑھاتے تھے اور تمام خادمین اور عیال و اطفال و صاحب زادہ بلند شاہ وغیرہ کے واسطے ملبوات ہر قسم و کڑہ ہائے طلائی موجود رہتے تھے۔ بلند شاہ صاجزادہ ان کا امیر بنا رہتا تھا۔ اور آخر ایام میں جیون شاہ، منشی راجہ صاحب کا آپ کے پاس بیٹھا رہتا تھا تاکہ جو کلام حضرت کریں وہ لکھ کر ان کو سناوے۔ کشمیری لوگ آپ کو بہت مانتے ہیں۔

شجرہ فضل شاہ

بسلسلہ ان کا نوشاہی۔ چنانچہ فضل شاہ کا پیر رحمان شاہ)ور ان کا پیر محمد صدیق اور ان

Marfat.com

کا شاہ فرید جن کی قبر غرب رویہ نواں کوٹ کے ہے اور ان کا حضرت پچیار اور ان کے پیر روشن ضمیر حضرت نوشہ گنج بخش۔

وفات

(ص ۳۰۱) حال وفات فضل شاہ کا یہ ہے کہ بروز دو شنبہ بیمار ہوئے اور بمرض استسقاء آٹھ روز بیمار رہے' مگر چلتے پھرتے رہے۔ دو روز اول کا ذکر ہے کہ بلند شاہ نے پوچھا کہ حضرت میرا کیا حال ہے۔ آپ نے کہا: کہ جانی شاہ کے پاس بیٹھے رہنا' اچھا گزارہ ہوگا۔ پھر جانی شاہ نے پوچھا کہ میرا کیا حال ہے۔ آپ نے جواب دیا: کہ جو میرے ماننے والا ہوگا تجھ کو گھر بیٹھے مانے گا اور خدمت کرے گا۔ پھر گکو نے پوچھا تو کہا: کہ میری قبر پر جاروب کشی کیا کر اوقات بسری بڑی ہوگی۔ چنانچہ آج تک کام اس کا چلا جاتا ہے اور پھر پیر کے روز بوقت تین بجے شب کے فوت ہوگئے۔(ص ۲۹۹) وفات آپ کی آٹھویں ماہ ساون سمت ۱۹۱۰ میں واقع ہے۔(ص ۳۰۱) اس وقت ان کے پاس خدمت میں گکو اور جانی اور وھابا فقیر اور لالہ' یہ چار آدمی تھے۔

تدفین

جب راجہ صاحب نے سنا تو ایک دو شالہ مع چند روپیہ تدفین و تکفین کے واسطے معصوب جوالا ناتھ منشی کے بھیجا' (ص ۲۹۹) اور جو قبر راجہ دینا ناتھ نے بحین حیات ان کے بنوائی تھی' اس میں مدفون ہوئے۔

بلند شاہ

(ص ۳۰۰) بلند شاہ پسر سائیں فضل شاہ بے علم رہا۔ راجہ صاحب نے بہت چاہا۔ چنانچہ مولوی یکدل صاحب والد ماجد راقم الحروف کے پاس ہمراہ دیوان امر ناتھ صاحب صاحبزادہ اپنے کے' ان کو پڑھنے بٹھلایا' مگر وہ کبھی متوجہ نہ ہوئے اور صاحبزادہ بنے رہے۔ (ص ۳۰۱) بعد مرنے حضرت فضل شاہ کے راجہ دینا ناتھ آٹھ نو برس تک زندہ رہے اور برابر ان کی پرورش کرتے رہے(ص ۳۰۰) اور صدھا روپیہ کا خرچ ماہواری ان (فضل شاہ) کے عیال و اطفال کا بخوشی و بصد تمنا دیتے تھے۔ اب جس روز سے کہ راجہ صاحب فوت ہوگئے تب سے سب کچھ بند ہوگیا۔ اب گزارہ ان کا کچھ مقرر نہیں صرف گھربار بیچ کر اوقات بسری کرتے ہیں۔ راجہ صاحب نے چار پانچ منزل مکان ان کو لے دیئے تھے۔ سو بلند شاہ

Marfat.com

نے (ص ۳۰۱) اب کھالئے۔ شہر میں لوگ ان کو فضل شاہ کا فرزند جان کے ادب کر چھوڑتے ہیں۔

گدی نشین

(ص ۳۰۰) بعد وفات فضل شاہ صاحب کی اول جانی شاہ مرید ان کا فقیر گدی نشین تھا اب لکو شاہ اس کا بیٹا گدی نشین ہے۔

عرس

(ص ۲۹۹) ہمیشہ میلہ مع مجلس آپ کا سال بسال ماہ ساون کی اکیسویں کو ہوتا ہے اس روز رات کو بھنڈارہ نان گوشت سب فقیروں کو تقسیم ہوتا ہے اور دن کو مجلس قوالاں اور ناچ کنچنیاں ہوتا ہے۔ روز عرس سے لے کر کئی روز تک ناچ وغیرہ یہاں ہوتا ہے۔(ص ۳۰۰) جب تک راجہ دینا ناتھ جیتے رہے تو وہ میلے عرس یہاں کے کرتے رہے اور صدھا روپیہ خرچ کرتے رہے۔ اب شہر سے گدائی کو کے عرس کرتے ہیں۔ صرف عرس کے دن نرنجن ناتھ صاحب خلف راجہ دینا ناتھ صاحب سرگباش کچھ دیتے ہیں اور رشتہ دار راجہ صاحب کے بھی اس روز کچھ خدمت کر چھوڑتے ہیں۔

عمارات

(ص ۲۲۹) صورت مکان یہ ہے کہ مشرق رویہ دروازہ آمدورفت چوبی مع طاق تختہ' اور غرب رویہ ایک چھوٹا سا دروازہ بطور کھڑکی آمدورفت دروازہ شرق کے اندر۔ شمال رویہ ایک کوٹھری اس کے تین دروازے' ایک بڑا دو چھوٹے اور گردو نواح چاروں طرف دیوار خشتی قد آدم سے بڑی جس کے نیبرے چونہ گچ ہیں' موجود۔ شرق رویہ دیوار کے اندر متصل دیوار تمام درخت سرو' کیلہ' امرود' دھریک' جامن موجود ہیں۔ اور گوشہ شرقی و جنوبی میں ایک کوٹھہ جس کے آگے چھجہ بطور سایبان چوبی واقع ہے اور گوشہ غربی و جنوبی میں مسجد مسقف' جس کے اوپر چار برجیاں چھوٹی چھوٹی چونہ گچ۔ فرش زمین و دیوار تمام استر کار۔ شرق رویہ مسجد کے چاہ چرخی دار رواں اور ایک غسلخانہ' سقاوہ اور سبیل جس میں چار ٹوٹیاں وضو کرنے کے واسطے۔ دیوار غربی سے لے کر گوشہ شمالی تک درخت لگے ہوئے ہیں اور اسی گوشہ میں ایک چبوترہ پختہ۔ اور اس کے گوشہ شمالی میں ایک مکان گدی جس کے دو در' ایک جنوب رویہ اور دوسرا شرق رویہ' اوپر سے مسقف پختہ۔ اس کے شمال رویہ دالان

Marfat.com

سہ درہ مسقف سرکی پوش اور اس کے شرق رویہ ایک دالان کوٹھری- اس چار دیواری کے اندر جنوب رویہ ایک بڑا بلند چبوترہ- نیچے اس کے تہ خانہ مقبرہ فضل شاہ صاحب ہے- چبوترہ کے اوپر چار دیواری ایک فٹ اونچی- اس چبوترہ پر قبران کی خشتی' پختہ' سفید' چونہ گچ اور سرہانے کی طرف چراغدان جہاں پھول چڑھتے ہیں- اس چبوترہ کے غرب رویہ ایک اور چبوترہ مع چراغدان اب بنا ہے- اس پر قبر جانی شاہ خادم ان کے کی ہے' اور شرق رویہ زیر دیوار قبر پختہ زوجہ بلند شاہ' یہ بلند شاہ سائیں فضل شاہ کا فرزند ہے- اور شمال رویہ فی مابین ہر دو دالان چھ قبریں پختہ' جن کے یہ نام ہیں' موجود-

بھگ علی فقیر سیلانی- سید وسن شاہ جو بلو طوائف کے گھر رہتا تھا- سید گوگل شاہ سیلانی- محمد بخش درویش سیلانی- لال شاہ پسر بلند شاہ نبیرہ سائیں فضل شاہ-

دروازہ شرقی کے اندر جاتے ہی سامنے ایک درخت بیر و پیپل بڑا بلند ہے- گرد اس کے چبوترہ پختہ مدور اور کچھ گلزار بھی ہے-

(ص ۳۰۱) آپ کی قبر کی چار دیواری کا چھوٹا سا دروازہ برنگ سبز اور چبوترہ پر سات میر فرش سنگین پڑے ہیں اور قبر کے سرہانے چراغدان کے ساتھ سر پر جھنڈا سبز بلند کھڑا ہے- چراغدان میں ایک بڑا طاقچہ چراغ رکھنے کا اور آٹھ چھوٹے چھوٹے- ایک چراغ ہر روز ہمیشہ اور بروز جمعرات جتنے ہو جاویں' روشن ہوتے ہیں-

یہ مکان اب فضل شاہ کا تکیہ مشہور ہے- اندر دروازہ کشمیری کنجر لوگ رہتے ہیں' اور وہ یہاں آکر بیٹھتے ہیں' اور میراثی وغیرہ شہری لوگ بھی آتے ہیں- شرق رویہ دیوار بدیوار چار دیواری ایک کوٹھہ ان کے فقیروں کا تھا- اب نواب علی رضا خان صاحب نے قیمت اس کی سترہ روپے دے کر' نیا ایک مکان چھ درہ' اندر باہر سے ریختہ' باغیچہ میں بطور کوٹھی بنایا ہے- اور غرب رویہ اس مکان فضل شاہ کے ایک اور کوٹھہ و دالان ان فقیروں کا تھا- اس کی بھی سترہ روپیہ قیمت دے دی اور مکان لے کر گرا دیا اور وہ باغ میں آگیا ماسوا اس کی ساتھ توت' دھریک' بکاین وغیرہ ان فقیروں کے تھے- وہ اب تک واویلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا بہت نقصان ہوا ہم عرضی دیں گے-

احوالہ تکیہ بھورے شاہ

(ص ۶۰۵) یہ مکان باہر دروازہ ٹکسالی کے غرب رویہ لب سڑک موجود ہے- اول بوقت تین حاکماں یہ مکان بنام تکیہ غلام علی شاہ مشہور تھا- بعد اس کے عرصہ چالیس سال سے' بھورے شاہ نام فقیر اس کا بالکا' یہاں آکر بیٹھا اس واسطے یہ تکیہ بھورے شاہ مشہور

Marfat.com

ہو گیا۔

گرد و نواح اس کے چار دیواری خام' بیچ میں ایک چبوترہ پختہ خشتی' جس پر ایک بڑا بلند درخت بوڑھ' اس کے نیچے آٹھ قبریں' ایک سفید چونہ گچ' مفصلہ ذیل لوگوں کی۔

غلام علی شاہ' انور شاہ' گلاب شاہ' رحمت شاہ' سلطان شاہ' قاسم شاہ' حسین شاہ' الہی شاہ۔

اس کے جنوب رویہ چاہ چرخی دار' غرب رویہ مسجد جس کے تین در مع ستون چوبی' سقف بوسیدہ شکستہ۔ اس کے جنوب رویہ چھپر مسکونہ بھورے شاہ۔ ماسوا اس کے دو تین درخت بیر اس مکان میں ایسے ہیں کہ جن کا پھل کلاں اور بڑا شیریں ہوتا ہے۔ اس بھورے شاہ کے پاس ایک عورت مسماۃ امام خاتون رہتی ہے۔ وہ پہلے کنجری تھی اب فقیرنی ہے۔ فقط۔

احوال تکیہ روڈے شاہ

(ص ۳۶۱) باہر دروازہ موچی کے غرب رویہ احاطہ میاں گاما پراچہ ایک مکان المشہور تکیہ روڈے شاہ ہے۔ اس میں پہلے روڈے شاہ فقیر بانی اس کا رہتا تھا۔ اب اس کی لڑکی مسماۃ دانی اس میں (ص ۳۶۲) سکونت پذیر ہے۔ اور قبر اس روڈے شاہ کی روبروئے کوٹھہ مسکن' تھڑہ خشتی پر بوسیدہ سی موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بڑا معمر آدمی سلسلہ جلالیہ کا فقیر تھا۔ جنوب رویہ اس کے ایک تکیہ گنج علی شاہ دوسرا مخنثوں کا۔ وغیرہ قبور یہاں کوئی حال لائق تحریر نہیں۔

تکیہ مطرہ شاہ فقیر جلالیہ

(ص ۳۶۲) اس کے شرق کی طرف تکیہ مطہر شاہ کا موجود ہے۔ وہاں اب دینے شاہ پسر مطہر شاہ رہتا ہے۔ یہ تکیہ مطہر شاہ نے بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ بنوایا تھا' اب یہاں ایک کوٹھہ پختہ مسکونہ فقیر' جس کے جنوب رویہ ایک چوکھنڈی خشتی۔ اس پر تین قبریں' ایک مطہر شاہ کی دوسری یتیم شاہ کی تیسری بہار شاہ کی۔ یہ دینے شاہ گدائی کر کے اوقات بسری کرتا ہے اور عیال دار فقیر ہے۔ اس کے پاس گوشہ نیرت میں احاطہ میاں گاما پراچہ۔ اب وہ میاں گاما صاحب ممبر میونسپل کمیٹی ہیں اور عمارت اپنے احاطے کی روز بروز بڑھاتے چلے آتے ہیں۔ اس باعث سے یہ فقیر شاکی ہے اور کہتا ہے کہ میری کچھ زمین انہوں نے لے لی ہے۔ شرق و شمال رویہ اس کے محمد برکت علی خان صاحب تحصیلدار لاہور نے ایک

Marfat.com

کوٹھی بنانے کی تجویز کی ہے۔ جب وہ بن جاوے گی تو یقین ہے کہ یہ مکان زیر سایہ اس کے مخفی و پوشیدہ ہو جاوے گا۔ فقط۔

فصل در بیان تکیہ فقرائے رسول شاہی

(ص ۱۲۰) مابین حد شرق و شمالی لنڈہ بازار کے مکان رسول شاہیوں کا ہے۔ یہ مکان قدیمی تو چھوٹا سا تھا مگر بعد سکھاں بڑا بن گیا۔ راجہ دینا ناتھ مرحوم نے اس مکان کی تیاری پر بہت روپیہ لگایا۔ باہر سے مکان ویرانہ سا معلوم ہوتا ہے اور اندر سے بہت اچھا مکان ہے۔(ص ۱۲۷) مکان پختہ طولانی چونہ گچ مع باغیچہ' مکان عالیشان ہے۔ اول منزل اس کی راجہ دینا ناتھ کی والدہ نے اور بقیہ کنہیا کپو والے نے بنوا دی تھی اور مسجد اور چاہ خود حضرت نور حسین صاحب نے بنوایا۔ (ص مپ۱۲) طول میں یہ مکان کئی درجوں پر منقسم ہے اور بہت منیع مکان ہے۔ اشجار ہر قسم و حوض و فوارے موجود ہیں اور چونکہ مریدان ان کے کہ اکثر متاہل ہیں لہٰذا مکانات زنانہ بھی وہاں موجود ہیں۔ وہاں رسول شاہی فقیر رہتے ہیں از انجا کہ نئی عمارت ہے کوئی بات لائق تحریر نہیں ۔ فقط۔

فقرائے رسول شاہی

وضع ان لوگوں کی یہ ہے کہ ایک رومال سفید مربع سر پر لپیٹ لیتے ہیں اور فقط تہ بند باندھتے ہیں اور اوپر چادر کوئی سفید اور کوئی برنگ گیرو' اور تمام بدن اور منہ پر راکھ ملی رکھتے ہیں اور اکثر یہ لوگ پنکھا ہاتھ میں بموسم گرما رکھتے ہیں اور سب فقیر شراب پیتے ہیں اور شراب خواری کو گناہ نہیں جانتے۔ حتیٰ کہ انگریزی عملداری میں گو کہ بند و بست شراب کا بخوبی ہوا' مگر ان کے واسطے حکم جاری رہا کہ شراب اپنے مکان میں نکال لیا کریں۔ چنانچہ اب تک شراب اپنے یہاں نکالتے ہیں۔ بعضے لوگ ان کو مانتے ہیں اور بجان ادب کرتے ہیں۔

یہ فقیر زبان ہندوستانی بولتے ہیں اور اب ایک فقیران میں سے انور حسین المتخلص بہ ہما فقیر بانکا نور حسین صاحب کا مشہور ہے اور وہ شعر اچھا کہتا ہے اور طرز و طریق ان لوگوں کا رکھتا ہے۔

فرقہ رسول شاہیاں

(ص ۱۳۱) اگرچہ یہ فرقہ رسول شاہیاں چنداں کثرت سے نہیں' حتیٰ کہ تمام پنجاب میں

Marfat.com

بجز اس مکان کے کہ جن میں دم تحریر صرف فقیر اس سلسلہ کے موجود ہیں کوئی اور مکان یا تکیہ یا خانقاہ ان لوگوں کی نہیں مگر ہاں نواح لاہور میں متصل موضع کھوھی میراں کے ایک اور مکان مبینہ احمد شاہ کا ہے۔ وہ تو فوت ہوگئے مگر خادم ان کا وہاں موجود ہے۔ وہ حبیب شاہی فقیر ہے۔ لیکن از انجا کہ یہ مکان نواح لاہور میں نامور واقع ہے لہذا حال ان کا لکھنا ضرور مناسب متصور ہوا۔ اگرچہ حالات ان کے عندا تلاش کسی کتاب میں تو دستیاب نہ ہوئے مگر جو کچھ کہ زبانی حضرت انور حسین اور منور حسین صاحب اور ان کے پیر رہنما حضرت نور حسین صاحب کے دریافت ہوا حوالہ قلم نیاز رقم کیا جاتا ہے۔ فھو ہذا۔

حضرت شاہ رسول

واضح ہو کہ سر حلقہ رسول شاہیان جناب حضرت شاہ رسول صاحب مشہور ہیں۔ اور حال ان کا یوں ہے کہ ایک شخص نعمت اللہ نامی سکنہ بہادر پور سادات کہ جو شہر الور سے بفاصلہ دس بارہ کوس واقع ہے۔ نہایت مالدار جوہری بوقت عہد شاہان چغتائی مشہور تھا۔ چنانچہ اب تک فرقہ بساطیاں و جوہریان اہل اسلام ان کی جناب میں ارادت کلی رکھتا تھا۔ اتفاقاً وہ واسطے تجارت کے مع مال و اسباب روانہ مصر ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو ساکنان مصر سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی فقیر صاحب کمال بھی ہے کہ نہیں۔ انہوں نے حضرت داؤد مصری کا نام لیا۔ سنا جاتا ہے کہ حضرت داؤد مصری شہزادہ تھے اور ولی عہدی چھوڑ کر فقیر ہوئے تھے وہ سنتے ہی ان کی خدمت میں شرف یاب ہوئے اور نذر مناسبہ پیش کی جو انہوں نے قبول فرمائی۔ اس وقت ایک کاسہ بھنگ ملبب ان کے آگے رکھا ہوا تھا۔ اس نعمت اللہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ اس کو پی جا۔ اگرچہ وہ بدرجہ کمال دین دار متشرع تھے، مگر بخیال رضامندی حضرت پی گئے۔ جب اس کا سرور ہو آیا تو آپ نے لباس فاخرہ بدن سے چاک کیا اور خاک پائے حضرت کی اٹھا کر چہرہ پر بطور بھبھوت مل لی اور جہاز تجارت لاکھ ہا روپے کا لٹا دیا۔ جب ان کے خدام نے یہ حالت دیکھی تو حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: کہ یا مولیٰ ہمارے آقا کی وہ حقیقت اور ہم پر یہ مصیبت ہے کہ اگر ہم بلا آقا کے وطن کو جاویں تو حکام سے سزا پاویں۔ لہذا امیدوار ہیں کہ آپ ان پر مہربانی کریں اور ان کو اجازت دیں کہ یہ ہمارے ہمراہ ایک دفعہ وطن میں چلیں۔ اس پر حضرت کو ان عاجزوں پر رحم آیا اور نعمت اللہ کو کہا: کہ اے نعمت اللہ (ص ۱۲۲) میں تجھ میں آتا ہوں اور یہ نعمت فقر کہ حقیقتاً" نعمت اللہ ہے تجھ کو بایں تمنا بطور امانت دیتا ہوں کہ تو یہاں سے بمقام شہر الور جا۔ وہاں ایک سید زادہ حسینی' جن کی جد

Marfat.com

جناب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہے' رہتا ہے۔ نام اس کا سید رسول شاہ ہے۔ یہ امانت اس کو دے دینا اب تو شاہ نعمت اللہ ہوا۔ وہ سید زادہ پر بڑا نام پرداز چراغ ہوگا۔ اس سے ایک نیا فرقہ خاکساران ہند ظہور پاوے گا۔ یہ فرماتے ہی حضور داؤد مصری جان بحق تسلیم ہوگئے اور شاہ نعمت صاحب کذات المرشد واصل باللہ ہوگئے۔

بعد تجہیزو تکفین حضرت مرحوم روانہ شہرالور ہوئے۔ بعد طے مراحل جب وہاں پہنچے تو حضرت سید شہ رسول صاحب کو اپنے پاس طلب فرما کر اسی طرح قدح بھنگ تیار کرا کے مع جام شراب آپ کو دیا اور کہا:

مکن از بنگ ننگ اے سنگدل ہر گہ پہنگ افتد
کہ از یک پستہ عنابی نماید ہر دو بادامت

ایضاً

بنگی شدیم و سر انا الحق شد آشکار
مارا برین گیاہ ضعیف این گمان نبود

الغرض وہ کاسہ بھنگ نوش جان فرمایا۔ جب اس کا سرور کہ نور الٰہی سے معمور تھا' ان کے وجود میں آیا تو انہوں نے چار ابرو کی صفائی کرائی۔ پھر حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب نے آپ کو فرمایا: کہ امانت اپنی لے لو۔ انہوں نے کہا: کہ قبول کیا۔

بعدازاں حضرت شاہ رسول صاحب مدت مدید ان کی خدمت میں بخیال ادائے خدمات حاضر رہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب کا معمول تھا کہ ساعت بساعت کاسہ بھنگ پیا کرتے اور یہ سید صاحب پلاتے تھے۔ ایک روز انہوں نے آپ کو فرمایا: کہ میں تم میں آتا ہوں اور اپنے اس کالبد موہوم کو چھوڑتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: کہ

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست

الغرض آنحضرت کا روح فی جسد ان کے جسد مبارک میں سمائے اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ لقب ان کا شاہ نعمت اللہ الہامی مشہور ہوا۔ مرقد ان کا بہادر پور سادات میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

بعد اس کے شاہ رسول صاحب تاب مفارقت اپنے پیر کی نہ لاکر کوستان الور میں جا رہے۔ جب حضرت کو گرسنگی ہوتی تو شہر میں آجاتے اور جو کچھ بغیر سوال کسی سے پاتے نوش جان فرماتے۔ بعد چندے ان کا تو حال ہوا کہ ہزار ہا مریدان سعید ان کے ہوئے اور سب کے سب ان حضرت کو سجدہ کرنے لگے۔

Marfat.com

اس اثنا میں ایک سید صاحب ملک عرب سے باحشمت و شوکت وارد اس مقام اور کے ہوئے۔ یہ شخص سید عربی بھی عامل تھااس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی صاحب کمال بھی ہے۔ تمام لوگوں نے حضرت شاہ رسول صاحب کا نام لیا۔ اور کہا کہ اگرچہ وہ غیر شرع چار ابرو کی صفائی رکھتا ہے۔ لیکن جو کچھ کہتا ہے وہی ہوجاتا ہے۔ وہ حضرت (ص ۱۲۳) یہ سنتے ہی سن ہوگئے اور ان کی خدمت میں جا پہنچے۔

وہ ان کی طرف کچھ متوجہ بظاہر نہ ہوئے۔ سید صاحب گونہ ناراض ہوکر اپنے خدمت گاروں سے فرمانے لگے کہ قلیان لاؤ۔جب انہوں نے قلیان حاضر کیا تو انہوں نے اس کی چلم میں ایک تعویذ لکھ کر رکھا اور خوب دم کشی کی۔ بعد جب چلم کو الٹایا تو چلم میں سے بجائے تعویذ اشرفی نکلی۔ اس پر بھی حضرت ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ اس سے وہ سید عربی نہایت ناراض ہوئے اور دیکھا کہ حضرت شاہ رسول صاحب کو تمام خدام سجدہ کرتے ہیں۔ اس پر انہوں نے آپ سے کہا کہ یہ کیا غیر شرعی ہے۔ آپ چپ رہے اور ان سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا نام اشرفی شاہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! خاک بنانی تو آتی نہیں اور نام اشرفی شاہ۔ اس جملہ سے ایسی غیرت الٰہی اس پر نازل ہوئی کہ بعد ہرچند اس نے اپنا عمل کیا مگر پھر اشرفی نہ بنی۔ پھر حضرت نے ان سے کہا کہ اے مشعبد اشرفی بنانے سے کچھ فائدہ نہیں خاک بننا اور بنانا سیکھ۔ وہ قدموں پر گر پڑا اور عذر جسارت چاہا۔ آپ نے ایک نظر سے کام اس کا تمام کردیا۔ بغور نظر وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا اور آپ پہاڑ پر چلے گئے۔ اتفاقاً" بعد ایک ہفتہ کے جب وہاں سے مکرر تشریف لائے تو اس کو اسی طرح بے ہوش پایا۔ حضرت نے مہربانی کر کے اس کو اپنے پاس بلایا اور رومال سر اور کمر مع ایک لنگوٹی کے اس کو عطا فرمایا اور بیعت لے کر نام انکا مکارم علی شاہ رکھا۔ من بعد فرمایا کہ بھنگ لا کر گھوٹ اور ہم کو پلا اور آپ بھی پی۔ اس نے تعمیل حکم کی۔ آپ نے عین حالت سرور میں یہ اشعار طبع زاد فرمائے۔

بنگی بکش کہ چشم تو رنگی بر آورد شائد کہ رفتہ رفتہ بنزد خدا برد پھر تو وہ آپ کی خدمت میں شب و روز حاضر رہنے لگے اور ہرروز ہمراہ حضرت بھنگ و شراب پیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے ان کو فرمایا کہ تو امیر ہے تجھے میری خدمت کرنی محال ہوگی۔ اب تو شہر میرٹھ میں جا وہاں مولوی مظفر حسین صاحب اساتذہ حضرت محمد شاہ بادشاہ سے ہیں' ان کو جاکر کہہ کہ تجھ کو سید رسول شاہ نے یاد کیا ہے۔

سید مکارم علی شاہ حسب الحکم میرٹھ میں آئے اور مولوی صاحب کو مدرسہ میں

Marfat.com

مشغول تدریس پایا۔ انہوں نے پوچھا کہ تو کون اور کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول حضرت شاہ رسول شہر الور سے چلا آتا ہوں۔ اس وقت ان کے ہاتھ میں شیشہ شراب بھی تھا۔ الغرض مولوی صاحب نے اپنے والدین کی خدمت میں جاکر عرض کی کہ ایک فقیر غیر شرع شیشہ شراب در دست آیا ہے اور مجھ کو کہتا ہے کہ شہر الور میں تجھ کو شاہ رسول فقیر نے بلایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بسم اللہ۔

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

(ص ۱۲۴) ایضاً"

زہی سعادت آن کس کہ شہہ کند یادش

بے شک وہاں جاؤ بلکہ اپنے بھائی کو بھی ہمراہ لے جاؤ' تاکہ وہ معلوم کر لے کہ شاہ رسول کیسا فقیر ہے۔ کیونکہ انہوں نے صدھا اغواث اور اقطاب خدا رسیدہ اور خود پرستان از خلق رمیدہ دیکھے ہوئے ہیں۔ اس رند لا ابالی کو بھی دیکھے۔ الغرض یہ تینوں صاحب آپ کی خدمت میں مشرف ہوئے۔ اس وقت آپ لڑکوں سے کھیل رہے تھے۔ مکارم علی شاہ نے جاتے ہی حضرت کو سجدہ کیا۔ مولوی صاحب دل میں بھنائے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس اثناء میں حضرت نے آنکھ بھر کر ان کی طرف کی۔ وہ دونوں بے ہوش ہوکر بے خبر گر پڑے۔ جب بعد چند عرصہ کے ہوش میں آئے تو اپنی داڑھی اپنے ہاتھوں سے نوچ ڈالی۔ اور چار ابرو کی صفائی کی۔ حضرت ممدوح نے ان کو ایک ایک پیالہ بھنگ اور شراب ناب کا عطا فرمایا جس کے پیتے ہی وہ واصل باللہ ہوگئے۔

قدرت الٰہی سے اسی ہفتہ میں حضرت محمد شاہ بادشاہ بھی تخت نشین ملک عدم ہوگئے۔ اور شاہ جہان آباد کا شاہی قاضی بھی آکر حضرت کا خادم ہوا۔ جس کا نام حضرت نے عزیز اللہ شاہ مقرر فرمایا۔ بعد اس کے سید قلب علی شاہ اور فرزند علی باپ بیٹے' امیران شاہی حضرت کے مرید ہوئے۔ علاوہ بر آں صدھا شرفا و نجبائے ہندوستان حضرت کے خادم ہوئے۔

سن شریف حضرت رسول صاحب کا تین سو برس کہتے ہیں۔ مولد و مدفن شہر الور تاریخ وفات یہ ہے:

چون رسول آن شہ تسلیم و رضا
ساختہ رحلت ازین دار فنا
گفت ہاتف دوستان تاریخ او ...

Marfat.com

یافتہ جا در حریم کبریا

اب تک ہر سال مزار مبارک پر میلہ بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور کئی روز تک جلسہ سماع و رقص مع تقسیم طعام گوناگوں منعقد رہتا ہے۔

شاہ حنیف

کہتے ہیں کہ جب حضرت کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو اس وقت خدام عالی مقام سے حضرت کے پاس مولوی مظفر حسین صاحب المشہور شہ حنیف ہی موجود تھے۔ آپ نے ان کو فرمایا: کہ میں تجھ میں آتا ہوں۔ یہ کہ کر ظاہرا ر ہگرائے عالم بقا ہوئے اور اور شاہ حنیف انوار اسرار الٰہی سے کذات المرشد ہوگئے۔ بعدازاں شاہ حنیف صاحب کے ہزارہا مرید ہوئے اور صدھا کرامات ان سے سرزد ہوئیں۔ چنانچہ اب تک الور کے ہندو مسلمان کہتے ہیں کہ بابا رسول مست تھے اور مولوی صاحب خدا تھے' پر میثر تھے۔

خدام

ان کے خدام عالی مقام سے حضرت فدائے حسین صاحب عالم متجر قوم کے کشمیری خواجہ زادہ ولی کامل ہوئے۔ انہوں نے اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیل علمی فرما کر دستار فضیلت لی۔ اور حضرت کا شہرہ کرامات سن کر باجازت والدین آستانہ بوس در دولت ہوئے۔ اور اپنے چھوٹے بھائی میاں فرید کو بھی ہمراہ لائے۔

میاں فرید صاحب الخطوب بخطاب دبیر الدولہ (ص ۱۲۵) امیر شاہی ہوکر مرید سید مکارم علی شاہ صاحب ہوئے اور یہ حضرت فدائے حسین صاحب مولوی صاحب کی خدمت میں مشرف ہوئے تو ایک نگاہ میں مالا مال انوار اسرار الٰہی ہوگئے۔ مولد مولوی صاحب کا میرٹھ اور مدفن الور اور تصانیف ان کی گنج مخفی وغیرہ مشہور تاریخ وفات یہ ہے:

چونکہ شاہ حنیف نزد رسول
شد ازین دودمان ملک صمد
گفت ہاتف بگوش من چشتی
سال تاریخ شان چراغ احد

بعدازاں حضرت فدائے حسین کا وہ جلوہ الٰہی منور ہوا کہ صدھا مریدان صاحب کامل ہرشہر و دیار میں مشتہر ہوئے۔ اور ان میں سے یہ لوگ صاحب سلسلہ ہوئے۔

قربان حسین' قران حسین' عاشق حسین' ظہور حسین' اخلاق حسین' اشفاق حسین' مظہر

Marfat.com

ہو۔ اجتبا شاہ۔ علی شاہ۔ عارف حسین۔ سید برھان شاہ۔ نور حسین۔ محمد حسین۔ منیر حسین۔

وہ ابیات طبع زاد حضرت فدائے حسین صاحب جو اس خاندان رسول شاہی میں بطور وظیفہ مشہور ہیں حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔

صفائی چار ابرو خام وارد
دل خود را زکینہ پاک وارد

ایضاً

خاکسارم من عشق بو تراب
از رسول اللہ ہستم فیض یاب

ابیات

خاکساروں کی قدر پہچانتے ہیں بوتراب
ہم سبھی ہیں خاک کے پتلے علی ہیں سب کے باپ

من کلام حضرت شاہ حنیف:

لاولد فی الکون ولا مولود
لا خالق فی الخلق ولا مخلوق

باخبر باش بے خبر ہم باش
غیر حق را ز لوح دل بتراش

حضرت فدائے حسین صاحب شراب خواری اور سجدہ مرشد کے باب میں فرماتے ہیں:

واللہ نظر آتا اللہ نشے میں
جو پردے تھے سو اٹھ گئے واللہ نشے میں

ایضاً

از کشف و کیمیا و کرامات دور باش
بگذر ز دست غیب و عمل در حضور باش

کشف وھمی را بزن کفی بسر
تو کرامات الٰہی سر بسر

ایضاً

رند ہے تو رسول شاہی ہے

Marfat.com

مورد رحمت الٰہی ہے
دوار کا مکہ عبادت گاہ ہیں
آپ کے ملنے کے لاکھوں راہ ہیں

راہ اس کو چاہیے جو دور ہو
آپ سر سے پاؤں تک بھرپور ہیں

ایضاً

ہماری سمجھ میں تو سب پاک ہیں
زمیں پر ہیں یا زیر افلاک ہیں

ایضاً

سجدہ خدا کی ذات کو ہے غیر کو نہیں
سر کو جہاں جھکا دیا مسجود ہے وہیں

حکایت

ایک روز کا ذکر ہے کہ راجہ بابو سندیہ الور نے بھنڈارہ فقیران کیااور اس میں حضرات رسول شاہیاں کو بلوایا اور حضرت فدائے حسین صاحب کو تمام جمع فقرا میں مسند مغرق پر بٹھایا۔ اس سے اکثر فقیروں کو غیرت آئی اور ان میں سے ایک سخن ساز نے حسب رواج فقرا سوال کیا کہ جب تک میرے سوال کا جواب نہ ملے تب تک بھنڈارہ تقسیم نہ ہو۔ راجہ نے کہا کہ سائیں اللہ فرماؤ وہ کون سا سوال ہے۔ اس نے کہا: کہ فقرائے رسول شاہی جو اپنے مرشد کو سجدہ کرتے ہیں اس کا کیا باعث ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت فدائے حسین صاحب نے حضرت نکا شاہ نامی فقیر کو کہا کہ سائلوں سے کہہ دے کہ جو تم میں سرگروہ ہے وہ آکر سوال کرے اور جواب لے۔ اس پر ایک فقیر سلسلہ مداریہ کا روبرو آیا اور وہی سوال بدستور مذکور کیا' تو فدائے حسین صاحب نے فرمایا: کہ آپ کا نام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا نام فرشتہ شاہ ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ تو فرشتہ اور ہم آدم ہیں یا تو ہم کو سجدہ کر اور یا طوق لعنت شیطان والا اس مجمع رشک ملایک میں زیب گلو کر۔ اس سے وہ لاجواب ہوگیا۔ اور حسب دستور فقرا سر سجود جھکایا۔

بعدازاں حضرت نے بمقام شاہجہان آباد بہرام خان کے مکان پر سکونت اختیار کی۔ یہاں حضرت کے ہزارہا مرید ہوئے حتیٰ کہ خاندان شاہی میں سے پردگیان عفت بھی ارادت مند ہوئیں۔ ان کا مقولہ ہے کہ ہم خدا پرست ہیں نہ موہوم و غایب پرست' یہ لوگ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ خاکساران ہند ہم ہی لوگ ہیں۔ شراب خواری اور چار ابرو کی صفائی واسطے ملامت خلق کے ہم میں مروج ہے' تاکہ خلق ہم سے متنفر ہو۔ یہ لوگ مشہور کرتے ہیں کہ حضرت فدائے حسین صاحب نے علی احمد کے متوفی پوتے کو زندہ کیا تھا۔
واللہ اعلم۔

عمران کی نناوے سال کی۔ مولد دھلی۔ مدفن الور۔ تاریخ وفات یہ ہے۔ :

چون آن گلاب گلبن بستان مرتضیٰ
نور دو چشم شاہ شہیدان کربلا
دامن فشاند بسکہ گذر کرد در عدن
زین دار بے ثبات بدیدار کبریا
کر و بیان ز فیض قدومش شد ند شاد
جوران برقص آمدہ گفتند مرحبا
ہر یک ز فرقتش شدہ گریان و درد مند
ہر یک بگفت ز آہ الم وا مصبتا
پ سید چونکہ سال وصالش ہما سروش
گفتا شنو بگوش کہ منظور انبیا

۱۲۶۰

توکل حسین صاحب خلیفہ ان کے ایسے سرمست ہوئے کہ بجزیار غیر سے بے خبر تھے۔ بعد عرصہ قلیل کے بعمر اٹھاسی سال جان بحق تسلیم ہوئے۔ مرقد ان کا بھی الور میں ہم پہلوئے مزار حضرت فدائے حسین صاحب۔ تاریخ وفات یہ ہے :

چون توکل حسین عارف حق
شد ازین دار ظاہری پنہان
سال تاریخ رحلتش بہما
گفت ہاتف بگو چراغ جہان

ذکر حضرت نور حسین صاحب جو اب لاہور میں موجود ہیں

ان کو عہد طفولیت سے شوق صحبت فقرا بدرجہ کمال تھا۔ اور حضرت چراغ صاحب قادری سلطان پوری کی ان پر بدرجہ غایت نظر مہربانی تھی۔ اور یہ حضرت عمر شباب میں بڑے متعبد تھے۔ آخرش مع محمد حسین برادر خرد روانہ شاہجہان آباد ہوئے۔ راستے میں

Marfat.com

ایک شخص منیر حسین فقیر رسول شاہی ان سے ملاقی ہوا اور اس نے روبرو ان کے چند شعر عاشقانہ حضرت فدائے حسین صاحب کے پڑھے۔ ان کو سن کر نہایت (ص ۱۲۷) ذوق ما فوق حاصل ہوا۔ آخرش دہلی میں گئے۔ وہاں میاں صابر بخش اور مولوی عبدالعزیز صاحب و غلام علی شاہ صاحب سے ملاقات کی، لیکن کچھ تسلی نہ ہوئی۔ بعدازاں مایوس ہوکر وہاں سے ارادہ واپسی کا کیا۔ جب ایک کوس دھلی سے نکل آئے اور بوقت شام بعد فراغت طعام آرام فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فقیر خاکسار وہاں آیا ہے اور کہتا ہے: کہ کیوں مایوس ہوکر چلے ہو آؤ تسلی پاؤ۔ وہ صبح ہی دہلی میں بخدمت حضرت فدائے حسین صاحب مکرر گئے اور پوچھا کہ یہاں خاکسار فقیر کون ہے۔ لوگوں نے حضرت فدائے حسین صاحب کا نام لیا۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ غیر شرع کافر خراب کنندہ نام فقرا ہے۔ الغرض وہ پرساں پرساں گئے اور بیعت سے سرفراز ہوکر متسلی ہوروانہ لاہور ہوئے۔

کہتے ہیں کہ علمایان دہلی فدائے حسین صاحب سے ایسے متنفر تھے کہ کہا کرتے تھے کہ جس کی نظر اس پر پڑے گی وہ کافر ہوگا۔ اور اہل حلقہ ان کی کرامتیں صدہا بیان کرتے ہیں۔

جب انہوں نے بیعت کی تو چار ابرو کی صفائی کی۔ اور لنگوٹ بند ہوگئے۔ چنانچہ اب تک اسی ہیئت میں ہیں۔ جب لاہور میں پہنچے تو چندے متصل موضع بھوگی وال ایک گنبد میں رہے اور امیران خالصہ سکھاں آپ کی طرف بہت ارادت مند ہوئے۔ چونکہ شراب خواری ان کی مشہور ہے، بلکہ یہ لوگ شراب خواری کو عبادت جانتے ہیں۔ سنتے ہیں مہاراجہ کلاں دو سو روپیہ ماہواری واسطے خرچ شراب کے ان کو بطور نذر ماہیانہ بھیجتے تھے۔ اور سردار گلاب سنگھ پھونڈہ وکاہنہ سنگھ و راجہ دینا ناتھ صاحب ان کے جان و دل سے مطیع تھے۔

اب ان حضرت نور حسین کے پاس دو خادم اور ایک بھائی حاضر باش ہیں۔ ایک منور حسین اور دوسرے انور حسین المتخلص بما معروف و مخطوب مداح آل عبا۔ منور حسین تو بے علم کم گو سا آدمی ہے۔ اور تیسرے محمد حسین حقیقی بھائی نور حسین صاحب کے اور حضرت انور حسین ہما مرد لئیق ناظم و ناثر سخن گو عیال دار شخص ہے۔ اکثر مجالس میں لوگ ان کی خاطرداری کرتے ہیں اور شعر بھی صاف و پختہ کہتے ہیں۔ فقط۔

ازاں جاکہ مجھ خاک راہ درویشاں کے حال پر یہ نوگ اکثر نظر توجہ رکھتے ہیں اور بحضرت گاہ و بے گاہ فقیر کے فقیر خانہ کو دوستانہ تشریف آوری سے منور فرمایا کرتے ہیں

Marfat.com

اور یہ راقم الحروف بھی کئی بار ان کے مکان پر گیا- ہر وقت یہی دیکھا کہ شراب کباب موجود اغذیہ لطیفہ کھاتے پیتے ہیں- اب کہ عمل داری سرکار گردوں وقار انگلشیہ دام اقبالہ کی ہے اب وہ سردار لوگ معتقد انکے معدوم ہیں' مگر اوقات بسری ان کی بوجہ احسن ہوتی ہے- (ص ۱۲۸) کوئی جاگیر و پنشن بھی نہیں اور خلاف قانون سرکار یہ لوگ اب تک شراب گھر میں کھینچ کر پیتے ہیں- اور یہ لوگ سوال بھی کسی سے نہیں کرتے' بلکہ اگر کوئی ان کے مکان پر جاوے تو بخاطرداری پیش آتے ہیں- حضرت نور حسین صاحب تو اپنے مکان سے اٹھ کر کہیں نہیں آتے جاتے اور لنگوٹ بند بیٹھے رہتے ہیں- چنانچہ ایک برتن خاکستر ہمیشہ ان کے پاس پڑا رہتا ہے- اس سے لے لے کر اپنے بدن پر خاکستر ملتے رہتے ہیں اور انور حسین اور منور حسین صاحب اکثر تہ بند و چادر و بالا پوش برنگ گیرو رکھتے ہیں' مگر یہ بھی خاکستر سفید چہرہ پر ملے رکھتے ہیں' اور منور حسین صاحب تمام بدن پر-

یہ ہر دو صاحب اکثر موسم گرما میں پنکھا ہاتھ میں رکھتے ہیں- ان لوگوں میں معمول ہے کہ ہمیشہ چھڑی' رومال اور رومال خاکستر بستہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور وقت بوقت اس خاکستر کو بدن پر ملتے رہتے ہیں اور سر پر بجائے دستار ایک صافہ مرلع گیارہ گرہ کا اونچا کر کے لپیٹا رکھتے ہیں- وضع لباس خوش نما ہے- چنانچہ تصویریں ان کی لندن کو بھی روانہ ہوئی ہیں-

اور ہما صاحب کے اشعار لاہور وغیرہ میں اکثر مشہور ہیں- چنانچہ اب دم تصنیف کتاب ہذا جو تاریخیں تصنیف کتاب ہذا کی انہوں نے ارسال کی ہیں- بجنسہ درج ذیل ہیں-

تاریخ تصنیف کتاب تحقیقات چشتی :-

کتاب مستطاب نور احمد شاعر چشتی
کہ اشہر نام نامی اس کا تحقیقات چشتی ہے
ہنر مندی و دانائی و خلق احسن و الفت
بزرگان سلف سے نیک تر عادات چشتی ہے
کیا درج اس میں سب کا حال گویا کوزے میں دریا
کہ صرف اسکی قلمبندی میں صرف اوقات چشتی ہے
مقام حیرت و دیوان و تحفہ یادگار چشت
خیالات و عجائب یہ تو تصنیفات چشتی ہے

Marfat.com

رئیس شہر لاہور و ادیب حاکمان وقت
گواہ عزت و حرمت خوشا حالات چشتی ہے
در شہوار نظم و جوہر نثر و لطیفہ کا
کہ کان طبع و بحر دل سے اخراجات چشتی ہے
ہما یہ مصرع تاریخ روئے آفریں سے یوں
رقم کر لے زہے بے عیب تحقیقات چشتی ہے

۱۸۶۴ء

ایضاً" قطعہ تاریخ طبع:

نور احمد نے ظفر دست برد طبع حاذق سے
بلا شک عقدہ سر بستہ حال کہن کھولا
کمال اولیا اللہ و پیران ہنوداں بھی
کہ میزان عدالت میں مساوی جا بجا تو لا
معانی و مضامین کہن کو کر دیا تازہ
کہ گویا اب میں قند مکرر جا بجا گھولا
ہما بہجت کے رو سے بہر سال طبع ہاتف نے
بجا اب طبع تحقیقات چشتی ہوگئی بولا

۱۸۶۵ء

یہ حضرت کرامات اپنے پیر کی بہت سی بیان کرتے ہیں۔ آگے واللہ اعلم ستائش مردانہ ہے یا کلام صادقانہ۔ بیت آرے:

کار پاکان را قیاس از خود گیر
گر چہ آید در نوشتن شیر و شیر

ان کا بیان ہے کہ راجہ الور کو دو دفعہ حضرت کی دعا سے فرزند ہوا اور اس نے کہا: کہ سور داس صاحب کی دعا سے ہوا ہے (ص ۱۲۹) تو انہوں نے غضبناک ہوکر فرمایا: کہ اچھا اگر ہماری دعا سے یہ مولود پیدا ہوا ہے تو مرجاوے اور اگر سور داس نے دلوایا ہے تو زندہ رہے' چنانچہ وہ مرگیا۔ قس علی ہذا۔ فقط۔

نقل شجرہ فقرائے رسول شاہی موجودین لاہور

اب یہاں چار صاحب رسول شاہی ہیں۔ ایک منور حسین دوسرے انور حسین تیسرے

Marfat.com

نور حسین چوتھے محمد حسین صاحب۔ منور حسین اور انور حسین خادم نور حسین صاحب کے اور وہ توکل حسین صاحب کے اور وہ فدائے حسین صاحب کے اور وہ حنیف شاہ یعنی مولوی منظر حسین کے اور وہ حضرت سید شاہ رسول صاحب سر حلقہ رسول شاھیاں کے اور وہ حضرت شاہ نعمت اللہ الہامی کے اور وہ حضرت داؤد مصری کے اور وہ حضرت سید سخی حبیب اللہ کے اور وہ حضرت شاہ اسماعیل کے اور وہ شاہ مرتضیٰ انند کے اور وہ سید شاہ رزاق پاک کے اور وہ شاہ اللہ داد بندگی کے اور وہ شاہ بیرن بندگی کے اور وہ حضرت شاہ سجن گوشہ نشین کے اور وہ حضرت شاہ اسحاق متولی کے اور وہ حضرت شاہ داؤد قریشی کے اور وہ حضرت سید راجو بخاری کے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے اور وہ سید کبیر محسن کے اور وہ سید جلال الدین بخاری کے اور وہ حضرت سید رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے اور وہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے اور وہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے اور وہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کے اور وہ حضرت خواجہ وجیہ الدین کے۔ فقط۔

ازانجا کہ اس کتاب میں کئی مقاموں پر سہروردی خاندان کے شجرے مرقوم ہیں جو چاہے وہاں بقیہ اسما دیکھ لے۔

حال مقبرہ رسول شاھیاں

(ص ۳۶۷) گوشہ پایب باغ نواب ملتان والا میں ایک مقبرہ المشہور مقبرہ رسول شاہیاں ہے۔ شمال رویہ زمین مزروعہ تارا زمیندار کی ہے۔ گرد اس کے ایک تھڑہ تا بکمر بلند' اس کے گوشہ کنی میں زینہ اوپر جانے مقبرہ کا تھا مگر اب مسمار ہے۔ اس تھڑہ کے شرق رویہ ایک دھن محرابی بوسیدہ' در تہ خانہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرہ کے نیچے تہ خانہ ہے۔ عمارت چبوترہ خشتی' صورت مقبرہ ہشت پہلو تالب بانذ۔ اوپر گردنہ پختہ' چونہ گچ۔ اس گردنہ کے نیچے پیل پائے بشکل مرغول۔ اوپر گنبد مدور۔ آٹھوں پہلوؤں میں چار دھن محرابی کشادہ اور چار بند۔ باہر دیوار مقبرہ میں تانصف کار کانسی۔

باعث شہرت اس کی بنام مقبرہ رسول شاہیاں یہ ہے کہ بعد سکھاں فقیران رسول شاہی چندے یہاں قیام پذیر ہوے تھے۔ ہر چند حال اس مقبرہ کا سزاوار نمبردار بھوگی وال وغیرہ سجادہ نشینان شاہ شہاب الدین نہرا سے دریافت کیا' مگر وہ کانوں پر ہاتھ لاعلمی کا رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ حال اس حال مقبرہ کا معلوم ہیں۔

حال گورستان حضرات سادات گیلانی

Marfat.com

اجداد حضرت پیر محمد شاہ گیلانی

(ص ۴۶۴) یہ گورستان ایک تھڑہ پر بطرف گوشہ گنی مقبرہ غازی الدین حیدر اور بطرف بایب کوٹھی کارز صاحب محرر محکمہ جوڈیشل کمشنر پنجاب و جنوب رویہ چاہ المشہور چاہ پانی واتیاں والا و خانقاہ در گاہی شاہ و کوٹھی کپتان ہال صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور خانقاہ حضرت شاہ اسماعیل کے واقع ہے۔ اس میں قبور بزرگان حضرت پیر محمد شاہ صاحب گیلانی ہیں۔ سابق میں یہاں چار دیواری پختہ عالیشان عہد سلف کی بنی ہوئی تھی۔ شرق رویہ اس کے ایک مسجد بڑی بلند تین گنبد والی المشہور مسجد شاہ بدر' موجود تھی۔ وہ مسجد بمہربانی سردار خان نمبردار موضع مزنگ مسمار ہوکر نابود ہوگئی۔ یہ حضرت محمد شاہ صاحب بسبب مسکین مزاجی کچھ نہ بولے۔ اب تک کھنڈر اس مسجد کے معلوم ہوتے ہیں وہ مسجد مسمار شدہ میینہ بے بدل خان امیر شاہجہانی کی تھی۔ عام لوگ اس کو شہ بدر والی مسجد کہتے تھے۔

اب صورت اس گورستان کی یہ ہے کہ زمین مزروعہ متعلقہ چاہ پانی واتیاں والا میں بطرف جنوب ایک تھڑہ ہے جس کے شمال و غرب کی طرف دو قدم آدم بلند عمارت کھنگروں کی کھڑی ہے۔ اس پر اب اکیس قبریں خام۔ جنوب رویہ اسکے اور دو قبریں کنیزگان شاہ صاحب کی۔

اگرچہ مکان ہذا بے تردد آوارہ پڑا ہے لیکن شاہ صاحب موصوف اس کو بڑا متبرک مکان جانتے ہیں۔

حضرت پیر محمد شاہ صاحب گیلانی

اب یہ حضرت بڑے نامی گرامی سادات عظام ملک پنجاب مشہور ہیں۔ تمام لوگ ان کا دل و جان سے ادب کرتے ہیں (ص ۴۹۹) یہ حضرت محمد شاہ صاحب نو پشتوں سے لاہور میں رہتے ہیں۔

(ص ۴۷۰) ولادت ان کی سن بارہ سو ستر۔ (ص ۴۶۹) شادی ان کی لکھنؤ میں بخانہ (ص ۴۷۰) سید حیدر علی گیلانی' جو اولاد صوفی علی سے تھے' ہوئی۔ اگرچہ اب عمر آپ کی انتر سال کی ہے مگر بفضلہ تعالیٰ قویٰ ان کے سالم۔ یہ حضرت ہمیشہ خوش پوشاک رہتے ہیں۔

حلیہ حضرت کا طویل القامت' ریش دراز' بلند بینی' پیوستہ ابرو' حسین ریش دراز تمام'

Marfat.com

سر کے بال بموجب شریعت و سنت نبوی کے تمام موجود' عالم تبحر' پوشاک ان کی اکثر سفید' سر پر عمامہ جو آدھا تھان ململ کا ہوتا ہے پاجامہ دیسی مروجہ یعنی گھٹنہ۔

بیعت ان کی سلسلہ قادریہ میں۔ یہ حضرت مرید اپنے نانا سید عادل المشہور میں نتھو شاہ کے اور وہ اپنے والد سید فاضل متوکل کے اور وہ حضرت سید ہاشم والد خود کے اور وہ سید صوفی علی کے اور وہ سید بدر الدین کے اور وہ سید اسماعیل کے اور وہ سید عبداللہ ربانی کے اور وہ حضرت سید محمد غوث اچی کے اور وہ پشت پشت تا جناب حضرت غوث الاعظم کے۔

شجرہ طیبہ

(ص ۴۶۶) چونکہ مفصلہ ذیل قبور ان کے حضرات بزرگان کی ہیں' لہذا مفصل شجرہ طیبہ ان کا درج ذیل ہوتا ہے۔ شائقین ملاحظہ شجرہ ہذا سے کل حال ان حضرات کا ملاحظہ کرلیں:

حضرت سید شاہ سردار صاحب خلف سید محمد شاہ صاحب بن سید حاجی غلام محی الدین بن سید شمس الدین (مزار ان دونوں صاحبوں کی بمقام ای سر ضلع وٹالہ میں زیارت گاہ خلق ہے) بن عبدالرسول بن غلام مصطفیٰ بن سید حاجی محمد ہاشم بن سید صوفی علی (جن کی قبور تکیہ انبی والا میں موجود ہیں) بن سید بدر الدین (جن کی مزار گورستان بیانی میں غرب رویہ حجرہ کوتوال موجود ہے) بن سید اسماعیل (جن کی مزار ڈھابہ بیوی وڈی صاحب زوجہ حضرت موج دریا بخاری پر روبروئے دروازہ موجود ہے)۔ -ص ۴۶۷) یہ سید اسماعیل صاحب بن سید عبداللہ ربانی بن سید محمد غوث بندگی اچی۔ (ص ۴۶۸) یہ حضرت شاہ محمد غوث بن سید شمس الدین (جن کی خانقاہ حلب میں مظہرفیوض مشہور ہے) بن سید شہ میر بن سید احمد بن سید صفی الدین صوفی بن سید ابو منصور عبدالسلام بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت محبوب سبحانی سیدنا مرشدنا شیخ ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ خلف سید ابو صالح موسیٰ دوست حق خلف سید عبداللہ جلی بن سید یحیٰ زاہد بن شمس الدین محمد بن سید داؤد' الفیاض الامیر بن سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ محض بن سید حسن مثنیٰ بن جناب امام مظلوم سید الکونین والثقلین' نور حدیقہ مصطفیٰ' نور العین مرتضیٰ جناب سیدی شہیدی مولائی مخدومی مکرمی مطاعی ملجائی و ماوائی حضرت امام حسن علیہ السلام بن جناب شاہ فرد دیوان امامت صاحب نصاب ہل اتیٰ' شیر نیستان لا فتیٰ حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ فقط۔

Marfat.com

فقیر خاندان سے تعلقات

(ص ۴۶۵) زیادہ تر باعث مشہوری حضرت کا یہ ہے کہ بعد مہاراجہ شیر سنگھ جناب فقیر نور الدین اور فقیر عزیز الدین صاحب نے' جو امیر کبیر دربار مہاراجہ صاحب کلاں کے علم و دولت' شرفت و نجابت میں یکتائے زمانہ تھے' واسطے تصدیق سیادت اپنی کے ایک محضر نامہ تیار کرا کے' ہر ایک سید سے تصدیق اپنی سیادت کی طلب فرمائی۔ اکثر سادات والا درجات نے اس پر شہادت اور مواھیر اپنی ثبت کردیں اور بعضوں نے انکار بھی کیا۔ اس وقت یہ حضرت ان کی حویلی عطیہ میں سکونت پذیر تھے۔ ماسوا اس کے منجانب خاندان عالیشان حضرات فقیر صاحبان پرورش ان کے عیال و اطفال کی بوجہ احسن ہوتی تھی۔ ان کی پرورش پر کیا منحصر تھا' خدا ان کو غریق رحمت کرے کہ ان کے وجود ذی جود سے ہزارہا مخلوقات کو فیض پہنچتا تھا۔ مدرسے اور غرب خانے للہ جاری تھے۔ سرگرما میں ہزارہا چادریں اور بھورے غربا' علماء فقرا' صلحا' شرفاء' نجبا' کو تقسیم ہوتے تھے۔ اللھم اغفروار حمنہا وانت خیر الرحمین۔

جب وہ محضران کے پاس آیا تو انہوں نے ثبت ومہر و شہادت سے انکار کیا۔ انہوں نے ناراض ہوکر حویلی سے جواب دے دیا۔ وہ حویلی کھاری کھوھی میں متصل دولت خانہ فقیر صاحبان کے تھی۔ اتفاقاً" وہاں شاہ صاحب نے ایک جھنڈا کھڑا کیا ہوا تھا۔ باعث اس جھنڈا کھڑا کرنے کا یہ تھا کہ جب لاہور میں فساد قتل مہاراجہ شیر سنگھ ہوا تو اس وقت یہ حضرت بٹالہ گئے ہوئے تھے اور سید شاہ سردار صاحب' خلف آپ کے خرد سال' بخیال حفاظت غارت سکھان سنگدل انہوں نے یہ جھنڈا دولت خانے پر کھڑا کیا' تاکہ سکھ لوگ اس جھنڈے کو دیکھ کر تصور کریں کہ یہ گھر پیران عظام سادات ذوی الکرام کا ہے۔ شاہ صاحب نے وہ مکان چھوڑ دیا۔ جس وقت وہاں سے نکلنے لگے تو لوگوں نے وہ جھنڈا اٹھا لیا اور انبوہ کثیر آپ کے ہمراہ جمع ہوگئے۔

قدرت الہی سے یہ معاملہ پیش آیا کہ یہ ذکر سنتے ہی' جھٹ پٹ مسماۃ جوائی طوائف نے ایک حویلی عالی شان' قیمتی دو ہزار روپیہ کی نذر حضرت غوث الاعظم کی کر کے حضرت کے پیشکش کردی۔ جب حضرت حویلی مذکورہ میں آنے لگے تو لاکھ ہا آدمی زن و مرد جمع ہوگئے۔ تمام شہر میں غل پڑ گیا کہ جو مسلمان اس جھنڈے کے ساتھ آوے گا مورد آفرین و فرحت حضرت غوث الاعظم ہوگا۔ یہ حضرت اس دھوم دھام سے اس حویلی میں بکوچہ کندی گراں حرم محترم اپنی کو مع عیال و اطفال لے آئے۔ اس باعث سے اب تمام لوگ ادب آداب ان کا بدرجہ کمال کرتے ہیں۔

Marfat.com

اجداد کا مختصر حال

سید محمد غوث بندگی اچی: (ص ۴۹۷) یہ حضرت گیلان سے اچ میں تشریف لائے۔ باعث تشریف آوری یہ ہوا کہ اول آپ سیاحانہ' مجرد' سیر کناں اس طرف تشریف لائے۔ کہتے ہیں کہ پیش از تشریف آوری آنحضرت کے حاکم ملتان کو تین دفعہ خواب میں یہ حکم پیشگاہ حضرت والا درجت' معدن کرامت' مخزن شرافت' محبوب سبحانی' قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی سے ہوا تھا کہ میرا فرزند دل پسند محمد غوث ملتان میں آتا ہے تجھ کو لازم ہے کہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کردے' اس لئے وہ مدت سے منتظر تشریف آوری حضرت کا تھا۔ جب حضرت ملتان میں آئے تو اس نے اپنی لڑکی مسماۃ فاطمہ کی شادی کد خدائی ان سے کردی اور علاقہ اچ جہیز میں پیشکش کیا۔ اس باعث سے وہاں سکونت پذیر ہوے اور اب تک اولاد ان کی آباد ہے۔ کرامات حضرت شاہ محمد غوث کی ہزارہا معروف۔ تصانیف ان کی سے ایک مثنوی مناقب غوثیہ اور ایک دیوان فارسیہ صوفیوں میں متبرک مشہور ہے اور تاحال حضرت کی مزار پر اس قدر رونق ہے کہ ہمیشہ تین چار سو مجاور وغیرہ ملازمان سجدہ نشین حاضر رہتے ہیں۔ وہاں کا سجادہ نشین گنج بخش کہلاتا ہے۔

اگرچہ ایام گذشتہ میں بہت سی جاگیر ان کی نواب بہاول خان والی بہاولپور نے ضبط کرلی تھی لیکن پھر واگذار معاف ہوگئی جو اب علی الدوام کے واسطے واگذار ہے۔

حضرت محمد غوث کے چار بیٹے تھے۔ ایک عبدالقادر ثانی دوسرے عبداللہ ربانی تیسرے سید مبارک حقانی چوتھے سید محمد نورانی۔ یہ ہر چہار حضرات پہلوے یک دیگر روضہ مقدسہ حضرت شاہ محمد غوث میں بمقام اچ شریف آسودہ ہیں۔ ان سے حضرت سید محمد نورانی لاولد رہے اور سید عبدالقادر ثانی کی اولاد سے کچھ حضرات تو صاحب سجادہ اچ میں ہیں اور کچھ سلطان پور میں جاگیردار اور کچھ دیپال پور میں مخدوم خلائق۔ حضرت شاہ چراغ صاحب و عبدالقادر ثالث اولاد عبدالقادر ثانی سے ہیں جن کے مزارات نواح لاہور میں زیارت گاہ خلق اللہ ہیں۔ حال ان کا بمقامات مختلفہ درج کتاب ہذا ہے۔

صحیح النسب میں سادات اچ مشہور و ضرب المثل ہیں۔ فی زماننا" اگرچہ صدھا سادات ہندو پنجاب میں ایسے ہیں کہ جن کی صحیح النسبی میں عام و خاص کو جائے گرفت ہے۔ مگر سادات اچ کی بابت میں کسی کو کلام نہیں بلکہ اگر کسی سید کی صحت نسبی میں کچھ عقدہ پڑ جاتا ہے تو .شہادت سادات اچ کے طے ہوتا ہے جس کو وہ حضرت سید صحیح النسب قبول کریں پھر کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔

Marfat.com

سید اسماعیل: حال ان کا کتاب نسب نامہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب میں یوں مرقوم ہے کہ یہ حضرت اچ شریف سیداں سے بعہد اکبر شاہ اس تقریب سے یہاں آئے کہ اکبر نے علاقہ فیروز پور میں آپ کو ہزار بیگھہ زمین مزروعہ عنایت کر کے تمنا کی کہ آپ لاہور میں تشریف لاویں۔ اس ایام میں اکبر بادشاہ در صدد آبادی لاہور تھا۔ جب حضرت آئے تو اس نے بہزار منت آپ کو یہاں رکھا۔ آپ محلہ لکھیاں سکونت پذیر ہوے۔ اس وقت تمام امرا و شرفائے لاہور مع بادشاہ خاطر داری ان کی بدرجہ کمال کرتے تھے۔ وقت آبادی شہر اس ٹیلہ (ڈھایا بیوی وڈی) کے نواح میں آبادی تھی اور یہ ٹیلہ سیرگاہ تھا۔ اس وقت یہ حضرت اکثر اس ٹیلہ پر "تغنتا" آیا کرتے تھے۔

وفات ان حضرت کی پنجم ربیع الاول سن نو سو اٹھتر ہوئی۔ جب فوت ہوئے تو مزار آپ کی بھی وہیں تجویز ہوئی۔ اس وقت مزار ان کی عالیشان مع روضہ و گنبد حسب الحکم اکبر بادشاہ کے تعمیر ہوئی تھی۔ بعدازاں بخیال اس کے بیوی وڈی صاحبہ ان کی اولاد سے تھی قبر ان کی بھی اسی مقام پر ہوئی۔ بوقت بربادگی و بادشاہ گردی شہر لاہور بسبب اکھاڑ لینے پتھروں کے وہ روضہ مسمار ہو گیا۔

حضرت صوفی علی صاحب: (ص ۴۶۴) یہ حضرت سید صوفی علی صاحبزادے ان حضرت سید بدر دین کے ہیں جن کی مزار گورستان میانی بالائے ٹیلہ واقع ہے۔ بدر الدین صاحب خلف ان حضرت سید اسماعیل مرحوم کے ہیں کہ جن کی مرقد موج دریا بخاری کی زوجہ صاحبہ کی مزار کے غرب رویہ بالمشافہ (ص ۴۶۷) دروازہ موجود ہے۔ یہ حضرت صوفی علی صاحب ایسے ولی کامل قطب وقت تھے کہ اکبر بادشاہ نے ایک ہزار بیگھہ زمین بنام ان کے عطا فرمائی مگر انہوں نے قبول نہ کی۔ وہ فرمان ان کے گھر میں پڑا رہا۔ حسب الوصیت ان کے کسی نے ان کی اولاد میں سے بھی اس پر توجہ نہ کیا۔ چنانچہ وہ فرمان سید اصغر علی ان کے نبیرے کے پاس سے بوقت شورش سکھاں جاتا رہا۔ تاریخ وفات ان کی ۱۰۰۲ ہجری مقدمہ دھم رجب المرجب ہے۔

سید قاسم ولد سید صوفی: سید قاسم صاحب بڑے متعبد، عزلت گزیں مشہور ہیں۔ تاریخ وفات ان کی سن ایک ہزار ستر۔ ان کی قبر پر مسمی محمد افضل پراچہ نے، جو خادم حضرت سید اسماعیل صاحب جد امجد ان کے کا تھا، اگرچہ گنبد عالی شان بنوا دیا تھا مگر حسب الحکم مہاراجہ رنجیت سنگھ مسمار کرایا گیا۔ اب صرف چار دیواری کھڑی ہے۔

سید فاضل شاہ صاحب: اجداد پیر محمد شاہ صاحب میں سے ایک حضرت سید فاضل شاہ

Marfat.com

صاحب تھے جن کی مزار اس چبوترہ پر ہے کہ جس کا حال مفصل علیحدہ درج کتاب ہذا ہو چکا ہے یعنی متصل مسجد بے بدل خاں۔ بقیہ حال ان کا یوں ہے کہ وہ حضرت مدت العمر گھر سے باہر اس باعث سے نہ نکلے کہ والد ان کے حضرت سید ہاشم صاحب حج کو جانے لگے' یہ حضرت خرد سال تھے' انہوں نے کہا کہ ہمارے پیچھے تو کہیں باہر نہ جانا۔ انہوں نے بایں خیال فرمایا کہ یہ پیچھے ہمارے سفر دور دراز نہ کرے مگر انہوں نے یہ سمجھا کہ والدم نے حکم دیا ہے کہ بالکل گھر سے باہر نہ جانا۔ حضرت تو عرب میں راہی ملک بقا کے ہوگئے اور آپ نے مدت العمر گھر سے باہر قدم نہ رکھا۔ یہ حضرت قائم اللیل اور دائم الصوم مشہور تھے۔ اکثر اوقات کتاب جواہر خمسہ و مجموعہ حضرت شاہ محمد غوث جو در باب وظائف و اوراد مقبولہ علما و فقرا ہے مطالعہ میں رکھا کرتے تھے۔ شاہ عالم بادشاہ اگرچہ بڑا متعصب متشرع یعنی فقرا سے ارادت بہت کم رکھتا تھا مگر ان کا بدرجہ کمال ارادت مند تھا۔ چنانچہ جب یہ حضرت فوت ہوئے تو اس نے بدرجہ کمال رنج کر کے صرف خانقاہ کے واسطے ایک موضع عطا کیا جو عہد سکھاں میں ضبط ہوا۔ تاریخ وفات حضرت سید فاضل کی دوسری ذی الحجہ سن گیارہ و بارہ ہجری۔

سید محمد شاہ اور سید فاضل شاہ کا رشتہ

اس گورستان (تکیہ ابلی والا) میں مفصلہ ذیل قبور خام سید فاضل صاحب کے صاحبزادوں کی ہیں:

سید نور شاہ۔ سید عادل۔ سید یونس۔ سید داؤد۔

سید نور جو سراپا نور تھے دوسری رجب سن گیارہ سو چورانویں میں فوت ہوئے اور سید داؤد جن کے ہزارہا مرید آگرہ وغیرہ میں معزز لوگ ہیں اب سن بارہ سو دس میں رہگرائے عالم بقا ہوئے۔ بعد ازاں سن بارہ سو پچپن میں قبر بی بی صاحبہ والدہ سید محمد شاہ اور صاحبزادی ان کی یہاں ہوئی اور رشتہ محمد شاہ صاحب کا حضرت فاضل سے یہ ہے کہ سید میر عادل بن سید فاضل صاحب متوکل حقیقی نانے یعنی نانے والد۔ والدہ ان کی کے تھے اور یہ میر عادل صاحب المشہور سید نتھو شاہ بڑے معمر تھے اور یہ حضرت بڑے صاحب کمال' عالم' عامل' کامل زاہد' عابد ہوئے ہیں۔ اب تک کئی لوگ آپ کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب محمد شاہ بادشاہ لاہور میں آیا' تو برہنہ پا آپ کی زیارت کے واسطے آیا تھا۔

تولد ان کا سن گیارہ سو دس اور وفات بارہ سو بیس۔ اس حساب سے عمر آپ کی ایک سو دس برس کی ہوئی۔

Marfat.com

واضح ہو کہ حضرت محمد اسماعیل جو اول لاہور میں آئے تھے ان کے یہاں تین فرزند تھے۔ ایک سید حاجی بہاؤ الدین دوسرے بدر الدین تیسرے سید قطب۔ یہ حضرت سید بدرالدین کی اولاد سے یہاں موجود ہیں اور بقیہ ہرسہ صاحبان کی اولاد ست گھرا امرتسر دیپال پور میں باعزت و آبرو سکونت پذیر ہے۔ فقط۔ (ص ۴۶۲) صاحبزادہ ان کے حضرت شاہ سردار صاحب بمضمون الولد سرلابیہ بڑے لئیق فہیم صاحب علم و حلم زھد و تقویٰ شعرگوئی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

حال مکان تکیہ انبلی والا

باہر دروازہ لاہوری کے' غرب رویہ گرجا گھر صاحبان رومن کیتھلک' یہ مکان واقع ہے۔ چونکہ اس مکان میں ایک درخت انبلی کا کھڑا ہے اس واسطے انبلی والا تکیہ مشہور ہوگیا ہے۔

آگے بعد شاہان چغتائی یہاں لکھی محلہ آباد تھا۔ کہتے ہیں کہ یہاں بعد اکبر بادشاہ پراچہ اور خوجے لوگ رہتے تھے' بیوپار لاکھ ہا روپے کا کرتے تھے۔ کوئی وجہ تسمیہ اس کی یوں بیان کرتا ہے کہ اس وقت میں کوئی سوداگر لاکھ روپیہ کا زعفران لے کر یہاں آیا۔ اس کی فروخت میں دیر ہوئی' یہاں کسی خوجے کے پاس شکایت لایا' اس نے وہ لاکھ روپے کا زعفران خریدا اور مٹی میں ملا کر کہگل اپنے گھر کی کرا لی' اسی روز سے یہ جگہ لکھی محلہ مشہور ہوگئی۔

سادات گیلانی موجودہ بیان کرتے ہیں کہ بعد شاہجہان بادشاہ کے اس جگہ پر حویلی مسکونہ حضرت سید صوفی علی گیلانی کی تھی۔ گوشہ نیرت میں قبران کی پختہ ایک چبوترہ خشتی پر موجود ہے۔ بوقت ویرانی شہر یہ محلہ اجڑ گیا اور ان کی حویلی بھی مسمار ہوگئی۔ پر ۱۱۴۵ میں مسمی سید حسن یہاں تکیہ بنا کر فقیر ہو بیٹھا۔ اب ظاہرا اس تکیے پر قبضہ سید پیر نظام الدین گیلانی کا ہے اور فی الاصل مکان ہذا ملکیت اولاد سید صوفی علی صاحب مرحوم کی اولاد فی زماننا" بمقامات مختلفہ یعنی کوہاٹ و کھڈو لاہور متمکن ہے۔ یہ سید نظام الدین دسویں پشت میں ان کے سے جا ملتے ہیں۔ سید محمد شاہ صاحب گیلانی خاص اولاد ان کی' مگر توجہ خاطر ایسے امور کی طرف کم رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے فرماتے ہیں کہ مکان تو ضرور ہمارے بزرگان کا ہے۔ مگر سید نظام الدین بھی اپنی برادری سے ہیں۔ جس کے پاس ہو نام بزرگان کا ہے' ہم تو کہتے ہیں وہی مالک بن جاویں' مگر ہمارے کہنے سے کیا ہوتا ہے' کئی وارث اور بھی اس مکان کے تاحال زندہ ہیں۔

Marfat.com

الغرض اصلی مالک اس مکان کے سید محمد شاہ صاحب گیلانی اور قابض حال سید نظام الدین گیلانی ہیں۔ بہرحال این خانہ تمام آفتاب است۔

تشریح قبور وغیرہ

اب اس تکیہ میں دو چار دیواریاں اور تین چبوترے پختہ خشتی گورستان سادات ہیں۔ ایک چبوترہ پر مزار حضرت صوفی علی صاحب کی ہے۔ چبوترہ ہذا پر سوا ان کی قبر کے مفصلہ ذیل اور قبور ہیں۔

قبر سید عمر۔ قبر سید ہاشم۔ قبر سید عبدالقادر المشہور شہ گدا۔ اور چند زنانہ قبور۔ متصل اس کے چار دیواری میں چار قبریں۔ ایک سید قاسم صاحب ولد سید صوفی کی اور دو ان کی صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ کی۔ چار دیواری میں تین قبریں۔ ایک سید میر میراں المشہور میرن شاہ کی دوسری ابوالبرکات المشہور سید شاہ کی اور تیسری قبر زنانہ صاحبزادی مریم بی کی۔ اس کے پاس چبوترہ پر قبر سید اسماعیل کی۔ یہ سید اسماعیل اجداد سید پیر محمد صاحب گیلانی سے ہیں جو فی زماننا" لاہور بلکہ تمام پنجاب میں سید صحیح النسب مشہور ہیں۔ اکثر اہل اسلام بلکہ زنار بندان لاہور ان کا ادب دل و جان سے کرتے ہیں۔

اس تکیہ میں مزار حضرت سید جعفر بن سید حاجی محمد ہاشم بن سید صوفی علی بن سید بدر الدین سید اسماعیل کی بھی ہے۔ یہ حضرت بڑے متوکل' صاحب دل' باخدا ہو گذرے ہیں۔ تولد ان کا بروز پنجشنبہ نوزدھم جمادی الثانی سن ایک ہزار و چہل و یک ہجری اور وفات روز شنبہ نہم رجب المرجب سنہ یک ہزار و یک صد و ہفت ہجری۔ ان کے پیچھے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادہ مسمی سید ابو طالب باقی۔ بعدہ ابو طالب کے دو بیٹے۔ ایک ابو سعید مشہور سیدن شاہ اور دوسرا سید میر۔ ان کی اولاد میں سے یہاں کوئی نہیں مگر آل سے پیر محمد شاہ موجود ہیں۔

احوال مزار سید بہاؤ الدین مرحوم والد بزرگوار

حضرت سید بہاول شاہ گیلانی

بزرگان پیر محمد شاہ صاحب سے حضرت بہاول شاہ کی مزار کے جنوب رویہ اور چلہ شاہ مقیم صاحب کے غرب رویہ بزمین متعلقہ گورستان میانی مزار پرانور ایک تھڑہ پختہ پر واقع ہے۔ اول اس تھڑہ پر چار دیواری تا۔سینہ بلند خشتی چونہ گچ تھی۔ اب صرف شرقی دیوار اس کی تا۔سینہ بلند کھڑی ہے۔ اس کے میانہ میں در محرابی' قالبوتی' خشتی' چونہ گچ' مینہ

Marfat.com

عہد اکبری- اس میں اب سات قبریں چھ پختہ ایک خام اور بقیہ زمین واسطے قبور کے خالی پڑی ہے- اس میں بلند قبر حضرت سید بہاؤ الدین کی اور بقیہ ان کے لواحقین کی-

خانقاہ سید میر میراں بن سید مبارک حقانی بن سید محمد غوث اچ والا

حضرت سید بہاؤ الدین کی خانقاہ کے جنوب رویہ ایک اور تھڑہ پختہ تا سینہ بلند ہے- جنوب رویہ اس کے چار زینہ پختہ چونہ گچ' اس کے گوشہ ایساں اور نیرت پر موہڑہ ہائے خشتی مع فرش و استرکار ہے- اس پر چھ قبریں بلند مطول- ایک بنسبت ان کے خرد' عرق فی الارض- طول ہر قبر کا پونے تین گز- شرق رویہ قبر حضرت سید میر میراں کی اور قبریں ان کے صاحبزادوں کی-

اب ان کی اولاد سے سید نظام الدین گیلانی صاحب لاہور میں مشہور ہیں- اگرچہ شراب وغیرہ نوش جان کرتے ہیں مگر عوام الناس ان کا دل و جان سے ادب کرتے ہیں-

احوال پیر خانہ

(ص ۲۵۴) غرب رویہ سڑک قصور و شمال رویہ حد شرق موضع مزنگ کے ایک مکان المشہور پیر خانہ ہے- گرد و نواح اس کے چار دیواری پختہ قدیمی بوسیدہ- دروازہ اسکا جنوب رویہ (ص ۲۴۶) بے طاق و چوکھٹ اس چار دیواری میں گیارہ قبریں پختہ چونہ گچ موجود ہیں اور درمیان اس چار دیواری کے ایک بڑا درخت ون کھڑا ہے- یہ مقبرہ حضرت شیر شاہ' حضرت شمس تبریز کے پوتیکا ہے- باقی سب قبور ان کے رشتہ داروں کی ہیں- گرد و نواح اس کے بہت درخت ون پر کیکر اور پھروانہ ہیں- شرق رویہ اس چار دیواری کے دو اور چار دیواری پختہ ہیں- ان میں سے ایک میں چار قبریں اور دوسری میں پانچ ان کے اقرباؤں کی ہیں اور شرق رویہ چاہ پختہ رواں اب آوارہ پڑا ہوا ہے- اور یہ پیر خانہ زرگراں مشہور ہے-

حضرت شیر شاہ

یہ حضرت تمام زرگروں کے پیر ہیں جو دل و جان سے ان کو مانتے ہیں اور میلہ بھی کرتے ہیں- پہلے بوقت آبادی مکانات ان کے یہاں تھے- جب وصال پایا تو قبرستان بھی یہاں ہی ہوا اور عہد اکبر بادشاہ میں وفات ان کی ہوئی ہے- ۱۴ بیساکھ کو ان کا عرس ہوتا

Marfat.com

ہے۔

پیر خانہ ہادی رہنما

اور سوائے اس کے دوسرا پیر خانہ پیر ہادی رہنما صاحب کا ہے۔ جس کا ذکر خیر آگے تحریر ہوچکا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ حضرات آپس میں ہم جد ہیں۔ ان کی چار دیواری اندرونی کے باہر ایک اور چار دیواری تھی مگر اب مسمار ہوتی جاتی ہے۔ اس میں اکثر قبور زرگراں ہیں ور آٹھ کنال زمین غیر مزروعہ اس کے ساتھ ملتی ہے۔ اور جنوب رویہ اس چار دیواری کے ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چند درخت ون و پھروانہ و کیکر وغیرہ کے واقع ہیں اور ایک چاہ پختہ چرخی دار اور غسل خانہ اور نشان مسجد چبوترہ پر اور کوٹھ مسکونہ فقیر ہے۔ یہ بھی پیر خانہ کر کے مشہور ہے۔ مالک اس مکان کے سادات مالیر کوٹلہ کرم شاہ و حیدر شاہ وغیرہ ہیں۔ وہ بھی گاہ گاہ یہاں آتے ہیں اور مرید ان کے یہاں بہت ہیں۔

یہاں اب عمر شاہ فقیر بے وقوف سا رہتا ہے وہ حال مفصل ان حضرات کا بیان نہیں کرسکتا اور فقیر کو زرگر لوگ کچھ دے چھوڑتے ہیں۔

احوال حضرت شاہ رحمت اللہ قریشی

(ص ۲۹۲) یہ مکان شرق رویہ باغیچہ مولوی رجب علی خان صاحب کے، جس میں مزار حضرت سید محمود بھاکری کی اور حال اس کا درج کتاب ہذا ہوچکا ہے، اور جنوب رویہ مکان حضرت علی رنگریز کے بطور تکیہ ہے۔ سڑک سے ذرا اونچا مکان آراستہ۔ درخت بوڑھ، شرینہ، شیشم، پیپل، دھریک، توت، گوندی کھڑے ہیں اور عراق بھی بنے ہوئے ہیں۔ گوشہ شرقی و جنوبی میں چاہ پختہ چرخی دار اور غسلخانہ مع چبوترہ بطور مسجد خشتی گچ، بنیرے سفید۔ شمال رویہ ایک چار دیواری پختہ، بنیرے سفید، قد آدم سے بلند، دروازہ چونہ گچ سفید طاق تختہ چوبی۔ اس کے اندر ایک چبوترہ خشتی سوا گز اونچا پختہ، چونہ گچ، سفید، سرہانے چراغدان۔ اس پر ایک قبر پختہ، چونہ گچ، حضرت شاہ رحمت اللہ صاحب قریشی کی۔ اور ماسوا اس کے اٹھارہ (ص ۲۹۳) قبریں چونہ گچ اور ایک خام ان کی اولاد اور خادموں کی موجود ہیں۔ یہ خانقاہ فرشتیاں والی مشہور ہے۔

شاہ رحمت اللہ قریشی اور ان کی اولاد

طریق ان حضرت کا یعنی شاہ رحمت اللہ قریشی کا سہروردیہ اور اولاد حضرت شیخ بہاؤ

Marfat.com

الدین ذکریا ملتانی ہیں۔ عہد عالمگیر میں حضرت فوت ہوئے اور سوائے لاہور کے اولاد ان کی موضع ڈھولن وال میں (جو جنوب رویہ لاہور کے بفاصلہ چار میل ہے) رہتے ہیں۔ چنانچہ بہادر شاہ پیر زادہ ان میں مشہور ہے۔ گذارہ ان کی اولاد کا صرف نذرانہ پیری و مریدی پر ہے۔

خانقاہ کی تعمیر

مرید ان حضرت کے بہت تھے خصوصاً معمار لوگ بے شمار مرید تھے اور بباعث بے گار سرکار کے کہ تمام معمار لوگ مسجد بادشاہی پر لگتے تھے، کسی کو اجازت نہ تھی کہ کسی اور جگہ کام کرے۔ چنانچہ انہوں نے چند مدت میں شباشب اینٹیں درست کر کے بااوقات مختلفہ سب سرانجام چونہ وغیرہ کا کر کے، سب معماروں نے اتفاق کیا کہ آج رات شباشب مقبرہ تیار کرلیں۔ چنانچہ سب متفق ہوکر رات کو بتعمیر مقبرہ مشغول ہوئے۔ جب قدرے رات رہی اور عورات محلہ نے چکیاں پیسنی شروع کیں تو انہوں نے مارے خوف بادشاہ کے کام بند کردیا کہ اگر یہ خبر کارکنان شاہی کو ہوجائے گی تو ہم گرفتار ہوجائیں گے۔ اس باعث سے وہ گنبد نا تیار رہ گیا۔ جب صبح کو یہ معاملہ لوگوں نے دیکھا تو سب نے کہا کہ آج رات فرشتے یہ عمارت بنا گئے ہیں۔ چونکہ یہ خبر عام مشہور ہوگئی سب کا یقین یہی ہوگیا' بلکہ آج تک یہ ہی نقل مشہور ہے مگر اصل معاملہ یہ ہے جو بندہ نے تحریر کیا ہے۔

اب تک عمارت جو بایں زودی بنی تھی قائم تھی، مگر بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ کورٹ صاحب فرانسیس نے اینٹیں اس کی اکھڑوا کر اپنی چھاؤنی میں لگوا لیں۔ اب ان کی اولاد میں سے مسمی بھاون شاہ مجاور لاہور میں موجود ہے' اس نے دوبارہ یہ عمارت موجودہ بنوائی اور روپیہ دریائی باخان لاہور و امرتسر و چونیاں سے' جو اس خاندان کے مرید ہیں جمع کر کے تعمیر خانقاہ پر صرف کیا۔

عرس اور مرید

اور مریدان ان کے لاہور و امرتسر و چونیاں وغیرہ میں بہت ہیں اور عرس ان کا بتاریخ ۱۷ صفر المظفر کو ہوتا ہے اور عرس کے واسطے معمول ہے کہ ملتانی دریائی باف لاہور کے مرید و معتقد ان کے ہیں فی گھر ایک سیر گندم اور ایک آنہ دیتے ہیں۔ اور ماسوا اسکے اگر کوئی زیادہ بھی دیوے تو مضائقہ نہیں اور ملتانیوں میں سے ایک مسمی رحمت اللہ اور دوسرا عبداللہ یہ دونوں جاکر الگ الگ دلیا کی دیگیں پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔ اور وہاں جو فقیر بیٹھتا

Marfat.com

ہے وہ بروز جمعرات ملتانیوں کے گھروں سے آٹا (ص ۲۹۴) مانگ کر لے جاتا ہے۔

ان حضرت کی قبر پر اب تک یہ برکت مشہور ہے کہ جو کوئی امیدوار وہاں جاتا ہے تو وہاں سے ایک اینٹ اٹھا کر لاتا ہے اور منت مانتا ہے کہ جب میرا کام ہوجاوے تو اس اینٹ کے وزن برابر قند سیاہ تول کر لاؤں گا۔ جب منت پوری ہوتی ہے تو قند سیاہ اینٹ کے برابر تول کر وہاں لے جاتا ہے اور اینٹ بھی وہیں پہنچا آتا ہے اور بروز میلہ چند کشمیری بھی وہاں جمع ہوکر ایک دیگ دلیا کی پکاتے ہیں۔

حال احاطہ و مسجد نقیباں

(ص ۲۹۴) شرق رویہ ٹھٹھی مہتراں کے ایک مکان حاطہ نقیباں مشہور ہے۔ اس میں ایک مسجد عالیشان جس کے تین گنبد بلند دو محراب رنگین منقش اور تین دھن کلاں محرابی۔ دو مسدود بخشت اور ایک میانہ میں چوکھٹ چوبی مع طاق (ص ۲۹۵) تختہ لگی ہوئی ہے۔ کتبہ در کی پیشانی پر آیت الکرسی تحریر ہے جو اب تھوڑی نظر آتی ہے۔ شرق رویہ مسجد فرش پختہ خشتی مع حوض پختہ جس کے گوشہ جنوبی و شرقی کی طرف ایک چاہ خشتی۔ چاہ کے جنوب رویہ قبرستان نقیباں اور اس مسجد کے جنوب و شرق رویہ بطور احاطہ دیوار گلی کچھی ہوئی ہے یہاں قبور نقیباں اب بھی ہوتی ہیں۔ مسجد کے گوشہ شمالی و غربی میں مسجد کے اوپر جانے کا زینہ پختہ اب قدرے مسمار موجود ہے۔ مسجد کے گنبدوں کے شرق رویہ سربام ایک چبوترہ پختہ ہے جس کے غرب اور شمال رویہ چھ زینہ پختہ ہیں۔ یہ چبوترہ ایک گزل طول اور دو گز عرض کا ہے۔ اس کا رنگ بھی سیاہ ہورہا ہے۔ پرنالہ خفی مسجد کے غرب رویہ پشت پر۔ یہ مسجد شمال رویہ راستہ موضع قلعہ گوجر سنگھ کے جب شہر سے وہاں جانا ہو تو ہے۔

اس مسجد عالی شان میں بعد سکھاں میگزین رہتا تھا۔ اب اس پر قفل صوبہ شاہ نقیب کالگا ہوا ہے اور سرکار سے واگذار ہے۔

حال تعمیر

حال اس کا یہ ہے کہ بعد بہادر شاہ شیخ محمد واصل سہارنپور سے لاہور میں آئے اور اس گرد و نواح میں جو لکھی محلہ مشہور تھا آکر رہے۔ اور وہ بادشاہی نوکر تھے۔ چنانچہ انہوں نے یہ مسجد بنوائی۔ بعد اس کے وہ واپس سہارنپور میں چلے گئے۔ پھر بعد خان بہادر شیخ محمد پناہو شیخ عبدالعزیز و محمد عارف ہرسہ فرزند ان کے یہاں آئے اور شاہ نواز خان خلف نواب

Marfat.com

خان بہادر کے ملازم ہوئے۔ ان میں سے شیخ عبدالعزیز خوانده تھا' وہ نقیب مقرر ہوا اور اس نے اس مسجد اور زمین موروثی پر اپنا قبضہ کر کے یہاں قبرستان اپنا مقرر کیا' چنانچہ اب تک قبرستان ہے۔ بعدہ خدا بخش جو محمد شاہ کا نقیب اور محمد پناہ کا بیٹا تھا' لاہور میں رہا اور خدا بخش کا بیٹا گھسیٹا چوبدار جو اب زندہ ہے۔ اور عبدالعزیز کے یہاں دو بیٹیاں ایک رحمت دوسری شہ بیوی۔ رحمت لاولد گئی اور شہ بیوی کی ایک دختر ہوئی۔ اس کا بیٹا محمد بخش اور دارا موجود ہیں۔ اب محمد بخش ٹھیکہ دار شراب ہے۔ اور دارا چپراسی تحصیل۔ اور محمد عارف پھر واپس دہلی کو چلا گیا۔ اور بقیہ حال یہ ہے کہ خدا بخش کی ایک بیٹی مسمات خیر النسا تھی۔ اس کے دو بیٹے ہوئے' ایک صوبے شاہ اور دوسرا کریم بخش۔ صوبے شاہ چوبدار اور کریم بخش بھورے باف چنانچہ یہی صوبے شاہ اب قابض اس مسجد کا و قبرستان کا ہے۔ محمد پناہ اور عبدالعزیز سے لے کر اب تلک تمام قبائل ان کے کی قبور یہاں ہی ہیں۔

احوالہ تکیہ گنج علی شاہ

(ص ۵۴۶) بایب کی طرف مکان تا جے سے' باہر موچی دروازہ کے' گوشہ نیرت میں یہ تکیہ واقع ہے۔ اس میں شمال رویہ ایک چاہ قدیمی مع نشان حوض۔ شاہان چغتائی کے عہد میں اس مقام پر حما وریام شاہ تھا اور اس میں مقبرہ عالیشان بھی اس کا زیارت گاہ خلائق تھا' چنانچہ چاہ موجود اسی کا ہے۔

اور حال دریام شاہ لاہوری کا یہ ہے کہ یہ حضرت بعہد بہادر شاہی میں بڑے ولی کامل مشہور تھے اور مکان مسکونہ ان کا حویلی کابلی تھا۔ خاندان ان کا چشتیہ' قوم سے سید بھاکری تھے اور ایک بھائی ان کا سوندھی شاہ خاندان جلالیہ میں خادم تھا۔ اس کی قبر بھی یہاں ہی ہے۔

وہ حمام ۱۲۳۱ میں بحکم رنجیت سنگھ گرایا گیا۔ وجہ مسماری یہ ہوا کہ اس حمام کی دیواریں بڑی بلند اور مستحکم تھیں۔ سرکار کو یہ خیال ہوا کہ مبادا کوئی مخالف اسمیں پناہ لیوے۔ اب قبر وریام شاہ صاحب کی ایک چبوترہ خشتی پر موجود ہے۔ (ص ۵۴۸) صورت مزار حضرت وریام شاہ صاحب موجودہ حالیہ یہ ہے کہ ایک تھڑہ خشتی تا بکمر بلند جس کا طول نو گز اور عرض ساڑھے چھ گز۔ اوپر اس کے تمام فرش چونہ گچ ہوا ہوا ہے۔ سرہانے چراغدان سفید اس تھڑہ پر ایک اور تھڑہ مربع' اس پر تین قبریں۔ ایک حضرت (ص ۵۴۹) وریام شاہ صاحب کی' دوسری اس کی زوجہ کی اور تیسری اس کی دختر کی۔ میانہ تعویذ کلاں دریام شاہ کی قبر کا ہے۔

Marfat.com

اس کے شرق رویہ مایل بشمال ایک ور تھڑہ خشتی گلی- اس پر چار قبریں ایک گنج علی کی جو مقام خندق سے اکھاڑ کر یہاں دفن ہوا اور بقیہ خرد سال بچوں کی- (ص ۵۴۶) اور گنج علی شاہ ایک فقیر تھا جس کی قبر مع مکان تکیہ پہلے باہر دروازہ شاہ عالمی کے تھی- بوقت تیاری خندق مہاراج نے وہ جگہ داخل خندق کردی اور اس کے خادم صادق علی شاہ اور نور شاہ کو یہ حمام وریام شاہ بعوض اس کے عطا کیا-

(ص ۵۴۹) سر راہ گوشہ کُنی مکان ہذا میں چاہ' حمام اور ایک حوض قدیمی موجود ہے- اس چاہ کے شمال رویہ ایک والان و کوٹھہ- اندر بر سر زمین فرش خشتی قدیمی- اس مکان میں اشجار مفصلہ ذیل ہیں:

گوندیان دس' پھروانہ یک' لسوڑہ یک' بیریاں چھ-

(ص ۵۴۹) وریام شاہ صاحب کے کوئی خادم یہاں موجود نہیں ہیں اور اب اس مکان میں جلالی فقیر رہتے ہیں-

حال مفصل مع رسوم مروجہ خاندان فقرائے جلالیہ

ان لوگوں میں دستور ہے کہ بوقت بیعت طالب کے دھنے بازو پر مہرلگاتے ہیں اور طریق مہرلگانے کا یہ ہے کہ ایک ٹکڑا کپڑے کا لے کر مرشد بدست خود پیچیدہ کرتا ہے اور پھر اس کو مدور کر کے ایک طرف آغ لگا بازو راست مرید پر رکھ دیتا ہے جب وہ پارچہ اسی جگہ پر رکھا ہوا جل کر خاکستر ہوجاتا ہے تو اوپر سے دبا کر اس کے اوپر برگ بیر رکھ دیتا ہے- پھر ہر روز تا اکیس یوم وہ زخم بطور مہر بازو پر لگا ہوا معلوم دیتا ہے- بعدہ مرشد بالکے دو ایک دشکول جو گردگان کی لکڑی سے بطور کشتی ایک طرف چوبی (ص ۵۴۷) بنا ہوا ہوتا ہے مع کنٹھ عقیق یا سنگ سلیمانی جو چند دانہ بطور سنگین تاگے میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں اور سدہ یعنی سینگ مار خور بجانے کے واسطے جس سے بوت بجانے کے تین دفعہ آواز قطب' قطب نکالتے ہیں اور قلابہ کانچ کا ہاتھ میں ڈالنے کے واسطے اور ناگ بند جو رسہ اونی بطور کمر بند ہوتا ہے اور اون کی دستار جس کو سیلی کہتے ہیں' دیتا ہے-

فقرا کی روایات

تقرر اس رسم اور ابتدا اس فقر کی فقرائے موجودہ لاہور اس طرح پر بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقر جناب خاتون قیامت کو بطور جہیز بوقت شادی عطا کیا- جب حضرت کی شادی ہو چکی تو حضرت سلطان احمد بائیں پا اور اس کا بھائی

Marfat.com

سلطان محمود باغ بستان ان کی خدمت میں بطور خادمان حضوری مقرر ہوئے۔ پھر جناب خاتون قیامت علیہ السلام نے حضرت سلطان احمد کو ایک چوڑی جو عورتیں ہاتھ میں پہنتی ہیں بخشی جس کے عوض میں ان میں رسم قلابہ پہننے کی اب تک جاری ہے اور ایک پراندہ بھی بی بی صاحبہ نے ان کو عنایت کیا تھا' جس کے بدلے اب جلالی فقیر سر پر دستار اون یعنی سیلی باندھتے ہیں۔ جب یہ عطایات ان کو ملیں اور حضرت سلطنا بائیں پا اور سلطان محمود باغ بوستان حضرت خاتون جنت کے خادم ہوئے تو بعدازاں سلسلہ ان کا یوں جاری ہوا کہ حضرت بی بی صاحبہ کے خادم ہوئے تو بعدازاں سلسلہ ان کا یوں جاری ہوا کہ حضرت بی بی صاحبہ کے خادم سلطان احمد بائیں پا اور اس کے خادم سلطان محمود پا تلہ سیرے بھائی ان کے ہوئے۔ اور ان کا خادم قمر علی اور ان کا سمن علی اور ان کا غار علی اور ان کا قاضی شباب اور ان کا کلہ شیر اور ان کا سرخ علی اور ان کا سرخ ابدال پھر ان کا سرخ علی اور ان کا برھم جتی اور ان کا شاہ جمال مجرد اور ان کا نہال نوری۔ چونکہ نہال نوری سید جلال اچ والے کا (جن کا نام پیر شیر شاہ سید جلال بخاری اچ والا مشہور ہے) بھائی تھا اس واسطے اس فقر دھنیری کا نام جلالی فقر ہوگیا۔ وہ بڑے بزرگ صاحب کمال اور امیر عالیشان تھے' چنانچہ توپیں اور بندوقیں اور لشکر رکھتے تھے۔ فقط۔

(ص ۵۴۸) واضح ہو کہ سید جلال چار بھائی تھے۔ ایک سید جلال دوسرے نور نہال تیسرے در کمال چوتھے در جمال۔ نوری نہال صاحب فقر دھنیری کے خادم ہوئے اور سید جلال کا خاندان سہروردیہ اور در کمال کا خاندان چشتیہ اور در جمال کا خاندان قادریہ۔ فقر دھنیری اگرچہ علیحدہ ہے' مگر صرف بباعث بھائی ہونے سید جلال کے یہ مہر خاندان دھنیری میں آئی۔ بعدازاں نہال نوری کا خادم دودھ حقانی اور ان کا حضرت چکان اور ان کا سلطان مشیر خان اور ان کا فتح اللہ سیلانی اور ان کا عالم شاہ اور ان کا مستان شاہ اور ان کا گنج علی شاہ جس کا یہ تکیہ ہے۔ بعدہ اس کے دو طالب ہوئے ایک نور علی شاہ دوسرا صادق علی شاہ' جس کے مرید رحمت علی اور مراد علی' اور مراد علی شاہ کو بوٹے شاہ جو اب یہاں رہتا ہے۔ یہ فقیر نابینا ضعیف مرد ہے اور رحمت علی کا رنگ علی مگر وہ کام کار چوب کا کرتا ہے۔

طالب اور مرید میں فرق

(ص ۵۵۲) فائدہ: فی زمانا" فقرا میں مشہور ہے کہ ایک پیر ہوتا ہے اور ایک مرشد ہوتا ہے۔ مرشد کا بالکا طالب کہلاتا ہے اور پیر کا مرید۔ فرق اس میں یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کا مرید ہو کر کاروباری دنیاوی میں مشغول رہا یعنی دنیا دار بنا رہا ہو تو اس کا علاقہ پیری و

Marfat.com

مریدی ہوتا ہے اور جو کوئی طالب حق ہو کر تارک الدنیا ہو گیا تو وہ طالب کہلایا۔

مہر لگانے کا سبب

(ص ۵۴۷) باعث مہر لگانے کا اس سلسلے میں جو کچھ کہ کتابوں اور وغیرہ تحقیقات سے واضح ہوا سو وہ بھی درج ذیل ہو گا' مگر جو کچھ اس کی بابت فقرائے زمانا" مشہور کرتے ہیں سو یہ ہے کہ حضرت سید جلال بخاری کو خواب میں الہام ہوا کہ ایک شہزادی ملک عربستان میں ہے' تمہاری شدی (ص ۵۴۸) اس سے ہو گی' تم وہاں جاؤ۔ آپ یہ الہام سن کر روانہ عرب ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو سنا کہ ایک شہزادی نے اشتہار دیا ہوا ہے کہ میری شادہ سید جلال سے ہو گی۔ اگرچہ اس پر کئی لوگ سید جلال بن کے آئے' مگر اس شہزادی نے کہ سید تنور میں نہیں جلتا' تنور میں جاؤ امتحان دو' بیاہ لو۔ اس طرح سے اس نے کئی آدمی تنور میں جلوا دیے ہیں۔ لوگوں نے ان کو کہا: کہ آپ چلے جاویں ورنہ یہ تم کو بھی تنور میں ڈال کر جلوا دے گی۔ آپ نے کہا: خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ جب اس شہزادی کو اطلاع تشریف آوری حضرت کی ہوئی تو اس نے امتحانا" تنور گرم کرا کر آپ کو بھی تنور میں ڈلوایا۔ جب یہ تنور میں گئے تو آپ کے بدن پر نشان سوزش تک نمایاں نہ ہوا' مگر بازو پر ذرا سا آسیب پہنچا۔ اس امر کے دیکھنے سے آپ بہت پشیمان ہو کر مراقب ہوئے تو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا جواب ہوا: کہ اے فرزند تو غم نہ کر' یہ ایک امر ہونے والا تھا جو ہو گیا' اب اس شہزادی کو نکاح میں لاؤ اور آج سید حسینی فقر کو فقر جلالی بناؤ۔ جو جلالی فقیر ہو گا اس کے بازو پر نشان اس سوزش کا بطور مہر تا قیامت جاری رہے گا' چنانچہ تب سے یہ رسم مہر جاری ہے۔ (ص ۵۵۲) فائدہ: حسب عقیدہ عام فقرائے جلالیہ زمانا" کے یہ مشہور ہے کہ حضرت دودہ حقانی طالب نوری نہال کے اور مرید حضرت سید جلال اچی کے تھے۔ (ص ۵۵۳) حضرت سید جلال نے جب شادی کی اور بازو پر سوزش پہنچی تو اس کی یادگار کے واسطے انہوں نے اپنے مریدوں پر نشان مہر چلایا۔ دودہ حقانیکو یہ خیال کر کے کہ یہ طالب مالک بڑی نامی فرقہ کو ہو گا اس پر کوئی نشان رہے' ان کو ہدایت کی کہ تمہارا سلسلہ چہل تنوں کا ہے اور وہ سلسلہ ایسا مبارک ہے کہ خود حضرت رسول مقبول کی صاحبزادی خاتون قیامت سے شروع ہوا ہے۔ ہمارا منشا ہے کہ تمہارے سلسلہ میں کوئی نشان ہمارا بھی تا ابد رہے۔ انہوں نے قبول کیا تو آپ نے ارشاد نشان لگانے مہر کا کیا۔ الغرض دودہ حقانی سے دو سلسلہ جاری ہوئے۔ ایک چہل تنی اور دوسرا جلالیہ۔ اب تک یہ کرامت اس سلسلہ میں جاری ہے کہ اگر کسی کو بیماری یا اور کوئی مشکل ہوتی ہے تو بامید حصول مراد چہل تنوں کا

Marfat.com

نذرانہ بکرا وغیرہ قبول کرتے ہیں۔ بعد حصول مراد جلالی فقیروں کو بلا کر نذر دیتے ہیں اور وہ آغ کے کوئلے بہت سے سلگا کر بپاد افتادگی تنور حضرت سید جلال کے اس آگ میں ننگے پاؤں دھمال ڈال کر اس آگ کو بجھاتے ہیں۔ جب آگ بجھ جاتی ہے تو وہ نذر لے جاتے ہیں۔

(ص ۵۴۹) چہل تنوں کے حال کی تشریح

فی زمانا" لاہور میں فرقہ جلالیہ کے پیر سید مراد علی شاہ اور سید اصغر علی شاہ بخاری ہیں۔ یہ ہر دو حضرات اولاد حضرت موج دریا بخاری سے ہیں حال اس فرقہ کا زبانی ان کی یوں دریافت ہوا:

وہ کہتے ہیں: کہ اصل اس سلسلہ جلالیہ کا چہل تنوں سے ہے۔ اس طرح سے کہ ایک اصحاب حضرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت وحیہ کلبی تھے۔ انہوں نے ایک روز شکایت بے اولادی کی بحضور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کی۔ انہوں نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ تم ان کے حال پر متوجہ ہو۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ایک تعویذ ان کو لکھ دیا اور فرمایا کہ اپنے قبیلہ کو یہ تعویذ گھول کر پلا دو۔ وہ اس تعویذ کو اپنے گھر لے گئے اور اپنے قبیلہ سے کہا: کہ اس کو گھول کر پی لو۔ اس بی بی کو کچھ یقین اس تعویذ پر نہ آیا۔ اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ بعد چندے جب امیدواری نہ ہوئی تو وحیہ کلبی دوبارہ شکایت اس امر کی حضرت کی خدمت میں لائے۔ آپ نے تعویذ عنایت کی۔ وہ بھی بدستور سابق استعمال میں نہ آیا اور اس کی بیوی صاحبہ نے معطل رکھ چھوڑا۔ اسی طرح چالیس دفعہ چالیس تعویذ جناب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے ان کو دیئے بعدہ پھر بھی وحیہ کلبی صاحب وہی شکایت حضرت کے پاس لائے۔ حضرت حیران ہوئے کہ اسمائے الٰہی کی برکت کہاں گئی۔ یہ خیال کر کے حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے گھر سے دریافت کرو شائد انہوں نے وہ تعویذ نہ کھائے ہوں گے' ورنہ ممکن نہ تھا کہ امیدواری نہ ہوتی۔ جب وہ گھر میں گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے قبیلہ نے کوئی تعویذ استعمال نہیں کیا۔ اس واسطے اس نے قبیلہ پر نہایت زجر کیا۔ اس نے غصہ میں آکر ایک ہی دفعہ وہ چالیسوں تعویذ گھول کر پی لئے۔ قدرت الٰہی سے وہ اسی روز حاملہ ہو گئی۔ بوقت تولد اس کے پیٹ سے بجائے بچہ (ص ۵۵۰) ایک گٹھڑی سی نکلی۔ جب وہ کھولی گئی تو اس میں سے اکتالیس فرزند خرد نکلے۔ وحیہ کلبی یہ دیکھ کر حیران ہوئے آخر ایک لڑکا اس میں رکھ لیا اور بقیہ کو ایک ٹوکری میں ڈال کر جنگل میں پھینک آئے۔ قدرت الٰہی سے وہاں حفاظت کے واسطے

Marfat.com

ایک گنبد بے در بن گیا اور اندر اس کے بحکم ربانی پرورش ان کی ہونے لگی۔ الغرض بعد چند مدت کے مدینہ میں وبا نازل ہوئی۔ جب شہر میں بہت واویلا ہوا تو حضرت شاہ رسالت نے جناب الٰہی میں درخواست رحم کی فرمائی۔ ارشاد ہوا: کہ تم جنگل میں جاؤ وہاں ایک گنبد میں چالیس تن ہماری قدرت کانمونہ ہیں' ان کو ہمراہ لاؤ۔ جب وہ شہر میں آویں گے تو وبا دور ہوجاوے گی۔ الغرض رسول خدا جنگل میں گئے۔ بعد تلاش وہاں ایک گنبد بے در نظر آیا۔ وہاں کھڑے ہوکر آواز دی۔ انہوں نے پوچھا: کہ کون بلاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا: کہ میں محمد ہوں۔ اندر سے آواز آئی: کہ چلے جاؤ۔ یہاں منامنی کا کچھ کام نہیں۔ آپ لاچار ہوکر واپس ہو آئے۔ راستہ میں حضرت علی مرتضٰی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے باعث کدورت مزاج پوچھا۔ حضرت رسول اللہ نے سب حال کہہ سنایا۔ حضرت شیر خدا نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ پھر وہاں تشریف لے جائیں اور آواز دیں۔ جب اندر سے پوچھیں کہ کون ہے تو آپ فرمادیں کہ عبد محمد رسول اللہ۔ یہ سن کر آپ پھر وہاں تشریف لے گئے اور آواز دی۔ جب اندر سے انہوں نے پوچھا کہ کون ہے تو آپ نے وہی جملہ دھان مبارک سے فرمایا۔ اس پر فوراً دروازہ گنبد کا غیب سے کھل گیا اور اندر سے چالیس کس برہنہ تن نکل آئے۔ حضرت نے اپنے عمامہ مبارک سے سوا گز کا ٹکڑا پھاڑ کر ہر ایک کو دیا۔ وہ لنگوٹ کرتے گئے' مگر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ عمامہ بھی جس قدر تھا اتنا ہی باقی رہا۔ پھر حضرت ان کو ہمراہ اپنے مدینہ مین تشریف لے آئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان حضرت کے نام ہر ہر ملک میں علیحدہ علیحدہ مشہور ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے اسمائے مشہورہ ان کے یہ ہیں:

سلطان محمود بابلی سر حلقہ لنگوٹ بنداں۔ سلطان معروف۔ سلطان ترک۔ سلطان کلک علی۔ سلطان عبدالرشید۔ سلطان عبدالوھاب۔ سلطان مسعود۔ سلطان حسین۔ سلطان عبدالعزیز۔ سلطان عبدالغنی۔ سلطان قاسم۔ سلطان ابدال۔ سلطان عیداللہ۔ سلطان قلوب۔ سلطان مجید۔ سلطان محمد زمان۔ سلطان جبروت۔ سلطان ہاہوت۔ سلطان معرفت۔ سلطان عقاء۔ سلطان اتمک۔ سلطان شمس الدین۔ سلطان گوھر۔ سلطان کرویہ۔ سلطان علاؤ الدین۔ (ص ۵۵۱) سلطان احمد۔ سلطان احد۔ سلطان حسن۔ سلطان ہافہ۔ سلطان کافہ۔ سلطان کیل۔ سلطان عبدالرحمان۔ سلطان عبدالغفور۔ سلطان عبدالشکور۔ سلطان کرخی۔ سلطان دانا۔ سلطان عین الدین۔ سلطان قیافہ الدین۔ سلطان عبدالحی۔ سلطان عبداللہ شاہ۔ جب وہ داخل مدینہ ہوئے تو بفضل خداوند تعالیٰ وبا مدینہ سے دور ہوگئی۔ بعد اسکے وہ

Marfat.com

چہل تن مستانہ اور وحشیانہ شہر مدینہ میں اس طرح پھرنے لگے کہ جو چیز جس کی نظر آتی اٹھا کر کھا لیتے۔ بعد مدت خلقت شہر کی تنگ ہوئی اور نالش بخدمت جناب رسول اللہ کے لے گئے۔ آپ نے فرمایا: کہ ان سے تمہاری بہتری ہے' یہ جس طرح چاہیں ان کو کرنے دو۔ اگر یہ چلے گئے تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ بہرحال اگر تم ناراض ہو تو ہم ان کو نکال دیتے ہیں۔ اس پر بھی انہوں نے نہ سمجھا اور عرض کی کہ یہ چلے جاویں۔ حضرت نے ان کو اجازت دی کہ تم شہر سے باہر چلے جاؤ۔ وہ حسب الحکم باہر نکل گئے۔ ان کے باہر نکلتے ہی پھر شہر میں وبا پڑ گئے۔ لوگ بہت تنگ ہوئے۔ بحالت ناچاری پھر لوگ حضرت کی خدمت میں جاکر ملتجی ہوئے کہ حضرت آپ پھر ان کو بلاویں۔ حضرت شاہ رسالت نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا: کہ یا علی ان چہل تنوں سے ایک فقر نرالا تمہارا جاری ہوگا' آپ جاکر ان کو لے آؤ۔ جب حضرت شیر خدا ان کو لے کر دروازہ شہر پر آئے تو دیکھا کہ ایک بکری شہری سے باہر چلی جاتی ہے۔ آپ نے ان چہل تنوں کو فرمایا: کہ یہی وبا ہے اس کو پکڑ لو۔ انہوں نے پکڑ لی اور ذبح کر کے کھا گئے۔ ایک کے ہاتھ میں دم بکری کی رہ گئی تو آپ نے دیکھ کر فرمایا: کہ اے کلک علی اس کو چھوڑ دے۔ اگر اتنا بھی بقیہ نہ رہے گا تو دنیا سے بالکل ساری مرض جاتی رہے گی۔ اور تمہارا نام باقی نہ رہے گا۔ بعد اس کے جناب حضرت محمود بابلی کو اپنا خادم کیا اور حکم دیا کہ تم آپس میں ایک دوسری کی بیعت کرلو' چنانچہ انہوں نے فی مابین اپنے بیعت کرلی۔

تمام اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ اب تک وہ چہل تن زندہ ہیں اور ہر روز ایک گوشہ میں ہر ہشت گوشہ دنیا سے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن گنگی میں دوسرے دن نیرت میں تیسرے دن جنوب میں چوتھے دن غرب میں پانچویں دن بایت میں چھٹے دن ایساں میں ساتویں دن مشرق میں آٹھویں دن شمال میں۔ علی ہذا القیاس تمام ماہ بحساب ماہ قمری پھرتے رہتے ہیں۔ فقط اہل اسلام میں جس روز جس طرف یہ چہل تن ہوں اس طرف سفر کو جانا منع ہے۔(ص ۵۵۲) جب سفر کوئی جاتا ہے تو پشت کی طرف ان کو رکھ لیتا ہے اور قول جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ان کے مقام کی شناخت کے واسطے دلیل قاطع ہے۔ فہو ہذا۔

کنج بامش کنج بامش کنج بامش کنج بامش

کاف سے گنگی اور نون سے نیرت اور جیم سے جنوب غین سے غروب بے سے بایب الف کی ایساں میم سے مشرق شین سے شمال۔ علی ہذا القیاس۔ یہ قول بطور بیعت کے ہر مصرعہ میں پندرہ حرف بمقابلہ پندرہ یوم میں اس طرح سے کہ پہلے کاف ہے سو پہلی تاریخ چہل تن

Marfat.com

گوشہ میں ہونگے اور دوسری تاریخ نیرت میں۔ قس علیٰ ہذا۔ اور ہندو لوگ بھی اس کے قائل ہیں مگر وہ ان کو جوگنی بولتے ہیں۔

شجرہ خاندان جلالیہ حسب بیان سادات بخاری

اصغر علی شاہ خادم مراد شاہ اپنے بھائی کے اور وہ شیر شاہ کے اور وہ غلام علی شاہ کے اور وہ موج علی شاہ کے اور وہ اسلام شاہ کے اور وہ شاہ نیرنگ کے جن کا روضہ وٹالہ میں ہے اور وہ شاہ خاکی درویش کے اور وہ عشق علی کے اور وہ عبدالرحیم پاک مذہب راست دین کے اور وہ بختار کھرپال کے اور وہ سلطان عبدالرحیم کے اور وہ حضرت دودہ حقانی کے اور وہ حضرت نوری نہال کے اور وہ حضرت شہاب الدین چرمینہ پوش کے اور وہ شہاب الکاف کے (لکئی) اور وہ شاہ عبداللہ کاف اور وہ نور نا نگہ کے اور وہلال نا نگہ کے اور وہ صابر علی درویش کے اور وہ ذکر علی کے اور وہ فکر علی کے اور وہ ظاہر علی کے اور وہ باطن علی کے اور وہ غار علی اور وہ تغار علی اور وہ مطہر علی کے اور وہ کشکول علی کے اور وہ چہل ابدال علی کے اور وہ خیر علی کے اور وہ بحر علی کے اور وہ قاضی شہاب کلہ شیر کے اور وہ کلک علی درویش کے اور وہ حضرت محمود بابلی جو سر حلقہ لنگوٹ بنداں ہیں اور وہ جناب علی المرتضٰی علیہ السلام کے۔

تحفتہ الفقرا کی روایت

(ص ۵۵۳) مفصلہ بالا روایات تو محض اس لئے درج کی گئی ہیں کہ زبان زد عوام الفقرا ہیں۔ چونکہ دلچسپ نہ تھیں اس واسطے کتب معتبرہ میں تلاش کی۔ اب بنظر فائدہ عام و خاص خلاصہ اس کا درج ذیل کیا جاتا ہے۔ فہو ہذا۔

واضح ہو کہ یہ سلسلہ جلالیہ خاص حضرت سید جلال بخاری سے جاری ہوا ہے اور فی الحقیقت باعث مہر لگانے کا ان فقیروں میں کتاب تحفہ الفقرا سے یوں معلوم ہوا کہ حضرت دودہ حقانی صاحب رحمت اللہ علیہ حضرت سید جلال بخاری سے مشرف البعیت ہو کر مدت مدید خدمت میں حاضر رہے۔ جب عرصہ چودہ سال کا گذرا تو حضرت نے ان کو قابل صاحب دل تصور فرما کر خرقہ خلافت عنایت فرمایا۔ وہ حضرت آپ کی خدمت سے روانہ ہو کر کوہستان نواح راولپنڈی میں بارہ برس مشغول زہد و ریاضت شاقہ رہے۔اس سے شہرت ان کی دور و نزدیک تک مشہور ہوئی۔ اطراف سے جوق در جوق لوگ آکر خادم ہوئے جب تک کہ عرصہ قلیلہ میں تعداد ان کی ایک لاکھ سے بھی بڑھ گئی۔ اسی اثنا میں مضمون سیروا

Marfat.com

فی الارض حضرت سید جلال علیہ الرحمہ سیر کناں وہاں تشریف لے آئے اور (ص ۵۵۴) اس کثرت سے یکجا مجمع فقرا مجتمع دیکھ کر متعجب ہوئے۔ جب دریافت کیا تو واضح ہوا کہ اے صبا این ہمہ آوردہ تست۔ اول تو بہت خوش ہوئے کہ دودہ حقانی صاحب نے بڑا فیض تمام جاری کیا۔ بعدازاں مراقب ہوکر ان کے حال کی طرف متوجہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان تمام خادم سے فقط دو تین شخص صاحب دعارف متعبد ہیں اور بقیہ مظہر انوار الفقر سواو الوجہ فی الدارین۔ اس سے بہت ناراض و متردد ہوکر حضرت دودہ حقان صاحب کو طلب فرمایا۔ وہ بعد نیاز حاضر ہوکر پابوس ہوئے۔ آپ نے جلالیہ نظر سے سرخ سفید ہوکر استفسار فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کثرت مریدان باخدا نارسیدہ سے بوئے ریا آتی ہے۔ مرشد کو لازم ہے کہ طالب کو واصل الحق کردے کیونکہ غرض اس معاملہ سے عرفان الٰہی ہے۔ اس سے وہ حضرت گونہ نادم ہوکر زار زار رونے لگے اور بصد منت و سماجت عرض کی کہ یا مولیٰ یہ سب کے سب آپ کے نام پر خادم ہوئے ہیں۔ میری شرم آپ کو ہے۔ آپ امیدوار ہوں کہ آپ ان کے حال پر نظر توجہ فرماویں کہ ہر طالب مطلوب کو پالے۔ آپ نے از راہ ترحم ارشاد فرمایا کہ سب کو یہاں یکجا جمع کرو۔ جب سب حضرت کے گرد حلقہ زن ہوئے تو آپ ان کے قلبوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ سبھوں کے قلب سیاہ نظر آئے۔ جب باعث اسکا دریافت فرمایا تو واضح ہوا کہ ان سب کے پاس بہت بہت سی اشرفیاں جمع ہیں اور یہی باعث ان کی قساوت قلبی کا ہے۔ بعدازاں آپ نے متبسم ہوکر یہ شعر پڑھا کہ ہائے افسوس۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون
این خیال است و محال است و جنون

دولت دنیا قاطع طریق عرفان اور برہم زن خانمان ایقان ہے۔ جو اس سے متنفر ہوگا وہی تسکین دلی حاصل کرے گا۔ ان کے دلوں کو قلق ہوا۔ آتش محبت نے جوش مارا چوں ماہی بے آب تڑپنے لگے جو حالت طالبوں کو مطلوب ہے سب نے اس کا معائنہ کیا۔ اسی حالت میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھایوں جو کوئی حطام دنیاوی کی ترک کا تم میں سے اقرار کرے ہم اس کے حال پر توجہ فرمائیں گے۔ سب نے یک زبان ہوکر اقرار کیا کہ ہم من بعد کبھی اس کی الفت کو جگہ نہ دیں گے۔ اب ہمارے نزدیک خاک و طلا یکساں ہوگیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے حضرت دودہ حقانی صاحب کو ارشاد فرمایا: کہ اس معاملہ کی (ص ۵۵۵) یادگاری کے واسطے ان لوگوں سے اشرفیاں لے کر آگ میں تپاؤ جب سرخ ہوجاویں تو ان کو حکم دو

Marfat.com

کہ ایک ایک اشرفی لے کر اپنے بازو پر بطور مہر لگاوے تاکہ ہمیشہ کے واسطے ان کو یاد رہے کہ ان سے تکلیف عائد حال ہوتی ہے۔ الغرض اسی طرح اسی وقت تعمیل حکم کی گئی۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کہ اب ان اشرفیوں کو نقد تقسیم کردو۔ سبحان اللہ! بعد اس کے وہ سب کے سب صاحب کمال عارف باللہ ہوگئے۔ بوقت روانگی آپ نے حضرت دودہ حقانی کو وصیت فرمائی کہ اب کی دفعہ رحیم مطلق نے کرم فرمایا۔ آگے کو بہت سی احتیاط رکھنا کیونکہ طالب کو پہنچانا پیر کی گردن پر ہوتا ہے۔ بروز قیامت عہدہ برائی مشکل ہوگی۔ آپ کو لازم ہے کہ جو کوئی طالب حق تمہارے پاس خواہان بیعت آوے تو آپ اول اس کا امتحان اس صورت سے فرمایا کریں کہ بھائی فقیری میں سخت صعوبتیں ہوتی ہیں اگر گوارہ ہیں تو اول بازو پر داغ حسب الارشاد حضرت سید جلال لگواؤ اور بعدازاں نام طالبی زبان پر لاؤ۔ اگر اس تکلیف کو بفرحت تمام منظور کرے تو بے شک خادم بنا لیا کرو الا خودبخود واپس ہوجائے گا۔

القصہ بعدازاں وہ حضرت اسی طرح سے کرتے رہے ازانجا کہ خدام ان کے زاں پس بھی بکثرت ہوئے اور ان پر یہ عمل ہوتا رہا اس باعث سے یہ رسم ایسی پختہ ہوئی کہ الی الیوم اس سلسلہ جلالیہ میں مروج ہے۔ اب بوقت بیعت بجائے اشرفی پیسہ گرم کر کے بازو پر لگاتے ہیں۔ اور یہ بھی ان لوگوں میں حکم ہے کہ روپیہ کوئی فقیر اپنے پاس جمع نہیں رکھتا۔ ان میں اکثر ایسے لوگ بھی ہیں کہ بعد بیعت کاروبار دنیاوی میں مشغول رہتے ہیں، مگر ان میں بھی یہ رسم ہے کہ بعد سال اگر کچھ اخراجات ضروریہ سے باقی رہے تو اس کو حضرت دودہ حقانی صاحب کی مزار پر بطریق نذر ارسال کردیتے ہیں۔ فقط۔

یہ جو مشہور ہے کہ یہی فقیر جلالی چھل تی ہے یہ داخل سخن ہندی جھولان پنجاب ہے۔ اگلے زمانہ میں اس سلسلہ کے فقیر عارف باللہ ہوتے ہونگے۔ اب فی زمانا تو جو فقیر اس سلسلہ کا نظر آتا ہے مجہول مطلق اور حیوان لاعقل ہوتا ہے۔ البتہ اگر بازو پر مہر لگانے سے عرفان ہوجاتا ہو تو مضائقہ ندارد۔

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر و شیر

احوال مکان مزار حضرت پیر غازی المشہور پیر غیب

(ص ۲۴۸) شرق رویہ سڑک واقع گیند گھرا لمشہور کمپنی باغ و برف خانہ و جنوب و غرب رویہ خانقاہ حضرت داتا گنج بخش و شمال رویہ امام باڑہ ایک بڑا سایہ دار درخت پیپل کھڑا ہے اس کے نیچے ایک بلند چبوترہ پختہ جس کے اوپر پانچ سیڑھیاں چڑھ کر قبر چونہ گچ

Marfat.com

اور اس کے گردو نواح ڈیڑھ فٹ اونچا تھڑہ خرد جس میں طاقچہ چراغدان بنے ہوئے ہیں۔ اور سرہانے کی طرف بھی ایک بلند مدور چراغدان خشتی جس میں چودہ چراغ رکھنے کے طاقچے موجود ہیں۔ اس تھڑہ کے نیچے سرہانے کی طرف شمال رویہ چاہ اور ایک نشان مسجد بوسیدہ بے سقف ہے۔ مرمت اس چاہ و مسجد کی رحمت نام شخص ٹھیکہ دار نے عرصہ سات آٹھ سال سے کرائی ہے۔ پہلے یہ چبوترہ صرف ریختہ کا تھا اور ہمیشہ باوقات مختلفہ مرمت اس کی ہوتی رہتی تھی۔

اول گرد و نواح اس کے زیر چبوترہ ایک بڑا چبوترہ پختہ تھا' اب مسمار ہوگیا ہے۔ شرق رویہ قدیمی کوٹھ بھی تھا' مگر اب وہ موجود نہیں۔ بعہد شاہان سلف یہاں ایک شیش محل تھا جس کی بنیاد اور کچھ کھنڈر فی مابین مکان مزار حضرت داتا گنج بخش اور امام باڑہ کے دکھائی دیتے ہیں۔ قدیم سے اس نواح کا نام شیش محل مشہور ہے۔

ابتدائی حال

اور حال ابتدائی ان کا یہ ہے کہ جب باغ زیب النساء بیگم' جس کا ایک دروازہ چوبرجی لب نالہ دریا واقع ہے' بننے لگا' تو اس کی دیوار شمالی یہاں تعمیر ہونے لگی۔ قدرت الٰہی سے دن کو دیوار بناتے تھے اور رات کو مسمار ہوجاتی تھی۔ حتیٰ کہ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔ بادشاہ نے ایک بڑا جلسہ علماء و فقرا کا کر کے یہ حال ظاہر کیا تو تمام لوگوں نے یہ مقرر کیا کہ یہاں کسی ولی بزرگ کی قبر ہوگی' مناسب ہے (ص ۲۴۹) کہ اس کی قبر یہاں بنا دو' چنانچہ تاحال نشان اس بنیاد کا موجود ہے تب سے یہ قبر بنی ہے اور نام اس کا پیر غازی رکھا گیا۔ چونکہ یہ حال غیب سے ظاہر ہوا اس واسطے اس قبر کو لوگ پیر غیب کی قبر کہتے ہیں اور اب تک منت ان کی جاری ہے۔

کرامت

اس قبر پر بہت آدمی واسطے زیارت کے آتے ہیں اور بہت آمدنی ہوتی ہے۔ اور کرامت ان کی یہ مشہور ہے کہ جن کے گلے پر ورم یا سوج ہوجاتی ہے تو وہ یہاں آکے ایک ڈھیلہ مٹی کا اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس مٹی کو اس جگہ پر پھیرتے ہیں' جب شفا ہوتی ہے تو ہموزن اس کے کوئی مصری کوئی شکر حسب المقدور مع زر نقد یہاں لاکر نذر کرتا ہے۔ اور ہمیشہ غلاف وغیرہ پارچات بطور نذر آتے ہیں۔ تمام لوگ اس خانقاہ کو بزرگ کر کے مانتے ہیں۔

Marfat.com

یہ مکان بھی بقبضہ مجاوران حضرت داتا گنج بخش ہے۔ جو آمدنی یہاں کی ہوتی ہے وہی لیتے ہیں۔ چنانچہ میاں علاؤ الدین و علی محمد اس پر قابض ہیں اور ہمیشہ ایک دو عورتیں مجاورہ یہاں بیٹھی رہتی ہیں جو یہاں سے ہمیشہ پرورش پاتی ہیں۔

احوال مزار کریم شاہ مرحوم

(ص ۳۹۰) گنبد ابوالحسن خان کے شرق رویہ مایل بشمال تھڑہ خانقاہ حضرت کریم شاہ صاحب کا ہے۔ یہ چبوترہ خشتی تا بسینہ بلند' مربع چار گز ہے۔ اس کے اوپر قبر پختہ۔ سرہانے چراغدان خشتی جس میں بارہ طاقچہ خرد اور ایک زینہ آمدورفت جنوب رویہ تھا' اب مسمار ہوگیا ہے۔ اس تھڑہ کے شرق کی طرف ایک اور تھڑہ ملحقہ تھڑہ ہذا ہے۔ اس پر بھی ایک قبر اور گوشہ بایب میں ایک کوٹھہ خشتی اب صرف ایک ایک دیوار جس کی کھڑی ہے۔ جنوب رویہ تھڑہ کے ایک اور تھڑہ بوسیدہ خشتی' اس پر پانچ قبریں نامعلوم الاسم۔ گوشہ گنی کی طرف دو کوٹھا بے سقف۔ ان کے شمال رویہ بطرف شرق و شمال قدرے دیوار ایک گز بلند کھڑی ہے۔ اس کے غرب رویہ پانچ قبریں اور ہیں اور گوشہ ایساں میں چاہ بے چرخی جسکا تھڑہ دو فٹ بلند مدورہ۔ اس مکان کو اگر مقبرہ ابوالحسن کے پاس کھڑے ہوکر دیکھیں تو یوں ہی درخت کیکر نظر آتے ہیں' مگر جب نزدیک جاویں تو یہ قبر معلوم ہوتی ہے۔

آگے بعد سکھاں یہاں بڑی رونق رہتی تھی۔ ایک دو فقیر بھی حاضر رہتے تھے اور نوبت نقارہ بھی بجتا تھا۔ فقط قاضیان لاہور ان کے خادم ہیں وہ ان کا میلہ بڑی دھوم دھام سے کیا کرتے تھے' مگر اب جب سے کہ بقضائے قاضی اکبر بیچارے مفلس ہوگئے ہیں یہ مکان غیر آباد ہوگیا ہے۔

مکان تکیہ مائی بھاگی شاہ

(ص ۲۱۴) یہ مکان شرق رویہ لاہور متعلقہ وضع میراں دی کھوھی ہے۔ اول یہاں تمام زمین ویرانہ غیر آباد تھی۔ بعد مہاراجہ دلی سنگھ و وزارت سردار جواہر سنگھ مائی بھاگی نے یہاں ایک چاہ بچہ قدیمہ بوسیدہ جاری کرایا اور بصرف زر خود ایک کوٹھہ خشتی بھی بنوایا اور مبلغ دو سو روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے یہ زمین ہموار کرائی۔ بعدازاں اپنے نواسہ الٰہی بخش کو اپنا خادم بناکر وہاں بٹھایا اور اس کا نام بدل کر درباری شاہ رکھا۔ یہ الٰہی بخش پہلے فوج ونتورہ صاحب میں برجمنٹ دیوا سنگھ منہالیہ بافسری میجر تھا۔ اس مکان میں قبل از تیاری مائی بھاگی شاہ تین قبریں خام گلی بوسیدہ' ایک نور شاہ فقیر اور دوسری میرن شاہ اور

Marfat.com

تیسری معصوم شاہ سیدان شمسی کی تھیں۔ ازانجا کہ بوقت مہاراجہ رنجیت سنگھ یہ مائی بھاگ مجذوبہ صاحب کمال مشہور تھی اور اکثر لوگ غربا اور امرا اس کی کرامت کے معتقد تھے لہٰذا قدرے حال اس کا لکھنا مناسب متصور ہوا۔

مائی بھاگی

واضح ہو کہ یہ مائی بھاگی قوم راجپوت منہاس سے ساکن قدیم موضع منگو تارو علاقہ بٹالہ کی تھی۔ بعمر ہفت سال کی ۱۲۰۱ ہجری میں شادی اس کی برادری میں ہوئی۔ بعد قحط سالی ملک پنجاب کی' جس کو ڈھائی سیرا کال کہتے ہیں' واقع ہوئی اور تمام ملک درہم برہم ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت ماں بیٹے کو نہ سنبھالتی تھی۔ یہ بھاگی مع والدہ اپنی' مسمات جیساں کے وٹالہ سے جلا وطن ہو آئی۔ اس وقت اتفاقاً" مسمی سندوک داس و آتما رام و پریتم داس مہنتان' کوہستان سے مع مجمع فقیران ہند امرتسر کو چلے آتے تھے۔ یہ بھی ہمراہ ان کے ہولئے اور گدائی کر کے اوقات بسری کرتے رہے۔ الٰہی شاہ نواسہ اس کا بیان کرتا ہے کہ کہا کرتی تھی کہ اس وقت میں پتوں کے دونے بنا کر ان مہنتوں کو دیا کرتی تھی اور وہ حسب معمول خود ان میں دال وغیرہ ڈال کر کھایا کرتے تھے اور اپنا پس خوردہ دے دیا کرتے تھے۔ جیساں والدہ اس کی تو بباعث سرما و گرسنگی راستہ میں مرگئی اور خود مائی بھاگی ہمراہ مہنتوں کے امرتسر آپہنچی۔ اور چندروز امرتسر میں رہ کر بعمر بارہ برس کے لاہور میں آگئی۔ اندرون دہلی دروازہ کنچنی بن بیٹھی۔ عالم جوانی میں اور حسن خداداد تھا۔ لوگ اس کی چاہ کرنے لگے۔ مسمی جانی غدمال سی تا مدت پندرہ سال دوستی اس کی رہی۔ پیشہ طوایفاں کرتی رہی۔ اس عرصہ میں اس کے پیٹ سے دو لڑکیاں' ایک بیوی جوائی اور دوسری نور بھری پیدا ہوئیں بعدازاں راجو بہل کہاری کے ساتھ رغبت دلی اس کی (ص ۷۱۵) ہوگئی۔ اس اثنا میں دو دختران مسماۃ مہرنشان اور ایک بیٹا نور محمد نامی پیدا ہوا۔ من بعد اس نے دو کانیں شراب فروشی کی ایک دہلی دروازہ کے اندر اور دوسری شاہ عالمی دروازہ جاری کیں۔ اس سے وہ مالدار ہوگئی۔دو لڑکیاں اور اس کے گھر میں پیدا ہوئیں۔ ایک جوائی اور دوسری نوری بھری۔ جوائی کی شادی موضع یکی نگر میں' جس کو اب جاہل آیا نگر کہتے ہیں مسمی بکھو ولد غلام کلال شراب فروش سے ہوئی اور نور بھری طوائف بن بیٹھی۔ بعد اس کے مائی بھاگی نے مجذوبہ ہو کر تمام مال ومتاع اپنا لٹا دیا۔ نور بھری کے شکم سے یہ الٰہی بخش جو اب مالک بنا ہے' پیدا ہوا۔ ہزارہا مخلوقات نقد جنس لے کر اس کی خدمت میں جوق در جوق بشوق تمام حاضر ہونے لگی۔ چند مدت کے بعد باہر شہر سے کبھی کھولہ ہائے نواحی شاہ بدر اور کبھی

Marfat.com

موضع محمود بوٹی میں رہنے لگی- پھر موضع خواجہ سعید میں سکونت اختیار کی- شدہ شدہ وہاں بھی قدرت الٰہی نمودار ہوئی کہ شہرہ اس کا مہاراجہ رنجیت سنگھ تک جا پہنچا حتیٰ کہ روپیہ لے کر وہ لہری بادشاہ حاضر الخدمت مائی بھاگی ہوا اور پہلی دفعہ پانسو روپیہ اس کی نذر میں پیش کیا اور پھر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو طالب دیدار جاتا اس کو اینٹیں مار کر ہٹا دیتی' چنانچہ مہاراج بھی کئی بار اینٹیں کھا کر اس مائی بھاگی کے آگے آگے بھاگے پھرتے- اکثر ارادت مندوں نے بھاگی کے آگے بھاگنے کو اپنا بھاگ تصور کیا اور جہاں شیر اور بھاگ ہوتے تھے مائی بھگی وہاں بھاگی جاتی تھی- اور جب مہاراجہ مرگن والے سال یعنی سمت ۱۸۹۰ میں بیمار ہوئے تو بارہا راجہ دھیان سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ حسب الطلب مہاراج اس کو بلانے آئے تو بہت نقد و جنس نذرانہ کیا' مگر وہ ان کے ساتھ سرکار کے پاس نہ گئی- آخر مہاراجہ کھڑک سنگھ دن کو بجد ہو کر ہمراہ لے گئے تو وہ گیارہ روز تک سرکار کے پاس رہی اور حسب الحکم سرکار ضیافت طبع کے واسطے ناچ و ناپ ہوتے رہے- اتفاقاً" مہاراجہ رنجیت سنگھ کو گونہ آرام ہوگیا- اس کے شکریہ میں ایک حویلی بصرف دس ہزار روپیہ مائی بھاگی کو کوٹ سعید میں بنوا دی- پھر تو اس کے یہاں تمام وزیر و امرا و غربا و جاہل و علما شب و روز زیارت باطنی کے واسطے حاضر ہونے لگے اور بسبب اس کے خود حاکم وقت اس کا معتقد ہوا آوازہ کرامت و خوارق اس کا دور دور تک پہنچا اور بہت لوگ اس کی تعریف سے رطب اللسان و عذب البیان ہوے- اور مائی بھاگی ہر چند لوگوں سے بھاگتی تھی- لیکن لوگ اس کا پیچھا نہ چھوڑتے تھے اور رات دن لوگوں کا ہجوم اس کے پاس رہتا تھا- بہت امرا اور روسائے لاہور مثل راجہ دینا ناتھ' سرداران سندھاں والیہ اور راجہ دھیان سنگھ وغیرہ اکثر اشخاص اس کے پاس آمدورفت رکھتے تھے- راجہ دینا ناتھ کو مائی بھاگی نے سن اٹھارہ سو اٹھتالیس عیسوی میں کہا: کہ ہم کو مکان تکیہ بنوا دے اس نے یہ مکان بنوا دیا-

(ص ۷۱۶) یہ مائی بھاگی سن بارہ سو چھیاسٹ ہجری مقدسین بتاریخ دھم ذیقعد رونمائے عالم بالا ہوئی- فقط-

عمارات

(ص ۷۱۵) گرد و نواح چار دیواری خشتی' جس کی (ص ۷۱۹) پٹڑی سفید چونہ گچ- طول و عرض سو گز مربع- ارتفاع اڑھائی گز- اب وہ چار دیواری گر گئی اب صرف چبوترہ خشتی موجود ہے جس کا طول پچیس اور عرض بیس اور ارتفاع دو گز- چبوترہ کے چار طرف ایک دیوار مرتفع بطرف جنوب و شرق و شمال زینہ مدور خشتی- اس ثمرہ پر جب زینہ شرق سے

Marfat.com

چڑھیں تو شمال کی طرف تین کوٹھہ خشتی ان کوٹھوں کے آگے چاہ چرخی دار۔ اس کے غرب رویہ کی طرف چار دیواری جس کا طول پانچ اور عرض تین گز اور ارتفاع دو فٹ۔ اس میں چار قبریں چونہ گچ۔ ایک مائی بھاگی' دوسری نور بھری اس کی دختر جس کا بیٹا الٰہی شاہ قابض مکان ہے' تیسری نورا ابن مائی بھاگی چوتھی الٰہی شاہ کی۔ چار دیواری کے شمال کی طرف ایک اور چار دیواری خشتی جس کا طول و عرض سات گز مربع' ایک گز مرتفع۔ اس میں بطرف غرب ایک قبر سائیں بوری شاہ قادری کی جو بہت اچھا فقیر' سراپا نور محلہ نوگھرا میں رہا کرتا تھا۔ اس چار دیواری کے اندر ایک اور چار دیواری خرد۔ اس میں دو قبریں ایک معصوم شاہ اور دوسری میرن شاہ سیدان شمسی کی۔ جنوب رویہ اس کے ایک چاہ چرخ چوب والا۔ زمین متعلقہ اس کے تین بیگھہ مزروعہ سرکار سے واگزار تا قیام مکان۔

باجلاس مسٹر اجرٹن صاحب بہادر سادات شمسی نے اس مکان کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر خارج ہوا۔

اس تکیہ میں اشجار مفصلہ ذیل ہیں۔ شریہنہ ۱۵۔ گوندایاں ۷۔ کیکر ۱۷۔ برنا ۱۔ بوڑھ ۱۔ بکاین ایک ۔ لسوڑہ ایک مٹھ و سنگترہ (تعداد نہیں دی) بقیہ ربیل و چنبہ (تعداد نہیں دی)۔

احوال تکیہ ولن شاہ

(ص ۳۳۰) جو بطرف شرق کوٹھی آغا صاحب اور ڈاک بنگلہ لاہور کے واقع ہے۔ اس کان کے شرق رویہ تمام چنگڑ لوگ بستے ہیں۔ گرد و نواح اس کے چار دیواری خام اور بیچ میں جنوب رویہ اکھاڑہ گلاب سنگھ پہلوان کا۔ اور اکھاڑہ کے شرق کی طرف ایک چاہ پختہ خشتی مع چرخی اور چاہ کے شمال رویہ دو کوٹھہ ایک دو دھنہ دوسرا ایک دھنہ جس کے اندر کوٹھریاں نہی ہیں اور ان کوٹھریوں کے شمال و شرق رویہ ایک اور گوشہ بوسیدہ۔ اور دیوار شرقی کے غرب رویہ ایک چبوترہ نشان مسجد پختہ چونہ گچ اور گوشہ گنی میں ایک چبوترہ جس کا دروازہ چوبی چوکھٹ والا جنوب رویہ دو زینہ چڑھ کے ہے اوپر چبوترہ کے چار دیواری ایک گز بلند' چونہ گچ' سرہانے چراغدان۔ اس میں ایک سل سنگ مرمر کی نصب۔ اس میں یہ شعر کندہ ہیں :

ہست ورد زبان کریم اللہ
کلمہ لا الہ الا اللہ
بہر تاریخ انتقالش ہو

سر دین خدا۔ کریم اللہ

از فرید:

چون عنصر ملکوتی اور مظہر حق بود
ہم سال وصالش تو بجو مظہر حق بود

اور اس سنگ کے گوشہ میں یہ تحریر ہے:

مقولہ فرید الدین لاہوری ۱۹۶۵

اس چبوترہ پر دو قبریں ہیں ایک میاں کریم اللہ کی اور دوسرے اس کے بیٹے رحیم بخش خلیفہ کی' جو اس نے اپنے واسطے بنوائی تھی' مگر وہ بموجب حکم سرکاری میانی میں دفن ہوا۔ اور اکھاڑے کے شمال رویہ ایک چبوترہ خشتی پختہ سفید چونہ گچ پر' جس کے سرہانے چراغدان پختہ کھڑا ہے' قبر ولن شاہ کی۔ یہ بعہد شیر سنگھ فوت ہوئے ہیں اس قبر کے سرہانے کی طرف شمال رویہ ایک اور چاہ پختہ چرخی دار ہے۔ یہ چاہ بنیہ ولن شاہ ہے۔ چاہ کے شرق رویہ تین قبریں فقیروں کی ہیں اور کوٹھریوں کے شمال رویہ ایک قبر خام سریری شاہ سید کی ہے اور درخت تمام خرد کلاں ایک سو چالیس پھروانہ' گونڈی' برنا' پیریاں' جامن' دھریک' انار وغیرہ ہیں۔ اب یہاں مرید ولن شاہ کے دو فقیر رہتے ہیں۔ ایک حضوری شاہ اور دوسرا الٰہی شاہ۔ مگر مالک حضوری شاہ ہے۔

احوال مکان امام باڑہ

(ص ۲۴۰) یہ مکان جنوب رویہ خانقاہ جناب پیر علی گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے آگے واقع ہے۔ اول یہاں بڑا بھاری قبرستان تھا۔ (ص ۲۴۱) ابتدا میں یہ مکان یوں بنا کہ سمت ۱۸۸۵ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک سال تعزیہ نکالنے شہر میں قصبا" موقوف کر کے منادی کرا دی کہ جو کوئی تعزیہ نکالے گا سخت سزا یاب ہوگا۔ تب سید گامے شاہ نے یہاں تعزیہ بنوایا اور ماتم کرایا۔ جب رتن سنگھ گرجا گیہ نے' جو عدالتی شہر لاہور کا تھا' سنا تو اس نے اس کو گرفتار کر منگوایا اور ضرب و شلاق کرائی۔ کہتے ہیں کہ بوقت شب (ص ۲۴۲) اس کو کچھ خوف آیا اور اس باعث سے اس نے اس سید کو کچھ نذر دے کر رہا کر دیا تب سے یہ مکان مشہور ہوا ہے۔ (ص ۲۴۰) آگے اس سے فی مابین مکان امام باڑہ و خانقاہ داتا صاحب عہد شاہان سلف سے بدررو آب ریز شہر لاہور کا جاری تھا' چنانچہ چندے عملداری سرکاری انگریزی بھی جاری رہا۔ اب بتجویز صاحبان میونسپل کمیٹی یہ بدررو مسدود ہوا۔

پیر بھاون بہشت

Marfat.com

اول یہ مکان پیر بھاون بہشت کا مشہور تھا- چنانچہ اس میں اب بھی شمال رویہ گنبد امام باڑہ قبر خام ان کی موجود ہے- مشہور ہے کہ یہ صاحب ہمراہ داتا صاحب کے تشریف لائے تھے (ص ۲۴۲) اور ان حضرت کا ایسا جذبہ تھا کہ اگر اس راہ سے کسی ہندو کا جنازہ جاتا تھا تو اس کو آگ نہ لگتی تھی اور سر کی طرف قبر کے ایک چھوٹا سا حوض تھا اور دیوار قبر میں ایک سوراخ تھا- وہاں سے خود بخود شہد برآمد ہوتا تھا اور ہر مرض کا مریض اس سے شفایاب ہوتا تھا- جب لوگ اس شہد کو جمع کرنے لگے تو شہد موقوف ہوا اور دودھ نکلنے لگا- پھر بابتدائے عملداری سکھاں پانی نکلتا رہا پھر وہ بھی موقوف ہوا حتیٰ کہ خشت فروشان ناخدا ترس نے وہ چبوترہ اور قبر گرا دی- اب قبر خام موجود ہے-

سید گامے شاہ

(ص ۲۴۰) یہ شخص مذہب شیعہ رکھتا تھا اور تمام عمر مجرد رہا اور شہر والے لوگ جو اہل سنت و جماعت تھے سب اس سے عداوت رکھتے تھے' چنانچہ بعہد میجر میگریگر صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور ایک دفعہ یہاں بروز عشرہ محرم بڑا دنگا و فساد ہوا اور بہت اشخاص مجروح ہوئے اور اس گامے شاہ کو بہت ضرب و شلاق ہوئی اور لوگوں نے کوٹھہ گامے شاہ کا گرا دیا اور چاہ واقع مکان ہذا کو بھر دیا اور اس گنبد کے بھی تمام کنگرے گرا دیے تھے اگر اس روز سرکار حفاظت رعایا نہ کرتی تو فتور عظیم برپا ہو جاتا- میرے دیکھنے کی بات ہے (ص ۲۴۱) کہ اس روز اچھے اچھے ذی عزت عہدہ دار لوگ جو نقارے کی چوٹ شیعہ تھے چھپتے پھرتے تھے- فقط-

عمارات

(ص ۲۴۰) چاروں طرف اس مکان امام باڑہ کے چار دیواری خشتی پختہ' جس کے نیرے سفید چونہ گچ ہیں' موجود ہے- اس چار دیواری میں دو دروازے آمدورفت کے ہیں' ایک شمال رویہ اور دوسرا شرق رویہ- دم تحریر ہذا ان دونوں دروں میں صرف چوکھٹیں لگی ہوئی ہیں اور طاق تختہ ندارد- یہ چار دیواری طولانی ہے اور اس میں بہت سے درخت کیکر و پھروانہ و دھریک و برنا و توت و بیر وغیرہ گل بوٹہ موجود ہیں- اس چار دیواری میں شرق رویہ گنبد امام باڑہ' بنوایا ہوا سید گامے شاہ' عرصہ پچاس سال سے موجود ہے- صورت اس کی یہ ہے کہ نیچے تہ خانہ اور اوپر اس کے بارہ دری' بارہ در محرابی والی اور اوپر اس کے

Marfat.com

گنبد سفید جس کے چاروں طرف پنجرہ خشتی۔ اور اس بارہ دری کے دو درجہ ہیں۔ باہر کے درجہ کے تو بارہ دروازے اور اندر کے درجہ کے چار در اور چھت کے چاروں کونوں پر چار چھوٹی چھوٹی برجیاں اور جنوب رویہ ایک مکان مسقف جس کا دروازہ غرب رویہ مع طاق تختہ چوبی۔ یہ دروازہ تہ خانہ کا راہ ہے۔ سات زینہ اتر کے نیچے جاتے ہیں اس میں ایک تعزیہ ہمیشہ زیارت کے واسطے رکھا رہتا ہے اور یہیں قبر سید گاے شاہ بانی کی اب عرصہ پانچ سال سے بنی ہے۔ (ص ۲۴۱) اس سردخانہ کے مشرق و جنوب کی طرف دو روشن دان ہیں۔ فرش اس کا پختہ اور سقف قالبوتی گلکار چونہ گچ۔ زینہ اتر کے بائیں طرف ایک اور در محرابی اور جنوبی و شمالی دیوار اندرونی میں تین تین محراب اور شرقی و غربی میں ایک ایک۔ اندر والے میانہ گنبد کے نیچے جس کے گرد و نواح میں یہ آٹھ در ہیں' ایک چبوترہ خشتی۔ اس پر تین قبریں جن پر تعزیہ رکھا رہتا ہے۔ شرق رویہ قبر گاے شاہ کی اور بقیہ قبریں و غمی' یعنی اصل میں قبریں نہیں برائے نام قبریں بنائی گئی ہیں۔ اور ہر چہار طرف گرد و نواح تہ خانہ میں طاقچہ ہیں۔ مکان خرد مگر نہایت مصفا و نمدار۔ بالائی بارہ دری میں بھی سقف قالبوتی اور غرب رویہ باہر بارہ دری کے ایک چھپراور اس کے نیچے قبر زوجہ نواب علی رضا خان صاحب بہادر کی جس میں بطور امانت لاش رکھی گئی ہے۔ اور ماسوا اس کے چند قبور۔ شمال رویہ اور بھاون بہشت کی بھی قبر موجود ہے۔ اسکے غرب رویہ اور دیوار متصلہ بدررو کے جنوب رویہ ایک چاہ پختہ چرخی دار ہے۔ اور روبروئے اس گنبد کے ایک کوٹھہ جس کے شرق و غرب رویہ دو در ہیں مع طاق تختہ چوبی۔ اور اس کی میانہ دیوار میں دو در۔

اب یہ مکان نواب علی رضا خان صاحب کی طفیل سے' کہ وہ بھی مذہب امامیہ رکھتے ہیں' رونق پر ہے اور انہوں نے ہی چار دیواری اور کوٹھہ بنوا دیا ہے۔ اور بوقت بلوہ ڈپٹی کمشن میگریگر صاحب بہادر جو عمارت مسمار ہوئی تھی اب وہ سب عمارت نواب علی رضا خان صاحب نے عرصہ چار سال سے بنوا دی۔ ہنوز جنوب و شرق رویہ دیوار کے بیرے سفید نہیں ہوئے مگر اب ارادہ ان کا ہے کہ بنوا دیں۔ اب یہاں سید حاکم شاہ صاحب بھاکری رشتہ دار گاے شاہ کے سکونت پذیر ہیں اور رات دن یہاں ہی رہتے ہیں اور نواب صاحب چارروپیہ ماہیانہ ان کو دیتے ہیں۔ محرم شریف میں اسپ ذوالجناح' جو امامیہ لوگ نکالتے ہیں یہاں آتا ہے۔ مفصل حال اس کا کتاب یادگار چشتی میں مندرج ہے۔ جو چاہے اس میں دیکھ لے۔

احوال تکیہ چھلے شاہ

Marfat.com

(ص ۲۴۱) باہر بھاٹی دروازہ کے شرق رویہ اس سڑک کے جو انار کلی سے شاہدرہ کو جاتی ہے اور بالمشافہ باغ نواب امام الدین خان کے ایک چار دیواری جس کی دیوار شمالی خراب ہوگئی ہے' واقع ہے۔ راہ آمدورفت جنوب کی طرف سے یہ مکان جھلے شاہ فقیر مجذوب کا ہے۔

فقیر جھلے شاہ

اور یہ فقیر اس فقیر راقم الحروف نے بھی دیکھا ہے۔ ضعیف مرد' سر پر تاڑا چمڑے کا رکھتے تھے اور شہر کے لوگ' خاص کر کے فقیر صاحبان ان کا بڑا ادب کرتے تھے اور یہ تکیہ بھی فقیر نور الدین صاحب نے بنوا دیا تھا۔ اس میں سائیں جھلے شاہ نے ایک قبر وضع بنائی ہوئی تھی۔ خدا جانے اس قبر کے بنوانے میں ان کا کیا منشا تھا اور خود جھلے شاہ موضع کوٹلی میں' جو متصل سیالکوٹ ان کی جاگیر تھی جاکر فوت ہوا۔ اور وہیں ان کی قبر بنی۔

شاکر شاہ کمہار

اور بعد سکھاں یہ ہی مکان شاکر شاہ کمہار کا تھا اور اس کمہار کا نام کونڈے گلی بنانے میں بڑا مشہور تھا۔ چنانچہ اب تک شاکر شاہی کونڈا لاہور میں مشہور ہے۔ قیمت اس کی بھی فی کونڈہ دو آنے ہوتی تھے۔ پہلے اس کی بھٹی و مکان وغیرہ یہیں تھا۔ پھر بعد کھڑک سنگھ اندرون بھاٹی دروازہ آرہا اب فقیران کا بیٹھتا ہے۔ اور پوتا شاگرد شاہ کا بوٹا نام شخص موجود ہے۔

یہاں آگے قبرستان تھا وہ سڑک میں آگیا۔ بزمانہ گذشتہ یہاں باغ تھا اور مکان شاکر کمہار بھی یہاں ہی تھا اب نام و نشان اس کا نہیں رہا۔ فقط

عمارات

شرق رویہ ایک کوٹھہ خشتی۔ در اس کا غرب رویہ طاق تختہ چوبی اور غرب رویہ ایک دالان سالم اور اس کے شمال رویہ ایک کوٹھری خشتی' جس کی چھت مسمار ہوگی ہے۔ گوشتہ غربی و شمالی میں ایک چاہ پختہ چرخی دار اور ایک مسجد چار دیواری والی سفید موجود ہے اور درمیان میں ایک چبوترہ پر زیر درخت گوندی تین قبریں۔ ایک پیر زمان شاہ کے نبیرہ کی اور دو نامعلوم الاسم اور جنوب رویہ اس کے دکان ہیزم فروش ہے اور چند درخت گوندی و بیرو کیکر و ہم پیپل و شیشم موجود ہیں۔ یہاں اب ایک فقیر قادر شاہ نامی لنگڑا رہتا ہے اور وہ کہتا

Marfat.com

ہے کہ میں خادم ظہور الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر سیالکوٹ کا ہوں۔

اور غرب رویہ اس چاری دیواری کے مکان کوٹھ و دالان فقیر فتح شاہ کا۔ اس نے خود یہ مکان بنوایا ہے۔ مدت بھر یہاں رہتا رہا۔ اب عرصہ آٹھ سال سے مصر میگھ راج و میلا رام نے یہ کوٹھ بنوا دیا اور غرب رویہ ایک قبر پختہ بی بی بکھاں (ص ۲۴۴) صاحبہ سید زادی کی عہد شاہجہان بادشاہ کی ہے۔ اور چاہ پختہ بھی قدیمی ہے' چنانچہ اب تک جاری ہے۔

مکان جھلے شاہ کے دیوار بدیوار کوٹھ فقیر گلو سائیں کا ہے اور آگے اس کے چاہ و غسل خانہ مبینہ شاکر شاہ کمہار کا ہے اور اس کے اوپر پیپل کا درخت ہے۔ اول چاہ و غسلخانہ و کوٹھ فقیر گلو شاہ ہے بعدازاں کوٹھ خام شیر علی فقیر۔ یہ اب عرصہ چند سال سے آبیٹھا ہے۔

ذکر مکانِ حضرت دوری شاہ رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۷۰۲) یہ مکان بطرف گوشہ ایساں مقام خرودگاہ ریلوے سے اور باغ بھگت رام کے عنقریب بگوشہ بایب شمال رویہ اس راہ کے جو راستہ قدیمی شاہی لاہور سے شالا مار کو جاتا ہے' واقع ہے۔

تکئے کے ابتدائی حالات

(ص ۷۰۳) حضرت دوری شاہ صاحب کی بیعت بخدمت سراپا برکت حضرت حاجی جمیعت صاحب مرحوم تھی اور حال ان کا حال حاجی جمیعت صاحب اور مکان قدم رسول میں مفصل درج ہے۔ یہ حضرت عہد شاہجہان میں وارد لاہور ہوئے۔ حضرت دارا شکوہ آپ کی خدمت میں ارادت کلی رکھتا (ص ۷۰۳) تھا۔ بلکہ اس وقت میں آنحضرت کو مادھو ثانی کہا کرتے تھے۔ جب بتاریخ ۱۴ ماہ رجب سن ایک ہزار پچاس میں رہگرائے عالم بقا ہوئے اور حضرت ہمراہ شاہ خادم ان کے سجادہ نشین ہوکر مسند خلافت پر بیٹھے تو منجانب خان خاناں ناظم لاہور واسطے آسائش فقرا کے سو بیگھ زمین مزروعہ بنام ان کے تا قیام خانقاہ واگذار ہوئی۔ بعد وفات حضرت ہمراہ شاہ صاحب کے روشن شاہ خادم انکے مجرب مستانہ وش ہوئے۔ ان کو شق گلزار بدرجہ کمال تھا۔ انہوں نے گرد و نواح مزارات کے گل بوٹہ اور اشجار ثمر نصب کرائے اور بدست خاص چند درخت ونوں کے لگائے کہ جس میں سے تاحال چار درخت ون قدیمی موجود ہیں۔ تا عہد خان بہادر یہ مکان بدرجہ کمال آباد رہا اور پھر

Marfat.com

بحالت طوائف الملوک کے ویران۔ بعد ازاں بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب جب دیوان کرپا رام نے زور پکڑا اور یہاں باغ اپنا بنایا' حسب رواج عملداری سکھاں تمام زمین مشمولہ خانقاہ' جو قدیم سے واگزار تھی' بحالت ویرانی اپنے قبضہ میں کرلی۔ اس واسطے یہ مکان غیر آباد رہا اور کسی نے اس پر توجہ ہی نہ کیا نہ اس وقت کوئی فقیر صاحب ہمت یہاں تھا۔ کارگذاران دیوان نے مزار کو بھی نابود کردیا۔ جب یہ بے ادبی بنسبت مزار سرزد ہوئی تو نقل مشہورہ ہے کہ دیوان مذکور کو بوقت شب عالم رویا میں بدرجہ کمال ہیبت آئی۔ یعنی کوئی شخص مہیب صورت کہتا ہے کہ یہ مزار بزرگ ولی کی ہے۔ جب صبح ہوئی تو نذر مناسب لے کر خود حضرت کی مزار پر حاضر ہوا اور ایک فقیر مسمی گلاب شاہ کو یہاں خدمت کے واسطے مقرر کیا۔ بعدازاں بڑا طولانی باغ تیار کرایااور اب باغ کے اندر بطرف شمال ایک گاؤں مسمی سلطان پورہ آباد ہوگیا ہے۔ اس وقت یہاں جنوب رویہ باغ ہذا ایک بزار بھی بنام نہاد بازار کرپا رام آباد ہوا تھا۔ سبحان اللہ! ایک وہ وقت تھا کہ کہیں گرنتھ کھلا ہوا تھا' سکھ باادب تمام پڑھ رہے ہیں اور کہیں دوکانات سجی ہوئی تھیں۔ بایب کی طرف ایک تالاب عالی شان جس کے عین میانہ میں ایک بارہ دری تاحال موجود۔ ماسوا اس کے کئی شوالے اسی باغ میں تعمیر کرائے۔ اب وہ مقام عبرت ہے کہ وہ تو مرگیا اور باغ ویرانہ سا پڑا ہے ۔ الغرض وہ فقری چند روز وہاں بیٹھ کر کافور ہوگیا۔ پھر دیوان کرپا رام کو یہ تلاش ہوئی کہ کوئی فقیر صاحب ہمت یہاں بیٹھے۔ تلاش کرتے کرتے سائیں تبرک حسین المشہور جھمکے شاہ خادم صوبے شاہ سجادہ نشین حضرت مادھو لال حسین کو بلا کر بالتجائے تمام دیوان نے کہا : کہ آپ یہاں بیٹھیں اور اس مکان کو آباد کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مزار حضرت مادھو لال حسین رہا کرتے ہیں اور وہاں ہم نے بصرف خود مکان ثبوت شاہ والا اپنے رہنے کے واسطے تعمیر کرایا ہے' ہمیں معاف رکھ۔ پھر دیوان مذکور نے کہا : کہ آپ (ص ۲۰۴) یہاں رونق افزا ہوں میں آپ کو کچھ ماہواری اور خوارک دو وقتہ اور پارچہ شش ماہی و خرچ تیل وغیرہ دیا کروں گا اور ہمیشہ بروز پنجشنبہ ناچ طوائفاں کرانا اور پنڈھارہ عرب حضرت کا میرے ذمے رہے گا۔ انہوں نے یہ امر قبول کرلیا اور وہاں ہو بیٹھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت وہاں ایک گوشہ خرد پرانا سا تھا۔ دیوان کرپا رام نے چبوترہ مزار حضرت دوری شاہ صاحب کا پختہ بنوا دیا۔ اور دیوان مذکورنے حد مکان ہذا بھی اپنے باغ سے علیحدہ کردی۔ بعدازاں تاحین حیات دیوان کرپا ارام ہمیشہ بروز پنجشنبہ مجرے ناچ راگ ہوتا رہا۔

بعدازاں جب کرپا رام کے سر سے رام کی کرپا ہٹ گئی اور سلطنت سکھاں میں بھی

Marfat.com

گونہ فتور پڑنے لگا تو یہ جھکے شاہ کہیں سیر کو چلے گئے۔ بعدازاں جب آئے تو یہ صورت رہی کہ کبھی وہ یہاں آرہتے اور کبھی مزار حضرت مادھو لال حسین بخدمت مسماۃ مائی صاحب جان محبوبہ و منکوحہ صوبے شاہ مرشد خود چلے جاتے۔ جب وہ مائی فوت ہوگئی اور پنجاب میں عملداری سرکار گردوں وقار انگریزی قائم ہوکر بندوبست قانونی بھی ہوگیا تو پھر یہاں آکر ہمہ تن مصروف آبادی ہوئے۔

جھکے شاہ

یہ جھکے شاہ قدیم ساکن قصور قوم گلگو مادر زاد تارک الدنیا فقیر ہے۔ یہ جھکے شاہ بطور اور گداؤں کے ٹکر گدا فقیر نہیں۔ اگرچہ گدائی کرتا ہے لیکن وضع داری سے حسب الضرورت ایک دو روپیہ مانگ لاتا ہے اور بہت آسودہ گذران کرتا ہے۔ عرس حضرت کا مع پنڈھارہ اور گدائی کر کے مکان بھی بنوانا شروع کیا۔ اتفاقاً" اس اثنا میں مسماۃ نامی طوائف' جو بعہد مہاراجہ بڑی نامور عورت تھی جس کو انہوں نے والدہ دینی بنایا ہوا تھا' گردش فلک سے نابینا ہوگئی۔ جھکے شاہ نے اس کو کہا: کہ اے مائی تو تن تنہا اور نابینا ہوگئی۔ اب یہاں تیرا کوئی پانی دینے اور خدمت کرنے والا نہیں۔ تجھے لازم ہے کہ میرے پاس چل رہ۔ اس نے قبول کیا ور اس مکان پر آبیٹھی' چنانچہ اب تک موجود ہے۔ چونکہ کاسہ عمر اس کا بباعث معمری لبریز نظر آتا تھا اس نے زر موجودہ اپنا للہ اس مکان پر لگانا شروع کیا۔ یعنی کچھ تو پنڈھارا حضرت میں خرچ کیا اور بقیہ سے چوکھنڈی مزار حضرت کی ازسرنو بنوائی اور ایک دالان اور دو کوٹھے عمارت خشت پختہ مسقف مرتبہ مع چار دیواری دو در گنبدی دار بھی جو اب بھی موجود ہیں بنوا دی۔ فقط۔ باہر سے یہ مکان بطور مکان دنیا دار دیکھ پڑتا ہے۔

حال عمارت موجودہ

(ص ۷۰۶) جب لاہور سے بطرف باغ راجہ دینا ناتھ یا مکان جھولن شاہ صاحب جاویں تو شمال رویہ باغ دیوان کرپا رام پہلے برسراہ مسجد مبینہ اہل خانہ کمترین آتی ہے۔(ص ۷۰۴) سن بارہ سو چوہتر ہجری سے راقم کی زوجہ منکوحہ نے ایک مسجد سہ درنہ عمارت خشتی پختہ چونہ گچ سفید مع چاہ خرد و غسل خانہ و حجرہ بنوا کر شامل اس مکان کے کردی ہوئی ہے۔(ص ۷۰۶) بروقت تعمیر تاریخ اس کی مفتی غلام سرور صاحب نے یہ تحریر فرمائی۔

زوجہ	نور	احمد	چشتی
چون	بپاراست	مسجد	رعنا

Marfat.com

گفت سرور بسال تعمیرش
اے بگو خانہ خدا زیبا

اور جناب والدم نے یہ تاریخ عنایت کی:

جو مسجد غسلخانہ چاہ و حجرہ را بفضل حق
عمارت کرد زوجہ نور احمد متقی بودہ
سروش غیب از راہ تلطف با من یکدل
خی این مسجد شہ بیگم عالی جاہ فرمودہ

چنانچہ یہ دونوں تاریخیں سنگ مرمر میں کندیدہ ہوکر نواح پیشانی مسجد پر نصب ہیں کہ مسجد پختہ خشتی سفید چونہ گچ- باہر مسجد کے سر راہ جنوب رویہ ایک غسل خانہ پختہ جس کے شرق رویہ کی طرف چاہ مع چرخی رواں- اب محاذی درو زہ مسجد کے ایک ڈیوڑھی ہے جس میں ایک دروازہ معمولی غرب رویہ اور ایک خرد بطور کھڑکی دیوار جنوبی میں- اس کے جنوب رویہ چار دیواری- اسکے اندر چند حجرے اور والان شرق رویہ بالائی حجرہ شرقی- ایک چوبارہ خشتی ہفت دریچہ والا سیر گاہ بہت عمدہ فقیر نے بنوایا ہے- بطرف شمال اس کے ایک مکان سرکشادہ' جسکے میانہ میں چوکھنڈی پختہ حضرت دوری شاہ کی مع قبر ہمراہ شاہ صاحب مرحوم- اس کے ساتھ بطرف غرب قبر فدوی کی زوجہ مرحومہ کی- اس کے ساتھ مایل بغرب قبر والدہ مرحوم اور اس کے ساتھ بطرف قبر ہمشیرہ مغفورہ کمترین کی- گرد و نواح چار دیواری پختہ- اس کے غرب کی طرف اور زمین ملحقہ مکان ہذا جس میں چند قبور خام- وہاں سائیں جھکے شاہ نے چند بیریاں پیوندی لگائی ہوئی ہیں- اس زمین کی بابت زمیندار لوگ بات چیت کرتے ہیں مگر فی الاصل زمین ملحقہ خانقاہ حضرت دوری شاہ ہے کیونکہ قبور بغیر زمین مزار حضرت کے مقرر نہیں ہوئی- اب انشاء اللہ اس چار دیواری کو مع قبور خاندان خود پختہ تیار کراؤں گا- اس مکان سرکشادہ کے گوشہ گلی میں' باہر سرراہ' ایک چاہ چرخ چوب والا تھا- چونکہ وہ پانی کم دیتا ہے لہٰذا تجویز ہے کہ اس کی اینٹیں نکلوا کر چاہ جدیدہ میں لگواؤں اور اس کو مسدود کراؤں-

قیام قبرستان خاندان مولف

(ص ۵۰۷) مدت مدید سے سائیں جھکے شاہ بانی مکان ہذا کی مجھ کمترین سے محبت تھی اور ہمیشہ وہ یہی دعا کرتے تھے کہ میں خبر گیران کا اور ان کے مکان کا رہوں- مجھ سے فرمانے لگے کہ مثل اس کے چاہ و مسجد و غسل خانہ و حجرہ متعلقہ مسجد مبینہ اہل خانہ تمہاری

Marfat.com

کا ہے اور کوئی خبر گیری ایسے مکانات کی نہیں کرتا۔ اب ہم کوئی دم کے مہمان ہیں، ایسا نہ ہو کہ بعد ہمارے کوئی اور اس مکان میں دست درازی کرے، تم اپنا گورستان بھی یہاں مقرر کرو۔ میں نے قبول کیا اور اس مکان میں بجلدوی اس مہربانی کے بندہ نے ان سے یہ اقرار کیا کہ جب تک آپ زندہ ہیں اس مکان میں بدستور بیٹھے رہیں۔ بعد وفات بندہ مراسم تجہیز و تکفین آپ کی خاطر خواہ ادا اور حتی المقدور فاتحہ ختم کرا چھوڑے گا۔ من بعد بخیال اس کے کہ اب گورستان متعلقہ روضہ حضرت شاہ ابوالمعالی واقعہ ٹیلہ شہید گنجی میں تدفین جدید بحکم سرکار ممنوع اور مسدود ہوگئی ہے اور حضرت بھی بجد (بضد) ہیں راقم کی والدہ اور ہمشیرہ شفیقہ اور زوجہ غریبہ وغیرہ لواحقین دور و نزدیک کی قبور وہاں تھیں، وہاں قبور پختہ بندہ نے بنوائیں خصوصاً" قبر سید بیگم منکوحہ راقم جو بتاریخ سوم ذوالحجہ ۱۲۷۸ ہجری فوت ہوئی تھی، تاریخ وفات اس مرحومہ کی مشفق مفتی غلام سرور صاحب نے یہ موزوں کر کے اس قبر پر لکھوائی تھی:

سید بیگم کہ بود تعریفش
نیک رو نیک خو و نیک سرشت

خوش لقا خوش زبان و روشن دل
بود منکوح نور احمد چشت

خوب سودای نیک شد از وی
نقد جان بذلہ بہشت بہشت

ای خداوند خالق دو جہان
عفو کن جرم او بعزت چشت

گفت سرور بسال ترحیلش
نیک شد ملکہ ملک بہشت

اور دوسری تاریخ جو خود راقم نے لکھ کر قبر پر تحریر کرائی تھی یہ ہے:

سید بیگم چونکہ آن شیرین خصال
زین جہان گردید مہمان بہشت

نیکی و خوش سیرت و صورت نکو
برد با خود جملہ سامان بہشت

داد گلہای الم بر جان خلق

Marfat.com

ہچو گل شد در گلستان بہشت

گفت با اہل جہان ہذا فراق
وصل شد با حور و غلمان بہشت

سال وصلش جست چون چشتی ز دل
گفت رضوان شاہ حوران بہشت

اور سوائے ان تاریخوں کے اور بھی بہت سے اشعار اس کے تعویذ قبر اور چبوترے پر لکھے گئے تھے۔ ماسوا اس کے پختگی قبضہ بھی مدنظر تھی اس واسطے بتاریخ ششم ماہ شوال المکرم ۱۲۸۱ مطابق پنجم مارچ ۱۸۶۵ بروز یکشنبہ تمام برادری وغیرہ کو جمع کر کے گورستان شاہ ابوالمعالی صاحب سے لاشیں نکال کر اس مکان پر لے آئے اور بطرف غرب چوکھنڈی حضرت دوری شاہ کے صندوق ہائے چوبیں میں دفن کیا۔ اس معاملہ میں بہت سا روپیہ خرچ ہوگیا۔ الحمد اللہ والمنت کہ خوب جگہ باعزت (ص ۷۰۴) و حرمت ان کے نصیب ہوئی اور خدا میرے بھی نصیب کرے کہ اپنی والدہ کے قدموں میں جگہ پاؤں۔

جب فقیر نے قبور یہاں بنوائیں تو ایک تاریخ اس معاملہ کی مشفقی غلام سرور صاحب خزینۃ الاصفیا و گلدستہ کرامت نے حسب مہربانی قدیمہ موزوں فرمائی۔ فہو ہذا:

چو نقل مکان سید بیگم نمود
خوش آرام گاہ عجب نیک یافت

دلم گفت در سال تدفین او
بگو خوابگاہ عجب نیک یافت

علاوہ ازیں مفتی صاحب موصوف نے لفظ مدفن مستورات سے تاریخ سن ایک ہزار دو سو اکاسی نکالی ہے۔ چونکہ بالفعل یہاں قبور مستورات کی ہوئی ہیں لہذا یہ مکان مدفن مستورات ہی ہے۔ اصلی تاریخ وفات زوجہ مرحومہ بندہ کی ۳ ذی قد ۱۲۷۸ ہجری اور والدہ فقیر ۳ شوال بارہ سو پچاس بروز بسنت اور ہمشیرہ فقیر ۱۲ رمضان ۱۲۵۹ ہجری ہے اور یہاں بتاریخ ششم شوال ۱۲۸۱ مدفون ہوئیں۔ فقط۔

(ص ۷۰۵) اب چند عرصہ سے یہ مکان مجھ کو ہبہ کر کے کاغذ ہبہ نامہ رجسٹری سرکار کرا دیا' چنانچہ نقل بجنسہ درج ذیل ہے۔

نقل قبالہ اقراری جھمکے شاہ

(ص ۷۰۷) اقرار معتبر شرعی نمود کہ مسی تبرک حسین مشہور جھمکی شاہ خادم قدوۃ

Marfat.com

الفقرا سائیں صوبے شاہ سجادہ نشین مزار متبرک قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین جناب شاہ لال حسین صاحب نور اللہ مرقدہ و مضجعہ بریں وجہ کہ من مقرمذکور در صحت بدن و ثبات عقل و قایمی حواس خمسہ برضا و رغبت خود بلا اختیار و اکراہ غیری ہبہ کردم و تملیک نمودم بفضیلت ماب' فضائل کتاب' مدرس الروسا' رئیس العلماء' مدرس صاحبان عالی شان عمدہ خاندان چشتیاہی جناب مولوی نور احمد صاحب چشتی خلف جناب فضیلت پناہ یکدل آگاہ فخر الشعرا مولوی احمد بخش صاحب چشتی المتخلص بیکدل ہمگی و تمامی زمین مزروعہ و غیرہ مزروعہ بمقدار یک بیگھہ تخمیناً" منجملہ مندرجہ ۵۱۵ بموجب کاغذ ہفت گانہ سرکاری مندرجہ کتاب پٹواری کہ در وی خانقاہ حضرت دوری شاہ و ہمراہ شاہ و روشن شاہ جعل الجنتہ مثواۃ المشہور مکان دوڑی شاہ والا مشتمل بر دو حجرہ در حجرہ بطرف شرق و غرب۔ حجرہ و ایوان بطرف غرب و ڈیوھڈی بطرف جنوب ہریک مسقف مرتبہ سرکی پوش مع چار دیاری ،عمارت خشت پختہ مع چاہ کوڑل یعنی نا تیار و اشجار مثمرہ وگیرہ واقع در قطعہ زمین نولکھا متصل باغ دیوان کرپا رام متعلق تحصیل لاہور بدین حدود اربعہ - شرقی المتصل است بر زمین زریع باغ دیوان کرپا رامو بعض کھولہ۔ غربی المتصل است بزمین زرعی مذکور و بعض براستہ قدیمی بادشاہی۔ شمال آن متصل است بزمین باغ مذکور۔ جنوبی آن متصل است براستہ بادشاہی قدیمی و متہ الباب۔ مکان مذکور بجمیع حدود و حقوق کہ حق و ملک معمورہ من مقرمذکور است خالیاً" عن حق الغیر و عما یمنع جوازیتہ والتملیک و بقیمتی باد۔ تخمیناً" است و مملکت بتمام مملکہ مذکورہ را عندالتسلیم مقرمذکورہ گرفتہ در قبض خود آورد و برآن مسلط شد تملیکاً" و قبولاً" صحیحاً" شرعیاً" جانبراً" نافذاً" عاماً" تاماً"۔ والحال مولوی صاحب موصوف برمکان مسبوقہ الذکر قابض ودخیل حیث بشاء یشاء و لہک یشاء شدہ لاشہا والدہ شریفہ و ہمشیرہ مقدسہ وہ اہلیہ محترمہ خود از گورستان حضرت شاہ ابوالمعالی مرحوم شگافیدہ در مکان ہذا مذکورۃ الصدر بباعث تکمیل قبضہ خود مزارات تیار کنانیدہ و مسجد و چاہ خرد آب نوشی و غسل خانہ و یک حجرہ معمورہ زوجہ مولوی صاحب موصوف معرفت رانی تعمیر سابق موجودہ۔ من بعد ازیں نیست و نماندہ من مقرمذکور را از وجہ مملکہ مذکور با مملکہ مذکور (ص ۷۰۸) وتہ از وجوہ دیگر ہیچ حقی و دعویٰ و خصومتی و شرکتی بوجہ من الوجوہ و سبب من الاسباب و ہر تقدیر بعد ز انتقال و یا در حین حیات من مقر را از زمرہ خادمان و یا از سجادہ نشینان شاہ لال حسین صاحب و یا کسی از سلسلہ فقیران حسین شاہی وغیرہ بابت مکان مذکورہ دعویٰ۔ ساختہ خواہان مکان مذکور از مولوی صاحب موصوف باشد' دعویٰ آن ہا من کل الوجوہ بر مولوی صاحب محض باطل و ناجائز خواہد

Marfat.com

شد۔ زیرا کہ مکان مذکورہ من مقر مذکورہ مشقت و دشواری خود بلا شرکت الغیر تیار کردہ آباد ساختہ ام تحریرا" فی التاریخ ۱۵ مارچ ۱۸۶۵ء چیت سمت ۱۹۲۲ بقلم فخر الدین پسر حسن الدین قبالہ نویس قدیم۔

العبد تبرک حسین المشہور جھمکی شاہ گواہ شد گنڈا سنگھ شہید بونکیہ بحروف ہندی۔ مہر بدن شاہ شیخ سادھو سوداگر بقلم خود۔ علامت عمر بخش آہنگر۔ گواہ شد سیف الدین بن جمال الدین بابا باقرار فقیر مذکور۔ بقلم خود گواہ شد گھمان زرگر ساکن دہلی دروازہ بحروف ہندی۔ العبد مہتاب فراش بن مراد بخش قوم کھوکھر۔ گواہ شد سائیں جمعہ شاہ بن ملا شاہ مکان دار تکیہ فضل شاہ۔ گواہ شد نیاز علی مکان دار تکیہ ملہاں والا۔ علامت دستخط عمر الدین ولد الٰہی بخش زرگر۔ گواہ شد مائی خانم باقرار جھمکی شاہ۔ مذکورہ والدہ دینی جھمکی شاہ گواہ شد نتھو و بیکھ بن پیر بخش۔ گواہ شد مسکین سید چراغ شاہ۔ گواہ شد خدا یار پسر صاحب خان شہد بمانی ہر مہر کریم بخش ولد رحیم بخش ساکن باغبانپورہ گواہ شد۔ علامت دستخطی فتح دین دریائی باف بحروف ہندی۔ گواہ شد ملا ولی اللہ۔ ان اللہ مع الشاھدین۔ گواہ شد چنو خیمہ دوز۔ گواہ شد الٰہی بخش بن رحمت اللہ زمیندار باغ دیوان کرپا رام۔

حال سائیں قطب شاہ صاحب سلمہ مع تکیہ مسکونہ

(ص ۲۰۸) حال ان کا یہ ہے کہ یہ حضرت سائیں قطب شاہ صاحب اصل میں ساکن اچ شریف سیداں، سید حسینی بخاری اولاد حضرت مخدوم جہانیاں سے ہیں۔ تولد آپ کا سن ۱۲۳۲ ہجری میں بمقام اچ شریف واقع ہوا۔ حضرت کے والد کا نام سید عبداللہ شاہ۔ وہ بھی پیشہ پیری مریدی کا رکھتے تھے اور اکثر بلوچ مداری ان کے خادم تھے۔ جب یہ حضرت چار پانچ برس کے ہوئے تو حسب معمول سنت نبوی حضرت کے والد نے تعلیم و تدریس ان کی شروع کرائی۔ چنانچہ تا بعمر چودہ سال انہوں نے علم فارسی اور عربی سے فراغت حاصل کی۔

پیر کی تلاش

بعدازاں ان کو شوق الٰہی دامنگیر ہوا اور بتلاش پیر رہنما اچ سے بخدمت حضرت مولوی خدا بخش صاحب چاچراں والا جو خلیفہ خواجہ نور محمد مہاراں صاحب مہاراں والوں کے اور پیر بھائی حضرت خواجہ سلیمان صاحب تونسہ والے کے تھے، بمقام کوٹ مٹھن مشرف ہوئے اور بیعت بخاندان عالیشان چشتیہ حاصل کی اور جو انہوں نے وظائف عطا کئے چندے

Marfat.com

اس پر کربند رہے۔ آخرکار جمعیت حاصل نہ ہوئی مگر دنیا سے برخاستگی اور شوق تنہائی بدرجہ کمال پیدا ہوگیا۔ ازانجا کہ یہ حضرت متاہل نہ تھے لہٰذا وہاں سے چل نکلے اور ارادہ کیا کہ اجمیر شریف میں جاویں۔ (ص ۲۰۹) جب انبالہ میں پہنچے تو بباعث سفر بدرجہ کمال تنگ ہوگئے۔ اس وقت' وہ کہتے ہیں' کہ ہم نے ایک مناقب بحضور جناب مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ تصنیف کیا اور استمداد چاہی۔ اس وقت میں بباعث وظائف و محنت کشی کے کچھ صفائی بھی حاصل ہوگئی تھی۔ یکایک خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب شاہ ولایت علیہ السلام سے ارشاد ہوتا ہے کہ لاہور کی طرف جاؤ۔ چنانچہ صبح روانہ لاہور ہوا۔ جب لدھیانہ میں پہنچا تو وہاں ایک مجمع فقرا نظر آیا۔ چندے وہاں استقامت کی اور پھر وہاں سے جس ایام میں کہ پنجاب میں مہاراجہ شیر سنگھ تخت نشین ہوے تھے' وارد لاہور ہوا اور ایک رات مسجد وزیر خان میں شب باش ہوکر صبح بمزار حضرت شہ میر رحمتہ اللہ علیہ مشرف ہوا اور وہاں سائیں ملا شاہ وغیرہ سجادہ نشینان سے ملاقات کی۔ ان لوگوں نے انس کیا۔ وہیں رہنے لگے۔ وہاں لوگوں سے حال حضرت احمد یار شاہ صاحب قادریہ ساکن کوٹ پھیرو شاہ ضلع گوجرانوالہ کا سن کر مشتاق ہوئے کہ ان کی خدمت میں مشرف ہوں۔ کیونکہ لوگ بیان کرتے تھے کہ حضرت احمدیار صاحب ماہ بماہ بتاریخ یازدھم کھانا کھاتے ہیں اور پھر ماہ کامل کا روزہ ہوتا ہے اور گاہ گاہ ایسا بھی اتفاق ان کو ہوتا ہے کہ چار چار مہینہ تک برابر کچھ نہیں کھاتے اور یکجا بیٹھے رہتے ہیں۔ اور اٹھارہ سال ان کا یہی طریقہ رہا کہ قصیدہ بردہ ہر وقت پڑھتے رہتے تھے اور موسم سرما میں تمام رات دریائے چناب میں کھڑے ہوکر قصیدہ پڑھتے۔

حال حضرت احمد یار صاحب

مفصل یہ ہے کہ حضرت قوم کے نجار ساکن کوٹ پھیرو تھے۔ حضرت کو شوق الٰہی دامنگیر ہوا اور بخدمت حضرت مولوی نور احمد صاحب خیالی والے کے جاکر مشرف ہوئے اور چندے ان کی خدمت میں بیعت کر کے حاضر باش رہے اور جو وظائف انہوں نے فرمائے اس پر کاربند رہے حتیٰ کہ تجرید اختیار کر کے مستانہ وش صحرا نشین ہوگئے اور خوب ریاضت کی۔ جب اٹھارہ سال گذرے تو جناب غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کی زیارت نصیب ہوئی اور تلقین فیض بدرجہ غایت عنایت ہوا۔ پھر تو حضرت کو یہ صفائی عنایت ہوئی کہ کشف بدرجہ کمال اور اس صحرا میں جو چیز مطلوب ہوتی بفضل الٰہی خودبخود رسول نگر سے آپ کی خدمت میں پہنچ جاتی۔ اس اثنا میں ایک فقیر صاحب وہاں پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ فقیری نہیں جو چیز مطلوب ہو دستیاب ہوجاوے بلکہ فقیر وہ ہے کہ دل ماسوا اللہ

Marfat.com

کچھ نہ چاہے۔ اس پر انہوں نے یہ طلب چھوڑ دی اور نہایت شاقہ محنتیں اور ریاضتیں فرمائیں حتیٰ کہ زمستان میں دریا میں کھڑا رہنا اور ہر روز و شب قصیدہ بردہ ۳۰ بار اس طرح پڑھنا کہ اول و آخر اس کے پندرہ پندرہ بار سورہ یٰسین (ص ۲۱۰) بھی پڑھتے تھے اس سے وہ مشہور کامل ہوگئے۔ فقط۔

یہ سن کر حضرت قطب شاہ صاحب ان کی خدمت میں مشرف ہوئے اور تسلی پا کر ان کی خدمت میں بیعت کی اور نہایت فیض یاب ہوئے۔ پھر وہاں سے آکر چندے لاہور میں بمکان خدا بخش کوتوال و چندے بمکان فاضل خراسی متمکن رہے اور بعدازاں بیرون دروازہ بھاٹی متصل مزار پر انوار حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ بمکان سائیں جھلے شاہ مجذوب سکونت پذیر ہوے۔ وہاں ایک کوٹھہ خام حضرت داتا صاحب کے سرہانے تھا۔ جھلے شاہ نے بہت زور باطن لگایا کہ ان کو کوٹھہ سے نکال دے مگر اس کا نہ چلا بلکہ از خود کوٹھہ چھوڑ کر چلا گیا۔ اس اثنا میں مشہوری ان کی آوازہ زہد و ریاضت خلقت میں مشہور ہوا اور جوق در جوق لوگ ہر طرف سے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ چھ سات برس وہاں رہے اور پھر شیخ نواب امام الدین خان صاحب بہادر مرحوم نے ان کی آسائش کے واسطے متصل چوبارہ چھجو بھگت ایک مکان تکیہ مع چاہ چرخی دار غرب رویہ باغیچہ لالہ رتن چند وہاڑی والا بنوا دیا۔ یہ حضرت وہاں جا رہے اور ارادت ان کی لوگوں کے دل میں پیدا ہو آئی۔ چنانچہ مرید خادم ان کے یہاں پنجاب میں اب تخمیناً" دو سو آدمی موجود ہیں جو دل و جان سے ان کی ارادت دلی رکھتے ہیں۔

شجرہ خادمی

شجرہ طیبہ ان کا یہ ہے کہ حضرت سید قطب شاہ صاحب خادم حضرت احمد یار صاحب کے اور وہ حضرت مولوی نور احمد صاحب کے اور وہ حضرت فیض محمد صاحب کے اور وہ حضرت شیر محمد صاحب کے اور وہ شہ کریم صاحب کے اور وہ شاہ رحیم صاحب کے اور وہ شاہ جمال لودھی کے اور وہ حضرت سید سعید خان دھرم کوٹیہ کے اور وہ حضرت جناب میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے۔ آگے شجرہ ان کا جو چاہے احوال حضرت میاں میر دیکھ لے۔ فقط۔

مصنف کے چشم دید حالات

اگرچہ راقم بھی قدیم سے ساکن لاہور ہے اور وہ حضرت بھی مدت مدید سے یہاں فروکش ہیں، مگر کمترین کا اتفاق صحبت ظاہرا" کبھی نہ ہوا تھا، مگر اکثر اوصاف ان کے لوگوں

Marfat.com

سے سنے جاتے تھے کہ تمام لوگ کہتے تھے کہ یہ شخص بھنگ و چرس وغیرہ مسکرات بھی پیتا ہے، مگر تاثیر کا حال یہ ہے کہ ان کی کلام جلد قلب میں اثر کرتی ہے اور اکثر شریفان لاہور ان کی خدمت میں جاکر فیض یاب ہوتے ہیں۔ اب میرا بھی اتفاق ملاقات براد تحقیقات ہذا پڑا۔ سبحان اللہ! عجب طبیعت کا مرد ہے کہ ہروقت قال اللہ اور قال الرسول فرماتے رہتے ہیں اور توحید کے مسائل بوجہ احسن بیان فرماتے ہیں۔ کلام فاضلانہ و عارفانہ رکھتے ہیں۔ وضع صورت آپ کی یہ ہے کہ اول تو (ص ۲۱۱) مدت بارہ چودہ سال صرف ایک چادر ستر عورت کے واسطے زیر و بالا رکھتے تھے اور سر برہنہ رہتے تھے، اب عرصہ چھ سات سال سے تہ بند و کرتا و مرقع و سرپیچ رکھتے ہیں اور جوتہ بھی زر دوزی۔ لباس ظاہرا امیرانہ مگر بشکل فقیرانہ وضع دار رکھتے ہیں۔ اگرچہ سرکار کی جانب سے آپ کو کچھ جاگیر و پنشن نہیں، مگر ہمیشہ خوش پوش و خوش لباس رہتے ہیں اور اوقات گزاری امیروں کے موافق کرتے ہیں اور تین چار بالکے ہمیشہ خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور پرورش پاتے ہیں اب آپ کی خدمت میں دم تحقیقات چار خادم یعنی مسمی امیر بیگ و چوہدری غلام محمد صقل گرو محمد بخش خوجہ حاضر ہیں جن کی خدمت نان پارچہ بھی حضرت سے ہوتی ہے۔ خرچ کا یہ حال ہے کہ ہر روز تخمینا" دو تین روپیہ یومیہ کا خرچ ہے اور آمدنی مقرری کہیں سے نہیں اور نہ کسی سے سوال کرتے ہیں اور نہ ان کے فقیروں سے کوئی گدائی کرتا ہے اگر کوئی بے سوال کچھ دے جاوے تو قبول کرلیتے ہیں والا نہ، خیر۔ شوق چرس اور چائے کا آپ کو بدرجہ کمال ہے۔ چنانچہ چرس بطور تمباکو ہروقت پی سکتے ہیں، مگر مقرری خرچ چرس حضرت کے مکان کا فی یوم چار آنہ کا ہے، جو اب ہر روز اپنے واسطے طلب کراتے ہیں اور ماسوا اس کے اکثر لوگ چرس لا کر پلاتے ہیں۔ اور دو وقتہ چائے بھی تیار ہوتی ہے اور ایک بکری شیر دار بھی اسی شوق کے واسطے موجود ہے اور ماسوا اس کے ہمیشہ ایک دو مسافر فقیر پڑے رہتے ہیں اور کھانا بھی مکلف کھاتے ہیں۔ اب شاہ صاحب نے عرصہ چھ سات سال سے نکاح بھی کرلیا ہے۔ یعنی ایک مائی پٹھانی ساکن ضلع قصور اب ان کی بیوی پردہ نشین ہے، جو ہمیشہ اس تکیہ میں مکان مستورہ مستور رہتی ہے اور کھانا وغیرہ وہی پکاتی ہے۔ مزاج شاہ صاحب صاحب سلوک امیرانہ ہے۔ کلام میں تاثیر ایسی ہے کہ خواہ مخواہ دل کو بھاتی ہے۔ مسئلہ مسائل، صوفیوں کا ذکر ہروقت مجلس میں ہوتا رہتا ہے۔

(ص ۲۱۲) الغرض یہ شاہ صاحب بڑے خوش خلق اور سخی مرد کامل بزرگ ہیں۔ اکثر لوگ تعویذ طومار کے واسطے حاضر ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ بہت لوگ ان کی کرامات

Marfat.com

کے بھی قائل ہیں، مگر ازانجا کہ کمترین ان کی خدمت میں ابھی پہنچا ہے کچھ پختہ حال ان کی کرامات کا عرض نہیں کرسکتا، مگر یہ واجبی اور درست کلام ہے کہ ضلع لاہور میں اب ایسا شخص خلیق، صاحب قال، صاحب علم، فیاض، صاحب تاثیر، صاحب خرچ، ذی عزت خوش پوش کوئی مکان دار نہیں۔ حسب دستور عارفان عادت تعظیم کی بھی بدرجہ کمال رکھتے ہیں۔ یعنی جو شخص با عزت جاوے تو اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور جس طرح عوام فقرا چرس پی کر میاں مٹھو بن جاتے ہیں ان حضرت کا وہ حال نہیں بلکہ یہ حضرت چرس پی کر قال اللہ وقال الرسول و توحید و ذکر مشائخ کبار (ص ۲۱۳) قدیمہ بخوبی بامزہ کرتے ہیں۔ علم مجلس بہت اچھا ہے اور کچھ تسخیر بھی معلوم ہوتی ہے۔

بعد سکھاں سردار لوگ ان کی ارادت کلی رکھتے تھے۔ اور بدل و جان سعادت جانتے تھے۔ اور محمد شاہ صاحب گیلانی بھی ان کے پیر بھائی ہیں اس باعث سے (ص ۲۱۲) شاہ سردار صاحب و پیر محمد شاہ صاحب باپ بیٹوں سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ اب عرصہ ایک سال کا ہوا ہے کہ شاہ صاحب بارادہ حج لاہور سے روانہ ہوگئے تو یہ مکان شہ سردار صاحب خلف پیر محمد شاہ گیلانی کو عنایت کر گئے تھے۔ یہ حضرت امرتسر پہنچے تو خادموں نے بیت اللہ شریف نہ جانے دیا اور حضرت کو چھ مہینے برابر امرتسر میں رکھا۔ اس اثنا میں شہ سردار صاحب اس تکیہ پر قابض رہے۔ بعدازاں لاہور سے سائیں محبوب شاہ سجادہ نشین میاں میر وغیرہ چند اشخاص امرتسر میں گئے اور ان کو واپس لے آئے، چنانچہ پھر بدستور حضرت اسی تکیہ میں سکونت پذیر ہیں اور قبضہ شاہ سردار کا ہٹ گیا، مگر دوستی ان کے ساتھ بدرجہ کمال ہے اور وہ بھی ارادت کلی رکھتے ہیں اور ہمیشہ آتے جاتے ہیں اور سلوک برادرانہ رکھتے ہیں۔

موجودہ تکیہ

(ص ۲۱۱) پھر حضرت نے مسجد لاڈو دایہ والی، جو قبضہ سادھان یعنی فقیران ہندوان میں تھی، خلاص کرائی اور چندے وہاں سکونت پذیر رہے۔ بعدازاں گامے شاہ امام باڑہ والا نے ان کو کہا: کہ آپ کو مسجد میں رہنا مناسب نہیں۔ آپ سربنگی والے تکیے میں چل رہیں، کیونکہ سربنگی مجھ کو وہ مکان ہبہ کر گیا ہے اور میں آپ کو تملیک کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ ۱۸۴۸ میں وہاں سے اٹھ کر اس تکیہ میں آرہے اور یہاں عمارت دالان وغیرہ آپ نے بنوایا اور گل و بوٹہ بھی لگایا۔ چنانچہ تاحال اس پر قابض و متصرف ہیں۔

(ص ۲۱۳) اب جس مکان میں کہ وہ رہتے ہیں وہ تکیہ بنام قطب شاہ مشہور ہے۔

Marfat.com

ابتدا میں بعہد سکھاں اول یہ مکان تکیہ سربنگی فقیر کا تھا اور یہ مکان لب اس سڑک کے جو گنبد گھر، سابق کمپنی باغ سے برف خانہ کو جاتی ہے غرب رویہ روبروے امام باڑہ اور جنوب رویہ لب اس راہ کے جو بھاٹی دروازہ سے موضع سانده کو جاتی ہے، واقع ہے۔ اور وہ سربنگی سائیں یہاں رہتا تھا اور اس نے ایک چاہ پختہ بھی بنوایا۔ چنانچہ اس چاہ میں ایک پتھر کندیدہ لگا ہوا ہے اور اس پتھر پر تحریر ہے: گنگا گو سائیں سربنگی، اور نیچے اس کے سمت ۱۸۹۵۔

اور جنوب رویہ اس چاہ کے ایک گنبد سادہ ہے، چھوٹا سا، جس کا دروازہ خشتی شرق رویہ موجود ہے۔ یہ سادھ کسی برہمن کی ہے، اور یہ اس طرح ہوئی ہے کہ وہ برہمن محصولیہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر کا تھا اور یہاں قرب و جوار میں محصول لینے کے واسطے بیٹھتا تھا اور اسی سربنگی سے اس کی دوستی ہوگئی تھی۔ اس نے اس کی سادھ یہاں ہی بنوا دی۔ عمارت سادھ خشتی چونہ گچ ہے اور لب راستہ موضع سانده ایک دالان مبینہ قطب شاہ جس کے پانچ دریچہ باہر کو ہیں اور طاق تختہ دروازہ چوبی موجود، مگر اندر سے مسدود کردیئے ہیں۔ اور شرق رویہ اس دالان کے ایک اور دالان پختہ مبینہ سادہ سربنگی موجود ہے اور شمال رویہ اس دالان کے آگے ایک ایک گنبد جس کے در جنوبی و غربی کشادہ اور شرقی مسدود ہے۔ یہ گنبد چونہ گچ عمارت شاہجہانی ہے۔ اندر اس کے اب کوئی قبر نہیں ہے اور راہ اس کا کوٹھہ دالان سربنگی میں سے ہے۔ جب وہ سربنگی مرگیا تو یہ مکان گامے شاہ فقیر امام باڑہ کو تملیک کر گیا، اور عندالموت یہ بھی کہا: کہ میرا کچھ روپیہ اس میں مدفون ہے۔ وہ بھی تو لے لے۔ جب وہ سربنگی مرگیا تو قبر اس کی شرق رویہ سادھ بنائی گئی۔ اس پر اب ایک درخت ون پیدا ہوگیا ہے اور یہ سربنگی قریب الموت مسلمان ہوگیا تھا۔ بعد اس کے گامے شاہ نے یہ مکان سید قطب شاہ کو مع روپیہ مدفونہ دے دیا اور انہوں نے قبول کیا۔ بعدازاں وہ روپیہ مدفونہ ان کو فوٹو سٹیٹ غائب سے دستیاب نہ ہوا، مگر ایک فقیر خادم ان کے کو، جس کا نام بوٹے شاہ تھا، وہ روپیہ ملا اور وہ خود خرد برد کرگیا۔ سنا جاتا ہے کہ اٹھارہ روپیہ نکلے تھے۔

اور وہ مدت چودہ برس تک یہاں رہے اور خوب رونق اس مکان کی بڑھائی۔ صدہا لوگ جمعہ کے دن وہاں حاضر ہونے لگے اور وہ بڑا مشہور فقیر ہوگیا۔ چنانچہ دالان کے آگے اپنے اپنی گرہ سے پختہ ڈیوڑھی بنائی اور بطور باغیچہ اس تکیہ میں درختان انار لسوڑھا، پیپل، بوڑھ، کیکر، ون، بیر، خرمہ وغیرہ لگوائے اور سوائے درختان۔ص ۲۱۴) گل عباسی وغیرہ بھی

Marfat.com

موجوذ ہے۔

(ص ۲۱۲) آگے بوقت بندوبست سابقہ نام ان کا اس مکان کے خانہ ملکیت میں درج ہوا تھا' مگر اب چوہدری امام بخش نمبردار نے یہ حرکت کی ہے کہ پیمائش کنندگان جریب کش بندوبست حال کو کہہ دیا ہے کہ بندوبست سابقہ میں سہوا" خانہ ملکیت میں نام قطب شاہ کا لکھا گیا' مگر فی الاصل یہ مکان شاملات وہ ہے اس پر شاہ صاحب کا ارادہ ہے کہ استغاثہ بحضور صاحب مہتمم بندوبست کر کے نام اپنا تحریر کرا دیں۔ فقط۔

میلہ

آگے چند سال ان کا یہ معمول تھا کہ ماہ ساون میں چالیس پچاس دیگیں کھیر یعنی شیر برنج کی پکاتے اور میلہ کرتے۔ اس میں تمام فقیر' امیر' اہل نشاط رقص کناں حاضر رہتے اور بڑی دھوم دھام کا میلہ ہوتا تھا۔ شہر کے تمام گوجر اس روز کا دودھ حضرت کو دیتے تھے۔ مگر اب میلہ اس دھوم کا چھوڑ دیا ہے۔ ماہ رجب میں فاتحہ بڑوں کا کر چھوڑتے ہیں۔

حال تکیہ بھاگے شاہ

(ص ۴۱۰) موضع اچھرا کے غرب رویہ ایک مسجد پرانی ہے۔ چھت اس کی قالبوتی ایک گنبد والی۔ اس کے مشرق کی طرف ایک دائرہ یعنی تکیہ اس میں ایک مقبرہ فقیر جمعہ شاہ کا۔ باہر اس کے چار قبریں جنوب کی طرف۔ چونکہ یہ جمعہ شاہ دادا مرشد بھاگے شاہ کا ہے بھاگے شاہ نے اس روضہ کی تعمیر کرائی ہے۔ روضہ خرد مربع سفید۔ دروازہ اس کا جنوب رویہ۔ بسمت مشرق تین کوٹھہ خام اور پیچھے ان کوٹھوں کے جنوب رویہ ایک اور ایسا ہی دالان در دالان۔ اس مکان میں گاؤں والوں نے بھاگے شاہ کو غریب آدمی تصور کر کے بٹھلایا ہوا تھا اور اس کے حتی المقدور خدمت کرتے تھے۔ بھاگے شاہ نے بزور بیعت نوشاہی طریقہ اپنا ظاہر کر کے جہلا میں کچھ رشد پیدا کرلیا' حتیٰ کہ: جوہڑوں اور ہلاک خوروں کو اپنا مرید بنا' حالت میں ڈال درختوں پر ٹانگ دینا شروع کیا۔ اب تو یہ گرم بازاری ہے کہ میلے کے دن عورتیں اور ہلاک خور اور مسلمان باجتماع وجد میں آجاتے اور سرود سن کر ایک دوسرے کو گلے لگاتے۔ العیاذا" باللہ کچھ خوف خدا کا دل میں نہیں لاتے۔ اللہ ان کو ہدایت کرے۔

حال بھاگے شاہ

اور حال اس بھاگے شاہ کا یہ ہے کہ یہ شخص قوم کا گوجر' ساکن قدیمی موضع اچھرا بن

Marfat.com

بہادر گوجر ہے۔ عمر اس کی پچپاس سال۔ اول یہ شخص پیشہ گوجروں کا کرتا تھا۔ بعد ازاں اس نے قرآن شریف پڑھا۔ پھر بزمرہ اردلیاں کرنیل بابو رائے ملازم ہوا اور چند مدت تک نوکری کرتا رہا۔ بعد اس کے سن (ص ۴۱۱) بارہ سو پچپاس میں اس نے اپنے آپ کو کچھ بنانا چاہا۔ قبل اس کے ابتدا میں یہ شخص ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا۔ کہ اپنا نام مشہور کرے اور ایک گروہ پیری مریدی اپنی کا بناوے۔ اس اثنا میں موضع شاہو کی گڑھی کے پاس ایک فقیر مسمی نمانے شاہ' جس کی سرھیں یعنی رگہائے پاشنہ بعہد مہاراجہ صاحب جرم چوری میں نکالی گئی تھیں' رہا کرتا تھا۔ حال اس کا یہ ہے کہ عمر اس کی ضعیف تھی اور بباعث نکالنے سرھوں کے پیروں کے بل سوٹا لے کر چلتا پھرتا تھا۔ اور اوقات بسری اس کی نان گدائی پر تھی۔ بھاگے شاہ اس کے پاس آیا اور اس کا خادم بنا۔ اس نے اس کو اپنا خادم کرکے اپنے پاس رکھا۔ بعد چند روز زمینداراں گڑھی شاہو نے اس کو اپنے تکیہ میں بٹھا دیا۔ وہاں اس کا یہ معمول رہاکہ اپنی اوقات بسر گدائی سے کرتا۔ نماز و روزہ میں مشغول رہتا۔ چونکہ وہ نمانے شاہ بے علم اجہل محض تھا' حتیٰ کہ اس کو اپنا شجرہ سلسلہ فقیری بھی معلوم نہ تھا۔ ہر چند اس بھاگے شاہ نے اس کو کہا کہ تم میرے مرشد ہو مجھے اپنا شجرہ بتاؤ وہ بے چارا مجبوری اپنی بیان کر کے نادم ہو رہتا تھا۔ بعد ازاں بھاگے شاہ نے اگرچہ اپنا نام چراغ شاہ مشہور کرنا چاہا' مگر وہ نام مشہور نہ ہوا اور بھاگا گوجر کی جگہ بھاگے شاہ اشتہار پا گیا۔

پھر بھاگے شاہ کو شوق تماشائے میلہ مقام بڑھی۔ کہ وہاں میلہ شاہ رحمٰن نوشاہی صاحب کا ہر سال نویں ماہ جیٹھ کو ہوتا ہے' ہوا (وہ مقام بڑھی رسول نگر سے دس کوس ورے ہے) ایک روز جب ایام میلہ نزدیک تھے اس بھاگے شاہ نے اپنے مرشد نمانے شاہ کو کہا کہ اگر آپ اجازت دیویں تو میں بھی وہاں میلہ دیکھنے جاؤں۔ اتفاقاً" اس ایام میں سجادہ نشین بڑھی شاہ رحمٰن لاہور میں آئے۔ اس وقت نمانے شاہ اس بھاگے شاہ کو اپنے ساتھ ان کی خدمت میں لے گیا۔ اور کہا: کہ یا مولیٰ میرا خادم بھاگے شاہ آپ کے میلہ پر آیا کرے گا۔ آپ براہ مہربانی اس کو مقام بستر فقرا میں عنایت فرمایا کریں یہ آپ کو نذر بھی دیا کرے گا۔ انھوں نے لینا نذر کا غنیمت سمجھ کر دینا بستر کا قبول فرمایا۔ الغرض وہ میلہ پر گیا۔ جب میلے کا تماشہ دیکھ کر آیا تو ایک جعلی شجرہ اپنا بنا کر شاہ رحمٰن صاحب سے بسلسلہ نوشاہی ملا دیا۔ بعد ازاں جہلائے پنجاب اس کے خادم ہونے شروع ہوئے۔ من بعد سن بارہ سو باون میں بتاریخ ۱۱ اسوج نمانے شاہ بمرض وبائی فوت ہوا اور تکیہ کباہیان میں متصل موضع شاہو گڑھی' جہاں وہ رہا کرتا تھا' دفن ہوا۔ جب بھاگے شاہ کے بہت لوگ خادم ہو گئے

Marfat.com

- تو سجادہ نشین بڑھی شہ رحمٰن مسمی امام شاہ نے اس بھاگے شاہ پر دعوی کیا کہ تو ہمارے خاندان کا خادم ہے - اور باعث اس کا یہ تھا کہ جو شجرہ جعلی اپنا اس بھاگے شاہ کو نے بتایا تھا۔ اس میں کئی نام ان کے خادموں کے تحریر تھے اس میں کسی نے سجادہ نشین کو پکڑ کر اس بھاگے شاہ کو اپنا تابعدار بنانا چاہا۔ یہ تو ایک عجیب طرح کا آدمی تھا بلکہ بجائے خود فرعون بے سامان بننا (ص ۴۱۲) چاہتا تھا اس لحاظ سے اس نے برملا کہا: کہ ہم تمہاری مطابعت کیونکر کریں۔ ہم نے تو یہ شجرہ مجہولہ واسطے تسلی اپنے خادموں کے اپنی شیطانگت سے بنایا ہوا ہے۔ چونکہ بھاگے شاہ بڑا متفنی ہے' ان کے قابو میں نہ آیا' مگر سبحان اللہ! باوجودیکہ لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اس جعلساز نے جعلی شجرہ اپنا بنا چند بے وقوفوں کو دام تزویر میں پھنسا کر خادم کیا ہے' مگر تو بھی اور لوگ اس کے خادم بنتے گئے اور روز بروز جاہلوں میں اس کا کام ترقی پاتا گیا۔

بعد چندے ایک شخص مسمی جمعہ شاہ تکیہ کبابیاں میں آنکلا۔ وہ بھی خاندان نوشاہی کا فقیر تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ نمانے شاہ میرا خادم تھا۔(ص ۴۱۳) حال جمعہ شاہ کا یہ ہے کہ وہ پہلے نوکری پیشہ بڑا زانی تھا اور اس کا مرشد اس کو منع کیا کرتا تھا کہ الزنا یخرب البناء۔ مگر وہ کب منع ہوتا تھا۔ ایک روز اپنی کسی آشنا کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا خاوند آگیا۔ یہ ڈر کر سقف بام سے کودا۔ کودتے ہی اس بیچارے کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور لنگڑا ہوگیا۔ پھر لائق نوکری کے نہ رہا۔ لاچار فقیر بن گیا۔ مثل مشہور ہے (ص ۴۱۴) کہ نیکوں کے نیک ہی ہوتے ہیں چونکہ جمعہ شاہ لنگڑا تھا خدا نے اس کو بالکا بھی لنگڑا دیا یعنی نمانے شاہ۔(ص ۴۱۲) اس بھاگے شاہ نے اس کو کہا: کہ میں آج تک بے مرشدا کہلاتا ہوں۔ اگر آپ میرے مالک بنو تو زہے طالع' مگر اس نے اس امر میں یہ خیال کر لیا تھا کہ اب ہر جگہ میں مشہوری میری جعلسازی کی ہوگئی ہے۔ بلکہ ہر طرف سے لوگ طاعن ہیں (سبحان اللہ! وہ جمعہ شاہ بھی غریب آدمی بے علم جنگ محض تھا۔ اس کو اپنا دادا پیر بنا لیا۔ اس نے اپنا شجرہ بھی عنایت کیا اور خود اس کا تابعدار ہوکر بیٹھا رہا)۔ الغرض بخیال خود داری اس سے تصدیق مریدی نمانے شاہ کی طلب کی مریدی گر والی ضلع امرتسر بلا کر تصدیق کرا دی۔ زاں بعد اس سے شجرہ حاصل کیا۔ ایک شخص بہار شاہ جو قدیمی خادم نمانے شاہ کا تھا' اگرچہ اس شجرہ جدید کا قائل نہ ہوا' لیکن بھاگے شاہ نے اسی کو اپنا شجرہ صادقہ مقرر کیا' بہار شاہ کہتا تھا کہ جو شجرہ نمانے شاہ نے ہم کو بتلایا ہوا ہے وہ یہ ہے۔ راقم نقل اس کی درج ذیل کرے گا۔ فقط۔

Marfat.com

شجرے

(ص ۲۱۳) شجرہ مجہولی بھاگے شاہ کا جو اس نے واسطے اپنے مریدوں کے اول بنایا تھا:
بھاگے شاہ نمانے شاہ کا خادم اور وہ سید امام شاہ کا اور سید پیر شاہ کا اور وہ سید قطب شاہ کا اور وہ حضرت پاک رحمان صاحب کا اور جو شجرہ جمعہ شاہ نے دیا تھا' جس کو بہار شاہ خادم نمانے شاہ نے قبول نہ کیا' نقل اس کی یہ ہے:

بھاگے شاہ کا مرشد نمانے شاہ اس کا جمعہ شاہ اس کا دلیل شاہ اس کا عبدالرحیم اس کا کرم قلی اس کا شاہ سلطان اس کا پیر محمد سچیار اس کے حضرت حاجی محمود نوشاہ گنج بخش ان کے شاہ سلیمان نوری ان کے حضرت معروف چشتی (ان کو دو سلسلوں یعنی قادریہ و چشتیہ میں اجازت حاصل تھی) ان کے پیر حضرت شیخ سید مبارک قادری ان کے سید محمد غوث ان کے سید شمس الدین ان کے سید شاہ ان کے سید کرم علی بن سید مسعود ان کے مرشد اور نیز والد سید مسعود ان کے سید احمد ان کے سید صوفی ان کے سید سیف الدین ان کے سید ابو ناصر ان کے حضرت سید شیخ عبدالوھاب اور ان کے مرشد ان کے والد ماجد حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الاعظم محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز ان کے شیخ ابو سعید مخزومی ان کے شیخ علی الہنکاری ان کے شیخ ابوالفرح طرطوسی ان کے شیخ ابوالحسن نوری ان کے شیخ عبدالعزیز تمیمی ان کے حضرت شبلی ان کے حضرت ابو القاسم جنید بغدادی ان کے شیخ سری سقطی ان کے شیخ معروف کرخی ان کے حضرت داؤد طائی ان کے حبیب عجمی ان کے حضرت خواجہ حسن بصری ان کے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ ان کے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ص ۲۱۲) بعد ازاں بھاگے شاہ نے نمانے شاہ کی قبر پر ایک مقبرہ خرد بنایا' چنانچہ اب تک وہ مقبرہ بگوشہ نیرت موضع گڑھی شاھو موجود ہے۔ وہاں سال میں ایک دفعہ بھاگے شاہ میلہ بھی کرتا ہے۔ پھر بھاگے شاہ اس جمعہ شاہ کو موضع اچھرا میں جہاں اس کا تکیہ ہے' لے گیا اور چندے اپنے پاس رکھا۔ پھر وہ جمعہ شاہ بتاریخ تیسویں جیٹھ سمت ۱۹۱۵ فوت ہوا۔ اس کا روضہ موجودہ وہاں بنایا گیا۔ پھر اس بھاگے شاہ نے ہر قوم میں ہاتھ مارنا شروع کیا' چنانچہ دم تحریر صدھا چیلے اس کے ہلاک خور وغیرہ موجود ہیں۔ بروز میلہ حسب دستور نوشاھیاں قوالی کراتا ہے۔ اس میں تمام خدام اس کے حاضر ہوتے ہیں اور ہر ایک کو حالت ہوتی ہے۔ بوقت فراغت وجد ان کو اپنے ساتھ بغلگیر کرتا ہے۔

نوشاھیوں کا سماع

Marfat.com

نوشاہیوں کی حالت فی زمانا" عجب طرح کی ہوتی ہے۔ یعنی بروز مجلس سر منہ دھو' بال داڑھی اور سر کے چکنے کر' اچھا لباس پہن کے مجلس میں آتے ہیں اور زنان مطلوبہ ان کی بھی وہاں جمع ہوتی ہیں۔ ان کے دکھانے کے واسطے عجب طرح سے حالت کھیلتے ہیں۔ یعنی اول تو سرمار کر دستار مبارک سر سے پھینک دیتے ہیں اور بعدازاں نعرہ الا اللہ مار کر لوٹ پوٹ کر بے ہوش ہوجاتے ہیں۔ پھر ایک آدمی اٹھ کر اپنے دونوں (ص ۴۱۳) ہاتھ اس کی کمر میں حمایل کر کے کھڑا ہوکر کے اس کو حال کھلاتا ہے۔ وہ اس کے حمائل دستی میں اس طرح سے حال کھیلتا ہے کہ سر کو تا بکمر جھکا کر سرمارتا ہے اور وضع سرمارنے کی یہ کہ کبھی بطرف یمین اور بطرف یسار' کبھی آگے کبھی پیچھے۔ جب ذرا دیر اسی معاملہ میں بسر ہوتی ہے تو پیر صاحب ان کے جان لیتے ہیں کہ اس بالکے نے اس سے زیادہ ورزش کی ہوئی ہے۔ پھر حسب الاجازت اس کے مرید کے دونوں پاؤں میں جوڑی یعنی رسی باندھ کر کسی درخت سے لٹکا دیتے ہیں۔ پھر وہ سر نیچے پاؤں اوپر لٹکا ہوا حال کھیلتا ہے اور نعرے مارتا ہے۔ میں یہ حالت اور وجد دیکھ کر سن کر حیران ہوتا ہوں کہ جو لوگ پنج ارکان مسلمانی کے بھی نہیں جانتے وہ کیونکر وجد و حالت میں آجاتے ہیں۔ الغرض یہ حالت ان حضرات پر ختم ہے۔

(ص ۴۱۴) اب بھاگے شاہ کے صدھا زن و مرد خادم ہیں' مگر مدامی حاضرباش چار۔ ایک یتیم شاہ دوسرا مہرشاہ تیسرا گل محمد چوتھی مسمات بسو عورت ماشکن۔ فقط۔

ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ اگرچہ خاندان عالیشان چشتیہ میں استماع سماع مروج ہے بلکہ ہم لوگ عبادت جانتے ہیں۔ لیکن یہ معاملہ ایسا نہیں کہ بخیال عوام الناس بطریق لہو و لعب شمار کیا جاوے۔ اس نظر سے جو قیود متعلقہ اس کے زبانی حضرات عظام اور کتب سلف سے واضح ہوے ہیں۔

احوال سماع مع احکام علماے طریقت

واضح ہو کہ مشائخ میں سماع سننا جائز خصوصا" سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آداب و رواج اس کا بدرجہ کمال ہے اور شریعت نبوی میں بنسبت اس کے بہت تکرار اور مسائل مختلفہ موجود ہیں اکثر علما اس کی حرمت پر فتوے دیتے ہیں اور اکثر اس کی حلت پر قائل ہیں۔ بعضوں کے نزدیک مباح' مگر جو کچھ کہ راقم الحروف نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے وہ یہ ہے کہ سماع ایک برندہ ہے' یعنی لے جانے والا انسان کو جدھر اس کی رغبت ہو۔ پس اگر اس

Marfat.com

کو شوق الٰہی ہے تو ادھر کھینچتا ہے اور اگر گرفتار پنجہ عشق مجازی ہے تو ادھر لے جاتا ہے۔ چنانچہ مسموع ہے کہ حضرت جناب غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز نے، جو مجتہد وقت و عارف کامل اور فاضل تھے، حکم دیا کہ سماع بالکل نہ ہو۔ اس وقت اہل اسلام کا بہت زور تھا۔ اس امر کی ایسی تعمیل ہوئی کہ کہیں نام و نشان مزامیر باقی نہ رہا اور مطرب و قوال نام و نشان کو دستیاب نہ ہوتا تھا۔ بعد چندے اتفاقاً" جناب خواجہ خواجگان معین الدین والملت (جو ہمارے خاندان چشتیہ کے بڑے پیر ہیں اور مزار پرانوار ان کی اجمیر شریف میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے اور لاکھ ہا کرامات ان کی مشہور و معروف اور اب تک حضرت کی جناب سے اجازت نامے جاری ہوتے ہیں اور جس کے نام وہ اجازت نامہ جاری ہوتا ہے وہ اس کی تعمیل بجان کرتا ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ جو کوئی مفلس فلک زدہ ارادت مند حضرت کی خانقاہ میں چند روز جاکر بیٹھتا ہے تو حضرت خواب میں سجادہ نشین کو فرما دیتے ہیں کہ فلاں مستدعی کے واسطے ایک اجازت نامہ اس قدر روپیہ کا بنام فلاں امیر کے عنایت کردو۔ سجادہ نشین اجازت نامہ لکھ مہر خانقاہ لگا اس کو دیتا ہے۔ جب سائل اجازت نامہ لے کر جاتا ہے تو جس کے نام کا حکم نامہ لکھا ہوا ہوتا ہے وہ اسی وقت زر مکتوبہ دے دیتا ہے۔ کیا مجال ہے کہ دیر کرے۔ اس کو ہندو مسلمان ساکنان ہندوستان سب مانتے ہیں۔ کسی کمبخت نے اگر انکار کیا تو فی الفور برباد ہوا۔ فقط۔ (ص ۲۱۵) اگر مفصل حال ان کا تحریر کروں تو ایک مطول کتاب تیار ہوتی ہے۔ فقط)۔ بغداد شریف میں تشریف لائے۔ ماسوا اس کے یہ حضرت میرے بھائی حضرت غوث الاعظم کے ہیں۔ پس حضرت غوث الاعظم نے اپنے میر مطبخ کو حکم کیا کہ بہت اچھی طرح سے سرانجام ضیافت حضرت خواجہ معین الدین کا کرو۔ میر مطبخ حسب الحکم جہاں متاع حضرت پیر کے اطعمہ لذیذہ تیار کر کے حضرت کے پاس پہنچاتا، مگر حضرت اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ جب اسی طرح چند روز گذرے اور آپ نے ایک لقمہ بھی کسی طعام سے نہ کھایا تو اس نے باعث اس کا پوچھا تو حضرت کی رغبت مزاج مبارک سماع کی طرف ظاہر ہوئی۔ اس نے جناب غوث الاعظم کو اس حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے اسی وقت حکم دیا کہ اگر کوئی قوال خوش مقال ہو تو حاضر کرو۔ بعد تلاش ایک شخص قوال معمر دستیاب ہوا۔ جناب غوث الاعظم نے اس کو حکم دیا کہ حضرت خواجہ معین الدین ہمارے بھائی کی ضیافت طبع کر۔ اس نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر سماع عرض کیا۔ اس وقت جناب غوث الاعظم بطور دربان اس مکان عالیشان پر جہاں آپ تشریف رکھتے تھے، ہو بیٹھے۔ اتنے میں محتسبان شاہی خبریاب ہوکر در دولت پر حاضر

Marfat.com

ہوئے۔ جب باعث اجرائے بدعت ہذا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں محی الدین گیلانی بواب اور خواجہ معین الدین میر مجلس ہو وہاں سماع عبادت عظیم ہے۔ فقط۔

اور شرائط آداب سماع بہت ہیں' مگر جو کچھ کہ اس کمترین نے اپنے پیر دستگیر روشن ضمیر' بدر فلک ولایت خورشید برج کرامت مخدومی مکرمی مطاعی جناب فیض اللہ شاہ صاحبزاد برکاۃ و دام فیوضاۃ دھلوی حال مقیم کرنال سے سنی ہیں' درج کرتا ہوں کہ آپ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ مکان سماع محفوظ' خالی از اغیار اور قوال متشرع غازی دین دار باوضو ہونے چاہیں اور مجلس میں کوئی بے وضو نہ ہو اور احتیاط کلی رہے کہ کوئی امرد یعنی نابالغ لڑکا اور عورت جلسہ مجلس سماع میں نہ آوے اور نہ کوئی اس مجلس میں حقہ پیوے۔ طالب کو لازم ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنی طرف سے کوئی حرکت نہ کرے۔ فقط۔

نقل ہے کہ ایک روز جناب سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین زری زربخش مجلس سماع میں رونق افروز تھے۔ آپ کو حالت ہوئی۔ آپ نے وجد و رقص فرمایا۔ جب اس لطف سے گونہ سکون حاصل ہوا تو آپ نے دیدہ و دانستہ پائے مبارک کو ایک دفعہ حرکت دی۔ اسی وقت حکم الٰہی نازل ہوا: کہ اے نظام الدین جو کہ آج یہ حرکت تجھ سے دانستہ سرزد ہوئی ہے اس کے عوض جناب الٰہی سے یا تو شہر دہلی پر بلا و آفت نازل ہوگی یا اس کے عوض آپ اپنے بدن پر لے لیں۔ آپ نے نہایت خائف ہو کر مناجات کی کہ یاالٰہی شہر دہلی کو محفوظ رکھ اور جو سزا اس حرکت کی ہو میرے پاؤں پر نازل کر۔ چنانچہ اسی وقت پائے مبارک حضرت کا تابزانو خشک ہوگیا۔ پھر بعد چندے تقصیر معاف ہوئی۔ پس جائے غور ہے کہ ایک حرکت کی سزا ایسے بزرگ مقبول جناب ایزدی کو یہ ہوئی تو ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جو سماع کو ایک کھیل سمجھ کر ایسی ایسی بے ادبیاں یعنی نمائش کے واسطے سر پیر مارنا وغیرہ حرکات کرتے ہیں۔

(ص ۴۱۶) بیان اباحت سماع

جاننا چاہیے کہ جناب الٰہی کا ایک سر دل انسان میں اس طرح پوشیدہ ہے کہ جیسے دیکھ لو ضرب آہن و سنگ سے آگ برآمد ہوتی ہے۔ اس سر کی مدد سے سماع اور آواز خوش دل کو ہلاتا ہے۔ دل انسان میں بے اختیار ایک چیز پیدا ہوجاتی ہے اور باعث اس کا وہ مناسبت ہے کہ جو گوہر آدمی کو عالم علوی سے حاصل ہے صوفی اس کو عالم ارواح اور نیز عالم علوی اور عالم حسن اور جمال کہتے ہیں۔ پس آواز خوش و موزوں متناسب ہے۔ اس لحاظ سے کہ عجائبات عالم علوی اس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس سے ایک ایسی حرکت دل

Marfat.com

انسان میں پیدا ہوتی ہے' کہ وہ خود اس کی شناخت نہیں کرسکتا۔ فقط جاننا چاہیے کہ وہ ہر دل میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس دل میں پیدا ہوتی ہے کہ جو سادہ ہو۔ اگر سادہ نہ ہو یا بجز خدا کسی اور سے مشغول ہوا ہو تو جس طرف مشغول ہوگا تو اسی طرف اس حالت میں کھینچا جاوے گا۔ جس کے دل میں شوق الٰہی ہوگا اس کے دل میں آتش محبت الٰہی سماع سے افروختہ ہوگی۔ جیسی کہ اگر آگ میں پھونک ماریں تو وہ بھڑکتی ہے اور جس کے دل میں آتش عشق باطل ہو اس کے حق میں سماع زہر قاتل ہے اور اس کو سماع سننا حرام مطلق۔ علما کو سماع کے باب میں اختلاف ہے۔ کوئی اس کو حرام اور کوئی حلال کہتا ہے۔ جو ظاہر پرست ہیں وہ سماع کو حرام کہتے ہیں' کیونکہ ان کو یہ نہیں معلوم کہ حقیقتاً" محبت جناب الٰہی کی دل انسان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ انسان اپنی جنس کو دوست رکھ سکتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ بے جنس اور بے مانند کے ساتھ دوستی کرنی بسا دشوار اور نا ممکن العقل ہے۔ پس اس کے دل میں سوائے محبت مخلوق کے اور کچھ نہیں آتا یہ سن کر اگر ہم ان پر یہ سوال کریں کہ جو دوستی جناب الٰہی کی ہر فرد بشر پر واجب ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ تو وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد احکام جناب الٰہی ہے۔ (اور یہ غلط ہے) اگر کسی کو اس امر پر اعتراض ہو تو کتاب کیمیائے سعادت میں دیکھے۔ ہمارے پیران عظام کا قول ہے کہ سماع اسی چیز کو زیادہ کرتا ہے جو دل میں ہوتی ہے۔ پس اگر دل انسان میں محبت الٰہی ہے تو ضرور سماع اس کو جنبش دے گا اور اس کو ثواب عظیم اس سے حاصل ہوگا اور اگر دل انسان میں محبت ماسواللہ ہے تو اس کے حق میں یہ سماع زہر قاتل ہے اور جس کے دل میں ان دونوں سے کچھ نہ ہو اور بطور بازی سماع سنے تو وہ سماع اس کو مباح ہے حلال نہیں۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ سماع تین قسم پر منقسم ہے۔ قسم اول کہ وہ غفلت سے سنے اور اس کو کھیل سمجھے۔ یہ طریق اہل غفلت ہے۔ اس کو سماعت سماع ادا نہیں' (ص ۲۱۷) بلکہ اس پر حرام ہے۔ باعث اس کا یہ ہے کہ ایسے شخص کے دل میں ضرور فساد برپا کرے گا۔ اس سے کہ اس کو خوشی بخشتا ہے والا آواز خوش بھی حرام ہوتا ہے۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز مسجد میں اشخاص زنگی بازی کر رہے تھے اور جناب رسول اللہ نے مجھ کو کہا: کہ اے عائشہ تم دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ بعد ازاں جناب رسول کریم نے اپنا دست مبارک دروازے پر رکھا اور میں نے اپنی ٹھڈی حضرت کے ہاتھ پر رکھی اور تماشا ان کے سماع کا دیکھتی رہی۔ آپ نے تین دفعہ

Marfat.com

فرمایا : کہ بس کرتی ہو یا نہیں۔ میں نے کہا : کہ ابھی نہیں۔ اور یہ روایت تمام کتب احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ پس اس سے پانچ اجازتیں امت محمدی کو حاصل اور جائز ہوگئیں۔ اول یہ کہ تماشائے بازی و لہو جو گاہ گاہ ہو حرام نہیں' کیونکہ بازی زنگیاں میں رقص و سرود تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ بازی مسجد میں تھی تیسرے یہ کہ آپ نے اس وقت حضرت بی بی صاحبہ کو فرمایا تھا کہ تماشا دیکھو۔ پس اگر حرام ہوتا تو حضرت کیوں یہ حکم دیتے۔ چوتھا یہ کہ آپ نے خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا : کہ دیکھنا چاہتی ہو۔ یہ فرمانا گویا تقاضہ ہوا۔ وہ بات اور تھی کہ بی بی عائشہ صدیقہ دیکھتے اور آپ خاموش رہتے۔ پس وہ امر روا تھا۔ پانچواں یہ کہ دیر بھر بی بی صاحبہ دیکھتے رہے اور جناب رسول اللہ بھی خاموش رہے باوجودیکہ بازی دیکھنا کچھ ضروری کام نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بموافقت زناں یا کودکاں جب تک ان کا دل خوش ہو ایسے کام جائز ہیں۔ اور نیز حضرت صدیقہ سے روایت ہے کہ ایک دن بروز عید ان کے گھر میں ان کی کنیزگان دف بجا کر کچھ سرود کر رہی تھیں کہ اس عرصہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور بستر پر استراحت فرما کر لیٹ گئے۔ بعد اس کے حضرت ابوبکر صدیق والد ماجد حضرت صدیقہ تشریف لائے اور یہ معاملہ دیکھ کر براہ خفگی صدیقہ کو فرمایا کہ خانہ فیض کا شانہ پیغمبر زمانہ میں یہ مزامیر کیا معنی رکھتے ہیں۔ یہ بات سن کر جناب رسالت ماب نے فرمایا : کہ اے صدیق آج ان کو معاف رکھ کیونکہ روز عید ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ دف و سرود بھی جائز ہے۔

دوسرا قسم یہ ہے کہ دل انسان میں صفت مذموم ہو یعنی اس کے دل میں محبت کسی عورت یا لڑکے کی ہو اور وہ اس خیال سے سماع سنے کہ اس کا وہ شوق زیادہ ہو اور اس وقت وہ ایسے ایسے راگ سنے کہ اس میں تعریف زلف و خال و خد ہو۔ یہ حرام محض ہے' کیونکہ راگ سے آتش عشق کی زیادہ تر گرم ہوتی ہے اور جس آگ کا فرو کرنا لازم ہے اس کو مشتعل کرنا معنی۔ اور اگر وہ عشق اپنی زوجہ حلالہ کا ہے تو حلال ہے۔

قسم سیوم یہ کہ دل میں کوئی صفت محمود ہو۔ اور اس کی چار قسم ہیں۔ اول (ص ۴۱۸) سرود حاجیاں کہ جس میں تعریف مکہ معظمہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے شوق زیارت کعبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس شوق مین اگر حسب اجازت والدین راھی بیت اللہ ہو تو اجر عظیم پاوے گا۔ دوسرے سرور نوحہ جس سے گریہ زاری اور اندوہ دل زیادہ ہو اس میں بھی مدد ہوتی ہے بشرط کہ اپنے گناہوں پر گریہ کرے جیسا کہ نوحہ حضرت داؤد۔ اور اگر اندوہ حرام

Marfat.com

کا ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ مثلاً" اگر کسی کا کوئی فوت ہوجاوے اور وہ اس کے خیال میں نوحہ کرے تو جائز نہیں۔ کیونکہ جناب الٰہی کا حکم ہے لکیلا ماسوا علیٰ مافا تکم ۔ یعنی ہرگز موت کا غم نہ کھاؤ تیسرے اس کے دل میں کوئی خوشی ہو اور اس کے زیادہ کرنے کے واسطے سماع سنے تو یہ مباح ہے۔ مگر وہ شادی ایسی قسم کی ہو کہ جس پر شرعاً" خوشی کرنی جائز ہے۔ چنانچہ شادی نکاح و ولیمہ و عقیقہ و وقت ختنہ یا بوقت واپسی سفر کے جیسا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے دفیں بجائیں اور شادی کی اور اس وقت اشعار عاشقانہ بھی ان لوگوں نے پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعیٰ للہ داع

ماسوا اس کے جب چند دوست مل کے طعام کھاویں اور چاہیں کہ ایک دوسرے کا وقت خوش ہو تو اس حال میں بھی سماع مباح ہے۔ چوتھا نوع اصل الانواع اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں دوستی حق تعالیٰ کی غالب ہوکر حد عشق پر پہنچے تو اس کو سماع اہم عظیم اور مفید عمیم ہے۔ کیونکہ اس کو اس کا اثر زیادہ پہنچے گا اور اصلی سماع لائق السماعت یہی ہوگا۔ اگرچہ بعضے صوفی ایسے ہیں کہ ان کو سمع میں مکاشفات ظاہر ہوتے ہیں اور جو احوال کہ عالم غیب سے ان کو سماع میں حاصل ہوتا ہے اس کا نام وجد ہے اور ان کو وہ فوائد حاصل ہوتے ہیں کہ ریاضت کثیرہ سے بہم نہیں پہنچتے' بلکہ ان کا دل سماع کی آگ سے ایسا صاف ہوتا ہے جیسے کہ چاندی آگ میں تپانے سے بے غل و غش نکل آتی ہے۔ سماع میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ مناسبت جو روح انسان کو عالم بالا سے ہے اس میں حرکت پیدا ہو اور سامع کو اس عالم سے بالکل ہٹا لیوے تاکہ وہ اس عالم سے بالکل بے خبر اور قوت اعضا بالکل ساقط ہوجاوے اور بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اس راہ میں بہت غلطیاں اور بدرجہ غایت پندارھائے خطا واقع ہوتے ہیں اور اس نشان حق و باطل بجز پیران کامل کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اس واسطے طالب کو روا نہیں کہ حسب تقاضا اپنے کے سماع سنے۔

حکایت: حضرت شیخ علی حلاج جو مرید حضرت شیخ ابوالقاسم گورگانی کے تھے انہوں نے حضرت شیخ ابوالقاسم سے اجازت استماع سماع کی طلب کی۔ شیخ نے فرمایا کہ اے فرزند تین روز طے کر یعنی تین روز فاقہ رکھ۔ بعد تین روز کے جو چیز کہ نہایت (ص ۴۱۹) مرغوب طبع ہو تیار کر کے سامنے رکھ اور پھر طبیعت کو دیکھ اگر وہ رغبت طعام مطلوبہ سے روگرداں ہوکر

Marfat.com

میل سماع کرے اور سوائے تناول کے سماع پر صبر کر کے خوش ہو تو بے شک سماع سن ورنہ جائز نہیں۔ لیکن اس طالب کو کہ جس کو احوال دل سے کچھ خبر بھی نہ ہو اور بالفرض اگر آگاہی حاصل ہوئی ہو' مگر شہوات اس کی تمام شکستہ نہ ہوگئی ہوں تو اس کے پیر کو لازم ہے کہ مانند بھاگے شاہ کے گمراہ نہ بن جاوے اور اس کو مانع آوے' کیونکہ اس حال میں نقصان طالب کے حق میں بدرجہ کمال ہوتا ہے۔

فائدہ : اگر کوئی شخص سماع اور وجد اور حالات صوفیان سے منکر ہو تو اس کو معذور رکھنا چاہیے' کیونکہ وہ بیچارہ بے خبری سے معذور ہے۔ اس کو اس معاملہ سے خبر نہیں۔ ہاں جی ایسے انکار پر کہ جس کی اس کو خبر نہ ہو ایمان لانا مشکل ہوتا ہے ۔ اس کا تو وہ معاملہ ہے کہ جیسا ایک مخنث خیر کا کہ وہ لذات قربت عورت کو یاد نہیں کر سکتا۔ قس علیٰ ہذا اگر کوئی مادر زاد اندھا لذت بینائی و نظارت سبزی و سیر آب رواں سے انکار کرے تو عجب نہیں' کیونکہ اس غائب کی آنکھیں نہیں۔

تنبیہ :۔ جاننا چاہیے کہ اس معاملہ انکار صوفیاں میں کیا دانشمند اور کیا عوام ویسے ہی ہیں کہ جیسے مخنث یا لڑکے اور جس کو ذرہ بھی آتش عشق ہوگی وہ ضرورتا" کہے گا کہ بے شک یہ لوگ حق دوست ہیں اور یہ حال باکمال ہے' مگر مجھے وہاں تک رسائی نہیں۔ اور یہ معاملہ کہ کسی شخص کے پاس فلاں چیز نہ ہو اور وہ دوسرے کے پاس بھی ہونا اس کا باور نہ کرے تو عین حماقت ہے۔

فائدہ : معلوم کرنا چاہیے کہ سماع پانچ سببوں سے حرام اور ان سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اول یہ کہ کسی ایسی عورت سے سماع سنے کہ وہ حالت شہوت میں ہو خواہ سامع مشغول حق ہے۔ کیونکہ شہوت آفرینش کا ایک جزو اعظم ہے۔ جب صورت نیک دیکھ پڑتی ہے تو شیطان کلی معاونت کرتا ہے۔ سماعت کا سننا ایسے لڑکوں سے کہ جو محل فتنہ ہوں مباح ہے' مگر عورات زشت رو سے مباح نہیں کیونکہ عورات غیر محرم پر نظر کرنی ہر طرح سے حرام ہے اور اگر پس پردہ بیٹھ کر سرود کرے اور محل فتنہ بھی نہ ہو تو مباح ہے۔ دوم یہ ہے کہ سماع چنگ و رباب و بربط وغیرہ سے ہو' کیونکہ مزامیر سے سماع ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ اگر مزامیر ناخوش آہنگ ہوں تو بھی حرام ہے' کیونکہ یہ عادت شراب خوروں کی ہے۔ لیکن طبل اور دف سے اگرچہ ان کے ساتھ جلاجل بھی ہوں تو حرام نہیں۔ اسی طرح طبل غازیاں جائز اور طبل مخنثاں حرام۔ اور شافعیہ کے نزدیک شاہین بھی جائز' کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمتہ والغفران فرماتے ہیں : کہ اس کی آواز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے گوش مبارک میں گئی اور آپ نے انگشت مبارک بگوش حق نیوش رکھ لی' مگر منع نہ فرمایا- بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کو فرمایا: کہ سنو- (ص ۴۲۰) تیسرا سبب حرمت یہ ہے کہ اس سماع میں الفاظ فحش یا ہجو یا طعن اہل دین ہو' جیسا کہ اشعار روافض اور اشعار وصفیہ زنان مشہورہ- کیونکہ عورتوں کی وصف مردوں کے آگے جائز نہیں اور ایسے اشعار کہنے اور سننے حرام ہیں' مگر وہ شعر کہ جن میں تعریف زلف و خال سوائے حال نسواں ہو یا ان میں حدیث وصال و فراق ہو جیسی عادت عشاق ہے' سننے حرام نہیں' مگر یہ بھی اس حال میں حرام ہیں کہ سامع فی المثل اگر کسی عورت پر عاشق ہو اور اس طرف اس کا مطلوب کھینچ کر لے جاوے- اور اگر اپنی منکوحہ و کنیزک حلالہ کی طرف مضمون اس کا راجع کرے- تو حلال ہے- فقط صوفیوں کے حق میں کہ جو مستغرق یاد الٰہی ہوں ایسے ایسے اشعار سم قاتل ہیں' کیونکہ وہ تو اپنے مطلب کے مطابق معنی سمجھ لیتے ہیں- مبادا زلف سے ظلمت کفر خیال کریں اور حسن رو سے نور ایمانی- چوتھا سبب یہ ہے کہ سامع جوان اور شہوت اس پر غالب ہو اور اس کو کچھ خبر دوستی حق کی نہ ہو- کیونکہ ممکن ہے کہ جب وہ زلف و خال کی بات سنے گا تو ضرور شیطان موقع وقت پاکر اس کی گردن میں ہاتھ ڈالے گا اور اس کی شہوت کو ہلاوے گا- صوفیوں میں اکثر اشخاص ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جامہ صوف پہن کر اس بہانہ سے چین اڑاتے ہیں اور جب ان سے کچھ سوال کرو تو عبارات طامات سناتے اور سائل کو سودائی اور شوریدہ بناتے ہیں- اور پھر اس بدخوئی کا ظریفی اور نیک خوئی نام دھرتے ہیں اور اپنے بچاؤ کے واسطے ایسے ایسے کلام لایعنی زبان پر لاتے ہیں کہ فلاں پیر کو فلاں کوک جمیل پر نظر عاشقانہ تھی اور ہمیشہ عارفوں کو اس دام کا اسیر بیان کرتے ہیں- اور یہ بھی کہتے ہیں کہ دید بازی رب راضی- حسین کو دیکھنا غذائے روح ہے- الغرض ایسے برا مین نامعقول اپنی فضیحت کے مخفی کرنے کے لئے زبان پر لاتے ہیں' مگر جو کوئی ایسے امور کو فسق اور حرام نہ جانے وہ اباحتی ہے اور عندالشرع ترک صحبت اس کا واجب- اور یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں پیر نے فلانے لڑکے پر عشق کیا' یہ بیان ان کا خالی دو حالوں سے نہیں- یا تو وہ سراسر بہتان ہوگا اور فی المثل اگر کسی بزرگ نے کسی لڑکے کو بنظر محبت دیکھا بھی ہوگا تو وہ ضرور نظر بے شہوت ہوگی' یا یہ کہ وہ بزرگ خطا میں پڑگیا ہوگا' کیونکہ معصومیت ہر ایک پیر کے واسطے نہیں ہوتی- اور حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ میرے اس قول کا شاہد ہے- کتابوں میں جو مفصل حال ان کی نوحہ و زاری کا تحریر ہے اس کا یہی باعث ہے کہ ناظرین کو حجت کاملہ ہے اور بخوبی سمجھیں کہ ایسے امور پر توجہ واجب

Marfat.com

ہے۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ عام کالانعام جو عادتاً" اس آزادی سے سماع سنتے ہیں کہ اس سے عشرت حاصل ہو اگرچہ وہ مباح ہے مگر بایں شرط کہ اس پر عادت نہ کریں' کیونکہ بعضے ایسے صغیرہ گناہ ہیں کہ جمع ہو کر کبیرہ بن جاتے ہیں اور بعضے ایسے (ص ۴۲۱) ہیں کہ گاہ گاہ اور اندک اندک مباح اور جب زیادہ ہوں تو حرام جیسے کہ زنگیوں نے ایک دفعہ مسجد میں بازی و سماع کیا اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا۔ اگر ہمیشہ کے واسطے مسجد کو بازی گاہ مقرر کرتے تو ضرور حضرت علیہ الصلوۃ والسلام منع فرماتے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے ایک دفعہ تماشا بازی سے منع نہ فرمایا۔ اگر وہ ہمیشہ تماشہ بنی اختیار کرتیں تو ضرور مورد عتاب نبوی ہوتیں۔ جیسا کہ مزاح گاہ گاہ مباح ہے' مگر کوئی تمسخر اپنی عادت کر کے مسخرہ بن جاوے تو بے شک جائز نہیں۔

آثار و آداب سماع

جاننا چاہیے کہ سماع میں تین مقام ہیں۔ اول فہم' دوم وجد' سیوم حرکت۔ چونکہ یہ ہر سہ تشریح طلب ہیں لہذا بیان ان کا مفصل کیا جاتا ہے۔ اول مقام فہیم۔ واضح ہو کہ جو کوئی سماع بالطبع و غفلت سنے یا اس کے دل میں اندیشہ مخلوق ہو تو وہ خسیس ترین خلقت ہے اور جس میں اندیشہ دین اور رعب الٰہی غالب ہو تو اس کے دو درجے ہیں۔ درجہ اول درجہ مرید کہ اس کو سلوک میں احوال مختلف اور قبض و بسط اور آسانی و دشواری اور آثار قبول و رد بھی کہتے ہیں۔ اس کا یہ معاملہ ہے کہ جب صاحب اس کا کوئی مضمون سنے کہ جس میں حدیث عتاب' قبول وصل و ہجر ہو اور اس سے جو کچھ اس کے دل میں ہوا فروخت نہ کرے بلکہ احوال مختلف اس کے دل میں ظاہر ہوں۔ درجہ دوم قواعد غیر العلم' یعنی اس کا قاعدہ علمی محکم نہ ہو تو یقین ہے کہ اس سماع میں ایسے ایسے اندیشہ واقع ہوں گے کہ فی الاصل وہ کفر ہوں' یعنی بحالت سماع شان الٰہی کی بابت کچھ ایسا فہم کرے کہ وہ شان ذات الٰہی میں محال ہیں۔ مثلاً کوئی سماع میں یہ شعر سنے۔

ز اول منت میل کناں میل کجاست
و امروز ملول گشتن از بہر چراست

اور اس پر اس کو یہ خیال آجاوے کہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ کو اوپر حال اس کے کے عنایت اور مہربانی تھی اور اب وہ بدل گئی' حالیکہ تبدل شان الٰہی میں کفر محض ہے' کیونکہ جناب الٰہی کی ذات متغیر نہیں بلکہ طالب کو ایسا خیال کرنا چاہیے کہ مثلاً کوئی شخص نور آفتاب میں ہو اور پھر پس دیوار چلا جاوے تو اس حال میں نور آفتاب میں کچھ تبدل واقع نہیں ہوا بلکہ

Marfat.com

خود اس کے حال میں تبدل واقع ہوا ہے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ جب فہم سے فارغ ہو تو اس پر ایسا حال ظاہر ہو جس کو وجد کہتے ہیں اور معنے وجد کے پانا ہے یعنی اس نے ایک اور ایسی حالت پائی کہ قبل ازیں اس میں نہ تھی۔ اور اس حالت کے باب میں بہت سخن ہیں کہ وہ کیا ہیں، مگر اصل یہ ہے کہ وہ ایک نوع سے نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس کی بہت نوع ہیں، مگر بزرگوں نے اس کی دو جنس مقرر کی ہیں۔ ایک جنس احوال، دوسری جنس مکاشفات۔ جنس احوال یہ ہے کہ ایک صفت حالیہ پیدا ہوکر اس کو مست کردے اور وہ صفت کبھی شوق سے ہوتی ہے اور کبھی خوف سے اور کبھی آتش عشق سے اور کبھی اندوہ یاطلب و (ص ۴۲۲) حسرت سے اور ماسوا اس کے اقسام اس کی بہت ہیں۔ جب وہ آتش دل میں غالب ہوتی ہے تو دود اس کا دماغ میں پہنچتا ہے اور وہاں جاکر حواس پر ایسا غلبہ کرتا ہے کہ نہ وہ آنکھوں سے دیکھ اور نہ کانوں سے سن سکتا ہے۔ دوسری جنس مکاشفات ہے۔ اس میں اس کو کچھ چیزیں نظر آتی ہیں اور سماع کا اثر یہ ہے کہ دل کو صاف کرتا ہے اور یہ حال بغیر پہنچنے اس مقام کے نہیں کھلتے۔ انسان کو لازم ہے کہ یہ تصور نہ کرے کہ جو کچھ میرے گھر میں نہیں کسی کے گھر میں نہ ہوگا اور اس سے نادان وہ ہے کہ مایہ قلیل اپنی دیکھ کر اپنے آپ کو بادشاہ عظیم خیال کرے۔

فائدہ فی الفائدہ: ممکن ہے کہ وجد بتکلیف ہو، مگر یہ وجد ملحق بکفر ہے۔ یہ درست ہے کہ تکلیف سے اس کے اسباب کو اپنے دل میں لاؤ تاکہ اس سے وجد پیدا ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب قرآن سنو تو گریہ کرو اور اگر رونا نہ آوے تو تکلیف کرو۔ حاصل اس سے یہ ہے کہ تکلیف سے اسباب حزن و ملال دل میں آتا ہے اور تکلف صاحب اثر ہوتا ہے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ اگر سماع درست اور حق اور حق کے واسطے ہے تو جائز ہوتا کہ مجلس سماع میں حافظ قرآن قرآن بایں نمط پڑھتے۔ قوالوں سے سرود سنا کیا معنے۔ قرآن کلام الہی ہے۔ سماع اس کا اولیٰ تر۔

جواب: البتہ آیات قرآنی پر بھی بہت سماع ہوتا ہے اور اس سے عجب وجد و حالت ظاہر ہوتی ہے۔ بہت لوگ سماع قرآن سے بے ہوش ہوئے اور بعضوں نے جان دی۔ اگر وہ ذکر دیکھنے مطلوب ہوں تو کتاب احیاء العلوم موجود ہے اور بواعث اس کے کہ بجائے حافظاں قوال اور بجائے قرآن سرود کیوں سنا جاتا ہے پانچ ہیں۔ اول یہ کہ تمام آیات قرآنی حالات عاشقاں سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ اسمیں قصص کفار اور احکام متعلق

Marfat.com

معاملات دینی و دنیاوی امر و نہی وغیرہ بہت حالات ہیں۔ قرآن شریف تمام اصناف خلق اللہ کے واسطے شفا ہے۔ مثلاً جب قاری اس میں سے یہ آیات پڑھے کہ فلاں رشتہ دار کو یہ حصہ پہنچتا ہے یا جس عورت کا خاوند مرجاوے تو چار مہینے دس روزعدت میں بیٹھے پس ایسی ایسی آیات آتش عشق کو کب تیز کرتی ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ آیات قرآنی اکثر لوگوں کو یاد اور ہزار ہا دفعہ پڑھی سنی ہوتی ہے۔ اور جو سخن بہت دفعہ سنا گیا ہو اس سے کچھ تازہ آگاہی حاصل نہیں ہوتی۔ ہاں جی سچ ہے۔ بیت :

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

اور سرود میں اکثر مضامین تازہ جدیدہ ہوتے ہیں' مگر ہاں زمانہ نبوی میں جب آپ کے پاس اعرابی آکر قرآن شریف تازہ نازل کو سنتے تھے تو اس سے ان کو گریہ اور حالت پیدا ہوتی تھی۔ تیسرا یہ کہ دل بجز آواز موزوں اور الحان خوش کے نہیں ہلتا۔ اسی باعث سے حدیث پر کم حالت پیدا ہوتی ہے اور قرآن کو بالحان پڑھنا (ص ۴۲۳) بھی جائز نہیں۔ چہارم یہ کہ الحان کو اور آوازوں سے بھی مدد دیتے ہیں تاکہ اثر اس سے پیدا ہو۔ جیسا کہ طبل' شاہیں اور قرآن کو ایسی چیزوں سے شامل کرنا مناسب نہیں۔ پنجم یہ کہ ہر ایک کو الگ الگ حالت ہوتی ہے اور اس حالت میں طالب دو چیزوں کا طالب ہوتا ہے یا بیت یا سرود مطلق کا۔ اس حالت میں اگر قوال کوئی شعر پڑھے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ یہ شعر نہ پڑھ فلانا پڑھ اور سماع قرآنی میں یہ بات کہنی معاذ اللہ کہاں کی کہاں جا پہنچتی ہے۔ سوا اس کے تمام آیات موافق مزاج ہر انسان کے بہروقت نہیں ہوتیں۔

تیسرا مقام سماع میں حرکت اور رقص اور کپڑے پھاڑنا ہے۔ اس میں کچھ بعالم بے اختیاری سرزد ہو اس پر ماخوذ نہیں۔ اگر بااختیار واسطے دکھانے لوگوں کے ہو' تاکہ لوگ جانیں کہ وہ صاحب حالت ہے تو حرام بلکہ عین نفاق ہے۔ حضرت ابوالقاسم نصیر آبادی فرماتے ہیں : کہ جو کوئی سماع میں مشغول ہو غیبت سے بہتر ہے اور ابو عمر بن جنید نے فرمایا ہے : کہ اگر تیس سال غیبت کریں تو بہتر اس سے ہے کہ سماع میں حالت کا ذبہ دکھاویں۔ بہرحال کامل ترین وہ شخص ہے کہ سماع سنے اور ساکن رہے۔ یعنی اس کے ظاہر حال میں کچھ تردد پیدا نہ ہو' کیونکہ ضعف باعث حرکت و گریہ ہوتا ہے۔

حکایت : کہتے ہیں کہ ایک شخص جوان صحبت جنید بغدادی میں تھا۔ جب وہ سماع سنتا تو اکثر گریہ باآواز کرتا تھا۔ حضرت جنید نے اس کو کہا : کہ اگر پھر میری صحبت میں ایسا کرے

Marfat.com

گا تو میری صحبت میں نہ آنے پاوے گا۔ بعد اس کے اس نے بدرجہ تمام صبر کرنا شروع کیا۔ اس سے اس کو فائدہ عظیم پہنچا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ اسنے سماع میں بحالت صبر ایک ایسا نعرہ مارا کہ شکم اس کا پھٹ گیا جس سے مر گیا۔ باوجود اس کے رقص بتکلیف و نیز باظہار خوشی مشروع جائز ہے۔ کیونکہ زنگیوں نے مسجد میں رقص کیا۔ اور جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انت منی وانا منک' تو اس وقت حضرت مرتضیٰ شیر خدا نے از راہ فرط شادی و فرحت رقص شادیانہ کیا اور چند بار پائے مبارک کو زمین پر مارا۔

درباب آداب و آثار سماع

سماع میں تین چیزیں ضرور مد نظر رکھنی چاہیں۔ زمان' مکان' اخوان۔ اول زمان یعنی اگر سماع بوقت نماز یا طعام یا اس وقت میں کہ دل میں بہت مشغولی امور دنیاوی کی ہو تو سماع بے فائدہ ہے۔ دوم مکان' یعنی مکان بھی ایسا چاہیے کہ برسر راہ اور تاریک یا خانہ ظالم نہ ہو۔ سیوم اخوان' اخوان سے یہ مراد ہے کہ حاضرین جلسہ اہل سماع ہوں۔ اگر اہل دنیا یا منکر سماع یا منطقی ہوں تو وہ ہر دم تکلف سے وجد کریں گے۔ ایسے لوگ بھی داخل جلسہ نہ ہوں کہ سماعت سماع اندیشہ باطل سے کریں اور نیز لازم ہے کہ مجلس سماع میں زنان اور کودکان نہ ہوں۔ اہل سماع کو لازم ہے کہ مجلس سماع میں سرنیچے ڈال کر متوجہ بقلب ہو کر بیٹھیں اور بطرف ایک دوسرے کے نہ دیکھیں اور ہاتھ پیر سر نہ (ص ۴۲۴) ہلاویں بلکہ تکلف سے کوئی حرکت نہ کریں۔ جس طرح کہ نماز میں بیٹھتے ہیں مجلس سماع میں مودب اور متوجہ بحق بیٹھیں۔ اور امیدوار فتح باب فیض الٰہی رہیں۔ اور جب کوئی بباعث غلبات شوق وجد کو اٹھے تو سب حاضرین مجلس اس سے موافقت کریں۔

اگر کوئی اس کو بدعت کہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بدعت حسنہ ہے جیسے کہ نماز تراویح۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ خلقوا بالناس باخلا قھم اور یہ قوم اس موافقت سے خوش ہوتی ہے۔ پس ان کی یہ خوشی کرنی محمود ہے۔ فقط۔ ماسوا اس کے یہ مناسب ہے کہ جس کو حالت یا وجد ہو وہ اپنی پوشاک ملبوسہ قوالوں کو دے دیوے کیونکہ وہ جامہ اس پر حرام ہو جاتا ہے۔ فقط۔

Marfat.com

فصل در مقبرہ حضرت شیخ طاہر بندگی

و

مفصل احوال مقابر گورستان خطہ میانی پنج ڈھیرا

(ص ۱۶۴) اس مقام پر مزار پر انوار حضرت شیخ طاہر لاہوری کی واقع ہے۔ (ص ۱۶۵) اور ان کی مزار کے گرد و نواح بہت بڑی چار دیواری قد آدم بلند موجود ہے جس کے بنیرے چونہ گچ' دروازہ چار دیواری کے شمالی دیوار کے درمیان اور دوسرا دروازہ جنوب کی طرف آمدورفت کا ہے۔ دروازہ شمالی کے اندر گھستے ہی ڈیوڑھی اس کی غرب و شرق کی طرف' دو رویہ دیوار قد آدم اور سقف ندارد۔ ان ہر دو دیوار میں آٹھ آٹھ پنجرہ خشتی گلی موجود ہیں۔ پھر جنوب رویہ دروازہ محرابی قالبوتی خشتی۔ پھر اس دروازہ جنوب رویہ قالبوتی کے آگے شرق رویہ ایک دالان چونہ گچ' پختہ' سفید' گلکار' منقش جائے نشست گدی نشین یعنی سجادہ نشین' جو اب سید شہسوار ہیں' موجود ہے۔ اس دالان میں شرق رویہ ایک کوٹھری' دروازہ اس کا غرب رویہ مسقف مرتبہ۔ اور اس دالان کے دو در محرابی غرب رویہ اور ایک جنوب رویہ اور دھنے ہاتھ کی طرف اندر جاتے ہوئے روبرو اس دالان کے ایک سر درہ مسقف سرکی پوش۔ اس کے اندر ایک چار دیواری جس کے گوشہ جنوبی میں ایک کوٹھری بے در اور روبرو اس کے زینہ اوپر جانے کو اور غرب میں ایک دالان سہ درہ قالبوتی۔ اس کے اندر شمال میں ایک کوٹھری' اوپر اس کا بالا خانہ بطور شہ نشین پنج کھڑکی والا۔ ایک شرق رویہ ایک جنوب رویہ ایک غرب رویہ دو شمال رویہ۔ اور چار دیواری کے گوشہ غربی و شمالی میں اوپر جانے کا زینہ۔ یہاں بموسم گرما سجادہ نشین بیٹھتا ہے۔ اور دیوار شمال چار دیواری کے ساتھ ایک کھڑکی' اور گوشہ جنوبی میں متصل چبوترہ ایک درخت شرینہ۔ پھر دروازہ اندر جانے کا۔ گویا چار درہ کوٹھری ہے۔ اس دالان مکان گدی کے شرق رویہ ایک اور دالان بے چھت (ص ۱۶۶) سہ درہ آوارہ پڑا ہے۔ اور درمیان اس چار دیواری کلاں کے چبوترہ پختہ' چونہ گچ جس کے جنوب رویہ دو زینہ اور شرق رویہ بھی دو زینہ شرق رویہ زینہ جنوبی ایک درخت پھروانہہ بڑا بلند' جس کی ایک شاخ مزار سے لے کر تا چراغدان پہنچی ہوئی ہے۔ فرش چبوترہ کا سفید چونہ گچ اور اس چبوترہ کے گرد و نواح دو فٹ بلند اور چار دیواری سفید اس چبوترہ پر ایک اور ایک فٹ اونچا چبوترہ۔ اس پر مزار پرانوار حضرت شیخ طاہر بندگی کی چونہ گچ سفید۔ اور پائنتی کی طرف شرق و غرب رویہ اور دو قبریں خرد' دونوں زوجہ حضرت کی۔ ایک کا نام ماہ خانم دختر مرزا امان اللہ اور دوسری عصمت النساء دختر سید عبداللہ

Marfat.com

کی ہے- اولاد حضرت کی باقی نہیں رہی- فقط- زینہ جنوب رویہ کے شرق کی طرف سے دیوار چار دیواری بالائے چبوترہ ذرا گر گئی ہے- مزار حضرت پر ہمیشہ غلاف سفید رنگ پڑا رہتا ہے- اور سرہانے کی طرف چراغدان جس میں چھ طاقچہ خرد نیچے اور ایک بڑا اوپر جن کے آگے دو پنجرہ گلی لگے ہوئے ہیں- اور مزار پر ترتالیس میر فرش رکھے ہوئے ہیں- شرق رویہ متصل چار دیواری گوشہ جنوبی میں ایک اور چبوترہ پختہ ہے- اس پر دو قبریں ایک حضرت ابو محمد قادری لاہوری کی' جو پختہ چونہ گچ ہے' جس کے سرہانے چراغدان اور دوسری سید خیر شاہ چشتی کی- یہ دونوں صاحب سجادہ نشین ان حضرت کے تھے- یہ ابو محمد صاحب دس برس بعد وفات حضرت مرحوم کے فوت ہوئے اور یہ حضرت بڑے بزرگ مشہور ہیں-

اور یہ مزار حضرت طاہر کی پختہ شیخ ابو محمد صاحب نے بنوائی اور یہ زمین مقبرہ کی حضرت کی زوجہ نے خرید کری تھی- اب عرصہ تیس سال کا ہوا ہے کہ تہ اس چبوترہ کی شہزادہ غلام محمد ایوب شاہی نے اور چار دیواری بالائی تھا علاقہ بند نے بنوائی- اور باہر کی بڑی چار دیواری فقیر فضل دین ملازم راجہ دھیان سنگھ نے ست ۱۸۹۹ میں بنوا دی تھی-

اور اس کے شرق رویہ ایک اور چبوترہ پختہ قدیمی ہے اس پر کوئی قبر نہیں- اس کے شرق رویہ ایک قبر برنگ کرچی مع چبوترہ و چراغدان کسی سندھی کی- اور اس کے شرق رویہ دو چبوترہ مع چار دیواری خرد' ایک کی کنجری (ص ۱۶۷) اور ایک ہیما کنجری کی- اس کے شرق رویہ متصل دیوار چار دیواری کلاں گرد و نواحی ایک چار دیواری خرد- اس کے غرب رویہ ایک دیوار سفید نشان مسجد اور شمال رویہ چراغدان دو درخت ون و کریر و برنا- اس کے اوپر پختہ و خام بارہ قبریں رشتہ داران خیران طوائف کی اور نیز قبریں بھگو طوائف دوست دیوی داس پشاوریہ کی ہے-

اور حضرت کی مزار کے جنوب رویہ زیر دیوار مقبرہ دو چبوترے جن پر دو دو قبریں- غربی چبوترے پر ایک قبر فضل دین بانی چار دیواری کلاں کی اور دوسری محمد سلیم صاحب ساکن ممام واعظ کی اور شرق رویہ ایک سید معروف اور دوسری سید فقیر اللہ خادم حضرت کی- اور ان چبوترہ کے جنوب رویہ راہ ہے اور سر راہ جنوب رویہ ایک اور چبوترہ پختہ چونہ گچ جس پر بارہ قبراں قبرستان ملا کریم بخش نواسہ حافظ پیارا کی' جس کے اشعار پنجابی اکثر مشہور ہیں- اس چبوترے سے دو قبریں چھوڑ کر تیسری قبر میاں پیارا شاعر کی ہے- جنوب رویہ اس کے ایک اور چار دیواری پختہ جس کے اوپر درخت ون و پھلاھی- اس میں ایک

Marfat.com

قبر چبوترہ پر بیوی موراں معشوقہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی۔ سرہانے اس کے چراغدان بوسیدہ اور سات قبور اور متعلقین موراں طوائف کی ہیں۔ اس چار دیواری کے شرق اور جنوب رویہ تمام قبرستان کنجروں کا ہے۔ اس قبرستان کے جنوب رویہ ایک مسجد چونہ گچ المشہور شاہ دین والی خشتی قالبوتی جس کے آگے صحن چبوترہ ہے۔ یہ مسجد مبینہ بزرگان حکیم علی ساکن لاہور کی ہے۔ ان کے بزرگ حضرت کے خادم تھے اور اسی عہد میں یہ مسجد بنوا دی تھی۔

چلہ گاہ

غرب رویہ متصل اس مسجد کے ایک کوٹھہ قالبوتی خشتی جس کا باہر سے دروازہ محرابی جنوب رویہ اب قدرے بند کیا ہوا کھڑا ہے اور اندر اس کے ایک اور درجہ محدودہ ہے۔ اس کے دو در جنوب رویہ تھے' اب ایک بند اور ایک کشادہ ہے اور غرب رویہ دو کھڑکیاں محرابی جو اب بند ہیں۔ یہ مکان چلہ مشہور ہے۔ اگر کوئی فقیر طالب چلہ آوے تو یہاں اعتکاف بیٹھے۔ دیوار غربی کے ساتھ درخت ون اور کریر کھڑے ہیں۔

ملک علی کوتوال کے خاندان کی قبریں

(ص ۱۴۹) چار دیواری خانقاہ شیخ طاہر صاحب کے خاص غرب رویہ بلند ٹیلہ خرد پر ایک مسجد خشتی بے سقف چونہ گچ تین محراب والی' جس کا صحن شکستہ بوسیدہ اور شرق رویہ اس کے ایک قبر جس کا چونہ استرکاری کا سیاہ ہوگیا ہے۔ اور غرب رویہ قبر کے چبوترہ کھڑا ہے مگر شرق رویہ گر گیا ہے۔ قبر بہت عمدہ جس کے غرب رویہ دو درجہ والا چبوترہ دکھائی دیتا ہے' موجود۔ یہ قبر زوجہ ملک علی کوتوال کی ہے۔ صورت مسجد یہ ہے کہ میانہ محراب کی دیوار سالم اور جنوب و شمال رویہ ذرا خرد۔ میانہ محراب میں تمام گلکاری نقاشی اور کتبہ بالائی میانہ محراب پر کچھ برنگ سرخ تحریر ہے' مگر اب پڑھا نہیں جاتا۔

اس صورت سے محراب جنوبی و شمالی میں چار چار پنجرہ خشتی ہیں۔ اور محراب شمالی کے شرق

Marfat.com

رویہ ایک اور دیوار ہے' اس میں بھی محراب اور چار پنجرہ ہیں اور اس کے مقابلہ جنوب رویہ محراب کی دیوار شاملہ مسمار ہوگئی ہے اور صحن مسجد کا فرش غرق ہو کر گڑ گیا ہے اور اس میں ایک درخت ون اور ایک کریر خرد کھڑا ہے اور اس قبر کے شرق رویہ تمام قبریں ملک علی کوتوال کے قبائل کی ہیں' مگر اب مفقود ہوگئی ہیں۔ قبر کے سرہانے ایک بازوئی دیوار دریچہ دو فٹ بلند موجود ہے اور بقیہ گر گیا ہے۔ اور شرق رویہ اس قبر کے نیچان جگہ میں تھوڑی سی زمین مزروعہ ہے۔ گورکن لوگ یہاں کے کہتے ہیں کہ سردار خان متبنی رانی گل بیگم صاحبہ کا اس زمین کو براہ سینہ زوری کاشت کراتا ہے مگر فی الاصل یہ زمین متعلقہ گورستان میانی ہے۔

اس مسجد کے غرب رویہ ایک چاہ پختہ خشتی بے چرخی' جس کے غرب رویہ ذرا بلند چوبچہ پختہ موجود۔ یہ بھی متعلقہ اسی مسجد کے ہے۔ اس کے غرب رویہ ایک اور ہے۔ اس پر دو تعویذ قبر الٹے ہو کر گڑے پڑے ہیں۔ چنانچہ اس میں سے ایک تعویذ کے سرہانے چونہ پر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ محراب بنا کر تحریر ہے۔ بعد اس کے غرب رویہ گوشہ شمالی میں ایک اور مسجد اسی وضع کی اس سے بلند و کشادہ موجود ہے۔ اس کے جنوب رویہ چھ زینہ پختہ چونہ گچ موجود۔ اور اس زمین کے جنوب رویہ ایک چوبچہ پختہ چونہ گچ مسمار مٹی سے بھرا ہوا پڑا ہے۔ زینہ چڑھ کے برسر زینہ چبوترہ پختہ ہے۔ زینہ کے شمال رویہ تمام صحن مسجد غرق ہوا ہوا جگہ نیچان میں موجود ہے۔ اور اس میں تین قبریں بلند' دو افتادہ اور ایک غرب رویہ سالم۔ تعویذ ان تینوں قبروں کے ایسے پختہ چونہ گچ ہیں کہ باوجودیکہ گر گئی ہیں مگر تو بھی پختہ سالم ہے اور تینوں تعویذوں کے سرہانے بطور خانہ محرابی بنا کے کلمہ لا الہ الا اللہ تحریر ہے۔ قبر غربی ملک علی کوتوال کی اور دوسری اسکے بھائی اور بیٹے کی۔ قبر ملک علی کوتوال کے غرب رویہ مسجد کے صحن میں شرق رویہ دیوار (ص ۱۷۰) مسجد ایک درخت کریر کھڑا ہے۔ اس مسجد کے محراب میانہ کے سر پر کتبہ من رنگ سرخ چونہ پر کچھ تحریر ہے۔ فقط یہ ہی پڑھا جاتا ہے قال الملک العلی الاعلیٰ۔ آگے پڑھا نہیں جاتا یہ پھر پڑھا جاتا ہے علی اور پھر طواللہ ان اللہ الرحیم۔

پس پشت مسجد استرکاری سفید کہنہ موجود ہے اور خرد دو درخت دن کھڑے ہیں۔

حال تکیہ فقیر ولایتی متعلقہ خطہ میانی پنج ڈھیرا

(ص ۱۷۱) اس مکان میں ایک فقیر ولایتی عرصہ سولہ سال سے سکونت پذیر ہے۔ یہ فقیر پہلے بمکان پیر زمدی رہتے تھے اب یہاں غرب رویہ باغیچہ رانی گل بیگم و جنوب رویہ چار

Marfat.com

دیواری مقبرہ حضرت شیخ طاہر رہتا ہے۔ ایک دالان' اس کے اندر ایک کوٹھری خام گلی موجود ہے۔ دالان کے تین در ایک شرق دوسرا شمال تیسرا غرب رویہ' مگر بے طاق تختہ۔ چاروں طرف اس دالان کے بطور باغیچہ چار تختہ ہیں۔ اس میں درخت انار' پھروانہ' توت' بہی' گوندی' بیر' دھریک' کیلہ' آڑو' بکاین' آم موجود ہیں۔ اور غرب رویہ اس دالان کے چند قبور رنگ ریزاں بگھو وغیرہ ساکن دھلی دروازہ کی موجود ہیں۔ بپاس خاطر فقیر کے رانی گل بیگم صاحبہ نے یہ باغیچہ بنوا دیا تھا۔ اس فقیر کو لوگ بزرگ جانتے ہیں۔ اس کے شرق رویہ راستہ باغیچہ رانی گل بیگم صاحبہ کا ہے۔

حال باغیچہ رانی (ص ۱۷۲) گل بیگم صاحبہ متعلق خطہ میانی

لب راہ جنگلہ چوبی مع اشجار شمال رویہ اور دیوار خام جنوب رویہ راستہ باغیچہ رانی گل بیگم صاحبہ مرحوم کا ہے۔ جنگلہ کے گوشہ غربی و شمالی میں ایک کوٹھہ پختہ خشتی' جس کا دروازہ شرق رویہ مع طاق تختہ اور اس کے ساتھ شمال رویہ برانڈہ طویل شرق رویہ مع طاق تختہ اور اس کے ساتھ شمال رویہ برانڈہ طویل شرق رویہ سے غرب رویہ تک متصلہ اس کوٹھہ کے اور اس کے اندر طویلہ بگھی خانہ و دو کوٹھہ۔ پھر طویلہ کے جنوب رویہ ایک کوٹھہ خام مع طاق تختہ چوبی۔ اس کوٹھہ کے شرق و جنوب رویہ چاہ رواں بڑا بلند چرخ چوب والا جس کے اوپر سات گولے کر کے چھپر ڈالا ہوا ہے۔ اور چاہ کے غرب رویہ قد آدم بلند دیوار والا حوض اور غسلخانہ چونہ گچ' جس کا راہ شمال رویہ بے چوکھٹ اور حوض تا بکمر کھڑا ہے۔ اس غسلخانہ کے جنوب رویہ کھیل پانی کی' واسطے آسائش چار پایوں کے' پختہ چونہ گچ اور جنوب رویہ اس کے جنگلہ چوبی اور تمام اشجار۔ باغ اور چاہ کے جنوب رویہ بڑا چبوترہ جس پر بہت گملے پھولوں کے رکھے ہیں اور ایک آڈ یعنی مجرائی آب جنوب رویہ جاری ہے اور دو دھریک بالائی چبوترہ موجود ہیں۔ ازانجا کہ یہ چاہ بلند ٹیلہ پر واقع ہے' اس واسطے عمق اس کا بہت گہرا ہے اور اس میں ایک سل سنگ مرمر کی کہ جس پر مالک این چاہ رانی گل بیگم صاحبہ بنت شیخ محمد اکبر' زوجہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سورگباشی تحریر ہے' لگی ہوئی ہے اور محمد سردار خان متبنی بیگم صاحبہ کہتا ہے کہ میرا نام بھی وہاں درج ہے' مگر پڑھا نہیں جاتا۔

اس سے آگے بڑھ کے دیوار پختہ چاروں طرف باغ کے اور دروازہ باغ کا غرب رویہ رنگین منقش دو منزلہ' جس کے بالا خانہ کے تین دریچے منقش موجود ہیں۔ دروازہ باہر سے محرابی ور درمیانہ میں چوکھٹ چوبی مع طاق تختہ اور جنوب و شمال رویہ دروازہ کے دو کھڑیاں

Marfat.com

پختہ چونہ گچ برنگ ہرمچی نشست کے واسطے تمام منقش گلکار۔ اس کے اوپر پانچ محرابی کتبہ بنے ہوئے ہیں اور میانہ کتبہ میں برنگ نیل یہ شعر تحریر ہیں۔

بفضل قادر بیچون ز دست گل بیگم
کہ ہست رانی دوران و ملکہ عالم
بنا پذیر شد این باغ خلد برین
باہتمام علی بخش اہل جود و کرم
خوشا نصیب کہ فرزند خوش خلف دارد
کہ مشتہر شدہ سردار خان چون حاتم
زہی است باغ کہ زو بوی خلد می آید
ازین است سال بنائش زہی ز باغ ارم
ظہور سال ز آباد باغ رانی شد
عطارد از سر ارقام چون گرفت قلم
فرید خبر بنا را نگر کہ تاریخش
فرشتہ گفت عمل آباد باغ گل بیگم
چو سیر گاہ خودش ساخت رانی دوران
برائی سال بنا گشت باغ سیر رقم
۱۲۷۳

بدست کاری و معماری غلام علی
بنا شدست خوش این باغ مرجع عالم

ایضاً"

سال تاریخ بنای باغ چون جستم بگفت
بلبلم آباد باغ رانی گل بیگم است
۱۸۵۶

(ص ۱۷۳) ایضاً"

از سر آباد قمری سال ہمت را چہ خوش
گفت نو آباد باغ رانی گل بیگم است

فقیر جواہر شاہ

Marfat.com

داروغہ مزدوراں باغ جناب مستطاب رانی صاحبہ ۱۹۱۳

اور دریچہ جنوبی کی محراب پر سائیں جواہر شاہ جیون معمار تحریر ہے۔ اور دروازے کی دیوار شمالی کے آگے غرب رویہ بیل انگور چھ دھن پختہ خشتی پر ڈالی ہوئی موجود ہے اور گوشہ شمالی و غربی میں ایک مسجد قدیمی تھی اب رانی صاحبہ نے اس کی مرمت سفیدی وغیرہ کرائی۔ مسجد مسقف قالبوتی تین دھن والی' شرق رویہ ستون خشتی۔ اس کے گوشہ شمالی میں ایک خرد حجرہ بے طاق تختہ۔ آگے شرق رویہ صحن چونہ گچ اور جنوب رویہ دیوار تا کمر سفید۔ اس کے گوشہ شرقی و جنوبی میں دو ٹوٹی والی سبیل وضو کے واسطے۔ گرد و نواح چار دیواری پختہ' چبوترہ۔ صحن مسجد کے شرق رویہ ایک چبوترہ' اس پر سات قبریں' تین خشتی' ایک تو چونہ گچ قدیمی ہے اور دوسری حکیم کریم اللہ کی' جو رانی صاحبہ کا حکیم تھا اور ۱۲۶۲ میں فوت ہوا۔ اور بقیہ رانی صاحبہ کے ملازموں کی۔ فی مابین قبور و صحن مسجد میں ایک درخت بیری کھڑا ہے۔

دروازہ باغ کے اندر جاتے ہی ڈیوڑھی مسقف قالبوتی منقش۔ اس میں اندر جانے کا در محرابی بے تختہ چوبی۔ اس کوٹھری کے غرب رویہ ۱۹ زینہ چڑھ کے بارہ دری کے اوپر جانا ہوتا ہے۔ یہ وہی بالا خانہ ہے جو باہر دروازہ کے اوپر اول کمترین نے لکھا ہے۔ اس کے بارہ دریچہ مع طاق تختہ رنگین سرخ و سبز ہیں۔ اس ڈیوڑھی کی پشت پر جنوب رویہ ایک بڑا چبوترہ پختہ چونہ گچ بڑا کشادہ۔ اس کے جنوب رویہ غسلخانہ' اس میں حوض تا کمر بلند تمام سفید۔ اور گوشہ غربی و جنوبی میں اس چبوترہ کے تمام تختہ ہائے باغ و اشجار ہر قسم۔ اور اس غسلخانہ کی دیوار شرقی میں باغ کے جنوب رویہ ایک بڑا چبوترہ پختہ استرکار سفید۔ اور اس چبوترہ کے جنوب رویہ ایک بڑا دالان پختہ استر کار منقش جس میں دو دروازہ چوبی اور چار محراب در نما' اور محرابوں میں تین پنجرہ خشتی سفید خوش نما اور لب بام گردنہ پختہ منقش۔ اوپر اس کے سقف قالبوتی خشتی۔ بیچ میں گنبد اور چاروں طرف چار گنبدیاں۔ میانہ در محرابی پر باہر کی طرف ایک ٹکڑا سنگ مرمر کا لگا ہوا جس پر یہ تحریر ہے:

بر زمین تازہ چون بہشت برین
باغ با آب و تاب گل بیگم

ہست سردار خان بانی باغ
خلف مستطاب گل بیگم

سال تعمیر باغ خرم گفت

Marfat.com

امن باغ جناب گل بیگم

۱۲۷۲

اندر اس کے مکان پر تکلف منقش جس کے شرق رویہ و غرب رویہ دو کوٹھریاں جس کے طاق تختہ چوکھٹ رنگین سرخ بسنتی' سقف قالبوتی تین درجہ۔ میانہ گنبد والا بلند اور شرقی و غربی اس سے خرد۔ میانہ گنبد کے سقف میں چاروں طرف گردنہ و درمیاں دالان قبر رانی گل بیگم صاحبہ کی۔ اور شمال رویہ سہ درہ دالان پختہ۔ خشتی جس کے دھن بند اور ان میں پنجرے۔ اور جنوب رویہ پائنتی کی طرف دیوار میں محراب۔(ص ۱۷۴) نشستگاہ چبوترہ قبر سنگ سیاہ جس میں خطوط سنگ مرمر کے۔ دو گز عرض' تین گز طول' دو فٹ ارتفاع والا اوپر چبوترہ' قبر کے چاروں طرف سنگ سیاہ اور قبر کے تعویذ کے گرد سنگ مرمر سفید کا' اور تعویذ قبر خاص سنگ مرمر کا جس پر خطوط سنگ سیاہ بطور خانہ ہا ارتفاع تعویذ دو فٹ مرتفع۔

اب ایک برس کا مل ہوا ہے کہ رانی گل بیگم فوت ہوئی۔ یہ دالان قبر کے واسطے پہلے بحین حیات بنوایا تھا۔ اب قبر سردار خان صاحب نے بنوائی ہے۔ اب اکثر غلاف پارچہ کمخواب وغیرہ مزار پر ڈالا رہتا ہے اور ہمیشہ دروازہ بند رہتا ہے اور کلید سپرد باغبان کے رہتی ہے۔ اب یہاں چار باغبان ملازمان رانی صاحبہ ہیں۔ ایک باماں دوسرا شمیر تیسرا محمد دین چوتھا رحیم بخش۔

مقبرہ کے دالان کے شمال رویہ جو چبوترہ ہے اس کے تین زینہ شمال رویہ ہیں اور شمال رویہ اس کے میانہ باغ میں ایک چبوترہ پختہ نشستگاہ۔ گرد و نواح دیوار پختہ اور شمالی دیوار میں ایک کھڑکی آمدورفت کی ہے' سو ہمیشہ بند رہتی ہے۔

گنبدی چٹھہ متعلقہ گورستان میانی

یہ ایک چھوٹا سا مقبرہ چار در قالبوتی والا' چبوترہ پختہ خشتی پر گوشہ غربی و جنوبی باغ رانی گل بیگم صاحبہ میں کھڑا ہے۔ اس کا حال معلوم نہیں۔ شمال رویہ اس کے قبور زمینداران مزنگ اور غرب رویہ قبرستان دیتا کناری باف اور نیز قبور پیرنگاں و گازروں کی۔

قبور ڈھایہ ہاموں شاہ متعلقہ خطہ زمین میانی

یہ مقام جو بنام ڈھایہ ہاموں شاہ مشہور ہے' ایک ٹیلہ پر چار قبریں پختہ' ایک ہاموں شاہ صاحب کی جس کا چراغدان پختہ کھڑا ہے اور قبر ہموار زمین ہے۔ اکبر بادشاہ کی

Marfat.com

عملداری میں اول اس مقام پر دریا بہتا تھا۔ ان کا کچھ حال معلوم نہیں۔ غرب رویہ اس کے ایک مسجد بے سقف پختہ اور چند قبور شیخوں کی مشہور ہیں۔ فقط۔

اس کے غرب رویہ ایک احاطہ خام احمد علی بنباتی (؟) کا اور شرق رویہ ایک چبوترہ پرانا' اس پر درخت کیکر و جھاڑی۔ قدیمی قبور بزرگان احمد علی بنباتی کی ہیں۔ فقط۔

حال مقبرہ پیر زھدی صاحب متعلق قبرستان

یہ مقبرہ بر سر راہ کوٹھی جناب سر رابرٹ منٹگمری صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک پنجاب وغیرہ دام اقبالہ غرب رویہ ہے۔ صرف ایک چبوترہ اور اس پر گنبد چار در محرابی والا۔ شرق رویہ تین زینہ۔ درمیان میں قبر پیر زھدی صاحب کی پختہ چونہ گچ واقع ہے۔ اب مقبرہ اوپر سے تھوڑا گر گیا ہے۔ یہ حضرت بڑے بزرگ کامل فقیر عہد خان بہادر میں فوت ہوئے۔ خان بہادر کے عہد میں ان کا معمول تھا کہ شہر میں پھرتے تھے اور جو ٹکڑے زمین پر گرے ہوئے دستیاب کرتے تھے ان کو صاف کر کر کھاتے۔ اور یہاں اب تک معمول ہے کہ جو کوئی آکر منت مانتا ہے کہ اگر فلاں کام میرا ہو جاوے تو میں حضرت کی (ص ۱۷۵) نذر دوں۔ اور نذر ان کی نمکین روٹیاں اور شیریں روٹیاں ہیں اور نیاز بروقت حصول مراد لوگ یہاں لاکر چڑھاتے ہیں۔ اکثر لوگ یہاں آتے ہیں اور جو روٹیاں نذر کی یہاں آتی ہیں گورکن میانی کے لیتے ہیں۔ اب فقیر ولایتی بھی' جس کا ذکر سابق ہوچکا ہے' لیتا ہے۔ غرض ان حضرت کو لوگ بڑا بزرگ جانتے ہیں۔

حال قبر مولوی جامی لاہوری متعلقہ قبرستان میانی

گوشہ شمالی و شرقی چار دیواری حضرت شیخ طاہر میں ایک نشان دیوار محراب دار مسجد کھڑا ہے۔ اس کے آگے زمین دوز خشتی قبر مولوی جامی لاہوری کی ہے۔ اس کے گوشہ شمالی و شرقی میں چبوترہ مع دیوار مسجد کا اور چاہ چرخی دار قدیمی ہے۔ یہ حضرت بعہد جہانگیر بادشاہ بڑے مولوی کامل اور مدرس تھے اور بڑے قابل۔ اب تک نام ان کا مشہور ہے۔

حال قبر زوجہ الارڈ صاحب فرانسیس

اس کے گوشہ غربی و شمالی میں ایک چار دیواری چونہ گچ پختہ۔ در اس کا جنوب رویہ محرابی بے طاق تختہ۔ غرب رویہ نشان مسجد بے سقف۔ بیچ میں بیر کا درخت اور شمال رویہ چراغدان گنبدی والا جس میں ایک پنجرہ بھی لگا ہے۔ اور اللہ محمد لکھا ہوا ہے اور قبر کا تعویذ

Marfat.com

درخت نے گرا لیا ہے۔ قبر مسماۃ لطفی زوجہ الرڈ فرانسس کی ہے اور عرصہ چالیس سال سے الارڈ صاحب نے بنوائی ہے۔

حال چار دیواری قبر باندی طوائف

اس کے شمال رویہ ایک اور چار دیواری پختہ چونہ گچ بلند چبوترہ پختہ پر ہے۔ دروازہ اس کا جنوب رویہ محرابی۔ اس پر اللہ اللہ لکھا ہے۔ بیچ میں ایک قبر خام اور ایک پختہ۔ پختہ باندی طوائف کی' جس کے سرہانے درخت کیکر کھڑا ہے۔ اور قبر رنگین منقش ہے۔

میں حیران ہوں کہ یہ طوائف لوگ زندگی میں تو لوگوں کو فریب دیتے ہیں' مگر بعد حیات بھی فریب دینے سے باز نہیں آتے' یعنی اب ظاہرا آدمی جو قبر کو دیکھتا ہے کہ پختہ چار دیواری ہے اور قبر رنگین بہت عمدہ تو خیال کرتا ہے کہ کسی بزرگ کی ہوگی اور عندالاستفسار قلعی کھل جاتی ہے کہ یہ کسی کنجری کی قبر ہے۔

حال مسجد مبینہ میاں محمد سلطان متعلقہ قبرستان میانی

یہ مسجد تمام سفید چونہ گچ پختہ تین دھن محرابی والی۔ دروازہ اس کا شرق رویہ اور دروازہ کے شمال رویہ چاہ مع دو سقاوہ' غسلخانہ پختہ۔ اور دروازے کے اندر شمال رویہ سبیل وضو کرنے کی تین ٹوٹی والی۔ اور مسجد کی سقف قالبوتی ایک گنبد میانہ بلند اور سر محراب تین گنبدیاں اور چاروں کونوں پر چار برجیاں جس کے آٹھ آٹھ راہ خرد ہیں۔ مسجد کے اندر جنوب و شمال رویہ دیوار میں پنجرہ خشتی سفید۔ اس کے اوپر گردنہ محرابی خوشنما۔ مسجد کے تین در محرابی پر نو حلقہ آہن واسطے باندھنے پردے کے جڑے ہوے ہیں۔ فرش اندر باہر مسجد کا خشتی پختہ۔گرد چار دیواری تا سینہ بلند (ص ۱۷۹) سفید۔ در شرق رویہ مسجد پر تین گنبد خرد خرد خوشنمائی کے واسطے اور صحن مسجد کے شمال رویہ و جنوب رویہ دو کوٹھری خوشنما نشستگاہ مسجد کی۔ محراب میانہ کتبہ بالائی پر افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ تحریر ہے۔ اور دھن جنوبی کے کتبہ میں شعر:

محمد عربی کا بروی ہر دو سرا ست
کسی کہ خاک درش نیست خاک برسر اوست

اور شمالی دھن پر یہ لکھا ہے شعر:

سرم خاک رہ ہر چار سرور
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

Marfat.com

اور چاہ تمام چونہ گچ سفید جس پر چرخی لگی ہوئی ہے اور شمال رویہ ایک سل سنگ مرمر کی' جس میں یہ کندہ ہے' لگی ہوئی ہے:

فی سبیل اللہ بانی این چاہ اللہ جوائی ہمشیرہ محمد سلطان ٹھیکیدار ۱۲۷۶ ہجری۔

اس چاہ کا رسی بوکہ گورکن دیتے ہیں۔ بعد ششماہ جب کہ محمد سلطان آتا ہے تو ایک روپیہ مجاوران کو دے جاتا ہے اور چاہ کے پاس ایک چوبچہ بھی موجود ہے۔

حال قبر نواب سعادت یار خان مرحوم والی معزول بہاولپور متعلقہ زمین میانی

یہ مکان ایک ٹیلہ پر واقع ہے۔ دروازہ آمدورفت دو' ایک غرب رویہ دوسرا اس کے اندر جنوب رویہ۔ باہر کے دروازہ کے گرد و نواح دیوار پختہ بے سقف اندرونی دروازہ طاق پختہ والا چوبی۔ اندر چار دیواری پختہ اس کے اوپر سقف چوبی بطور بنگلہ چوبی گذر گھاٹ۔ دیوار جنوبی پر زیر سقف تین پنجرہ چوبی رنگین سرخ سبز صراحی دار خرد اور شرق و غرب رویہ ہے۔ اسی طرح تین تین پنجرہ صراحی دار درہ کلاں اور شمال رویہ بھی تین پنجرہ خرد زیر و بالا۔ سرہانے گوشہ شرقی و شمالی میں ایک کوٹھہ۔ پختہ مع طاق تختہ۔ اس کا ایک دوازہ اندر سے ہے اور ایک شمال رویہ باہر۔ اس میں تین آدمی ملازم لواحقین نواب صاحب مرحوم رہتے ہیں۔ ایک کا نام جان محمد بہاولپوری' دوسرا شیر خان نیاز بیگیہ' تیسری زوجہ خان محمد جو ایک عورت ہندوستانن ہے' رہتے ہیں۔ ان کو فی نفر چار روپیہ ماہواری و پارچہ ششماہی ملتا ہے۔ اس بنگلے میں دو قبریں خام ہیں۔ ایک نواب صاحب سعادت یار خان صاحب مرحوم کی جو ۱۲۷۹ ہجری میں بمرض ہیضہ فوت ہوئے اور دوسری ان کی بیگم زوجہ کی۔ یہ ۱۲۷۷ھ میں فوت ہوئی ہیں۔ اندر فرش چٹاری ہوا ہے اور قبر نواب صاحب پر غلاف ابریشم کناری دار قرمچی اور قبر بیگم پر ململ سرخ کا۔ سرہانے چراغدان طاقچہ خرد۔ غرب رویہ اس بنگلہ کے قبر پختہ کسی فقیر کی قدیمی ہے اور اوپر بنگلے کے کبوتر بھی ہیں۔

حال مکان حاجی نور صاحب مرحوم متعلقہ زمین میانی

(ص ۱۷۷) اور صورت مکان کی یہ ہے کہ دیوار جنوبی میں راہ آمدورفت۔ دروازہ محراب اور چاروں طرف دیوار دو قد آدم اور ہر چہار طرفوں میں چار محراب بطور مصلائے بکہ۔ محراب شرقی میں قبر آپ کی چونہ گچ پختہ اور قبر کے شرق رویہ دیوار میں ایک طاقچہ محرابی۔ اور اس میں خرد سی محرابی کھڑکی اور محراب جنوبی میں راہ آمدورفت۔ دروازہ محرابی

Marfat.com

اور دیوار شمالی کے محراب میں ایک طاقچہ اور اس میں چار کھڈہ خشتی۔ اور غربی دیوار میں بھی محراب اور اس میں پنجرہ۔ یہ تینوں محراب میں جائے نشست ہے۔ چاروں محراب قالبوتی۔ دیوار غربی کے آگے ایک چبوترہ خشتی اور دیوار شرق متصل قبر سے پچیس فٹ طول اور بیس فٹ عرض کا چبوترہ پختہ خشتی' جس کے جنوب رویہ ایک زینہ شکستہ بیچ میں۔ چبوترہ کا فرش چونہ گچ اور اس چبوترہ کے گوشہ شرقی و شمالی میں ایک درخت ون اور ایک پر (؟) اور گوشہ غربی و شمالی میں ایک ون۔ اور غرب رویہ کیکر اور گوشہ غربی و جنوبی میں ایک کوٹھہ جس کے دو در جنوب و شرق رویہ محرابی بے طاق۔ اس کے گوشہ شرقی و جنوبی میں خشتی زینہ پانچ عدد بوسیدہ مبینہ میاں گاماں۔ یہ نو تیار ہے۔ اس چار دیواری مکہ ساں کی دیوار شرقی کے شرق رویہ دو خرد کوٹھریاں قالبوتی پختہ بے طاق تختہ۔ اور اس کے شرق رویہ ایک چبوترہ مع چار دیواری خرد۔ اس پر چھ درخت ون اور ایک کیکر کا ہے اور چند قبور پراچگان۔ اس کے جنوب رویہ چاہ غسل خانہ مبینہ احمد بخش و محمد بخش پراچہ جو عرصہ سے بنا ہوا ہے۔

حال قبر حضرت عارف چشتی المشہور میاں وڈا متعلقہ گورستان خطہ میانی

شرق رویہ مقبرہ حضرت حاجی نور صاحب کے ایک چبوترہ پختہ مع چراغدان جس میں ایک خانقاہ میاں وڈا کی قدیمی ہے۔ قبر قدیمی تھی۔ اب مینا طوائف نے از سرنو بنوائی' عرصہ دس بارہ برس کا ہوا ہوگا۔ اس کے (ص ۱۷۸) چاروں طرف چراغدان بنے ہوئے ہیں۔ اب تک ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ گاہ گاہ لوگوں کو قبر سے آواز آتی ہے کہ پرے پرے ہو کے جاؤ۔ اور اکثر لوگوں نے ان کو بچشم ظاہر دیکھا بھی ہے کہ جمیل اور سفید ریش ہیں اور نام آپ کا اصلی محمد عارف چشتی اور ان کی قبر کے اوپر سے کوئی جانور آجا نہیں سکتا۔ ابتدا میں جو کوئی اس راستہ سے جاتا تھا تو بیمار ہوجاتا تھا' اسی واسطے راہ بند ہوئی۔ وفات ان کی ۱۰۶۴ ایک ہزار چونسٹھ میں وقوع میں آئی۔ قطعہ۔

عارف چشتی است پیر عارفان
بود شیخی صاحب رعب و جلال
سال ترحیلش چو جستم گفت دل
عارف چشتی است تاریخ وصال

Marfat.com

حال قبر نظام شاہ مجذوب متعلقہ خطہ گورستان میانی

اس مکان کے گرد و نواح کھال نکال کر درخت لگائے ہوئے ہیں اور غرب رویہ ایک مسجد سفید بے سقف مع چاہ و غسل خانہ پختہ چونہ گچ و سبیل مبینہ نتھا جاٹ خراسی عرصہ دس سال سے بنی ہے۔ اور اس تکیہ میں بطرف شمال مکان سہ منزلہ مسکونہ حضرت نظام شاہ صاحب کا ہے اور غرب رویہ اس کے ایک کوٹھ جس کا دروازہ چوبی غرب رویہ اور اس کے نیچے جنوب رویہ ایک دروازہ۔ جب اس کے اندر جاویں تو سقف قالبوتی اور اس کے شرق رویہ ایک در محرابی بے چوکھٹ۔ اس کے اندر اور کوٹھ اور شمال رویہ ایک تہ خانہ دوری دار خشتی۔ اس کے اوپر ایک قبر بھی تھی' مگر نظام شاہ صاحب نے گرا کر مکان بنالیا اور ایک دروازہ غرب رویہ کوٹھ میں جاتا ہے۔ کوٹھ غرب رویہ میں سے زینہ اوپر جانے کا ہے۔ شمال رویہ پہلے یہاں مسجد تھی' چنانچہ قدرے عمارت سیاہ مسجد کے اس طرف دکھائی دیتی ہے۔ اور گنبد مسجد بھی ہے اور تمام شمال رویہ قبرستان جٹاں ہے۔ اوپر ایک دالان دو کوٹھریاں ہیں۔ اس مکان کی دو کھڑکیاں ایک جنوب رویہ اور ایک شرق رویہ۔

اور مزار ان کی اس احاطہ کے گوشہ غربی و شمالی میں واقع ہے اور صورت مقبرہ یہ ہے کہ ایک چبوترہ مربع جس کا دروازہ چوبی آمدورفت کا جنوب رویہ مع طاق تختہ جس کے اوپر تین برجیاں (ص ۱۷۹) پختہ بطور گنبدیاں موجود ہیں' اور چاروں کونوں پر چار برجیاں کلس دار موجود ہیں' اور سرہانے چراغدان جس میں چونسٹھ چراغدان ہیں' اور چار دیواری تا بکمر۔ اس میں قبر سائیں نظام شاہ کی ہے اور سرہانے اس چار دیواری کے چند قبور جٹاں مہتاب وغیرہ کی ہیں اور چاہ پختہ بھی مبینہ مہتاب ہے۔ اس چار دیواری کے شرق رویہ ایک چبوترہ سفید منقش ہے' مع چراغدان۔ اس پر دو قبریں ایک فقیر مست جلڑ والا اور دوسری حسین شاہ کی ہے۔ اس کے شرق رویہ گوشہ جنوبی میں ایک اور چار دیواری پختہ' چاروں کونوں میں چار برجیاں اور چند درخت' دروازہ شرق نو زینہ والا ہے۔ سرہانے چراغدان۔

یہ قبرستان الکو کشمیری خشتی فروش کا ہے۔ عمارت پختہ چونہ گچ۔ اس کے شرق رویہ ایک اور چار دیواری پختہ قد آدم سے بلند دروازہ جس کا شمال رویہ مع طاق تختہ۔ یہ گورستان پارسیاں جہانگیر کوٹھی والا کا ہے۔ مختار اس کا فی الحال یہاں لاہور میں رتن جی سیٹھ ہے۔ اس میں دس قبریں پختہ بطور چبوترہ ان کی موجود ہیں۔ یہ بھی کچھ خدمت فقیر کی کر چھوڑتے ہیں۔ شمال رویہ ایک احاطہ خام ہے۔ یہ احاطہ غلام رسول کشمیری دفتری کا' جو سابق بعہد سکھاں دفتر کشائی کی خدمت پر نوکر تھا۔ مکان مسکونہ نظام شاہ کے جنوب رویہ

Marfat.com

ایک چبوترہ پختہ چونہ گچ جس کے سرہانے چراغدان' اس پر قبر حضرت مستان شاہ کی ہے۔ ان کو عرصہ دس سال کا ہوا ہے کہ فوت ہوئے ہیں اور درخت کیکر و ٹاہلی و بیرو گونڈی و شرینہ وغیرہ یہاں بکثرت ہیں۔ یہ مستان شاہ صاحب فقیر مجذوب قوم کے گگو۔ راقم ان کو دیکھتا رہا ہے کہ بدن فربہ اور دروازہ شاہ عالم کے باہر ہمیشہ بیٹھے رہتے تھے اور سرکار مہاراجہ ان کا بہت ادب کرتے تھے اور ایک روپیہ یومیہ ان کو خزانہ مہاراجہ سے عنایت ہوتا تھا۔ ماسوا ان کے تمام عام و خاص لاہور کے ان کی خدمت کو سعادت جانتے تھے۔ کرامات ان کی صدہا مشہور۔ اب یہاں مسمی پیر شاہ فقیر قوم افغان خادم نظام شاہ بیٹھتا ہے۔

(ص ۱۸۰) اور شمال رویہ دالان مسکونہ گورکناں کے ایک چبوترہ پختہ چونہ گچ بوسیدہ' اس پر دو قبریں پختہ جس کے سرہانے چراغدان۔ ایک قبر حضرت حافظ محمد نواری کی اور دوسری حضرت حافظ جان محمد قاری صاحب کی۔ یہ حضرت (ص ۱۸۱) چشتی ہیں۔ فقط۔

مکان ماشکیاں

اور جو سڑک چوبرجی سے میانی میں جاکر آگے دو سڑکیں جاتی ہیں' ایک بطرف موضع مزنگ اور دوسری کوٹھی مسکونہ جناب فنانشل کمشنر بہادر کو جاتی ہے' اس کے شمال رویہ ایک کوٹھہ دو در والا مسکونہ ماشکیاں ہے۔ اس میں اب پاس درختاں ماشکی رہتے ہیں۔ یہ کوٹھہ مٹی سے کہگل ہوا ہوا ہے اور دونوں در جنوب کی طرف ہیں۔

حال مکان تکیہ و باغیچہ سید چراغ شاہ صاحب چشتی و سبزداری متعلقہ زمین خطہ گورستان میانی

(ص ۱۸۳) چونکہ سید چراغ علی شاہ صاحب کی طبیعت خلوت اور تجرید کی طرف بہت مائل ہے اس واسطے انہوں نے چاہا کہ لاہور سے باہر کسی طرف کوئی ایسا مکان اپنا تجویز کیا جاوے کہ جہاں رات یا دن کو دو گھڑی بیٹھ کر سب سے علیحدہ .عبادت حق مشغول رہیں۔ اس واسطے انہوں نے سرکار میں عرضی دے کر یہ زمین تخمیناً" تین گھماؤں لی اور وہاں اب گرد و نواح چار دیواری خام دو فٹ اونچی بنوائی اور درخت نصب کرائے۔ اس مکان کے تین راستہ ہیں۔ ایک شمالی دوسرا جنوبی تیسرا شرق رویہ۔ ایک کوٹھہ خام بھی جس کا دروازہ مع طاق تختہ چوبی شرق رویہ۔ ایک کوٹھہ خام بھی جس کا دروازہ مع طاق تختہ چوبی شرق رویہ موجود ہے جس میں رانجھے شاہ ایک فقیر خادم سید چراغ علی شاہ صاحب کا رہتا ہے او راس دروازہ کے شرق رویہ ایک چھپر جس کے جنوب رویہ تین در گلی' شرق رویہ دھنواں

Marfat.com

فقیر کا۔ اس گوشہ کے گوشہ جنوبی و غربی میں قبرستان قصاباں اور شرق رویہ چاہ پختہ مع چرخ چوب رواں مبینہ سید چراغ شاہ صاحب واسطے آب رسانی باغیچہ کے ہے اور یہ باغیچہ ۱۸۰۷ میں تعمیر ہوا ہے اب اس میں ایک تختہ اناروں کا اور دوسرا لیموں اور تیسرا گوندی و مٹھ، اور متفرقہ درختان پیر و شیشم و کیک و پھروانہ و شرینہ اور چند درختان کیوڑہ و گلاب و گل عباسی وغیرہ کے موجود ہیں۔ اس باغیچہ کے باہر گوشہ جنوبی و غربی میں قبرستان بزرگان سید چراغ شاہ صاحب کا ہے۔ اس قبرستان کے پاس ایک مسجد قدیمی ہے اور چاہ بھی عہد جہانگیر کا ہے۔ یہ بھی ان کے بزرگان نے بنایا ہے۔ یہاں خانقاہ حضرت علی بھٹی کی ہے۔ یہ حضرت مدرس مولوی تھے۔ عہد جہانگیر بادشاہ میں۔ شرق رویہ چاہ اور غرب رویہ چبوترہ مسجد بھی ہے۔

مکان ٹیلہ حضرت شاہ میر متعلقہ خطہ میانی

مزنگ کے گوشہ غربی و جنوبی میں غرب رویہ سڑک قصور ایک ٹیلہ بہ شاہ میر مشہور ہے۔ اس پر شمال رویہ قبر زمین دوز اس پیر عزیز مزنگ کی ہے جو بانی محلہ مزنگ کا تھا اور اب وہ محلہ مزنگ موضع مزنگ مشہور ہے اور جب پہلے شاہان چغتائی۔ص ۱۸۴) یہاں آئے تو یہ حضرت بھی ہمراہ ان کے آئے۔ اب نشان قبر معلوم نہیں ہوتا۔ ایک چبوترہ پختہ زمین دوز دکھائی دیتا ہے۔ اس کے جنوب رویہ ایک چبوترہ خشتی بوسیدہ، اس پر قبر شاہ میر کی ہے۔ یہ حضرت شاہ ابو اسحاق صاحب کے ماموں مشہور ہیں اور دو قبریں والدین حضرت شاہ ابو اسحاق کی۔ اس کے جنوب رویہ قبور دریای بافاں عامہ خلائق کی ہیں۔ اس کے پاس غرب رویہ چار قبور پختہ پرانی چونہ گچ مغلوں کی ہیں۔ اور اس طرف حاطہ خام گورکناں میانی ہے۔ اس ٹیلے کے جنوب و شرق رویہ ٹیلہ پر ایک چاہ رواں چرخ چوب والا مع غسلخانہ ہدایت خاں بلوچ کا ہے اس کے شمال رویہ چبوترہ مسجد۔

حال مزار شیخ سعدی بلخاری لاہوری متعلقہ خطہ زمین میانی

یہ مزار حضرت شیخ سعدی لاہوری کی چاہ ہدایت خان کے شرق رویہ ایک چار دیواری پختہ قدیمی بڑی بلند بے سقف ہے۔ دروازہ اس کا غرب رویہ مع طاق تختہ چوبی اور دروازہ جنوب رویہ کوٹھہ پختہ مسکونہ فقیر جو اب لکھا بلوچ ہے۔ اندر اس چار دیواری کے فرش خشتی پختہ اور اس کے لب بام گردنہ چونہ گچ دیوار جنوبی و شمالی و غربی میں نشان والان با محراب مع ستوناں ہیں۔ دیوار شرقی میں نشان والان نہیں۔ اب سفیدی ہو رہی ہے، چنانچہ

Marfat.com

دیوار شمالی میں سفید ہوگئی ہے اور اس کے درمیان ایک چبوترہ دو فٹ بلند' اس پر قبر پختہ خشتی چونہ گچ جس پر میر فرش بھی رکھے ہوئے ہیں- سرہانے چراغدان متصلہ دیوار- اس میں پانچ چراغدان- پہلے اس چار دیواری کے گرد ایک اور چار دیواری تھی اور یہ چار دیواری بطور بارہ دری تھی- اب دھن اس کے بند کئے گئے ہیں- صرف یہ ہی ایک دروازہ غرب رویہ باقی ہے- جنوب رویہ اس چار دیواری کے چند قبور اور شمال و غرب رویہ زمین مزروعہ ہدایت خان-

(ص ۱۸۵) حال قبر حافظ محمد حسین چشتی متعلقہ زمین گورستان میانی

چار دیواری شیخ طاہر بندگی کے شمال رویہ جو ایک کوٹھ دالان مسقف مرتبہ مسکونہ گورکناں ہے- اس کے شمال رویہ درخت برنا' وہیں قبر حضرت حافظ محمد چشتی کی ایک چبوترہ قد آدم بلند پر واقع ہے- اس کے ساتھ دو قبریں ایک حافظ محمد نوناری کی اور دوسری حضرت حافظ قاری ان کے بھائی کے- اور جنوب رویہ اس چبوترہ کے ایک اور چبوترہ خرد' اس پر نشان مسجد بھی ہے' اس پر دو قبریں ایک حسن شاہ دوسری محسن شاہ- یہ بعہد رنجیت سنگھ دفن ہوئے- اور سلسلہ حضرت کا چشتیہ ہے-

قبرستان حافظ امام اللہ

(ص ۱۸۶) اور شرق رویہ مقبرہ شیخ سعدی لاہوری کے ایک چبوترہ پختہ قبرستان حافظ امام اللہ کا ہے اور ایک چبوترہ بلند پنجرہ دار زمانہ مغلاں کا اور جنوب رویہ مقبرہ سعدی لاہوری کے ذرا دور ایک اور پنجرہ دار چبوترہ نامعلوم الحال ہے-

حال مکان تکیہ کنجری متعلقہ خطہ زمین میانی

یہ تکیہ المشہور تکیہ کنجری والا جنوب رویہ موضع مزنگ باہر دروازہ جنوبی مزنگ کے واقع ہے- غرب رویہ راستہ ٹیلہ پر' اس کے گوشہ شمالی و غربی میں' ایک کوٹھ جس کے اندر کوٹھری مسقف مرتبہ سرکی پوش- جنوب رویہ اس کوٹھ کے تین دھن تھے اب ایک محراب والا دھن ہے اور دو بند ہوئے ہیں اور مسجد بھی پختہ چونہ گچ مسقف مرتبہ سرکی پوش کوٹھ کے جنوب رویہ واقع ہے- دھن میانہ کے لب بام دو برجیاں اور شرق رویہ صحن- اسکے گرد و نواح چار دیواری پختہ منیرے والی چونہ گچ' دروازہ خرد شمال رویہ مع طاق و

Marfat.com

تختہ-اس کے شرق رویہ چاہ پختہ چرخی دار مع غسلخانہ و سبیل موجود ہے- یہ مکان مبینہ میراں کنجری نوچی الیا کا ہے اور مسجد کے شمال رویہ ایک پختہ چبوترہ اس پر قبر میراں طوائف کی ہے- اس تکیہ میں درختان دھریک چار بوڑھ تین شیشم اور گوندی وغیرہ بہت درخت ہیں- اب اس میں فقیر ثابت شاہ ملنگ رہتا ہے اور فی مابین مسجد و کوٹھہ قبر خام غریب شاہ فقیر کی ہے- یہ غریب شاہ مرشد ثابت شاہ کا ہے جو عرصہ چار سال سے فوت ہوگیا ہے-

حال خانقاہ تکیہ پیر شیرازی والا
متعلق خطہ و زمین گورستان میانی

گوشہ غربی و جنوبی موضع مزنگ کے متصل ایک مکان تکیہ مشہور بخانقاہ پیر شیرازی ہے- نام ان کا محمد شاہ اور مشہور پیر شیرازی ہیں- قبران کی پختہ چونہ گچ زیر درختان ون ٹیلہ پر واقع ہے اور شرق رویہ بڑا قبرستان بلوچاں- غرب رویہ ایک مسجد چونہ گچ سفید تین دھن والی جس کی سقف اب بالکل گری ہوئی ہے' مبینہ صاحبزادی کنجری- اس کے گوشہ غربی و شمالی میں چاہ چرخی دار مع غسلخانہ پختہ' جاری' مسجد کے گرد چار دیواری بڑی بلند' دروازہ بے طاق (ص ۱۸۷) و چوکھٹ' شرق رویہ و شمال رویہ دالان جس میں دو کوٹھریاں مسکونہ فقیر مسمی اکبر شاہ- اس تکیہ میں بوریا باف لوگ ساکن مزنگ آکر کاروبار بافی کرتے ہیں اور کارگاہ ان کے بنے ہوئے موجود ہیں- مسجد پر دو برجیاں کلاں اور لب بام محراب میانہ میں خرد' برجیاں سفید' فرش مسجد پختہ چونہ گچ اور اس تکیہ میں قریب ایک سو قبر کے ہوگی اور چالیس درختان ون دو برنا ایک نیم و کیکر و گوندی موجود ہیں- یہ پیر شیرازی بلوچوں کے پیر ہیں- جب سے مزنگ آباد ہوا ہے تب سے یہ تکیہ بھی بنا ہے اور یہ محمد شاہ پیر شیرازی اول شاہ پور میں رہتے تھے اور اکثر مزنگ میں اپنے خادمیں بلوچون کے پاس آیا جایا کرتے تھے- جب آپ کے مرنے کا وقت ہوا تو آپ نے وصیت کی کہ مجھ کو یہاں دفن کرنا' چنانچہ یہاں ہی دفن ہوے- قوم بلوچ ان کو مانتے ہیں- اور یہ تکیہ اول تکیہ قلندر شاہ مشہور تھا اور یہ حضرت خوشاب کے سیڈ تھے- بعد زمان شاہ یہاں آئے تھے- اس کے غرب رویہ دو قبریں حافظ عطاء اللہ و حافظ گدا برادران حقیقی کی ہیں- یہ دونوں صاحب سلسلہ چشتیہ کے فقیر تھے اور سال ایک ہزار دو سو میں فوت ہوئے ہیں-

حال تکیہ کمان گراں متعلقہ خطہ زمین میانی

Marfat.com

یہ تکیہ الہ دین کمان گر نے عرصہ بارہ سال سے بنایا ہے۔ اور وہ الہ دین فقیر ہو گیا تھا۔ اب اس کا مرید کرموں فقیر یہاں رہتا ہے۔ اس تکیہ میں جنوب رویہ ایک کوٹھ کھنگر اور اینٹوں کا ہے۔ اس میں ایک دالان شمال رویہ اور شرق رویہ ایک کوٹھری مع چوکھٹ طاق تختہ' اور شمال رویہ چاہ پختہ چرخی دار مع غسلخانہ و سبیل تین ٹوٹی والی۔ یہ چاہ قدیمی غرق فی الارض تھا پھر حسب اجازت الٰہی بخش گورکن الہ دین نے وہ چاہ صاف کرایا اور مرمت اس کی کرائی۔ راہ اس تکیہ کا شرق رویہ اور ماسوا اس کے ہر طرف آدمی آجاسکتا ہے۔ چاہ کے غریب رویہ اشجار گوندی و پھروانہ اور شرق رویہ بطور باغیچہ ایک جگہ تھوڑی سی' اس میں تین دھریک اور گل بوٹہ لگے ہوئے ہیں۔ اور سقاوہ کے پاس ایک پیپل اور چند درخت خرد۔ اور دالان کے غرب رویہ قبور کمان گراں ہیں۔ پختہ دو اور خام تخمینا" دو سو۔ اب یہاں قبر ہونی بند ہے۔ شرق رویہ تکیہ کمان گراں کے ایک احاطہ پختہ خشتی چونہ گچ حفیظ اللہ پسر ہدایت اللہ خان کا ہے۔ اس میں آٹھ قبریں خام موجود ہیں۔ چونکہ اس زمین خطہ میانی میں بہت سی قبرستان اور قبور موجود ہیں' اس واسطے نقشہ قبور علیحدہ تحریر کر کے شامل اس کتاب کے ہوگا۔

احوال مقبرہ عالیہ حضرات بی بی پاک دامناں صاحبہ

(ص ۳۱۵) بعد ناپید ہونے حضرات یہاں کے چار سو سال تک راجہ ہائے ہنود مالک الملک رہے اور ان راجوں کا دارالخلافت ان ایام میں شہر منوھر پور علاقہ دہلی تھا۔ بعد اس کے سلطان محمود غزنوی نے یہاں آکر حضرات کا ذکر سنا اور ارادت قلبی سے چار دیواری پختہ اور خانقاہ میں چند دالان تعمیر کرائے۔ بعد ازاں بعہد اکبر بادشاہ بہت عمارات تیار ہوئیں اور قبرستان بھی مقرر ہوا' چنانچہ اس عہد کی قبر سید نور کی اب تک موجود ہے۔

اور جو قدیمی زمین ان کے قبضہ میں تھی وہ سب حاکموں نے جاری رکھی اور سوائے اس کے چار چاہ مزروعہ اکبر نے ضلع پٹی (؟) میں خدام خانقاہ کو عطا کئے۔ پھر امیروں کا قبرستان بھی یہاں مقرر ہوا اور بعہد خان بہادر یعقوب خان امیر خان بہادر نے یہاں کے مجاور میاں شیخ رضا کو ایک مکان احاطہ پختہ مع ایک دالان سہ درہ قالبی جس کی سقف بھی قالبی ہے' بنوا دیا۔ چنانچہ اب تک وہ عمارت کھڑی ہے۔ اس کے غرب رویہ قبرستان مجاوروں کا' اس میں ایک چھوٹا سا چبوترہ پختہ' اس پر قبر پختہ خالی' گرد و نواح چراغدان خشتی۔ یہ عظیم شاہ مجاور نے اپنے واسطے بنوائی ہے۔ پہلے یعقوب خان کا ارادہ تھا کہ اس

Marfat.com

چار دیواری میں اپنی قبر بناوے، مگر جب تیار ہوئی تو للہ مجاوروں کو دے دی اور اپنے واسطے شمال رویہ اس چار دیواری کے ایک اور احاطہ جس کے جنوب کی طرف ایک دالان سہ درہ خشتی اور شمال رویہ چاہ پختہ تیار کروایا۔ قدرت الٰہی سے وہ جگہ بھی اس کے نصیب نہ ہوئی۔ بوقت قتل احمد شاہ درانی جب قتل عام ہوئے تو یہ بھی متصل بیگم پورہ قتل ہوا اور وہاں ہی قبر اس کی بنی۔ اس چار دیواری کی دیوار غربی میں ایک کھڑکی۔ اس کے آگے اور چار دیواری۔ اس میں قبر پختہ تھے شاہ فقیر کی عرصہ تیس سال سے بنی ہے۔ اور اس حاطہ کے غرب رویہ ایک اور بڑی چار دیواری ہے جس کے غرب رویہ دیوار مسمار ہوگئی ہے۔ اس کا دروازہ محرابی غرب رویہ اور اسی طرف ایک چاہ مع غسلخانہ و سبیل پختہ چرخی دار۔ اس کے دو حصہ ہیں۔ ایک میں قبرستان کوٹھی (ص ۳۲۶) داراں نو پوریہ کا اور دوسرا کنجران پشاوری مسی آغا جان کا۔ اس میں شرق رویہ ایک چبوترہ سفید چراغدان والا، اس پر تین قبریں۔ ایک آغا جان کنجری کی اور ایک دوسری اس کی بہن بخت بھری کی اور تیسری ہیرا اس کی گھر جم یعنی کنیزک زادی کی اور دروازے کے ساتھ ایک سفید قبر راجی ڈومنی مطربہ مہاراجہ شیر سنگھ کی (مہاراج اس کا راگ بہت پسند کرتے تھے۔) جنوب رویہ حصہ کوٹھی داراں میں چند قبور ان کی اور تین قبریں برادر زادگان نواب علی رضا خان صاحب کی۔ گوشہ غربی و جنوبی میں ایک دالان سہ درہ۔ اس کے اندر کوٹھری مسقفہ۔ دو در بند ایک کشادہ مبینہ کرم بخش مجاور کہ اب اس میں دخل و قبضہ محمد بخش پسر کرم بخش مجاور کا ہے۔ اس کے جنوب رویہ ایک دالان مبینہ شاہ پسند طوائف۔ اس پر محمد بخش مجاور کا قبضہ ہے اور یہ مکان شاہ پسند طوائف نے محمد بخش کے باپ کرم بخش کو بنوا دیا تھا۔ غرب رویہ ایک مسجد سفید چونہ گچ خشتی تین در والی۔ جنوب رویہ اس مسجد کے چاہ چرخی دار۔ دروازہ چاہ مسجد کے طرف نہیں۔ باہر سر راہ چرخی لگی ہوئی ہے۔ جنوب رویہ اس چاہ کے راستہ اندر جانے خانقاہ کا۔ اس راستہ کے دونوں طرف عمارات دالان و چبوترہ موجود۔ اور یہ راہ بطور کوچہ معلوم ہوتا ہے۔ سر راہ جنوب رویہ دالان الہ دین مجاور ہے۔ غرب رویہ اس کے ایک چبوترہ۔ اس پر پانچ قبریں کلاں اور سات خرد مجاوران کی اور ماسوا اس کے اکثر چبوترے بطور قبرستان پر از اشجار۔ اور اس راہ کے غرب رویہ ایک راستہ خام لاہور سے میاں میر کو جاتا ہے۔ اس کے غرب رویہ ایک ٹیلہ اس پر سر راہ ایک دالان پختہ خشتی مسقفہ سرکی پوش جس کا ایک در محرابی شرق رویہ۔ اندر اس کے کوٹھری بے طاق۔ یہاں میر علی بخش صاحب و جعفر علی سیدوں کا قبرستان ہے۔ یہ کوٹھہ ان کا زیر قبضہ مجاوران ہے۔ اس ٹیلے پر

Marfat.com

تمام قبرستان ہے اور اس کے شمال رویہ احاطہ قبرستان خام میاں اللہ بخش داروغہ نزول کا۔ اور متصل اس کے قبرستان سیداں ساکنان حویلی میاں خان کا۔ دروازہ بیرونی خانقاہ کے جنوب و غرب رویہ جو مستول چبوترہ چل آتا ہے اس کے مابین شرق رویہ ایک چار دیواری پختہ قد آدم بلند شیخ قمرالدین ہندوستانی کی۔ بنیرے چونہ گچ اور اس کے اندر ایک چبوترہ اس پر چار قبریں اس کے رشتہ داران کی۔ اور غرب رویہ چار دیواری کے ایک چبوترہ پختہ چونہ گچ' نشان مسجد' قبرستان پیرا باغبان المشہور وادی والا کا۔ اور چند قبور قوالاں اور متصل ان کے ہزار ہا قبور خام و پختہ عوام الناس کی۔ ایک مطول چار دیواری چونہ گچ جس پر پانچ برجیاں۔ سرہانے چراغدان' غرب رویہ زیر دیوار قبر پختہ ہیراں طوائف کچھی رام کی۔ دروازہ کے آگے درخت ون۔ اس کے شرق رویہ ایک اور چار دیواری جس میں قبور متعلقات مفتی غلام رسول' اس میں بھی دو درخت (ص ۳۱۷) ون موجود ہیں۔ اس کے شرق رویہ ایک اور چار دیواری کسی خانساماں کی جو رو کی۔ اس کے غرب رویہ ایک اور چار دیواری پختہ چونہ گچ منقش میاں مرزا محمد صاحب ملازم سردار لہنا سنگھ المشہور مرڑو فریہ کی۔ اس میں دو قبریں' ایک اس کی جورو نور النساء کی اور ایک خالی جو اس نے اپنے واسطے بنائی ہے۔ ہر دو قبور کے پاس چاریو بچہ۔ زنانہ قبر پر یہ تحریر ہے:

روز دوشنبہ نیست و شش بود از شوال
رحلت ز دار فانی چو نور النسا نمود
ہاتف بسال بی سر چون و چرا بگفت
نور النسائی حق بین آمد بخلد زود
۱۲۷۵

اور دروازہ اوپر یہ تحریر ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ سرہانے چراغدان گنبدی دار اس کے اوپر بھی چند شعر بخط عربی پھیکی سیاہی سے تحریر ہیں مگر وہ پڑھے نہیں جاتے۔ خانقاہ کے خاص گوشہ جنوبی و شرقی میں ایک گنبد چار در محرابی والا عارف یار خان امیر نواب خان بہادر کا پرانا سا کھڑا ہے۔ اس میں چار قبور تھیں مگر اب مسمار ہو گئیں ہیں۔ پس پشت خانقاہ شرق رویہ ایک مسجد عالیشان پختہ چونہ گچ مبینہ عمد خان بہادر ناظم کی موجود ہے۔ مگر اب بہت سی گر گئی ہے۔ جو عمارت کہ موجود ہے حال اس کا تحریر کرتا ہوں کہ اوپر تین گنبد ایک بڑا دو خرد چونہ گچ اور تین در محرابی شرق رویہ۔ اور اس کے آگے صحن مع فرش خشتی جس میں سے تھوڑا فرش گر گیا ہے۔ ہر دو پہلو جنوب و شمال رویہ میں

Marfat.com

دو زینہ پختہ اوپر جانے کو' شمالی مسمار اور جنوبی میں آٹھ زینہ موجود- دروازے اس کے محرابی مدور پختہ جو ایوان کے اوپر تین کتبے برنگ بسنتی کانسی کار ہیں- دھن شمالی کے کتبہ میں یہ تحریر ہے:

اول آس پاس دونوں طرف نقشہ رقاب یعنی طابش داشگی (؟) دار اور اس پر صورت چنار و گل نرگس اور بیچ میں بخط عربی کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام- اور میانہ دھن کے پہلوؤں کا لکھا ہوا پڑھا نہیں جاتا مگر کوئی آیت شریف قرآنی ہے- اور پیشانی پر اول ایک حلقہ مدور- اس میں بخط ثلث- عجلو بالصلٰوۃ قبل الموت- اور پھر افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور اس کے دونوں پہلوؤں میں بخط مربع یا فتاح بدین شکل تحریر:

یا فتاح یا فتاح یا فتاح

اور اس کے پہلو میں دو قطعہ کر کے:

محمد عربی کا بروی ہر دو سرا ست
کسی کہ خاک درش نیست خاک برسر اوست

لکھا ہوا ہے- گوشہ شمالی کے دھن کے نیچے محکوکہ حروف میں صرف لفظ جاہ و مسجد پڑھا جاتا ہے اور اسی طرح دھن جنوبی کے سرپر کتبہ بسنتی دونوں طرف نقشہ ورقاب اور بیچ میں بخط عربی تحریر ہے انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الاخر- اور مسجد کے اندر دیوار غربی میں پانچ محراب اور پانچ در کلبوتی محرابی مرغولی خشتی موجود ہیں- اندر سے تمام چونہ گچ کہنہ اور محراب میانہ پر بخط ثلث مخروطی اللہ' محمد' ابوبکر' عثمان' علی کانسی کے تختہ پر تحریر ہے- نشان محراب غرب رویہ باہر سے بھی نظر آتا ہے- شمال و جنوب رویہ دیوار مسمار ہو (ص ۳۱۸) گئی ہے- اصل میں یہ مسجد محمد امین بیگ مغل مصاحب خان بہادر کی بنیہ ہے- چنانچہ اولاد ان کی مرزای بیگ امیر بیگ محمد شاہ صاحب بہادر کمیدان کے پورے لاہور میں موجود ہیں-

اس مسجد کے گوشہ شرقی و شمالی میں ایک چبوترہ چراغدان والا جس کے بیرون میں پنجرے سرخ گلی لگے ہوئے ہیں' قبر کسی عورت گلے زئی کی- اور اس کے شمال رویہ چبوترہ

Marfat.com

قبرستان غلام حکیم گگے زئی کا بطور تکیہ مع کوٹھہ خام سہ درہ۔ ایک فقیرنی اب یہاں رہتی ہے اور چند درخت کیکر اور گوندی و ون کھڑے ہیں اور اس مسجد کے گوشہ گنی میں ایک خرد مقبرہ بطور بنگلہ جو اسی نام سے مشہور ہے' موجود۔ اور اس کے چاروں طرف در محرابی اور اب اس میں کوئی قبر موجود نہیں اور مسجد کے شرق رویہ گوشہ میں چاہ پختہ پرانا ہے اور چار دیواری خانقاہ کے شمال رویہ تیرواہ (؟) دوز ایک مسجد نورا ایمان والا کی سفید چونہ گچ جو ۳۶ سال سے بنی ہے اب زیر قبضہ مراد بخش وغیرہ خسرپورگان بانی اس کے۔ چاروں طرف خشتی عمارت دروازہ آمدورفت شرق رویہ بے چوکھٹ۔ اندر جاتے ہی شمال رویہ حجرہ پختہ' جس کا ایک در محرابی جنوب رویہ اور ایک غرب رویہ ہے۔ اس کے اندر اور دیوار اس میں اور در محرابی آمدوشد مسجد کا۔ اس کے اوپر ایک سل سنگ مرمر کی۔ اس پر یہ شعر تحریر ہے :

فردوس بین کہ مسجد نور محمد است
پر نور شد زدین مسجد دماغ ما
چون جستجوی کرد بتاریخ او کرد
ہاتف بلند گفت ہمین گو چراغ ما

اس کے جنوب رویہ باہر کی طرف چاہ پختہ۔ اس دروازہ کے جنوب رویہ دیوار میں سبیل جس کی نو ٹوٹیاں بوسیدہ اور جنوب رویہ مسجد کی دیوار میں ایک چھوٹا سا دروازہ محرابی چار دیواری قبرستان کا۔ اس چار دیواری کا ایک اور دروازہ محرابی دیوار شرقی میں ہے۔ اس میں نو قبریں چونہ گچ اور چار خام رشتہ داران نورا اور خود نورا کی۔ اس میں دو تین درخت ون بھی کھڑے ہیں۔ مسجد کے تین گنبد نمونہ مسجد طلائی اور حوض نہیں۔ فرش مسجد چونہ گچ۔ مسجد کے اندر منبر پختہ چونہ گچ خردسا اور گنبد کے نیچے دیوار شمالی میں ایک محرابی کھڑکی چاہ کے غرب رویہ غسلخانہ پختہ۔

غرب رویہ مسجد نورا ایمان والا اور جنوب رویہ تمام قبرستان گگے زئیاں و دب گراں وغیرہ کا ہے۔ گوشہ غربی و جنوبی اس میں دو چار دیواریاں' ایک خشتی جس کا دروازہ غرب رویہ محرابی۔ گوشہ جنوبی اس میں تین کوٹھریاں خرد اور دو چبوتروں پر چھ قبریں سیدوں کی۔ گرد و نواح اس کے تمام چراغدان۔ پاس اس کے ایک تکیہ۔ اس میں چبوترہ پختہ خشتی بند پر قبر سید شاہ نور الدین کی بوسیدہ۔ یہ حضرت عہد اکبر میں فوت ہوئے ہیں گر وچار دیواری بوسیدہ کھنگروں کی غیر آباد۔ فقط۔ راہ خانقاہ کے شمال کی طرف جون سا طولانی (ص ۳۱۹)

Marfat.com

چبوترہ ہے اور اس کا قدرے حال اول تحریر ہوچکا ہے اسی پر تھڑا قبور ارزانی جراح بھی ہے۔ یہ ارزانی قوم سے حجام اور نہایت کاریگر جراح تھا۔ مہاراج کے یہاں اس کی توقیر بدرجہ کمال تھی اور اپنے فن میں پکا اور نپٹ پکا تھا۔ اس کی قبر کے سرہانے چراغدان پختہ موجود۔ شمال رویہ اس کے تمام قبرستان عام ہے۔ اس کے آگے شرق رویہ جاکر اسی ٹیلہ پر زینہ والی ایک اور چار دیواری پختہ چونہ گچ ہے۔ اس چار دیواری کا دروازہ محرابی مع طاق تختہ و چوکھٹ۔ غرب رویہ گوشہ جنوبی میں اوپر درازہ کے تین گنبدیاں رنگین اور دیوار جنوبی میں ایک کھڑکی محرابی چونہ گچ۔ اس چار دیواری کے اندر شمال رویہ ایک زینہ والا اور چبوترہ پختہ چونہ گچ ہے جس پر دس قبریں پختہ چونہ گچ اور اس چبوترہ کے جنوب رویہ مایل بشرق ایک خرد چبوترہ اس پر دو قبریں چونہ گچ۔ یہ تمام قبور لواحقین جناب حضرت میروزیر علی صاحب سابق تحصیلدار کی ہیں۔ اس کے ساتھ اور چار دیواری' نیرے جس کے چونہ گچ سفید ہیں اور اس جنوبی دیوار میں کھڑکی محرابی برسر راہ درمیان اس کے ایک چبوترہ پختہ چونہ گچ رنگین منقش۔ اس پر دو قبور چونہ گچ' ایک خدا بخش کوتوال اور دوسری اس کی زوجہ کی۔ تاریخ وفات اس کی مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری یہ ہے:

جب کہ کوتوال بلدہ لاہور
موت کے ہاتھ سے ہوا پامال
لکھی تاریخ اس کی سرور نے
مر گیا ہائے شہر کا کوتوال

دو درخت خرد گوندی سرہانے اور دو پائنتی کی طرف کھڑے ہیں۔ اور اس چار دیواری کی طرف خانقاہ بیوی تنوری کی ہے۔ حال ان کا آگے تحریر ہوگا۔ اور شمال رویہ اس کے تمام قبور عام اور درختان ون۔ جہاں یہ راستہ تمام ہوتا ہے وہاں ایک حد بطور چبوترہ۔ اس چبوترہ کے شرق رویہ ایک در مع طاق تختہ چوبی اور اوپر سے محرابی' دونوں طرف شمال و جنوب رویہ دو تھڑیاں پختہ۔ اس دروازہ کے اندر جاتے ہی جنوب رویہ ایک منقش چبوترہ بوسیدہ اس پر ایک قبر حافظ ایزد بخش کی اور شمال رویہ متصل دروازہ ہذا کے تین زینہ پختہ چڑھ کے' غرب رویہ چار دیواری کوتوال کی' ایک اور چبوترہ پختہ چونہ گچ' سرہانے چراغدان اور پائنتی درخت ون۔ اس پر قبر شوہر تنوری کی۔ سرہانے اس کے ایک اور چار دیواری ایک فٹ بلند مع چراغدان چونہ گچ بیوی رابعہ بصری کی اور اس کے غرب رویہ بیوی ترت مراد کی۔ فقط

Marfat.com

یہ راستہ طولانی شرق کی طرف سے غرب کو جاتا ہے۔ جہاں یہ راستہ ختم ہوتا ہے وہاں ایک دروازہ ہے۔ دروازے کے اندر سیدھے شرق رویہ جاکر مکان قبرستان نواب شیخ امام الدین خان صاحب مرحوم کا ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ دو زینہ چڑھ کر جنوب رویہ ایک چبوترہ پختہ چونہ گچ۔ اس پر دو قبریں ہر دو عم نواب صاحب کی بلند کھڑے ہیں اور شمال رویہ تین زینہ والا ایک اور چبوترہ پختہ چونہ گچ اس پر (ص ۳۲۰) ڈیڑھ فٹ کی چار دیواری چونہ گچ ہے۔ زینہ کے غرب رویہ سر راہ ایک برجی بوسیدہ سفید موجود ہے اور نیز غرب رویہ اس چار دیواری کے دو برجیاں گوشہ شمالی و جنوبی پر۔ جنوبی برجی مسمار ہوتی جاتی ہے۔ اس پر دو قبریں والدہ ہائے نواب صاحب کی۔ ایک شرق رویہ، خشتی چونہ گچ سوتیلی والدہ نواب صاحب کی۔ اس پر چار میز فرش چونہ کے رکھے ہوتے ہیں اور سرہانے بلند چراغدان بطور مینار مگر چراغ رکھنے کی جگہ نہیں اور غرب رویہ چبوترہ پر قبر حقیقی والدہ نواب صاحب کی سنگ مرمر کی سفید جس کی بنیاد تعویذ سنگ سیاہ کی اور اوپر تمام تعو۔لز سنگ مرمر سفید کا۔ اور سرہانے چراغدان چونہ گچ گنبدی والا خوشنما۔ تعویذ کے چاروں کونوں میں ستون سنگ مرمر اور چاروں طرف مشکل میر فرش سنگین جڑے ہیں۔ مگر گوشہ غربی و شمالی کا ایک میر فرش ٹوٹ گیا ہے وہ جگہ خالی ہے۔ تعویذ کے اوپر بمقام سینہ سرہانے برنگ سبز بخط ثلث کلمہ شہادت اور نیچے اس کے یہ تاریخ بقلم جلی سیاہی سے کندہ ہے:

ام نواب شیخ امام الدین
پردہ انداخت بر رخ نیکو
گفت تاریخ ہاتف غیبی
او تعالی بہشت داد بدو

غرہ شہر محرم ۱۲۶۶ ہجری

اور اس چبوترہ کے شرق و شمال رویہ دو دالان محرابی سہ درہ مع کوٹھریاں و دالان شرقی پر یہ شعر برنگ ہرمچی تحریر ہیں:

نواب الدین امام بہادر
شد والدہ اش بخلد و خوش خفت
ای وای کہ رفت مریم دھر
قیدافہ وقت روی بنہفت
تاریخ وفات ہاتف غیب

Marfat.com

زهرا و رسول شناختش گفت

کتبہ فقیر حقیر امام و بردی

اس دالان کے غرب رویہ دیوار بدیوار چار دیواری قبر والدہ نواب صاحب ایک اور خرد چبوترہ پختہ چونہ گچ- اس پر قبر منقش برنگ ہرمچی کسی نابالغ ان کے رشتہ دار کی- اس کے غرب رویہ دروازہ ڈیوڑھی خانقاہ کے اندر جانے کا تمام چونہ گچ سفید منقش- جنوب رویہ ایک زینہ چڑھ کے سقف قالبوتی مربع- شرق و غرب رویہ بطور ایک دھنہ محرابی سقف قالبوتی اور دیوار شمالی میں پھر ایک در محرابی اس ڈیوڑھی کے اندر شمال رویہ جاتی ہے- تمام فرش چونہ گچ- در ڈیوڑھی کے غرب رویہ ایک چبوترہ پختہ چونہ گچ اس چبوترہ کے جنوب رویہ ایک درخت ون جو ایک قبر کو پھاڑ کر نکلا ہے- اس پر پانچ قبریں اور تمام چبوترہ خالی پڑا ہے- اس چبوترہ کے شرق رویہ قبر بابا خاکی کی جو اول بی بی صاحبہ کا خادم ہوکر مسلمان ہوا اور اپنے باپ راجہ کی راجگی چھوڑ کر تا دم حیات جاروب کشی میں حاضر رہا- یہ شخص سن ایک سو ایک ہجری (؟) میں فوت ہوا اور اس قبر کے غرب رویہ قبر اس کے قبیلہ کی' نام اس کا بی بی کندائی دختر راجپوتان قوم بلیم' ان پر ایک ایک میر فرش اور جنوب رویہ پائنتی بابا خاکی کے قبر شیخ ایوب کی (ص ۳۲۱) اور شرق رویہ اس کے شیخ ذکریا کی اور اس کے شرق رویہ متصل دیوار ڈیوڑھی شیخ محمد کی- اور ڈیوڑھی کے اندر جاتے ہی فرش پختہ چونہ گچ- ڈیوڑھی کے شرق و غرب رویہ دیوار کلاں بلند چونہ گچ اور شمال رویہ دروازہ اندر خانقاہ میں جانے کا اس دروازہ کے شرق و غرب رویہ دیوار میں طاقچے اور غرب رویہ چبوترہ بابا خاکی کے ایک درعہ بلند اور چبوترہ چونہ گچ- اس چبوترہ کے غرب رویہ مسجد عالیشان اندر باہر سے چونہ گچ- یہ مسجد اول بابا خاکی نے بنا کی تھی- بعد ازاں اب عرصہ ۲۶ سال کا گذرا ہے کہ نور ایمان والے نے اس کو از سرنو تعمیر کیا- اس کے شمال کی طرف ایک دروازہ اندر جانے کا- اس دروازے کی اندر جاتے ہی شرق رویہ ایک دالان خشتی قالبوتی مع کوٹھری اور شمال رویہ بھی دالان- بیچ میں مکان مربع مصفا عالیشان- گردو نواح چراغدان اس کے میانہ میں باہر شمال رویہ ایک اور در محرابی چونہ گچ- س سے تین زینہ اتر کے نیچے جاتے ہیں- سیڑھی کے شرق رویہ ایک تھڑہ چونہ گچ خرد اور غرب رویہ ایک درخت ون بلند پھیلا ہوا- جس کی ایک شاخ حضرت بی بی صاحباں کے مزار پر پہنچی ہے- اس زینہ سے اترتے ہی مکان نیچان میں اور چار دیواری ہے- اس کے شرق رویہ ایک گز بلند دالان قالبوتی چونہ گچ پختہ پانچ در قالبوتی والا تمام سفید منقش مبنیہ سلطان محمود غزنوی مگر پھر

Marfat.com

مرمت باوقات مختلفہ ہوتی رہی- اور شمال رویہ برابر اس دالان کے ایک اور دالان چھ در والا ہے- غرب رویہ اس دالان میں کوٹھری قالبوتی موجود دروازہ اس کا بوسیدہ ہو کر گر گیا- اور غرب رویہ اس چار دیواری کے مکان نیچان میں دروازہ خرد محرابیا ور اس میں چوکھٹ چوبی راہ آمدورفت مقبرہ سید سلطان جلا الدین حیدر بخاری-

مقبرہ سید جلال الدین حیدر بخاری

اس مقبرہ میں تین قبریں پختہ چونہ گچ ہیں ایک تو سید جلال الدین حیدر برادر حقیقی حضرت موج دریا بخاری کی اور دوسری ان کے فرزند سید علم الدین اور تیسری زین العابدی نبیرہ ان کے کی-

(ص ۳۲۲) یہ مقبرہ اندر سے ہشت پہلو ہے اور تعویذ قبر سید جلال الدین صاحب عہد اکبری میں حسب الحکم اکبر بادشاہ تعمیر ہوا ہے- دروازہ شرق رویہ چوبی مع طاق تختہ خرد- سرہانے تعویذ قبر کے چراغدان ہے-

مزارات بی بی پاک داماں

صورت مزارات بی بی صاحبان یہ ہے کہ میانہ مکان کے شمال رویہ گوشہ میں درخت ون- اس صحن میں ایک چبوترہ تا سینہ بلند' چاروں طرف اس کے پنجرہ ہائے گل پختہ سفید ہو بہو سنگ مرمر کے موافق اور چبوترہ ہذا کے چاروں کونوں میں ستون چونہ گچ بنے ہوئے ہیں اور چبوترہ مربع ہر چار طرف تین تین پنجرے لگے ہوئے ہیں اور پنجرہ کے دونوں طرف قبہ بطور پیل پایہ-بیچ میں اس چبوترہ عالیشان کے قبر مبارک جناب عصمت ماب بی بی حاج' نام خاص ان کا بی بی رقیہ اور قبر عالیہ پر غلاف پڑا رہتا ہے- تعویذ قبر چنداں بلند نہیں بلکہ فرشی ہے- تمام چونہ گچ سفید مبنیہ سلطان محمود غزنوی- اس پر میر فرش بارہ عدد سنگین و کانسی کے رکھے ہیں- یہ بی بی صاحبہ بنت جناب شاہ مردان' شیر یزدان' مظہر العجائب والغرائب صاحب نساب ہل اتی معنی مضمون لافتی' مقبول بار گاہ ایزدی عاشق جانباز جناب نبوی' اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے ہیں- جنوب رویہ اس چبوترہ عالیہ کے ایک اور چبوترہ تا بکمر بلند پنجرے دار' ہمشکل ان کے مگر خرد' جن کا گوشہ غربی مائل بہ جنوب ذرا شکستہ ہوگیا ہے' موجود- اس پر دو قبور پختہ چونہ گچ ایک بیوی گوھر اور دوسری بی بی شہباز صاجزادیان حضرت عقیل رضی اللہ علیہم کی اور اس چبوترہ کے غرب رویہ زمین پر دو قبریں کنیزگان نامعلوم الاسم کی- اور دالان شرق کے (ص ۳۲۳) غرب رویہ زیر دیوار

Marfat.com

دالان ایک قبر امتہ الفاطمہ نامی کنیزک کی۔

حال تکیہ پٹ رنگاں

(ص ۲۰۶) درمیان دروازہ ٹکسالی و بھاٹی غرب رویہ سڑک انارکلی و شاہدرہ کے یہ مکان المشہور تکیہ پٹ رنگاں ہے۔ اس میں قبور عتیق اللہ پٹ رنگ کے لواحقوں کی ہیں۔ اور اب تک اس مکان پر قبضہ موجا بن عتیق اللہ کا ہے، مگر بحکم سرکار اب قبور یہاں نہیں ہوتیں۔

شرق رویہ چاہ پختہ چرخی دار اور ایک اکھاڑہ الٰہی بخش پہلوان کا اور غرب رویہ کوٹھہ پختہ مع کوٹھری جس میں کریم شاہ فقیر رہتا ہے۔ اس کے آگے بارہ طاقیاں کبوتروں کی اور شمال و غرب رویہ قبور پٹ رنگاں اور بہت درخت گنجان کھڑے ہیں۔

حال مکان زرگراں

(ص ۴۰۹) یہ مکان موضع شاہو گڑھی سے موضع نیرت میں، بر سر سڑک میاں میر جو قلعہ لاہور سے آتی ہے، غرب رویہ ملحقہ علاقی گورستان بی بی پاک دامناں صاحباں واقع ہے۔ گرد و نواح اس کے چار دیواری خشتی، درآمد و رفت شمال رویہ، اندر اس کے ایک کوٹھہ پختہ مع کوٹھری پختہ، پاس اس کے تھڑہ مسجد جس کے پاس قبر پختہ چونا گچ حضرت الف شاہ صاحب شہید کی۔ سرہانے اس کے چاہ مع غسل خانہ۔ ماسوا اس کے بہت سے درخت تخمیناً" ایک سو کیکر گوندی ببول و پھرواہنہ وغیرہ کھڑے ہیں۔ یہ جگہ مقام خاص گورستان قوم زرگراں ساکنان لاہور ہے چنانچہ صدہا قبور ان لوگوں کی چہ پختہ و چہ خام موجود۔ ازانجا کہ قبر الف شاہ صاحب سید کی اس میں ہے، اس واسطے وہ لوگ اس جگہ کو پیر خانہ کہتے ہیں۔ ایک مکان گورستان زرگراں متصل موضع مزنگ متعلقہ پیر خانہ شاہ شمس صاحب اور ہے جس کا حال علیحدہ درج کتاب ہذا ہو چکا ہے مگر وہاں صرف زرگران ساکنان بازار سید مٹھا دفن ہوئے ہیں۔

حال الف شاہ صاحب مرحوم

یہ ہے کہ بوقت تشریف آوری حضرت بی بی پاکدامناں یہ حضرت ان کے ہمراہ تشریف لائے اور ایذائے کفار سے شہید ہوئے۔ عام مشہور ہے کہ تن بے سر ان کا لڑتا ہوا یہاں تک آیا، جب کسی عورت نے "تعجباً" ان پر نظر کی تو سرد ہوگئے۔ اگر یہ تذکرہ واقع ہے تو

Marfat.com

یہ قبر بھی قدیمی ہے۔ فقط۔

اب اس مکان کے سرپرست پانچ نفر کسان قوم زرگران مفصلہ ذیل ہیں۔ جن کے نام بندوبست میں درج:

گھمان زرگر' رلدو زرگر' اعظم زرگر' فیض بخش زرگر' عمردین زرگر۔

ان لوگوں نے اس مکان پر صدہا روپیہ خرچ کر کے والی الیوم آباد رکھا ہوا ہے چنانچہ ہمیشہ ایک فقیر دست نشاندہ ان کا جن کو دو روپیہ ماہواری سب زرگر مل کے دیتے ہیں وہ یہاں حاضر رہتا ہے چنانچہ اب یہی مسی کبوتر شاہ فقیر موجود ہے۔ یہ مکان تاحال سرکار سے واگذار ہے یعنی ممانعت قبر کرنے کی نہیں۔ جب بندہ بر سر موقع آیا تو مسی گھماں زرگر نے ایک لوح چوبی جس پر نقشہ مکان دستخطی منشی کشوری لال منشی صفائی و عمارات شہر لاہور مرقومہ ۲۹ اکتوبر ۱۸۵۵ء مع دستخط سید وزیر علی صاحب تحصیلدار لاہور مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء ثبت ہے' فدوی کو دکھایا۔ وہ کہتے ہیں کہ تحصیلدار صاحب نے بمراد مالکی ہم کو دیا تھا۔

شمال رویہ اس حاطہ کے' بہت نزدیک' میاں گھماں مذکور نے اپنی گرہ سے ایک چاہ پختہ مع کوٹھہ و تھڑہ' مسجد و غسل خانہ و سبیل ۱۸۲۰ء میں للہ واسطے آسائش سافران صادر وارد کے بنوا دیا ہے۔(ص ۴۱۰) گرد و نواح اس کے اشجار شیشم و شر۔لنہ وغیرہ انب و انار نصب کئے ہیں اس سے وہ مکان پر تکلف ہوگیا ہے۔ اب اس نے دس بیگھہ زمین متعلقہ اس مکان کے واسطے باغیچہ لگانے کے تجویز کر کے چھ بیگھہ زمین میاں میروالوں سے خرید کی ہے اور چار بیگھہ قدیمی کے قبضہ میں تھی۔ اب اس کا ارادہ ہے کہ اس زمین کو آباد کر کے آسائش گاہ مسافران بنا دے کیونکہ یہاں مکان سایہ دار کم ہیں۔ واسطے آبادی چاہ کے رسی بو کہ مسلمانی اور ڈول آہنی ہندوؤں کے واسطے' وہ ہمیشہ اپنے پاس سے دیتا ہے اور نیز دو فقیر تنخواہ دار جن کو دو روپیہ ماہوار گھماں خاص اپنی جیب سے دیتا ہے' ایک مسی حسین شاہ دوسرا محبوب شاہ ہمیشہ اس چاہ پر واسطے خدمت گذاری آیند و روند کے حاضر رہتے ہیں۔ اس سے البتہ نہایت آرام ہوتا ہے۔ ان زرگروں کا دستور ہے کہ ہرماہ کے نوچندی جمعہ کو ناغہ کر کے تمام روز اس مکان میں آکر جمع ہوتے ہیں تاکہ ہر طرح سے آبادی مکان بنی رہے اور جو کچھ واسطے مرمت وغیرہ کے مطلوب ہوتا ہے زر چندہ سی سرانجام کر دیتے ہیں۔

احوال تکیہ لوھاراں

یہ تکیہ غرب رویہ اس راہ کے جو موچی دراوزہ سے کوٹھی لفٹنٹی اور قلعہ گوجر سنگھ کو

Marfat.com

جاتا ہے' واقع ہے۔ گرد اس کے خام چار دیواری' راہ آمد و شد شرق و جنوب رویہ راست کے ایک دالان دو در والا ہے اور شمال رویہ اس کے چاہ پختہ' مع غسل خانہ و سبیل و چبوترہ مسجد خشتی چار دیواری والی اور جنوب رویہ دو چبوتری خشتی جن پر ایک ایک قبر پختہ ایک تو غلام شاہ کے بھائی کی اور دوسری میر یعقوب شاہ کی جو فقیر چشتیہ تھے' اور چند قبریں امام بخش و افضل آھنگران کے لواحقین کی۔ اور یہ ہی افضل اور امام بخش اس مکان کے مالک ہیں۔ایک طرف بطور خیابان بنا کر گل بوٹہ لگایا ہوا ہے۔

اس مکان میں بہت درخت ون' کریر' بیر' گوندی' توت کھڑے ہیں۔ غرب رویہ اس کے مکان کے قبرستان المشہور مسافر خانہ - یہ بڑا قبرستان بھاری متعلقہ مقبرہ شاہ ابوالمعالی ہے۔

اس مکان میں ایک شخص رشید شاہ فقیر جو بٹھایا ہوا افضل بھرتیہ کا ہے' رہتا ہے۔ وہ گدائی کر کے کھاتا ہے۔ یہاں اب قبر کرنا بند ہے۔

حال تکیہ سبحان شاہ والا واقع موضع اچھرا

(ص ۶۹۲) یہ تکیہ اچھرا کے شمال رویہ واقع ہے۔ اس میں ایک قبر خشتی سبحان شاہ کی اس کے غرب رویہ ایک کوٹھہ خام غیر مسقف۔ اس کے صحن میں چار دیواری خام جس کی اونچائی چھ فٹ۔ اس میں عامہ قبور قریب ایک سو کے۔ اب یہاں ایک فقیر سونے شاہ رہتا ہے۔ فقط۔

شجرہ حسبی سونے شاہ

سونے شاہ خادم لعل شاہ کا اور وہ نور شاہ کا اور وہ فاضل شاہ کا اور وہ عبدالرحمان کا اور وہ پاک رحمان کا اور وہ نوشہ صاحب کا۔

احوال تکیہ ٹھکاں والا

(ص ۴۳۷) یہ تکیہ باہر فی مابین دروازہ لاہوری و موری کے مقام گدام آبکاری کے گوشہ بایب میں واقع ہے۔ اس کے گرد و نواح کوئی دیوار نہیں۔ پہلے یہاں پڑاوہ چونہ امام بخش چونہ پز کا تھا اور ایک فقیر چھوٹے شاہ کہ اکثر مہاراجہ کھڑک سنگھ کی ڈیوڑھی پر رہا کرتا تھا' اس مکان میں رہتا تھا۔ بعد وفات مہاراجہ کھڑک سنگھ تین مہینے کے بعد وہ بھی مر گیا۔ اس کا ایک بالکا مسی ولیا شاہ قوم افغان ساکن موضع کرتو ضلع گوجرانوالہ تھا۔ اس نے اس کو یہاں لا کر دفن کیا۔ چنانچہ قبر اس کی بطرف جنوب تھڑہ خشتی پر موجود ہے اس قبر کے

Marfat.com

شرق رویہ اور آٹھ قبریں موجود ہیں۔ اب اس مکان میں دو کوٹھ اور ایک تھڑہ خشتی بطور مسجد بنیہ ولی شاہ ہے اور تفصیل درختان یہ ہے:

بیریان ۷۔ کیکر کلاں ۷ ۔ کیکر خرد ۸۔ ببول ۱۵۔ بوھڑ ۱۔ پیپل یک ۔ برنا یک۔ شرلنہ یک۔ گوندیاں ۸۔ (ص ۴۳۸) اب اس میں دو کوٹھ بوسیدہ مسمی شاماں کے جو امام بخش چونہ پز کا سالا ہے، موجود ہیں۔

دم تحریر یہاں ایک فقیر ڈوپڑیہ دوسرا محمد بخش بادرچی تیسرا شہ نواز چوتھا میر خان پانچواں حسین شاہ چھٹا عبداللہ شاہ ساتواں عمر شاہ ولی شاہ کے خادم رہتے ہیں۔ شجرہ اس ولی شاہ کا نوشاہی ہے اور خانوادہ طرطوسی۔ اس طرح سے کہ ولیا شام خادم چھوٹے شاہ اور وہ شمشیر شاہ کا اور وہ جوائی شاہ کا اور وہ چو غتہ شاہ کا اور وہ ولیل شاہ کا اور وہ عبدالرحیم کا اور وہ کرم علی کا اور وہ میر شاہ سلطان کا اور وہ حضرت پیر محمد سچیار کا اور وہ جناب نوشہ صاحب کا اور وہ شہ سلیمان شاہ صاحب کا اور وہ حضرت معروف کے اور وہ سید مبارک کے اور وہ سید محمد غوث کے اور وہ سید شمس الدین کے اور وہ سید مہردین کے اور وہ سید علی کے اور وہ سید احمد کے اور سید صوفی کے اور وہ سید ابونصر کے اور وہ حضرت سید عبدالوھاب کے اور وہ حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین جیلانی قدس سرہ العزیز کے۔ فقط

احوال تکیہ جانی شاہ

(ص ۴۴۵) موضع مزنگ اور سڑک جیل کے شمال رویہ ایک تکیہ جانی شاہ کا ہے۔ اس میں قبر خام اس کی اور نشان مسجد خام چبوترہ چاہ پختہ۔ وہاں درخت ون و پھروا نہ و گوندی و کھجور موجود ہیں۔ جانی شاہ تین برس سے مرگیا ہے۔ اب یہاں حشمت باندہ فقیر رہتا ہے کارباندگی کر کے اوقات بسری کرتا ہے اور کوٹھ کوٹھری سا بنایا ہوا ہے۔

ماہ حاڑ میں اس کا میلہ شادی ارائیں ان کا خادم کرتا ہے۔

تکیہ مہتماں سر کی بند

(ص ۴۰۷) یہ تکیہ باہر دروازہ لاہوری کے قصاب خانہ کے گوشہ بایب کی طرف شرق رویہ گودام آبکاری کے موجود ہے۔ یہ تکیہ کرم بخش سر کی بند نے بنایا اور اب تک وہ مرد ضعیف اس میں سکونت پذیر ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ چاند پر عاشق ہے۔ ہمیشہ چاند کے پیچھے دو دو تین تین کوس دست بستہ چلا جاتا ہے۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ مرشد تیرا کون

Marfat.com

ہے تو اس نے کہا: (ص ۱۷۱) کہ مجھ کو خواب میں اپنی شکل دکھاتا ہے اور ہمیشہ پہلی تاریخ چاند کی میرے پاس آتا ہے۔ میں اس کا طالب ہوں۔ خبطی سا آدمی معلوم ہوتا ہے۔

اس تکیہ کا طول دو سو اور عرض یک صد پینسٹھ فٹ۔ اس میں گوندیاں، پچیس، کیکر اٹھارہ، برنے پندرہ، لسوڑیاں تین، شر۔ لنہ دو، بوڑھ ایک، دھریک ایک، ون تیس موجود ہیں۔ اس تکیہ میں ایک چاہ قدیمی جس کے شرق رویہ ایک سرد خانہ بھی قدیمہ ہے۔ اس کے اندر پانچ زینہ اتر کے جانا ہوتا ہے۔ اندر سے وہ تین گز مربع۔ اب نصف عمارت اس کی قدیمی اور نصف جدیدہ بنیہ کرم بخش موجود ہے۔ چاہ کے شرق کی طرف جھگی مسکونہ اس کی اور فی مابین چاہ و جھگی ایک تھڑہ چونہ گچ سفید جس کا طول چھ فٹ عرض چار فٹ ارتفاع تین فٹ۔ اس پر قبر لالہ مہتم نوشاہی کی۔ اس کے شرق رویہ ایک قبر کسی خرد بچہ کی اور اس کے ساتھ قبر شرف الدین سرکی بند کی۔ عرصہ دو سال کا ہوا ہے کہ سرکار تین سو روپیہ اس کو دے رہی تھی کہ مکان سے وہ دست بردار ہوجاوے مگر اس نے قبول نہ کیا۔ تمام سرکی بند اس کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بے طمع فقیر ہے۔ فقط۔

اور وزیرا سرکی بند ہمیشہ سے خبر گیری اس مکان کی کرتا ہے اور بعدہ کریم بخش سرکی بند مالک ہوگا۔ عرصہ چالیس سال سے کھولہ شگافی کر کے بامداد تمام سرکی بنداں یہ تکیہ آباد ہوا ہے۔ وزیرا آدمی بھلا مانس خدا ترس ہے اپنی محنت مزدوری کر کے خدمت مکان بھی کر چھوڑتا ہے۔

حال تکیہ مراد علی شاہ

(ص ۴۷۹) یہ تکیہ احاطہ میاں گاماں پراچہ کے غرب رویہ اور اس سڑک سے جو دروازہ موچی سے کوٹھی کپتان ہال صاحب بہادر کو جاتی ہے جنوب رویہ واقع ہے۔ اس میں قبر مراد علی شاہ و سرکی شاہ و میر شاہ فقیران جلالیہ کی ہے۔ قابض حال بوٹے شاہ کور چشم۔ اس میں دو کوٹھہ پختہ خشتی ایک بنیہ بوٹے شاہ اور دوسرا مراد علی شاہ مرشد اس کا۔ مگر گدا فقیر کوئی حال لائق تحریر نہیں۔ فقط تعداد زمین چار کنال جس میں اکیس درخت مفصلہ ذیل موجود ہیں۔ درخت برنا چار۔ کیکر دو۔ بیری یک۔ گوندی دس۔ ایک چاہ پختہ چرخی دار ہے۔

حالیہ تکیہ بھٹیاریاں والا

(ص ۳۰۷) گوشہ ایساں مقام چوبرجی جو بطرف نیرت میانی صاحب ہے ایک تکیہ

Marfat.com

طوطے بھٹیارہ کا ہے جو تکیہ بھٹیاریاں والا مشہور ہے۔ اس مکان میں ایک چاہ پختہ چرخی دار مع غسل خانہ موجود ہے۔ گرد اس کے چار دیواری تھی اب شکستہ ہوگئی ہے اور بہت درخت بیر' جامن' پھروانہ' کیکر ولایتی اور دیسی اور انار و پیپل وغیرہ موجود ہیں اور ایک دالان پختہ خشتی اور ایک کوٹھری خام اس میں بنی ہوئی ہے۔ اس کے گوشہ شمالی میں ایک چار دیواری کہنہ تھی اب نو تیار ہوئی ہے۔ یہاں قبر ایک سید کی ہے اور یہاں قبرستان بھٹیاریاں ہے اور یہاں بھٹیاریاں نے ایک فقیر غلام رسول ایک روپیہ ماہواری دیتا کر کے بٹھایا ہوا ہے اور گل بوٹا گلاب گل عباسی و درخت سیب و مٹھا بہت کھڑے ہیں۔ آگے یہاں چاہ رواں چرخ چوب والا جاری مع باغیچہ تھا۔ اب یوں ہی پڑا ہے۔ اور اس مکان کے مالک ایک تو حاجی بھٹیارہ جو سید مٹھا میں بیٹھتا ہے اور دوسرا کریم بخش جو چوک متی میں رہتا ہے۔

حال تکیہ سکندر شاہ

(ص ۲۴۹) پیر غیب کے نیچے سے جو راستہ عام موضع سانده کو جاتا ہے اس کے بر سر راہ اور شمال رویہ تکیہ قطب شاہ کے ایک تکیہ سکندر شاہ کا مشہور ہے۔ اس میں ایک درخت برھ بڑا اور شیشم اور برنا کا ہے۔ ماسوا اس کے چند درخت گوندی' پیپل' کیکر وغیرہ موجود ہیں اور غرب رویہ اس کے ایک کوٹھہ مسکونہ فقیر جس میں دو کوٹھریاں بنی ہیں۔ جنوب رویہ ایک چبوترہ نشان مسجد' چاہ پختہ چرخی دار موجود ہے۔ ایک درخت برنا بہت پرانا عرصہ پچاس ساٹھ سال سے کھڑا ہے اور زیر درخت برھ ایک چبوترہ خشتی گلی اس پر قبر سکندر شاہ فقیر ہندوستانی بانی تکیہ کی ہے۔ یہ سکندر شاہ مدت سے یہاں بیٹھتا تھا۔ ۱۸۴۲ء میں مرگیا۔ اب اس کی قبر کھوکا سائیں فقیر نے جو اب بیٹھتا ہے بنوائی ہے۔ اور چند نشان قبور کہنہ نامعلوم الحال کے موجود ہیں۔

واضح ہو کہ جب سکندر شاہ بانی تکیہ مرگیا تو بابت اس تکیہ کے پیر محمد شاہ گیلانی صاحب کو مختار کر گیا۔ چنانچہ اب تک ان کے قبضہ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتے ہیں یہاں بٹھا دیتے۔ یہ کھوکا انہی کا دست نشاندہ ہے۔ اور اس تکیہ میں بروز (ص ۲۵۰) رویت ہلال عید تمام چرس خوار لوگ جمع ہوکر سوا روپیہ کے چلم چرس ہلال کو دیکھتے ہی بطور سلف اڑاتے ہیں۔ اس دن بھی یہاں عجیب لطف ہوتا ہے کہ ایک دم میں کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے' یعنی دم مارتے ہی کئی دانا الو بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

فصل در ذکر باغیچہ مولوی سید رجب علی خان صاحب بہادر سابق میر منشی جنٹی ممالک پنجاب

حال رئیس جگرانوں

(ص ۱۱۴) یہ باغیچہ شرق رویہ قلعہ گوجر سنگھ اور گوشہ نیرت کی طرف خانقاہ حضرت بیوی صاحبان کے واقع ہے۔ یہاں اول مزار پر انوار جناب حضرت سید محمود بھاکری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تھی اور یہ صاحب سید صحیح النسب' سید حسینی صاحب کمال تھے اور یہاں گوجروں کے پیر مشہور ہیں اور کرامات ان کی خیلے مشہور۔ چونکہ ان کی اولاد امجاد سے جناب سید رجب علی خان صاحب بہادر دام اقبالہ بوقت فتح ملک پنجاب' یعنی جب سرکار گردوں وقار انگلشیہ دام ملکہ' نے فتح کیاتو یہ حضرت عالی درجت میر منشی ریذیڈ نٹی تھے۔ انھوں نے یہ باغ مع مسجد و چاہ رواں تیار کرایا اور ہمیشہ تاحین ماند و بود لاہور یہاں نذر و نیاز فرماتے رہے۔ ازانجا کہ حال حضرت سید محمود صاحب بھاکری کا کمترین کو کہیں سے دستیاب نہ ہوا لہٰذا فدوی فدائی نے بخدمت جناب مولوی سید رجب علی خان صاحب بہادر درخواست اس تمنا کی کی اور انھوں نے براہ نوازش قدیمہ کہ بحال فقیر خانہ مبذول ہے حال اس خاندان کا مع شجرہ طیبہ عنایت فرمایا۔ سو بجنسہ نقل احوال مرسلہ آنجناب کے مع شجرہ طیبہ درج ذیل ہے۔ اللہ اکبر۔ کیفیت مختصر تشریف آوری حضرت سید محمود قدس سرہ' ہند میں مع نسب نامہ مرسلہ ارسطو جاہ مولوی سید رجب علی خان صاحب بہادر النقل مطابق اصل درج کتاب ہذا کیا گیا:

ناظرین کتب سیر و تواریخ پر عیاں و آشکار ہے کہ بعد انتقال جناب رسول مختار صلوٰۃ اللہ علیہ والہ وسلم دل لوگوں کے اہل بیت طہارت سے بوجوہ چند پھر گئے' بلکہ جو فروشان گندم نما در پے اضرار و ایذا ہوئے اہل بیت نبوی نے عزلت اختیار کی۔ جب زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس کا آیا تب انواع انواع کے ظلم سادات بنی فاطمہ پر ہوئے اور کوئی اذیت تکلیف نہ تھی جو سادات کو نہ دی۔ بہت سے قتل کیے گئے۔ بہت سے جلا وطن ہوئے۔ اس سبب سے بہت سادات نے بالا ضطرار مقابلہ بحرب و پیکار کیا اور شہید ہوئے۔ آخرکار عرب کو چھوڑ دیا ملک ایران و روم و ہندوستان کو چلے گئے بلکہ سب سادات اسی زمانہ سے ان ملکوں میں منتشر ہوئے ہیں۔

غرض من جملہ ان کے سید محمد شجاع جد کلاں راقم حجاز سے براہ شام ایران میں گئے۔ شاہ ایران نے اپنی دختر فرخندہ (ص ۱۱۵) اختر سے عقد کردیا۔ سید محمد شجاع کچھ عرصہ

Marfat.com

زندہ رہے اور وہیں انتقال کیا۔ مشہد مقدس میں بجوار روضہ سلطان خراسان مدفون ہوئے۔ ان کے فرزند سید محمود ملقب بہ سید محمود مکی بعد حج و زیارات مقام بھکر ساحل دریائے سندھ ضلع آئے اور زمین خرید کر کے بھکر آباد کیا وہیں مدفون ہوئے۔ راقم سفر عربستان میں وہاں بھی گیا تھا اور زیارت سے مشرف بھی ہوا تھا۔ ان کی اولاد روہڑی و نواح روہڑی میں بکثرت موجود ہے۔ سید صدر الدین خطیب پسر سید محمود مکی ۶۹۰ ہجری عہد سلطان علاؤ الدین میں تھے۔ بعدہ ان کی اولاد نے اچ کو علاقہ بہاولپور میں آباد کیا اور سید جلال الدین حیدر بخاری کو کہ مشاہیر سادات سے تھے بوہے بخش دیا۔ اب مخدوم سید بہادر صاحب سجادہ بخاریوں کا وہاں موجود ہے پھر سید محمود ثانی اچ سے ۹۹ ہجری میں بعہد سکندر لودھی اول دہلی میں آئے پھر پنجاب کو مراجعت کی۔ متصل بٹالہ ضلع گورداسپور کے موضع پنج گرائیں آباد کیا اور گرد و نواح میں کئی دیہات خرید کیے۔ مدفن ان کا لاہور میں متصل مزار بی بی پاکدامن صاحبہ کے ہے۔ ان کی اولاد سے بعض سلاطین چغتائیہ کے وقت بعض خدمتوں پر مقرر ہوئے۔ جب احمد شاہ درانی آخر مرتبہ لاہور میں آیا تو ان لوگوں نے جو بسبب تشیع کے ان سے عداوت رکھتے تھے مالداری اولاد سید محمود کی بعض افسران طماع سے بیان کی۔ انہوں نے دستہ فوج کا واسطے تاخت و تاراج پنج گرائیں کے مامور کیا۔ فوج ولایتی نے سب سادات کو قتل کیا۔ نقد و جنس لوٹ لیا۔ لیکن یہ تھوڑے سے اشخاص اولاد سید محمود سے جو بوجوہ و علل و اسباب پنج گرائیں میں نہ تھے' باہر اور علاقوں پر مامور و ساکن تھے' جانبر ہوئے۔ نواب سید فقیر اللہ خان بسبب فوجداری پرگنہ تھارہ اس ملک میں تھے۔ نواب سید اسد علی خان ایضاً" بسبب فوجداری علاقہ دوآبہ جالندھر میں تھے۔ سید سلطان علی خان و سید حسن علی خان بسبب فوجداری پایل لدھیانہ میں تھے۔ بعض اولاد سید محمود کی اول سے سلطان پور و بھیرہ علاقہ کپور تھلہ میں آباد تھے۔ غرض یہ لوگ بچ گئے اور سب سادات پنج گرائیں قتل ہوئے اور سامان و اسباب نقد و جنس اثاث البیت غارت ہوا۔ الحمد للہ کہ اب معاملہ اسی پنج گرائیں کا بنظر عالی جاہی اور فیاضی سرکار انگلشی کے حسب رپورٹ کرنیل سرہنری منٹگمری لارنس صاحب بہادر بشرح سند معاف ہوکر مصارف خانقاہ سید مرحوم میں صرف ہوتا ہے اور احمد شاہ درانی بھی اسی سفر میں دریائے جہلم پر بعارضہ ناسور بینی دنیا سے گذرا۔

سید جعفر والد سید فقیر اللہ خان نے نو دیہات تلونڈی وغیرہ' (ص ۱۱۹) جن کا حال دفتر سرکاری میں موجود ہے' آباد کیے اور عزیز الدین عالمگیر ثانی نے بعوض یک صد و پنج روپیہ

Marfat.com

کے بطور استمرار نسلاً" بعد نسل بنام سید فقیر اللہ خان عطا کیے۔ منجملہ ان نو دیہات کے تلونڈی و علی گڑھ بشرح سند میرے نام معاف ہیں اور باقی متعلق لدھیانہ ہیں۔ سید سلطان محمد فرزند خرد ان کے اور ان کے فرزند سید علی بخش اور ان کے بیٹے راقم سید رجب علی اور سید رستم علی ہوئے۔

حال راقم کا یہ کہ ۱۸۰۶ء سمت ۱۸۶۳ بکرماجیت بمقام تلونڈی اپنی جاگیر میں تولد ہوا۔ سمت ۱۸۶۴، ۱۸۰۷ء میں دیوان محکم چند افسر فوج مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تلونڈی کو مع دیہات بے سبب بلا وجہ ضبط کر کے ہمارے بزرگوں کو جلا وطن کر دیا۔ وہاں سے نکل کے جگرانوں میں آئے۔ سردار فتح سنگھ بہادر آہلووالیہ نے محض عالی جاہی سے دو حویلیاں لائق واسطے استقامت کے جگرانوں میں عطا کیے اور پھر راجہ نہال سنگھ ان کے فرزند نے کچھ زمین باغ کے لئے بخش دی اور ہمیشہ مہربانی کرتے رہے۔ پھر راقم واسطے تحصیل علوم کے بعمر دواز دہ سالگی لاہور کو گیا اور علوم طبیہ کو سید خیر شاہ لاہوری تلمیذ حکیم اعلیٰ سے حاصل کیا اور کتب امامیہ کو ملا مہدی خطائی تلمیذ جناب ملا محمد مقیم صاحب کہ تلامذہ جناب شیخ حر عاملی علیہ الرحمتہ سے کہ علماء اعلام شیعہ سے ہیں، پڑھا۔ تھوڑی صرف و نحو بھی حاصل کی۔ ۱۸۲۵ء میں دہلی میں مدرسہ تجویز ہوا۔ حکام درپے اشاعت علوم متوجہ ہوئے تو راقم نے بھی علوم متداولہ رسمیہ وہاں حاصل کیا اور مدرسہ دہلی میں مدرس علم ریاضی کا رہا۔ حکام حضور چارلیس مٹکاف صاحب بہادر اور ایلیٹ صاحب بہادر ریذیڈنٹ دہلی عنایت کرتے تھے خصوصاً" سر چارلیس ٹرولین صاحب بہادر جو اب مدراس میں گورنر ہیں ان کی عنایتوں کی تو نہایت نہیں۔ بہت نظر عنایت میرے حال پر مبذول تھی بلکہ جب حضور لارڈ امہرسٹ صاحب گورنر جنرل ہندوستان نے دہلی میں بعد فتح بھرت پورہ دربار کیا تو میں بھی بذریعہ رفیعہ انھیں صاحبان جلیل الشان کے حاضر دربار ہو کر خلعت سے معزز و ممتاز ہوا اور عقتضائے قدر دانی علم کے پیش گاہ بندگان حضور لارڈ گورنر جنرل بہادر سے دربار میں کرسی بھی مرحمت ہوئی۔ ۱۸۳۰ء میں بعد قطع تعلق مدرسہ براہ آگرہ گوالیار وارد ہوشنگ آباد ہوا۔ تب جان ریف اوسلی صاحب بہادر وہاں حاکم تھے۔ تعریف ان کے اخلاق کی بیرون از احاطہ تحریر ہے۔ خصوصاً" جو مجھ پر عنائتیں کرتے تھے میں بیان ان کا نہیں کر سکتا۔ چندے وہاں متوقف رہا۔ آخر بصلاح و صوابدید جناب صاحب موصوف بھوپال میں کرم محمد خان مختار ریاست کے رو برو آیا۔ خان صاحب نے واسطے تحریر فتاوی شرعیہ اور روابط محکمہ گورنری مقرر فرمایا۔ قریب تین سال کے وہاں توقف کیا۔ اس اثنا میں حسب

Marfat.com

ایمائے (ص ۱۱۷) خان صاحب عبداللہ بغدادی سے کہ مدعی جامعیت علوم تھا اور مقام خود ستائی میں ایک لاکھ حدیث کا یاد ہونا بیان کرتا تھا' مدتوں مباحثہ شیعہ و سنی کا اس سے رہا۔ صدہا آدمی محض واسطے سماعت مضامین کے حاضر دربار ہوتے تھے اور اخبار نویس انگریزی بھی کیفیت اس مباحثہ کی بخدمت و لکنسن صاحب بہدر ایجنٹ سمپور لکھا کرتا تھا۔ آخر کار عبداللہ مذکور نے مع اپنے حامیوں کے جو باشندگان رام پور و ملک یوسف زئی کے تھے حقیقیت مذہب شیعہ کا اقرار کیا۔ تب باشندے بھوپال کے اس سے بد اعتقاد ہوگئے بلکہ عوض بعض حرکات ناشائستہ کے دربار سے بھی نکالا گیا۔ لیکن چونکہ سکندر بیگم صاحبہ کی والدہ کا پیر تھا اس سبب سے آنا جانا اس کا دربار میں پھر جاری ہوگیا۔

۱۸۳۳ء میں بھوپال سے بذریعہ رخصت جگراؤں میں آیا۔ سردار فتح سنگھ آہلو والیہ نے' جو قدر دان اہل علم و فضل تھے' کپور تھلہ میں یاد کیا اور مصاحبین میں مقرر فرمایا اور مجھے واسطے نہروں کے حکم دیا۔ میں نے نقشہ بعد مساحت ارتفاع اور انخفاض زمین کا درست کردیا۔ چنانچہ عہد راجہ نہال سنگھ بہادر آہلو والیہ میں بموجب اسی نقشہ کے اجرائے نہر عمل میں آیا۔

خلاصہ راقم چار مہینے بخدمت سردار صاحب حاضر رہا۔ بعد اس کے بحصول رخصت و خلعت بعزم بھوپال روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں جب وارد انبالہ ہوکے ملازمت حضور آنریبل سر جارج رسل کلارک صاحب بہادر' جن کے اوصاف زبان قلم قاصر ہے' حاصل کی تو صاحب موصوف نے یکم فروری ۱۸۳۴ء کو بخدمت منشی گری ملک محفوظہ مابین جمن و ستلج اولا" و میر منشی ممالک پنجاب ثانیا" مامور فرمایا۔ جب سے خدمت جارج براڈ فٹ صاحب بہادر و سر فریڈرک گرے بار فٹ صاحب بہادر و سر ہنری لارنس صاحب بہادر و بندگان حضور مسٹر جان لارنس صاحب بہادر جو بفضل الٰہی سریر آرائے محکم گورنری کشور ہند ہیں' بمقدور خود کاروبار میں سرگرم رہا۔ انہیں گورنر جنرل بہادر کو' جب حاکم اعلیٰ لاہور کے تھے ۱۸۵۳ء میں استعفا دے کر بحصول رخصت و خلعت و خط انگریزی و جاگیر وارد جگراؤں ہوا۔ بعد اس کے حسب الطلب سر ہنری لارنس صاحب بہادر ملک راجپوتانہ کا بھی سر کیا اور حین معاودت حیدر علی مصنف منتہی الکلام سے بمقام دہلی مباحثہ ہوا۔ رو بروئے مفتی صدر الدین خان سابق صدر الصدور دہلی' حیدر علی مغلوب ہوا اور یہ مضمون اخبارات دہلی میں چھپ گیا اور رسایل بھی اس میں تحریر ہوئے۔

مفسدہ ۱۸۵۷ء میں بمقام دہلی بالائے پہاڑی کیمپ سرکار میں بعہدہ میر منشی گری کمانڈر

Marfat.com

انچیف بہادر معزز و ممتاز ہو کے تحت جناب جرنیل نپیر صاحب بہادر جو کچھ خدمت مجھ سے ہو سکی اس سے قاصر نہ رہا۔ بعد تسخیر دہلی بحصول رخصت وطن میں آیا۔جب جارج کارنک بارنس صاحب بہادر کمشنر ایں روئے ستلج نے رپورٹ اہل خدمت کی پیش کی تو پیش گاہ لارڈ (ص ۱۱۸) کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل کشور ہند وائسرائے سے خلعت پانچ ہزار روپیہ بذریعہ بندگان حضور سر جان لارنس صاحب بہادر گورنر جنرل حال مرحمت ہوا اور کچھ جاگیر بھی عطا ہوئی اور خطاب ارسطو جاہ کاملا اور خطاب خان بہادر کا ہمم لاہور میں پیشگاہ لارڈ ہارڈنگ صاحب بہادر گورنر جنرل سابق سے عطا ہو چکا تھا۔ ۱۸۶۱ و ۱۸۶۳ میں براہ سکھر و کراچی و بمبئی و عدن مشرف بہ حج و زیارت ہو کر وارد جگرانوں ہوا اور بتقریب سیر عجائب خانہ کے بھی بحضور صاحب لفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب حاضر ہو کر مورد مراحم بے پایاں ہوا اور شکر گذار عنایات مرخص ہوا۔

اور ۱۸۳۰ سے آمدورفت راقم کی لاہور میں گاہے بطور خود' گاہے بسفارت سرکار انگلشی اور اکثر اوقات بسبب تعلقا بحکم عالیہ لاہور رہی۔ لیکن جیسا لاہور کو اس مرتبہ باراستگی باغات گردا گرد شہر کے اور صفائی سڑکوں کی اور فرش بازار کے اور عمارات عالیہ نواح کے جو بتوجہ حضور نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب دام شو' کتھم ہوا ہے دیکھا' کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہزارہا درجہ رونق زیادہ ہے گویا لاہور کی حقیقت بدل گئی ہے اور ہیولائے لاہور پر صورت جدید مبدائے فیاض کی جانب سے آئی ہے۔ جناب باری اس دولت انگلشی کو روز بروز ترقی بخشے کہ طرح طرح کی ترقیات کشور ہندوستان میں بہ نیت نیک حکام سپہر مقام عمل میں آئیں ہیں۔ اگرچہ مجھ میں کوئی لیاقت اور قابلیت نہیں مگر الحمد اللہ کہ اوقات میرے عزت و آبرو سے بسر ہوئے۔ حکام عہد ہمیشہ عزت افزائی میں مصروف رہے اور امثال و اقران میرے مجھ کو ہمیشہ بنظر اعتبار و اقتدار دیکھتے رہے۔ صاحبان ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ ابتدا سے آج تک مجھ پر نظر عنایت مبذول رکھتے ہیں چنانچہ اب چارلس ایلیٹ صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر حال بہت نظر عنایت رکھتے ہیں۔ نسب نامہ درج ذیل ہیں:

(ص ۱۱۹) نسب نامہ سید رجب علی خان رئیس جگرانوں

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ روضہ مقدسہ آپ کا نجف اشرف میں۔ اور ان کے یہاں دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک حضرت امام حسن علیہ السلام و جناب امام حسین علیہ السلام اور ان کے یہاں جناب امام زین العابدین علیہ السلام اور ان کے یہاں امام محمد باقر علیہ السلام۔ ان کے یہاں امام جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے یہاں

Marfat.com

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ان کے یہاں امام رضا علیہ السلام اور ان کے یہاں امام محمد تقی علیہ السلام اور ان کے یہاں امام علی نقی علیہ السلام اور ان کے یہاں جعفر تواب اور ان کے یہاں سید علی اور ان کے یہاں سید اسماعیل اور ان کے یہاں سید محمد اور ان کے یہاں سید ہارون اور ان کے یہاں سید زید اور ان کے یہاں سید حمزہ اور ان کے یہاں سید قاسم اور ان کے یہاں سید ابراہیم اور ان کے یہاں سید شجاع اور ان کے یہاں سید مکی اور ان کے یہاں سید صدر الدین خطیب اور ان کے یہاں سید علاؤالدین اور ان کے یہاں سید فخر الدین اور ان کے یہاں محمد درویش اور ان کے یہاں سید فرید اور ان کے یہاں سید حسن اور ان کے یہاں سید محمود اور ان کے یہاں سید حسین اور ان کے یہاں سید فرید اور ان کے یہاں سید حیدر اور ان کے یہاں سید جعفر اور ان کے یہاں سید فقیر اللہ خان اور ان کے یہاں :

سید سلطان محمد

Marfat.com

۷۔ مڑھیاں اور غیر مسلم فقیر

حال چوبارہ چھجو بھگت

(ص ۲۱۴) چھجو بھگت کا چوبارہ جو باہر دروازہ شاہ عالمی کے جنوب رویہ سرائے لالہ رتن چند دھاڑی والا' لب اس سڑک کے جو انار کلی کو جاتی ہے بطرف جنوب واقع ہے۔ (ص ۲۱۴) جہاں اب چوبارہ بنا ہوا ہے اس وقت نام اس محلّہ کا طلا بخاری کا محلّہ تھا۔

چھجو بھگت

(ص ۲۲۲) اور حال و معمول چھجو بھگت صاحب کا باوا گدی نشین سے یہ معلوم ہوا کہ بعہد شاہجہان بادشاہ یہ زندہ تھے۔ (ص ۲۱۴) قوم کے بھاٹیا تھے۔ اول بکار صرافی مشغول تھے۔ (ص ۲۱۴) مکان بود و باش ان کا بھی یہی تھا۔ اور انہوں نے شادی نہیں کی اور تمام عمر مجرد رہے۔ (ص ۲۱۴) اگرچہ فقیر دل تھے مگر حال اپنی فقیری کا کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔

خوارق

ایک دن کا مذکور ہے کہ کوئی مغل ایک تھیلی اشرفیوں کی گھر سے لایا اور وقت دینے کے اس کی جورو نے ایک اشرفی طلائی اس میں سے چرا لی اور مغل بے خبر تھیلی کو اٹھا کر بازار میں لے آیا اور چھجو بھگت سے' جو کام صرافی کا کرتا تھا' کہا: کہ یہ اشرفیاں کھوٹی کھری پرکھ دو۔ انہوں نے سب اشرفیاں دیکھ حوالہ کر دیں اور فرمایا: کہ کھری ہیں۔ وہ مغل تھیلی اٹھا کر چلا گیا۔ رستہ میں جاتے وقت جب کسی اور دکان پر جا کر کوئی اور چیز خریدنے لگا تو ان اشرفیوں کو گنا۔ منجملہ ان اشرفیوں کے ایک اشرفی کم پائی۔ اس کو خیال گذرا کہ صراف نے چرائی ہے۔ غضبناک ہو کر چھجو بھگت کی دکان پر آیا اور کہا: کہ تو نے میرے ایک اشرفی چرائی ہے۔ آپ نے انکار کیا۔ مغل نے خفگی کھا کر آپ کو ایک چابک ماری۔ اس اثنا میں سب بازاری جمع ہو گئے اور برایت ان کی کرائی۔ جب وہ مغل اپنے گھر کو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی جورو کے بدن پر غیب سے چابکیں پڑ رہی ہیں۔ اور وہ واویلا کر رہی ہے۔ اس نے دریافت کیا تو اس نے کہا: کہ میرے بدن پر غیب سے چٹاخ پٹاخ چابکیں پڑ رہی

Marfat.com

ہیں اور کوئی ضارب نظر نہیں آتا اور اس کا باعث معلوم نہیں ہوتا مگر یہ تو تم کہو کہ تم نے کسی فقیر کو مارا تو نہیں۔ اس نے کہا: کہ نہیں مگر آج میں نے ایک صراف کو کہ اس نے ایک اشرفی میری چرائی تھی چابک ماری ہے۔ عورت نے کہا: کہ میں خطا وار ہوں' اشرفی میں نے چرائی اور تم نے بے قصور صراف کو مارا ہے۔ پس اس کی سزا مجھ کو ہوئی ہے۔ اور وہ صراف ضرور کوئی صاحب کمال ہے۔ چلو مجھ کو اس کے پاس لے چلو تاکہ تقصیر اپنی معاف کراؤں۔ وہ مغل حیران اور نادم ہو کر پھر چھجو بھگت صاحب کے پاس گیا اور منت و سماجت تقصیر اپنی معاف کرائی اور سب کو یہ حال کہہ سنایا۔ سبھوں کو یقین ہوا کہ چھجو بھگت بڑے صاحب کمال ہیں۔ لفظ

اور دوسرا باعث مشہوری یہ ہوا کہ کسی کھترائی کی بیٹی درد زہ میں گرفتار تھی اور اس کے گھر میں بجز ایک روپیہ قلب کے کچھ اور نہ تھا۔ وہ اس روپیہ قلب کو لے کر بازار میں پہنچی کہ جو کچھ اس روپیہ کا ہاتھ لگے لے آؤں اور کچھ دوا درمل اس کی کروں۔ الغرض وہ جس صراف کی دکان پر جاتی تھی وہ اس کو بدزبانی کر کے (ص ۲۱۰) ہٹا دیتا تھا۔ آخر کار وہ چھجو بھگت صراف کی دکان پر آئی اور ان کو روپیہ دیا۔ انہوں نے ٹکے روپے کے اس کو دے دیئے۔ اور جب وہ لے کر چلی گئی تو اور بازاریوں نے اس کو سرزنش کر کے کہا کہ تو کیسا صراف ہے کہ کھوٹا اور کھرا پہچان نہیں سکتا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے کھرے کھوٹے کی طرف تو کچھ خیال نہیں کیا۔ مجھ کو اس کے حال پر رحم آیا کہ اس کی بیٹی درد زہ میں گرفتار تھی اور اس کے گھر میں سوائے اس روپیہ کھوٹے کے کچھ اور نہ تھا۔ اب ان پیسوں سے اس کی کار براری ہو گی۔ وہ لوگ اس کھترانی کے گھر گئے اور معلوم کیا کہ بے شک اس کا وہی حال ہے جو انہوں نے بیان کیا تھا۔ آخرش لوٹ آئے اور ان کی کرامت کے معتقد ہوئے اور جب اس روپیہ کو نکالا اور غور سے دیکھا تو وہ بھی کھرا معلوم ہوا۔

ماسوا اس کے اکثر کراماتیں چھجو بھگت کی اہل ہنود اور مسلمانوں میں مشہور ہیں اور وہ بے شک صاحب استدراج تھے۔ اب ان میں سے ایک اور تحریر کرتا ہوں۔ ازانجا کہ اہل ہنود میں رسم ہے کہ ماہ بیساکھ میں گنگا پر نہانے کو جاتے ہیں اور اس اشنان کے واسطے لاکھ ہا روپیہ صرف کرتے ہیں اور ہزار ہا کوس سے خلقت وہاں آتی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس کی بھاوجہ نے بھی اسے کہا کہ امسال مجھ کو بھی گنگا لے چلو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس اتنا خرچ نہیں ہے کہ اس سفر کے واسطے مکتفی ہو۔ غرض وہ بجد ہوتی رہی اور یہ حیلہ حوالہ کرتے رہے حتیٰ کہ ماہ بیساکھ کا غرہ ہو گیا اور سب لوگ دریا پر اشنان کو جانے

Marfat.com

لگے۔ ان کی بھاوجہ نے بھی ان کو کہا کہ تم مجھ کو گنگا پر تو نہیں لے گئے اب میرے ساتھ دریا پر تو چلو اور غسل کرا لاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ تم کو غسل گنگا بہت مطلوب ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر۔ اس نے آنکھیں بند کریں۔ پھر فرمایا کہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ بعد ایک ساعت کے چھجو بھگت نے اس کو کہا کہ اب آنکھیں کھول دے۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لب گنگا پہنچ گئی ہیں۔ بعد ازاں حسب المراد غسل کر کے جب فارغ ہوئی تو چھجو بھگت نے کہ اب میلہ میں جا اور جو چیز خریدنی ہووے خرید لے اور جس سے ملنا ہے مل لے۔ غرض وہ میلے میں گئی اور چند چیزیں خریدیں اور بہت ہم وطنوں سے ملی اور کچھ چیز خرید کر کے کسی سہیلی کو دی کہ بوقت آنے کے اپنے اسباب میں رکھ لانا۔ بعد اس کے چھجو بھگت کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اب چلو۔ انہوں نے اسی طرح اس کی آنکھیں بند کرائیں اور جھٹ پٹ گھر میں پہنچ گئی۔ بعدازاں چھجو بھگت نے اس سے کہا کہ یہ حال کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ بعد چند مدت کے جب سہیلی اس کی گنگا سے آئی اور اس کی چیزیں لائی تو اس کی زبانی لوگوں کو یہ حال معلوم ہوا۔ اس (ص ۴۲۶) باعث سے اور بہت لوگ معتقد اس کے ہوئے۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ کوئی سوداگر چند اونٹ شکر کے بھر کر سوداگری کو چلا جاتا تھا۔ جب یہاں آیا تو آپ نے پوچھا کہ ان اونٹوں پر کیا لادا ہوا ہے۔ اس نے براہ مسخری کہا کہ ریت بھری ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ریت ہی ہو گی۔ وہ چلا گیا۔ جب منزل مقصود پر پہنچ کے گونوں کو کھولا تو بجائے شکر ریت نکلی۔ یہ دیکھ کر بیوپاری نہایت حیران ہوا۔ اور جانا کہ یہ حالت بباعث خفگی اس فقیر کے ہے۔ فی الفور وہ واپس آکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں پر گرا اور بولا کہ مہاراج میں نے صرف ہنسی کی تھی سو اس کی سزا پائی۔ اب آپ دعا کریں کہ پھر وہ ریت شکر کی شکر ہو جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ جاؤ شکر ہو جائے گی۔ وہ سوداگر یہ بات سن کر چلا گیا اور دیکھا کہ وہ تمام ریت شکر ہو گئی ہے۔ فقط

متفرق حالات اور وفات

یہ صاحب بڑے صلح کل اور بے تعصب مشہور ہیں اور حضرت میاں میر اور چھجو بھگت اور کانہہ بھگت نیمابین یار یار مشہور ہیں۔ ان کی بڑی محبت آپس میں تھی۔

اور جہاں اب سادھ ان کی ہے یہاں ان کی نشست گاہ کا چوبارہ تھا۔ ایک روز بتاریخ

Marfat.com

نوی ودی وہ اپنے اسی چوبارہ میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا اور وہاں ہی سما گئے۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے۔ (ص ۲۲۴) اور سال وفات چجو بھگت صاحب کا سمت بکرما جیتی سولہ سو چھیانوے مطابق سن ایک ہزار باون ۱۰۵۲ ہجری ہے۔

بھگت چجو مرد یکتای زمان آنکہ در عالم دو چشم از غیر بست
سال ترحیلش چو جستم از خرد گفت واحد مرد حق واحد پرست

دادو پنتھ

(ص ۲۲۲) جہاں اب مندر ہے یہاں آپ کی دکان تھی اور بتاریخ محررہ بالا اس میں سما گئے۔ بعد اس کے شہر برباد ہو گیا۔ من بعد پرشوتم داس صاحب سمت ۱۸۰۰ میں جے پور سے یہاں آئے۔ یہ دادو پنتھی تھے اور یہ پنتھ عہد اکبر بادشاہ سے شروع ہوا ہے۔ اول راجہ جگونت سنگھ اور پھر خلف ان کا راجہ مان سنگھ سیوک دادو رام ہوا۔ اور دادو رام صاحب برہمن تھے۔ ان کو یہ لوگ اوتار کہتے ہیں (ص ۲۲۴) اور دادو جی کی سادھ مقام ترانہ علاقہ جے پور میں ہے۔ فقط (ص ۲۲۲) ان کا فرق سکھوں سے بس یہ ہی ہے کہ وہ کیس رکھتے ہیں اور یہ گدی والے سرمنڈواتے ہیں اور فقط بودی رکھتے ہیں اور تمام دستور موافق سکھاں۔ (ص ۲۲۳) اور ان کا گرنتھ بھی علیحدہ مصنفہ دادو رام جی کا ہے۔ سکھوں کا گرنتھ نہیں پڑھتے۔ سکھوں کا گرنتھ گورمکھی میں تحریر ہوتا ہے اور ان کا گرنتھ شاستری میں۔ اس گرنتھ کا نام دادو رام صاحب کی بانی مشہور ہے۔ اس میں نصیحت اکثر یہی ہے کہ صرف واحد خدا کو مانو اور اس کی عبادت کرو۔ ان میں بت پرستی' گوشت' شراب منع ہے۔ اگر کوئی کھاوے تو پنتھ سے نکالا جاوے۔ اور گرنتھ کو ہر روز پڑھنا ان کے یہاں عبادت ہے۔ اسی کو مانتے ہیں اور اسی پر پھول چڑھاتے ہیں اور یہی ان کی عبادت ہے۔ فدوی نے وہ گرنتھ باوا ہربھجن داس کو کہہ کر نکلوایا اور کچھ سنا۔ اچھی اچھی نصیحتیں منع شراب و کذب و گوشت خوری کی اس میں درج ہیں اور وہ نظم بطور دوہروں کے ہے۔ چنانچہ شروع اس کا یہ دوہرا ہے۔

دادو نمو نمو نرنجن میں نمسکار گورو یونی
بند نن سروہ سادھو پر مانن با یکنی
پیر برہم پر ابرن سوتم دی نرنجن
نرا کار تریلنگ بس دادو جی بندنن

Marfat.com

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اے عاقل عاجزی سے خدا کو یاد کر اور گورو جو دیوتا ہے اس کو یاد کر۔ ہر شخص اور مخلوقات کو خدا کر کے دیکھ۔ (ص ۲۲۴) جو اس طرح جانے گا سو پار اترے گا یعنی نجات پائے گا۔ دنیا اور خدا ایک ہے دو نہیں۔ وہ پاک ہے کسی کی بندھن میں نہیں آتا۔ پس اے دادو اس کو مان۔ فقط

اور آخر گرنتھ میں یہ کبت ہے۔

موج کرے گور دیو دیا کر سبد سنائے کبویر ترو
جو رب کی بر کٹی تس حات سو دور کیو بھرم بھاند نیرو
کاہے کے باب کی مانہہ سوو کھری گور دیو جی بندنن میرو
سندر داس کہے کر جوڑ جو دادو دیال کہوں نت چیرو

ایک روز سندر داس دادو صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ تو کون ہے' تیرا نام کیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ سندر میرا نام ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر سندر کو جانو تو سندر ہو نہیں تو دھندر ہو یعنی اندھیرا۔ اس نے سوچ کر کہا کہ جب سورج چڑھتا ہے تو رات دور ہو جاتی ہے۔ سو آپ نے ایسی کرپا کی کہ میرا اندھیرا دور ہو گیا اور چاند ظاہر ہو گیا۔ سب رشتہ دار چاچے تائے دور ہو گئے۔ اب گورو میرا سہائے ہے۔ سندر داس آرزو کر کے کہتا ہے کہ دادو دیال کا میں سیوک ہوں۔

(ص ۲۲۲) اور دادو پنتھی لوگ شادی نہیں کرتے' خواہ فقیر ہو خواہ گدی نشین وغیرہ۔ اور اگر برخلاف رسم کرے (ص ۲۲۳) تو اس کی اولاد وارث اس کی نہیں ہوتی صرف چیلہ وارث ہوتا ہے۔ دادو پنتھیوں کا معمول ہے کہ سر پر گیرو رنگ کا صافہ یا پگڑی رکھتے ہیں اور ان میں حکم عام ہے کہ کوئی شادی نہ کرے اور ماسوا اس کے جو کام چاہے سو کرے۔ مگر سر پر بہرحال گیر رنگا صافہ رکھے۔

چوبارہ کے گدی نشین

(ص ۲۲۲) جب بادا پرشوتم داس یہاں آئے تو لاہور میں تین حاکم تھے۔ ایک گوجر سنگھ دوسرا لہنا سنگھ تیسرا سوبھا سنگھ۔ رؤسائے لاہور نے ان کو چھجو بھگت صاحب کے مکان پر بٹھلایا اور ان کو گدی نشین کیا۔ وہ بڑے سادہ برکت والے تھے۔ (ص ۲۲۳) بادا پرشوتم داس جب یہاں آکر بیٹھے تو ایک چوبارہ اور چار دیواری قدیمہ بنی ہوئی تھی۔ بانی اس کا معلوم نہیں۔ پھر بادا پرشوتم داس یہاں پچاس برس رہے اور بڑا مندر طلائی انہوں نے

Marfat.com

بنوایا۔ اب اس میں مڑھی باوا گودر کی ہے۔ ۱۸۵۰ بکرما جیتی میں باوار پرشوتم داس مر گئے اور باوا گودر جانشین اور سیوک پرشوتم داس کے ہوئے تو انہوں نی بھی مرمت مندر کی کی۔ پھر وہ بھی پچاس سال تک زندہ رہ کر سمت ۱۸۷۰ میں مر گئے۔ بعد اس کے دوارکا داس گدی نشین ہوئے اور سمت ۱۹۱۱ میں فوت ہوئے۔ پھر بجائے ان کے باوا ہربجن داس صاحب جو اب گدی نشین ہیں سجادہ پر بیٹھے۔ اور یہ عمارات گدی نشینوں نے بنوائی ہیں۔

نذرانے اور معافیاں وغیرہ

اور مہاراجہ رنجیت سنگھ یہاں ہمیشہ سوموار کو آتے تھے اور صدھا روپیہ نذر چڑھاتے تھے۔ اور پانچ روپیہ یومیہ اس مکان کا تھا جو مہاراج ماہ بما دیتے تھے۔ یہ نقدی تھی اور جو چودہ کنال سات مرلہ زمین مزروعہ مندر معاف تھی۔ اور اب سرکار انگریزی سے صرف بہتر روپیہ سالیانہ حین حیات ہربجن داس ہے۔ اور بعد مہاراجہ صاحب دو من نمک لون میانی سے سال بسال ملتا تھا۔ وہ بھی اب مسدود ہو گیا۔

(ص ۲۲۴) باوا ہربجن داس مہنت گدی نشین بیان کرتا ہے کہ میرے پاس کاغذات متعلقہ چوبارہ ہذا تھے۔ مگر بتاریخ دوسری جون سن اٹھارہ سو باسٹھ عیسوی کے مقام چوبارہ میں چوری ہوئی اور مع اسباب تعدادی ایک ہزار روپیہ وہ کاغذات بھی جاتے رہے۔ چنانچہ مسل اس مقدمہ کی محکمہ ضلع میں موجود ہے۔ مضمون ان کا یہ تھا کہ کھتریان قوم بھاٹیہ وارثان چھجو بھگت نے ایک کاغذ ہبہ نامہ بابت چاہ و مندر وغیرہ باوا پرشوتم داس کو تخمینا" سمت ۱۸۲۱ء میں بطور سنکلپ لکھ کر بخش دیا تھا۔ اور دوسرا ایک پروانہ مہاراجہ کلاں کا مشعر تقرر چار روپیہ یومیہ بابت مکان ہذا تھا جو بھائی وستی رام صاحب کی معرفت وصول ہوتا تھا جو بعد روانگی مہاراجہ دلیپ سنگھ صاحب مسٹر کاری صاحب بہادر نے بند فرمایا۔ اور ماسوا اس کے یہ کاغذات اور تھے۔

کرایہ نامہ منجانب کھدو گگلو بقرار دو روپیہ ماہواری جو جنوب رویہ چوبارہ ہذا دکان کرتا ہے۔ کاغذ آشرم ارتھ عطیہ سردار شام سنگھ مشعر عطائے آٹھ من گندم فی سال موضع چوڑہ علاقہ مرید وال۔ کاغذ پروانہ عطیہ رتن سنگھ سکھی والیہ جس میں ایک چاہ پچاس روپیہ سال کا موضع چھتہ ضلع گوجرانولہ میں معاف تھا' ہے۔ فقط

میلہ

(ص ۲۲۶) اب تک خلقت ان کا بڑا ادب کرتی ہے اور بروز دو شنبہ و سہ شنبہ وہاں

Marfat.com

اژدھام ہوتا ہے۔ ڈو شنبہ کے دن مرد اور منگل کے دن عورات کھترانیاں وہاں جاتی ہیں اور سہ پہری کے وقت سے شام تک وہاں بیٹھتے ہیں۔ اور دو دن وہاں سماع بھی ہوتا ہے اور قوالوں کو کچھ یومیہ ملتا ہے۔

عمارات

یہ مقام اول تھوڑا سا بنا ہوا تھا پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر نے یہ عمارت عالیشان بنوا دی۔

دروازہ اس مکان کا جنوب رویہ خشتی پختہ محرابی چونہ گچ جس کے ہر دو بازوے شرقی و غربی پر دو برجیاں سی بنی ہوئی ہیں۔ اور اوپر سقف دروازہ کی خوشنما کٹہرہ خشتی لگا ہوا ہے۔ اور اس دروازہ کے آگے ڈھالوان فرش خشتی قالب سڑک موجود ہے اور اس مکان کے گرد و نواح چار دیواری پختہ بنی ہوئی ہے۔ اس دروازہ کے اندر جس کے چار زینہ ہیں' جاتی ہے۔ فرش خشتی بنا ہوا ہے اور شرق رویہ باہر اس دروازے کے درخت بیر اور اندر بطرف غرب کریر اور اندر احاطہ کے شرقی رویہ ایک درخت بڑھ اور دو پیپل خرد خرد جس کے گرد و نواح واسطے حفاظت اشجار کے دیوار سی بنائی گئی ہے' موجود ہیں۔ اور غرب رویہ متصل کریر تین چار درخت شہتوت و پیپل و بڑھ چھوٹے چھوٹے لگے ہوئے ہیں اور بعد اس کے پھر ایک دیوار پختہ درمیان میں حائل ہے (ص ۲۱۷) اور اس میں شمال و غرب رویہ دروازہ بے چوکھٹ و طاق واسطے آمد و رفت کے ہے۔ اس دروازہ کے شرق رویہ نو سمادھیں ہیں جن میں سے ایک کا گنبد تو ذرا بڑا اور ایک چھوٹا اور بقیہ سات بھی پختہ' کوئی نئی اور کوئی پرانی ہیں۔ کل کے نام معلوم نہیں اور جن کے معلوم ہیں تفصیل ان کی یہ ہے۔ پدر جرام بھگت۔ مادر جرام بھگت۔ راکھو کھتری۔ زن راکھوکی۔ وغیرہ وغیرہ مشہور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بطور چیلہ سیوک ان کے' ساکنان لاہور تھے۔ اور یہ مقام سمادہ ھا بھی بطور چار دیواری' جس کے تحت میں فرش پختہ خشتی اور اس میں تین پیپل اور دو بیر اور تین ون اور ایک گونڈی موجودی ہے اور شرق رویہ اس کے زمین مزروعہ تین کنال اور سات مرلہ ملحقہ چھپاوہ۔ پھر گرد اس زمین کے بھی ایک اور چار دیواری پختہ ہے اور اس میں ایک دروازہ اور پھر دو بڑے ہر دو دروازہ شمال رویہ اس چار دیواری کے جہاں سمادھیں ہیں چار زینہ چڑھ کے ایک بڑا چبوترہ عالیشان خشتی بہت طویل عریض مقام میلہ جس کے غرب رویہ مرمی خشتی چونہ کی موجود ہیں' واقع ہے۔ اور اس کے اوپر غرب رویہ ایک مکان بنگلہ چوبی سقف والا جس کے شمال و جنوب میں دروازہ اور غرب رویہ دس ایک کھڑکی مع تختہ چوبی

Marfat.com

اور شرق رویہ ایک کھڑکی بے چوکھٹ و طاق موجود ہے۔ یہ جگہ گدی کی ہے جو بہت اچھا مکان آراستہ، جس کی دیوار غربی بہت منقش و پر تکلف ہے اور ایک طاقچی ساتھ اس دیوار کے شرق رویہ پختہ برنگ سرخ واسطے اسباب رکھنے کے موجود ہے۔ اور شرق رویہ اس کے زمین پر سنگ سرخ پانچ فٹ طول اور تین فٹ عرض کا واسطے گرنتھ رکھنے کے نصب ہے۔ اس پر فرش شطرنجی کا ہو کر اس پر گرنتھ رکھا جاتا ہے اور گاہ گاہ وہاں گرنتھ پڑھا جاتا ہے۔ سقف اس دالان کی چوبی برنگ سرخ ہے اور یہاں باوا گدی والا اب باوا ہر بھجن داس ہے، بیٹھتا ہے۔ اور یہ جگہ کاٹھ گھر مشہور ہے اور یہاں دو جگہ گدی کی مقرر ہیں۔ ایک تو یہ جہاں بروز دو شنبہ بیٹھتے ہیں اور دوسری جگہ گدی کی جہاں بروز منگل بیٹھنا ہوتا ہے اور ہفتہ بھر میں دو روز گدی پر بیٹھتے ہیں۔

اور جنوب رویہ اس چوبارہ کے ایک اور چار دیواری دو فٹ ارتفاع والی موجود ہے۔ درمیان اس کے بھی فرش خشتی پختہ اور ایک گنبد سادہ نیچے سے ہشت پہلو اور اوپر سے ہشت پہلو اور اوپر سے مدور موجود ہے۔ دروازہ آمد و رفت اس کا چوبی مع طاق رنگین، برنگ ہرمچی شرق رویہ اور بقیہ سات پہلوؤں میں طاقچے واسطے دیکھنے سادھ کے رنگین موجود ہیں اور تمام دیوار منقش چونہ گچ ہے۔ اندر اس کے مڑھی یعنی سادھ سنگ مرمر کی ایک فٹ مرتفع باوا پرشوتم داس کی موجود ہے۔ تاریخ وفات پختہ معلوم (ص ۲۱۸) نہیں مگر مدت کی ہے۔ اور لب چار دیواری ہذا دو یہ ایک گنبد مربع سفید خشتی جس کا آمد و رفت کا دروازہ شمال رویہ ہے درمیان میں ایک برج اور گرد و نواح چار برجیاں خرد۔ یہ شیو دوالہ ہے۔ اس میں شیوں کا درشن چبوترہ سنگ مرمر پر ہے۔ اور اوپر اس چبوترہ کے ایک گھڑونچی چوبی اور اس پر سبوچہ آب رکھا ہے۔ اس سبوچہ سے پانی قطرہ قطرہ ہو کر شبوجی کے لنگ پر پڑتا ہے اور دیوار شرقی و غربی میں پنجرہ خشتی اور تمام دیواروں پر تصاویر بزرگان ہندواں ہیں۔

اور گوشہ جنوبی و شرقی۔ اس میں ایک سادھ سنگ مرمر کی جواہر داس برہمن کی اور سادھ کے دروازہ پر ایک خشت سنگ مرمر کی کندیدہ چھوٹی سی لگی ہوئی ہے اور اس میں بخط شاستری تحریر ہے۔

اونگ جواہر مصر ماسکی دی سمادھ سمت ۱۹۱۱

اور فیمابین دونوں سمادھوں کے دو درخت بیر۔ ایک بطرف مشرق اور ایک درمیان چار دیواری کے موجود ہے اور شرق رویہ اس سمادھ کے ایک پختہ چبوترہ سہ درجہ۔ اس پر د.

Marfat.com

فٹ اونچی تین مڑھیاں۔ ایک باوا گوبند داس کی دوسری کال داس تیسری باوا گیان داس کی۔ یہ بھی مدت کی بنی ہوئی ہے۔ اس کے آگے بھی فرش پختہ اور چھوٹا سا باغیچہ جس میں ایک درخت انار اور دو ربیل اور ایک مندر موجود ہے اور درمیان اس باغیچہ کے شیو جی کا لنگ رکھا ہے اور سبوچہ، آب بھی اس پر موجود ہے اور پھر غرب و جنوب رویہ اس سادھ براہمن کے انیس مڑھیاں ہیں۔ یہ بھی سادھوؤں کی ہیں نام معلوم نہیں۔ اور درخت پیپل و کھجور جنوب رویہ متصل دیوار موجود ہے۔ باہر کے دروازے سے ایک راہ بفرش خشتی غرب رویہ آتا ہے۔ فیمابین دو چار دیواری اندرون کے ایک اور چار دیواری اس کے اندر ایک مربع باغیچہ جس میں چند درخت ایک نیم ایک کھجور ایک بیر اور پھلاہی اور دو پیپل موجود ہیں اور یہ جگہ مکان گدی کے شمال رویہ آملتی ہے اور اس کے غرب رویہ ایک اور چبوترہ بلند ہے۔ اس کے گوشہ جنوبی میں چاہ مسقف جس کی دو چرخیاں جاری ہیں۔ اور جنوب رویہ اس کے ایک چوبچہ ہے اور چند درخت۔ گوشہ غربی و شمالی میں ایک کوٹھری دالان بطور مسافر خانہ۔ درمیان میں اور ایک دالان چار درہ مع چوکھٹ چوبی مع طاق تختہ۔ یہ قالبوتی دالان ہے۔ اب باوا ہربھجن داس یہاں رہتا ہے۔

اس چبوترہ کے جنوب رویہ دو سادھ خرد ہیں۔ ایک مرتفع اور ایک چار پہلو۔ ایک جوالا شاہ اور دوسری اس کے گورو کی کہ نام اس کا معلوم نہیں۔ جنوب رویہ اس کے ایک مکان آبشار پانی کی ذرا عمیق بنا ہوا ہے۔ اور غرب رویہ اس کے درخت پھروانہ۔ اور نیچے اس کے چوبچہ پختہ بے آب (ص ۲۱۹) موجود ہے۔ اور اس چبوترہ پر ایک مجری پانی کا ہے۔ اس میں چاہ رواں کا پانی گرتا ہے۔ جنوب رویہ اس چبوترہ کے مکان مندر چھجو بھگت کے جس کا دروازہ کشادہ چوبی مع طاق تختہ چوبی برنگ ہرمچی موجود ہے۔ اس در کے اندر غرب رویہ دو زینہ اور ایک پر چبوترہ پختہ چونہ گچ اور پھر چار دیواری علیحدہ ہے۔ اس چار دیواری کے دو در۔ ایک شمال رویہ دوسرا شرق رویہ۔ چار دیواری عالیشان آراستہ پختہ اور دروازہ کے غرب رویہ فیمابین چاہ و دالان قالبوتی و مکان مندر ایک دیوار قدیمی پختہ جس میں محراب عمارتی بنی ہوئی ہیں، کھڑی ہے۔ اور نیچے اس کے وہ جگہ ہے کہ جہاں آبشار پانی کی۔ یہ عمارت چغتائی ہے۔ اندر اس چار دیواری کے تمام فرش چونہ گچ۔ کہتے ہیں کہ سمت ۱۹۱۱ میں جب یہاں سادھ باوا ٹھاکر داس صاحب کی بنیاد نکالنے لگے تو پانی ہانڈی تک بنیاد اس چبوترہ کی پائی گئی۔ اس میں متصل دیوار غرب رویہ خاص مکان چوبارہ چھجو بھگت کا ہے۔ یہ مکان چار پہلو خشتی چونہ گچ جس کا دروازہ جنوب رویہ چوکھٹ سنگ سرخ اور طاق چوبی

Marfat.com

برنگ ہرمچی اور ایک کھڑکی شرق رویہ چوبی مع مرغول اور اس کے جنوب و شمال رویہ پنجرہ خشتی اور دیوار شمالی میں ۳۸ طاقچہ چراغدان موجود ہیں۔ سقف قالبوتی خشتی منقش جس کے درمیان آئینہ کلان اور اس کے گرد آئینہ کاری اور دیواروں پر تصاویر کاھن وغیرہ دیوتاؤں کی۔ زمین پر فرش خشتی اور میانہ میں سمادھ سنگ مرمر کی' اس پر غلاف پڑا رہتا ہے۔ اسی چوبارہ میں آپ رہتے تھے اور اسی میں سما گئے۔ زائرین اقوام ہندو یہاں متھا ٹیکنے کو آتے ہیں اور نذر چڑھاتے ہیں۔ اس چوبارہ کے شرق رویہ ایک مقام بنام نہاو گنگا بنا ہوا ہے جو بطور حوض رفیع ہشت پہلو ہے۔ اور اس کے آگے شمال رویہ حوض خرد چونہ گچ اس میں پانی بھرا رہتا ہے۔ اس کے شرق رویہ دو زینہ چڑھ کے چبوترہ پختہ اور ہے۔ اس پر جنوب رویہ چوبارہ ایک گنبد ہشت پہلو دو منزلہ سمادھ باوا دوار کا داس مہنت کا ہے۔ اس میں مڑھی چونہ گچ پختہ خشتی۔ یہ مہنت داود بنتحیہ مشہور ہیں سمت ۱۸۹۰ میں یہ مکان خود انہوں نے بنوایا تھا۔ درجہ تحت میں ایک دروازہ شمال رویہ چوکھٹ چوبی مع طلاق جنوب رویہ تصویر کانہہ جی اور شرق و غرب رویہ تین درہ پنجرہ خشتی۔ اندر مکان کے چھت قالبوتی اور منقش باتصاویر اور منزل ثانی پر گنبد آ ٹھدرہ والا۔ اور جنوب رویہ اس سمادھ کے ایک اور سمادھ ہشت پہلو گنبد والی۔ دروازہ اس کا شمال رویہ۔ یہ سمادھ باوا ٹھاکر داس کی ہے۔ بیچ میں تصویریں کانہہ وغیرہ کی۔ غرب رویہ اس چار دیواری کے ایک بہت خوبصورت عمارت عالیشان سمادھ باوا گورو داس کی ہے۔ یہ عرصہ اسی سال سے تیار (ص ۲۲۰) ہوئی ہے۔ اس مکان کا دروازہ شرق رویہ۔ اور اس کے آگے چبوترہ خشتی اور اس کے بطرف شمال و جنوب و غرب نو در ہیں اور ہر در میں بارہ طاقچہ خشتی چونہ گچ واسطے روشن کرنے کے بطور چراغدان زمین پر فرش چونہ گچ برنگ ہرمچی مصفا۔ درمیان میں مڑھی چونہ گچ اندر سے مکان ہشت پہلو ہے۔ درجہ تحت سے اوپر تک تمام کام طلائی منقش اور چاروں گوشوں میں عمارتی دریچہ۔ ظاہر نقشہ سے دریچہ معلوم ہوتے ہیں اور اصل میں نہیں۔ اور ہر چہار طرف محرابی دریچہ جس میں تین تین۔ سورج مکھی گچ کے اور ان میں آئینہ موجود ہیں۔ جس کے کٹہرے چونے گچ سفید موجود۔ چھت گنبد قالبوتی شیشہ لگی ہوئی گلکاری بہت اچھی خوبصورت۔ یہ مکان باوا لوگوں نے واسطے سمادھ چھجو بھگت صاحب کے تجویز کیا تھا مگر موقع نہ ہوا اور پھر وہ یہاں جلائے گئے۔ اوپر سے گنبد رنگین' رنگ آمیز اور کلس بھی سنگ مرمر' اور چاروں کونوں پر چار چار برجیاں۔ ان کے کلس بھی سنگ مرمر کے اور چاروں طرف شکل بطخوں کی خشتی موجود ہیں اور بطور محراب ہر طرف سہ درہ شکل دالان اور اس

Marfat.com

پر طاقچہ اور ہرچہار طرف ان سادھوں کے دیوار اٹھ فٹ طویل اور عمارت چغتائی جس میں غرب و جنوب کی دیوار میں نشان دروں کے بطور دالان پائے جاتے ہیں۔ اور زمین پر تمام فرش خشتی پختہ۔ سادہ گورو داس عہد تین حاکمان میں بنی تھی۔ روبروے چوبارہ گدی شرق رویہ ایک چبوترہ خشتی اور ہے۔ اس کے کنارہ پر ایک اور چبوترہ بطور شہ نشین اور جنوب رویہ اس چبوترہ کے ایک اور چبوترہ خشتی دو فٹ مرتفع ہے۔ اس پر چودہ مڑھیاں چھوٹی چھوٹی برنگ ہرکی واقع ہیں یہ ایام متفرقہ میں بنے۔ جو نام مشہور ہیں سو یہ ہیں۔ ایا بھگت۔ بدری بھگت۔ دیا بھگت۔ گھمنڈی بھگت۔ دیالو بھگت اور اس کے جنوب رویہ دیوار پختہ ملحقہ اس مکان کے ہے۔ اور اس چبوترہ کے غروب رویہ ایک سادھ جس کا گنبد خرد سفید رنگین ہے۔ دو زینہ اس کے اور چھوٹا سا چبوترہ اس کا۔ یہ سادھ شیو دیال چوپڑہ سیوک کی ہے۔ بیچ میں مڑھی خشتی چونہ گچ۔ یہ سادھ سمت ۱۹۱۱ میں بنی ہے۔ اور چونہ پر گور مکھی حرفوں میں سمت جو میں نے تحریر کیا ہے لکھا ہوا ہے۔ شمال رویہ اس کے ایک اور چبوترہ خشتی ہے اور جنوب رویہ ایک اور چھوٹا سا چبوترہ ہے۔ یہ بھجن کی جگہ ہے۔ اس دیوار کے جنوب رویہ نیچے اور جگہ ہے۔ اس کا ایک دروازہ آمد و رفت علیحدہ ہے اور ایک مندر بھی ہے اور بطرف شمال رویہ باغ لالہ رتن چند کشادہ راستہ ہے۔ وہاں ایک احاطہ مسقف جس میں کمہار بھٹی چڑھاتے ہیں اور شرق رویہ اس کے ایک چاہ پختہ ٹیلہ پر چرخی دار موجود ہے۔ اور جنوب رویہ چاہ پختہ ٹیلہ پر چرخی دار موجود ہے۔ اور جنوب رویہ چاہ کے ایک چھوٹا سا چبوترہ ہے۔ اس پر چار سادھ نامعلوم الاسم ہیں۔ اور شرق رویہ چاہ کے دیوار مع برج نشست گاہ۔ اس کے نیچے مکان باغ زمین مزروعہ اور اس کے (ص ۲۲۱) نواح میں اور چار دیواری۔ اور لب سڑک چند درخت قبضہ باوا ہربھجن داس میں ہیں۔ اس چاہ کے شمال رویہ ایک اور در واسطے اندر جانے کے اور ہے۔ اور اندر جاتے ہی پھر ایک اور چار دیواری جس کے گرد و نواح میں چند کوٹھریاں اور غرب رویہ اس احاطہ کے ایک اصطبل اور جنوب رویہ اصطبل کے ایک مکان فراش خانہ۔ اور چار دیواری میں ایک اور چار دیواری جس کے بنیرے چونہ گچ اور عمارت دیوار بھی ریختہ کی۔ شرق رویہ ایک درخت گوندی اور ایک بیر۔ اس کے اندر ایک آب پنڈھار خانہ۔ یہ مکان دو درجہ کا ہے۔ درجہ اول میں شرق رویہ ایک شہ نشین تین در والی اور غرب میں کشادہ دالان۔ اور گوشہ غربی میں شمالی میں چاہ پختہ مع چرخی، جس کا چبوترہ سنگ سرخ اور اینٹوں کا بنا ہوا ہے، بہنیہ باوا پرشوتم داس عرصہ سو سال کا بنا ہے۔ دوسرے درجہ کا دروازہ طرف شرقی دیوار جنوب رویہ میں اندر جانے کا۔

Marfat.com

اندر جاتے ہی جنوب رویہ والان خشتی اور غرب رویہ ایک کوٹھ جس کے دو دروازے اور ایک کوٹھ۔ اور شرق رویہ دروازہ آمد و رفت زینہ بالا خانہ کا اور اس پر ایک بالا خانہ۔ اور اس پنڈھار خانہ کے روبرو شمال کی طرف بنگلہ والان گدی ہے۔ اس کا دروازہ جنوب رویہ بڑا کشادہ۔ اندر اس کے تمام فرش خشتی۔ شرق رویہ تین دریچہ اور دیواروں پر تمام تصاویر اور دریچہ کے روبرو غرب رویہ والان سہ درہ کھڑا ہے مع مرغول۔ اور غرب رویہ دروازہ آمد و رفت کے ایک زینہ والی کوٹھری غلہ رکھنے کے واسطے۔ اور پھر اس کے غرب رویہ ایک دروازہ آمد و رفت کا اور اس کے ساتھ ایک والان چوبی جس کے پانچ در اور ان میں روسیاں (؟) پڑی ہوئی ہیں۔ اور شرق رویہ دروازہ مقفل۔ اس میں زین وغیرہ رکھتے ہیں۔ اور اس کے شرق رویہ ایک چبوترہ خشتی سنگ مرمر کا جگہ گدی کی واسطے بیٹھنے مہنت کے۔ اس پر فرش بچھا ہوا اور مسند تکیہ لگا ہوا ہے۔ یہ تمام مکان بنوایا ہوا باوا دوار کا داس کا عرصہ بچاس سال سے ہے۔ اور گدی کے پاس ایک تخت پوش چوبی قدیمی رکھا ہوا ہے۔ اور گدی کے غرب رویہ ایک دروازہ جس کے شمال رویہ ایک پیپل چھت پھاڑ کر نکلا ہوا ہے۔ اور اس در کے آگے ایک والان جس کے غرب رویہ ایک اور دروازہ باہر جانے کا ہے۔ اس کے باہر نکل کر کاٹھ گڈھ بنگلے کو جانا ہوتا ہے۔ اور اس والان میں شمال رویہ ایک کوٹھری اور اس کے کونہ شمال میں ایک دروازہ اس کے نیچے پانچ زینہ اتر کر بطور سرد خانہ مکان مربع متسع، سفید چونہ گچ خط کشیدہ بہت مصفا جس کی تہ چونہ گچ خشتی موجود ہے، واقع ہے۔ چھت اس کی چوبی۔ اور تین روشندان پنجرہ چوبی والے۔ دو شرق رویہ۔ اور ایک شمال رویہ۔ اور جنوبی دیوار میں ایک کھڑکی چوبی۔ اس سرد خانہ میں ایک کوٹھری قالبوتی خشتی واسطے ذخیرہ رکھنے کے۔ اور کوٹھری کے ساتھ زینہ اوپر جانے کا۔ گیارہ زینہ چڑھ کر اوپر جاتے ہیں۔ چھت کا فرش بھی پختہ اور چاروں کونوں پر چار سو ہنڈے۔ اس کوٹھ کے اوپر جنوب رویہ ایک بالا خانہ والان جس کے شرق رویہ تین در اور کھڑکی۔ جنوب رویہ (ص ۲۲۲) اس چار دیواری خشتی کے ایک چار دیواری خام ہے۔ وہ جگہ مسان ہے۔ یہاں بھگت سیوک لوگوں کے مردے جلائے جاتے ہیں۔ اس میں چار پانچ درخت پھروانہ و ون موجود ہیں اور غرب رویہ چار دیواری چوبارہ ایک بڑی چار دیواری خام جس کی سات گھماؤں زمین مزروعہ ہے۔ اس میں چاہ رواں چرخ چوب والا جاری ہے۔ اس چاہ کے جنوب رویہ چند مکان خام موجود ہیں۔ یہ بھی متعلقہ چوبارہ قبضہ باوا برہمن داس صاحب میں ہیں۔ یہاں تین گھر کرایہ داروں کے بستے ہیں۔ اور چاہ پر بہت درخت موجود اور نیز اس طرف ایک احاطہ

Marfat.com

خام واسطے بیل گائے گاؤ میش باندھنے کے موجود ہے۔ اس کے اندر ایک مڑھی پختہ قدیمی نامعلوم الاسم کھڑی ہے۔ اس کے اوپر درخت پھروانہ اور اس کے ساتھ ایک مربع چوک۔ اس میں دروازہ پختہ۔ ایک اس چار دیواری کو جاتا ہے جہاں پہلے باغیچہ تھا اور اب بھی وہاں باغیچہ بنایا چاہتے ہیں۔ اور دوسرا شرق رویہ اس طرف جہاں چاہ' سقفہ اور والان مسکونہ محافظ چاہ ہے' جاتا ہے۔ اس چبوترہ چاہ کے شمال رویہ باغیچہ چھوٹا سا جس کے گرد پختہ دیوار ہے' موجود۔ اس میں چار درخت مٹھا اور ایک بڑھ اور ایک پیپل اور تین بوڑھ اور ایک بیر اور ایک کنیر و گل عباسی و نیم موجود۔ فقط

اور کمترین نے باوا مالک مکان ہربجن داس کو ہمراہ لے کر ہر ایک مکان بلکہ بالشت بالشت بھر زمین دیکھی اور حال تحریر کیا۔ ایسا مکان عالیشان بڑی عمارت والا یہاں کوئی نہیں۔ یہ مکان چوبارہ کیا ہے ایک گاؤں بستا ہے۔ چونکہ یہ مکان بت پرستش گاہ ہے۔

(ص ۶۱۸) حال مکان تھان ماتا

یہ مکان فیمابین موضع اچھرا و سرائے کولیاں والی لاہور سے بفاصلہ (ص ۶۱۹) تین کوس جنوب رویہ واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ استھان بڑا پرانا اور قدیمی ہے۔ بلکہ مشہور ہے۔ کہ بوقت بنیاد اچھرا اچھو خلف راجہ راجندر نے یہ استھان بنوایا تھا۔

صورت مکان یہ ہے کہ چند درخت گنجان کے اندر گوشہ نیرت میں ایک گنبد سفید ہشت پہلو خشتی۔ اندر اس کے شیو جی کا لنگ سنگین رکھا ہوا ہے۔ شرق رویہ دو پیپل اور ایک بوڑھ اس کے نیچے تھڑہ خشتی سفید۔ اس کے پاس ایک بارہ دری مع باؤلی۔ یہ بارہ دری باؤلی بنیہ سائیں دتا و سلامت دھڑوائی ہے۔ جنوب رویہ اس کے ایک چوبچہ۔ نیچے ایک بارہ دری کے سرد خانہ۔ راہ سرد خانہ گوشہ بایب میں۔ سرد خانہ کی عمارت قالبوتی۔ زینہ اتر کے ایک مکان قالبوتی مربع جس کا طول و عرض سوا تین گز مربع ہے۔ یہ سرد خانہ بہت اچھی جگہ آرام گاہ ہے۔ باہر شمال رویہ اس بارہ دری کے طولانی زینہ باؤلی کا۔ اس زینہ کا طول تیرہ گز اور عرض اڑھائی گز۔ اکیس درجہ شرق رویہ اس کے ایک تھڑہ سفید چونہ گچ منقش چار گز مربع جس کے میانہ میں ایک مدور گنبدی مکان دیوی۔ اس کے گوشہ ایسان میں ایک چوبچہ ایک مربع سفید۔ بحد جنوبی اس تھان کے ایک مڑھی' جس کا تھڑہ ہشت پہلو' کسی نامعلوم الاسم کی ہے۔

یہ مقام پرستشگاہ یوم برت لوہڑیاں کا ہے۔ ہندو لوگ سال میں دو دفع ایک بماہ ساون دوسرا بماہ پوہ یہ برت اس طرح سے رکھتے ہیں کہ بروز اتوار شیریں و نمکین روٹیاں پکا رکھتے

Marfat.com

ہیں اور دوسرے دن تمام زن و مرد اس ماتا کے تھان پر حاضر ہو کر وہی باسی روٹیاں کھاتے ہیں اور حتیٰ المقدور نذر چڑھاتے ہیں۔ زر آمدنی سنیاسی فقیر جو یہاں کا پجاری ہے لیتا ہے۔ بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ تمام ہندو لوگ کیا زن و کیا مرد اس مقام پر بروز ٹومڑی جمع ہوتے تھے۔ اب کوئی یہاں آتا ہے۔ اور کوئی سیتلا کے تھان باہر دروازہ شاہ عالمی کو جاتا ہے۔

(ص ۴۷۹) احوال مکان تھان بھیرو

مع حالات متعلقہ پنتھ جوگیاں

یہ مکان المشہور بھیرو کا تھان بفاصلہ تین میل لاہور سے شمال و غرب رویہ سڑک فیروز پور عبادت گاہ ہنود ہے۔ دروازہ کلاں اس تھان کا دیوار جنوبی میں متصل گوشہ غرب ہے۔ اس در میں سے ہاتھی کسا کسایا اندر جا سکتا ہے۔ باہر دروازہ کے محراب مرغولی جس کے نیچے سے تا بکمر بلند تھڑیاں خشتی ایک گز مربع۔ (ص ۴۸۰) باہر سرزمین دو درجہ زینہ عرض اس کا سوا تین گز اس محراب میانہ کے نیچے ایک اور محرابی جس کے اندر طاق کلاں چوبی بھرے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر ڈیوڑھی جس کا عرض تین گز اور طول تیرہ گز۔ سقف قالبوتی بے گنبد۔ فرش خشتی۔ دونوں طرف یعنی شرق و غرب رویہ مکان نشست گاہ اندر اس کے جنوب رویہ جہاں سے راستہ اندر جانے کا ہے مکان سرکشادہ بے سقف۔ جس کا طول سترہ گز اور عرض گیارہ گز۔ ڈیوڑھی راجہ لال سنگھ نے بنوائی تھی۔ پھر اس درجہ جنوب رویہ ایک دیوار بلند' اس میں دروازہ اندر جانے کا مع طاق تختہ چوبی' جس میں زنجیر آہنی نمائش کے واسطے لٹکائی ہوئی ہے۔ جنوب رویہ متصل دیوار غربی ایک کوٹھہ المشہور لنگریوں والا یعنی بروز اتوار جو ہندو زائرین آتے ہیں وہ یہاں رسوئی کرتے ہیں۔ اس کوٹھہ کے شرق رویہ مکان دھونی دو منزلہ۔ اس مکان دھونی میں شب و روز چراغ روشن رہتا ہے۔ اس درجہ کا طول بائیس گز اور عرض سوا آٹھ گز۔ اس کے آگے احاطہ مکان مندر جس میں تمام فرش خشتی۔ جنوب رویہ ایک چبوترہ ہشت پہلو بڑا کشادہ چونہ گچ خشتی۔ طول اس تھڑہ کا سوا سات گز اور عرض ساڑھے تین گز اس کے گوشہ گلنی میں چاہ کلاں چونہ گچ مع دو چرخیاں۔ اس کے پاس چوبچہ و ستاوہ اس کے شمال رویہ ایک درخت جامن۔ یہ چاہ مبنیہ بادا لہر ناتھ مہنت کا ہے جو اس نے سمت اٹھارہ سو پچیس میں بنوایا ہوا ہے۔ جنوب رویہ اس کے بھیرو کا مندر پختہ۔ مندر کے نیچے بھی چاروں طرف تھڑہ خشتی' دوازدہ پہلو تا بسینہ بلند۔ شرق رویہ زینہ خشتی۔ مندر بڑا بلند' ہشت پہلو بشکل صنوبری' سفید۔ اس کے آٹھوں

Marfat.com

پہلوؤں میں باہر کی طرف آٹھ محراب۔ جن کے سر پر تین تین گنبدیاں چاروں طرف پنجرہ مربع لگے ہوئے ہیں۔ ان پر گردنہ ہشت پہلو۔ اوپر کلس۔ در آمدورفت شرق رویہ بصورت محرابی مرغولی۔ اس کے اندر گھنٹہ روئیں لٹکا ہوا ہے۔ اندر فرش چونہ گچ۔ میانہ میں تا بسینہ بلند بشکل مینار ہشت پہلو چراغدان۔ اس میں چراغ روئیں دن رات روشن رہتا ہے۔ اس کے گوشہ نیرت میں ایک صندوق خشتی قالبوتی تا بسینہ بلند۔ اس میں دھوپ وغیرہ رکھتے ہیں۔ اس پر ایک تصویر کاٹھ کی رکھی ہوئی اور اندر سے دیواریں تمام چونہ گچ۔ باہر شرق رویہ دالان پنج دمنہ۔ میانہ میں ایک تھڑہ دو گز مربع چونہ گچ برنگ سرخ۔ اس پر اور خرد تھڑہ۔ اس پر لنگ شیوجی کا سنگ مرمر سے بنا ہوا رکھا ہے۔ دیوار شرقی کے شرق رویہ ایک اور چار دیواری ہے۔ وہ مکان اس مکان مندر سے نیچان میں واقع ہے۔ مندر سے ادھر جانے کے واسطے دو دروازے موجود ہیں۔ دیواریں اس کی تین گز بلند۔ زمین پر فرش اینٹوں کا۔ اس کے میانہ میں آدھ گز بلند تھڑہ ہشت پہلو۔ اس پر سمادھ ہشت پہلو تین در والی جس کی کرسی اس (ص ۴۸۱) تھڑہ سے آدھ گز بلند نندو ناتھ کی سمت ۱۸۹۰ اٹھارہ سو نوے میں تیار ہوئی۔ اس سمادھ کے جنوب رویہ چودہ نشان مڑھی گلی خام نامعلوم الاسم۔ اس کے شمال کی طرف دلگن خام۔ اس میں درخت شرلنہ و بیر و نیم و شیشم' بڑھ' توت' کھجوروں' کیکر وغیرہ بکثرت ہیں۔ اس دلگن کے باہر خندق خام۔ اس کے باہر درخت۔

شمال رویہ مندر ایک دالان سہ دمنہ قالبوتی خوشنما۔ اندر سہ دمنہ کے شمال رویہ اور دالان۔ یہ مقام جائے گدی ہے۔ سقف اس کی قالبوتی چونہ گچ سفید۔ اس کے پاس اور بہت دالان وغیرہ مکانات ہیں۔ دالان گدی کے شمال رویہ ایک گنبد سفید جس میں سمادھ باوا دھنی ناتھ مہنت کی۔ باہر سے سیاہ اور اندر سے سفید۔ کرسی اس کی تا بسینہ بلند۔ دروازہ اس کا شرق رویہ مع طاق تختہ چوبی۔ صورت گنبد مربع۔ یہ مہنت سمت انیس سو چار میں فوت ہوا ہے اور یہ گنبد اس نے خود سمت ۱۸۸۰ اٹھارہ سو اسی میں بنوایا تھا۔

شمال رویہ سمادھ ہذا کے ایک مکان خراس ہے جس میں آٹا واسطے خرچ روز مرہ کے پیسا جاتا ہے۔ اس کے پاس بہت سے مکان دالان کوٹھریاں وغیرہ بنی ہوئی ہیں جن کا حال تفصیل وار ان کاغذات میں جو واسطہ ملاحظہ مسٹر ولیم کولڈ سٹریم صاحب بہادر کے تحریر ہوئے تھے' درج ہے۔ یہاں طوالت کی وجہ سے قلم انداز کیا گیا۔

(ص ۴۸۲) باہر شرق رویہ گوشہ ایساں میں ایک تالاب بنیہ دیوان مول راج ناظم ملتان ہے۔ دیوان مذکور نے بوقت وفات دیوان ساون مل پدر خود مبلغ دو لاکھ روپیہ بطور

Marfat.com

خیرات لاہور و امرتسر میں ارسال کیا تھا۔ یہاں تو یہی تالاب بنا اور بقیہ روپیہ امرتسر میں صرف ہوا۔ یہ تالاب پختہ بہت اچھا خوشنما ہے۔ طول و عرض اس کا چالیس بیالیس گز بصورت مربع۔ شمال رویہ تالاب کے ایک پونہ خشتی یعنی غسلخانہ زنانہ بنا ہوا ہے۔ چاروں طرف تالاب میں نو نو زینہ پختہ۔ جنوب رویہ تالاب بارش کا پانی اس میں جمع ہوتا ہے۔ اس کے جنوب رویہ ایک شوالہ بنیہ کیسر شاہ ساکن اچھرا مع دو کوٹھہ و دالان جو اس نے جیون ناتھ جوگی کو دے دیا ہوا ہے۔ یہ جوگی بھی چیلہ دھنی ناتھ کا ہے۔ گنبد شوالہ میانہ ہشت پہلو۔ فقط

گرد و نواح تالاب کے اشجار متفرقہ۔ زمین احاطہ تھان بھیرو سولہ بیگھ۔ گرد و نواح مکان بھیرو بدر رو بطور خندق کے چوبیں بیگھ ہے۔ یہاں تمام جنڈ اور کریر وغیرہ درخت کھڑے ہیں اور ماسوائے اس کے ایک چاہ مزروعہ جس کی زمین بارہ گھماؤں متصلہ تھان بڑا عہد مہاراجہ صاحب سے معاف ہے۔ اور وہ چاہ گوشہ بابب میں اس تھان کے واقع ہے۔

(ص ۴۹۸) حال بنیاد تھان بھیرو واقع اچھرا

ایک شخص مسمی بدری ناتھ قوم بانیا لاہور میں دال تلنے کی دکان اندرون شاہ عالمی متصل پری محل کرتا ہے۔ اس کا اظہار ہے کہ یہ مکان بنیہ ہمارے بزرگان کا ہے۔ جب حال مفصل اس سے دریافت کیا تو اس نے بیان کیا کہ میرا پڑدادا مسمی گودر شاہ بنارس میں ملازم دارا شکوہ بعہد شاجہانی تھا۔ کسی معاملہ میں اس کے ذمہ مبلغات شاہی برامد ہوئے۔ داراشکوہ نے بہ نسبت اس کے حکم پھانسی کا دیا۔ اتفاقاً" وہ پجاری بھیرو جی کا تھا۔ جس روز کہ صبح کو اس نے پھانسی پانی تھی اسی رات بھیرو شکل انسان ایک اونٹنی لے کر اس کے پاس آپہنچی اور اس کو محبس سے نکال کر اور تمام اسباب اس کا اونٹنی پر لاد کر اس کو اپنے ہم ردیف اونٹنی پر بیٹھا باہر لے نکلی اور کہا: کہ اپنی آنکھیں بند کر۔ اس نے بند کر لیں۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے کہا: کہ اب آنکھیں کھول۔ اس دن اتوار کا دن تھا۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ اونٹنی والا کہتا ہے کہ میں بھیرو ہوں۔ پھر وہ اس جگہ میں کہ جہاں اب استھان ہے چھپ گئے۔ وہ یہ معاملہ دیکھ کر حیران ہوا اور یادداشت کے واسطے اس جگہ مڑھی خام بطور نشان بنا دی۔ پھر وہ لاہور میں آکر رہنے لگا۔ بعد چندے موضع اچھرا کے میراثیوں کو بلا کر کہا: کہ یہ استھان بھیرو جی کا ہے اس پر تم ہمیشہ چراغ بتی کیا کرو میں تمہاری خدمت کیا کروں گا۔ پھر اس کا معمول رہا کہ بروز اتوار وہاں جاتا کیونکہ اول روز یہاں پہنچنے کا اتوار تھا۔ اسی واسطے اب تک معمول ہے کہ اتوار کو وہاں لوگ جاتے

Marfat.com

ہیں۔

بعد اس کے سن ایک ہزار اٹھانوے میں بتاریخ اٹھارویں اسوج وہ گودڑ شاہ مر گیا۔ بعد اس کے اس کا بیٹا وستی رام رہا۔ اس نے یہاں چبوترہ خشتی بنوایا اور شمال رویہ گنبد کے ایک چاہ نو تیار بھی جاری کرایا۔ اب وہ چاہ مسدود ہے۔ من بعد ۱۱۵۰ میں وہ مر گیا۔ بعدہ اس کے بیٹے جوالا ناتھ نے وہاں چند کوٹھے خام بنوا دیئے۔ اس اثنا میں موراں طوایف معشوقہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی (ص ۴۹۹) والدہ کو سایہ جن ہوا۔ اس وقت جوالا ناتھ بن وستی رام لاہور میں جادوگر مشہور تھا۔ عہد خالصہ میں صرف ان کی دکان پر دال تلی جاتی تھی۔ اگر اور کوئی ارادہ تلنے دال کا کرتا تھا تو مشہور ہے کہ بزور جادو اس کی دکان جلا دیتے تھے۔ غرض موراں نے وستی رام (جوالا ناتھ) کو بلایا اور کہا: کہ میری والدہ کا سایہ دور کر دے۔ اس نے کہا: کہ ابھی دور ہو جائے گا مگر مجھ سے یہ اقرار کر کہ جب والدہ تیری اچھی ہو جائے تو تو اپنے مواضعات سے ایک ایک گاڑی اینٹوں کی مجھے دیوے۔ اس نے بجان منت مقبول کیا چنانچہ بعد صحت اپنے تمام مواضعات سے' جو کل ایک سو تھے' ایک سو گاڑی اینٹوں کی منگوا دی اور کچھ نقد بھی دیا۔ اس نے ان خشتوں سے یہاں عمارت بنوا دی اور پھر ایک ہزار چار سو روپیہ لگا کر ایک بارہ دری بنوائی۔ اور برابر قبضہ جوالا ناتھ کا رہا اور اس کا آدمی کاہنا مصر وہاں بیٹھا رہا۔ بعد اس کے رام چند برادر زادہ ساون مل نے وہ عمارت گرا کر مندر موجودہ بنوایا۔ اس تعمیر کو اب عرصہ بیس سال کا ہوا ہے۔ بعد اس کے راجہ لال سنگھ نے بعد مہاراجہ دلیپ سنگھ اور عمارات جو اب موجود ہیں' بنوا دیں۔

حال باعث قبضہ' جوگیاں اس مکان تھان بھیرو پر

یہ ہے کہ سمت ۱۸۸۰ اٹھارہ سو اسی میں باوا دھنی ناتھ بعمر خرد سال لاہور میں آیا۔ جوالا ناتھ نے اس کو بمقام لاہور اپنے مکان میں فقیر جوگی خیال کر کے رکھا۔ بعدازاں اس کی آمد و رفت بخدمت بھائی گور بخش سنگھ کے جو معزز آدمی تھا' ہوئی۔ وہ اس کی خاطر داری کرنے لگا اور جوالا ناتھ بھی بھائی مذکور کے یہاں آیا جایا کرتا تھا۔ ایک روز بھائی گور بخش سنگھ نے جوالا ناتھ کو کہا: کہ تم باوا دھنی ناتھ کو اپنے تھان بھیرو میں آکر رہنے کی اجازت دو تو حفاظت مکان بخوبی کیا کرے گا اور واسطے سکونت اپنی کے کوٹھہ بھی اپنی گرہ سے علیحدہ ڈال لے گا۔ جوالا ناتھ نے قبول کر کے حکم دیا اور اس نے وہاں ایک کوٹھہ خام بنا لیا۔ چنانچہ تاحال وہ کوٹھہ خام کھڑا ہے۔ پھر اس دھنی ناتھ نے چیلے بنانے شروع کیے۔ چنانچہ اول مسمی نہندو کے کان پھاڑے بعدازاں رام ناتھ کے۔ پھر اس کا یہ معمول رہا کہ

Marfat.com

لاہور سے گدائی کر کے غلّے جاتا اور وہاں سکونت رکھتا۔ بعد اس کے نہندو ناتھ اس کے چیلے نے کاہنا مصر نشانده' جوالا ناتھ کو کہا: کہ اگر تو ہمارا بٹھایا ہوا یہاں بیٹھنا چاہتا ہے تو بیٹھ ورنہ چلا جا۔ اس نے کہا کہ میں قدیم سے دست نشاندہ جوگیوں کا ہوں۔ الغرض جوگیوں نے اسے تنگ کرنا شروع کیا تو وہ تمام اسباب اپنا وہاں چھوڑ کر لاہور میں چلا آیا۔ اتفاقاً" بعد دو روز کے بروز اتوار وہاں کا جاگا تھا۔ باوا دھنی ناتھ کل پنچان شہر کو ہمراہ لے کر بدکان جوالا ناتھ گیا اور کہا کہ تو مجھے بجائے گورو ہے۔ چل وہاں چل کر شامل جاگا ہو۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جاتا۔ تو میرے غاصب مکان ہو۔ باوا دھنی ناتھ نے یوں صلح کی کہ آمدنی چڑھاوا سے پچاس روپیہ سال ہم سے لے لیا کرو اور اس پر نوشت ہو گئی۔ بعدہ باوا دھنی ناتھ مر گیا تو رام ناتھ گدی نشین ہوا۔ جب جوالا ناتھ المشہور جوالا سہائے سمت اٹھارہ سو اناوئیں میں فوت ہو گیا تو بعد اس کے اس کا بیٹا بدری ناتھ وہ روپیہ لیتا رہا بعد چندے بعد رام ناتھ کی دال گل گئی یعنی بخوبی نامور ہو گیا تو اس نے دال گروں کو جواب صاف دیا۔ اس بدری ناتھ نے محکمہ بندوبست میں یہ بیشگاہ جناب پنڈت من پھول صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (ص ۵۰۰) بہادر نالش کی۔ اس وقت عندالا رجاع مقدمہ رام ناتھ نے لکھایا کہ یہ مکان ضرور بانیوں کا ہے ہم پچیس برس سے یہاں آئے ہیں۔ بعدازاں پنڈت صاحب خود بر سر موقع گئے اور خوب تحقیقات ہوئی۔ بدری ناتھ بانیا بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے بپاس خاطر رام ناتھ ایمان فروشیاں کی اور سب نے مل کر یہ چاہا کہ بدری اصل مالک بے دخل رہے اس واسطے وہ مقدمہ ڈسمس ہوا۔ بدری شاکی ہے کہ کاغذات شامل مسل ہیں۔ اگر کوئی حاکم اب بھی دیکھے تو حق ناحق معلوم ہو جائے گا۔ فقط

(ص ۴۸۱) یہ تمام عمارت موجودہ بعہد سکھاں بنی ہے۔ سابق میں تھان بھیرو گلی بنا تھا اور بعہد سکھاں رونق اس مکان کی اس طرح سے زیادہ ہوئی کہ اول تو صرف ایک مڑھی گلی خرد قدیمہ بنی ہوئی تھی جس کے دیکھنے والے غریب شاہ وغیرہ موضع اچھرا میں موجود ہیں۔ اس وقت میں اب یہاں بمقام بھیرو بروز یک شنبہ صدھا اشخاص زن و مرد سوار و پیادہ آتے ہیں اور حتی المقدور نذر چڑھاتے ہیں۔ ماہ بھادوں چاندئی اتوار یہاں بڑا بھاری جاگا ہوتا ہے۔ اس روز خلق کثیر لاہور وغیرہ سے جمع ہوتی ہے اور بہت چڑھت چڑھتی ہے۔ سرکار سے حفاظت کے لئے پہرہ بھی آتا ہے۔ بھگت لوگ ڈھولک اور چھینے بجا کر بھجن کرتے ہیں۔ (ص ۴۸۲) اس روز ہر کوئی اپنا اپنا کھانا پکا کر کھاتا ہے۔ مگر جوگیوں کو کھانا یہاں کے جوگی دیتے ہیں۔ فقط

Marfat.com

گدی نشین اور چیلے

(ص ۴۸۱) سابق بروز یک شنبہ ساون ماچھی اور جیون ڈوم یہاں آکر بیٹھا کرتے۔ کیونکہ چند آدمی لاہور سے متھ ٹیکنے کے واسطے یہاں آیا کرتے تھے۔ وہ دونوں کچھ کوڑیاں جمع کر کے لے جاتے تھے اور رام ناتھ مہنت گدی نشین حال جو آدمی ضعیف اور کم گو بیان کرتا ہے کہ سمت ۱۸۶۱ اٹھارہ سو اکسٹھ میں جب یہاں باوا دھنی ناتھ آئے تو دن بدن رونق یہاں کی بڑھنے لگی۔ سمت ۱۸۹۱ میں وہ فوت ہوئے تو بعد ان کے یہ باوا رام ناتھ گدی نشین ہوا۔ اب اس مہنت کے پاس دو نوکر' ایک برہمن نان پز اور دوسرا خراس والا اور دو گور بھائی' ایک جیون ناتھ دوسرا حکم ناتھ اور دو اس کے چیلے رہتے ہیں۔ ایک سرناتھ دوسرا امرت ناتھ۔ بعد اس کے یہی دونوں مالک ہیں شجرہ ان کا یہ ہے۔

باوا رام ناتھ کا گورو باوا دھنی ناتھ۔ اس کا سمندر ناتھ اس کا طوطا ناتھ اس کا باوا سنت ناتھ اس کا باوا نزائی ناتھ (اس کا باوا مست ناتھ) باوا مست ناتھ کا مکان مشہور رہتک سے تین کوس شرق رویہ واقع ہے۔ وہ بڑا نامور مہنت تھا چنانچہ تین چار ہزار آدمی چیلے اس کے اب ہندوستان میں موجود ہیں۔ فقط

بدری ناتھ

(ص ۵۰۰) اور بدری ناتھ کہتا ہے کہ مجھ کو بھیرو صاحب کی کلامیں ایسی ایسی یاد ہیں کہ جس سے سایہ دور ہو جاتا ہے اور اگر آوا چڑھا ہوا ہو اور میں اس میں ایک کنکر یا دانہ ماش پڑھ کر پھینک دوں تو وہ آوا پختہ نہ ہو اور اگر کسی چاہ رواں میں پھینکوں تو تمام روز میں ایک کیارہ اس پانی سے نہ بھرے۔ اور وہ منتر یہ ہے!

کالا بھیرو گورا بھیرو گھر کالی دے آیا۔ بھیرو ہاتھ سوٹی ناؤ متوالا سر جھولے کے بالارے۔ سیو کوئی جاتا دیکھا ہاتھ پاؤں سے کالا کالے بت کسی نے جایا۔ ابھی تیرا نہانا سوا لکھ دانوں چھتر تمہارا یہ ہے جی۔ مردانا بھر بھر دے۔ داہریاں مالے بکرباس کالی کے کالے کیس' مانگ بھریاں سیندوریاں سے سیلیاں۔ چیل دی ٹراگی۔ سوھے نرل دی کھاوے۔ بھیرو کھیلتی لنک دو مالی آئی۔ فقط

اور ایسے ایسے کئی منتر اس نے بیان کئے۔ چونکہ لایعنی تھے لہٰذا قلم انداز رکھے گئے۔ فقط۔ مگر ذہے بوالہوسان لاہور کہ اس کے پاس حل مشکلات کے واسطے اکثر اوقات جاتے ہیں۔

Marfat.com

(ص ۴۸۲) احوال مفصل پنتھ جوگیاں جہاں سے یہ جوگ نکلا

سب جوگی متفق ہیں کہ یہ پنتھ شیو جی مہاراج کا ہے۔ اس طرح سے جاری ہوا کہ ایک شخص سیوک جی شیو جی کا ان کے پاس بامید عطائے اولاد آتا تھا ایک روز پاربتی زوجہ شیو جی نے بخدمت شیوجی کے عرض کی کہ مہاراج یہ آپ کا قدیمی سیوک ہے۔ آپ اس پر دیا کریں تاکہ اس کے یہاں اولاد ہو۔ انہوں نے اپنی دھونی میں سے قدرے بھبوت یعنی خاکستر اٹھا کر اس کو دی اور کہا: کہ اپنی استری یعنی عورت کو جا کر کھلا دے۔ وہ اپنی استری کے پاس حسب الحکم مہاراج کے اس بھبوت کو لے آیا اور تمام حال مہاراج کی دیا کا کہہ سنایا۔ اگرچہ اس بے اعتقاد استری کو اس امر پر اعتقاد نہ آیا لیکن بپاس خاطر بھرتا یعنی شوہر کے اس سے لے کر اس بھبوت کو اپنی گرہ میں باندھ چھوڑا۔ اتفاقاً بعد چندے وہ بھبوت اس کی گرہ سے گوبر میں گر پڑی اور وہ سیوک بدستور شیوجی مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک روز ماتا پاربتی نے شیوجی کو کہا کہ آپ نے اس بیچارہ بے اولاد پر دیا بھی فرمائی مگر آج تک اس کے گھر اولاد نہ ہوئی۔ شیوجی نے اس سے پوچھا: کہ ہم نے جو بھبوت تجھ کو دی تھی تو نے اس کو کیا کیا۔ وہ تیری استری نے کھائی یا نہ کھائی۔ اس نے اپنی جورو سے جا کر دریافت کیا۔ وہ بولی کہ اس خاکستر کے کھانے سے کیا ہوتا تھا۔ میں نے چندے تو وہ رکھ چھوڑی تھی مگر پھر ایک دن میرے ہاتھ سے گوبر میں گر پڑی۔ یہ حال سن کر وہ نہایت متاسف ہوا اور شیوجی کی خدمت میں جا کر کل حال ماوقع عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا: کہ اس گوبر کو جا کر دیکھ۔ جب اس نے جا کر اس گوبر کو دیکھا۔ تو اس میں سے ایک بالک یعنی لڑکا نکل آیا۔ وہ اس کو لے کر شیو جی کی خدمت میں آیا۔ شیوجی نے فرمایا کہ یہ لڑکا بڑا تپسی یعنی عابد و زاہد ہو گا۔ یہ تیرے کام کا نہیں ہم کو دے دے۔ اس نے کہا حاضر ہے۔ چونکہ وہ لڑکا بکرامت شیوجی گوبر سے پیدا ہوا تھا شیوجی نے نام اس کا (ص ۴۸۳) گورکھ ناتھ رکھا۔

(ص ۴۸۵) احوال گورو گورکھ ناتھ صاحب

اور گورکھ ناتھ جی کو رودھر یعنی شیوجی کی مورت اور انہیں کے انگ یعنی بدن کی برکت سے پیدا ہوا کہتے ہیں۔ اگرچہ شیوجی کے گیارہ رودھر ہیں مگر یہ آٹھ بہت مشہور ہیں۔

Marfat.com

ایک گورکھ ناتھ دوسرا بھیرو جو شکم کالی دیوی سے بمہربانی شیوجی پیدا ہوئے ہیں۔ تیسرے ہنومان جو انجنی سے پیدا ہوئے' چوتھے سوام کارنگ یہ پاربتی سے پیدا ہوئے' پانچویں دریا شہ یہ کرڈم سے پیدا ہوئے' چھٹے وام دیو یہ کسی رکھی (رشی) سے پیدا ہوئے' ساتویں آپ شیوجی مہاراج جو برہما کی مستک سے پیدا ہوئے انہوں نے شنکر اچارج (جو گورو سنیاسیوں کے ہیں) فقط۔

(ص ۴۸۳) جب وہ بالغ ہوا تو شیو جی نے اس کو کہا کہ تم کوئی گورو اپنا وچارو یعنی تلاش کرو۔ اس نے عرض کیا کہ اے مہاراج مجھے آپ کی آگیا درکار ہے جس شخص کو آپ فرمائیں میں گورو بناؤں۔ شیوجی نے بچشم باطن و زور کرامت تمام دنیا میں دیکھا کہ اس لڑکے سے زیادہ کوئی تپسوی رکھی طاقت مند نہیں۔ اس سبب سے وہ چپ ہو رہے۔ بعد چندے گورکھ ناتھ نے عرض کی کہ اے مہاراج آپ نے اب تک کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو مجھ کو اجازت دیں تاکہ میں اپنا گورو آپ ہی تلاش کر لوں۔ انہوں نے فرمایا کہ جہاں تیری تسلی ہو وہاں سیس دھر یعنی اس کو گورو بنا۔ یہ آگیا پاکر وہ کنارہ سمندر پر جا بیٹھے اور ایک روٹ یعنی بڑی روٹی پکا کر پیپل کے پتوں پر رکھ سمندر کو بطریق بھینٹ یعنی نذر دی۔ اس روٹی کو راکھو نام مچھلی نے کھا لیا۔ بعد بارہ برس کے گورکھ ناتھ نے اس راکھو مچھلی کو طلب کر کے کہا کہ ہماری فلاں روز والی روٹی جو تونے کھائی ہوئی ہے ہمیں واپس دے۔ یہ لوگ یوں روایت کرتے ہیں کہ اس نے بجائے اس روٹی کے اپنے منہ سے ایک بالک نکال کر گورکھ ناتھ کو دیا۔ گورکھ ناتھ اس لڑکے کو لے کر شیوجی کے پاس لائے اور تمام حال اس کے دستیاب ہونے کا کہ سنایا چونکہ وہ مچھلی سے پیدا ہوا تھا شیوجی نے اس کا نام مچھندر ناتھ رکھ دیا اور کہا کہ اس کو اپنا گورو بنا لو۔

جوگی لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ ایک روز گورو گورکھ ناتھ کو برلب سمندر احتلام ہوا۔ انہوں نے منی مخروجہ کو لے کر ایک پتے پر رکھ کے سمندر میں پھینک دیا۔ مچھلی نگل گئی اور اس سے مچھندر ناتھ پیدا ہوئے۔ اور بعضے جوگی کہتے ہیں کہ یہ روایت درست نہیں کیونکہ گورکھ ناتھ جتی پرش ہوئے ہیں۔ ان کو کبھی شہوت نہ ہوئی تھی۔ الغرض گورکھ ناتھ نے مچھندر ناتھ کو اپنا گورو بنایا اور پھر جدا جدا ہو کر وہ دونوں صاحب تپسیا یعنی عبادت میں مشغول ہوئے۔

بعد مدت کے گورکھ ناتھ جی نے پھر بخدمت شیوجی مہاراج کے آکر نمسکار کی۔ شیوجی نے حقیقت حال دریافت فرمائی۔ اس اثنا میں مچھندر ناتھ بھی وہاں آگئے۔ شیوجی نے گورکھ

Marfat.com

ناتھ جی کو کہا کہ تم جتی ہو تم نے عورت کا سنگ تو نہیں کرنا اور اولاد کا ہونا بہت اچھا ہوتا ہے۔ تم کو لازم ہے کہ تم کسی صورت سے اولاد پیدا کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ میں جتی ہوں اولاد کیونکر ہو۔ شیوجی نے فرمایا کہ تم اپنے چیلے بناؤ۔ وہی تمہارے بجائے اولاد ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ جس وضع سے آپ آگیا دیویں اس طرح سے چیلے بناؤں۔ یہ شیوجی نے ایک کاہ دبھ اٹھا کر ان کے گلے میں ڈال دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارا زنار ہے۔ (اب جوگی لوگ اس کے بدلے زنار اونی یا سوتی پہنتے ہیں)۔ بعد اس کے شیو جی نے درخت آک سے ایک چھوٹی سی لکڑی اکھاڑ کر فرمایا کہ اس کو تم اپنے زنار کے ساتھ باندھ لو۔ اس کا نام ناؤ ہے۔ تم کو لازم ہے کہ اس کو ایک بوقت صبح دوسرا بوقت شام اور تیسرا اس وقت کہ جب گوروؤں کے سنکھ جایا کرو بجایا کرو (چنانچہ اب تک جوگی لوگ اپنے زنار کے ساتھ ایک ناؤ چوبی یا صندلی یا شاخ آہو باندھ رکھتے ہیں۔ وہ ناؤ چار انگشت لمبا ہوتا ہے۔ کسی کی ناؤ میں آٹھ کسی کی میں (ص ۴۸۴) چار ہڑیں ہوتی ہیں۔ اس کو منہ میں رکھ کر بجاتے ہیں اور اس سے شبد شیو گورکھ کا نکالتے ہیں۔ بعد اس کے شیوجی نے پاربتی کو حکم دیا کہ تم اپنے ناخون سے اس کے کان پھاڑ کر مندریں پہنا دو۔ پاربتی نے اس کے کان پھاڑ کر اس میں مٹی کی مندریں پہنا دیں۔ (اب تک جوگیوں میں رسم ہے کہ چیلے کے کان پھاڑ کر اس میں مندریں بنوریں یا طلائی یا شاخ کرکدن یا گلی ڈالتے ہیں) بعد اس کے پاربتی جی نے اپنا گھٹنا یعنی زانو چیر کر اس کے لہو سے ایک کپڑا سرخ رنگ کر اس کو دیا اور فرمایا کہ تم ایسا کپڑا رنگین پہنا دو۔ چنانچہ اب تک جوگی لوگ کپڑا گیروا رکھتے ہیں) پھر حکم دیا کہ ہندوؤں میں مردہ کو جلاتے ہیں تم لاش کو زمین میں بایں صورت دفن کیا کرو کہ متوفی چار زانو ہو کر قبر میں بیٹھے۔ پھر اس پر نشان مڑھی بنایا جائے۔ یہ راہ و رسم مقرر کر کے ان کو رخصت کیا۔ (ص ۴۸۵) گورو گورکھ ناتھ صاحب بڑے صاحب کمال اور نیز امر یعنی ہمیشہ ہیں۔ صدہا استدراج ان سے مشہور جوگی لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ شیو جی کے ساتھ رہتے ہیں جو کوئی ان کی عبادت کرے اس کو زیارت بھی کراتے ہیں۔

تمام جوگیوں میں رسم ہے کہ بالعوض سلام کے دو دفعہ آدیس آدیس اپنے جوگ کے جوگیوں سے کہتے ہیں۔ باعث اس کا یہ ہے کہ جب شیوجی نے گورکھ ناتھ کو واسطے چیلہ کرنے کے حکم دیا تھا تو یہ تعلیم دی تھی کہ اپنے گروہ میں بجائے سلام دو دفعہ آدیس آدیس کہا کرو۔ اور اگر کوئی دنیا دار تم کو آدیس کہے تو تم بجواب اس کو کہا کرو آدھ پرش کو۔ چنانچہ اب بھی کوئی دنیا دار گرھستی خواہ ہندو خواہ مسلمان کسی جوگی کو بجائے سلام آدیش

Marfat.com

ایک دفعہ کہے تو وہ جوابا کہتا ہے کہ آدھ پرش کو جو شیوجی سے (ص ۴۸۶) مراد ہے یعنی پہلا آدمی۔ اور یہ بھی جوگیوں میں رسم ہے کہ جب کوئی جوگی گدائی کے واسطے جاتا ہے تو بطور سوال لفظ آلکھ آلکھ کہتا جاتا ہے۔ ارتھ اس کا یہ ہے کہ خدا لکھا یعنی پہچانا نہیں جاتا۔ فقط

(ص ۴۸۴) بعد اس کے گورکھ ناتھ نے چیلے کرنے شروع کئے۔ بعد چندے نامی چیلے ان کے بارہ مقرر ہوئے۔ پہلا چیلا سنت ناتھ دوسرا رام ناتھ تیسرا بھرنگ ناتھ چوتھا دھرم ناتھ پانچواں براگ ناتھ چھٹا دریا ناتھ ساتواں کیک ناتھ آٹھواں ناگ ناتھ ناواں گنگا ناتھ دسواں دھجا ناتھ گیارھواں جلندر ناتھ بارھواں نیم ناتھ۔ اور یہ دو بھائی تھے ایک نیم ناتھ دوسرا پارس ناتھ۔ بعد اس کے گورکھ ناتھ نے ان کو حکم دیا کہ تم اپنا اپنا پنتھ یعنی سلسلہ جاری کرو۔ پس ہر ایک نے اپنا اپنا پنتھ چلایا۔ اس صورت سے بارہ پنتھ جوگیوں میں جاری ہوئے۔ تفصیل جن کی یہ ہے کہ ایک پنتھ سنت ناتھیہ دوسرا رام ناتھیہ تیسرا امراک ناتھیہ چوتھا بھرانگ ناتھیہ پانچواں دھرم ناتھیہ چھٹا گنگائی ناتھیہ ساتواں دھجا ناتھیہ آٹھواں جالندھر ناتھیہ ناواں دریا ناتھیہ دسواں کنک ناتھیہ گیارھواں نیم ناتھیہ بارھواں ناگ ناتھیہ۔ نیم ناتھ کا جو دوسرا بھائی اس کا پارس ناتھ تھا اس نے ایک علیحدہ پنتھ جاری کیا۔ جس کی دو قسم ہوئی۔ ایک سراورا دوسرا پوج۔ سراوری تو اپنے منہ پر ہمیشہ کپڑا گدی۔ رکھ کر باندھے رکھتے ہیں اور بجائے حقہ چلم پیتے ہیں اور جاندار کو نہیں مارتے اور منہ پر کپڑا اس واسطے باندھتے ہیں کہ ہوائی کیڑے سانس کے ساتھ اندر جا کر مرت نہ ہوں۔ وہ لوگ پانی کو بھی چھان کر پیتے ہیں اور ہمیشہ جہاں گشت رہتے ہیں اور اپنا مکان نہیں بناتے پکی پکائی روٹی مانگ کر کھا لیتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے نہیں پکاتے اور پوج مکان باندھ کر بیٹھتے ہیں۔ اب لاہور میں اکثر بھابھڑا کھتری ان کے مرید ہیں۔ پوج منہ نہیں باندھتے اور شادی بھی نہیں کرتے بلکہ جو کوئی ان میں بیاہ کرتا ہے اس کو پنتھ سے نکال دیتے ہیں۔

(ص ۴۹۷) سابق میں جو بارہ پنتھ جوگیوں کے تحریر ہو چکے ہیں حال مفصل ان کا یہ ہے کہ جو پنتھ جالندھر ناتھیہ ہے اس کو بجائے ناتھ پا بھی کر کے پکارتے ہیں۔ یعنی جو اس پنتھ کا چیلا ہو اس کے نام پر بجائے ناتھ فقط پا بھی آسکتا ہے مثلاً ایک جوگی جالندھری ناتھیہ کا نام بالک ناتھ ہوا اس کو اگر بالک پا کر کے پکاریں تو روا ہے۔ (ص ۴۹۸) سوا اس پنتھ جوگیوں کے کسی کو پا کر کے نہیں پکارتے۔ اس واسطے اس پنتھ کا نام پا پنتھ بھی مشہور ہے اور جو جوگی پنتھ ناگ ناتھ ہیں ان کو راول بھی کہتے ہیں اور نیم ناتھ کو کپلانی بھی نام دیتے

Marfat.com

ہیں اور گنگائی ناتھ پنتھ کو اسی پنتھ بھی کہتے ہیں۔

پنتھ مست ناتھ

(ص ۵۰۰) اگرچہ جوگیوں میں اصلی بارہ پنتھ مذکورہ بالا ہیں' مگر چند مدت سے ایک تیرھواں پنتھ مست ناتھیہ شروع ہو گیا ہے۔ حال اس کا یوں ہے کہ مست ناتھ بیٹا گھرباری کا اونٹنیاں چرانے باہر جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز اس کی اونٹنی گم ہو گئی۔ وہ بے چارہ بعد تلاش رونے بیٹھ گیا۔ اس اثنا میں گورو گورکھ ناتھ صاحب وہاں آگئے اور فرمایا: کہ اے فرزند تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی ہے۔ گورو جی نے کہا کہ آنکھ بند کر کے دیکھ کیونکہ ہمارے ساتھ بہت اونٹنیاں ہیں اگر ان میں تیری اونٹنی ہو تو بے شک لے لے۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ ان میں میری اونٹنی نہیں۔ پھر گورو جی نے فرمایا کہ ان میں سے فلانی اونٹنی کا دودھ جا کر لا۔ وہ جا کر دودھ لایا۔ گورو جی نے کہا: اس دودھ کو پی لے۔ اس نے ادبا" انکار کیا اور گورو جی نے پی کے قدرے چھوڑ دیا۔ وہ بقیہ دودھ اس لڑکے نے پی لیا۔ پھر گورو جی نے فرمایا: کہ اب ان ناقوں میں دیکھ کہ تیری ناقہ ہے۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ ہاں صاحب فلانی میری اونٹنی ہے۔ بعدازاں ان کا نام نشان دریافت کر کے خواہش چیلہ ہونے کی کی۔ انہوں نے بعد رد و کد اس کو اپنا چیلہ کیا اور کہا: کہ تم فقیر مست رہو گے۔ یہ اس کا پنتھ ہوا جس کا نام مست ناتھیہ مشہور ہے۔

ان کا معمول ہے کہ سر پر کالے کپڑے اور ہاتھ میں بھوہریاں یعنی بیراگن رکھتے ہیں۔ اور یہ پنتھ سب پنتھوں میں پنچ یعنی کمینہ مشہور ہے۔ آگے ان سے کوئی نہ ملتا تھا اب ملنے لگ گئے ہیں۔

زبانی باوا لہر ناتھ جوگیشر کے یوں معلوم ہوا کہ اب عرصہ اسی سال کا گذرا ہے کہ باوا مست ناتھ اپنے پنتھوں میں ایک جوگی ہوا ہے۔ اس کے دو چیلے ہوئے۔ ایک مان دھاتا دوسرا رنپت۔ یہ دونوں ننگے مشہور ہیں یعنی ہمیشہ برہنہ رہتے تھے اور عابد ایسے تھے کہ چھتیس برس ایک جگہ دونوں کھڑے رہے۔ بعد اس کے مان دھاتا فوت ہو گیا اور رنپت نے اس کے ساتھ مٹی لی یعنی زندہ دفن ہو گیا۔ سمادھ ان کی مقام بوہڑ متصل دھلی موجود ہے۔ اس وقت وہاں فریدن صاحب ڈپٹی کمشنر تھے۔ انہوں نے (ص ۵۰۱) اس زندہ درگور ہونے پر جس کو عرصہ چالیس برس کا گذرا ہے کشش کی۔ جوگی وہاں کے گرفتار ہوئے۔ آخر کار مقدمہ خارج ہوا بایں خیال کہ جوگی خیر خواہ سرکار ہیں۔ اور یہ مست ناتھ بڑا تپسی سدھ تھا۔ چونکہ وہ ظاہرا کانوں میں مندریں اور گلے میں ناد و زنار نہ رکھتے تھے۔ اس پر تمام جوگیوں

Marfat.com

نے ان پر بلوہ کیا اور پوچھا کہ اس کا کیا باعث ہے کہ تم برخلاف دستور جوگیوں کے مندریں اور ناد نہیں پہنتے۔ انہوں نے اپنے منہ سے مندریں نکال کر اسی وقت کانوں میں پہن لیں۔ باوجودیکہ ان کے کان دریدہ نہ تھے۔ تمام لوگ یہ دیکھ کر معتقد ان کے ہوئے اور چیلے روز بروز زیادہ ہونے لگے پس اس باعث سے نام اس کا بڑا ہو گیا۔ فقط

کہتے ہیں کہ یہ مست ناتھ بڑا بھاری جوگی ہوا ہے۔ اس کا گورو گرجای آئی پنتھی تھا۔ جب یہ مست ناتھ نامی ہوا اور اس کے صدھا چیلے ہو گئے تو اس نے اپنے پنتھ میں یہ بات زیادہ کی کہ قدیمی دستور جوگیاں تھا کہ جب کوئی چیلہ بنے تو اس کا نام بدلا جائے۔ اس نے کہا: کہ میرے چیلے بہت ہوں گے اور نیا نام تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے یہ تجویز کی کہ جو شخص چیلہ بنے اس کا نام قدیمی رہے۔ چنانچہ اب تک ایسا ہی ہوتا ہے کہ مثلاً اگر کسی کا قدیمی نام حکم چند ہو تو یہ اس کو حکم ناتھ کر کے پکارتے ہے۔ اس سے تمام جوگیوں نے اس کو مطعون کیا کہ تو نے یہ رسم نئی کیوں نکالی ہے۔

جب رنپت اور مان دھاتا اس کے پاس چیلے ہونے آئے تو انہوں نے امتحاناً" کہا کہ اگر چیلا بننا چاہتے ہو تو اول کنویں میں چھال مارو۔ وہ دونوں اسی وقت چاہ میں کود پڑے۔ یہ اعتقاد مست ناتھ جی نے دیکھ کر ان کو چیلہ کیا اور کان پھاڑے اور حکم دیا کہ ہمیشہ تادم زندگی ہماری دھونی کا طواف یعنی پردکھنا کرتے رہنا اور کسی کی ضیافت قبول نہ کرو مگر ہاں جو کوئی تم کو ایک سو روپیہ دے اس کی ضیافت قبول کرنا۔ وہ کتنی مدت گرسنہ رہے اور بعد مدت کسی نے سو روپیہ دے کر ان کو کھانا کھلایا۔ بعد ازاں لوگوں نے مست ناتھ جی کو کہا: کہ یہ بیچارے مر جائیں گے کیونکہ اس زمانے میں ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ سو روپیہ دے کر فقیر کو کھانا کھلا دیں۔ پھر انہوں نے حکم دیا: کہ اچھا جو کوئی ارادتاً" کھانا کھلائے کھا لیا کرو۔ چنانچہ اب ان کے چیلوں میں دستور ہے کہ ہر کسی کا کھانا کھا لیتے ہیں۔ اس باعث سے ان جوگیوں سے کھانے پینے میں شریک نہیں ہوتے۔ اور بقیہ راہ و رسم ان سب کے برابر ہیں۔ اب گدی ان کی متصل بوہڑ موضع انگ ضلع حصار میں ہے۔ وہاں دستور ہے کہ مقام گدی دو ناگے چیلے طواف دھونی کا ہمیشہ کرتے رہتے ہیں۔

(ص ۴۹۶) حال جعفر پیر متعلقہ پنتھ جوگیاں

واضح ہو کہ اگرچہ جوگی لوگ قوم ہنود سے اکثر ہوتے ہیں' مگر ان میں مسلمانوں کا بھی ایک فرقہ جاری ہے جن کو جعفریہ جوگی کہتے ہیں۔ حال اس کا یہ ہے کہ عہد اکبر بادشاہ میں ایک جوگی شکر ناتھ پیر نامی بمقام کوہ رجوڑی بعبادت حق مشغول رہا کرتا تھا۔ اس وقت

Marfat.com

کوہستاں میں شکر کم یاب تھی۔ اس نظر سے کئی ایک مسلمانوں نے ان کی خدمت میں جا کر عرض کی: کہ باوا صاحب آپ کا نام شکر ناتھ ہے اگر آپ سچے شکر ناتھ ہیں تو ہمیں بھی شکر کھلائیں۔ انہوں نے کہا: کہ اچھا کل کھلائیں گے۔ جب دوسرا روز ہوا تو انہوں نے بجناب الٰہی دعا کی کہ اے پرمیشر یہ مسلمان لوگ مجھ سے کرامت چاہتے ہیں۔ تو مہربانی کی راہ سے یہاں شکر کا مینہ برسا۔ فضل الٰہی سے دعا ان کی قبول ہوئی اور بروز دو شنبہ بتاریخ دھم رجب سن نو سو دس اس مقام پر بارش شکر کی ہوئی۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام ہندو مسلمان ان کے معتقد ہوئے۔ اس اثنا میں اکبر بادشاہ دورہ کناں وہاں آیا۔ اس وقت کرھستان میں دو مکان پیر شکر ناتھ کے مشہور تھے۔ ایک مکان بڈیسر جو پیر شکر ناتھ کے گورو بڈیسر نے بنایا تھا اور دوسرا یہ بمقام رجوڑی کہ جس کا اب نام پیر جعفر کا مکان ہے۔ اور فاصلہ ان دونوں پسند آئی اور خوشی سے حکم دیا کہ یہاں قلعہ مستحکم تیار ہو۔ جب پیر بڈیسر نے یہ ذکر سنا تو ایک پتھر اٹھا کر چشمہ آب پر مارا کہ اسی وقت پانی تمام چشموں کا سوکھ گیا۔ جب اکبر نے یہ کرامت دیکھی تو حیران ہو کر ڈرا کہ یہ دست اندازی مناسب نہیں۔ مبادا میری سلطنت پر کوئی ایسا پتھر ماریں کہ درہم و برہم ہو جائیں۔ یہ سوچ تعمیر قلعہ کے ارادے سے باز رہا۔ فقط

جب پیر شکر ناتھ کا آخری وقت قریب آیا تو ان کے پاس کوئی چیلہ نہ تھا۔ وقت نزع آواز دی کہ کوئی ہے تو آئے اتفاقاً" وہاں بجز جعفر نام ایک غریب مسلمان آدمی کے کوئی حاضر نہ تھا۔ اس نے کہا: کہ باوا جی بندہ احقر جعفر حاضر ہے۔ بعد ایک ساعت کے پھر انہوں نے آواز دی کہ کوئی ہندو بھی حاضر ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں صرف میں ہی حاضر ہوں۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا آجا۔ تب وہ اندر آیا تو اس کے سر کے بال کاٹے پھر اپنی ٹوپی اس کے سر پر رکھی اور اپنا زنار مع ناد اتار کر اس کے گلے میں پہنا دیا۔ پھر کچھ تعلیم باطنی کر کے اس کو اپنا گدی نشین کیا اور فرمایا: کہ اے جعفر اب تیرا پنتھ اس فقر میں چلے گا۔ تجھ کو لازم ہے کہ جو شخص مختون تیرے پاس آکر چیلا ہونا چاہے اس کو چیلا نہ بنانا اور جو مسلمان ابھی ختنہ نہ بیٹھا ہو اس کے کان پھاڑ کر بے شک چیلا کر لینا اور اپنی روٹی پکانے کے واسطے ہندو آدمی مقرر رکھنا۔ اس نے سب امر قبول کیے۔

اب ایک پنتھ اس کا جاری ہے اور تمام رسمیں اس میں جوگیوں کی جاری ہیں۔ اب تک ان کو بطور برادری برابر حصہ جوگیوں سے ملتا ہے۔ تمام مراسم ان کے جوگیوں سے برابر

Marfat.com

ہیں مگر یہ ان سے مل کر کھانا نہیں کھاتے۔ جعفر بعد ان کے وہاں گدی نشین ہو کر پیر جعفر مشہور ہوا۔ پھر ہر روز چیلے ان کے زیادہ ہونے لگے۔ بعدہ تیس برس زندہ رہ کر فوت ہوا۔ اب وہ جگہ مکان پیر جعفر اور چیلے اس کے جعفر کے جوگی مشہور ہیں۔ ظاہر دیکھنے سے ان میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا' چال و چلن' رسوم و حیات وفات (ص ۴۹۷) وفات سب برابر ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ یہ ہندو اور وہ مسلمان جوگی ہیں۔ ان کا پنتھ بھی مست ناتھیہ ہے۔ چونکہ پیر جعفر کو پیر شکر ناتھ جی نے حکم دیا تھا کہ نان پز ہندو برہمن رکھنا۔ سو آج تک وہاں ہندو لانگری ہے۔ بعد مہاراجہ شیر سنگھ وہاں کے جوگیوں نے مسلمان پنڈھاری رکھا تھا مگر جوگیان بڈیسر نے ان پر بلوہ کر کے نالش بحضور مہاراجہ شیر سنگھ کی۔ انہوں نے تمام جوگی لاہور وغیرہ کو جمع کر کے بعد تحقیقات یہ فیصلہ دیا کہ جس طرح پیر شکر ناتھ نے پیر جعفر کو کہا تھا اس کی تعمیل کرنی چاہئے۔ اگر یہ لوگ تعمیل ان کی نہ کریں گے تو مکان ضبط ہو کر جوگیان بڈیسر کو مل جائے گا اور جاگیر بھی ضبط ہو جائے گی۔

بارہ پنتھ کی گدی

(ص ۵۰۱) مقام ہردوار میں قدیم سے ایک گدی بارہ پنتھ کی ہے۔ وہاں رسم ہے کہ جب بعد بارہ برس کے میلہ کنبھ کا آتا ہے۔ تو وہاں نیا جوگیشر بطور حاکم مع ایک مصاحب کے آئی پنتھ کے جوگیوں میں مقرر ہوتا ہے۔ پھر وہاں کل خرخشہ جوگیوں کے فیصلہ ہوتے ہیں۔ تمام ملکوں سے مدعی مدعا علیہ جوگی وہاں آتے ہیں اور فیصلہ پاتے ہیں۔ جو جوگی حکم نہ مانے سزا یاب ہوتا ہے۔ وہاں اب بروز کنبھ گذشتہ باوا میر میگھ ناتھ مست ناتھ کا پوتا چیلہ نے دعویٰ کیا کہ میں مہنت حاکم ہو کے یہاں بیٹھوں گا مگر آئی پنتھیوں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ عہدہ آئی پنتھیاں کا ہے۔ اگر تو آئی پنتھی ہوتا تو حقدار ہو سکتا تھا۔

(ص ۴۸۴) رسم بنانے چیلہ کی جو جوگیوں میں رائج ہے

جب کوئی چاہتا ہے کہ میں جوگیوں کا چیلہ بنوں تو وہ کسی مہنت کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ مجھ کو جوگی بناؤ۔ تو وہ اس کو سمجھاتا ہے کہ بابا اس فقر میں بہت تکلیف ہیں۔ کیوں دیدہ اور دانستہ مصیبت میں پڑتے ہو (ص ۴۸۵) جاؤ کاروبار دنیا کرو۔ اس پر اگر پھر بھی وہ خواہش کرتا ہے تو اول اس کو دو تین روز فاقہ دیتے ہیں بعد ازاں ایک کارد زمین میں گاڑ کر فہمائش کرتے ہیں کہ۔

اول یہ کسی قسم کا بیوپار نہ کرے۔ دوسرا یہ کہ نوکری نہ کرے۔ تیسرا ہتھیار نہ

Marfat.com

باندھے۔ چوتھا اگر کوئی گالی دے تو صبر کرے۔ پانچواں شادی نہ کرے۔ چھٹا کانوں کی محافظت کرے کہ پھٹ پھٹ نہ جائے۔ کیونکہ جوگیوں میں رسم ہے کہ جس کا کان پھٹا ہوا زیادہ ہو یا ٹوٹ جائے تو اس کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ آگے بعد سکھاں یہ رسم جاری تھی۔ اب حسب خوف حکومت انگریزی کے ایسے شخص کو کہ جس کا کان ٹوٹ جائے برادری سے خارج کر دیتے ہیں۔ پھر اس سے کوئی نہیں برتتا۔ اور ان میں گورو کے مال کا مالک چیلا ہی ہوتا ہے اور کسی رشتہ دار کو دعویٰ و دخلہ نہیں پہنچتا۔ مثلاً اگر کسی گورو کے دس چیلے ہوں تو ان میں سے جس کو گورو پسند کرے گدی نشین ہو اور ان میں خواہ لکھ پتی ہو جائے مگر تو بھی فقیر کہلاتا ہے۔

جب وہ چیلا سب قیدیں قبول کر لیتا ہے تو گورو اپنے ہاتھ سے یا کوئی اور دوسرا شخص جوگی جو واقف علم کان پھاڑنے کا ہو' پھاڑتا ہے۔ اور ان میں رسم مستمرہ ہے کہ جو کوئی شخص جوگی واقف کار اس علم کا ہو اس کو بھی بجائے گورو کے مانتے ہیں۔ چنانچہ آج کل ضلع لاہور میں چندن ناتھ سنت ناتھ' لہر ناتھ کا چیلا اس کام کے واسطے مقرر ہے۔ اور ان میں معمول ہے کہ جو چیلا ہو کر کان پھڑوا وے تو کان پھاڑنے والے کے آگے ایک روپیہ چار آنہ نذر رکھے۔ آگے اس کی مرضی ہے کہ لیوے یا نہ لیوے۔ ان کے مذہب میں بتاکید تمام حکم ہے کہ نئے چیلے کان پھٹے کی خدمت دل و جان سے کرنی چاہئے اور ان لوگوں میں بجز کان پھڑوانے کے چیلہ کامل نہیں ہوتا۔

(ص ۴۹۸) بیان دستور مقررہ باہمی جوگیاں

ان لوگوں میں معمول ہے کہ اپنی برادری کا مقدمہ حتیٰ المقدور عدالت میں جانے نہیں دیتے ان میں ایک جوگی کوتوال' جس کو پنگھ کہتے ہیں' مقرر ہوتا ہے۔ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ عندالضرورت ہر ایک کو بلا لائے۔ اور فیصلہ یوں کرتے ہیں کہ جب کسی جوگی پر کوئی قصور مسموع ہو تو اس کو پنچایت میں بلواتے ہیں۔ تمام جوگیان موجودہ حسب رائے اپنی کے اس کو ہدایت کرتے ہیں۔ اگر اس نے تعمیل حکم کی تو فبہا ورنہ اس کا حقہ پانی بند کر دیتے ہیں۔ بعد اس کے کہ جب اس نے آئین برادری کی مان لیں تو پھر اس کو داخل برادری کر لیتے ہیں۔

(ص ۵۰۱) احوال وفات جوگیاں

ان میں دستور ہے کہ جب کوئی جوگی قریب الموت ہوتا ہے تو اس کو چار زانو کر کے

Marfat.com

بٹھلاتے ہیں۔ جب پران دے چکے تو اول غسل پھر اس کی کمر میں لنگوٹی باندھتے ہیں اور تمام بدن پر راکھ ملتے ہیں۔ (ص ۵۰۲) بعدازاں تمام بدن پر کفن حسب الاستطاعت پہناتے ہیں۔

جنازہ اٹھانے کے بعد ان میں دو معمول ہیں۔ اگر غریب ہو تو کمبل میں بطور گٹھڑی باندھ بانس میں دو آدمی اٹھا لے جاتے ہیں اور اگر متمول ہوا تو چوکی چوبی پر بٹھا' اوپر بطور پالکی بنا' اس پر پھول بکثرت ڈالتے ہیں۔ بعدہ مدفن میں لے جا کر زمین میں ایک گڑھا عمیق بایں صورت کھودتے ہیں کہ اس کے جنوب رویہ ایک اور گڑھا بطور لحد گور مسلمانان بہت کشادہ ہو۔ پھر لاش کو بدستور چار زانو میں بٹھاتے ہیں۔ پھر بند کر کے حسب المقدور مڑھی بناتے ہیں۔ اور بوقت اٹھانے لاش کے بہت دھوم دھام باجا کوتل وغیرہ سے کرتے ہیں اور اس کو سواری کہتے ہیں۔ اگر بہت غریب ہو تو لاش اس کی پانی میں بہا دیتے ہیں۔ جب مدفن پر پہنچاتے ہیں تو وہ کپڑا جو بطور دفن ہوتا ہے یا تو کوتوال کو جس کو بنکیہ کہتے ہیں دیا جنگم فقیر کو دیا جاتا ہے۔ اور جنگم کو دینے کا یہ باعث بیان کرتے ہیں کہ شیوجی نے بوقت شادی چار بیٹے جو خیرات نکالے کسی نے قبول نہ کیے۔ پھر شیوجی نے لاچار ہو کر اپنی ران راست سے جنگم کو پیدا کر کے اپنے بیل کے گلے کا کنٹھ یعنی جرس مع اور اسباب جو شیوجی کے سر پر لٹکتا تھا' دیا۔ اس کی یاد کے واسطے جنگم فقیر اب تک سر پر بطور شکل چندرماں و ناگ وغیرہ کچھ چیزیں رکھتے ہیں' پھر کہا کہ جاؤ گدائی کرو۔ ہمارا نام سن کر لوگ تم کو خیرات دیں گے۔ چنانچہ اب تک وہ تواریخ شادی شیوجی کا بھجن کر کر جرس بجاتے ہیں اور بھیک مانگتے ہیں۔ فقط

جوگی لوگ بوقت مدفن موتی کا منہ بطرف شمال کر کے بٹھاتے ہیں اور اس کے آگے زیر دفن بیراگن رکھتے ہیں۔ اور بطرف راست ایک تونبہ پراز آب مع ایک پارچہ لنگوٹا اور سوٹا جس کو کنک مہادیو بولتے ہیں اور ایک روٹی کلاں گندمی شیریں اور دو پیالہ گلی ایک پر آب ایک پراز شیر و برنج اور اس کے سر پر ایک کورا ٹھیکرا رکھتے ہیں۔ اور پھر بعدازاں شکر تری مٹی میں ملا کر اس پر مڑھی گلی بنا کر اس پر تمام جوگیوں کے ہاتھ متوفی کا چیلہ دھلاتا ہے۔ بعد اس کے تمام جوگی غسل کرتے ہیں۔ پھر حتی المقدور چیلہ شیرینی منگوا کر تمام جوگیوں کو کھلاتا ہے۔ بعدازاں تیسرے دن تمام جوگیوں کو کھانا دیتے ہیں۔ اور اگر غریب ہو تو صرف چورما الانہ ہر قسم کی شیرینی تقسیم کر دیتا ہے۔ بعد چند عرصہ کے جب کر سکے تو کریا کرم یوں کرتے ہیں کہ سب جوگیوں کو جمع کر کے تمام رات بیدار رہتے ہیں۔

Marfat.com

جب پہر رات رہتی ہے تو مچھلی یا پکوڑا یا کھیریا نخود جوشیدہ جس کو زبان پنجابی میں گھنگنیاں کہتے ہیں یا پلاؤ زردہ یا برنج شیریں' شراب' گوشت' خام میوہ جات لا کر جوگیوں کو کھلاتے ہیں۔ ان میں معمول ہے کہ اس وقت سات گدیاں یعنی مقام نشست مع بنگہ مقرر کرتے ہیں۔ اول گدی پیر کی دوسری جوگنی کی تیسری ساکھیا یعنی گواہ کی چوتھی بیر کی پانچویں بھنڈھارے کی چھٹی گورو گورکھ ناتھ کی ساتویں نیکہ کی۔ پھر الگ الگ بیٹھ کر کچھ پڑھتے ہیں۔ اور یہ چیزیں خیرات دیتے ہیں۔ پارچہ' طلا' نقرہ' مس' گائے' خاک۔ ان میں مٹی کا بہت ادب ہے۔ بلکہ مثال مشروعہ ہے کہ مٹی کا آسن اور مٹی کا باسن مٹی کا سرہانا' مٹی کا بانا۔ صبح کو ہر کوئی اپنے اپنے استھان کو چلا جاتا ہے۔

ایام سابق میں جلسہ ہذا میں ہندو مسلمان وغیرہ ہر قوم کے لوگ آجاتے تھے۔ اب غیر قوم کے آدمی کو آنے نہیں دیتے۔ بعد بھنڈارہ کر کے موتی کے چیلہ کو گورو یعنی بیر مہنت کا عہدہ ملتا ہے۔ بوقت بھنڈارہ تین روٹیاں کرتے ہیں۔ اول میں پوڑی کچوری تقسیم ہوتی ہے دوسری میں زردہ پلاؤ تیسری میں فی جوگی سیر لڈو اور حتی المقدور نقد دیا جاتا ہے۔

مشہور جتی

(ص ۴۸۶) ان لوگوں میں کئی جتی مشہور ہیں۔ چنانچہ راجہ بھرتری اور حال اس کا یہ ہے۔

راجہ بھرتری

حکایت :۔ کہتے ہیں کہ راجہ بکرما جیت (کہ جس کا بڑا بھائی راجہ بھرتری اور گندھرب سین تھا) اجین کا بڑا نامور راجہ ہوا ہے۔ اس نے اپنے عہد حکومت کا سمت بکرما جیتی علیحدہ مقرر کیا ہے۔ وہی سمت آج کل انیس سو اکیس ہے۔ کہتے ہیں کہ گندھرب سین والی اجین بن اندر حسب سراپ یعنی بددعا اپنے باپ کی جنم انسان میں آیا۔ جب مہلت سراپ گذر چکی تو وہ دنیا سے زندہ معدوم ہو گیا۔ بعد اس کے راجہ بھرتری راج پر گدی نشین ہوا۔ (اس نے بکرما جیت کو محض اس خیال سے کہ دعویٰ سلطنت نہ کرے محبوس کرایا) حسب تواریخ اہل ہند راجہ بھرتری کے گھر میں سولہ سو رانیاں تھیں۔ ان میں سے ایک پیت رانی یعنی پہلی رانی مطلوبہ اور معشوقہ پنگلا تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ راجہ بھرتری شکار کھیلنے گئے۔ وہاں جنگل میں دیکھتے ہیں کہ ایک مردہ ہے اور لوگ اس کے جلانے کی فکر میں مشغول ہیں۔ راجہ یہ دیکھ کر چلا گیا جب وہاں سے لوٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ سب شخص اس

Marfat.com

مردے کو چتا میں رکھ کر چلے گئے ہیں اور لاش اس کی جل رہی ہے' مگر عورت اس کی وہاں حاضر ہے' جو اپنے بدن سے گوشت کاٹ کاٹ کر چتا میں پھینک رہی ہے۔ جب کئی عضو اپنے بدن سے کاٹ کر اس میں پھینک چکی تو پھر کود کر خود بھی آگ میں جا پڑی اور جل کر خاکستر ہو گئی۔ راجہ نے یہ محبت اس کی دیکھ کر ارادہ کیا کہ میں بھی اپنی رانی کی آزمائش کروں کہ وہ مجھ سے ایسی محبت رکھتی ہے یا نہیں۔ الغرض تمام حال رانی پنگلا کو آکر سنایا کہ محبت ایسی چاہئے۔ ستی اسی کو کہتے ہیں کہ جو اپنے خاوند کے ساتھ اسی طرح جل مرے۔ رانی نے کہا کہ اے راجہ وہ عورت ستی نہ تھی بلکہ ہٹی تھی یعنی ہٹ والی۔ ہٹ شاستر میں حوصلہ دل کو کہتے ہیں۔ ستی کی یہ تعریف ہے کہ جس وقت سنے کہ خاوند فوت ہو گیا ہے اسی وقت ایک آہ جانسوز ایسی مارے کہ جس کے مارتے ہی خود بخود مر جائے۔ راجہ نے یہ سخن دل میں رکھا اور کہا کہ اب اس کا امتحان کرنا چاہئے۔ بعد مدت کے ایک روز راجہ بدستور قدیم شکار کھیلنے کو گیا اور کسی جانور مذبوحہ کے خون سے اپنی پوشاک کو بھگو ایک نوکر کے حوالے کر کے کہا کہ تو اس کو میرے مندروں محلوں میں لے جا اور بصورت غمناک بیان کر کہ راجہ کو ایک شیر نے مار ڈالا ہے اور میں بہزار محنت اپنی جان چھڑا کر یہاں پہنچا ہوں۔ جب یہ خبر رانیوں نے سنی تو ہر ایک نے رونا پیٹنا شروع کیا جب رانی پنگلا کو خبر ہوئی تو سنتے ہی ایک آہ جانسوز کھینچ کر جاں بحق تسلیم ہو گئی اور مرتے مرتے اتنا کہہ گئی: کہ راجہ تو فوت نہیں ہوا اس نے میری آزمائش کے واسطے یہ کام کیا ہے۔ اب اگر میں نہ مروں تو وہ کیا کہے گا۔ جب وہ مر گئی تو ملازموں نے راجہ سے کہا: کہ رانی پنگلا یہ بات کہہ کر مر گئی ہے۔ یہ سن کر راجہ بہت غمناک ہوا۔ روتا پیٹتا محلوں میں داخل ہوا اور رانی پنگلا کی محبت کو (ص ۴۸۷) یاد کر کے ایسا رویا کہ سدھ بدھ بدن کی نہ رہی۔ غش پر غش کھانے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر وزیر امیر اس کو سمجھانے لگے کہ اے راجہ جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ اب راضی بقضا ہونا اور سرانجام لاش متوفیہ کرنا چاہئے۔ یہ سن کر راجہ نے کہا کہ مجھ سے کچھ توقع نہ رکھو۔ میرے بھائی بکرماجیت کو لا کر تخت نشین کرو۔ مجھے اب کچھ غرض تخت و تاج سے نہیں۔ میں اب اس اپنی استری وفادار محبوبہ کے ساتھ جل مروں گا۔ ہرچند امراء اور وزراء نے فہمائش کی مگر اس نے ایک نہ مانی۔ الغرض لاش کو اٹھا کر مرگھٹ پر لے گئے۔ جب اس کو جلانے لگے تو راجہ بجد ہوا کہ یا تو مجھ کو اس کے ساتھ جلا دو یا اس کو زندہ کرا دو۔ چونکہ یہ دونوں امر بعید العقل تھے لاچار ہو کر سب لوگ واپس چلے آئے اور راجہ وہاں بیٹھا رہا۔

Marfat.com

اتفاقاً" گورو گورکھ ناتھ جی وہاں اسی قرب و جوار میں کہیں مشغول عبادت تھے۔ ان کے کسی چیلہ نے یہ حال ان کو سنایا۔ یہ سن کر انہوں نے براہ مہربانی فرمایا کہ چلو اس رانی کو زندہ کر آئیں تاکہ راجہ راج پر جا سکھ بسے۔ یہ سن کر بمقام مرگھٹ تشریف لائے۔ دیکھا کہ راجہ بھرتری "ہائے پنگلا' ہائے پنگلا" کر رہا ہے۔ اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک ہانڈی گلی تھی۔ اس کے روبرو اس کو پھوڑ ڈالا اور خود وہاں کھڑے ہو کر "ہائے ہانڈی' ہائے ہانڈی" کہنے لگے۔ راجہ نے ادھر دیکھ کر کہا: کہ اے فقیر خود تو نے یہ ہانڈی پھوڑی اب کس واسطے روتا ہے؟ اگر تجھ کو اس کا غم ہے تو ہم اس ہانڈی کے بدلہ تجھ کو ہزارہا ہانڈی منگوا دیتے ہیں۔ یہ سن کر گورکھ ناتھ جی نے فرمایا: کہ ہائے افسوس۔ تو نے بھی تو براہ آزمائش اپنی رانی کو خود مارا ہے۔ اب خود انصاف کر کہ باوجودیکہ ماسوا اس کے ہزارہا رانیاں تیرے پاس ہیں' اگر اور بھی چاہے تو مل سکتی ہیں۔ راجہ بولا: کہ مہاراج آدمی آدمی جیسا ملنا مشکل ہے ہانڈی جیسی ہانڈیاں بہت مل سکتی ہیں۔ فرمایا: کہ اگر اس رانی کا زندہ ہونا چاہتا ہے تو ہم ابھی اس کو زندہ کر دیتے ہیں مگر ہماری ہانڈی جیسی ہانڈی تو لا نہیں سکتا۔ راجہ نے عرض کیا: کہ مہاراج مردہ کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ ہانڈیاں تو اس سے اچھی اچھی ابھی منگوا سکتا ہوں۔ گورو گورکھ ناتھ نے یہ سن کر کہا: بھلا ذرا آنکھیں اپنی بند کر اور تماشائے قدرت الٰہی دیکھ۔ راجہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ بعد ایک لمحہ کے جو کھولیں تو دیکھا کہ رانی پنگلا صحیح و سالم تندرست بیٹھی ہے۔ بلکہ ماسوا اس کے اور بہت سی رانیاں ہمشکل اس کی موجود ہیں۔ راجہ یہ کرشمہ کرامت دیکھ کر حیران ہوا۔ گورو صاحب نے کہا: اے راجہ چونکہ تو عادل ہے تیرا ہونا ہم کو منظور ہے۔ اپنی رانی پنگلا کو ساتھ لے جا اور گھر میں جا کر آباد ہو۔ اور تخت سلطنت پر بیٹھ راجہ نے اٹھ کر قدم پکڑ لیے اور عرض کی کہ مہاراج اب مجھے رغبت بادشاہی کی نہیں رہی۔ حکمرانی اور راجگی میرا بھائی بکرماجیت کرے گا۔ مجھ کو آپ اپنا چیلہ بنا لیں۔ تاکہ آپ کی کرپا سے مجھے بھی یہ کرامت حاصل ہو کہ مردہ کو زندہ کر سکوں۔ گورو صاحب نے ہرچند نصیحت کی مگر راجہ نے ایک نہ مانی۔ آپ نے فرمایا: کہ اچھا اگر تیرا یہی منشا ہے تو آنکھیں بند کر۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر حسب الحکم ان کے کھولیں تو دیکھتا کیا ہے کہ رانی پنگلا جو (ص ۴۸۸) زندہ ہوئی تھی گم ہو گئی ہے اور فقط گورکھ ناتھ صاحب کھڑے ہیں۔ اس سے اس کو بدرجہ کمال حیرانی ہوئی۔ ان کے قدموں پر گر کر زار زار رونے لگا۔ آخر کار اس کو گورو صاحب اپنے ساتھ لے گئے اور چیلہ بنایا۔

Marfat.com

جب یہ حال راجہ بکرما جیت نے سنا کہ راجہ بھرتری نے مجھ کو صرف راج کی طمع کے واسطے قید کیا ہوا تھا۔ اب جوگ میں اس کو کچھ ایسی ہی لذت نظر آئی ہے کہ اتنی بڑی سلطنت کو چھوڑ کر جوگی ہونے لگا۔ یہ بچار کر وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد نمسکار کہنے لگا کہ آپ مجھے بھی چیلا بنائیں۔ اب ہوس دنیا میرے دل میں بھی نہیں رہی گورو جی نے دل میں سوچا کہ اگر یہ دونوں فقیر ہو جائیں گے تو ان کا ناش ہو جائے گا' کیونکہ یہ دونوں لاولد ہیں۔ مناسب ہے کہ راجہ بکرما جیت راجہ رہے اور راجہ بھرتری' فقیر' تاکہ سلطنت ظاہری و باطنی ان کے گھر میں آجائے۔ اس واسطے بکرماجیت کو کہا کہ تو جا کر راج کر۔ ہم تیری محافظت رکھیں گے اور تجھ پر واضح ہو کہ جیسا اس کا نام مشہور ہو گا ویسا ہی تیرا نام نیک دنیا میں قائم رہے گا۔ وہ اس بات پر اعتقاد کر کے لوٹ آیا اور راج کرنے لگا۔

اور راجہ بھرتری ان کے ساتھ چلا گیا۔ گورو صاحب نے اس کو اپنا چیلا کر کے اس کا نام سدہ بچار ناتھ رکھا۔ بعدازاں اس کا چیلا براگ ناتھ ہوا جس کا اب پنتھ براگ ناتھ جاری ہے۔ راجہ بھرتری بڑا صاحب کمال ہوا۔ گورو گورکھ ناتھ جی نے اس کو یہ ور دیا کہ' "جائے گی دھرتری اور رہے گا بھرتری" اسی وقت سے راجہ بھرتری امر یعنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو گیا۔ بعد ازاں گورد گورکھ ناتھ کیلاش پربت پر' جہاں شیوجی رہتے ہیں' چلے گئے۔ اور راجہ بھرتری حسب الحکم ان کے بمقام ٹلہ گورکھ ناتھ' جو متصل جہلم ساہیوال سے بارہ کوس پہاڑی پر ہے' سکونت پذیر رہے۔ بعدازاں بمقام ٹلہ لچھمن ناتھ' چیلہ گورکھ ناتھ کا جو جتی ستی مشہور ہے' گدی نشین ہوا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ راجہ بھرتری جنگل میں سے عبادت کرتے ہوئے بحالت گرسنگی وہاں آئے اور روٹ کا ٹکڑا مانگا۔ (اور روٹ بڑی روٹی ہوتی ہے جو جوگی لوگ بھیرو کو چڑھا کر بطور تبرک لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں) لچھمن جتی نے کہا: کہ وہ تقسیم ہو چکا ہے۔ اب تم کو کہاں سے دوں۔ اس نے کہا کہ کیا ہم گورو کے چیلے نہیں کہ ہمارا حصہ تم نے نہ رکھا؟ لچھمن جتی یہ بات سن کر خفا ہوا اور کہا کہ تمہارے گورو کی جائیداد یہ پہاڑ کھڑا ہے۔ اس کو کاٹ کر لے جاؤ۔ اس نے کہا کہ اچھا ہم ایسا ہی کریں گے۔ اس وقت ان کے ہاتھ ایک پھاوڑہ تھا۔ انہوں نے پس پشت پہاڑ جا کر وہ پھاوڑہ پہاڑ کو مارنا شروع کیا۔ قدرت الہٰی سے وہ پہاڑ وہاں سے کٹ گیا۔ چنانچہ آج تک وہ کھڈ پہاڑ میں زیارت گاہ خلق ہے اور آج تک یہ کرامت وہاں ہے کہ شیوراتری کے دن ایک جھنڈا پوجا کر کے نیچے رکھتے ہیں اور رات کو سب کو حکم ہوتا ہے کہ کوئی جاگتا نہ

Marfat.com

رہے۔ صبح کو خود بخود وہ جھنڈا پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے۔ جب راجہ اس پہاڑ سے ایک ٹکڑا کاٹ کر اپنے ہمراہ لے چلا تو بھیرو جی نے گورو گورکھ ناتھ کو اس حال کی خبر دی۔ یہ خبر سن کر جب گورو گورکھ ناتھ جی وہاں آئے تو راجہ بھرتری نواح جنبور میں (ص ۴۸۹) پہنچا تھا۔ انہوں نے وہاں تشریف لا کر اس کو فرمایا کہ یہ پہاڑ کا ٹکڑا تو کہاں لے چلا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اپنی اجین نگری میں لے جاؤں گا۔ انہوں نے پوچھا وہاں لے جا کر کیا کرے گا۔ اس نے کہا کہ میں اس پر بیٹھ کر عبادت کیا کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ مثل مشہور ہے کہ دیس چوری پردیس بھیکا۔ اپنے ملک میں جا کر گدائی کرنی مناسب نہیں۔ اب اس پہاڑ کو یہاں ہی پھینک دو۔ اس نے کہا بہت خوب۔ مگر فرمایئے سیدھا پھینکوں یا الٹا۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلو کے بل پھینک دے۔ اس نے وہیں پھینک دیا۔ کہتے ہیں کہ وہاں بارہ بار کوس کی اجاڑ تھی اب نام اس جگہ کا سدہ کرانا مشہور ہے اور وہاں معمول ہے کہ جو کوئی جوگی وہاں جائے تو ایک چادر اور ایک ٹوپی پاوے۔ مگر اس گدی پر ابتداء سے گدی نشین اوگھڑ لوگ ھیں۔ اوگھڑ اس کو کہتے ہیں جس کے کان نہ پھٹے ہوں۔ آج کل اوگھڑوں کے نام لفظ ناتھ پر نہیں ہوتے۔ وہ داس مشہور ہیں۔ اب فی زماننا" مسمی شنکر داس گدی نشین ہے۔

اور ابتدائی حال اوگھڑوں کا یوں مسموع ہوا ہے کہ بمقام کرانہ دھونی راجہ بھرتری کے وہاں ایک شخص آیا اور دھوپ ہاتھ پر جلا کر بارہ برس طواف اس کا بشوق ملاقات راجہ بھرتری کے کرتا رہا۔ بعد چندے اس کی تمنائی دلی بر آئی یعنی راجہ بھرتری سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مہربان ہو کر فرمایا کہ آج سے تو مالک اس مکان کا ہوا۔ تجھے یہاں سے بہت فائدہ ملے گا۔ تو ہمارا چیلہ ہوا مگر کان پھڑوانا۔ اسی طرح سے تیرے چیلے بھی رہیں گے اور اوگھڑ کہلائیں گے اور پنتھ تیرا بہت بھاری ہو گا۔ چنانچہ بعہد مہاراجہ صاحب وہاں پر سکال داس اوگھڑ مشہور نامی تھا۔ اور اب تک وہاں ہزارہا روپیہ چڑھتے ہیں۔

راجہ بھرتری اب تک باعتقاد جوگیاں زندہ ہیں اور ہمراہ ان کے گوپی چند رہتا ہے۔

حال راجہ گوپی چند کا

راجہ گوپی چند بھانجہ راجہ بھرتری کا تھا۔ جس کی ماں کا نام منیا وتی تھا۔ جب والد اس کا مر گیا تو یہ گدی نشین ہوا۔ ایک روز وہ غسل کر رہا تھا۔ اس کی والدہ منیا وتی نے اس کو دیکھ کر زار زار رونا شروع کیا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ والدہ روتی ہے تو اس سے باعث اس کا پوچھا۔ اس نے کہا کہ اے بیٹا تیرا والد جو نہایت خوبصورت تھا مر کر جلایا گیا اور

Marfat.com

میرا بھائی راجہ بھرتری راج چھوڑ کر جوگی امر ہو گیا۔ اس لئے میں چاہتی ہوں کہ تو بھی جوگی ہو جائے' تاکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ اس نے کہا: اے والدہ ابھی عمر میری فقط چودہ برس کی ہوئی ہے۔ قدرے صبر کر کہ میں بھی لذلیذ دنیاوی سے بہرہ مند ہو لوں۔ پھر اگر بعمر ضعیفی جوگی یا فقیر بنوں تو مضائقہ نہیں۔ تیرے بھائی راجہ بھرتری نے ہزارہا عیش و عشرت کر کے فقیری قبول کی ہے۔ اس نے کہا: کہ اے فرزند اس دم کا کیا بھروسہ ہے۔ بقول چشتی لاہوری' لمحررہ۔

فقط مہماں ہیں اک دم کے بھروسہ بھی نہیں اس کا
لیاقت دیکھو ان لوگوں کی کس جینے پہ مرتے ہیں

خدا جانے کل کیا ہو گا' لمحررہ

نہیں کل کی خبر بالکل خدا جانے کہ کیا ہو گا
جو کرنا ہے ابھی کر لے جو دھرنا ہے ابھی دھر لے

راجہ گوپی چند نے والدہ سے کہا کہ اگر تیری یہی مرضی ہے تو مجھ کو بتلا کہ میں کس جوگی کا چیلہ بنوں۔ اس نے کہا: اے فرزند تیرے طویلہ میں تیرے باپ کا گورو جالندھر ناتھ رہتا ہے۔ اس کا چیلہ بن۔

وہ یہ امر قبول کر کے مع اپنے وزیر (ص ۴۹۰) کے اس جوگی کے پاس گیا اور ادعائے جوگ کی کی۔ اس نے کہا: اے فرزند فقیری بری ہوتی ہے۔ اس شوق سے باز آ۔ اس نے بجد ہو کر کہا: مجھے والدہ کا حکم اسی طرح سے ہے۔ میں ضرور جوگی بنوں گا۔ اس کے جواب میں امتحاناً" جالندھر ناتھ نے اس سے کچھ سخت زبانی کی۔ وزیر نے سن کر کہا: کہ اے مہاراج! دیکھو اس جوگی نے کیسی بے ادبی اور سخت زبانی کی ہے۔ اس جوگ سے تم کو کیا حاصل ہو گا؟ بہرصورت تکالیف گوناں گوں اٹھاؤ گے۔ تازیست پچھتاؤ گے۔ یہ سن کر راجہ کو بھی خفگی آگئی۔ حکم دیا کہ اس جوگی کو کنویں میں پھینک کر منہ اس کا پتھروں سے بند کر دو اور اس پر لید گھوڑوں کی ڈالا کرو۔ چنانچہ اسی وقت تعمیل اس حکم کی ہو گئی اور گوپی چند اپنے محلوں میں واپس آکر مشغول حکومت ہوا۔ بعد اس کے کسی شخص نے جالندھر ناتھ کے چیلے کالی پا المشہور کالی ناتھ کو خبر دی کہ راجہ گوپی چند نے تیرے گورو کو اس طرح چاہ میں قید کیا ہے۔ وہ سنتے ہی جل بل کر خفا ہو کر بولا: کہ میں گوپی چند کو سراپ دے کر اپنے گورو کو قید سے خلاص کراؤں گا۔ اسی اثنا میں اس حادثہ کی خبر گورو گورکھ ناتھ جی کو بھی ہو گئی۔ گوپی چند کے پاس آئے اور کہا: کہ کالی پا چیلہ جالندھر ناتھ کا' جو بڑا کامل ہے' تجھ کو

Marfat.com

سراپ دینے آتا ہے۔ تجھ کو لازم ہے کہ کوئی ایسی تجویز نکال کہ وہ آتے ہی تیرا کھانا کھائے۔ کیونکہ جب وہ تیرا نمک کھائے گا تو تیری نمک حرامی نہ کر سکے گا اور تو اس کے سراپ سے بچ رہے گا۔ یہ سن کر راجہ گوپی چند نے اپنے تمام ملک قلمرو میں یہ حکم مشتہر کیا کہ ہر مقام میں لنگر اور سدا برت جاری ہو جائیں۔ جب تک وہ جوگی میرے دارالخلافت میں داخل نہ ہووے تب تک کوئی حال میری عملداری کا نہ بتاوے۔ امید ہے کہ اس بندوبست سے وہ میرے سدا برتوں سے بھوجن کھاتا آئے گا۔ جب یہاں آکر سدا برت کا کھانا لینے سے انکار کرے تو اس پر ظاہر ہو کہ فلاں کے سدا برت سے کھانا کھاتا آیا ہوں۔

الغرض وہ اسی طور سے ہر مقام کے سدا برت سے کھانا کھاتے ہوئے پایہ تخت میں آپہنچا۔ آخر کار جب اس کو یہ حال معلوم ہوا تو ارادہ سراپ یعنی بددعا سے باز آیا۔ مگر اپنے گورو کی مخلصی کے در صدد ہو کر باروزے تمام بر سرچاہ آیا۔ اس وقت اس کو معلوم ہوا کہ گورو گورکھ ناتھ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اول ان کی خدمت میں مشرف ہوا اور پھر آدیس آدیس کر کے عرض کی کہ یا زندہ پیر گوپی چند نے میرے گورو سے یہ معاملہ کیا ہے۔ میرا ارادہ اس کے خراب کرنے کا تھا۔ اب جو آپ تشریف لائے ہوئے ہیں اس واسطہ میری مجال نہیں کہ اپنا زور دکھاؤں۔ اس لئے عرض کرتا ہوں کہ جو حکم ہو سو کروں۔ یہ سن کر گورو گورکھ ناتھ جی نے ایک چٹکی ماری۔ اس کی آواز کی تاثیر سے وہ لید جو سرچاہ تھی ملخ بن کر اڑ گئی۔ کہتے ہیں کہ اسی دن سے مکڑی پیدا ہوئی ہے۔ آگے نہ تھی۔

بعضے لوگ اور روایتیں کرتے ہیں۔ مگر اصح یہی ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ جب کالی پا بر سرچاہ پہنچا تو گورو گورکھ ناتھ جی سے کئی باتوں پر اس کا تکرار ہوا۔ یعنی گورو گورکھ ناتھ جی نے کہا کہ تیرا گورو لید میں پڑا ہوا ہے اور کالی پا نے کہا تیرا گورو جورو کر بیٹھا ہے۔ قس علیٰ ہذا۔ مگر قرین قیاس نہیں کہ چیلہ گورو سے ایسا جواب و سوال سخت کرے اور گورو بھی بانی سلسلہ کا۔

الغرض جب لید مکڑی بن کر اڑ گئی تو وہ سل پتھر کی بھی خود بخود ہٹ گئی اور جالندھر ناتھ صاحب زندہ باہر نکل آئے۔ راجہ گوپی چند یہ معاملہ دیکھ کر بہت گھبرایا اور پچھتایا کہ میں نے (ص ۴۹۱) ایسے بزرگ خدا دوست کو کیوں دکھایا۔ پھر گورو گورکھ ناتھ جی سے عرض کی کہ آپ مہربانی کر کے میری سفارش ان سے کریں۔ مجھ کو وزیر بے تدبیر نے دھوکہ دیا۔ اب میں ضرور ان کا چیلہ بنوں گا۔ انہوں نے فرمایا: کہ ابھی یہ خفا ہیں۔ اگر اسی وقت تجھ کو ان کے روبرو کریں تو یہ سراپ دے کر تیرا ناش کریں گے۔ تو یہاں سے چلا جا۔ ہم

Marfat.com

کوئی تدبیر کرتے ہیں۔ وہ تو علیحدہ ہو گیا اور گورو جی نے گھاس کے تین پتلے بشکل انسان بنائے اور ان میں سے ایک کو بزور استدراج زندہ کر کے ایک ٹوکری میں بٹھا کر اس چاہ میں لٹکایا۔ اس انسان نو مخلوق نے چاہ میں جا کر جالندھر ناتھ کو آدیس کی۔ انہوں نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ تو اس نے عرض کی کہ میں گوپی چند ہوں۔ انہوں نے کہا تو بھسم یعنی خاک ہو جا۔ وہ خاک ہو گیا۔ بعدازاں گورو گورکھ ناتھ نے ان تینوں مجعولی آدمیوں کو چاہ میں لٹکایا۔ اس کی بددعا سے خاکستر ہوتے گئے۔ پھر کچھ منتر پڑھ کے گوپی چند کو کنوئیں میں لٹکایا۔ اس نے بھی جا کر آدیس کی۔ انہوں نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ اے مہاراج میں گوپی چند ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تو اب تک بھسم نہیں ہوا تو تو امر ہو جا۔

یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور گورو صاحب کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ گورو جی نے ان دونوں کو چاہ سے باہر نکالا اور گوپی چند کو ان کا چیلہ بنایا۔ جالندھر ناتھ نے ان کے کان پھاڑے اور اس کا نام سدہ سنگھاری پایا سدہ سنگھاری ناتھ رکھا۔ پھر اس کو حسب دستور گدائی کو بھیجا۔ وہ گدائی کے واسطے پہلے اپنے محلوں میں گیا۔ اس کی رانیوں نے دیکھ کر یہ حالت کہ کوئی تو کٹاری کھا کر مر گئی۔ اور کسی نے کنویں میں چھال ماری اور کوئی زہر کھا کر مر گئی۔ اس کی ایک رانی کلاں کسناوشی تھی۔ اس نے یہ چند سوال و جواب اس سے کئے کہ اگر تو نے فقیر ہونا تھا تو مجھ کو کیوں بیاہا تھا۔ گوپی چند نے کہا: کہ جو مقدر میں تھا سو ہو گیا۔ بعد اس کے وہ بھی کٹاری کھا کر مر گئی اور وہ جوگیوں میں آملا۔ فقط

عام لوگ گیتوں میں گاتے ہیں کہ گوپی چند شکار کو گیا اور وہاں ایک ہرن کو مارا اس کی ہرنی نے اس کو سراپ دیا۔ اس باعث سے وہ جوگی ہوا۔ مگر یہ غلط ہے۔ بعد مدت کے جب وہ (؟) بہت ضعیف ہو گئی تو چند مدت اس کے پاس آکر رہی۔ جب وہ مر گئی تو اس کو جلا کر خود گوپی چند مجلس سدہ مند میں چلا گیا۔ چنانچہ وہاں اب تک زندہ ہے اور ہمیشہ راجہ بھرتری اور وہ دونوں ماموں بھانجا ایک جا رہتے ہیں۔

بعد اس کے اولاد بکرما جیت سے ایک راجہ سلوان بڑا نامی ہوا۔ اس نے بجائے سمت بکرما جیت اپنا سمت جس کا نام شاستروں میں شاکا مشہور ہے مقرر کیا۔ اس کا بیٹا پورن بھگت جوگی ہوا۔ چونکہ یہ حال بھی متعلق جوگیاں ہے لہٰذا تحریر کیا جاتا ہے۔

حال راجہ سلوان متعلق حال جوگیاں

راجہ سلوان راجہ سیالکوٹ کے گھر میں دو رانیاں تھیں۔ ایک رانی کلاں اچھرا۔ دوسری لوناں۔ رانی کلاں سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ اس کا نام پورن رکھا اور جوتری بھوتری

Marfat.com

میں پرورش کرنا شروع کیا۔ جب وہ بالغ ہو کر (ص ۴۹۲) بخدمت راجہ سلوان حاضر ہوا تو اس نے کہا: کہ اے پورن تجھ کو لازم ہے کہ تو اپنی سوتیلی ماں کی خدمت میں سلام کے واسطے جا۔ وہ بموجب حکم کے محلوں میں رانی لوناں کے پاس گیا۔ جب لوناں نے اس کو دیکھا تو اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے جا کر درخواست کی کہ تو مجھ سے ہم بستر ہو۔ اس نے کہا: کہ اے والدہ یہ بات مناسب نہیں۔ تو میری قبلہ و کعبہ ہے۔ ایسے بدکام کرنے سے زمین اور آسمان پھٹ جائے گا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تجھ کو اپنی زندگی منظور ہے تو ہم سے ہم بستر ہو۔ ورنہ راجہ سے کہہ کر قتل کرا دوں گی۔ پورن نے کہا: کہ اس کاربد سے مرنا بہتر ہے۔ ہرچند اس نے درخواست کی مگر اس نے پہلو تہی کی اور ہزار حیلہ و حوالہ سے باہر آیا۔ جب شام کے وقت راجہ سلوان محلوں میں آیا تو دیکھا کہ رانی لوناں بحالت خراب با چشم گریاں و سینہ بریاں زمین پر لوٹ رہی ہے۔ راجہ نے باعث پوچھا تو اس نے کہا: کہ تیرا بیٹا پورن آج جس وقت میرے پاس آیا تھا اس وقت مجھ سے حرکت ناشائستہ کرنی چاہتا تھا۔ میں نے بہزار مشکل اپنے آپ کو اس سے بچایا۔ راجہ یہ سنتے ہی نہایت خفا ہو کچہری میں لوٹ آیا اور پورن کو بلوا کر کہنے لگا۔ تو نے یہ کیا کیا۔ تجھ کو ایسی بات اپنی ماتا سے مناسب نہ تھی۔ پورن کا دم خشک ہو گیا۔ اور وزیر امیر یہ سن کر نہایت حیران ہو کہنے لگے: کہ اے راجہ پورن اس لائق نہیں۔ یہ تیری رانی کا افترا ہے۔ راجہ نے ان کے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا اور اس کو اپنے ہاتھ سے زد و کوب کی۔ پورن نے کہا: کہ اے راجہ۔ میں بالکل اس جرم سے پاک ہوں۔ اس نے مجھے تہمت لگائی ہے اور یہ معاملہ قصہ یوسف و زلیخا کے موافق ہے۔

کہ لوناں. ہرچہ می گوید دروغ است
دروغ او چراغ بی فروغ است

راجہ نے کہا: کہ اے حرامزدہ! ایسی حرکت کر کے پھر چون و چرا کرتا ہے الغرض عورت کے فریب میں آکر جلادوں کو بلا کر کہا: کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چاہ میں ڈال دو۔ یہ حکم سن کر پورن نے کہا: کہ اے باپ میں سچا ہوں۔ اگر تجھ کو یقین نہ ہو تو ایک کڑاہا تیل کا گرم کر۔ میں اس میں اپنا ہاتھ ڈالتا ہوں۔ اگر میرا ہاتھ جل گیا تو میں جھوٹا ہوں ورنہ سچا۔ راجہ نے کچھ نہ سنا اور حسب اغوا لوناں کے حکم سزا جاری کیا۔ جب یہ خبر رانی اچھرا کو پہنچی تو اس نے بہت واویلا کیا مگر راجہ نے ایک نہ سنی۔ جب پورن کو جلاد بر سر چاہ لے گئے لوناں نے ایک خط اس مضمون کا پورن کے نام بھیجا کہ اے غارت گر ملک عصمت و

Marfat.com

عفت اگر اب بھی میری مواصلت منظور کرے تو کسی حیلہ سے تجھ کو بچالیتی ہوں۔ اس نے اس کے جواب میں لکھا: کہ مجھ کو موت بایں تکلیف منظور ہے۔ ایسا بد کام ہرگز مجھ سے نہ ہو گا۔ الغرض جلادوں نے دست و پا اس ناکردہ گناہ کے کاٹ کر کنویں میں ڈال دیا۔ وہ چاہ جس میں پورن بے گناہ باں حال تباہ گرا تھا تین کوس سیالکوٹ سے اوپر موجود ہے اور اب ایک جوگی وہاں رہتا ہے اور سال بسال وہاں پر بڑا میلہ ہوتا ہے۔ اتفاقاً" بعد عرصہ بارہ سال کے گورو گورکھ ناتھ جی مع اپنے ہمراہی سدھوں کے اس چاہ کے نزدیک جو صحرائے لق و دق تھا آنکلے۔ ان کے جوگیوں میں سے ایک جوگی اس چاہ پر پانی بھرنے گیا۔ جب اس نے ڈوری اس چاہ میں لٹکائی تو اس کو صورت انسان چاہ میں نظر آئی وہ دہشت کھا کر گورو صاحب کی خدمت میں آیا۔ کہنے لگا: کہ مہاراج یہ معاملہ مجھ کو فلاں چاہ میں نظر آیا۔ میں چاہتا ہوں کہ (ص ۴۹۳) آپ چل کر دیکھیں کہ وہ لاش بے دست و پا انسان یا جن کی ہے۔ یہ سن کر گورو جی وہاں تشریف لائے اور بر سر چاہ کھڑے ہو کر پوچھا: کہ تو کون ہے؟ اپنا حال پرملال مفصل بیان کر۔ اس نے جواب دیا: کہ اے مہاراج اول آپ مجھے باہر نکالیں بعدازاں میں تمام حال سراپا ملال اپنا آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ گورو جی نے ایک رشتہ خام چاہ میں لٹکا کر ارشاد کیا کہ اس کو پکڑ کر اوپر چڑھ آ۔ اس نے عرض کی: کہ جناب میرے ہاتھ پیر نہیں۔ اس رشتہ کو میں کس طرح پکڑوں۔ یہ سن کر ان کو رحم آیا اور دعا دی۔ اس سے اسی وقت اس کے دست و پا درست ہو گئے اور تار رشتہ خام پکڑ کر اوپر چڑھ آیا۔ پھر قدموں پر گر کے سب حال اپنا از سرتاپا کہ سنایا۔ گورو جی نے فرمایا: کہ اب تو تندرست ہو گیا ہے۔ شکر الٰہی بجا لا اور کاروبار دنیاوی کر۔ اس نے عرض کی: کہ اب مجھے کار دنیاوی سے کچھ غرض نہیں۔ مجھے آپ اپنا چیلہ بنا لیں۔ انہوں نے اول ہزار در ہزار انکار کئے مگر پھر لاچار ہو کر اپنا چیلہ بنا لیا اور سدہ چورنگی ناتھ نام رکھا۔ بعد ہدایات جوگ کے ارشاد کیا کہ لاہور میں ایک رانی سندراں نام سنی جاتی ہے۔ وہ کسی جوگی کو نہیں مانتی۔ تم کو لازم ہے کہ تم وہاں جاؤ اور اس سے نذر لاؤ۔ وہ بموجب حکم گورو کے یہاں آئے اور رانی سندراں کے دروازہ پر آلکھ جگائی یعنی سوال کیا۔ ایک کنیزک نے دریچہ سے دیکھ کر رانی سندراں کو جا کر کہا: کہ اے رانی اپنے حسن کی گمانی تو کس مان گمان میں بیٹھی ہے۔ تو کیوں اپنے آپ کو رانی یوسف ثانی کہتی ہے۔ آ دیکھ۔ دروازہ پر ایسا حسین جوگی آیا ہے کہ جلوہ حسن اس کا رشک وہ ماہ و پروین ہو رہا ہے۔ یہ سن کر رانی جل بل کر کوئلہ ہو گئی۔ کھڑکی سے باہر دیکھا اور دیکھتے ہی ہزار دل سے عاشق جانثار ہو گئی۔ اسی وقت

Marfat.com

ایک طشت جواہرات کا بھر کر پورن کے آگے لا رکھا اور مجنونانہ عرض کی۔ کہ اندر تشریف لے چلو۔

یہ گھربار ہی آپ کا ہے تمام ہمیں سمجھئے ایک اپنا غلام

پورن نے جواب دیا: کہ مجھ کو اپنے گورو کا حکم نہیں کہ کسی کے گھر کے اندر جاؤں۔ ہر چند اس نے تمنا کی مگر پذیرائی نہ ہوئی۔ آخرکار اس نے طشت زریں پراز جواہر نذر دیا اور وہ لے کر بخدمت گورو گورکھ ناتھ جی چلا گیا۔ گورو جی نے فرمایا کہ بابا یہ جواہرات ہمارے کس کام آئیں گے۔ اگر بجائے جواہر جوار ہوتی تو البتہ ہمارے بھوجن کے بکار آتی۔ اب تم کو لازم ہے کہ یہ جواہرات واپس لے جا۔ اگر وہ کوئی چیز کھانے کو دیوے تو لے آؤ۔ یہ آگیا پا کر اسی وقت واپس ہو آیا اور رانی کے دروازہ پر آلکھ پکارا۔ وہ کشتہ خنجر عشق تو منتظر ہی تھی۔ آواز سنتے ہی جان تازہ پا کر حاضر ہوئی اور کہا: زہے نصیب مجھ غریب کے کہ آپ واپس تشریف لائے۔

از آمدنت اگر خبر داشتمی
در راھگذرت گل و سمن کاشتمی
نگذاشتمی کہ پای برخاک نہی
خاک قدمت بدیدہ برداشتمی

پورن نے کہا: کہ ہمارے گورو نے یہ نذر تمہاری قبول نہیں کی۔ وہ چاہتے ہیں کہ کچھ بھوجن دو اور یہ جواہرات واپس لے لو۔ اس نے اسی وقت کسی قسم کی شیرینی وغیرہ اور کئی اقسام طعام کے پیش کیے اور عرض کی: کہ مجھے اپنے گورو کی خدمت میں لے چلو۔ زیارت مردان کفایت گناہ۔

الغرض پورن کے ہمراہ وہ رشک قمر بخدمت گورو گورکھ ناتھ جی مشرف ہوئی۔ وہ بھی ایسی خوبصورت رانی یوسف ثانی تھی کہ سب جوگی اس کا حسن دلفریب دیکھ کر حیران پریشان (ص ۴۹۴) ہو گئے۔ گورو جی نے ارادت صادقہ پسند کر کے فرمایا: کہ ہم مہربان ہیں۔ اس وقت کچھ اور مانگ۔ جو مانگے گی ملے گا۔ اس نے عرض کی: کہ اے مہاراج اگر آپ مہربان ہوئے ہیں تو یہی اپنا چیلہ البیلا مجھے عطا فرمائیے کیونکہ بجز اس کے اور کسی چیز کی آرزو نہیں۔ ازانجا کہ گورو جی اس سے اقرار کر چکے تھے کہ جو تو مانگے گی سو ملے گا اس واسطے انہوں نے پورن کو ارشاد کیا: کہ رانی سندراں کے ساتھ جاؤ۔ وہ حسب الحکم گورو جی کے طوعا" و کرھا" اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ وہ خوش و خرم اپنے معشوق کو ہمراہ لے کر واپس

Marfat.com

لاہور میں آئی۔ بیت

خوشا وقتی و خرم روزگاری   کہ یاری برخورد از وصل یاری

جب محلوں میں آئی تو پورن بھگت کو کہنے لگی: کہ آپ پلنگ پر تشریف فرما ہوں۔ وہ اس امر سے گھبرایا اور چاہا کہ کسی صورت سے یہاں سے نکلوں۔ الغرض یہ بہانہ کیا کہ مجھے رفع ضرورت کی حاجت ہے اور عادت ہے کہ میدان میں جاؤں۔ اس نے ایک خادمہ ہمراہ کر دی۔ وہ اس کو دیکھنے لگی۔ جب وہ باہر گیا تو نظر بچا کر کسی طرف بھاگ گیا۔ جب خادمہ نے اس کو وہاں نہ پایا تو روتی بسورتی رانی کے پاس آئی اور کہا: کہ اے رانی وہ جوگی من بھوگی ہرن چھلاوہ دے کر گنج مخفی ہو گیا ہے۔ یہ سن کر رانی کو نہایت غم ہوا اور رو رو کر یہ شعر پڑھنے لگی۔

مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی بیت

مثل ہے کہ جوگی ہوئے کس کے میت

آخرش اسی غم میں پورن پورن کر کے مرگئی۔

اور پورن دوا دو بخدمت گورو گورکھ ناتھ جی کے جا پہنچا۔ گورو جی نے دیکھتے ہی فرمایا: کہ اے فرزند تو کیوں چلا آیا۔ تجھ کو خبر نہیں کہ تیرے فراق میں رانی نے جان دے دی۔ دل آزاری کا پاپ تیرے سر چڑھا۔ اب تو لائق صحبت فقرا نہیں رہا۔ اب تجھ کو لازم ہے کہ اپنے والدین کے پاس جا۔

وہ حسب الحکم سیالکوٹ میں آیا۔ وہاں اس کا ایک باغ تھا کہ جو بحالت عدم موجودگی اس کے خشک و ویران ہو گیا تھا۔ اس میں جا بیٹھا۔ قدرت الٰہی سے اس باغ کے اشجار اس کی برکت قدوم سے تر و تازہ ہو آئے۔ اس کرامت کا لوگوں میں چرچا ہوا کہ فلاں باغ میں ایک ایسا فقیر بابرکت آیا ہے کہ جس کے آنے سے تمام باغ از سرنو سرسبز و شاداب ہو گیا ہے۔ یہ سن کر لوگ حاجت مند اس کے پاس آنے جانے لگے۔ بحکم ربانی جو حاجت مند اس کے پاس آتا اپنی مراد حاصل کر لے جاتا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر راجہ سلوان تک گئی وہ بایں آرزو کہ میرے گھر میں اولاد نہیں اس روشن ضمیر کے پاس اپنی رانی لوناں کو ہمراہ لے کر حاضر ہوا۔ جب پورن بھگت نے راجہ کو دیکھا تو سروقد تعظیم دی اور بہت خاطر داری کی۔ راجہ نے کہا: کہ مہاراج آپ گورو ہیں۔ تعظیم نہ کریں۔ اس نے کہا: کچھ مضائقہ نہیں آپ والیٔ ملک ہیں۔ فقیر پر تعظیم سلاطین واجب ہے۔ راجہ سلوان نے نذر دے کر کہا: کہ میرے گھر میں اولاد نہیں۔ آپ دعا کریں کہ میرے گھر میں اولاد ہو۔ پورن نے تجاہل کر

Marfat.com

کے کہا: کہ اے راجہ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ تیرے گھر میں ایک فرزند ہوا تھا۔ اس کا حال بیان کر کہ اس کو کیا ہوا تھا۔ راجہ نے عرض کی: کہ ہاں میرے گھر ایک بیٹا بڑی رانی اچھرا کے شکم سے ہوا تھا۔ مگر اس نے نہایت کار بد کیا۔ اس کو میں نے سزا دی۔ پورن نے جواب دیا: کہ اے راجہ وہ بیٹا بالکل بے گناہ تھا۔ (ص ۴۹۵) اس میں سراسر قصور اور فریب تیری رانی لوناں کا ہے۔ اگر اب تیری رانی وہ تمام حقیقت راست بیان کر دے تو میں دعا کروں گا۔ یقین ہے کہ تیرے گھر میں اولاد ہو گی۔ رانی نے بشوق حصول اولاد تمام حال سچ سچ کہ سنایا کہ مہاراج بے شک میں نے براہ ظلم و فریب اس بے گناہ کو آزار پہنچایا تھا۔ یہ سن کر راجہ کے خون نے جوش مارا اور بدرجہ کمال خفا ہو کر ارادہ کیا کہ لوناں کو قتل کرے۔ پورن بھگت نے منع کیا کہ جو ہونا تھا سو ہو چکا اب خفگی بے فائدہ ہے۔ یہ کہہ کر ایک چانول لوناں کو دیا اور کہا: کہ اس کو کھا لے۔ تیری گھر میں ایک بیٹا جتی ہو گا یعنی اس کی اولاد نہ ہو گی اور جس طرح کہ پورن کی والدہ نے تکلیف اٹھائی ہے اسی طرح تو بھی اس کے فراق میں مرے گی۔

یہ حال سن کر رانی اچھرا بھی وہاں آپہنچی۔ جب پورن نے اپنی والدہ کو دیکھا تو تعظیماً اٹھ کر کہا: کہ آؤ ماتا جی۔ یہ سن کر وہ بہزاراں رنج و الم حیران ہوئی۔ اس کے دودھ نے جوش مارا۔ دیوانہ وش ہو' بولی کہ اے فقیر سچ بول تو کون ہے؟ مجھ کو تجھ سے بوئے فرزند آتی ہے۔ پورن نے عرض کی: کہ اے والدہ خاطر جمع رکھ میں تیرا فرزند پورن ہوں۔ یہ سن کر راجہ' رانی مع حاضرین رونے لگے اور پورن بھگت بھی دھاڑ مار مار کر رویا۔ پھر راجہ نے کہا: نورلعین۔ الماضی لایذکر۔ اب یہ راج اور تخت و تاج تیرا ہے۔ اس کو سنبھال۔ پورن نے عرض کی: کہ اب مجھے آپ کے ملک و حکومت سے کچھ غرض نہیں۔ اب میں فقیر ہوں۔ اس ملاقات سے رانی اچھرا کہ فراق فرزند میں روتے روتے نابینا ہو گئی تھی بینا ہو گئی۔ اور پورن بعد ملاقات والدہ وہاں سے روانہ ہو کر بخدمت گورو گورکھ ناتھ جی چلا گیا۔ فقط

وہ بھی باعتقاد جوگیاں آج تک زندہ ہے۔ بعد اس کے رانی لوناں کے گھر میں ایک بیٹا راجہ رسالو نام پیدا ہوا۔ جب وہ بالغ ہوا تو اس کا یہ معمول ٹھہرا کہ ہر روز کنویں پر جہاں عورتیں پانی بھرنے جاتی تھیں' جا بیٹھتا اور غلیلوں سے ان کے گھڑے پھوڑ ڈالتا۔ لوگوں نے یہ نالش راجہ سلوان کے پاس کی۔ راجہ نے ان کو بجائے سبوچہای گلی گاگریں برنجی بنوا دیں تاکہ غلیلوں سے نہ ٹوٹیں۔ پھر راجہ رسالو نے غلیلہ ہائی آہنی بنوا کر چلانے شروع کئے۔

Marfat.com

غرض وہ ایسے ایسے کام کرتا تھا کہ جس سے راجہ اور پرجا کو تکلیف پہنچے۔ آخر راجہ اس کی بداطواری کے غم میں فوت ہوا۔ بعد اس کے وہ تخت نشین ہو کر رعیت کو آرام دینے لگا مگر اس کو شوق چوسر کھیلنے کا از حد زیادہ ہو گیا۔ اس اثنا میں اس نے سنا کہ بطرف پشاور ایک راجہ سرکپ نام ہے جو چوسر بہت اچھی کھیلتا ہے۔ اور جو کوئی اس کے ساتھ کھیلنے جاتا ہے وہ اس کے ساتھ سر سربازی لگا کر سر کاٹ لیتا ہے۔ اس نے مدت العمر کسی کے پاس سے بازی نہیں ہاری۔ یہ ذکر سن کر وہ وہاں گیا اور اس سے سر سربازی لگا کے بازی کھیلنے لگا۔ آخر کار فتح مند ہو اور اس کا سر کاٹ کر اس کے راج پر مسلط ہو گیا۔ حسب تاریخ جوگیاں وہ بہادر بھی ایسا تھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کوہستان میں بہت سے راکشس قتل کئے۔ چنانچہ آج تک کوہستان رجوڑے میں ایک دیو محبوس اس کا ایک غار میں بند ہے اور وہ اتنا بڑا قوی ہیکل ہے کہ جب وہ نعرہ مارتا ہے تو بطور گرجنے کے اس کے بولنے کی آواز آتی ہے۔ اور وہاں اس کے غلیلہ ہائی سنگین بھی بقدر سوا سوا من کے موجود ہیں اور ان سے یہ فیض جاری ہے کہ جس کو تپ ہو ان (ص ۴۹۶) غلیلوں سے کشتی کرے۔ تب اس کا تپ ٹوٹ جاتا ہے۔ بعدہ اس نے اگرچہ سرکپ راجہ کی لڑکی سے شادی کی مگر لاولد رہا۔

(ص ۴۹۷) حال نوناتھ چوراسی سدھ

واضح ہو کہ نوناتھ اور چوراسی سدھ وغیرہ جن کی تفصیل تحریر ہوئی ہے ہمراہ گورو گورکھ ناتھ کے ہمیشہ پھرتے رہتے ہیں اور ان کا یہ نشان ہے کہ جس راستہ سے وہ نکل جاتے ہیں وہاں کے تمام اشجار خرد پر مصری لگ جاتی ہے۔ نوناتھ جوگیوں کے یہ ہیں۔

پہلا اورنگ کاری آدھ ناتھ جس کو شیوجی کہتے ہیں' دوسرا ادی بھتی' تیسرا است ناتھ برہما' چوتھا سنتوک ناتھ بشن' پانچواں اچل اچھنی ناتھ' چھٹا گج بیلی کھنٹر ناتھ' ساتواں وچار ناتھ' آٹھواں گیان سری ہر یگ ناتھ' ناواں دھرم ناتھ۔

نوناتھ جو شاستر میں تحریر ہیں

بھاگوت میں تحریر ہے کہ راجہ سمھو منو اودھ میں ایک راجہ روئے زمین کا تھا۔ وہ برہما کے گھر اس طرح پیدا ہوا کہ برہما نے اول اپنے یہاں چار بیٹے پیدا کر کے ان کو حکم دیا کہ تم دنیا کو بڑھاؤ۔ یعنی ایسا کام کرو کہ تم سے اولاد باقی رہے۔ ان چاروں نے اس بات کو نہ مانا اور جنگل میں جا کر مشغول عبادت الٰہی ہوئے۔ اس بات سے برہما بہت خفا ہوا اور

Marfat.com

اس خفگی میں رونے لگا۔ جب اس کے آنسو زمین پر گرے تو اس میں سے یہ راجہ پیدا ہوا جو حسب ارشاد پدری راجہ ہو کر دنیا بڑھانے لگا۔ بھاگوت کی گیارہویں اسکند میں تحریر ہے کہ اس راجہ کے یہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک کا نام انان باد اور دوسرے کا نام پیابرت۔ انان باد کا بیٹا دھرو بھگت ہوا اور پیا بھرت کا اگ نیند بر۔ پھر اس کا بیٹا نابھی ہوا اور اس کا رکھ بھدیو اور رکھ بھدیو کے یاں سو فرزند ہوئے۔ ان میں سے بڑا بیٹا بھارت ہوا۔ اس نے راج کو قبول نہ کیا اور بن میں زاہد تپسی بن بیٹھا۔ اور وہ بن اسی ملک میں تھا اسی واسطے اس ملک ہند و پنجاب میں دکن کا نام بھارت کھنڈ مقرر ہوا۔

اور شاستر میں تمام روئے زمین کو نو کھنڈوں پر تقسیم کیا ہے۔ ماسوائے اس کے اس بھارت کے نو بھائی راجہ ہوئے سو انہوں نے نو کھنڈ اپنے اپنے نام پر بنائے۔ اور اکاسی زاہد تپسی ہوئے۔ ان کی اولاد برہمن ہوئی جن میں سے نوسدہ جوگی ہوئے۔ نام ان کے شاستر میں یہ ہیں۔

اول کوی، دوسرا بری، تیسرا انتر کش، چوتھا بریدہ، پانچواں پیلاین، چھٹا اوبر مرت، ساتواں دھرنڈ، آٹھواں مانس، نواں گربھاجن

اور یہ جو مچھندر ناتھ اور گورکھ ناتھ کو تمام جوگی نو ناتھوں میں شمار کرتے ہیں بجا نہیں۔ کیونکہ نو ناتھ ان کے چیلے ہوئے ہیں وہ کس طرح نو ناتھوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔

(ص ۵۹۹) حال تالاب لکھ پت و جسپت رائے لاہور

یہ لکھ پت اور جسپت رائے دونوں حقیقی بھائی بعہد نواب خان بہادر دیوان تھے۔ لکھ پت نے اپنے بیٹے کی شادی کی اور حسب دستور ملک و رسم مستمرہ ہنود تمام شہر میں بہت تکلف سے گھنڈوڑا تقسیم کیا۔ ان ایام میں دلا رام نامی بھی ایک دیوان تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے سواری دلا رام دیوان کی چلی جاتی تھی۔ کسی بقال دکاندار نے باواز بلند اس کو سنا کر کہا: کہ لکھ پت رائے سخی اور دلارام کنجوس منحوس مکھی چوس ہے۔ دیکھو لکھ پت رائے نے کیا گھنڈوڑا تقسیم کیا۔ گھنڈوڑا قسم شیرینی کی ہے کہ ہو بہو بشکل روئی مدور شیرینی سے بنتی ہے۔ دیوان دلا رام یہ سن کر نہایت مغموم ہوا اور شکایت اس امر کی اپنی والدہ کے پاس لے گیا۔ اس نے کہا کہ اے بیٹا! لکھ پت رائے گھنڈوڑا تقسیم کرکے نیک نام ہو گیا ہے۔ تو بھی کوئی ایسا نیک کام کر کہ جس سے ہزارہا مخلوق کو فائدہ پہنچے اور تیری بھی نیک نامی ہو۔ اس نے کہا: کہ اے ماتا وہ کونسا ایسا کام ہے کہ جس سے جھٹ پٹ (ص ۶۰۰) نیک نامی ملے۔ اس نے کہا: کہ اے فرزند عمارت بنوا۔ اس سے مدت مدید تک تیرا نام یاد

Marfat.com

گار زمانہ رہے گا۔ اس کا گھندوڑا تو لوگوں نے کھا لیا ہے اور تیری معرفت ہزارہا معمار مزدور وغیرہ کو عرصہ دراز تک دن عید اور رات شب برات رہے گی۔

یہ سن کر اس نے عمارت جاری کرائی۔ چنانچہ شہر لاہور میں دو ہزار ایک سو مکان تعمیر کرائے۔ چنانچہ اب تک اندرون شہر کٹڑہ غبارچیاں (جس میں اب مطبع پنجاب جاری ہے۔) اور کٹڑہ سوسیاں والا اور قالین خانہ' متصل حویلی کھڑک سنگھ اور اور حویلی کلاں واقع محلہ پیر شیرازی جو اب لالہ رام کشن نے خریدی ہے۔ اس حویلی میں ایک چاہ ہے جس میں یہ شعر پتھر پر کندیدہ ہے مگر اب پڑھا نہیں جاتا۔ ایک مصرع جو پڑھا جاتا ہے یہ ہے۔

گنگا صاف و شیریں آب در چاہ دلارام است

اور کٹڑہ سفید بافاں جو بالمشافہ حویلی نواب امام الدین خان مرحوم .بقبضہ اولاد دلا رام ہے۔ وغیرہ تمام محلہ پیر شیرازی۔ اولاد دلا رام کی تاحال شاہجہان آباد میں موجود ہے۔

سردار سیوا سنگھ مولہ بنسی دلا رام کا لاہور میں اس کی جائیداد غیر منقولہ کا قابض ابتدائے عملداری مہاراجہ رنجیت سنگھ میں بہ سمت ۱۸۵۰ تھا۔ اتفاقاً" مہاراج کے ملازمین میں طلب تنخواہ کی شکایت ہوئی۔ روپیہ موجود نہ تھا۔ اس وقت بھیا بھاگ نامی لٹے کہ جس کا بیٹا بھیا ساون اب بھی جاگیردار ہے' عرض کی کہ اگر مجھ کو حکم ہو تو میں شہر میں مکانات نزولی مقرر کر کے فروخت کروں' تاکہ سرکار کو تقسیم تنخواہ سے فراغت ہو جائے۔ مہاراج بہت خوش ہوئے۔ اس نے بجز کٹڑوں کے تمام مکانات خرد دیوان دلا رام کے نزولی بنا بمہر خود فروخت کر تنخواہ ملازمین سرکار تقسیم کر دی اور کٹڑہ ہائے کلاں مہاراجہ کھڑک سنگھ نے بعد وفات سردار سیوا سنگھ سمت ۱۸۸۰ میں ضبط کر لی۔ اس وقت زوجہ سردار سیوا سنگھ نے حضوری باغ میں خود حاضر ہو کر مہاراج کے یہاں فریاد بایں طریق کی کہ مہاراج میں یقین کرتی ہوں: کہ مجھ جیسیاں بہت ہو جائیں گی اور میں کسی کے موفق نہ ہوں گی یہ درد انگیز کلام سن کر مہاراج کو رحم آیا۔ باعث پوچھا۔ وہ عرض پیرا ہوئی: کہ اے خداوند مکانات خرد میرے تو بھیا بھاگ نے' کہ خدا اس کو بے بھاگ کرے ابتدائے سلطنت حضور میں فروخت کر لئے تھے۔ میں بیوہ ہوں۔ اوقات بسری میری فقط کرایہ مکانات پر تھی۔ اب مکانات کلاں شہزادہ کھڑک سنگھ نے ضبط کر لئے ہیں۔ امیدوار ہوں کہ واگذار ہو جائیں۔ مہاراج ان مکانات مقروقہ سے سات مکان مفصلہ ذیل واگذار کر دیئے: حویلی واقعہ لاہور منڈی جس میں اب میاں کیما خدم گار مہاراجہ دلیپ سنگھ رہتا ہے۔ کٹڑہ سفید بافاں جس

Marfat.com

میں پچاس کوٹھریاں موجود ہیں۔ دو حویلیاں موقوعہ محلہ مولیاں جس میں اب خود جے سنگھ پسر سیوا سنگھ رہتا ہے۔ اور تین دکانیں واقع کٹرہ غبارچیاں جو اب داخل نزول ہیں۔

الغرض جب لکھ پت رائے نے یہ عمارات ولا رام کی دیکھیں تو از راہ رشک اس نے بھی مکانات بنانے شروع کیے۔ چنانچہ تاحال بازار ہٹ ہاڑ میں دو حویلیاں عالیشان (جو اب مسکونہ نواب صاحبان ملتان والا ہیں) اور ماسوائے اس کے کنجر پھلے سے لے کر تا بدروازہ شاہ عالمی اکثر مکانات غرب رویہ بازار بہنیہ دیوان لکھ پت رائے کی ہیں۔ اور یہ بھلہ کنجراں بھی بہنیہ دیوان لکھیت تھا۔ اب (ص ۲۰۱) بباعث رہنے کنجروں کے بھلہ کنجراں مشہور ہو گیا۔ اولاد س کی نالائق نکلی۔ مہاراج نے تمام مکانات اس کے بھی ضبط کر کے کچھ نواب ہائے ملتانی کو دیئے اور کچھ فروخت ہو گئے۔ اور جو بقبضہ اولاد ہے سو انہوں نے بھی فروخت کر لئے۔ اب اولاد لکھ پت سے ایک شخص سے چوہا مل نامی موجود ہے۔ چنانچہ کئی مکانات اس نے گروی اور فروخت کیے۔ بالشافہ پری محل' بالائے چاہ مع دو مکان قبضہ چوہا مل میں ہے۔ بیرون شہر لاہور متصل قبر میر یعقوب' شرق رویہ مقبرہ شاہ غوث صاحب انہوں نے یہ تالاب و باغ وغیرہ عمارات بنائیں۔ چنانچہ اب تک وہ تالاب بہنیہ لکھ پت رائے' بفاصلہ دو میل لاہور سے جنوب رویہ اور موضع مزنگ کے شرق رویہ موجود ہے۔ یہاں ہی متصل اس کے تالاب جسپت کا تھا جو مسمار ہو گیا اور اینٹیں اس کی زمینداران مزنگ نے کھود کر فروخت کر لیں۔ اب اس میں زراعت ہوتی ہے۔ تیسرا تالاب ترپت جو شرق رویہ سرائے گولیاں والا ویران پڑا ہے۔ یہ تالاب لکھیت والا فی الحال مل والا مشہور ہے۔

جب وہ تینوں بھائی یہ تینوں تالاب تیار کرا چکے تو ایک فقیر صاحب اپنی چرکین گودڑی دھونے کے واسطے تالاب ترپت رائے پر آنکلے۔ اس کے ملازمین نے ان کو منع کیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر تالاب جسپت پر آئے۔ وہاں سے بھی اٹھائے گئے۔ آخر کار تالاب لکھیت رائے پر تشریف لائے۔ اتفاقاً" اس وقت وہ خود مشغول غسل تھا۔ جب فقیر صاحب نے گودڑی چرکین اس میں ڈالی تو محافظین مانع ہو کر سخت سست کہنے لگے۔ لکھیت رائے نے خفا ہو کر حکم دیا۔ کہ خبردار کوئی منع نہ کرے۔ فقیر صاحب شوق سے دھو لیں۔ یہ بات سن کر فقیر صاحب خوش ہوئے اور حالت میں آکر کہنے لگے: کہ یہ گودڑی کا دھونا صرف امتحان ارادت تھا۔ اب یاد رہے کہ یہ تالاب ہمیشہ آباد رہے گا اور ان دونوں تالابوں کا کوئی دن میں نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ فقط

اب تک یہ تالاب آباد ہے اور وہ دونوں ویران۔ جو پانی کہ ان تالابوں میں بایام

Marfat.com

بارش جمع ہوتا ہے۔ وہ دو تین روز میں خشک ہو جاتا ہے اور بیہ پر آب رہتا ہے۔

حال موجودہ عمارت تالاب لکھ پت رائے

اب اس تالاب کی بارہ دری میں ایک شخص مسی دھرم سنگھ نانک پنتھیہ رہتا ہے۔ عرصہ بیس برس کا ہوا کہ یہ مکان اجاڑ پڑا ہوا تھا۔ اب اس دھرم سنگھ نے یہاں آکر مرمت شکست ریخت بارہ دری کی اور ایک چاہ مع چرخ چوب شرق رویہ مایل بجنوب جاری کیا۔ اب تک آٹھ بیگھہ زمین ملحقہ اس کے معاف ہے۔ پانچ بیگھہ جنوب رویہ اور تین بیگھہ شمال رویہ۔ شکل اس تالاب کی مربع۔ طول عرض میں برابر ایک سو پچاس گز۔ پانی صاف عمارت پختہ ریختہ کار۔ گرد نواح فرش۔ شرق رویہ ایک پونہ پختہ جس کے چاروں گوشوں میں ایک ایک زینہ۔ جنوب رویہ گئو گھاٹ واسطے آب نوشی مویشی کے۔ اس کے جنوب رویہ ایک ایک چار دیواری قد آدم بلند خشتی۔ گوشہ کنی میں متصل تالاب چار دیواری کا دروازہ مع طاق تختہ مسقف مرتبہ سرکی پوش۔ اس کے اندر غرب رویہ ایک دالان سہ درہ محرابی۔ شرق رویہ دو کوٹھریاں۔ بر سر تالاب چبوترہ بارہ دری جس کے چاروں طرف بارہ در سقف سرکی پوش۔ (ص ۶۰۲) اس کے میانہ میں چاہ پختہ چرخی دار قدیمی۔ اس بارہ دری کے غرب رویہ ایک اور بارہ دری چونہ گچ پختہ۔ سقف اس کی قالبوتی خشتی۔ دھن جنوبی کے ساتھ زینہ اوپر جانے کا۔ بالائے سقف عمارت جدیدہ مبنیہ دھرم سنگھ بطور بالا خانہ۔ اب اس میں خود وہ آپ رہتا ہے۔ جنوب رویہ تین تین کھڑکیاں۔ غروب رویہ تالاب ٹیلہ المشہور پزاوہ مل رائے۔ یہ پزاوہ بوقت تیاری تالاب اینٹوں کے پکانے کے واسطے تیار ہوا تھا۔

یہ دھرم سنگھ فی زمانا سادہ مشہور ہے۔ چنانچہ اس کے پاس اس کے مکان میں دو بالکے اس کے: ایک ہری سنگھ دوسرا بشن سنگھ تیسری مائی گلاب دیوی مادر ہری سنگھ و بشن سنگھ رہتے ہیں۔ بعد رنجیت سنگھ چور اس کو یہاں لوٹنے پڑے تھے یہ ان سے لڑا۔ انہوں نے زخم شمشیر اس کو لگائے۔ چنانچہ اب تک نشان زخم بدن پر موجود ہیں۔ بعد ازاں اب مکرر عملداری سرکار انگریزی ۱۸۴۹ء میں چور اس کے مکان پر آئے اور تمام اسباب اس کا لوٹ کر لے گئے اور ڈانگ آہنی چھلے والی اس کے بازو پر مار کر مضروب کر گئے۔ اگر کوئی اور کم حوصلہ ہوتا تو مکان چھوڑ جاتا مگر وہ حوصلہ کر کے بیٹھا رہا۔ فقط

مشہور ہے کہ کپڑا خواہ کیسا ہی میلا ہو اس تالاب میں دھونے سے سفید ہو جاتا ہے۔ جنوب رویہ تالاب کے تخمیناً سوا سو درخت پیپل، بیر، دھریک، شریہنہ، لیموں، شیشم، توت وغیرہ کے کھڑے ہیں۔

Marfat.com

(ص ۵۶۸) احوال دھرم سالہ ملتانی

باہر دروازہ شاہ عالمی کی دیوار بدیوار باغیچہ سرکار مفوضہ لالہ رتن چند صاحب وہڑی والا جو شاہ عالمی دروازہ سے موچی دروازہ تک منجملہ با غہای نواحی لاہور ہے۔ جنوب رویہ نہر ایک دھرم سالہ المشہور بنام نہاد ملتانی دھرم سالہ ہے۔ اس کی آمد و رفت کے دوراہ۔ ایک دروازہ شاہ عالمی کے باہر نکلتے ہی بائیں ہاتھ جس کے باہر شمال رویہ ایک دوکان نانبائی مسلمان کی اور دو دکانیں ہندوؤں کی جو چنا وغیرہ بیچتے ہیں۔ اور دوسرا جنوب رویہ۔ یہ دھرم سالہ قدیمی عہد شاہان سلف کا ہے۔

(ص ۵۶۹) حال ابتدائی اس کا یوں مسموع ہوا ہے کہ ایک شخص مسمی گردھاری لال قوم کھنہ سے ساکن ملتان تھا۔ بباعث لاولدی اکثر فقرا کا متلاشی رہتا تھا۔ بعد چندے سنبل ناتھ صاحب جوگیشر وارد ملتان ہوئے۔ ان کے تصرف سے وہ بھی جوگی ہو گیا اور تارک الدنیا ہو کر ان کے ہمراہ لاہور میں آیا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کو یہاں دفن کیا اور دھرم سالہ بنا کر وہیں مقیم رہا۔ جوگ میں نام اس کا پھول ناتھ تھا۔ چنانچہ مڑھی اس کی تاحال موجود ہے۔

عمارات

(ص ۵۶۸) گرد نواح اس کے چہار دیواری۔ جنوب رویہ راہ کے بطرف شرق ایک چھوٹا کوٹھا پختہ خشتی مسقف مکان سبیل۔ یہاں بیٹھ کر راہیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ اس کے شمال رویہ چاہ پختہ گوشہ غربی و جنوبی میں ایک اور چار دیواری پختہ ریختہ کی جس کے چاروں طرف موہڑہ ہائے خشتی پختہ۔ چبوترے چونہ گچ۔ غرب رویہ درخت پیپل۔ اس چار دیواری میں دو زینہ چڑھ کر چبوترے پر آتے ہیں۔ اس کے میانہ میں ایک قالبوتی چوبارہ۔ راہ اس کا شرق رویہ۔ گرد نواح دیواروں پر تصویریں معبود ان وغیرہ کی۔ طاق و تختہ چوکھٹ چوبی۔ اندر اس کے غرب رویہ دیوار میں تھان بھیرو و بشکل مقبرہ خرد پختہ سندھوری۔ اس کے شرق رویہ ایک چھوٹا سا طاقچہ پھولوں کے چڑھانے کے واسطے۔ جنوب رویہ ایک چبوترا پر دو مڑھیاں پختہ۔ ایک سنبل ناتھ دوسرے پھول ناتھ کی۔ کہتے ہیں کہ یہ مڑھیاں شاہان چغتائی کے عہد سے بنی ہوئی ہیں۔ اس چبوترہ کے شرق رویہ ایک اور چبوترہ۔ اس پر درخت پپل۔ اس کے نیچے شمال رویہ ایک اور چبوترہ۔ اس پر شیوجی کا لنگ رکھا ہوا ہے۔ اس کے شمال رویہ (ص ۵۶۹) اور دو درخت پیپل۔ متصل دیوار شمالی ایک گنبد شوالہ چونہ

Marfat.com

گچ۔ دروازہ اس کا غرب رویہ مع طاق تختہ چوبی۔ گوشہ غربی و شمالی میں ایک مڑھی کسی بانیا باری شاہ کی، جو دھڑوائی تھا۔ عرصہ پندرہ سال سے یہاں جلایا گیا۔
اب باوا نرت ناتھ جو گیشر یہاں کا مالک ہے۔ اور گرو اس باوے کا مسمی غیب ناتھ امرتسر میں زندہ ہے۔ اور دادا گورو اس کا پریم ناتھ۔ مڑھی ان کی مقام تو ہر میں۔ مالک اس مکان کے قدیم سے جوگی لوگ ہی چلے آئے ہیں۔

حال شوالہ پڑاوہ بدھو

(ص ۵۹۸) اس شوالہ کا نام ایام سابقہ میں شوالہ منڈا دروازہ تھا۔ اب بباعث قرب آوائے بدھو کے نام اس کا بدھو کے آوے والا شوالہ مشہور ہو گیا ہے۔
(ص ۵۹۹) مشہور ہے کہ شوالہ عہد اکبر بادشاہ سے آباد رہا ہے۔ البتہ جب ابتدائے عملداری سکھاں میں بادشاہ گردی ہوئی تو ویران ہو گیا۔ پھر بعد تین حاکماں پریدہ ناتھ آکر قابض ہوا۔ بعد اس کے نرنجن ناتھ بالکا اس کا قابض رہا۔ بعد اس کے مولا ناتھ سادہ جس کی شہر میں ہے۔ بعد اس کے بالک ناتھ بعد اس کے بشن جو شہر میں محلہ ستھاں تھان بھیرو میں ہوتا تھا۔ اب اس کا چیلہ ہیرا ناتھ رہتا ہے۔
(ص ۵۹۸) اب دم تحریر صورت اس کی یہ ہے کہ اب بسبب اس کے گرد و نواح چاروں طرف چار دیواری مربع خشتی، بلند، جس کا عرض ۳۷ گز۔ دروازہ اس کا میانہ۔ دیوار غربی میں باہر سے سفید۔ جنوبی دیوار کے ساتھ ایک دالان مبنیہ مسمی ہیما جواہری جو بعہد مہاراجہ شیر سنگھ تعمیر ہوا۔ موجودہ عمارت اس کی چونہ گچ منقش۔ دالان کے آگے جنوب رویہ تھڑہ خشتی۔ طول اس کا انیس گز اور عرض چودہ گز۔ بالائے تھڑہ چاروں طرف دیوار استرکار ڈیڑھ فٹ بلند اور اس کے میانہ میں ایک گنبد شوالہ قدیمہ جس کی مرمت جواہر نے بوقت تعمیر دالان مجددا" کرا دی تھی۔ ہیئت اس کی ہشت پہلو۔ شرق و غرب دو در مع طاق تختہ اور بقیہ چھ پہلو میں طاقچہ محرابی۔ جس میں نقاشی مع تصویر ہوئی ہوئی ہے۔ اندر اس کے میانہ میں ایک تھڑہ مثمنہ جس پر ایک ٹکڑہ سنگ مرمر کا بصورت صراحی مع ساخت سنگین۔ اس پر مدور پتھر سیاہ ابری کاری۔ شمال رویہ ایک موری واسطے پانی نکلنے کے۔ اس کے پاس ایک گائے سنگ سرخ کی خرد، جس کو جل دھارا کہتے ہیں۔ باہر غرب رویہ ایک نندی سمن خشتی جس کے سینگ لوہے کے۔ شمال کی طرف تا بگردن بلند چراغدان سفید تہ تی دار۔ باہر شمال رویہ ایک چو بچہ مدور۔ جو پانی اندر سے آتا ہے اس میں جمع ہوتا ہے۔ بگوشہ بائیں ایک تھڑہ (ص ۵۹۹) خرد خشتی بوسیدہ۔ اس پر دو سادھیں نامعلوم الاسم۔ غرب رویہ

Marfat.com

شوالہ کے مکان تھان بھیرو جتی بصورت بخارچہ خشتی چونہ گچ۔ ارتفاع اس کا قد آدم۔ جنوب رویہ اندر چار دیواری چاہ پختہ ہے۔ غرب رویہ اس کے چوبچہ۔ گوشہ نیرت میں غسل خانہ۔ شرق رویہ ایک چوبارہ جو باہر سے دو منزلہ اندر سے ایک منزلہ۔ ایک منزل تک بھرتی پڑتی ہوئی ہے۔ اس کے اوپر جانے کا زینہ نہیں۔ سیڑھی رکھ کر اوپر جاتے ہیں۔ یہ مکان باوا پچار ناتھ نے اس واسطے بے زینہ بنوایا تھا کہ اس وقت قزاقوں کا بہت خوف تھا۔ اگر زینہ نہ ہو گا تو وہ کیونکر آئیں گے۔ مگر وہ مثل راست آئی کہ موئی ڈرا موت سے اور آگے موت کھڑی۔ یعنی بعد مہاراجہ شیر سنگھ اس کو اسی مکان محفوظ میں دھاڑوی لوگ پڑے اور تمام اسباب نقد و جنس ان کا لوٹ کر لے گئے۔ اس شوالہ کے دو در ہیں۔ ایک تو وہ جو اوپر تحریر ہوا ہے اور دوسرا دیوار شمالی میں۔ اس کے اندر ایک تھڑہ خشتی تا بکمر بلند۔ اس پر ایک خرد گنبد مربع۔ اوپر کلس تھان ماتا۔ سیتلا۔ لوگ یہاں مواضعات سے پوجا پوجنے آتے ہیں۔ باہر دیوار شمالی کے ایک اور تھڑہ تا سینہ بلند جس پر فرش خشتی چونہ گچ قدیمی اور چند سادہ ہیں نامعلوم الاسم۔ اس کے گوشہ بایب پر ایک گنبد سادہ پر بدہ ناتھ جوگی کا جو پہلے آکر باعث آبادی مکان ہذا ہوا تھا۔ اس کے شرق رویہ ایک اور گنبد سادھ بھولے ناتھ کا۔ شمال رویہ اس کے ایک اور گنبد ہشت پہلو۔ اس پر چار سادھیں نامعلوم الاسم ہیں۔ اس کے جنوب رویہ ایک تھڑی کے اوپر اور سادھ۔ فقط

سبحان اللہ ۔ ثمرہ ارادت ضائع نہیں جاتا۔ ارادت مند باارادت آتے ہیں۔ مرادیں پاتے ہیں۔ درشن کر جاتے ہیں اور بھینٹ یعنی نذر چڑھاتے ہیں۔ اور جناب جہنت صاحب چین اڑاتے ہیں۔ چرسوں کے خوب دم لگاتے ہیں۔ فقط

(ص ۵۹۳) احوال شوالہ بیرون موری دروازہ

شمال و مشرق رویہ اس کے باغ میں وزیر علی صاحب سابق تحصیلدار لاہور جو اب شیخ شبراتی سوداگر نے خرید کے اس میں دو کوٹھیاں بنائی ہیں۔ یہ شوالہ منیہ بھیا ایسر سپاہی ملازم مہاراجہ رنجیت سنگھ ہے۔ پہلے (ص ۵۹۴) یہاں روپ پوری باوا رہتا تھا اب وہ موضع بھنگالی میں جا رہا ہے۔

شوالہ کی چار دیواری پختہ جس کا راہ آمد و رفت جنوب رویہ۔ اس کے غربہ رویہ ایک چبوترہ مدور قد آدم بلند پر چاہ چرخی دار۔ گوشہ شمالی و شرقی میں اور ایک بڑا چبوترہ مربع خشتی جس کے بنیرے چونہ گچ۔ چاروں گوشوں میں چار موہڑے خشتی بطور نشست گاہ۔ اس چبوترہ کے جنوب رویہ متفرق درخت' بوڑھ' بیر و پیپل۔ غرب رویہ اس کے پانچ زینہ چڑھ

Marfat.com

کے چبوترہ پر جاتے ہیں۔ زینہ کے اوپر غرب رویہ ایک دالان سہ درہ بوسیدہ۔ اس کے دالان غرب کی طرف دو کوٹھریاں' کوٹھری شمالی میں ایک اور کوٹھری جس میں اب باوا جیت رام' جو پہلے فقیر بیراگی تھا اب سنیاسی ہو کر اپنا نام سوم وارگر رکھتا ہے' رہتا ہے۔ اس چبوترہ مربع پر ایک گنبد خشتی چونہ گچ۔ جس کے دو دروازے۔ ایک شرق رویہ دوسرا غرب رویہ۔ طاق تختہ چوبی۔ درمیان گنبد کے ایک گھنٹہ لٹکتا ہے۔ میانہ میں اس کے ایک زمین دوز ٹھری اس پر شیوجی کا لنگ مع جلہری جس پر سبوچہ آب۔ شمال رویہ بیل نندی گن سنگین برنگ سرخ بیٹھا ہوا رکھا ہوا ہے۔

حال شبد والا

(ص ۱۹۷) شمال رویہ اس مقبرہ (واجد شاہ شہید) کے ایک چار دیواری مع چاہ و درخت بڑھ موجود ہے اور اس میں ایک چھوٹا سا گنبد سفید شبد والا ہے۔ اس میں سادھ ہندو فقیر سنیاسی مقیم ہیں اور گوپال گر ان کا سرپرست ہے۔ متصل گنبد شبد والا دو تین کوٹھیاں پختہ ہیں اور چاہ رواں۔ یہ نیا مکان بنا ہے۔ اور غرب رویہ اس شبد والا کے ایک سمادھ ٹیلہ پر بنی ہوئی ہے۔ حال اس سمادھ کا یہ ثابت ہوا کہ بعد نواب میر منو جو سکھ لوگ قتل ہوتے تھے تو ان کی لاشیں سو سو دو دو سو یکجا کر کر گاڑ دی جاتی تھیں۔ یہاں بھی بہت سے سکھوں کا مدفن ہے۔ یہ سمادھ بعد مہاراجہ صاحب بنی ہے اور دیوان جوالا سہائے صاحب مشیر اعظم جموں کا کل خاندان قوم نندہ اس جگہ کو معبد جانتے ہیں۔ بلکہ جب کسی کا شگون چولہ ہوتا ہے تو وہ ضرور یہاں آکر شگون ادا کرتا ہے اور کچھ نذرانہ چڑھاتا ہے۔ فقط

(ص ۶۰۸) ٹھاکر دوارہ باوا ہرجو داس

باہر دروازہ موری کے شرق و شمال رویہ حویلی میر وزیر علی تحصیلدار جس میں اب راجہ شکر گڑھ رہتا ہے' یہ ٹھاکر دوارہ واقع ہے۔ دروازہ اس کا شمال رویہ مع طاق و تختہ چوبی دروازے کے اندر ڈیوڑھی خرد مسقف۔ گرد چار دیواری پختہ۔ اندر ایک چبوترہ۔ اس کے اوپر پیپل کا درخت۔ شمال رویہ دیوار میں ایک کھڑکی خرد۔ مشرق کی طرف چاہ پختہ مع چوکھٹ چوبی' چرخی دار' چاہ کے غرب رویہ ایک دالان سہ درہ۔ جنوب رویہ اس کے زینہ (ص ۶۰۹) اوپر جانے کا جس کا در محرابی۔ اس سہ درہ کے اندر غرب رویہ ایک کوٹھری۔ اس کی دیوار غربی میں محراب بنا کر ٹھاکر سالگ رام سنگین رکھا ہے۔ کوٹھری کے شمال رویہ بطرف شرق ایک دریچہ چوبی۔ دالان کی جنوبی دیوار صورت ہنومان۔ جنوب رویہ اس کے

Marfat.com

اور دالان جس کے جنوب و شمال کی طرف دیوار شرقی میں دو دریچہ۔ میانہ میں شرق رویہ درآمد و رفت۔ اس کے غرب رویہ ایک اور کوٹھری۔ ان دونوں میں سے ہنومان والا دالان چونہ گچ استرکار ہے۔ اب اس جگہ کا مالک باوا گنگا داس بیراگی ہے۔ اس چار دیوار کے اندر شرق رویہ نصف احاطہ میں باغیچہ بنایا ہے۔ باہر شمال رویہ تین دکانیں، جن میں سے اب تک ایک آباد ہے بقیہ ہر دو بند۔ فقط

حال شوالہ

اس مکان کے شمال رویہ بفاصلہ سڑک میانہ ایک اور شوالہ ہے۔ اس میں ایک گنبد سفید استرکار مع چبوترہ مربع۔ دروازہ اس کا شمال رویہ مع طاق و تختہ چوبی۔ ہر چار طرف باہر اور اندر تصاویر معبودان ہنود۔ میانہ میں مثمن تھڑی۔ اس پر شیوجی کا لنگ سنگین۔ اور گھڑونچی پر سبوچہ آب خشتی، قطرہ قطرہ آب شیوجی کے لنگ پر گرتا ہے، رکھا ہوا ہے۔ شرق رویہ لنگ کہ نندی گن یعنی بیل سنگ سرخ کا۔ باہر شرق رویہ چبوترہ پر چوبچہ مدور اس کے غرب رویہ ایک اور خرد چبوترہ۔ اس پر چار مڑھیاں پختہ چونہ گچ سفید۔ ایک مڑھی رگھناتھ داس کی دوسری باوا ہرجو داس کی۔ تیسری باوا گوپال داس کی چوتھی باوا گنگا داس کی جو یہاں کا مالک اور قابض ہے۔ اس نے اپنی مڑھی اول ہی بنا چھوڑی ہے، جس میں اپنے بال دبائے ہیں، شامل ہے۔

(ص ۴۰۴) احوال شالہ باوا چمتن گر

یہ مکان باہر لاہور کے فیمابین دروازہ روشنی و ٹکسالی کے غرب رویہ، جو سڑک انار کلی سے قلعہ و شاہدرہ کو جاتی ہے، واقع ہے۔ دروازہ شالی کے باہر نکلتے ہی شمال رویہ اور چند شوالہ ہیں جن پر بہت سے درخت پیپل و بوڑھ کھڑے ہیں۔ جب دروازہ سے باہر نکلیں تو غرب رویہ سڑک ایک بوڑھ بلند کھڑا ہے۔ اس کے نیچے ایک کچا کوٹھہ جس کی دیوار میں تمام بیخ و شاخ اس بوڑھ کی لپٹی ہوئی ہیں۔ اس کے غرب رویہ ایک چھوٹا سا گنبد سہ درہ۔ اس کی دیوار غربی میں ایک طاقچہ۔ اس میں تصویر سنگین دیوی سیتلا کی مع چند سنگ سیاہ۔ دیواروں پر تصویریں۔ یہ گنبد تیس سال سے پہلے چجو سنگھ جمعدار دروازہ بھاٹی نے بنوایا تھا اور پھر بنسی صراف نے۔ ہندو لوگ یہاں پھول چڑھاتے ہیں اور نذر بھی دیتے ہیں۔ اس کے غرب رویہ ایک چاہ پختہ مدور چبوترہ والا۔ جنوب رویہ اس کے چوبچہ۔ یہ چاہ لکڑہاروں نے بنوایا ہے۔ اس کے شمال رویہ مکان خشتی قالبوتی۔ اس کے شرق رویہ درخت پیپل

Marfat.com

چبوترہ خشتی پر۔ اس کے شرق رویہ ایک اور چاہ چرخی دار مع غسل خانہ پختہ خشتی مبنیہ کھتریاں پشاوریہ۔ شرق رویہ چبوترہ پختہ پر سبیل پانی پلانے کی۔ اس کے شمال رویہ ایک اور چبوترہ۔ اس پر چار چار گنبد خرد اور پانچ مڑھیاں اور دو درخت پیپل۔ گوشہ غربی و جنوبی میں گنبد شوالہ۔ اس کے چار در (ص ۶۰۵) محرابی۔ درشرقی میں ایک گائے سنگ سرخ کی اور بیچ میں لنگ شیوجی کا سنگین رکھا ہے' باہر دیواروں پر تصویریں۔ بقیہ تین گنبد مڑھیاں باوا بلدیو گر اور باوا بلدیو گر اور باوا چیتن گر اور باوا شام گر۔ اور بقیہ مڑھیاں باوا پنجم گر اور باوا گورت گر اور باوا نپوت گر کی۔ اس کے شمال رویہ مکان مسکونہ باوا گنگا گر جو مالک اس مکان کا تھا۔ اس کے نیچے سرد خانہ۔ یہاں پچیس درخت پیپل خرد و کلاں اور دو جامن دو بیر موجود ہیں۔

(ص ۶۰۵) شوالہ بسنت گر متصل تکیہ بھورے شاہ

یہ شوالہ جنوب رویہ اس تکیہ (بھورے شاہ) کے ہے۔ شمال و غرب رویہ اس کے دیوار خام۔ درمیان میں چاہ خشتی بے چرخی۔ جنوب رویہ ایک گنبد پختہ خشتی' چونہ گچ۔ دروازہ برنگ کرچی۔ شمال و جنوب رویہ پنجرہ خشتی۔ اندر اس کے ایک تھڑہ مدور اس پر لنگ شیوجی۔ دیوار غربی میں مورت سنگ مرمر سے شیوجی کی۔ اس گنبد کے شمال رویہ ایک چبوترہ۔ اس پر تین مڑھیاں نامعلوم الاسم۔ اس کے جنوب رویہ ایک خرد کوٹھری بوسیدہ۔ اس کے شرق رویہ ایک اور خرد گنبد مندر کالی دیوی کا۔ اور اس کے شرق رویہ دو مڑھیاں۔ ایک بیر گر دوسری رام گر کی۔ گنبد کے شمال و غرب رویہ ایک دالان (ص ۶۰۶) سہ درہ مع کوٹھری اور چار بیریاں چار توت کلاں اور تین خرد اور تیس پیپل' دو درخت نیم' تین بوٹہ۔

اب یہاں مسماۃ کولاں پوری زوجہ بسنت گر رہتی ہے۔ اور اصلی مہنت شوالہ ہذا کی ہٹی میں رہتی ہیں۔

مکان چوہڑیاں

جنوب رویہ اس شوالہ کے سرراہ کمپنی باغ مکان چوہڑیاں ہے اس کے جنوب رویہ ایک کوٹھہ پختہ بے چرخی۔ یہاں ستائیس درخت پیپل لسوڑی کیکر کھڑے ہیں۔ یہاں ہاڑی شاہ مہتر مکان دار ہے۔ اکثر اوقات مہتر یہاں جمع ہوتے ہیں اور یہ گدائی کر کے اوقات بسری اپنی کرتا ہے۔

Marfat.com

شیو دیالہ باوا گنگا برت نوتیار

(ص ۹۹) یہ مکان متصل کوٹھی پادری فورمین صاحب کے اور جنوب و غرب رویہ اسٹیشن ریلوے کے لب سڑک ملتان و سڑک کوٹھی لاٹ صاحب بہادر و میاں میر ہے۔ یہ مکان اب باوا گنگا برت سنیاسی نے خود بنوایا ہے۔ اور گدائی کر کے روپیہ اس پر خرچ کیا ہے اور اب تک اور اور مکان (ص ۱۰۰) بھی بنواتا جاتا ہے اور یہ زمین ۱۴ کنال اور گیارہ مرلہ مسٹر اجرٹن صاحب ڈپٹی کمشنر سابق لاہور نے اس کو عطا کی تھی۔

(ص ۹۹) کمترین نے بذات خود اس مکان کو دیکھا تو پایا کہ اس شیو دیالہ میں پانچ مندر یعنی پرستش گاہ بطور گنبد مطول برسم ہنود موجود ہیں بدین تفصیل۔

۱۔ شیو دیالہ ۲۔ مندر دیوی ۳۔ مندر گنیش جی ۴۔ مندر ناراین ۵۔ دھرم سالہ۔ یہ ایک دالان ہے جس کے ساتھ دروازے ہیں اور اس میں چاہ پختہ اور باغیچہ بھی ہے۔

(ص ۱۰۰) اور متصل اس مکان کے ایک گنبد قدیمی چھوٹا سا ہے۔ اور یہ فقیر اب اسی میں رہتا ہے۔ چوکھٹ دروازہ لگا لیا ہے۔ اور یہ مقبرہ خرد ایک خواص دارہ شکوہ کا ہے جس کا نام مظہر الطاف تھا اور متصل اس کے ایک مسجد قدیمہ ہے۔ اب اس کو پادری فورمین صاحب نے خرید کر عمارت گرانی شروع کی ہے۔ اور اس مقام پر ایک سرد خانہ بھی تھا اور مسجد بہت بڑی تھی۔ وہاں اب کوٹھی پادری صاحب موصوف کی بنتی ہے اور گرجا اور چند کوٹھیاں عیسوی لوگوں کے واسطے بنوائی ہیں۔

(ص ۶۱۶) حال مختصر موزوں سکھوں کے گوروں کا

یہ مذہب سکھوں کا فی الحقیقت ہندوؤں کے مذہب کا ایک شعبہ ہے جو گورو نانک صاحب نے اختراع فرمایا۔

واضح ہو کہ ملک پنجاب میں ان سکھوں کے دو فرقہ ہیں۔ ایک بیدی سکھ جن کو فی زمانناخالصہ بھی کہتے ہیں۔ اکثر وہ نہ تو حقہ پیتے ہیں اور نہ بدن کے بال منڈواتے ہیں۔ (ص ۶۱۷) بجائے سلام سکھ لوگ واگورو جی کی فتح بولا کرتے ہیں اور وجہ اس مجددہ سلام کی اس جملہ پر یہ ہے کہ بعہد عالمگیر جب نیمابین اورنگ زیب و گورو ہرگوبند صاحب کے خرخشہ ہوا تو انہوں نے اپنے سکھوں کو یہ حکم دیا۔

نرخ بود قال فرخ زدن   نہ بر رخ زدن بلکہ شہ رخ زدن

لازم ہے کہ تم ہر وقت جناب الٰہی سے میری فتح مانگا کرو۔ اس حکم کی تعمیل کی ایسی شہرت

Marfat.com

ہوئی کہ بجائے سلام یہی جملہ مقرر ہو گیا اور آج تک مروج ہے۔

دوسرا فرقہ نادی سکھ جن کو موٹا اور سہج دھاری بھی کہتے ہیں۔ وہ حقہ پیتے اور بال بھی منڈواتے ہیں۔

بنیاد سکھوں کی بابا نانک سے شروع ہوئی اور وہ بعد بابر بادشاہ ہوئے ہیں۔ حال ان کا یوں ہے کہ ۱۴ ماہ اپریل ۱۴۶۹ء میں بمقام تلونڈی علاقہ لاہور بخانہ ایک کھتری کالو نامی کے پیدا ہوئے اور خرد سالی میں ہی یہ بہ برکت صحبت فقرا تارک الدنیا اور مصروف بعبادت حق ہو کر ملک بملک پھرتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں بھی جا پہنچے۔ مزاج ان کا صلح کل فقیر دوست تھا اور دلی تمنا اس کی یہ تھی کہ کسی طرح سے فرقہ اہل ہنود و سلام سے مخالفت دور ہو جائے۔ اس واسطے انہوں نے یہ مذہب سکھ اختراع کیا اور ایک کتاب اسی باب میں تالیف کر کے نام اس کا گرنتھ رکھا۔ آخر کار بعمر نود سال مقام کیرت پور میں (جو بکنارہ دریائے راوی اب تک مقام ڈیرہ نانک مشہور ہے) زندہ نابود ہو گئے۔ ان کے یہاں دو فرزند پیدا ہوئے۔ ایک سری چند دوسرا لکھمی چند۔ سری چند صاحب مجرد رہے اور لکھمی چند متاہل رہے۔ چنانچہ اب تک ان کی اولاد بیدی کہلاتی ہے اور تمام سکھ ان کا ادب کرتے ہیں۔

ان میں دختر کشی کی رسم قدیمی بایں خیال جاری تھی کہ وہ اپنے آپ کو اشرف المخلوقات خیال کر کے نہ چاہتے تھے کہ اپنی لڑکی کسی کو دیں کیونکہ اس ملک کی رسم ہے کہ لڑکی والا لڑکے والوں کا تابعدار ہو جاتا ہے۔ اب بعملداری انگریزی وہ رسم قبیحہ ان کے خاندان سے اس طرح سے جاتی رہی کہ بمقام امرتسر ایک بڑا جلسہ سوم دیوالی سمت انیس سو نو میں بصوابدید جناب سر رابرٹ منٹگمری صاحب بہادر ہوا اور اس میں انہوں نے بہت کوشش فرمائی۔

سری چند اوداسی فرقہ کا بانی ہوا کہ جس فرقہ کو نانک پوترہ اور نادی بھی کہتے ہیں سلسلہ گورائی کا جناب بابا نانک صاحب سے معرفت اولاد ایسا جاری نہ ہوا جیسا کہ معرفت چیلہ ہا۔ چنانچہ بابا نانک کے بعد سجادہ نشین ان کا گورو انگد صاحب چیلا ان کا ہوا جس نے تھوڑا سا گرنتھ بھی ایزاد کیا۔ حال اس کا یہ ہے کہ ایام طفولیت سے ہی فقیر مذہب تھا اور بابا صاحب اس (ص ۶۱۸) پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ بعمر سیزدہ سالگی سجادہ نشین ہوا۔ سن پندرہ سو باون (۱۵۵۲) عیسوی میں سورگباش ہو گئے۔ اولاد اس کی تہین کھتری کہلاتی ہے۔

Marfat.com

تیسرا گورو امرداس۔ یہ شخص چیلہ گورو انگد کا تھا۔ چوبیس برس تک سجادہ نشین رہ کر سن پندرہ سو چوہتر عیسوی میں فوت ہوا۔ اولاد اس کی بہل کھتری موجود جو اکثر موضع گوئیند وال میں (جس کا اصل نام اعظم والی ضلع لاہور میں ہے) رہتے ہیں۔ چوتھا گورو رام داس۔ یہ شخص گورو امرداس کا داماد تھا۔ اس کی اولاد سوڈھی کہلاتی ہے۔ جو اکثر انند پور ماکھی وال اور کرتار پور میں سکونت پذیر ہیں۔ یہ شخص سات برس تک سجادہ نشین رہ کر پندرہ سو اکاسی (۱۵۸۱) عیسوی میں راہی ملک بقا ہوا۔ اس نے بمقام امرتسر ایک تالاب کلاں بنوایا چنانچہ وہ اب تک زیارت گاہ سکھاں ہے۔ پانچواں گورو ارجن ولد گورو رام داس صاحب۔ انہوں نے اکثر احکام متفرقہ بابا نانک کو جمع کر کے جلد اول آدھ گرنتھ یعنی کتاب قدیم مذہب سکھوں کی تالیف کی اور چند قواعد واسطے انتظام مذہب سکھوں کے مقرر فرمائے اور پچیس سال تک سجادہ نشین رہ کر سن سولہ سو چونسٹھ (۱۶۶۴) عیسوی میں فوت ہوئے۔ چھٹواں گورو ہرگوبند پسر گورو صاحب۔ انہوں نے اپنے چیلوں کو اجازت گوشت کھانے کو دی جو آگے ممنوع تھا۔ بیس سال سجادہ نشین رہ کر سولہ سو چوالیس عیسوی (؟) میں لقمہ نہنگ اجل ہوئے۔ ساتواں گورو ہر رائے نبیرہ گورو ہرگوبند فرزند مسمی گورو دتا جو بجائے اپنے دادے کے گدی نشین ہوا اور سن سولہ سو اکسٹھ عیسوی میں سجادہ حیات چھوڑ آسن مرگ پر جا آسن مارا۔ آٹھواں گورو ہرکشن فرزند گورو ہر رائے بعمر خرد سالگی سن سولہ سو چونسٹھ میں بمقام دہلی حسب الحکم شاہی قتل ہوا۔ نواں گورو تیغ بہادر خرد بیٹا گورو ششم یعنی ہرگوبند کا جو چند مدت شہر پٹنہ عرف عظیم آباد میں رہا اور آخر کار حسب الحکیم عالمگیر سن سولہ سو پچہتر عیسوی میں قتل کیا گیا۔ دسواں گورو گوبند سنگھ خلف گورو تیغ بہادر آخری گورو۔ کہتے ہیں کہ اس نے کل دستور و مراسم قدیمہ مذہبی سکھاں تبدیل کر ڈالے اور تمام قوم کو فن سپہ گری سکھایا اور بجائے سکھ نام ان کا سنگھ یعنی شیر مقرر کیا اور موتراشی کی ممانعت کلی کرا دی۔ اور حکم کیا کہ ایک ٹکڑا لوہے کا پگڑی پر رکھا کریں۔ چنانچہ اب بھی بعضوں کے سر پر اکثر اکالیوں کی دستاروں پر چکر آہنی رکھا ہوا ہوتا ہے۔ بعہد حکومت رنجیت سنگھ یہ اکالیہ لوگ بڑے صاحب حکومت اظلم مشہور تھے۔ اس دسویں گورو نے جلد دوسری گرنتھ کی تیاری کی اور عالمگیر سے بھی کئی دفعہ معرکہ آرا ہوا۔ آخر کار نکالا گیا۔ پھر بحالت بادیہ گردی سن سترہ سو اسی عیسوی میں مرگیا۔ اس کے بعد چھوٹے چھوٹے سکھ لوگ سرداران بن کر بعد ضعف سلطنت اسلام جا بجا والی ملک بن بیٹھے اور رفتہ رفتہ غلبہ پاتے گئے۔ چنانچہ مختصر حال اس کا خالی سادہ مہاراجہ رنجیت سنگھ میں درج ہو چکا ہے۔

Marfat.com

لطیفہ بطور جملہ معترضہ

(ص ۶۲۹) میں نے گرنتھ صاحب بابا نانک میں یہ اشلوک سنا ہوا تھا کہ اسی پر خیال کر کے سکھ لوگ حقہ نہیں پیتے کہ تمباکو چھوڑ دو۔ عبارت گرنتھ کی بخط گورمکھی جو بابا نانک صاحب نے ایجاد کیا ہے' ہوتی ہے۔ اس میں عین اور الف اور صاد اور سین اور تا اور طا اور ثائے مثلثہ اور سین اور ظ اور زا اور کاف اور قاف میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ میں نے یہ بات مدنظر رکھ کر ایک روز سردار ہیرا سنگھ ماموں مہاراجہ دلیپ سنگھ سے جو کمترین پر بباعث شوق شعر و سخن مہربانی رکھتا تھا پوچھا: کہ سکھ لوگ تمباکو کیوں نہیں پیتے۔ انہوں نے کہا کہ گرنتھ میں بابا نانک نے منع فرمایا ہے۔ میں نے تفنا" عرض کیا آپ وہ گرنتھ مجھ کو براہ مہربانی معائنہ کرا دیں کہ جس میں امتناع حقہ مندرج ہے۔ انہوں نے اسی وقت بھائی بدھ سنگھ کو حکم دیا کہ گرنتھ صاحب لاؤ۔ وہ لے آئے اور حسب الحکم جگہ جہاں وہ اشلوک مرقوم تھا مجھے نکال کر دکھایا۔ وہاں تحریر تھا کہ تمباکو چھوڑ دو۔ میں نے کہا سردار صاحب اس حکم کی تعمیل میں صرف قصور فہمید خواندگان ہے۔ وہ متعجب ہو کر مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیوں جی آج تک قوم سکھوں میں آپ جیسا کوئی فہیم سخن رس پیدا نہیں ہوا۔ میں نے کہا منصفی شرط ہے۔ اگر بنظر غور و انصاف سماعت فرماؤ تو کروں۔ بدانست بندہ گرو صاحب کا حکم ہے کہ طمع کو چھوڑ دو یعنی لالچ کو۔ چونکہ چھوڑنا طمع کا حضرت انسان خصوصا" قوم سکھ کو مشکل ہے۔ (ص ۶۱۷) اس نظر سے انہوں نے بجائے طمع تمباکو چھوڑ دیا۔ فقط

یہ سن کر ایسا قہقہہ مچا کہ تمام دربار میں شہرت ہو گئی ہر ایک منصف مزاج یہی کہتا تھا کہ چشتی نے خوب ہی ارتھ نکالے۔ سبحان اللہ۔ کیا وقت تھا۔ سردار جواہر سنگھ نے یہ حال سن کر کمترین کو بلایا۔ نہایت خوش ہوئے۔ قدردانی کی راہ سے ہر روز دربار میں آنے کا حکم دیا اور چغہ پشمینہ مع کڑہ طلا عطا فرمایا۔ فقط

مکان ٹاہلی صاحب

(ص ۶۰۹) یہ مکان جنوب رویہ چھاؤنی لہنا سنگھ مجیٹھیہ اور شمال رویہ متصل احاطہ فرود گاہ ریلوے (چنانچہ اسی مکان کی خاطر دیوار احاطہ سٹیشن ریلوے پیچیدہ ہو گئی ہے) واقع ہے۔

گرد نواح چشتی چار دیواری جس کا ایک دروازہ دیوار شمال میں بگوشہ غربی اور دوسرا دیوار شرقی میانہ میں۔ اور چار دیواری کے باہر بطرف شرق گوشہ گنی میں چاہ مع چرخ و

Marfat.com

چوب جاری۔ اندر بطرف غرب اول ایک کوٹھہ اور پھر دو دالان سہ درجہ جس میں سے ایک کوٹھہ مکان گرنتھ صاحب جس میں جنوب رویہ کوٹھری میانہ میں گنبد جس کا حال مفصل درج ذیل ہے۔ پاس اس کے جنوب کی طرف مڑھی ناگ دیوتا کی تھڑہ بوسیدہ خشتی پر۔ اس مڑھی کے پاس گوشہ ایساں میں ایک اور سادھ خشتی۔ جنوب رویہ اس کے بنیرے چونہ گچ اور بیچ میں ایک ہشت پہلو خرد گنبد ریختہ کار۔ دروازہ اس کا چوبی۔ آٹھوں پہلوؤں پر آٹھ نشان محرابی۔ اوپر گنبد مع کلس آہنی۔ یہ سادہ دیوار بھوانی داس کوز پشت پشاوریہ کی ہے۔ یہ شخص سکھ بادا سری چند کا اور دیوان مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کل مختار تھا۔ اسی شخص نے مہاراج کی سرکار میں دفتر بنائے۔ طرز شاہانہ سکھائی۔ مہاراج بھی اس کا لحاظ اور خاطر داری بدرجہ کمال رکھتے تھے۔

(ص ۶۱۰) میانہ چار دیواری میں جو گنبد سادہ بادہ ہری چند صاحب خلف گورونانک صاحب کا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ جنوب رویہ ہشت پہلو چبوترہ خشتی جس کا ارتفاع پونے دو گز۔ اس پر جھنڈا بانسی بارہ گز لمبا مع پارچہ سفید تین رسیوں سے جکڑا ہوا کھڑا ہے۔ اندر باہر سے دو درجہ والی چونہ گچ باہر سے مربع چاروں طرف عمارتی کھڑکیاں خوش نمائی کے واسطے بطور محراب۔ ان کے میانہ میں پنجرہ ہائے خشتی۔ شرقی محراب میں تصویریں شیوجی و پاربتی کی اور عربی میں بادا نانک و بھائی مردانہ کی دیوار جنوبی کے میانہ میں در محرابی۔ اس کے آگے زینہ خشتی آمد و رفت کے واسطے۔ اندر میانہ میں سادھ اور گرد نواح بطور غلام گردش مکان پر کھنہ یعنی طواف۔ درجہ بیرونی کے اندر سامنے دو زینہ چونہ گچ سفید در اندرونی۔ اس کے اندر مکان سادھ گنبد ہشت پہلو۔ اس پر مڑھی۔ اس درجہ میں جنوب و شمال رویہ دو کھڑکیاں خرد شرقی دیوار میں ایک طاقچہ بخارچہ والا۔ اور پہلوؤں میں چار طاقچہ مقام غلام گردش کے۔ سقف قالبوتی۔ طواف گاہ کے گوشہ گنی میں زینہ اوپر جانے کا۔ سر زینہ در محرابی دس زینہ چڑھ کر اوپر جانا ہوتا ہے۔ اوپر بالائے سقف میانہ میں گنبد استر کار' تہ چونہ گچ۔ چاروں طرف بنیرہ جس کا ارتفاع ایک گز۔ نیچے گنبد ہشت پہلو اوپر سے مدور۔ فقط (ص ۶۱۹) غرب رویہ اس چار دیواری سادھ کے اور ایک مکان بڑا کشادہ' مسکونہ جمنا داس مہنت ہے۔ اس میں خراس بھی جاری ہے اور کوٹھریوں میں لوگ کرایہ دار بھی رہتے ہیں۔ یہ چاہ چرخ چوب والا وہی چاہ ہے جو بوقت تشریف آوری گورد سری چند کی کے کھاری تھا۔ اب تک ان کی استدراج سے شیریں ہے۔

(ص ۶۱۰) حال ناگ دیوتا

Marfat.com

یہاں جو سادہ ناگ دیوتا مرقومہ بالا ہے حال اس کا یوں بیان کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں وہاں سے سانپ نکل کر لوگوں کو تکلیف کلی پہنچایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ راہ آمد و رفت بند ہو گیا۔ مہنت لاچار ہو کر پوجا پاٹ میں اس تکلیف کے رفع کرنے کے واسطے مشغول رہنے لگا۔ بعد چندے اس کے خواب میں ایک سانپ کلاں آیا اور کہا کہ میں بادشاہ ہوں۔ اگر یہاں تم اس کے باہر شمال کی طرف ایک ہمارا تھان بناؤ۔ تو ہم کسی کو تکلیف نہ دیں گے، بلکہ جو کوئی اس ہماری تھان پر حاضر ہو کر باعتقاد تمام پوجا کرے گا جو مطلب خدا سے مانگے گا پائے گا اور کوئی محروم نہ جائے گا۔ جب تھان بن جائے اور رجوع خلق کا ہو جائے گا تو تم کو فائدہ عظیم ہو گا۔ اب اسی معاملہ کو سو برس کامل گذرا ہے کہ یہاں اس مہنت نے مکان بڑا بنایا۔ اب تک یہاں ہر روز چراغ بروز سنکرانت کڑاہ یعنی حلوہ تقسیم کرتے ہیں۔ اس مکان میں دم تحریر باوا جمنا داس مہنت گدی نشین ہے۔

سادہ سری چند کی پہلی چھوٹی سی بنی ہوئی تھی پھر سمت ۱۸۹۸ اٹھارہ سو اٹھانویں میں اس جمنا داس مہنت نے یہ سادہ عالی شان مع چاہ تیار کرائی۔ ایک درخت ٹاہلی بھی ہے جس کو صاحبان ریلوے نے کسی رفع تردد کے واسطے (ص ۶۱۱) کاٹا تھا مگر اب پھر سرسبز ہو گیا۔ اس متبرک درخت کے نام سے یہ جگہ ٹاہلی صاحب مشہور ہے حال اس کا بھی درج ہو گا۔ فقط بعہد رنجیت سنگھ ایک روپیہ یومیہ اور ایک چاہ مع اٹھارہ بیگھہ زمین اس مکان کی سرکار سے معاف ہے۔ اب وہ زمین سڑک ریل میں آگئی جس میں صرف اٹھارہ کنال زمین شمال رویہ چار دیواری باقی ہے۔

(ص ۶۱۱) حال گورو سری چند

باوا نانک صاحب پہلا گورو سکھوں کا، جس کو سکھ لوگ پہلا بادشاہ کہتے ہیں، مرد کامل فقیر صلح کل تھا۔ اس کے دو بیٹے ہوئے۔ ایک لکھمی داس دوسرا سری چند۔ باوا لکھمی داس ایک روز شکار کھیلنے گئے۔ جب شکار لے کر گھر میں آئے تو دروازہ میں سری چند صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ لکھمی چند صاحب بڑے تزک و شان سے چلے آتے ہیں کہ ہاتھ پر باز سفید، گھوڑے تازی پر سوار، دو کتے ہمراہ، شکار کنجکوں سے لٹکے ہوئے۔ باوا سری چند صاحب نے جو برادر کلاں ان کا تھا ان کو کہا کہ جی گھات کرنی اچھی نہیں۔ بروز قیامت کیا کیا جواب دو گے۔ اس سے ان کے دل میں قلق پیدا ہوا کچھ خفگی سی آگئی۔ باول مضطر گھر میں گئے۔ اپنی جورو کو بلا کر اپنے ساتھ گھوڑے پر مع دھرم چند بچہ

Marfat.com

خرد سال خود سوار کیا اور سری چند صاحب کے آگے آکر جبیں سائی کی۔ انہوں نے پوچھا کہ بال بچوں کو ہمراہ لے کر کدھر چلے ہو۔ انہوں نے کہا آپ نے مجھے طعنہ مارا۔ گھات کا جرم مجھ پر ثابت کیا۔ افسوس کہ آپ نے میری قدر نہ جانی۔ اب میں بھگوان کے یہاں حساب دینے جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا اچھا۔ وہ سنتے ہی گم ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ آسمان کی طرف اڑا جاتا ہے۔ تو بروز کرامت دھرم چند جو اس وقت سہ سالہ تھا ان کی گود سے کھینچ لیا اور بعد پرورش کتخدا کیا۔

بعد چندے اس کے یہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک نانک چند دوسرا مہرچند۔ ان دونوں کو سری چند صاحب نے مقام ڈیرہ' جو اب بھی مقام مشہور ہے' سکونت کے واسطے آباد کر دیا۔ وہ اس کی آمدنی سے اوقات بسری کیا کرتے تھے۔ اس کی اولاد سکھان بیدی اب تک ڈیرے میں موجود ہیں۔

واضح ہو کہ سکھوں میں دس گورو پیشوا ہوئے ہیں جن کو دس بادشاہیاں کہتے ہیں۔ بایں حساب پہلی بادشاہی گورو نانک کی' دوسری گورو انگد صاحب کی' تیسری گورو رام داس کی' چوتھی گورو امرداس کی' پانچویں گورو ارجن صاحب خلف گورو رام داس صاحب کی' چھٹی گورو گوبند صاحب کی' ساتویں گورو ہری رائے صاحب کی' آٹھویں گورو ہرکشن صاحب کی' نویں تیغ بہادر صاحب کی' دسویں گورو گوبند سنگھ صاحب پسر گورو تیغ بہادر کی جو قوم سے سوڈھی تھا۔ فقط

سکھوں کی بانیوں میں مرقوم ہے کہ جب باغوائے قاضی لاہور گورو ہرگوبند صاحب کو اور اورنگ زیب نے گرفتار کر کے امرتسر سے لاہور میں بلایا اور بجد ہو کر کہا کہ آپ دعوائے فقیری کرتے ہیں (ص ۶۱۲) اور ایک گورو آپ کی کرامات کا قائل ہے اگر آپ فقیر ہیں تو کوئی کرامات دکھاؤ ورنہ تمہارا پوست بدن سے اکھڑوا دوں گا۔ اس نے کہا کہ صاحب کرامات ہمارے گورو سری چند صاحب بن بابا نانک موضع باٹھ ضلع گورداسپور میں موجود ہیں اور میں تو ان کا صرف نام لیوا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ نے ایک گھوڑا' لیگ پنس' ایک ہاتھ ان کے واسطے روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر بخوشی خود آئیں تو باسواری باعزت۔ بصورت دیگر ان کو گرفتار کر کے لے آؤ۔ گورو سری چند کو بعلم باطنی اس حال سے آگاہی ہو گئی۔ وہ باتفاق ایک سکھ مسمی' کمیلہ چیلہ اپنے کے روانہ لاہور ہو آئے اور معتبر شاہی سے بمقام بھسین' جو بفاصلہ دس کوس لاہور سے ہے' ملاقات کی۔ اس نے سواری پیش کی انہوں نے قبول نہ فرمائی۔ وہ بجد ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا پہلے گودرہ ہمارہ اٹھا کر ہاتھی پر رکھ۔ پھر

Marfat.com

ہم بھی سوار ہو جائیں گے۔ وہ اٹھا کر رکھنے لگا تو اٹھایا نہ گیا۔ لاچار لوگوں کو حکم دیا وہ بھی اٹھا نہ سکے۔ آخر نادم ہو کر بامنت پیش آئے۔ گورو صاحب نے خود اپنا گودڑہ اٹھایا اور پیادہ لاہور میں آکر بمقام شہید گنج' اندرونی دروازہ مستی جو شرق رویہ قلعہ تاحال معبد سکھاں ہے' آبیٹھے۔ وہاں بادشاہ کو خبر ہوئی۔ معتبر شاہی نے تمام حال ان کی تشریف آوری اور نہ اٹھایا جانا گودڑی کا عرض کیا۔ اول تو خائف ہوا پھر بلحاظ شریعت قاضی کو بلوا کر حکم دیا کہ کسی مکان ہندوؤں میں سری چند کو ڈیرہ کرا دے۔ اس نے محلہ اجیری یا لکھی محلہ (کہ اب جہاں یہ سادھ ہے۔) ان کو اتارا۔ یہ محلہ بیرون شہر آباد تھا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت اس محلہ میں قریب چودہ سو کے گھر نجاراں و آہنگراں وغیرہ ہنود کے آباد تھے۔ وہاں ایک کوٹھہ بنام نماد دھرم سالہ مع چاہ آب تلخ والا بنا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ چاہ اب تک بمقام سادھ موجود ہے۔ قاضی نے پوشیدہ وہاں جا کر اس چاہ پر ایک قالین اس مراد سے بچھوایا کہ وہ اس پر آکر بیٹھے اور چاہ میں گر کر مر جائے۔ سری چند وہاں پہنچا تو بزور استدراج چاہ سے مخاطب ہوا کہ اے چاہ ہم آئے ہیں تیرا پانی کھارا شیریں ہو جائے گا۔ لوگ تیری تعظیم کریں گے۔ یہ فرما کر اس قالین پر بیٹھ گئے۔ قدرت الٰہی قالین کو جنبش تک نہ ہوئی۔ پھر بوقت شام بادشاہ نے معرفت قاضی ایک بکرا مع رسد بطور مہمانی بھیجا۔ گورو نے فرمایا کہ ہم نے گوشت کبھی نہیں کھایا۔ رسد آٹا وغیرہ ہم کو دے دو اور بکرا واپس لے جاؤ۔ قاضی بجد ہوا۔ الغرض انہوں نے بکرا بھی لیا اور سکھوں کو کہا کہ محلہ والوں کو کہہ دو کہ اس کو ذبح کریں مگر خیال رکھیں کہ اس کی ہڈی نہ ٹوٹے۔ جب انہوں نے ذبح کیا تو حکم دیا کہ ایک ران اس کی قاضی کے یہاں ہماری طرف سے بھیج دو (ص ۶۱۳) جب قاضی کے پاس گوشت پہنچا تو شرارتاً" خوش ہو کر سری چند صاحب کے پاس آیا اور ظاہرا" متردد ہو کر کہنے لگا کہ مجھ سے بڑا قصور ہوا کیونکہ یہ بکرا شہزادہ کا پالا ہوا مطبوع طبع تھا۔ وہ آپ دے دیجئے اور بعوض اس کے اور لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ۔ وہ بکرا تو ذبح ہو گیا۔ قاضی نے کہا کہ اگر وہ بکرا پیدا نہ ہو گا تو بڑی آفت آئے گی۔ جب گورو صاحب نے دیکھا کہ بایں بہانہ یہ ہم کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کو فرمایا آپ تشریف لے جائیں۔ بکرا حضور میں پہنچ جائے گا۔ وہ بایں خیال کہ اب ان کو ذلیل کروں بادشاہ کے پاس گیا اور تمام حال کہہ سنایا۔ گورو صاحب نے بھائی کمیدہ کو حکم دیا کہ بزغالہ مذبوحہ کی ہڈیاں پر اس چاہ کا پانی ڈالے۔ اس نے ڈالا تو وہ بکرا زندہ ہو گیا۔ مگر اس کی تین ٹانگیں رہیں۔ آپ نے بجنسہ وہ بکرا بحضور بادشاہ بھیج دیا۔ بادشاہ اس کو دیکھ کر حیران ہوا مگر تعصباً" پوچھا کہ چوتھی ٹانگ اس کی کہاں

Marfat.com

گئی۔ فرستادہ گورو صاحب نے عرض کی کہ وہ قاضی صاحب نوش جان فرما گئے۔ اس کی بابت ان کو حکم ہو کہ سالم کریں۔ بادشاہ کو ایک کھیل ہاتھ لگی۔ قاضی کو بلا کر فرمایا کہ اب آپ کی کیا مصلحت ہے۔ ہم نے تم کو کہا تھا کہ اس کو نہ ستاؤ۔ یہ آدمی خدا رسیدہ ہے۔ اس نے منفعلاً" عرض کیا کہ وہ جادو گر ہے۔ اب مناسب یوں ہے کہ اس کا امتحان کیا جائے۔ اصطبل شاہی میں جو فلانی گھوڑی خونی مشہور ہے' کسی کو سواری نہیں دیتی' جو روبرو جاتا ہے اس کو ہلاک کر دیتی ہے' اس کی سواری کا حکم دیجئے۔ امید ہے کہ سحر اس کا اس پر کارگر نہ ہو گا۔ بادشاہ نے سری چند صاحب کو بلوا کر کہا کہ اگر آپ وہ گھوڑی ہمارے طویلہ سے اپنی سواری کے واسطے خود کھول کر لے جائیں اور سوار ہو کر دکھائیں تو رہائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم فقیر ہیں۔ ہم کو گھوڑوں سے کیا نسبت۔ بادشاہ نے دوبارہ یہی حکم دیا۔ لاچار سری چند صاحب نے اپنے خادم کمیلہ سے کہا کہ تو جا کر گھوڑی کے کان میں کہہ کہ: اے گھوڑی تو فلاں سکھ سادھو کی جورو تھی۔ بباعث خفگی اور نافرمانی شوہر کے اس جون میں آئی ہے۔ تم کو لازم ہے کہ ہمارے یہاں حاضر ہو۔ تیری گت یعنی خاتمہ بالخیر ہو جائے گا۔ جب بھائی کمیلہ نے یہ گھوڑی کو سنایا تو وہ سرا فگندہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ بھائی کمیلہ نے اس کے گلے سے زنجیر اتار' بالوں سے پکڑ کر گورو کے سامنے حاضر کیا۔ وہ آکر گورو کے پاؤں پر متھہ ٹیکنے لگی۔ بادشاہ نے یہ معاملہ دیکھ کر قاضی کو کہا کہ بخدا داوگان ستیزہ ممکن کہ خداداوہ را خدا داد است۔ اب اس معاملہ سے اس نے کہا کہ بے شک سری چند ساحر ہے۔ لازم ہے اس کو زہر پلائی جاوے۔ حتیٰ کہ حکم لے کر اس نے تین پیالے زہر ہلاہل کے گورو کو پلائے۔ ان کو ظاہراً" تو کچھ نہ ہوا مگر باطن میں بہت تکلیف دی۔ شدت تکلیف سے ناراض ہو کر یہ بددعا دی کہ الٰہی سلطنت کو برباد کر۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ ڈرا اور برہنہ پا مع (ص ۶۱۴) شہزادگان عالی جاہ آپ کے پاس حاضر ہو کر عذر جسارت کیا اور پانچ سو بیگھ زمین موضع ڈیرہ نانک میں اور پانچ سو بیگھ موضع بکھو میں عنایت کی اور سند عطائے جاگیر تحریر کر دی۔ وہ سند ایک بیدی کے پاس موجود ہے۔ گورو سری چند صاحب نے اس میں سے پانچ سو بیگھ زمین نانک چک والی اپنی بھتیجے دھرم چند کو عنایت کر دی۔ اور موضع بکھو والی اپنے چیلہ نارائن داس کو بخش دی۔ تاحال وہ اس پر قابض تھے مگر اب دریا برد ہو گئی ہے۔ فقط

(ص ۶۱۵) جب بادشاہ نے گورو سری چند کو جاگیر دے کرر رخصت کیا تو انہوں نے عرض کی کہ چھٹی بادشاہ یعنی گورو ہرگوبند کو آپ نے قید کیا ہوا ہے۔ براہ مہربانی اس کو رہا کر

Marfat.com

دیں۔ عالمگیر نے اسی وقت اس کو چھوڑ دیا۔ آپ ڈیرہ کو گئے اور وہاں کے راجہ کو مع رعایا اپنا سکھ بنایا۔ بعد اس کے پشاور میں جا کر ایک دھرم سالہ بنوائی۔ چنانچہ وہ اب تک موجود ہے اور وہاں اب تک شب و روز چراغ روغن زرد روشن رہتا ہے۔ لنگر بھی جاری ہے۔ نادی لوگوں کا قدیم سے وہاں قبضہ ہے۔ پھر وہاں سے کابل کو گئے اور ملک کی سیر کرتے پھرے۔ بارہ برس مقام باٹھ میں عبادت الٰہی مشغول رہے۔ پھر کوہستان چنبہ میں ہوتے ہوئے مکرر لاہور میں تشریف لائے اور اسی مکان میں ڈیرہ کیا۔ کہتے ہیں کہ ان ایام میں بھی یہ جگہ دھرم سالہ بباعث مقام چند روزہ ان کے مکان سری چند مشہور ہو گیا تھا۔ فقط

سری چند صاحب کا نام سری چند بالا مشہور ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اگرچہ عمران کی ایک سو پچاس برس کی ہوئی مگر وہ امرد رہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ان کے سر پر باور یان یعنی پانچ چھ انگشت دراز بال تھے۔ وہ صاحب بجائے پاجامہ بجز یعنی لنگوٹ جس کی زنجیر تانبے کی اور بجائے پارچہ بھی ٹکڑا مس کا ہوتا تھا' رکھتے تھے۔ چند مدت یہاں فروکش رہے پھر بتاریخ ۲۷ فروری جلسہ عام میں بیٹھے بٹھائے نابود روپوش ہو گئے۔ جب یہ چرچا پھیلا تو ان کے چیلوں میں سے مسمی نارائن داس اور بھائی کمیلہ نے آکر یہاں نشان سمادھ بنایا۔ اور بھائی کمیلہ چند بطور (ص ۲۱۹) مجاور یہاں بیٹھا رہا۔ پھر بوقت بادشاہی گردی یہ جگہ ویران پڑی رہی اور اس وقت تک وہ کوٹھ کہ جس میں آپ آکر حسب الحکم شاہی بایمائے قاضی فروکش ہوئے تھے سالم کھڑا تھا۔ عرصہ تین سال کا ہوا کہ بعہد رنجیت سنگھ یہ مکانات باوا جمنا داس نے بنوائے۔

چیلے

(ص ۲۲۴) واضح ہو کہ سکھوں کے گورو دو قسم کے ہیں۔ ایک بیدی جو اولاد صلبی بابا نانک کے ہیں اور دوسرے نادی۔ وہ گرچہ ان کے چیلے ہیں مگر بیدی نادیوں کو بزرگ جانتے ہیں۔ بیاہ' شادی' فوت تولد پر سوا روپیہ ان کو بطریق نذر دیتے ہیں۔

سلسلہ نادیوں کا اس طرح سے جاری ہوا کہ سری چند کا چیلہ نارائن داس' اس کے دو چیلہ: ایک باوا سیتا' دوسرا بالک رام۔ باوا سیتا کے تین چیلے: ایک بھائی چورہ' دوسرا امر داس' تیسرا دیوانہ رام۔ بھائی چورا کا چیلہ رام داس۔ اس کا مہرداس۔ اور دیوانہ رام کا کرمان۔ اب رام داس کا چیلہ باوا جمنا داس مہنت سجادہ نشین سمادہ ہذا یعنی مقام تاہلی صاحب حال جس کا تحریر کر رہا ہوں' ہے۔

مہرداس کا چیلہ ہیرا داس اور ہیرا داس کے دو چیلے: ایک پھمن داس دوسرا کانہ

Marfat.com

داس۔ یہ دونوں بھی مکان ٹاہلی صاحب میں ہیں۔ اور بھائی کرماں کا چیلہ راجہ رام تھا۔ سو مر گیا۔ اب اس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

بالک رام جو چیلہ ناراین داس خادم سری چند کا تھا اس کا چیلہ بھائی شیو داس۔ شیو داس کے چار چیلے: ایک بشن داس' دوسرا دیا رام' تیسرا گوپال داس' چوتھا بھائی سکھ رام داس۔ بعد اس کے بشن داس کا چیلہ آتما رام یہاں لاہور میں بمقام ٹاہلی صاحب رہتا ہے۔ دیا رام اور گوپال داس کا کوئی چیلہ نہ ہوا مگر بھائی سکھ رام کا ایک چیلہ اودے پرکاش اب بابا نانک کے ڈیرہ میں موجود ہے۔

چیلہ بنانے کی رسوم

چیلہ بنانے کی دستور سکھوں نادیوں میں یہ ہے کہ جب کوئی ہندو یا سکھ چاہے کہ چیلہ بنے تو وہ گورو کے پاس آکر درخواست کرتا ہے۔ گورو نے اگر قبول کیا تو حتی المقدور کڑاہ تیار کرا کر اپنے گورو کی سمادھ کے آگے لا کر رکھتا ہے اور حجام کو بلا کر تمام سر منڈواتا ہے اور بعضے ریش بھی۔ بعد اس کے گورو اور ایک پیالہ شربت کا کر کے اس میں اپنا نر انگشت پا مع اور دو چار سادھاں کے دھو کر طالب کو پلاتا ہے اور نیز اس کے منہ پر چھینٹے مارتا ہے۔ بعدہ ست نام پانچ دفعہ اس کو سنا بلکہ یاد کرا کر حلوہ تقسیم کرتا ہے۔

(ص ۶۱۵) اگرچہ یہ لوگ ست نام کا منتر بغیر چیلے کے کسی کو نہیں بتاتے لیکن فقیر راقم کی غربت مزاجی پر رحم فرما کر باوا جمنا داس صاحب نے بعد کشش چند روزہ مہربانی در کے بتا دیا اور بندہ نے بطور یادگار درج کتاب ہذا کیا۔ وہ منتر یہ ہے۔

"ایک اونکار ست گور پرشاد۔ ست نام کرتا رکھ تربھو نردھی اکال مورت اجونی نہنگ گور پرشاد۔ اوہ سچ جگا د سچ ہے بھی سچ نانک ہو سی بھی سچ۔

حسب عقیدہ سکھاں اس منتر سے طالب چیلہ سکھ بنتا ہے۔ پھر وہ سب کو سلام کرتا ہے۔ فقط

ٹاہلی صاحب

حال ٹاہلی یہ ہے کہ ایک روز بوقت اشنان صبح گورو سری چند نے شاخ ٹاہلی سے داتن کر کے اس کو یہاں زمین میں گاڑ دیا۔ وہ بعد چندے قدرت الٰہی سے ایسا درخت کلاں پیدا ہوا کہ اب تک موجود ہے۔ سبحان اللہ

کارپاکان راقیاس از خود مگیر   گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

Marfat.com

حضرت انسان آئینہ' حضرت رحمان ہے۔ حضرت فقرا کو چشم حقارت سے دیکھنا لازم نہیں۔ کیونکہ شاید کہ درین گرد سواری باشد۔

بوقت تیاری سڑک ریلوے' صاحبان ریلوے نے ان کو کاٹ ڈالا تھا مگر اب وہ پھر جڑ سے پھوٹ آئی ہے۔ جو بلکہ تا بکمر بلند کھڑی ہے اور اسی کے نام سے یہ مکان اب ٹاہلی صاحب مشہور ہو رہا ہے۔ فقط

(ص ۱۱۴) واضح ہو کہ ایک یہ مکان ٹاہلی صاحب ہے۔ اور دوسرا بابا ڈیرا نانک میں اور ماسوا اس کے کئی مقام بنام نہاد ٹاہلی صاحب پنجاب میں ہیں۔

حال عمارت ڈیرہ گورو ارجن سورگباشی

(ص ۴۵۸) یہ مکان باہر دروازہ روشنائی کے شمال رویہ اور در قلعہ کے باہر بگوشہ بایب' سمادہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گوشہ' ایساں میں ثمن برج کے خاص غرب رویہ واقع ہے۔ فاصلہ اس کا دیوار بیرونی قلعہ سے صرف ایک سڑک شارع عام ہے۔ فقط

اس مکان کے تین دروازے ہیں۔ ایک بطرف جنوب جس میں طاق پختہ لگے ہوئے ہیں مگر بباعث اس کے کہ باہر اس کے بھرتی ہو گئی ہے ہمیشہ مسدود رہتا ہے۔ دوسرا خرد بطرف غرب اور ایک دروازہ کلاں بطرف مشرق ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ اس پر یہ عبارت بخط گورمکھی چونہ پر سیاہی سے تحریر ہے۔ اور عبات گورمکھی یہ ہے۔

بلاول مہلا

ست گرو دین دیال گھر بار تمہارو
جو جو نندا کرے تمہارا اس پہ سختی کرے کرتار
نانک داس تیری سرنائی جا کو سبد کھنڈ اپار
پاون ہے گاوت تیوس سہاگ ہرج گاوت دیوں کو سہرا
بج اٹھنے گورو مکھ جاری چت جو سرجن ہار
چار پدارت جے کو لیے سری گرو ارجن دیو دیہرا

گرد اس مکان کے چار دیواری خشتی جس کا طول پینتیس گز اور عرض تینتیس گز۔ ارتفاع سوا تین گز۔ شرقی اور شمالی دیوار باہر سے چونا گچ سفید مگر قدرے بوسیدہ۔ دیوار شمالی میں بھی ایک در محرابی تھا مگر اینٹوں سے مسدود ہے۔ گوشہ ایساں پر ایک گنبدی جس کے

Marfat.com

اٹھ در محرابی، اوپر کلس شکستہ اور گوشہ گگنی پر ایک درخت پیپل۔ گرد اس کے مدور دیوار۔ اس کے ساتھ ایک چوبارہ دو منزلہ گوشہ نیرت و نائب پر موہڑہ ہائے خشتی۔ موہڑہ گوشہ نائب قدرے شکستہ بوسیدہ۔ اس در شرق رویہ کے اندر جاتے ہی بطرف جنوب ایک کوٹھہ چونہ گچ تصویر دار، جس کا ایک دھن غرب رویہ اور ایک شمال کی طرف۔ اس جگہ کو سکھی کی دیگ کہتے ہیں۔ باعث اس کا یہ ہے کہ یہاں ایک کونڈہ سنگ سرخ واسطے بھنگ سائی کے گاڑا ہوا ہے۔ اس کے جنوب رویہ متصل دیوار شرقی ایک دالان سہ دھنہ۔ اس کے باہر گوشہ نیرت سے چاہ کلاں بطور باؤلی کا غرب رویہ اس باؤلی کا یہ زینہ شمال سے چل کر جنوب کی طرف چاہ میں جا ملتا ہے۔ گیارہ درجہ زینہ خشتی نیچے اتریں تو ایک سل سنگ سرخ کی لگی ہوئی ہے۔ وہاں کھڑا ہو کر آدمی پانی لے سکتا ہے۔ اس چاہ کی دیوار میں دو زنجیریں آہنی باین مراد لگی ہوئی ہیں کہ بوقت غواصی آدمی اس کو پکڑ کر غوطہ مارے۔ عرض اس زینہ کے درجوں کا ڈیڑھ گز۔

در بیرونی کے اندر بطرف شمال ویسا ہی ایک سہ دھنہ محرابی مسقف مرتبہ سرکی پوش جس کے اندر بطرف شمال ایک کوٹھڑی اس گوشہ ایساں میں اندرون چاردیواری قد آدم بلند چار سادہ ہیں۔ خشتی چونہ گچ بھائی حاکم سنگھ کی جو یہاں پہلے گدی نشین تھا۔ اس کے غرب رویہ بھائی لال سنگھ کی۔ اس کے غرب کی طرف مادر کچھی سرکار خوشی دامن مہاراجہ رنجیت سنگھ کی۔ نام مشہور وڈ پگن سرکار تھا۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کے اجداد وڈ پگے سردار مشہور تھے۔ دستار کو بزبان پنجابی پگ کہتے ہیں اور وڈ یعنی کلاں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سردار بڑی دستاریں باندھتے ہوں گے۔

غربی دیوار کے اندر بطرف شمال بھی چند کوٹھے اور کوٹھڑیاں مع ایک دروازہ ہیں۔ اس کے جنوب رویہ ایک چار دیواری (ص ۴۹۰) کے اندر گنبد سادہ کا بہت اچھی عمارت سے بنا ہوا واقع ہے۔ فاصلہ عمارت سادھ کا دیوار جنوبی سے تین گز، اور غربی سوا آٹھ گز شرقی سے دس گز یہ سادھ چار دیواری کے اندر جنوب کی طرف واقع ہے۔ شمال رویہ سادھ کے ایک دالان۔ اس دالان کے ساتھ بطرف غرب و جنوب اور دالان جو یہ مقام گرنتھ ہے۔ شمال رویہ سادھ کے تمام فرش خشتی ہوا ہے۔ گوشہ ایساں میں ایک چبوترہ چار انچ مرتفع، سوا دو گز مدور اور اس پر ہشت پہلو تھڑہ خشتی تاگردن بلند استرکار۔ اس کے اوپر ایک فٹ بلند دیوار اس کے میانہ میں ایک جھنڈا، سولہ گز بلند، چوبیں، رسوں سے جکڑا کھڑا ہے اس تھڑہ کے آٹھوں پہلوؤں میں تصویریں سکھوں کی بنی ہوئی ہیں۔

Marfat.com

اور عمارت سادہ کی دو درجہ والی۔ ایک درجہ تو چاروں طرف باہر مقام طواف۔ اس کے درمیان زیر گنبد۔ صورت اس کی مربع۔ راہ آمد و رفت بطرف شمال۔ آگے اس کے تین زینہ ! جس کے غرب و شرق رویہ شیر خشتی بنے ہوئے ہیں۔ طول و عرض اس کا برابر ساڑھے گیارہ گز۔ کرسی مقام فرش سے سوا گز بلند چاروں طرف۔ بالائی کرسی میانہ میں سہ دمنہ جس کی بغلوں میں ایک ایک کھڑکی۔ ان کے سر پر باہر میانہ میں تمہ گنبدی اور پھر دو گوشہ سالمہ گنبدی۔ ان میں کٹہرے خشتی۔ عمارت اس کی اندر باہر سے قالبوتی خشتی، استرکار، منقش با تصاویر، سوا گز عرض، طواف گاہ کا درجہ اندرونی جس میں خاص سادہ ہے تا سقف درجہ بیرونی مربع اور اوپر گنبد جس میں آئینے لگے ہوئے ہیں۔ یہاں باہر گوشہ ایساں میں ایک شتری یعنی نقارہ کلاں رکھا ہوا ہے جو ہر روز شام کو بجایا جاتا ہے اور اندر میانہ میں ایک چبوترہ نشان سادہ اس درجہ اندرونی کا دروازہ شمال رویہ جس میں کٹہرہ سنگ مرمر کا لگا ہوا ہے۔ عرض اس کا سوا گز، ارتفاع پونے تین گز۔ اس کے آگے باہر کی طرف دو زینہ سنگ مرمر۔ کرسی اس درجہ اندرونی کی باہر کی کرسی سے ایک گز بلند۔ اس دروازہ میں تختہ چوبی رنگین گلکار لگے ہوئے ہیں۔ اندر متصل در ہذا ایک پتھر ہشت پہلو سنگ مرمر کا اور بقیہ تمام فرش خشتی چونہ گچ برنگ ہرمچی۔ اس کے اندر بطرف شرق و جنوب دو دریچہ خشتی جن میں پنجرہ ہائے گلی سرخ رنگ کے لگے ہوئے ہیں۔ اندر اس کے تمام تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ سقف، منقش، استرکار، طلائی بطور شیش محل جس میں تمام آئینہ لگے ہوئے ہیں۔ چبوترہ سادہ ہم شکل میز، جس پر ہمیشہ غلاف، کبھی سفید کبھی رنگین کبھی زرکار پڑا رہتا ہے۔ اور تین تیر ایک مورچھل ہمیشہ اس پر رکھا رہتا ہے۔ باعث اس کا یہ (ص ۴۶۱) ہے کہ بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ پھولا سنگھ اکالیہ ایک روز یہاں آیا اور تیر و کمان نذر چڑھا گیا اور حکماً" کہہ گیا کہ یہ تیر ہمیشہ سادہ پر رکھے رہا کریں۔ اوپر سائبان طلائی زری کا اور کبھی سادہ تنا رہتا ہے۔ فرش قدرے مرمت طلب ہو گیا تھا۔ اب عرصہ ایک سال ہوا کہ راجہ صاحب والی نابھہ نے فرش اندرونی کی مع اجارہ مرمت کرا دی۔ اس کی یادگار کے واسطے بطرف جنوب اجارہ پر خط گورمکھی نام راجہ صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ فقط۔

مقام طواف کے گوشہ نیرت میں زینہ اوپر جانے کا۔ بالائی منزل ثانی گنبد طواف گاہ سے بارہ زینہ خشتی چڑھ کر اوپر جانا ہوتا ہے۔ سقف زینہ قالبوتی۔ جب اوپر جائیں تو سقف پر فرش چونہ گچ۔ چاروں طرف دیوار قد آدم بلند جس کے چاروں گوشوں پر چار گنبدیاں مربع مرغولی، قدرے کلاں، کلس دار اور ادھر دیوار میں متصل لب دیوار نو کھڈے محرابی۔

Marfat.com

ان کے اوپر انیس انیس گنبدیاں خرد کلس دار خوشنما۔ مگر اب کسی کسی کا کلس ٹوٹ گیا ہے۔ میانہ میں گنبد کلاں۔ جس کے گوشہ بائیں میں ایک مربع سقبہ۔ یہ جگہ بطور خفیہ تہ خانہ ہے اگر اس میں کچھ اسباب رکھ کے اس کا منہ بند کر دیں تو یکایک کوئی شناخت نہ کر سکے۔ تمام عمارت گنبد کی استر کار پہاڑی دار۔ اوپر کلس طلائی۔ چاروں طرف اس کے گوشوں پر اور چار گنبدیاں۔ ان پر کلس سورج مکھیاں طلائی ملمع۔ ماسوائے اس کے چاروں طرف سات سات گنبدیاں، خرد کلس دار، کل اٹھائیس۔

اور دالان گرنتھ صاحب والا تمام تصویر دار، استر کار۔ سقف اس کی خاتم بندی چوبی۔ جس کے میانہ میں ایک آئینہ مدور۔ ہمیشہ یہاں گرنتھ ہائے مفصلہ ذیل رکھے ہوئے ہیں۔

آدھ گرنتھ۔ دو گرنتھ گورو گوبند صاحب۔

ایک ان کے اوپر سائبان دریائی کا اور کبھی اور کپڑے کا۔ اندرون دیوار غربی تین طاقچہ۔ ان پر محراب نقاشی۔ اس میں تصویر گورو ہرگوبند اور گورو ارجن و گورو رام داس اور بابا نانک اور گورو انگد وغیرہ دسوں گوروؤں کی۔ فقط

اب اس ڈیرہ میں مفصلہ ذیل لوگ رہتے ہیں۔

سنت سنگھ، ہیرا سنگھ، کشن سنگھ سجادہ نشینان۔ سور داس جاروب کش جس کا اصلی نام سوہن سنگھ۔ یہ لانگری کا بھی کام کرتا ہے۔ ایک قوال جو دو وقت گانے آتا ہے۔ اس کو اٹھارہ روپے سال دیتے ہیں۔ فقط

احوال مکان معبد سکھاں المشہور چھیویں بادشاہی یعنی بادشاہی ششم

(ص ۴۲۶) شرق رویہ موضع مزنگ اور مقبرہ حضرت شاہ ابو اسحاق صاحب کے ایک مکان المشہور چھیویں بادشاہی ہے۔ اس مکان کا دروازہ آمد و رفت جنوب رویہ ہے۔ گرد و نواح اس کے چار دیواری خشتی اور اس میں غرب رویہ چار مڑھیاں یعنی سمادھیں ہیں۔ ایک تو بھائی صوبہ سنگھ کی جو یہاں کا گدی نشین تھا۔ اور بقیہ ایک بجن سنگھ نامی، دوسری دھیان سنگھ کی، تیسری اس کی عورت کی۔ اس کے اندر ایک اور چار دیواری۔ اس میں چاہ پختہ جس کے اوپر چار اور دروازے والی چار دیواری مسقفہ۔ غرب رویہ اس کے سبیل واسطے پانی پلانے کے اور متصل اس کے باغیچہ واسطے پھولوں کے۔ یہاں سے پھول لے کر (ص ۴۲۷) گرنتھ پر چڑھاتے ہیں۔ شمال رویہ کوٹھہ مسافر خانہ اس چار دیواری سے ذرا نیچان

Marfat.com

ایک اور احاطہ چار دیواری بطور مسافر خانہ ہے۔ اس کے دو دروازے ایک شرق رویہ لب سڑک قصور اور دوسرا جنوب رویہ واسطے اندر آنے کے۔ اس چار دیواری میں شرق رویہ ایک مکان سہ منزلہ واسطے سکونت بھائی گدی نشین کے اور متصل اس کے دو کوٹھہ اور ایک والان۔ پھر اس چار دیواری کے جنوب رویہ ایک چوبارہ پر ستش۔ یہ مقام پختہ ہے۔ اس میں فرش چونہ گچ اور زینہ سنگ مرمر کا۔ اندر اس کے ایک چبوترہ خشتی پختہ چونہ گچ تین فٹ مرتفع۔ اس پر تمام فرش پختہ بہت اچھا۔ پھر تین زینہ چڑھ کے دروازہ مرغولی کٹہرہ دار واسطے آمد و شد دربار صاحب کے۔ اس چوبارہ کا نام دربار ہے۔ اس میں تمام تصویریں بنی ہوئی ہیں اور چھت قالبوتی آئینہ دار منقش۔

اور غرب رویہ مکان ہذا کے دالان در دالان دو درجہ والا جس کے اندر دو کوٹھریاں بھی ہیں۔ اس کے شمال رویہ کھڑکی ہے۔ دالان شرق رویہ میں دو گرنتھ رکھے ہوئے ہیں اور اوپر اس کے چھوٹا سا سائبان بھی تنا ہے۔ ہمیشہ یہاں دو گرنتھی واسطے گرنتھ پڑھنے کے حاضر رہتے ہیں۔ دالان کے شرق رویہ درخت نیم اور اس کے ساتھ جھنڈا سفید مع کلس آہنی رکھا ہے۔ باہر کے دروازے کے اندر غرب رویہ چاہ کلاں آوارہ پڑا ہے اور تمام مڑھیاں (ص ۲۴۸) سفید چبوتروں پر واقع ہیں۔

(ص ۲۴۷) اور عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں یہ مکان بنا۔ (ص ۲۴۸) اور یہ مکان سکھوں کا بڑا عبادت گاہ ہے۔ ماسوا سکھوں کے تمام اہل ہنود بھی اس مکان کا ادب کرتے ہیں۔ (ص ۲۴۷) اور چاند کی پانچویں یہاں میلہ ہوتا ہے اور کڑاہ پرشاد تقسیم اور چراغاں بھی ہوتا ہے۔ (ص ۲۴۸) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں اس مکان کا بڑا چرچا تھا۔ چونکہ یہ مکان ملحقہ مکان پانچویں بادشاہی' جو شرق رویہ قلعہ سے ہے' لہذا معافی اس مکان کی شامل اس مکان کے واگزار ہے۔ (ص ۲۴۷) اور یہاں بھائی نہال سنگھ بٹھایا ہوا سنت سنگھ پانچویں شاہی والے کا رہتا ہے۔

گورو ہرگوبند

حال اس کا یہ ہے کہ یہاں گورو ہرگو بند صاحب نبیرہ گورو رام داس جن کا مکان امرتسر میں ہے سکونت پذیر رہے ہیں (ص ۲۴۸) اور یہاں کے باشندے لوگ کہتے ہیں کہ گورو صاحب کی حضرت شاہ ابو اسحاق سے بدرجہ کمال دوستی تھی اور ہمیشہ ایک جا بیٹھ کر عبادت کرتے تھے اور یہ گورو صاحب بڑے صلح کل اور بے تعصب بندے تھے۔ (ص ۲۴۷) اور یہاں ایک مکان بطور چبوترہ ان کے بیٹھنے کی جگہ چونہ گچ موجود ہے۔ اس پر

Marfat.com

ہمیشہ غلاف پڑا رہتا ہے۔ گرد اس چبوترہ کے ایک راہ واسطے طواف کے بنا ہے۔ عہد جہانگیری میں یہ صاحب آ کے یہاں بیٹھتے تھے۔

دوسری بادشاہیاں

اور ماسوا اس کے سکھوں کی دس بادشاہیں اور عبادت گاہاں قدیم مشہور ہیں۔ اس طرح پر کہ گورو نانک صاحب کا ڈیرہ مشہور ہے اور مقام ننکانہ بھی علاقہ تحصیل شرق پور میں مکانات مشتہرین میں سے ہے۔ سو وہ پہلی بادشاہی کہلاتی ہے۔ دوسری گورو انگد صاحب کی مقام کھدوڑ میں۔ تیسری بادشاہی گورو امرداس کی۔ ان کا مکان چند مکانوں میں ہے۔ چوتھی بادشاہی گورو رام داس کی امرتسر میں۔ پانچویں گورو ارجن صاحب کی لاہور میں۔ اور چھٹی بادشاہی یہ جگہ گورو ہرگوبند صاحب کی۔ اور ساتویں گورو ہر رائے صاحب کی امرتسر میں اور آٹھویں گورو ہر گوبند صاحب کی اور نویں گورو تیغ بہادر کی۔ دسویں گورو گوبند سنگھ صاحب پنتھ سکھوں کی۔

حال شہید گنج

(ص ۶۹۲) دہلی دروازہ کے باہر، شرق رویہ بازار لنڈا و سرائے محمد سلطان ٹھیکہ دار سرکار انگریزی جنوب رویہ سرائے ایک مسجد قدیم پختہ ریختہ کار کھڑی ہے۔ عہد چغتائی میں یہ نواح بنام چوک دارا مشہور تھا۔ کیونکہ حویلیاں محمد دارا شکوہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہاں ہی تھیں۔ بعد نظامت عبداللہ خان برادر نواب خان بہادر، جس کو خاتمہ حکومت اہل اسلام کہنا چاہئے، مسجد ہذا پر قبضہ مو پسراں چلا آتا ہے۔ قابض حال مسمی گنڈا سنگھ۔ نیچے مسجد ہذا دیوار بدیوار آٹھ دکانیں بھائی جیون سنگھ پدر گنڈا سنگھ نے سمت ۱۸۷۰ بکرماجیتی میں بنوائی تھیں جو تاحال موجود ہیں۔ روبرو اس مسجد کے مکان شہید گنج معبد سکھاں ہے۔ چونکہ وہاں اکثر اوقات آمد و شد سکھاں رہتی ہے اس باعث سے یہاں بھی ایک چھوٹا سا بجائے خود بازار آباد ہو گیا ہے۔

دروازہ مسجد شمال رویہ سر راہ محرابی خشتی۔ اس کی بغلوں میں بطرف شرق و غرب دو تھڑیاں اس کے اوپر ایک مکان سہ منزلہ ہے جس کی سقف اول میں بھائی کاہن سنگھ صاحب کا پلنگ بچھا ہوا ہے۔ یہ کاہن سنگھ بڑا متعبد فقیر تھا۔ عرصہ چھ سال کا گزرا ہے۔ کہ وہ زاویہ نشین عدم ہو گیا ہے۔ اب پلنگ پر وہ استراحت فرمایا کرتے تھے۔ اس باعث سے تمام سکھ لوگ اس کا ادب کرتے ہیں۔ اور مسجد کے تین گنبد۔ اب محرابوں کو بند کر کے

Marfat.com

طاق تختے سکھوں نے لگائے ہیں۔

مسجد شہید گنج کی تعمیر

بعد تلاش مالا کلام معلوم ہوا کہ بانی اس مسجد کا مسمی عبداللہ خانساماں دارا شکوہ تھا۔ شمال رویہ مسجد کے فیمابین مکان رسول شاہیاں شہید (ص ۶۹۳) بلکہ ایک حمام پختہ عالیشان گنبد کلاں والا مبنیہ دارا شکوہ عبرت افزائے دیدہ نظار گیان دشوار پسند کھڑا ہے۔ کرایہ اس کا اب گنڈا سنگھ و گورو دت سنگھ لیتے ہیں۔ سبحان اللہ و الحمدللہ۔ وہ حمام باہتمام عبداللہ خان ۱۰۶۰ میں تعمیر ہوا تھا۔ بعد اتمام اس حمام کے یہ مسجد ۱۰۶۴ء میں اس تقریب سے اس نے بنا کرائی کہ چند عرصہ کے واسطے وہ عبداللہ خان کوتوال لاہور مقرر ہو کر مقام نخاس میں جلوس کیا کرتا تھا۔ اب اس مقام نخاس کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ ابتدائے علمداری انگریزی میں ایک دروازہ کلاں عالیشان اس نخاس کا کاشی کار' ہمشکل دروازہ مسجد وزیر خان مرحوم' سر راہ شمال رویہ اس سڑک کے قائم کھڑا تھا مگر محمد سلطان صاحب کی مہربانی میں داخل ہو مسمار کرایا گیا۔

سمادھیں

شرق رویہ دیوار بدیوار مسجد ہذا کے ایک حلقہ چار دیواری پختہ مبنیہ سکھاں ہے۔ اس کے اندر کئی سمادھیں گنبد دار سکھوں کی کھڑی ہیں۔ حال ان کا درج ذیل ہے۔ وہاں گوشہ ایساں میں ایک چاہ چرخ چوب والا جاری ہے۔ شمال رویہ اس احاطہ کے' جنوب رویہ بر سر راہ زمین سے تا سینہ بلند ایک والان خشتی استر کار۔ اس کا نام سکھی کی دیگ مشہور ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ یہاں گنڈا سنگھ وغیرہ متعلق اس کے بیٹھ راہ روانوں کو پانی اور بھنگ پلاتے ہیں۔ جو چاہے پی لیوے۔ ہر وقت یہ دونوں چیزیں موجود رہتی ہیں۔ اس مکان کے گوشہ کنئی میں ایک حوض چار زینہ والا ہے جس میں چاہ چرخ چوب والا سے پانی آکر جمع ہوتا ہے اور چار کونڈے بھنگ سائی کے واسطے زمین میں گاڑے ہوئے ہیں۔ دم تحریر مالک اس مکان کے گنڈا سنگھ د گورودت سنگھ ہیں۔ اگرچہ بعد سکھاں خرچ بھنگ بکثرت ہوتا تھا مگر اب بھی ایک روپیہ یومیہ کی بھنگ وغیرہ کا خرچ ہوتا ہے۔

جنوب رویہ اس مکان کے' یعنی دیگ کے' چبوترہ خشتی پر سجادہ سفید بھائی جیون سنگھ کا۔ یہاں سے تین زینہ اتر کے ایک اور چار دیواری ہے۔ دروازہ کا شمال رویہ۔ اس کے اندر گنبد سادھ بابا سائیں داس کی' اس کے اندر سائبان دارائی کا اکثر تنا رہتا ہے۔ سقف

Marfat.com

گنبد میں آئینہ بھی نصب ہیں۔ عرصہ پچاس سال کا منقضی ہوا کہ یہ صاحب فوت ہوئے ہیں۔ اس سمادھ پر اکثر اور خصوصا" بروز مسیا یعنی غرہ ماہ شمسی راگ رنگ ہوتا ہے اور سلخ کے ہر مہینہ میں چند اشخاص ارادتا" جمع ہوتے ہیں اور کڑاہ پرشاد یعنی حلوہ تقسیم ہوتا ہے۔ فقط

دربار صاحب شہید گنج

بالمشافہ مسجد کے ایک اور چار دیواری خشتی طولانی جس کے جنوب رویہ بطرف غرب سرراہ ایک دریچہ بخارچہ دار جس کے آگے بطور برآمدہ نشست گاہ۔ غرب رویہ اس کے ایک مکان خراس جس میں یہاں کے خرچ کے واسطے آٹا پیسا جاتا ہے۔ یہ مکان دربار صاحب المشہور شہید۔ گنج۔ دروازہ اس کا روبروئے مسجد دیوار جنوبی میں اور اس کا مقام ڈیوڑھی دیوار جنوبی کے باہر سرراہ ایک طولانی چبوترہ پختہ۔ اس کے اندر میانہ میں دو گنبد سمادھ۔ ایک گنبد بھائی دیوان سنگھ اور دوسرا بابا مہان سنگھ سرگباش کا۔ پاس اس کے چند درخت نیم پیپل وغیرہ (ص ۶۹۴) کھڑے ہیں۔ بطرف غرب ایک متع والان استر کار۔ چھت اس کی چوبی خاتم بندی والی۔ شرق رویہ اس کے چار دھن محرابی قالبوتی۔ اندر شمال رویہ ایک کوٹھری اور جنوب رویہ وہ بخارچہ جس کا حوالہ اوپر ہوا ہے۔ والان کے میانہ میں دو تخت پوش چوبی بچھے ہوئے ہیں۔ ان پر ہمیشہ ایک گرنتھ آدھ اور دوسرا گرنتھ دسویں بادشاہی کا رکھا رہتا ہے۔ اور ہمیشہ بہت ارادت سے شبد ان کا پڑھا جاتا ہے۔ بہر صورت مکان پر تکلف گونہ نورانی ہے۔

میر منو

اصل حال اس کا یوں مسموع اور محقق ہوا کہ بعد تنزل سلطنت چغتائی میر منو صاحب کو تعصب مذہبی نے بہت ہی ناچار کر رکھا تھا چنانچہ اکثر اوقات سکھ کشی اور ہندو آزاری میں مشغول رہا کرتے تھے حتیٰ کہ جب انہوں نے سکھوں کو بہت تنگ کر کے قتل کرنا شروع کیا تو ان لوگوں نے یہ مقولہ بزبان پنجابی مشتہر کیا۔

میر منو ساڈی واتری تے اسی اوس دے سوئے
جوں جوں سانوں وڈھدا دونے دونے ہوئے

ہر کمالے را زوالے۔ آخر کار اس نے اپنی تمام قلم رو میں اشتہار دیا کہ جو کوئی ایک سکھ کا سر لادے پچیس روپیہ انعام پاوے۔ بے خبر اس سے کہ خون ناحق کا کیا ثمرہ ملتا ہے۔ اس

Marfat.com

وقت تک یہی مقام متصل کوتوالی سزاگاہ تھی۔ یعنی ہر مجرم و کافر یہاں ہی قتل کیا جاتا تھا۔

اس ایام میں بھائی تارا سنگھ اور منی سنگھ قوم سکھاں سے زاہد و متعبد و سادھ مشغول پرستش خالق اکبر رہا کرتے تھے۔ جب ان کی اس کو خبر ملی تو درصدد قتل ان کے ہوا۔ اگرچہ ہر ایک نے ارکان دولت سے عرض کی کہ وہ خلوت گزیں مرنجاں و مرنج سادھ ہیں ان کو تکلیف دینی مناسب نہیں لیکن تقدیر اس کو کب سننے دیتی تھی۔ الغرض ان کو گرفتار کر کے بہت بہت تکلیفیں دیں اور اسلام ظاہر کیا۔ انہوں نے انکار کیا تو حکم دیا کہ ان کا پوست جسم سے اکھاڑا جائے۔ وہاں تو حکم کی دیر تھی۔ انہوں نے اف نہ کی اور شکر و حمد گویاں چمڑا اکھڑوایا۔ بعد ازاں وہ حالت نزع میں تھے کہ نمک پاشی ان کے جسم ہائے مجروحہ پر کرائی۔ اس وقت انہوں نے سراپ دیا کہ اچھا ہم تو مر ہی چکے ہیں پر تو بھی اس ہفتہ میں عدالت گوروؤں میں طلب ہو گا۔ تیرا یہ ظلم اور ہمارا صبر صفحہ ہستی پر مدت مدید یادگار رہے گا۔

(ص ۶۹۵) جب یہ دونوں سادھ بایں ذلت قتل ہوئے تو اسی ہفتہ میں میر منو صاحب بخیال غزا قصور کی طرف گئے۔ اتفاقاً" زیر سواری ایک گھوڑی باد پیا تند قدم تیز رو تھی۔ کسی چیز سے بھڑک کر ایسی بدلگام ہوئی کہ آسن اس کا زین سے اکھڑ گیا۔ ہرچند سنبھالا قابو میں نہ آئی۔ آخر کار یہ حالت ہوئی کہ ایک پاؤں اس رکاب میں رہا اور تن زمین پر۔ ہر چند واویلا کیا کوئی مدد کو نہ پہنچا۔ لاچار اسی تکلیف میں قدم انداز بادیہ آخرت ہو گیا۔ عقیدہ لوگوں کا ان سادھوں کی طرف بڑھ گیا ہے۔ آرے سچ ہے۔

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درحق بہر استقبال می آید

لاش اس کی لاہور میں آئی اور شرق رویہ اس مقام شہید گنج کے مدفون ہوئی۔ چنانچہ اب تک بطور بارہ دری طولانی خشتی ریختہ کار قائم کھڑی ہے۔ عہد مہاراجہ شیر سنگھ میں قبر اس کی کھدوائی گئی۔ باعث اس کا ایک تو تعصب مذہبی تھا اور دوسرا کسی سکھ مخبر نے خبر دی کہ میر منو کی قبر کے نیچے ایک سرد خانہ ہے جس میں بہت دولت مدفون ہے۔ ان خام طمعوں کو تو بہانہ ہی چاہئے تھا۔ تمام زمین کھدوا ڈالی۔ یہ بھی مقام تعجب ہے کہ عمارت مقبرہ باقی رہی ہوئی ہے۔ اب دروازے اس کے بند کر کے کسی نے بھوسہ اس میں بھر رکھا ہے۔ کرایہ اس کا داروغہ نزول وصول فرماتے ہیں۔

چشم کشا صنع الٰہی راببین

Marfat.com

حال منی سنگھ

واضح ہو کہ جناب سری گورو گوبند سنگھ صاحب بہادر سرگباش کی خدمت میں دو شخص یعنی بھائی منی سنگھ و گلزار سنگھ ہروقت شب و روز حاضر رہا کرتے تھے۔ یہ بھائی منی سنگھ بڑا قابل نامی شاعر زبان پنجابی کا تھا۔ چنانچہ جو گرنتھ گورو صاحب تجویز فرمایا کرتے تھے بھائی صاحب اس کو نظم میں لاتے تھے۔ قدیم سے یہ ہر دو بھائی ساکن موضع انند پور علاقہ کوہستان کے تھے اور اکثر اوقات گورو صاحب ممدوح کا وہی موضع مقام بود و باش ہوتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں صاحب امرتسرجی کے درشن کے واسطے امرتسر میں آئے۔ جب اشنان سے فارغ ہو کر روانہ ہونے لگے تو گرفتار ہو کر لاہور لائے گئے۔ حسب تذکرہ مرقومہ بالا جب انہوں نے اسلام قبول نہ فرمایا تو بھائی گلزار سنگھ کا بند بند جدا اور پوست اکھاڑا گیا اور یہ بتاریخ پنجم صفر سن ۱۱۴۰ میں سرزد ہوا تھا۔

تارا سنگھ اور منی سنگھ کی سمادھ

(ص ۶۹۴) سمادھ ان کی بطرف شمال ایک چبوترہ خشتی پر مع گنبد چار درہ موجود ہے۔ تین دروں میں پنجرے گلی اور ایک کشادہ آمد و رفت کے واسطے ہے۔ متصل لب بام گنبد۔ تمام چاروں طرف خرد خرد گنبدیاں۔ اندر چبوترہ پر دو مڑھیاں' سفید جن پر اکثر چادر سفید پڑی رہتی ہے' اول خام پھر بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ یہ تمام عمارت تیار ہوئی۔

اس گنبد کے شرق رویہ ایک سمادھ سردار ہنا سنگھ ملوی کی اس سمادھ کی عمارت بہت اچھی پر تکلف ہے۔ باہر چاروں طرف مقام تمام گردش جس کو یہ لوگ ہندی زبان میں مقام پر دکھنا (ص ۶۹۵) کہتے ہیں۔ چاروں گوشوں میں چار کوٹھریاں۔ چاروں طرف پنجرہ ہائے سنگ سرخ نصب۔ در آمد و رفت جنوب رویہ اندر اس کے دو مڑھیاں ایک خود اس کی اور دوسری اس کی جورو کی۔ فقط

معافیان

بعد مہاراجہ کلاں چرچا اس مکان کا بہت تھا۔ ہمیشہ وہ جبیں سائی کے واسطے آیا کرتا تھا اور نذر چڑھایا کرتے تھے۔ جب تک وہ حکومت پر قائم رہے تب تک یہاں پچیس روپیہ یومیہ کا صدا برت جاری رہا۔ باسوا ان کے علاقہ ترن تارن ضلع امرتسر میں گیارہ سو روپیہ کی جاگیر ملحق اس مکان کے تھی اور موضع نوچک وال و مظفرپور علاوہ برآں اور شرق پور

Marfat.com

ضلع لاہور (ص ۲۹۶) میں ایک چاہ پچاس روپیہ کا اور نواح لاہور میں مفصلہ ذیل معافی معاف تھی۔

موضع سکیاں میں چاہ چار۔ بیلنہ بھائی دستی رام ایک چاہ۔ علاقہ نخاس میں پانچ چاہ۔
مہاراجہ کا معمول تھا کہ ہر رات کو مبلغ ایک سو روپیہ بطور تصدیق سرہانے رکھا جاتا تھا۔ جو صبح کو معرفت بھائی رام سنگھ تقسیم ہوتا ہوتا تھا۔ اس میں بھی پانچ روپیہ یومیہ ملتا تھا جس کو خرچ بھنگ میں صرف کیا کرتے تھے۔ عہد سکھاں میں ماسوا اس معافیات کے لاہور کی منڈیات غلہ سے فی چھٹ خرد نرگاؤ ایک چھٹانک اور فی گاؤ آدھ سیر، فی شتر پر بارہ آدھ پاؤ بطور محصول ان لوگوں کو ملتا ہے۔ اور جو کوئی سوار پیادہ مسافر اس راہ سے آتا جاتا تھا اس سے فی نفر دو پائی حکما" وصول کر لیتے تھے۔ آگے سکھا شاہی تھی مگر اب بھی حسب مرضی مسافران کچھ نہ کچھ لے لیتے ہیں۔

ملداری سکھاں میں یہ لوگ بہر طور آسودہ رہے۔ جب سرکاری انگریزی کا عمل دخل ہوا تو ان تمام مرقومہ بالا معافیات سے بنام جیون سنگھ سجادہ نشین جس کا بیٹا گنڈا سنگھ اب موجود ہے اٹھارہ سو روپیہ کی جاگیر باین اقرار تاحین حیات واگزار ہوئی کہ بعد وفات اس کی کہ ایک سو پچاس روپیہ کی جاگیر علی الدوام اس کی اولاد کو معاف رہے گی۔ مگر اس میں چہارم حصہ زر آمدنی بطور نذرانہ داخل خزانہ سرکار ہوا کرے گا۔ بعدازاں سنہ ۱۹۱۴ بکرما جیتی میں بروز سہ شنبہ نحتہ دو آدشی مرگیا۔ سادھ اس کی یہاں ہے۔ اب اسی حکم پر عملدرآمد ہو گا۔

سکھوں میں بھنگ نوشی کا بڑا ثواب ہے۔ باعث اس کا یہ بیان کرتے ہیں کہ بوقت گورو گوبند سنگھ صاحب کے اکثر جنگ اہل اسلام رہا کرتا تھا۔ اس حالت میں انہوں نے حکم دیا کہ ہر سکھ قدرے افیون اور قدرے بھنگ پیا کرے تاکہ خوف اس کے دل پر مستولی نہ ہو۔ اور ہندو فقیر جو کہ اس کو بہت استعمال کرتے ہیں اس کا مقولہ ہے کہ شیوجی مہاراج بھی نوش کیا کرتے تھے۔ یہ معاملہ قرین قیاس ہے کیونکہ اب تک جہاں تصویر شیوجی کی نظر آتی ہے وہاں اکثر بھنگ چھانتے ہی نظر آتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر و شیر

حال سجادہ نشینی

اصل حال ان کی سجادہ نشینی کا حسب بیان ان لوگوں کے اس طرح واضح ہوا ہے کہ

Marfat.com

جب بھائی منی سنگھ و گلزار سنگھ مارے گئے تو خاص متصل کوتوالی اسی مقام پر جلائے گئے۔ بھائی جگا سنگھ ان کے ارادت مندوں سے تھا۔ گاہ بگاہ جاروب کشی کر کے چراغ بتی کر جاتا تھا۔ جس ایام میں کہ دیوان لکھ پت رائے و جسپت رائے ناظموں نے دربار میں رشد پایا تو حکام سے کہہ کہا کہ کوتوالی یہاں سے موقوف کرائی اور جگا سنگھ کا نان دو وقتہ اپنے لنگر سے مقرر کر دیا۔ بعد چندے اس نے مڑھی خام ان کی بنوائی اور یہاں بیٹھ کر اس نے گرنتھ پڑھنا شروع کیا۔ جب وہ ۱۸۳۰ اٹھارہ سو تیس میں مرگیا تو بھائی جیون سنگھ خلف اس کا (ص ۶۹۷) بدستور قائم مقام بنا۔ خدا نے اس کی مرادیں برلائیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ حاکم ہو گیا۔ سنہ ۱۹۱۴ میں وہ بھی راہی ملک عدم ہو گیا۔ اب گنڈا سنگھ بیٹا اس کا سجادہ نشین ہے۔ مکان سکھ دی دیگ وغیرہ دوکانات جو دو طرفہ سر راہ ہیں ان کے لواحقین کے قبضہ میں ہیں۔ دم تحریر مفصلہ ذیل اشخاص اس مکان میں سکونت پذیر موجود ہیں۔

گنڈا سنگھ۔ چھمن سنگھ گرنتھ خوان۔ سکھا سنگھ باورچی۔ آسا سنگھ بن گنڈا سنگھ۔ پریم سنگھ نبیرہ گنڈا سنگھ۔ رام سنگھ۔ انگولی کشن۔ بھائی ایرہ۔ بھائی گلاب۔ یہ ہر دو شبد خواں ہیں اور دو روپیہ ماہواری مع نان و پارچہ آمدنی دربار سے ماہ بماہ ملتا ہے۔ ان میں سے آسا سنگھ بن گنڈا سنگھ ملازم دیگ سکھاں ہے۔ اس کا یہی کام ہے۔ شب و روز بھنگ تیار کر کے راہ رواں کو پلائے۔

دوکانات و ہر دو خراس متعلقہ شہید گنج خراس وغیرہ کا قابض لال سنگھ ہمشیرہ زادہ گنڈا سنگھ۔ ماسوا اس خراس کے ایک خراس اندر ہے جس میں لنگر کا آٹا پیسا جاتا ہے۔ جنوب خراس بیرونی کے زیر مسجد جو دو دکانیں ہیں کرایہ ان کا بھی آٹھ آٹھ آنہ ماہواری لال سنگھ لیتا ہے۔ دو دوکانیں سوداگر سنگھ ہمشیرہ زادہ ثانی گنڈا سنگھ کے قبضہ میں ہیں۔ یہ بھی آٹھ آٹھ آنہ ماہوار کرایہ لیتا ہے۔ دو دوکانوں میں خود لال سنگھ آرد فروشی وغیرہ بقالی کرتا ہے۔ ایک دوکان پنجم سنگھ ہمشیرہ زادہ گنڈا سنگھ کے قبضہ میں ہے اور ایک دوکان پر نتھا سنگھ اور ایک پر رام سنگھ قابض ہے۔ گوشہ گلی شہید گنج میں چار دوکانیں اور ہیں۔ ان میں تہ زمی گنڈا سنگھ لیتا ہے اور عملہ اشخاص مفصلہ ذیل کا ہے مگر گنڈا سنگھ کرایہ ان سے نہیں لیتا۔ یہ ہر چہار دوکانات سمت ۱۹۰۵ میں بنی ہیں جو بشن سنگھ مہتہ ساکن امرتسر۔ حکم سنگھ۔ کلیان سنگھ۔ لکھا سنگھ نے بنوائی۔

سمادھ صاحب سنگھ

مقام دیگ سکھ کے متصل دیوار بدیوار سمادھ ہائے مفصلہ بالا کے جنوب رویہ ایک

Marfat.com

عمارت چار دیواری خشتی بلند کے گوشہ ہائے گنی وبائی پر باہر کی طرف مشکل برج عمارت بنی ہوئی ہے۔ یہ مقام سادھ بھائی سنگھ مشہور ہے۔ در آمد و رفت کا شرق رویہ (اس کے دروازہ کے باہر شرق رویہ بفاصلہ چند قدم زیر درخت چبوترہ مزار پر انوار حضرت شاہ کاکو چشتی صاحب مرحوم ہے جس کا حال علیحدہ درج کتاب ہذا ہو چکا ہے) مع طاق و تختہ چوبی۔ اندر ڈیوڑھی اوپر اس کے ایک بالا خانہ۔ اندر میانہ میں چاہ پختہ استر کار مع چرخی۔ چاہ کے پاس گوشہ بایب میں قد آدم بلند چبوترہ۔ اس پر گنبد سادھ بھائی سنگھ صاحب کا۔ جنوب رویہ اس چار دیواری کے شارع عام جو دہلی دروازہ سے ریلوے سٹیشن کو جاتا ہے اور جنوب رویہ اس شارع کے سر راہ مسجد ستارہ بیگم جس کا حال علیحدہ درج ذیل ہو گا۔ فقط

حال ان کا یہ ہے کہ مسمی صاحب سنگھ قوم برہمن سادھو فقیر نانک پنتھیہ تھا۔ اکثر سکھ ان کے ارادت مند ہیں۔ سیر کناں ابتدائے (ص ۶۸۸) علمداری مہاراجہ رنجیت سنگھ میں یہاں زمین سفید پر آبیٹھے۔ چرچا ان کا پھیلنے لگا۔ عام و خاص کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ چنانچہ مہاراجہ کلاں بھی بارہا جبیں سائی کے واسطے آستانہ بوس ہوئے۔ نذریں دیں مگر یہ کم متوجہ ہوتے رہے۔ ارادت مندوں نے چاہ وغیرہ عمارات باوقات مختلفہ بنوا دیں۔ ہر وقت گرنتھ خوانی اور زہد و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ سینکڑوں کوسوں سے لوگ ان کے درشن کے واسطے آیا کرتے تھے۔ آخر کار سن ۱۸۴۶ء میں سرگباش ہو گئے۔ دو چیلے ان کے مسمی سبحان سنگھ و چڑھت سنگھ ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ ان میں سبحان سنگھ کو انہوں نے سجادہ نشین کیا ہوا تھا۔ چنانچہ بعد ان کے وہ گدی نشین رہا اور لوگ بدستور ان کو مانتے رہے۔ ان کے ترددوں سے سادھ ان کی تعمیر ہوئی۔

من بعد سن ۱۸۵۴ء میں وہ بھی سجادہ نشین کل نفس ذائقۃ الموت ہوئے۔ ان کے بعد بھائی چڑھت سنگھ قائم مقام ان کا گدی نشین ہوا اور چڑھت وغیرہ اس کی وہی لیتا رہا۔ اب اس مقام میں مسمات نند کور زوجہ چڑھت سنگھ رہتی ہے۔ ماسوا اس کے چڑھت سنگھ کے دو بیٹے مسمی دیال سنگھ و بشن سنگھ موجود ہیں۔ وہ ہر دو چند عرصہ سے فوج سرکاری میں ملازم ہیں۔ اب نند کور کہتی ہے کہ بھائی چڑھت سنگھ سورگباش ہو گئے ہیں اور میں عورت ہوں۔ مجھ سے کاروبار سنبھالا نہیں جاتا۔ میں نے بڑے بیٹے مسمی بشن سنگھ کو طلب کیا ہے وہ آکر سجادہ نشین ہو گا۔ فقط

مسمی گنڈا سنگھ سجادہ نشین شہید گنج اس مکان میں ہاتھ ڈالتا ہے اور بجائے خود صاحب سنگھ صاحب کو چیلہ بھائی جیون سنگھ پدر خود کا بیان کر کے کہتا ہے کہ یہ مکان بھی شہید گنج

Marfat.com

کے ساتھ ملحق ہے۔ مگر اس امر کی تصدیق کوئی نہیں کرتا' بلکہ جس سے دریافت کیا اس نے یہی کہا کہ گنڈا سنگھ ناحق دست اندازی کرتا ہے۔ بھائی صاحب سنگھ صاحب کا کچھ علاقہ جیون سنگھ سے نہ تھا۔ صاحب سنگھ صاحب گورو روپ تھے اور جیون سنگھ جیسے ہزارہا ان کے خدام تھے۔ فقط الغیب عنداللہ۔ فقط

(ص ۵۸۵) حال دھرم سالہ جھنگڑ شاہ ستھرا

متصل قلعہ لاہور کے جنوب رویہ مکان دھرم سالہ المشہور دھرم سالہ جھنگڑ شاہ نیمابین دروازہ مستی و روشنائی موجود ہے۔ یہ جھنگڑ شاہ کھتری رشتہ دار دیوان لکھ پت و جسپت رائے کا تھا جو دیوان خان بہادر ناظم لاہور کے تھے۔ بعدہ ستھرا فقیر ہو کر باوا رجال شاہ کا چیلہ ہوا۔ (ص ۵۸۹) یہ جھنگڑ شاہ بعہد نواب خان بہادر ہوا ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ لوگوں نے نواب خان بہادر کو جا کر کہا کہ مستی دروازہ کے باہر جو ستھرا المشہور جھنگڑ شاہ رہتا ہے۔ اس نے مکان عالی شان بنوایا ہے۔ حکم ہوا کہ اس کو لے آؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو خان بہادر نے فرمایا کہ اے جھنگڑ شاہ تو مسلمان ہے یا ہندو۔ اس نے کہا میں دونوں میں مشترک ہوں۔ مذہب میرا صلح کل۔ ہندو مسلمان کا دعاگو ہوں۔ نواب نے خوش ہو کر اس کو نہ ستایا۔ تاریخ مرنے جھنگڑ شاہ کی پہلی اسوج مشہور ہے۔ چنانچہ اسی دن اس کا سرادہ کرتے ہیں۔

ستھرا فقیروں کی ابتدا

(ص ۵۸۵) آدھ گورو ان کا بابا نانک صاحب ہے۔ جوکہ عہد شاہان اسلام میں اکثر زنار ہندوؤں کے اتارے جاتے تھے اس وقت کا ذکر ہے کہ گورو ہر رائے صاحب کا ایک چیلہ چندرا مل نام چوکا کر کے گورو کے واسطے رسوئی تیار کر رہا تھا اور آپ اندر بھجن میں مشغول تھے۔ اس اثنا میں ایک فقیر بانوا نے آکر صدا کی کہ اے چوکے کے بلیریا یعنی گربہ حاضر ہو تو بھیجو۔ اس نے جواب دیا کہ اے میدان چوگان کے کتے صبر کر۔ جو ٹھا کوٹھا ٹکڑا تجھ کو بھی دے دیں گے۔ بانوا نے سن کر کہا اے بھائی ستھرے فقیر۔ ستھرا نے جواب دیا۔ اب ستھرا پر گھٹ ہوا۔ اور اس نے یہ سن کر بانوا کو کہا کہ تو نے میرا نام ستھرا رکھا ہے۔ اب تجھے لازم ہے کہ اپنا حال قال بھی مجھ کو عنایت کر۔ بانوا نے حال وقال دینے سے انکار کیا۔ ہر چند چندرا مل ستھرا نے کہا مگر بانوا نے نہ مانا۔ آخر کار چندرا مل نے سیلی بانوا کی اتار کر جبرا" کنویں میں پھینک دی اور کہا کہ خدا نے اگر میرا پنتھ جاری کرنا ہے اور میرے

Marfat.com

گورو (ص ۵۸٦) میں کچھ برکت ہے تو یہ سیلی میرے سر پر آجائے گی۔ اور اگر تو مرشد والا ہے تو بزور کرامت سیلی کو چاہ سے نکال۔

بالوا خفا ہو کر قاضی کے پاس نالشی ہوا۔ قاضی نے اس کو گرفتار کر منگایا۔ چونکہ مقدمہ ایک عجیب طرح کا تھا اس نے روبروئے شاہ چالان کیا۔ شاہ عالمگیر کے روبرو جب مقدمہ گیا تو چندرا مل ستھرا نے کہا کہ اگر یہ فقیر صاحب کرامت ہے تو اپنی سیلی کنویں سے نکالے ورنہ میں نکالتا ہوں۔ بادشاہ براہ دیکھنے اس تماشہ کے چاہ پر گئے اور حکم دیا کہ فریقین اپنا اپنا زور دکھا دیں۔ چنانچہ اول بالوا کچھ کلام پڑھتا رہا مگر وہ سیلی اوپر نہ آئی۔ پھر ستھرا نے یہ شبد پڑھا۔

سانچ صادق نبی جہان چار کتاباں منے جہان
جو شرع شریعت نہ مانے ہیں وہ اصل نہیں اس کی گت ہاہیں
اندر سے لال باہر ہے سیاہ سر ممعا متھا سفید میت
نین کان کعبہ ناک وریکہ قصر ہاتھ بہشت دوزخ سودے رسول حال قال دلق فقیر درگاہ ہو یا قبول

جب ستھرا یہ کہہ چکا تو سیلی چاہ سے نکل کر اس کے سر پر آگئی۔ جب اس نے وہ سیلی سر پر باندھی تو یہ سخن بولا۔

سیلی کہے اصل کو راگ ایسا تارک لے من میں بھاگ
چوری باری نندا پر بھری کام کرو وہ چت مول دھری
سیلی سیل کا ہندسی
کہے بابا نانک سیلی کو سر پر لے

بادشاہ یہ حال دیکھ کر چلے گئے اور من بعد اس کے ہر سلسلہ کے فقیر مسلمان جمع ہو کر اس سے سیلی مانگنے لگے۔ اس نے سیلی میں سے کہ جس کی نو تاریں ہوتی ہیں ایک تار فقیر مداری کو اور ایک فقیر جلالی کو اور ایک زندی کو اور ایک بالوا کو دی اور پانچ تاریں اپنے پاس رکھیں۔ سو اب تک تمام ستھرے شاہی سر پر سیلی باندھتے ہیں۔ فقط

اور یہ چندرا مل قوم مدوارا و ننھال ان کے نندی کھتری تھے۔ اصل وطن ان کا موضع بہرام پور ضلع گورداسپورہ۔ چنانچہ اب تک وہاں اس کے ہاتھ کا کنواں لگا ہوا شامل رودیہ موجود ہے جس پر اب مندر ستھرے شاہی بنا ہوا ہے۔ چندرا مل چار بھائی تھے۔ ایک چندرا مل، دوسرا جادو لتھرا، تیسرا منگو، چوتھا چنن۔ چنانچہ مثل مشہور ہے۔ ستھرا چندرا جادو لتھرا

Marfat.com

منگو چور سچیت۔ چنن ببھے ادھ رہتا جو چڑیاں کھا مدا کھیت۔

کہتے ہیں کہ چندرا دانتوں سمیت پیدا ہوا تھا۔ لوگوں نے والدین اس کے کو کہا کہ یہ مولود جو دندان سمیت پیدا ہوا ہے یہ انسان نہیں بلکہ آفت ہے۔ اس کو اپنے گھر میں نہ رکھو ورنہ تم کو خراب کرے گا۔ انہوں نے اس کو کسی اڑوڑی پر پھکوا دیا اور کہا کہ یہ چندرا ہے۔ اور چندرا بزبان پنجابی بد کو کہتے ہیں اس واسطے اس کا نام چندرا مل مشہور ہو گیا۔ اتفاقاً" وہاں سے گورو ہر رائے بتقریب شکار چلے جاتے تھے۔ جب نزدیک پہنچے تو ایک خدمتگار نے گورو ہر رائے صاحب کو کہا کہ اڑوڑی پر ایک لڑکا رو رہا ہے۔ (ص ۵۸۷) انہوں نے فرمایا کہ اس کو اٹھا لا کہ یہ اوتار ہے۔ جب وہ اٹھا لایا تو گورو ہر رائے اس کو اپنے ساتھ لے گئے اور ایک دائی اس کے واسطے نوکر رکھی۔ جب وہ پانچ برس کا ہوا تو گورو ہر رائے نے اپنے دیوان بلہول سے کہا کہ چندرامل کو پانچ روپیہ یومیہ دے دیا کرو۔ وہ حسب الحکم مدت بھر دیتا رہا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ چندرا مل نے دیوان کو جا کر کہا کہ روز روز یومیہ کے لینے سے ہم کو اور تم کو تکلیف ہوتی ہے۔ ایک روزینہ میرا یکجا دے دو تو بہت اچھا ہے۔ اس نے دے دیا۔ چندرا مل نے اسی وقت وہ حلوائی کو دیا اور حلوہ تیار کرا کے فقرا کو بانٹ دیا۔ پھر دوسرے روز چندرامل دیوان بلہو کے پاس جا کر روزینہ اپنا مانگنے لگا۔ اس نے کہا تم ایک سال کا روپیہ کل لے چکے ہو۔ اب بعد ایک سال کے تم کو روزینہ ملے گا۔ یہ سنتے ہی چندرامل نے آدھا سر اور آدھی داڑھی منڈوائی اور آدھا منہ کالا کر کے گورو جی کی ڈیوڑھی پر گیا۔ دربانوں نے اندر جانے نہ دیا۔ لاچار ڈیوڑھی پر بیٹھ رہا اور جو کوئی اس سے پوچھتا کہ داڑھی اور سر کس واسطے منڈوایا۔ اور منہ کالا کیوں کیا ہے تو جواب دیتا کہ آج گورو صاحب مر گئے ہیں اس واسطے میں نے منہ کالا اور داڑھی اور سر منڈوایا۔ جب یہ خبر گورو صاحب کو پہنچی تو سن کر ہنسے اور چپ ہو رہے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ مسخرا بڑا راست گو تھا۔ چنانچہ کئی مقولہ اس کے پنجاب میں بطور مثل مشہور ہیں۔ جب اس نے دیکھا کہ دربان اندر جانے نہیں دیتے تو اس نے دو پوٹلیاں کنکر اور مٹی سے بھر کر دربانوں کو کہا کہ میں گورو کے واسطے عجیب تحفہ لایا ہوں۔ مجھے اندر جانے دو۔ جو کچھ مجھ کو انعام ملے گا کہ میں تم کو اس کا نصف دوں گا تو پہلی ڈیوڑھی والوں نے بطمع نفسانی اس کو جانے دیا۔ جب دوسری ڈیوڑھی والوں نے روکا تو ان کو چہارم حصہ انعام دینے کا امیدوار کیا۔ اسی طرح تیسری ڈیوڑھی والے کو۔ جب اندر پہنچا تو گورو کی طرف پیٹھ کر کے ان پوٹلیوں کو سجدہ کرنے لگا۔ جب گورو نے وجہ اس کی پوچھی تو عرض کی کہ یہ دونوں

Marfat.com

پوٹلیاں صاحب کمال ہیں جو مجھ کو یہاں تک لائی ہیں۔ یہ سن کر گورو صاحب خوش ہوئے اور کہا: کہ جو چاہے مانگ ہم تجھ کو دیں گے۔ اس نے کہا گورو صاحب آپ کا دیا سب کچھ ہے۔ پھر گورو نے کہا: کہ چندرا مل یہ پوٹلیاں تیرے ہاتھ میں شکر تری اور روپیوں کی ہیں۔ اس نے عرض کی: کہ آپ نے پرتاپ سے شکر تری اور روپیوں ہی کی بن جائیں گی۔ ان لوگوں میں مشہور ہے کہ مٹی والی پوٹلی شکر تری اور کنکروں کی پوٹلی روپیہ بن گئے۔ پھر گورو صاحب نے اس شکر تری کا حلوہ تیار کرا کے ایک تھال چندرا مل کو دیا کہ اس کو تقسیم کر اور جو سب سے بڑا پیارا ہو پہلے اس کو دے۔ (ص ۵۸۸) چندرا مل نے تھال حلوہ ہاتھ میں لے کر سب کی طرف دیکھا اور پھر خود کھانے لگا۔ گرو صاحب نے پوچھا: اس کا کیا باعث ہے؟ تو اس نے کہا: کہ مجھ کو اپنے جیسا پیارا کوئی نظر نہیں آیا۔ اس واسطے پہلے آپ کھانے لگا۔ گورو نے سن کر فرمایا: واہ وا کیا ستھرا جواب دیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس دن سے نام اس کا ستھرا مشہور ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ بانواں فقیر کے کہنے سے۔ پھر گورو صاحب نے خوش ہو کر فرمایا کہ کچھ مانگ۔ ستھرا نے کہا: کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ آپ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ اگر ایسے ہی پرسن ہوئے ہیں تو ایک سو جوتی مجھ کو انعام ہو۔ گورو صاحب نے ہنس کر کہا: کہ یہ تونے کیا مانگا۔ اس نے کہا: کہ یہی میری مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اس کو سو جوتی مارو۔ جب خادم مستعد مارنے کا ہوا تو ستھرا نے عرض کی: کہ مہاراج آج کے انعام میں چند لوگ میرے شریک ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو اس نے سب دربانوں کا کہہ سنایا اور اس وضع سے ان کو بے عزت کرایا۔

اگرچہ کسی کتاب میں یہ مذکور مندرج نہیں مگر تمام ستھرے شاہی فقیر متفق اللفظ ہیں کہ بعد ازاں گورو صاحب نے اس کو فرمایا کہ بے شک تم اوتار صاحب کمال ہو۔ اگر تم سے ہو سکے تو دہلی میں جاؤ۔ وہاں عالمگیر بادشاہ ہندوؤں کے زنار بزور حکومت اتروا تا ہے۔ اس سے دھرم کا کرم خراب ہو رہا ہے۔ اگر اس امر سے اس کو مانع کراؤ تو قیامت تک تمہارا نام رہے گا۔ تمام ہندو تمہارا جس گادیں گے۔ یہ آگیا پا کر وہ دہلی میں گئے اور بادشاہ تک رسائی کر کے بزور کرامت اس کو قائل کیا۔ اس باب میں ایسی ایسی روایات پیش کرتے ہیں جو قرین قیاس نہیں۔ یعنی کسی ملا سے تکرار کر کے نماز کو بے تاثیر مقرر کیا اور بہتی نہر میں گل گلاب کو ساکن کر دکھایا۔ قس اعلیٰ ہذا۔ عالمگیر بادشاہ نہایت معتقد ہوا۔

مگر واضح ہو کہ کلام اس ستھرے کی بے شک ستھری ہے۔ چنانچہ دوہرا۔

جد توڑی رکھے گا جیوندا

Marfat.com

دیوے گا کھان نوں ناہیں تا ٹے گا مار
ستھرے شاہ جی غم نہ کھاؤ سانوں وداہن کلبن بہار

ایک روز اس کے اشعار سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم سے کچھ مانگ۔ اس نے موقوفی زنار شکنی کی درخواست کی۔ قبول ہوئی۔ پھر عرض کیا کہ جہاں پناہ! واضح رائے جہاں آرا ہو کہ کل جگ میں میرا پنتھ یعنی فرقہ بہت بڑھے گا۔ آپ مہربانی سے میرے فقیروں ستھرے شاہیوں کے واسطے ایک روپیہ فی بیاہ اور ایک پیسہ فی دکان مقرر کر دیں کہ مل جایا کرے۔ بادشاہ اورنگ زیب نے مقرر کر دیا۔

بعد اس کے ستھرے شاہ جوالا مکھی میں آئے۔ کہتے ہیں کہ گورو صاحب نے ان کو ایک دستی چھڑی عنایت کی ہوئی تھی۔ اس کو پے در پے اپنے ہاتھ پر کھڑے ہو کر مارے لگے۔ بعد چندے دیوی نے درشن دے کر کہا کہ کچھ مانگ۔ اس نے کہا کہ ایک چھڑی تو گورو نے دی ہے ایک چھڑی (ص ۵۸۹) تو مجھے دے۔ چنانچہ اس نے اپنے نوبت خانے سے ایک خرد ڈنڈا نوبت بجانے والا اس کو دیا۔ وہ خوش ہو کر ان دونوں چھڑیوں کو بجانے لگے۔ پھر ستھرے شاہ نے دو ڈنڈے بجا' بانیاں بنا پڑھنی شروع کیں اور وہ رسم اب تک ان میں جاری ہے یعنی ہر ستھرا بوقت گدائی یا بھجن دو ڈنڈے بجاتا ہے۔ فقط

بعد اس کے اپنے گاؤں میں جا کر اپنے بھائیوں سے حصہ موروثی مانگا۔ انہوں نے تقسیم کرنا منظور کیا۔ اس نے کہا کہ ہم اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ ہر ایک اینٹ کے چار ٹکڑے کر کے آپس میں تقسیم کرو۔ انہوں نے لاچار ہو کر گھر گرا کر اسی طرح تقسیم کیا۔ اس طرح ستھرے کی شہرت بہت سی ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لطیفہ گو تمسخر پسند بھی تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کنجشک کو ہاتھ میں لے کر گورو صاحب سے پوچھا کہ یہ زندہ ہے یا مردہ ہے۔ وہ حیران ہوئے کہ اگر زندہ کہیں تو یہ ہاتھ میں دبا کر مار ڈالے گا اور اگر مردہ کہیں تو زندہ برآمد کرے گا۔ القصہ یہی جواب دیا کہ ستھرے تیری تو ہی جانے۔

چیلے

بعدہ گورو صاحب نے اس کو اجازت دی کہ جاؤ لوگوں کو ہدایت کرو۔ ہر کسی کو راہ راست دکھاؤ۔ اسی ایام میں ایک شخص مسمی رجال شاہ اس کا بالکا بنا اور یہ جھنگڑ شاہ اسی رجال شاہ کا بالکا ہے۔ یہ بھی بڑا صاحب کمال گذرا ہے۔ چنانچہ بعد اس کے اس کے چار چیلے ہوئے۔ ایک مشتاق شاہ' سمادھ جس کی بازار گمٹی میں۔ دوسرا باوا ہری شاہ' اس کی سمادھ وٹالہ میں۔ تیسرا باوا محبوب شاہ' اس کی سمادھ سناوری میں جو متصل وٹالہ ہے۔ چوتھا

Marfat.com

باوا سنگت اس کی سمادھ بھی وٹالہ میں ہے۔ باوا مشتاق شاہ کا چیلا باوا دیدار شاہ جو بٹالہ میں مشہور ہے۔ اس کا چیلہ باوا گلاب شاہ اس کا چیلا کیرن شاہ اس کا چنگے شاہ اس کا باوا آشنان شاہ۔ اس کا گدی شاہ اس کا باوا بسوی شاہ اس کا باوا جوری شاہ اس کا باوا گیت شاہ اس کا باوا لڈی شاہ مہنت جو اب لاہور میں ہیں اور مکان جھنگڑ شاہ پر قابض ہیں۔ ماسوائے اس کی ہزارہا چیلے ان کے ملکوں میں مشہور اور موجود ہیں۔

چیلہ بنانے کی رسمیں

(ص ۵۸۵) ان میں معمول ہے کہ جب کوئی چیلہ ہونے کو آتا ہے تو گورو کے آگے شیرینی رکھتا ہے۔ پھر گورو اس کی بودی منڈوا کر چار ابرو کی صفائی کرواتا ہے۔ بعد ازاں چار پانچ ستھروں کو بلوا کر ان کے پاؤں مع اپنے پاؤں کے انگوٹھے کے پانی سے دھلوا کر اس میں قدرے قند سیاہ ملا کر چیلے کو سورج کے سامنے کھڑا کر کے یہ شبد پڑھتا ہے۔

شبدے دھرتی شبدے آکاش
شبدے شبد بھیا پرکاش
ست کی چھری شبد کا پانی
گورو نے مونڈی جگت نے جانی
چند سورج نے ساکھی دیتی
برہما بشن مہادیو نے مان لیتی
من مونڈے ناں مونڈ منڈوا
بن من مونڈے مکت نہ پاؤ
نانک نرنجن سری چند بالا
چیتے پرم گت نہ پاؤ
چوٹی کٹائے امرت رس پیا
کل جگ میں آکر ستھرے مرد کا سر نالیا

بعد ازاں اس پانی کو اول اس کی آنکھوں پر ڈالتا ہے اور پھر قدرے آپ اور بقیہ اس کو پلاتا ہے۔ پھر اس کا کنکا یعنی پنڈھارا اس طرح پر ہوتا ہے۔ کہ حلوہ تیار کر کے فقراء کو تقسیم کرتے ہیں۔ مگر ستھرا دگنا حصہ پاتا ہے۔ فقط

(ص ۵۹۰) پہلے بوقت چندرا مل ستھرے شاہی فقیروں میں دستور بودی منڈوانے کا نہ تھا۔ اس نے اپنا مذہب مسلمان میں مشترک رکھا' یعنی سوائے بودی کے ایک بڑا چکلہ بالوں

Marfat.com

کا سر پر رکھتے تھے اور باوا جھنگڑا شاہ نے بودی کاٹنے چیلوں کی شروع کی۔ اب ان میں دستور ہے کہ صرف مونچھیں رکھتے اور داڑھی منڈواتے ہیں۔ مگر اب بطرف شمال داڑھی رکھتے ہیں۔

(ص ۵۸۹) بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ ایک روپیہ بیاہ اور ایک پیسہ فی دکان ان کا مقرر رہا۔ آگے ہر روز گدائی کرتے تھے اب تیسرے دن۔ فقط

گدی نشین

ستھرے شاہیوں کا مکان ہر ملک میں ہے۔ رنجیت سنگھ کے وقت اس مکان کے واسطے ایک روپیہ یومیہ بطور دھرم ارتھ ملتا تھا اور فی گھر طوائف کے ہر روز ایک پیسہ (ص ۵۹۰) مقرر تھا۔ اس وقت یہ لوگ بڑے متمول ہوتے تھے۔ چنانچہ جل شاہ نامی ستھرا نے شہر لاہور و امرتسر میں جوئے کا ٹھیکہ لیا ہوا تھا۔ اس نے از سرنو یہ سمادھ جھنگڑ شاہ گرا کر سمت اٹھارہ سو ستانویں میں تیار کرائی۔

اور یہ لڈ کے شاہ عرصہ تین سال سے یہاں گدی نشین ہے۔ اول اس کے چمن شاہ اور اس سے پہلے کشن شاہ یہاں بیٹھا تھا۔ بوقت کشن شاہ کے اس مکان میں ایک درخت بوڑھ کلاں تھا جس کی شاخیں قلعہ میں پہنچ گئی تھیں اور لڑکے اس پر چڑھ کے قلعہ سے گولی چرا لاتے تھے۔ کپتان پیکر صاحب انجینئر نے بوڑھ کٹوا دی۔ اس کے صدمہ سے چند کوٹھے وغیرہ گر گئے اور فرمان شاہی بھی ضائع ہوئے۔ اب اس مکان میں ایک مہنت بطور گورو لڈ کے شاہ اور چار فقیر بطور چیلہ ایک بھگوان شاہ، دوسرا ٹہل شاہ، تیسرا ستی شاہ اور چوتھا رل شاہ چیلہ میدان شاہ کا رہتے ہیں۔ اوقات گذاری ان کی گدائی پر ہے اور اکثر ہندو آتے ہیں جو بھنگ پی کر کچھ نقدی دے جاتے ہیں۔

معمولات

(ص ۵۹۱) حال عبادت مروجہ اس فرقہ کا یہ ہے کہ بروز یکشنبہ اپنے دونوں ڈنڈوں کو پانی سے دھونا اور شیریں طعام کھانا۔ اب اس سمادھ پر دو وقت سنکھ بجتا ہے اور چراغ روغن زرد سمادھ پر ہر وقت روشن رہتا ہے۔ فقیروں کا معمول گدائی یہ ہے کہ دونوں ڈنڈوں کو دونوں ہاتھ سے بجا کر ایسے جملے بولتے ہیں۔

دھن تیری کمائی باوا دھن تیری کمائی وغیرہ اور بانیاں ستھرے شاہی اور کوئی کوئی مناقب حضرات اولیاء اللہ کا بھی بولتے ہیں۔ اور اکثر ان میں کوئی کوئی منہ اپنا سیاہی سے

Marfat.com

کالا کر لیتا ہے۔ اور جو ان میں گدی نشین ہوتا ہے وہ گلے میں کفنی رکھتا ہے اور یہ اپنے آپ کو ہندو مسلمان ہیں مشترک اور صلح کل بیان کرتے ہیں۔

عمارات متعلقہ مکان

(ص ۵۹۰) اب اس مکان کا در آمد و رفت شرق رویہ اور چوکھٹ مع طاق تختہ۔ اس چوکھٹ چوبی کے اوپر باہر شرق کی طرف محراب سفید جس کے بیچ میں یمین و یسار تصویریں گورو نانک و دیوی وغیرہ کی چونہ پر بنی ہوئی اور سر چوکھٹ پر ایک پتھر جس پر مورت گنیش ہے جڑی ہوئی ہے۔ اس در کے اندر مکان ڈیوڑھی۔ سقف اس کی سرکی پوش۔ آگے مکان طولانی اس کے شمال و جنوب رویہ دالان۔ جو دالان کہ شمال رویہ ہے اس کے جنوب رویہ تین دھن دو فٹ بلند زمین سے مع ستون خشتی اور اندر دالان کے بطرف غربی ایک خرد کوٹھری۔ جنوب رویہ ایک دالان پنج درہ محرابی۔ اور فیمابین ان دالانوں کے ایک چبوترہ پختہ چونہ گچ جس کا طول سات قدم اور عرض پانچ قدم۔ ارتفاع ڈیڑھ فٹ۔ اس پر ایک درخت پیپل کلاں و بوڑھ کھڑا ہے۔ اس کے گوشہ غرب کی طرف بطور باغیچہ۔ اس میں تین چار درخت کیلا اور ایک خرد پیپل اور چند بوٹہ گل عباسی۔ شمال رویہ ایک مکان کشادہ اور بھی کئی کوٹھڑیاں و دالان ہیں۔ چنانچہ شمال کی طرف بر سر میدان پریت کے نشست گاہ۔ اس کے جنوب رویہ ایک چبوترہ پختہ مع دو چوبچہ و چاہ چرخی دار جس پر چوکھٹ چوبی لگا ہوا ہے۔ اور اس تھڑہ چاہ والا پر اشخاص آ آ کر بیٹھتے ہیں۔ دیوار شمالی میں جنگ لنکا کی تصویریں مع رام چندر دسہرہ وغیرہ۔ غربی دیوار میں بادا نانک اور شمال رویہ (ص ۵۹۱) ہشت بھوجی دیوی شیر پر سوار اور جنوب رویہ کشن راس منڈل ہے۔ وغیرہ سب تصاویر۔ اس مکان میں غرب رویہ گنبد سادہ جھنگڑ شاہ۔ اس کے گرد و نواح مقام طواف جس کو ہندو پردکھنا کہتے ہیں۔ صورت گنبد مربع۔ لب بام گردنہ گلی پختہ سفید منقش تصویر دار۔ اس کے میانہ میں گنبد چونہ گچ اوپر سے پہاڑی دار رنگین اوپر کلس۔ شمال رویہ سردل سنگ سرخ کی۔ اندر اور در کے باہر دیوار شرق و غرب میں تمام تصویریں۔ دروازہ کے باہر متصل دیوار شمالی ایک تھڑا۔ اس پر خرد خرد نشان سادہ۔ شرق کی طرف پانچ مڑھیاں، جھنے شاہ، بنے شاہ، میدان شاہ، مسل شاہ، رائے شاہ، گورکھ شاہ وغیرہ کی۔ اندر گنبد کے زمین پر تمام فرش سنگ سرخ کا۔ لطف یہ کہ گنبد اندر سے ہشت پہلو اور باہر سے مربع۔ گنبد کے چاروں گوشوں پر آٹھ محراب قالبوتی اور ان آٹھوں محراب ہائے بائیں والا کے اوپر اور خرد آٹھ محراب جس میں تصویریں دیوتاؤں کی۔ اس گنبد کے اندر ایک اور گنبد خرد ہے جس کے تھڑہ کا ارتفاع

Marfat.com

فرش اندرونی سے ایک بالشت بلند مربع۔ جس کا طول و عرض ڈیڑھ گز سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے اور فرش بھی سنگ مرمر کا۔ یہ گنبد خرد ہے' مربع سفید خشتی' چاروں طرف اس کے چار در محرابی تا سینہ بلند۔ گرد و نواح اس گنبد خرد کے طواف گاہ۔ فیمابین گنبد خرد و کلاں اور وضع یعنی بجز سمادھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کسی اور جگہ میں نہیں۔ گنبد خرد اندر سے بالکل سفید۔

بوقت نواب خان بہادر سمادھ باوا جھنگڑ شاہ صرف چبوترہ خشتی پر تھی اور اب جہاں باوا لڈ کے شاہ رہتا ہے وہاں دالان خام تھا۔ یہ سب عمارت باوا جسا شاہ نے بنوائی ہے۔ نصف خرچ اس نے اور نصف خرچ تمام فقیران ستھرے شاہیوں نے کیا ہے۔

(ص ۵۰۳) حال مکان سمادھ مہاراجہ رنجیت سنگھ سورگباشی

یہ سمادھ باہر دروازہ روشنائی کے' دیوار بدیوار غرب رویہ۔ در آمد و رفت اس کا شرق رویہ۔ طول اس کی دیوار شرقی کا ۴۱ گز ارتفاع دو منزلہ۔ یہ دروازہ اس کے عین میانہ میں واقع ہے۔ عمارت اس در کی باہر سے سنگین سنگ سرخ کی۔ باہر دروازہ کے پانچ زینہ خشتی' دروازہ کے اوپر محراب کلاں سنگین اور چوکھٹ در کے اوپر تصاویر گنیش جی و شیوجی و دیوی کی پتھر میں کندیدہ۔ اس کے یمین و یسار تا بکمر بلند دو تھڑیاں سنگ سرخ کی جس کے ارتفاع میں گلکاری سنگین۔ اس دروازہ کے دونوں طرف یعنی شمال و جنوب رویہ دو کوٹھریاں بڑی کشادہ بطور دوکان۔ اب جنوب میں سبزہ فروش دوکان کرتا ہے۔ اور شمال رویہ سمادھ کے پہلوئے شرقی میں ایک اور چوکھٹ سنگین۔ یہ بھی زینہ اوپر جانے کا ہے مگر بند۔ دیوار شمالی کی دونوں بغلوں میں دو کوٹھریاں جن کی چوکھٹیں سنگ سرخ کی اور ان کے میانہ میں تیرہ دھن محرابی مرغولی خشتی بطور دالان۔ اب وہاں صاحبان عالیشان متعینہ حفاظت وغیرہ امور متعلقہ گھوڑے باندھتے ہیں۔

محرابوں کے اوپر متصل لب بام پیل پایہ بشکل اسپاں۔ بعضے سالم اور بعضے شکستہ اور بالائے لب بام دیوار میانہ میں بخارچہ سرکشادہ مقام نشست گاہ۔ دروازہ شرقی کے اندر ڈیوڑھی۔ اس میں جنوب رویہ کوٹھری۔ سقف اس کی قالبوتی عرض اس کا تین گز اور طول آٹھ گز۔ شمال رویہ زینہ اوپر جانے کا۔ عرض ہر ایک زینہ کا دو گز۔ سولہ زینہ چڑھ کر اوپر جانا ہوتا ہے۔ اوپر اس زینہ کے باہر غرب رویہ ایک چوکھٹ سنگ سرخ کی لگی ہوئی ہے۔ جب اس در کے باہر نکلیں تو صحن نواحی سمادھ۔ اس پر تمام فرش چونہ اس دروازے کے باہر بطرف جنوب ایک دالان پنج دھن والا جس کے ہر درجہ میں اندر باہر دو دو ستون خشتی۔

Marfat.com

اس کے شرق رویہ یعنی بالائے در بیرونی میانہ میں ایک دریچہ اور اس کی بغلوں میں دو بخارچہ سنگ سرخ کے۔ سقف اس کے قالبوتی منقش رنگیں چونہ گچ اور زمین پر فرش چونہ۔ اس کے شمال و جنوب میں دو کوٹھڑیاں جس کا نام توشے خانہ ہے۔ یعنی زر آمدنی اس میں جمع ہوتی ہے۔

دروازہ کی بغلوں میں دو طاقچہ' طاقچہ جنوبی میں مورت ہنومان سنگ مرمر کی اور طاق شمالی میں صورت چند کا دیوی کی رکھی ہوئی ہے۔ اس دالان کی میانہ میں ایک بارہ دری سنگ مرمر کی موجود ہے۔ یہ بارہ دری ہمیشہ مثمن برج کے اندر رہتی تھی۔ جب رانی جنداں لاہور سے رخصت ہوئی تو یہاں بطور نظر چڑھا گئی۔ اس بارہ دری کا طول سوا دو گز اور عرض ڈیڑھ گز۔ نیچے اس کے دس پایہ سن مرمر کے ارتفاع ان کا آدھ گز۔ اس کے گیارہ دروں میں نیچے پنجرہ ہائے سنگ مرمر کے لگے ہوئے ہیں۔ درمیانہ بے پنجرا ہے۔ یہ ایسی بارہ دری ہے کہ جہاں چاہیں اٹھا کے لے جائیں اس میں ایک موہڑا سنگ مرمر کا طلائی بچھا کر اس پر مورت دیوی بایں صورت رکھی ہوئی ہے۔ ایک بیل سر بریدہ جس کا سر پاس پڑا ہے۔ پھر اس بیل کے اندر سے میکنا سر اوتار نکلا ہوا ہے۔ میکنا سر کے ہاتھ میں ترشول۔ پشت کی طرف ایک شیر سنگ مرمر کا طلائی گلکار۔ اس پر دیوی اشٹ بھجی جس کے آٹھ ہاتھ ہیں۔

(ص ۵۰۴) حال دیوی اشٹ بھجی

واضح ہو کہ قدرت الٰہی کا نام شکتی ہے اور اس شکتی کو دیوی بھی کہتے ہیں اور بھگوتی بھی۔ اس شکتی کے کئی روپ ہیں اور ہر روپ کا نام علیحدہ ہے یعنی جیسا کام اس شکتی سے ہوا اور جیسی اس وقت کی شکل ہوئی ویسا ہی اس کا نام ہو گیا۔ اب جو اس دیوی کا نام اشٹ بھجی ہے اس واسطے بیان اس کا کیا جاتا ہے تاکہ وجہ تسمیہ معلوم ہو جاوے۔

کتاب مارکنڈہ پراں میں تحریر ہے کہ شمبھ اور نشمبھ اور رکت بیج اور چنڈ منڈ اور اشر یعنی دھرلوجن دیت تھے۔ انہوں نے دیوتاؤں کو دق کر کے ان سے راج سورگ یعنی بہشت غصب کر لیا۔ جب دیوتا لاچار ہوئے تو سورگ سے خارج ہو کر اس دنیا میں اندر دورن وغیرہ مقام کوہ ہمالیہ پر فروکش ہوئے اور عبادت واسطے استمداد شکتی کرنے لگے۔ جب چند مدت گذر گئی تو عبادت اس کی قبول ہوئی اور بھگوتی یعنی شکتی نے خوش ہو کر ان کو درشن دیا اور کہا کہ میں تمہارے پاس آئی ہوں اور تمہاری حفاظت یعنی رکھشا کرتی ہوں۔ جو چاہو سو مانگو۔ اس سے تمام دیوتے خوش ہوئے اور شکتی نے ان دیوتوں کو قتل کیا اور سورگ

Marfat.com

دیوتاؤں کو دلوایا۔ اس وقت یعنی بوقت قتل دیتاں شکل اس کی یوں تھی۔ چہرہ ایک اور آٹھ بھوجہ یعنی آٹھ ہاتھ۔ اور ہاتھوں میں کھڑک برچھے وغیرہ تھے۔ فقط۔ جب دیوتاؤں کو سورگ کی حکومت .عنایت بھگوتی دستیاب ہوئی تو انہوں نے عرض کی کہ ہم کو بتلا دے کہ آپ کی پوجا ہم کب اور کس طرح کیا کریں تاکہ تو خوش ہو اور تیرا شکریہ ادا ہوتا رہے۔ تو اس نے کہا کہ جو کوئی میرے سے استمداد چاہے وہ بروز اشٹمی یا نویں میری پوجا کرے اور اس پوجا میں میری بزرگی بیان ہو۔ اور پوجا میں دھوپ دیپ برنج شیریں ضرور رکھے جائیں۔ فقط۔ قصہ اس کا بڑا طویل اور دلچسپ ہے مگر مختصر کر کے لکھا گیا۔ فقط یہاں کے پجاری پنڈت راج کور ہیں۔

اس دالان کے جنوب رویہ اور سہ درہ دالان ہے۔ جنوب رویہ ایک کوٹھڑی اور زینہ کے باہر شمال رویہ ایک اور دالان سہ درہ۔ اس دالان کے باہر شمال کی طرف ایک کوٹھڑی جس کی چوکھٹ سنگ سرخ کی۔ مسدودہ صحن نواحی سمادھ کا طول ۶۵ گز اور عرض ۴۲ گز۔ غرب رویہ سمادھ حد صحن میں اور دو دالان اور سقف تمام دالانوں کی قالبوتی۔ شمال کی طرف اور زینہ نیچے جانے کا سنگ سرخ کا بنا ہوا مگر اب بند۔ شرق رویہ اس کے ایک چاہ مع غسل خانہ۔ جنوب رویہ صحن ہذا کے مسجد بادشاہی دیوار بدیوار ہے۔ فقط

صحن کے میانہ میں سمادھ مہاراجہ صاحب۔ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک تھڑہ پختہ جس کا ارتفاع زمین سے ڈیڑھ گز بلند اس کے نیچے سرد خانہ بڑا مکلف عالیشان۔ شمال و نصف شرق کی طرف لب تھڑہ سنگ مرمر گلکار لگا ہوا ہے۔ تھڑہ ہذا کے شمال رویہ ایک پنجرہ سنگ سرخ کا بطور روشن دان سرد خانہ۔ طول اس تھڑا کا پینتیس اور عرض پچیس گز۔ شرق میں سمادھیں اس طرح کہ بطرف شرقی تھڑہ ہذا کے سمادھ مہاراجہ کلاں بہادر کی۔ اس کے غرب کی طرف ایک مکان میں دو سمادھیں مہاراجہ کھڑک سنگھ اور نونہال سنگھ کی۔ اس تھڑہ پر تمام فرش سفید چونہ گچ۔ حد تھڑہ سے لے کر تا عمارت سمادھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی صورت یہ ہے کہ تھڑہ پر اول بقدر آدھ گز عمارت سنگ مرمر کی خوش سلیقہ۔ اس کے اوپر تمام عمارت خشتی' چونہ گچ' سفید' منقش' باہر سے دو منزلہ۔ (ص ۵۰۵) طول اس کا بیس گز اور چاروں طرف بارہ در محرابی مع چوکھٹ ہائے سنگ مرمر وغیرہ۔ تصاویر نقاشی سفید' سر چوکھٹ شرقی پر مورت گنیش سنگ مرمر کی جڑی ہوئی ہے۔ اس کے اوپر چاروں طرف میانہ میں ایک سہ درہ مرغولی سنگ سرخ کا۔ جس پر گردنہ سنگین۔ اس کی بغلوں میں دو دو کھڑکیاں جن کی چوکھٹیں سنگ سرخ کی۔ ان کے شمال و جنوب رویہ ایک ایک اور بخارچہ

Marfat.com

سہ دحنہ مرغولی جن میں کٹہرے سنگ مرمر کے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر میانہ میں ایک بارہ دری سنگ مرمر کی جس کے اندر سادہ۔ اس کے اوپر دو گنبد۔ زیر و بالا اس بارہ دری کے گرد و نواح چاروں طرف فرش سنگ مرمر کا۔ اندر دروازہ سے بارہ دری الیٰ عرض پانچ گز اور طول بیس گز۔ در شرقی کے اندر بغلوں میں تا بکمر بلند دو طاقچہ محرابی۔ ان پر پردہ ہائے ریشمین۔ ان کے اندر مورتیں دیوی کی ساختہ سنگ مرمر۔ الغرض اندر تین درجہ ہیں۔ ایک میانہ اور دو بطرف یمین و یسار۔ اوپر سقف قالبوتی بطور شیش محل آئینہ دار منقش، منوتی، بہت عمدہ، خوش نما۔ اسی طرح بارہ دری کے شمال کی طرف تین قطعہ ہیں۔ اس کے سقف بھی آئینہ دار، گل کار۔ شرق و غرب کی طرف دو درجہ سقف۔ ان کے گنبد نما طلائی نما آئینہ دار چاروں طرف بطور غلام گردش۔ دیوار غربی میں بگوشہ نیرت زینہ اوپر جانے منزل ثانی کا۔ بارہ دری کے اندر میانہ میں گنبد کلاں، نقاشی طلائی، مع آئینہ ہائے خوش نما۔ اس کے نیچے میانہ میں اور گنبد خرد۔ شکل اس گنبد کی کہ جس کے اندر مڑھی مہاراجہ ہے مربع۔ طول و عرض اس کا اڑھائی گز۔ میانہ میں اڑھائی فٹ بلند مڑھی سنگ مرمر کی۔ اس پر دوشالہ یا کمخواب پڑا رہتا ہے۔ اس بارہ دری میں پنجرے بطور کٹہرے سنگ مرمر کے لگے ہوئے ہیں۔ جنوب رویہ مڑھی کے ہمیشہ دو گرنتھ ایک آدھ اور دوسرا دسویں بادشاہی کا موجود رہتا ہے۔ ان پر دو گرنتھی ایک بھائی فتح سنگھ دوسرا گنڈا سنگھ ہمیشہ سے مقرر ہیں۔ گنبد کلاں کی سقف آئینہ کار نیچے چاروں گوشوں میں سنہری محراب خرد آئینہ دار۔ چاروں طرف تصاویر معبودان ہنود مرغول اور کٹہرے سنگ مرمر کے اور وغیرہ عمارت خشتی استر کار چونہ گچ منقش۔ اندر گوشہ نیرت میں جو زینہ اوپر جانے کا ہے اس کے پاس غرب کی طرف دروازہ سرد خانہ کا جو ہمیشہ بند رہتا ہے مگر جب کوئی دیکھنا چاہے تو کھول کر دکھا دیتے ہیں۔ جب اس زینہ سے چڑھ کر اوپر جائیں تو قطع مکان ہو بہو منزل اولیٰ کے موافق ہے۔ مگر یہاں کے سقفوں میں آئینہ نہیں لگے۔ باہر کی طرف پھر چار طرف میانہ میں سہ دحنہ سنگ سرخ کی مرغولی۔ بطرف شمال و جنوب متصل سہ دحنہ ایک ایک کھڑکی جس کی چوکھٹ و پنجرے سنگ سرخ ہے اور طاق و تختہ چوبی۔ اس کی بغلوں میں ایک ایک بخارچہ سہ درہ مرغولی خشتی ہائے سنگ سرخ۔ سقفیں تمام خشتی قالبوتی یہاں بھی یعنی بمنزل ثانی زینہ بالائے بگوشہ نیرت۔ اس کے سولہ زینے چڑھ کر اوپر جاتے ہیں اوپر چاروں گوشوں پر چار برجیاں مربع مع چار چار در مرغولی چاروں طرف قد آدم بلند دیوار کے اوپر خرد خرد برجیاں کلس دار۔ میانہ دیوار جنوبی و شمالی کے خوش نما ایک ایک بارہ دری۔ سقف اس کے

Marfat.com

گنبد نما۔ چاروں طرف متصل دیوار بالائی (ص ۵۰۶) تھڑہ جس کی کرسی ایک فٹ بلند ۔ عرض ایک گز ہے۔ فقط۔ اس سقف کے اوپر میانہ میں گنبد کلاں۔ اس پر کلس طلائی بڑا بلند۔ اس کے چاروں گوشوں پر چار گنبدیاں سربستہ ان پر بھی کلس طلائی رنگ اس کا سفید۔ فقط۔

سمادھ کھڑک سنگھ و نونہال سنگھ

غرب کی طرف اس سمادھ کے بفاصلہ پونے تین گز مکان سمادھ مہاراجہ کھڑک سنگھ مع سمادھ نونہال سنگھ موجود ہے۔ اس کی شرقی دیوار میں تین دروازے جس کی چوکھٹیں سنگ مرمر کی اور ایک ایک در شمال و جنوب رویہ۔ غرب کی طرف میانہ میں چوکھٹ خشتی جس کی بغلوں میں دو در۔ ان کی چوکھٹیں سنگ مرمر کی۔ اس کے اندر جہاں مڑھیاں ہیں طول ساڑھے سولہ گز اور عرض پونے چار گز۔ زمین پر فرش چونہ گچ۔ اس مکان کے بھی تین درجے ہیں۔ میانہ درجے کی سقف قالبوتی جو فاصل تین درجوں کی ہے۔ درجہ شمال کی طرف سقف گنبد والی۔ اس کے میانہ میں سرزمین ایک تھڑہ خشتی مربع۔ اس کے میانہ پر نشان مڑھی مہاراجہ کھڑک سنگھ جس کے چاروں گوشوں پر اور چار مڑھیاں رانیوں کی جو ساتھ ستی ہوئی تھیں۔ ایک رانی ہمشیرہ سردار منگل سنگھ جس کا نام امیر کور تھا اور تین لونڈیاں جنوب رویہ ایسا ہی تھڑہ خشتی۔ اس پر مڑھی نونہال سنگھ کی۔ اس تھڑہ پر اور دو مڑھیاں ایک رانی بیڑے والی کی اور دوسری پدھوڑ والی کی۔ اندر بطرف زینہ واسطے اوپر جانے کے۔ وہاں سے تیس درجہ زینہ سنگ سرخ چڑھ کے اوپر جاتے ہیں۔ اوپر چھت پر فرش چونہ۔ چاروں طرف دیوار دو فٹ بلند خشتی سفید۔ فقط۔

فیمابین دونوں چبوترہ ہائے مڑھیاں مہاراجہ کھڑک سنگھ و نونہال سنگھ کے دو گرنتھ رکھتے ہوئے ہیں۔ سمادھ مہاراجہ کھڑک سنگھ پر تین آدمی ملازم ہیں۔ ایک نونہال سنگھ' دوسرا وچن سنگھ' تیسرا گنڈا سنگھ۔ وچن سنگھ اور نہال سنگھ راگی ہیں اور گنڈا سنگھ گرنتھی خادم سمادھ غسل وغیرہ کراتا ہے اور کنور نونہال سنگھ کی سمادھ پر فقط بھائی بدھ سنگھ گرنتھی ہے۔ مکان ہذا میں اگر راجہ دھیان سنگھ بایں زودی مارا نہ جاتا تو بہت عمدہ عمارات تیار ہوتیں۔ مگر اب بھی جس قدر عمارات تیار ہوئی ہوئی ہے دلچسپ و خوشنما ہے۔ اب تک من جانب سرکار دولت مدار انگریزی صرف مایحتاج بخوبی عنایت ہوتا ہے اور مرمت ہمیشہ سال بسال ہوتی رہتی ہے۔ سبحان اللہ

آن   قصر   کہ   برچرخ   همیزد   پہلو

Marfat.com

بر درگہ آن شہان نہاندی رو
دیدیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختہ
بنشستہ ہمیں گفت کو کو کو کو

(ص ۵۰۳) محافظ حال یہاں کا لالہ نرسنگھ داس پسر بھگوان داس حکیم مہتمم سادھ اب اس کی طرف سے ایک ملازم یہاں حاضر رہتا ہے۔

(ص ۵۹۶) حال مکان سادھ مسماۃ نکاین زوجہ مہاراجہ رنجیت سنگھ والدہ مہاراجہ کھڑک سنگھ

یہ ایک چار دیواری خشتی کلاں جس کے شمال رویہ کوٹھی کپتان سکندر صاحب کی اور غرب رویہ کوٹھی غلام محبوب سبحانی کی۔ راہ آمد و شد اس کا گوشہ غربی و شمالی میں چار دیواری ڈیڑھ قد آدم بلند۔ اس کے گوشہ غربی و جنوبی میں ایک عمارت بطور نشست گاہ بنی ہوئی ہے اور گوشہ شرقی و شمالی میں چاہ چرخ چوب والا جاری۔ شرق رویہ اس کے ڈیوڑھی آمد و رفت کی تھی۔ اب بند کر کے مکان مسکونہ سبحان سنگھ و دھیان سنگھ ہے۔ درمیان میں ایک چبوترہ بلند جس کے شرق رویہ گیارہ زینہ۔ چڑھ کے اوپر آتے ہیں۔ اس کے چاروں گوشوں پر مقام نشست بطور موہڑا۔ گوشہ شرقی جنوبی میں ایک درخت پیپل۔ اس تھڑہ کے اوپر تین سادھیں پختہ۔ جنوب رویہ سادھ رانی چند کور زوجہ مہاراجہ کھڑک سنگھ۔ صورت اس کی یہ ہے کہ بیچ میں گنبد کلاں چاروں گوشوں پر (۵۹۷) چار برجیاں۔ بر لب بام گردنہ۔ اس پر تمام تصاویر۔ اس کے چار در۔ در شرقی میں چوکھٹ سنگ مرمر۔ خشتی برنگ سرخ۔ ہر در کے اوپر بغلوں مین عمارتی دریچہ منقش یا تصویر۔ اس سادھ کے شمال رویہ سادھ نکاین کی۔ یہ نکاین والدہ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی ہے۔ اس کے درمیان گنبد کلس طلائی والا۔ گرد و نواح گردنہ مدور اور خرد خرد برجیاں۔ اس کے بھی چار در طاق۔ جنوبی و شرقی گلکاریاں۔ دونوں کے غرب رویہ ایک اور سادھ اندر کے تمام تصویریں۔ دروازہ اس کا شرق رویہ۔ یہ سادھ گلاب کور زوجہ۔ رنجیت سنگھ کی تمام استرکار۔ گرد و نواح اور درمیان میں مڑھی۔ چار دیواری میں اب دم تحریر زراعت ہوتی ہے۔

اب اس مکان پر قبضہ سبحان سنگھ و لہنا سنگھ کا ہے۔ یہ بیدی صاحب زادے مشہور ہیں۔ قدیمی ساکن گوبند وال۔ یہ رنجیت سنگھ کے گورو چڑ ھت سنگھ کے وقت سے چلے آتے ہیں۔ نونہال سنگھ اور کھڑک سنگھ اور رنجیت سنگھ اور مہاں سنگھ اور چیت سنگھ وغیرہ' بزرگان

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے' ان کے بڑوں کو گورو جانتے تھے۔

(ص ۷۸۲) حال سمادھ سردار جواہر سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سمت اٹھارہ سو اناسی میں بمقام پھلور ایک ڈیرہ گرنتھوں کا بپاس مذہب سکھوں کے مقرر کیا اور اس ڈیرہ میں چار سو گرنتھ جمع کیے' جن میں چار کمیدان قوم سوڈھی و بیدی تھے اور چار اجیٹن۔ ایک صاحب سنگھ سادھیہ اور دوسرا صاحب سنگھ لمان اور تیسرا جی مل سنگھ کالیاں والا' چوتھا بھائی دیوان سنگھ۔ اور پانچ نشان مع شتری نقارہ مقرر کیے۔ کل مع قوالان وغیرہ پانسو آدمی تھا۔ عہدہ داروں کو جاگیریں اور بقیہ لوگوں کو چار روپیہ آٹھ آنہ ماہواری مع نان ملتا تھا۔ اور بھائی و ستی رام صاحب مختار اس ڈیرے کے تھے۔ بوقت تقرر اس ڈیرہ کے مہاراجہ نے اشتہار دیا تھا کہ جو کوئی شخص پچیس گرنتھ لے کر آئے اس ڈیرے میں عہدہ پائے۔ اس پر مقام شہید گنج سے بھائی بھاگ بھی پچیس گرنتھ لے کر آیا اور پچیس گرنتھوں کا دفتر مقرر ہوا۔ مہاراجہ کا معمول تھا کہ بروز سنگرانت گرنتھوں کو پاٹھ اور پرلوک دان کرتے اور انعام مناسبہ عطا فرماتے۔ اور ہر موسم میں ملبوسات علاوہ براں۔ بعدازاں سمت اکاسی میں اس بھائی بدھ سنگھ کو مہاراجہ نے رسالہ گیان سنگھ والا میں بقرار ایک روپیہ یومیہ نشانچی مقرر کیا۔ پھر سمت چوراسی میں بھائی بدھ سنگھ نے اپنے بیٹے مسمی نراین سنگھ (ص ۷۸۳) کو اپنے بدلے نشانچی کرایا اور خود بجائے بھائی دیوان سنگھ ڈیرہ گرنتھوں میں اجیٹن مقرر ہوا۔ بعدازاں مہاراجہ نے اس ڈیرہ میں سے جاگیرداران و سوڈھی و بیدیان کو الگ کر دیا۔ اس طرح بقیہ گرنتھی بتعداد تین سو رہے۔

سمادھ سردار جواہر سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ

اول یہ ڈیرہ قلعہ کی خوابگاہ میں فروکش ہوا اور بعد ازاں مسجد بادشاہی واقعہ حضوری باغ میں بعدہ کٹڑہ رام گہڑیاں بمقام امرتسر۔ من بعد بشوالہ گلاب رائے متصل حویلی جمعدار خوشحال سنگھ اور بعدازاں وزارت راجہ ہیرا سنگھ یہ ڈیرہ مقام باولی واقع شہر لاہور فروکش رہا۔

مہاراجہ شیر سنگھ بتاریخ یکم اسوج بروز جمعہ سمت اٹھارہ سو ترانوے مارے گئے تو راجہ ہیرا سنگھ نے بصوابدید پنڈت جلا اس ڈیرہ میں ایک سو پچاس گرنتھی قائم رکھے اور منشی شیو دیال پشاوریہ مہتمم اس کارخانہ کا بجائے بھائی صاحبان واسطے تقسیم طلب کے مقرر ہوا۔ اس وقت اس ڈیرہ میں تین اجیٹن تھے۔ ایک بھائی بدھ سنگھ دوسرا صاحب سنگھ سادھیہ تیسرا

Marfat.com

صاحب سنگھ لماں۔ ان اجیٹوں کے علاوہ جاگیروں کے نو نو روپیہ ماہواری تنخواہ گرنتھیوں کی مقرر تھی۔ جب سردار جواہر سنگھ ماموں مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وزیر باتدبیر ہوا تو اس نے اس بدھ سنگھ کو مع ٹھاکر سنگھ حکم دیا کہ ان گرنتھیوں میں گیارہ گرنتھ صاحب اور پچپن گرنتھی ڈیرہ میں رہیں۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ شب و روز پاٹھ کرتے رہا کریں۔ اور اس خدمت کے پانسو روپیہ ماہوار بابیں تجویز مقرر کر دیا کہ ایک ایک گرنتھ کے پڑھنے کے واسطے پانچ پانچ گرنتھی مقرر ہوئے اور ایک ایک روپیہ یومیہ بطور خوراک علاوہ تنخواہ قدیمہ کے ملا کرے۔ پانچ روپیہ یومیہ کا کڑاہ پرشاد اور بقیہ سے خرچ تیل چراغ گل وغیرہ۔ یہ بتاریخ سنکرانت ماہ اسوج سمت انیس سو دو۔

خانہ جنگی

سردار جواہر سنگھ بعد وزارت چند ماہ مقتول ہوا۔ سبحان اللہ مقام عبرت ہے کہ یہ سردار جواہر سنگھ برادر حقیقی رانی جنداں خسرپورہ مہاراجہ رنجیت سنگھ دو بھائی تھے۔ ایک جواہر سنگھ دوسرا خرد اس کا ہیرا سنگھ۔ علمداری مہاراجہ کلاں مسمی منا سنگھ قوم جٹ' والد ان کا' ڈیرہ سگان شکاری میں کمیدان تھا اور ان کا عہدہ فقط یہی تھا کہ مہاراجہ کے سالے تھے۔ راقم نے بارہا دیکھا کہ یہ دونوں بھائی چرکین یعنی پاجامہ ہائے چرمیہ پہنے ہوئے اور ہاتھوں پر باز بٹھائے ہوئے پا پیادہ پھرا کرتے تھے۔ جب مہاراجہ دلیپ سنگھ تخت نشین ہوئے تو انہوں نے بدرجہ غایت رشد و اختیار پیدا کیا۔ کیوں نہ ہوتا کہ مہاراجہ معصوم اور رانی جنداں والدہ ان کی ہمشیرہ ان کی۔ جب راجہ ہیرا سنگھ نے دیکھا کہ رانی صاحبہ پاس خاطر راجہ لعل سنگھ کی بدرجہ کمال کرتی ہے اور یہ دونوں بھائی بھی' یعنی ہیرا سنگھ اور جواہر سنگھ' ہم نوالہ و ہم پیالہ راجہ لعل سنگھ کے ہیں تو انہوں نے ان کو بحویلی مہاراجہ کھڑک سنگھ ایک گونہ قید کر رکھا۔ بعد چندے فوج خالصہ ان کی معاون ہو گئی اور انہوں نے سب فوج کو امیدوار اضافہ تنخواہ انعام کیا۔ حتیٰ کہ ماہ پوہ سمت ۱۹۰۱ میں تمام فوج در صدد قتل پنڈت جھلا ہو گئی۔ کیونکہ وہ نہایت ظالم اور بدچلن تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ نے حسب سخن پروری راجپوتوں کے اس کا دینا قبول نہ کیا۔ اور یہ بھی اس کو یقین تھا کہ یہ لوگ مجھ کو مار ڈالیں گے۔ جب فوج نے غلبہ کیا اور راجہ ہیرا سنگھ اپنی حویلی واقع ہیرا منڈی میں در بند ہو بیٹھا۔ فوج سکھاں نے سردار (ص ۷۸۳) جواہر سنگھ کو وزیر مقرر کر کے قید سے رہا کیا اور تمام فوج در صدد قتل راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جھلا کے ہو گئی۔ حتیٰ کہ بوقت آٹھ بجے دن کے راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جھلا مع لبھ سنگھ وغیرہ چند ملا زمان تخمیناً" پچاس ساٹھ آدمیوں کے

Marfat.com

بسواری اسپاں حویلی سے نکل کر بارادہ جموں دروازہ ٹکسالی سے نکلا۔ آگے درپے ان کے تمام فوج خالصہ مع توپاں لگ پڑی۔ اول راجہ ہیرا سنگھ کو بمقام شاہدرہ بخدمت سردار سلطان محمد خان برادر سردار دوست محمد والی کابل استمداد کے لئے گئے۔ مگر اس نے کچھ توجہ نہ کی۔ اور نہ مدد دی۔ لاچار مایوس ہو کر آگے کو چلے۔ جب لاہور سے چودہ پندرہ کوس نکل گئے تو فوج سکھاں نے "نسیحتا" راجہ ہیرا سنگھ کو کہا کہ اگر تو پنڈت جلا کو مدد نہ دے تو بدستور ہمارا افسر ہے۔ مگر تقدیر نے نہ چاہا۔ راجہ ہیرا سنگھ نے گھوڑے سے اتر کر داد شجاعت دی۔ پنڈت جلا و میاں لبھ سنگھ بھی کام آئے۔

بوقت چاشت سران کے لاہور میں آگئے۔ چنانچہ راقم الحروف نے بچشم خود دیکھا کہ راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جلا کا سر رو بروئے حویلی مہاراجہ کھڑک سنگھ جہاں سردار جواہر سنگھ قید تھا ایک پرنالہ سے لٹکایا گیا تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ بدرجہ تمام حسین تھا اور مہاراجہ کلاں اس کو اپنا ایاز خیال کر کے بچڑیاں' بچے' فرزند کہا کرتا تھے۔ اور تاحین حیات مہاراجہ کلاں ہر روز پانچ روپیہ بوقت شب اس کے سر کے نیچے رکھ جاتا تھا۔ اور وہی سر بایں ہتک رسیوں سے بادھا ہوا لٹکا ہوا دیکھا۔ طرفہ تر یہ ہے کہ کئی روز تک راجہ ہیرا سنگھ کے رخ و چہرے کا رنگ و روپ ویسا ہی نظر آتا اور موچھیں بل دار کنڈل والی نظر آتی رہیں۔ پھر وہ سر گلی کوچوں میں ٹھوکریں کھاتے رہے۔ چنانچہ ایک سنگھ مسمی ندھان سنگھ' جس نے پنڈت جلا کے ہاتھ سے سزائے موقوفی پائی تھی' کئی روز پنڈت جلا کے سر کو شہر لاہور میں پاؤں سے ٹھوکریں مارتا پھرا۔ سبحان اللہ۔ ایک وہ روز تھا کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ نونہال سنگھ پسر سنگھ خود کی شرارت سے مرا اور اس وقت وہ بھی ہمراہ پدر خود جلا۔ پھر مہاراجہ شیر سنگھ کو سردار جیت سنگھ سندھاں والیہ نے بمشورت راجہ دھیان سنگھ بارہ دری شاہ بلاول میں بتاریخ یکم اسوج میں حالت معائنہ کشتی پہلوانان قتل کیا اور اس وقت قلعہ میں آکر راجہ دھیان سنگھ کو بھی ہلاک کیا۔ پھر راجہ ہیرا سنگھ نے بدلہ اپنے باپ کا لیا۔ یعنی بعد جنگ سہ روزہ سردار جیت سنگھ اور لہنا سنگھ کو مع مہر گھسیٹا معتبران کے کے قتل کیا اور یہیں سران کے لٹکائے۔ اب وہاں راجہ ہیرا سنگھ کا سر لٹک رہا تھا۔

بعد اس کے سردار جواہر سنگھ وزیر مقرر ہوا اور خوب داد عیش و عشرت دی۔ بعد نو مہینوں کے اس حساب سے کہ ماہ پوہ انیس سو ایک میں وزیر ہوا اور اسوج سمت صدر میں سکھوں نے اس پر بلوہ کر کے بدعوی حصول انعام برخلاف ہو گئے کہ مہاراجہ شیر سنگھ نے ہم کو فلاں انعام دیا اور راجہ ہیرا سنگھ سے کنٹھے عطا ہوئے۔ اب کڑہ ہائے طلائی تقسیم کرو۔

Marfat.com

وہ حیران ہو گیا۔ سکھ تو حاکم کشی میں ید طولیٰ رکھتے تھے ارادہ کیا کہ قلعہ پر دھاوا کریں۔ رانی جنداں نے یہ تجویز کی کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو مع سردار جواہر سنگھ ایک ہاتھی پر سوار کیا اور خود ڈولی میں بیٹھ کر ہمراہ ہوئی اور چھاؤنی میاں میر میں واسطے مصالحت کے گئی کہ سکھ لوگ مہاراجہ کو دیکھ کر اس حرکت سے باز آ جائیں گے۔ القصہ جب وہاں گئی تو گوردت سنگھ صاحب والی پلٹنیں سرکشی کی راہ پر آ پڑیں۔ ہاتھی کو بٹھا کر مہاراجہ دلیپ سنگھ کو اتار لیا اور سردار جواہر سنگھ کو ضرب سنگین و شمشیر قتل کر ڈالا۔ اور بھیا جیٹھا و رتن سنگھ ہندی جو خاص مصاحب اس کے تھے وہ بھی کام آئے۔ ہر چند رانی جنداں نے واویلا کیا مگر کسی نے نہ سنا۔ پھر رانی صاحبہ اس کی لاش کو اسی ہاتھی پر ڈال کر روتی بسورتی ہوئی باغ راجہ دھیان سنگھ میں لے آئی' کیونکہ اس نے وصیت کی تھی کہ میری سمادھ متصل سمادھ راجہ سوچیت سنگھ کے کرنی چاہئے۔ یہ واردات بوقت تین بجے دن کے ہوئی اور پانچ بجے لاش کی جلائی گئی۔ اس کی لاش کے ساتھ چار رانیاں منکوحہ اس کی ستی ہوئیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت خوب ست رکھا اور بوقت ستی ہونے کے یہ سراپ سکھوں کو دیا کہ پرمیشر تم کو برباد کرے گا۔ اور ایسی ایسی بددعائیں دیتی ہوئی جل گئیں۔ رانی جنداں نے نہایت رنج و غم سے تعزیت اس کی کی۔ جب فوج نے دیکھا کہ رانی صاحبہ نہایت ناراض ہیں تو ظاہراً عفو تقاصیر چاہنے لگے کہ خیر جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب تم مالک ہو جو حکم دو گی سو ہم کریں۔ مگر مثل مشہور ہے کہ رانی صاحبہ نے اس وقت ان سے یہ کہا کہ اگر میرا نام جندا ہے تو میں تم کو خراب کر دکھاؤں گی۔ چنانچہ اب تک سکھ لوگ کہتے ہیں کہ جنداں نے سکھاں کے ہاتھ پھڑائیاں ٹنڈاں۔ بعد اس کے راجہ لعل سنگھ وزیر ہوا اور بقیہ تمام حال تواریخ خالصہ میں اور قدرے مہاراجہ کلاں کی سمادھ کے حال میں موجود ہے۔ جو چاہے دیکھ لے۔

تعمیر سمادھ

اور بعد اس کے رانی صاحبہ نے سمادھ بنوانی شروع کی اور دیوان بوٹا سنگھ نامی مع خلیفہ نور الدین صاحب مہتمم عمارت سمادھ مقرر ہوئے۔ رانی کا ارادہ تھا کہ یہ سمادھ بڑی عالی شان بنے۔ چنانچہ سمادھ اکثر سمادھوں سے بلند ہے۔ مگر خدا نے نہ چاہا کیونکہ قبل از اختتام عمارت سمادھ اختتام سلطنت ہو گیا۔ پھر رانی صاحبہ نے بھائی بدھ سنگھ گرنتھی کو ڈیرہ کلاں سے' جن کا ذکر اوپر تحریر ہو چکا ہے' طلب کیا۔ ان روزوں میں وہ بحویلی کھڑک سنگھ حسب الحکم سردار جواہر سنگھ مقیم تھا۔ رانی صاحبہ نے اس بدھ سنگھ کو کہا کہ اب تم اس سمادھ پر متعین رہو اور ماسوا تنخواہ اولیٰ کے مبلغ پندرہ سو روپیہ کی جاگیر علاقہ شرقپور میں واسطے

Marfat.com

آرام مسافرین کے مقرر کر دی اور حکم دیا کہ یہ جاگیر محض واسطے اس کے ہے کہ جو کوئی مسافر غریب سادھو سکھ سنت آوے اس کو کھانا دیا جائے یعنی سدا ورت جاری رہے۔ آب نوشی کے واسطے ایک سبیل بھی مقرر کرا دی اور مسی کھڑک سنگھ بتنخواہ چار روپیہ ماہواری پانی پلانے والا مقرر ہوا۔ ماسوا اس کے دو روپیہ بایں تفصیل لگا دیا کہ سوا روپیہ یومیہ کا تو کڑاہ پرشاد دربارانہ بطور ارداس یعنی نذرانہ گرنتھ مقرر کیا اور سنت رام جمعدار کہاراں کو حکم دیا کہ ہر روز کڑاہ پرشاد اپنے ہاتھ سے چڑھایا کرے۔ موضع ہانڈو گوجر جو شرق رویہ لاہور متصل شالا باغ ہے بالعوض تین سو روپیہ کے بھائی بدھ سنگھ کو جاگیر عنایت کی۔ اب تک وہ بھائی بدھ سنگھ اس سمادھ پر قابض ہے۔

وہ جاگیر ابتدائے عملداری انگری میں جاری تھی مگر سن ۱۸۵۹ء میں ضبط ہوئی۔ باعث اس کا یہ ہوا کہ کسی مخبر نے سرکار میں بماہ فروری ۱۸۵۹ء خبر دی کہ یہ بدھ سنگھ مفسدہ پردازی کیا چاہتا ہے۔ اس پر جناب صاحب ڈپٹی کمشنر مسٹر رابرٹ ایس اجرٹن صاحب بہادر وہاں خانہ تلاشی کے واسطے تشریف لے گئے۔ کاغذات مشعر پیشین گوئی برآمد ہوئے۔ یہ بدھ سنگھ زبان پنجابی میں کوی یعنی شاعر ہے۔ ہمیشہ گرنتھ خوانی میں مشغول رہا کرتا ہے۔ ماسوائے سمادھ سردار جواہر سنگھ کے ایک دھرم سالہ اندرون دروازہ ذکی اس کے قبضے میں ہے۔ یہاں سے وہ کاغذات برآمد ہوئے۔ اس پر چند سال کے واسطے کالے پانی کو وہ بھیجا گیا۔ وہاں کے حاکم نے چال چلن پسند کر کے حکم رہائی دیا۔ چنانچہ دم تحریر وہ لاہور میں بدستور قدیم محافظ سمادھ ہے۔ جاگیر واگذار ہوئی۔ آدمی لسان ہے۔

یہ سمادھ باہر دروازہ مستی کے مقام برت کے گوشہ ایساں میں متصل باغ باداہی حال کمپنی باغ موجود ہے۔ اور یہ سمادھ سردار جواہر سنگھ نا تیار و مرمت طلب ہے۔ عمارت ریختہ کار موجود ہے۔ متصل اس کے سمادھ راجہ سوچیت سنگھ برادر راجہ دھیان سنگھ و گلاب سنگھ مہاراجہ جموں و کشمیر ہے۔ وہاں مہاراجہ جموں و کشمیر کی طرف سے کچھ مدد خرچ ہوتی ہے۔ چنانچہ دم تحریر جو جناب مہاراجہ صاحب والی کشمیر بتقریب ملازمت جناب لارڈ گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ وارد لاہور ہوئے تو جبیں سائی کے واسطے اس سمادھ عم بزرگوار پر تشریف لے گئے اور نذر مناسبہ چڑھا دی۔ اس باعث سے وہ سمادھ گونہ آباد ہے۔

شوالہ رانی منگلاں

رانی جنداں کی خدمت میں ایک کنیز مسماۃ منگلاں بدرجہ نہایت ذی اختیار تھی۔ اس نے دروازہ بیرون مستی، متصل گول سڑک، غرب رویہ باغیچہ نواب علی رضا خان مرحوم ایک

Marfat.com

شوالہ بنوایا تھا چنانچہ اب تک موجود ہے۔ گرد و نواح اس کے چار دیواری پختہ خشتی استر کار اور میانہ میں مندر طولانی' طلائی منقش مصور۔ اس میں ایک برہمن مقیم ہے۔ چار دیواری کے اندر دالان بنے ہوئے ہیں اور منگلاں اب مقام ہردوار میں مقیم ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ رانی منگلاں اس نواح میں مشہور ہے۔ لاکھ ہا روپیہ پاس ہیں اور خوش گذران ہے۔

احوال سمادھ جواہر سنگھ (جمعدار موچی دروازہ)

(ص ۳۴۷) باہر دروازہ موچی کے عنقریب جنوب رویہ ایک سمادھ پختہ خشتی گنبد والی موجود ہے۔ یہ سمادھ جواہر سنگھ جمعدار دروازہ موچی کی ہے۔ وہ بعہد مہاراجہ شیر سنگھ بڑا بہادر مشہور تھا۔ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک چبوترہ خشتی پختہ چونہ گچ۔ اس کے چاروں کونوں پر چار موہڑے بطور نشست گاہ۔ بطرف شمال زینہ بوسیدہ اوپر جانے چبوترہ کا۔ اور دوسرا زینہ غرب کی طرف۔ اس کے میانہ میں گنبد مربع بے در۔ تھڑہ ہذا کے غرب کی طرف باغیچہ نو تیار سرداران سندھیاں والیہ۔ فقط

نیچے اس کے ایک مکان بطور تہ خانہ۔ جب اس کے نیچے جائیں تو بطرف شمال ایک جگہ نشست گاہ جس کے اوپر بطور سقف و گنبد ہے کہ جو باہر سے نظر آتا ہے۔ اور جو عمارت زیر گنبد تہ خانہ ہے یہ عمارت قدیمی عہد شاہان سلف سے ہے۔ کہتے ہیں کہ جن دنوں میں یہ جواہر سنگھ جمعدار دروازہ موچی تھا۔ اس جگہ پر کشمیریان خشت فروش انیٹیں نکالتے تھے۔ جب زمین کھودی تو یہ تہ خانہ بنا بنایا نکل آیا۔ اس نے یہ جگہ کشمیریاں کو گرانے نہ دی اور اوپر اس کے خود عمارت بنائی۔

اس سمادھ کے مشرق کی طرف احاطہ میاں گاماں صاحب پراچہ مکان مشہورہ ہے۔ اب اس میں اس نے بہت آبادی کرائی ہے والا نہ پہلے ایک کوٹھہ مع پڑاوہ چونہ تھا۔ اب اس کے احاطہ میں ایک مسجد بھی بن گئی ہے۔

اس کے شرق رویہ ایک ٹھٹھی مہتران ہے۔ اس میں چوہڑے لوگ آباد ہیں۔ اس کے اندر ایک تکیہ مہتران بنا ہوا ہے۔ جنوب کی طرف اس کے ایک کوٹھہ ہے۔ اس میں ایک مہترانی کنجری رہتی ہے۔ وہ مہتروں کا پیشہ کرتی ہے۔ فقط

حال سمادھ بابو باج سنگھ

(ص ۳۶۹) مقبرہ علی مردان خان کے گوشہ ایساں میں عنقریب سمادھ بابو باج سنگھ بابیں

Marfat.com

صورت واقع ہے کہ اول چبوترہ خشتی جس کا زینہ چار درجہ والا جنوب رویہ اس کے اس پر سمادھ خشتی بطور بارہ دری مربع محرابی۔ جس کے گیارہ دھن محرابی مسدود اور بارھواں شرق رویہ کشادہ جو در آمد و رفت ہے بے طاق تختہ۔ اس کے اندر خاص مقام سمادھ ہمشکل حوض مدور۔ فقط

مقام حسرت ہے کہ ایسے امیر کے لواحقین میں سے کسی کا یہ حوصلہ نہ پڑا کہ سمادھ بنواتا۔ ان کے منفعل کرنے کے واسطے سمت ۱۸۹۰ میں مسمی رانجھا زمیندار نے جو اس کی رعیت میں سے تھا مکان ہذا بنوا دیا۔ باوجودیکہ آج تک اولاد اس کی اس علاقہ پر قابض و متصرف ہے۔

اس سمادھ کے شرق رویہ زیر درخت ایک چبوترہ مڑھی (ص ۳۷۰) کرنیل رام دیال پانڈی کا ہے۔

(ص ۶۶۲) مختصر حال پارسیاں

چونکہ یہ تذکرہ پارسیاں آگیا تھا لہٰذا مختصر حال مناسب متصور ہوا۔ واضح ہو کہ پارسی اور گبر ایک ہی قوم ہے۔ ملک ایران میں پہلے یہی مذہب رائج تھا۔ یہ لوگ تین چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ایک آگ کی، دوسرے پانی کی، تیسرے سورج کی اور آگ کو بڑی احتیاط سے اپنے گھر (ص ۶۶۳) میں رکھتے ہیں اور اگر آگ کہیں ان کے گھر سے بجھ جائے تو نہایت رنج کر کے فال بد تصور کرتے ہیں۔ جو ان میں بڑے بڑے امیر ہیں وہ بجائے لکڑی صندل جلاتے ہیں۔ کتاب شاہنامہ فردوسی کو کہ جس میں ان کے بزرگوں کا حال مفصل درج ہے بڑا معتبر سمجھتے بلکہ اکثر ان کا پڑھنا مفروضات سے خیال کرتے ہیں۔ ان کے یہاں رواج بالکل نہیں ناطہ نسبت ان کا اپنے بھائی چارہ میں ہوتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اس کی بابت لالہ امین چند صاحب تو اپنی کتاب سفرنامہ میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ یہ لوگ نہ اس کو جلاتے اور نہ دفن کرتے ہیں۔ بلکہ یوں ہی ایک گڑھا کھود لاش کو صندوق سرکشادہ میں رکھ اس میں داخل کر دیتے ہیں۔ شکل ان کی قبر کی بصورت چاہ ہوتی ہے اور وہاں بجز ان اشخاص کے جو مردہ دفن کرنے جاتے ہیں اور کوئی اندر نہیں جا سکتا۔ اس کا باعث جب امین چند صاحب نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ قبر اس واسطے سرکشادہ رکھی جاتی ہے کہ شعاع شمس پڑتا رہے۔ مگر راقم آثم نے گورستان میانی صاحب کے حال میں حال ان کے گورستان کا بخوبی تحریر کیا ہے، وہاں تو ایسا نہ تھا۔ شاید وہ رسم شہر بمبئی کے پارسیوں کے ہو گی۔ مگر جائے حیرت ہے کہ اگر یہی رسم ان کے یہاں

Marfat.com

مروج ہوتی تو یہاں ان کا کون مانع تھا کہ حکام جو کچھ وہاں ہیں سو یہاں ہیں۔ واللہ اعلم۔ کیونکہ ماسوا اس کے تحقیقات لالہ امین چند صاحب کے بعض مراتب کچھ ایسے ہی ہیں۔ حال شہر لاہور کے بیان میں یہ صفحہ باون کتاب سفرنامہ امین چند مطبوعہ کوہ نور تحریر کرتے ہیں کہ مسجد وزیر خان کی شاہ دہلی نے باہتمام وزیر خان بنوائی تو نام اس کا وزیر خان کی مسجد مشہور ہو گیا۔ آخر جب بادشاہ نے سمجھا کہ میرا نام تو نہ ہوا تب اس نے ایک اور مسجد سنہری بنوائی۔ اس پر یہ مثل راست آئی کہ۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الایا ایھا الساقی ادر کاسا و ناولہا

حال مقام ٹھٹھی خاک روباں

(ص ۲۹۴) گوشہ شمالی و غربی قلعہ گوجر سنگھ میں سر راہ چند کوٹھ ہائے خام و چھپریاں بنی ہوئی ہیں۔ اس کو ٹھٹھی خاکروباں کہتے ہیں۔ حال ان کا یہ ہے کہ پہلے یہ لوگ ڈاک گھر کے متصل بھاٹی دروازہ کے باہر سکونت پذیر تھے۔ جب عہد انگریزی ہوا تو سرکار نے ان کو وہاں سے اٹھا کر یہاں آباد کیا۔

چونکہ اس علاقہ میں مقبوضہ ان کے چار چاہ آب خوری تھے بنا براں با حوض ان کے یہاں بھی چار چاہ' ایک واقع باغ محمد شاہ صاحب' دوسرا متعلقہ مسجد' تیسرا جنوب رویہ مسجد باجازت سرکار آب خوری کے واسطے ان کو عطا ہو گئے۔ اس ٹھٹی میں ایک دکان مسمی فتح چند بقال کی ہے۔ ازانجا کہ یہ مہترلوگ ساکناں ٹھٹھی کام روڑاں کا کرتے ہیں ان کا کاغذ حساب بھی وہ فتح چند لکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے فی نرگاواں ایک آنہ ماہ لے لیتا ہے۔ سبحان اللہ

تا سمند زمانہ در یورش است
کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است

خاکروبوں کے عقائد

فدوی نے چاہا کہ چند عقائد ان کے بھی درج کتاب کئے جائیں اور اس معاملہ میں کئی روز تک ممکن کوشش بھی از حد زیادہ کی اور انہوں نے بھی اپنے بزرگ فقیروں کو جمع کیا۔ مگر ان کے بیانات ایسے لا یعقل ہیں کہ جن سے کچھ فہمید نہیں ہوتی۔ حاصل کلام ان کو یہ یقین ہے کہ بروز قیامت والیان بہشت صرف مہترلوگ ہوں گے اور بلا اجازت ان کے

Marfat.com

کوئی داخل بہشت نہ ہو گا۔ جب میں نے سوال کیا کہ ہم لوگ وغیرہ اقوام کا کیا حال ہے تو فرمانے لگے کہ اگرچہ کوئی صورت ادخال بہشت کی کسی قوم کے واسطے نظر نہیں آتی لیکن ہاں ہم لوگ جو سب کے گھروں میں جاتے ہیں اگرچہ اس لحاظ سے جناب الٰہی مہربانی کر کے ان لوگوں کو بھی اجازت ادخال بہشت عطا کرے تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہم لوگوں کے پیروں کی خاک بھی بہشت میں جائے گی۔ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ بے شک آپ درست فرماتے ہیں۔ فقط

Marfat.com

۸ ـ باغات

حال باغ مہابت خان المشہور محبت خان دا باغ

(ص ۲۶۰) یہ باغ ـ عمارت پختہ جنوب رویہ باغبان پورہ موجود ہے۔ قدیمی دروازہ اس کا غرب رویہ جس کے اوپر اب پارسی سوداگروں نے ایک اور منزل بالائی تیار کرا کر اس میں چار دریچہ بطرف غرب اور دو دو بطرف شمال و جنوب تیار کرائے اور طاقوں میں زینہ لگائے ہیں۔ زیر و بالا سے سفید۔ قدیمی صورت اس کی یہ تھی کہ باہر غرب کی طرف ایک محراب کلاں' جس کے نیچے اور محرابی در۔ دونوں بغلوں میں تا بکمر بلند دو تھڑیاں جائے نشست۔ محراب کلاں میانہ کے شمال و جنوب کی طرف سے تا بکمر بلند اور دو محراب' عمارتی جائے نشست جس میں تین چار آدمی بفراغت بیٹھ جاویں۔ ان محرابوں کے میانہ میں ایک ایک طاقچہ خرد محرابی۔ وغیرہ نشان ہائے خرد و کلاں بالائے ڈیوڑھی۔ برسر دیوار شمالی و جنوبی دو کھڑکیاں' ایک غرب رویہ اور ایک شمال رویہ۔

درکلاں کے اندر بطرف شمال و جنوب دونوں بغلوں میں دو مکان جائے نشست محرابی تھے اب ان کے آگے چوکھٹیں مع طاق برنگ ہرمچی اور نیز ان دنوں شرقی دیوار پھاڑ کر دو کھڑکیاں چوبی جالی دار لگائی ہیں۔ اب در کلاں میں بانسی طاق۔ اندر بھی بطرف شرقی در محرابی جس کے شمال و جنوب رویہ دو در محراب زمین سے ایک گز بلند' ایک خرد دوسرا کلاں۔ ان کے بغلوں میں دو زینہ واسطے اوپر جانے ڈیوڑھی ہذا کے۔ چونکہ اوپر اس کے بالا خانہ پارسی سوداگران نے تیار کرایا ہے (ص ۲۶۱) اس نظر سے زینوں کے اوپر چوکھٹیں لگا کر طاق چوبی نصب کئے ہیں۔ ڈیوڑھی کے اوپر اندر کی طرف یعنی بطرف شرقی ایک دریچہ کلاں۔ میانہ میں اوز اس کے آس پاس تین دریچہ خرد رنگین برنگ ہرمچی۔ چاروں طرف باغ کے دیوار دو قد آدم بلند' جس میں اندر کی طرف تمام محراب عمارتی اور ہر گوشہ میں برج تلبوتی۔ اندر کی طرف اس کے در محرابی مرغول اور اوپر موڑہ ہائے خشتی۔ نشست گاہ دیوار شمالی کے میانہ میں اندرون باغ دالان محل میانہ۔ اب اس کو گرا کر وہاں دروازے لگائے جاتے ہیں۔ گوشہ ایساں میں ایک بڑا برج تھا۔ مگر اب گرایا گیا ہے۔ دیوار شرقی کے اندر میانہ میں ایک دالان سہ درہ خشتی تلبوتی' جس کے اندر بغل جنوبی و شمالی میں دو کوٹھڑیاں تلبوتی تھیں' اب بے سقف پڑی ہیں۔ اس دالان کے شمال رویہ گوشہ میں زینہ اوپر جانے کا۔ گوشہ گنی میں ایک آسمانی چاہ بلند تھا اب نیچے کیا گیا ہے۔ اس چاہ کے

Marfat.com

جنوب رویہ باہر کی طرف ایک خرد دروازہ مسدودہ۔ چاہ ہذا کے غرب رویہ دیوار جنوبی کے گوشہ شرقی پر عجب طرح کی ایک مسجد خوبصورت۔ یعنی اندر کی طرف تو فقط دیوار باغ معلوم ہوتی ہے جس میں بدستور نشان محراب بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کے میانہ میں ایک دالان۔ اس کے غرب رویہ دیوار جنوبی میں ایک دروازہ مع طاق تختہ۔ اس کے اندر ایک حجرہ جس میں شرق رویہ ایک اور در محرابی۔ اس میں آگے شرق رویہ مسجد حنفیہ۔ اندر گردو نواح چار دیواری تین گز بلند جس کے غرب رویہ اندر کی طرف تین محراب کلاں اور بغلوں کے خرد۔ جنوب رویہ دیوار میں ایک در مربع۔ شرق کی طرف دو محراب جس میں دو آدمی بے تکلف بیٹھ جائیں۔ میانہ میں ایک حوض مربع۔ غرب کی طرف تین دھن محرابی چونہ گچ جس کے اوپر گنبد برنگ سیاہ۔ اندر فرش خشتی۔ جنوبی دیوار کے میانہ میں ایک دالان قدیمی۔ اس کے آگے شمال رویہ اندرون باغ ایک چبوترہ خشتی۔ اس کے میانہ میں شمال رویہ دو درجہ زینہ کشادہ۔ اب اس دالان پر سفیدی پارسی سوداگران نے کرا کر سقف بھی نئی ڈلوائی ہے۔ بطرف شمال و جنوب دو کوٹھڑیاں۔ اب اس دالان کے غرب رویہ ایک اور کوٹھڑی مع طاق تختہ آئینہ دار اب یہ مکان باورچی خانہ مقرر ہوا ہے۔ اس کے غرب کی طرف ایک در تلبوتی۔ اس میں اوپر جانے زینہ دالان ہذا کا ہے۔ یہاں سے تیرہ زینہ چڑھ کے اوپر باورچی خانہ کے جانا ہوتا ہے۔

یہ باغ اندر سے مربع طول و عرض اس کا پینتالیس کرم۔ (میانہ) میں تا سینہ بلند ایک تھڑہ خشتی جس کا طول ۴۸ اور عرض ۲۸ فٹ۔ زینہ اس کا جنوب رویہ۔ اوپر تمام فرش خشتی میانہ میں ایک مشت بلند اور تھڑہ۔ اوپر قبر خانخاناں مہابت خان کہ جس کے سرہانے چراغ دان۔ اب پارسیوں نے اس پر سفیدی بھی کرائی ہے۔ اس (ص ۶۶۲) تھڑہ کے چاروں طرف بر سر زمین بشکل چوسر چار خیابان جن کو روشن دان بھی کہتے ہیں۔ زمین اس باغ کی کل دو بیگھہ اور سوا تین کنال ہے۔ جس میں اکثر اشجار انار اور سنگترے وغیرہ بیر و کیکر کھڑے ہیں۔

مہابت خاں

میاں کریم بخش ولد رحیم بخش بن حافظ عظیم اللہ جو اولاد مہر منگا سے معزز آدمی ہے بیان کرتا ہے کہ یہ شخص یعنی مہابت خان اول افسر توپ خانہ بعد شاہجہاں تھا۔ اس وقت اس نے یہ باغیچہ تیار کرا کر قبر اپنی بحین حیات اس میں بنوائی اور بعدہ وہیں دفن ہوا۔ بعدہ بباعث بادشاہ گردی یہ باغ مدت بھر ویران پڑا رہا۔ اس وقت زمیندار یہاں زراعت کرتے

Marfat.com

تھے اور محمود نامی زمیندار چندے یہاں قابض رہا۔ بعد اس کے بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ یہ باغ فقیر عزیز الدین کو عطا ہوا۔ انہوں نے اس کو گونہ آباد کیا۔ من بعد فقیر چراغ دین مرحوم بن فقیر عزیز الدین مرحوم نے اس کی رونق کی طرف توجہ کی۔ اب عرصہ دو سال کا ہوا ہے کہ وارثان فقیر چراغ دین نے جہانگیر وغیرہ سوداگران پارسی کے پاس بقیمت نو سو روپیہ فروخت کر ڈالا۔ اب وہ مرمت شکست و ریخت اور آراستگی کراتے ہیں۔ مسمی سزاوار ولد محمود زمیندار ان کا ملازم ہے۔ اب پارسی لوگ اس قبر کا بہت ادب کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر روز حسب الحکم ان کے چراغ روشن ہوتا ہے اور ادب مسجد کا بھی بدرجہ کمال رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ باوجود بیگانگت خدا نے ان میں یہ یگانگت عطا کی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ پارسی لوگ اکثر امور خیر میں سعی جمیلہ کرتے ہیں۔

کتاب الاسرار الامراء سے معلوم ہوا کہ یہ نام محبت خان عوام کالانعام نے مشہور کیا ہے۔ اصلی نام اس کا خانخاناں مہابت خان ولد غیور بیگ کابلی جو بروز تخت نشینی شاہجہان بادشاہ بمنصب ہفت ہزاری اور علم و نقارہ و ماہی مراتب اور خطاب خانخاناں مع جاگیر چار لاکھ روپیہ سرفراز ہوا تھا۔ سن ۱۰۴۵ھ مقدس میں بمرض تپ فوت ہوا۔ اکثر اوقات حضرت شاہجہان اس کی خدمات کو یاد کر کے سردربار فاتحہ دیا کرتے تھے۔ یہ شخص بعہد شہزادگی شاہجہان بہت ارادت و اخلاص رکھتا تھا۔ جب حضرت شاہجہان لاہور میں آئے تو انہوں نے اس کا مقبرہ بنانے کا ارادہ کیا۔ ناظم لاہور نے عرض کی کہ اس نے مقبرہ اپنا ماہ باغ بحین حیات خود تیار کرایا ہے۔ یہ سن کر ارادہ ملتوی رہا۔ واللہ اعلم بالصواب

(ص ۷۰۸) احوال باغ شالا مار واقع لاہور

(ص ۷۰۹) یہ شالا مار لاہور سے شرق رویہ بفاصلہ چار میل انگریزی کے واقع ہے اور یہ باغ شاہجہان بادشاہ نے خود بشوق تمام حسب نقشہ باغ کشمیر سن ۱۰۴۷ ہجری قلعہ میں بنوایا تھا۔ چنانچہ یہ قطعہ تاریخ لاادری اختتام عمارت باغ ہذا کا ہے۔

چوں شاہجہان بادشاہ حامی دین
آراستہ شالا مار با طرز متین
تاریخ بنائی ابن زرضوان جسم
گفتہ کہ بگو نمونہ خلد برین
سن ۱۰۴۷

(ص ۷۰۸) زبانی میاں کریم بخش بن رحیم بخش بن مہر حافظ عظیم اللہ بن حافظ لطف

Marfat.com

اللہ بن محمد فاضل بن مہر مہنگا' جس کا حال مفصل حال موضع باغبان پورہ میں مندرج ہے اور نیز کتب مقبرہ سے استنباط کر کے تحریر کرتا ہوں۔

(ص ۱۱۷) حال وجہ تعمیر باغ ہذا

حسب تحریر مرقومہ بالا بعضے تو کہتے ہیں کہ یہ باغ نمونہ باغ کشمیر پر بنا ہے اور بعضوں کا مقولہ قرین قیاس ہے کہ ایک روز شاہجہان بادشاہ واسطے زیارت روضہ مقدس حضرت جہانگیر بادشاہ کے گئے اور بمقام شاہدرہ باغ دلکشا میں' جو غرب رویہ مقبرہ حضرت جہانگیر واقع ہے' شب باش ہوئے۔ اس رات انہوں نے خواب میں ایک ایسا باغ دیکھا کہ جس کا درجہ بالائی سے پانی آکر اور درجہ نشیب سے ہو کر باہر نکلتا ہے اور لوگ اس باغ کو ارم کہتے ہیں۔ جب صبح کو حضرت شاہجہان اٹھے تو نواب علی مردان خان اور نواب فاضل خان کو تمام حال خواب کہہ سنایا اور فرمایا کہ کوئی مقام ایسا تلاش کرو کہ جہاں ایسا باغ تیار ہو سکے۔ انہوں نے تلاش کرتے کرتے شرق رویہ لاہور اور غرب رویہ اسحاق پرہ جگہ مطلوبہ دریافت کر کے اطلاع بخدمت حضور دی۔ حکم شاہی ہوا کہ نواب علی مردان خان واسطے اس باغ کے نہر دریائے راوی سے لائے۔ چنانچہ وہ اس کام پر مستعد ہو کر علاقہ شاہ پور سے نہر یہاں لایا۔

اور نواب فاضل خان میر عمارت اس باغ نمونہ ارم کا مقرر ہوا۔ اس نے ایک شخص جانی معمار سے نقشہ باغ تیار کرا کر بعد پسند حضور تفویض کار مختاری عمارت اسی جانی کی کی۔ (ص ۱۱۷) چنانچہ قبر اس استاد جانی کی مہر مہنگا کے قبرستان کے غرب رویہ موجود اور حال اس کا بیان حال باغبان پورہ میں مندرج ہے۔ اور مہر مہنگا جو مالک اس زمین کا تھا' اس کو باغبان مقرر کیا چنانچہ وہ اس خدمت میں مصروف ہوا۔

وجہ تسمیہ

(ص ۷۰۸) اس باغ کا از روئے تحقیقات کاملہ یہ معلوم ہوا۔ بعضوں کے نزدیک نام اس کا شہلا باغ یعنی خوبصورت باغ اور بعضوں کے نزدیک شالا مار۔ شالا زبان پنجابی میں خدا کو کہتے ہیں اور بعضوں کے نزدیک شعلہ ماہ یعنی چاند کا شعلہ۔ اور بعضے اس کو سالہ ماہ' سالہ بسین مہملہ و الف ممدودہ و ہائے ہوز بیان کرتے ہیں۔ سالہ زبان سنسکرت میں گھر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ دھرم سالہ و پاٹک (پاٹھ) سالہ اور یہی لفظ سالہ شوالہ بن گیا ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک شالا مار بشین معجمہ و الف ممدودہ و لام و الف ممدودہ۔

Marfat.com

وجہ تسمیہ اس نام کا یہ بتلاتے ہیں کہ مقام کشمیر میں کسی (ص ۷۰۹) بادشاہ سلف نے ایک باغ وضع دار بنوانے کا ارادہ کیا۔ جب واسطے تقرر مقام کے کشمیر سے باہر مع اراکین سلطنت گیا تو ایک جگہ پسند کی۔ قدرت الٰہی سے وہاں ایک گیدڑ کو کسی شکاری کتے نے پکڑا ہوا تھا۔ اس باعث سے اس باغ کا نام شالا مار مشہور ہوا کیونکہ زبان کشمیری میں گیدڑ کو شالا کہتے ہیں اور مار ایک قسم شکاری کتے کی ہے۔ اور سفر نامہ میں لالہ امین چند صاحب شاہ عمارت یہی ارقام فرماتے ہیں۔ المعنی فی ضمیر المصنف۔ فقط۔ بعد اس کے جہاں جہاں اور بادشاہوں نے اس نقشہ پر باغ بنوائے نام ان کا یہی رہا۔ یہ باغ بھی اسی باغ کے نقشہ پر بنا ہوا ہے۔ فقط۔

شالامار مختلف ادوار میں

(ص ۷۱۲) بعد ازاں یہ باغ تا عہد محمد شاہی ترقی پذیر اور آباد رہا۔ بعدازاں روبہ ویرانی لایا۔ حتیٰ کہ بباعث بادشاہ گردی بالکل ویران ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ باغ فیض کی بارہ دری غربی میں ایک حوض خاص سنگ یشم کا تھا۔ چنانچہ بعہد تین حاکمان حافظ محمد عظیم اللہ نے جو اولاد مہر مہنگا سے باغبان یہاں کا تھا واسطے حفاظت اس کی کے اس حوض پر ایک کھلی بیل باندھنے کی بنا چھوڑی تھی تاکہ وہ حوض پنجہ ظالماں سے محفوظ رہے۔ اس پر ایک شخص مسمی سعید نے جو فی الاصل شقی تھا لہنا سنگھ حاکم کے آگے اس حوض کی مخبری کی اور اس نے اس حوض کو اکھڑوا کر حکاکوں کے پاس فروخت کیا اور کل فوارہ ہائے مسین جو اس باغ میں تھے اکھڑوا کر ٹھٹھیاروں کے پاس فروخت کئے۔ سبحان اللہ کیسے بے حوصلہ گرسنہ چشم حاکم تھے کہ یادگار پادشاہان سلف کو یوں برباد کر دیا اور سچ پوچھو تو یہی حرکات ان ظالموں کی باعث تشریف آوری مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ہوئی۔ یعنی جب ایسی ایسی یادگار شاہان سلف کو لہنا سنگھ نے ویران کرنا شروع کیا تو بزرگان نبی بخش و کریم بخش کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا۔ انہوں نے باہم یک صلاح ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پیغام بھیجا کہ لاہور میں آکر قابض ہو مگر اس اقرار پر کہ آتے ہی اس باغ کی آبادی پر متوجہ ہو۔ مہر محکم بھی اس مصلحت میں شریک تھا جس کا حال احوال نواں کوٹ میں مفصل تحریر ہو چکا ہے۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ یہاں آکر حاکم ہو گیا تو اس کی آبادی پر حسب الاقرار کمر باندھی اور ایسا آباد کیا کہ اب بھی ظاہر ہے۔ آفریں باد برین ہمت مردانہ او اور تحسین۔

باغ

Marfat.com

(ص ۷۰۹) اصل میں یہ باغ ایک باغ میں سات باغ ہیں اور نام ان کے الگ الگ۔ اول باغ انگوری جو اب بھی جنوب رویہ باغ شالا مار مقبوضہ پنڈت برج ناتھ ہے۔ اس کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دھرم ارتھ کر دیا تھا۔ دوسرا باغ عنایت آباد جو فیمابین انگوری باغ اور شہلا باغ کے واقع ہے۔ اب مقبوضہ سرداران سندھا والیہ۔ اور جو باغ کہ اب بنام نہاد شالا باغ مشہور ہے اس میں بھی تین باغ ملحقہ یک دیگر ہیں۔ ایک باغ فیض بخش جو دروازہ جنوب رویہ کے اندر تا بارہ دری محل میانہ ہے۔ دوسرا باغ حیات بخش جو محل میانہ کے درجہ میانہ باغ ہے۔ اور محل میانہ سے چند زینہ اتر کے اس میں جاتے ہیں جس میں تالاب فوارہ دار موجود ہے۔ پھر اس میانہ میں کہ جس کو باغ حیات بخش کہتے ہیں تین درجہ ہیں۔ ایک یہ درجہ میانہ جس میں تالاب مع چار بارہ دری باین تفصیل ہے کہ دو بارہ دریاں شرق و غرب رویہ تالاب کے اور دو شمال رویہ۔ تالاب بر سر مقام ساون بھادوں شرق و غرب جس میں سے سیر ساون بھادوں کی بخوبی ہوتی ہے۔ یہ دونوں بارہ دریاں پہلے سنگ مرمر کی تھیں۔ سنگ ولی راجہ رنجیت سنگھ یہاں سے اکھاڑ کر رام باغ امرتسر میں بمقام بارہ دری نصب ہوئے۔ اب بارہ دریاں خشتی کھڑی ہیں اور بر سر کنارہ تالاب بطرف جنوب ایک تخت سنگ مرمر' جس کے اوپر کٹہرہ پنجرہ دار سنگ مرمر کے لگے ہوئے ہیں' یادگار شاہجہان رکھا ہوا ہے۔ وہ بحین حیات خود اس پر اکثر اجلاس فرماتے تھے۔ اس تخت کے جنوب رویہ ایک حوض مربع سنگ مرمر مع فوارہ کلاں۔ جنوب رویہ اس بارہ دری۔ محل میانہ کے نیچے شمال رویہ ایک آبشار جس کو بزبان پنجابی چادر کہتے ہیں سنگ مرمر کی موجود ہے جس کہ زیب النساء دختر عالمگیر کو (ص ۷۱۰) اس محل میانہ میں بیٹھنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ہمیشہ یہاں آکر سیر آبشار کرا کرتی تھی۔ چونکہ شاعرہ تھی ایک روز اس آبشار کو دیکھ کر یہ رباعی موزوں فرمائی۔

اے آبشار نوحہ گر از بہر چیستی
چین برجبیں فگندہ ز اندوہ کیستی
آیا چہ درد بود کہ چون من تمام شب
سر را بسنگ میزنی و میگریستی

اور ایک ایک درجہ باغ شرق و غرب رویہ تالاب جن کے نام مشہورہ چڑھدی دفعہ اور لہندی دفعہ ہے موجود ہیں۔ اور گوشہ گنی دفعہ چڑھدی میں ایک حمام مبنیہ شاہجہان بادشاہ ہے۔ اس حمام کے تین درجے ہیں' جس کے درجہ اول و ثانی میں دو فوارے اور درجہ

Marfat.com

ثالث میں ایک حوض غسل خانہ جس کے شرق و غرب رویہ دو دو جائے آب ریز شیر دھان۔ اس درجہ کے بگوشہ ایساں خزانہ آب سرد یعنی حوض اور بطرف شرق خزانہ آب گرم مقام آتش دان۔ باہر باغ کے شرق رویہ فقط مقام ساون بھادوں کا۔ وجہ تسمیہ اس کا یہ ہے کہ اس کے پانی گرنے کی آواز بطور بارش باراں مسموع ہوتی ہے۔ صورت آن کی یہ ہے۔ دو بارہ دریوں کی کہ جو برسر ساون بھادوں شرق و غرب رویہ ہیں ایک مربع مقام نیچان میں واقع ہے۔ شمال رویہ اس مکان کے ایک سردہنہ سنگ مرمر۔ دیوار جنوبی و شرقی و غربی میں طاقچہ ہائے محرابی خرد خرد واسطے چراغ رکھنے کے۔ اس میں جس وقت چراغ رکھے جاتے ہیں اور اوپر سے پانی گرتا ہے تو شعاع چراغاں بطور برق اور پانی بارش کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اس کے میانہ پانچ فوارے اور راہ پانی نکلنے کا۔ اس مقام سے شمال رویہ باغ فرح بخش (اس کو پائین باغ بھی کہتے ہیں) یہ درجہ حیات بخش سے بھی نشیب میں ہے اور ان ہرسہ باغ بجز میانہ درجہ جہاں تالاب کلاں مع تخت ہے بطور چلیپا چار چار نہریں جاری ہیں۔ اس کے شمال رویہ مہتابی باغ تھا' مگر اب علیحدہ ہو کر ویران پڑا ہے۔

اس باغ حیات بخش میں دو دروازہ ہائے کلاں جن میں سے ایک ہاتھ مع عماری بفراغت تمام چلا آئے' ایک شرق رویہ دوسرا غرب رویہ۔ اب شرقی خشتوں سے مسدود اور غربی جاری۔ ان دروں پر کام کاشی نہایت خوبصورت خوشنما بنا ہوا ہے۔ باغ کے شمال کی طرف میانہ میں ایک بارہ دری جس کے شرقی اور غربی بغل میں ایک ایک در میانہ تھا اور وہاں سے مہتابی باغ میں جاتے تھے' اب وہ بند ہے۔ باغ حیات بخش میں کوئی دروازہ باہر کی آمد و رفت کا نہیں اور باغ فیض بخش کی دیوار غربی میں' بارہ دری کے شمال رویہ ایک در خرد۔ دیوار شرقی میں بھی بارہ دری کے جنوب رویہ ویسا ہی در خرد واسطے آمد و رفت مقام نگاہ خانہ کے۔ حال نگاہ خانہ الگ تحریر کروں گا۔ اس کی دیوار جنوبی میں تین راہ تھے۔ یعنی اب یہاں بارہ دری میانہ دیوار جنوبی کو تڑوا کر میجر میگریگر صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے بعہد خود در موجودہ نکالا ہے۔ اس کے (ص ۱۷۱) شرق و غرب کی طرف دو در تھے اور در تیسرا غرب رویہ بارہ دری ہذا کے تھا مگر اب بند ہے۔

تفصیل دروازہ ہائے جدید

ایک تو یہ در کلاں جو دیوار پشت بارہ دری واقع اندرون دیوار جنوبی سے پھوڑ کر میجر میگریگر صاحب بہادر نے تجویز کر کے نکالا ہے اور دوسرا شرق رویہ اس بارہ دری کے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک در کلاں بنوایا تھا۔ میجر میگریگر صاحب نے بند کرا دیا۔ گوشہ

Marfat.com

ر در کا اں مہاراجہ نے بنوایا تھا جو اب بھی موجود ہے۔
باغ ی دیواروں پر چھ برجیاں کلاں، جن کے آٹھ آٹھ در محرابی مرغولی
بایں تفصیل موجود کہ ہر ایک برجی بگوشہ گگنی اور ایک بگوشہ نیرت اور
یک بگوشہ بابُ اس باغ فیض بخش کے۔ اور دو برجیاں بگوشہ ایساں و
شمالی باغ جو شمال رویہ باغ فرح بخش غیر آباد مقبوضہ سرکار ہے۔
لیکن زراعت ہوتی ہے۔ اس کی دیواریں بھی اب تک ہیں مگر
ہو کر میلا رام کے ہاتھ فروخت ہوئیں۔ ان ہر شش باغوں میں
ابی اباغ۔ یہ باغ گلزاری جو غرب رویہ شالا مار کی دیوار بدیوار تھا،
ب ا اس کا نام و نشان نہیں۔

مکان نگاہ خانہ

شرز ن رویہ جو مقام نگاہ خانہ ہے، اور اب تمام لوگ اس کو
بہ اور حال یہ ہے کہ گرد و نواح اس کے بطرف شمال و
نواح چار دیواری خشتی۔ بوقت شاہان یہاں حاضری فوج
ب دروازے سے فوج آتی اور دوسرے سے نکل جاتی
گاہ خانہ میں بیٹھ کر ملاحظہ فوج کیا کرتے تھے۔ اب وہ
سرسبزی لارنس صاحب نے تعمیر اس کی کرا دی۔ اور
میں ایک بارہ دری متصل دیوار غربی نگاہ خانہ کے
سقف ہو بہو دوری قبر کے موافق ہے۔ وہ اس
اکہ اس پر نگاہ ڈالنے سے موت اور قبر یاد رہے۔
ہوا۔ یہ وجہ قیاس کے قرین ہے۔ کیونکہ ایسا ہی
وب رویہ تھا۔ اس میں راقم الحروف نے بھی قبر
بھی نگار خانہ کہا کرتے تھے۔ اکثر شاہان سلف کا
بنوایا کرتے تھے تاکہ موت یاد رہے اور نفس

ت

ح تمام چار دیواری پختہ کار جس پر چھ

Marfat.com

برجیاں تمام سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہیں۔ اب عام در آمد و رفت جنوب رویہ بر سر امرتسر ہے۔ آگے وہاں ایک خوابگاہ تھی اب اس خوابگاہ کی جنوبی دیوار کو پھاڑ کر یہ د لگایا گیا ہے۔ جنوب رویہ اس دروازہ سے نہر آتی ہے۔ اس کے غرب رویہ ایک مز اصطبل بنا ہوا ہے۔ آگے یہاں یعنی غرب و شمال رویہ اصطبل ایک درواز ہ کلاں شاہی بنا تھا، اب وہ گرایا گیا ہے۔ اب نہر کے شرق رویہ چند دکانات ہیں۔ یہ خوابگاہ جس میں سے وہ دروازہ نکالا گیا ہے تمام سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے۔ اس خوابگاہ کے بطرف شمال تین دھن محرابی ہیں۔ دھن میانہ کے برابر بطرف شمال اندرون باغ نہر جاری ہے۔ اس میں تمام فوارے لگے ہوئے ہیں۔ لب نہر یعنی بطرف شرق و غرب تمام تختہ ہائے اشجار پر بار اور بطرف شرقی اس کے ایک چاہ نہایت شیریں اور سرد آب۔ اس چاہ کو دریائی کھوئی کہتے ہیں کیونکہ اس کے پاس ایک درخت انبہ بنام دریائی کھڑا ہے۔ جب تھوڑی دور اس فرش سے جائیں تو ایک تالاب آتا ہے، جس کے گرد بطور چلیپا نہر۔ لطف یہ ہے کہ اس چوسر نہر کے سروں پر چار خواب گاہ ہیں یعنی بطرف جنوب وہی خوابگاہ ہے کہ جس میں سے اب دروازہ نکلا ہے اور بطرف شرق و غرب، خشتی ریختہ کار، جن میں فوارے بھی بنے ہوئے ہیں۔ خوابگاہ محل میانہ میں تمام فرش سنگ مرمر کا نہایت روح افزا ہے۔ اس محل میانہ خوابگاہ میں بطرف شرق و غرب دو زینہ نیچے جانے کو دوسرے باغ میں۔ اس خوابگاہ کے تین دھن کلاں بطرف جنوب اور تین بطرف شمال اور ایک ایک بطرف شرق و غرب۔ شمالی دھنوں کے میانہ میں باہر کی طرف خوشنما منظر۔

تشریح زمین محدودہ شہلا باغ

زمین باغ فیض بخش زیر اشجار پر بار مع عراقہائے پختہ وغیرہ بدیں تفصیل: تخمیناً" زیر اشجار چار تختوں میں ۴۸ بیگھ۔ عراقہائے پختہ و خام ۱۲، کل ۶۰ بیگھ۔ زمین باغ فرح بخش زیر اشجار چار تختوں میں ۴۸ بیگھ، عراق ۱۲ بیگھ، کل ۶۰ بیگھ۔ زمین باغ حیات بخش زیر اشجار بدو دفعہ ۲۰ بیگھ۔ عراق و تالاب ۱۰ بیگھ، کل ۱۵۰ بیگھ۔

حق تو یوں ہے:

اگر فردوس بر روی زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

(ص ۳۴۴) حال گلابی باغ

Marfat.com

بیگم پورہ کے جنوب رویہ اور جو سڑک لاہور سے شہلا باغ کو جاتی ہے' اس کے شمال رویہ ایک در عالیشان گلابی باغ کا کھڑا ہے۔ اگرچہ اب باغ تو گر گیا ہے' مگر تاحال یہ نشان باقی ہیں: کہ اگر سڑک پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو ایک محرابی در بلند کلاں نظر آتا ہے' جس کے اندر کی طرف دو درجہ ہیں' درجہ بالائی تو سفید چونہ گچ' جس کے میانہ میں باہر کی طرف ایک در محرابی خرد بطور دریچہ سیرگاہ ہے اور اس کے نیچے ایک اور در محرابی جس سے آمد و شد ہے۔ صورت اس در کی یہ ہے کہ باہر کی طرف زیر محراب کلاں بطرف شرق و غرب دو تھڑیاں تخمیناً" دو دو گز طول والی خشتی اور ان تھڑیوں کے اوپر تا سقف بالائے در محرابی دروازہ کے مرغولوں میں ہر سہ طرف تمام کام کاشی کا ہوا ہوا ہے۔ اور محراب کے در کے سر پر یہ دو شعر لاجوردی سیاہی سے بقلم جلی تحریر ہیں۔

بانی باغ سخاوت فاتح باب کرم
آن کہ از دارای گردون ساخت باغ چون ارم
اهل معنی بر دوامش خواستند از حق دعا
بیگ سلطان را الٰہی دار دایم محترم

اور اس در محرابی درجہ تھڑی دار کے شرق و غرب باہر کی طرف اور دو محرابی قالبوتی نشست گاہیں ہیں۔ عرض ان کا سوا دو گز اور طول پونے تین تین گز۔ اندر سے تمام منقش گلکار اور باہر سے تا سینہ چونہ گچ اور (ص ۳۴۵) اوپر اس کے تمام کاشی کار خوب تر و تازہ موجود۔ محراب شرق رویہ کے مرغول کے اوپر ایک کتبہ نمابین محراب زیر والا و منزل ثانی اس میں بخط جلی نستعلیق یہ تحریر ہے:

خوشا باغے کہ دارد لالہ داغش
گل خورشید و مہ زیبد چراغش

اور نمابین محراب زیر و بالا غرب رویہ میں بھی اسی طرح کا ایک کتبہ ہے۔ اس میں یہ شعر تحریر ہے۔

ز تقویم خرد پرسید غازی
گلابی باغ شد تاریک باغش

اور سوائے تحریر ہذا کی تمام گلکاری ہوئی ہے۔ اور اوپر زیر لب بام ۱۰۶۶ اور محراب کلاں کے سر پر بخط جلی کلمہ شریف افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ اور بالائے محراب شرق رویہ منزل ثانی پر یہ تحریر ہے۔

Marfat.com

محمد عربی کا بردی ہر دو سرا ست
کسی کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

باہر سے یہ صورت عمارت ہے کہ شرق و غرب رویہ سر عمارت بطور ستون خرد کانسی کار ہے اور اس کے ساتھ غرب رویہ زیر و بالا سات طاقچہ اور طاقچوں کے شرق میں زیر و بالا دو محراب کانسی کار اور اس کے غرب میں پھر سات ویسے ہی طاقچہ خوبصورت کانسی کار اور غرب رویہ در دو منزلہ جس کا محراب کلاں ہے کانسی کار اور اسی طرح اس در کلاں کی بغل غربی میں کار کانسی ہے۔ اس بیرون در کے اندر دو درجہ ہیں۔ اس کے اندر ڈیوڑھی ہے اس طرح کی کہ شرق و غرب میں دو دالان محرابی زمین سے آدھ گز بلند اور میانہ میں اوپر گنبد۔ ان دالانوں میں فرش خشتی اور چھت قالبوتی بطور گنبد اور ان دونوں میں جنوب رویہ کوٹھڑیاں قالبوتی خشتی چونہ گچ۔ دالان شرقی ڈیوڑھی کے گوشہ میں طرف شرقی و شمالی میں زینہ اوپر جانے کا۔ پندرہ زینہ چڑھ کے اوپر جانا ہوتا ہے۔ اب نیا طاق تختہ چوبی لگایا گیا ہے۔ اوپر تمام فرش خشتی پختہ تر و تازہ۔ اس کے جنوب کی طرف ایک بارہ دری جس کے میانہ میں تین دھن محرابی خشتی چونہ گچ کلاں اور اس کی بغلوں میں دو در حجرہ نما۔ فرش میانہ اس بارہ دری کا ایک مشت باہر سے بلند۔ شمال رویہ اوپر محرابوں کے گردنہ۔ ان محرابوں کے باہر کی طرف شمال رویہ سقف پر نشان فوارہ کے موجود۔ اس بارہ دری کی یہ صورت ہے کہ تین دھنوں کے اندر بطرف سڑک باہر کو ایک محرابی کھڑکی جس کے شمال رویہ اندر بارہ دری کے محراب قد آدم بلند۔ اس کے گوشہ میں دونوں طرف یا اللہ یا اللہ تحریر ہے اور اوپر چھت قالبوتی چونہ گچ منقش گلکاری' دیواروں پر بھی تمام گل بوٹا ہوئے ہوئے ہیں۔ اور دونوں بغلوں میں یعنی شرق و غرب ایک ایک در محرابی۔ اس کے اندر مکان مربع۔ جس کی چھت بطور گنبد۔ شرق رویہ مکان میں ایک کھڑکی شرق کی طرف اور ایک جنوب کی طرف۔ اور غربی مکان میں ایک کھڑکی غرب اور ایک جنوب کی طرف منقش اور لب زمین بطور دیوار گیر تمام سرخ و سبز رنگ لگا ہوا ہے اور زمین سقف پر تمام فرش خشتی صحیح و سالم۔ اس بارہ دری کے شمال کی طرف بالائے سقف بنہرہ سفید آدھ گز بلند اور گوشہ شرقی و شمالی میں ایک خرد حجرہ' اس میں شرق رویہ ایک شکستہ سا دروازہ اور اس کے مقابلہ میں گوشہ غربی و شمالی میں ایسا ہی ایک حجرہ' جس کا در محرابی بالائے سقف' شرق رویہ جو زینہ نیچے سے اوپر آتا ہے اس کی بغل شمالی میں اور زینہ چونہ گچ اوپر جانے بارہ دری کا ہے۔ وہاں سے گیارہ زینہ چڑھ کے بالائے بارہ دری جاتے ہیں۔ اس پر شرق و غرب و

Marfat.com

جنوب رویہ دیوار چونہ گچ تا بکمر بلند' اب سیاہ' اور زمین سقف بھی چونہ گچ۔ اس کے شرق و غرب میں چار محراب کلاں اور اس میں دروازہ محرابی اور اس کے شرق و غرب میں ایک ایک محراب چونہ گچ مگر گوشوں پر کار کانسی۔ اس ڈیوڑھی کے گوشہ شرقی و شمالی میں بفاصلہ بیس قدم ایک چاہ کلاں اور چاہ کے غرب رویہ ایک برنا' ایک گوندی' ایک کابلی کیکر' ایک بوڑھ' ایک بیر' ایک انار کھڑا ہے۔

سلطان بیگ

اور حال بانی گلابی باغ کا یہ ہے کہ بانی اس کا سلطان بیگ برادر عم زاد مرزا غیاث الدین' جو قبائل شاہ طہماسپ والی ایران سے شوہر سلطان بیگم بنت شاہجہان کا تھا اور حسب الطلب شاہجہان کے کہ اس سے غیاث الدین شوہر سلطان بیگم نے سفارش پرورش کی تھی' سن ۱۰۶۰ میں ایران سے ہند میں آکر میر بحر پنجاب مقرر ہوا۔ اس نے یہ باغ ایک ہزار چھیاسٹھ میں تعمیر کرایا۔ کہتے ہیں کہ یہ دروازہ اور اس کی بغلوں والی دیوار شرقی و غربی تیار ہو چکی تھی کہ وہ بباعث شوق شکار شکار کو گیا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ دو مہینے قبل از جانے شکار کے شاہجہان بادشاہ ایک بندوق انگریزی آمدہ ولایت انگلستان اس کو بھیجی تھی۔ کہتے ہیں کہ شکار میں بمقام شیخوپورہ وہ بندوق اس کے ہاتھ سے پھٹ گئی اور اس کے صدمہ سے بروز چار شنبہ بوقت چاشت تیرہویں شوال المکرم سن ایک ہزار اڑسٹھ ہجری راہی ملک عدم ہو کر شکار قضا ہو گیا۔ قبر اس کی معلوم نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ بطرف شمال موضع کوٹ خواجہ سعید واقع ہے اور کوئی کہتا ہے کہ متصل باغ ہذا دفن ہوا' مگر تاحال پختہ حال اس کی قبر کا معلوم نہیں ہوتا۔

(ص ۲۳۴) احوال بارہ دری نواب وزیر خان مرحوم شاہجہانی

یہ بارہ دری لاہور سے بفاصلہ نیم میل بگوشہ نیرت ڈاک خانہ کے متصل غرب رویہ واقع ہے۔ گرد اس بارہ دری کے تا بسینہ بلند ایک چبوترہ خشتی مربع عرض و طول اس کا تینتالیس گز۔ اب صاحبان عالیشان نے اس چبوترہ پر تمام گھاس کھبل لگوایا ہے اور ہر چار طرف لب کنارہ چبوترہ خشتی یک گز مرتفع جنگلہ چوبی بنوایا ہے۔ اس چبوترہ پر شمال رویہ ایک درخت دھریک کھڑا ہے۔ چاروں طرف اس تھڑا کے میانہ میں سات سات زینہ مثلث چونہ گچ اوپر آنے کو۔ میانہ میں بارہ دری۔ جنگلہ چوبی سے تا دیوار بارہ دری ساڑھے گیارہ گز کا فاصلہ ہے۔

Marfat.com

صورت اس بارہ دری کی مربع' عمارت تمام خشتی باہر سے دو منزلہ اور اندر سے ایک منزلہ' ایک ایک دھن محرابی مرغولی خشتی میانہ میں (چاروں طرف اب ان میں طاق تختہ آئینہ دار لگے ہوئے ہیں) اور ایک دھن مرغولی عمارتی۔ اس کی بغلوں میں (جو اینٹوں سے مسدود) محراب ہائے مسدودہ کی بغلوں میں پھر ایک دھن محرابی مرغولی خشتی۔ اس کے اندر تین تین در۔ اسی طرح منزل ثانی پر ہر طرف میانہ میں سہ دھنہ مرغولی جس میں اب آئینہ دار طاق لگے ہوئے ہیں اور ان کی بغلوں میں ایک ایک محراب مرغولی۔ اس کے اندر پھر تین تین در کوئی بلند اور کوئی کشادہ بطور غلام گردش' چاروں طرف اس کے آدمی پھر سکتا ہے۔ اوپر منزل ثانی کے چاروں گوشوں پر چار برجیاں بارہ بارہ در مرغولی والے خشتی جن کے دروں پر گردنہ اور اوپر گنبدی' اس پر کلس اور چاروں گوشوں میں چار زینہ اوپر (ص ۴۳۵) جانے کے۔ جب زینہ چڑھ کے متصل منزل اولیٰ جائیں تو وہاں ایک روشندان محرابی باہر کی طرف ہے۔ فقط

اندر میانہ میں ایک کمرہ مربع سات گز جس کے چاروں طرف ایک ایک در محرابی کلاں۔ اب اس میں سرکار نے چوکھٹ ہائے انگریزی لگوائے ہیں۔ اوپر اس درجہ میانہ کے سقف گنبد نما قالبوتی۔ اس میانہ کمرہ کے چاروں طرف تین تین کمرے۔ میانہ کمرے کی چھت قالبوتی خشتی۔ اب سرکار نے تختہ بندی کی چھت بنوائی ہے اور اس کی بغلی سقفیں بھی قالبوتی گنبد نما۔ اوپر جانے کے چار زینہ قدیمہ تھے' اب دو باہر سے بند اور دو کشادہ جاری۔ اوپر کوٹھے پر چاروں طرف دیوار خشتی چونہ گچ دو فٹ بلند۔ میانہ سقف پر دو فٹ بلند ایک چبوترہ مربع' چار گز طول و عرض والا چونہ گچ جس کے جنوب رویہ ایک زینہ اصل میں یہ چبوترہ سقف میانہ کمرہ کی پشت ہے۔

بھنگیاں والی توپ

اس تھڑہ کے گوشہ نیرت پر توپ المشہور بھنگیاں والی رکھی ہوئی ہے۔ تخت چوبی پر رکھی ہوئی ہے۔ طول اس توپ کا پانچ گز۔ اس پر یہ شعر بدیں تفصیل کندہ ہیں۔

بالائے سر توپ خط مثمنہ بیضاوی میں۔

باَمر در دوران شہ ولی خان وزیر

ساخت توپ زمزمہ نام قلعہ گیر

پھر اس کے نیچے "عمل شاہ نظیر" کندہ ہے۔ پھر اس کے پشت کے میانہ پر یہ قطعہ کندہ ہے۔

Marfat.com

در زمان شہ فریدون فر
داور داد بخش عدل شعار
در دوران عصر احمد شاہ
خسرو تخت گیر جم مقدار
پھراس کے نیچے۔
شد بدستور اشرف الوزرا
امر از سدہ سپہر مدار
کہ بریزد باہتمام تمام
توپ ثعبان شکوہ کوہ وقار
خانہ زاد شہ سپہر سریر
شہ ولی خان وزیر اکثر کار
پھراس کے نیچے
بہر تقدیم آں مہم سترگ
کرد اوستاد چندرا احضار
تا بسعی تمام ریختہ شد
زمزمہ نام بتو نادرہ کار
قلعہ کوٹ حصار چرخ دوم
شد باقبال شاہ رو برکار
پھراس کے نیچے
سال تاریخش از خرد جستم
کرد با وحشت آں چناں اظہار
کہ اگر نقد جاں کنی تسلیم
راز پنہاں بتو کنم تکرار
بعد تسلیم او بگفتا توپ
پیکری اژدھای آتش بار

بارہ دری کی تعمیر

کتاب شاہجہان نامہ محمد صالح لاہور میں تحریر ہے کہ جب نواب علم الدین عرف نواب

Marfat.com

وزیر خان نے مسجد جامع سے فراغت پائی تو پھر توجہ خاطر اس باغ کی آراستگی پر مبذول فرمایا۔ اس وقت یہ باغ نخلہ وزیر خان مشہور تھا' کیونکہ یہاں اشجار خرما بکثرت لگائے گئے تھے۔ چنانچہ اب تک کئی اشجار متفرقہ خرما کے اس کے نواح میں کھڑے ہیں۔ سبحان اللہ بعد سکھاں یہ بارہ دری داخل چھاؤنی تھی۔ بعد اس کے جب علمداری سرکار انگریزی ہوئی تو پہلے چند مدت سیر گاہ گورہ ہائے فوج رہی' کیونکہ اس کے گرد نواح چھاؤنی افواج سرکار انگریزی بوقت ابتدائے عمل داری مقرر ہوئی تھی۔ جب چھاؤنی میاں میر مقرر ہوئی تو یہاں محکمہ بندوبست چندے مقرر رہا۔ بعدازاں (ص ۴۳۶) صاحبان تار مخبر یعنی ٹیلیگراف والوں کا قبضہ رہا۔ بعدازاں عجائب خانہ ضلع لاہور۔ اب ابتدائے سن چونسٹھ میں جب مقام عجائب گاہ یعنی اگزبیشن اس بارہ دری کے گوشہ ایساں میں بہت نزدیک مکان عالیشان تیار ہوا تو تمام اسباب یہاں سے اٹھ کر وہاں چلا گیا۔ اس ایام میں مقام کتاب گھر جنوب رویہ اس بارہ دری کے تھا جو واسطے آرائش و نمائش مقام اگزبیش کے کرایا گیا۔ یہ بارہ دری کتاب گھر ہے۔ شرق رویہ اس کے ائنا گھر (بازی گاہ) صاحبان تیار ہو رہا ہے۔

بیان کتاب گھر

سبحان اللہ ! سرکار عالی وقار نے کیا کیا اچھے دستور مقرر کئے ہوئے ہیں کہ ہر مقام نامی میں کہ جہاں صاحب لوگ رہتے ہیں ایک کتاب گھر مقرر کیا جاتا ہے (اصل میں یہ رسم مقررہ و مروجہ شاہان سلف ہے) دیکھنا چاہئے کہ اس میں کیا کیا فائدے منزوی ہیں۔ اس میں ہر طرح کی کتابیں قدیمہ و جدیدہ موجود رہتی ہیں اور ہر مقام سے کاغذات اخبار یہاں آتے ہیں۔ اور جو جو کتب مطابع انگلینڈ و ہند میں ماہواری مطبوع ہوتی ہیں وہ برابر اس میں آتی ہیں۔ دیکھنا چاہئے کہ اس تقرر کتاب گھر سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کل کتب خریدے اور ہر اخبار منگوائے تو کیا کچھ خرچ ہوتا ہے۔ یہاں معمول ہے کہ صاحبان شائقین سے جو چاہے اس جلسہ کا شریک ہو جائے۔ یہاں کا معمول ہے کہ خرچ ماہواری کتاب گھر ایک دو روپیہ ماہواری ہر ایک شائق کو دینا پڑتا ہے۔ جو کوئی وہ روپیہ دے تو کل اخبار و کتب کا ملاحظہ کرے۔ ایک صاحب اس جلسہ کا میر مجلس ہوتا ہے اور خاص اس مقام کے واسطے ایک دو چپڑاسی مع ایک دفتری و خانساماں مقرر ہوتے ہیں۔ وہ کتب جدید ہر شائق کو پہنچا دیتے ہیں۔ اور یہ مکان ہر طرح کے فرش و فروش چوکی میز سے آراستہ رہتا ہے۔ اس میں ایک تو ایسی کتب اور کاغذات ہوتے ہیں کہ نوبت بہ نوبت چپڑاسی صاحبوں کی خدمت میں پہنچا دیتا ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ ان کا دیکھنا خاص اسی مکان میں مقرر ہے۔

Marfat.com

جو صاحب یہاں دیکھنے آتا ہے اس کو ہر طرح فراغت رہتی ہے۔ اکثر صبح و شام اجتماع شائقین ہوتا ہے۔ جو کوئی یہاں چاہئے پانی پیئے تنخواہ زیادہ دے۔ الغرض کسی وجہ سے تکلیف نہیں ہوتی۔ علاوہ برآں چہ خوش بود کہ برآمد بیک کرشمہ دوکار۔ ایک تو سیر اخبار و دیار و امصار و تحصیل فوائد بے شمار ہوتی ہے اور ماسوا اس کے چند دوستان ہم وطن مل بیٹھتے ہیں۔ افسوس کہ ابنائے جنس ما مرداں میں فی زمانا یہ مراسم مروج نہیں۔ کیا اچھا ہو کہ روسائے ہندوستان میں بھی یہ سلسلہ جاری ہو جائے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدای بخشندہ

(ص ۶۰۸) باغیچہ محمد شاہ کمیدان سردار بہادر کا

یہ مکان شمال رویہ مقبرہ شاہ ابوالمعالی صاحب، شرق رویہ اس سڑک کے جو جیل خانہ کو جاتی ہے، واقع ہے۔ یہ مکان اول صرف قبرستان بزرگان محمد شاہ صاحب کا تھا اب انہوں نے باغ بنا لیا۔ یہ محمد شاہ صاحب سید شریف النسب خاندانی رئیس لاہور ہیں۔ اگرچہ امام شاہ صاحب بھی بعہد خالصان سکھاں ذی عزت عہدہ دار تھے لیکن یہ محمد شاہ بڑے صاحب اقبال ہوئے ہیں۔ مفسدہ ۵۷ء میں انہوں نے خدمات سرکار میں بڑی جانفشانی کی۔ اس وقت تو چھوٹے عہدہ دار تھے مگر اب سردار بہادر ہو کر پنشن خوار سرکار ہیں۔ اودھ میں سرکار نے کچھ جاگیر بھی دی ہے۔ اب ممبر میونسپل کمیٹی لاہور بھی ہیں۔ فقط

عمارات باغیچہ

دروازہ اس کا غرب رویہ بے در۔ صرف دو کولے مدور کر کے طاق بانسوں کے پھرے ہوئے ہیں۔ گرد و نواح چار دیواری خام۔ دروازے کے اندر جاتے ہی گوشہ شرقی و جنوبی میں چاہ چرخ چوب والا مع چوبچہ پختہ خشتی۔ شرق رویہ اشجار کیلا۔ یہ باغ طولانی غرب و شرق رویہ ہے۔ چاہ رواں کے گوشہ شرقی و جنوبی میں سر راہ جو قلعہ گوجر سنگھ کو جاتا ہے ایک کوٹھہ پختہ خشتی، جس میں اب تین کوٹھڑیاں بنائی گئی ہیں۔

شرق رویہ باغ ایک اور چاہ چرخی دار۔ اس کے متصل ایک چبوترہ پختہ، اس پر چار قبریں خشتی۔ ایک محمد شاہ صاحب کی دادی اور دوسری والدہ اور تیسرا بھائی اور چوتھی بھتیجی کی۔ نام ان کے باپ کا امام شاہ، جو کمیدان مہاراجہ تھا۔ اور بھائی کا نام عنایت شاہ۔ شمال رویہ اس چبوترہ کے دو قبریں اور غرب رویہ تین۔ یہ بھی ان کے لواحقین کی ہیں۔ سوائے

Marfat.com

اس کے ایک چبوترہ پر بارہ قبریں خام ان کے قبائل اور بعضے فقیران کی ہیں۔ اس کے گوشہ شمالی و شرقی میں ایک چبوترہ خرد خشتی سرہانے اس کے چراغ دان۔ یہ قبر شیر علی بن میر موسیٰ کی ہے۔ اس باغ میں اکثر بیریاں اور چند انار و سنگترہ کھڑے ہیں۔
حاضر باش فقیر کو دو روپیہ ماہواری دیتے ہیں۔ وہ کار باغبانی اور مجاوری بھی کرتا ہے۔

(ص ۳۰۶) حال باغیچہ بخشی کنہیا لال صاحب

جنوب رویہ مقبرہ حضرت پیر علی گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے گوشہ شرقی میں ایک بلند چار دیواری بنام نہاد باغیچہ بخشی کنہیا لال مشہور ہے۔ تمام عمارت پختہ اخیر سلطنت مہاراجہ دلیپ سنگھ میں بخشی کنہیا لال بخشی فوج سواری نے یہ مکان واسطے تقسیم تنخواہ فوج کے بہ لاگت زر سرکار بنوایا تھا۔ بعد اس کے یہ مکان مالیت بخشی کنہیا لال صاحب بن گیا۔ اب اس میں کرایہ دار رہتے ہیں اور جمعہ اور حضرت کے عرس کے دن ان کا کٹمب یہاں آکر بیٹھتا ہے۔

دیوار شمال رویہ ذرا بڑھا کر کے شرق رویہ دروازہ آمد و رفت۔ دروازے کے اوپر شمال و جنوب رویہ دو برجیاں خرد پختہ ریختہ کی۔ چوبی چوکھٹ ندارد۔ صرف چولانڈوں میں طاق بھرے ہوئے ہیں اور جنوبی طاق میں ایک کھڑکی ہے اور متصل دیوار شمالی سر دیوار ایک چبوترہ نشست گاہ' جس کے شرق و غرب رویہ دو موہڑے خشتی خوشنما بنے ہوئے ہیں۔ اس چبوترہ کے جنوب رویہ کوٹھڑی اور باغیچہ کے اندر غرب رویہ تین کوٹھڑیاں جن کے دروازے شرق رویہ اور ایک والان۔ اس کے اوپر بالا خانہ اور ایک چوبارہ جس کے چار دروازے مع طاق تختہ چاروں طرف ہیں۔ غرب رویہ اس مکان کے باہر ایک تختہ انار اور ایک تختہ کھٹوں کا قبضہ میں مجاوران حضرت داتا گنج بخش ہے۔ شمال رویہ متصل دیوار چاہ پختہ مع چرخ چوب جس میں ایک بیل چلتا ہے' موجود ہے۔ اس چاہ والی دیوار کے باہر شمال رویہ سر راہ چوبچہ واسطے آسائش و پانی پینے گائے بیل کے بنا ہوا ہے۔
باغیچہ میں چار تختہ ہیں۔ ایک انار کا' دوسرا کھٹوں کا' تیسرا چوتھا سبزی کے واسطے۔ اور چند درخت توت اور پانچ شہ توت اور چار درخت کیلا اور ایک درخت لیموں' دو دھریک ہیں۔

باہر اس مکان (ص ۳۰۷) کے شمال رویہ ایک اور چبوترہ مع چاہ پختہ چرخی دار اور درخت بڑھ کلاں ہے۔ اس کے نیچے ایک فقیر عمردین نامی بیٹھتا ہے۔ شمال رویہ اس چبوترہ کے ایک کوٹھہ' جس کا در غرب رویہ ہے' مجاوران داتا گنج بخش صاحب نے بنوایا۔ اس میں

Marfat.com

بھی بھس فروش کرایہ دار رہتا ہے۔

اس مکان کی زمین ملک مجاوران ہے۔ مگر کرایہ ان کو کچھ نہیں ملتا۔ زمین کی ملکیت کی بابت ان کو لکھ دیا ہوا ہے کہ یہ زمین مال مجاوراں ہے۔

Marfat.com

۹۔ مواضع اور متفرق عمارات

(ص ۶۵۳) احوال باغبان پورہ

یہ موضع شرق رویہ لاہور بفاصلہ تین میل اور باغ شہلا مار سے بہت قریب غرب رویہ واقع ہے۔ پہلے جنوب رویہ قریب اس کے ایک موضع الموسوم اسحاق پورہ اور شمال رویہ موضع بابو پورہ آباد تھا۔ بعد شاہجہانی آبادی اسحاق پورہ کی ایسی بڑھی کہ متصل شہلا باغ جا پہنچی۔ رونق باغ کم ہونے لگی۔ آبادی بحکم شاہی موقوف کرائی گئی۔ ساکناں موضع منتشر ہو گئے۔ جو باقی رہے وہ بابو پورہ آباد کرایا ہوا ویدوں کا۔ جو اولاد جبو میں سے تھے آباد ہوئے اور اسحاق پورہ آباد کرایا ہوا اسحاق نامی زمین دار کا تھا اور وہ آبحاق آبائے میاں نبی بخش و کریم باغبان سے تھا۔

بعد شاہجہانی ۱۰۴۰ میں بابو پورہ اولاد بابو نے مہر منگے کے باپ مہر جیٹھا کے پاس فروخت کیا جس کا قبالہ داخل کلکٹری لاہور ہے۔ مہر جیٹھا نے خرید کر اس کا نام باغبان پورہ رکھا اور اس میں اپنے مکان بھی تعمیر کرائے۔ چنانچہ اب تک ان عمارات سے ایک چار دیواری قبرستان ان کی موجود ہے۔ فقط

مہر مہنگا

حال مہر مہنگا کا یہ ہے کہ ننھال اس کے باغ دلکشا واقع شاہدرہ کے داروغہ تھے اور یہ مہر منگا بایام طفولیت اکثر وہاں آیا کرتا تھا اور جس وقت بیگمیں یا شہزادیں یا شہزادے باغ میں سیر کرنے کو آتے تھے تو خلوت ہو جاتی تھی اور یہ مہر مہنگا بباعث خرد سالی کے اندر ہی رہا کرتا تھا۔ بعدہ شدہ شدہ تعارف اس کا گل بیگم اور شہزادیوں سے ہو گیا۔ اسی تعارف سے بعد تعمیر شہلا باغ یہ وہاں کا داروغہ مقرر ہوا۔ اہتمام شہلا باغ وغیرہ باغہائے سرکاری کا اس کے اختیار میں تھا۔ سن ۱۰۸۰ میں فوت ہوا۔

بعد اس کے اگرچہ فرزند کلاں اس کا مہر انور علی تھا مگر بمہربانی اس کی کے محمد فاضل پسر خرد اس کا مختار ہوا۔ من بعد اس کے دو بیٹے ہوئے۔ حافظ لطیف اللہ فرزند کلاں اس کا منصرم خدمات بدستور مقرر ہوا۔ اس کے یہاں دو بیٹے ہوئے ایک حافظ عظیم اللہ دوسرا

Marfat.com

حافظ محمد لطیف۔ اور (ص ۶۵۴) محمد لطیف کے یہاں ایک بیٹا مسمی حفیظ کے تین بیٹے ایک کریم اللہ دوسرا خدا بخش تیسرا ایزد بخش۔ اس میں سے خدا بخش لاولد گیا اور ایزد بخش کے یہاں تین لڑکیاں رہیں۔ جن کی اولاد میں سے محمد دین اور سراج دین ابن خلیفہ شرف الدین اور محمد بخش پسر کریم بخش اور ایک لڑکی لاولد رہی۔ کریم اللہ کے یہاں دو بیٹے ایک رحمت اللہ دوسرا جوایا۔ اب رحمت اللہ کا بیٹا کرم الٰہی اور جوائے کا چراغ۔ یہ سب کے سب باغبانپورہ میں رہتے تھے۔ ان میں سے حفیظ اللہ نے سکونت اپنی لاہور میں اختیار کی۔ حافظ محمد لطیف اللہ تا عہد نظامت نواب ذکریا خان زندہ تھا۔ بعدہ جب احمد شاہ بادشاہ ابدالی نے لاہور میں قتل کی اور بیگم پورہ کو خوب لوٹا' تب موضع باغبانپورہ بھی بباعث قریب ہونے بیگم پورہ ویران ہو گیا۔ حافظ لطف اللہ اور محمد ہر دو برادران حقیقی شہر لاہور کے خرادی محلہ میں دس پندرہ سال بایں طریق رہے کہ جب وہ چلا جاتا پھر باغبان پورہ میں چلے جاتے۔ اس اثناء میں محمد لطیف ابتدائے عہد سکھاں میں ملازم ہو کر موضع رن گڈھ میں' جو متصل اٹاری فیمابین لاہور و امرتسر مقام مشہور ہے' جا رہا۔ اس باعث سے یہاں کا علاقہ زمینداری وغیرہ سے ہٹ گیا۔ جب لاہور میں تین حاکم مقرر ہوئے تو پھر حافظ لطیف اللہ باغبانپورہ میں آکر درستگی اپنی عمارات وغیرہ اراضیات کی کرنے لگا اور چند روز میں پھر یہ موضع بدستور آباد ہو گیا۔ بعدازاں حافظ لطیف اللہ سمت ۱۸۴۰ میں راہ گرائے عالم بقاہو گیا۔ بعد اس کے دو فرزند نرینہ رہے۔ ایک حافظ عظیم اللہ دوسرا حافظ محمد۔ اس عرصہ میں خبر گیری شہلا مار کی کسی حاکم نے نہ کی' اس باعث سے وہ بالکل ویران ہو گیا۔ اس وقت میں انہوں نے درجہ رابع پائین شہلا میں' جو شمال رویہ باغ واقع ہے' بصرف زر خود دو چاہ مشترکہ ان دونوں بھائیوں نے بنوائے اور وہاں زراعت کرنا شروع کی۔ جب علمداری مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ہو گئی تو وہ از تہ دل متوجہ آبادی و آراستگی باغ کا ہوا۔ حافظ عظیم اللہ اور حافظ محمد ملازم مہاراجہ ہو گئے۔ آراستگی و آبادی باغ کے روز بروز زیادہ ہونے لگی۔ حافظ عظیم اللہ سن ۱۲۲۱ میں' کہ تاریخ وفات ان کی مصنفہ مرزا اکرم بیگ صاحب مرحوم لفظ "ہے دریغ" ہے' فوت ہوا۔ اس کے بعد دو بیٹے رہے۔ ایک حافظ رحیم اللہ دوسرا رحیم بخش۔ حافظ رحیم اللہ حسب الحکم مہاراجہ کے شہلا باغ میں رہا اور رحیم بخش برائے چندے باغ قلعہ لاہور واقع نقار خانہ میں داروغہ مقرر ہوا مگر پھر وہ بھی انتظام شہلا باغ میں شامل حافظ رحیم اللہ ہو گیا۔ حافظ رحیم اللہ سن ۱۲۵۶ میں فوت ہوا۔ اس کے چار بیٹے باقی رہے: ایک احمد بخش جو حین حیات ان کے لاولد مر گیا۔ دوسرا نور محمد تیسرا علی محمد و ولی محمد فوت

Marfat.com

ہو گئے۔ (ص ۶۵۵) اور نور محمد تادم حال شہلا مار میں ملازم سرکار ہے۔ رحیم بخش کے یہاں دو بیٹے ہوئے ایک مولوی قادر بخش دوسرا کریم بخش۔ قادر بخش کو الٰہی بخش جرنیل نے اپنے پاس بلا کر کار مختار اپنا بنایا۔ چنانچہ بہت مدت وہ باعزت و آبرو وہاں رہا۔ ۱۸۴۴ء میں فوت ہوا۔ اب اس کا ایک بیٹا نظام الدین موضع باغبانپورہ میں زمیندار ہے۔ اور کریم بخش برادر قادر بخش باغبان پورہ و شہلا باغ میں کار گزار رہا اور اب تک باعزت و آبرو باغبان پورہ میں رہتا ہے اور علاوہ زمینداری کے ٹھیکہ جات سرکاری بھی لیا ہے۔ طبابت میں کچھ دستگاہ رکھتا ہے۔ فقط

محمد کے یہاں چھ فرزند ایک محمد بخش دوسرا نبی بخش تیسرا الٰہی بخش چوتھا خدا بخش پانچواں غلام مصطفیٰ چھٹا امام الدین۔ عرصہ چھ سال سے خدا بخش فوت ہو گیا۔ اب اس کا بیٹا نورالدین موجود ہے۔ محمد بخش کے یہاں دو فرزند ہوئے۔ ایک چنن دین دوسرا بدرالدین ملازم شہلا باغ نیز شریک زراعت ہے اور بدرالدین صرف زراعت کرتا ہے۔ اور نبی بخش حسب لیاقت اور مشہوری کے دربار میں نیز داروغہ شہلا باغ ہوا اور خدا نے اولاد بھی لائق مند عنایت کر دی۔ شدہ شدہ متمول ہو گیا۔ چنانچہ اب حسب منظوری گورنمنٹ بلا شراکت غیرے داروغہ شہلا باغ اور نمبردار باغبانپورہ ہے۔ اس کے یہاں دو بیٹے ایک جلال الدین دوسرا کمال الدین۔ جلال الدین تو ملازم شہلا باغ اور کمال الدین زراعت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مہربانی ہے کہ گھوڑے بگھیاں نوکر چاکر وغیرہ تمام نعمائے دنیا اس کے گھر میں موجود ہیں۔ شہلا باغ اور باغبان پورہ میں حاکمانہ حکومت کرتے ہیں۔ باوجودیکہ مہر کریم بخش وغیرہ اشخاص ہم جدی اس کے حصہ دار موجود ہیں لیکن بباعث عزت اس کی کے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اگرچہ قبل اس کے نمبرداری وغیرہ میں وہ بھی شریک تھے۔ مگر اب دم بخود ہو بیٹھے ہیں۔ یہ نبی بخش مرید خاندان چشتیہ میں حضرت خواجہ سلیمان صاحب سنگر والی کا ہے جو خلیفہ حضرت نور محمد مہاروی کے تھے۔ اور الٰہی بخش کے یہاں تین بیٹے ایک محمد حسین دوسرا محمد دین تیسرا ولی محمد۔ اور غلام مصطفیٰ کے یہاں ایک لڑکی اور امام الدین کے یہاں ایک لڑکا مسمی غلام یاسین۔ فقط

اب ان کے گھرانے میں زمین مقبوضہ دو قسم کی ہے ایک جدی اور دوسری خود تردوی جو قریب چار صد بیگھ کے رقبہ باغبان پورہ میں ہے۔ اس میں سے بحصہ نصفا نصفی اولاد میاں عظیم اللہ و حافظ محمد تقسیم کر لیتے ہیں۔ اور جو خود تردد والی ہے اس کا یہ حال ہے کہ میاں محمد بخش چار چاہ میں حصہ دار ہے۔ اول چاہ بارہ دری والا میں کہ جو جنوب رویہ

Marfat.com

باغبانپورہ کے۔ اس کے دو حصہ تو ان کے قبضہ میں ہیں اور ایک حصہ وغیرہ زمینداروں کے پاس ہے۔ دوسرا چاہ تیلیاں والا۔ وہ بھی اسی طرف موضع کے ہے' اس میں تیسرا حصہ اس کا اور دو حصہ وغیرہ زمینداروں کے۔ تیسرا چاہ جلال والا' یہ کل (ص ۶۵۶) اس کے پاس ہے۔ چوتھا چاہ فاضل خانیہ' جس میں باغ لگایا ہوا ہے۔ اس کے نیچے ماسوائے باغ کے دس بیگھ زمین ہے' اور ماسوا اس کے اسی باغ کے ساتھ اور دس بیگھ زمین بھی شامل ہے' اس میں سے وہ تہائی حصہ لیتا ہے۔

اور میاں نبی بخش کے قبضہ میں جو چاہان جدی ہیں تفصیل ان کی یہ ہے۔ چاہ ناکی والا جو جنوب رویہ شہلا مار کے موجود ہے۔ اس کی زمین بتیس بیگھ مزروعہ۔ دوسرا چاہ باغ والا' اس میں انہوں نے خود چاہ لگا کر باغ بنایا ہے' اس میں اٹھالیس بیگھ زمین زیر باغ ہے اور تین بیگھ زمین مزروعہ۔ اور تیسرے تین چاہ ناکی و کیکر و خانساماں والا' یہ تین چاہ یکجا شرق رویہ شہلا باغ کے ہیں۔ اس کی زمین ایک سو چار بیگھ ہے۔ چوتھا چاہ خانقاہ والا جو موضع کوٹلی عبدالرحمان کے واقع ہے۔ اس چاہ کی تہائی زمین چالیس بیگھ قبضہ نبی بخش کے ہے۔ اور پانچواں' جو فی الاصل آٹھواں ہے' چاہ حاجی صدر والا۔ یہ چاہ بھی شرق رویہ کوٹلی ہے۔ زمین اس کی اٹھاون بیگھ مزروعہ۔ ماسوائے اس کے خاص خود تردد فاضل خانیہ دو چاہ اور مقامات میں ہیں' ان میں سے چاہ ناکی والا خود تردد ہے اور الٰہی بخش اور غلام مصطفیٰ اور نور دین اور امام دین' برادران نبی بخش' زمین جدی پر بموجب حصص شرعی کے قابض ہیں۔ اور الٰہی بخش کو کچھ سسرال سے بھی زمین ملی ہے۔

حال مکرر آبادی باغبان پورہ

(ص ۶۵۹) سن ۱۱۰۰ھ کے بعد یہ موضع باغبان پورہ بالکل ویران ہو گیا حتیٰ کہ ایک گھر بھی آباد نہ تھا۔ ۱۱۶۹ھ میں مہر محمد صالح نامی جو عالم گرامی داماد مہر حافظ لطف اللہ کا شہر لاہور میں رہتا تھا بتاریخ بیسویں صفر فوت ہو گیا۔ اسی روز اتفاقاً" مہر لطف اللہ کے یہاں حافظ محمد پدر میاں نبی بخش باغبان پیدا ہوا۔ تمام اراکین شہر اس کو واسطے دفن کرنے کے گورستان مہر مہنگا میں آئے۔ بعد دفن کئی حضرات نے مصلحتاً مہر لطف اللہ سے کہا کہ آج یوم سعید اس باعث سے زیادہ تر خوشی کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھر میں فرزند عنایت کیا ہے اور یہ موضع زر خرید تمہارے بزرگوں کا ویران پڑا ہے' اس کو آباد کرو۔ اس مشورہ کو سب نے پسند کیا۔ خدا کو آبادی اس کی منظور تھی۔ اس وقت مہر لطف اللہ نے اس مشورہ کو قبول کر کے اشتہار دیا کہ جو کوئی فلاں عرصہ میں یہاں آکر آباد ہو زمین عمارات ہمارے

Marfat.com

موجود ہیں۔ جس پر قبضہ کر لے وہ اس کا مال متصور ہو گا۔ یہ آواز سن کر جوق در جوق لوگ آکر آباد ہوئے۔ کل میزان ساکنین دو ہزار سات سو چوراسی بایں تفصیل۔

اہل اسلام مرد کاشتکار چار سو چھتیس نفر۔ عورات زمیداران تین سو چھیانوے۔ مرد جو کاشتکار نہیں آٹھ سو ننانویں اور عورات سوائے زمینداران سات سو نوے۔ اہل ہنود مرد کاشتکار اٹھارہ۔ عورات دس۔ غیر کاشتکار ایک سو انتالیس عورات چھیانویں۔ کل گھر اس گاؤں کے آٹھ سو انچاس۔

کوٹلی عبدالرحمان

(ص ۶۵۶) یہ کوٹلی گوشہ گنگی باغبان پورہ میں بفاصلہ ایک کوس کے ہے اور فی الاصل وہ کوٹلی بھی زمین باغبان پورہ میں آباد ہے۔ حال اس کا یہ ہے کہ عبدالرحمان نامی ایک فقیر پیرزادہ عہد عالمگیر میں تھا۔ اس نے یہاں ایک مسجد اور تکیہ حویلی بنائی۔ اب اس کی قبر بھی وہاں گوشہ گنگی میں موجود ہے۔ گرد و نواح قبر کے چار دیواری قدیمی خشتی۔ اندر ایک تھڑہ خشتی پر قبر دو خشتی۔ سرہانے چراغدان خشتی۔ اب اس میں ایک فقیر نامی تاج دین رہتا ہے۔ آگے اس قبر کے ساتھ ایک چاہ کا محاصل واگذار تھا اب بندوبست میں ضبط ہو گیا۔ جب عبدالرحمان نے یہاں مکان بنوایا تو یہ مکان اس کی کوٹلی مشہور ہوئی۔ پھر بہ علمداری مہاراجہ رنجیت سنگھ جمعدار خوشحال سنگھ نے وہاں گاؤں آباد کرایا مگر نام اس کا وہی قدیمی کوٹلی رہا۔

حال مسجد قدیمہ اندرون باغبانپورہ

باغبانپورہ قدیمہ میں جس کے گرد و نواح اب موضع کلاں آباد ہو گیا ہے محلہ میت والا۔ وہاں اب تک ایک مسجد حسب رواج مواضعات کلاں موجود ہے جس کا نام اندرونی مسجد مشہور ہے۔ یہ مسجد بنیہ مسماۃ فاطمہ بنت مہر مہنگا ہے جو اس نے بعہد شاہجہانی سن ۱۰۴۲ میں تیار کرائی۔ وہ فاطمہ لاولد تھی اس نظر سے اس نے یہ مسجد بنوائی۔ اب اس مسجد میں ملا کریم بخش بن فتح دین امام حسب مرضی مالکان رہتا ہے۔ اس مسجد کے باہر شرق رویہ ایک چاہ کلاں بنیہ میاں نبی بخش نمبردار ہے جو عرصہ پانچ سال سے اس نے بنا دیا ہے۔ فقط

(ص ۶۵۷) حال گورستان مہر مہنگا

Marfat.com

یہ گورستان شرق رویہ متصل موضع باغبان پورہ موجود ہے اور اس میں قبر مہر مہنگا کی ہے۔ یہ گورستان ان کا قدیمی ہے عمارت اس کی شاہجہانی۔ چار دیواری تین گز ارتفاع والی جس کے بنیرہ چونہ گچ جن کا رنگ اب سیاہ ہے۔ شرق رویہ اس گورستان کے پشت مسجد خواجہ ایاز کی دیوار ہے۔ حد مسجد کے جنوب رویہ ایک چاہ مسجد تھا اب گر گیا ہے۔ طول اس چار دیواری کا چون کروہ اور عرض ۲۸ کروہ۔ راہ آمد و رفت غرب رویہ خرد جس میں دو ڈنڈے لگائے ہوئے ہیں۔ اس راہ کے آگے چاہ چرخی دار اندر جنوب رویہ دو کوٹھہ پختہ جس میں اب غازی شاہ فقیر رہتا ہے اور سب لوگ خدمت کرتے ہیں۔ اس چار دیواری میں بطرف .. بی پانچ چبوترہ خشتی پختہ و خام جن کے اوپر فرش خشتی قدیمی ہے۔ تھڑہ جنوب رویہ پر ایک قبر مہر مہنگا کی خشتی جس کے سرہانے چراغدان خشتی اور وغیرہ ساٹھ قبریں پختہ و خام اولاد مہر مہنگا کی۔ مہر مہنگا کی قبر کے شرق و غرب رویہ قبر مہر علی و محمد فاضل پسران مہر مہنگا کی پختہ۔ اس کی قبر کے گوشہ بائیں و ایساں میں قبر میاں عظیم اللہ و حافظ محمد برادران حقیقی اور نیز پدر میاں نبی بخش کی۔ گوشہ گکنی و نیرت میں رحیم بخش و رحیم اللہ پسران عظیم اللہ کی۔ اس کے شرق رویہ قبر سفید حافظ لطیف اللہ ولد محمد فاضل ابن مہر مہنگا کی۔ اور متفرقہ چند اشجار بیر و کیکر و کریر ہیں۔ اس چار دیواری قبرستان کے متصلہ چار بیگھہ زمین معاف ہے۔

استاد جانی معمار شہلا باغ کی قبر

غرب رویہ اس قبرستان کے باہر نمابین موضع و گورستان ہذا مقبرہ استاد جانی معمارر شہلا باغ کا تھا۔ اب صرف نشان بوسیدہ تعویذ قبر کا موجود ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت شاہجہان بادشاہ غازی نور اللہ مرقدہ نے بجلدوی حسن کارگذاری شہلا باغ کے اس شخص کو میر عمارت پنجاب مقرر فرمایا تھا۔ جب یہ فوت ہوا تو بادشاہ دارالخیر اجمیر میں تھے۔ سن کر نہایت رنج و الم فرمایا اور تعمیر مقبرہ کے واسطے ہزارہا روپیہ خزانہ عامرہ سے عطا کیا۔ عہد شاہنواز خان تک وہ مقبرہ عالیشان موجود تھا۔ بعد ازاں شدہ شدہ اس حالت کو پہنچا کہ اب بجز واقف کاران کوئی نام سے بھی واقف نہیں۔ فقط

حال مسجد خواجہ ایاز

شرق رویہ اس قبرستان کے ایک مسجد خواجہ ایاز کی بہت عمدہ عالی شان کھڑی ہے۔

Marfat.com

اسی خواجہ ایاز کا وہ باغ بھی ہے جو شرق رویہ شہلا باغ کے خواجہ کا باغ مشہور و موجود ہے۔ زبانی میاں نبی بخش' جو اولاد میر منگا سے تاحال نمبردار باغبان پورہ و نیز داروغہ شہلا باغ ہے' حال اس کا یوں معلوم ہوا کہ یہ خواجہ ایاز شاہجہان آباد میں بعہد شاہجہان ایک امیر کبیر متعلقین نواب علی مردان خان سے تھا۔ جب اس نے حال تعمیر شہلا باغ وغیرہ عمارات نواب علی مردان خان وغیرہ کا نواح لاہور میں سنا تو اس نے کئی ہزار روپیہ پاس مہر منگا کے بایں تمنا بھیجا کہ ایک باغ لاہور میں بنا دے۔ اس روپیہ سے اس نے شرق رویہ شہلا باغ ایک باغ تیار کرایا چنانچہ (ص ۶۵۸) چار دیواری پختہ اس کے مع بارہ دری وغیرہ اب تک موجود ہے۔ جب وہ باغ بن چکا تو کچھ روپیہ مبلغات مرسلہ اس کے بچ رہا۔ اس سے مہر منگا نے یہ مسجد تیار کرائی۔ خواجہ ایاز نہ یہاں آیا اور نہ یہ عمارت دیکھی۔ اس باعث سے تاحال اولاد مہر منگا کی اس پر قابض ہے۔ بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ وہ باغ ضبط سرکار ہو گیا۔ چنانچہ اب سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ کی جاگیر میں ہے مگر مسجد ہذا زیر قبضہ اولاد مہر منگا ہے۔ اگرچہ حدیث شریف میں آیا ہے **"الوقف لا یملک"** یعنی وقف کسی کا مال نہیں ہوتا اور مسجد ہر طرح سے وقف ہوتی ہے لیکن اس مسجد پر ہمیشہ میاں نبی بخش کا قفل رہتا ہے۔ فقط

اوپر تین گنبد تاحال سالم اب برنگ سیاہ۔ دروازہ آمد و رفت دیوار شمال میں گرد و نواح چار گز بلند دیوار چاروں طرف۔ میانہ میں ایک حوض مربع جس کا طول و عرض دس دس گز اور ارتفاع ایک گز ہے۔ چاروں طرف لب حوض فرش خشتی چاروں کونوں میں ایک ایک زینہ میانہ میں ایک فوارہ تھا مگر اب نہیں۔ صحن مسجد کے میانہ میں شرق رویہ دو زینہ بوسیدہ واسطے اوپر جانے مسجد کے۔ شرق رویہ تین دھن محرابی۔ دھن میانہ کے اوپر ایک سل سنگ مرمر کی نصب جس میں یہ تحریر ہے۔

صلوفی مسجد اسس بنانہ علی التقویٰ

کہتے ہیں کہ اس پر بندہ درگاہ محمد ایاز بخط نسخ تحریر تھا مگر اب پڑھا نہیں جاتا۔ اب اس میں چوکھٹ چوبی لگی ہوئی ہے۔ اس کے مرغولوں اور بازوؤں پر تمام گلکاری رنگین پرتکلف۔ زیر گنبدھا اندرون مسجد تمام دیواریں استرکار و منقش۔ زمین پر تمام فرش پختہ۔ جنوب کی طرف دو حجرے پختہ۔ یہاں بھی ایک زینہ اوپر جانے کے واسطے موجود ہے۔

عنقریب اس کے شمال رویہ خانقاہ حضرت مادھو لال حسین مرحوم کی ہے۔ جن کا حال مفصل علیحدہ درج کتاب ہذا ہو چکا ہے۔ فقط

Marfat.com

احوال تکیہ نصراللہ شاہ

باہر مسجد کے شرق رویہ ایک تکیہ نصراللہ شاہ فقیر کا ہے۔ اس میں ایک چبوترہ خام پر قبر نصراللہ شاہ کی۔ جنوب رویہ اس کے چار زینہ۔ سرہانے چراغدان خام۔ یہ تکیہ اسی نصراللہ شاہ نے آباد کرایا تھا۔ اب یہاں آکر فقیر علی بخش خادم نصراللہ شاہ کا رہتا ہے۔ سرہانے اس کے چبوترہ نشان مسجد بنیہ نصراللہ شاہ کوٹھہ خام مسکونہ فقیر۔ ماسوا اس کے چند اشجار پربار بھی موجود ہیں۔ فقط

مقبرہ حضرت عبدالغنی صاحب مرحوم

اس تکیہ کے گوشہ ایساں میں فیمابین شہلا باغ و باغبان پورہ مقبرہ حضرت عبدالغنی صاحب خلیفہ حضرت میاں میر صاحب کا بنیہ حضرت دارا شکوہ رحمتہ اللہ علیہ بایں صورت کھڑا ہے کہ اول تھڑہ خشتی مربع۔ اس پر مقبرہ خرد ہشکل بنگلہ' پہلے برنگ نیلا کانسی کار تھا اب کہیں کہیں نظر آتا ہے اور بقیہ سیاہ۔ لب بام گردنہ۔ جنوب رویہ اس کے خرد کھڑکی چوبی۔ اندر اس کے تعویز قبر پختہ۔

وفات ان کی قبل وفات میاں میر صاحب کے ایک سال۔ اب (ص ۶۵۹) یہاں علی بخش ساکن تکیہ نصراللہ شاہ جاروب کشی کرتا ہے۔ فقط

عمارات قدیمہ

واضح ہو کہ اب عمارات قدیمہ باغبانپورہ کے ہرچہار برج نواحی موجود ہیں اور اب روز بروز گرد اس کے آبادی مکانات زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ قبل از بندوبست میاں نبی بخش مناصفہ حقوق نمبرداری و پنچوترہ وغیرہ میں شریک تھے۔ اب میاں کریم بخش کہتا ہے کہ مہربانی عملہ بندوبست یہ نبی بخش خود نمبردار بن گیا ہے والا نہ قدیم سے حسب حکم شرعی ہم دونوں برابر حصہ دار چلے آتے تھے۔ شائد بندوبست آئندہ میں نوبت بعدالت پہنچے۔ فقط

(ص ۳۰۷) حال میدان زین خان

باہر دروازہ موچی کے بطرف جنوب ایک جگہ میدان زین خان مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ بوقت آبادی یہاں زین خان نام شخص نے ایک محلہ آباد کیا تھا' جب وہ محلہ برباد ہو گیا تو اس کا نام زین خان کا میدان مشہور ہو گیا۔ (ص ۳۰۹) اور زین خان نبیرہ دریا خان نواب

Marfat.com

اکبر بادشاہ کا تھا۔ اور اس جگہ قریب اس چار دیواری کے باغ اس کا تھا۔ چنانچہ اب باغ کا دروازہ' چوہدری رکنا بیان کرتا ہے کہ میں نے بھی دیکھا ہے۔ اب عرصہ پچیس سال سے مسمار ہو گیا ہے۔ اب تک چاہ چرخ چوب والا اس باغ کا موجود ہے۔ اب اس پر مادہ زمیندار کاشکار ہے۔ یہ چاہ جنوب رویہ اس چار دیواری کے واقع ہے۔

چار دیواری مکان سائیں رکن الدین

(ص ۳۰۷) اس میدان میں جنوب رویہ اس سڑک کے جو سرائے لالہ رتن چند سے بطرف سٹیشن ریلوے جاتی ہے اور شرق رویہ اس سڑک کے جو موچی دروازہ سے کوٹھی کپتان ہال صاحب کے نیچے سے ہو کر انار کلی کی طرف جاتی ہے' ایک مکان چار دیواری پختہ المشہور رکن الدین سائیں کا مکان موجود ہے۔ دروازہ آمد و رفت اس کا جنوب رویہ۔ طاق تختہ چوبی کہنہ اور اس دروازہ کے باہر متصل دیوار جنوب اور دروازہ کے غرب رویہ ایک بڑا چاہ مع چرخ چوب رواں زمین مزروعہ پنڈت مدھو سو دن کا ہے۔ اور اس چاہ پر ایک درخت بڑھ اور دوسرا پیپل کا کھڑا ہے اور اس نے چاہ کو ڈھانپ لیا ہوا ہے۔ شرق و غرب و شمال رویہ اس چار دیواری کے زمین مزروعہ ہے اور جنوب رویہ اس کے وہ راہ ہے جو مزار حضرت شاہ ابو المعالی صاحب کو جاتا ہے۔

اس دروازہ کی اندر جاتے ہی شرق رویہ ایک دالان پختہ خشتی کھڑا ہے۔ جس کے دو دھن جنوبی بند اور دو کشادہ اور پھر ایک بند۔ اور شمال رویہ ایک دروازہ محرابی قالبوتی جنوب رویہ اس کے دو دھن بند کر کے' چھوٹا سا دروازہ لگا کے کوٹھڑی بے طاق بنائی ہوئی ہے۔ اس دالان کے شرق رویہ ایک اور دالان چوبی سر درہ جس میں شرق و غرب رویہ دو (ص ۳۰۸) کوٹھڑیاں ہیں اور رخ دالان شمال رویہ مسکونہ فقیر۔ اور شرق رویہ ایک اور دالان جس کے تین در بند اور میانہ کشادہ غرب رویہ دروازہ محرابی مسقف سرکی پوش۔ شمال رویہ دیوار بدیوار اس کے ایک کوٹھڑی اور اس کی بغل میں جنوب رویہ زینہ خشتی اوپر چڑھنے کو۔ اور متصل اس کوٹھڑی کے دروازہ کے آگے' غرب رویہ' درخت بڑھ اور اس کے نیچے اکھاڑہ وزیر پہلوان برادر رکنا نے بنوایا ہوا ہے۔ یہاں اس کے شاگرد کشتی کھیلتے ہیں۔ اس زینہ کے شمال رویہ نیچان جگہ ہے۔ وہاں بیر و کیکر وغیرہ اشجار بطور باغیچہ کھڑے ہیں۔

اور اکھاڑے کے پاس جنوب و غرب رویہ ایک چار دیواری پختہ سفید مع چراغ دان جس کی آمد و رفت جنوب رویہ ہے۔ اس میں ایک قبر پختہ چونہ گچ میاں خیر شاہ فقیر چشتی کی ہے۔ جو سمت ۱۸۸۰ بکرما جیتی میں ہوئی ہے۔ یہ فقیر قوم کے آرائیں تھے۔ اور اس کے

Marfat.com

شرق رویہ ایک چبوترہ پختہ اور اس پر قبر پختہ بھاگو شاہ ان کے مرید کی اور غرب رویہ اس کے ایک پختہ قبر مہر ماہیمہ چوہدری موضع بھماں کی۔ یہ شخص مرید خیر شاہ کا تھا۔ اور پھر غرب رویہ اس کے ایک چبوترہ پختہ جس پر بارہ قبریں اور اس چبوترہ کے غرب رویہ ایک چار دیواری پنجرہ والی چونہ گچ سفید بنیرہ والی جس کا دروازہ جنوب رویہ آمد و رفت کے واسطے محرابی مع چوکھٹ و چوبی موجود ہے۔ اور دروازہ کے گوشہ جنوبی و شرقی میں دیوار بدیوار درخت پیپل۔

اس چار دیواری کے اندر پختہ فرش خشتی۔ اس میں ایک چبوترہ خشتی اور ہے۔ اس پر شرق رویہ تین قبرین زنانہ جن کا ادب کے واسطے نام ظاہر نہیں کرتے اور تعویذ بھی نہیں بنائے مگر نشان قبروں کے معلوم ہوتے ہیں۔ اور چار پانچ قبریں اور پختہ ہیں' چونہ گچ' جن کے نام یہ ہیں۔ محمد صدیق صاحب' محمد سلیم صاحب' محمد عبدالخالق' فاضل خرد پانچویں فاضل شاہ کلاں۔

(ص ۳۰۹) حال اس کا یہ ہے کہ محمد صدیق چشتی لاہوری سن نو سو پچاس میں زندہ تھے اور آٹھویں ذوالحجہ سن ۹۹۰ کو فوت ہوئے اور قبران کی بنی۔ زین خان بھی ان کا مرید تھا اور اس نے مزار ان کی یہاں کرائی تھی۔ پھر بعد ان کے محمد سلیم لاہوری سجادہ نشین ہوئے اور وہ تیسری ذوالحجہ سن ۱۰۳۰ کو فوت ہوئے اور قبران کی بھی متصل ان کے ہوئی۔ بعد ان کے محمد عبدالخالق سجادہ نشین ہوئے اور وہ سولھویں ذوالحجہ سن ۱۱۳۸ کو فوت ہوئے۔ ان کے پیچھے میاں خیر شاہ سجادہ نشین ہوئے کہ عمر ان کی ایک سو بیس سال ہوئی۔ پھر یہ ساتویں ذوالحجہ سن ۱۲۴۶ کو فوت ہوئے اور چوہدری رکنا ان کا جانشین ہوا جو وہ اب تک موجود ہے۔ اور اس کا باپ چوہدری بھاگو وہ بھی ان کا مرید تھا۔

(ص ۳۰۸) اور دروازہ کے یمین و یسار بھی دو قبریں مسمی ولی شاہ اور نور محمد نقاش کی ہیں۔ سرہانے چراغدان۔ ہر روز چراغ جلتا ہے۔

اور دروازہ کے باہر جنوب رویہ ایک قبر خام۔ اس چار دیواری کی اندر غرب رویہ مقام ساون بھادوں ہو بہو ساون بھادوں شالا مار کی نقل ہے اور غرب رویہ اس کے ایک منزل نیچے مربع زمین۔ اس میں فوارے اور شمال رویہ اس کے نیچے کی طرف ایک اور دالان' جن کے دو درجے تقسیم کرتے در محرابی خشتی خوبصورت بنائے ہیں۔ اس کے شمال رویہ پھر فوارہ۔ اس دالان کے غرب رویہ ایک چاہ مع چرخی و غسل خانہ زمین نیچان میں جاری ہے۔ شمال رویہ اس کے ساون بھادوں کی چودہ پندرہ قبریں رشتہ داران چوہدری رکنا

Marfat.com

کی ہیں اور متصل اس کے ایک مسجد خشتی مسقف' مرتبہ' سرکی پوش کھڑی ہے۔ اور شمال رویہ مسجد سے سات زینہ اتر کے وہ باغیچہ ہے جو متصل دیوار شمال تحریر ہوا ہے۔ اس میں عراق خیابان (ص ۳۰۹) تیار اور نیز درخت میوہ دار کھڑے ہیں۔ اول یہ گرد و نواح زین خان کا میدان مشہور تھا۔

(ص ۳۰۸) مالک اس مکان کا مہر رکن الدین ہے۔ اور یہ رکن الدین اپنی حکمت عملی سے سرگروہ فقرائے خاندان چشت کا مقرر و مشہور ہو گیا ہے۔ (ص ۳۰۹) عہد شاہان چغتائی سے دو تین چاہ اس مکان کے ساتھ عطا و معاف تھے۔ اب عہد سکھاں سے ضبط ہیں۔ اب یہاں بتاریخ مختلفہ عرس ہوتے ہیں۔ یعنی عرس بھاگو شاہ کا بائیسواں شعبان اور حضرت محمد صدیق کا ۲۰ ذوالحجہ کو اور محمد سلیم کا تیسری ذوالحجہ کو۔

یہاں خیر شاہ صاحب سوائے علم و کمال کے شاعر بھی تھے۔ چنانچہ دیوان ان کا اب تک موجود ہے۔ اور کرامات ان کی ہزارہا مشہور مگر زیادہ تر یہ مشہور ہے کہ واسطے درد زہ کے آپ کا تعویذ بہت اچھا تھا۔ سلسلہ آپ کا یہ ہے کہ محمد صدیق لاہوری دیکھنے والے حضرت عبدالحق کے' اور وہ حضرت شہان جن کے مزار متصل مادھو لال حسین کے ہے' اور وہ حضرت مرید شاہ سربانی کے' اور وہ محمد عارف کرمانی کے' اور وہ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے' اور وہ حضرت خواجہ علی احمد صابر صاحب کے' اور وہ حضرت خواجہ فرید گنج شکر اجودھنی کے رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

(ص ۳۳۰) احوال مکان گڈھی شاہو

سابق میں بعہد شاہان چغتائی بوقت مملکت شاہجہان بادشاہ غازی سن ۱۰۳۶ھ مقدس میں یہاں ابو الخیر نامی عالم بغداد سے تشریف لائے (فرمانات اسی میں میر نعمت اللہ مومن خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس جگہ میں ایک باغ الموسوم سنکھارول تھا) یہاں آکر ایک کوٹ الموسوم بخیر گڈھ تعمیر کیا۔ صورت اس کوٹ کی یہ بنائی کہ گرد و نواح بطور فصیل قلعہ اور اندر کی طرف اس کے تمام محراب قالبوتی۔ بعدازاں ازانجا کہ خود عالم وہ فاضل تھے یہاں مدرسہ جاری کیا اور اس عمارت کا نام خیر گڈھ رکھا۔

(ص ۳۴۱) یہ حضرت ابو الخیر بڑے معمر ہوئے ہیں چنانچہ بعہد محمد شاہ بادشاہ غازی کہ جب ناظم لاہور خان بہادر تھا انہوں نے بسال ۱۱۳۶ گیارہ سو چھتیں وفات پائی اور یہاں ہی دفن ہوئے۔ (ص ۳۴۴) اور جو یہ مشہور تھے کہ یہ حضرت ابو الخیر شیخ ابو الفضل بن شیخ مبارک ناگوری کے جو ایک امیر خاص اکبر شاہ کا تھا بھائی ہیں۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ حال

Marfat.com

ابو الفضل بن شیخ مبارک کا یہ ہے کہ وہ نو سو اکانوے ہجری میں بملازمت اکبر بادشاہ حاضر ہو کر سرفراز ہوا اور ماہ ربیع الاول ایک ہزار گیارہ ہجری میں دکھن کے راستہ میں نرسنگھا دیو نے بادشاہ شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ اس کو مار ڈالا۔ مذہب اس کا حکیمی تھا۔ اس سبب سے کسی دیندار نے تاریخ قتل اس کی لفظ سرباغی برید سے نکالی ہے۔ آئین اکبری اور اکبر نامہ اس کا یادگار ہے۔ دوسرا بھائی اس کا ابو الفیض متخلص بہ فیضی نے ۹۷۲ھ میں بعارضہ اسہال اس دار پر ملال سے گذر گیا۔ مذہب اس کا مایل بالحاد تھا۔ اور تیسرا بھائی ان کا ان کے عروج سے پہلے ہی ناگور میں فوت ہو کر دفن ہو چکا تھا۔ اور یہ حضرت ابو الخیراب زمانہ قریب میں گذرے ہیں۔ پس ان کو برادری ابو الفضل اور فیضی سے کیا نسبت؟ شہادت اس کی عمارت موجودہ خیر گڈھ کر رہی ہے۔ فقط۔

(ص ۴۳۱) اس وقت غرب رویہ اس گڈھی شاہو کے ایک موضع المشہور ٹھٹھی گگہ آباد تھا۔ اور حال اس کا یہ ہے کہ دو شخص مسمیان گگہ و بالا ہندو قوم کمبوہ نے بعہد اکبر بادشاہ یہ ٹھٹھی اس طرح پر آباد کی کہ وہ دونوں بھائی بقال تھے۔ انہوں نے پہلے وہاں اپنی دکان مقرر کی۔ پیچھے اس کے اور زمیندار بھی وہاں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ پھر اکثر قانون گوؤں نے وہاں مکان بنوائے۔ چنانچہ سب سے پہلے شیخ فیض اور محمد زمان اور شیخ نتھو اور شیخ حمید اور شیخ نور محمد نے آکر یہاں مکان تعمیر کرائے تھے۔ اور اسی اثنا میں مولوی ضیاء الحق و بہاء الحق برادران حقیقی جو جد امجد راقم الحروف کے ہیں یہاں تشریف لائے اور انہوں نے بھی قریب اس کے مکانات عالیشان' باغیچہ و حویلیاں' تعمیر کرائیں۔ بعد اس کے جب تفرقہ عظیم سلطنت چغتائی میں پڑا اور میر منو احمد شاہ ابدالی سے شکست یاب ہوا اور سکھوں نے لاہور کو جلانا اور لوٹنا شروع کیا تو تمام ساکنان ٹھٹھی گگہ خوفناک ہوئے اور پسران گگہ و بالا بھی مسلمان ہو کر شیخ کہلانے لگے تو یہاں سے اٹھ کر بمقام فتح' شاہ کہ اس وقت وہاں چار دیواری کلاں بطور قلعہ تھی' جا کر آباد ہوئے۔ پہلے ان کا ارادہ ہوا تھا کہ مقام خیر گڈھ میں جا کر رہیں' مگر چونکہ وہاں ہنوز درویش طالب علم رہتے تھے انہوں نے وہاں کا جانا مناسب نہ جانا۔

اور مولوی ضیاء الحق و بہاء الحق صاحب کو جب یہ تفرقہ پیش آیا تو مولوی بہاء الحق صاحب تو ضلع پسرور میں جا کر آباد ہوئے کہ وہاں ان کی جاگیر عطیہ شاہان سلف تھی۔ اور مولوی ضیاء الحق صاحب بخیال اس کے کہ معافیات و یومیہ ان کا لاہور میں مقرر تھا اندرون حصار بلدہ لاہور محلہ نوگھرہ میں ایک مکان خرید کر آ رہے اور میر مومن کے صاحبزادوں کی

Marfat.com

تعلیم شروع کر کے اوقات بسری کرتے رہے۔ پھر ان کے یہاں مولوی محمد ابراہیم ایک فرزند پیدا ہوا اور بعدازاں مولوی محمد ابراہیم صاحب کے یہاں مولوی غلام حسین اور مولوی غلام حسین کے یہاں مولوی احمد بخش متخلص بہ یکدل پیدا ہوئے۔ اور مولوی احمد بخش یکدل کے یہاں بندہ نور احمد چشتی جو اب مدرس صاحبان عالیشان اور جامع ان کے حالات کا ہے۔ جس وقت کہ مولوی ضیاء الحق صاحب نے یہاں اپنی حویلیاں اور باغات تیار کرائے تھے اس وقت ان کے تایا صاحب مولوی نظام الدین والملت فوت ہوئے تھے۔ چونکہ محمد شاہ بادشاہ ان کا شاگرد تھا اس نظر سے مقبرہ عالیشان ان کا بحکم شاہی (ص ۳۳۲) متصل خیر گڈھ تیار ہوا۔ چنانچہ اب تک وہ روضہ زیارت گاہ خلق ہے۔ حال ان کا الگ تحریر ہو گا۔ غرض وہ لوگ چند مدت تک مکان فتح شاہ میں رہے۔

بعد عرصہ دو تین مہینے کے تمام درویش مکان خیر گڈھ سے نکل کر چلے گئے۔ جب مکان خالی ہو گیا تو ایک شخص مسمی شاہ تیلی ۱۱۰۷ھ میں موضع کریاتھ سے، جو ماہجہ میں بفاصلہ بارہ کوس لاہور سے تیلیوں کا گاؤں مشہور ہے، اٹھ کر ہمراہ دو گلے بکری اور بھیڑوں کے لے کر یہاں آگیا اور اس مکان خیر گڈھ میں دودھ بیچنا شروع کیا۔ اس وقت ہمراہ اس کے چند آدمی بطور چرواہے ملازم تھے۔ وہ بھی یہاں رہنے لگے اور بکریاں بھیڑیں حجروں میں رہنے لگیں۔ پھر شیخ فیض و شیخ زمان و شیخ نور محمد و شیخ حمید نے، جو بمقام فتح شاہ رہتے تھے۔ باہم صلاح کی کہ یہ شاہو تیلی غیر آدمی آکر اس مکان میں آباد ہوا ہے۔ اس سے بے ادبی خانقاہ حضرت ابو الخیر کی ہوتی ہے۔ لائق ہے کہ اس کو یہاں سے نکال دیں۔ یہ تجویز کر کے شیخ نور محمد نے، جو ان میں بڑا بہادر مشہور تھا، کہا کہ تم کوئی نہ جاؤ میں تنہا جاتا ہوں اور خیر گڈھ پر قبضہ کر لیتا ہوں۔ غرض وہ ایک روز، جس وقت کہ شاہو تیلی گلہ اپنے چرانے کے واسطے جنگل میں گیا ہوا تھا۔ یہاں آیا اور اس کے آدمیوں کو مار پیٹ کر کے نکال دیا اور اپنے تمام متعلقین کو وہاں لا کر آباد کیا۔ چونکہ ان دنوں میں یہ چرچا بہت پھیلا تھا۔ یعنی ہر ایک آدمی یہی ذکر کرتا تھا، کہ لو جی شیخ نور محمد نے شاہو کو گڑھی سے نکال دیا اس واسطے اس روز سے اس مقام کا نام گڑھی شاہو زبان زد خاص و عام ہو گیا۔ چنانچہ تاحال مشہور۔ اولاد ان کی یہاں قابض و متصرف ہے۔ بلکہ خاص نواسے اس نور محمد کے اب تک مسمیان کریم بخش و امام بخش و عمر دین یہاں موجود ہیں۔ اب تک اکثر لوگ اس مکان کو شاہو کی گڑھی اور کوئی خیر گڈھ کر کے بولتا ہے۔ حال اس مکان کا یہ تھا۔

دوسری روایت

Marfat.com

اب کچھ اور طرح سے احوال اس کا زبانی نتھا بن مہر جوایا بن وارث بن رکن دین بن حبیب اللہ مقدم معلوم ہوا سو بطور قند مکرر درج کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ عملداری تین حاکماں لاہور کے جب گوجر سنگھ حاکم نے قلعہ گوجر سنگھ آباد کیا تو یہ مقام خیر گڑھ خالی پڑا ہوا تھا۔ جب احمد شاہ ابدالی نے آکر بیگم پورہ کو لوٹا اور تہلکہ عظیم چاروں طرف برپا ہوا تو لوگوں کے دلوں میں ایسا خوف عظیم پیدا ہوا کہ تمام لوگ اپنی محافظت کے واسطے مکانات قدیمہ اپنے خالی کر کے جس کے جہاں سینگ سمائے جا چھپے۔ چنانچہ ٹھٹی گگہ و بالا جو بطرف گوشہ بابِ خیر گڈھ آباد تھے جس میں شیخ کمبوہ رہتے تھے وہ بھی اپنا موضع چھوڑ کر کوئی تو شہر میں اور کوئی بہزاد فتح شاہ اور کوئی کہیں جا رہے۔ اور شاہو تیلی بھی یہاں سے نکل کر اپنی موضع مسکونہ قدیمہ یعنی کرباتھ میں چلا گیا۔ اور حبیب اللہ بن ماہی بن لاہوری لاہور میں آرہا۔ اور ایک چاہ علاقہ نولکھا میں جو معمولی والا چاہ مشہور تھا خرید کر اوقات بسری کرنے لگا۔ بعد اس کے گوجر سنگھ نے ایک روز دریافت کیا کہ یہاں جو ٹھٹھی گگہ و بالا بستی تھی ساکنان اس کے کہاں چلے گئے۔ حاضرین نے کہا کہ ہم کو سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہے کہ ایک شخص مسمی حبیب اللہ قدیمی ساکن ٹھٹھی گگہ یہاں متصل نولکھا زراعت کرتا ہے۔ یہ سن کر گوجر سنگھ نے اس کو بلا کر کہا کہ اپنی ٹھٹھی آباد کرو۔ اس نے عرض کی کہ سابق میں یہاں ہمارا بہت نقصان ہوا ہے' اب میرے پاس صرف چار بیل اور ایک گاڑی بقیہ اسباب ہے۔ ماسوا اس کے یہ جگہ سر راہ واقع ہے۔ اگر یہاں سکونت کر کے صورت آبادی کی کروں تو محافظت محال ہے۔ ہاں اگر مقام خیر گڈھ مجھ کو عنایت ہو جائے تو البتہ آباد کر لوں گا کیونکہ وہاں مکانات تیار اور چار دیواری مع بروج موجود ہے اس لحاظ سے ہر کوئی بطمع عطائے عمارات آبسے گا۔ یہ سن کر اس نے حکم دیا کہ اچھا بے شک وہ جگہ تم لے لو۔ بعدازاں اس کو پگڑی حسب رواج ملک دی اور رخصت کیا۔ اس نے آکر اپنا مکان رہائش برج گوشہ گگنی میں مقرر کیا اور حجرہ ہائے اندرونی دیوار شمالی تمام اپنے قبضے میں کر لئے۔ چنانچہ اب تک وہ تمام حجرے اس کی اولاد کے قبضے میں ہیں۔ بعدازاں اس نے اپنے رشتہ داروں میں سے شیخ فیض کو مع قبائل یہاں بلوا کر بطرف جنوب اور نور محمد کو برج گگنی میں آباد کیا۔ پھر مراد بخش جد کلاں محمد بخش نمبردار حال وغیرہ بتدریج آکر آباد ہوتے گئے۔ اس وقت میں وہی حبیب اللہ کمبوہ نمبردار مقرر ہوا۔ جب وہ مرگیا تو اس کا بیٹا رکن الدین بدستور نمبردار رہا۔ بعد اس کے مہر وارث اس کا بیٹا۔ اس وقت میں ایک شخص مہر پیرا جو بعد سکھاں جمعدار خشت رسائی تھا وارث کے ساتھ بحصہ مناصفہ نمبردار

Marfat.com

مقرر ہو گیا۔ جب مہر وارث بعملداری انگریزی فوت ہو گیا تو پیر بخش خود مختار تن تنہا نمبردار ہو گیا' مگر کچھ حصہ جوایا بن وارث کو بھی دیتا رہا۔ پھر جب پیر بخش مر گیا تو بعد اس کے منجانب سرکار محمد بخش بیٹا اس کا مختار بلا شرکت غیرے نمبردار ہوا چنانچہ اب تک موجود ہے۔ اس مہر جوایا نے فریاد سرکار میں بدرخواست ولا پانے حق نمبرداری کی تھی مگر باجلاس جناب مسٹر رابرٹ ا -لیس اجرٹن صاحب بہادر مقدمہ اس کا خارج ہو گیا۔ اور حکم ہوا کہ بوقت بندوبست ثانی شکایت اپنی پیش کرو۔ چنانچہ اب نتھا پسر جوایا کا ارادہ نالش کا ہے۔ فقط

حال عمارت

(ص ۳۳۲) اب حال عمارات تحریر کرتا ہوں کہ یہ مکان نمابین گوشہ شرقی و غربی لاہور کے بفاصلہ دو میل سر راہ شرق رویہ سڑک چھاؤنی و خانقاہ حضرت سید جان محمد حضوری صاحب واقع ہے۔

گرد و نواح اس کے فصیل پختہ خشتی۔ بڑی بلند جس کے چاروں گوشوں میں چار برج بنے ہوئے ہیں اور دروازہ آمد و رفت کا شمال رویہ بڑا بلند محرابی جس میں چوکھٹ چوبی مع طاق تختہ لگی ہوئی ہے۔ اس کے اندر ڈیوڑھی جس کے شرق و غرب رویہ ایک ایک دالان جس کے دو دو دھن محرابی رو بروئے یک دیگر ہیں۔ اوپر اس کے ایک مکان مسکونہ رحیم بخش چوکیدار اور شمال رویہ اس کے پیر بخش نجار کا مکان۔ جس کے مکان کا ایک دریچہ خرد باہر کی طرف ہے۔ اس گاؤں میں ملحقہ دیوار غربی ایک مسجد عالیشان قدیمی ہے جس کی پشت باہر سر راہ سے دکھائی دیتی ہے۔ اس مسجد کے شمال کی طرف ایک مکان بوٹا زمیندار اور دوسرا علوی شاہ اور تیسرا گلے شاہ مجاوران حضرت (ص ۳۳۳) شاہ گدا اور چوتھا خیر شاہ اور پانچواں کالو شاہ کا واقع ہے۔ یہ جگہ دھڑہ شاہ گدائیاں مشہور ہے۔

صورت مسجد یہ ہے کہ اوپر تین گنبد چونہ گچ جو اب سیاہ نظر آتے ہیں۔ میانہ گنبد بڑا اور دو ذرا خرد مع دو مینار' ایک شمال اور دوسرا جنوب رویہ۔ یہ مینار باہر سے دو منزلہ دکھائی دیتی ہیں اور فی الاصل اوپر جانے کا راہ کوئی نہیں کہ جس سے مینار پر چڑھ سکیں۔ مسجد کے اوپر جانے کا زینہ جنوب رویہ مسجد تھا' مگر اب وہ زینہ مکان الٰہی شاہ فقیر جان محمد صاحب حضوری میں آگیا ہے' اگر کوئی وہاں سے جائے تو اوپر جا سکتا ہے۔ تعداد خانہ ہائے موجودہ ذیل میں درج ہے۔

اندرون موضع شاہو گڑھی جو قدیمی حجرے زیر دیوار غربی و جنوبی و شمالی تھے' اور ان پر

Marfat.com

بعضوں نے عمارت جدید بھی کرا لی ہے' نام اس کے مفصل تحریر کرتا ہوں۔ سابق میں اکثر حجرے قالبوتی ایک منزلہ اور بعض دو منزلہ تھے' مگر دو منزلہ صرف بطرف شمال' جن میں مدت سے نظام اور بیرا نیچے رہتے ہیں اور اوپر سوداگر اور قادا۔ غربی و جنوبی و شمالی دیوار میں جتنے حجرے ہیں تفصیل وار لکھتا ہوں۔ ان میں سے ایک حجرے میں بوڑا پسر پنو رہتا ہے اور دوسرے میں باقر۔ تیسرے میں ماموں' چوتھے اور پانچویں میں قبائل عارف۔ انہوں نے ایک ایک منزل اور خود اوپر ڈلوائی ہے۔ چھٹے میں جوایا اور اسی جوائے کے قبضہ میں چار حجرے اور ایک برج دو منزلہ اور اسی طرح غربی دیوار میں پانچ حجرے ایک بقبضہ ماما اور ایک بقبضہ رحیم اللہ اور دو بقبضہ بوٹا اور ایک بقبضہ بڈھے شاہ مجاور شاہ گدا۔ اس نے اوپر ہی عمارت کرائی ہے۔ اور دیوار جنوبی میں ایک دیوان خانہ قدیمی ہے' جس میں چار حجرے ہیں۔ تفصیل ان کے قابضوں کی یہ ہے' محمد الٰہی بخش' سبحان' غلام محمد' عمر کھوجی۔ اس کے پاس عنقریب ایک چاہ بوسیدہ قدیمی ہے اور ماسوا ان کے جن جن کے قبضہ میں کہ حجرے ہیں تفصیل ان کی یہ ہے۔ بوڑا' شیخ جانی' حاجی محمدا' سلام' شیخ بلاقی' ماہی' بوڑا پسر رانجھا' ماہی پسر سیدا' پنو پسر پیر' بخش' اللہ بخش۔ اس کے پاس برج دو منزلہ ہے جو مدت سے رانجھا کے قبضہ میں ہے اور تفصیل ان مکانات کی جو لوگوں نے خود بنوائے ہیں یہ ہے۔ ایک منزلہ ۶۹' دو منزلہ ۳۳' بیرون چار دیواری خانہ ہائے نو تیار یہ ہیں۔ مکانات شرق رویہ ۲۴' غرب رویہ ۲۰۔ فقط

میانہ میں مزار پر انوار شاہ ابو الخیر بانی قلعہ ہذا کی موجود ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک ایک دو منزلہ گھر' گویا وہ مکانات اس مزار کے بطور چار دیواری معلوم ہوتے ہیں اور دروازہ آمد و رفت اس کا گوشہ شرقی و جنوبی میں بطور کھڑکی مع طاق تختہ۔ اس دروازہ کے اندر مکان وسیع مربع اس میں اشجار مفصلہ ذیل قدیمہ و جدیدہ کھڑے ہیں۔ خانقاہ کے جنوب رویہ زیر چبوترہ تین درخت ون متصلہ بایک دگر۔ شرق رویہ ایک مکان کھڈی یعنی کارگاہ بافندہ (ص ۳۲۴) کا ہے' اس میں سبحان بافندہ جو یہاں کا مجاور ہے' کام کرتا ہے اور تھڑہ مزار کے گوشہ میں ایک درخت کیکر اور شیشم اور قدرے کوار گندل اور نیازبو اور ایک لسوڑا اور ایک بوڑھ اور برنا اور ایک بچہ نیم و بیر موجود ہے۔ اور ایساں کے گوشہ میں درخت بیر و گوندی اور شمال رویہ متصل دیوار مکان محمد بخش کے الگ ایک گوندی کھڑی اور شمال رویہ چبوترہ خانقاہ کے متصلہ دیوار ایک دن اور کریر کھڑا ہے۔ اور اس کریر کے شمال رویہ متصلہ دیوار مکان بوڑھ ایک اور کیکر ہے۔ صورت مزار یہ ہے کہ میانہ میں ایک

Marfat.com

چبوترہ مربع سفید تا ہسینہ بلند جس کا طول اور عرض برابر ساڑھے چھ ذرعہ۔ دو زینہ شرق رویہ چڑھ کے چبوترہ پر جانا ہوتا ہے اور شمال رویہ تھڑہ کے چراغدان۔ فقط۔ اس تھڑہ کے چاروں طرف ایک فٹ بلند بطور دیوار چار دیواری کہ جس کے باہر کی طرف چاروں طرف چراغدان خرد ہیں۔ اس تھڑہ پر ایک مشت بلند اور تھڑہ اس پر مزار سفید چونہ گچ بنی ہوئی ہے' جس کے گرد آٹھ میر فرش سنگین رکھے ہوئے ہیں۔ چبوترہ خانقاہ کی گوشہ بائب میں ایک اور چبوترہ سفید آدھ گز مرتفع' جس کا طول پانچ گز اور پونے چار ذرعہ عرض ہے۔ یہ ایک نشان مسجد ہے' تمام سفید چونہ گچ۔ اس تھڑہ مسجد کے جنوب رویہ اور حضرت کے چبوترہ خانقاہ کے غرب رویہ ایک قبر خام غلام رسول کشمیری کی جو یہاں کا مجاور تھا لوگ اس کو بزرگ کر کے مانتے ہیں۔ وفات اس کی سن بارہ سو اسی میں واقع ہوئی۔ اور اس چبوترہ کے جنوب رویہ نو قبران چونہ گچ اور ہیں۔ نام ان کے معلوم نہیں' مگر یہ کہتے ہیں کہ یہ سب حضرات حضرت ابو الخیر کے درویش اور خادم تھے۔ فقط

اور مکانات گرد و نواح احاطہ قبر کے یہ ہیں۔ (ص ۳۳۵) شرق رویہ مکان کاکا و بلا زمینداران۔ غرب رویہ مکان مائی کی زوجہ بوڑا و چتو زمیندار و نبی بخش چوہدری پکھ ھا و کرم بخش بیوپاری جنوب رویہ مکان محکم کیکر والا و بلاقی۔ شمال رویہ مکان محمد بخش زمیندار و الٰہی بخش نجار۔

باہر اس موضع کے' حسب دستور مواضعات' شمال رویہ' ایک تکیہ ہے۔ اس میں ایک چار دیواری خشتی' جس کی کرسی ایک گز بلند ہے۔ اس میں قبر مسافر شاہ فقیر کی تکیہ بڑا زمینداران موضع کے قبضہ میں ہی۔ جس کو وہ چاہیں اس تکیہ میں بٹھلا دیتے ہیں۔

اب تیرہ چار مزروعہ ملحقہ اس موضع کے ہیں۔

(ص ۳۰۳) احوال مکان چوبرجی

غرب رویہ سڑک ملتان کے جو شہر لاہور کے بھاٹی دروازہ سے باہر محکمہ ضلع کے نیچے سے ہو کر ٹھنڈی سڑک پر چلے جائیں اور جہاں کوٹھیاں مسکونہ صاحبان عالی شان کی ختم ہو جاتی ہیں' اور اس کے آگے دو سڑکیں ملتی ہیں' ایک تو وہ جو بطرف ملتان جاتی ہے اور دوسری قبرستان میانی صاحب سے ہو کر کوٹھی کمشنر صاحب بہادر کی طرف جا کے سڑک لاہور سے جا ملتی ہے' یہ مکان واقع ہے۔

یہ چوبرجی دروازہ باغ زبیدہ بیگم المشہور زیب النساء کا' جو صاحبزادی عالمگیر بادشاہ کی بڑی قابل اور شاعر تھی' ہے۔ اور شعر میں تخلص اس کا مخفی تھا۔ چنانچہ دیوان مخفی مشہور و

Marfat.com

معروف ہے۔

حال زیب النساء بیگم

یہ شہزادی صاحبزادی حضرت عالمگیر بادشاہ کی ہے۔ تخلص اس کا مخفی۔ چنانچہ دیوان مخفی مصنفہ اس کا مشہور و معروف۔ شعر فارسی بہت اچھا صاف و پختہ پاکیزہ کہتی تھیں۔ چنانچہ مرقومہ ذیل اشعار اس کے دیوان سے مشتی نمونہ از خرواری ہیں۔

ہمچو بوئے گل بہ گل پنہان شدم اندر سخن
ہر کہ دیدن میل دارد سر سخن بیند مرا

رباعی۔

ای آبشار نوحہ گر از بہر کیستی
چین برجبین فگندہ زاندوہ کیستی
آیا چہ درد بود کہ چومن تمام شب
سر را بسنگ می زدی و می گریستی

شعر۔

تو از تکبر حسن و من از حیا خاموش
کجاست می کہ حجاب از میانہ بردارد

یہ شہزادی حسن ظاہری و باطنی میں یوسف زمانہ تھی۔ مشہور ہے کہ عاقل خان نامی ایک نواب شاہی اس پر عاشق تھا۔ اس نے اس کے عشق میں جان فدا کی۔

حال اس کا یہ ہے کہ شاہی محلوں میں جانا کسی کا ممکن نہ تھا۔ اس عاقل خان نے بہ بہانہ ملاقات ایک روز تمام افواج اور اشخاص سرکاری درباری کی' مع حضور معلی ضیافت کی۔ بعد فراغت ضیافت معروض بندگان عالی حضرت عالمگیر کیا کہ امیدوار ہوں کہ ماحضر فدویانہ محل سرائے سلطانی میں بھی پہنچے۔

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را

بادشاہ نے اجازت دے دی۔ اس نے ہر ایک محل سرا میں دیگیں پر از طعام ہائے لذیذہ روانہ کیں۔ جب نوبت محل زیب النساء کی آئی تو ایک دیگ میں خود باین تمنا پوشیدہ ہو بیٹھا کہ ہمراہ دیگ ہائے دیگر اندر جاؤں اور دیگ سے نکل کر مشرف بدیدار ہوں۔

چون قضا آید طبیب ابلہ شود

وہ عاقل باوجود اس قدر عقل و دانش کے غافل ہوگیا۔ مگر کیا کرتا کہ عاشق مجبور ہوتا

Marfat.com

ہے۔ (ص ۵۷۸) عقل اور عشق میں عداوت قدیمی چلی آتی ہے۔ جب وہ بایں بہانہ محلرائے زیب النساء میں پہنچا تو کسی غماز دغا باز نے یہ خبر حیرت اثر بادشاہ تک پہنچا دی۔ بادشاہ بمجرد استماع اس خبر جانکاہ کے تشریف فرمائے محلرائے زیب النساء ہوئے اور آتے ہی اس لحاظ سے کہ یہ راز افشانہ ہو ایک دیگ سے چند دانہ طعام اٹھا کر دیکھے اور باورچی کو بلا کر حکم دیا کہ طعام ہنوز خام ہے' ان دیگوں کو ہمارے روبرو آگ پر رکھ دو' تاکہ پختہ ہو جائیں۔ خانساماں نے اسی وقت تعمیل حکم کی۔ عاقل خان بیچارہ جل کر کباب ہو گیا۔ مگر صد آفرین کہ دم نہ مارا۔ اس پر کسی شاعر نے کہا۔

شنیدم ترک عزت کرد عاقل خان بنادانی
چرا کاری کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

ماسواء اس کے کئی حکایات عاشقانہ عاقل خان اور زیب النسا کی مشہور ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب باغ زیب النساء کا تیار ہو رہا تھا تو ایک دن اتفاقاً" زیب النساء کسی خواص کے ساتھ شہ نشین ڈیوڑھی میں چوسر کھیل رہی تھی اور شہ نشین ثانی میں عمارت جاری تھی۔ وہاں استرکاری ہو رہی تھی۔ عاقل خان بہ تمنائے دیدار زمرہ مزدوراں میں آکر داخل ہوا اور تغاری چونہ کی سرپر رکھ کر اوپر آیا۔ اور حسب دستور قلیاں چونہ کو معمار کے آگے پھینکتے ہوئے یہ مصرع تمنا پڑھا کہ زیب النساء میرے حال سے باخبر ہو جائے۔

من در طلبت گرد جہان می گردم
گیر استاد آھک

قلی ایسے جملے کہتے ہیں کہ "لے گارا یا لے چونا"

یہ مصرع سن کر زیب النساء کو معلوم ہو گیا کہ یہ عاقل خان ہے۔ اس واسطے زیب النساء نے سن کر اس کے جواب میں بوقت ڈلی پھینکنے کے یہ مصرع ثانی کہا (چوسر بازوں کا معمول ہے کہ بوقت ڈلی پھینکنے کے پانسہ مطلوبہ کا نام لیتے ہیں' چنانچہ کوئی کہتا ہے کہ یوں بارہ اور کوئی کہتا ہے کہ چھ تین نو)

گر باد شوی بموی زلفم نرسی
شش پنج دو یک

یہ ایک اور لطیفہ عاقل خان اور زیب النسا کا کتاب ملاحت المقال میں سے نقل کیا جاتا ہے کہ حسب رواج ملک بروقت تیاری باغ ہذا زیب النساء نے ضیافت کل امرا کی' اور آپ اوپر بالائے بام بیٹھ کر ہر ایک سے شکر قدوم کہتی اور باعث رضا مندی استفسار

Marfat.com

کرتی تھی۔ اس ضیافت میں تمام شاعر، امراء فقہاء و علماء جمع تھے اور اس ضیافت میں حکم تھا کہ ہر شخص جو چیز طلب کرے پائے اور جو مانگے کھائے۔ عاقل خان نے ایک پرچہ کاغذ پر لکھ بھیجا کہ سنبوسہ بیسن می خواہم۔ اس میں لطیفہ یہ ہے کہ سنبوسہ بیسن ظاہرا تو قسم مٹھائی ہے اور اگر سنبوسہ سے سن کا لفظ نکال ڈالیں تو بوسہ رہ جاتا ہے۔ زیب النساء نے وہ پرچہ دیکھ کر فی البدیہ پشت رقعہ پر لکھا کہ از مطبخ مادر بخواہ۔ اس کے بھی دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ہمارے باورچی خانہ سے مانگ دوسرا یہ کہ اپنی والدہ کے باورچی خانہ سے مانگ لے۔ یہ سن کر عاقل خان نادم ہوا۔ بعد فراغت طعام کے زیب النساء نے سب کو حکم کیا۔ کہ سیر مکانات باغ کریں۔ جب عاقل خان کی نوبت آئی اور وہ سیر کناں باغ میں آیا تو زیب النساء نے فرمایا۔ کہ اے عاقل خان کل مکانات کی سیر کی۔ اس نے عرض کی کہ ہاں ملکہ زمان سب مکان دیکھ لئے مگر نیچے کا مکان نہیں دیکھا۔ یہ سن کر زیب النساء نے کیا اچھا جواب دندان شکن دیا کہ مقام افسوس ہے کہ جس راستے سے تم آئے وہی راستہ نہ دیکھا۔ فقط

باغ چوبرجی

(ص ۵۷۰) کتاب شاہجہان نامہ مصنفہ ضرغام الدولہ میں مندرج ہے کہ جب وہ باغ زیب النساء نے جو اب مقام چوبرجی مشہور ہے معرفت میابائی دایہ خود تعمیر کرایا تو ایک روز زیب النساء واسطے دیکھنے اس باغ کے آئی۔ راستہ میں سنا کہ اشخاص عام و خاص کہہ رہے ہیں کہ زیب النساء واسطے دیکھنے باغ میا دایہ چلی ہے۔ اس استماع سے گونہ رنجیدہ ہو کر دل میں خیال کیا کہ اس باغ سے میری ناموری نہ ہوئی۔ اب یہ ہی مناسب ہے کہ بروقت پہنچنے در باغ کے جو کوئی مجھ کو دعائے عافیت بخیر دے یہ باغ اس کو عطا کروں۔ القصہ جب باغ پر پہنچی تو اتفاقاً میا بائی ہی نے استقبال کر کے دعائے عافیت بخیر دی۔ شہزادی نے حسب شرط وہ باغ اسی کو عطا کر دیا اور خود بنا دیکھنے باغ کے واپس ہو آئی۔ یہ ذکر دروازہ باغ مذکور یعنی چوبرجی کے اوپر نظم میں تحریر ہے۔ بعدازاں یہ باغ جس میں اب موضع نواں کوٹ آباد ہے تعمیر کرایا۔

(ص ۳۰۵) اور یہ جو نام میابائی کا اس پر تحریر ہے اس کا حال یہ (ص ۳۰۶) ہے کہ یہ میابائی ایک خواص نہایت قابلہ منظور نظر محرم راز زیب النساء کی تھی۔ یہ باغ جب بن کر تیار ہوا تو حسب رائے شاہانہ اس کے نام پر عطا ہوا۔ (ص ۳۰۵) آگے اس چوبرجی کے غرب رویہ متصل ہو کر دریا بہتا تھا۔ اب وہاں زمین مزروعہ ہے اور جنوب رویہ اس چوبرجی

Marfat.com

اور غرب رویہ مینار گوشہ شرقی و جنوبی کے ایک دروازہ سقف ثانی کا بے چوکھٹ کھڑا ہے اور اسی طرح مینار شرقی و شمالی کے غرب رویہ یعنی بطرف جنوب ایک دروازہ ہے اور جنوب رویہ اس کے ایک چاہ چرخ چوب والا مہر سزاوار ساکن مزنگ کا ہے۔ اور یہ زمین علاقہ مزنگ میں لگتی ہے۔ اب چھ بیگھ زمین اس نے بوئی ہے۔ آگے اس زمیندار کی زمین لارنس ہال کے پاس تھی اس کے بدلہ سرکار نے یہ زمین اس کو دی ہے اور وہ زمین باغ سرکار میں آگئی۔

(ص ۳۰۳) اور یہ باغیچہ نواں کوٹ سے لے کر تا مغرب رویہ لاہور بکنارہ دریائے راوی برابر تیار ہوا تھا۔ اب صرف یہی ڈیوڑھی اس باغ کی باقی رہی ہے۔ اور ماسوا اس کے کسی کسی مقام پر متصل مکان داتا گنج بخش صاحب و پیر مکی صاحب کوئی کوئی نشان بطور کھنڈر' بنیاد اس باغ کی دیوار کے' دکھائی دیتے ہیں۔

یہ چوبرجی بہت اچھا عالیشان عمارت کا مکان بنا ہوا ہے۔ چونکہ سابق میں نیچے اس کے دریا بہتا تھا اس کے صدمے سے یہ جگہ بہت مسمار ہو گئی۔ اب بھی موسم برشگال یعنی برسات میں دریا غرب رویہ اس کے بہتا ہے' مگر سرکار انگریزی نے پیچھے سے کاٹ ڈالا ہے۔ اس واسطے اب وہ زور شور اس کا نہیں رہا۔

ہمارے دیکھتے دیکھتے چار مینار اس چوبرجی کے موجود تھے اب صرف تین مینار باقی ہیں۔ دو شرق رویہ یعنی ایک بطرف شمال دوسرا بطرف جنوب شرقی اور تیسرا گوشہ جنوبی و غربی میں۔ اور چوتھا جو غرب رویہ گوشہ شمال و غربی میں تھا وہ مسمار ہو گیا ہے۔ بنیاد اس کی موجود ہے۔

عمارات

صورت موجودہ اس کی یہ ہے کہ سڑک ملتان پر جاتے ہوئے دست راست پر دروازہ محرابی مع ڈیوڑھی عالیشان بلند چونہ گچ' باہر سے ایک منزلہ اور اندر سے دو منزلہ دو محرابوں والا۔ ایک محراب تو بڑا بلند اور دوسرا زیر سقف اندرونی۔ اور شمال و جنوب رویہ دروازے کے دو چبوترہ واسطے نشست و برخاست اشخاص کے دو دو گز لمبے (ص ۳۰۴) اور ایک ایک گز چوڑے اور پونے دو گز زمین سے اونچے خشتی ریختہ کار ہیں' موجود ہیں۔ یہ دونوں چبوترہ آثار عمارت دروازہ سے باہر نکالے ہوئے ہیں۔ اندر اس دروازہ کے' شمال و جنوب رویہ' دوشہ نشین دو منزلہ ہیں۔ ان کے نیچے باہر کی طرف پہلی منزل میں شمال رویہ چبوترہ ایک گز دو گرہ کا جس کی دیواروں پر تمام گلکار چینی کا کام ہوا ہے۔ اور شمال رویہ طاق

Marfat.com

محرابی نشست گاہ اور اس کے ساتھ ایک گز کا کولہ ملحقہ مینار اور مینار ہشت پہلو۔ اس طاق محرابی کے اوپر چھت ہے۔ شمال رویہ اس دروازہ میں پنجرہ گلی برنگ سرخ منقش لگا ہوا ہے۔ ان شہ نشینوں کی محرابوں میں جنوب و شمال رویہ ایک ایک حلقہ مدورہ ہے۔ ان میں بخط عربی اللہ لکھا ہے۔ یہ دائرے شرق رویہ چار عدد ہیں اور ان میں بھی لکھا ہے اور گرد و نواح ان دروں اور شہ نشینوں کے زمین سے تالب بام گیارہ گیارہ طاقچے تقسیم کئے ہیں۔ ان میں گلکاری کار کانسی چینی کی برنگ سفید و زرد۔ اور مینار باہر سے دو منزلہ اور اندر سے تین منزلے ہیں۔ ان کے اوپر کی برجیاں اب موجود نہیں، مگر صورت ان کی یہ ہے کہ زمین سے لے کر تا سقف پہلے نیچے سے تو عمارت ریختہ اور چار گز اونچا جا کے پھر عمارت کانسی شروع ہوئی ہے۔ چنانچہ دو منزل تک آٹھ آٹھ طاقچے منقسمہ ہیں۔ ان میں تمام کار کانسی ہے۔ غرض ہر مینار میں ۵۶ طاقچہ تقسیم کئے ہوئے ہیں اور ان میں رنگ آمیز گلکاری۔ پھر اس کے روبرو بطور مداخل گلکاری۔ پھر ایک منزل سادہ اور اس کے اوپر کار باریک کیا ہوا ہے۔ اس میں بھی رنگ کانسی۔ یہ عمارت بطور جالی باہر سے معلوم ہوتی ہے، مگر یہ جالی جعلی ہے سوراخ دار نہیں۔ صرف صورت جالی اینٹوں میں دکھائی دیتی ہے۔ پھر اوپر کی منزل بطور موہڑہ مثمن۔ اس پر بھی کام تمام چینی کا۔

دروازہ کلاں کے اوپر دو فٹ نیچے لب بام سے ایک مطول کتبہ ہے۔ اس میں شمال رویہ سے شروع کر کے تاحد دروازہ آیت الکرسی بخط ثلث تحریر ہے۔ چنانچہ نقل اس کی بجنسہ درج ذیل ہے۔

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموات و ما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم و لا یحیطون بشی من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السماوات والارض و لا یودہ حفظھما وھو العلی العظیم۔

الغرض یہ دروازہ دو درجہ کا ہے یعنی ایک محراب در کلاں باہر اور اس کے اندر قدرے اس سے کم اور محرابی در۔ ارتفاع اس دروازے کا اس قدر ہے کہ ہاتھی مع عماری اس کے اندر چلا جائے۔ سقف قالبوتی۔ گرد اس کے تمام کام چینی کا تھا اب مفقود ہو گیا۔ صرف دروازہ کے (ص ۳۰۵) محراب کے اوپر بطرف جنوبی اور قدرے شمالی کام چینی دکھائی دیتا ہے۔ پھر اس کے سر پر ایک کتبہ بنتی کانسی کا۔ اس کتبہ کے چار درجے تھے، اب تین باقی ہیں، شمال رویہ ٹوٹ گیا ہے۔ اس میں یہ شعر تحریر ہیں۔ پہلا مصرع تو پڑھا نہیں جاتا۔

Marfat.com

مگر جس قدر پڑھا جاتا ہے نقل کی جاتی ہے۔ شعر

....

بنا پذیر شد این باغ روضہ رضوان
بگشت مرحمت ابن باغ بر میا بائی
ز لطف صاحب زیبندہ بیگم دوران

اور اس کتبہ کے اوپر سقف قالبوتی ہے اور اس پر شرق رویہ تین کھڑکیاں خشتی۔ دروازہ کے اندر جاتے ہی چھت میں چھتوں کے نشان مدور دونوں طرف باقی ہیں' اس میں طاق تختے پھرے ہوں گے۔ پھر دروازہ کے اندر جاتے ہی یمین و یسار میں' اس کے شمال و جنوب رویہ مثمن مکان' جس کی سقفیں بطور گنبد اندر سے دکھائی دیتی ہیں۔ دروازے کے اندر جنوب رویہ مکان مثمن کے آگے اور جگہ مسقف قالبوتی دو درجہ والی ہے۔ اس میں سے نکل کر مقام سیر گاہ متصلہ مینار غربی و جنوب رویہ اس کے اوپر بھی شہ نشین عالیشان ہے۔ اس پر تمام کار چینی کا خوبصورت' گویا ابھی معمار اور نقاش اس مکان کو بنا کر اترا ہے۔

اور منزل ثانی کے دروازوں پر دونوں طرف مرغول جنوبی و شمالی میں اللہ تحریر ہے۔ غرب رویہ کا دروازہ مسمار ہو گیا ہے' مگر جنوب رویہ چبوترہ نشست گاہ قدرے موجود ہے۔ بازوئے مینار جنوبی کے کتبہ پر بسنتی رنگ میں بخط جلی ایک بیت موجود ہے' جس کا ایک یہ مصرع پڑھا جاتا ہے۔

ساخت میا بائی چون روضہ عالی ارم

اوپر جانے کا اب کوئی راہ نہیں۔ یہ دروازہ اندر اور باہر کی طرف سے یکساں ہے۔ اور جنوب رویہ اس چوبرجی اور غرب رویہ مینار گوشہ شرقی و شمالی کے غرب رویہ یعنی بطرف جنوب ایک دروازہ ہے۔

اس چوبرجی کے آگے لب سڑک بفاصلہ دو سو قدم ایک کھنڈر خشت افتادہ پڑا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہاں بارہ دری تھی جو اب بعملداری انگریزی گرائی گئی ہی۔ تاریخ اس عمارت کی گو کہ چوبرجی پر تحریر نہیں مگر بزرگوں سے سنا جاتا ہے کہ سن ایک ہزار پانچ میں یہ عمارت ختم ہوئی۔

(ص ۳۰۶) کہتے ہیں کہ غرب رویہ اس باغیچہ کے مقبرہ میا بائی دایہ زیب النساء کا تھا' مگر وہ بعملداری سکھاں مسمار ہو گیا اور بعضے کہتے ہیں کہ میا بائی کا مقبرہ وہاں تھا کہ جہاں

Marfat.com

اب کوئی کوٹھی نواب مستطاب سر جان لارنس صاحب بہادر دام اقبالہ ہے۔
خدا کی قدرت دیکھو کہ اب نہ وہ زیب النساء کا زیب و زین ہے اور نہ میا بائی کا نام و نشان۔ شعر

بیک گردش چرخ نیلو فری
نا نادر بجا ماند و نی نادری

احوال باغ زیب النساء کہ فی زمانا موضع نواں کوٹ مشہور ہے

(ص ۵۷۰) یہ موضع نواں کوٹ شہر لاہور سے بفاصلہ دو کوس بطرف نیرت دم تحریر آبادان ہے۔ یہ موضع بعملداری شاہان چغتائی باغ زیب النساء کا تھا۔ (ص ۵۷۷) کہتے ہیں کہ بوقت تعمیر باغ اس نواح کے' اس زمین میں چاہ مقبوضہ و مزروعہ دو سو زمیندار کی تھی۔ زیب النساء نے اس سے یہاں کی زمین واسطے باغیچہ کے مانگی تو اس نے انکار کیا۔ چونکہ یہ جگہ پسند خاطر زیب النساء کے ہو گئی تھی اس نظر سے اس نے دو سو کو بھائی اپنا بنایا اور بالعوض اس زمین کے سہ چند زمین شاہدرہ کے متصل اس کو دی اس نے وہاں دو سو کا پٹیالہ آباد کرایا چنانچہ اب تک وہ مکان مشہور و آباد ہے۔

مقبرہ زیب النساء

(ص ۵۷۰) اس نے وہیں اپنا مقبرہ بھی سنگ مرمر کا بنوایا۔ قدرت الٰہی سے جب عملداری مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ہوئی تو اس نے براہ سنگ دلی تمام سنگ اس مقبرے کے اتروا کر حضوری باغ میں بارہ دری تیار کرائی' چنانچہ اب تک وہ بارہ دری حضوری باغ میں یادگار نیک نامی مہاراجہ صاحب موجود (ص ۵۷۱) ہے۔
سابق میں یہ باغ بڑا آراستہ تھا۔ اب کچھ کچھ نشان اس کے باقی ہیں۔ شمال رویہ دروازہ کلاں جدیدہ۔ اب آمد و رفت عام و خاص کی اسی سے ہے۔ اندر اس کے بازار' شرق و غرب رویہ دکانیں بقالوں کی۔ اس دروازے کے اندر جا کے بطرف غرب مقبرہ زیب النساء۔ وہاں مکانات سکونہ زمینداران بطور چار دیواری مقبرہ معلوم ہوتے ہیں۔
گرد و نواح مقبرہ کے فرش خشتی۔ مقبرہ عالیشان مربع چار پہلو والا' جس کے ہر پہلو میں تین تین در' ایک تو کلاں محرابی اور اس کی بغلوں میں خرد۔ سابق اس مقبرہ کی یہ صورت

Marfat.com

تھی کہ چاروں طرف بارہ دروازے بدیں تفصیل۔ چار تو محرابی اور آٹھ در مربع کشادہ' اب مسدود۔ و راہ آمد و رفت کا جنوب رویہ اور بقیہ گیارہ دروں میں پنجرہ سنگ مرمر لگے ہوئے تھے۔ اب در محرابی شرق رویہ میں قد آدم خشتی عمارت کر کے اس میں ایک کھڑکی خرد چوبی آنے جانے کے واسطے لگائی ہوئی ہے۔ گوشہ غربی و جنوبی کا دھن اینٹوں سے بند کر کی اس میں سے تھوڑا سا راستہ آمد و رفت کا مہرشاہ نے' جو یہاں کا سجادہ نشین ہے' اپنے مکان مسکونہ میں سے' جو دیوار بدیوار مقبرہ ہے' بنا لیا ہے راستہ اس نے اس نظر سے بنایا ہے کہ اگر گاہ بے گاہ وہ آپ نہ ہو تو مستورات اس کی اس راہ سے آکر چراغ اور جاروب کشی کر جایا کریں۔

اندر مقبرہ کے تمام فرش سنگ مرمر و سنگ سیاہ کا بطور گلکاری' اب صرف غرب رویہ اور سرہانے یہ فرش بقدر دو دو گز موجود ہے۔ بقیہ رنجیت سنگھ اکھاڑ کر لے گیا۔ اب میانہ میں ایک چبوترہ گلی خام دو فٹ اونچا تین گز طول دو گھ عرض والا۔ قبر گلی جس پر غلاف سبز ہمیشہ پڑا رہتا ہے۔ گنبد بڑا بلند عالیشان۔ یہ گنبد سرزمین سے بباعث پتھر اکھاڑنے کے دو دو تین تین فٹ گر گیا ہے۔ آگے ہر چہار گوشہ میں ستون ہائے سنگ مرمر تھے۔ چنانچہ اب بھی وہاں سے پتھر اکھڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

مقبرہ کے گرد و نواح دو دو رنگ فرش خشتی تھا مگر اب لوگوں نی اس پر گھر بنا لئے ہیں۔ گوشہ غربی و شمالی کے ساتھ ایک کوٹھا حسن شاہ قریشی کا اور یہ کوٹھا بھی مقبرہ کی زمین پر بنا ہے کیونکہ اندر اس کے فرش خشتی موجود ہے۔ تاحال اس گوشہ شمالی و غربی مقبرہ میں برسرزمین سنگ سرخ دکھائی دیتا ہے۔

اب عمارت اس باغ کی جو موجود ہے۔ تحریر کرتا ہوں کہ شرق رویہ موضع ایک دروازہ کلاں' جس کے چاروں گوشوں پر چار برجیاں بارہ بارہ در والی کانسی کار موجود ہیں' قائم کھڑا ہے۔ اس (ص ۵۷۲) دروازہ کی اندر جاتے ہی بفاصلہ تین گز ایک اور در محرابی خشتی چونہ گچ۔ سقف اس کی قالبوتی جس میں سے ہاتھی مع عماری نکل جاوے۔ اب عرصہ سات سال سے یہ دروازہ باہر کی طرف سے اینٹوں سے تا سر دروازہ بند کیا ہوا ہے۔ اس کے اندر ایک ڈیوڑھی۔ سقف اس کی قالبوتی بطور گنبد غرب رویہ اندر اس کے ایک اور دروازہ اندر آنے کا۔ اس ڈیوڑھی کے شمال اور جنوب رویہ قد آدم سے بلند مکان نشستگاہ ادھ منزلہ جن میں شرق و غرب رویہ دو دو کوٹھڑیاں خوشنما' جن کے اوپر چھت خشتی قالبوتی۔ اوپر نشست گاہوں کے جنوب اور شمال رویہ شہ نشین جن میں تین تین کھڑکیاں

Marfat.com

خرد نظر انداز۔ اوپر اس کے سقف خشتی قالبوتی۔

اندر غرب رویہ ڈیوڑھی کے گوشہ جنوبی و غربی میں اوپر جانے ڈیوڑھی پر زینہ پختہ خشتی۔ اسی طرح دوسری نشست گاہ میں سے زینہ اوپر جانے کا ہے۔ باہر شرق رویہ ہر دو بغل دروازہ میں دو تھڑیاں سنگ سرخ کی۔ ڈیوڑھی کے شمال و جنوب رویہ' دیوار چار دیواری کے گوشوں پر دو برجیاں۔ سابق بہر چہار طرف چار دیواری کے گوشوں میں ایسی برجیاں تھیں' مگر اب یہ دو باقی ہیں۔ صورت ان برجیوں کی یہ ہے کہ بارہ زینہ چڑھ کے ان پر جانا ہوتا ہے۔ صورت اس کی ہشت پہلو آٹھ آٹھ در والی۔ اوپر گنبد پہاڑی دار برنگ بسنتی۔ جنوبی برجی کا رنگ قائم ہے اور شمالی کا بوسیدہ۔ گنبد کے اوپر کلس۔

اب اس ڈیوڑھی میں جولاہے رہتے ہیں مگر قبضہ غلام فرید چوہدری کا ہے اور شمال میں کوئی عورت ضعیفہ رشتہ دار چوہدری غلام فرید کی سکونت پذیر ہے۔

ڈیوڑھی کے شمال رویہ ایک مکان افتادہ مشفقی' مکرمی برادرم منشی عمرالدین صاحب اورسیئر قلعہ لاہور' ساکن موضع سانده کا ہے۔ یہ منشی عمرالدین بن صدرالدین قوم ارائیں قوالی سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بہت کرم کیا ہے۔ پہلے غریب آدمی زمیندار تھے۔ ابتدائے عملداری سرکار انگریزی سے بارک ماسٹری میں ملازم ہو کر روز بروز ترقی یاب رہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ گر بدولت برسی مست نگر دی مردی۔ اب اگرچہ اس کو ہر امر سے بے پرواہی ہے مگر سادہ مزاجی سے غربت اس نے نہیں چھوڑی۔ چھ سات مسجدیں بھی تعمیر کرائی ہیں' چنانچہ دم تحریر بھی لوہاری منڈی میں مسجد علاقہ سرکی بنداں بنوا رہے ہیں۔ فقط۔ شرق رویہ بہت نزدیک مکان خانقاہ حاجی عبدالکریم صاحب۔

موضع نواں کوٹ کی تعمیر

(ص ۵۷۵) حال اس گاؤں کا زبانی میاں غلام فرید ولد مہرہاماں نمبردار و امام بخش نمبردار کا یوں دریافت ہوا کہ بوقت تنزل سلطنت چغتائی' یہ باغ بالکل اجڑ گیا۔ (ص ۵۷۶) اس وقت یہاں چند ٹھٹھیاں مفصلہ ذیل گرد و نواح اس کے آباد تھیں۔ سمت اٹھارہ سو دس میں مہر محکم الدین موضع کھلن متعلقہ تحصیل حجرہ شاہ محمد مقیم سے مع مہر شادی اور عبدالرحیم لاہور میں آیا۔ اس وقت سوبھا سنگھ' لہنا سنگھ' گوجر سنگھ تین حاکمان لاہور تھے اور اس طرف حکومت سوبھا سنگھ کی تھی۔ اس سے اجازت لے کر مہر محکم الدین نے غرب رویہ اس دیہ کے چند چاہ و زمین لائق زراعت تیار کئے۔ بعدازاں مہر شادی و مہر عبدالرحیم بھی یہاں آئے اور انہوں نے پھر اس کی پیروی کر کے کچھ زمین بوٹہ شگافی کر کے نکالی۔ یہ

Marfat.com

بھی واضح ہو کہ مہر محکم و مہر شادی و مہر عبدالرحیم تینوں حقیقی بھائی ولد ان کے مہر عظمت اللہ تھے۔ بعد اس کے سمت اٹھارہ سو بیس میں باجازت سوبھا سنگھ انہوں نے چاہا کہ باغ زیب النساء کی، جو آوارہ پڑا ہوا ہے، مرمت کر کے بطور موضع آباد کر لیں۔ اس پر سوبھا سنگھ نے پانچ سو روپیہ مدد خرچ دیا اور انہوں نے ہزار روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے کوٹ فصیل اور ڈیوڑھی شمالی بنائی۔ فقط۔ بعد تیاری فصیل کے انہوں نے مکانات مسکونہ اپنے یہاں بنائے بعد اس کے شدہ شدہ آباد ہوتا گیا۔ فقط

(ص ۵۷۸) احوال مہر محکم الدین جس نے اول باتفاق اپنے بھائیوں کے موضع نواں کوٹ باغ زیب النساء بیگم میں آباد کیا تھا۔

(ص ۵۷۹) مہر محکم نے تین حاکموں کے وقت میں شدہ شدہ خوب زور پکڑا اور سوبھا سنگھ احد الحاکم کو اس پر اعتماد کلی ہو گیا۔ حتیٰ کہ دروازہ ہائے لاہور پر کل اختیار اسی کا ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت شہر پناہ کا یہ حال تھا کہ لوگ پھاند کے اندر چلے آتے تھے۔ جب رنجیت سنگھ نے سن ۱۸۷۷ میں باطراف گوجرانوالہ کچھ طاقت پیدا کی تو خفیہ خفیہ مہر محکم سے بھی کچھ رابطہ بنا لیا اور حسب الایما اس کے مع تخمیناً" دو سو سوار کے لاہور میں باہر دروازہ بھاٹی کے آپہنچا۔ مہر محکم نے بھاٹی دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آتے ہی قلعہ میں داخل ہو کر متحسن ہو گیا۔ مہر محکم نے سوبھا سنگھ وغیرہ کو جا کر کہا کہ رنجیت سنگھ بہ جمیعت دس ہزار آدمی سوار و پیادہ کے لاہور میں داخل ہو گیا ہے۔ اب تم کو لازم ہے کہ بھاگ جاؤ۔ ان کے دل میں ایسا رعب اقبال مہاراجہ رنجیت سنگھ کا پڑ گیا کہ وہ تمام اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور اس نے ہر ایک دروازہ پر بارہ بارہ سپاہی تعینات کر کے دروازے کھول دیئے اور بھرتی فوج کے شروع کر دی، حتیٰ کہ عرصہ دو ماہ میں قریب چار ہزار سپاہی کے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور پانچ ضرب توپ بھی دستیاب ہو گئیں۔ اور موضعات گرد و نواح بھی فتح ہونے لگے۔ شرق رویہ موضع گڑھی شاہو مینار شاہجہان کے نیچے سے ایک گڑھے سے دو سو گولہ توپ مدفونہ اس کے ہاتھ لگے وہ میگزین مقرر ہوئی۔

مہر محکم روز بروز ترقی یاب ہو گیا۔ مہاراج اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ اس کو بابو کر کے پکارتے تھے۔ وہ باین خیال کہ میں نے اس کو حکومت لاہور کی دی ہے کسی کو نظر میں نہ لاتا تھا اور مہاراجہ بھی اس کا ادب بدرجہ کمال کرتے تھے۔ جب مہاراجہ نے قصور فتح کیا تو ان ایام میں مقام پختہ قلعہ گوجر سنگھ تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اگرچہ بے علم تھا مگر عقل خداداد چیزے دیگر ہے۔ ظاہر تو مہر محکم کو بہت چاہتا تھا مگر باطناً" اس کی نمک حرامی

Marfat.com

پر بھی' جو اس نے اپنے آقا کے ساتھ کی تھی' خیال رکھتا تھا۔ چاہتا تھا کہ کسی طرح سے دروازہ ہائے شہر کی چابیاں اس سے لے لے (سچ ہے جب جناب الٰہی چاہتے ہیں کہ کوئی کام عرصہ شہود میں لائیں تو ویسے ہی سبب اس کے پیدا کر دیتے ہیں) چونکہ حاکم حقیقی کو منظور تھا کہ مہر محکم ذلیل ہو کر سزائے نمک حرامی اور رنجیت سنگھ روز بروز ترقی پائے تو یہ سبب بنایا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بعالم عنفوان شباب موراں طوائف پر عاشق ہو گیا اور عشق یہاں تک پہنچا کہ سکہ بیوی موراں کے نام کا اور روپیہ پر نقش آرسی بیوی موراں ما مضروب ہو کر موراں شاہی روپیہ مروج ہوا۔

اے مصور واہ وا تیری یہ رنگ آمیزیاں

ورنہ موراں طوائف کوئی ایسی حسین عورت نہ تھی بلکہ گندم گوں پستہ قد کبی تھی۔ اگر اس کے عشق کا حال لکھا جائے تو ایک کتاب علیحدہ تیار ہوتی ہے۔ اور اکثر حال اس عشق کا تاریخ خالصہ میں جا بجا مندرج ہے۔ مشتی نمونہ خرواری موضع موراں والا اور روپیہ موراں شاہی اور مسجد موراں والی بنیہ اس کی اب تک موجود ہے۔ اور میاں بڈھا کنجر بھانجا بیوی موراں کا جو پسر مولاں طوائف ہمشیرہ موراں ہے' (ص ۵۸۰) اب تک جاگیردار اور پنشن خوار ہے۔ ماسوا اس کے باغیچہ موراں مشہور' جو اب شرق روبیہ ڈاک بنگلہ لاہور کوٹھی زر خرید آغا صاحب موجود ہے۔ مہاراجہ بایں ریاست و راجگی علی الاعلان موراں کے گھر جاتے اور جو نہ کرنا ہوتا سو کرتے تھے۔ اور موراں کا محکمہ عدالت اور دربار علیحدہ قائم ہوتا تھا۔ مجال کس کی تھی کہ کوئی حکم بیوی موراں پر انگشت رکھے۔ جسے چاہے بچائے جسے چاہے مروا دے۔ اتفاقاً" قدرت الٰہی سے فیمابین مہر محکم و بیوی موراں کے کچھ شکر رنجی درمیان آئی۔ حتیٰ کہ بیوی موراں نے اس کو کہا۔ کہ میں موراں تب ہوں کہ تجھ سے گاجریں بکواؤں اور ہل جتواؤں۔ اور مہر محکم نے کہا۔ کہ خیر' اگر میں محکم ہوں تو تجھے مجلسوں میں نچواؤں یعنی ایسا نادار کروں گا کہ مانند اور طوائفوں کے تو بھی گھر بہ گھر ناچتی پھرے۔ مہاراج اس خرخشہ کو سن کر کسی کے معاملہ میں دخل نہ دیتے تھے بلکہ بجائے خود دونوں کو خوش کر چھوڑتے تھے۔

اسی اثناء میں مہر محکم نے اپنے موضع نواں کوٹ میں قلعہ گوجر سنگھ سے پینٹھ اٹھا کر مقرر کی۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ ہر قسم اجناس و غلہ وہیں فروخت ہوتا تھا' بلکہ کسی کو کوئی چیز سوائے نواں کوٹ کے نہ ملتی تھی۔ گو کہ مہاراج بے حسب اغوائے بیوی موراں کے بارہا اس کو اشارہ موقوف پینٹھ کا دھاں سے کیا مگر اس کو بجائے خود وہی خیال دماغ میں بیٹھا ہوا

Marfat.com

تھا کہ مہاراجہ دست نشاندہ میرا ہے۔ وہ کچھ خیال تعمیل حکم مہاراج کا نہ کرتا اور اس بات سے غافل رہتا۔

در مسکن مور خانہ مار کہ دید
بر گردن اہل خرقہ زنار کہ دید
این بے ہنران ز زن وفا می طلبند
اسپ و زن و سلطان وفادار کہ دید

اور یہ بھی نہ سوچا کہ بادشاہ کا قرب آتش سوزاں ہے۔ بادشاہ کو اپنا دوست نہ جاننا چاہیے۔ ان دنوں میں مہاراج نے زور بہت پکڑ لیا اور تمام چوہدریان و نمبرداران نواحی شہر کو ،عطائے انعامات و تقرر خدمات اپنے ساتھ گانٹھ لیا تو ایک روز یک لخت حکم بربادی مہر محکم دین کا جاری کر دیا اور تخریب نواں کوٹ کی تجویز ہو گئی۔ اس تجویز کے ہوتے ہی تمام دربار بلحاظ بیوی موراں طوائف بول اٹھا کہ مہاراج واقعی مہر محکم بڑا متکبر اور مغرور ہے' وہ حضور کو کب خیال میں لاتا ہے۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ اس رنجیت سنگھ پسر مہاں سنگھ دھاڑوی کو میں نے تخت سلطنت پر بٹھایا ہے۔ میں چاہوں تو ابھی اس کو ریاست سے معزول کرا دوں۔ پس اس وقت مہر محکم کی تخریب عمل میں آگئی۔ بلکہ یہاں تک اس کی ہتک عزت ہوئی کہ ان کی عورات کے پاجاموں میں چوہے چھڑوائے گئے اور مال و متاع اس کا یک لخت ضبط ہو گیا۔ نہ وہ محکمی رہی اور نہ وہ وقر و وقار رہا۔ وہ وقت خواب ہو گیا کہ مہر صاحب کی مہر کے بنا ایک کوڑی کسی کو نہ ملتی تھی اور ہر ایک پروانہ پر مہر اس کے ہوتی تھی۔ سبحان اللہ کیا قدرت حق ہے' جو چاہے سو کرے' جسے چاہے بڑھائے جسے چاہے گھٹائے۔ وہاں دم مارنے کی جگہ نہیں۔ اب مقام عبرت ہے کہ اس بیوی موراں کی قبر شکستہ و بوسیدہ چبوترہ خانقاہ شیخ طاہر بندگی پر آوارہ پڑی ہے اور رنجیت سنگھ کا نام و نشان صفحہ دنیا سے مٹ گیا۔ صاحب زادے ان کے دلیپ سنگھ معزول الریاست ہو کر بمقام لندن تفریح کناں ہیں اور وہی لاہور اب زیر حکومت صاحبان عالیشان ہے۔ واللہ غالب علی کل غالب۔

مہر محکم دین کی اولاد

(ص ۵۷۶) مہر محکم الدین کے یہاں چار بیٹے ہوئے۔ ایک مہر غلام محمد' دوسرا احمد بخش المشہور مہر ماہاں' تیسرا سلطان' چوتھا محمد بخش۔ اور مہر شادی کے یہاں بھی چار بیٹے ہوئے۔ ایک رانجھا' دوسرا قطب الدین' تیسرا اشرف الدین' چوتھا امام بخش۔ وہ تینوں فوت

Marfat.com

ہو گئے مگر اولاد ان کی باقی رہی اور امام بخش نمبرداری کرتا ہے۔ پسران محکم سے محمد بخش لاولد گیا اور غلام محمد کے تین فرزند ہوئے۔ ایک موج دین دوسرا امام دین، تیسرا شمس الدین۔ موج دین اور امام دین لاولد گئے اور شمس الدین کا ایک فرزند قائم دین موجود ہے۔ اور سلطان کے تین فرزند پیر بخش، امیر بخش، کرم بخش۔ پیر بخش اور امیر بخش اور کرم بخش بھی موجود ہیں۔ کرم بخش کے یہاں ایک فرزند میراں بخش اور امیر بخش کے پانچ فرزند چراغ دین، امام دین، محمد دین، محمد بخش، فضل الدین۔ یہ سب موجود ہیں اور مہرہاماں کے یہاں ایک فرزند غلام فرید ہوا جو اب زندہ اور شریک نمبرواری ہے۔ اس کے یہاں تین فرزند ایک مولا بخش دوسرا مولا داد تیسرا علی گوہر۔ یہ حال مہر محکم کا ہوا۔ اور مہرشادی کے چاروں فرزند سے یہ اولاد ہوئی رانجھا کے یہاں ایک بیٹا بدر الدین جس کا داماد منشی عمرالدین ساکن سانده جو اب اس کا مالک ہے اور قطب الدین لا ولد۔ شرف الدین کا ایک فرزند کرم الدین موجود۔ امام بخش کے تین فرزند۔ ایک عبدالستار دوسرا نور الدین تیسرا فتح دین۔ پھر نور الدین کے یہاں تین فرزند۔ ایک صدیق دوسرا رحیم بخش تیسرا عبداللہ۔ اور مہر عبدالکریم کے یہاں دو فرزند۔ ایک نبو۔ دوسرا ماہیا۔ پھر نبو کے دو فرزند ایک عمرالدین دوسرا امیرالدین۔ پھر دونوں فوت ہو گئے۔ اب عمرالدین کا فرزند امام الدین اور امیرالدین کے دو فرزند۔ ایک مہربخش دوسرا فضل الدین موجود ہیں۔ فقط

نواں کوٹ کی آبادی

یہ نواں کوٹ بھیا چاری ہے۔ چونکہ اب عرصہ بیس سال سے اس موضع میں آبادی بکثرت ہو گئی اس لئے امام بخش اور ہاماں نمبرداران نے اپنی زمین میں نالی کے پار گاؤں کی مغربی و شمالی طرف میں ایک اور گاؤں آباد کیا ہے۔ (ص ۵۷۷) اور نام اس کا نواں کوٹ خرد رکھا ہے۔ اب وہاں ملکیت مہرامام بخش و غلام فرید کی ہے۔ اس گاؤں میں انتیس گھر بستے ہیں۔ دکان ندارد اور فاصلہ اس گاؤں کا موضع نواں کوٹ سے تخمیناً" ہزار کروہ کا ہے۔

اس نواں کوٹ کلاں میں کل مکانات مسکونہ پانسو دو جس میں دو سو ستانوے گھر آباد ہیں۔ اور ساٹھ دکانیں جس میں دس آباد ہیں اور باقی میں اسباب رکھتے ہیں اور چھ غیر آباد بوسیدہ۔ فقط

بوقت مردم شماری مرقومہ بارہویں دسمبر ۱۸۶۰ء اٹھارہ سو ساٹھ عیسوی کے یہاں کے ساکنین زن و مرد چار سو ستر شمار ہوئے تھے۔ مرد دو سو انیس اور عورتیں ایک سو پینتالیس۔

Marfat.com

اب باہر دروازہ شمال رویہ ہفتر گھر خام و پختہ مسکونہ ارائیاں و مزدوراں وغیرہ۔ اور جنوب رویہ سات گھر مہتم و تیلی و چوکیداران جو کار جولاہہ گری کرتے ہیں' بن گئے ہیں۔

باہر دروازہ شمالی کلاں کے شمال رویہ ایک تکیہ المشہور تیلیاں والا ہے جس کے غرب رویہ ایک دالان سہ درہ جس میں معرفت غلام فرید و امام بخش نمبرداران الٰہی بخش فقیر رہتا ہے۔ غرب رویہ متصل دیوار بدیوار بڑا پڑار گھر ہے۔ اس موضع کے متعلق تین چاہ ہیں۔ اب یہاں کا معمول ہے کہ جو کوئی اندر باہر اس گاؤں میں نیا مکان ڈالے تو ایک دو روپیہ بطور نذرانہ مالکان نمبردار کو دے۔ اس گاؤں میں اور ماسوائی چاہان مزروعہ چاہ آب نوشی بارہ خرد کلاں ہیں۔ فقط

(ص ۵۷۲) حال خانقاہ حاجی عبدالرحیم صاحب چشتیؒ

گرد و نواح اس خانقاہ کے چار دیواری خام و پختہ تخمیناً" پانچ کنال۔ (ص ۵۷۳) دروازہ آمد و رفت غرب رویہ بے طاق و تختہ۔ دروازے کے اندر جاتے ہی ایک خرد کوٹھ۔ شمال رویہ ایک چبوترہ خشتی نشست کے واسطے اور اس در کے جنوب رویہ اندر کی طرف ایک دالان جس کے تین دھن شمال رویہ اب دو بند اور میانہ کشادہ' مسقفہ سرکی پوش۔ اس کے اندر دو کوٹھڑیاں ایک جنوب دوسری غرب رویہ۔ دالان کے شمال رویہ دو درخت لیموں کلاں۔ یہ لیموں کے درخت حضرت عبدالکریم صاحب نے اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے ہیں۔ اس احاطہ کے درمیان میں ایک چبوترہ ہشت پہلو خشتی' جس کے اوپر چار زینہ' غرب رویہ ہے چڑھ کے دروازہ مع طاق و تختہ چوبی۔ گرد چار دیواری۔ اندر چبوترہ کے اوپر فرش چونہ گچ۔ اس کے میانہ ایک اور چبوترہ چونہ گچ۔ اس پر چار قبریں خشتی تعویذ والی۔ سرہانے چراغدان خشتی۔ قبور کے شمال رویہ متصل چبوترہ ایک درخت ون کلاں۔ ان میں ایک قبر حضرت حاجی عبدالکریم صاحب چشتی دوسری حضرت دیوان یحییٰ صاحب زادہ کلاں ان کے کی' تیسری اللہ نور صاجزادہ میانہ اور چوتھی عبدالحق صاجزادہ خرد کی' باہر اس چبوترہ کلاں کے گوشہ غربی و جنوبی میں جنوب رویہ ایک اور چبوترہ خشتی مع چراغدان۔ اس پر چار قبور پختہ' جن پر کہگل لگی ہوئی ہے' ایک اعلیٰ حضور فرزند حاجی عبدالکریم صاحب کی' دوسری عظیم شاہ خادم اعلیٰ غلام حضور کی' تیسری غلام شاہ سجادہ نشین کی' چوتھی فرزند غلام شاہ کی' ماسوائے اس کے اس احاطہ میں بہت سے درخت لیموں و کیکر و ذخیرہ کٹ و سنگترہ و آڑو و گلزار ہے۔ اب یہاں کا سجادہ نشین نور الدین مالکان مکان ہے۔ اور بخش اللہ شاہ بہنوئی اس کا مع ایک مائی مبارک بی بی دختر غلام شاہ کے یہاں رہتا ہے۔

Marfat.com

عرس اس کا بست و ہفتم ماہ رجب شب معراج شریف ہوتا ہے۔ چار گھماؤں زمین مزروعہ مع ایک چاہ رواں سرکار سے تا قیام خانقاہ معاف ہے۔ اس مکان کے باہر گوشہ غربی و شمالی میں دیوار بدیوار ایک اور چاہ چرخ چوب والا تھا۔ اب عرصہ تین ماہ سے اس میں کھادی پڑ گئی۔ پچھلے دنوں میں متصل اس چاہ کے جنوب رویہ چوبچہ چاہ بنانے لگے۔ وہاں سے ایک چاہ مدفونہ قدیمہ نکل آیا۔ اس کو صاف کر کے جاری کیا ہے۔ اس نو برآمدہ چاہ کے شرق رویہ دیوار میں ایک خشت برنگ بسنتی کانسی کار لگی ہوئی ہے۔ اس پر یہ بیت تحریر ہے۔

شد مقرر سال این چاہ عظیم
جلوہ گر شد نور یحییٰ از کریم

پس معلوم ہوا کہ دیوان یحییٰ فرزند حاجی عبدالکریم صاحب نے تعمیر کرایا تھا۔

حاجی عبدالکریم

اور یہ حاجی عبدالکریم صاحب اولاد حضرت عبداللہ انصاری ہے جو بڑے ولی کامل صاحب تصانیف (ص ۵۷۴) ہو گزرے ہیں۔ زہد و ریاضت ان کی مشہور ہے۔ عین جوانی میں حج بھی کیا تھا۔

نقل ہے کہ جب یہ حضرت حج کو گئے تو راہ میں کسی صحرائے لق و دق میں تشنگی ان پر غالب ہوئی۔ وہاں پانی دستیاب نہ ہوا۔ آپ نے بہت لاچار ہو کر جناب الٰہی میں دعا کی جو فوراً قبول ہوئی۔ ایک دراج نے دھنی طرف آپ کی آکر آواز دی۔ آپ نے سمجھا کہ چونکہ یہاں طیور ہیں پانی بھی ہو گا۔ اب آگے گئے تو ایک چشمہ آب نظر آیا۔ آپ نے وہاں سے پانی پیا اور خوش ہو کر فرمایا کہ باعث حیاتی ہماری کا یہ دراج ہوا ہے۔ بس جو کوئی ہمارا مرید ہو دراج کو نہ مارے نہ کھائے۔ چنانچہ ان کے مریدوں میں سے اب تک دراج کو کوئی نہیں کھاتا بلکہ بہت الفت سے پیار کرتے ہیں۔

اور نیز روایت کرتے ہیں کہ ایک روز بروز عرفہ آپ اس مکان سے نکل مکان میانی میں تشریف لے گئے۔ وہاں شیرا دریائی باف آپ سے ملاقی ہوا۔ اس سے آپ گفتگو کرتے کرتے مقبرہ پیر زہدی پر جا پہنچے۔ اتنے میں اس نے کہا۔ کہ یا حضرت آج روز حج ہے' نصیب والے لوگ حج کریں گے۔ آپ نے کہا تیرا دل حج کرنے کو چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ اگر حج نصیب ہو تو اس سے زیادہ اور کوئی مراد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وضو کر لے۔ اس نے چاہ متصل مقبرہ پیر زہدی سے وضو کر لیا۔ من بعد آپ نے فرمایا۔ کہ آنکھ بند کر کے طابق النعل بالنعل ہماری چلا آ۔ بعد ایک ساعت کے اس کے اس کو کہا کہ آنکھ کھول

Marfat.com

دے۔ اس نے جب آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو مکہ شریف میں دیکھا۔ فرمایا۔ کہ حاجی کر لے۔ بعد فراغت اسی مقام پر آجانا۔ وہ رخصت ہو کر گیا۔ اور ہر طرح سے خاطر جمعی کر کے واپس آیا۔ آپ اس کو اسی طرح واپس لے آئے۔

تاریخ وفات آپ کی ۲۷ ماہ رجب سن ایک ہزار پنتالیس ہے۔ فقط

شیخ یحییٰ لاہوری

ان کے صاحبزادے شیخ یحییٰ لاہوری بھی بڑے صاحب کمال ہوئے ہیں۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز خیرو نامی چور سید والا سے لاہور میں چوری کے واسطے آیا۔ جب اس کو کہیں سے کچھ ہاتھ نہ لگا تو اس نے آپ کے نر گاواں چرا لئے۔ جب لے کر روانہ ہوا تو باہر جاتے ہی اندھا ہو گیا۔ بلکہ جب باہر جاتا تو اندھا اور جب اندر آتا تو بینا ہو جاتا۔ آخر کار اس نے نر گاواں بدستور باندھ دیئے اور وہیں بیٹھ رہا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے؟ اس نے تمام حال کہہ سنایا۔ آپ نے نصیحت کی کہ پھر کبھی چوری نہ کرنا۔ اس نے توبہ کی۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور لعاب دھن اس کی آنکھوں پر ڈالا۔ وہ ولی کامل ہو گیا۔

وفات ان کی دوم ذیقعد سن ۱۱۳۲ ہے۔ فقط

دکھنی دروازہ والا تکیہ

آمد برسر مطلب موضع لواں کوٹ کے باہر جنوب رویہ گوشہ (ص ۵۷۵) غربی و جنوبی میں ایک مکان تکیہ المشہور دکھنی دروازہ والا تکیہ ہے۔ اس میں ایک کوٹھہ خشتی پختہ' جس کے اندر کوٹھڑی دالان۔ اس کے شمال رویہ ایک چبوترہ پختہ سفید پر قبراں شاہ و بوہڑ شاہ سیدان کی ہے۔ یہ قبریں سید فضل شاہ نے اب پختہ بنوا دی ہیں۔ اس کے شمال رویہ ایک چاہ پختہ چرخی دار۔ اب اس میں گاموں شاہ ماگزار سرکار رہتا ہے۔

حال شاہ رستم غازی

غرب رویہ لواں کوٹ' ذرا دور' ایک بلند ٹیلے پر مکان حضرت شاہ رستم غازی صاحب کا ہے۔ زبانی امام بخش نمبردار و کمال شاہ پٹواری معلوم ہوا ہے کہ یہ حضرت استاذ زیب النساء سن ایک ہزار چوبیس میں ہوا۔ اس نے مقبرہ حضرت کا سنگ سرخ سے بنوا دیا' مگر افسوس کہ اب مسمار ہو گیا ہے۔ اب صرف ٹیلہ پر قد آدم بلند عمارت' خشتی بوسیدہ سی

Marfat.com

موجود ہے۔ اس کے جنوب رویہ در محرابی قالبوتی شکستہ زمین دوز۔ وہاں سے پانچ زینہ نیچے اتر کے دو تہ خانہ۔ ایک میں دو قبریں پختہ جن کے اوپر سقف قالبوتی۔ ایک حضرت رستم غازی دوسری ان کے فرزند نامعلوم الاسم کی۔ دوسرے میں بھی دو قبریں۔ ایک رستم غازی صاحب کے قبیلہ کی اور دوسری ان کی والدہ کی۔ چوہدری امام بخش جو معمر سفید ریش آدمی معتبر و لئیق ہے بیان کرتا ہے۔ کہ اس کے اوپر دو گنبد سنگ سرخ کے تھے جو رنجیت سنگھ اکھاڑ کر لے گیا۔ یہ ٹیلہ عمارت پختہ کا ہے۔ بگوشہ شرقی و شمالی اس ٹیلے کے ایک حوض تھا' اب بند ہو گیا ہے۔ یہاں اب جانے شاہ قریشی چراغ روشن اور جاروب کشی کرتا ہے۔ فقط

ڈیوڑھی باغیچہ حضرت عبدالخالق

جنوب رویہ دیہ مائل بغرب ایک دروازہ پختہ ڈیوڑھی باغیچہ حضرت عبدالخالق صاحب کا کھڑا ہے۔ اب اس میں طاق تختہ چوبی سید فضل شاہ دفتری فنانشلی نے لگوائی۔ یہ ڈیوڑھی بہت اچھا خوشنما مکان ہے۔ اوپر دو دالان' اس کے اوپر سے دور دور تک نگاہ جاتی ہے۔ یہ سید فضل شاہ پنجابی زبان میں شعر عاشقانہ پر مضمون کہتا ہے۔ غرب رویہ اس ڈیوڑھی کے ایک چبوترہ پختہ خشتی جس کا نمبر خسرہ ۱۵۵۔ اس پر اشجار ون و کریر بکثرت سایہ فن۔ اس کے میانہ میں ایک قبر پختہ خشتی حضرت عبدالخالق کی۔ یہ حضرت عبدالخالق مرشد حضرت رستم غازی کے ہیں۔

تاریخ وفات معلوم نہیں مگر اتنی کرامت ان کی تاحال سب لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہاں رات کو خود بخود چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ فقط

(ص ۵۴۲) حال موضع جبو متعلقہ ضلع لاہور

یہ موضع شمال رویہ لاہور کے بفاصلہ چار کوس' پار دریائے راوی کے ہے۔ حال اس کا یہ ہے کہ بعہد جلال الدین اکبر بادشاہ ایک شخص جبو نام زمیندار علاقہ پاکپتن سے بحضور بادشاہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں مسافر غریب الوطن بامید پرورش در دولت پر حاضر ہوا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ براہ پرورش مجھ غریب کی دستگیری فرمائیں۔ بادشاہ نے بنظر غور اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کی۔ کہ میں کار زراعت سے بخوبی واقف ہوں۔ تب بادشاہ نے اس کو فرمایا۔ کہ ضلع لاہور میں جس قدر زمین افتادہ تم کو مطلوب ہو لے کر آباد کر۔ اس وقت میں یہاں راجگان پوربیہ سے راؤ کی ملکیت اور کچھ آبادی تھی۔ الغرض اس نے وہاں ایک گاؤں موسوم بنام خود یعنی جبو آباد کیا اور متعلق اس

Marfat.com

کے چار ہزار بیگھ زمین کی۔ اور وہ جبو قوم کا راجپوت ڈھڈی تھا۔ تب سے یہ گاؤں آباد ہے۔

بعد اس کے تین بیٹے اس کے یہاں ہوئے۔ ایک رائے بالو' دوسرے رائے بابو تیسرا رائی گھاسی۔ جب رائے بالو اور رائے بابو بالغ ہوئے تو اس نے بنام ان کے اور دو گاؤں آباد کر دیئے۔ ایک تو موضع بالو پورہ جہاں اب باغبانپورہ آباد ہے اور دوسرا موضع بابو پورہ وہ نیمابین شاہدرہ اور موضع جبور کے تھا۔ اب سن ۱۲۲۱ میں دریا برد ہو گیا۔ نام و نشان اس کا باقی نہ رہا اور جو تیسرا بیٹا اس کا مسمی راؤ گھاسی تھا وہ ہمراہ والد خود یعنی جبو کے رہا۔ بعد مدت کے اس کے یہاں دو فرزند ایک مسمی علی اور دوسرا خیر دین پیدا ہوئے جب وہ بالغ و جوان ہوئے تو علی نے متصل موضع جبو کے علی پور' جو فاصلہ ایک کوس کے جبو سے ہے' آباد کرایا (ص ۵۴۳) چنانچہ اب تک موجود ہے۔ اور خیر دین پسر ثانی اس کے نے موضع خیر دین' جو علی پور سے بفاصلہ ایک میل ہے' آباد کیا اور راؤ بالو کے یہاں ایک بیٹا راؤ فرید نام پیدا ہوا' اس نے موضع فرید پور' متصل جبو کے' بنام خود آباد کیا۔ وہ بھی ۱۲۳۱ میں دریا برد ہو گیا۔ اور گھاسی راؤ کے بیٹے مسمی خیر دین نے موضع وندیاں جو بفاصلہ ایک کوس کے موضع خیر دین سے ہے' آباد کیا' وہ اب تک آباد ہے اور اولاد اس کی تاحال قابض و متصرف۔ نام اولاد موجود گھاسی جو وندیاں پر قابض ہیں یہ ہیں۔ کریم داد' میر داد' رو داد وغیرہ۔ راؤ داد بالو جو کلاں فرزند جبو کا تھا اس کے یہاں دو بیٹے ہوئے ایک راؤ ہاشم دوسرا رکن الدین۔ راؤ ہاشم بڑا صاحب اقبال پالکی نشین بعہد شاہجہان ہوا۔ اس نے موضع ہاشم پورہ آباد کیا۔ اور ہاشم پورہ وہی موضع ہے' جہاں اب باغ میاں میرو مقبرہ ملا شاہ خلیفہ حضرت میاں میر ہے۔ وہ موضع عہد محمد شاہ میں ویران ہو گیا۔ اب وہاں مجاورین میاں میر صاحب وغیرہ رہتے ہیں اور مفصل حال ویرانی اس گاؤں کا حال حضرت میاں میر میں تحریر ہو چکا ہے۔

بعدازاں ہاشم کے یہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک مسمی پیر محمد دوسرا علاء الدین۔ پیر محمد نے تو درمیان شہلا باغ اور محمود بوٹی کے ایک موضع کہ جس کا فی زمانا نام بارہ دری مشہور ہے اور علاء الدین نے موضع خزانہ کا قلعہ آباد کرایا۔ جب موضع ہاشم پورہ ویران ہوا تو اولاد ہاشم میں سے موج دین اور شرف دین حقیقی بھائی سے نکل کر موضع جبو میں آباد ہوئے۔ بعد اس کے فرزند اس موج دین کا مسمی جودھا نے سن ۱۲۴۰ بارہ سو چالیس ہجری میں موضع جھگیاں' جو نیمابین موضع جبو و موضع بھماں کے ہے آباد کرایا اور اب تک نبیرہ

Marfat.com

اس کے اس پر مسمی لدھا وغیرہ قابض و متصرف ہیں اور موضع جبو میں اولاد اس کی فی زمانہ مسمیان بختاور و دوسندھی و بلند خان و سزاوار خان و فتح خان وغیرہ قابض ہیں۔

اب حال آبادی موضع جبو یہ ہے کہ وہ موضع جبو دو موضع بن گئے ہیں' ایک جبو خرد اور دوسرا کلاں۔ اسمائے متصرفان جبوئے کلاں اوپر تحریر کر چکا ہوں اور وارثان جبوئے خرد جودھا اور محمد بخش اور مہتاب اور نبی بخش اور سزاوار وغیرہ ہیں اور یہ دونوں موضع باہم متصل ہیں۔ فقط فاصلہ ایک تیر راہ کا ہے۔

(ص ۶۴۱) احوال بیگم پورہ

یہ مکان فیمابین لاہور و شہلا باغ بنیہ والدہ نواب خان بہادر صوبہ دار لاہور تا حال موجود ہے۔ حال نواب خان بہادر کا ذیل میں تحریر ہو گا۔ اب بنظر مناسب اول تشریح عمارات موجودہ تحریر ہوتی ہے۔

اگرچہ بوقت تعمیر یہ مکان لائق دید ہو گا لیکن تاحال بھی عبرت افزائے ناظرین ہے۔ شمال رویہ اس کے دروازہ کلاں محرابی جس میں سے ہاتھی مع عماری چلا آئے۔ اس کے اندر بطور ڈیوڑھی جس کے اوپر بالا خانہ عالیشان۔ اندر باہر دروازہ محرابی قالبوتی چونہ گچ۔ ڈیوڑھی کے اندر بطرف شرق و غرب مقام نشست گاہ۔ اس کے اندر محرابی قالبوتی در والی کوٹھڑیاں مع طاق تختہ۔ سقف کے اوپر چاروں گوشوں میں چار گنبدیاں چونہ گچ منقش مدور جن کے آٹھ آٹھ دھن محرابی قالبوتی۔ میانہ میں ایک بارہ دری بشکل بنگلہ قالبوتی نشستی جس کی چھت ڈھالویں طولانی۔ چاروں طرف تین تین دھن محرابی۔ شرق روئی تین دھنوں میں سے دو بند اور ایک میانہ میں دروازہ مع طاق تختہ لگا ہوا ہے۔ یہ مقام بنگلہ خود بخود شہزادہ علی اکبر و عبدالرحیم ایوب شاہی نے اپنے تصرف میں عرصہ چھ سال سے کر رکھا ہے۔ اس کے اوپر جانے کا راستہ دروازہ کے شرق رویہ۔ فقط

اس در کے اندر مکان مربع جس کا طول ساٹھ ساٹھ گز۔ گرد و نواح اس کے چاروں طرف دالان ہائے قالبوتی۔ اس کے اندر پھر تین کوٹھڑی ہائے قالبوتی اور شرقی دیوار کے دالان کچھ مسمار ہو گئے ہیں۔ دیوار غربی کے میانہ میں دھرا دالان جس کے پانچ پانچ دھن قالبوتی محرابی۔ بغلوں میں چار چار دھن قالبوتی دیوار جنوبی کے میانہ میں روبرو ڈیوڑھی عالیشان' جس کے دونوں طرف بطرف شرقی و غربی دو تھڑیاں ہیں۔ چوکھٹ مع طاق چوبی عرصہ تیس سال سے لگائی ہے۔ اس کے اندر دو درجہ قالبوتی محرابی جن کے تین تین دھن اور اب دھن غربی تمام بند اور شرقی کے دو در بند اور میانہ کشادہ جنوب رویہ اس ڈیوڑھی

Marfat.com

(ص ۶۴۲) کے ایک دروازہ کلاں محرابی۔ اس کے آگے بطرف جنوب۔ حال اس کا بعد اختتام حال اس مکان کے تحریر کروں گا۔ فقط

شرق رویہ ڈیوڑھی کے زینہ اوپر جانے کا۔ گیارہ زینہ چڑھ کے اوپر مکان والان وغیرہ ہم شکل پائیں' اس میں کریم بخش نمبردار موضع رہتا ہے۔ اس درجہ کے شمال رویہ میں دریچے کشادہ۔ پھر گیارہ زینہ چڑھ کے اوپر جاتے ہیں۔ اوپر تمام فرش چونہ گچ پختہ۔ شمال رویہ دیوار خشتی مبنیہ گلاب سنگھ پوھوڈنڈیہ اور غرب رویہ بطرف شمال ایک کوٹھڑی جس پر بالا خانہ۔ اور اس بالا خانہ پر جنوب رویہ دو دروازے اور شمال و غرب و شرق رویہ ایک ایک خرد کھڑکی اور جنوب رویہ ایک دالان سہ درہ جس کے میانہ میں چوکھٹ چوبی مع طاق تختہ لگی ہوئی ہے۔ یہ عمارت بھی گلاب سنگھ پوھوڈنڈیہ نے یہاں کی اینٹیں جمع کر کے بنائی ہے۔ چاروں طرف دیوار خشتی اور چار گوشہ پر چار چار گنبدیاں چار در دالی' چونہ گچ سفید منقش۔ فقط۔

جیسا زینہ شرق رویہ ہے ویسا ہی اس ڈیوڑھی کے غرب رویہ چاہ عالیشان بڑا کشادہ' اب اس میں چرخی لگی ہوئی ہے۔ کبھی چرخ چوب چلتا تھا۔ فقط

مکان مربع کے میانہ میں جہاں چاروں طرف دالان تحریر ہوئے ہیں ایک چبوترہ خشتی تا سینہ بلند ہے۔ راہ آمد و رفت شمال رویہ میں زینہ چڑھ کے۔ طول اس کا سولہ گز اور عرض چودہ گز۔ اور اس چبوترہ کے شمال طرف ایک خرد گنبد آٹھ در محرابی والا۔ یہ گنبد مقام قدم رسول ہے۔ یہاں نواب صاحب نے قدم رسول علیہ الصلوات والسلام نصب کرایا تھا۔ مگر افسوس کہ اب موجود نہیں۔ اس چبوترہ کے میانہ میں ایک اور چبوترہ۔ اس پر دو قبریں۔ ایک نواب خان بہادر کی اور دوسری ان کے والد اور ابو سمند خان صاحب مرحوم کی جن کا اصلی نام عبدالصمد خان تھا اور عوام کالا نعام ابو سمند خان کہتے ہیں۔ اس کے غرب کی طرف اور پانچ قبریں خشتی۔ ایک خواجہ عنایت اللہ بیگ' دوسری قلندر شاہ' تیسری نواب غازی بیگ' ہرسہ نبیرگان نواب صاحب کے۔ چوتھی مائی سہاگن بیگم' زوجہ نواب غازی کی اور پانچویں صاحب بیگم دختر نواب غازی کی۔ ان کے سرہانے ایک قبر سفید چونہ گچ جس کے سرہانہ چراغدان بھی ہے عالم شاہ پسر قلندر شاہ کی۔ اس چبوترہ کے شرق رویہ ایک اور خرد تھڑہ خشتی' جس پر قبر خواجہ رحمت اللہ بیگ پسر خواجہ عبداللہ برادر نواب خان بہادر۔

اس مکان میں تمام فرش خشتی پختہ تھا۔ اب غرب رویہ اور کچھ متصل تھڑہ موجود اور

Marfat.com

بقیہ بوسیدہ ہو کر گر گیا ہے۔ اس مکان میں شرق رویہ سولہ درخت کیکر اور دو بیریاں اور غرب رویہ تھڑہ دس کیکر اور ایک لسوڑا کھڑا ہے۔

سبحان اللہ انہوں نے کیسی نیت سے یہ مکان آباد کیا تھا۔ اب اس عمارت شاہانہ کو اشخاص رعایا نے اپنے قبضہ میں کر کے ایک گاؤں بنایا ہے جس کا نام بیگم پورہ مشہور ہے۔ یہ بھی بانیوں کی نیک نیتی کا ثمرہ ہے کہ ان کا نام اب تک زندہ ہے دم تحریر اشخاص مفصلہ اس نام میں سکونت پذیر ہیں۔

(ص ۶۴۳) الٰہی بخش نتھے' خان ولایت خان مغل' کرم الٰہی ارائیں' محمد ماشکی' شرف دین' نتھے خان زمیندار' مسلم جولاہا' خضری کشمیری مزدور' رحمان کشمیری' محمد یار زمیندار' فتو حاکم سلہریا' باوا مول سنگھ' ہیرا سنگھ ادوائن فروش' بابو شامان چرن' یہ بابو صاحب محکمہ مدارس پنجاب میں عہدہ دار ہیں۔ ایک دالان اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے' قادر داد خان افغان پنشن دار' کمان زمیندار' بانا دہی فروش' محمد بخش جٹ' نتھا جٹ' سائیاں ارائیں' مکھن سنگھ پنشن دار۔ فقط

ڈیوڑھی کے جنوب رویہ دروازہ جنوبی۔ اس کے اندر جاتے ہی گرد و نواح اس کے تمام چار دیواری پختہ ریختہ کار دو قد آدم بلند دیوار کے میانہ میں ایک دالان عالیشان جس کے پانچ دھن محرابی کلاں چونہ گچ۔ اس دالان کی بغلوں میں شمال و جنوب رویہ ایک ایک کوٹھڑی جس کا ایک ایک در باہر کی طرف۔ غرب رویہ چھت اس مکان کی گلاب سنگھ پھوڈنڈیہ اکھاڑ کر لے گیا تھا۔ اس کے شمال رویہ چودہ زینہ اوپر جانے کو۔ اوپر دونوں طرف بالا خانے تھے اب اس طرف کا بالا خانہ گر گیا ہے اور سقف بالائے زینہ بھی گر گئی ہے۔ جنوبی بالا خانہ موجود ہے' اس کے شمال و غرب رویہ کھڑکیاں بوسیدہ' یہ بالا خانے گلاب سنگھ مذکور نے بنوائے تھے۔ اس دالان کے جنوب رویہ سے دیوار قدرے مسمار ہو گئی ہے۔ دیوار جنوبی میں چندے مادہ فوار جس کے نیچے دو کھڑکیاں بوسیدہ ہیں۔ اس مادہ کے غرب کی طرف دیوار۔ جنوبی باغ میں چاہ کلاں چرخ چوب والا۔ اس کے غرب رویہ ایک اور دالان جس کے چار دھن ستون دار بے سقف۔ اس دالان کے غرب رویہ ایک دالان بے چھت' اس کے ساتھ اور دالان جس کے دو دھن۔ شمال رویہ پھر گوشہ' غربی و جنوبی باغ بڑا میں ایک اور دالان قالبوتی جس کے پانچ دھن قلبوتی مع ستونہا موجود۔ اس کے جنوب رویہ چار کوٹھڑیاں قلبوتی بے در' جس کے در محرابی۔ اس کے آگے دیوار غربی' نصف گز کی زمین کے برابر آ رہی ہے۔ دیوار نواحی باغ میں تمام محرابوں کے نشان رکھے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

غرب رویہ' باغ کے میانہ میں مسجد عالی شان کانسی کار جس کے تین در محرابی۔ گوشہ غربی و جنوبی میں زینہ اوپر جانے مسجد کا۔ در اس کا محرابی' وہاں سے چودہ زینہ چڑھ کے بالائے مسجد جانا ہوتا ہے۔ مسجد کی اوپر چاروں گوشوں میں چار مینار کانسی کار برنگ سبز و بسنتی۔ گرد اس کے گلاب سنگھ پوھوڈنڈیہ نے بلند کر کے ایسی بنائی ہے کہ جس سے وہ مینار چھپ گئے ہیں۔ سقف مسجد ہذا پر میانہ میں گنبد طولانی کانسی کار۔ نہایت رنگ اس کا بوسیدہ ہو کے کالا نظر آتا ہے۔ اس گنبد کے شرق کی طرف ایک کلاں کوٹھا گلاب سنگھ پوھوڈنڈیہ نے بنوایا ہے۔ اس کے جنوب رویہ دو کھڑکیاں۔ اس مکان کے گوشہ غربی و شمالی سے بارہ زینہ چڑھ کے اوپر جاتے ہیں۔ اس کے جنوب رویہ ایک دالان۔ مسجد کی چھت پر تمام فرش خشتی چونہ گچ۔ دیوار جنوبی میں تین دھن کلاں' سفید چونہ گچ' اب بند (ص ۶۴۴) کر کے اس میں تین محرابی در خرد رکھے گئے ہیں۔ دھنوں کے مرغول و کتبہ بہت عمدہ کانسی کار' گلزار اکثر رنگ بسنتی و سبز ایسے تر و تازہ کہ گویا ابھی نقاش بنا کر اترا ہے۔ شرق کی طرف تمام فرش خشتی۔ اس کے شرق کی طرف ایک حوض کلاں' اس میں ایک فوارہ۔ گرد نواح اس حوض کے فرش خشتی پختہ۔ گوشہ شمال و جنوبی میں دو دھن سفید۔ میانہ میں تین دھن محرابی قلبوتی سفید۔ اوپر ان کے سردھن تمام کانسی کار چینی جس پر ہزار ہا روپیہ صرف ہوا ہو گا۔ متصل لب بام گردنہ۔ محراب میانہ کے میانہ میں ایک سل سنگ مرمر کی نصب ہے جس میں افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بطرف شمال عجلو باالصلواۃ قبل الموت اور بطرف جنوب عجلو باالصلوات قبل الفوت تحریر ہے۔ کلمہ شریف سیاہی سے بخط فارسی اور منوطی بخط عربی۔ گرد و نواح تمام کار چینی۔ اندر مسجد کے دو درجہ شمال و جنوب کی طرف دو حجرے قلبوتی۔ حوض کے شرق کی طرف میانہ باغ میں ایک گز زمین بلند مربع ایک چبوترہ۔ اس کے میانہ میں ایک مشت بلند اور چبوترہ تمام سنگ مرمر سفید لگا ہوا تھا۔ مگر سردار جوالا سنگھ وغیرہ اکھاڑ کر لے گئے۔ اس پر دو قبریں تھیں۔ اب ایک گر گئی ہے اور ایک موجود۔ ایک بھو بیگم زوجہ اور دوسری بیگم جان والدہ نواب خان بہادر کی۔

پہلے جب لاہور یہاں تک آباد تھا تو شرق رویہ اس بیگم پورہ کے ایک کوچہ تیلی پورہ مشہور تھا۔ بعد اس کے سن ۱۱۸۰ میں نواب بہادر خان کی والدہ نے یہ مکان تعمیر کرایا۔ باہر شمال کی طرف اس چار دیواری کے تمام دکانات بطور بازار تھیں۔ وجہ تسمیہ اس کا باسم بیگم پورہ یہ ہے کہ نواب خان بہادر کی والدہ مسمات بیگم جان نے یہ مکان تیار کرایا تھا۔ فقط۔ باہر اس کے شرق رویہ بھی مکانات مبنیہ نواب سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ

Marfat.com

نواب خان بہادر کے تھے۔ چنانچہ بعضے اب تک بھی موجود ہیں۔ اور کچھ بعد سکھاں اور کچھ بمہربانی محمد سلطان ٹھیکہ دار مسمار ہو گئے۔ مگر تو بھی تاحال کئی عمارتیں مقبرہ جات وغیرہ عالیشان موجود ہیں۔ (ص ۶۵۱) چار دیواری باغ کے جنوب رویہ' جس میں مبنیہ نواب خاں بہادر مرحوم ایک اور چار دیواری باغیچہ کی ہے' شرقی دیوار اس کی بوسیدہ اور جنوب رویہ اشجار کھڑے ہیں' اندر میانہ میں اس کے ایک مقبرہ مربع کھڑا ہے۔ یہ مقبرہ ملکہ زمانی کا ہے۔ اس کے غرب رویہ حمام بھی ہے۔ حال اس کا حال حضرت ایشاں میں مفصل تحریر ہے ملکہ زمانی شہزادی شاہجہان کی المشہور سلطان تھی۔ فقط

(ص ۶۴۴) احوال نواب خان بہادر

اصلی نام ان کا ذکریا خان اور خطاب شاہی نواب ہژبر الدولہ خان بہادر' والد ان کا عبدالصمد خان المعروف ابو سمند خان' قدیم ساکن بخارا' اولاد حضرت خاوند محمود المشہور حضرت ایشاں سے کہ جن کا حال مع تشریح عمارت مقبرہ وغیرہ مفصل درج ذیل کتاب ہذا ہے۔ ۱۱۲۰ میں جمیعت بیست سواراں واسطے زیارت مقبرہ عالیہ حضرت ایشاں کے وارد لاہور ہوا۔ اس وقت یہ عبدالصمد خان خاندان نقشبندیہ کا پیرزادہ' مقبول خلایق' مشہور تھا۔ ماسوا علم عربی و فارسی کے فن سپاہ گری سے بخوبی واقف تھا۔ اس ایام میں حضرت ایشاں صاحب قدس سرہ العزیز کے خادم طالب اس ملک میں تا بشاہجہان آباد و آگرہ بکثرت موجود تھے۔ چندے خان صاحب بہادر سکونت پذیر رہے۔ اس اثنا میں حسن لیاقت و شرافت (ص ۶۴۵) ان کی شہرہ آفاق ہو گئی۔ بعدہ حسب رسم پیرزادگان اپنے موروثی خدام اور طلبا کی ملاقات کے واسطے روانہ دھلی ہوئے۔ وہاں ان کو قبولیت عظیم حاصل ہوئی۔ شدہ شدہ سرکار دربار میں رسائی پیدا ہو گئی۔ شاہ عالم و سادہ آرائے حکومت ہند و پنجاب تھے۔ جب پنجاب سے بد انتظامی مسموع حضور ہوئی بادشاہ نے محض باین خیال کہ لاہور میں اکثر لوگ مطیع خاندان حضرت ایشاں ہیں حضرت عبدالصمد خان کو خطاب سیف الدولہ دلیر جنگ بہادر دے کر ناظم لاہور مقرر کر کے روانہ لاہور فرمایا۔ اور جب یہ ناظم لاہور بکل اختیار ہو کر تشریف لائے تو ذکریا خان صاحب زادہ ان کا تیرہ سال کا تھا۔ اگرچہ کم عمر تھا' لیکن آثار بزرگی اس کے ناصیہ سے ظاہر و باہر تھے۔

بالای سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

نواب عبدالصمد خان صاحب بہادر کے قدوم میمنت لزوم سے لاہور سے رونق تازہ

Marfat.com

پائی۔ ہر طرف امن و چین ہو گیا۔

بعد اس کے نواب میر مومن خان نائب ناظم مقرر ہو کر مشیر با تدبیر و خیل امور سلطنت و نظامت ہوا چندے معاملہ۔

وزیری چنین شہریاری چنان
جہاں چون نہ گیرد قراری چنان

کار رہا۔ مگر آخر کار نواب میر مومن خان اسیر دام طمع نفسانی ہو کر خام طمعیاں کرنے لگا۔ یعنی راجپوتان موضع اولیاء پور سے کہ من مضافات صوبہ لاہور ایک قصبہ متصل میر وال جو تاحال ضلع امرتسر میں موجود ہے سازش کر کے صادر وارد کو تکالیف گوناں گوں پہنچانے لگا۔ رئیس ان کا محمود خان نامی قزاق و راہزن تھا۔ اور اکثر اوقات لب دریائے راوی راہزنی کیا کرتا تھا۔ نواب میر مومن خان صاحب اس سے حصہ لینے لگے۔ رعایا برباد ہونے لگی۔ نواب عبدالصمد خان صاحب اس پر بدرجہ کمال اعتماد رکھتے تھے۔ کسی کی فریاد مسموع نہ ہوتی تھی۔

نواب ذکریا خان نے اندرون دروازہ' ذکی' جو فی زمانا کی دروازہ مشہور ہے' ایک عالیشان حویلی بپاس خاطر مساۃ گلو بائی محبوبہ خود تعمیر کرائی۔ اب وہ حویلی آہلو والیہ مشہور ہے۔ اور گلو بائی ایک حسین مہ جبین عورت قوم مراثیاں سے شہرہ آفاق تھی۔ اس کو نواب ذکریا خان نے حبالہ نکاح میں لا بیگم بنا کر گھر میں ڈال لیا تھا۔ اسی حویلی میں نواب صاحب بوقت ظہر بیٹھ کر عدالت کیا کرتے تھے۔ ایک روز کوئی سوداگر ایرانی نے' نہایت تباہ خاطر' دربار میں حاضر ہو کر عرض کی کہ عرصہ چند ماہ کا منقضی ہوتا ہے کہ راجپوتان اولیا پور نے لاکھا روپے کا اسباب پشمینہ و جواہرات میرا لوٹ لیا ہے اور بارہا عرائض بحضور جناب نواب صاحب کلاں گذارش کر چکا ہوں' مگر حسب سازش نواب میر مومن خان نائب ناظم کی طوطی کی آواز نقار خانہ میں سنی نہیں جاتی۔ ذکریا خان نے وجہ ثبوت سازش میر مومن خان کی قزاقان اولیا پور سے طلب کی۔ اتفاقاً" اس وقت سواری میر مومن خان کی حویلی کے پنجرے کے نیچے سے گذری۔ اس سوداگر نے بچشم تر عرض کیا کہ جو دوشالہ اس وقت زیب دوش نائب ناظم صاحب ہے یہ میرے ہی اسباب مغروقہ سے ہے' اس سے زیادہ کامل وجہ ثبوت کیا دوں۔ ذکریا خان کو یقین کلی ہو گیا۔ سوداگر کو تسلی دے کر امیدوار حق رسی کیا۔ محمود خان راجپوت کی کمبختی جو آئی اس نے یہ تذکرہ سن کر علی الاعلان کہا کہ ذکریا خان طفل مکتب ہمارا کیا انتظام کرے گا۔ میر مومن خان ہمارے حامی سلامت رہیں۔

Marfat.com

ذکریا خان صاحب نے تمام کم و کیف اپنے والد کی خدمت میں مفصل عرض کیا۔ وہ بھی چنداں متوجہ نہ ہوئے۔ ذکریا خان کو یہ معاملہ ناگوار ہوا۔ وہ بالفور شاہجہان آباد میں چلے گئے تاکہ وہاں جا کر بحضور شاہی استغاثہ اس امر کا کریں۔ اس وقت محمد معزالدین جہاندار شاہ تخت نشین تھا۔ ذکریا خان نے تمام حال گذارش بندگان شاہی کیا۔ ابھی کچھ حکم صادر نہ ہوا تھا کہ آٹھویں محرم سن ۱۱۹۵ کو محمد جلال الدین فرخ سیر' جس کی تاریخ ولادت ۱۸ رجب روز پنجشنبہ سن ۱۱۲۵ اور وفات ۸ ربیع الاثانی سن ۱۲۳۱ ہے بحمایت نواب قطب الملک سید عبداللہ خان و امیر الامرا سید حسین علی خان صاحب بہادر اورنگ آرائے سریر ہندوستان ہو گئے۔ اہالیان دربار نے ذکریا خان کو ہونہار' عالی مزاج' انصاف دوست خیال کر کے خطاب نواب خان بہادر دلوا کر ناظم لاہور مقرر کرا دیا۔ نواب عبدالصمد خان صاحب لاہور کی نظامت سے معزول ہو کر ناظم ملتان مقرر ہوئے۔ نواب خان بہادر نے آتے ہی محمود خان راجپوت کو گرفتار کیا۔ متعلقین اس کے لاکھ ھا روپیہ عوضانہ دیتے رہے مگر نواب صاحب نے مع شرکاء اس کو سزائے دار دی۔ میر مومن خان کو بھی بوجہ احسن چشم نمای کی۔ تمام اسباب مغروقہ اس سوداگر کا دام دام درم درم لے کر اس سے راضی نامہ لے' خلعت دے کر باعزت تمام روانہ کیا۔ تمام ملک میں عبرت ہو گئی۔

شادی کتخدائی نواب خان بہادر صاحب کی صاحبزادی نواب قمرالدین خان صاحب بہادر سے ہوئی۔ یہ وہی نواب قمرالدین خان صاحب تھے کہ جو بعد محمد شاہی خان بہادر میں تحریر کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط۔

نواب خان بہادر صاحب کے دربار میں ذی اختیار امیر کبیر دیوان لکھ پت رائے اور جسپت رائے تھے جن کے تالاب تاحال جنوب رویہ لاہور یادگار ہیں۔ بعدہ حضرت روشن اختر ابو الفتح محمد شاہ غازی شاہجہان آباد میں بادشاہ ہوئے۔ نواب خان بہادر بدستور ناظم لاہور رہے۔ شوق عمارت ان کو بدرجہ کمال تھا۔ ذکی دروازہ کے اندر سے تا دروازہ ٹکسالی صدھا مکان انہوں نے بنوائے۔ یہ حویلی مبنیہ ان کی بنام نہاد لال حویلی اکبری منڈی میں تاحال موجود ہے۔ فقط۔

ان کے یہاں دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک شہنواز خان دوسرا یحییٰ خان۔ جب وہ فوت ہوئے تو خطاب نظامت نواب شہنواز خان کو بتاریخ ہفتم شوال ۱۱۵۰ھ کو عطا ہوا۔ بیسویں ذی الحجہ سن صدر کو یحییٰ خان' خرد بھائی ان کا' اس سے معرکہ آراء ہوا۔ اس وقت حویلی یحییٰ خان کی وہاں تھی جہاں اب (ص ۶۴۷) باغ نوابان ملتان ویرانہ سا ہے۔ اور شہنواز خان

Marfat.com

اسی بیگم پورہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۲۴ محرم ۱۱۵۱ھ کو شاہنواز خان نے یحییٰ خان کو مغلوب کر کے گرفتار کر لیا۔ ضلع لاہور میں جو نی زمانا موضع آیا نگر مشہور ہے اصلی نام اس کا یحییٰ نگر ہے اور اسی یحییٰ خان نے وہ موضع آباد کرایا تھا۔ اگرچہ شاہنواز خان نے حفاظت یحییٰ خان کی بدرجہ کمال کی مگر وہ خفیہ خفیہ بسازش ملازمان خود معرفت ڈاک اسپاں لاہور سے فرار ہو گیا اور حیدر آباد دکن میں جا رہا۔ چنانچہ اولاد اس کی تاحال وہاں باعزت و آبرو موجود ہے۔ اسی اثناء میں نادر شاہ ایران سے ہند پر چڑھ آیا۔ شنواز خان لاہور میں صف آراء ہوا' آخر کار شکست پائی۔ نادر شاہ نے لاہور کو خوب لوٹا۔ بیگم پورہ سے کروڑھا روپیہ کا اسباب نقد و جنس لے گیا۔ حضرت محمد شاہ بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ سر دربار رقص و نشاط ہوتا تھا۔ آپ بھی بہت اچھا گاتے بجاتے تھے۔ جب نادر شاہ پشاور میں آیا تو نواب شنواز خان نے عرضی اطلاعی مع استمداد ارسال کی' مگر کوئی متوجہ نہ ہوا۔ ایک عرضی پر کیا منحصر تھا تا وصول لاہور صدہا عرائض ارسال کیں' مگر ہونا تو نہیں تھا۔

سر بگرودد بر نہ گردد سر نوشت
ایں سخن با آب زر باید نوشت

شنواز خان نے بعد روانگی نادر شاہ اپنا انتظام گونہ قائم کر لیا۔ نادر شاہ دریائے ستلج سے پار ہو گیا۔ ہر ایک ناظم نے عرضی اطلاعی سرکار میں روانہ کی۔ دربار میں قیل و قال سرگوشی ہونے لگی۔ بادشاہ بھی سماعت فرمانے لگے۔ نواب قمر الدین خان صاحب عہدہ وزارت پر سرفراز تھے۔ شجاعت کو کام فرما طنزاً" اہالیان دربار کو فرمانے لگے کہ کیوں حضور کو دق کرتے ہو۔ نادر آیا۔ نادر آیا' کیا ہوا۔ اگر آیا تو حضور کے جھروکے کے نیچے سے ہی گذرے گا۔ الحمدللہ کہ محمد شاہ کی آنکھ کھلی۔ نواب قمر الدین خان سپہ سالار میر جنگ مقرر ہو کر مقام کرنال میں برسر مقابلہ آئے۔ مقدمتہ الجیش اضلاع شمالی نادر سے خفیہ مل گیا۔ نواب قمر الدین خان بہادر نے داد مردانگی دی۔ طوالت مناسب نہیں۔ مختصر یہ ہے کہ اول نادر کو ہزیمت ہوئی۔ پھر مضمون الحرب خدعتہ نواب قمر الدین خان صاحب مارے گئے۔ نادر شاہ کھلے دروازوں داخل دہلی ہوا۔ قتل عام کی۔ محمد شاہ کا داماد بنا۔ کوہ نور' دریائی نور بیش قیمتی جواہر تاج شاہی سے اتار لئے۔ پھر تاج بخشی کر کے واپس چلا آیا۔ بعدہ ۱۱۵۵ میں صوبہ ملتان لاہور میں شامل ہوا۔ پھر احمد شاہ ابدالی لاہور میں آیا۔ شنواز خان بدستور ناظم رہا۔ نواب عبدالصمد خان ملتان میں راہگرائے عالم بقا ہوا۔ لاش اس کی لاہور میں آئی۔ متصل قبر نواب خان بہادر دفن ہوا۔ ۱۱۵۸ میں ملتان میں کچھ شورش ہوئی۔ نواب شنواز خان کو

Marfat.com

بھراہی دیوان کوڑا مل کے کسی سوار نے ضرب قرابین سے شہید کیا۔ چنانچہ قبراس کی متصل مقبرہ شاہ شمس تبریز صاحب تاحال موجود ہے۔ بعدہ ۱۱۶۱ میں نوب عبداللہ خان برادر حقیقی نواب خان بہادر صاحب مرحوم کا ناظم لاہور مقرر ہوا۔ محمد شاہ (ص ۶۴۸) بھی فوت ہو گئے۔ احمد شاہ دہلی میں تخت نشین ہوا۔ عبداللہ خان خام طمع بدمزاج تھا۔ لاہور میں قحط پڑا۔ اس نے رعایا سے بدرجہ کمال تنگ طلبی کی۔ چنانچہ آج تک یہ مثل مشہور ہے "حکومت نواب عبداللہ نہ چکی رہی نہ چولہا" بار دوم احمد شاہ ابدالی آیا۔ اس کے ہمراہ سائیں صابر شاہ فقیر مجذوب تھا۔ اس نے احمد شاہ کو کہا کہ لاہور میرا وطن ہے اس کو تکلیف نہ دے۔ مجھے ناظم کے پاس وکیل کر کے روانہ کر۔ اس نے قبول کیا۔ سائیں صابر شاہ وکیل بن کے خواجہ عبداللہ کے پاس آیا۔ مجذوبوں کو وکالت کی کیا خبر تھی۔ اس نے خواجہ عبداللہ ناظم لاہور کو گالیاں دے کر کہا کہ او بے وقوف احمد شاہ ابدالی آیا ہے۔ تو اس کی خدمت میں حاضر ہو۔ والا نہ تو برباد و خراب ہو جائے گا۔ اس کو یہ بات ناگوار آئی۔ نہایت خفا ہو کر حکم قتل کا کیا۔ احمد شاہ بہت ناراض ہو کر لاہور پر چڑھ آیا۔ قتل عام سے لاہور کو صدمہ عظیم پہنچا۔ اگرچہ خواجہ عبداللہ خان بہت استقلال سے لڑا مگر بباعث نہ پہنچنے مدد کے شکست فاش ہو گئی۔ متصل خانقاہ حضرت ایشاں و بیگم پورہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ کہتے ہیں کہ گھوڑوں کے گھٹنوں تک خون چڑھ آیا تھا۔ لاکھ ہا آدمی مارے گئے اور بیگم پورہ خوب لوٹا گیا۔ اس وقت احمد شاہ ابدالی مقام شہید گنج میں بالائے مسجد بنیہ عبداللہ خان ملازم دارا شکوہ' جو اب قبضہ سکھاں میں ہے' بیٹھ کر تماشائے قتل دیکھ رہا تھا کہ خواجہ مذکور گرفتار ہو کر روبرو لایا گیا۔ احمد شاہ کو بدرجہ کمال اپنے مرشد کا غم تھا۔ خواجہ عبداللہ کو دیکھتے ہی کہنے لگا کہ اب تیرے لئے کیا کیا جائے۔ اس نے کہا کہ اگر قصاب ہے تو قتل کر' اگر بقال ہے تو فروخت کر' اگر بادشاہ ہے تو تاج بخشی کر۔ احمد شاہ کو یہ سخن پسند آیا۔ بدستور تاج بخشی کے کر کے چلا گیا۔

بعد اس کے سن ۱۱۶۶ میں خواجہ عبداللہ مرض تپ سے چہارم ذیقعد کو فوت ہوا۔ قبر اس کی شرق رویہ بیگم پورہ موجود اور مقبرہ سرو والا جو اصل میں مقبرہ شرف النساء بیگم والدہ خواجہ عبداللہ کا ہے' موجود اور سالم کھڑا ہے۔ اور خواجہ عبداللہ نے موضع ٹھٹھی جو لاہور سے بفاصلہ تین کوس کے مشہور و آباد تاحال موجود ہے' آباد کرایا۔ بعد اس کے بستم ذیقعد سن ۱۱۶۶ ہجری مقدس کو میر معین الملک المشہور میر منو خلف نواب قمرالدین خان' وزیر محمد شاہ بادشاہ غازی جو خسر پورہ نواب خان بہادر کا تھا' احمد شاہ کی طرف سے ناظم

Marfat.com

لاہور مقرر ہوا۔

اس اثنا میں سکھ کچھ طاقت پیدا کر کے لوٹ مار کرتے پھرتے تھے۔ میر منو بڑا متعصب آدمی تھا۔ حتیٰ کہ سوا سیر زنار اتروا کر جلوا کر روٹی کھاتا تھا اور سکھوں کا قتل عام کراتا تھا۔ جب سکھ کم ہوئے تو گیارہ روپے فی سکھ کے واسطے اشتہار دیا۔ سکھ لوگوں نے یہ مثل بنائی۔

میر منو ساڈی داتری اسی منو دے سوئے
جو جو سانوں وڈھدا اسی دونے دونے ہوئے

عام سکھ و ہندو شب و روز جناب الٰہی میں دعا کرتے تھے کہ یہ آفت ناگہانی دور ہو۔ ایک روز اس کو خبر ملی کہ گرد و نواح (ص ۶۴۹) قصور میں سکھوں نے جمع ہو کر سر شورش اٹھایا ہے۔ بخوشی تمام ان کی ہزیمت کے واسطے روانہ ہوا۔ تین روز میں چار ہزار سکھ قتل ہوا۔ بعد فتح واپس آنے لگا۔ تو قدرت الٰہی سے گھوڑی اس کی بدلگام ہو کر بھاگی۔ ہر چند روکا نہ رکی۔ آسن اکھڑ گیا۔ خنگ اجل نے پاؤں مارا۔ ایک پاؤں رکاب میں اور بقیہ بدن زمین پر کشاں کشاں جان بحق تسلیم ہوا۔ پاؤں اس کا رکاب میں سے نکل گیا۔ چہارم محرم الحرام سن ۱۱۶۵ کو متصل مقام شہید گنج دفن ہوا۔ مقبرہ اس کا تادم تحریر موجود ہے۔ پھر تو بادشاہ گردی پڑ گئی۔ فقط۔

بعد چندے احمد شاہ بادشاہ دہلی کو نواب غازی الدین خان نے نابینا کر کے مار ڈالا۔ اس کے بعد عزالدین عالمگیر ثانی حاکم ہندوستان مقرر ہوا۔ لاہور میں گھر گھر حکومت ہو گئی۔ جہاں کسی سکھ نے موقع پایا حاکم ہو بیٹھا۔ چونکہ میر منو سے جلے ہوئے تھے مسلمانوں کو تکلیف گوناں گوں پہچانے لگے۔ میر منو کو تاحال بدنامی سے یاد کرتے ہیں۔ دیکھنے کا ذکر ہے کہ بعہد مہاراجہ شیر سنگھ مقبرہ میر منو کا اکھاڑا گیا۔ اولاد خان بہادر لاہور سے بھاگ کر کابل میں جا رہے۔ اس باعث اولاد خان بہادر نواب کی اپنے املاک سے بے دخل رہی۔ تعجب ہے کہ قبر و مسجد نواب خان بہادر بچی رہی۔

گوکہ گلاب سنگھ پوھونڈیہ نے بہت عمارت بیگم پورہ کی چھاؤنی بنا کے بگاڑ دی مگر نیک کمائی تھی کہ تاحال قائم رہی۔

حال اولاد نواب خان بہادر مرحوم

نواب ابو سمند خان کے یہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک خواجہ عبداللہ دوسرا ذکریا خان المشہور خان بہادر۔ نواب خان بہادر کے یہاں دو فرزند ہوئے۔ ایک شہنواز خان دوسرا یحییٰ

Marfat.com

خان دکھن کو گیا اور شہنواز خان لاولد مارا گیا۔ اور خواجہ عبداللہ کے یہاں ایک بیٹا عنایت اللہ اور ایک لڑکی مسمات شرف النساء ہوئی۔ شرف النساء لاولد اور عنایت اللہ کے یہاں چار بیٹے ہوئے۔ قبر خواجہ عنایت اللہ کی متصل قبر خان بہادر غرب رویہ اس کے چبوترہ پر ہے۔ ایک نواب غازی خان جو اب سن ۱۲۷۴ میں فوت ہوا' جس نے ہزار ہا مکانات لاہور میں فروخت کئے' کھائے' بلکہ اوقات سری اس کی مکان فروشی تھی۔ عمر اس کی سو برس کامل کی ہوئی۔ تمام لوگ اس کا ادب خاندانی بزرگ کر کے کرتے تھے۔ بلکہ ہر قبالہ مکتوبہ قاضی خانہ پر مہر اس کی بھی ہوتی تھی۔ دوسرا قلندر شاہ۔ ان دونوں بھائیوں کی قبر تحرہ مقبرہ خان بہادر پر موجود ہے۔ تیسرا خواجہ حیات۔ یہ مہاراج کے زنبور خانہ میں اجیٹن تھا' جنگ فیروز پور میں مارا گیا اور لاش ہاتھ نہ آئی۔ چوتھا خواجہ رحمتہ اللہ۔ اکثر کاغذات شاہی لے کر بامید ملاقات یحییٰ خان دکن کی طرف چلا گیا۔ پھر اس کی کچھ خبر نہیں۔

نواب غازی خان کے یہاں چار لڑکیاں اور ایک بیٹا خواجہ احمد بیگم (ص ۶۵۰) پیدا ہوا۔ اسمائے دختران یہ ہیں۔ بنو جان' شہزادہ بیگم' بادشاہ بیگم' شہ بیگم۔ بنو جان کے یہاں ایک لڑکا حاکم بیگ اور دو لڑکیاں مسماۃ عمدہ بیگم اور بیگم جان پیدا ہوئیں۔ یہ بنوں جان اب تک زندہ ہے۔ اس کی بیٹی عمدہ بیگم کے یہاں ایک لڑکی معراج بیگم ہوئی اور شادی اس بنو جان کی مرزا عبدالرحیم بن رحم خان سے ہوئی۔ اور وہ عبدالرحیم مختار کار جنرل ابو طویلہ اب تک موجود ہے۔ شہ بیگم کی شادی رحم علی شاہ المشہور میر کستوری سے ہوئی۔ اس کے یہاں ایک لڑکا عنایت شاہ' جو اب ملازم سردار بھگوان سنگھ جاگیردار فتح گڈھ بن جمعدار خوشحال سنگھ ہے' پیدا ہوا جو اب تک لاہور میں سفید پوش ہے۔ اور ایک لڑکی سید بیگم جو تارک ہے۔ بادشاہ بیگم حیدر شاہ سے بیاہی گئی۔ اس کے یہاں تین بیٹے ایک محمد شاہ' دوسرا الف شاہ' تیسرا فضل شاہ پیدا ہوئے۔ یہ اب تک زندہ اور مختلف کار کرتے ہیں' کوئی درزی کوئی کوچوانی وغیرہ۔ شہزادہ بیگم کی غلام جیلانی مغل سے شادی ہوئی۔ اس کے یہاں ایک لڑکا جھنڈو بیگ ہوا جو ملک پور میں زراعت کرتا ہے۔ اور ایک لڑکی جھنڈو بھی زندہ ہے۔ خواجہ احمد بیگ بن نواب غازی لاولد موجود ہے۔ فقط

قلندر شاہ برادر نواب غازی کے یہاں دو فرزند اور تین لڑکیاں بایں تفصیل ہوئی ہیں۔ عالم شاہ فرزند جس کی قبر سفید چبوترہ خان بہادر پر موجود ہے۔ دوسرے محمد شاہ یہ ملازم انگریزی تھا جو فساد دہلی میں مارا گیا۔ موتی بیگم' اولیا بیگم' بیگم جان۔ عالم شاہ کا بیٹا جیون جان منشی محمد سلطان ٹھیکیدار کا موجود۔ محمد شاہ کا ایک بیٹا فجو فساد دہلی میں مجروح ہوا اب

Marfat.com

پنشن خوار سرکار ہے۔ موتی بیگم امام شاہ کسراتی سے بیاہی گئی۔ اس کی تین لڑکیاں موجود ہیں۔ قلندر شاہ کی جورو درگاہی بیگم تاحال بعمر صد سال زندہ ہے۔

ماسوا اس کے خواجہ عنایت اللہ کی تین لڑکیاں ہمشیرہ ہائے نواب غازی۔ ایک حیات النساء دوسری لاڈلی بیگم تیسری زمانی بیگم تھیں۔ حیات النساء کی شادی میر حفیظ اللہ ولد میر عبداللہ سے ہوئی۔ یہ حفیظ اللہ جمعدار زنبوز خانہ مہاراج کا تھا۔ اس کے یہاں پانچ بیٹے ہوئے۔ ایک محمد شاہ' دوسرا احمد شاہ' تیسرا نادر شاہ' چوتھا مہر شاہ' پانچواں امیر شاہ۔ احمد شاہ لاولد گیا اور محمد شاہ کمیدان تھا۔ اب اس کا بیٹا حاکم شاہ سوداگری کرتا ہے۔ اور نادر شاہ ٹھیکیدار چوکیاں ڈاک ہے۔ اور مہر شاہ سوداگر اسپاں اور امیر شاہ رسالدار۔

لاڈلی بیگم رحیم خان سے بیاہی گئی اور اس کے یہاں تین بیٹے ایک عبدالرحیم' دوسرا احمد بیگ' تیسرا بہادر۔ عبدالرحیم کے یہاں ایک بیٹا حاکم بیگ اور دو لڑکیاں ایک عمدہ بیگم دوسری بیگم جان موجود۔ عمدہ بیگم یوسف علی کمیدان مہاراج جموں سے بیاہی گئی۔ اس کے یہاں ایک لڑکی دراج بیگم موجود اور بیگم جان باکرہ ہے۔ بہادر لاولد اور زمانی بیگم ہمشیرہ ثالثہ نواب غازی خواجہ عبداللہ' برادر نواب خان بہادر' سید مہر علی شاہ ملازم زنبور خانہ سے بیاہی گئی۔ اس کے یہاں ایک بیٹا محبوب شاہ اور لڑکی ننھی بیگم ہوئی تھی۔ ننھی بیگم مرگئی۔ اس کی ایک لڑکی موجود ہے۔ اور محبوب شاہ کے یہاں (ص ۶۵۱) تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ایوب شاہ نامی سرکار ڈاک میں ٹھیکیدار اسپاں ہے۔ بباعث تعصب و ایذا رسانی معین الملک المشہور میر منو کے ہندو اور سکھ اولاد نواب خان بہادر و میر منو سے دشمنی رکھتے تھے کہ ایام بے اقبالی میں ان کو یہاں رہنا مشکل ہوگیا۔

چو از قومی یکی بی دانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند و نہ مہ را

اگر میر منو اور نواب صاحب میں رابطہ خسرپورگی نہ ہوتا تو نواب خان بہادر صاحب ایسا نہ گیا تھا کہ اولاد کو جلا وطن ہونا پڑتا۔

القصہ ہر دو نا ظمان لاہور کی اولاد تتر بتر ہو کر کچھ تو بطرف شاہجہان آباد اور کچھ بطرف کابل چلے گئے۔ جب لاہور میں بعد چندے تین حاکم مقرر ہوئے تو حاکم کابل نے گوجر سنگھ احد الحکام کی طرف خواجہ عنایت اللہ کی سفارش کری۔ اس نے زمانہ سازی کر کے اس کو یہاں بلوایا اور پھر مصلحت وقت دیکھ کر اس کو وکیل حاضر باش دربار سرکار کابل کر دیا۔ بعدازاں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ میاں خزانہ نام شخصے افسر

Marfat.com

توپ خانہ مقرر ہوا۔ اس نے اس مقام بیگم پورہ کو گروا اس کو بیلہ تصور کر کے رکھ بنایا۔ پھر اسی سال میں گلاب سنگھ پوھوڈنڈیہ نے خاص بیگم پورہ توپ خانہ قائم کیا۔ تمام بیلہ کاٹا گیا۔ حتی المقدور عمارت کو توڑ پھوڑ کر خراب کیا اور آپ بھی بیگم پورہ میں رہنے لگا۔

حال بیگم پورہ

اول مہاراجہ رنجیت سنگھ قابض لاہور ہوا اور یہ مکان میاں خزانہ نے لے لیا تو خواجہ عنایت اللہ اس وقت بملازمت گوجر سنگھ کابل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ میاں خزانہ نے مراد بخش اور خدا بخش زمینداران باغبان پورہ کو بلا کر حکم آبادی اور زراعت کا دیا۔ خدا بخش نے شرق رویہ بیگم پورہ جہاں مقبرہ سرو والا ہے اور نیر سلطان جٹ ساکن بھوگی وال ایک ایک چاہ جاری کیا۔ پھر جانی اور بوڑا اور جوایا نے زراعت کی۔ میاں خزانہ نے خدا بخش و رانجھا کو نمبردار مقرر کیا۔ بعد اس کے راجہ سنسار چند کوہستان سے بخدمت مہاراجہ حاضر ہوا۔ سرکار نے یہ بیگم پورہ اس کو عطا کیا۔ وہ یہاں رہنے لگا۔ پھر سمت ۱۸۷۵ میں راجہ سنسار چند نے یہ مکان اپنے برہمنوں کو عطا کیا اس وقت میں معاملہ اس کا ایک سو روپیہ سالانہ مقرر ہوا۔ بعد اس کے دیسا سنگھ (ص ۶۵۲) پسر لہنا سنگھ مجیٹھیہ ان برہمنوں کو ایک سو روپیہ کی جاگیر کوہستان میں دے کر آپ بیگم پورہ میں قابض ہو گیا۔ اس اثناء میں نواب غازی کابل سے لاہور میں آیا۔ اتفاقاً" مکان خالی تھا' خود وہاں جا رہا۔ جب باغبان پورہ کے زمینداروں نے دیکھا کہ یہاں کے زمینداروں نے جا کر بیگم پورہ آباد کیا ہے تو انہوں نے ان کو اپنے گاؤں سے جواب دیا۔ وہ حسب اجازت نواب غازی اور دیسا سنگھ کے یہاں آ رہے۔

بعدہ سمت ۱۸۹۵ میں یہاں چھاؤنی سکھوں کی مقرر ہوئی اور گلاب سنگھ پوھوڈنڈیہ کی چار پلٹناں اور ایک رجمنٹ سواراں اور سات توپاں یہاں آئیں۔ بیگم پورہ چھاؤنی گلاب سنگھ پوھوڈنڈیہ ہو گیا۔ گرد و نواح اس کے مکانات چھاؤنی بن گئے اور وہ خود بالائے مسجد ایک مکان بنا کر رہنے لگا۔ خدا بخش نمبردار کو تہمت سرقہ بندوقاں لگا کر نکال دیا اور مسمی کیماں نمبردار حال کو ملازم اس باغیچہ کا کیا' جو شرق رویہ مسجد موجود ہے۔ جب عملداری سرکار انگریزی ہو گئی تو کیماں نمبردار مالک بن بیٹھا۔ اگرچہ نواب غازی امیر زادہ اور دانا تھا چنانچہ شہر لاہور میں یہ رفاقت قاضیاں لاہور بباعث اس کے کہ اس کے پاس صدہا قبالجات مکانات خریدہ اولاد خان بہادر وغیرہ کے موجود تھے اور بوقت ایذا رسانی سکھاں صدہا لوگوں کے کاغذات زیر و زبر ہو گئے تھے' جس مکان کی بابت اس کو معلوم ہوتا تھا کہ اس کا کاغذ

Marfat.com

قامیوں کے پاس نہیں اپنے پاس سے قبالہ نکال کر مالک بن بیٹھتا تھا' مگر اس بیگم پورہ کی بابت جب پیش نہ چلی تو بھولا بن بیٹھا۔ کیماں نمبردار نے جو آدمی چالاک تھا موقع پا کر یہ فطرت لڑائی کہ کچھ زمین باغبانپورہ والوں کو دے دی اور کچھ بھوگی وال والوں کو۔ اس سے وہ لوگ اس کے حامی اور مددگار بن گئے۔ حلوائی کی شیرینی پر اس نے بھی بابا جان کا فاتحہ دلوایا۔ عدالت انگریزی کا انصاف دیکھ کر نواب غازی نے عرضی بمراد حق رسی سرکار میں پیش کی۔ تحقیقات حسب ضابطہ شروع ہوئی۔ کیماں نے خائف ہو کر دستاویز اس کو اس مضمون کی لکھ دی کہ آپ مالک ہیں' میں فقط کاشتکار ہوں۔ وہ اس پر راضی ہو گیا۔ سرکار سے تالابوں پر بھی اس کو قبضہ ملا۔ اگرچہ یہ سب کچھ ہوا مگر کیماں اس کی اولاد کو نادار تصور کر کے قبضہ پانے نہیں دیتا۔ سرکار کا قانون نمبری نالش کا ہے۔ ان کے پاس سرسری نالش کی توفیق نہیں۔ اس باعث سے وہ کیماں ہی مختار ہے۔ چنانچہ ان ایام میں ایک بیگھہ متعلقہ اس کا بابو شاما چرن کے سے بقیمت ایک سو پچاس روپیہ فروخت کر لیا ہے۔ ان کو بھی خبر نہیں۔ ہاں سچ ہے خدا جو چاہے کرے اور جو کرے سو ہو۔ ورنہ مقام حسرت ہے کہ باوجودیکہ اولاد غیر مالک و متصرف ہوں اور مالک بیگانوں کی طرح بے اجازت دم نہ مار سکیں۔ فقط

حال بگا گنبد

شرق رویہ بیگم پورہ ایک گنبد ہشت پہلو بوسیدہ' سفید' مقبرہ اندر سے سالم اوپر سے بوسیدہ' کھڑا ہے۔ دور سے بے گنبد معلوم ہوتا ہے۔ گرد و نواح اس کے چبوترہ پختہ چنانچہ اب بھی قدرے موجود ہے۔

بعد تحقیقات کتاب مراۃ الہند (ص ۶۵۳) میں لکھا پایا کہ یہ مقبرہ یحییٰ خان اور محمد شاہ کا ہے۔ وفات اس کی ۱۱۴۰ میں واقع ہوئی۔ جب مہاراج شیر سنگھ اول لاہور میں حسب الطلب راجہ دھیان سنگھ بتمنائے سلطنت بعد وفات کھڑک سنگھ و نونہال سنگھ تشریف لائے تو آتے ہی اول اس گنبد میں فروکش ہوئے اور بعدازاں آوا بدھو پر تشریف لے گئے۔ اس نظر سے جب تک و سادہ آرائے حکومت رہے اس مکان کو سعید خیال کر کے اکثر یہاں آیا کرتے تھے۔ بلکہ تجویز اس کی مرمت کی بھی درمیان آئی مگر تقدیر نے مہلت تعمیر نہ دی۔ جس روز اول یہاں تشریف لائے تھے تو چار شنبہ کا یوم ۱۲ صفرالمظفر تھی۔ چنانچہ تاریخ اس کی میاں فرید الدین مزنگی عباسی نے' جو فی الحال مدرس مدرسہ مزنگ اور شعران کے ضرب المثل ابنائے زمان ہیں' یہ موزوں کی تھی۔

Marfat.com

تخت گیری کہ زد بروز سال
کھڑک سنگھ جست و شیر سنگھ بنشست

مہاراجہ کھڑک سنگھ سمت ۱۸۹۷ بکرما جیتی میں فوت ہوئے اور مہاراجہ شیر سنگھ بھی اسی سمت میں تخت نشین ہوئے۔

احوال موضع کھوئی میراں

یہ ایک موضع بفاصلہ ایک کوس شرق رویہ شہر لاہور ہے' حال اس کا یہ ہے کہ تین حاکموں کے وقت میں یہاں لب دریا بیلہ تھا اور اس میں درندے بکثرت رہتے تھے اور یہاں بچاہدے لوگ ڈاکہ زنی کرتے پھرتے تھے۔ پھر لہنا سنگھ حاکم نے صاحب سنگھ زرگر مختار کار اپنے کو حکم دیا کہ یہاں آبادی کرا دے۔ چنانچہ اس نے ایک چار دیواری سمت اٹھارہ سو میں تیار کرا دی اور میاں فیض اور مستو اور نور محمد اور گلابا اور بسا کمبوہ اور حفیظ اور جانی اور اعظم اور نتھا اور رحمت اللہ زمینداروں کو بلوا کر کہا کہ تم کو دو سال محاصل معاف اور یہ گاؤں بنام تمہارے آباد رہے گا۔ بعد دو سال کے چہارم سرکار میں دیا کرو۔ چنانچہ تب سے آبادی اس کی شروع ہوئی۔

اور وجہ تسمیہ میراں دی کھوئی یہ ہے کہ اس مقام میں اول کھوئی میر صاحب نے بنوائی۔ میر صاحب پیران اس گھوڑے شاہ سے تھے کہ جن کا مکان متصل باغ راجہ دینا ناتھ مشہور ہے اور حال اس کا مفصل درج کتاب ہذا ہو گا۔ کہتے ہیں بوقت غیر آبادی اول انہوں نے یہاں ایک کھوئی بنوائی اور خود وہاں سکونت پذیر ہوئے (کھوئی زبان پنجابی میں چاہ خرد کو کہتے ہیں) اور پھر بہ برکت قدوم ان کے وہاں یہ موضع آباد ہوا۔ چنانچہ اب تک اس کھوئی پر لوگ منت وغیرہ مانتے اور چڑھاتے ہیں۔ اور آمدنی وہاں کی بھی اب تک مہتاب شاہ مکان دار گھوڑے شاہ لیتا ہے۔ اور ماسوا اس کے چار آنہ فی شادی بھی اس کو موضع سے ملتے ہیں۔ اب تک وہ کھوئی غرب رویہ مایل بشمال موضع کھڑی ہے۔

عرصہ چند سال سے آبادی اس موضع کی بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ چنانچہ صدہا گھر پختہ اور خادم موجود ہیں۔ اس موضع میں اب چار نمبردار ہیں۔ ایک خیر الدین دوسرا قائم الدین تیسرا نتھا چوتھا نتھو۔ یہ گاؤں بھیا چارہ ہے۔ دو ہزار دو سو چار روپیہ جمع اس گاؤں کا مقرر ہے۔ اس موضع کی زمین میں باغ بھائی وستی رام اور باغ شام سنگھ و باغ منشی غلام رسول و باغ جھنڈی طوائف و باغ بھگت رام واقع ہے۔ شرق رویہ اس موضع کے ایک اور چار دیواری خشتی جس کا دروازہ بطرف شمال و جنوب رویہ۔ اوپر ایک کریر اور توت کھڑا ہے۔

Marfat.com

اندر اس کے ایک خشتی چراغدان۔ اس میں قبر مسمی جان محمد حضوری کی جو گھوڑے شاہ کے پیروں میں سے ہیں اور اس کے باہر شرق رویہ ایک اور مکان مسمی فقیر اجاگر شاہ کا بطور چار دیواری' کھڑکی جنوب رویہ۔ اس کے سرہانے ایک چراغدان۔ شرق رویہ دو کوٹھہ۔ اب یہاں ایک فقیر مہر شاہ نامی رہتا ہے۔ جنوب رویہ ایک کیکر اور شمال میں چاہ چرخی دار جنیہ مہر حاجی۔ شرق رویہ ایک چبوترہ پختہ' اس پر دو قبور' ایک میاں حسین دوسرا الٰہی بخش نمبردار موضع کی اور دروازہ کے غرب رویہ قبر مسمی فقیر مانا کی ہے۔

خانقاہ حضرت سید حسین زنجانی

جنوب رویہ اس کے مکان خانقاہ حضرت سید حسین زنجانی کا۔ حال مزار کا یہ ہے کہ گرد و نواح چار دیواری اور شرق رویہ دروازہ مع طاق تختہ چوبی۔ اندر اس کے چبوترہ پر مزار' سرہانے چراغدان خشتی' دروازہ کے شمال رویہ ایک سہ درہ قلبوتی مگر اب یہ مکان آوارہ پڑا ہے۔ کوئی فقیر مکان دار یہاں نہیں بیٹھتا۔ اگرچہ ایک دو اور دالان وغیرہ چاہ چرخی دار بھی برائے آسائش موجود ہے مگر خدا جانے کیا باعث ہے کہ اب مدت سے چرچا یہاں کا کم ہو گیا ہے۔ سجادہ نشین صدر دیوان سال بسال فاتحہ کرا دیتا ہے۔ فقط

(ص ۲۹۰) احوال قلعہ گوجر سنگھ

یہ قلعہ گوجر سنگھ نامی حاکم لاہور نے بنوایا۔ اس وقت میں لاہور کے تین حاکم تھے۔ ایک گوجر سنگھ دوسرا جیت سنگھ تیسرا لہنا سنگھ۔ جب لاہور آباد تھا تو تب یہ جگہ محلہ حاجی سوائے مشہور تھا۔ اور یہاں حویلی گوجر مل کھتری کی تھی۔ پھر گوجر سنگھ نے سمت ۱۸۲۵ میں یہ قلعہ بنوایا۔ یہاں اس ایام میں چوری بڑی ہوتی تھی۔ اس نے واسطے محافظ شہر کے یہ جگہ بنوائی اور زمیندار اس میں بسائے اور تھانہ اس میں مقرر کیا۔ تب آبادی بہت ہو گئی۔ دیوار جنوب رویہ اس قلعہ کی معرفت حضرت عبداللہ شاہ کے' جن کی مزار موضع مزنگ میں ہے' تعمیر ہوئی۔

اب اس قلعہ کے چاروں طرف دیوار پختہ ہے اور یہ قلعہ اب بطور (ص ۲۹۱) گاؤں آباد ہے۔ چالیس چاہ مزروعہ اس کے علاقہ میں ہیں اور نظام الدین نمبردار۔ اور مبلغ ایک ہزار چار سو روپیہ معاملہ اس گاؤں کا داخل خزانہ سرکار ہوتا ہے۔ غرب رویہ اس قلعہ کے احاطہ دکانات کا داخل خزانہ سرکار ہوتا ہے۔ غرب رویہ اس قلعہ کے احاطہ دکانات گلگویاں جن میں پندرہ دکانات ان کی آباد ہیں اور دس بارہ پڑاوہ بھی ہیں۔ دروازہ اس قلعہ کا کلاں

Marfat.com

مع طاق و تختہ چوبی۔ اب یہاں دو چوکیدار مسلمان رہتے ہیں۔ تمام مکانات اس کے شمار میں ایک سو پچاس ہیں اور ماسوا ان کے دو چوبارہ کلاں بلند۔ ایک عزیز دین دوسرا بدر دین چرنگ کا استر کار سفید۔ مہاراجہ رنجیت نے سمت ۱۸۴۰ میں فصیل و برج اور مورچے مع ڈیوڑھی گرا لی تھی۔ پھر بعد مہاراجہ شیر سنگھ مرمت اس کی زمینداران نے کرائی گویا از سر نو تعمیر کیا۔ ڈیوڑھی کا دروازہ شرق رویہ مسقف۔ اس کے دو رویہ جنوب و شمال کی طرف دو دالان جس میں ایک ایک کوٹھڑی سربستہ، شمال رویہ خالی اور جنوب رویہ میں اب دکان بافندہ ہے۔ طاق جنوبی میں چھوٹی سی کھڑکی۔ یہ دروازہ دس بجے بند اور چار بجے کشادہ ہوتا ہے۔ اس میں چار دکانات بقالاں ہیں جو صرف آٹا و نمک و گھی و تیل بیچتے ہیں، اس قلعہ میں چھ سات درخت بیر موجود ہیں۔ دروازے کے گوشہ شرقی و جنوبی میں ایک چار دیواری پختہ جس میں مسجد چبوترہ پختہ والی بطور تکیہ فقیر ہے۔ اس کی شرق رویہ تین کوٹھڑیاں۔ مسقف مرتبہ سرکی پوش۔ دروازہ آمد و رفت شمال رویہ۔ بوقت تیاری قلعہ یہ فقیروں کے واسطے بنا۔ یہاں ہمیشہ فقیر رہتا ہے۔ اس تکیہ کے شرق رویہ لب راہ ایک اور چھوٹا سا کوٹھہ بے طاق و تختہ بنا ہوا ہے۔ پہلے نانک فقیر اس میں رہتا تھا، اب خالی پڑا ہے۔

دیوار فصیل قلعہ اب مرمت طلب ہو گئی ہے اور اس قلعہ میں بیس گھر گلگویاں اور آٹھ چرنگاں اور دو گھر ہندو بقالاں اور چھ گھر باندگان اور ایک گھر لوہارں کا اور ایک ترکھان کا اور ایک حجام کا اور بقیہ تمام زمیداران کے ہیں اور ایک مسجد بھی قدیمی ہے۔ مدت سے الہ دین نامی وہاں کا ملا ہے۔

حال مسجد محمد صالح سندھی

شرق رویہ قلعہ گوجر سنگھ کے فاصلہ ایک سو پچاس کروں پر ایک قدیمہ مسجد پختہ استر کاری موجود ہے۔ یہ مسجد حضرت محمد صالح سندھی کی مشہور ہے۔ اب مرمت اس کی نواب علی رضا خان صاحب نے کرائی ہے۔ مسجد پختہ چونہ گچ، عمارت شاہجہانی، تین گنبد والی۔ ایک بڑا اور دو خرد۔ شرق رویہ چار دیواری پختہ۔ بنیرے چونہ کے۔ اندر تمام فرش خشتی۔ دروازہ شرق رویہ۔ دھن جنوبی مسجد کا کھنگروں سے بند کیا ہوا ہے اور جنوب رویہ متصل دیوار تمام (ص ۲۹۲) درختاں پھروانہ کھڑے ہیں۔ شرق رویہ مسجد کے ایک اور چار دیواری خشتی پختہ۔ اس میں دو چبوترے جس پر ایک ایک قبر خام اور جنوب رویہ اس چار دیواری کے ایک کوٹھا کھنگروں کا۔

سابق یہاں باغ تھا۔ چاہ کے پاس حوض کہنہ نظر آتا ہے۔ یہ چاہ گوشہ جنوبی و شرقی

Marfat.com

میں ہے۔ اس کے پاس گرد چبوترہ پختہ ہے۔ یہاں بیل چرخ چوب کے چلتے تھے۔ نشان خیابان بھی موجود ہیں۔ نام اس گذر کا پہلے محلہ حاجی سوائے مشہور تھا۔

اور حال اس مسجد کا یوں سنا گیا ہے کہ ایک سوداگر خادم محمد صالح کا تھا۔ کسی جہاز پر مال اس کا غرق ہونے لگا۔ اس نے اپنے پیر کا خیال کر کے اقرار کیا کہ اگر میرا جہاز بچ رہے تو اس قدر نیاز آپ کو دوں۔ چنانچہ اسی وقت آپ وہاں تشریف لائے اور بہت محنت سے جہاز کو نکالا اور پھر گم ہو گئے۔ جب وہ سوداگر لاہور آیا تو مبلغ دو سو روپیہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ کیا لایا ہے۔ ہمارے بازو بھی ہنوز تیرے جہاز کو نکالنے سے مجروح ہیں۔ ہم نے تیرے واسطے بڑی تکلیف اٹھائی۔ تجھ کو اب لازم ہے کہ یہاں ایک مسجد للہ بنوا دے۔ اس وقت اس نے یہ مسجد بنوا دی۔

قبر حضرت محمد صالح سوائے کی بھی اسی چار دیواری میں پختہ موجود ہے اور بقیہ قبور ان کے خادموں کی ہیں۔ اب نواب علی رضا خان صاحب نے یہاں ایک فقیر لالہ جان نامی پشاوری بٹھایا ہوا ہے۔ اور بعد مہاراجہ صاحب یہاں بارود رہتی تھی اور پانڈی رائے بابو رائے جرنیل کے بھتیجے کا قبضہ اس پر رہتا تھا۔ اب نواب صاحب نے ارادہ کیا تھا کہ یہاں باغیچہ بنوا دیں مگر زمین بنجر نکلی۔ بہرحال مسجد نہایت خوشنما عمارت عالیشان ہے۔

حال موضع نور پور

نور پور ایک موضع نو آباد ہے جو مہر کرم بخش وغیرہ اولاد نورا کمبوہ نے سن اٹھارہ سو اڑتالیس میں یوں آباد کیا کہ اس وقت مقبرہ بہادر خان میں زمینداروں کا مال رہتا تھا۔ جب اس میں ناچ گھر بنا تو ان کو نکال دیا۔ انہوں نے شرق رویہ گنبد ہذا یہ گاؤں آباد کیا۔ اب گرد اس کے دیوار کھنگروں کی۔ دروازہ اس کا خشتی مسقف بطرف شمال۔ اس میں بارہ گھر مفصلہ ذیل آباد ہیں۔

غلام گلگو۔ چھانگو دھوبی۔ ہندوستانی۔ سدھا تیلی۔ امیر سپاہی ریل۔ سوہنا ماشکی۔ عمر کمہار پسر قطبا تیلی۔ نتھا ارائیں۔ حمام وغیرہ۔

یہ تمام گھر کھنگروں کے مسقف کانا پوش ملکیت اولاد نورا ہیں۔ اندر دیوار غربی کے ایک دالان سہ درہ مبنیہ نبی بخش جو اولاد نورا سے ہے' موجود۔ اور گوشہ غربی نیرت میں ایک چاہ چرخ چوب والا۔ باہر دیوار غربی کے اکثر کیکر اور جنوب رویہ کیکر وغیرہ درختان اور اندر بھی شریہہ' کیکر' بیریاں' اور ایک دھریک' ایک شیشم کھڑے ہیں اور باہر گوشہ ایساں ایک خرد ٹیلہ پر قبر خام کسی خادم شاہ گدا کی زیارت گاہ عوام ہے۔

Marfat.com

بوقت آبادی شہر اسی نواح میں محلہ گنج آباد تھا۔ اب شرق رویہ اس کے موضع گنج آباد ہے۔ کہتے ہیں کہ ابتدائے عملداری انگریزی میں یہ گنبد مقبوضہ اولاد مہر نورا تھا۔ سرکار نے اس کو ایک سو روپیہ نقد دے کر مقبرہ خالی کرا لیا۔ انہوں نے اس روپیہ سے یہ گاؤں نور پور آباد کیا۔

یہ نورا ایک غریب آدمی تھا مگر اتفاقاً" ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ یہاں آئے۔ اس وقت یہ نورا اپنی گندم خروار صاف کر رہا تھا۔ مہاراج نے اس کی کنک دیکھی۔ کیونکہ وہ گندم قسم عمدہ داؤد خانی سفید تھی' دیکھ کر کہا۔ کہ ایسی کنک سفید رنگ کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ نورا نے طنزاً" کہا۔ کہ مہاراج اس کنک کو ہم بجائے پانی دودھ دے کر پرورش کرتے ہیں۔ مہاراج یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ آئندہ اس کو کنک میں ڈالنے کے واسطے دودھ سرکار سے ملا کرے اور وہ کنک خاص ہمارے کھانے کے واسطے محفوظ رہے۔ اس سبب سے آمد و رفت اس کی سرکار میں ہو گئی۔ پھر وہ ٹھیکہ دار چونہ کا تعمیر خندق لاہور میں مقرر ہو گیا۔ بعدازاں چند مدت اس نے یہ تجویز کی کہ مہاراج کی ابلہ فریبی کے واسطے چند گھڑے دودھ کے زراعت گندم میں ڈال دیتا اور جب فصل پک جاتی تو بھریاں کنک کی اٹھا کر اس گنبد بہادر خان میں رکھ چھوڑتا۔ جب مہاراج طلب کرتے تو اس وقت بھریوں سے گیہوں نکال کر سرکار کو بھیج دیتا۔ چند مدت اس نے بایں ابلہ فریبی خوب چین اڑائے آخر مر گیا۔ فقط

(ص ۶۱۹) حال سرائے گولہ والا

(ص ۶۲۱) یہ سرائے مبنیہ حضرت جہانگیر بادشاہ تھی اور شاہ موصوف نے اکثر ایسے ایسے مسافر خانہ بفاصلہ چھ چھ کوس تیار کرائے تھے۔ چنانچہ فاصلہ سرائے ہذا کا سرائے واقع شاہدرہ سے چھ کوس ہے اور آگے بھی ایسی ایسی سرائیں بر سر راہ موجود ہیں۔ چونکہ رنجیت سنگھ کے وقت میں سرائے میں گولے رکھے جاتے تھے اس واسطے سرائے گولیاں والی مشہور ہوئی۔ چونکہ اس وقت یہ سرائے زیر حفاظ جمعدار خوشحال سنگھ کے تھی' اس نظر سے اب تک یہاں قبضہ اس کے لواحقین یعنی راجہ ہربنس سنگھ وغیرہ کا ہے۔ چشم کشا صنع خدارا بینں۔

عمارت

(ص ۶۱۹) یہ سرائے شرق رویہ اچھرہ اور جنوب رویہ سنٹرل جیل واقع ہے' جس کے

Marfat.com

دو دروازے، ایک بطرف شمال دوسرا بطرف جنوب، اب جنوبی بند اور شمالی کشادہ۔ گرد و نواح تمام چار دیواری جس کے اندر حجرے بھی بنے ہوئے ہیں۔ عمارت دروازہ کی دیوار چار دیواری نواحی سے باہر نکلی ہوئی ہے۔ ڈیوڑھی میں بطرف شمال میانہ میں ایک محراب بلند عالیشان، سقف اس کی اندر سے منقش رنگ آمیز چونہ گچ مع تصاویر فرشتگان۔ یہ محراب اندر سے دو منزلہ اس کے نیچے میانہ محراب کلاں ایک اور محرابی دروازہ جس میں سے ہاتھی مع عماری نکل جائے۔ اب اس در محرابی کو اینٹوں سے بند کر کے اس کے میانہ میں چوکھٹ چوبی کلاں مع طاق تختہ لگائے ہوئے ہیں اور سقف محراب کلاں بیرونی کے نیچے اور اس در محرابی کے اوپر تین دریچہ محرابی میں محراب کلاں کی بغلوں میں بطرف شرق و غرب ایک ایک کھڑکی محرابی میں اور دو دروازہ (ص ۶۲۰) کے دونوں طرف بر سر زمین دو ٹھڑیاں۔

صورت اس ڈیوڑھی کی باہر سے مخمس یعنی پنج پہلو۔ دروازہ پر کوئی کوئی نشان متصل کانسی کار معلوم ہوتا ہے زیر سقف بطرف شرق و غرب مقام نشستگاہ زمین سے تا بکمر بلند ہیں۔ ان میں دونوں طرف زینے اوپر جانے کے موجود۔ ڈیوڑھی کی سقف قالبوتی گنبد نما۔ اندر جاتے ہی شرق رویہ ایک دیوار طولانی جس میں راہ۔ اس کے شمال رویہ ایک خرد گنبد شوالہ مبنیہ جمعدار خوشحال سنگھ۔ دروازے کے اندر تا حد شرقی جمعدار نے قدیمی حجروں کے آگے بڑھا کر برانڈے کرائے ہوئے ہیں۔ شرق رویہ ڈیوڑھی کے اندرون دیوار شمالی میانہ میں چھتیس کوٹھڑیاں قدیمی اور دو گوشہ ایساں میں۔ ان کے درمیان میں زینہ اوپر جانے کا۔ بالمشافہ اس کے مکان مودی خانہ جمعدار صاحب نے بنوایا تھا جو اب ویران پڑا ہے۔ غرب رویہ اندر ڈیوڑھی کے گیارہ حجرہ قدیمی چھوڑ کر اور زینہ اوپر جانے ڈیوڑھی کا۔ بالائے زینہ در محرابی۔ یہ زینہ در شمالی کے میانہ میں ہے اس کے اوپر بھی بہت مکانات بنے ہوئے ہیں۔ لب بام اندر سرا ہر چار گوشہ سرا میں ایک ایک اور زینہ اوپر جانے کا ہے۔

صورت سرا کی ہشت پہلو، اس طرح سے کہ چاروں طرف حجرے برابر چلے جاتے ہیں اور چاروں گوشوں میں تین تین حجرے، جن کے سقف گنبد نما۔ شمال و جنوب رویہ دو ڈیوڑھیاں یکساں دیوار شرقی و غربی کے۔ حجرہ ہائے اندرونی کے میانہ میں دو دالان۔ شرق باہر سرا کے ایک بڑا تالاب تھا، اب ویران و مسمار ہو گیا ہے۔ مدت سے اس کے اندر زراعت ہوتی ہے، بجز عمارت کنارہ کوئی نشان اس کا باقی نہیں رہا۔ شرق رویہ تالاب مکان عمارت آب ریز، جس کے پانچ در محرابی قدرے قدرے نظر آتے ہیں۔ یہ تالاب بارہ بیگھہ زمین میں بنا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ تالاب امرتسر اور یہ تالاب طول عرض میں برابر ہے۔

Marfat.com

سرائے کے گوشہ نیرت میں جو زینہ ہے اس کے اوپر گنبدی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاروں گوشوں کے زینوں پر ایسی ایسی گنبدیاں تھیں۔ جنوب رویہ میانہ میں بطور کھنڈر ایک عمارت شکستہ کھڑی ہے۔ یہ بارہ دری تھی' اب اس کے فقط تین چار محراب نظر آتے ہیں۔ اس کے جنوب رویہ باؤلی تھی مگر اب مسدود۔ گوشہ گنی میں چاہ کلاں قدیمہ' اب اس پر چرخ چوب چلتا ہے اور کماں زمیندار ساکن موضع اچھرا اس چاہ کے پانی سے اندرون و بیرون سرائے زراعت کرتا ہے۔ اسی دیوار شمالی کے میانہ میں ڈیوڑھی اور اس کے شرق و غرب کی طرف سترہ سترہ حجرے۔ شرقی حجروں کے آگے برانڈے بنیہ خوشحال سنگھ جمعدار۔ سوائے اس کے چوبیس درخت کیکر و پیپل اندر کھڑے ہیں۔ تفصیل ان محراب اور حجروں کی جو چاروں طرف اندر سرائے کے ہیں (ص ۶۲۱) یہ ہے کہ جنوب و شمال رویہ مینتیس حجرے جن میں چند شکستہ اور چند بوسیدہ اور چند سالم اور بطرف شرق و غرب انتیس حجرے۔ طول و صحن سرائے کا حد شرقی سے غربی تک ایک سو نوے گز اور عرض حد شمالی سے حد جنوبی تک ایک سو چالیس گز۔ میانہ میں جو مکان باؤلی تھا اس میں بھی جمعدار نے مودی خانہ مقرر کیا تھا۔ فقط

باہر ڈیوڑھی شمالی کے بگوشہ بایب ایک اور نشان باؤلی جس کی تھوڑی عمارت بطرف شمال کھڑی ہے۔

(ص ۹۹) فصل دربیان حال مسافر خانہ میاں محمد سلطان

شمال رویہ مزار شیخ چوہڑ صاحب کے میاں محمد سلطان صاحب ٹھیکہ دار نے ایک مکان پختہ بطور مسافر خانہ تیار کرایا ہے اور مشہور ہے کہ اس میں جذامی لوگ رہتے ہیں۔ چاہ پختہ بھی اس میں تیار کرایا ہے۔ سابق اس جگہ بہت کھنڈر عمارات پختہ کے تھے۔

(ص ۱۰۰) فصل در ذکر احوال سرائے میاں محمد سلطان وغیرہ

دہلی دروازہ کے باہر (ص ۱۰۱) مکان مشہورہ سرائے میاں محمد سلطان جو اس نے خود تیار کی ہے۔ مشہور و معروف مکان ہے۔

اور شرق رویہ اس سرائے کے دو مسجد عالیشان واقع ہیں۔ ایک سکھ لوگوں نے قابو کی ہوئی ہے۔ اور بیچ میں اس کے گرنتھ وغیرہ پڑھتے ہیں۔ اس جگہ کا نام شہید گنج مشہور ہے۔ اور دوسری مسجد میں اول ولیئی صاحب نے کوٹھی بنوائی تھی اور اب بتصرف صاحبان ریلوے ہے۔ اور یہ دونوں مسجدیں بعد اورنگ زیب عالمگیر تعمیر ہوئی ہیں۔

Marfat.com

اور روبرو ان کے ایک مکان کلاں سمادھ سکھوں کی بنی ہوئی ہے۔ باعث تعمیر سمادھ کا یہ ہوا کہ بعہد نواب میر منو، جو قاتل قوم سکھوں کا تھا، ایک روز بروز عید گیارہ سو سکھوں کو قتل کیا گیا اور وہ سب کے سب ایک ہی جگہ اس مقام پر دفن ہوئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب یہ حال سنا تو سمادھ ان کی بنوائی اور نام اس سمادھ کا شہید گنج رکھا۔ اب تک وہاں گرنتھ پڑھا جاتا ہے اور بھنگ بکثرت خرچ ہوتی ہے۔ بلکہ بعہد سابق مہاراجہ صاحب یہاں بھنگ کے پلانے کا ایک فیض عام جاری تھا۔

شمال رویہ اس کے ایک برج حمام نواب سعادت خان وزیر شاہجہان کا ہے اور روبرو اس کے بطرف شرق کوٹھی مکائی صاحب کی ہے۔ اور غرب رویہ اسٹیشن ریلوے کے ایک فقیر کا تکیہ لب سڑک واقع ہے۔ اس تکیہ میں حمام عہد شاہجہان کا تھا اور اس کے پاس قبر دلاور علی شاہ المشہور گھوڑے شاہ کی ہے۔ وہ ایک چار دیواری ہے۔ اس کے اندر دو چبوترہ ہیں۔ ایک پر تین قبریں سیدوں کی ہیں۔ ایک کا نام میرن شاہ، دوسری اس کی لڑکی اور تیسری ان کے فرزند کی۔ اور یہ قبریں بعہد سکھاں بنی ہیں اور گھوڑے شاہ کی قبر عہد شاہجہان سے ہے۔ اب بھی وہاں لوگ مٹی کے گھوڑے بطور نذر چڑھاتے ہیں۔ چنانچہ گھوڑے گلی دیوار و چبوترہ قبر پر موجود ہیں۔

Marfat.com

۱۰۔ مساجد

(ص ۶۳۹) احوال عید گاہ مبنیہ حضرت نور الدین جہانگیر

یہ مکان عید گاہ مبنیہ حضرت نور الدین جہانگیر بادشاہ کا ہے۔ اب اس میں کوئی صاحب ملازم ریلوے درمیانہ کو بند کر کے رہتا ہے۔ پہلے تو گرد اس کے بہت سی عمارتیں تھیں مگر گر گئیں۔ اب جو عمارات موجود ہیں تحریر کرتا ہوں۔

میانہ پر گنبد کلاں چونہ گچ برنگ سیاہ اور چاروں گوشوں پر چار مینار ہشت پہلو مع گنبدیاں مدور اور آٹھ آٹھ دھن محرابی۔ شرق رویہ سر صحن میانہ میں ایک دھن محرابی کلاں اور اس کی بغلوں میں تین تین دھن محرابی، اگرچہ کلاں مگر میانہ سے قدرے کم۔ کل سات، ماسوا اس کے بطرف شمال و جنوب ایک ایک دھن کلاں۔ ان کے متصل بہر دو طرف زینہ اوپر جانے کے واسطے، تمام استر کار منقش۔ دھن میانہ کے اوپر دو گنبدیاں چار چار درے والی۔ اب شمالی موجود اور جنوبی مسمار۔ اب دھن میانہ کو بند کر کے اس میں ایک دروازہ اور دو کھڑکیاں لگی ہیں۔ شرق رویہ صحن مسجد کشادہ جس پر تمام فرش خشتی۔ در ہر دو زینہ محرابی۔ اور اندر صحن مسجد کے زیر گنبد ایک محراب۔ غرب کی طرف دیوار میں اور اس کے شمال و جنوب رویہ اور دو محرابی در کلاں جو اب بند کر کے اس میں ایک در کلاں اور دو دو کھڑکیاں ان صاحب نے لگائی ہیں۔ اندر باہر فرش خشتی۔ غربی دیوار میں اندرون مسجد، تین محراب منقش۔ سقف خشتی قالبوتی۔ دیواروں پر تمام گلکاری آمیز پر تکلف۔ سبحان اللہ اس کی قدرتوں کا کوئی شریک نہیں جو چاہے سو کرے۔ بالائے سقف مسجد ہر دو طرف یعنی شمال اور جنوب سے تیس تیس زینہ اوپر چڑھ کے جاتے ہیں۔ اور تمام فرش چونہ گچ اور چاروں طرف بنیرہ ہائے خشتی۔ میانہ میں گنبد کلاں اور آس پاس جنوب و شمال کی طرف دو دو اور گنبد خرد۔ گنبد کلاں کے اندر سے دو منزلہ۔ بطرف ایواں گنبد، و نیز، بگوشہ گنگی تا بینہ بلند، گنبد میں ایک ایک کھڑکی کی قلبوتی اس میں سے گنبد پائیں کی پشت نظر آتی ہے و جنوب کی طرف بالائے محراب دو برجیاں چار چار در والی ہر مینار کے بائیس زینہ مدور۔ اوپر مینار کے دو درجہ ایک میانہ زیر گنبدی استر کار منقش ہشت پہلو، جس کے آٹھ در اور ہر در، کا عرض اڑھائی بالشت ارتفاع قد آدم۔ باہر ان کے نیچے چھجہ ہشت پہلو کہ جس پر چند آدمی بفراغت بیٹھ جائیں۔

Marfat.com

وقائع جہانگیری میں (ص ۶۶۰) تحریر ہے کہ حضرت جہانگیر بادشاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ نے بیس لاکھ روپیہ واسطے تیاری عید گاہ کے منظور فرمایا۔ جس میں سے بسر کردگی خواجہ ایاز یہ مسجد مع بازار ترپولیہ آباد ہوئی یعنی اس مسجد کے شرق و شمال و جنوب کی طرف تین بازار تھے اور ہر بازار اور ہر بازار میں دو سو ستر دکانیں مع بالا خانہ تیار ہوئی تھیں جن کا کرایہ مصارف خرچ کے واسطے وقف تھا۔ حضرت آگرہ میں تھے کہ عرضی اطلاعی بایں مضمون پہنچی کہ مسجد مع بازار تیار اور آمدنی کرایہ بازار ماہوار اڑھائی ہزار ہے۔ اس وقت حسب سفارش نور جہان بیگم کے سید مقبول علی صاحب متولی اور مولوی عنایت حسین مدرس اور حافظ حبیب اور امام اور پنجاہ کس دیگر خادم مسجد مقرر ہوئے۔ فقط

(ص ۶۶۳) اصل حال مسجد وزیر خان

عقل حیران ہے کہ یہ کیسی تحقیقات ہے۔ سر کہ خوردن را روی باید۔ آری سخن گفتن مگر جان سفتن است۔ اگر لالہ صاحب ☆ ممدوح ذرہ بھی ادھر توجہ فرماتے تو ایسی غفلت واقع نہ ہوتی کیونکہ کتب تواریخ شاہان چغتائی بکثرت موجود ہیں اور ذرا سی کوشش سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زمانہ نواب وزیر خان مرحوم اور نواب بھکاری خان بانی مسجد طلائی میں ایک سو اٹھارہ سال کا بعد ہے۔ اور سنہری مسجد نواب بھکاری خان بن روشن الدولہ طرہ باز خان نے مابین کشمیری و ڈبی بازار تعمیر کرائی۔ وہ محلّہ ڑڑہ کا حوالہ (ص ۶۶۴) دیتے ہیں۔ طرفہ تر یہ ہے کہ اگر ان کو فرصت مطالعہ کتب تواریخ نہ تھی تو نام محلّہ وغیرہ تو دریافت فرما کر درج کتاب فرماتے۔

• جناب مسٹر ولیم کولڈ سٹریم صاحب بہادر کا منشا تھا کہ بعد تحریر حالات نوح لاہور حال مکانات اندرونی شہر لاہور کا مرقوم ہو۔ مگر افسوس کہ صاحب ممدوح کی بدلی شاجہان آباد کی طرف ہو گئی۔ ناچار حالات بیرونی پر اکتفا کیا۔ اب محض باین خیال کہ ناظرین با تمکین کو کتاب سفرنامہ امین چند ایسی تحریر پر اعتقاد نہ رہے تھوڑا سا حال مسجد نواب وزیر خان کا بمضمون ما قل و ما دل درج ذیل کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ نظارہ اولی الابصار براہ انصاف ملاحظہ فرما کر قدر دانی فرمائیں گے۔

☆ لالہ امین چند مصنف سفرنامہ۔ ملاحظہ ہو باب "مختصر حال پارسیاں" (مرتب)

Marfat.com

تعمیر مسجد کا باعث

واضح ہو کہ شیخ علم الدین انصاری ساکن چنیوٹ اول ادنٰی پیشہ طبابت کیا کرتا تھا۔ جب اوقات بسری بدقت ہونے لگی تو بتاریخ چودہ صفر المظفر سن ۱۰۳۰ بتلاش معیشت لاہور و شاجہان آباد ہوتا ہوا دارالخلافت اکبر آباد المعروف آگرہ میں پہنچا۔ اس وقت حضرت نور الدین جہانگیر بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ' سریر آرائے خلافت ہندوستان جنت نشان تھے۔ اور چند عرصہ سے نور جہان بیگم' کہ جس کا حال جہاں میں بے کم و کاست زبان زد روزگار ہے' مرض عرق النساء سے بدرجہ اتم بے کل تھی۔ اور کسی طبیب کا معالجہ کارگر نہ ہوتا تھا۔ حضرت جہانگیر نہایت متردد تھے۔ یہ حکیم علم الدین بے خبر اس سے کہ حکیم علی الاطلاق کا کیا منشا ہے عام و خاص کے معالجہ میں ساعی رہا۔ امرائے شاہی تک رسائی ہو گئی۔ شدہ شدہ دست شفا اس کے کا مسموع بندگان بحضور سلطانی ہوا۔ معرفت نواب سعد اللہ خان دربار میں بلائے گئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر ملکہ زمانی محبوبہ سلطانی تیرے معالجہ سے شفا یاب ہو تو قدر دانی میں سر موفرق نہ ہو گا۔ بعد تشخیص عرض کی کہ پردگیان حق عصمت و عفت کے بدن سے بہ بہانہ ملاحظہ نبض مس کرنا داخل گستاخی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضور کے اظہار پر اس طرح سے علاج کیا جائے گا کہ بیگم صاحبہ کو ایک ہفتہ میں آرام و صحت ہو جائے گی۔ حضرت جہانگیر تو اس لیلی زمانہ کے مجنوں ہوئے ہوئے تھے' جان تازہ پا کر فرمانے لگے۔ کہ اگر ایسا ہو تو امارت شفا خانہ جات تجھ کو عنایت ہو گی۔ علم الدین نے شکریہ ادا کر کے عرض کی۔ کہ ایک دالان میں ایک ایک بالشت ریگ بیابان مصفا بچھائی جائے۔ کمترین بعد نماز ظہر آستان بوس در دولت ہو گا۔ خدا نے ویسا ہی کیا۔ حکیم علم الدین نے دوسرے روز بعد نماز شافی مطلق کی جناب میں بصد خشوع و خضوع مناجات کر کے مدد چاہی اور اقرار کیا کہ اگر میرے معالجہ سے بیگم صاحبہ کو شفا حاصل ہو جائے تو جو کچھ حق الخدمت مجھے عطا ہوا تعمیر مسجد میں صرف کروں گا۔ بعدازاں قلعہ معلی میں باریاب ہو کر التماس کیا کہ جناب بیگم صاحبہ بلا تکلف اس مکان ریگ گسترده میں چند قدم ٹہل کر پردہ میں (ص ۶۵۵) چلی جائیں۔ جب یہ معاملہ ہو چکا تو حکیم علم الدین نے وہاں جا کر توکلت علی اللہ کہ کسی نقش رگ پا میں نشتر اس وضع سے مخفی کر کے رکھی کہ باہر سے بالکل معلوم نہ ہوتی تھی۔ بعدہ عرض پیرا ہوا کہ بیگم صاحبہ نے انہی پیروں طابق النعل بالنعل اندر تشریف لے جائیں۔ اور اسی طرح ٹہل کر مکان میں جانے لگے تو علی الاعلان سب حرموں کے روبرو وعدہ کیا کہ اگر جناب باری شافی مطلق عز اسمہ اس طبیب کے دست

Marfat.com

شفا سے مجھے شفائے عاجل اور صحت کامل عطا کرے تو تمام یہ زیور جو اس وقت میرے زیب تن ہے شکریہ میں اس طبیب کو عطا کروں گی۔ یہ کہتے ہوئے بیگم صاحبہ حسب الایما اس کے اسی طرح بہ حزم تمام اس مکان میں تشریف لے گئیں۔ جب نشتر والے نقش پا پر پاؤں رکھا تو وہ کارگر ہوئی۔ ذرا درد سی محسوس ہوئی اور چند قطرے خون فاسد کے نکل گئے تو نزاکت کی راہ سے آنے والے کی صدا نکلی۔ حضورؐ یہ شعر فرط محبت سے زبان پر لائے۔

خون فاسد یہ نشتر فساد
دم بدم از عروق تا کم باد

فی الفور مرض میں گونہ آرام ہو گیا۔ حضور نے بہت سا انعام عطا فرمایا کر عہدہ امارت شفا خانہ جات سے سرفراز کیا۔ مقویات استعمال ہونے لگیں۔

اس اثنا میں دائرہ دولت شاہی روانہ لاہور ہوا۔ وہ بھی ہمراہ آئے۔ جب لاہور میں پہنچے تو بیگم صاحبہ کو شفائے کلی ہو گئی۔ جشن شاہانہ مرتب ہوا۔ ایفائے وعدہ کے واسطے نور جہاں بیگم نے تمام بیگموں کو جمع کر کے حکیم صاحب کو زیور معہودہ عنایت فرمایا۔ اس پر تمام بیگموں نے بپاس خاطر میلان شاہی علی قدر مراتب ایک ایک زیور اپنا' کسی نے حلقہ دست اور کسی نے عطردان وغیرہ بطور شکریہ یا سردارانہ ایزاد کیا۔ جب حکیم صاحب نے اس کی جمع لگائی تو بائیس لاکھ کی مالیت نظر میں آئی۔ بقول میر حسن

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
جو چاہے کرے میرا پروردگار

دوسرے روز جب سفارش نور جہان بیگم حکیم صاحب منصب ہفت ہزاری سے سربلند ہو کر بخطاب نواب وزیر خان سرفراز ہوئے۔ کہتے ہیں کہ نواب وزیر خان صاحب بدرجہ غایت متعبد' دین دار' دایم الصوم' قائم اللیل تھے۔ یہاں تک کہ مدت العمر کبھی نماز عصر بلا سنت ادا نہ کی تھی۔ ایفائے وعدہ کو مقدم رکھ کے تعمیر مسجد ہذا میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ بازار دو رستہ مع بالا خانہ جات تا بدھلی دروازہ مع سرا و حمام و کٹرہ ھا تعمیر کرا کر شامل مسجد کئے۔ اس وقت بھی مزار سید محمد اسحاق المشہور میراں بادشاہ کی ایک حجرہ پختہ میں زیارت گاہ خلق اللہ تھی۔

اب تک معائنہ مسجد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی معمار فراغت کر کے اترے ہیں۔ کیونکہ نہ ہو۔ نیت بانی کی بخیر تھی کہ بتلاش تمام کارگزاران عمارت یعنی معمار و مزدور وغیرہ ایسے بہم پہنچائے تھے' کہ جنہوں نے مدت العمر ایک نماز بھی دیدہ و دانستہ قضا نہ

Marfat.com

کی تھی۔ مقام غور ہے کہ اس معاملہ میں بجز صرف عمارت کیا کچھ خرچ پڑا ہو گا۔

وقف نامہ

بعد تیاری مسجد سن ۱۰۵۱ ہجری مقدس کے نواب مرحوم نے صرف مصارف مسجد کے واسطے ایک وقف نامہ بطور دستور العمل تحریر کیا جس کی نقل تفریح طبع ناظرین کے واسطے اولاد بانی سے لے کر درج ذیل کی جاتی ہے۔

نقل وقف نامہ بمہر قاضی محمد یوسف مغفور و مہر نواب وزیر خان مرحوم و مہر موسیٰ خان صدر الصدور و مہر مولانا محمد فاضل ولد مولانا محمد شاہ مرحومین آنکہ۔

الحمدللہ الذی وفق عباد الاغرار الباقیات الصالحا والصلواۃ والسلام علی رسولہ محمد الذی رغبت البرایا فی انفاق الطیبات و علی الہ واصحابہ معدن الخیرات ومنافع الحسنات مادام الارض والسموات اما بعد این ذکریست در بیان آنکہ وقف کردو و تصدیق نمود نیاز مند درگاہ صمدی مسمی حکیم علم الدین المخاطب بوزیر خان بن شیخ عبداللطیف بن شیخ حسام الدین انصاری از خالص املاک و اطیب اموال خود فی حال الصحۃ و کمال العقل و نفاذ جمیع تصرفاتہ طایعا ہمگی مسجد جامع بجمیع توابع و مرافق شرعیہ ان برای دوام این بقعہ شریفہ وقف کرد۔ بر مصالح مسجد مذکور خود تمام دکاکین دو رستہ مع بالا خانہ ھا و کٹرہ ھا و سرائے کلان و حمام و دو چاہ چرخ و چند قطعہ زمین متفرقہ کہ ہریک ازین امکنہ مذکورہ معلومتہ الحدود ظاہر علامات است' واقع اندرون دارالسلطنت لاہور وقفا صحیحا" لازما" تبتہ تبلہ' لا یباع ولا یوہب ولا یرھن ولا یمہر ولا یورث ولا یملک بوجہ من الوجوہ و سبب من اسباب الی ان یرث اللہ الارض وھو خیر الوارثین وجعل اخر الوقف علی الفقراء المسلمین و شرط کرد این وقف مذکور کہ دارو گی وتصرف در اوقاف مذکور در عزل و نصب خدمہ مسجد وغیرہ و تقسیم و تعین مصارف و ازدیاد ان واعطا وحرمان از ان نشست وبرخاست اھل کرایہ دکاکین بدست خود واقف مذکور بالاستقلال مادام حیاتہ باشد و بعد از و بدست ولد صلبی او محمد سعید خان بعد او بمرزا محمد انور و بعدہ بارشد ذکور اولاد او و اولاد اولاد او بطنا بعد بطن و نسلا" بعد نسل الی ما توالد و تناسلو واگر احدی از اولاد او بناشد یکی از ذکور اقارب و کذالک۔ وشرط کرد امام خطیب مسجد مذکور یک کس باشد اقرء و اعلم احکام الصلواۃ و موذن عالم وفات و نیز شرط کرد کہ دست قطعہ دکاکین بیرون۔ دروازہ شرقی و بالا خانہ ھای آنہا محض برای نشستن صحافان کتب اسلامیہ بی کرایہ باشد علی سبیل الدوام۔ و نیز شرط کرد کہ در مسجد مذکور برای تعلیم علوم دینیہ دو مدرس باشند۔ سبیل اھل خدمات از محصول عملہ اوقاف مذکورہ آنکہ۔

Marfat.com

امام و خطیب را یومیہ از یک روپیہ تا دہ روپیہ و موذن را چہار آنہ یومیہ ہر یک مدرس را یک روپیہ۔ و ہر کہ از اولاد وقف متصرف وقف مذکور باشد در ہر ماہ ششم حصہ از محصول کرایہ اوقاف گیرد۔ (ص ۲۶۷) ہر کسی از اقربا باشد نہم حصہ گیرد کذالک۔ وما بقیہ از خرج عمارت و اہل خدمہ و مصالح۔ ضروریہ دیگر کالمشرف و الوقاد و الفراش یصرف علی المستحقین فی المسجد و عندالتعیین بصرف علی الخدمت کما ھو الحکم فی المذہب الحنفی کل ذالک قدہ شرط الواقف فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ فقد حکم بلزوم الوقت المذکور و شرط القاضی النافذ الاحکام الذی زین ھذا لوثیقتہ بختمہ المبارک۔ تحریرا فی غرہ رمضان المبارک الواقع فی سنہ ۱۰۵۱ ہجریہ مقدسہ۔

باعث زیادہ تر ترقی نواب صاحب مرحوم کا یہ ہے کہ والدہ شاہجہان بادشاہ اس وقت ان کے معالجہ سے شفایاب ہوئی۔ ازاں بعد شاہجہان کا معالجہ بعالم شہزادگی کرتے رہے۔ اس بات سے محبت شاہجہان کی ان سے بدرجہ کمال ہو گئی' حتیٰ کہ بلا مشاورت ان کے کی کوئی کام نہ کرتا تھا۔ بعد چندے ایسا اتفاق پڑا کہ حضرت نور الدین جہانگیر بادشاہ غازی ایک روز خلوت میں بیٹھے ہوئے درستگی تاج وغیرہ فرما رہے تھے اور مسماۃ شاہ پسند کنیز باتمیز حضور کے سر پر پس پشت مروحہ طاؤس سے مگس رانی کر رہی تھی شاہجہان سلام کے واسطے حاضر ہوئے۔ شاید شہزادہ عالیاں کا اس کنیز کی طرف کچھ میلان خاطر تھا۔ جب آپس میں نظریں لڑیں تو وہ مسکرائی۔ حضور نے آئینہ میں سے دیکھ لیا۔ گونہ ناراض ہو کر اس کنیز کا نکاح کسی غلام خاص سے کروا دیا اور شاہجہان کو نظربند فرمایا۔ نواب وزیر خان کو اس امر سے سخت تردد ہوا۔ بعدہ در صدد اس کے رہا کہ کسی صورت سے اس کو رہا کرائے۔ امراء کی سفارشیں کارگر نہ ہوئیں۔ نور جہان بیگم کی تمنا کچھ اور تھی۔ آخر کار حسب الایماء نواب وزیر خان کے شاہجہان نے ایسا تمارض کیا کہ تقعیر و تقطیر میں اس کی جان بلبی مشہور ہوئی۔ چونکہ ولی عہد تھا۔ بادشاہ نے وزیر خان کو حکم معالجہ دیا۔ بعد چندے نواب صاحب نے حضور شاہی میں عرض کی کہ غلبہ مرض سے شہزادہ عالیاں کا ایسا بدحال ہے کہ اگر ہوا خوری دو وقتہ نہ کرے تو خطرہ جان ہے۔ اور مریم زمانی مادر شاہ جہان نے بھی بدرجہ کمال استمداد کی۔ حضور نے حکم دیا کہ بحفاظت فیض اللہ خان میربوایان و نواب وزیر خان دو چار میل تک ہوا خوری کے واسطے جایا کرے۔ جب اس طرح سے ایک ماہ کامل گذر گیا۔ تو نواب مذکور اس کو دکھن کی طرف لے کر بھاگ گیا۔ وہاں کے ناظم نے ملازمانہ خدمت کی' نظم و نسق ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضور کو خبر ہوئی' فرمان جاری

Marfat.com

ہوئے۔ وہ وہاں باغی ہو بیٹھا۔ بادشاہ اس وقت کشمیر میں تھے۔ جب وہاں سے لوٹ کر آئے تو تخت آرائے حکومت بقا ہو گئے۔ شاہجہان یہ خبر پاتے ہی بایمائے آصف خان وزیراعظم بسبیل ڈاک لاہور میں آگیا۔ کوئی مانع نہ ہوا۔ تخت نشینی اس کا حق تھا۔ سریر آرائے سلطنت ہو گیا۔ مقبرہ حضرت کا شاہدرہ میں تیار کرایا۔ ماسوا اس کے بہت سی عمارات (ص ۶۶۸) نواح لاہور میں تعمیر کرائیں۔ نواب وزیر خان نے کل مختار اور وزیراعظم ہو کر امیر الامراء خطاب پایا۔ جب شاہجہان لاہور سے واپس جانے لگا تو بجائے خان خاناں نواب ممدوح ناظم لاہور مقرر ہوا۔ نہایت نیک نامی و خوش انتظامی سے عہدہ نظامت کو سرانجام کرتا رہا۔ شوق عمارت ان کو بدرجہ کمال تھا۔ چنانچہ اکثر مقامات میں تاحال عمارات ان کی یادگار جہان ہیں۔

سبحان اللہ کارخانہ الٰہی میں کوئی شخص دم نہیں مار سکتا۔ گردش گردون گردان گردگان را گرد کرد۔ اب اولاد ان کی نان شبینہ کو محتاج ہے مگر بباعث شریف خاندانی لوگ ان کا ادب کرتے ہیں۔ اب یہ مسجد ان کے کام آتی ہے۔ حسب وصیت اپنے حصے کرایہ دکانات وغیرہ سے لے کر اوقات بسری کرتے ہیں۔ مرزا ایزد بخش دم تحریر سرخاندان ہے۔

(ص ۶۶۹) حال عمارت مسجد وزیر خان مرحوم

واضح ہو کہ لاہور کے بارہ دروازوں میں سے ایک دروازہ شرق رویہ بنام نہاد دہلی دروازہ مشہور ہے۔ اس کے اندر آتے ہی تمام عمارات دو رستہ بنیہ نواب وزیر خان مرحوم متعلقہ مسجد ہذا کے ہیں۔ اندر متصل دروازہ بطرف جنوب ایک سرائے پختہ مع حمام عالیشان، جس کا اب سرکار نے میکریگر گنج نام مقرر فرمایا ہے۔ شرق رویہ زیر مسجد وزیر خان کا چوک ایک بازار پر فضا ہے۔ شرق رویہ اس کے ایک در کلاں محرابی جس کے شمال و جنوب کی طرف نیچے تین تین دکانیں اوپر شہ نشین مقام نشست گاہ ریختہ کار سفید۔

مقبرہ میراں سید صوف

اس کے اندر غرب رویہ بہت نزدیک ایک ہشت پہلو مقبرہ پختہ میراں سید صوف صاحب کا۔ لوگ ان کو حضرت میران بادشاہ کا بھائی کہتے ہیں۔ اب چند عرصہ سے محمد سلطان ٹھیکہ دار بارکر ماسٹری نے (ص ۶۷۰) تعمیر اس کی از سر نو کرائی ہے۔ اس کے پہلو جنوبی میں ایک سل سنگ مرمر کی نصب ہے جس میں یہ عبارت بخط نسخ سیاہی کے حرفوں سے کندیدہ ہے۔

Marfat.com

صوابدید صاحب عالی مناقب میجر جارج میکریگر
صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لاہور ضلع مقبرہ متبرکہ
حضرت سید موصوف قدس سرہ تعمیر کرد و
شیخ سلطان ٹھیکہ دار سرکار فیض آثار کمپنی
انگریز بہادر دام اقبال سن ۱۸۶۲ء باتمام
رسیدہ سن ۱۲۹۸ھ سمت ۱۹۱۸ء

چار پہلو خشتوں سے بند اور شرقی و غربی و شمالی میں پنجرہ ہائے گلی نصب۔ در آمد و رفت جنوب رویہ بسبب بام گردنہ' اوپر گنبد پہاڑی دار۔ گردنہ کے اوپر گنبدیاں خرد خرد' آگے چاروں طرف برابر ہیں' اب کوئی کوئی گر بھی گئی ہے۔ دروازہ میں طاق تختہ چوبی لگا ہوا ہے۔ عمارت اس کی خشتی چونہ گچ۔ میانہ میں تعویذ مزار پر انوار استرکار۔ ارتفاع کند میں محراب ہائے خوشنما موجود۔ دروازہ کے جنوب رویہ چبوترہ۔ نواحی مقبرہ پر ایک درخت برنا۔ اس کے گوشہ گنی میں ایک چاہ پختہ چرخی دار مع سبیل۔ فمابین برنا و چاہ ایک مثلث جگہ قد آدم بلند بطور پٹہ دالان نشست و برخاست کے واسطے۔ شمال کی طرف اس مقبرہ کے ایک چاہ مبنیہ راجہ دینا ناتھ صاحب۔ اس پر بھی گنبد پہاڑی دار ظاہرا" ہم شکل مقبرہ۔ آگے بعہد سکھاں یہ چوک خراب اور خوشنمائی اس کی بگڑ گئی تھی۔ یعنی چوک کے اندر کئی اور دکانیں بن گئی تھیں' مگر اب حسب الحکم سرکار انگریزی ہیئت اصلی پر آگیا ہے۔ گنبد اس چاہ کا بھی سفید ہشت پہلو۔ چاروں طرف چار در محرابی۔ گوشہ گنی میں باہر ایک چوبچہ۔ تین زینہ چڑھ کے زیر کند چاہ چرخی دار۔ وہاں سے صرف ہندو لوگ پانی بھرتے ہیں۔ چوبچہ سے اوپر والی دیوار گنبد میں ایک سل سنگ مرمر کی طویل نصب۔ اس میں یہ تحریر ہے۔

امارات و ایالت دستگاہ' خیر اندیش دولت عالیہ' دیانت دار مشیر
خاص' مدارالمہام راجہ دینا ناتھ راجہ کلانور بصوابدید صاحب عالی
مناقب میجر جارج میکریگر صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع لاہور تیاری
عمارت چاہ ہذا در سمت ۱۹۰۸ مطابق سن ۱۸۵۱ء بصرف بزر خود نمود۔

اور ایک نیم سطر گور مکھی ہے۔

دوسری عمارتیں

در کلاں شرقی کے اندر نیچے البتہ اور بہر دو طرف جوک میں مفصلہ ذیل دکانیں ہیں۔

Marfat.com

میانہ دروازہ مذکورہ اور اس کے شمال رویہ نو دکانیں' جنوب رویہ سات دکانیں۔ اس چوک کے شمال و ایساں کی طرف حویلی راجہ صاحب بہادر۔ غرب رویہ عمارت حویلی ان کی کے ایک طویلہ جو سابق میں ایک کٹہرہ تھا جو نواب وزیر خان نے وقف کر کے شامل مسجد ہذا کے کیا تھا۔ اندر اس کے مزار پرانوار حضرت میراں سید بلند صاحب کی ہے۔ وہ بھی بھائی حضرت میراں بادشاہ کے مشہور ہیں۔ شمال رویہ چوک کے میانہ میں ایک در محرابی جس کے اوپر عمارت متعلقہ حویلی راجہ (ص ۶۷۱) صاحب موصوف سرگباش۔ اس کے شرق و غرب کی طرف مفصلہ ذیل دکانیں۔ شرق رویہ' غرب رویہ' اسی طرح جنوب رویہ اٹھارہ دکانیں عمارت قدیمہ مبنیہ نواب مرحوم۔ غرب رویہ چوک مسجد وزیر خان مرحوم کے شمال رویہ اس کے شارع عام بازار فیمابین مسجد و طویلہ کہ جس میں مزار سید بلند صاحب کی ہے' ایک دروازہ کلاں محرابی پختہ چونہ گچ ریختہ کار۔ اس کے نیچے شمال و جنوب رویہ ایک ایک دکان۔ بالمشافہ اس درکلاں کے غرب کی طرف کوتوالی۔ فقط

عمارت مسجد

اب حال عمارت مسجد تحریر کرتا ہوں۔ شرق رویہ بطرف چوک ایک دروازہ کلاں محرابی کانسی کار ایک منزل بلند بازار سے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ دروازہ کے شمال و جنوب رویہ دکانیں محرابی قالبوتی خشتی بایں تعداد (؟) شمال رویہ جنوب رویہ ان کے اوپر باہر کی طرف کھڑکیاں خرد جن کے اندر دکانیں بالائی' جن کا حال اندرونی میں تحریر ہو گا۔ دروازہ دو درج والا' باہر سے ایک منزلہ اور اندر سے دو منزلہ یعنی باہر کی طرف در محرابی کلاں جس کے باہر تمام کار کانسی۔ دونوں بغلوں میں بطرف شمال و جنوب تھڑیاں طولانی سنگ سرخ کی۔ تھڑیوں کے اوپر تا سر محراب تمام نقاشی گلکاری۔ ارتفاع در بیرونی کے میانہ میں نیچے ایک اور در محرابی جس کے اوپر شہ نشین' تین کھڑکیاں محرابی اس کے باہر' شرق رویہ' جن میں پنجرہ ہائے سنگ سرخ لگے ہوئے ہیں۔ محراب کلاں بیرونی کے باہر' شرق رویہ پہلوئے شمالی اور جنوبی میں بطور بخارچہ ہا' جن کے تین تین دریچہ محرابی مرغولی باہر کی طرف اور ایک ایک بغلوں میں۔ بالائے دریچہ ہا گردنہ۔ اس کے اوپر صورت نیم گنبدی۔ نیچے پایہ مع کٹہرہ ہائے سنگ سرخ۔ رخ دروازہ کا مشرق کی طرف رنگ آمیز چینی کے کام والا۔ شمال رویہ باہر دروازہ کے بخارچہ کے اوپر دو کتبے بالائی بخط نسخ و قلم جلی مرقوم ہیں۔

Marfat.com

در عهد ابو المظفر صاحبزاده ثانی شاہجہان بادشاہ
غازی اتمام یافت، فقط

اس کے نیچے والے کتبہ میں یہ مرقوم ہے۔

بانی بیت اللہ ثانی فدوی باخلاص مرید خاص الخاص
قدیم الخدمت وزیر خان

دو سطر نیچے اس کے بخارچہ۔ اس کے نیچے اور کتبہ کلاں محرابی منقش کانسی کار۔ اس میں یہ تحریر ہے۔

ھو الجامع

این خانہ کہ ہست چون فلک مظہر فیض
دارد چون حریم کعبہ سر در سر فیض
ہر چہرہ اہل قبلہ این در بمراد
تاحشر کشادہ باد ہمچو در فیض

اس طرح جنوب رویہ، بالائے بخارچہ، دو کتبے۔ زیر و بالا میں یہ شعر تحریر ہے۔

سال تاریخ بنائی مسجد عالی مقام
از خرد جستم بگفتا سجدہ گاہ اہل فضل

اور بائیں والا میں یہ۔

تاریخ این بنای چو پرسیدم از خرد
گفتا بگو کہ بانی مسجد وزیر خان

بخارچہ کے نیچے اور کتبہ۔ اس میں یہ مرقوم ہے۔

ھو

دھقان درود بحشر ای نیک سرشت
در مزرعہ جہان ہر آں چیز کہ کشت
در باب عمل بنای خیری بگذار
کاخر ہمہ را رہست زین در بہ بہشت

کتبہ (ص ۶۷۲) محمد علی

Marfat.com

سر محراب کلاں ہذا کے میانہ میں افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ سن ۱۰۴۵ اور اس دروازے کے گوشہ شمالی و جنوبی ہر دو گبندیاں خرد طولانی جو اب اوپر سے مسمار اور میخیں آہنیں ان کی نظر آ رہی ہیں۔ فقط

آٹھ زینہ سنگ سرخ کے چڑھ کے اوپر کرسی در مسجد پر جانا ہوتا ہے۔ یہ زینہ چڑھ کے محراب میانہ کی بغلوں میں بطرف شمال و جنوب دو محراب بطور نشست گاہ۔ اندر اس کے ڈیوڑھی مسجد جس کے اوپر میانہ میں گنبد کلاں عالیشان خشتی پختہ۔ عمارت اس کی ہشت پہلو باین صورت کہ شرق رویہ دروازہ مذکورہ بالا اور غرب رویہ ایک اور دروازہ محرابی اندرون مسجد جس کے اوپر اندر کی طرف کتبہ کاشی کار ہیں۔ یہ بیت بقلم جلی تحریر ہے۔

محمد عربی کابروی ہر دو سراست
کسی کہ خاک درش نیست:::: خاک برسر او

عمارت اس دروازہ کی بھی دو درجہ والی ہے۔ شرق کی طرف ایک محراب کلاں اور جنوب رویہ اس سے ذرا خرد اور محراب۔ اسی طرح بطرف شمال اور جنوب گنبد ہذا کے اور دو دروازے، ارتفاع میں چاروں برابر۔ اندر کی طرف سے نیچے سرزمین فرش خشتی اور گوشہ کُنی و بایب و ایساں و نیرت میں چار دکانیں۔ اسی طرح اوپر ان دکانوں کے نشست گاہیں بطور شہ نشین، گوشہ والیں خرد اور بہر چار طرف کلاں کلاں۔ شمال و جنوب رویہ ان مکانوں کے تین تین دریچے بایں طور کہ میانہ محرابی کلاں اور بغلی خرد مربع طولانی۔ شرق رویہ باہر کی طرف وہ سہ دھنہ کھڑکیاں جو در بیرونی کے حال میں قلم بند ہو چکی ہیں۔ غرب رویہ بالائی در اندرونی کے جس پر محمد عربی تحریر ہے ایک در محرابی۔ اوپر میانہ میں ایک در محرابی۔ اوپر میانہ میں گنبد اور غرب رویہ اس کے گوشہ جنوبی و شمالی پر دو مینار بارہ بارہ محرابی مرغولی والے۔ ہر دریچے میں کٹہرہ ہائے سنگ سرخ کے نصب۔ فقط

گنبد کے در شمال و جنوبی کے باہر کا حال

در شمال رویہ زیر گنبد کے باہر، شمال و جنوب رویہ بہر دو طرف یعنی شرق و غرب دو طرفہ دکانات بدیں تفصیل۔ شرق رویہ چار غرب رویہ چار۔ جن کے باہر برآمدے محرابی مرغولی خشتی قالبوتی اور اندر کوٹھڑیاں ان میں حسب الحکم بانی مجلدی لوگ بے کرایہ بیٹھے ہیں۔

تفصیل قابضان۔

Marfat.com

جو بطرف شرق چار دکانیں ہیں ان پر ان شخصوں کا قبضہ ہے۔ مرزا عظیم بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر خلف مرزا اکرام بیگ صاحب مرحوم۔ نبی شاہ ولد مراد بخش مجلدی حال بجائے خود فقیر کامل حافظ بخش، خیر دین، فضل دین پسران میاں محمد بخش صحاف مرحوم۔ عبداللہ مجلدی برادر زادہ میاں محمد بخش۔ اور غرب رویہ پر ان لوگوں کا قبضہ ہے۔ جان محمد گگرہ سابق کاتب حال مدرس۔ نبی شاہ ولد مراد بخش مجلدی پسران بسا مجلدی۔ محمد بخش موٹا۔ پسران عظیم اللہ مجلدی۔ لطیف علی شاہ مجلدی۔ ولی مجلدی۔ مرزا ایزد بخش نبیرہ بانی۔ (ص ۵۷۳) شہاب الدین پسران اللہ بخش مجلدی۔ کموں پسر ستار شاہ مجلدی یک مقبوضہ خدا بخش مجلدی یک۔ مہر شاہ، سائیں صادق علی ا ایہ جدول کش سیاہی والا۔ قاضی خیر بخش۔

شرق رویہ دکانوں کے میانہ میں ایک ایک دروازہ جن کے آگے ایک ایک تھڑہ تین تین زینہ والا۔ یہاں سے چڑھ کے اوپر دکانات وغیرہ مقام چوکھنڈی و شہ نشین ہائے زیر گنبد کلاں پر جاتے ہیں۔ ان دو طرفہ دکانات کے شمال و جنوب کی طرف اور دو در محرابی کلاں، جن کے اوپر مکان المشہور چوکھنڈی خشتی قالبوتی، جن کے شمال و جنوب رویہ سہ دہنے پنجرہ ہائے گلی سے مسدود ہیں۔ میانہ کے میانہ میں ایک ایک کھڑکی نظر انداز۔ در شمالی کے اوپر جو چکھنڈی ہے یہ مدت سے زیر قبضہ مرزا اکرم بیگ صاحب ہے۔ اس کے نیچے طرف شرق و غرب تھڑیاں طولانی سنگ سرخ کی، سات زینہ سنگ کے چڑھ کے اس پر آنا پڑتا ہے۔ ماسوا اس کے شمال رویہ زیر مسجد انیس دکانیں۔ فقط۔ جنوب رویہ دکانات کے بھی ہی در کلاں مع چوکھنڈی۔ اس چوکھنڈی پر مرزا بیگ رشتہ دار امام اللہ بخش کا قبضہ ہے۔ ان چوکھنڈیوں کے دھنوں میں اکثر پنجرہ ہائے سنگین نصب ہیں۔ ان دکانات مجلدیوں کے اوپر لب بام گردنہ مع پیل پایہ ہاتھی مگر اب بعض بباعث بے مرمتی مسمار ہو گئے ہیں۔ فقط۔

حال اندرون مسجد

صحن مسجد میں تمام فرش خشتی۔ چاروں طرف حجرے قالبوتی جن کے مہروں پر کار کاشی خوش اسلوب۔ صحن کے اندر ایک حوض دہ در دہ مربع دس گز طول و عرض میں۔ میانہ میں ایک فوارہ۔

اب مسجد کے اندر بیٹھ کر حال تقطیع مسجد تحریر ہوتا ہے۔ شرق رویہ میانہ میں دہ در جس کے اوپر محمد عربی کتبہ کاشی کار برنگ بسنتی تحریر ہے۔ اس کے اوپر ایک دریچہ محرابی در والا۔ اوپر اس کے دو مینار خرد بارہ در والے جس کا حال حال ڈیوڑھی میں مندرج ہے۔

Marfat.com

اس کے شمال و جنوب رویہ حجرے بائیں تعداد۔ جنوب رویہ ۵ شمال رویہ۵۔ متصل دروازے کے دونوں طرف دو زینہ اوپر جانے کے واسطے مقام اندرونی گنبد ڈیوڑھی کے۔

تفصیل قابضان ہر شش حجرہ ہائے شرقی۔

فرید درویش۔ الہیا کفش برادر مسجد۔ رحیم شاہ جاروب کش۔ مقبوضہ امام مسجد تین۔

جنوب زویہ میانہ میں ایک مقام چوکھنڈی دو منزلہ' ارتفاع میں سقف حجروں سے ایک منزل بلند' مقبوضہ امام مسجد۔ اس کے نیچے بطرف صحن مسجد غرب کی طرف زینہ اوپر جانے کا اور شرق رویہ ایک در خرد واسطے آمد و رفت۔ مسجد کے میانہ میں ایک حجرہ المشہور بارہ دری والا جس کے اندر حوض اور آبشار اور فوارے بنے ہوئے ہیں اور تاحال جاری جنوب کے باہر اس دروازے کے ایک مقام المعروف باغیچی وزیر خان ہے (ص ۶۷۴) اسی میں چاہ چرخ چوب والا آسمانی مع بارہ فوارگان۔ اور اب چند عرصہ سے اس کے اندر ایک مقبرہ خشتی بنا ہے جس میں حضرت امام گاموں صاحب جد امجد امام موجودہ حال کے دفن ہوئے ہیں۔ وفات ان کی سن ۱۲۳۵ میں واقع ہے۔ مسمی میاں محمد ولد امام اللہ بخش امام مسجد ہے۔ پاس اس کے ایک چبوترہ پختہ پر اور چند قبور۔ یہاں ایک درخت نیم بڑا مشہور ہے۔ فقط

اس چوکھنڈی جنوبی کے شرق و غرب رویہ مفصلہ ذیل حجرے ہیں۔

شرق رویہ ۵۔ غرب رویہ ۸

ان میں سے ایک حجرہ کریم بخش باغبان کے قبضہ میں ہے جو خدمت چرخ و چوب و حوض کرتا ہے اور قبضہ میں سے ایک حجرہ موری والا خالی ایک میں کریم بخش مجاور خانقاہ حضرت میراں بادشاہ صاحب۔ ایک جاروب کش۔ ایک میں ماشکی۔ ایک میں بوٹے شاہ متولی۔ ایک پھر خالی بایں مراد رہتا ہے' کہ جس مجاور کی نوبت ہو وہ اپنا اسباب آنروز اس میں رکھے۔ حجروں میں اسباب خانقاہ اور ایک میں امام الدین ولد حسن الدین مجاور رہتا ہے'

فقط

اسی طرح شمال رویہ' بطرف بازار' میانہ میں چوکھنڈی۔ یہ بھی مقبوضہ میاں محمد امام مسجد ہے۔ نیچے صحن مسجد بھی ایک بالشت بلند۔ در محرابی کلاں جس کے اوپر میانہ میں دریچہ خرد۔ اوپر بطرف شرق و غرب ایک ایک دروازہ اور ایک ایک زینہ اوپر جانے کے واسطے۔ باہر بر سر بازار در محرابی جس میں کٹہرہ سنگ سرخ کا نصب ہے۔ اوپر صرف ایک ایک دریچہ خرد۔ اندر اس در محرابی کلاں کے' دونوں طرف بطرف شرق و غرب ایک ایک زینہ واسطے اوپر جانے منزل اول چوکھنڈی کے شرق کی طرف پانچ حجرے اور غرب کی طرف آٹھ۔ ان

Marfat.com

میں یہ لوگ قابض ہیں۔ مرزا امیر بیگ چرخ مان۔ عمردین نقاش۔ فضل دین وغیرہ پسران محمد بخش صحاف مرحوم۔ امیر بخش و چراغ و رمضان پسران خیر دین مرحوم مورشہ میاں حامد اللہ امام مسجد۔ دتا شاہ' حافظ محمد یار مرحوم' مولوی امام الدین امام مسجد بادشاہی۔ حافظ محمد یار علاقہ امام' مرزا اعظم بیگ۔ فخر الدین شکاک' ملک لاڈا۔

صحن مسجد کے تین درجہ ہیں۔ اول شرق رویہ جنازہ گاہ۔ پھر غرب رویہ متصل اس کے بارتفاع یک مشت حد صحن مسجد نماز گاہ۔ پھر اس کے غرب رویہ حد زیر گنبد ھا حد شرقی سے لے کر تا دیوار غربی اندرون زیر گنبد ھا طول ۶۵ ذرعہ اور حد شمال سے جنوب تک چالیس ذرعہ۔ حوض کے گوشہ نیرت میں مزار حضرت میراں بادشاہ صاحب جن کا حال تحریر ہوا ہے۔ صحن مکان نماز گاہ کا عرض ۱۲ ذرعہ۔ اس کے غرب کی طرف میانہ محراب کلاں جس کے نیچے اور ایک محراب اس سے خرد۔ اس کی بغلوں میں بطرف شمال و جنوب اور دو دو محراب جن کا ارتفاع محراب میانہ کے برابر تک پانچ ذرعہ۔ ان محرابوں کے باہر شرق و غرب کی طرف دو مینار کلاں اور دو بطرف شمال و جنوب۔ (ص ۶۷۵) اس در بیرونی اندرونی پر محمد عربی تحریر ہے۔ کل چہار مینار کانسی کار منقش' خوشنما' نہایت عمدہ' ہشت پہلو۔ اوپر ان کے بارہ بارہ در محرابی مرغولی جن میں پنجرہ ہائے سنگین نصب۔ لب بام گردنہ خوشنما۔ اوپر میناروں کے گنبدوں پر بھی کار کانسی' فقط

ہر پنج محراب ہائے مسجد کے باہر کی طرف شرق رویہ تمام کار کانسی جس سے محرابوں کے اوپر متصل لب بام بخط عربی تمام آیات قرآن شریف و احادیث مرقوم ہیں۔ ہر دو محراب ہائے حد شمال کے میانہ میں دو کتبے کانسی کار زیر و بالا۔ اوپر والے کی زمین سفید اور اس میں بخط ثلث لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور ابو بکر' عمر' عثمان و علی تحریر ہے۔ **قال علیہ السلام المومن فی المسجد کالسمک فی الماء والمنافق فی المسجد کا الطیر فی القفس۔ قال علیہ السلام ان ملا نکتہ اللہ یقتلون علی السیف الاول** محراب کلاں میانہ کے پہلو شمالی میں چھ کتبہ کانسی کار ہیں۔ اس میں سے پانچ گلکار اور نیچے والے میں یہ تحریر ہے۔ **قال علیہ السلام والصلواۃ الجماعتہ تفضیل صلواۃ الواحد الف وسبع وعشر درجۃ** درجہ۔ جنوب رویہ کتبہ بائیں والا میں یہ تحریر ہے۔ **قال علیہ السلام۔ یاتی علی الناس فی رجال یکون حدیثھم فی المسجد فی امر الدنیا۔** اور ہر دو پہلو فرش محراب میانہ کلاں سورہ انا فتحنالک فتح۔ اوپر آیتہ الکرسی تحریر ہے۔ ہر دو محراب ہائے جنوبی کے میانہ میں دو کتبہ۔ بالائی میں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ابو بکر و عمر'

Marfat.com

عثمان و علی تحریر ہے اور نیچے والی میں آیات متفرقہ۔ امین شمالی کے اندر جاتے ہی دیوار شمالی
میں ایک در محرابی زینہ کا ہے۔ یہاں سے اوپر سقف مسجد کے جاتے ہیں۔ بالائے سقف
مسجد پانچ گنبد میانہ کلاں بغلی بہ نسبت اس کے ذرہ خرد۔ فقط

زیر سقف و گنبد جو درجہ مسقف ہے عرض اس کا گیارہ گز اور طول بدستور۔ اندر
دیوار غربی میں پانچ محراب جن کے سروں پر بطور منفرط آیات قرآنی درود شریف چونہ سے
مرقوم ہے۔ اسی طرح گنبدوں کے دروں میں تمام آیات قرآنی بخط ثلث تحریر ہیں۔ دیوار
جنوبی میں ایک در محرابی۔ یہ بھی زینہ بالائے سقف مسجد جانے کا ہے۔ زیر گنبد ہا شمال کی
طرف سے جنوبی دیوار تک پانچ محراب جو گنبدوں کے نقرئے دکھا رہی ہیں۔ عقل کام نہیں
کرتی کہ کس طرح سے تفصیل عمارت اس کی کی جائے۔ شمال کی طرف دیوار شمال میں بحد
مسقف بر سر بازار ایک مکان سہ دحنہ دو منزلہ قالبوتی۔ اس کے اندر تین درجہ۔ ہر درجہ
میں باہر کی طرف در محرابی جس میں کٹہرہ ہائے سنگ سرخ نصب ہیں۔ اندر کی طرف فقط
ایک در محرابی جس کے اندر جا کر تمام سیر سہ دحنہ اور بازار کی ہو جاتی ہے۔ اندر باہر
دیوار شمالی کے محرابوں کے (ص ۶۷۶) مرغول پر تمام کار خشتی و کاشی کا بدرجہ کمال خوشنما۔
زیر سقف مسجد عام نقاشی خوشنما۔ محراب اندرونی کے پاس ایک منبر چوبی رکھا ہوا ہے اور
جس قدر تحریر اس درجہ کی دیواروں پر ہے اگر تحریر کی جائے تو یقین ہے کہ بقدر کئی
سیپاروں قرآن شریف کے ہو جائیں۔ فقط

اطراف

غرب رویہ دیوار غربی کی پشت میں آٹھ پرنالے آب ریز مسجد کے اوپر سے نیچے
متراب خصی جاری ہیں۔ غرب رویہ اس کے بفاصلہ ایک شارع عام کوچہ کلالاں کوچہ
مشہور ہے' فقط مسجد ہذا کے جنوب کی طرف زمین پست حد شمالی و شرقی و غربی کے ایک منزل
بلند ہے۔ کیونکہ در شمالی بیرونی مسجد سے لے کر الی در جنوبی سے تمام جنوب رویہ تا موچی و
اکبری دروازہ زمین بلند ہے۔ اور بقیہ ہر سہ اطراف بقدر ایک منزل نیچان کیونکہ ادھر نیچے
دکانیں ہیں اور ادھر برابر زمین کے گنبد۔ ڈیوڑھی کے جنوب کی طرف جو دروازہ مع
چوکھنڈی ہے اب اس کو اینٹوں سے بند کر کے اس میں ایک خرد دروازہ لگایا ہوا ہے۔ اسی
باعث سے اب اس دروازے کا نام تاکی والا دروازہ مشہور ہے' فقط

تفصیل زینہ ہائے مینار ہا۔ صحن مسجد سے تا سقف مسجد عدد اور وہاں سے اوپر کل عدد

۱۷۰۔

Marfat.com

اوقاف

(ص ۶۷۷) نواب وزیر خان مرحوم نے واسطے دوامی استحکام و رونق مسجد کے دو رویہ بازار مع دکانات و بالا خانہ ہا مسجد سے لے کر تا بدھلی دروازہ مع سرائے و حمام ماسوا اس کے کئی کٹہرے اور حویلیاں اور ایک دو گاؤں اس کے شامل کر کے وقف کیے تھے۔ چنانچہ اب تک دکانات پائین مسجد وغیرہ مکانات ملحق اس کے مقبوضہ اولاد ؤ خدام مسجد ہیں۔ آفرین کرنا چاہیے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو کہ باوجود بیگانگت مذہبی و خام طبعی معہودہ خود اس کی طرف چنداں متوجہ نہ ہوا۔ بلکہ سرائے مشمولہ میں چندے توپ خانہ سرکاری ڈیرہ فگن ہو تو کرایہ ماہواری اس کا اولاد نواب وزیر خان کو دیتا رہا۔ مگر تو بھی گاؤں وغیرہ اکثر مکانات ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ تاحال اکثر خدام قدیمہ کا گزارہ انہیں املاک کے کرایہ پر ہے۔ مثلاً مہر کریم بخش ایک شخص معزز اولاد مہر مہنگا سے کہ جس کا مفصل حال باغبان پورہ میں مندرج ہے' ابتدا سے خدمت چرخ وچوب و حوض پری کرتا ہے۔ اس کے قبضہ میں سابق تیس اور پندرہ دکانیں ہیں جن کا کرایہ کھاتا ہے۔ اور چند دکانوں پر اس نے اپنی گرہ سے صدہا روپیہ خرچ کر کے بالا خانے بھی تیار کرائے ہیں۔ قس علی ہذا متولی بوٹے شاہ' امام و جاروب کشاں وغیرہ بھی قابض ہیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر اس کی ضبطی کی طرف ضرور توجہ فرماتے مگر سکھوں میں مشہور ہے کہ نواب وزیر خان مرحوم جناب گورو ارجن صاحب سے نہایت ارادت مندانہ پیش آتا رہا تھا۔ آری۔ نیکی کن و در چاہ انداز نیکی کا ثمرہ جناب الٰہی کبھی ضائع نہیں فرماتے اور صلح کلی اور بے تعصبی عجب دولت ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔

حافظ گر وصل خواہی صلح کن باخاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

حال ڈیرہ گرو ارجن صاحب میں نواب صاحب کی ارادت کا بجناب گورو ارجن صاحب مرقوم ہے۔ جو چاہے دیکھ لے' فقط

مزار حضرت میراں بادشاہ

(ص ۶۷۶) حضرت میراں بادشاہ کے مزار کی عمارت کا یہ نقشہ ہے کہ اول ایک دالان جس کا طول پانچ گز اور عرض اڑھائی گز خشتی استر کار۔ اس کے شمال و جنوب کی طرف تین تین در محرابی اور ایک ایک در بطرف شرق و غرب۔ شمال رویہ دالان ہذا متصل ایک

Marfat.com

حلقہ چار دیواری تا بکمر بلند۔ طول اس کا سات گز اور عرض پانچ گز۔ اس کے میانہ میں تعویذ قبر خشتی بہ نسبت اور مزاروں کے ذرا طویل چونہ گچ۔ نیچے اس حد چار دیواری کہ مقام تہ خانہ۔ اس میں آٹھ زینہ نیچے اتر کر مقام خانقاہ میں جانا ہوتا ہے۔ وہاں اصل مزار حضرت کی ایک چبوترہ بلند پر موجود ہے اور باہر اوپر بطور نقل کے۔ سبحان اللہ عجیب نورانی مکان ہے۔ شب و روز عوام و خاص زن و مرد حل مشکلات کے واسطے وہاں حاضر رہتے ہیں۔ اوپر دالان میں مجاور بیٹھے ہیں۔ اب یہاں کا سجادہ نشین امام الدین بن حسن دین ہے' فقط

(ص ۶۷۸) حال جناب حضرت میراں بادشاہ مرحوم

ساکنین لاہور اگرچہ اس مزار پر انوار کا بجان ادب کرتے ہیں اور کرامات و خوارق عادات تاحال جاری مگر افسوس کہ حال مفصل ان کا چنداں کسی کو معلوم نہیں۔ کمترین کو ان کے حال کے دریافت کی طرف بدرجہ کمال خیال تھا سو بمہربانی مشفقی مفتی غلام سرور (ص ۶۷۹) صاحب خزینتہ الاصفیا یہ آرزو پوری ہوئی۔ انہوں نے بتلاش تمام حال ان کا رسالہ تحفتہ الواصلین سے اس طرح پر ارقام فرمایا ہے کہ وطن اصلی ان کا شہر گازرونی جو ملک فارس میں واقع ہے' تھا اور بیعت بخدمت عبدالمغیث گازرونی جنیدی کے تھے۔ بعد عطائے خرقہ خلافت حضرت کو حکم روانگی لاہور کا ہوا۔ جب حسب الحکم پیر اپنے کے یہاں وارد ہوئے تو لاہور کے محلہ رڑہ میں سکونت اختیار کی۔ ازانجا کہ عالم فاضل اور شیخ کامل تھے فیضان ظاہری و باطنی سے اکثر اشخاص مستفید ہونے لگے۔ وفات آپ کی سن سات سو چھیاسی میں واقع ہوئی۔ چنانچہ مفتی صاحب نے مادہ تاریخ وفات آپ کا بسم اللہ الرحمان الرحیم سے نکالا ہے۔

بعد وفات حضرت یہاں مدفون ہوئے اور مزار خام حسب الوصیت آپ کے بنائی گئی۔ بعد چندے قدرت الٰہی سے حضرت کی مزار پر انوار پر ایک ایسا نہالچہ بیلدار خود بخود نمودار ہوا کہ تمام مزار کو اپنی بیل سے ڈھانپ دیا۔ پھر اس سے ایسا فیضان عام جاری ہوا کہ ہر مریض کو اس کے کھانے سے شفا ہو جاتی تھی۔ اس باعث سے نام نامی حضرت کا پیر سبز مشہور ہو گیا۔ عملداری لودھیاں میں ایک شخص مسمی نادر خان امیر الامراء نے حویلی اپنی متصل مزار حضرت کے تعمیر کرائی۔ اگرچہ مزار حضرت کو اپنی حویلی میں لے لیا مگر تو بھی گرد اس کے ایک حجرہ خشتی بنوا دیا۔ اس وقت بباعث نہ لگنے ہوا کے وہ نہالچہ خشک ہو گیا۔ وہ حویلی تا شروع عمارت مسجد ہذا موجود تھی۔ وزیر خان مرحوم نے خرید کر کے داخل مسجد کی

Marfat.com

اور مزار حضرت بعملوت موجودہ حال تیار کرائی۔ مفتی صاحب موصوف نے یہ مادہ تاریخ آپ کا ورج کتاب خود فرمایا ہے۔ نحو ہذا۔ تاریخ وفات سید ابو اسحاق میراں بادشاہ لاہوری۔

سید اسحاق ولی پادشاہ
گشت چون زین دھر جنت مقیم
سال وفاتش عجب آمد ز دل
بسم اللہ الرحمان الرحیم

(ص ۶۷۶) حال امام گاموں صاحب مرحوم

جن کا مقبرہ باغیچہ میں متصل چاہ چرخ چوب والا موجود ہے۔ یہ امام غلام محمد صاحب مشہور امام گاموں بن محمد صدیق سلسلہ قادریہ میں خادم حضرت عبداللہ شاہ کے تھے کہ جن کا حال مفصل ان کے مقبرہ واقع شمال رویہ موضع مزنگ میں درج کتاب ہذا ہو چکا ہے' آباو اجداد سے اس مسجد کے امام چلے آتے تھے چنانچہ بیٹا ان کا حافظ اللہ بخش ہمارے دیکھتے دیکھتے امام تھا۔ عرصہ چھ سال سے فوت ہو گیا۔ اب بیٹا اس کا میاں محمد بدستور امام ہے۔ یہ امام گاموں صاحب واعظ اور شاعر اور نیز (ص ۶۷۷) فقیر کامل صاحب تاثیر تھے۔ اکثر اشعار پنجابی ان کے عارفانہ اور عاشقانہ زبان زد خاص و عام ہیں۔ خدام ان کے چنداں پابند شرع نہیں مگر عقیدہ ان کا بہ نسبت ان کے سخت محکم نظر آتا ہے۔ اب تک سال بسال عرس ان کا مع مجلس ہوتا ہے' فقط

تشریح عمارات و حالات نواب وزیر خان صاحب مرحوم

ماسوا اس جامع مسجد کے اندرون دروازہ ٹکسالی ایک اور مسجد پختہ بنیہ نواب صاحب مرحوم ہے۔ عمارت اس کی چونہ گچ ریختہ کار خوش سلیقہ۔ حال اس کی تعمیر کا یہ ہے کہ جس وقت نواب صاحب مرحوم تعمیر مسجد ہذا میں مشغول تھے اس وقت میں بود و باش ان کی متصل بازار کھاری کھوئی' جہاں اب مکانات فقیر صاحبان ہیں' تھی۔ ازاں جا کہ یہ حضرت بدرجہ کمال متعبد دین دار (ص ۶۷۸) قائم اللیل دائم الصوم تھے لہذا بخیال فراغ عبادت سن ایک ہزار اڑتالیس میں سردست وہ مسجد بسرعت تمام تر عرصہ تین ماہ میں تعمیر کرائی۔

بعدازاں سن ایک ہزار اڑتالیس ہجری مقدس میں ایک حویلی عالیشان اندرون دروازہ شاہ عالمی بر سر بازار بنوائی۔ چنانچہ اب تک نشان اس کے مع دروازہ موجود اور نام اس کا

Marfat.com

پری محل مشہور ہے۔ وجہ تسمیہ اسم پری محل میں اختلاف ہے۔ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ بعہد نواب خان بہادر نواب یحییٰ خان نے ایک کنیز باتمیز' ماہ رو' پری ثانی سے نکاح کر کے اس حویلی میں سکونت اس کی تجویز فرمائی اور بپاس خاطر اس کے ایک رنگ محل اس کے میانہ میں بنوایا جس کا نام پری محل مشہور ہوا۔ اور بعضوں کا مقولہ ہے کہ نواب وزیر خان صاحب نے متعلق اس حویلی کے ایک پائیں باغ تعمیر کرا کے نام اس کا حدیقہ الارم رکھا تھا۔ اس میں ایک محل میانہ تھا جس کو پری محل کہا کرتے تھے۔

بعد ازاں وہ باغ تیار کرایا جس میں اب کتاب گھر ہے۔ حال اس کا علیحدہ درج کتاب ہذا ہو چکا ہے۔

افسوس کہ دنیا مقام ماند و بود نہیں۔

این عمر کہ بی آب بہ بینی آن را
نقشی است کہ بر آب بہ بینی آن را
دنیا خوابی و زندگانی در وی
خوابی است کہ درخواب بہ بینی آن را

سن ایک ہزار چون ہجری میں نواب صاحب مرحوم بعارضہ تپ را ہگرائے عالم بقا ہو گئے۔ فقط

تین حاکموں کے عہد تک عمارات اس حویلی کی موجود تھی۔ بعدہ رو بخرابی لاتے گئے۔ عہد مہاراجہ میں درج نزول ہو کر چندے آوارہ پڑی رہی اور چندے کنور نونہال سنگھ صاحب کا اصطبل مقرر ہوا۔ ان ایام میں کوئی دل پسند گھوڑا ان کا برنگ کبوترہ سقط ہو گیا۔ اس کی یادگار کے واسطے بشکل اس کی کی قبر یہاں بنی۔ مدت بھر ناچ ٹاپ اس پر ہوتے رہے' بلکہ مزار گھوڑے شاہ مشہور ہوئی۔

ابتدائے عملداری انگریزی میں اول یہاں تھانہ مقرر ہوا۔ پھر نیلام میں سلطان ٹھیکیدار نے خریدی۔ اب بطور کھنڈر پڑی ہے' مگر نام دروازہ جو قائم ہے اس میں اب دم تحریر دکان آبکاری اور اندر متصل اس کے برانچ اسکول سرکاری جاری ہے۔ چند کوٹھی مع چار دیواری موجود۔ ماسوا اس کے بر سر بازار تمام دکانیں آباد ہیں۔

چشم کشا صنع الٰہی ببین۔ خیال کرنا چاہئے کہ جب نواب صاحب ناظم لاہور تھے اس مقام پر کیا رونق ہوتی ہو گی۔

آن قصر کہ برچرخ ہمی زد پہلو

Marfat.com

بیت

بر درگہ آن سران نہاوندی رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختہ ای
بنشستہ ہمی گفت کہ کو کو کو کو

(ص ۶۷۹) حال مسجد محمد صالح کمبوہ مرحوم

ازانجا کہ کار کانسی و چینی فی زمانہ تیار نہیں ہوتا اور جہاں کہیں ایسی عمارت ہوتی ہے سیاحان ندرت پسند شوق دلی سے ملاحظہ فرماتے ہیں۔ ماسوا اس کے رونق امصار بھی ایسی ایسی عمارات سے ہوتی ہے لہٰذا بنظر مناسب حال بقیہ ایسی عمارات واقع لاہور کا بھی درج ذیل کیا جاتا ہے۔

واضح رائے ناظرین باتمکین ہو کہ خاص شہر لاہور میں ماسوا مسجد جامع نواب وزیر خان کے تین مسجدیں اور کانسی کار یادگار سلف ہیں۔ ایک مسجد محمد صالح کمبوہ جو شیخ عنایت اللہ صاحب مصنف کتاب بہار دانش کا بھانجا اور نیز داماد تھا۔ عہد شاہجہانی میں ان کے (ص ۶۸۰) خاندان نے خوب ترقیاں پائیں اور عالمگیر کے دربار میں بھی باعزت و آبرو سر دفتر رہے۔ موچی دروازے سے اندر آتے ہی بالمشافہ یہ مسجد باخوشنمائی تمام کھڑی ہے۔

شرق رویہ اس کے نیچے چار اور جنوب رویہ دو دکانیں واقع ہیں اور دروازہ آمد و رفت محاذی موچی دروازہ بگوشہ گلی بباعث بھرتی اور فرشوں کے در دکانات کا ربع غرق فی الارض ہو گیا ہے۔ اسی باعث سے ان چھ دکانوں کا کرایہ ایک روپیہ ماہواری امام کو حاصل ہوتا ہے۔ عمارت دروازہ محرابی۔ اندر' اس کے نیچے' اور در محرابی جس کے اندر طاق چوبی موجود۔ باہر پیشانی پر کام کانسی بطور طاقچہ ہا۔ سر پر تین کتبہ۔ کتبہ شرقی میں۔ بانی این مسجد زیبا بنا۔ اور میانہ میں۔ بندہ آل محمد صالح است۔ اور جنوبی میں سال ایک ہزار و ہفتادی ہجری مرقوم ہے۔ زمین ان کی بسنتی' حروف و بیل بوٹہ لاجوردی۔ در ہذا کے اندر اب پانچ زینہ خشتی موجود ہیں اور دروازہ سے نہوڑ کر آدمی اندر جا سکتا ہے۔ اوپر سر دروازہ مکان بطور چبوترہ نشست گاہ۔ اس کے غرب رویہ ایک بالا خانہ۔ در آمد و رفت اس کا گوشہ ایواں میں۔ شرق و غرب رویہ کھڑکیاں۔ صحن مسجد میں فرش خشتی' دروازوں میں خط سنگ موسیٰ کے۔ جنوب رویہ ملحقہ کوچہ آہن گراں جس میں دریائی باف بھی رہتے ہیں۔ ایک اور دروازہ معمولی' عمارت اس کی قدیمی نہیں۔ اس کے اندر بطرف شرق ایک مکان بیٹھک' جس کی شرق رویہ سربازار تین کھڑکیاں اور بطرف اندرون مسجد دو در پوشیدہ' اب خالی پڑی ہے۔ اس کے غرب کی طرف چاہ چرخی دار۔ جنوب رویہ اس کے سبیل۔ سقف

Marfat.com

مسجد پر تین گنبد چونہ گچ' اب برنگ سیاہ نظر آتے ہیں۔ کلس دار۔ یہ گنبد میانہ سے خالی نہیں۔ اگرچہ نیچے سے کھڑے ہو کے دیکھیں تو فقط قالبوتی سقف نظر آتی ہے استرا کار' خط کشیدہ' گلکار۔ دیوار غربی میں پانچ محراب میانہ کلاں' دو خرد۔ اس کی بغلوں میں جن کے آس پاس دو اور معمولی محراب۔ ارتفاع ان خرد محرابوں کا زمین سے ایک گز۔ شمالی کے آگے منبر خشتی دو زینہ والا۔ محراب میانہ کے اندر باہر تمام کار کاشی۔ مرغولوں میں دونوں طرف دائرے مثمن۔ زمین ان کی سرخ' حرف سفید۔ ایک طرف یا مقیط اور دوسری طرف یا جامع۔ باہر پیشانی پر نیچے اوپر دو دائرے۔ اندرونی میں آیتہ الکرسی اور بیرونی میں مربع دائرے اور نیز اس کے زیر و بالا نود و نہ (۹۹) نام جناب الٰہی عزاسمہ کے۔ اندر اس محراب کے ارتفاع تین دائرے طولانی۔ ان میں نو نام اللہ تعالیٰ کے' فی دائرہ تین نام۔ زمین ان کی بسنتی' رنگ تحریر لاجوردی شمالی میں یا معطی یا مانع یا ضار۔ میانہ میں یا نافع یا نور یا ہادی۔ جنوبی میں یا بدیع یا باقی یا وارث۔ پیشانی کے اوپر ایک اور ایسا ہی دائرہ ہے جو خرد محرابوں پر بھی حاوی ہے۔ (ص ۶۸۱) اس میں بھی اسمائے ذات تبارک و تعالیٰ۔ یہاں میانہ میں ایک اور دائرہ' اس میں چار سطریں آیات قرآنی کی بخط ثلث۔ اس کے گوشوں میں دو دائرے مثلثہ۔ شمالی میں یا ابو بکر یا عمر اور جنوبی میں یا عثمان یا علی بخط عربی مرقوم۔ محراب شمالی میں تمام احادیث مرقوم ہیں' مگر صرف بسم اللہ الرحمان الرحیم اور قال رسول اللہ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے اوپر پیشانی میں بھی چار سطروں میں درود شریف بخط ثلث۔ گوشوں پر یا غنی یا مغنی اسی طرح جنوبی محراب میں دیوار جنوبی میں اندر ایک محرابی در قالبوتی اور باہر سر راہ ایک اور محرابی در جس میں پنجرے گلی نصب۔ ان میں دو دریچہ نظر انداز۔ اندر پیشانی پر ایک دائرہ مثمن میں بخط ثلث محکوک سا کچھ مرقوم ہے۔ باہر صحن مسجد میں بگوشہ نیرت متصل محراب شمالی ایک درخت خرما بے برگ و شاخ کھڑا ہے۔ اس کے صدمہ سے اس محراب کا کار کاشی مع تحریر نیچے سے قدرے گر گیا ہے۔ جس کے باعث سے دو مصرعے بالکل پڑھے نہیں جاتے۔ چونہ بھی اڑ گیا ہے۔ سر صحن یہ تین محراب ہیں۔ ہر ایک محراب دھرا یعنی ایک باہر کی طرف اوپر اور دوسرا اس سے ذرا خرد اندر۔ نیچے اس کے اب جو کچھ ان محرابوں پر نظم و نثر تحریر ہے نقل اس کی کی جاتی ہے۔ محراب شمالی' جس سے دو مصرعے پڑھے نہیں جاتے' یہ تحریر موجود ہے۔

بر تو انوار تو چون عالم افروزی کند
صبح را گردد نفس انگشت حیرت در دھان

Marfat.com

باصفا و نور پاش دیده عالم توئی
پیش و پس صف های طاقت از تو چون مژگان عیان
شکل محراب کمان بازوی ایمان بود
در دعای مستجاب آماده تیر این کمان
من نگویم کعبه لیک این قدر دانم که هست
جبه اوتاد عاشق سجده این آستان
ای ستونت شمع کافوری بزم اولیا
منبر والاش در دفع عملها نردبان

محراب زیرین کی پیشانی پر خط نستعلیق چونہ پر سیاہی سے یہ مرقوم ہے۔ گوشوں پر دو ابرے۔ ان میں اللہ اور میانہ ہیں۔

محمد عربی کابروی ہر دو سراست
کسی کہ خاک درش نیست خاک برسر او

محراب بیرونی بالا کی پیشانی پر ایک دائرہ کاشی کار طولانی۔ میانہ میں برنگ لاجوردی بقلم جلی افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ اور گوشوں پر بدائرہ مرجع اللہ وانی اللہ باقی۔ دوری میں زیر و بالا بہت خوشخط زمین بسنتی پر برنگ لاجوردی الحمد والمنة کہ این مقام محمود و این کعبہ مقصود کہ صحن صفا مسکنش چوں طبق آفتاب لبالب از نور است و بام تا شام از پیشانی نورانی ہر محرابش کہ مانند جبیں روشن ضمیران نور آسا د بسان جوہر آئینہ مصفا ست۔ انوار سفیدہ صبح صادق در بروز و ظہور بحسن سعی فدوی آل محمد صالح در سال ہزار و ہفتاد و نہ ہجری صورت اتمام یافت۔ امید کہ بمقتضای درستی نیت علت رفع بار حسنات باعلیٰ درجارت و وسیلہ قبول عبادت و حصول مرضیات حضرت واہب العطایات گردیدہ ناصیہ ہر منحنی کہ بسجود این نمودار بیت المعمور نورانی شود مانند جبہ کشادہ (ص ۶۸۲) راوی مہر اور انور ہرگز جبین ملال وای ترکی کدورت نہ بیند و دست نیاز ہر حاجت مند کہ درین مکان فیض نشان بلند گردد آرزو ہای دلش پیش از حرکت لب و زبان برضوان انجامد۔

محراب جنوبی کے دور میں زمین سفید اور حروف لاجودی

آسمان فیض را صبح سعادت پرتوی
آفتاب روی نورانی طاعت پیشگان
داد یمن حرمتت لاہور را فیض حرم

Marfat.com

سرنوشت ساکنانش نیست جز خط امان
مسجد ار این است میز-لبد امامش جبرئیل
خلوت روحانیان را شمع باید بی دخان
رائگاں فیض سماوی را کجا داری قبول
طاعت مقبول بالای فرستی پیش ازان
بر کنارت صورت اتمام فایض ناشدہ
میبرند اجراش را یک یک بافلاک ارمغان
تا ہمیشہ قبلہ اسلام ہمت کعبہ است
قبلہ گاہ مومنان بادا جنابت جاودان
فقط

اس محراب زیرین کی پیشانی پر بخط عربی زمین سرخ حرف سفید یا اللہ' یا رحمان' یا رحیم مرقوم ہے۔ فقط

امام مسجد

جب محمد صالح مرحوم نے مسجد تعمیر کرائی تو مسی حافظ عبدالرحیم قریشی کو امام مسجد و متولی مقرر کیا۔ بعدازاں بیٹا اس کا حافظ بھلا اور پھر حافظ محمد بخش اور پھر حافظ رحیم بخش بعدہ اب مسی غلام نبی اور غلام یاسین امام مسجد ہیں۔ اب یہ امام صاحبان کار دیگر کر کے اپنی اوقات بسری کرتے ہیں' فقط

مرمت اور سفیدی

بعہد مہاراجہ شیر سنگھ مسی کریم اللہ دریائی باف نے مرمت شکست و ریخت سفیدی مسجد ہذا کی کرا دی تھی۔ چنانچہ دروازہ کے باہر چونہ پر تحریر شکست و ریخت بیار است فی سبیل اللہ کریم اللہ مرقوم ہے۔

بانی کی حویلی

حویلی مسکونہ بانی کے شرق رویہ اس مسجد کے تھی۔ سبحان اللہ ! اب اس میں ایک شاہ نامی دلال پشمینہ رہتا ہے۔

ایک اور چھوٹی مسجد

Marfat.com

محاذی دروازہ مسجد ہذا کے دیوار بدیوار فصل دروازہ موچی کے اندر آتے ہی غرب رویہ ایک اور مسجد قدیمی چھوٹی سی ہے۔ اب سن ۱۲۷۸ ہجری مقدس میں مشفقی حیدر شاہ صاحب نے تعمیر اس کی از سر نو کرائی۔ نیچے اس کی تین دکانیں' اوپر گوشہ گنگی کے چاہ چرخی دار' عمارت اس کی تمام سفید چونہ گچ' اور میانہ میں گنبد کلاں اور بغلوں میں دو نیم گنبد۔ پیشانی پر آٹھ گنبدیاں مع دو مینار خرد۔ تین محراب۔ محرابوں کی بغلوں میں قطع مثلثی۔ محراب میانہ پر افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ بانی مسجد حیدر شاہ سن ۱۲۷۸ ہجری۔ اور ہر دو محراب ہائے جنوبی و شمالی پر۔

محمد عربی کابروی ہر دو سراست
کسی کہ خاک درش نیست خاک بر سرا او

اور ہر دو گوشہ مثلثی پر ایک طرف المومن فی المسجد کالسمک فی الماء اور دوسری طرف المنافق فی المسجد کالطیر فی القفس مرقوم ہے۔

اس مسجد کی بھی امامت محمد صالح امام کراتا ہے۔ بانی نے اس سے ایک اقرار نامہ اس اقرار کا کاغذ اشامپ پر لے لیا ہے کہ کرایہ دکانات سے مجھے کچھ غرض نہیں وہ مال بانی ہے۔ اب بروز عیدین اس میں سے ایک دو ان کو بھی مل جاتا ہے۔ بقیہ خرچ رسی بوکہ میں صرف ہوتا ہے۔ فقط

مسجد عبداللہ کابلی

دوسری مسجد عبداللہ خان نائب فدائی خان کوکہ حضرت (ص ۶۸۳) عالمگیر مہتمم مسجد بادشاہی یہ مسجد اندرون دروازہ ٹکسالی فصیل شہر پناہ لاہور سے صرف بفاصلہ چار گز دروازہ سے اندر آتے ہی بر سر راہ شمال رویہ سر راہ دیوار جنوبی پر تھی۔ کار کانسی اور تین دریچہ خرد و کلاں محرابی۔ نیچے تین دکانیں۔ اندر پیشانی۔ محراب ہا کانسی کار۔ اوپر تین گنبد تھے۔ اب شمالی گنبد مع نیم۔ میانہ محراب شمالی بالکل مسمار ہو گیا ہے۔ محرابوں پر کچھ تحریر تھی مگر اب پڑھا نہیں جاتا۔ شرق رویہ مسجد مائل بگوشہ شمالی چاہ کلاں ملحقہ مسجد ہذا۔ اس کے اوپر درخت بوڑھ سایہ فگن۔ اس مسجد کے بھی چار مینار تھے مگر اب صرف دو جنوب رویہ موجود ہیں۔ اگرچہ یہ مسجد بھی خرد سی ہے مگر نہایت خوشنما۔ بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ شرق و شمال رویہ اس کے تمام چھاؤنی توپ خانہ تھی جس کا اب نام و نشان باقی نہیں۔ ان ایام میں شیر سنگھ نامی افسر توپ خانہ قوم ہندو نے اس مسجد پر قبضہ اپنا کر لیا۔ اس باعث سے اب تک

Marfat.com

قبضہ انہی کا چلا آتا ہے۔

سبحان اللہ! کار دنیا تمام خواب و خیال ہے۔ اب شمال رویہ صرف چبوترہ خانقاہ سائیں صابر شاہ پیر احمد شاہ درانی جن کا مختصر حال حال بیگم پورہ میں مندرج ہے۔ اور شمال رویہ اس کے بام فصیل پر ایک کوٹھی سرکاری میں جناب مشفقی مسٹر ولیم آرم سٹرانگ صاحب بہادر شاگرد فقیر' ملازم پنجاب ریلوے اور غرب رویہ دروازہ ٹکسالی کے اوپر کوٹھی سرکاری میں جناب مشفقی مسٹر ایچ شین صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور ہیں۔ ہائے کم ہمتی مسلمانان لاہور۔ اگر درخواست واگذاری مسجد ہذا کر کے مرمت اس کی کراتے تو بے شک سرکار رعایا پرور عنایت کر دیتی۔

حال بانی مسجد بدقت تمام یوں دریافت ہوا کہ فدائی خان کوکہ نائب مہتمم مسجد بادشاہی ایک شخص عبداللہ خان کابلی تھا۔ اس نے حین تعمیر مسجد بادشاہی کے مسجد ہذا تعمیر کرائی۔

حال مسجد چھنہاں والی

یہ مسجد مبنیہ نواب سرفراز خان جو اجلہ امرائے عالمگیری سے تھا محلہ چابک سواراں میں شمال رویہ دیوار بدیوار گوشہ حویلی میں خان واقع ہے۔

(ص ۶۸۷) تشریح عمارت مسجد چینی والا

(ص ۶۸۳) ہر سہ محراب اس کی ہمشکل محراب ہائے مسجد وزیر خان کانسی کار۔ (ص ۶۸۷) ایام سابقہ میں اس کے دکانیں تھیں چنانچہ عرصہ تیس سال کا گذرا ہے کہ نصف نصف تین دکانیں نظر آتی تھیں۔ اب بالکل غرق فی الارض ہو گئی۔ آگے دروازہ چینی کانسی کار مسجد ہذا شرق رویہ تھا۔ حافظ سعد اللہ شاہ امام مسجد بیان کرتا ہے کہ اس کی پیشانی پر دروازہ مسجد مبنیہ سرفراز خان مرحوم تھا۔ اب وہ دروازہ بالکل منہدم ہے' بلکہ وہاں اب دکان حجام مع حمام موجود ہے۔ وہ جگہ انہیں امام صاحب نے فروخت کی تھی۔ سن ۱۲۶۰ تک یہ مسجد غیر آباد تھی۔ جب جد امجد مرحوم یہاں دفن ہوئے تو والدم مولوی یکدل صاحب نے صدہا روپیہ اپنی گرہ اور زر چندہ جمع کر کے سبیل' مرمت فرش وغیرہ (ص ۶۸۸) شکست و ریخت اس کی کرائی۔ اب بفضلہ تعالیٰ آباد ہے۔

ہر مسجد میں زیر گنبد ایک درجہ معمولی ہوتا ہے۔ یہ مسجد دہری ہے۔ یعنی زیر سقف دو درجہ اس کے موجود ہیں۔ دیوار غربی میں زینہ واسطے اوپر جانے سقف مسجد مکان گنبد کے۔ درمیان زینہ کے ایک حجرہ بطور مخفی عبادت خانہ۔ اوپر ایک گنبد اب برنگ سیاہ۔ بطرف

Marfat.com

جنوب مائل بشرق دو چار دیواریاں پختہ خشتی سفید استر کار۔ شرقی میں مزار حافظ الہ بخش امام مسجد پدر سعد اللہ شاہ امام موجودہ حال کی۔ غرب رویہ اس کے چار دیواری خانقاہ حضرت جدی امجدی۔ فیمابین ان کے در محرابی آمد و رفت کے واسطے۔ اس چار دیواری کے میانہ میں مزار پختہ سفید چونہ گچ جس پر ہمیشہ غلاف پڑا رہتا ہے۔ سرہانے چراغدان۔ اس کے اوپر ایک ایک سنگ مرمر کی اینٹ نصب جس میں یہ تاریخ کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وضہ مولوی غلام حسین
عاشق حضرت امام حسین
گل بستان شیخ پاکپتن
فخرش از فخر دین د نام حسین
نیست در ہستی خدا گردید
ہستی یافتہ ز جام حسین
در حسینی محبت آن چشتی
بود مقبول خاص و عام حسین
سال وصلش اشارتی برار
گفت ہاتف کہ این غلام حسین

سن ۱۲۶۰

بانی این بناء فخرالشعراء مولوی احمد بخش چشتی متخلص بہ یکدل' عفی عنہ۔

کتبہ نبی بخش چاروں طرف دیوار چار دیواری پر اشعار اور تاریخیں تحریر تھیں۔ بباعث اکھڑ جانے چونہ کے شرقی اور جنوبی دیوار کی تحریر پڑھی نہیں جاتی۔ اور غربی دیوار کا یہ حال ہے کہ اندر کی طرف تین محراب۔ محراب میانہ میں۔ ھو

محمد گل است' علی رنگ گل
بود فاطمہ بوی گل تر ز گل
چوں عطر است ذات حسین و حسن
چہ مجموعہ شد ازین پنج تن

اس کے پاس جنوب والی محراب بقلم احقر "نظر بحال یا مستغیث الہجرۃ انت مستنصری و قبلتی و مولائی" فقیر نور احمد چشتی سن ۱۲۶۰ اور شمالی میں یہ ہو "نری فی رونتہ الچشتی نورا

Marfat.com

کما فی جنتہ الفردوس نہرا" حررہ فقیر احمد بخش چشتی متخلص بیکدل عفی عنہ سن ۱۳۶۰ مرقوم ہے۔ باہر دروازہ کے اوپر بطرف غرب محراب گنبدی دار میں یہ تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ وصال صبحگاہان روز پنجشنبہ دھم صفر مطابق بستم بہمن ماہ الٰہی سن ۱۳۶۰ مطابق سمت ۱۹۰۱۔

چون صاحب این مزار نام حسنین
میداشت وظیفہ مست جام حسنین
از سال وصال این ولی کامل
ہاتف گفت کہ واہ غلام حسنین

بمقابلہ قاضی لاہور کشادہ پیشانی لا الہ الا اللہ گویاں روبری جماعہ مسلمانان حوالہ بخدا گفتہ بجنت خرامید۔

دیوان امرناتھ اکبری۔

چونکہ نور چشم ابراہیم یا صد آب و تاب
کرد چو گل در گلستان اندرون خلد جا
چون ضیاء الحق و ابراہیم جد والدش
بود نسلاً" بعد نسل محو تسلیم و رضا
چون غلامی حسین ابن علی بودش بدل
با مسمی بود اسم سامی آن نیک را
چون شرفیاب (ص ۶۸۹) مزار او شدم دیدم کہ آن
ہست چون گلزار ابراہیم با نور و ضیا
سال تاریخش چو پرسیدم سروش غیب گفت
خوابگاہ مولوی گلزار ابراہیم ھا

ایضا" شمس لاہور

ابن چشتی دین حق رضا باد بر روح وی از خدا ثنا باد
مقبول حسین بود ذاتش یا رب بجوار مصطفیٰ باد
میداشت غلامی حسینی آقاش حسین مرتضیٰ باد
از حضرت فخر دین دہلی از نور خدا بغرق اور روا باد

Marfat.com

تاکہ بسرم نزول فرمود ہاتف کہ ز ایزدش ، جزا باد
چون دید تفکرم بتاریخ او گفت کہ رحمت خدا باد
بوبکر علی و عمر و عثمان رضوان خدا پر از کیا باد
تاریخ فرید الدین لاہور طالعرہ
ھی ھی غلام آل حسین زھی چشمہ فیض۔ فات مصباح شرح ہجری رضوان اللہ علیہم۔ فقط
اور گوشہ محراب پر یہ مرقوم ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ
علی حبہ جنتہ قسیم النار والجنتہ
وصی المصطفیٰ حقا اما الانس والجنہ

چاروں طرف لب بام چراغدان کھڑے موجود ہیں۔ فقط

تشریح عمارت موجودہ حال مسجد چینی

شمال رویہ متصل گوشہ ایساں درآمد و رفت معمولی مع طاق تختہ چوبی۔ اندر اس کے جنوب رویہ ایک حجرہ بول کرنے کے واسطے جس کے پاس سبیل پختہ ریختہ کار طولانی نو ٹوٹی والی مبنیہ جناب والدم۔ جنوب رویہ اس کے چاہ چرخی دار مبنیہ میاں محمد بخش صحاف نانائے راقم۔ اس کے پاس جنوب کی طرف ایک اور حجرہ' اس میں اب میاں رکن شاہ بھاکری داماد شیخ امام بخش تعویزیہ' جس کا بیٹا محمد غوث اب منجاب سعد اللہ شاہ امام مسجد ہذا بعد وفات اس کے امام مقرر ہوا ہے تار کھدیگی (کشیدگی ؟) کرتا ہے۔ جنوب رویہ اس کے چار دیوار خانقاہ۔

صحن مسجد میں تمام فرش پختہ خشتی چونہ گچ۔ صحن کے دو درجہ۔ درجہ شرقی میں اب تانصف گل بوٹہ لگائے گئے ہیں۔ عرض اس درجہ کا چار گز اور طول تا دیوار خانقاہ ساڑھے گیارہ گز درجہ ثانی جو محراب ہائے مسجد کے آگے غرب رویہ اس درجہ کے ہے عرض اس کا سوا تین گز اور طول ساڑھے سولہ گز۔ سر صحن تین محراب کانسی کار چینی کام لے۔ نیچے سے تاگردن بلند استر کاری و کانسی اکھڑ گیا ہے اور اوپر تمام سالم۔ ان محرابوں پر جو نظم و نثر مرقوم ہے نقل اس کی بجنسہ درج کرتا ہوں۔

محراب شمالی کے دور میں تین طولانی کتبے کانسی کار بنا کر یہ شعر لکھے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

وصف مسجد قلم چو پردازد فکر بر اوج آسمان تازد
شاہد انتخاب جلوہ طور چشم بد از تجلی او دور
چون خیالش بدل دو چار شود سینہ سر مشق نو بہار شود
از بیاض جبین او خندان صبح امید آرزو مندان
می کند از اشارہ ابرو طاق او کار تیغ بہر عدو
گنبدش۔ صاحب کلاہ بود سر فخرش باوج ماہ بود

محراب کے سر پر تین کتبے۔ میانہ بخط عربی برنگ لاجوردی۔

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ۔ الماجد' الصمد ۱۱۸۰ اور اس کے پاس یہ شعر۔

این معبد جان کہ صورتش روحانی است
در معنی ظل کعبہ ربانی است

مرقوم ہے۔ فیمابین محراب ھذا اور محراب میانہ کے ایک طاقچہ بخط عربی لاجوردی احادیث مرقوم تھیں۔ اب جس قدر پڑھی جاتی ہیں درج کرتا ہوں۔ وتذھب ارضون کلھا یوم القیامتہ الا المساجد (ص ۶۹۰) فانھا یضمن .حصا" بعض الی افضل البقاۓ۔ آگے دو سطریں پڑھی نہیں جاتیں۔ محراب میانہ کلاں کے سر پر بخط عربی زمین بسنتی پر لاجوردی افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ حقا۔ اور دور میں حمد و سپاس مبدع پاک و صلواۃ والسلام صاحب لولاک مستور نماند کہ بنای زندگانی بر آب است و خانہ عمر خراب۔ رفیق شفیق حسن عمل است و قاطع طریق طول امل۔ حبذا حال ہوشیارانی کہ درین ویرانہ بی اساس تعمیر خانہ دین پرداختہ اند و بجیر جاری انہار بوطن خود را بحار انوار الٰہی لبریز ساختہ و خوشا وقت بیدارانی کہ چشم از خواب غفلت سرمالیدہ بر اجابت داعی اللہ شتافتہ اند و بہرہ وافی از خوان احسان کریم مطلق یافتہ فیض صلوۃ جماعت کہ ہفتاد درجہ از فرد افضل است و نقد و قیمت ابن ابرار است و افضل تکبر اولیٰ کہ دنیا و ما فیما اولیٰ است بقیہ روزگار ابن اخبار فنعم العبد العابد المطیع ونعم الفیض عام اتمام بنای ہذا المسجد المنیع وھو عمیم الفیض واللہ والمفیض۔ کتبہ میر مرتضیٰ' تحریر ہے۔ اس کے پاس جنوب رویہ پھر ایسا ہی طاقچہ۔ اس میں بخط عربی ان اللہ یستحی من عبدہ او اصلی فی جماعتہ ثم یسال حاجتہ بصرف غنی مرقوم آگے مشکوک ہو گیا ہے۔ دور محراب جنوبی میں۔

بس کہ استاد نقش کانسی بست
گل او نقش نو بہار شکست

Marfat.com

کرده مهوش دورن ماه وطن
از پی سجده شد جبین همه تن
کرسی کرده بهر خود مسکن
که بلند است چون زمین سخن
شاہدانه نشسته بر کرسی
عرش زادیست گر نسب پرسی
سال این بیت جامع مجمع
بود مبنی بعلم حق مودع
مجمع سالکان راه اله
جامع سیر لاالله سواه
۱۱۸۰

لکھا ہوا ہے۔ سر محراب شمالی تین کتبے بخط عربی۔ ان المساجد اللہ فلا تدعوا مع اللہ احد اور شمالی و جنوبی کتبے میں بخط فارسی۔

ہر خشت ز فرش اوست مہری گزوی
چون ماہ جبین ساجدان نورانی است

تحریر۔ فقط۔ محراب میانہ کے اندر اوپر بھی کچھ مرقوم تھا۔

تمام مسجدوں میں زیر سقف اکثر ایک درجہ ہوتا ہے۔ مگر اس مسجد میں اس طرح سے دو درجے ہیں کہ میانہ میں محراب عمارتی جن کا عرض تین ذرعہ۔ اب میانہ کے شمال کی طرف ایک منبر استر کار۔ درجہ شرقی کا عرض پونے پانچ گز اور غربی اندرونی کا پونے سات گز۔ دیوار غربی کے میانہ میں محراب جس کے ساتھ منبر خشتی قدیمی۔ اندر سے تمام دیواریں استر کار منقش رنگ آمیز۔ استر کاری کہیں کہیں سے اکھڑ گئی ہے۔ شمال رویہ سر راہ دریچہ تھا۔ اب بباعث فرش بندی وغیرہ بھرتی پڑنے کے ارتفاع اس دریچہ کا زمین سے فقط ایک گز رہ گیا ہے جس میں اب طاق تختہ چوبی لگایا گیا ہے۔ اوپر اس کے اندر کی طرف محراب روشندان۔ جب یہ مسجد آباد اور اس کے نیچے دکانیں جاری ہوں گی تو کیا خوشنمائی اس کی ہو گی۔ اب یہ بھی غنیمت ہے کہ سعد اللہ شاہ صاحب اس میں تعلیم و تدریس طفلاں فرماتے ہیں۔

(ص ۶۸۳) اس میں گوشہ شرقی و جنوبی' شرق رویہ چار دیواری قبر حافظ الہ بخش امام

Marfat.com

مسجد اور اس کے دیوار بدیوار غرب رویہ چار دیواری مزار پر انوار حضرت مولوی غلام حسین صاحب جد بزرگوار راقم آثم کی ہے۔ ازانجا کہ بیعت آنحضور کی بخدمت جناب حضرت مولانا فخر الملت والدین مولوی فخر الدین صاحب مرحوم قدس سرہ العزیز کے تھی اور وہ حضرت حضرات متاخرین میں قطب الاقطاب غوث زمان تھے اس واسطے تھوڑا سا حال ان کا کتاب فخریہ سے استنباط کر کے اور نیز مسموعی خود تحریر کیا جاتا ہے۔

(ص ۶۸۴) حال جناب حضرت مولوی فخر الدین صاحب مرحوم

واضح ہو کہ یہ حضرت صاحبزادے حضرت نظام الدین مرحوم اورنگ آبادی خلیفہ حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی کے اولاد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز سے تھے۔ تولد حضرت کا سن ۱۱۲۶۔ مولد اورنگ زیب۔ جب حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی نے مژدہ تولد حضرت ما مسموع فرمایا تو ان کے واسطے پارچات نفیسہ بیش قیمت ارسال فرمائے اور نام بھی فخر الدین بہت افتخار سے مقرر کر کے لفظ مولانا بھی زبان پر لائے۔ جب حضرت پنجسالہ ہوئے تو عالم رویا میں پانچ دانہ قہوہ کے حضرت کو بارگاہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوئے۔ جب آپ استراحت سے اٹھے تو وہ دانہ چارپائی کے سرہانے موجود پائے۔ حضرت نظام الدین مرحوم کو بزور باطن اس امر کا الہام ہوا۔ انہوں نے مبجی آپ سے بطور ناز فرمایا کہ اے جان بابا تنہا خوری نہ کرنا۔ ان پانچوں میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ اس پر انہوں نے دو دانے والد کو اور بقیہ تین آپ نوش جان فرمائے۔ اس روز سے حضرت نے یہ معمول ٹھہرایا کہ ہر روز ان کو روبرو بٹھلا کر متوجہ ہوا کرتے۔ اس سے سے ان کو نوید عظیمہ حاصل ہوئے۔ ہونہار درخت کے چکنے چکنے پات۔

ایک فقیر صاحب کمال مجذوب اورنگ آباد میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے ان پر تصرف چاہا کہ مجذوب بنائیں۔ مضمون ولی را ولی می شناسد۔ حضرت نظام الدین صاحب نے سفارش کی راہ سے فرمایا کہ ان کو معاف رکھئے ہم نے اس سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ حضرت اگرچہ حقیقی بھائی مولانا کے یعنی حضرت غلام اسماعیل اور غلام یاسین اور غلام بہاء الدین اور غلام کلیم اللہ بھی زاہد و متعبد تھے لیکن دولت عرفان حضرت کے ہی نصیب ہوئی۔ سن ۱۱۴۰ ہجری مقدس میں جناب حضرت نظام الدین صاحب را ہگیرائے عالم بقا ہوئے۔ حین وصال ان کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص مسمی قاضی حاضر الخدمت تھا۔ آپ نے اس کی معرفت جناب مولانا کو طلب فرما کر سینہ بے کینہ سے لگایا اور دولت الفقر فخری و الفقر منی حوالہ حضرت کے فرمائی۔ مزار پر انوار حضرت مغفور کی اورنگ آباد میں

Marfat.com

زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔ ہر وقت جم غفیر زائرین دور و نزدیک کا مستفید برکات خانقاہ میں حاضر رہتا ہے۔

بعد وفات حضرت ممدوح کی عرصہ تین سال میں جناب مولانا نے علم ظاہری سے فراغت حاصل کی۔ سن بعد آٹھ سال کامل مشغول مجاہدہ و ریاضت رہ کر گوئی سعادت لے نکلے۔ فتوئی حضرت کا تمام ہندوستان میں معتبر تھا۔ حضرت نے دہلی میں آکر تعلیم و تدریس کا شغل جاری فرمایا۔ سن ۱۱۵۷ میں اول حضرت نور محمد مہبل صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں بیعت کی اور بعدازاں حافظ خورم و حافظ قاسم و مرزا حسین و مولوی غلام حسین صاحب نے۔ چنانچہ اکثر اوقات (ص ۶۸۵) ان حضرات کو قدیم الخدمت فرمایا کرتے تھے۔ اس اثنا میں اجمیر شریف میں تشریف لے گئے اور بارگاہ ولی الہند سے معزز و مفخر ہو کر سن ۱۱۶۱ میں پھر وارد شاہجہان آباد ہوئے۔ حضرت کا معمول تھا کہ ہمیشہ سال بسال پا پیادہ آستانہ بوسی کے واسطے پاک پٹن میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس سفر میں پارکاب حضرت کے کسی کو اجازت بجز حضرت نور محمد صاحب مہبل اور مسمی خوشحال غلام میرگلو کے آنے کی نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ گاہ گاہ یا بو کرایہ کا ہمراہ لے جاتے مگر طرفہ یہ کہ خود کبھی سوار نہ ہوتے۔ اگر کوئی راستہ میں دل شکستہ در ماندہ مل جاتا تو اس کو سوار فرما لیتے۔ پہلی دفعہ جب آپ ادھر تشریف لائے تو لاہور میں آکر میر محرم اللہ صاحب سے کہ سلسلہ نقشبندیہ میں خلیفہ برحق حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی کے تھے' ملاقات فرمائی اور ان کو ہمراہ لے کر تمام مزارات کی زیارت کی۔ اکثر اوقات حضرت پیر علی گنج بخش صاحب رحمتہ اللہ کی خانقاہ عالیجاہ پر مشغول رہا کرتے۔ بروز روانگی ایک ٹوکرہ سیب ہائے ولایتی کا لاہور سے خرید کر روانہ پاک پٹن ہوئے۔ ہمراہیوں کو تعجب ہوا۔ حضرت پاک پٹن میں ایک حجرہ تنگ و تاریک میں' جس کا طول دو گز اور عرض ڈیڑھ گز تھا' فردکش ہو کر تن تنہا مشغول رہنے لگے۔ اس ایام میں سجادہ نشین وہاں کے حضرت دیوان عبدالسبحان تھے۔ ایک روز حضرت ان کی ملاقات کے واسطے تشریف لے گئے اور ہدیتاً" سیب پیش کش فرماتے۔ قدرت سے دیوان صاحب چند روز سے کسی ایسی مرض میں مبتلا تھے کہ حکمائے وقت معالجہ اس کا بجز سیبوں کے کچھ اور نہ فرماتے تھے اور وہاں دستیاب ہونا سیبوں کا متصور نہ تھا۔ دیوان صاحب اس معاملہ کے معائنہ سے نہایت خوش ہو کر معتقد حضرت کی کرامت کے ہوئے۔ شہرہ کرامت حضرت کا مشتہر ہوا۔ غلام مرتضٰی بھٹی وغیرہ صدہا اشخاص نے حضرت کی بیعت سے شرف حاصل کیا۔

Marfat.com

جب حضرت وہاں سے شاہجہان آباد روانہ ہوئے تو سائیں الہ یار حضرت کے پا رکاب آئے اور ہمیشہ حضرت کے پاس حاضر رہے راستہ میں ایک روز حضرت نے نور محمد صاحب مہبل سے فرمایا کہ ملک دکھن کی طرف سے کچھ تشویش حاصل ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! بعد دو روز وہاں سے خبر آئی کہ نواب نظام الملک بہادر جنگ جو حضرت کا ولی ارادت مند تھا اپنے ہمشیرہ زادہ سعداللہ خان کی جنگ میں عبدالنبی خان افغان کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ حضرت چندے شاہجہان آباد میں فروکش رہے اور بعدازاں دروازہ اجمیری کے باہر مدرسہ نواب غازی الدین خان صاحب میں جا کر تدریس و تعلیم میں مشغول رہنے لگے۔ وہاں حضرت کا ایسا رشد ہوا کہ محبوب الٰہی حضرت کا لقب مشہور ہو گیا۔ ماسوائے حضرت نور محمد مہبل صاحب اور جناب مولانا حضرت مولوی نیاز احمد قدس سرہما لعزیز کے مفصلہ ذیل خلفا حضرت کے وسادہ آرائے ہدایت تھے۔

حضرت عبداللہ شاہ صاحب۔ حضرت شاہ ظہور اللہ صاحب۔ مولوی روح اللہ صاحب۔ سید احمد۔ محمد شمس الدین صاحب۔ سید بدیع الدین (ص ۶۸۶) صاحب۔ مولوی فرید صاحب۔ محمد سلیم صاحب۔ مولوی مکرم صاحب۔ مولوی فرید الدین صاحب۔ مولوی عبداللہ صاحب۔ مولوی روشن علی صاحب۔ مولوی حسن علی صاحب۔ محمد فتح اللہ صاحب۔ صوفی یار محمد صاحب۔ مولوی شاہ محمد صاحب بیدار۔ حاجی محمد واصل صاحب۔ سید محمد نور صاحب۔ سید محمد صاحب متردد۔ مولانا میر ضیاء الدین صاحب۔ سید فخرالدین صاحب۔ گل محمد صاحب۔ حافظ نور اللہ صاحب۔ شہ مراد صاحب۔ شیخ محمد زمان صاحب۔ مولوی علاء الدین صاحب۔ مولوی محمد صالح صاحب۔ میاں عبدالوہاب بیکانیری۔ محمد قطب الدین صاحب۔ خدا بخش صاحب۔ محمد خدا عتیق۔ محمد غوث گرت پوری۔ صاحب زادہ محمد غوث

یہاں تک فیضان حضرت کا جاری ہوا کہ جناب مولوی نیاز احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلفائے ارشد بخارا اور ہرات میں تاحال ہادی خلائق ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی کی مزاج بدرجہ غایت متواضع تھی۔ ہر کس و ناکس سے بتواضع تمام پیش آتے تھے۔ ستائش سے حضرت بدرجہ غایت متنفر تھے۔ اگر کوئی خادم دست بستہ مودب ہو کر روبرو بیٹھتا تو آپ مانع بلکہ ناراض ہوتے۔ فیضان عام ایسا جاری تھا کہ طالب جلد تر فائض المرام ہو جاتا تھا۔ ایک روز کا اتفاق ہے کہ حضرت کے ہمسایوں میں ایک شخص نے آرزو بیعت کی فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل عرس مبارک حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا ہے۔ وہیں آپ بیعت فرمائیں۔ دوسرے روز حضرت نے

Marfat.com

وہاں اس کو تلاش فرما کر بیعت سے مشرف فرمایا۔ اسی وقت سے اس کو ایسا ذوق شوق پیدا ہوا کہ بجز دیدار حضرت کے زیست اس کی متصور نہ تھی۔ ایک روز سر جلسہ دست بستہ حضرت کے روبرو سر نیچے کیے آکر کھڑا ہوا۔ آپ نے اس کو خطاب فرمایا کہ کیوں جی آپ اب مجھے شیخ بنانا چاہتے ہیں۔ العیاذ باللہ اتنا ہی فرمانے سے حالت اس کی سلب ہو گئی۔

حضرت باوجود کبر سنی پا پیادہ جہاں کہیں جانا ہوتا تشریف لے جاتے۔ آخر عمر میں ڈولی ہمراہ رہا کرتی تھی۔ کبھی آپ اور کبھی کسی اور کو سوار فرما دیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات اوفو بالعہد کا ارشاد خدام سے فرمایا کرتے۔ کتاب فوائد الفواد اکثر آپ کے زیر مطالعہ رہا کرتی۔ امرا و سلاطین نے بارہا عرض کی مگر حضرت نے کسی کی طرف سے معافی و وظیفہ قبول نہ فرمایا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے بہ لجاجت تمام ضیافت حضرت کی قلعہ مبارک میں کی۔ آپ تشریف فرما ہوئے۔ جب واپس آئے تو سید احمد حسین سے فرمانے لگے کہ آج ملاقات اہل دول سے ہوئی ہے۔ کفارہ اس کا یہ ہے کہ اطعمہ لذیذہ تیار کر کے فقراء میں تقسیم کیا جائے چنانچہ اسی وقت تعمیل حکم ہوئی۔

حضرت کی ذات معلّی و انک لعلی خلق العظیم تھی کہ اگر کوئی مجلس میں آنے والا معہودہ وقت پر نہ آتا تو آپ اس کے یہاں تشریف لے جا کر مستفسر حال ہوتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مسمی پیرو خاکروب حضرت کا بیمار ہوا اور دوسرے آدمی کو عوض (ص ۶۸۷) اپنے جاروب کشی وغیرہ خدمت کے واسطے بھیجا۔ آپ اس کی عیادت کے واسطے خود اس کے گھر تشریف لے گئے۔ ستاری حضرت کا شیوہ تھا۔ پردہ دری کسی کی منظور طبع مبارک کے نہ تھی۔ فقط

پنجاب میں فیضان عام حضرت نور محمد مہاروی کا بدرجہ تمام جاری ہوا چنانچہ حضرت کے خلفائے رشیدی میں سے خواجہ سلیمان صاحب سنگھڑ شریف میں تونسی والے ایسے مشہور ہوئے کہ فی زماننا" لاکھ ہا مولوی فاضل تبحران کے خادم موجود ہیں۔ قس علیٰ ہذا مولوی خدا بخش صاحب چاچڑاں والے۔ راقم نے تاریخ وفات حضرت خواجہ سلیمان صاحب کی کہ چراغ اولیاء ہے' بروقت وفات حضرت کے کہی تھی۔ خواجہ نور محمد صاحب مرحوم ۱۲۰۰ھ میں راہگرائے عالم بقا ہوئے۔

سرم مدہوش جام فخر دین است
بعالم فیض عام فخر دین است
مرا دردی کہ دل کردست تعلیم

دعای صبح و شام فخر دین است
سر گلشن نیازد بلبل من
کہ الراقم بدام فخر دین است

مزار حضرت کے دروازہ خانقاہ حضرت خواجہ قطب صاحب کے متصل شاہجہان آباد میں۔ تاریخ وفات حضرت مغفور کی جناب مولوی فضیلت پناہ یکدلے آگاہ فخرالشعراء مولوی احمد بخش متخلص بیکدل صاحب نے حسب الایمائے حضرت بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے قطعہ مرقومہ ذیل سے موزوں فرمائی اور حضرت کو ایسی مطبوع ہوئی کہ اسی پر فخرالشعراء خطاب عنایت فرمایا۔ قطعہ

چون بمزار شریف ناصیہ افروختم
عرض نمودم ابن کہ من یکدل چشت احمدم
سال وصال طالبم لیک بضمن اسم پاک
گفت بمن کہ مولوی فخر الدین محمدم

دل چاہتا تھا کہ شمہ حال حضرت مولوی غلام حسین صاحب حوالہ قلم بطریق یادگار کیا جائے مگر محض باین خیال کہ کم بینان خام اندیش یہ خیال نہ فرمائیں کہ اپنے جد امجد کے اوصاف کر کے وسیلہ فخر اپنا بنایا ہے۔ اس واسطے اسی پر منحصر رکھا جاتا ہے کہ ذات حضرت فنائی الحسین اور مزین باد صاف محمدیہ تھی پچیس سال برابر شب بیدار رہے۔ شام کے وضو سے صلوۃ صبح ادا فرماتے رہے۔ صدہا اشخاص الی دم تحریر اس امر کی تصدیق کرنے والے لاہور میں موجود ہیں۔ تشریح عمارت خانقاہ ہذا حال عمارت مسجد چینیاں میں مندرج ہے۔ والسلام۔

(ص ۶۹۱) حال حضرت سعد اللہ شاہ امام مسجد ہذا

اول بوقت تعمیر مسجد ہذا سرفراز خان بانی مسجد نے مسمی غلام حبیب صاحب کو امام مسجد ہذا مقرر کر کے علاوہ کرایہ دکانات موضع ابراہیم آباد جس کی آمدنی سالیانہ قریب آٹھ سو روپیہ کے تھی عوض حق الخدمت امامت عطا کیا۔ جب وہ فوت ہوئے تو قبران کی اسی مسجد میں ہوئی۔ جو اب تک پختہ موجود ہے۔ داماد ان کا حافظ خیر اللہ قوم ہاشمی سے قائم مقام ان کا امام مسجد ہوا۔ بعد ان کے صاجزادہ ان کا حافظ الہ بخش امام ہوا۔ اس وقت بباعث شہر آشوبی اور بادشاہ گردی اس نواح میں بالکل ویرانی تھی اور شرق رویہ اس مسجد کے، جہاں اب طویلہ شاہ نواز خان موجود و مشہور مقبوضہ حال مرزا محمد صاحب ہے، قمار

Marfat.com

بازی مخفی ڈیوڑھی حویلی نواب میاں خان میں ہوا کرتی تھی۔ اس باعث سے حافظ الہ بخش صاحب گاہ بگاہ اس مسجد میں واسطے ادائے نماز کے تشریف لاتے تھے اور اکثر اندرون محلہ ہذا اس مسجد میں کہ جس کو اب پیر بخش گگے زئی نے از سر نو تعمیر کرایا ہے رہا کرتے تھے۔ پھر ۱۲۲۴ مقدس میں یہ حضرت بھی رہگرائے عالم بقا ہو کر پہلوئے والد خود دفن ہوئے۔ چنانچہ قبران کی گوشہ گگنی مسجد ہذا میں اندرون چار دیواری خانقاہ مولوی غلام حسین صاحب مرحوم جد امجد راقم کے موجود ہے۔ ان کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی موجود رہے۔ (جو حافظ محمد یار صاحب مرحوم واعظ لاہور سے کتخدا ہو کر تاحال موجود ہے) اول سعد اللہ شاہ۔ دوم عبداللہ شاہ۔ سوم ظہور علی شاہ۔ مرد فقیر سلسلہ جلالیہ میں خادم بخاریاں ہمیشہ تارک الدنیا رہا۔ سبحان اللہ! کیا خوش مذاق آدمی تھا۔ اکثر لوگ اطفال کو دم جھاڑا کے واسطے اس کے پاس لایا کرتے۔ اور عبداللہ شاہ بھی فقیرانہ وش آخر کار مجذوب ہو کر فوت ہوا اور صاحبزادہ کلاں سعد اللہ شاہ تاحال موجود ہے۔ ازانجا کہ لاولد ہے اس باعث سے ہمیشہ شکستہ دل رہتا ہے۔ علم فارسی میں بھی مہارت رکھتا ہے۔ چند لڑکے بھی پڑھتے ہیں۔ آمدنی اس مسجد میں کچھ نہیں کیونکہ سوا اس کے اس محلہ میں چار مسجدیں اور ہیں اور متصل اس کے شرق رویہ مسجد سادھواں علاوہ برآں۔ اس باعث سے شامل اس مسجد کے فقط چھ گھر اور ساتویں۔ حویلی قادی خان حال مملوکہ میاں زیر دست معتمد سرداران اٹاری والا ہے۔ سعد اللہ شاہ صاحب نے اپنا گھر موروثی بیچ کر اور جو کچھ اپنے پاس جمع تھا فرش مسجد وغیرہ و ریخت میں صرف کر دیا ہے۔ معاملہ برات عاشقاں برشاخ آہو کر رکھا ہے۔ آیا تو نوش ورنہ خاموش۔ آدمی خوش سلیقہ' نیک بخت خندہ پیشانی ہے۔ بباعث اس کے مبادا بعد ان کے مسجد خالی اور ویران نہ ہو مسمی غلام غوث پسر شیخ امام بخش مرحوم المشہور تعویزیہ کو جو (ص ۶۹۳) محلہ ہذا میں امام مسجد ہنیہ جد امجدم ہے بعد اپنے قائم مقام امام مسجد ہذا کر کے تملیک نامہ رجسٹر سرکار کرا دیا ہے۔ بہت ہی مناسب کیا کیونکہ وہ غلام غوث ہوشیار لائق کار ہے اور ماسوا اس کے ان کا شاگرد بھی تھا۔ باوجود خردی آثار بزرگی اس کی ناصیہ سے نمودار ہیں۔ باپ اس کا شیخ امام بخش نہایت متعبد عامل کامل مشہور تھا۔ قدیم سے ساکن لکھنؤ پھر سالہا سال سے لاہور میں اول عامل اور چندے امام مسجد ہوا۔ صدہا مرید خادم ان کے تاحال موجود۔ صورت ان کے خضر مثال نورانی تھی۔ اس غلام غوث نے ادھر توجہ نہ کی ورنہ انہوں نے وہ شمشیر پیری مریدی کی ماری تھی کہ گھر بیٹھے خوش گزران کرتا۔ اب علاوہ امامت کے تجارت کتب وغیرہ بھی کرتا ہے۔ باعزت و آبرو و عیال داری

Marfat.com

میں خوش گزران کرتا ہے۔

(ص ۶۹۸) مسجد ستارہ بیگم المعروف قدسیہ بیگم

سادھ صاحب سنگھ کے جنوب رویہ فاصلہ شارع عام یہ مسجد عالیشان پختہ تین گنبد والی تاحال سالم و کامل کھڑی ہے۔ غرب رویہ اس کے باغ ملحقہ سرائے محمد سلطان گویا اس مسجد کا پائیں باغ معلوم ہوتا ہے۔

کرسی مسجد ہذا کی زمین سے ایک منزل بلند۔ راہ آمد و رفت مسجد شرق رویہ میانہ میں سولہ زینہ چڑھ کے اس کے نیچے بغلوں میں تمام کوٹھڑیاں قالبوتی جو کسی زمانہ میں وکانات یا حجرہ ہائے درویشاں ہوں گے۔ اوپر صحن مسجد کے گوشہ گنی میں ایک (ص ۶۹۹) حوض دو دروہ' اب مٹی سے پر۔ صحن کے دونوں طرف بطرف شمال و جنوب صحن سے بلند مقام شستگاہ' پرتکلف' جس پر فرش خشتی نہایت سے ہوا ہوا ہے۔ سقف مسجد پر جانے کے واسطے زینہ۔ شمال کی طرف اوپر تین۔ گنبد دھرے دم تحریر برنگ سیاہ دیکھ پڑتے ہیں۔ چاروں گوشوں پر چار میناروں کے نشان خورد خورد طولانی نظر آتے ہیں۔ زیر سقف محراب ہائے مدورہ۔ صحن کے نیچے پس پشت حجرہ ہا۔ اس قطع کی تقسیم عمارت ہوئی ہوئی ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ۔ دیکھتے ہی انسان کی روح خوش ہو جاتی ہے۔ بطور عمارت مغلیہ دالان در دالان بہت ستھرے۔ زینہ کے شمال کی طرف حجروں کے اندر ایک چاہ کلاں جس کے اندر سرد خانہ بھی دکھائی پڑتا ہے۔ روشن دان اس وضع سے رکھے ہوئے ہیں کہ ہر مقام میں بفراغت تمام بیٹھ کر لکھا پڑھا جاتا ہے۔ اگر تفصیل وار تشریح تقطیع کی جائے تو خوف طوالت ہے لہذا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ کسی مسجد کے نیچے ایسی عمارت دیکھنے میں نہیں آئی۔

بنائے مسجد

عہد شاہجہانی میں یہ نواح چوک دارا مشہور تھا اور جہاں اب سرائے محمد سلطان ہے وہاں خاص حویلی زنانہ محمد دارا شکوہ کی تھی سن ۱۰۴۰ میں دارا شکوہ نے ستارہ بیگم المعروف قدسیہ بیگم سے شادی کی۔ قدرت الٰہی سے تا سن پچاس اسی کے یہاں کوئی لڑکا بالا تولد نہ ہوا۔ اس نے محمد دارا شکوہ سے اجازت لے کر برائے یادگار یہ مسجد بنوائی۔ اس وقت مسجد ہذا سے لے کر تا مسجد دائی انگا دو رستہ بازار ملحق اس مسجد کے وقف تھا۔

انگریزی عہد میں

Marfat.com

اب ابتدائے عملداری سرکار انگریزی میں پہلے چندے آوارہ داخل نزول رہی بعدازاں جناب مسٹر اوسولڈ ڈپٹی صاحب مہتمم مطبع لاہور کرانیکل نے خرید کر کے مقام کوٹھی بنایا۔ گول کمرہ قرار دیا۔ بہرحال خوب آراستگی فرمائی۔ جب ولایت جانے لگے تو صاحبان ریلوے کے پاس بقیمت چھ ہزار روپیہ کو بیچ گئے۔ چندے صاحبان ریلوے رہتے رہے۔ چنانچہ ولیم لیک صاحب بہادر اس مقام میں کمترین سے پڑھا کرتے تھے۔ بعدازاں کسی مصلحت کے واسطے صاحبان ریلوے سے محمد سلطان ٹھیکیدار نے خرید کی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اس کو آباد کر کے حوالہ مسلماناں کر دیں گے مگر انہوں نے ادھر توجہ نہ فرمائی اگر وہ یہ تجویز فرماتے، تو ممکن تھا ان کا نام نیک رہتا۔ چندے مقام اٹا گھر؟ بازی گاہ صاحبان بنا رہا۔ کرایہ آپ لیتے رہے۔ اب بھی کوئی صاحب کرایہ دار اس میں فروکش ہے۔ پس پشت مسجد کو شگاف کر کے تین دریچے نکالے ہیں جن کے آگے برآمدہ چوبی بنا ہے۔ وہاں سے سیر باغیچہ ملحقہ سرا بخوبی ہوتی ہے۔ سرائے محمد سلطان سے لے کر مسجد ہذا سے تھوڑا آگے شرق رویہ تک یہ تمام زمین بہ نسبت آس پاس کے نہایت نیچان میں واقع ہے۔ اگر پیمائش کی جائی تو فرق بیس یا (ص ۲۰۰) پچیس گز کا معلوم ہوتا ہے۔

ایک اور مسجد

شرق رویہ اس کے، نیمابین مسجد ہذا و مسجد وائی انگا ایک مسجد ایسی ہی کرسی دار خواجہ نوراللہ مصاحب خانخاناں کی تھی۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسجد کو خرید کر جناب پادری مسٹر سی ڈبلیو فورمین متعینہ مشن امریکہ نے کوٹھی اپنی بود باش کے واسطے بنوائی چنانچہ مدت مدید اس میں فروکش رہے۔ بعدازاں صاحبان ریلوے نے ان سے خرید کر مقام دفتر قرار دیا۔ اب عرصہ چند ماہ سے فراغت احاطہ ریلوے کے واسطے گرا رہے ہیں، فقط

(ص ۱۹۹) احوال مسجد قدیمہ وائی لاڈو والی

باہر نیمابین شاہ عالمی اور موچی دروازہ کے، لب سڑک، شرق رویہ باغ لالہ رتن چند دہاڑی والا کے، ایک مسجد بہت اچھی موجود ہے۔ اور یہ مسجد وائی لاڈو والی مشہور ہے۔

دروازہ آمد و شد اس کا شرق رویہ لب سڑک واقع ہے۔ وہاں سے چار زینہ چڑھ کے اوپر جاتے ہیں۔ اور گرد و نواح اس کے چار دیواری پختہ ہے مگر شرق رویہ دیوار ذرا چھوٹی ہے۔ اس احاطہ میں چند درخت بیر و کیکر و انبلی پیپل موجود کھڑے ہیں۔

Marfat.com

اور مسجد ہذا کے اندر گوشہ بائب میں زینہ سربستہ خشتی اوپر جانے کا ہے اور زینہ کے جنوب رویہ ایک حجرہ قالبوتی واقع ہے۔ (ص ۲۰۰) وہاں سے سات زینہ چڑھ کے اوپر ایک اور حجرہ قالبوتی مربع مقطع ہے اور وہاں سے چار زینہ چڑھ کے پھر اوپر مسجد کے جاتے ہیں' فقط۔ اور بالائے مسجد دو گنبد چھوٹے اور ایک بڑا عالیشان بلند۔ اس میر شمال رویہ کر کے روشن دان موجود ہے۔

مسجد کی پشت پر یعنی غرب رویہ دو دکانیں معلوم ہوتی ہیں۔ صحن مسجد میں سے باہر متصل دیوار مسجد کے جنوب رویہ کوٹھ مسکونہ میاں مہرشاہ فقیر کا ہے۔ اس کے شرق رویہ تین دروازے اور غرب رویہ ایک کھڑکی۔ اور جس مقام پر یہ کھڑکی واقع ہے یہاں دروازہ کلاں محرابی آمد و رفت مسجد ہذا کا تھا۔ اب فقیر مکان وار نے وہ دروازہ بند کر کے یہ کھڑکی اس میں لگائی ہے۔ اور متصل اس مکان کے جنوب رویہ ایک چاہ چرخی دار مع سبیل جاری ہے۔ اور یہ مسجد دائی لاڈو والی مشہور ہے۔

اس مسجد کا حوض دہ درہ دہ نہایت عالیشان جس میں ایک فوارہ کلاں تھا۔ مگر حوض اب بند ہو گیا ہے اور نشان اس کے موجود۔ اور جو چاہ قدیمی کلاں تھا وہ اب زمین باغ کنہیا مل کانیو والہ میں' جو شمال رویہ دیوار بدیوار اس مسجد کے ہے' آگیا ہے۔ اس نے وہ چاہ گروا کر اینٹیں نکالیں اور زمین اپنے باغ میں شامل کر لی۔ اور بباعث حکومت سکھا شاہی کے کسی کا بس نہ چل سکا اور سابق بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ اس مسجد میں ایک سادہ ہندو رہتا تھا اور چاہ جو فی الحال جاری ہے اسی کے ہاتھ سے لگایا گیا تھا۔ جب عملداری سرکار گردوں وقار انگریزی کی ہوئی تو سید قطب شاہ صاحب نے' جن کا ذکر مفصل ان کے تکیہ کے ذیل میں تحریر ہو گا' یہ مسجد اس ہندو کے ہاتھ سے خلاص کرائی اور مہر شاہ فقیر موجود حال نے خود گدائی کر کے یہ چار دیواری پختہ بنوائی اور چاہ بھی مع چبوترہ' جو سابق ناتمام تھا' تعمیر کرایا۔ کہ دو سڑکوں کے بیچ میں واقع ہے لہذا آمد و رفت اکثر لوگوں کی یہاں رہتی ہے۔ فرش اس مسجد کا موجود ہے اور صحن مسجد میں بیر' برنا' کیکر' گوندی موجود ہیں اور کوار گندل بھی کھڑی ہے۔ قریب تین درخت کے صحن مسجد میں ہوں گے۔

صحن مسجد ہذا کے گوشہ کنی پر دو قبریں خشتی پختہ قدیمی موجود ہیں۔ ایک تو خود مائی لاڈو دایہ کی اور دوسری محمد اسماعیل کے اس خاوند کی بپاس خاطر لحاظ ادب مسجد کے وہ ہر دو (ص ۲۰۱) قبور بلند نہیں بنائی گئیں۔

دائی لاڈو

Marfat.com

(ص ۲۰۰) یہ لاڈو دائی شاہجہان بادشاہ کے حرموں کی دایہ تھی اور شاہجہان بادشاہ اسی کے ہاتھ سے تولد ہوئے تھے۔ جب شاہجہان کی عملداری ہوئی تو اس دایہ نے خوب رتبہ پایا اور بادشاہ اس کو مائی لاڈو کہہ کر پکارتے تھے۔ جلوس شاہجہانی کے چوتھے سال میں یہ مسجد تیار ہوئی۔

(ص ۲۰۱) شاہجہان نامہ میں تحریر ہے کہ یہ مائی لاڈو فیض یافتہ خدمت بابرکت حضرت سلیم چشتی کی تھی اور نہایت باخدا عورت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں حج بیت اللہ شریف کا بھی کیا ہے۔ اور اس نے بحین حیات خود یہ قبریں بنوائی تھیں تاریخ وفات اس کی پہلے سال جلوس عالمگیر کے بتاریخ پنجم محرم الحرام بروز چار شنبہ واقع ہوئی اور شوہر اس کا محمد اسماعیل دس مہینے اول رہگرائے عالم بقا ہوا تھا۔

مسجد کے مختلف ادوار

اس وقت میں اس گذر کا نام گذر تلا مشہور تھا اور اسی محلہ میں اس دایہ کی حویلیاں اور باغ وغیرہ املاک بھی تھے اور بعد تعمیر مسجد ہذا کے مائی لاڈو نے یہاں درس شروع کرایا اور مولوی عصمت اللہ صاحب واعظ کو یہاں مدرس مقرر کیا اور ہر جمعہ کو یہاں وعظ بھی ہوا کرتا تھا۔ جب وقت وفات اس دایہ کا نزدیک پہنچا تو اس نے اپنے فرزند محمد شکور کو وصیت کی کہ میرا اب کوچ کا وقت ہے تجھ کو لازم ہے کہ اس مسجد کی خدمت قرار واقعی کرتے رہنا۔ قدرت الٰہی سے وہ محمد شکور لاولد رہا اور اس نے تمام املاک موروثی اپنی ملحقہ اس مسجد کے کر دی چنانچہ اس سے رونق اس مسجد کی برابر بنی رہی۔ جب شہر ویران ہو گیا تو یہ بھی آوارہ ہو گئی حتیٰ کہ اس پر قبضہ ہندوؤں کا ہو گیا۔

فقیر مہر شاہ

بعدازاں سائیں قطب شاہ صاحب نے تردد کر کے اس کو ایک گونہ آباد کرایا اور مہر شاہ نامی فقیر پیر بھائی اپنے کو وہاں بٹھایا۔ جو فقیر مہر شاہ اب یہاں اس مسجد میں بیٹھا ہے وہ فقیر میاں میر صاحب کا ہے اور شجرہ اس کا یہ ہے۔

مہر شاہ خادم پیر احمد یار کا اور وہ میاں نور احمد کا اور وہ محمد فیض کا اور وہ شیر محمد کا اور وہ شہ رحیم کا اور وہ شہ کریم کا اور وہ شہ جمال کا اور وہ میراں شہ سعید کا اور وہ جناب حضرت میاں میر بالا پیر کا اور آگے تمام اسماء شجرہ حضرت میاں میر میں جہاں ان کا حال

Marfat.com

ہے، موجود ہے۔

یہ مہر شاہ اصل میں ساکن موضع پنڈی کالو ضلع گجرات کا، قوم سے آہن گر ہے۔ مگر بزرگ اس کے پیشہ ملاگری کرتے تھے اور تمام رشتہ دار اس کے پیشہ آہن گری کرتے ہیں بعد مہاراجہ شیر سنگھ یہ شخص بخدمت احمد یار صاحب مشرف ہو کر فقیر ہو گیا اور احمد یار صاحب کوٹ پیرو متصل قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں رہا کرتے تھے اور وہ بڑے بزرگ مشہور ہوئے ہیں۔ اب کوٹ پیرو میں خانقاہ اس کی زیارت گاہ خلق اللہ اور پنجم جیٹھ کو وہاں میلہ بڑے ہجوم سے ہوتا ہے اور وفات ان کی ہشتم رجب المرجب سن بارہ سو اکہتر میں واقع ہوئی ہے۔ اب وہاں صاحبزادہ ان کا مسمی شہ محمود سجادہ نشین مزار ہے۔

اب وہ مہر شاہ اس مکان میں مع اپنی زوجہ منکوحہ مسماۃ بھاگ بھری کے رہتا ہے۔ (ص ۲۰۲) اور یہ مسماۃ قوم کھوکھر سے ہے اور اس کے پاس ایک لڑکا ربیب یعنی فتح علی، جو اب بالکا مہر شاہ کا بنا ہے۔ بعمر دہ سالہ موجود ہے۔ اب مہر شاہ بیان کرتا ہے، کہ بعد میرے میری جائیداد کی مالک بھی یہی مسماۃ اور فتح علی ہے۔

عرس

(ص ۲۰۰) اب سال بھر میں یہاں دو دفعہ عرس ہوتا ہے۔ ایک تو بماہ ربیع الاول اور دوسرا بماہ رجب۔ یہ مہر شاہ یہاں کا عرس بطور نیاز۔ حضرت غوث الاعظم کے کرتا ہے۔ اور اس دن ناچ راگ رنگ بھی ہوتا ہے اور فقیروں کو روٹی تقسیم ہوتی ہے۔ اب بعضے لوگ اس مسجد میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔

(ص ۳۸۷) حال مسجد نواب ذکریا خان مرحوم

غرب رویہ احاطہ مزار حضرت مادھو لال حسین صاحب مرحوم یہ مسجد بنیہ نواب ذکریا خان بن نواب خان بہادر خان ناظم لاہور مع چاہ و غسل خانہ موجود ہے۔

شرق رویہ مسجد ہذا چاہ کلاں چرخی دار۔ اس کے جنوب رویہ دو سقاوہ غسل خانہ۔ اس کے شمال رویہ دروازہ مسجد اب بے طاق و تختہ۔ باہر اس دروازہ کے ایک زینہ شکستہ خشتی۔ زمین سے یہ دروازہ ایک فٹ بلند۔ اس دروازے کے اندر صحن مسجد جس کا طول سات اور عرض ساڑھے چھ درعہ۔ گرد و نواح دیوار تا بگردن بلند خشتی چونہ گچ سفید۔ دیوار شرقی کے اندر بطرف صحن سبیل پختہ۔ صحن میں فرش خشتی۔ اس پر استرکاری مگر اب کہیں کہیں سے اکھڑ گئی ہے۔ غرب رویہ دررجہ اندرونی سقف۔ سقف سابقہ بنیہ ذکریا خان پچھلے دنوں

Marfat.com

میں گر گئی تھی پھر منشی غلام رسول صاحب ملازم بارک ماسٹری نے سن بارہ سو انہتر میں بنوا دی۔ جنیہ نواب ذکریا خان اب صرف یہ چاہ و غسل خانہ اور صحن مسجد اور اس کی چار دیواری اور غربی دیواری میں نشان محراب باقی ہیں۔ شرقی محراب رخ مسجد کے اوپر کتبہ مدورہ مثلثی طولانی کانسی کار کلاں۔ اس کا میانہ سفید مائل برنگ آسمانی اور گرد اس کے دو انگشت برابر عریض خط برنگ نیلا۔ اس میں ایک سطر اوپر بخط عربی برنگ نیلا چھوٹی جس میں بسم اللہ الرحمان الرحیم تحریر ہے اور پھر افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ وبہ نستعین۔ اسی طرح محراب شمالی پر بھی ایک کتبہ کانسی کار۔ اس کے شمال و جنوب کی طرف چار چار ٹکڑہ کانسی کار جس کی زمین نیلی اور گلکاری سفید۔ جس پر یہ چار سطریں برنگ سیاہ تحریر ہیں۔

شعر۔

خواست در دور شاہ ملک پناہ
شاہ ہندوستان محمد شاہ
عالم و عادل و سخی زمان
در صف معرکہ چو شیر ژیان
زبدہ بارگاہ او نواب
ذکریا خان صوبہ پنجاب
بد خواہش اگرچہ جمشید است
لرزہ در تن فتادہ چون بیداست

صفحہ ۳۸۸

یہاں تک دو سطریں ختم ہوئیں۔ شعر

نیک نام آن کہ نیک نامی او
ہمچو بوی گلست در ہر سو
چاہ و مسجد ز خود بنا بکند
عالی و خوب خوشنما بکند
محض بہر خدا کند این کار
تا نمازی شود نماز گزار
باز ہرچہ ثواب ازاں آید
بسوی بانی اش بکن عاید

Marfat.com

محراب جنوبی پر بھی ویسا ہی کتبہ جس کی زمین سفید اور چاروں طرف خط نیلا اور اس کتبہ کے شمال و جنوب کی طرف ویسے ہی چار ٹکڑہ کانسی کار۔ اس کے میانہ میں یہ تحریر ہے۔

یا رب ز لطف خود نگاہش دار
از شکستن تو در پناہش دار
کرد احداث مسجدی محکم
نیز خوش دور چاہ مستحکم
نزد درگاہ صاحب عرفان
واقف اسرار حضرت رحمان
آنکہ معروف شد بہ لال حسین
خاک نعلین اوست سرمہ عین
کرد معمار چون بصد تدبیر
مسجد و چاہ را نکو تعمیر
سال تاریخ او چنین آمد

مسجد نیک ماکان سر (یہاں سے حروف مغشوش ہو گئے ہیں لہذا بخوبی حرف دریافت نہیں ہوتا۔

چون این سجدہ گاہ از پی خاص و عام
بنا یافت از سروری نیک نام
ز تاریخ او ہر کہ خواہد شمار
بداند ہزار و صد و چہل و چہار
۱۱۴۴

محرابوں کے مرغول وغیرہ دیواروں پر رنگ آمیزی خط وجود ہیں اور چاہ کے اندر شمال کی طرف ٹکڑا سنگ سرخ کا لگا ہوا ہے۔ شرق رویہ چاہ ہذا اور غرب رویہ چاہ دیواری خانقاہ حضرت مادھو لال حسین ایک درخت لسوڑا کھڑا ہے۔

اب یہ مسجد زیر قبضہ سجادہ نشین حضرت مادھو لال حسین کے ہے۔

(ص ۵۳۵) احوال مسجد دایہ انگا

کوئی اس کو مسجد دائی اینگنا اور کوئی مسجد دائی اہمنہ کہتا ہے۔ یہ مسجد اب احاطہ اسٹیشن ریلوے میں آگئی ہے اور فرودگاہ ریلوے سے گوشہ کنی میں واقع ہے۔ سبحان اللہ! مسجد

Marfat.com

عالیشان خوب خوشنما ہے۔ اب تک دو مینار اس کے شرقی موجود ہیں۔

بعد سکھاں چندے آوارہ پڑی رہی۔ بعدازاں جب عملداری سرکار انگریزی ہوئی اور مطبع لاہور کرانیکل علاقہ نولکھا میں جاری ہوا تو مسٹر کوپ صاحب مہتمم مطبع مذکور نے اس مسجد کو اپنی کوٹھی بنا کر گرد و نواح ایک احاطہ خشتی مع مکان باورچی خانہ و اصطبل و امکنہ بود و باش ملازماں بنایا۔ عمارت قدیمہ مسجد کو قائم رکھ کے گرد و نواح کمرے جدید تیار کرائے۔ بعدازاں صاحبان ریلوے نے تخمیناً" بارہ ہزار روپیہ کو ان سے خرید لی چنانچہ دم تحریر صاحبان متعلقہ ریلوے اس میں سکونت پذیر ہیں۔

یہ مسجد اندر سے کانسی کار ہے۔ ازانجا کہ اندر کوٹھی کے تمام مسجد سالمہ تاحال موجود ہے اس لئے محرابوں پر کار کانسی خشتی برنگ بسنتی تر و تازہ قائم ہے جس پر آیات قرآنی اور درود شریف بخط عربی مرقوم۔ خوشنمائی کے واسطے صاحب لوگوں نے بھی ان کو نہیں چھیڑا۔ سابق میں چار مینار چار منزلہ تھے اب دو خورد دو منزلہ موجود ہیں۔ (ص ۵۳۶) ان سے واضح ہوتا ہے کہ مینار اندر سے بند ہیں۔ ان کے اوپر جانے کا رستہ نہیں۔

دائی انگا

حال اس کا یہ ہے کہ حرم محترمہ حضرت محمد جہانگیر بادشاہ غازی میں دائی لاڈو کہ جس کی مسجد کا حال علیحدہ مندرج کتاب ہذا ہے۔ دائی جنائی تھی اور یہ دائی خاص حضرت شاہجہان بادشاہ کی دودھ پلائی تھی اس واسطے اس کا نام دائی انگا مشہور ہے کیونکہ زبان اردو میں انگا دائی دودھ پلائی کو کہتے ہیں۔ اصلی نام اس کا زیب النساء تھا۔ مسموع ہوا ہے کہ جب شاہجہان بادشاہ ایام طفولیت میں تھے تو یہ اکثر از راہ تفنن طبع بچگان حضرت کو سکھلایا کرتی تھی کہ ہم جب بڑے ہوں گے تو تجھ کو باعزت و آبرو زیارت بیت اللہ کرائیں گے اور ہر طرح سے تجھ کو خوش رکھیں گے۔ القصہ جب حضرت شاہجہان بادشاہ اورنگ زیب آرائے سریر ہندوستان ہوئے اور دائی لاڈو نے مسجد تیار کرائی تو اس نے اس کی نیک نامی دیکھ کر حضرت سلطانی میں عرض کی کہ آپ ہمیشہ مجھ سے وعدہ روانگی بیت اللہ فرمایا کرتے تھے۔ اب میری تمنا ہے کہ اگر حضور توجہ فرمائیں تو میں یہ دولت لازوال حاصل کروں۔ حضور نے براہ قدر دانی بہت سا زر نقد دے کر ارشاد فرمایا کہ ماسوا اس کے جو کچھ باعزت و آبرو ترا زاد راہ ہر خزانہ عامرہ سلطانی سے مجرا و عطا ہوگا۔ اس نے اس نوازش کی یادگاری کے واسطے یہ مسجد عالیشان ۱۰۴۵ میں تعمیر کرائی اور ۴۸ میں روانہ بیت اللہ ہو گئی۔ قوم مغل یہ زیب النساء شریف خاندانی مغل سے تھی۔ قدیم ساکن ہرات ہندوستان

میں آنے سے اول خاندان شہ طہماسپ میں والدہ اس کی اسی عہدہ پر سرفراز تھی۔ خاوند اس کا مراد خان بعہد حضرت جہانگیر بادشاہ چندے عدالتی بیکانیر رہا اور محمد رشید خان فرزند سعید اس کا بڑا بہادر فن تیر اندازی میں مشہور تھا سو حضرت دارا شکوہ کی لڑائی میں نواب کاظم علی خان ضرغام الدولہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بعد اس کے ایک لڑکی اس کی مسماۃ نیک اختر باقی رہی جس کی بابت مشہور ہے کہ شہزادہ محمد مراد خلف حضرت عالمگیر بادشاہ غازی کی انگا تھی۔ زیادہ اس سے کچھ اور حال اس کا واضح نہ ہوا۔

(ص ۳۷۳) حال مسجد المشہور مسجد قصاب خانہ والا و مزار حضرت جان محمد رحمتہ اللہ علیہ

یہ مسجد فیمابین چوبچہ گورو رام داس اور گنبد نستر خان کے واقع ہے۔ (ص ۳۷۴) حال اس کا زبانی میاں احمد دین صاحب سجادہ نشین خانقاہ میاں وڈا کے یوں معلوم ہوا کہ عہد اکبر میں یہاں قصاب خانہ تھا۔ یہاں کے ساکنین نے یہ مسجد سن ایک ہزار ساٹھ میں بنوائی بعدازاں جب چرچا حضرت میاں وڈا صاحب کا پھیلا تو یہاں کے لوگ آ کے ملتجی ہوئے کہ آپ ہماری مسجد میں تشریف لے چلیں اور وہاں چل کر درس پڑھائیں آپ نے خود آنا تو قبول نہ کیا مگر میاں جان محمد صاحب کو کہ وہ بھی ولی کامل اور حضرت کے خلیفہ تھے یہاں مقرر کیا۔ وہ یہاں آکر مشغول امامت و ہدایت و تدریس ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے نہم ماہ صفر سن ایک ہزار بیاسی میں وفات پائی' اس وقت سے یہ مسجد زیر قبضہ سجادہ نشیناں میاں وڈا صاحب رہتی رہی۔

عمارت

(ص ۳۷۴) عمارت قدیمہ۔ میانہ میں ایک بڑا بلند عالی شان گنبد چونہ گچ' اب برنگ سیاہ۔ گنبد کلاں کے شمال و جنوب رویہ اور دو گنبدیاں خورد متصلہ سقف۔ سقف قالبوتی باہر کو شرق رویہ ایک محراب کلاں۔ میانہ میں اس کے نیچے در محرابی مرغولی' اب اس کو بند کر کے چھوٹا سا راستہ طولانی رکھا ہوا ہے۔ اس کی بغلوں میں بطرف شمال و جنوب اور در محرابی۔ ارتفاع ان کا قدرے کم۔ ان میں پھر ایک ایک محراب قالبوتی' اب اینٹ اور کھنگروں سے بالکل مسدود۔ آگے اس کے صحن مسجد بڑا کشادہ تین گز عریض۔ صحن مسجد میں فرش خشتی اور صحن کے شرق رویہ حوض تھا' سکھوں نے اینٹیں اس کی نکال لی ہیں۔

Marfat.com

مسجد کی بغل شمالی میں ایک حجرہ مسقف مرتبہ سرکی پوش مبنیہ جرنیل گلاب سنگھ کنہ۔ دروازہ اس کا شرق رویہ۔ مسجد کے شمال و جنوب و شرق رویہ دیوار' جس کا ارتفاع مسجد کے اندر سے اڑھائی درعہ اور باہر سے چار گز' موجود۔ شرق رویہ دروازہ آمد و رفت جس کی چوکھٹ اور طاق تختہ چوبی۔ اس کے اندر ایک درخت گوندی اور دو درخت بیر اور ایک درخت ٹاہلی کھڑے ہیں۔ طول اس دیوار کا بائیس درعہ' ارتفاع مذکور بالا دیوار جنوبی مسجد کو گلاب سنگھ کنہ نے توڑ کر وہاں تین دھن محرابی بطور سہ دحنہ بنائے ہیں۔ چار دیواری کے شمال رویہ میانہ میں ایک دروازہ تھا' اب بند ہے۔ (ص ۳۷۴) باہر دروازہ مسجد ہذا کے گوشہ ایساں میں ایک چاہ چرخی دار ہے۔ فقط

(ص ۳۷۳) یہ مسجد سکھوں کے وقت گلاب سنگھ کنہ کے تصرف میں تھی جو جرنیل کنہ فوج کورٹ (۳۷۴) والی پلٹنوں کا تھا۔ اب عرصہ پندرہ سال سے چھوڑ گئے ہیں۔ اب مقبوضہ میاں احمد دین سجادہ نشین درس میاں وڈا ہے۔ انہوں نے یہاں ایک شخص مسمی الہ یار تیرہ برس سے بٹھایا ہوا ہے۔ اس کو سیر آٹا ہر روز دیتے ہیں۔ بعہد شاہان سلف اس مسجد کے امام میاں جان محمد تھے اور وہ جان محمد خادم حضرت محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا کے تھے۔ اس مسجد میں سن ایک ہزار ستر میں وہ امام تھے۔

احمد دین کہتا ہے کہ اب وہاں سے آمدنی تو کچھ نہیں مگر ازانجا کہ مکان بزرگان کا مقبوضہ ہے لہٰذا خدمت اس کی ہم ذمہ اپنے پر واجب سمجھتے ہیں اور ماسوا اس کے باعث قبضہ (اس) پر ظاہر ہے کہ وہ جان محمد صاحب خادم اور دست نشان وہ ہمارے بزرگوں کے تھے۔

مزار حضرت جان محمد رحمتہ اللہ علیہ

باہر مسجد کے بطرف گوشہ بایب ایک چار دیواری خشتی ہے' جس کے بنیرے سفید۔ طول اس کا پندرہ گز اور عرض سات گز۔ دروازہ محرابی شرق رویہ' جس کے نیچے دو زینہ پختہ۔ گرد و نواح تابہ سینہ بلند دیوار۔ شمال رویہ اس کے ایک چراغدان جس میں چھ کھڈے چراغدان۔ یہ چار دیواری طولانی شرق و غرب رویہ ہے۔ اس کے اندر متصل دیوار جنوبی ایک تھڑہ پختہ خشتی چونہ گچ۔ اس پر قبر میاں جان محمد صاحب امام مسجد کی۔ ماسوا اس کے اور نو قبریں ان کی اولاد کی۔

Marfat.com

باب ۱۱

مقابر صوفیا و بزرگان

(ص ۵۹۱) حال مکان علی رنگریز

یہ مکان خانقاہ مقبرہ حضرت جان محمد منصوری کے گوشہ بایب میں موجود ہے۔ (ص ۵۹۲) قبر حضرت کی چار دیواری خشتی میں چبوترہ پر خشتی موجود ہے۔ ان لوگوں رنگریزوں کی اکثر قبور وہاں ہوتی ہیں۔ فقط

(ص ۱۳۸) فصل در بیان مقبرہ عالیہ حضرت علی مخدوم ہجویری غزنوی، جلالی المشہور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۱۴۰) حال اس مقبرہ عالیہ کا کمترین نے کتاب سفینہ وغیرہ سے لکھا۔
واضح ہو کہ یہ خانقاہ باہر دروازہ بھاٹی کے، غرب رویہ، مکان عالیشان مشہور معروف ہے۔ قبل اس کے گرد و نواح اس کے قبرستان بہت بھاری تھا مگر اب مسمار ہو گیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بہت سے مقبرہ جات اور قبور جو گردِ و نواح اس کے تھے مسمار کرا دیئے تو بھی بہت قبور تا ہنوز باقی ہیں۔

دروازہ آمد و شد اس خانقاہ کا جنوب رویہ، پس پشت مسجد، ہے۔ باہر راستہ کے متصل ایک چبوترہ، شرق رویہ، اب صاحبزادوں نے بنایا ہے اور روبرو اس چبوترہ کے ایک دالان، جس کی پانچ کوٹھڑیاں شرق رویہ اور ایک دروازہ شمالی خشتی پختہ چونہ گچ بنیہ جوائی کنجری، عرصہ تیس سال سے بنا ہوا ہے۔ اور ایک دالان پس پشت دالان کے اور ہے۔ اور پھر غرب رویہ اس کے باورچی خانہ پختہ جس کے تین دروازے ہیں۔ عرس کے روز وہاں کھانا تقسیم فقرا کے واسطے تیار کیا جاتا ہے۔ اور وہاں دو تنور بھی ہیں۔ اور پھر اسی راہ کے غرب رویہ ایک اور چبوترہ واسطے نشست مجاوران کے ہے۔ پھر آگے (ص ۱۴۱) اس کے دو در کلاں ہیں، ایک تو آمد و شد اشخاص زائرین کا اور دوسرا ملحقہ چبوترہ۔ اور اس چبوترہ پر قبر میر مومن خان نائب ناظم لاہور کی، غرب رویہ، ایک دالان سہ درہ پختہ بنیہ نواب خان خاناں کا ہے۔ اول وہ سنگ سیاہ کا تھا عرصہ سو سال کا ہوا کہ ایک زلزلہ آیا تو اس کے صدمہ سے وہ دالان گر گیا۔ پھر محمد خان، مختار ٹکسال مہاراجہ صاحب نے، خشتی بنوا دیا۔ اس تعمیر کو اب پچاس برس ہوئے ہیں۔ پھر شمال رویہ اس دالان کے ایک راستہ باہر

Marfat.com

قبرستان کو جاتا ہے اور اس راہ کے شمال رویہ ایک چاہ و سبیل و غسل خانہ پختہ موجود ہے۔ اس چاہ پر دو تین زینہ سنگین چڑھ کے جاتے ہیں اور شرق رویہ اس چاہ کے ایک اور دالان مسقف پختہ چونہ گچ رانی چندر کور والدہ کنور نونہال سنگھ' اہلیہ مہاراجہ کھڑک سنگھ نے' سمت اٹھارہ سو پچانویں (۱۸۹۵) میں بنوایا۔ اور اس میں ایک پنجرہ خشتی گلی شمال رویہ نصب ہے۔ اور اس دالان میں ایک کھڑکی چوبی بھی شمال رویہ نصب ہے۔ اس کے اندر قبر پختہ محمد خان مہتمم ٹکسال کی جو بارہ سو اکتالیس (۱۲۴۱) میں بنی تھی' پھر شرق رویہ اس کے دروازہ اندر جانے کا پختہ چونہ گچ منقش عالیشان موجود ہے۔ اس کے دائیں بائیں دو نشستگاہیں سنگ مرمر سفید کی مع فرش سنگ مرمر موجود ہے۔ اور چوکھٹ دروازہ کی بھی سنگ مرمر سفید کی ہے اور اس پر محرابی عمارت میں ایک پتھر سنگ مرمر کا مربع لگا ہوا ہے اور اس میں یہ تحریر ہے۔

هوالعزیز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ شعر
این روضہ کہ بامنش شدہ فیض الست
مخدوم علی راست کہ باحق پیوست
در ہستی ہست نیست شد' ہستی یافت
زان سال و صالش افضل آمد ہست

یہ تاریخ منصف حضرت جامی ہے۔ اور اوپر اس کے چونہ پر بسم اللہ الرحمان الرحیم بخط ثلث تحریر ہے۔ یہ تمام عمارات ☆ بنیہ اکبر بادشاہ ہے مگر بعد اس کے سفیدی ہوتی رہی ہے۔ جیسا کہ ایک دفعہ موران طوائف محبوبہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اور دوسری دفعہ مہرنشان اور تیسری دفعہ شیخ امام الدین نے سفیدی کرائی۔ اور یہ چار دیواری خاص اکبر کی بنوائی ہوئی ہے۔ بسبب اٹھار سو اسی (۱۸۸۰) میں سقف ہای نو تیار کرا دی تھیں۔ طاق تختہ اس دروازہ سنگ مرمر کے چوبی' منقش' عمدہ ہیں۔ پھر اس دروازہ کے اندر جاتے ہی ڈیوڑھی ہے جس کا گنبد قالبوتی خشتی چونہ گچ۔ یہ بھی عمارت اکبری ہے۔

پھر اس ڈیوڑھی کے اندر جاتے ہی مسجد ☆☆ ہے۔ یہ وہی مسجد ہے جو حضرت نے

☆ "شاہ اکبر کے ساختہ دروازے توسیع مسجد کی نذر ہو گئے ہیں" (تاریخ جلیلہ)

☆☆ مولانا غلام دستگیر نامی مرحوم تاریخ جلیلہ کی طبع دوم ۱۹۶۰ء کے صفحہ ۲۱۳ پر مسجد ملحقہ دربار ہجویری کا چشم دیدہ حال اس میں بیان فرماتے ہیں (حاشیہ جاری)

Marfat.com

بعین حیات اپنے بنوائی تھی مگر اب گلزار شاہ سادھو نے از سر نو بنیاد سابقہ پر تعمیر کرائی ہے۔ آگے اس مسجد کے گنبد نہ تھے فقط سقف چوبی تھی اب گنبد بھی تیار ہوئے ہیں اور دیواریں تمام (ص ۴۱۲) منقش اور چونہ گچ۔

اور ڈیوڑھی کے شرق رویہ دروازہ خاص اندر جانے کا اور اس کے ساتھ دروازہ محرابی قالبوتی مسجد کا۔ اور دروازہ آمد و شد کے اوپر کاشی کام برنگ بسنتی اور اس پر یہ لکھا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ علی ہجویری

خاک جاروب از درش بردار

طوطیا کن بدیدہ حق بین

تاشوی واقف در اسرار

چونکہ سردار ملک معنی بود

سال وصلش برآید از سردار

۴۶۵

اور مسجد کے شرق رویہ سرزینہ ایک قبر پختہ شیخ سلیمان مجاور کی ہے۔ یہ قبر بھی عہد

(حاشیہ گزشتہ صفحہ)

"موجودہ مسجد کا صحن شمالاً" جنوباً" ۱۹ اور شرقاً" غرباً" ۱۱ قدم ہے یعنی قریباً" ۲۳ مرلے۔ درون مسجد (مسقف جگہ) کی پیمائش نہیں کی۔ یہ بھی کافی وسیع ہے۔ اس مسجد پر بانی مسجد کی گرہ سے پونے دو لاکھ روپیہ نکلا۔ مگر جانچ والے کہتے ہیں کہ لگا ایک ہی لاکھ ہو گا"

درگاہ کے بیرونی شرقی دروازہ میں داخل ہوتے ہی "شمال کی طرف جاتے ہی بائیں طرف دروازہ مسجد ہے۔ اس میں ڈاکٹر اقبال کی موزوں کردہ تاریخ نصب ہے۔

سال بنای حرم مومنان خواہ زجبریل و زہاتف مجو

چشم بہ المسجد الاقصیٰ فگن الذی بارکہ ہم بگو

عبدالمجید ایمن آبادی کاتب

۲۔ اس سے آگے چلیں تو بائیں ہاتھ پہلا سنگ مرمری مزار چوہدری غلام رسول بانی مسجد کا ہے۔ اور تاریخ وفات ۱۳۴۳ھ ہے۔ یعنی تعمیر مسجد کے تین سال بعد۔

Marfat.com

اکبر بادشاہ میں بنی اور بالمشافہ اس کے ایک چھوٹا سا دروازہ چوبی مقام چلہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی کا ہے۔ یہ چھوٹا سا مکان ہے اور اس کے اوپر گنبد خشتی عمارت اکبری۔ جب اندر جائیں تو مکان مربع ہے۔ اس میں چاروں طرف دالان ہیں۔ ایک تو پائینتی کی طرف یعنی دالان جنوب رویہ ہے' جس میں شرق رویہ ایک کوٹھری ہے۔ اس کا ایک دروازہ محرابی غرب رویہ اور دوسرا پنجرہ گلی سے شمال رویہ۔ اس جگہ میں صاحبزادے نوبت بہ نوبت بیٹھتے ہیں اور یہیں بروز عرس تقسیم نان و ختم شریف ہوتا ہے۔ پھر شرق رویہ ایک دالان' جس کے جنوب رویہ ایک کوٹھری ہے۔ اس دالان کے پانچ در ہیں اور شمال رویہ ایک دالان جس کے پانچ دروازہ خشتی محرابی ہیں۔ یہ تو تیار کردہ بھائی میرا مصاحب کنور نونہال سنگھ ہے اور اس کے کشادہ کرنے کے واسطے رانی چند کور نے اور زمین ملا کر چھت ڈلوا دی تھی۔ اب دالان کشادہ ہو گیا ہے۔ اس دالان میں قرآن شریف رکھے ہوئے ہیں اور شب و روز زائرین تلاوت کرتے ہیں۔

(ص ۱۴۴) اب اس دالان کے شرق رویہ سے راستہ نکال کر قبر شیخ امام ☆ الدین خان بہادر کی سنگ مرمر سے بنی ہے۔ مقبرہ اس کا بھی مربع ہے اور اوپر قبر پر چھت نہیں۔ اور اس چار دیواری کے شرق رویہ دالان خشتی جس کے تین دروازے اور تین حجرے چوبی طاق والے اور شمال رویہ ایک دالان' اس میں دو حجرہ خرد زیر و بالا چوبی۔ اور زینہ بالا خانہ موجود ہے۔ اور ایک کھڑکی جو واسطہ ہوا اور روشنی کے جس میں جنگلا آہنی لگا ہوا ہے اور جنوب رویہ کے آگے پنجرہ چوبی اور اس میں ایک کھڑکی آمد و شد کے واسطہ موجود' بطور دالان ہے۔ اور اس دالان میں گلکاری ہوئی ہوئی ہے اور دیوار جنوبی میں اول برنگ لاجوردی بطور چار تختوں کے کیا ہوا ہے اور اس پر بخط منوط مرزا امام الدین و بردی کے دستخطی یہ تحریر ہے۔

دریغا که بی ما بسی روزگار
بروید گل و بشکفد نو بهار
بسی بردی ماه داردی بهشت
بباید که ما خاک باشیم و خشت

☆ سکھوں کے گورنر کشمیر (جو ملتان کی لڑائی میں انگریزوں کی طرف سے لڑے تھے)۔
(تاریخ جلیلہ)

Marfat.com

اور نیچے اس کے کتبہ ذرہ حقیر امام و بردی ۱۲۷۵ اور نیچے اس کے تاریخ وصال نواب موصوف کی چونہ پر بطرف غرب و جنوب و شرق تحریر۔ طرف غربی سے لے کر طرف شرقی تک بطرف شمالی تو دروازہ پنجرہ چوبی ہے۔

از خامہ عفو آن خداوند غفور
(ص ۱۴۵) کز صنع وجود بشر از خاک سرشت
بر تربت نواب امام الدین خان
آرام گہش بہشت تاریخ نوشت

درمیان اس چار دیواری کے قبر مع چبوترہ سنگ مرمر۔ اول چبوترہ خشتی اور اس چبوترہ پر سنگ مرمر سفید اور اس پر مزار سنگ مرمر' بنیہ ان کے صاحزادہ غلام محبوب سبحانی صاحب' کی موجود ہے۔ قبر کے سرہانے اوپر محراب بنا کر اس میں اول بسم اللہ الرحمان الرحیم اور اس کے گوشوں پر یا رحمان و یا رحیم یا غفور اور بیچ میں اس کے کلمہ شہادت تحریر ہے اور نیچے اس کے یعنی چھاتی پر یہ تاریخ و ابیات تحریر ہیں۔ ابیات

چونکہ نواب شیخ امام الدین
شد ز دنیا و رو بخلد نہاد
گفت ہاتف بسال تاریخش
احمد مجتبیٰ شفیعش باد

اور نیز یہ تحریر ہے۔ بتاریخ دوم شعبان ۱۲۷۵ بارہ سو پچھتر ہجری۔ اور نیز یہ تحریر ہے۔

چون بخاکم بگذری دامن کشاں
از سر اخلاص الحمدی بخواں

اور غرب روبیہ مزار' دالان قرآن گاہ میں' پنجرہ آہنی جنگلہ چوبی میں لگا ہوا اور آمد و رفت اس جگہ کی فقط دالان قرآن والا حضرت گنج بخش صاحب سے ہے اور یہ مکان بھی تحت دخل مجاوران ہے۔ اب صاحبزادہ نواب امام الدین خان میاں غلام محبوب سبحانی سال بھر میں ایک سو اسی روپیہ بحساب پندرہ روپیہ ماہواری' بطور نذر' مجاوران کو دیتے ہیں اور آٹھ آنہ ماہواری واسطہ تیل کے اور ضروریات کے۔ وسط دالان شرقی میں ایک دروازہ جنوب روبیہ چوبی بند رہتا ہے۔ اس میں سے آمد و رفت خاص ہے۔ جب نواب صاحب کے زنانہ لوگ آتے ہیں تو اسی راہ سے آتے ہیں۔ اور یہ دروازہ مقفل رہتا ہے۔ فقط۔

مزار حضرت داتا گنج بخش

Marfat.com

اور مزار گوہر بار حضرت پیر علی ہجویری کی چبوترہ سنگ مرمر سفید پر واقع ہے۔ اور مزار شریف سنگ مرمر کی جس پر گلکاری سنگین منوط ہوئی ہوئی ہے اور مزار کے دو درجہ ہیں۔ ایک تو دو فٹ اونچا اور پھر ایک فٹ کا اور چبوترہ' اور اس پر تعویذ۔ اس بڑے چبوترے پر دو اور مزاریں خرد خرد کانسی کار واقع ہیں۔ مقبرہ مبارک پر ہمیشہ غلاف کخواب و دارائی وغیرہ پڑا رہتا ہے۔ اور اس چبوترہ پر ایک پنجرہ چوبی ہشت پہلو واقع ہے۔ یہ پنجرہ چوبی میاں عیوض خان فیل بان مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بنوایا تھا۔ سن ۱۲۴۰ بارہ سو چالیس میں دروازہ پنجرہ کا جنوب رویہ ہے۔ بیچ میں مزار پرانوار حضرت کی ہے۔ اور دو قبریں دوسری۔ ایک تو شیخ احمد حمادی سرخسی کی اور دوسری شیخ ابو سعید ہجویری کی کہ یہ دونوں حضرت کے پیر بھائی آپ کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ پہلے یہ مزار سلطان محمود غزنوی کے برادر زادہ ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم (ص ۱۳۶) بن سلطان مسعود غزنوی نے بنوائی۔ اور چبوترہ اور نواح مزار اسی کا تعمیر ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ تعویذ مزار شریف جو ڈھائی درعہ طول اور ڈیڑھ درعہ عرض کا ہے ایک ہی پتھر کا بنا ہوا ہے۔ خدا جانے یہ تختہ سنگ مرمر کتنا بڑا ہو گا کہ جس میں یہ تعویذ نکالا گیا ہو گا۔

اور اب بارہ سو اٹھتر میں مسی نور محمد سادھو نے ایک گنبد بالائے پنجرہ چوبی تعمیر کرایا ہے اور پنجرہ سے لے کر تا عمارت گنبد ڈاکٹر محمد حسین متعینہ میڈیکل کالج نے آئینہ چاروں طرف لگوائے ہیں اور سفیدی گنبد کی فضل الدین داروغہ مجس راولپنڈی نے کرائی ہے۔ گنبد چونہ گچ خشتی پختہ' جس کا گنبد اوپر سے سبز ہے تعمیر ہوا اور اس گنبد کی تاریخیں تعمیر کی شعرائے لاہور نے بہت لکھی ہیں۔ دو قطعہ تاریخ ان میں سے' ایک تو میاں فرید شاعر نے تحریر کی ہے' درج کی جاتی ہیں۔

نور محمد چون بناء نو نہاد
مقبرہ مکرم مرحوم ما
گفت فرید از پی تاریخ او
مقبرہ منعم مخدوم ما
۱۲۷۸

اور دوسری تاریخ مصنفہ مفتی غلام سرور صاحب جو انہوں نے درباب تعمیر اس روضہ کے لکھی تھی اور بوقت تصنیف کتاب ہذا کے بامید اندراج میرے پاس بھیجی' سو وہ یہ ہے۔

Marfat.com

کرد	عجب	نور	محمد بنا
روضہ	پرنور	از	صدق دلی
مقبرہ	سید	دین	گنج بخش
قرۃ	ابصار	نبی	و علی
آن	کہ دو	کونش نہ	فرمان شدند
سید	و	سردار	شاہ غزنوی

در لاہور بتولیت رئیس مقام و مجاور روضہ مقدسہ باشد۔ الٰہی ماشاء اللہ در سن ۱۱۳۷ یک ہزار و یک صدوسی و ہفت ہجری، فقط

اور ابتدائے ہر ایک سیپارہ کے یہ لکھا ہے۔

بتوفیق الٰہی محمد ہادی المشتہر۔ بمومن الملک علاء الدولہ جعفر خان نصیری بہادر ناصر جنگ مصاحف مجلدات متعددہ (ص ۱۴۳) بخط خود نوشتہ بحرمین الشریفین و عتبات عالیات ارسال داشتہ بعد ازان قرار داد، کہ در ہر مصحف مجلد کہ نوشتہ شود سہ قاری و در ہر مصحف معجزا دو قاری مو ظف کردہ بحضور خود شب و روز بتلاوت مواظبت دارند و بعد ہر ختم فاتحہ و اخلاص خواندہ ثواب آن را بروح مطہر حضرت رسول اللہ صلعم نثار نماید۔ چنانچہ مجلدات ہفت و مجزات بست و سہ و قرا دو ہزار و یک صد و حسب کسری و ختمات بست و چہار لکھ شدہ و ہمیشہ درین کار اند بعدازان حق سبحانہ وتعالیٰ بدل القا کرد کہ بر قرآن کہ بروضات اولیاء و مشاہیر فرستادہ وقف کردہ کہ بہ تلاوت دارند۔ چنانچہ در سن ۱۱۲۱ یک ہزار و یک صد و بست و یک ہجری قرآنی مجلد در اجمیر بروضہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ فرستادہ و دہ حافظ مو ظف کردہ و در سن ۱۱۳۰ یک ہزار و یک صدوسی قرآنی معجزا بروضہ مذکورہ فرستادہ، دہ قاری مو ظف بہ تلاوت داشتہ و نیز درسنہ مذکورہ قرآنی مجزا بمزار حضرت خواجہ قطب الدین و قرآنی معجزا بمزار حضرت نظام الدین اولیاء و قرآنی معجزا بمزار حضرت نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہم بدہلی بستارہ مجزہ قرآنی سہ کاری مو ظف بتلاوت گردانیدہ و در سن مذکور قرآنی معجزا بمزار حضرت مخدوم میر اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ فرستادہ و دارا تلاوت بنا نمودہ پنج قاری مو ظف کردہ کہ در آنجا مواظبت بتلاوت دارند و در سن یک ہزار و یک صدوسی و دو (۱۱۳۲) دو قرآنی معجزا بہ کمنک فرستادہ و مکانی تیار کردہ آثار قدم رسول اللہ صلعم گذشتہ سہ قاری مو ظف گردانید کہ بتلاوت مو ظف باشد۔ و در سن یک ہزار یک صدوسی و سہ قرآنی معجزا بمزار حضرت شیخ جلال قدس سرہ فرستادہ پنج قاری

Marfat.com

موظف کردہ کہ در تلاوت مواظبت دارند و در سن مذکور قرآنی مجزا .سعداللہ پور جنت آباد مزار اخی سراج الدین ارسال کردہ پنج قاری موظف گردانیدہ کہ در تلاوت مداومت نمائند۔ و در سن یک ہزار و یک صدوسی و چار قرآنی مجزا بہ مگن پور قنوج بر مزار حضرت بدیع الدین مدار قدس سرہ فرستادہ سہ قاری موظف بتلاوت نمودہ و در سن مذکور قرآنی مجزا بہ بہار (بر) مزار حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد قدس سرہ فرستادہ پنج قاری موظف بتلاوت گردانیدہ و در سن یک ہزار و یک صدوسی و پنج قرآنی مجزا بمدینہ منورہ روضہ مطہرہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارسال داشتہ سی قاری موظف بتلاوت گردانیدہ و در سن مذکور قرآنی بہ بھرایچ مزار سلطان الشہداء سالار مسعود غازی قدس سرہ فرستادہ پنج قاری موظف گردانیدہ و در سن یک ہزار و یک صدوسی و شش قرآنی مجزا بہ کلیر مزار زبدۃ الکاملین سید محمد گیسو دراز قدس سرہ فرستادہ پنج قاری موظف گردانیدہ و در سن یک ہزار و یک صدوسی و ہفت قرآنی مجزا بہ بھاگل پور بر مزار زبدۃ الواصلین مولوی شہباز قدس سرہ فرستادہ پنج قاری موظف گردانیدہ (ص ۱۴۴) و در سن مذکور قرانی مجزا بہ پانی پت بمزار شیخ شرف الدین شرف الحق بو علی قلندر قدس سرہ فرستادہ سہ قاری موظف گردانیدہ قبل ازیں در سن یک ہزار و یک صد و بست و چار قرانی مجزا بہ جہانگیر نگر فرستادہ مسجد عالی بنا کردہ خود فرستادہ قاری موظف داشتہ کہ مداومت در تلاوت دارند و ہر قران بتولیت متولی آنجا گذاشتہ حالا ابتدائی شد بکتابت جز و بست ہفتم قرآن بہ نیت آنکہ بعد اتمام وقف کردہ بہ لاہور بر مزار قدوۃ اولیاء پیر علی مخدوم ہجویری فرستادہ و سہ قاری موظف کردہ شود کہ بوضع مقرر مدام در تلاوت مواظبت دارند' فقط۔

اور چوتھا قرآن بھائی امیر بخش کا اور بڑی بڑی رحلوں پر سات قران شریف بہت بڑے جن کا طول ایک گز اور عرض دس گرہ۔ اور چار میانہ مگروہ بھی بڑے ہیں جن کا طول دس گرہ ہے۔ یہ قرآن یوں آئے ہیں کہ ایک تو رنجیت سنگھ نے' بوقت فتح (پشاور) پشاور سے یہاں بھیجا تب سے یہاں رکھا ہوا ہے۔ اور دوسرا شیخ غلام محی الدین صوبہ دار کشمیر پدر نواب شیخ امام الدین نے نذر کیا۔ اور تیسرا میاں صمد تاجر کشمیری ساکن امرتسر سوداگر پشمینہ نے چھاپا اور چوتھا میاں غلام یاسین خوشنویس لاہوری نے نذر کیا اور پانچواں بخط بہاری جو مشک سے تحریر ہوا ہے۔ اس کا حال معلوم نہیں یہ بہت مدت کا ہے۔ اور چھٹا ملتانی۔ یہ نواب ملتان نے نذر کیا اور ساتواں بخط ثلث۔ یہ بھی قدیمی ہے۔

Marfat.com

(ص ۲۳۷) احوال خانقاہ حضرت سید یعقوب زنجانی المشہور صدر دیوان صاحب رحمتہ اللہ علیہ

مزار پرانوار حضرت کی دروازہ شاہ عالمی کے باہر غرب رویہ ☆ سرائے و تالاب لالہ رتن چند دہاڑی والا موجود ہے۔

اور صورت مقبرہ یہ ہے کہ غرب رویہ اس کے قصاب خانہ و شرق رویہ تالاب لالہ رتن چند، گرد و نواح تمام قبرستان۔ مگر اب قبور جدید ہوئی بند ہیں۔ پہلے عملداری سکھاں بہت دور تک حد اس مزار کے قبرستان کی تھی اور ایک چار دیواری، مربع جس کی دیواریاں دو قد آدم خشتی بنی ہوئی ہیں، موجود ہے۔ اور دروازہ آمد و رفت شرق رویہ۔

اول لب راہ ایک چبوترہ جس کے شمال رویہ چاہ چرخی دار جاری۔ اور اس کے غرب رویہ کوٹھڑی خرد بطور کبوتر خانہ اور جنوب رویہ دالان در دالان خشتی تین ستون والا۔ شمال رویہ باہر اور ایک در محرابی شرق رویہ اس کے ایک اور سہ درہ چوبی۔ اور دالان غرب رویہ میں کوٹھڑیاں مع طاق تختہ چوبی۔ اور چاہ کے جنوب رویہ سبیل پختہ مع چھ مخرج یعنی ٹوٹی موجود ہے۔ اس چبوترہ کے ساتھ ایک دروازہ محرابی واسطے آمد و رفت خانقاہ کے، جس کی چوکھٹ سنگ سیاہ کی اور تختہ چوبی سبز رنگ۔ عمارت دروازہ کانسی کار چینی والی۔ سر دروازہ برنگ کانسی۔ طاق سفید میں اللہ، محمد، ابو بکر، عمر، عثمان، علی، حسین بخط ثلث تحریر ہے۔ اور دونوں طرف بخط ثلث یا فتاح سبز رنگ، کانسی کار، لکھا ہوا ہے۔ اور شمال و جنوب رویہ دو طاق کانسی میں یا وہاب لکھا ہوا تھا مگر اب بخوبی پڑھا نہیں جاتا۔ چوکھٹ سنگین۔ اس (ص ۲۳۷) کے آگے پا انداز ایک سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔ اور دروازہ پر دو برجیاں خشتی، تختہ رنگین۔ اس کے اندر جاتے ہی جنوب رویہ ایک چوبارہ جس کے آمد و رفت کا دروازہ شمال رویہ مع کٹہرہ۔

اس چوبارہ کے غرب رویہ خانقاہ کے جنوب کی طرف ایک چبوترہ دو فٹ اونچا، ریختہ کار، استرکار۔ اس پر نو قبریں پختہ اور ایک درخت کیکر اور ایک گوندی موجود ہے۔ اور قدرے کو ارگندل۔ اور اس چار دیواری کے میانہ میں ایک اور چبوترہ تا بکمر بلند جس کا ایک زینہ سنگین چاروں طرف زمین سے دو فٹ اونچا پختہ، جس پر سنگ سیاہ لگا ہوا ہے۔

☆ اب یہ مزار لیڈی ایچی سن ہسپتال اور سرائے رتن چند کے درمیان آگیا ہے۔

Marfat.com

اور اس پر فرش خشتی اور گرد و نواح کٹہرہ چوبی برنگ سیاہ' چاروں طرف تھڑہ کے نصب ہے۔ اور اس میں جنوب رویہ راہ واسطے زیارت و آمد و رفت کے۔ ارتفاع اس کٹہرہ کا دو فٹ اور باہر پنجرہ چوبی کے میر فرش سنگین متعددہ رکھے رہتے ہیں۔

اور اس چبوترہ پر پانچ قبریں پختہ چونہ گچ ہیں۔ (ص ۲۳۷) شرح ان کی یہ ہے۔ شرق رویہ تین قبریں۔ ایک صاحبزادہ اور دوسرے بھتیجوں کی اور چوتھی والدہ صاحبہ ان کی کے۔ اور پانچویں خود سید صدر دیوان صاحب کی۔ جو قبر کہ غرب رویہ چبوترہ ہے اس کا تعویذ سنگین سنگ سرخ کا۔ یہ قبر حضرت صدر دیوان کی ہے۔ اور پائنتی کی طرف ایک چوبچہ جس میں چٹورہ (سکورہ) و کوزہ گلی رکھا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ جو کوئی بے اولاد عورت یہاں آتی ہے اور بروز جمعرات یہاں پانی پیتی ہے تو بااولاد ہو جاتی ہے۔

غرب رویہ اس چبوترہ کے ایک مسجد پختہ عالیشان' جس کے تین در محرابی خرد و کلاں ہیں۔ پائنتی والے چبوترہ سے زینہ واسطے اوپر جانے مسجد کے ہے۔

اور یہ جو قبریں شمال رویہ چبوترہ پر اندر چار دیواری کے ہیں' نو قبور پختہ اور ایک خام' سجادہ نشینوں کی ہیں۔ ان میں سے پانچ صاحبوں کے نام دریافت ہوئے سو درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

میاں نبی بخش۔ میاں امین شاہ۔ سید احمد شاہ۔ میاں قطب شاہ اور بقیہ کا نام معلوم نہیں۔ بعد مہاراجہ شیر سنگھ میاں کرم شاہ مجاور سجادہ نشین نے سفیدی اس کی کرائی۔

شرق رویہ خانقاہ ایک دالان خشتی موجود ہے۔ اس میں اول نشان محرابی نشست گاہ حضرت خواجہ معین الدین خشتی حسن سنجری کا تھا۔ اب وہ محرابی طاق غرق زمین ہو گیا کہتے ہیں کہ یہاں خواجہ صاحب نے چلہ اعتکاف کاٹا ہے۔ شمال رویہ اس کوٹھہ کے ایک پرانا سا چبوترہ خشتی ہے۔ اس پر تمام عامہ قبور ہیں۔ اس میں ایک چبوترہ خشتی مع تعویذ و چراغ دان ہے۔ وہ کسی طوائف کی قبر ہے۔

اور شمال رویہ چار دیواری خانقاہ کے قبرستان قاضیان معزولہ لاہور کا ہے۔ اس قبرستان کے شمال رویہ ایک اور چار دیواری خشتی پختہ۔ اس کے اندر تین قبریں۔ ایک پختہ دو خام۔ دروازہ اس کا قالبوتی۔ خام قبور طوائفان اور پختہ مسی اسماعیل خان کابلی تاجر اسپاں کی اور اسی نے یہ قبور (ص ۲۳۸) بنوا دی تھیں۔ قبرستان قاضی خانہ پر بہت درخت ون و کیکر کھڑے ہیں۔

جنوب رویہ چار دیواری خانقاہ کے بہت درخت کیکر اور قبرستان دارو غگان مہاراج کا

Marfat.com

ہے۔ کوئی قبر پختہ کوئی خام اور ایک نشان یعنی دیوار دروازہ مسجد کہنہ شکستہ موجود ہے۔ آگے یہاں کئی مسجدیں تھیں۔ چنانچہ بعض بعض کے نشان موجود ہیں اور چند درخت گوندی و بیرو کیکر اس احاطہ میں ہیں۔ اور گوشہ شرقی و جنوبی میں ایک اکھاڑہ کشتی گیران کا بنا ہوا ہے۔ اب اس میں گامی قصاب پہلوان استاد ہے۔ اور جنوب رویہ کا ایک کوٹھہ پختہ مسکونہ فقیر' جواب آوارہ پڑا ہے۔ مسجد کے جنوب رویہ چند مکان' کوٹھہ و بالا خانہ قبضہ کرم علی شاہ مجاور میں ہیں۔ چنانچہ اب ان میں چار گھر چنگڑ' وغیرہ بستے ہیں اور چند کوٹھہ مسمار ہو گئے ہیں۔

شرق و شمال رویہ ایک چاہ کلاں آوارہ پڑا ہے۔

یہ سب مکان پس پشت سرائے لالہ رتن چند کے ہیں۔ عمارت خانقاہ و مسجد حضرت کے خادمین نے بنوائی چنانچہ اب تک باوقات مختلفہ مرمت اس کی ہوتی رہی ہے۔

(ص ۶۳۵) احوال مزار حضرت شاہ حسین زنجانی ☆

مزار ان کی جنوب رویہ موضع میراں دی کھوہی واقع ہے۔ صورت مزار یہ ہے کہ قد آدم سے بلند (۶۳۶) ایک چار دیواری خشتی ہے جس کا درآمد و رفت شرق رویہ مع طاق تختہ چوبی۔ اندر اس چار دیواری کے ایک اور چار دیواری خشتی جس کے سرہانے چراغدان خشتی اور اندر اس کے مزار حضرت کی ہے۔

اور دروازہ کے باہر' شمال کی طرف' ایک دالان خشتی سہ دھن والا محرابی جس کے آگے شرق رویہ تھڑہ۔ اس چار دیواری کے باہر شرق کی طرف چاہ چرخی دار اور پاس اس کے چند قبور۔ اور چاہ کے جنوب رویہ اور کوٹھہ اس پر بالا خانہ۔

(ص ۱۹۴) حال مزار پیر ہادی راہنما

یہ مکان لب سڑک جیل خانہ' جو سڑک انار کلی و میاں میر سے جیل خانہ کو جاتی ہے بائیں ہاتھ پر شرق رویہ واقع ☆☆ ہے۔ (ص ۱۹۵) یہ مقبرہ عہد بابر شاہ میں بنا ہے۔

☆ اس مزار کا حال پچھلے باب میں بھی درج ہو چکا ہے۔ مولف مرحوم نے پہلے موضع کھوہی میراں کے ضمن میں اس کا حال بیان کیا۔ جو کمی رہ گئی اسے علیحدہ عنوان کے تحت پورا کیا ہے۔ کوشش کے باوجود یہ دونوں بیان یکجا نہیں ہو سکے اس لئے مولف کی ترتیب ہی کو اختیار کرنا پڑا اور اسے دوبارہ علیحدہ عنوان کے تحت درج کرنا پڑا ہے۔ (مرتب)

☆☆ عقب نیڈوز ہوٹل (لاہور سید عبداللطیف) لارنس روڈ پر لب سڑک واقع ہے۔

Marfat.com

صورت مقبرہ

مقبرہ سقفی قالبوتی بے گنبد پرانا سا ۔عمارت چونہ گچ موجود ہے اور صورت مقبرہ یہ ہے کہ بشکل مربع گرد و نواح سے دو درجوں پر منقسم ہے۔ ایک دیوار باہر اور ایک دیوار بفاصلہ دوگز اندر۔ اور باہر کی دیواری میں تو چاروں طرف ہیں دو یعنی ہر طرف شرقی و غربی و جنوبی و شمالی میں پانچ پانچ دروازہ (ص ۱۹۵) محرابی خشتی چونہ گچ قالبوتی موجود ہیں اور اس کے اندر والی چار دیواری میں قبریں اوپر سے گلی خام دکھائی دیتی ہیں۔ اور دروازہ آمد و رفت کے جنوب رویہ ایک دروازہ چوبی بے طاق چھوٹا سا موجود ہے۔ اور سرہانے کی طرف پنجرہ خشتی۔

اور نیچے اس مکان کے ایک تہ خانہ ہے' اس میں فرش خشتی جس میں درزیں سنگین ہیں اور تعویذ قبور خشتی چونہ گچ۔ اور سقف اس کی بھی قالبوتی خشتی ہے اور چھت کے اوپر بھی نشان قبر کا بنا ہوا ہے۔ اب اس تہ خانہ کے دروازہ بند کر دیئے گئے ہیں اور نیچے سے بہت آراستہ مکان ہے۔ عرصہ بارہ برس سے دروازہ تہ خانہ بند ہے۔

اور اس مقبرہ میں تین قبریں ہیں۔ ایک پیرہادی راہنما اور دوسری پیر محسن شاہ دریائی اور تیسری سید عبداللہ شاہ صاحب کی۔ یہ تینوں بھائی ہیں۔ ان کے والد فرزند شمس الدین تبریز کے سید عبدالقادر مشہور ہیں۔

اور یہ مقبرہ معلی بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔ یعنی اس کی چھت پر پنجرے سنگین سرخ لگے ہوئے تھے اور باہر کے دروازوں میں بھی ستون سنگین تھے۔ مگر وہ سب راجہ دھیان سنگھ براہ بے رحمی نکلوا کر جموں میں لے گیا۔ اور مقبرہ جہانگیر بادشاہ شاہدرہ والا بھی اسی مقبرہ کے نقشہ پر بنا ہے۔ وضع اس کی اور اس کی یکساں ہے۔ اندر باہر درزوں کے دوریاں ڈالی ہوئی ہیں۔ اور تمام عمارت خشتی قالبوتی پختہ بنی ہوئی ہے۔ کہیں لکڑی کا نام بھی نہیں ہے۔ چاروں طرف اس مقبرہ کے درخت گوندیاں و کیکر و پھروانہ موجود ہیں اور ایک چاہ پختہ کلاں جاری جو گوشہ جنوب و شرق اس مقبرہ میں موجود ہے۔

پیر ہادی راہنما

(ص ۱۹۵) یہ پیر ہادی راہنما صاحب سید شاہ شمس الدین تبریز کے نبیرہ ہیں۔ اور (ص ۱۹۶) حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی کی تاریخ وفات' جو مفتی غلام سرور صاحب نے بامید اندراج بھیجی یہ ہے۔ تاریخ وفات۔

Marfat.com

جناب شیخ شمس الدین تبریز
کہ روشن بود از نور تجلی
بگو سلطان شمس الدین وصالش
رقم کن نیز شمس الدین معلیٰ
۶۴۵

وفات پیر ہادی رہنما کی چھ سو اکاسی میں ہوئی۔

مالکان مکان

(ص ۱۹۵) مالک اس مکان کے پیان نارو وال سید مہر علی وغیرہ ہیں جو اب نارووال میں رہتے ہیں اور اب انہوں نے ایک فقیر دلباغ شاہ نامی یہاں بٹھلایا ہوا ہے۔ اس فقیر نے اپنے رہنے کے واسطے بطرف غربی ایک حجرہ، جس کا دروازہ جنوب رویہ ہے، بطاق گز بنا لیا ہے اور اس میں رہتا ہے۔

اور مرید ان کے خواجہ لوگ گندم فروش ہیں، جو لاہور کے چوک جھنڈا بازار میں رہتے ہیں۔

مسجد خوجیاں والی

اور جنوب رویہ اس مقبرہ کے ایک مسجد ہے جس میں اب کوٹھی بن گئی ہے اور اس میں سرجن کمپنی باغ کا رہتا ہے۔ اور یہ مسجد تمام اس علاقہ میں خوجیاں والی کر کے مشہور ہے۔ اور مسجد اب تک واگذار ہے۔

یہ مسجد تعمیر کی ہوئی کلا خان کی ہے اور یہ کلا خان امیر دربار اکبر بادشاہ تھا اور وہ پیر برہان کی جناب میں ارادت رکھتا تھا۔ اس نے یہ مسجد بنوا دی۔

اس مسجد کے دو برج چھوٹے اور ایک بڑا اور پھر بڑے گنبد پر ایک چھوٹی سی گنبدی خشتی خوشنما ہے۔ اور مسجد کلا خان کی عمارت خشتی چونہ گچ۔ نہایت پختہ۔ اب رنگ اس کا سیاہ ہو گیا ہے۔ (ص ۱۹۶) اب صاحب نے دروازے بند کر کے چوکھٹ دروازہ لگائے ہیں۔ اور شمال رویہ دیوار مسجد میں زینہ اوپر کی آمد و رفت کا موجود ہے۔ شمالی جنوبی طرف دو دروازہ تھے وہ بھی اب مسدود ہیں اور محراب میانہ مسجد کا لب بام سے شکستہ۔ چوبرجی کہنہ گنبد کلاں پر واقع ہے۔ اس کے چار بند اور چار کشادہ دوروازہ ہیں۔ اور طرف جنوبی و شرقی اس مسجد کے ایک چبوترہ خشتی، جس کے بنیرے سفید ہیں، موجود ہے۔ اس میں چند

Marfat.com

قبریں ہیں چنانچہ ایک عنایت اللہ قادری کی جو مرشد حضرت بلھے شاہ صاحب کے ہیں جس کا مقبرہ قصبہ قصور میں واقع ہے۔

(ص ۹۷) فصل در ذکر مقبرہ
حضرت شیخ عبدالجلیل المشہور شیخ چوہڑ بندگی قدس سرہ

یہ مقبرہ شمال رویہ مقبرہ شیخ موسیٰ کے واقع ہے۔ چاروں طرف مزار کے چار دیواری اور اندر چار دیواری کے ایک تہ خانہ تین درجہ کا ساخت عہد شاہان لودھی ہے اور غرب رویہ دروازہ اس تہ خانہ کا ہے۔ چند زینہ اتر کر نیچے جاتے ہیں اور لب زینہ ایک ڈیوڑھی جس میں فقراء (ص ۹۸) لوگ بیٹھتے ہیں۔ اور یہ درجہ اوپر چھوڑ کر شمال رویہ ایک اور دو زینہ ہیں وہاں مزار حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ کی ہے۔

اوپر درجہ اولیٰ کے' لب مکان' عبادت خانہ آپ کا ہے۔ وہاں نیچے صرف ایک قبر ہے اور اوپر سے وہ تہ خانہ شکل چبوترہ کے نظر آتا ہے اور اس پر بھی ایک تعویذ قبر تو آپ کا ہے' جو خشتی بنا ہوا ہے۔ اور سوا اس کے بائیس قبریں پختہ ان کی اولاد کی ہیں۔

اور غرب رویہ' اس چار دیواری کے احاطہ میں' ایک مسجد پرانی ہے جو خود شیخ چوہڑ صاحب نے بنوائی تھی۔

اور کمترین نے خود بر سر موقع اس خانقاہ کے جا کر سب حال عمارت وغیرہ تحریر کیا اور نیز دیکھا گیا کہ اس چار دیواری میں بہت سے درخت ون اور بیر اور کیکر اور گوندی و انار و دھریک کے ہیں اور چار دیواری میں ایک دالان اب نیا تیار ہوا ہے۔ اور بالائے چبوترہ کے اور قبریں خرد خرد ہیں اور ان کی قبر اوپر سے نمودار کی گئی ہے۔ اور سرہانے کی طرف چراغدان واقع ہے۔ اور اندر اس چار دیواری کے دو کوٹھریاں بھی موجود ہیں اور ایک چاہ بھی پختہ ہے۔

تعمیر جدید ☆

اور ڈیوڑھی اس تہ خانہ کی سردار کہر سنگھ سندھانوالیہ نے باہتمام غلام محی الدین

☆ پیرزادہ غلام دستگیر نامی مرحوم اپنی تصنیف تاریخ جلیلہ (دوسرا ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۰ء) کے صفحہ ۱۸۶ میں رقمطراز ہیں "میں نے اللہ کی توفیق سے حضرت (حاشیہ جاری)

Marfat.com

شاہ قریشی مرحوم، جو حضرت کی اولاد میں سے ہے، تعمیر کرائی۔ اور چار دیواری خود تعمیر کی ہوئی غلام محی الدین شاہ ممدوح کی ہے جو سال بارہ سو چونسٹھ ہجری میں تعمیر ہوئی ہے اور تاریخ کی مصنفہ مفتی غلام سرور، جو اس وقت لکھی گئی تھی، یہ ہے۔ قطعہ

مکان خانقاہ قطب عالم
چو از تعمیر نو زینت پذیرفت
بتاریخ بنائش ہاتف غیب
بنای از غلام محی الدین گفت
۱۲۶۴

ملکیت

اور ایک فقیر حاجی شاہ نامی اب یہاں بیٹھا ہے اور مالک اس مکان کے حضرت کی اولاد میں سے غلام محی الدین شاہ قریشی اور اس کی اولاد خورشید عالم وغیرہ ہیں۔
اور بہت سی خلقت ان کی مرید ہے۔ اور ایک چاہ جس کے ساتھ نو بیگھ اراضی ہے متعلق اس خانقاہ کے اب تک معاف ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)
قطب العالم عبدالجلیل کا مزار مبارک سنگ مرمر کا بنوا دیا ہے اور اس کے گرد بھی مرمریں چوکوں کا فرش لگوایا ہے۔ چلہ خانہ واقع شمال چھت نیچی ہونے وجہ سے تاریک و تنگ تھا اسے بالائی تعویذ کی چھت کے ہم سقف کر کے سرہانے کی طرف جالی اور اندر فرش مرمریں لگا کر روشن کر دیا گیا ہے اور دونوں جگہ دیواروں پر ساگوان کی تختیاں لگا دی ہیں تاکہ نمی کی وجہ سے چونہ نہ گرے۔ مزار پر یہ کتبہ کندہ کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون
حضرت سلطان العاشقین، قطب العالمین شیخ الاولیاء
سیدنا عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی
حاکمی۔ سہروردی۔ جنیدی، شطاری۔ چشتی
عظمہ اللہ تعالیٰ
تاریخ وصال ۲۸ قوس سن ۹۳۳ ہجری ۸ دسمبر ۱۵۰۴ عیسوی

Marfat.com

تعمیر جدید از غلام دستگیر نامی

۱۳۵۸ ہجری ۱۳۶۷ محمدی ۱۹۳۹ عیسوی

(ص ۱۸۷) احاطہ خانقاہ کی بیرونی شرقی دیوار کے ساتھ مختصر حجرے تعمیر کئے ہیں اور والد مرحوم (پیر حامد شاہ داماد غلام محی الدین شاہ قریشی مرحوم) کے بنا کردہ حجرہ واقع جانب جنوب مسجد پر از سر نو چھت ڈالی گئی ہے۔

مسجد جلیلہ کی مشرقی دیوار پر یہ تاریخی کتبہ نصب کیا گیا ہے۔

ابو بکر	۷۸۶	عمر
	افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	
	مسجد جلیلہ	
	تعمیر اول قبل ۹۱۰ھ از حضرت عبدالجلیل	
	تعمیر ثانی در ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء	
	تجدید فرش وغیرہ در ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء	
	ابو الفضل نامی متولی اوقاف اشرف	
عثمان		علی

(ص ۹۶) ذکر مقبرہ حضرت شیخ موسیٰ (آھن گر)

یہ مقبرہ نیمابین شرق اور جنوب حد شہر لاہور کے بفاصلہ ایک میل کے ☆ واقع ہے۔ اور یہ گنبد خاص غرب رویہ اس سڑک کے واقع ہے جو انار کلی سے اسٹیشن ریلوے کو جاتی ہے اور علاقہ موضع قلعہ گوجر سنگھ کا ہے۔ کمترین نے حال اس مقام کا بچشم خود دیکھ کر لکھا ہے اور مردمان مسن اور واقف کار سے واضح ہوا کہ سابق میں بعہد سلطنت

☆ میکلوڈ روڈ کے آخری حصے میں سٹیشن کے قریب موجود ہے۔ (مولف)

Marfat.com

لودھیاں نام اس مقام کا کوٹ کروڑی تھا۔ اور امرایان سلطان سکندر لودھی حضرت موسیٰ کے طالب و ارادت مند تھے۔

سوانح حضرت شیخ موسیٰ

(ص ۹۷) اور پیران حضرت کے' بروایت شیخ ابابکر مصنف کتاب تذکرہ قطب العالم' حضرت شیخ عبدالجلیل المشہور شیخ چوہڑ تھے۔ اور سلسلہ ان کا سہروردیہ ہے۔ پہلے یہ حضرت خادم شیخ شہر اللہ نبیرہ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے تھے اور ملتان میں رہتے تھے۔ جب شیخ شہر اللہ فوت ہونے لگے تو انہوں نے عرض کی یا مولیٰ! آپ اب دنیائے فانی سے خلد بریں کو سدھارے ہو اور بندہ ہنوز بعلم باطنی تکمیل تک نہیں پہنچا۔ مجھ کو کیا ارشاد ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تو بخدمت حضرت قطب العالم شیخ چوہڑ کے لاہور میں جا' جب وہاں جائے گا تو تکمیل باطنی ان سے پائے گا۔ چنانچہ شیخ موسیٰ بعد وفات اپنے پیر کے لاہور کو روانہ ہوئے اور باہر خانقاہ حضرت شیخ چوہڑ کے آکر بیٹھے اتنے میں شیخ چوہڑ نے اپنے خادموں کو فرمایا کہ آج ابو موسیٰ آہن گر ملتان سے ہمارے بھائی شہر اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہے اور باہر خانقاہ کے بیٹھا ہے۔ اس کو بلا لاؤ کہ میں اس کے آنے کا منتظر تھا۔ وہ آئے اور اپنا حصہ لے جائے۔ خادم دوڑے آئے اور شیخ موسیٰ کو اندرون خانقاہ حضرت کی خدمت میں لے گئے۔ اور وہ حاضر خدمت شیخ چوہڑ ہو کر مرید ہوئے اور مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر بتکمیل پہنچے۔

(ص ۹۶) کتاب تذکرہ قطب العالم میں تحریر ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کا آہن گری کرتے تھے اور یہ کرامت ان کی زبان زد خاص و عام ہے کہ ایک روز یہ حضرت اپنی دکان پر کام آہن گری کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک خوبصورت عورت "کھترانی" تکلا سیدھا کرانے کے واسطے آئی اور تکلا حضرت کے ہاتھ میں دیا' انہوں نے تکلا تو آگ میں رکھ دیا اور خود محو حسن عورت کے ہوئے اور بچشم دل اس کی طرف دیکھنے لگے۔ جب اسی حالت میں ایک ساعت گزر گئی تو اس عورت نے کہا کہ حضرت جی میں تکلا سیدھا کرانے آئی ہوں اور تم مجھے دیکھتے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تجھے تو نہیں دیکھتا تیرے صانع کو دیکھتا ہوں کہ جس نے تجھ کو ایسا خوبصورت پیدا کیا۔ اور اگر تجھے بات پر یقین نہیں تو میری طرف دیکھ۔ یہ کہ کر تکلا آگ سے نکالا اور آنکھوں میں پھیر لیا اور کہا کہ اگر میں نے اس عورت کی طرف بنظر بد دیکھا ہے تو آنکھیں میری جل جائیں۔ الغرض ان کی آنکھوں کو کچھ تکلیف نہ ہوئی اور تکلا جو لوہے کا تھا سونے کا ہو گیا اور تمام خلقت یہ کرامت دیکھ

Marfat.com

کر حضرت کی آرزو مند ہوئی اور وہ کھترانی بھی اسی وقت صدق دل سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔

(ص ۹۷) اور شیخ چوہڑ نے زمین مملوکہ اپنی سے دو بیگھ زمین شیخ موسیٰ کو عطا فرمائی اس میں ان کا روضہ ہے۔ (ص ۹۶) اول دکان حضرت کی یہاں تھی جب فوت ہوئے تو مزار آپ کی بھی یہاں ہوئی۔ وفات ان حضرت کی بسال نہصد و بیست و پنج واقع ہوئی ہے۔ اور یہ قطعہ تاریخ مشعروفات حضرت مرحوم کا ہے۔ قطعہ

شیخ موسیٰ ہر کہ روئے او بدید
شاہ گفت و سرور و سروار گفت
عقل سال نقل آن والا جناب
اہل دین موسیٰ شہ ابرار گفت

۹۶۵

مقبرہ

(ص ۹۶) اور اکبر بادشاہ کی والدہ نے یہ مقبرہ بنایا۔

رنگت سبز۔ گنبد فیروزی کانسی کار۔ بر لب سقف نقوش ساخت کانسی اور تمام عمارت خشتی مگر لب بام سے ایک فٹ نیچے پھر کام کانسی کا بنا ہوا ہے اور وہاں اذا جا وعد اللہ لکھا ہوا ہے۔

(ص ۹۷) اور قبر حضرت کی خام گلی ہے۔ اور سابق تین دروازہ اس مقبرہ کے تھے اب مدت سے بند کئے گئے ہیں اور شمال رویہ ایک کھڑکی خشتی آمد و رفت کے واسطے موجود ہے۔

(ص ۹۶) گرد و نواح اس گنبد کے چار دیواری خشتی بنی ہوئی ہے اب دروازہ چار دیواری مسمار ہو گیا ہے۔ اور گوشہ شرق و شمالی چار دیواری میں ایک چھوٹا سا مقبرہ سادہ شکستہ سا ہے۔ یہ مقبرہ اسی عورت کا ہے جو تکلا درست کرانے آئی تھی۔

اور عند الملاحظہ مکان معلوم ہوا کہ اندرون چار دیواری مقبرہ ہذا بہت سے (ص ۹۷) درحت ون کے ہیں اور دو درخت بیر کے اور چند قبور بھی واقع ہیں۔ اب بھی بعض آہنگراں کی قبریں یہاں ہوتی ہیں۔

Marfat.com

(ص ۹۳) فصل در ذکر مقبرہ حضرت شاہ ابو اسحاق قادری

یہ مقبرہ موضع مزنگ کے شرق رویہ واقع ☆ ہے۔ کمترین نے خود وہاں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ صورت مقبرہ کی مربع برنگ سفید اور متصل لب نام چند کبوتر رہتے ہیں۔ دروازہ آمد و رفت جنوب رویہ ہے۔ دو سیڑھیاں چڑھ کے چبوترہ مقبرہ پر جانا ہوتا ہے۔ اور غرب رویہ مقبرہ کے ایک مسجد' جس کے تین دروازے چوبی ہیں' موجود ہے۔ اور مقبرہ کے شمال کی طرف پنجرہ خشتی ہے اور بطرف شرقی ایک حجرہ بطور عبادتگاہ واقع ہے اور اندر مقبرہ کے ایک پنجرہ چوبی چار فٹ اونچا چاروں طرف قبر حضرت کے کھڑا ہے۔ اس میں ایک چھوٹی سی کھڑکی واسطے اندر جانے کے موجود ہے اور بالائے دروازہ چاروں طرف چار پنجرہ خشتی موجود ہیں۔

اور اندر مقبرہ کے فیمابین سقف اور زمیں ہر چہار طرف روضہ عالیہ سورۃ الملک جو آخر قرآن شریف میں ایک سورۃ ہے چونہ کی' بخط منوط تحریر ☆☆ ہے اور مقبرہ کے اندر گچ کا کام منوطی ایسا ہوا ہے کہ سبحان اللہ! اس میں سب تحریر ہے۔ اور گنبد کے اندر پنجروں کے آگے تختہ ہائے چوبی لگے ہوئے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ اس لکڑی میں گچ کا کام کاغذ سا پتلا کیا ہوا ہے۔ خدا جانے کس طرح یہ کام کاریگر نے کیا ہو گا۔ عقل کام نہیں کرتی کہ یہ کام کیونکر سرانجام ہوا۔

اور جو محراب متدائیر غرب رویہ ہے' اس میں دو شعر تحریر ہیں۔ ایک تو پڑھا نہیں جاتا اور ایک جو پڑھا جاتا ہے سو یہ ہے۔

حضرت شاہ شیخ بو اسحٰق
(ص ۹۴) بود چون از خدا خدا طلبش

اور گوشہ شمالی و غربی میں سن ۹۸۵ تحریر ہے۔ عملداری ہمایوں بادشاہ میں یہ مقبرہ بنا ہو گا۔ اب عرصہ تخمیناً" سو سال کا ہوا ہو گا کہ لکھنؤ سے آپ کے مرید آئے اور انہوں نے سفیدی اور کچھ مرمت اس مقبرہ کی کرائی' فقط

(ص ۹۳) چاروں طرف چار دیواری پختہ اب شکستہ موجود ہے۔ دروازہ کے پاس لب زینہ مقبرہ' درخت ون بہت پھیلا ہوا کھڑا ہے۔

☆ ٹمپل روڈ پر گوردوارہ کے ٹھیک عقب میں واقع ہے۔ (مولف)

☆☆ اب یہ تحریر سفیدی اور چونہ وغیرہ کی تہوں میں آکر اوجھل ہوتی جا رہی ہے اور بدقت نظر آتی ہے (مولف)

Marfat.com

حال مقبرہ حضرت محمد حسین صاحب خلف شاہ ابو اسحاق صاحب

(ص ۹۳) اور دیوار بدیوار مسجد اس مقبرہ کے اور بطرف جنوب و شرق موضع مزنگ کے ایک اور مقبرہ حضرت شاہ ابو اسحٰق کے صاحبزادوں کا ہے۔ اس میں تین قبریں ہیں۔ ایک حضرت محمد حسین صاحب دوسری ملک حسین تیسری یار حسین صاحب کی۔ اور یہ حضرات تینوں زادہ ان کے ہیں اور شرق رویہ اس مقبرہ کے ایک چار دیواری' جس میں دو قبریں پختہ ہیں۔ ایک سید عبداللہ شاہ اور دوسری ان کے مرشد مصطفٰی شاہ صاحب کی۔ مصطفٰی شاہ صاحب کی قبر تو عرصہ پچاس سال سے اور عبداللہ شاہ کی مزار عرصہ گیارہ سال سے بنی ہے۔ اور قریب پچاس قبروں کے اور قبریں متصل دروازہ مقبرہ ہذا کے موجود ہیں۔ اور ایک اور چار دیواری جنوب رویہ مقبرہ کے ہے اس میں سترہ قبریں واقع ہیں۔ اہل قبور ان کے بھی سادات کرام ہیں۔

اور یہ مقبرہ بھی چار پہلو ہے۔ دروازہ چوبی جنوب رویہ چاروں طرف پنجرہ خشتی اور شرق و شمال میں دو دروازہ بطور کوٹھری ہیں اور تواح کی دیوار اندرونی مقبرہ پر سورۃ تبارک الذی بخط پیچیدہ عربی سفید ررنگ سے تحریر ہے۔ اور محراب غرب رویہ اللہ' محمد' ابو بکر' عمر' عثمان' علی بخط پیچیدہ تحریر ہے۔ اور نیز میانہ سقف مقبرہ میں لکھا ہے ☆ اور میانہ سقف مقبرہ میں ایک اور حلقہ مدور ہے۔ اس میں تمام سورۃ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد بخط ثلث تحریر ہے۔ اور اس کے اطراف حلقہ مدور ہیں اور آٹھ اور چار حلقوں میں' جو برنگ نافرمانی ہیں' ایک شرقی دوسرا غربی تیسرا شمالی چوتھے جنوبی میں یہ تحریر ہے۔

قل علیہ السلام المومن حی' فی الدارین

اور نیز چار حلقوں میں اسماء الٰہی بہت خوبصورت سے لکھے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

یا قائم یا قہار یا ساتر یا غفار

اور اس کے نیچے محیط بطریق سلسلہ نودنہ نام الٰہی لکھے ہیں۔ اور پنجرہ شمالی کے اوپر پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عربی کا پڑھا نہیں جاتا۔

اور شرقی میں آیتہ سلام قولا" میں من الرب الرحیم۔ اور مقبرہ کے درمیان گوشوں میں بطور محراب بنے ہوئے ہیں اور گوشہ شرقی و شمالی میں یہ تحریر ہے۔

من کان واعظا فالموت کفی

☆ اس سے آگے لکھ کر نقل کیا گیا ہے جو حذف کر دیا گیا۔ (مرتب)

Marfat.com

اور یہ ہی چاروں گوشوں میں تحریر ہے۔ اور اوپر اس کے محرابوں پر یااللہ لکھا ہوا ہے۔ اور باہر سے یہ مقبرہ بہت فرسودہ نظر آتا ہے۔ (ص ۹۵) اور یہ دونوں مقبرہ اندرون موضع مزنگ واقع ہیں۔

موضع مزنگ

اور یہ موضع مزنگ سابق آبادی بیرون شہر لاہور ایک محلہ منجملہ محلہ ہائے شہر لاہور تھا اور قبل میں شہر لاہور اس جگہ تک آباد تھا اور یہ محلہ گذر لنگر خاں و محلہ پیر عزیز مزنگ آج تک مشہور ہے۔

اور پیر عزیز ایک شخص نہایت نامور آدمی قوم سے مغل تھا اور اس نے یہ محلہ آباد کیا اور قبر بھی اس کی یہاں بطرف جنوب موضع مزنگ کے شکستہ سی موجود ہے۔

خانقاہ حضرت شیخ حسو تیلی

(ص ۵۳۶) یہ خانقاہ بطرف شمال کلب گھر ہے (جو صاحبان عالیشان دام اقبالہ نے واسطے تفنن طبع اور مل بیٹھنے اور آسائش صاحبان نوارد کے مقام بود و باش و طعام خانہ تیار فرمایا ہے)۔

گرد و نواح دو قد آدم بلند چار دیواری' جس کی زمین اندرونی ایک بیگھ' دروازہ آمد و رفت غرب (ص ۵۳۷) رویہ جس کی دونوں بغلوں میں باہر کی طرف دو کھڑیاں پختہ مقام نشست اور دروازہ سے اندر جاتے ہی جنوب رویہ ایک سہ درہ جس کے اندر جنوب رویہ کوٹھری۔

اندر میانہ صحن ایک بڑا چبوترہ خشتی جس کے دو زینہ۔ طول اس کا اکیس گز اور عرض اٹھارہ گز' ارتفاع ایک گز۔ اس چبوترہ پر بحد کنارہ غربی اور نیز زینہ کے شرق رویہ ایک درخت ون خرد۔ اس زینہ پر چڑھ کے بفاصلہ تین گز ایک چوبچہ پختہ واسطے آب نوشی طیور کے۔ متصل اس چوبچہ کے بحد شرقی دو قبریں پختہ چونہ گچ۔ ایک سعداللہ ستر پوش کی اور دوسری میاں خان ہاشمی مریدان سلسلہ حضرت حسو تیلی کے۔ اور غرب رویہ چبوترہ دو قبور نامعلوم الاسم۔ پھر اس چبوترہ کے اوپر مائل بطرف شمال ایک اور بلند چبوترہ خشتی قد آدم بلند جس کے جنوب رویہ چار زینہ خشتی چڑھ کے اوپر جانا ہوتا ہے۔ اس کے گرد و نواح ڈیڑھ فٹ بلند دیوار چار دیواری کی طرح۔ درمیان اس کے قبر پختہ سفید' حضرت حسو تیلی صاحب کی۔ سرہانے کی طرف بدیواری شمالی ایک چراغدان بلند۔ بالائے چبوترہ گردوں کا

Marfat.com

کا فرش ہوا ہوا ہے۔

چار دیواری بیرونی کے گوشہ گگنی میں ایک برج قالبوتی۔ جنوب رویہ چبوترہ کلاں کے قبور خام دس عدد' تیلیوں کی۔ شرق رویہ نو درخت پھولا ہی اور چار ون۔ گیارہ پھروانہ' ایک کیکر کالی کلاں اور سات خرد۔ شمال رویہ چار ون۔ شرق رویہ سات گوندی۔

بایب کی طرف ایک چاہ خرد چرخی دار۔ باہر شرق رویہ چار دیواری کے چھ بیگھ زمین مزروعہ مع چاہ چرخ واگذار' فقط

یہاں اب ایک فقیر چنن شاہ رہتا ہے۔ پہلے یہ خانقاہ صرف ایک چبوترہ پر واقع تھی پھر اس فقیر نے یہ تمام عمارت چار دیواری وغیرہ تیار کرائی۔ سعداللہ ستر پوش حضرت کا خاص دست بیعت مرید اور میاں خان ماشکی اس کے سلسلہ کا فقیر تھا۔ چنانچہ اب تک فرامین شاہی متعلقہ اس قبر کے مسمی کماں ماشکی المشہور بہار شاہ کے پاس موجود ہیں۔

(ص ۳۶۶) حال مقبرہ حضرت شاہ شمس الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

یہ مقبرہ کوٹھی جناب لفٹنٹ گورنر بہادر دام قبالہ سے بطرف گوشہ گگنی سر☆ میدان واقع ہے۔

عمارت اس کی مربع۔ چاروں طرف چار در۔ کرسی مقبرہ کی زمین سے چنداں اونچی نہیں۔ سابق اوپر چاروں گوشوں کے چار مینار تھے' اب مسمار ہو گئے ہیں۔ مربع ڈھلواں۔ اندر باہر استرکاری چونہ کی۔ اب باہر سے رنگ سیاہ ہو گیا ہے۔ باہر در شمالی کے قد آدم بلند چراغ دان' خشتی' ہشت پہلو' جس کے سر پر گنبدی خرد اور گرد و نواح آٹھ کھڈے محرابی۔

اندرون مقبرہ سرہانے قبر کے دو فٹ بلند ایک اور چراغدان سفید' استرکاری در غربی بند۔ اندر میانہ میں دو انچ (؟) بلند ایک تھڑہ۔ اس پر تعویذ استرکار جس پر غلاف سبز پڑا رہتا ہے۔ مکان نہایت نورانی ہے۔ در شمالی کے اوپر اندر کی طرف یہ دو شعر بخط نستعلیق تحریر ہیں' شعر۔

چو شمس الدین زیں جہاں رخت بست
بیار است ایزد برایش بہشت
بجستم ز پیر خرد سال او
بگفت از سر لطف جائش بہشت
سن ۱۰۲۱

☆ گالف روڈ پر واقع ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

مکان بہت اچھا صفا مگر افسوس کہ کوئی فقیر یہاں نہیں رہتا۔ (ص ۳۶۷) اور نیز ایک فقیر خادم اس مزار کا جو ہمکان شاہ اشرف لاہوری رہتا ہے۔ بیان کرتا ہے کہ حضرت کی مرضی نہیں کہ کوئی یہاں رات کو شب باش ہووے۔ بہت ہیبت آتی ہے۔ اس خیال سے اب وہ فقیر آکر بوقت صبح جاروب کشی اور شام کو چراغ روشن کر جاتا ہے۔ اور بروز وفات فاتحہ بھی حتیٰ المقدور کراتا ہے۔ کوئی عرس کلاں یہاں نہیں ہوتا فقط۔

(ص ۲۶۶) شاہ جہان بوقت شہزادگی ان کا کمال معتقد تھا اور اسی نے یہ مقبرہ تیار کرایا تھا۔ (ص ۳۶۶) جب جہانگیر بادشاہ نے حال وفات ان کا اور خبر تعمیر روضہ بصرف زر شاہجہان سنا تو گرد و نواح اس کے ایک باغ عالیشان تعمیر کرا دیا۔ کہتے ہیں کہ عہد محمد شاہی تک وہ باغ آباد تھا۔

(ص ۸۲) فصل در ذکر مقبرہ حضرت میراں سید محمد شاہ موج دریا بخاری قدس سرہ

مقبرہ حضرت محمد شاہ بن سید صفی الدین کلاں المشہور موج دریا سید بخاری متصل گوشہ گنگی کوٹھی جناب میکلوڈ بہادر بازار انار کلی واقع ہے۔

(ص ۸۷) اور صورت اس مقبرہ کی یہ کہ ایک ٹیلہ پر واقع ہے۔ دروازہ آمد و رفت جنوب رویہ اور گوشہ شرقی و جنوبی ٹیلہ پر ایک دالان اور دو کوٹھریاں نشست گاہ متولیاں ہیں۔ اور چھوٹا دروازہ آمد و رفت چوبی ہے۔ وہاں قریب اٹھارہ قدم جا کے اور پانچ زینہ چڑھ کے مقبرہ پر جاتے ہیں۔ چبوترہ پختہ ہشت پہلو خشتی چونہ گچ بنا ہوا ہے۔

مقبرہ بلند' دروازہ جنوب رویہ اور اوپر دروازہ کے ایک طاقچہ جس کے اوپر چینی کے چار پترہ لگے اور درمیان میں بخط جلی لکھا ہوا ہے۔

روضہ مقدسہ زبدۃ الواصلین قدوۃ العارفین مقبول بارگاہ ایزد باری میراں سید محمد شاہ موج دریا بخاری نوراللہ مرقدہ در عہد اکبر بادشاہ تعمیر یافت۔

اور اس طاقچہ کے اوپر ایک پنجرہ خشتی جس کے اوپر کچھ کام کانسی کا بنا ہوا ہے۔ روضہ کے چاروں طرف چار پنجرہ خشتی ہیں اور شکل روضہ کی مثمن۔ فیمابین برج کلاں اور گرد و نواح اس کے آٹھ برجیاں خرد اور دروازہ آمد و رفت ایک ہی ہے۔

درجہ دوم کے حصہ پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔ شعر۔

Marfat.com

ز روضات جہاں بردار دل را
ز جسم خلق دان ابن آب و گل را

اور درجہ سوم پر یہ تحریر ہے۔

رخ و جت و وجہی در خدا کن
دل خود را ازین دنیا جدا کن

اور حصہ چہارم پر یہ لکھا ہوا ہے۔

کہ آخر کار دنیا ناتمام است
درون خاک ہر کس رامقام است

اور حصہ پنجم پر یہ لکھا ہوا ہے۔

محمد عربی کا بروہر دو سراست
کسی کہ خاک درش نیست خاک برسر او

اور درجہ ششم پر یہ ہے۔

بتوفیق خدائی لطف گستر
با رواح بزرگان مطہر

اور ہفتم پر یہ ہے۔

بسعی سید رحمت شاہ بخاری
مرتب گشت اسفیداج کاری

اور ہشتم پر یہ لکھا ہے۔

خرد تاریخ اور در گوش ہر کس
بگفتا روضہ والا مقدس

۱۲۵۴ھ ☆

(ص ۸۴) اور یہ مکان مقبرہ بلند ٹیلہ پر واقع ہے اور اس مقبرہ میں گیارہ قبریں ہیں ایک تو خود حضرت کی اور دو دونوں صاحبزادوں کی کہ سید صفی الدین اور سید بہاء الدین تھے اور یہ دونوں باہم حقیقی بھائی ہیں۔ اور تیسری قبر سید عبدالرحیم بن سید صفی الدین نبیرہ

☆ یہ روضہ کی مرمت کی تاریخ ہے۔ یہ اشعار اب روضے پر موجود نہیں۔ سفیدی وغیرہ کی وجہ سے مٹ چکے ہیں۔ (مرتب)

Marfat.com

حضرت کی۔ اور دو قبریں ان کے دونوں صاحبزادوں کی اور دو ان کی دونوں زوجہ کی زنانی قبریں ہیں اور پانچ قبریں اور نبیرہ ہائے حضرت کی اندرون روضہ کے واقع ہیں۔ اور ایک قبرستان بھی متعلق اس مقبرہ کے ہے۔

(ص ۸۷) اور چبوترہ پر' دروازہ کے دہنی طرف ایک قبر سید ابراہیم کے بیٹے مسمی سید محمد شاہ نبیرہ حضرت کی خشتی زیر درخت ون واقع ہے اور منہ طرف (ص ۸۸) چبوترہ کے دست راست پر ایک چبوترہ قبرستان تمام اولاد حضرت کا ہے۔

(ص ۸۳) اور اب عرصہ تیس برس کا گذرا ہو گا کہ ایک شخص شکور نامی حکام ساکن لاہور نے دوبارہ سفیدی اس مقبرہ کی از سر نو کرائی اور متصل دیوار مقبرہ غرب رویہ' قبر رحمان پدر شکور سفیدی کنندہ کی ہے۔

دو مسجدیں

(ص ۸۸) اور بطرف دست راست مقبرہ ایک مسجد قدیمہ ہے مگر سن ۱۲۴۵ میں سفیدی اس کی عبدالرحمان عہدہ دار فوج فرانسیساں (فرانسیس؟) نے کرائی۔ اس کی محراب میانہ دروازہ پر لکھا ہوا ہے۔ شعر

محمد عربی کابروی ہر دو سراست
کسی کہ خاک درش نیست خاک برسر او

اور افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی تحریر ہے اور اس مسجد کے اندر جاتے ہی قبر شکستہ عبدالرحمان کی داہنی طرف موجود ہے اور متصل اس کے دو قبریں اور بھی ہیں۔

اور روضہ کے شرق کی طرف ایک اور چھوٹی سی مسجد ہے۔ ☆ یہ مسمی اسماعیل ملازم رجنٹ فرانسیساں نے مع چاہ خرد بنوائی اور جنوب رویہ اس مسجد کے قبر عبدالرحمان کے باپ کی موجود ہے۔

یہ چاہ (؟) چھوٹا سا چاہ ہے' چرخی و بوکہ موجود ہے۔ اور غرب رویہ مقبرہ کے تین قبریں شکور اور اس کے باپ وغیرہ کی ہیں اور ٹیلہ پر غرب رویہ ایک اور چاہ مستعملہ موجود

☆ اس وقت دوسری مسجد کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ مصنف کی نشاندہی سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مسجدیں قریب قریب تھیں۔ اگر اس مفروضے کو قبول کر لیا جائے تو یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ مسجد ان دونوں کو ملا کر بنی ہو گی۔ (مرتب)

Marfat.com

ہے۔ اور بہت درخت ون و پھروانہ و شرینہ گوندی و دھریک و پیپل و خرما موجود ہیں۔

دو چاہ

(ص ۸۶) اور یہ چاہ (جس کا کھارا پانی سید زند علی کی کرامت سے میٹھا ہو گیا تھا) جنوب رویہ مقبرہ کے تھا۔ اب بمرور عرصہ چند سال کرم شاہ گدی نشین نے اینٹیں اس کی کھدوا لیں۔ اور ایک چاہ اور عہد اکبر شاہ سے غرب رویہ مقبرہ تھا وہ اب احاطہ کوٹھی جناب میکلوڈ صاحب بہادر میں آگیا۔

مقبرہ میاں فرید

اور لب سڑک غرب رویہ کوٹھی صاحب ممدوح اور بطرف غربی و شمالی قبر بی بی وڈی کے ایک چھوٹا سا مقبرہ موجود ہے۔ اور وہ مقبرہ میاں فرید کا ہے جو خادم حضرت کا اور تنور میں کودا تھا۔ یہ روضہ بھی حسب الحکم اکبر بادشاہ کے تعمیر ہوا اور یہ مقبرہ حضرت موج دریا بسال ایک ہزار کے تعمیر ہوا۔

کڑی باغ

اور یہ باغ جس میں کوٹھی جناب فانشل کمشنر بہادر کی ہے کڑی باغ کر کے مشہور ہے اور وجہ تسمیہ اس کا یہ ہے کہ ونتورہ صاحب فرانسیس کی دختر جب مرگئی تو اس نے اپنے اس احاطہ میں ٹیلہ پر اس کو دفن کیا اور اس روز سے یہ کڑی باغ مشہور ہوا اور کڑی بزبان پنجابی دختر کو کہتے ہیں۔

عیسائیوں کی قبریں

اور نیز شرق رویہ اس مقبرہ کے برلب سڑک جو موضع مزنگ کو جاتی ہے اور دو قبریں اشخاص عیسائی کی واقع ہیں۔

(ص ۳۱۰) احوال مکان ڈھایہ بیوی وڈی

اس مکان کا حوالہ بندہ نے اول احوال حضرت موج دریا بخاری بھی دیا ☆ ہے اور

☆ (ص ۸۵) اور غرب رویہ اس مقبرہ (مقبرہ حضرت موج دریا بخاری) (حاشیہ جاری)

Marfat.com

تھوڑا سا حال مجملاً" تحریر کیا ہے۔ اب حال مفصل یہ ہے کہ یہ ایک مقام ٹیلہ پر جنوب رویہ کوٹھی جناب فانشل کمشنر بہادر ممالک پنجاب وغیرہ واقع ہے۔ ☆

اس کی آمد و رفت کا راہ شمال رویہ ٹیلہ ہے اس ٹیلے کے شرق پر ایک چار دیواری قد آدم سے بلند' بنیرے چونہ گچ خشتی' دروازہ اس چار دیواری ☆☆ کا غرب رویہ پختہ خشتی چونہ گچ مع تختہ چوبی موجود ہے اور اس چار دیواری کے غرب رویہ ایک چبوترہ پختہ پرانا چونہ گچ' اس پر قبر بھی۔ چونہ گچ حضرت حاجی اسماعیل شاہ کی۔ اور گوشہ غربی و شمالی میں ایک مسجد ☆☆☆ چونہ گچ سفید۔ گوشہ شرقی و شمالی مسجد میں ایک چاہ پختہ چرخی دار مع دو غسل خانہ پختہ۔ و جنوب و شمال رویہ دیوار پختہ چونہ گچ۔ مسجد تین در والی مسقف سرکی پوش۔ اس مسجد میں لڑکے بھی ملا رانجھا کے پاس پڑھتے ہیں۔ اور رانجھا ساکن مزنگ ہے۔

چار دیواری کلاں میں شرق رویہ ایک چبوترہ پختہ' جس پر چراغدان۔ اس پر قبر بیوی وڈی زوجہ حضرت سید میراں محمد شاہ موج دریا بخاری کی۔ اس کے گوشہ غربی و جنوبی میں کوٹھ اور دالان مسکونہ فقیر۔ اس دالان کے تین در۔ غربی اور شرقی بند اور میانہ شمال رویہ کشادہ اور دالان کا منہ شمال رویہ' اور اس کے اندر کوٹھری بھی پختہ موجود ہے۔ نام فقیر جاروب کش عبداللہ شاہ۔ چار دیواری کے اندر دو درخت ون اور بیس کیکر موجود ہیں اور ماسوا اس کے چند قبور خام موجود ہیں۔ مکان آباد۔

(حاشیہ گذشتہ صفحہ)

کے اور جنوب رویہ کوٹھی جناب میکلوڈ صاحب فانشل کمشنر بہادر کے متصل کوٹھی نبی بخش سوداگر ایک اور چار دیواری ٹیلہ پر واقع ہے' وہاں مزار حضرت بی بی کلاں زوجہ حضرت موج دریا بخاری کی' جس کو بی بی وڈی کہتے ہیں' واقع ہے۔ قبر خشتی چونہ گچ اور چند قبریں اور موجود ہیں۔

☆ اب یہ پرانی انار کلی کے علاقہ میں جنرل پوسٹ آفس کے ملازموں کے کوارٹروں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔

☆☆ کوئی چار دیواری باقی نہیں۔

☆☆☆ یہ مسجد موجود ہے۔ اس کا صحن پہلے سے وسیع کر لیا گیا ہے اور اس کے جنوبی گوشہ میں ایک قبر کا پختہ تعویذ ہے۔ صاحب قبر کا حال کسی مقامی آدمی کو معلوم نہیں۔ ممکن ہے یہ قبر حاجی اسماعیل شاہ کی ہو۔ (مرتب)

Marfat.com

حال حاجی اسماعیل شاہ

حاجی اسماعیل صاحب کا حال یہ ہے کہ یہ حضرت بن سید عبداللہ ربانی بن حضرت محمد غوث حلبی، اچی سید گیلانی ہیں۔ باعث تشریف آوری ان کا اچ سے یہ ہوا کہ بعہد اکبری ان کو ہزار بیگھہ زمین موضع فیروز پور میں عنایت ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں شہر پناہ لاہور تیار ہو رہی تھی اور اکبر بادشاہ متوجہ آبادی شہر تھا۔ یہ حضرت بھی آکر لکھی محلہ میں سکونت پذیر ہوئے اور یہاں ہی وفات پائی اور سال وفات آپ کا نو سو اٹھتر سن ۹۷۸ ہے۔

مقبرہ حضرت شاہ شہاب الدین نہرہ

(ص ۸۳) اور قبر حضرت شہاب الدین نہرہ کی متصل موضع بھوگی وال غرب رویہ شہر لاہور کے اور قبر خام ہے۔ انہوں نے اجازت بنوانے مقبرہ کی نہیں دی اور جب کسی نے ارادہ بنوانے کا کیا تو برابر نہ ہوا۔ خانقاہ ان کی غرب رویہ باغ میاں خاں (جس کی حویلیاں لاہور میں مشہور ہیں۔ یعنی ایک تو جنوب رویہ مشن اسکول پادری صاحبان امریکہ جس میں اب افسر فرانسی رہتے ہیں اور دوسری حویلی پتھراں والی جو علاقہ موچی دروازہ میں متصل محلہ پیر ڈھل بعہد سکھاں اس حویلی میں بارود رہتا تھا پھر سن ۱۸۷۰ میں بارود کو آگ لگ گئی جس سے وہ حویلی اڑ گئی اول یہ باغ نزول ہو گیا تھا۔ پھر نواب علی رضا صاحب نے مول لے لیا ہے) اور حال میاں خان اور اس کے باغ کا علیحدہ تحریر ہوا ہے، واقع ہے۔

(ص ۳۵۱) صورت خانقاہ حضرت شاہ شہاب الدین نہرہ یہ ہے کہ غرب رویہ باغ میاں خان المشہور باغ راجہ سوچیت سنگھ حال مملوکہ نواب علی رضا خان صاحب قزلباش کی قد آدم بلند ایک چبوترہ گلی خام موجود ہے۔ طول اس کا چھ درعہ اور عرض سوا پانچ درعہ زینہ آمد و رفت جنوب رویہ، سات زینہ پختہ چڑھ کے اوپر جاتے ہیں۔

اوپر میانہ میں تین قبور اور سرہانے چراغدان خشتی۔ قبر میانہ سید شہاب الدین نہرہ کی اور شرق رویہ سید بہاء الدین برادر خرد شاہ شہاب الدین نہرہ کی۔ اور غرب رویہ شاہ مصطفیٰ صاحبزادہ شاہ شہاب الدین نہرہ کی۔ اور بطرف غرب اور دو قبریں خرد، ایک سید جہانگیر کی اور دوسری نبی شاہ کی۔ یہ دونوں صاحب سجادہ نشین تھے۔

اس چبوترہ کے شرق کی طرف گوشہ گلی میں ایک قبر پختہ جس کے سرہانے کریر کھڑا ہے نامعلوم الاسم۔ چبوترہ کے جنوب رویہ قبرستان خام قبور اولاد سید جلال الدین حیدر کا ہے۔ اور مقبرہ سلطان جلال الدین حیدر کا بی بی پاک دامناں کی خانقاہ کے متصل ہے (ص

Marfat.com

(۳۵۱) اور گوشہ بائب میں ایک چاہ چرخی دار اس کے بائب میں ایک مسجد پرانی خشتی تین دھن والی' جس کی چھت قالبوتی۔ غربی اور شمالی دیوار گر گئی ہے۔

احوال مکان تکیہ بخاریاں والا

شمال رویہ تکیہ فضل شاہ کے ایک تکیہ مکان بخاریاں' اولاد موج دریا صاحب بخاری کا مشہور ہے۔

غرب رویہ اس کے چاہ اور سقاوہ سفید متصل چاہ کے ایک مسجد پختہ قالبوتی' سقف والی' نقاشی' چونہ گچ۔ یہ مسجد حیدر بخش طوائف نوچی دولی نے بنوائی ہے۔ اس مسجد کی پیشانی پر چار برجیاں جس کے گرد پنجرہ خشتی ہرمچی رنگ کے لگے ہوئے ہیں۔ در محرابی میانہ پر سنگ مرمر کا لگا ہوا ہے۔ اس پر بخط جلی تین سطر کندہ ہیں۔ ایک سطر میں ھواللہ اور دوم میں افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ اس کے نیچے خط سیاہ کھینچ کر اس کے نیچے ۱۲۷۷ھ تحریر ہے اور شمال کے در پر کتبہ میں شعر۔

شد بنا مسجد ز حیدر بخش
چوں ز فضل خدا حی احد

اور جنوب رویہ پر یہ شعر تحریر ہے

سال او شمس از سر اخلاص
زد رقم خانہ خدای احد

اور اس کے اوپر دونوں دروں پر کتبہ خرد میر متصل بام یہ تحریر ہے۔

وجود دین راہ رابع عناصر
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

اور سنگ مرمر کی سل کے شمال رویہ چونہ پر سید مراد علی بخاری بخط جلی تحریر ہے۔

آگے اس مسجد کے چبوترہ دو زینہ والا۔ جنوب رویہ سبیل تین ٹوٹی والی اور شرق رویہ چبوترہ مسجد ایک قبر پختہ چونہ گچ فقیر سلطان شاہ کی اور سرہانے اس کے تین قبریں۔ ایک کفر توڑ فقیر کی اور دوسری دو' ایک کنجر اور دوسری طالع مند میراثی کی۔ اور تمام قبرستان فرسودہ۔ روبروئے مسجد شرق رویہ ہی ایک کوٹھہ کوٹھڑی مسکونہ فقیر ہے۔ اور چند درخت برنا پیپل بوڑھ وغیرہ ہیں۔

مالک اس جگہ کے اصغری علی شاہ اور مراد علی شاہ اور نادر علی شاہ اور شاہ علی شاہ برادران حقیقی ہیں۔ بدھ کے بدھ ہمیشہ یہاں قوال آتے ہیں اور جلسہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی

Marfat.com

مجرا یعنی رقص طوا نفاں بھی ہو جاتا ہے۔

(ص ۱۰۱) فصل در ذکر مقبرہ حضرت شاہ خیر الدین (ابو المعالی (ص ۱۰۶) قادری المتخلص بغربتی

یہ مکان باہر دروازہ☆ موچی کے واقع ہے۔ گنبد ہذا کی وضع ہشت پہلو' ہمشکل روضہ جناب پیر دستگیر قدس سرہ العزیز۔

اور حضرت شاہ ابو المعالی صاحب سید کرمانی ہیں۔ حال ان کا زبانی سید مراد دین شاہ وغیرہ اولاد ان کی سے اس طرح پر ظاہر ہوا کہ والد حضرت کے حضرت سید رحمتہ اللہ بن میر سید فتح اللہ تین بھائی تھے۔ ایک سید رحمت اللہ' دوسرے حضرت شیخ داؤد بندگی جن کی مزار شیر گڈھ میں ہے اور تیسرے سید جلال الدین مزار ان کی کوٹھاں سید جلال علاقہ سندھ میں واقع ہے۔ اور شیر گڈھ میں بڑا عالیشان مقبرہ حضرت داؤد بندگی کا ہو بہو اس مقبرہ کے موافق ہے اور وہ مقبرہ بجنسہ موافق مقبرہ عالیہ حضرت پیر دستگیر محی الدین عبدالقادر جیلانی کے ہے گویا یہ ہر سہ مقبرہ صورت و شکل میں باہم مطابق ہیں۔

اور یہ مقبرہ حضرت ابو المعالی نے اپنے حین حیات میں بنوانا شروع کیا تھا۔ ہنوز باتمام نہیں پہنچا تھا کہ حضرت فوت ہو گئے چنانچہ گنبد مقبرہ بعد وفات حضرت کے تعمیر ہوا۔ (ص ۱۰۳) اور یہ روضہ بحین حیات کے ناتمام رہ گیا تھا بعد ان کے محمد باقر صاحب نے تعمیر اس کی باتمام پہنچائی۔

عمارت

(ص ۱۰۲) جنوب رویہ دروازہ آمد و رفت ہے۔ اور ایک دروازہ شمال رویہ بھی موجود ہے۔ اور جنوب رویہ دروازہ کے اوپر آیات قرآن شریف بخط عربی لکھے ہوئے ہیں اور دروازہ جنوبی برنگ ہرمچی اور طاق سبز۔ اور اوپر دروازہ کے تابدان پنجرہ گلے کا اور اوپر اس کے لکھا ہے۔

ان اولیاء اللہ لا یموتون بل احیاء ولکن لا تشعرون مگر سفیدی کچھ مرمت طلب ہو گئی ہے۔

☆ یہ جگہ اب چوک شاہ ابو المعالی کے نام سے مشہور ہے۔ اور عرف عام میں "شہدر مائی" کہلاتی ہے۔ (مولف)

Marfat.com

چبوترہ گنبد

(ص ۱۰۳) اور چار زینہ چڑھ کے چبوترہ گنبد پر جانا ہوتا ہے اور چبوترہ کے اوپر ۲۹ قبریں ہیں' ۲۸ نواسوں کی اور ایک شاہ محمد صوفی کی' جو حضرت کا مرید اور حاکم یا شہ زادہ چغتائی تھا۔ اب تک یہاں چبوترہ پر قبریں نواسوں کی ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک قبر' غرب رویہ دروازہ آمد و رفت مقبرہ کے' محمد شاہ کی ہے۔ اور شرق رویہ ایک قبر شاہ حسن حقی مرید ان کے کی ہے اور وہ حضرت شاہ حسن حقی برہان پوری مشہور ہیں۔ یہ دونوں حضرت بھی بڑے اولیاء اور صاحب مراتب عالیہ ہیں۔

گنبد

(ص ۱۰۶) یہ گنبد برنگ منقش ہے۔ (ص ۱۰۳) یہ گنبد مقبرہ باہر سے دو منزلہ ہے اول منزل کا زینہ نہیں اور ثانی کا زینہ غرب رویہ موجود ہے۔ (ص ۱۰۴) اور اس مقبرہ میں ہمیشہ سے کبوتر رہتے ہیں چنانچہ اب بھی ہزارہا موجود ہیں۔ کہتے ہیں کہ اول یہاں کبوتر شاہ محمد درویش برقعہ نے' جو صاحبزادہ کلاں حضرت کے تھے' رکھے۔ اور مزار ان کی شیر گڑھ میں ہے۔ یہاں سال بھر میں ایک دفعہ ۱۷ ربیع الاول کو وفات حضرت کی ہے میلہ ہوتا ہے۔ اور عیدالفطر اور عید الاضحیٰ کا میلہ بھی یہاں سال بھر میں دو دفعہ ہوتا ہے۔

اندرون مقبرہ

(ص ۱۰۶) اور اندر مقبرہ کے پنجرہ چوبی بے سقف بنا ہوا ہے۔ اس کے آٹھ دروازے کشادہ اور چار بند۔ سات دروازوں میں تو کٹہرے بھی لگے ہوئے ہیں اور ایک کشادہ ہے۔ اور پنجرہ چوبی' جو کہ اندر مقبرہ کے چاروں طرف (ص ۱۰۳) مزار کے بنا ہوا ہے' وہ نور ایمان والا گے زئی' زین فروش' نے بنوایا تھا اور یہ پنجرہ عرصہ ۳۵ سال سے بنا ہے۔

(ص ۱۰۶) اور یہ پنجرہ چوبی بالائے چبوترہ خشتی واقع ہے۔ اور چبوترہ ڈیڑھ فٹ اونچا زمین مقبرہ سے ہے۔ اور چبوترہ پر چار قبریں پختہ موجود ہیں۔ ایک تو حضرت شاہ ابو المعالی صاحب مرحوم کی دوسری حضرت شاہ محمد باقر صاحب صاحبزادہ کلاں کی اور تیسری قبر حضرت شاہ محمد رضا صاحب کی جو خلف شاہ محمد فاضل صاحب ولد حضرت شاہ ابو المعالی کے ہیں۔ اور چوتھی قبر اندرون مقبرہ کی حضرت حاجی شاہ محمد افضل صاحب کی اور یہ صاحب اولاد سید مبارک میں سے ہیں اور شاہ محمد باقر صاحب کے نواسہ ہیں۔

Marfat.com

اور قبر حضرت محمد فاضل صاحب کی گوشہ جنوبی و غربی اس گنبد میں ایک اور چار دیواری ہے اور پاس ان کے بہت قبریں ان کی اولاد کی ہیں۔ ان میں سے ایک قبر بھولے شاہ، دوسری نجن شاہ اور دھولے شاہ اور شاہ سلطان اور شاہ محمد علی کی مشہور ہے۔

نواح

غرب رویہ اس مقبرہ کے ایک مسجد عالیشان ہے۔ پہلے وہ حضرت نے خود بنوائی تھی مگر اب بعہد سکھاں غوثی خان توپ خانہ والا نے پھر دوبارہ اس کو تعمیر کرایا اور سفیدی مقبرہ کی بھی کرائی۔ (ص ۱۰۳) اور مسجد شرق رویہ میں جو کنواں ہے وہ بھی خود حضرت نے بنوایا ہوا ہے۔

اور زینہ کے شرق رویہ چاہ پختہ چرخی دار بنیہ مقدمان سراج ہے۔ چبوترہ چاہ سنگ سرخ عرصہ تیس سال سے بنا ہے اور چاہ کے شمال رویہ زیر لب بام چاہ ایک خشت کانسی جس پر اللہ تحریر ہے لگی ہوئی ہے۔ اور نیز چاہ کے شمال رویہ، چبوترہ پر ایک بنگلہ خشتی قالبوتی سہ درہ موجود ہے۔ اس میں نوبت بہ نوبت صاحبزادہ حضرت کے بیٹھتے ہیں۔ اور جنوب رویہ، محاذی مقبرہ، اور چند دالان واقع ہیں۔ منجملہ اس کے ایک دالان مسمی نامدار جرو ٹہ وکیل نے بنوا کے میاں عظیم شاہ کو دیا اور اب اس میں سید مراد دین نبیرہ حضرت کے بیٹھتے ہیں۔ اور یہ دالان ۱۲۳۰ ہجری میں تعمیر ہوا۔ اور ایک دالان قدیمی اس مقام پر واقع ہے۔ اس میں سید امام شاہ بیٹھا کرتے ہیں۔ اور جو دالان جائے نشست من شاہ نبیرہ حضرت کا ہے وہ بنیہ مسمات نوراں طوائف ہے جو اور غرب رویہ مقبرہ میں نیمابین مقبرہ و مسجد، سرچاہ، شمال رویہ ایک کوٹھی دو درہ پختہ واقع ہے۔ یہ بنایا ہوا سید مہر شاہ صاحب و سید عالم شاہ نواسہ ہائے حضرت کا ہے۔ اس میں ان کا فقیر بیٹھتا ہے۔ سوا اس کے اور بہت مکان ان کی اولاد کی جائے نشست ہیں۔

قبرستان

اور گرد و نواح مقبرہ کے قبرستان بڑا بھاری ہے اور کئی احاطہ امیروں کی قبور کے موجود ہیں۔ چنانچہ قبرستان نواب سرفراز خان و احاطہ نواب ذوالفقار خان و احاطہ ایوب شاہ، جس کے اندر قبر ایوب شاہ بادشاہ کی ہے۔ اور شرق رویہ مقبرہ کے چار دیواری شکستہ واقع ہے اور درختاں وہاں بکثرت ہیں۔ اس میں قبر حضرت کی زوجہ کی اور قبریں (ص ۱۰۴) رشتہ داران حضرت کی ہیں۔

Marfat.com

اور غرب رویہ مقبرہ حضرت کے محبوب علی خان سابق سرشتہ دار دیوانی ضلع لاہور کے روضہ مسمات جوائی دریائی بافن کا' جو سابق میں منکوحہ اور منظور نظر فقیر چراغ الدین کی تھی' اور اس عورت نے بسبب خوبصورتی اپنی کے بعہد سکھاں دین محمد دفتری و فقیر چراغ الدین اور بہت لوگوں سے شادیاں کر کے مال کثیر جمع کیا اور تفریحا" یہ باغیچہ بنوایا۔ شرق رویہ اس کے دروازہ پختہ اور اس کے اوپر بالا خانہ تین کھڑکی والا مکان سیر گاہ اور ڈیوڑھی میں دو دالان مع کوٹھڑیاں بنوائے ہوئے ہیں۔ اور چاروں طرف اس کے چار دیواری خام موجود ہیں اور درختاں مٹھہ' کھٹہ' نارنگی' کیلا دھریک موجود ہیں۔ بیچ میں اس باغ کے اس نے اپنی قبر بھی بنوا چھوڑی ہے۔

اور جنوب رویہ مقبرہ کے ایک ٹیلہ قبرستان شہید گنج کر کے مشہور ہے اور یہ بڑا بھاری قبرستان ہے۔ جنوب و غرب رویہ اس ٹیلے کے ایک تکیہ فقیر میتا نام کا ہے۔ اس میں چاہ پختہ' متصل دروازہ اور غرب رویہ مسجد اور چند درخت بڑھ اور ایک گوندی اور ایک کیکر اور ایک لسوڑھا اور ایک سوھا نجنا اور بیچ اس کے مسجد پختہ جو میتا فقیر نے بنوائی ہے موجود ہے اور اس پر چھوٹی بڑی نو برجیاں ہیں اور اندر محراب کے مسقف سرکی پوش استر کاری سفید۔ اس کے شمال رویہ ایک غسل خانہ پختہ استر کار' متصلہ چاہ چرخی دار اور مسجد کے تین در اور شرق رویہ چبوترہ پختہ چونہ گچ۔ اور غسل خانہ کے غرب رویہ گل عباسی لگی ہوئی ہے اور جنوب رویہ دو دالان محرابی خشتی اور گوشہ شرقی و جنوبی میں ایک بالا خانہ۔ اس کے نیچے ایک کوٹھڑی بے در۔ جس کا دروازہ بے در۔ اس بالا خانہ میں میتا کے قبائل رہتے ہیں۔ یہ تکیہ قدیم مدت سے بنا ہے۔

شمال رویہ اس تکیہ کے چھپر پانی کا تھا اور اس چار دیواری کے اندر دو قبریں خام ایک رحیم بخش دوسری کریم بخش کی ہے۔ ماسوائے اس کے اس ٹیلہ پر ہزارہا قبریں صدہا خام و صدہا پختہ۔ چنانچہ مصنف کے ننھال کا قبرستان سابقہ بھی اس مقام پر ہے۔ راقم کی والدہ اور ہمشیرہ اور اہلیہ اور لڑکیوں کی قبریں ایک چبوترہ پختہ پر موجود ہیں اور اہلیہ ثانی کی قبر پختہ منقش موجود ہے۔ جس کے سرہانے روشندان اور چند اشعار فراقیہ اس پر تحریر ہیں۔ شرق رویہ اس ٹیلہ کے قعر واقع ہے۔ وہاں بموسم (ص ۱۰۵) برشگال اکثر پانی کھڑا رہتا ہے اور دھوبی کپڑے دھوتے ہیں اور زمین مزروعہ الٰہی بخش عبداللہ وغیرہ کی ہے۔ شرق رویہ اس کے ایک مسجد' جس کے احاطہ میں الٰہی بخش کمیدان توپ خانہ والا اور اس کے لواحقین کی قبور ہیں' موجود ہے۔ اب یہ قبرستان بند ہو گیا ہے اور ایک چپڑاسی غلام محمد نامی'

Marfat.com

میونسپل کمیٹی والوں کا' برائے ممانعت قبور حاضر رہتا ہے۔ اور حکم ہے کہ جس کی چار دیواری پختہ ہو وہ قبر بنا لے۔

غرب رویہ اس ٹیلہ کے بھی زمین قعر میں ایک چھپڑ۔ آب بارش اس میں بھی بموسم برشگال جمع رہتا ہے اور دھوبی کپڑے دھوتے ہیں۔ اور اس ٹیلہ کے بھی گوشہ غربی و شمالی میں ایک چبوترہ پختہ' اور قد آدم بلند' جو شرق کی طرف سے متصل ٹیلہ ہے۔ اس چبوترہ کے اوپر ایک اور چبوترہ پختہ ہے۔ اس پر چھ سات درخت ون اور جنوب رویہ درخت بیر و گوندی وغیرہ۔ اس چبوترہ پر دس قبر پختہ اور چونہ گچ اور چار خشتی بے چونہ' قبرستان کلالاں کا' جو محمد بخش امام بخش چوبدار مہاراجہ کھڑک سنگھ کے تھے ہے۔ اور اس چبوترہ کے پاس ایک اور چبوتر ہے۔ اس پر ایک قبر بطور پلنگ۔ یہ بھی ان کی ہے۔ اور شرق رویہ اس کے صدھا قبور کلالاں۔ میانہ میں اس کے ایک اور چار دیواری جس میں دو قبریں خام حضرت امام جعفر و حضرت امام صادق کی ہیں۔ راہ آمد و رفت کا جنوب رویہ۔ اس کے پاس عبداللہ شاہ گورکن کی قبر ہے۔ یہ قبریں عہد سلطان محمود غزنوی کی ہیں۔ ذکر ان کا یہ ہے کہ یہ شہید ہیں۔ سر ان کا کافروں نے کاٹ لیا اور دھڑ ان کا جب لڑتا لڑتا یہاں تک آیا تو کسی نے کہا۔ دیکھو کیا تعجب ہے کہ بے سر بدن چلے آتے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ گر گئے اور یہیں ان کی قبور ہوئی۔ اس چار دیواری میں ایک درخت ون ہے اور اس چار دیواری کے ساتھ وہ چبوترہ ہے جس پر مصنف کے ننہال کا قدیمی قبرستان ہے جس کا سابق ذکر ہو چکا ہے۔ اور اس کے گوشہ جنوبی میں ایک اور چبوترہ پختہ چونہ گچ مصنف کے قبلہ گاہی کا ہے۔ وہ تمام منقش اور سرہانے اس کی چراغدان۔ اس پر یہ شعر تحریر ہے۔

سید بیگم چونکہ آن شیرین مقال
زین جہان گردید مہمان بہشت
سال وصلش جست چون چشتی زغیب
گفت ہاتف شاہ حوران بہشت

اور چند تاریخیں اور ابیات مرقوم ہیں۔ غرب و شرق رویہ اس کے درخت کھڑے ہیں اور ہزارہا قبور ہیں۔ اور بکثرت چبوترے خام و پختہ اور درختان ون و پھروانہ و بیر بکثرت یہ بہت پرانا قبرستان ہے۔

اور شرق رویہ مقبرہ حضرت کے ایک ٹیلہ پر اور قبرستان اور غرب رویہ قبرستان قبائل شیخ سندھے خان (ص ۱۰۶) کا۔ اس پر بہت درخت ون اور ایک کوٹھ مسکونہ فقیر ہے۔ اس

Marfat.com

کو ٹھہ میں اول بوقت فوت غسل حضرت کا ہوا۔ پھر حضوری شاہ فقیر وہاں چراغ بتی کرتا رہا۔ بعدازاں قبور سادھواں کشمیری ساکناں لاہور ہیں۔ ان میں اب نیا مقبرہ گنبد نور محمد قوم سادھو کا ۱۲۸۱ھ ایک ہزار دو سو اکاسی ہجری میں بنا ہے۔ درمیان اس کے دو قبریں ایک خود نورا سادھو کی اور دوسری اس کی زوجہ کی۔ اور شرق رویہ متصل دیوار مقبرہ قبر اس کی ساس کی ہے۔

مقبرہ نور محمد

اور صورت مقبرہ یہ ہے کہ تمام مقبرہ چونہ گچ منقش' گنبد سفید جس پر کلس طلائی لگا ہوا ہے۔ اور چار دروازے محرابی گردنہ دار اور فیمابین مقبرہ کے آئینہ ہائے مدور مربع لگے ہوئے ہیں۔ گویا شیش محل بنا ہے۔ تعویذ قبر نور محمد کا خشتی استرکار اور گرد و نواح اور چھاتی پر سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور قبر کے غرب رویہ چونہ پر ہرمچی سے یا مالک یا قدوس یا سلام تحریر ہے۔ اور شرق رویہ یا اللہ یا رحمان یا رحیم اور صورت تعویذ بطور چارپائی اور چھاتی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سن ۱۲۸۱ اور دونوں قبریں بھی چونہ گچ خشتی جس کی چھاتی پر قدرے بطور گل سنگ مرمر ہے۔ اور مقبرہ کے درجنوبی ایک تختہ سنگ مرمر کا کندیدہ لگا ہے۔ اس پر یہ تحریر ہے۔

اول بخط عربی افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے نیچے بخط فارسی یہ لکھا ہے قطع

چو	محمد	نور	بحکم	خدا
بفردوس	رفت	از	اینجائے	سرا
خرد	گفت	تاریخ	وسلش	چنین
شفیعش		بود	احمد	مجتبیٰ

اور اس کے غرب رویہ کتبہ۔ اس میں۔ ھو الاول والاخر والظاہر والباطن ھو بکل شی علیم۔ اور شرق رویہ یا رسول خدا اور غرب رویہ در پر تین کتبہ ہیں۔ افضل الذکر اور دوسرے میں (؟) اور تیسرے میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جنوبی کے در پر تین کتبہ ھو المعز اللھم صلی علی محمد عدد ملک ۱۲۸۱ اور درمیان میں ھوالاول والاخر والظاہر والباطن وھو بکل شی علیم تیسرے میں ھو المعز اللھم صلی علی محمد عدد ملک ۱۲۸۱۔ اور شرق رویہ در پر بھی تین کتبہ۔ ایک میں اللہ محمد ابو بکر عمر عثمان علی۔

میانہ میں شعر۔

Marfat.com

محمد عربی کا بروی ہر دو سراست
کسی کہ خاک درش نیست خاک برسر او

اور تیسرے میں یا حنان یا دیان یا منان یا برہان۔ مقبرے کے اندر دروازہ غرب رویہ کے جنوب رویہ شعر۔

آفتاب و ماہتاب و کرسی و لوح و قلم
در غم شاہ شہید کربلا بگریستند

اور اس کے جنوب رویہ ہو المعزا اللھم صلی علی محمد عدد ملک ۱۲۸۱ اور یہی شرق و جنوب رویہ اور یہی ہر دروازہ کے اوپر محرابی تین تین آئنہ منقش لگے ہیں اور آٹھ طاقچہ (ص ۱۰۷) چراغدان محرابی چاروں طرف بنے ہوئے موجود ہیں۔

دوسرے احاطے

اس مقبرہ کے شرق رویہ ایک اور احاطہ المشہور نواب ذوالفقار خان ملتانی کا ہے۔ اس میں پانچ قبر پختہ اور چھ خام ان کے رشتہ داروں کی ہیں۔ اس کے غرب رویہ ایک اور سہ دیواری جو درمیان میں سے ایک ہی ہے۔ اس کے جنوب رویہ گوشہ شرقی میں ایک چبوترہ پختہ جس پر تین قبر مع دو چراغدان قبائل نوابان ملتان کی ہیں۔ اور اس چبوترہ کے سرہانے ایک اور چبوترہ مع قبر جس کا تعویذ پلنگ کے طور پر ہے' سرہانے چراغدان' قبر نواب ذوالفقار خان صاحب کی ہے اور وغیرہ چبوترہ ہائے پختہ ان کے قبائل کی قبور کے ہیں۔ یہ نواب صاحبان والی ملتان تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ملتان کو فتح کیا۔ نواب مظفر خان صاحب شہید ہوئے اور بقیہ نواب سرفراز خان برادر ناظم مع عیال و اطفال گرفتار ہو کر لاہور میں آئے۔ اب اس خاندان میں سے نواب عبدالمجید خان صاحب سر خاندان اور آنریری میجسٹریٹ لاہور ہیں۔ اور نواب ذوالفقار خان صاحب کے صاحبزادے نواب جہانگیر خان پنشن خوار ہیں اور نواب سرفراز خان صاحب کا صاحبزادہ بلند اقبال' نواب احمد علی خان صاحب اسما" ولی عہد ہے۔ فقط

جنوب رویہ چار دیواری ہذا کے خیابان بطور باغیچہ اور درختان ون' کیکر کابلی' کوار گندل' وگوندیاں و شینہ باقرینہ کھڑے ہیں۔ ماسوا اس کے چاروں طرف اس مقبرہ کے ہزارہا قبور ہیں اور کئی احاطہ اور کئی قبور بے نام و نشاں گل در گل ہوئے ہیں۔ اور بسبب کثرت مٹ جانے نشان پہلی قبروں کے قبور پر ہو گئی ہیں۔

اور مشہور احاطے یہ ہیں۔ احاطہ ایوب شاہیاں۔ احاطہ بطور باغیچہ محمد شاہ کمیدان

Marfat.com

سردار بہادر وغیرہ۔ اس مقام کو اگر مخزن القبور کہا جائے تو بجا ہے کہ اور کسی مقام پر اس قدر قبور بالافراط نہیں ہیں۔ اور کثرت محض اسی واسطے ہے کہ شہر سے یہ مکان بہت نزدیک تھا اور ہر ایک شخص یہ ہی چاہتا تھا کہ قبرستان اس کے متعلقان کا نزدیک ہو کہ دور جانے کی تکلیف نہ اٹھائے۔

(ص ۴۲۴) احوال شاہ دی کھوھی

یہ چاہ متصل کنارہ نہر لاہور سے بفاصلہ چار کوس جنوب رویہ واقع ہے۔ حال اس کا یہ ہے کہ یہ جگہ مقام جھوک حضرت شاہ ابو المعالی صاحب کی ہے اور ان کی کئی جگہ جھوکیں ہیں۔ چنانچہ ایک یہ دوسری موضع ڈھولن وال میں اور اسی طرح اس سے آگے تابمقام شیر گڑھ' جس میں خانقاہ حضرت شاہ ابو المعالی صاحب کے مرشد کی ہے۔ باعث اس کا یہ سنا جاتا ہے کہ جب حضرت شاہ ابو المعالی صاحب مقام شیر گڑھ سے حسب الارشاد مرشد یعنی حضرت شیخ داؤد بندگی رحمتہ اللہ علیہ روانہ ہوئے تو لاہور تک آتے ہوئے پشت بطرف شیر گڑھ نہ کی بلکہ پچھلے پاؤں چلتے ہوئے لاہور تک پہنچے۔ راستے میں جہاں جہاں آپ نے ایک ایک یا دو دو روز مقام کیا وہاں وہاں آپ کے قدم کی برکت سے مکان متبرکہ آباد ہو گیا۔ اور وجہ تسمیہ اس جگہ کا بنام جھوک یہ ہے کہ جہاں جہاں مقام کرتے تھے وہاں تمام شب جھک کر روبسوی شیر گڑھ کر کے کھڑے رہتے تھے۔

سبحان اللہ! کیا ادب آپ نے اپنے پیر و دستگیر کا کیا جس کے عوض میں ہیشگاہ حق سے بمراتب اعلیٰ سرفراز ہوئے۔

اب یہ مقام جھوک مقبوضہ سید ملن شاہ نبیرہ حضرت شاہ ابو المعالی کا ہے۔ ان کی طرف سے دم تحریر ایک فقیر سوہنے شاہ یہاں بیٹھا ہوا ہے' فقط۔ یہ سوہنے شاہ مداری فقیر ہے اور شجرہ اس کا یہ ہے کہ سوہنی شام خادم رمضان شاہ کا اور وہ مہتاب شاہ کا اور وہ کرم شاہ کا اور وہ محبت شاہ کا اور وہ احمد شاہ کا اور وہ چیری شاہ کا اور وہ مردان شاہ کا اور وہ نور محمد خان کا اور وہ شاہ ابدال کا (ص ۴۲۵) اور وہ دیوان کالا سری کا اور وہ نیل کنٹھ کا اور وہ باوا مان دریائی کا اور وہ حسن شاہ کا اور وہ حضرت بایزید کا اور وہ میراں جمن حسین کا اور وہ حضرت میراں مدار پیر کا' فقط

واضح ہو کہ مداری فقیروں میں سے بعضے بعضے فقرا جو ملنگ کہلاتے ہیں چلے کاٹتے ہیں۔ کوئی دس برس کا کوئی کم و بیش کا اور اس عرصہ میں سر کے بال نہیں کٹواتے اور اس میں خاکستر ڈال کر دھوتے ہیں بلکہ خاکستر ہمیشہ سر میں ڈالے رکھتے ہیں۔ اور جب بال بڑھ جاتے

Marfat.com

ہیں تو بالوں کو لپیٹ کر بطور دستار سر پر باندھتے ہیں اور شانہ بھی نہیں کرتے۔ ان کو بھیس دھاری فقیر یا ملنگ کہتے ہیں' فقط

پہلے اس مکان پر ایک فقیر ہندوستانی محبت شاہ نامی چالیس برس تک بیٹھا رہا اس نے باجازت مالک اس سوہنے شاہ کو اپنا قائم مقام کر دیا چنانچہ قبر گلی اس کی یہاں موجود ہے۔

(ص ۴۲۴) اس مکان میں اشجار شیشم اور کیکر و بیر قریب ساٹھ کے ہیں۔ ایک قبر بھی پرانی ہے۔ نام صاحب قبر معلوم نہیں۔ متصل اس کے ایک قلعہ خام بنیہ دھنا سنگھ ملوی ہے۔ جنوب رویہ اس جھوک کے ایک تالاب کلاں تخمیناً" آٹھ کنال زمین میں پختہ خشتی۔ موسم برشگال میں پانی اس میں بھر جاتا ہے۔ شمال طرف اس تالاب کی بوسیدہ ہو گئی ہے۔

اس مکان پر اس سوہنے شاہ نے پندرہ بیریاں پیوندی لگائی ہوئی ہیں اور ان بیریوں کو وقف للہ کر رکھا ہے۔ جو چاہے کھائے۔ وہ کہتا ہے کہ بعد میرے کوئی ان پر قبضہ نہ کرے۔ اور للہ واگذار رکھے۔ ماسوا اس کے اس سوہنے شاہ نے یہاں ایک چاہ کلاں چرخ چوب والا بازجات پیر مغلن شاہ جاری کیا ہے۔ سولہ گھماؤں زمین مزروعہ سرکار سے ملحقہ مکان ہذا تا قیام جھوک واگذار ہے۔ اس کی آمدنی بھی فقیر لیتا ہے۔ جو مسافر آئے اس کو ایک وقت کا نشہ پانی مع روٹی ماحضر دیتا ہے۔

(ص ۳۶۷) احوال مزار حضرت موسیٰ کھوکھر رحمتہ اللہ علیہ

غرب رویہ' مائل ،شمال محکمہ عدالت خفیف لاہور کے' جنوب رویہ میڈیکل کالج قدرے بلند زمین' جس پر ایک کلاں درخت بوڑھ سایہ فگن ہے۔ متصل بیخ (؟) درخت ایک قبر پختہ قدرے بوسیدہ۔ یہ قبر حضرت موسیٰ کھوکھر کی ہے۔ یہ حضرت بڑے صاحب کمال ہوئے ہیں۔

احوال مزار پر انوار حضرت میاں میر لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۲۶۱) اور مقبرہ عالیہ حضرت میاں میر غرب رویہ سڑک چھاؤنی میاں میر' جو اسٹیشن ریل سے ہو کر جاتی ہے' اور شرق رویہ سڑک آہنی ریل ملتان' واقع ہے۔ اور اکثر اوقات حضرت میاں میر آبادی سے متنفر ہو کر ویرانوں میں متوجہ بحق ہوتے تھے اور بسا اوقات خانقاہ عالیجاہ حضرت بی بی پاکدامناں میں جا کر متوجہ ہوتے تھے اور مقام ہاشم پورہ کو جہاں اب مزار پر انوار حضرت کی ہے' بہت پسند کرتے تھے اور ہاشم پورہ وہ مقام ہے جو اب غرب رویہ مزار پر انوار حضرت کے واقع ہے۔

Marfat.com

مزار کی زمین

(ص ۲۸۰) اور پہلے یہاں متصل خانقاہ حضرت میاں میر کے ایک موضع موسوم بہ ہاشم پورہ آباد تھا جس کا ذکر تواریخ جیو میں درج ہو چکا ہے۔ اور ڈھوڈی لوگ راجپوت اولاد جو اس کے مالک و قابض تھے۔ بعد دارا شکوہ وہ ڈھوڈی بڑے امیر کبیر درباری تھے۔ دارا شکوہ نے بصحنت تمام یہ زمین' جہاں اب چار دیواری روضہ حضرت میاں میر کی ہے' ان سے اس طرح پر خریدی کہ اس قدر زمین پر اشرفیاں (؟) اور کہا کہ اتنا روپیہ میں نے محض بایں خیال دیا ہے کہ کل کو کوئی تم سے یہ نہ کہے کہ دارا شکوہ نے بزور حکومت زمین ہماری چھین لی ہے اور پھر حضرت کے خدام سے کوئی خرخشہ برپا نہ ہو۔ غرض اسی طرح سے یہ زمین لے کر اور عمارت عالیشان بنا کر محمد شریف خواہرزادہ حضرت میاں میر کے سپرد کر دی' فقط

روضہ کے بانی

(ص ۲۵۸) اور حضرت کا روضہ بھی اسی نے بنوایا۔ اس کا ارادہ تھا کہ حضرت کے روضہ مقدس سے تا قلعہ لاہور ایک سڑک سنگ سرخ کی خاص واسطے آمد و شد اپنی کے بنوا دے اور ہمیشہ پا برہنہ اس سڑک پر سے مقبرہ پر جایا کرے۔ اس نیت سے اس نے سنگ سرخ بکثرت طلب کرایا تھا۔ قدرت الٰہی سے یہ تمنا اس کی پوری نہ ہوئی اور بے چارہ مارا گیا۔ پھر اس سنگ سرخ سے کہ موجود تھا' عالمگیر نے مسجد بادشاہی واقع لاہور' جو غرب رویہ قلعہ لاہور اب تک موجود ہے' بنوا دی۔ جس کا ذکر مکانات اندرونی شہر لاہور میں تحریر ☆ ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط

(ص ۲۶۵) اور حضرت کے مقبرہ پر جس قدر عمارت کہ سنگ سرخ و سنگ مرمر کی بنی ہے وہ بنیہ دارا شکوہ ہے اور مقبرہ کے گنبد کی عمارت خشتی عالمگیر نے بنوائی تھی۔ صورت حال اس کی یہ ہے کہ بنیاد کل مکان کی دارا شکوہ نے ڈلوائی۔ جب مقبرہ کی چار دیواری قد آدم آ گئی تو دارا شکوہ شہید ہو گیا اور پھر ایک سال عمارت بند رہی۔ جب عالمگیر یہاں آیا تو بہت سا اسباب عمارت' دارا شکوہ کا جمع کیا ہوا' دیکھا کیونکہ اس کا ارادہ تھا کہ چوب دارا شکوہ سے تا مقبرہ حضرت میاں میر فرش سنگ سرخ تیار کرا دے تاکہ پا برہنہ یہاں سے وہاں تک چلا جائے' مشیت ایزدی سے وہ ارادہ اس کا بھم نہ پہنچا۔ اور چوک دارا شکوہ وہاں تک جہاں اب محمد سلطان ٹھیکہ دار نے سرائے بنائی ہے۔ غرض میاں میر صاحب کا مقبرہ عالمگیر

Marfat.com

نے بقیہ عمارت خشتی سے بنوا کر عمارت باتمام پہنچائی اور جس قدر عمارت سنگین ☆ اول بنی تھی وہ سنگین رہی۔

چار دیواری

(ص ۴۶۱) گرد و نواح مقبرہ کے چار دیواری بلند پختہ موجود اور غرب رویہ اس چار دیواری کے اندر مسجد عالیشان پختہ تین گنبد والی مسجد ہے۔ چنانچہ باہر سے نشان محراب دیوار غربی میں دکھائی دیتے ہیں اور تمام مسجد سفید و وسیع اور مصفا۔ دروازہ آمد و رفت چار دیواری کا جنوب رویہ۔ قبل اس کے دروازہ شمال رویہ دیوار میں بھی تھا' مگر وہ اب چند مدت سے معمور کر دیا گیا ہے اور گاہ گاہ بروز عرس کھول بھی لیتے ہیں۔ باہر دروازہ جنوبی کے جنوب رویہ کوٹھہ مسکونہ فقیر مع کوٹھڑی و طاق تختہ چوبی جس میں اب گلاب شاہ نامی فقیر رہتا ہے۔ اور اندر تمام چار دیواری کے فرش سنگ سرخ کا اور میانہ میں ایک چبوترہ عالیشان سنگ مرمر کا پانچ فٹ اونچا۔ جس پر خط سنگ سیاہ کے۔ سات زینہ چڑھ کر اس چبوترہ پر جاتے ہیں۔ بروز میلہ اکثر اشخاص زائرین و تماشا بین موسم گرما میں اس چبوترہ پر استراحت کرتے ہیں۔ اور صاحبان سجادہ نشین کی قبریں چار دیواری کے اندر ہیں۔ محمد شریف سجادہ نشین کی قبر سنگ سرخ سے حضرت کے چبوترہ کے جنوب رویہ متصل زینہ موجود ہے اور بقیہ تمام قبور خشتی چونہ گچ۔

حال عمارت چار دیواری

(ص ۴۶۲) اور حال عمارت چار دیواری مقبرہ یہ ہے کہ جنوب رویہ دروازہ آمد و رفت کا طاق تختہ برنگ سبز اور باہر اس کے ایک زینہ سنگ سرخ کا ہے۔ اس دروازہ کے اندر جاتے ہی' متصل در' دیوار میں بطرف غرب (؟) اور شرقی میں پانچ محراب عمارتی بنے ہوئے ہیں۔ اور ماسوا اس کے اس چار دیواری کی تمام عمارت میں ایسے ہی محراب بنے ہوئے ہیں۔ ارتفاع اس چار دیواری کا تخمیناً" پانچ گز۔ دروازے کے اندر جاتے ہی غرب کی طرف ایک دالان بڑا عالیشان چونہ گچ' سقف قالبوتی' جس کے شمال رویہ چھ اور شرق رویہ ایک در محرابی ہے۔ اور اس دالان کی چھت چھ درجوں میں منقسم ہے چنانچہ اگر نیچے اس کے کھڑے ہو کر دیکھیں تو چھ گنبد نظر آتے ہیں۔ اندر اس کے زمین پر بھی فرش سنگ سرخ

☆اچانک موت نے مولف کو اس کی مہلت نہ دی (مرتب)

Marfat.com

موجود ہے اور ان چھ دھنوں میں سے تین، جو بطرف شرق ہیں، کشادہ اور تین غرب رویہ میں چوکھٹ مع طاق تختہ نصب ہے۔ اور پھر اس کی دیوار غربی میں ایک در محرابی، جو اب بند ہے، اس کے متصل دیوار بدیوار اور دالان۔ اس کے تین دھن بند اور ایک کشادہ اس کے آگے ایک کوٹھہ جس کا دروازہ شمال رویہ گوشہ جنوبی و غربی میں واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دالان بنیہ محبوب شاہ سجادہ نشین حال کا ہے۔ عرصہ چودہ برس سے تیار ہوا ہے۔ اس کے ساتھ چار دیواری کے غرب کی طرف ایک دالان جس کے شرق رویہ اول و دو دھن محرابی اور پھر بخارچہ تین در والا، سفید منقش چونہ گچ۔ اس بخارچے کے ساتھ شمال کی طرف اور دالان جس کے دو دھن بند کر کے تیسرے میں دروازہ لگا ہے اور اس میں پھر ایک کوٹھڑی اور جنوب کی طرف اس دالان میں کوٹھری مع طاق تختہ چوبی۔ یہ دالان سجادہ نشین کی نشست کا ہے۔ اس دالان کے باہر آمد و رفت کے واسطے دو زینہ سنگ سرخ کے اور نیز تا بکمر بلند بنیاد دیوار شرقی۔ دالان ہذا میں عمارت سنگ سرخ کی۔ اور اس دالان کے (ص ۲۶۷) شمال رویہ دیوار بدیوار وہ مسجد کہ جس کی کرسی دارا شکوہ نے اور بقیہ عمارت عالمگیر نے بنوائی، واقع ہے۔ فمابین مسجد و دالان ہذا دیوار غربی میں زینہ اوپر جانے مسجد کا اور اس زینہ کے آگے چبوترہ اور بوسیدہ جس پر اب درخت نیم کھڑا ہے تعداد زینہ دس عدد۔ یعنی دس زینہ چڑھ کر کے آدمی مسجد پر جاتا ہے۔

اس مسجد کے شمال کی طرف ایک اور دالان، کرسی اس کی بھی بنیہ دارا شکوہ سنگ سرخ کی اور اوپر عمارت عالمگیر کی۔ اس دالان کے آگے دو زینہ شرق رویہ اور اس دالان کے آٹھ در محرابی جس میں سے پانچ کشادہ اور تین بند متصلہ مسجد۔ اس میں بروز عرس بھنڈارہ تیار ہوتا ہے۔ چنانچہ دو تنور بھی موجود۔ جنوب و شمال رویہ اس دالان کے دھن بند کر کے کوٹھریاں بنائی گئی ہیں اور تمام دیوار شمالی میں بھی محراب ہائے عمارت بنی ہوئی ہیں۔ اس دیوار کے میانہ میں ایک دروازہ آمد و رفت کا ہے مگر اب بند ہے۔ یہاں تک تو دیوار بنیہ عالمگیر کی اور یہاں تک مربع صحن چار دیواری ہے۔ اور صحن میں تمام فرش سنگ سرخ۔ شرق رویہ اس صحن کے چھ گز فرش خشتی ہے۔

اس مقبرہ کے خاص شرق رویہ ایک دالان جو اب سات برس سے محبوب شاہ نے بنوایا ہے۔ اور اس کے دو دروازے شمال و جنوب رویہ محرابی اور سقف بھی محرابی قالبوتی اندر سے پانچ درجے والی۔

اس دالان کے (ص ۲۶۸) نیچے شرقی رویہ ایک چاہ پختہ مع غسل خانہ بنیہ نور ایمان

Marfat.com

والا جو چالیس سال سے بنا ہے۔ اس چاہ کے غرب رویہ تو وہ صحن چار دیواری ہے جس میں فرش سنگ سرخ کا ہے اور باہر سہ اطراف دیگر تمام باغیچہ۔ اس کے گرد بھی دیوار پختہ جس میں شمال و جنوب رویہ عمارت عالمگیر اور اس میں شمال رویہ ایک در جواب بند ہے اور محاذی اس کے' جنوب رویہ' در محرابی کشادہ آمد و رفت کا ہے۔ کوئی کوئی آدمی اس در سے بھی آتا ہے مگر عام دروازہ یہ نہیں۔ اس دیوار کے ساتھ پھر ایک دیوار شمال و شرق رویہ و جنوب رویہ ہے۔ یہ بھی محبوب شاہ سجادہ نشین نے بنوائی ہے۔ اس باغیچہ میں اکثر اشجار انار' لسوڑا' دھریک' گوندی' پھلاہی' کیوڑہ کنوار گندل وغیرہ موجود ہیں۔ شرقی رویہ اس باغیچہ کے اندر چار دیواری قدرے زمین سفید ہے۔ یہاں لوگ بروز میلہ آرام کرتے ہیں۔

اور اس باغیچہ میں چاہ کے شرق رویہ دو چبوترہ پختہ۔ ایک پر تین قبریں۔ ایک کرم شاہ کی' دوسری قطب شاہ برادر سجادہ نشین' تیسری حسن دین مجاور میراں بادشاہ کی کہ وہ بھی حضرت کا فقیر تھا' موجود۔ اور دوسرے پر ایک قبر عیسیٰ شاہ مجاور کی' جس کے سرہانے چراغدان۔ اور چاہ نور ایمان والے کے جنوب رویہ' متصل صحن' ایک قبر پختہ کریم بخش منشی بارک ماسٹری کے بھائی کی ہے۔ اور جنوب رویہ اس کے اور چاہ پختہ چرخی دار مبنیہ سجادہ نشین ہے۔ جنوب رویہ اس کے متصل دیوار چار دیواری ایک خراس' جس کا ایک دروازہ شرق رویہ اور ایک در کلاں شمال رویہ اور دو کھڑکیاں مع طاق تختہ۔ اس کے اندر غرب رویہ ایک کوٹھری۔ اس کے اندر جانے کا دروازہ شرق رویہ اور ایک باہر شمال رویہ جو بند ہے۔ اور چاہ سے تا خراس درخت بیر و کیکر اور گوندی و پیپل کھڑے ہیں اور اس خراس میں آٹا واسطے فقراء اور خرچ عرس کے پیسا جاتا ہے۔

اس خراس کے شرق رویہ جہاں صحن مع فرش سنگ سرخ اندرون چار دیواری ہے' ایک اور دالان در دالان جس کے غرب و شرق رویہ تین تین دھن محرابی اور شمال رویہ پانچ۔ دو دھن شرقی بند کر کے کوٹھڑی بنی ہے۔ عمارت اس کی پختہ چونہ گچ سقف قالبوتی' فرش زمین سنگ سرخ کا ہے۔ اس دالان کے غرب رویہ ایک اور کوٹھہ پختہ۔ ہے دروازہ اس کا شمال رویہ طاق تختہ والا۔

مابین دروازہ جنوب اور مقبرہ خانقاہ کے ایک چبوترہ خشتی۔ اس پر پندرہ قبریں سرہانے اس کے شمال رویہ چراغدان یہ قبور سجادہ نشینان اور معتقدین کی ہیں۔ صاحبان ان قبور کے جس قدر نام معلوم ہوئے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

مہدی شاہ' معصوم شاہ' شیخ عثمان' حنیف شاہ' ملا سلطان' خدا بخش' امیر شاہ' شیخ نور

Marfat.com

اللہ' قادر بخش' محمد شاہ۔

یہ سجادہ نشین ہیں اور بقیہ معتقدین کی۔ اکثر قبور پر میر فرش رکھے ہوئے ہیں۔
مقبرہ کے زینہ کے پاس' مائل بطرف غربی' دو قبریں ہیں۔ ایک سنگین حضرت محمد شریف صاحب کی جو ہمشیرہ زادے حضرت میاں میر صاحب کے تھے جن کو دارا شکوہ نے سیستان سے بلوا کر سجادہ نشین کیا۔ اور اس کے غرب رویہ ایک (ص ۲۶۹) قبر پختہ خشتی' چونہ گچ' سفید حضرت محمد صالح خادم حضرت میاں میر کی۔ اور یہ محمد صالح بعد دو تین سال حضرت میاں میر کے فوت ہوئے تھے۔

مسجد حضرت میاں میر

(ص ۲۲۷) عمارت اس مسجد کی خشتی استرکار جس پر سفیدی ہوئی ہوئی ہے۔
صورت اس کی یوں ہے کہ باہر بطرف شرق صحن کشادہ' جس پر فرش خشتی ہے اور ارتفاع عمارت اس کا زمین سے تا بکمر بلند۔ اس ارتفاع کی عمارت میں تمام سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔ اور لب فرش صحن مسجد ہذا' شرق و جنوب و شمال کی طرف' ایک ایک سل سنگ سرخ کی لگی ہوئی ہے۔
اس مسجد کے اوپر پانچ گنبد اور اندر پانچ محراب اور ہر پانچ دھن محرابی کلاں اور گنبدوں کے اوپر کلس بھی سفید ہیں۔ میانہ دھن کے اوپر لب بام دو برجیاں ہشت پہلو آٹھ آٹھ در والی وہ دربند ہیں اور اسی طرح دو برجیاں خرد خرد بطرف شمال و جنوب۔
فرش چبوترہ سے میانہ مسجد مسقف ایک فٹ بلند اور اس بلندی پر سنگ مرمر آدھ آدھ گز بلند نصب ہے اور محراب میانہ کے شمال رویہ ایک منبر خشتی بنا ہوا ہے۔ عرض اس صحن کا دس گز اور طول تیس گز۔ کتبہ دھن میانہ پر برنگ ہرمچی محراب خوشنما بنا ہوا ہے۔
اور ہر پانچ دھن مسجد میں آدھ آدھ گز عرض سنگ مرمر کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں۔
اور اس صحن کے شرق رویہ تین زینہ۔ اول سنگ سرخ اور دو سیاہ و سرخ کے۔
اس مسجد کی از سرنو سفیدی' اب سات برس سے' نور حسن سوداگر نے کرا دی ہے۔
اور بوقت سفیدی شمال رویہ دھن خرد بند کرکے حجرہ بنا دیا ہے۔ دروازہ اس جنوب رویہ' طاق تختہ ندارد۔ اور یہ دیوار نو تیار' جس کے بنانے سے دھن مسجد حجرہ بن گیا ہے' تا بگنبد نہیں پہنچی۔

Marfat.com

عمارت مقبرہ حضرت میاں میر

(ص ۳۶۹) اب حال عمارت موجودہ مقبرہ تحریر کرتا ہوں کہ چھ زینہ سنگ مرمر کے جنوب رویہ مقبرہ فرش سنگ سرخ کے اوپر ہیں اب یہاں سے عمارت سنگ مرمر کی شروع ہوتی ہے سنگ مرمر میں تمام کار منوط کے پھول تیار ہیں۔ گرد و نواح ارتفاع چبوترہ میں ہر سل سنگ مرمر میں تحریر۔ محرابی سنگ سیاہ کی ہے اور چاروں چبوترہ سنگ مرمر کے ارتفاع میں چار ستون سنگ مرمر خوشنما موجود ہیں۔ غرب رویہ چبوترہ کی ارتفاع میں ایک سل سنگ مرمر میں گلکاری سنگ سیاہ کی ہوئی ہوئی ہے۔ لب بام چبوترہ بھی مداخل سنگین ہے۔ یہ چبوترہ انیس گز عرض اور انیس گز طول مربع ہے۔

میانہ میں اس کے مقبرہ حضرت کا' جس کی عمارت تا قدم آدم سنگ مرمر کی اور پھر اوپر عمارت خشتی' کانسی کی گلکاری دروازہ آمد و رفت جنوب رویہ' جس کا ایک زینہ سنگ مرمر کا۔ چوکھٹ دروازہ سنگ سرخ کی' اب اوپر اس کے چونہ پھرا ہوا ہے۔ دروازہ پر محراب اور محراب میں پنجرہ سرخ مٹی کا بہت عمدہ اور محراب کے گوشوں میں چینی کا کام۔ اس میں شرق و غرب رویہ دو حلقہ مدور جن میں لفظ اللہ خط عربی تحریر ہے۔ اس کے اوپر تمام عمارت چونہ گچ۔ بالای محراب پر یہ تاریخ تحریر ہے۔ قطعہ تاریخ۔

میاں میر سر دفتر عارفاں
کہ خاک درش رشک اکسیر شد
سفر جانب شہر جاوید کرد
ازیں محنت آباد دلگیر شد
خرد بہر سال وصالش نوشت
بفردوس والا میاں میر شد
۱۰۴۵

اور در کے دونوں طرف کار نقاشی اور اس کے اوپر ایک کتبہ چینی کے کام کا اور نیچے اس کے پھر محراب کار کانسی کے اور اوپر لب بام گردنہ گلکاری پختہ کا۔

اور اندر مقبرہ کے فرش تمام سنگ مرمر کا جس میں گلکاری سنگ سیاہ کی خوشنما اور شرق و غرب و شمال رویہ تین دھن محرابی اور اس میں پنجرہ گلی سرخ بہت تکلف کے۔ محرابوں میں بھی ایک ایک گز جگہ ہے۔ اندر سے سات گز مربع زمین مقبرہ ہے۔ تا سینہ بلند عمارت سنگ مرمر جو عمارت داراشکوہ ہے اور اوپر عمارت خشتی' سفید' چونہ گچ' گلکاری'

Marfat.com

منقش، سرہانے کی محراب کے بازوی غربی و شرقی میں کارمنوط آئینہ کار، شیشہ دار جن میں تمام شیشہ ہای خرد اور ایک ایک شیشہ کلاں نصب ہے۔ اور سقف گنبد میں حلقہ مدور کار منوط آئینہ کا ہوا ہوا ہے۔ جس کے دو درجہ پر کاری ہیں۔ باہر کے درجہ میں آٹھ آئینہ کلاں اور بقیہ خرد اور اسی طرح حلقہ اندرونی میں آٹھ آئینہ کلاں چار بقیہ خرد، رنگ آمیز۔ یہ کام زرکثیر کے خرچ سے تیار ہوتا ہے۔ یہ کام آئینہ کاری بیٹل صاحب ملازم گبن صاحب سوداگر نے عرصہ دس برس سے بنوا دیا ہے اور باہر سفیدی مقبرہ کی بھی اس نے کرا دی تھی۔

مزار پر انوار حضرت کی میانہ گنبد میں۔ اول چبوترہ سنگ مرمر ایک بالشت بلند اور اوپر اس کے تعویذ قبر مبارک (ص ۲۷۰) تمام سنگ مرمر سفید۔ اوپر مزار کے غلاف گلبدن، دارای، کخواب، اطلس، پشمینہ وغیرہ گوٹہ کناری دار، ہمیشہ پڑا رہتا ہے۔

بالای تعویذ سقف مقبرہ میں ایک بیضہ کسی جانور کا لٹکایا ہوا ہے اور نیز ایک ہانڈی بلوری گلاس کی۔ اور مزار پر مور چھل بھی رکھی ہیں اور میر فرش بھی آٹھ نو موجود ہیں۔ اور شرقی و شمالی گوشہ میں چراغدان رکھا ہوا ہے۔

چاروں طرف باہر مقبرہ کی دیوار کی محرابوں میں بحلقہ مدور اللہ اللہ تحریر ہے۔ اور گردنہ لب بام کے اوپر ایک بالشت گرد و نواح کام کانسی کا ہوا ہوا ہے۔

اور صورت گنبد چار پہلو شکن دار۔ اوپر کلس سفید سنگ مرمر کا۔ فقط

نشست گاہ سجادہ نشیناں

دالان سجادہ نشین کی دیوار غربی میں چند پترہ کانسی کار لگے ہوئے ہیں۔ یہ انہوں نے بارہ دری نادرہ بیگم سے اتار کر یہاں لگائے ہیں فقط

نواح

(ص ۲۷۲) حال چار دیوار و روضہ تو ختم ہوا اب جو عمارت و مقبرے و بارہ دری و تالاب و باغ گرد نواح مزار پر انوار حضرت کے ہیں حال ان کا تحریر کرتا ہوں۔

(ص ۲۷۱) آگے نواح مقبرہ حضرت کے بڑا میدان ہوتا تھا چنانچہ میدان میاں میر بطریق مثال بولا جاتا تھا۔ اب بباعث تیاری سڑک ریلوے ملتان و کوٹھی گبن صاحب وغیرہ میدان کم ہو گیا ہے اور شمال رویہ نہر آ گئی ہے۔

(ص ۲۷۰) دروازہ جنوب رویہ، جو عام آمدو رفت کا ہے، اس کے باہر دیوار بدیوار

Marfat.com

ایک دکان حلوائی بقال کی ہے جو سوا روپیہ کرایہ سجادہ نشین کو دیتا ہے۔ طرف غربی دکان دروازہ ہذا چبوتروں پر چند قبریں ہیں۔ ایک چبوترہ سفید پر کسی قصاب کی قبر ہے اور کئی ایک درخت ون و گوندی و بیری تا حد چار دیواری موجود ہیں اور بالمشافہ اس کے درخت برنا و شریہ بھی موجود۔ اور دروازہ کے باہر روبرو ایک درخت گوندی علیحدہ کھڑا ہے۔

جنوب رویہ اس دروازہ کے ایک چاہ چرخ چوب والا' جس کے ساتھ مزروعہ و بنجر سو بیگھ زمین ہے اور چاہ کے اوپر درخت پیپل۔ یہ زمین انعام سرکاری ہے اور اسی چاہ کے جنوب رویہ دو چبوترہ چونہ گچ ہیں۔ سرہانے ایک کے چراغدان۔ ایک پر دو قبریں اور دوسرے پر ایک قبر۔ بڑا چبوترہ صف خشتی ہے۔ اور چھوٹا سفید۔ جنوبی پر قبر ملا حامد گوجر مرید و خادم حضرت کی اور خشتی پر دو قبریں نامعلوم الاسم سیدوں کی۔ چبوترہ ملا حامد صاحب کے پاس قبور حاجی مصطفیٰ و محمد مراد و حاجی سلیمان و حافظ اسماعیل و نورالدین و سید احمد و حاجی سلیمان ثانی' خادمین حاضرین میاں میر صاحب کی ہیں۔ ان قبور پر درخت بیر و کریر کھڑے ہیں۔ گرد و نواح اس کے خام قبریں عامہ۔ اس کے جنوب رویہ ایک اور چبوترہ خشتی پر ایک قبر سفید اور سترہ قبریں خام' قبر پختہ میاں نتھا کی اور پاس قبر ان کی کے ایک قبر بکرے کی ہے وہ بکرا آپ کو بہت پسند تھا جب مرگیا تو وہیں دفن کی۔

اور چاہ چرخ چوب والا کے جنوب رویہ و غرب رویہ ایک

مقبرہ نادرہ بیگم

(ص ۲۷۹) اور جو مقبرہ بارہ دری والا نادرہ بیگم متصل مقبرہ حضرت میاں میر ہے اس کا یہ حال ہے کہ (ص ۲۷۵) پہلے گرد و نواح بارہ دری کے تالاب سات زینہ والا تھا اور میانہ میں یہ بارہ دری تھی' اب تالاب گر گیا اور اینٹیں اس کی بوقت تعمیر چھاؤنی میاں میر معرفت محمد سلطان ٹھیکیدار اکھاڑی گئیں اور دو سو پچاس روپیہ قیمت خشت محبوب شاہ' سجادہ نشین حضرت میاں میر کو باجلاس میجر میکریگر صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لاہور عطا ہوا' فقط (ص ۲۷۹) اب اس جگہ میں زمین مزروعہ ہے اور میانہ تالاب میں بارہ دری خانقاہ نادرہ بیگم بنت شاہجہان بادشاہ موجود ہے۔ اب کوئی نشان تالاب کا موجود نہیں۔ صرف پل تالاب جو شرق رویہ خانقاہ پختہ چونہ گچ خشتی تھا' ہے اس پل کے نیچے واسطے روانگی آب تالاب کے دھن محرابی اکتیس بنے ہوئے ہیں۔ اب تیس موجود اور ایک دھن متصلہ بارہ دری گر گیا ہے۔

اور حال عمارت بارہ دری یہ ہے کہ پہلے تا سینہ بلند سنگ مرمر لگا ہوا تھا جو

Marfat.com

عملداری مہاراجہ رنجیت سنگھ سب اتروایا گیا۔ اب بوسیدہ عمارت شکستہ کھڑی ہے حتی کہ میانہ میں قبر نادرہ بیگم بھی خام گلی موجود ہے۔

پہلے گرد و نواح اس تالاب غیر موجودہ کے شمال و جنوب رویہ دو ڈیوڑھیاں بڑی بلند عالی شان تھیں جس میں ہزار ہزار آدمی سما جاتا تھا اور چاروں کونوں پر تالاب کے چار بنگلہ ہشت پہلو سنگ سرخ کے بنے ہوئے تھے چنانچہ اب تک نشان ان کے پائے جاتے ہیں اور نیز اس تالاب کے ہر چہار طرف (ص ۲۸۰) ایسی عراقیں تھیں کہ جس پر گاڑی بسہولت چلی جائے اور ہر طرف تالاب کے چھتیس چھتیس کھوٹھڑیاں جائے سکونت و نشست گاہ بنی ہوئی تھیں۔ اب سوائے اس مقبرہ بارہ دری بوسیدہ کے کچھ باقی نہیں رہا۔

موضع میاں میر (باغ حضرت ملا شاہ)

(ص ۲۷۵) اور باغیچہ مقبرہ حضرت ملا شاہ خلیفہ راستین حضرت میاں میر گوشہ نیرت مزار حضرت میاں میر کے اور غرب رویہ سڑک آہنی و روضہ حضرت خواجہ بہاری کے واقع ہے۔ حال حضرت ملا شاہ کا حال حضرت میاں میر میں مفصل درج ہو چکا ہے لہٰذا حال ان کا یہاں کچھ تحریر نہیں کیا جاتا۔ اس باغیچہ میں مزار ملا شاہ پیر شاہزادہ داراشکوہ کی موجود ہے۔

اب حال عمارات، بچشم خود دیدہ، تحریر کرتا ہوں کہ پہلے یہ مکان باغ تھا۔ اب یہاں عرصہ ایک سو برس سے حسب الحکم مہدی شاہ سجادہ نشین خانقان حضرت میاں میر کے ایک گاؤں آباد ہو گیا ہے جس کا نام موضع میاں میر مشہور ہے۔ اب اس پنڈ میں بہت گھر زمینداران وغیرہ کے آباد ہیں۔ پہلے مہدی شاہ نے اپنی سکونت برج گوشہ بائب باغ ہذا میں اختیار کی۔ بعد ازاں لدھا اور بودا اور بولا گوجر یہاں آ کر بسے چنانچہ اب تک لواحقین ان کے یہاں موجود ہیں۔ پھر سن ۱۲۹ میں مہدی شاہ فوت ہوا اور قبر اس کی سجادہ نشینوں میں اندرون چار دیواری مقبرہ حضرت میاں میر، جہاں پندرہ قبریں تھڑہ پختہ پر موجود ہیں ہوئی۔ بعد ان کے معصوم شاہ، خلف ان کا، سجادہ نشین ہوا تب پیر بخش زمیندار ماجھا سے آ کر یہاں آباد ہوا چنانچہ آج تک اس کے لواحقین موجود ہیں۔

اس باغ کے چاروں طرف چار دیواری بطور فصیل خشتی، جس کا ارتفاع ساڑھے چار گز اور طول ایک سو بیس گز اور عرض بھی ایک سو بیس گز موجود ہے۔ اس کے چاروں گوشوں پر چار برجیاں کلاں، آٹھ آٹھ دھن محرابی والی، موجود ہیں۔ (ص ۲۷۶) اب گوشہ ایساں والی برجی بہ ہیئت قدیم موجود ہے مگر دھن اس کے بند۔ فقط

اور دیوار شمال کے میانہ میں دروازہ پختہ استرکار موجود ہے۔ اور شرق رویہ بازوی

Marfat.com

دروازہ کے باہر کی طرف و نیز شمال رویہ دو برج خشتی اور غرب کی طرف بھی برج تھے مگر اب مسمار ہو گئے ہیں- اور برج گوشہ بائب پر میاں حنیف شاہ نے عمارت مدورہ بطور قلعہ بنوائی اور اس میں نشان طاقچہ بندوق زنی باہر کی طرف رکھوائے- صورت دروازہ یہ ہے کہ تا سینہ بلند زمین سے عمارت سنگ سرخ اور باہر کی طرف' پہلوی دروازہ کے شرق و غرب رویہ' دو تھڑیاں سنگ سرخ کی جو اب مسمار ہو چلی ہیں- گرد و نواح تمام چار دیواری پختہ اور چار گوشوں پر چار برج خوشنما آٹھ آٹھ در محرابی والے- ان برجیوں پر بھی عمارت واسطے آسائش سکونت کے لوگوں نے بنوائی ہے- اندر باہر سے عمارت ہر چہار برجیاں استر کار منقش دیوار فصیل کے لب بام' متصل' اندر کی طرف' چاروں طرف' بام فصیل سے دو فٹ نیچے' جگہ گردش انسان کی ہیں- عرض اس کا آدھ گز

اب ڈیوڑھی کے غرب رویہ' فصیل کے ساتھ جنوب رویہ' کوٹھ ہائے مسکونہ اشخاص ساکنین ذیل ہے-

پہلا کوٹھہ موچیوں کا ہے جس میں سمو موچی رہتا ہے- اس کوٹھہ کے غرب کی طرف تین کوٹھہ ماچھیوں کے- اس کے غرب رویہ دو کوٹھے محمد شاہ مجاور کے- اس کے غرب کی طرف کوٹھہ مسکونہ نواب علی بن حکیم علی ہندوستانی- اس کے غرب رویہ کوٹھہ مسکونہ نتھے شاہ و اکبر شاہ- یہ کوٹھہ مبینہ مہدی شاہ ہے اور اسی کے گوشہ بائب میں وہ برج ہے جس کو حنیف شاہ نے تعمیر کرا کے اس میں بندوقی سوراخ رکھوائے ہیں- اس برج کے باہر اول چاہ آسمانی چرخ چوب والا واسطے آرائش کے باغ کے تھا اب مسدود' قدرے کشادہ عمارت موجود ہے- فقط

دیوار غربی کے متصل اندر کوٹھہ ملا ماموں جو بوقت معصوم شاہ آکر آباد ہوا تھا- اس کے شرق رویہ ایک کوٹھہ مسمی جوایا کا اور دوسرا مسمی حسینی کا- اس کے جنوب رویہ پانچ کوٹھے مع حویلی و دالان میاں محبوب شاہ سجادہ نشین حضرت میاں میر- اس کے جنوب میں چھ کوٹھہ کیما گوجر پسر بودا کے- اس کے جنوب میں مجرای آب قدیمی- اس کے جنوب و شرق رویہ دیوار غربی میں چار کوٹھہ پہلوان پسر پیر بخش کے- اس کے جنوب رویہ دو کوٹھہ شیر خان و بلند خاں ڈھڈی کے- پھر دو کوٹھہ مہر محکم پسر ارواڑا کے- پھر برج گوشہ نیرت اس کے دیوار جنوبی قدیمی کے اوپر اب دو دو فٹ عمارت نو تیار ہے اور ہر چہار دیواوں کے اندر کی طرف نشان محرابی بنے ہوئے ہیں-

اس برج نیرت کے شرق رویہ کوٹھہ محکم اور اس کے شرق میں رانجھے کا- اس کے

Marfat.com

شرق رویہ بنگلہ چھپر والا مع مکان گلی خام منشی امیر بخش کا جو لاہور کے وہڑہ پہلاں والے میں رہتا ہے۔ اس باغ کے باہر غرب رویہ برجی نیت کے دو کوٹھے خام دھن کمہار ساکن موضع مزنگ کے کھڑے ہیں اور باہر' طرف غربی باغ کے' ایک تھڑہ (۲۷۷) پختہ جس پر قبر حضرت ابراہیم روحی کی جو خادم حضرت میاں میر کے تھے اور وفات ان کی سن ۱۰۲۵ میں ہوئی واقعہ ہے۔ اور جنوب رویہ اس کے قبرستان موضع بھرا۔

اور دیوار جنوبی کے اندر میانہ میں ایک چار دیواری پختہ ہے جس کا در چوبی خرد شمال رویہ۔ اس میں ایک تھڑہ بلند بقد آدم۔ اس پر قبر حضرت سید اشرف خادم میاں میر صاحب کی۔ سرہانے چراغدان پختہ۔ اس کے ساتھ چوڑھوں کے گھر۔ اس کے ساتھ تین کوٹھ خشتاں کے ہیں۔

برج گوشہ گنگی بھی خشتی تیار' مرمت کردہ حنیف شاہ۔ در اس کا بطرف بائب' مع طاق تختہ چوبی۔ اس میں مائی بیگم زوجہ خدا بخش گولنداز رہتی ہے۔

(ص ۲۸۰) باتفاق احوال حضرت ملا شاہ کے باغ کا جہاں اب موضع میاں میر آباد ہو گیا ہے یہ ہے اور فی زماننا" اب اس باغ میں بہت سے گھر آباد ہیں۔ مسمی محکم ان میں نمبردار ہے۔

(ص ۲۸۵) اور سجادہ نشیناں حضرت میاں میر کا تاحال موضع میاں میر میں معمول ہے کہ جب کوئی شادی گاؤں میں ہوتی ہے تو ایک روپیہ لڑکے والوں اور ایک لڑکی والوں سے لے لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی برات باہر سے آئے تو بھی ایک روپیہ ان کو دینا ہوتا ہے۔ فقط

عمارت خانقاہ حضرت ملا شاہ

(ص ۲۷۷) اس باغ کے میانہ میں خانقاہ حضرت ملا شاہ' مرشد (دارا شکوہ) کی ہے اس پر بہت عمارات عالیشان سنگین تھیں مگر اب جو موجود ہیں سو تحریر کرتا ہوں کی گرد و نواح قد آدم سے بلند چار دیواری' نو تیار' جو محبوب شاہ نے عرصہ پچیس سال سے گرد و نواحی دیواروں سے اینٹیں اتروا کر بنوائی ہے۔ دروازہ اس کا چوکھٹ چوبی والا بے طاق تختہ۔ اس کے غرب رویہ' دروازہ کے اندر آتے ہی گوشہ نیرت میں' ایک مسجد خشتی جس کے شرق رویہ تین دھن قالبوتی' میانہ کشادہ و بغلوں والے مسدود' مسقف مرتبہ سرکی پوش مبنیہ محبوب شاہ سجادہ نشین۔ اس چار دیواری کے اندر تمام فرش خشتی مبنیہ دارا شکوہ مرحوم۔ اس کے میانہ میں ایک تھڑہ قدیمی' جس کا ارتفاع ایک فٹ اور طول و عرض ساڑھے

Marfat.com

چالیس فٹ، جس کے لب بوسیدہ، کہیں کہیں نشان سنگ سرخ موجود۔ پہلے اس تھڑہ پر عمارت عالیشان و ستون ہائی سنگ سرخ تھے مگر بعہد سکھاں مسمار ہو گئے۔ اس چبوترہ پر میانہ میں عمارت خانقاہ سے تا بہ تھڑہ گرد و نواحی کہ مربع ہے فاصلہ تین گز ہر طرف سے۔ اور خانقاہ میانہ میں اور تمام فرش خشتی میں تحریر سنگ سیاہ کی۔ جنوب و شمال رویہ مزار جو حوض تھے، اب مسدود مگر نشان ان کے معلوم ہوتے ہیں۔ جنوب رویہ حوض میں، جو بند ہے، ایک درخت بیر کھڑا ہے۔

اب خانقاہ کی اوپر جو مکان مسقف قالبوتی ہے اس کا حال تحریر کرتا ہوں کہ جنوب رویہ میانہ میں ایک در چوبی جس کے قدیمی نشان سنگ سرخ زیر و بالا موجود۔ اس در کے غرب رویہ دیوار میں ایک محراب جس میں دو تین آدمی بیٹھ سکیں اور در کے شرق رویہ زینہ اوپر جانے کا تھا اب ندارد مگر دھن محرابی زینہ کا موجود۔ اب اس میں ایک طاقی لگی ہوئی ہے جس میں کبوتر رکھے ہوئے ہیں۔ اور بالائے دروازہ بطرف شرق دیوار جنوبی پر عمارت افتادہ و شکستہ اور قدرے نشان گردنہ گلکار موجود جس پر چونہ کی منوط ہوئی ہوئی ہے۔ اس کے اندر مکان مربع۔ اس کے چاروں طرف چار در تھے اب مسدود۔ شرقی در میں پانچ طاقچہ چراغدان بنائے گئے ہیں۔ اور شمال میں محرابی طاقچہ چونہ گچ۔ اور در غربی بند کر کے اس میں پانچ کھڈے چراغدان۔ طول اس کا؟ اور عرض سوا پانچ گز۔ اوپر سقف قالبوتی گنبد نما۔ اس پر کام منوط گچ کا تھا اب قدرے (ص ۲۷۸) موجود۔ اس گچ میں برائے مضبوطی میخ ہائی آھن لگی ہوئی تھیں چنانچہ ایک میخ موجود۔ اب کار منوط گچ کہیں کہیں دیوار سقف پر موجود ہے۔ اور اندر زیر سقف تمام فرش سنگین .سنگ ابری جس میں خط کاری اور گلکاری سنگ موسیٰ کی ہے، موجود۔ اب تک مزار کے شرق رویہ تمام فرش بدستور ہے لیکن غرب رویہ مسمار ہو گیا ہے۔ اور مزار کے گرد و نواح مربع سنگ برنگ قرمزی نہایت خوبصورت چونہ گچ دکھائی دیتا ہے۔

آگے تعویذ سنگ مرمر کا تھا۔ اب چونہ گچ خشتی تھڑہ پر ہے اور ہر چہار در مقبرہ حضرت کے اندر بھی محرابی دھن تھے اب مسدود۔ باہر مقبرہ کے آگے گردنہ وغیرہ پنجرہای سنگ مرمر وغیرہ پتھر قیمتی کے تھے۔ سب کے سب مہاراجہ رنجیت سنگھ بسبب تعصب مذہبی اتروا کر لے گئے اور یہاں سے اتروا کر رام باغ کی بارہ دری میں جو بمقام امرتسر اس نے خود تیار کرائی تھی، لگوایا۔

اور شمال رویہ مقبرہ اندرون چار دیواری ایک گوندی کھڑی ہے۔ اس چار دیواری خانقاہ

Marfat.com

کے گوشہ نیرت میں جو مسجد تھی اس کی پشت کی طرف چاہ کلاں' بنیہ محبوب شاہ سجادہ نشین خانقاہ حضرت میاں میر' جاری ہے۔

مقبرہ حضرت خواجہ بہاری صاحب

باہر اس باغ حضرت ملا شاہ کے' دیوار بدیوار بطرف شرقی مقبرہ حضرت خواجہ بہاری صاحب خادم حضرت میاں میر کا' جن کا حال حضرت میاں میر میں مفصل تحریر ہو چکا ہے' کھڑا ہے۔

اب حال عمارت موجودہ اس کا تحریر کرتا ہوں کہ غرب رویہ مقبرہ اور شرق رویہ دیوار باغ ایک مسجد خوشنما بشکل پالکی کھڑی ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ میانہ میں گنبد ڈھالوان بطور چھت پالکی چونہ گچ' اب سیاہ اور اس کے شمال و جنوب رویہ دو اور گنبد ہم شکل بنگلہ۔ آگے بطرف شرقی لب بام' گردنہ محرابی' میانہ سے سالم اور شمال و جنوب سے بوسیدہ و مسمار۔ زیر گردنہ میانہ مسجد ایک محراب منقش استرکار۔ اس کے نیچے اور در محرابی اور اس محراب کی تا بلب گردنہ تین نیمہ گنبدیاں چونے کی۔ اس محراب کے میانہ کی نصف عمارت بالائی استر کار۔ اور نیچے والی خشتی بے استرکار۔ اس محراب کے شمال و جنوب متصلہ دو در قالبوتی جو اب سقف سے قدرے قدرے بوسیدہ ہیں اور ان کے شمال و جنوب کی طرف اور دو در محرابی۔ اب محراب شمال کشادہ اور جنوبی میں در مربع چوبی لگا ہے۔

اس میں بابتدائے عملداری سرکار انگریزی مسٹر کانر صاحب ملازم بارک ماسٹری آرہا تھا اب زیر قبضہ سجادہ نشین میاں میر ہے اور اس کے اندر گھاس سرکاری پڑا ہے۔

اس کے آگے زیر گنبد پالکی نما' زیر سقف شمال و جنوب رویہ دو دھن محرابی تھے' اب مسدود۔ دھنوں کے آگے شرق رویہ صحن مسجد۔ اس پر فرش خشتی۔ اب لب صحن کا فرش بوسیدہ۔ صحن کے شرق رویہ حوض موجود مگر مسدود۔ بطرف شمال (ص ۲۷۹) و جنوب جو ہر دو بغلوں میں دھن ہیں' ان کے باہر بھی فرش استرکار جو کناروں سے اب بوسیدہ ہو چکا ہے

اس مسجد کے شرق رویہ مائل بجنوب و غرب رویہ مقبرہ خواجہ بہاری ایک تھڑہ خشتی تا سینہ بلند متسع جس پر فرش خشتی موجود مگر جنوب کی طرف فرش سے بوسیدہ۔ اس کے میانہ میں آدھ گز بلند اور تھڑہ پختہ اس پر بھی فرش استرکار۔ اس پر قبر والدہ حضرت محمد شریف کی۔ نام ان کا جمال خاتون تھا۔ اور تاریخ وفات ہفتم ربیع الاول بروز سہ شنبہ سن ایک ہزار ستاون۔ اب تعویذ قبر نہیں صرف نشان تعویذ ہے۔ اور قبر کے شمال رویہ جنڈون اور بطرف شرق و غرب تھڑہ تین زینہ خشتی تھے۔ اب دو زینہ بالائی موجود پائیں والا ندارد۔

Marfat.com

اس مقبرہ خواجہ بہاری کو مسٹر والی صاحب نے گرد و نواح عمارت بڑھا کے بطور کوٹھی بنا لیا ہے اور چندے خود وہاں سکونت پذیر رہا اور اب وہ کوٹھی لنکن صاحب نے اس سے خرید لی ہے۔ مگر اب خالی پڑی ہے۔ مگر تاحال محبوب شاہ سجادہ نشین میاں میر کو کرایہ ملتا ہے۔ مسٹر والی صاحب سات روپیہ سالیانہ کرایہ زمین دیتا ہے۔ بعدازاں جب والی صاحب نے کوٹھی ہذا لنکن صاحب کے پاس فروخت کر دی اور بباعث آمد سڑک آہنی زمین احاطہ کم ہو گئی پھر لنکن صاحب نے بیس روپیہ سالیانہ کرایہ مقرر کیا۔ دو سال تک دیتا رہا۔ اب چار سال سے کچھ بھی نہیں دیتا۔ کچھ تکرار فیمابین محبوب شاہ و لنکن صاحب کے ہے۔

اس گنبد کے گوشہ کلنی میں غرب رویہ سڑک آہنی بہت قریب۔

گرد نواح مقبرہ خواجہ بہاری کے اول باغ مبنیہ دارا شکوہ تھا اب ویران ہو گیا ہے۔

میلہ عرس

(ص ۲۶۲) عرس مبارک حضرت کا ہفتم ربیع الاول کو ہوتا ہے اور اس روز خلقت کثیر وہاں جمع ہوتی ہے۔ ایک دن اور ایک رات عجب لطف رہتا ہے۔ ہزارہا آدمی دور و نزدیک سے حاضر ہوتے ہیں۔ اس روز دروازہ آمد و رفت سے لے کر تا یہ چبوترہ دو رویہ دکانات لگ جاتی ہیں اور دروازہ بیرونی سے باہر تا پشت مسجد صدہا دکانیں حلوائی اور میوہ فروشوں کی لگائی جاتی ہیں۔ اور در بیرونی کے باہر غرب رویہ ایک دکان مے فروشی کی بھی لگتی ہے اور کئی دکانیں میوہ فروشوں اور فالودہ سازوں اور کھلونے والوں کی لگتی ہیں اور کئی اکھاڑے چرسیوں اور ساقی اور سیاقان کے لگ جاتے ہیں۔ اور ماسوا اس کے بیسیوں پنگھوڑے یعنی مہد چوبی واسطے تفنن کے اور چرخیاں لگ جاتی ہیں اور صدھا گاڑی و یکہ و بہلی و بگھی و رہڑہ و ڈکی و رتھ و بہلیاں و ٹم ٹم و بیج گاڑی و ڈولی گھوڑے ٹٹو جمع ہو جاتے ہیں اور بے شمار چھابڑیوں والے ہر ایک قسم کی چیزیں اور اشیائے لطیف تر و تازہ لئے پھرتے ہیں۔

میلے کی مقبولیت کی وجہ

قبل اس کے چرچا اس میلے کا چنداں نہ تھا۔ مگر جب سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو عرض بے ادبی مکان ہذا کے چوٹ لگی اور تائب ہوا تب سے لوگوں کے دلوں میں اعتقاد ان حضرت کا زیادہ ہوا اور یہ میلہ بکثرت تمام ہونے لگا۔ تفصیل اس حال کی یہ ہے۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو شوق تیاری دربار امرتسر کا از بس تھا اور اس نے اس شوق تیاری مکان امرتسر میں صدھا مقبروں کے پتھر جو بعد شاہان سلف بصرف لاکھا روپے کے تعمیر

Marfat.com

ہوئے تھے' اکھڑوا کر وہاں بھیج دیئے چنانچہ کل پنجرہ ہائے سنگ مرمر اور تختہ ہائے سنگ ابری وغیرہ مقبرہ حضرت جہانگیر بادشاہ سے اکھاڑ کر امرتسر بھیجے گئے۔ اور کئی مقبرہ جو صرف سنگ سرخ یا سنگ سیاہ یا سنگ مرمر کے گرد نواح لاہور کے تھے بنیاد سے گرا دیئے گئے۔ یہ مسماری مقبرہ ہائے سلف کی صرف بہ تعصب مذہبی اور طمع تختہ ہائے سنگ سے عمل میں آئی۔ اس وقت ہر ایک دانا یہی کہتا تھا کہ بادشاہان کو یہ نہیں چاہئے کہ مکانات بادشاہان سلف کو گرا دیں بلکہ عادت شاہان انصاف دوست کی یہ ہے کہ عمارت قدیمہ کی مرمت کراتے ہیں۔ چنانچہ صاحبان عالیشان دام اقبالہم و حشمتہم ہزارہا روپیہ مرمت مکانات سلف پر صرف کرتے ہیں۔ اور عین مراد حکام عالی مقام کی ہے کہ جس قدر مکانات عہد شاہان سلف کے ہیں وہ بطور یادگار قائم رہیں۔

غرض جب مہاراجہ صاحب اس مقبرہ کے پتھر اکھاڑنے کی طرف متوجہ ہوئے تو ایک روز خود بمقام روضہ تشریف فرما ہوئے اور حکم دیا کہ جس قدر پتھر اس مقبرہ پر نصب ہیں سب اکھاڑ کر امرتسر پہنچا دیئے جائیں تاکہ خلاج فلانی جگہ' فلاں پنجرہ (ص ۲۶۳) فلانے دالان پر لگایا جائے۔ جب مقبرہ میں کھڑے ہو کر سب مدارج اکھاڑے پتھروں کے بیلداروں کو سمجھا کر باہر نکلے اور اسپ دلپسند لیلیٰ نام پر بصد خوشی سوار ہوئے تو سوار ہوتے ہی وہ اسپ لیلیٰ مجنوں ہو گیا یعنی بد لگام ہو کر سیخ پا ہونے لگا۔ مہاراجہ صاحب ہرچند اپنے آپ کو سنبھالتے رہے مگر سنبھال نہ گیا۔ آخر زمین پر گر پڑا اور چند چوٹیں بدن پر سخت لگیں حتیٰ کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ ہم سے بڑی گستاخی ہوئی کہ ہم نے بادشاہوں کے پیر کے مقبرہ کے پتھر اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اب ہم کو سزا بے ادبی کی ملی۔ اب وہ ہم سے خفا ہوئے اور خدا نے بھی پسند نہ کیا۔ ہم کو یہ زجر و توبیخ ہوئی کہ گھوڑے سے گرائے گئے۔ اب ہم توبہ کرتے ہیں۔

یہ کہ کر پھر حضرت کے مقبرہ پر گئے اور پانسو روپیہ نذرانہ گذار اور ناک منہ گھسا اور سفیدی کا حکم دیا اور ہمیشہ اس مقبرہ کے معتقد ہو کر سلام کے واسطے حاضر ہوتے اور نذرانہ کثیر گذارنتے رہے۔ اور مقبرہ کے مجاوروں کا بھی بہت ادب کرتے تھے چنانچہ مجاور لوگ امیر اور دولت مند بن گئے۔

مجاوروں نے اس وقت بڑے چین اڑائے۔ کئی معافیاں جاگیر میں تھیں' ہر روز صدہا امیر یہاں نذریں چڑھاتے تھے اور اژدھام زائرین رہتا تھا۔ صدہا گدا فقیر یہاں امیدوار ہو کر بیٹھتے تھے اور شام کو خاطر خواہ مال لے جاتے تھے۔

Marfat.com

(ص ۲۸۶) نقشہ مزارات

اندرون چار دیواری روضہ حضرت میاں میر صاحب و مقبرہ ہائے بیرونی متعلقہ روضہ مذکور مع تاریخ وغیرہ مدارج مناسبہ۔

Marfat.com

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۱	حضرت میاں میر صاحب	ربیع الاول ۱۰۴۵		روضہ سنگین بلند	۲	باغیچہ یک	سنگ مرمرد خشت و سنگ موسیٰ و سنگ سرخ	روضہ مبارک حضرت کا دارا شکوہ بادشاہ زادہ خادم حضرت ملا شاہ نے تیار کرا کر حوالہ محمد شریف خواہر زادہ میاں میر کے کیا
۲	حاجی محمد صالح	۴ ربیع الثانی ۱۰۴۵	غرب رویہ روضہ میاں میر	پختہ			سنگ سرخ	یہ حضرت میاں میر صاحب سے پیچھے ایک ماہ فوت ہوئے

Marfat.com

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۳	محمد شریف خواہرزادہ میاں میر صاحب	ماہ رجب ۱۰۵۴	ایضاً	پختہ			سنگ سرخ	یہ بزرگ خواہرزادہ حضرت میاں میر کے اور سجادہ نشین اول ہوئے ہیں
ایضاً	شیخ حسن	۱۰۵۵	سامنے روضہ میاں میر صاحب کے برسر فرش	"	--	--	خشتی عہد چغتائی	سجادہ نشین تھے
"	شیخ نور علی	۱۱۰۷	"	"	--	--	پختہ ایضاً	
"	شیخ مراد اللہ	۱۱۲۷	"	"	--	--	--	ایضاً
"	شیخ مراد بخش	۱۱۳۷	"	"	--	--	--	--

Marfat.com

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
″	شیخ قادر بخش	۱۱۹۰	″	″	—	″″	—	
۴	شیخ عزیز اللہ	۱۱۷۹	″	″	—	—	—	
	میاں امام شاہ	۱۲۴۵	″	″	—	—	—	—
″	میاں خدا بخش	۱۲۳۱	″	″	—	—	—	—
					—			—
	میاں ملا شاہ فقیر	۱۲۷۱	سامنے روضہ میاں میر صاحب	″	—	—	خشت پختہ	
							ایضاً	—

Marfat.com

ص ۲۸۷

قبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ وسن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۴	میاں محمد شاہ	۱۲۳۹	محاذی روزہ میاں میرحہ صاحب	پختہ	—	—	پختہ	
ایضاً	امیر شاہ	۱۲۴۵	ایضاً	ایضاً	—	—	ایضاً	
ایضاً	مہدی شاہ	۱۱۰۴	ایضاً	ایضاً	—	—	ایضاً	
ایضاً	حنیف شاہ	۱۱۳۱	ایضاً	ایضاً	—	—	ایضاً	
ایضاً	معصوم شاہ	۱۱۹۹	ایضاً	ایضاً	—	—	ایضاً	
	جعفر شاہ	۱۱۴۶	ایضاً	ایضاً	—	—		
۵	حافظ رحیم بخش خادم حضرت	۱۲۶۴	زیر فرش متصل چاہ کلاں	ایضاً	—	—	—	یہ شخص خادمان حضرت سے تھا

Marfat.com

ص ۲۷۷ قبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ دسن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۶ —	کرم شاہ سجادہ نشین	۱۲۶۳	زیر فرش اندرون باغیچہ	ایضاً	—	—	ایضاً	یہ شخص سجادہ نشین تھا
ایضاً	قطب شاہ	۱۲۸۰	ایضاً	—	—	—	"	یہ شخص برادر سجادہ نشین تھا
—	حسن دین	۱۲۸۱	—	—	—	—	"	یہ شخص معتقدان حضرت سے تھا
۷	عیسیٰ شاہ	۱۲۶۹	—	—	—	—		یہ فقیر حضرت کے گدی نشین۔
—	حافظ بہاالدین	۱۲۷۰	زیر فرش اندرون باغیچہ	پختہ			خشت پختہ	یہ شخص خادمین سے تھا

Marfat.com

ص ۲۸۷ قبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۸	سائیں پیر شاہ	۱۲۵۶	دروازہ چار دیواری جنوب رویہ	بیرون ایضاً			ایضاً بے چونہ	یہ شخص بھی خادمین سے تھا جس طرف یہ قبر واقع ہے اس کے باہر دکانیں بھی ہیں۔
۹	بہار شاہ	۱۲۳۶	ایضاً					اس چبوترہ پر چار قبور ہیں دو کا نام معلوم اور دو کا درج ہوا
ایضاً	جمیعت شاہ	۱۲۳۱	—	پختہ				
۱۰	حضرت شاہ صاحب	—	طرف چپ بیرون دروازہ	ایضاً	—		ایضاً	اس شاہ صاحب کا نام و تاریخ وفات معلوم نہیں

Marfat.com

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
			بیرون دروازہ					ہوا۔ بزرگان سلف سے اور سجادہ نشینان حضرت سے تھا
۱۱	بارہ دری نادرہ بیگم	۱۰۴۲	بیرون چار دیواری روضہ طرف مشرق	ایضاً	۲۴ عدد		خشت پختہ چونہ گچ سابق پتھر ہی لگے تھے	یہ قبر نادرہ بیگم بادشاہ زادی ہمشیرہ شہزادہ دارا شکوہ کی تھی یہ مقبرہ بحین حیات حضرت میاں میر کے بنا

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۱۲	گورستان عوام الناس المشہور مسافر خانہ	بتاریخ مختلف نامعلوم	طرف جنوب متصل تالاب نادرہ بیگم		قبور خام بقدر سہ صد		گلی	اس مقام پر قبور مسافراں چھاؤنی میاں میروغیرہ ہوتی ہیں اور مدت سے یہ قبرستان مسافر خانہ ہے
۱۳	تھے شاہ دیوان	۱۰۲۷	دروازہ روبروی چار دیواری خانقاہ	پختہ	—	—	خشت پختہ	اس چبوترہ نمبر ۱۳ پر خادمین حضرت میاں میر کی ۱۷ قبور ہیں۔ چونکہ ان میں نو کی رحلت تو حضرت سے پیشتر تھی سو تاریخ وفات ان کی
ایضاً	حاجی مصطفیٰ	۱۰۳۹	قبر بہ پہلوے تھے شاہ	ایضاً	—	—	ایضاً	درج کتاب تذکرہ حضرت میاں میر ہے سو ان کا نام

Marfat.com

قبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
ایضاً	حافظ اسماعیل	۱۰۲۹	دیوان ایضاً	—	—	—	ایضاً	مع تاریخ رحلت لکھا گیا۔ باقی آٹھ عدد قبر کا حال معلوم نہیں کہ کس کس صاحب کی ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ یہ حضرات سب خادمین حضرت کے ہیں اور گرد جوار اس کے اور جو قبور ہیں وہ سب خادمین مقام لاہور و چھاؤنی وغیرہ مواضعات کے رہنے والے تھے
ایضاً	نورالدین	۱۰۲۷	ایضاً	ایضاً	—	—	ایضاً	
ایضاً	سید محمد نوری	۱۰۳۵			—	—	ایضاً	
	بہادر لنگ							

Marfat.com

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
ایضاً	حاجی سلیمان	۱۰۳۱	ایضاً	پختہ	--	--	خشت پختہ چونہ گچ	یہ حضرات سب کاملین مریداں حضرت میاں میر سے تھے
ایضاً	شیخ ابوالمکارم	۱۰۴۰	ایضاً	ایضاً	--	--		
ایضاً	شیخ ابوالخیر	۱۰۴۱	ایضاً	ایضاً	--	--		
۱۳	ملا حامد گوجر	۱۰۴۴	سامنے روضہ میاں میر صاحب	--	--	--	خشت پختہ بے چونہ	یہ شخص بھی خادمان حضرت سے ہے۔

Marfat.com

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۱۵	شیخ محمد لاہوری	۱۰۵۲	غرب رویہ نیرت چاری دیواری	پختہ	—	یک	ایضاً	
۱۶	خواجہ بہاری صاحب	۱۰۴۱	ایضاً	ایضاً	—	—	خشت پختہ و چوانہ	اس مکان میں کوٹھی والی صاحب نے بوقت ابتدائی تعمیر چھاؤنی حضرت میاں میر آکر تعمیر کرائی اب وہ اور صاحب کے پاس فروخت کر گیا ہے اور مقبرہ ہذا میانہ کوٹھی میں موجود ہے اور دو چبوترے بھی موجود ہیں۔

Marfat.com

ص ۲۷۷

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۱۷	مزار بی بی جمال خاتون ہمشیرہ حضرت میاں میر صاحب	سن ۱۰۵۷ھ	غرب رویہ مقبرہ خواجہ بہاری صاحب شرق رویہ باغ ملا شاہ	پختہ			خشت پختہ و چونہ	یہ بی بی ہمشیرہ حضرت میاں میر و والدہ حضرت محمد شریف سجادہ نشین اول کی ہے۔ حال اس کا مفصل تحریر ہو چکا ہے۔
۱۸	گورستان اقربائے محمد شریف مرحوم	تواریخ مختلفہ	متصل خانقاہ و مقبرہ خواجہ بہاری صاحب	″	چاہ مسمار شدہ	۱۰ عدد		اس چبوترہ پر چار قبریں موجود ہیں مگر نام ان کے معلوم نہیں اور (نہ) سن وصال معلوم ہوا ہے۔

Marfat.com

ص ۲۸۷

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۱۹	باغ حضرت ملا شاہ مرشد داراشکوہ مرحوم	سن ۱۰۴۷	بطرف گگنی چار دیواری حضرت میاں میر	پختہ	یک	۳	سنگ سرخ ہر سہ قسم	یہ باغ و مقبرہ حضرت ملا شاہ محمد دارا شکوہ نے بنوا کر حوالہ حضرت محمد شریف سجادہ نشین کیا اب اس باغ میں زمینداران سکونت رکھتے ہیں اور بنام موضع میاں میر موسوم حال اس کا تحریر ہو چکا ہے۔
۲۰	حضرت ابراہیم روحی	سن ۱۰۳۵	بیرون باغ ملا شاہ بطرف غرب	خشتی پختہ بوسیدہ				یہ حضرت بھی خادمین حضرت میاں میر سے تھے۔

Marfat.com

نمبر چبوترہ	نام صاحب قبر	تاریخ و سن وفات	نام طرف	تفصیل عمارت	چاہ	درخت	نام عمارت کہ کیا ہے	کیفیت
۲۱	بی بی جمال مادی ہمشیرہ میاں میر صاحب	...	ایضاً	پختہ				سابق یہ عمارت پختہ تھی اور مقبرہ و باغ مع چار دیواری پختہ تھا مگر اب مسمار ہو گیا۔ اب صرف مقبرہ کی جگہ معلوم ہوتی ہے

Marfat.com

(ص ۶۰۶) احوال مزار حضرت پیر مکی صاحب

غرب رویہ اس کے (تکیہ پٹ رنگاں بیرون ٹکسالی دروازہ) گوشہ جنوبی و شرقی کمپنی باغ سابقہ میں' ایک چار دیواری پختہ قد آدم سے بلند۔ دروازہ جنوب رویہ ایک زینہ والا مع طاق تختہ چوبی۔ جنوب رویہ دو کوٹھڑیاں خرد خرد۔ غرب رویہ ایک چبوترہ پختہ سفید چونہ گچ رنگین۔ اس پر قبر حضرت مکی رحمتہ اللہ علیہ کی' پختہ۔ سرہانے درخت لسوڑھا اور دھریک۔

شرق رویہ اس چار دیواری کے اور دو کوٹھے۔ ایک خام اور ایک پختہ۔ اوپر اس کے درخت بوڑھ۔ گوشہ شرقی و جنوبی میں ایک چاہ پختہ چرخی دار مع غسل خانہ اور چبوترہ نشان مسجد۔ اور دوسرا چاہ پختہ غرب رویہ خانقاہ۔

(ص ۳۳۵) احوال روضہ حضرت خواجہ خاوند محمود المشہور بحضوت ایشاں قدس سرہ

یہ روضہ بہت قریب غرب رویہ بیگم پورہ کے واقع ہے۔ یہ مقبرہ تمام مقبروں سے بلند اور بڑا ہے عقل کام نہیں کرتی کہ کس طرح حال اس کا تحریر ہو۔ حال یہ ہے کہ عمارت جس کے ہشت پہلو تمام سفید استرکار۔ اب کہیں کہیں سے استر کاری گر گئی ہے۔ دروازہ آمد و رفت غرب رویہ محرابی بنا ہوا ہے۔ اب اس میں چوکھٹ چوبی عرصہ دس سال سے احمد بیگ نبیرہ نواب خان بہادر نے مع طاق تختہ لگوائی ہے۔ گوشہ غربی و جنوبی میں زمین سے ایک گز بلند دوری خشتی اور اس دوری پر ایسا محراب کلاں کہ جس پر دس آدمی بفراغت بیٹھ جائیں۔ اس کلاں محراب کے اوپر اور محراب دروازہ جس میں ایک در جنوبی واقع ہے۔ اس میں سے زینہ اوپر جانے گنبد کا ہے مگر اب نیچے سے وہ زینہ مسمار ہو گیا ہے مگر آدمی اوپر جا سکتا ہے۔ دس درجہ زینہ موجودہ چڑھیں تو اوپر غرب رویہ ایک اور در ہے جو محراب بالا کو جاتا ہے۔ الغرض گنبد نہایت خوشنما اور عمارت عالیشان۔

جنوب رویہ گنبد کے ایک چار دیواری پختہ۔ اس میں دو قبریں خشتی نامعلوم الاسم اس چار دیواری کے پاس اور چار دیواری۔ اس کے اندر دو قبریں پختہ چونہ گچ قدیمی۔ ایک نظام خوجہ محلی نواب خان بہادر اور دوسری اس کے بھائی رحیم داد خان کی کہ وہ بھی ملازم بیگم صاحبہ کا تھا۔ اور اس چار دیواری کے دروازہ کے شرق رویہ ایک برجی خرد کھڑی ہے۔ اور اس چار دیواری کے جنوب رویہ بہت نزدیک ایک اور چار دیواری حجرہ مسجد جو بوسیدہ

Marfat.com

ہے۔ اس کے غرب رویہ ایک قبر بلند چونہ گچ عبداللہ خان پسر داروغہ آبدار خانہ نواب شاہ نواز خان کی جو اس کے باپ داروغہ نظام خان نے مع مسجد ہذا سن گیارہ سو ساٹھ ہجری میں تیار کرائی۔ اب اس مسجد کی دیواری شرقی و جنوبی گر گئی ہے اور میانہ فرش قدرے موجود اور قدرے معدوم۔ اب اس میں خرد کریر کھڑے ہیں۔

گنبد کے شرق رویہ بفاصلہ چار گز ایک اور چار دیواری پختہ قد آدم بلند چونہ گچ، جو اب چار طرف سے بوسیدہ ہو گئی ہے۔ دروازہ آمد و رفت اس کا جنوب رویہ۔ اس میں دو قبریں پختہ چونہ گچ۔ ایک میاں علم الدین کی۔ کہتے کہ بعہد خان بہادر یہ شخص اولاد حضرت خواجہ محمود یعنی حضرت ایشاں سے یہاں آیا۔ آدمی بہت متعبد تھا اور بعہد خواجہ عبداللہ فوت ہوا۔ اور دوسری اس کی زوجہ کی۔ اور یہ عمارت خواجہ عبداللہ (ص ۳۳۶) نے بنوا دی تھی۔ اس چار دیواری کے گوشہ شرقی و شمالی میں ایک اور چبوترہ پختہ خشتی، جس پر ایک قبر پختہ جناب حضرت مولوی عبدالحق کی ہے۔

اندر مقبرہ حضرت کے زمین پر تمام فرش چونہ گچ بوسیدہ اور چاروں طرف چار محراب جن میں پنجرے خشتی لگے ہوئے ہیں۔ گنبد اندر سے تمام منقش، رنگین، گلکار۔ میانہ میں ایک بالشت بلند چبوترہ جس کا طول سوا چار گز اور عرض سوا تین گز۔ اس پر قبر مبارک حضرت ایشاں کی چونہ سے بنی ہوئی بے سفیدی۔ اس کے نیچے گوشہ شرقی و جنوبی میں ایک اور مقبرہ پختہ چونہ گچ ان کے صاحب زادہ عالیشان مسمی بہاء الدین کی۔

دروازہ آمد و رفت کے باہر غرب رویہ مائل بجنوب بفاصلہ آٹھ قدم ایک چبوترہ تا بکمر بلند جس کے اوپر آدھ گز بلند دیوار۔ اس پر دو قبریں دردانہ بیگم و موتیا بیگم کنیزکان؟ عبدالصمد خان کی ہیں۔ اس چبوترہ کے غرب رویہ چھ قبور خام متفرقہ ان کے شمال رویہ قبور مفصلہ ذیل ہیں۔

سردار شاہ، مہر شاہ، امامی بیگم، رحمت بیگم۔ پسر خضری کشمیری، یہ رشتہ داران اولاد نواب عبداللہ ہیں۔ اس کے گوشہ غربی و جنوبی میں ایک اور حجرہ مسجد خوشنما۔ اس کے غرب رویہ ایک قدم آدم بلند چبوترہ جس کا راہ شرق رویہ۔ اس کے اوپر تعویذ قبر پختہ، بوسیدہ، چونہ گچ۔ کہتے ہیں کہ ایک خوجہ رحمت جو محلی خوجہ نواب خان بہادر کا تھا اس نے یہ قبر اپنے واسطے بنوائی تھی۔ پھر بیت اللہ چلا گیا اور وہیں فوت ہوا۔ تب سے یہ قبر خالی پڑی ہے۔ اس کے غرب رویہ ایک اور تھڑہ قد آدم بلند۔ اس پر قبر جس کا تعویذ غرب رویہ سے گرا ہوا ہے اور تھڑہ بھی غرب و شرق رویہ سے بوسیدہ۔ یہ قبر معصومہ خادمہ حضرت ایشاں

Marfat.com

کی ہے جو ایک سال بعد وفات ان کی کے فوت ہوئی۔

مسجد

اور مقبرہ کے خاص غرب رویہ ایک مسجد عالیشان جو ہمراہ مقبرہ تیار ہوئی ہے۔ موجودہ صورت اس کی یہ ہے کہ اوپر میانہ میں ایک گنبد کلاں اور یمین و یسار دو دو گنبد خرد، مقطع کے یمین و یسار دونوں طرف زینہ بوسیدہ بالائے مسجد جانے کو اور مسجد کے اوپر چار مینار۔ اب اندر مسجد کے فرش نہیں رہا مگر باہر صحن مسجد میں پختہ فرش موجود ہے۔ صحن مسجد کے شرق رویہ ایک حوض جس کے چاروں گوشوں میں ایک ایک زینہ خشتی موجود ہے۔ مربع طول و عرض تیرہ گز اور گوشہ شرقی و شمالی میں منبع آب مدور دکھائی دیتا ہے۔ اس حوض کے چاروں طرف فرش خشتی موجود اور اس حوض کے گوشہ شرقی و شمالی میں ایک چاہ چرخی دار رواں۔ اس حوض کے شرق رویہ خاص راہ مقبرہ۔ اس حوض سے لے کر تا در مقبرہ دونوں طرف کھڑے ہیں۔ اور بیچ میں راہ۔ چاہ کے گوشہ شرقی و جنوبی میں ایک قبر پختہ نامعلوم کھڑی ہے۔ اور چاہ کے شمال و شرق رویہ چار کیکر کھڑے ہیں۔

اس مسجد کے شمال رویہ دو در بوسیدہ بطور دریچہ ہیں۔ لطف یہ ہے (ص ۳۳۷) کہ زینہ سے چڑھ کے ان حجروں میں جائیں تو نمایاں حجرہ شرقی و غربی راہ قالبوتی اندر دیوار غربی کے ہے۔ وہ راہ بطور دوری قالبوتی ہے جس میں سے آدمی جھک کر اس طرف جا سکتا ہے۔ شمال و جنوب میں دو دریچہ مگر اب خشت فروش خراب کر رہے ہیں، فقط

بقیہ عمارت

مسجد کے گوشہ غربی و شمالی میں ایک اور حجرہ پختہ چونہ گچ کھڑا ہے۔ اس کے جنوب رویہ تین زینہ چونہ گچ طرف زمین دکھائی دیتے ہیں۔ اور زینہ کے اوپر گوشہ شمالی میں دو کریر کھڑے ہیں۔ یہاں محراب حجرہ کے شرق رویہ ایک قبر مولوی برکت اللہ صاحب کی ہے۔ یہ مولوی صاحب استاد شاہ نواز خان کے تھے۔ دیوار شرقی و جنوبی اس کی مسمار ہو گئی ہے۔ اس کے گوشہ غربی و شمالی میں ذرا دور ایک تھڑہ پختہ مع قبر پختہ ریختہ کار نامعلوم الاسم ہے۔ اس کے خاص شمال رویہ اور بیگم پورہ کے غرب رویہ ٹیلہ پر ایک چار دیواری سفید جس کے بارہ درہ قالبوتی اور چاروں کونوں پر نشان برجیاں۔ دروازہ اس کا جنوب رویہ۔ اس کے گوشہ غربی و شمالی میں کریر کھڑا ہے۔ یہ چار دیواری زوجہ یحییٰ خان کی ہے۔ اس میں اب چھ قبریں پختہ ہیں۔ اور نام زوجہ یحییٰ خان کا الٰہی بیگم۔ کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ

Marfat.com

چار دیواری تسبیح خانہ تھا پھر مقبرہ بن گیا۔ اصل میں خان بہادر نے یہ مکان بنایا تھا۔
شرق رویہ مقبرہ و غرب رویہ مسجد بیگم پورہ متصل ایک اور چار دیواری ہے۔ راہ آمد و رفت قالبوتی محرابی غرب رویہ۔ اب اس میں کوئی قبر معلوم نہیں ہوتی۔ اس کے گوشہ غربی و جنوبی میں ایک چبوترہ دو فٹ بلند خشتی۔ اس پر قبر حافظ نبی بخش معمار مسجد نواب صاحب کی ہے۔ اس کے شمال میں غسل خانہ ہے اور نیچے اس کے تہ خانہ۔ یہ جگہ حمام تھی اب ویران ہے۔
اور مقبرہ حضرت ایشاں کے جنوب میں تین تھڑہ پختہ نامعلوم الاسم ہیں۔ ایک ٹیلہ بلند جنوب رویہ مسجد و جنوب و غرب رویہ مقبرہ حضرت ایشاں ہے۔ اس کے شرق میں بر سر زمین ایک حوض مدور خرد موجود ہے۔ یہاں مسجد بنیہ میر مومن خان تھی۔ اب عرصہ دس سال سے خشت فروشاں ناخدا ترس نے گرالی ہے۔

نواب خان بہادر کی عقیدت اور تولیت مزار

اور نواب خان بہادر مرحوم حضرت ایشاں صاحب کا نہایت معتقد تھا حتی کہ ایک غلاف بعد آٹھویں دن کے نیا نواب صاحب کی طرف سے مقبرہ پر چڑھایا جاتا تھا اور آٹھویں دن تمام فقراء اور علماء لاہور کے یہاں بلائے جاتے تھے اور فاتحہ حضرت کا ہوتا تھا اور فی نفر دو نان اور آدھ سیر حلوہ اور ایک ایک روپیہ نقد ان کو تقسیم ہوتا تھا اور ختم خواجگان نقشبند پڑھوایا جاتا تھا۔ ماسوا اس کے یہاں کئی تسبیح خانے تھے کہ ہمیشہ ان میں عبادت الٰہی ہوتی تھی۔ بعد سکھاں سب کچھ برباد ہوگیا۔
حافظ جان محمد صاحب مرحوم خان بہادر کی صاحبزادیاں مسمات حیات النساء و لاڈلی بیگم اور وغیرہ صاجزادوں کو تعلیم دیتے تھے۔ نواب صاحب نے بخیال دیانت و پارسائی ان کی کے ان کو متولی و مجاور اس خانقاہ (ص ۳۳۸) کا کیا اور وہی خدمات کرتے رہے۔ بعد ان کے حافظ رحمت اللہ صاجزادہ حافظ محمد جان محمد کا بدستور اس خدمت پر مامور رہا۔ بعد ان کے میاں محمد بخش صحاف' جو نانا مجھ فقیر کے تھے اور تجارب صحف و کتب میں نامی و گرامی تاجر تھے' ان کی جگہ بدستور مجاور ان خانقاہ کے رہے۔ بعد ان کے صاحبزادہ یعنی راقم کے ماموں میاں حافظ بخش و خیر الدین و فضل الدین ہوئے۔ ان میں سے میاں حافظ بخش نے اس مکان کی کئی بار مرمت کرائی اور طاق و تختہ لگوائے۔ بعد حافظ بخش کے فضل الدین و خیر الدین صاحب نے بھی مرمت کرائی بلکہ ایک کوٹھہ بھی بنوایا مگر خشت فروشان کشمیری نے نہ چھوڑا۔ وقت بوقت گرا کر لے گئے اور بعد ریذیڈنٹی سر ہنری لارنس صاحب بہادر کے

Marfat.com

جب وہ کشمیر سے خاص اولاد حضرت ایشاں خواجہ احد خان کو ہمراہ لائے تو اس وقت خواجہ احد صاحب، صاحبزادہ حضرت ایشاں کے، راقم کے ماموں کو ہمراہ لے گئے اور نیز سر ہنری لارنس صاحب بہادر مرحوم کو مقام خانقاہ پر لے گئے اور ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ شہنشاہ عالی جاہ ہیں، سرکار کی طرف سے مرمت اس مقبرہ کی کرائیں۔ اور صاحب بہادر نے منظور فرمایا لیکن چونکہ قدرت الٰہی سے خواجہ احد صاحب راستہ ہندوستان میں فوت ہو گئے اور پھر کوئی متحرک اس سلسلے کا نہ رہا اور ہونا مرمت کا ملتوی رہا اور متولیان بھی بسبب کم استطاعتی اپنی کے مرمت نہ کرا سکے۔ اس واسطے یہ مکان اب غیر آباد پڑا ہے۔

اور عہد نواب عبدالصمد خان صاحب مرحوم سے جد کلاں حافظ محمد بخش صحاف نانائے راقم کو بجلدوی خدمت گذاری اس مقبرہ کے دو دحنہ چاہ عنایت ہوئے ہوئے تھے چنانچہ تا عہد میر منو وہ قابض رہے اور فرمان آج تک ان کے پاس موجود ہے، بعدہ جب عملداری متغیر ہوئی تو ضبط ہو گئے۔ اب پھر خواجہ نواب غازی مرحوم نے بمہر خود ایک سند لکھ کر ان کو دی جو موجود ہے۔ اور خواجہ احد صاحب بھی جب تشریف لائے تو انہوں نے دوبارہ تولیت نامہ اس مقبرہ کا ان کو لکھ کر دیا تھا جو اب خیر دین اور فضل الدین اپنے پاس رکھتے ہیں۔

(ص ۱۷) بیان تعمیر مزار حضرت مادھو لال حسین

یہ ہے کہ اول بوقت وفات سن ایک ہزار آٹھ میں حضرت حسین مرحوم شرق رویہ شاہدرہ مدفون ہوئے۔ چونکہ آپ نے براہ پیشین گوئی فرمایا ہوا تھا کہ دریائے راوی ہماری قبر کو بعد بارہ سال کے گرا لے گی اس خیال سے کسی نے وہاں قبر پختہ و روضہ نہ بنوایا۔ جب وہاں سے حسب وصیت ان کے یہاں بابو پورہ میں جنازہ حضرت کا لے کر آئے تو یہ معاملہ پیش ہوا کہ اس وقت یہاں بمقام مدفن مکان جوگیاں گورکھ ناتھ کا تھا اور وہاں ایک جوگی مسمی پیر گورکھ ناتھ مع چیلہ جا رہا کرتا تھا، مگر کچھ عمارت موجود نہ تھی۔ جب جنازہ فیض اندازہ آیا تو وہ جوگی دفن سے مانع ہوا اور بولا کہ مکان ہنود ہے یہاں مسلمان کی قبر ہونی امر محال ہے۔ اس وقت حضرت کی لاش سے آواز آئی کہ اے جوگی! فلانی جگہ کو۔ کہ جہاں اب حضرت کی قبر ہے۔ کھود۔ اگر وہاں سے تسبیح اور مصلا اور قرآن شریف اور دستار سرخ نکلے تو مکان ہمارا ورنہ تیرا۔ غرض جب اس جگہ کو کھودا تو وہ اسباب بجنس وہاں سے نکلا جب وہ نادم ہوا تو اس نے عرض کی کہ اب میں کہاں جاؤں۔ ارشاد ہوا کہ بمقام تلہ گورو

Marfat.com

گورکھ ناتھ جا کر رہ۔ وہ تو ادھر روانہ ہوا اور یہ کرامت حضرت کی دیکھ کر ایک لائق منہ چیلہ اس کا حضرت کا خادم مشرف باسلام ہوا' جس کا نام خاکی دیوان رکھا گیا اور قبراس کی زیر درخت بن' اندرون چار دیواری حضرت کے' موجود ہے۔ اور حضرت (ص ۴۷) وہاں ہی یعنی اسی جگہ کندیدہ میں دفن ہوئے اور اس خاکی دیوان کو حضرت کی طرف سے حکم ہوا کہ یہ دستار سرخ امانت مادھو' محبوب ہمارے کی ہے۔ جب وہ یہاں آئیں تو یہ امانت ہماری ان کو دے دینا۔

بعد اس کے جب حضرت مادھو آئے تو انہوں نے وہ امانت سپرد ان کے کر دی اور آپ زندہ زمین میں سما گئے چنانچہ اب تک مثل مشہور ہے کہ مادھو آیا اور خاکی سمایا۔

اس وقت قبر حضرت کی گلی خام تھی۔ بعد چندے جب معز الدین بن جہاندار شاہ تخت نشین حکومت ہندوستان ہوا اور پھر حسب خرخشہ برادران حکومت سے خارج ہو کر لاہور میں بمزار حضرت حسین مشرف ہوا تو اس نے حضرت کی جناب میں نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے تخت بادشاہی پھر عطا کرے تو میں حضرت کی مزار پر سائبان بچوب ہائے طلائے و دو دیگ پر از روپیہ و اشرفی نذر چڑھاؤں۔ جب باداد حضرت وہ دوبارہ تخت نشین ہوا تو اس نے ادائے نذر کی تو حضرت رنگ بلاول صاحب نے حضرت کی خانقاہ پر عمارت کرائی جس کا حال بچشم خود دیدہ درج ذیل ہے۔

حال عمارت موجودہ خانقاہ حضرت مادھو لال حسین

حضرت کے دربار کی ڈیوڑھی' جو بطرف غرب مکان ہے' اس کے غرب کی طرف اور بطرف شمال مسجد نواب ذکریا خان مرحوم کے ایک مکان المشہور مکان ثبوت شاہ موجود ہے۔

مکان ثبوت شاہ

وہ ثبوت شاہ' فقیر مجذوب' خادم اس جناب کے تھے اور کرامات ان کی صدہا مشہور ہیں۔ وفات ان کی سن بارہ سو اکیس میں واقع ہوئی۔ کہتے ہیں کہ لاہور ان کی مہربانی سے احمد شاہ ابدالی سے آخر کار محفوظ رہا اور نیز بیان کرتے ہیں کہ خیرو نامی دروگر ساکن باغبان پورہ بامید عطائے اولاد ثبوت شاہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جا جتنے پراٹھے پکا کر لائے گا اتنے ہی فرزند پائے گا۔ جب وہ گھر میں گیا تو اس کی عورت نے کہا کہ جا میں نے ثبوت شاہ کو دیکھا ہوا ہے۔ الغرض وہ بزور اس سے پراٹھے پکا کر لایا۔ جب آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ تیری جورو نے بداعتقادی سے یہ پراٹھے پکائے ہیں۔ واپس لے جا۔

Marfat.com

ہم کو لینا اس کا منظور نہیں۔ وہ بیچارہ واپس لے گیا اور خود بکوشش و محبت اور چار پراٹھے پکا کر لایا۔ آپ نے قبول کئے اور فرمایا کہ چار (ص ۴۷) لڑکے تیرے گھر میں ہوں گے مگر ایک ان میں یک چشم ہو گا۔ اس کا نام الفو رکھنا۔ چنانچہ بعد اس کے اس کے یہاں چار بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

الفو' جیتا' موسیٰ' شرفو

اب تک موسیٰ اور جیتا موجود ہیں اور الفو اور شرفو مر گیا۔ ان کی اولاد موجود ہے۔ وہ سائیں ثبوت شاہ یہاں سکونت رکھا کرتے تھے۔ بعد اس کے مکان بوسیدہ ہو گیا۔ پھر حضرت کے ایک خادم فقیر مسمی تبرک حسین المشہور جھکے شاہ نے جو اب ہمکان دوری شاہ رہتا ہے' اس مکان کی مرمت کرائی چنانچہ اس مکان کے دروازے کے غرب رویہ اس کی تصویر مع بوتل ہائے شراب لکھی ہوئی ہے۔

صورت اس مکان کی یہ ہے کہ ایک احاطہ خشتی قد آدم بلند جس کا طول بائیس گز اور عرض سات گز ہے اور شمال رویہ کی دیوار میں دروازہ آمد و رفت ہے۔ دروازہ سفید میں چوکھٹ چوبی لگی ہوئی ہے۔ اندر اس احاطہ کے غرب کی طرف ایک دالان دو دمنہ ہے۔ اس دالان میں کہتے ہیں کہ ایک تالاب بنیہ سائیں ثبوت شاہ مدفون ہے۔ اس دالان کے شمال کی طرف ایک کوٹھری مسقفہ و مرتبہ سرکی پوش۔ اس کے اندر کی طرف بطرف غرب اور کوٹھری۔ اب اس میں ایک فقیرا ڈھن شاہ۔ طالب حسین علی شاہ سجادہ نشین' دست نشانیدہ ان کا' مع عیال و اطفال رہتا ہے اور حد شمالی میں اس احاطہ کے ایک دالان ہے کہ جس کا چہرہ اندر احاطہ دربار میں ہے اور اس طرف تین کھڑکیاں مسدودہ بہ خشت نمودار ہیں' فقط۔ جس کا دالان دو دمنہ میں حوض مدفونہ ہے اس کے ساتھ بطرف جنوب زینہ اوپر جانے دالان ہذا کا ہے۔

عمارت احاطہ دربار

اب حضرت کے احاطہ دربار کی عمارت تحریر کرتا ہوں کہ اس دربار کے گرد و نواح چاروں دیواریں پختہ ہیں اور لطف یہ ہے کہ طرف غرب اور جنوب سے تو زمین دربار ملحقہ زمین بیرونی اور طرف شرق اور شمال سے زمین بڑی نیچے ہے۔ چنانچہ آگے معلوم ہو گا۔ اب اس دربار کے چار دروازے ہیں۔ ایک تو یہ ڈیوڑھی کلاں جو غرب رویہ ہے اور دوسرا دروازہ جنوب کی طرف ایک اور شرق رویہ' اس کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔ باعث اس کا یہ ہے کہ حضرت حسین مرحوم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بروز بسنت اس دروازے سے گذرے

Marfat.com

گا بشتی ہو گا۔ اور چوتھا دروازہ شمال رویہ در کلاں ہے۔

اس کی شرح عمارت لکھتا ہوں کہ دیوار غربی کا طول پچاس ذرعہ اور ارتفاع ساڑھے تین گز۔ اس میں باہر کی طرف دو برج ہیں اور اس دیوار کی حد شمال میں ڈیوڑھی کلاں ہے۔ یہ ڈیوڑھی بعہد رنگ بلاول تیار ہوئی تھی' اب پھر وسیع کر کے بنوائی گئی ہے۔ صورت اس کی یہ ہے (ص ۴۷) کہ اس کا اندرونی در محرابی قدیمی ہے جس کے باہر چونہ پرانا نظر آتا ہے۔ بعہد مہاراجہ دلیپ سنگھ اس ڈیوڑھی کو دو منزلہ بنایا ہے۔ صورت موجودہ یہ ہے کہ ایک در محرابی کلاں مرغولی ہے۔ اس کے نیچے ایک گز مرتفع دو تھڑیاں ہیں' اس پر سنگ سرخ کی سلیں لگی ہیں اور اس کے اوپر بغلوں میں دو طاقچہ محرابی مرغولی' خرد چراغدان ہیں۔ اور اس در محرابی کے اندر ایک کھڑکی بالا خانہ کی ہے۔ اور اس کے نیچے در مبنیہ مہاراجہ دلیپ سنگھ مع طاق تختہ چوبی ہے۔ عرض اس در کا ڈیڑھ گز اور ارتفاع سوا دو گز۔ اور اس در کلاں کی بغلوں میں باہر کو دو کھڑکیاں بالا خانہ کی۔ اس ڈیوڑھی کی عمارت کی شمالی طرف ایک دیوا خشتی ملحقہ تا مکان ثبوت شاہ ہے۔ اس میں بھی ایک در کلاں جاری ہے۔

اس ڈیوڑھی کے (اندر) جاتے ہی بطرف شمال و جنوب دو زینہ اوپر جانے کے ہیں۔ ان پر سے سقف میانہ ڈیوڑھی پر جانا ہوتا ہے اور اندرون زیر سقف ڈیوڑھی مکان مربع ہے۔ طول اس کا چھ گز اور عرض پانچ گز ہے اور زینہ کے آگے زیر سقف یہ حال ہے کہ میانہ میں بلند چھت اور بطرف شمال و جنوب بالائے سقف والان سہ درجہ محرابی قالبوتی اور بطرف غرب بالا درمیانہ ڈیوڑھی بھی سہ درجہ چوبی موجود ہے۔ آٹھ درجہ زینہ چڑھ کے اوپر جانا ہوتا ہے۔ وہاں پھر دو در ہیں۔ ایک تو والان غربی اندرون ڈیوڑھی کو اور دوسرا بغلی والوں میں باہر کو۔ وہاں ہر دو والوں (والانوں ؟) میں ایک کھڑکی بطرف شرق و غرب اور ایک ایک باہر کو یعنی بطرف شمال و جنوب۔ باہر کو اندر ڈیوڑھی کے یعنی شرق رویہ ایک در محرابی قالبوتی پرانا اور اس کی بغلوں میں بطرف شمال و جنوب کوٹھریاں۔ ایک بے طاق اور جنوبی کے طاق و تختہ موجود ہیں اور بنیرے سفید۔ اور اندرون ڈیوڑھی جو والان بطرف غرب ہے اس کے اندر گوشہ ایوان میں زینہ واسطے اوپر جانے ڈیوڑھی کے ہیں۔ وہاں سے سات زینہ چڑھ کے اوپر جانا ہوتا ہے۔ اس کے اندر تمام زمین دربار کی چار گھماؤں ہے۔

اب جو جو اس کے اندر عمارت ہیں سو تحریر کرتا ہوں۔ اس ڈیوڑھی سے اندر بطرف غرب پس پشت مکانات سائیں ثبوت شاہ اور غرب کی طرف اس در کے' جو ڈیوڑھی کے

Marfat.com

شمال کی طرف باہر تحریر ہوا ہے' ایک دالان سہ دھنہ جس کے تین دھن محرابی مرغولی مبنیہ سائیں صوبے شاہ۔ اس کے اندر شرق کی طرف ایک کوٹھری اور دالان کی سہ دھنہ کی غرب کی طرف ایک در مربع بوسیدہ۔ اس دالان کے باہر شمال کی طرف ایک چاہ کلاں ہے۔ یہ چاہ سات ہاتھ اندر کا ہے۔ پہلے اس پر چرخ چوب جاری تھا اب عرصہ پانچ سال سے بحکم میر وزیر علی تحصیلدار چرخ چوبی اتارا (ص ۷۵) گیا۔ اب گرد اس کے دو فٹ بلند دیوار حفاظت کے واسطے بنائی گئی ہے۔ کیونکہ بروز میلہ چراغاں' اس سال میں' ایک آدمی گر کر مر گیا تھا۔ وہ آدمی شرابی تھا اور کوتوال فتح خان اس دالان میں بیٹھا ہوا تھا' اس کے روبرو وہ گر کر مر گیا۔ اس چاہ کے غرب کی طرف جو دیوار ہے وہ باہر سے تو سوا تین گز بلند ہے اور اندر کی طرف سے کہیں ایک گز کہیں کم و بیش ہے۔ اس چاہ کے شمال کی طرف اور اندرون چار دیواری کے گوشہ بائب میں ایک چبوترہ پانچ گز مربع' ایک فٹ بلند' چونہ گچ سفید ہے۔ اب یہ تھڑہ شمال و شرق کی طرف سے بوسیدہ ہو کر گر گیا ہے اور اس پر درخت کریر وغیرہ کھڑے ہیں۔ یہ تھڑہ مقام چلہ شیخ ارزانی صاحب ہے اور یہ وہی ارزانی صاحب ہیں جن کا مزار پٹنے میں ہے۔ اور چار دیواری کے شمال کی طرف یہ صورت عمارت ہے کہ اندر سے تو ایک فٹ بلند تھڑہ چونہ گچ نظر آتا ہے مگر باہر' بیرون مکان' شمال کی طرف زمین بہت نیچے ہے اور اس کے اوپر سے شارع عام قدیمی راہ جاری ہے۔ ارتفاع اس دیوار کا باہر کی طرف سے چھ گز ہے اور اس دیوار میں باہر کی طرف بطور قلعہ برج بنے ہیں اس طرح سے کہ گوشہ بائب میں ایک موہڑہ کلاں ہے جس کا ہر طرف سے ساڑھے تین گز دور ہے۔ اس موہڑہ کے ساتھ بطرف جنوب ایک حجرہ مسجد ہے۔ یہ مسجد خاص حضرت مادھو کی تھی پھر ہمراہ عمارت حضرت رنگ بلاول صاحب نے تعمیر کرائی۔ صورت اس حجرہ کی یہ ہے کہ غرب کی طرف ایک دیوار تین گز بلند اور اس میں تین محراب چونہ گچ' منقش' اور آگے صحن مع فرش چونہ گچ' اب یہ صحن سڑک کی طرف سے گر کر غرق فی الارض ہو گیا ہے۔ اور بطرف جنوب اس صحن کے ایک گز بلند دیوار کھڑی ہے۔ اور حال اس دیوار شمالی کا' جو باہر سے بلند ہے' اندر کی طرف سے یہ ہے کہ زمین چار دیواری سے ایک فٹ بلند عمارت نظر آتی ہے اور یہ تمام چونہ گچ ہے اور باہر سے ڈیڑھ گز لب بام تک سفید اور بقیہ نیچے خشتی عمارت۔ اور دیوار کے ساتھ اندر کی طرف' دو فٹ جگہ چلنے پھرنے کے واسطے' سفید چونہ گچ۔ اس موہڑہ گوشہ بائب سے جب پیمائش کی تو بفاصلہ تینتیس ورعہ' بطرف شرق اس موہڑہ کے' دیوار شمالی میں ایک اور موہڑہ خشتی نشست گاہ ہے اور

Marfat.com

فیمابین ان دونوں موہڑوں کے باہر کی طرف میں برج عمارتی۔ یہ برج اب نیچے سے مسمار ہو گئے ہیں۔ اور فیمابین ان دونوں موہڑوں کے سہ دیوار چار قبہ عمارتی بنے ہوئے ہیں۔ اس موہڑہ میں ہمیشہ بروز بسنت مہاراجہ رنجیت سنگھ وغیرہ اور دلیپ سنگھ ڈیرہ کیا کرتے تھے اور اس کے جنوب کی طرف سائبان قناتیں لگ جاتی (ص ۷۶) تھیں اور مہاراجہ صاحب خود بھی نذر دیتے اور امیروں سے بھی نذریں دلواتے تھے۔ چنانچہ بروز بسنت سجادہ نشین کو چار پانچ ہزار روپیہ مل جاتا تھا۔ اب یہ حال ہے کہ بروز میلہ بسنت پچیس روپیہ سجادہ نشین کو آئے۔ یہ موہڑہ بھی ہشت پہلو ہے یعنی چھ پہلو تو باہر کی طرف اور دو کا ایک ہو کر اندر جنوب کی طرف۔ طول اس کا نو گز اور عرض میانہ سے چھ گز۔ اس میں فرش چونہ گچ تھا' اب بہت جگہ سے بوسیدہ ہو کر غرق ہو گیا ہے۔ اگر اب اس کی خبر کی جائے تو عمارت قدیمہ سلامت رہے گی ورنہ برباد ہو چلی ہے۔ جو کہ سرکار کو سلامت رہنے عمارت قدیمہ کی طرف بہت خیال ہے' چنانچہ مرمت شکست ریخت مقبرہ شاہ جہانگیر وغیرہ جاری رہتی ہے' اگر اس مکان کی طرف توجہ سرکار ہو تو موجب خوشی خاطر رعایائے پنجاب ہو گا۔ اور سابق بھی شاہان سلف سے تا مہاراجہ رنجیت سنگھ و دلیپ سنگھ بھی اس کی تعمیر کی طرف متوجہ رہے ہیں۔ اور اس موہڑہ کے ساتوں پہلوؤں پر سات قبہ ہائے عمارتی بنے ہوئے تھے۔ اس موہڑہ کے جنوب کی طرف ایک تھڑہ پختہ غرق فی الارض نظر آتا ہے اور اس پر تین درخت ون کہنہ بلند کھڑے ہیں۔ اور خاص شرق رویہ چلہ شیخ ارزانی مقام چلہ حضرت صدر دیوان صاحب جو پیر بھائی حضرت حسین کے ہیں اور اب مزار ان کی قصور میں ہے اور وہاں بھی میلہ بسنت ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسین کو اپنے پستان پر' حالت خردی میں' پرورش کیا تھا۔ اس موہڑہ کے شرق کی طرف سے وہ دیوار شمالی میانہ ہے۔ باہر کی طرف سے میانہ سے گر گئی ہے بلکہ ایسی صورت نظر آتی ہے کہ انسان باہر سے اندر چڑھ آتا ہے اور اس دیوار بوسیدہ کے جنوب رویہ اندر کی طرف بھی گڑھے پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس موہڑہ کے شرق کی طرف بفاصلہ ۳ گز ایک اور موہڑہ ثالثہ ہے۔ یہ تمام موہڑے دیوار شمالی میں ہیں اور فیمابین ان کے تین برج باہر کی طرف تھے' ایک گر گیا اور دو موجود ہیں یہ ثالثہ موہڑہ بھی چھ گز لمبا اور ساڑھے چار گز چوڑا ہے۔ یہ بھی اندر سے گر گیا ہے۔ اس موہڑہ سے بفاصلہ بارہ گز (موہڑہ رابعہ) واقع ہے۔ یہ موہڑہ رابعہ مربع ہے یعنی اس کے چار پہلو ہیں اور زمین اندرونی سے ایک گز بلند' طول اس کا پانچ گز' عرض چار گز۔ شمال رویہ اس کے دیوار بیرونی ہے اور تینوں اطراف اندرونی میں تین راہ ایک ایک گز

Marfat.com

کشادہ ہیں۔ جنوبی در کے آگے دو درجہ زینہ فرش تمام چونہ گچ۔ بہ نسبت اور موہڑوں کے یہ موہڑہ سالم ہے مگر تو بھی فرش بوسیدہ ہو گیا ہے۔ ان دونوں موہڑوں میں ایک برج عماری ہے۔

اس موہڑہ رابعہ سے پچیس گز گوشہ ایساں کا (ص ۷۷) موہڑہ ہے۔ اور درمیان ان دونوں موہڑوں کے یعنی موہڑہ رابعہ سے لے کر تا موہڑہ پنجم ایک بدرو آب ریز ہے اور دیوار شمالی سے بفاصلہ تین گز ایک فٹ حد خشتی بنی ہوئی ہے۔ یہ تین گز جگہ بطور نشست گاہ متصلہ دیوار شمالی ہے۔ یہ موہڑہ گوشہ ایساں والا بھی ہشت پہلو ہے۔ آٹھوں طرف کی دیوار اس موہڑہ کی ایک فٹ بلند چونہ گچ۔ راہ اس موہڑہ کا بطرف نیرت۔ یہ موہڑہ' اگرچہ سالم ہے تاہم میانہ سے فرش اس کا بھی ٹوٹ گیا ہے اور گھال پڑ گئے ہیں۔ اب دیوار شرقی کا یہ حال ہے کہ اس میں جنوب کی طرف سے شمال کی طرف آتے ہوئے تین برج عمارتی باہر موجود ہیں۔ ارتفاع اس کا پانچ گز بلند۔ باہر اور اندر سے اڑھائی گز۔ یہ دو برج بیرونی چھوڑ کر درمیان برج دوم و سوم کے دروازہ بہشتی ہے۔ اس کا حال نیچے تحریر ہو گا۔ یہ دروازہ مربع دیوار پھاڑ کر بنوایا ہوا ہے اور اس کے شمال کی طرف دیوار شرقی بوسیدہ مسمار ہے۔ اور پھر جنوب رویہ موہڑہ گوشہ ایساں کے تین گز بلند دیوار باہر سے اور اندر سے ملحقہ زمین ہے اور اس میں دو برج عمارتی ہیں۔ اس دیوار کے اندر کی طرف بھی' بفاصلہ تین گز' دیوار کے اندر مقام نشست گاہ ہے۔

اور دیوار جنوبی کا یہ حال ہے کہ شرق کی طرف سے تا حد غرب ایک سو بیس گز طول ہے اور اس کے غرب کی طرف اندرون دیوار دو دالان ہیں اور دالان غربی کے آگے اب اور دو دالان' بھنڈارا خانہ' سجادہ نشین نے بنوایا ہے۔ اور ڈیوڑھی غرب رویہ کلاں کے اندر' بطرف جنوب' یہ حال ہے کہ ملحقہ عمارت ڈیوڑھی دھرا دالان پانچ درعہ والا ہے۔ ہر در کا محراب مرغولی محرابی اور چہرہ اس کا سفید چونہ گچ۔ اس کے جنوب کی طرف تا دیوار جنوبی ایک دھرا مکان ہے جس کا چہرہ سفید۔ اس کے چھ در چوبی طاق تختہ والے اور میانہ میں ایک بخارچہ جس کے سر پر باہر کو بطرف شرق ایک پتھر سنگ مرمر کا لگا ہوا ہے اور اس پر یہ تحریر ہے۔

این مکان از بندہ غلام رسول است

جس میں رسیاں بھری ہوئی ہیں' یہ جگہ مقام گدی ہے۔ سجادہ نشین یہاں بیٹھتا ہے۔ اس کے اندر بطرف غرب دو کھڑکیاں اور ایک در کلاں ہے' مع طاق تختہ چوبی۔ اس کے

Marfat.com

اندر بطرف شمال مقام چلہ حضرت مادھو ہے۔ جس کا طول پانچ گز اور عرض تین گز' اور بطرف جنوب مسقف سر کی پوش کہ یہاں حضرت مادھو رہتے تھے۔ اس کے اندر بطرف جنوب مکان زنانہ ہے۔ وہاں صحن اور تین دالان علیحدہ ہیں۔

اور مکان گدی کے شرق رویہ ایک چاہ چرخ چوب والا ہے' اس پر چرخ چوب جاری ہے۔ اور بطرف شرق چاہ چند ہائے خشتی پر چرخی بھی جاری ہے۔ اور چاہ ہذا کے ساتھ بطرف شمال ایک مسجد بنیہ بیگم طوائف ہے جو اس نے سن بارہ سو پچھتر میں ہوئی

حال مسجد بیگم طوائف

(ص ۷۸) حال اس کا یہ ہے کہ یہ مسجد تمام سفید' اوپر اس کے گنبد کلس دار' اور مہرو پر دو مینار ہشت پہلو' پنجرہ دار سفید اور لب بام بطرف شرق اٹھائیس گنبدیاں خرد ہیں۔ نیچے تین دھن محرابی مرغولی۔ دھن میانہ کے اوپر ایک سل سنگ مرمر کی لگی ہوئی ہے اس پر تحریر ہے۔

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سن ۱۲۷۵ ہجری۔ بانی مسجد موراں اور موراں بیگم کی والدہ ہے۔ اور بغلی دونوں محرابوں پر۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر

تحریر ہے۔ اندرون زیر سقف مسجد تین درجہ ہیں اور ان میں دو محراب۔ اور بطرف جنوب ایک کھڑکی عمارتی۔ اندر سے گنبد نظر نہیں آتے۔ ڈھالویں سقف نظر آتی ہے۔ باہر اس کے صحن مربع' اس کے چاروں طرف دیوار دو فٹ بلند' سفید اور بطرف شمال متصلہ دیوار شمالی درخت کھجور' کچنین و گوندی کھڑے ہیں۔ اور شرق کی طرف' بیرون حد مسجد بھی' چند شرینہ و بیرو برنا کھڑے ہیں اور صحن کی جنوبی دیوار میں سبیل چھ ٹونٹی والی۔ اس صحن کا طول و عرض چھ گز اور فرش بھی سفید۔ مبلغ دو ہزار روپیہ خرچ کر کے اس نے یہ مسجد بنوائی ہے۔

اور یہ بیگم طوائف ساکن دوآبہ' حال وارد لاہور' ساکن بازار ہیرا منڈی اور خادم حسین علی شاہ سجادہ نشین کی ہے۔

Marfat.com

دربار

اور حضرت کے دربار کا طول اندر سے ایک سو پانچ گز اور عرض ایک سو گز ہے۔ دروازہ طرف جنوبی کے اندر جائیں تو ایک تھڑہ طولانی خشتی پختہ ہے۔ جو شرق کی طرف سے شروع ہو کر غرب رویہ ختم ہوتا ہے۔ اور اس پر دس قبریں ہیں اور دسوں قبروں کے تھڑے الگ الگ معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس تھڑہ کی غربی حد پر قبر کرم حسین سجادہ نشین کی ہے اور اس کے سرہانے نشان اس جگہ کا ہے جہاں حضرت خاکی زندہ سما گئے ہیں۔ اس کے اوپر درخت ون کھڑا ہے۔ اور گرد جو جگہ پنجروں سے بنائی ہوئی ہے سو یہ قبر میاں کرم حسین کی حد غربی پر ہے۔ اس کے ساتھ بطرف شرق قبر سائیں صوبا شاہ کی اور اس کے ساتھ سائیں عابد شاہ کی اور اس کے ساتھ طالب شاہ اور اس کے ساتھ سائیں ولایت شاہ اور اس کے ساتھ رنگ بلاول' یہ سجادہ نشین تھے' اور ان کے ساتھ چندن شاہ و شاہ چراغ کی' وہ سجادہ نشین نہ تھے مگر حضرت کے خاندان میں بڑے نامی متعبد ہوئے ہیں۔ صوبا شاہ کی قبر کے جنوب کی طرف قبر پختہ سائیں ثبوت شاہ کی ہے اور اس کے شرق کی طرف قبر سائیں غلام علی شاہ کی' اس کے ساتھ قبر خادم محمد شاہ کی اور ایک قبر پختہ چبوترہ پر' آکے خان و کمل افغانستان کی۔ اور ماسوا اس کے اور ساٹھ ستر قبریں فقیروں کی ہیں۔

اور چار دیواری (ص ۷۹) کے اندر تمام اشجار' چھرور' نیم و کریہ و برنا و سکھ چین و شریہ وغیرہ کھڑے ہیں۔ اگر شمار کریں تو ایک ہزار ہو گا۔ مگر تمام درخت بے پھل ہیں۔ اس چار دیواری کے میانہ میں خانقاہ حضرت کی ہے۔ اس کے گرد و نواح میاں کرم بخش سارجن (سارجنٹ) نے سن بارہ سو ستر میں ایک چار دیواری عجب طرح کی بنائی۔

خانقاہ کی چار دیواری

صورت اس کی یہ ہے کہ تا قد آدم بلند' زمین سے مرفع ہے اور سر دیوار ڈھالویں کنگرہ کلاں بنائے ہیں۔ اور یہ چار دیواری ہشت پہلو اس طرح سے ہے کہ اول تو تقسیم عمارت بطور مربع کے ہے اور پھر ہر پہلو کے میانہ میں بشکل نصف دائرہ عمارت کچھ نیمہ مدورہ بنایا ہے تو اس طرح سے ہشت پہلو بن گئی ہے اور چاروں گوشوں پر چار موہڑے مدورہ نشست گاہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور اس چار دیواری کی تین در محرابی قالبوتی تینوں طرف ہیں اور بطرف شمالی بجائے دروازہ خالی نیمہ دائرہ بنی ہوئی ہے۔ اور یہ تینوں در اسی جگہ میں ہیں جو بشکل نیمہ دائرہ بنے ہوئے تھے۔ ان کا بڑا دروازہ جنوب رویہ ہے۔ اس کی

Marfat.com

صورت یہ ہے کہ اس کے سر کے گوشوں پر دونوں طرف دو گنبدیاں محرابی تھیں ان کے ساتھ دو مینار خرد۔ ان کے میانہ میں ساتھ گنبدیاں خرد کلس دار' عرض اس دروازے کا اڑھائی گز اور ارتفاع بھی اڑھائی گز۔ اس چار دیواری کے اندر ڈیڑھ فٹ بلند اور دو فٹ عرض چاروں طرف تھڑے بطور نشست گاہ ہیں اور بقیہ دونوں در بھی محرابی ہم شکل در انگریزی۔ یہ چار دیواری سے سترہ گز مربع سے ہے۔ اس چار دیواری سے بفاصلہ تین گز مقام چبوترہ مزار معلّٰی ہے جس کو مقام تخت کہتے ہیں سو وہ بنیہ حضرت معزالدین شاہ دہلی ہے۔

مقام تخت

یہ مقام تخت زمین سے ڈیڑھ گز بلند اور طول و عرض مربع ساڑھے بارہ گز ہے۔ یہ چبوترہ تمام پختہ چونہ گچ ہے۔ اس کے اوپر چاروں طرف پنجرہ ہائے رنگین خشتی گلی نصب ہوئے ہیں۔ اور چاروں گوشوں پر چار مینار تا سینہ بلند گنبدیاں اس کی سفید ہشت پہلو' اوپر سے مدور۔ اور بطرف جنوب میانہ میں سے ایک پنجرہ کی جگہ خالی ہے۔ اس کے دونوں طرف میر فرش نصب کئے ہوئے ہیں۔ یہ جگہ زیارت کرنے کے واسطے ہے۔ بروز عرس یہاں ہی سے لوگ نذر وغیرہ چڑھاتے ہیں۔

مزار کے اندر

اور چبوترہ ہذا کے جنوب کی طرف' ملحقہ گوشہ گنی' ایک چوکھٹ سنگ مرمر کی سوا گز بلند اور تین پاؤ عرض لگی ہوئی ہے۔ اب اس میں تختہ ہائے چوبی لگے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر چار درجہ زینہ ہیں۔ یہاں سے چڑھ کے اوپر جانا ہوتا ہے مگر ہمیشہ یہ مقفل رہتا ہے اور اوپر تھڑہ کے کوئی آجا نہیں سکتا۔ اور تھڑہ کے اوپر بطرف جنوب راہ واسطے نذر چڑھانے کے ہے۔ (ص ۸۰) وہ آدمی کی ناگردن بلند ہے۔ اس کے میانہ میں پھر ایسا ہی بلند اور تھڑہ ہے اس پر اور تھڑہ اس پر تعویذ مبارک حضرت حسین علیہ الرحمتہ کا دو فٹ بلند۔ اس پر ہمیشہ غلاف پڑا رہتا ہے۔

اس تعویذ مبارک کے نیچے تین تھڑہ اور تھڑہ ثانی پر بطرف شرق مزار حضرت حسین' مزار پر انوار حضرت مادھو کی ہے۔ یہ تمام عمارت سفید چونہ گچ ہے۔ دم تحریر حضرت مادھو قبر پر غلاف پڑا ہوا نہیں' بروز عرس اس پر بھی غلاف ڈالا جاتا ہے۔ اور مقام تخت سے ہر طرف پانچ پانچ نشان بطور میر فرش ہیں اور تخت کے شمال کی طرف بفاصلہ سوا گز ایک

Marfat.com

چراغدان بایں صورت کھڑا ہے کہ صورت اس کی ہشت پہلو' سفید پختہ۔ جب اس کی پیائش کی تو پونے چار گز معلوم ہوئی۔ ارتفاع اس چراغدان کا تا بکلس چار گز اور میانہ میں ایک گنبد کلس دار خرد۔ اور آٹھوں گوشہ پر گنبدیاں خرد کلس دار۔ اس کے جنوب رویہ زیر گردنہ' جو لب بام چراغدان آٹھوں طرف ہے' ایک طاقچہ درہ کلاں اس میں طاق چوبی لگی ہوئی ہے اس میں ہر روز چراغ روشن ہوتا ہے۔

سوائے اس کے ۳۵ عدد اور طاقچہ ہائے روشن دان چاروں طرف موجود' ارتفاع چراغدان میں شکل ستونی بنی ہے۔ اور ملحقہ زمین آٹھ تھڑیاں چونہ کی اور بطرف جنوب ایک مدورہ تھڑی بنی ہوئی ہے جس پر کھڑا ہو کے آدمی چراغ روشن کرتا ہے اور مقام تخت تمام چونہ گچ اور لب بام تھڑہ پر نقاشی بھی ہوئی ہوئی ہے۔

دمدمہ حضرت شاہ جمال الدین قادری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۶۲۲) یہ مقبرہ عالیہ بنام نہاد دمدمہ حضرت شاہ جمال لاہور سے تین کوس جنوب کی طرف' جنوب رویہ سرائے گولیاں والی اور شرق رویہ موضع اچھرہ ہے' مشہور ہے۔

(ص ۶۲۵) اب یہ مقام تین منزلہ ہے۔ اول ایک تھڑہ کلاں مربع۔ اس کے میانہ میں اور منزل اس کے اوپر چار دیواری خانقاہ۔ زینہ آمد و رفت اس کا جنوب کی طرف' دیوار جنوبی کے غرب کی طرف ایک حجرہ قالبوتی' اوپر اس کے سقف خشتی گنبد تمام در اس کا محرابی بے چوکھٹ' جس کی چھت کے اوپر گوشہ گنی میں پرنالہ خشتی چونہ گچ۔ اس حجرہ کے شرق کی طرف' جنوب رویہ' اور زینہ خشتی جس کے نو درجہ سر کشادہ۔ زینہ کے شرق کی طرف ایک اور در محرابی۔ اس کے اندر اور زینہ خشتی۔ باہر' اس دیوار میں' درمیان زینوں کے' ایک در محرابی قالبوتی جس میں چار آدمی بارام بیٹھ جائیں۔ اور نیز دو برج خشتی۔

منزل اول کا عرض اکاون گز اور طول اکہتر گز۔ اس کے باہر کی طرف عمارت خشتی اور میانہ مکان تمام گلی لیکن کسی کسی جگہ پر فرش خشتی۔ گوشوں پر برج خشتی۔

اوپر' شمال کی طرف' دس درخت ون سایہ افگن۔ ان کے شمال کی طرف ایک چبوترہ پختہ خشتی' دس گز جس کا طول اور عرض سوا تین گز۔ سرہانے اس کے چراغدان خشتی ایک گز بلند اس کے شرق کی طرف ایک ون کلاں۔ اوپر اس تھڑہ کے مائل بغرب ایک اور ون۔ یہ تھڑہ قبرستان شیخ امیر بخش حوالدار کے لواحقین کا ہے۔ اس پر قبریں مفصلہ ذیل چار خشتی اور دو خام۔

Marfat.com

محمود و محمد پسران سلام دین۔ احمد بخش والد امیر بخش۔ فتح بی بی دختر امیر بخش۔ مسمات خدیجہ خوش دامن امیر بخش۔

اس کے غرب رویہ اور تھڑہ۔ اس پر دو قبریں' ایک مسمات کی ہمشیرہ زادی امیر بخش اور دوسری شیخ شرف دین کی۔ اس کے جنوب میں ایک اور تھڑہ اس پر ایک قبر شیخ دھولا کی۔ فیمابین تھڑہ ہذا و تھڑہ امیر بخش ایک قبر خام زمین پر شیخ سعادت علی کی۔ اس کے پاس غرب کی طرف دختر کنیزک زادی شیخ رمضان کی۔ ون کے نیچے قبر سمندر شاہ فقیر کی۔

دیوار شرقی بھی اتنی بلند۔ اس میں چار برج مدور اور آٹھ پر نالہ۔ اب زیر منزل ثانی دمدمہ پر کسی کسی جگہ فرش خشتی وسط میں دو عراق خشتی اور منزل ثانی کے زینوں کے شرق کی طرف تمام فرش خشتی ہے۔

دیوار شمال کی ارتفاع ساڑھے تین گز۔ (ص ۶۲۹) اس میں چار برج۔ نیچے اس کے زمین مزروعہ معافی ملحقہ خانقاہ جس میں کرم دین کاشتکار ہے۔ اس زمین میں بہت سے درخت کیکر و بیر موجود۔

گوشہ بائب میں باہر کی طرف متصلہ دیوار ہذا ایک چاہ چرخی دار' بنیہ حضرت جمال' جس کے بنیرے چونہ گچ۔ بعد مہاراجہ شیر سنگھ یہ چاہ گر گیا ہے مرمت اس کی راجہ دھیان سنگھ نے کرائی تھی۔ چاہ کے شمال کی طرف ایک زینہ اوپر آنے کا۔ اس کے ساتھ درجہ اوپر سے کشادہ۔ اور چاہ کے غرب کی طرف بر سر زمین ایک مدور چوبچہ۔

اس دیوار کے باہر غرب رویہ تین برج خشتی۔ اس منزل کے جانے کے واسطے بھی دو زینے شرق کی طرف۔ ہر دو زینہ کے میانہ میں ایک حجرہ قالبوتی خشتی مع در محرابی۔ ان زینوں کے شمال کی طرف متصل گوشہ ایساں' ایک اور حجرہ قالبوتی جس کا در محرابی خالی اینٹوں سے بند۔ یہ وہ حجرہ ہے کہ جس میں آپ بحین حیات داخل ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ در بند کر دو اور فخرالدین نے در بند کر دیا تھا اور آپ گم ہو گئے تھے۔ اب بروز عرس اس کو کھولتے ہیں۔

ارتفاع اس منزل کا تیرہ گز۔ طول شرق سے غرب تک تیں گز اور عرض شمال حد سے جنوبی حد تک ۴۴ گز۔ اس پر تمام زمین سفید کہیں کہیں فرش خشتی' خوصا" بطرف جنوب۔ یہ منزل اندر سے پر از گل اور باہر سے دیوار آدھ گز آثار والی۔ اس پر جنوب رویہ چار دیواری خانقاہ اور میانہ میں ایک ون اور ایک پھروانہ۔ جنوب رویہ دیوار بدیوار چار دیواری ایک کوٹھہ جس کا راہ شرق رویہ۔ اس کے اندر غرب رویہ ایک کوٹھی مسقفہ

Marfat.com

بے طاق بے چوکھٹ اس کے اندر ایک اور کوٹھری' جس کا دروازہ جنوب رویہ مع چوکھٹ و طاق مسکونہ امیر بخش ہے۔ بھنڈارہ بھی بروز عرس یہاں تقسیم ہوتا ہے۔

خانقاہ کے غرب کی طرف چار دیواری خشتی۔ راہ آمد و رفت شمال رویہ' سر کشادہ۔ چار دیواری خانقاہ کے گرد زمین سفید۔ دیواری خانقاہ تا دیوار غربی چھ گز اور شمال کی طرف سے آٹھ گز۔ یہاں ایک اور چار دیواری المشہور زنانی قنات ہے۔ اس کے جنوب کی طرف ایک دیوار ایک گز ارتفاع والی جس کا طول سات گز۔ جس کے ساتھ غرب کی طرف دو درخت ون۔ اس کے گوشہ نیرت میں تین قبریں پختہ' قدیمی' شاہ جمال صاحب کے عہد کی' نامعلوم الاسم۔ چار دیواری کے باہر جنوب کی طرف پندرہ گز زمین اور شرق رویہ آٹھ گز۔ چار دیواری خانقاہ کی عمارت چونہ گچ سفید' منقش' بنیہ بزرگان شیخ امیر بخش جو سن بارہ سو اڑتالیس میں بنی۔ آگے اس کے خام چار دیواری تھی۔ دروازہ اس کا جنوب رویہ اس کے اوپر دو برجیاں خرد' چونے کی' جس میں در محرابی کی پیشانی میں ایک ٹکڑا سنگ مرمر کا' جس کا طول چھ انچ اور پیشانی میں ایک ٹکڑا سنگ مرمر کا' جس کا طول چھ انچ اور عرض تیرہ انچ' نصب۔ اس میں یہ عبارت کندہ ہے۔

چار دیواری جناب معلیٰ القاب شیخ جمال صاحب قادری قدس اللہ سرہ العزیز
حسب من برخوردار فضل بخش طول عمرہ
شیخ غلام مصطفیٰ عرف نندا۔ تحریر بتاریخ اول جمادی الاول ۱۲۴۵ھ تعمیر یافت۔
یہ غلام مصطفیٰ اور فضل بخش جد کلاں و خرد اس شیخ امیر بخش کا تھا۔

چار دیواری قد آدم سے بلند۔ طول اس کا سوا چھ گز اور عرض سوا پانچ گز۔ چار گوشوں پر چار برجیاں۔ شرقی دیوار میں اندر کی طرف ایک چراغدان بخارچہ دار۔ (ص ۶۲۷) بالائے دیوار' سرہانے کی طرف' ایک جھنڈا جس کا کپڑا برنگ گیری ہے کھڑا کیا ہوا ہے۔ چاروں طرف کھڈے بطور چراغدان۔ میانہ میں ایک گز بلند چبوترہ پر خانقاہ حضرت کی۔ تعویذ مزار بہت اچھا خوشنما سفید' جس کے سرہانے ایک بالشت بلند اور چراغدان۔ جنوب رویہ کوٹھہ بھنڈارہ تین بالشت بلند ایک تھڑہ خشتی پر دو قبریں' ایک مائی سوبھاں مغلن کی جو اول خادمہ جاروب کش مقرر ہوئی تھی اور دوسری میر تقی اس کے داماد کی' جس کی اولاد اب تک مجاور مزار ہے۔ فقط

حال مقبرہ حضرت شاہ کمال رحمتہ اللہ علیہ

یہ مقبرہ جنوب رویہ موضع راواں کے' لاہور سے دو کوس متصل خانقاہ شاہ جمال

Marfat.com

صاحب، عنقریب موضع اچھرہ کے واقع ہے۔

صورت مقبرہ یہ ہے کہ گرد و نواح چار دیواری بلند تھی۔ اب قدرے موجود، جس کا طول چونتیس گز اور ارتفاع موجودہ ڈیڑھ گز۔ اب اس میں کہیں کہیں سے یہ چار دیواری بوسیدہ ہو کر گر گئی ہے اور اس کے اندر میانہ میں فاصلہ مقبرہ کا تا دیوار پونے سات گز اور گرد اس مقبرہ کے چبوترہ ہشت پہلو۔ اور ارتفاع اس تھڑہ کا ڈیڑھ گز۔ اس کے میانہ پر گنبد ہشت پہلو۔ اس کے ہر پہلو میں محرابی دھن اور چاروں طرف اس کے چار دروازے تھے۔ اب تین بند، ایک جنوبی کشادہ ہے اندر میانہ میں چبوترہ زمین سے ایک فٹ بلند۔ اس پر مزار حضرت شاہ کمال صاحب کی جواب کسی کسی جگہ سے شکستہ ہو گئی ہے۔ یہ مقبرہ تمام چونہ گچ۔

شمال رویہ مقبرہ کے ایک درخت کریر اور غرب رویہ ایک ون مع چار درخت گوندی جنوب رویہ پانچ پھروانہ ایک گوندی دو ون۔ شرق رویہ پانچ بوٹہ خرد گوندی۔ گرد و نواح اور بھی درخت ہیں۔

اب یہاں عرصہ دراز سے مسمی نتھا المعروف نتھے شاہ جاروب کشی اور چراغ روشن کرتا ہے۔ فقط

موضع راواں

یہ موضع راواں قدیمی جگہ ہے۔ کہتے ہیں کہ راجہ رام چند کے بیٹے تین تھے۔ ایک لو جس نے لاہور بنایا، دوسرا اچھو جس نے اچھرا بنایا، تیسرا قصو جس نے قصور آباد کیا۔ اچھو کا سالا مسمی راو تھا اس نے یہ موضع راواں آباد کیا۔ قدیمی کاغذات میں یہ نام اچھرا اور راواں لکھا ہوا اکثر نظر آتا ہے۔ آئندہ واللہ اعلم۔

حال خانقاہ حضرت سید جان محمد حضوری رحمتہ اللہ علیہ

(ص ۵۲۱) مقبرہ حضرت سید محمود موسوی حضوری و حضرت جان محمد حضور ایک احاطہ میں، غرب رویہ موضع شاہو گڑھی اور جنوب رویہ اس سڑک کے جو میاں میر کو جاتی ہے، واقع ہے۔

(ص ۵۲۴) اول حال عمارت موجودہ خانقاہ ہذا قلمبند کرتا ہوں اور بعدازاں جو حال ان حضرات کا زبانی ان کی اولاد اور خادمین کے واضح ہوا ہے تحریر ہو گا☆

☆ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۳۱ (مرتب)

Marfat.com

گرد و نواح مقبرہ چار دیواری پختہ۔ راہ آمد و رفت اس کا جنوب رویہ۔ دروازہ کے متصل بطرف غرب (ص ۵۲۵) ایک کوٹھہ خام ابھی سال رواں میں مسی بلدیو مصر ساکن موضع چند سے ضلع مراد آباد نے گدائی کر کے بنوایا ہے اور وہ اس میں سکونت پذیر ہے۔ راستے چلنے والوں کو پانی پلاتا ہے۔ اس کوٹھہ کے ساتھ اندر غرب رویہ ایک اور کوٹھری ہے اور شرق رویہ ایک اور کوٹھہ پختہ۔ اس میں ایک چھابڑی والا بیٹھتا ہے۔ لیکن فقیر اس سے کرایہ نہیں لیتے۔ صرف واسطے آبادی کے بٹھایا ہوا ہے۔

اس راہ کے اندر جاتے ہی ایک اور دالان پختہ خشتی مسکونہ فقیر الٰہی بخش شاہ ہے۔ غرب رویہ دالان کے ایک اور کوٹھری۔ اور غرب رویہ' متصل دیوار چار دیواری' ایک چبوترہ خشتی بطور نشست گاہ۔ اس چبوترہ پر دو درخت کیکر کے کھڑے ہیں۔ اور حال اس دالان کا یہ ہے کہ سن ۱۸۵۰ء میں اس احاطہ کی کچھ زمین مع ایک کوٹھہ سڑک میں آگئی تھی۔ بالعوض اس کے سرکار نے مبلغ ایک سو تینتیس (۱۳۳) روپیہ بطور عوضانہ عطا کیا۔ اس میں سے تینتیس روپیہ تو فقیر مستان شاہ نے' جو یہاں رہتا تھا اور اسی کا کوٹھہ داخل سڑک ہو کر مسمار ہو گیا تھا' لے لئے اور بقیہ روپیہ سے الٰہی شاہ خادم نے حسب الاجازت اولاد حضرت کی یہ دالان بنوایا۔

اس کے جنوب رویہ دیوار بدیوار دو قبریں خشتی۔ ایک والدہ امیر شاہ کی اور دوسری مسماۃ فضلاں' زوجہ اس کی' کی۔ یہ امیر شاہ پوتا الٰہی شاہ خادم خانقاہ کا ہے۔ پھر اس کے غرب رویہ اور دو درخت پھولا ہی کلاں کھڑے ہیں۔ اس کے پیچھے غرب رویہ متصلہ چار دیواری ایک تھڑہ پختہ چونہ گچ سفید' جس کے سرہانے چراغدان سفید' اس پر چار قبریں پختہ سفید اور ایک خام گلی زنبورا فراش مہاراجہ کی اور دوسری اس کی والدہ کی اور تیسری اس کی زوجہ کی اور چوتھی اس کی ہمشیرہ کی اور پانچویں اس کے نواسہ کی اس تھڑہ کے جنوب رویہ ایک اور چبوترہ گلی ہے جس پر تین قبور خام پرانی نامعلوم الاسم موجود ہیں۔ اس کے جنوب رویہ دیوار اور ایک کوٹھہ بے سقف۔ یہ کوٹھہ ملحقہ مسجد قدیمی ہے۔ اس کے شرق رویہ ایک درخت کیکر اس کے نیچے ایک تھڑہ پختہ سفید چونہ گچ جس کے سرہانے چراغدان بھی سفید۔ یہ قبر مائی راجن فقیرنی مجذوبہ کی ہے جس کا ذکر اوپر تحریر ☆ ہوا ہے کہ کوئلے کھاتی تھی۔

☆ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۳۳ (مرتب)

Marfat.com

مسجد

اس کے جنوب رویہ ایک مسجد قدیمی مبنیہ عبدالصمد خان سوداگر، جس نے روضہ ہائے حضرات بنوائے تھے۔ اس مسجد کے تین گنبد خشتی اور تین دھن کلاں۔ دھن کلاں محرابی شرق رویہ۔ اس کے آگے صحن مسجد جس کے دھن میانہ (ص ۵۲۶) کے آگے ایک درخت گوندی۔ صحن مسجد کے شمال رویہ ایک تھڑہ پختہ چونہ گچ برنگ سیاہ

مقبرہ حضرت جان محمد حضوری

جنوب رویہ مسجد ہذا کے چار دیواری مقبرہ حضرت جان محمد حضوری کی۔ اس چار دیواری کا دروازہ آمد و رفت شمال رویہ جس کے آگے دو زینہ چونہ گچ۔ دروازہ کے اوپر تین گنبدیاں، دو خرد اور ایک کلاں۔ چوکھٹ دروازہ خشتی اور طاق چوبی۔ عمارت دروازہ چونہ گچ سفید۔ اس دروازہ کے اوپر کسی نے برنگ سیاہ ایک سطر میں جان محمد حضوری لکھ دیا ہے۔ اور اس دروازہ کے باہر شرق رویہ ایک چاہ پختہ چونہ گچ، سفید مع غسل خانہ و چھبیل۔ یہ چاہ اب عرصہ پندرہ سال سے الٰہی شاہ نے گدائی کر کے بنوایا ہے۔

اس دروازے کے اندر بڑی چار دیواری کلاں، پختہ قدرے قدیمی قدرے جدید۔ دروازہ ہذا اور مقبرہ کے غرب و شمال رویہ و قدرے جنوب و شرق رویہ عمارت پختہ چونہ گچ۔ درمیان صحن کے مقبرہ عالیشان۔

صورت مقبرہ مربع۔ کرسی تھڑہ مقبرہ ایک گز زمین سے بلند ہر چہار طرف مقبرہ کے بارہ در محرابی یعنی ہر طرف تین تین دھن اور ہر دھن کے دو درجہ مع ستون خشتی جس کے بتیس ستون اوپر ان کے گنبد کلاں جس کے چاروں گوشوں پر چار مینار خرد تھے۔ اب گوشہ گنی اور ہائب کے مینار گر گئے اور دو باقی موجود ہیں۔ دونوں کی محرابوں کے اوپر گردنہ پختہ کلاں عالیشان۔

مقبرہ کے اندر کی طرف اوپر آٹھ محراب۔ سقف ان محرابوں کے نیچے بھی۔ گردنہ پختہ۔ زمین گنبد پر فرش چونہ گچ۔

گنبد کے محراب میانہ میں، جو دھن کے اوپر اور گنبد کے نیچے واقع ہے، یہ شعر تحریر ہے۔

محمد جان حضوری بہشتی
چو در ذات خدا شد محو مطلق

Marfat.com

بگفتم از سر اکرام تاریخ
محمد جان بہشتی واصل حق

مگر حضرت کی اولاد کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ شعر اب امام الدین صاحب امام مسجد بادشاہی نے تحریر کر دیا ہے۔ عندالحساب عددوں کے تاریخ وفات بھی درست نہیں نکلتی۔

یہاں دو مزاریں ہیں۔ ایک تو حضرت سید محمود صاحب کی جو غرب رویہ اور دوسری سید جان محمد حضوری کی جو شرق رویہ ہے۔

خانقاہ کے اندر جانے کے واسطے شرق رویہ دھن میں دو زینہ مع تھڑہ مربع پختہ ہیں اور اکتیس زینہ فرش سنگ سرخ وغیرہ کے حضرت کے مزار کے چبوترہ پر رکھے ہوئے ہیں۔

دیگر قبور

مقبرہ کے جنوب رویہ تین قبور پختہ چونہ گچ۔ اور تین خام بوسیدہ اور بارہ قبور خام و پختہ شرق رویہ۔ اور پچیس قبر خام اور ایک پختہ خادمان و اولاد حضرت کی جنوب (ص ۵۲۷) رویہ مقبرہ کے اشجار مندرجہ ذیل ہیں۔

پھولڑا ۱' کریر ۵' پھولاہی ۲' ون ۱

شرق رویہ ایک کریر اور ایک پھولاہی۔ اور شمال رویہ دیوار چار دیواری مقبرہ میں دو چراغدان محرابی خرد۔ غرب رویہ مقبرہ عالیہ کے ایک حجرہ مسجد کے صحن میں' فیمابین حجرہ مسجد و گنبد دو قبریں پختہ چونہ گچ' جس کا رنگ سیاہ ہو رہا ہے۔ ایک سید عبداللہ شاہ اور دوسری حامد شاہ کی۔ اس حجرہ میں ایک محراب' اس پر ایک کتبہ بوسیدہ۔ شمال رویہ صحن مسجد کے مکان چلہ مع سقف قالبوتی خشتی۔ محرابی یہ چلہ عبادت گاہ اولاد حضرت کی کا ہے' فقط

چاہ کے شرق رویہ چار قبور۔ دو خشتی دو خام نامعلوم الاسم ان قبور کے جنوب رویہ' متصل دیوار چار دیواری مقبرہ کے اور نو قبور خام عام لوگوں کی۔ اس چاہ کے شمال رویہ اور سات قبریں خام' قدیمی' نامعلوم الاسم ہیں اور ایک کوٹھ مبنیہ مستان شاہ مرحوم اور دوسرا اعظم شاہ خادم مستان شاہ کا۔ اس کے جنوب رویہ ایک اور چبوترہ پر دو قبریں ساداتوں کی۔ اس کے جنوب رویہ ایک اور تھڑہ سفید' جس کے سرہانے چراغدان بھی ہے۔ یہ قبر عظیم شاہ مست کی ہے۔ اس کے غرب رویہ قبر خام مستان شاہ کی جو ابھی پانچ چھ سال سے فوت ہوئے ہیں جنوب رویہ اس کے ایک اور پختہ قبر قدیمی اور ایک کریر اور ایک کیکر کابلی کھڑا ہے۔ اس چار دیواری کے گوشہ شرقی و جنوبی میں ایک اور چار دیواری علیحدہ' جس کا دروازہ

Marfat.com

شمال رویہ اس کے اندر ایک کوٹھہ غرب رویہ اور ایک شرق رویہ۔ یہاں اب بکریاں باندھتے ہیں۔ باہر اس دروازہ کے ایک درخت ون کلاں۔

دوسرا مقبرہ

ملحقہ مکان ہذا کے' گوشہ چار دیواری شرقی و شمال رویہ ایک اور مقبرہ بارہ در والا جس کے ہر در میں دو درجہ دار ستون ہیں۔ شکل اس مقبرہ کی بعینہ ہم شکل مقبرہ حضرت جان محمد حضوری صاحب کی۔ راہ آمد و رفت اس کا جنوب رویہ اس کے دھن میانہ کے آگے ایک زینہ۔ اندر اس کے ایک فٹ مرتفع اور چبوترہ اس پر دو قبریں۔ ایک حضرت شاہ نور الدین صاحب اور دوسری حضرت سید عبدالوہاب ان کے صاحبزادے کی۔

اس مقبرہ بارہ دری نما کے سرہانے شمال کی طرف تین درخت ون۔ جنوب رویہ چار قبریں خام اور دو درخت کریر اور ایک ون ماسوائے ان اشجار کے تین درخت بیریاں۔

بیرون چار دیواری

(ص ۸۲۵) چار دیواری کے باہر جنوب رویہ تین بیگھ زمین مع چاہ' قبضہ اولاد حضرت میں ہے۔ قبل ان کے سن ۱۲۹۰ تک اس زمین میں زراعت ہوتی تھی اب قبرستان بنا لیا ہے۔ (ص ۵۲۹) ماسوائے اس کے اور جاگیر بھی ملحقہ اس خانقاہ کے' ضلع گوجرانوالہ میں ایک موضع تھا' فقط

(ص ۵۲۸) چاہ کے غرب رویہ ایک احاطہ خام ارائیاں کا ہے۔ المشہور مہر نور محمد والوں کا۔ وہ قدیمی خادمان حضرت کے چلے آتے ہیں۔ اس احاطہ میں چھبیس قبور خام اور دو پختہ چونہ گچ ارائیوں کی۔ اور ایک قبر حاجی عطا محمد معمار کی۔ اس معمار کے ہاتھ سے عمارات مقبرہ جات حضرات کے بنے ہیں۔

احاطہ کے شرق رویہ قبر حاجی خیر الدین عربی کی جو خدمتگار حضرت کا آپ کے ساتھ عرب سے آیا تھا۔

اب یہاں معمول ہے کہ جو قبر جدید ہوتی ہے تو صاحب میت بابت اندرونی چار دیواری کے پانچ روپیہ اور باہر کے واسطے ایک یا دو روپیہ دیتا ہے۔ اس میں سے ایک روپیہ حق گور کن الٰہی شاہ لیتا ہے اور بقیہ اولاد حضرت کو ملتا ہے' فقط

چلہ کے غرب رویہ پانچ کنال زمین مسافر خانہ کر کے مشہور ہے۔ اس میں سے جو قبر ہوتی ہے اس کا روپیہ الٰہی شاہ لیتا ہے اور چادر قبر اندر باہر کی' جو ہمراہ لاش آتی ہے' وہ

Marfat.com

بھی الٰہی شاہ کو ملتی ہے' فقط

(ص ۵۲۹) باہر اس چار دیواری کے' شمال رویہ سڑک' مقام نیچان میں' ایک چبوترہ خشتی ریختہ کار بوسیدہ پر درخت (۵۳۰) کلاں ون اور چند اشخاص نامعلوم الاسم کی قبور ہیں۔

گورستان کوٹھی داران

باہر اس چار دیواری کے' تھوڑے سے فاصلہ پر' بطرف گوشہ نیرت' چبوترہ گورستان کوٹھی داران قدیم ساکن کشمیر حال وارد لاہور و امرتسر۔ اس پر قبر والد مرحوم اور زوجہ میاں محمد جان صاحب سوداگر پشمینہ کی' جو اب سیکرٹری میونسپل کمیٹی اور آنریری مجسٹریٹ امرتسر ہیں اور ان کے لواحقین کی۔

یہ میاں محمد جان صاحب' صاحبزادے میاں نظام الدین صاحب کے' قوم عشائی سے ہیں۔ شرافت و نجابت میں یکتا۔ خلق ان کا مشہور' تاجروں میں زین التجار۔ چند پشتوں سے قدیم ساکن لاہور۔ حال رئیس امرتسر۔ کوٹھی ان کی روم و انگلینڈ تک معروف۔

اس چبوترہ کے شمال رویہ چاہ پختہ مع کوٹھہ پختہ بنیہ میاں غلام نبی صاحب کوٹھی دار پشمینہ لاہور۔ یہ غلام نبی صاحب عم بزرگوار میاں محمد جان صاحب کے ہیں۔ صالح' دیندار' شریف' خدا ترس' متعبد' خیر خواہ اسلام جانثار جناب غوث الاعظم قدس سرہ العزیز۔ ایسے ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔ ان کا قبرستان یہی چبوترہ ہے مگر یہ قبرستان (متعلقہ گورستان) حضرات بیویاں پاک داماں ہے۔

حال تالاب سید سر

یہ مقام متصل فرود گاہ ریلوے و مزار فاضل شاہ نوشاہی کے اور شمال رویہ روضہ پیر مکا مقبرہ و حضرت جان محمد حضوری صاحب و بطرف شرقی حضرت علی رنگریزی صاحب رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے ☆ واقع ہے۔

☆ اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲۸ (مرتب)

Marfat.com

(ص ۱۲۹) فصل در بیان مقبرہ حضرت عبدالرزاق

غرب رویہ صدر بازار انار کلی، جہاں جامن جی پارسی سوداگر کی کوٹھی ہے، لب سڑک کے جو ضلع اور محکمہ ججی کی جنوبی سڑک سے ہو کر کوٹھی شاہ چراغ کو جاتی ہے غرب رویہ ایک بڑا مقبرہ، جس کے برج کا رنگ سبز اب تک دکھائی دیتا ہے، واقع ہے۔

صورت اس مقبرہ کی مثمن اور ہر گوشہ میں محراب لائق نشست، دروازہ جنوب رویہ آمد و رفت کا ہے۔ گرد اس مقبرہ کے اب از سر نو چار دیواری بنی ہے۔ اب اندر کوئی قبر دکھلائی نہیں دیتی۔

(ص ۱۳۱) اور صورت مقبرہ کی یہ ہے کہ گرد و نواح مقبرہ کے چار دیواری پختہ خشتی۔ جس کا ایک در مع چوکھٹ چوبی جنوب رویہ مع طاق تختہ چوبی اور ایک در کلاں شمال رویہ جس کا اب دروازہ بانس لگا ہوا ہے۔ اور اس چار دیواری میں بارہ چھپر جس میں مسافر رہتے ہیں اور گوشہ غربی و جنوبی میں ایک کوٹھہ خام اور شرق رویہ چھ دکانیں اور ایک شمال رویہ۔

صورت مقبرہ ہشت پہلو اور جنوب رویہ دیوار مقبرہ کے۔ در محرابی والا اوپر جانے کا۔ اور غرب رویہ دیوار مقبرہ میں بھی ایک در تھا سو اب بند ہے اور اس کے آگے دو زینہ خشتی موجود ہیں۔ اور اندر شمال رویہ دروازہ آمد و رفت مقبرہ کا ہے اس میں اب انگریزی کواڑ بے آئینہ لگے ہوئے ہیں اور شمال و جنوب رویہ، زیر و بالا چار دیواری کے، دو کھڑکیاں مسدود موجود ہیں۔ درمیان میں اس مقبرہ کے ایک قبر بوسیدہ گلی ☆ حضرت موصوف کی موجود ہے۔ اور در کلاں کے پاس بطور طویلہ کوٹھہ دو دھن والا ہے۔ اس میں اب گھوڑا شیخ شبراتی کا بندھتا ہے۔

یہ مکان سن ۱۸۵۶ء میں آراستہ ہوا ہے۔ اور اس پر قریب تین ہزار روپے کے خرچ ہوا تھا اور بوقت تعمیر اس کے حکم سرکار ہوا تھا کہ اگر عرصہ دو ماہ میں یہ مکان آراستہ نہ ہووے گا تو داخل نزول کیا جائے گا۔ اس حکم کے سنتے ہی سوداگران دہلی نے زر چندہ جمع کیا اور مہتمم میاں رحیم بخش صاحب سوداگر مقرر ہوئے۔ یہ چار دیواری سوداگران رحیم بخش و نبی بخش و شیخ شبراتی وغیرہ نے اور کچھ روپیہ قرض لے کر بنوائی ہے اور رحیم بخش سوداگر نے سات سو روپیہ اپنی گرہ سے دیا۔ اب جو کرایہ بقدر پانچ سو روپیہ کے آتا ہے

☆ بتایا جا چکا ہے کہ مقبرہ میں کوئی قبر دکھلائی نہیں دیتی۔ غالباً" یہاں یہ مراد ہو گی کہ کوئی قبر پختہ دکھائی نہیں دیتی (مرتب)

Marfat.com

اس میں سے کچھ مرمت شکست و ریخت کی ہوتی ہے اور بقیہ خدمت امام مسجد میں صرف کرتے ہیں اور کچھ ادائے قرض ہوتا ہے۔ اور چار دیواری میں تین کیکر اور ایک گوندی اور ایک بیر دو پھروانہ ہیں۔

اور حال آبادی یہ ہے کہ کبھی یہ مکان خالی اور کبھی آباد رہتے ہیں اب اس گنبد میں کوئی فقیر۔ نہیں رہتا بلکہ جو لڑکے مسجد ملحقہ میں درس پاتے ہیں۔ وہی یہاں (ص ۱۳۲) آبیٹھتے ہیں اب قریب تیس چالیس لڑکوں کے اس مسجد میں پڑھتے ہیں۔ (ص ۱۳۱) اور اب اس مکان پر قبضہ میاں نبی بخش گماشتہ میاں رحیم بخش کا ہے۔ وہی کرایہ لے کر خرچ کرتا ہے۔

مسجد نیلا گنبد

(ص ۱۳۰) بعد وفات کے ان مریدان نے باہم بطور چندہ روپیہ جمع کر کر یہ مقبرہ بنوایا۔ چونکہ روپیہ بہت تھا بقیہ روپیہ سے ایک مسجد کلاں متصل مقبرہ گوشہ نیرت کی طرف تعمیر ہوئی۔

اور اس مسجد کے گنبد تین' ایک بڑا دو چھوٹے عالیشان اور گنبد کلس دار سفید۔ سر گنبدوں پر کلس پختہ لگائے ہوئے ہیں۔

اور دروازہ آمد و رفت مسجد کا شرق رویہ مع طاق تختہ چوبی' جس کے سر پر شمال و جنوب رویہ دو برجیاں۔ اس دروازے کے اندر جنوب رویہ ایک دالان جس کے اندر جنوب رویہ دو کوٹھری دالان کی ہیں۔ اور دالان کے تین دھن۔ دو بند اور ایک کشادہ جو میانہ شمال رویہ ہے۔ اور ایک دروازہ اس دالان کا غرب رویہ مسجد کی طرف' متصل صحن مسجد۔

اس دروازہ بیرونی کے گوشہ شمالی میں دو سقاوہ طہارت کرنے کے اور اس کے غرب رویہ تین غسل خانہ پختہ اور چاہ چرخی دار۔ چبوترہ چاہ دو زینہ والا۔ چاہ کے ساتھ دو سقاوہ ہیں اور سقاوہ کے جنوب رویہ دیوار میں سبیل ۲۹ ٹونٹی والی پختہ۔ سبیل کے ساتھ غرب رویہ زینہ مسجد کے اوپر جانے کا۔ اور صحن مسجد بڑا کشادہ چونہ گچ۔ صحن مسجد کے شمال رویہ زیر سبیل سے مجرائی آب شرق رویہ کنارہ چبوترہ صحن مسجد سے ہو کر جنوب رویہ باغیچہ میں جا ملتی ہے۔

چاہ کے شرق رویہ ایک گرم سقاوہ جس کی ٹونٹی جنوب رویہ موجود ہے۔ اور صحن گوشہ شرقی و شمالی میں ایک چبوترہ پر دو خم گلی پانی گرم کرنے کے واسطے لگائے ہوئے ہیں۔ اس خم کے شرق رویہ ایک پھروانہ اور ایک کھجور کا درخت کھڑا ہے۔

Marfat.com

جنوب رویہ' اس مسجد کے گوشہ جنوبی و غربی میں' ایک در محرابی بنا ہے۔ اس کے اندر ایک چار دیواری دو درجہ والی۔ درجہ شرق رویہ میں زمین مزروعہ مربع جس میں شلغم اب بوئے ہوئے ہیں اور ماسوا اس کے پانچ جامن' ایک شہتوت' دو بیر پانچ درخت دھریک موجود ہیں۔ یہ جگہ باغیچہ کر کے مشہور ہے۔ گوشہ شرقی و شمالی اس کے میں ایک دروازہ مع طاق تختہ' جس کے اوپر لب بام دو برجیاں ہیں' راہ آمد و رفت کا تھا۔ اب مسدود کر کے شرق رویہ اس کے کوٹھہ بنا لیا ہے اور وہ کوٹھہ چار دیواری مقبرہ میں شامل ہے۔

اور غرب رویہ اس باغیچہ کے ایک چبوترہ جس پر ڈیڑھ فٹ بلند چار دیواری خشتی اور غرب رویہ اس چبوترہ کے ایک پانچ دھن والا دالان خشتی پختہ' در اس کے محرابی' مع کوٹھری جنوب رویہ۔ اور میانہ چبوترہ پر قبر منشی نجم الدین کی چونہ گچ' تعویذ زمین دوز ہے۔ قبر کے شرق رویہ ایک درخت خرد گوندی کا اور سرہانے قبر کے ایک (ص ۱۳۱) درخت ون اور ایک توت چھوٹا سا کھڑا ہے۔ اور جنوب رویہ قبر کے ایک دالان سہ درہ قالبی مسقف سر کی پوش' جس کے غرب رویہ ایک کوٹھری بھی واقع ہے۔ اور اس دالان کے آگے ایک درخت پیپل اور ایک کیکر کھڑا ہے۔

اور مسجد کے اندر تمام فرش چونہ گچ پختہ۔ محراب میانہ کے شمال رویہ تین زینہ والا منبر خشتی سفید اور مسجد ہذا کے اندر باہر سے تمام سفید استرکاری۔ اور چاروں طرف چار دیواری خشتی پختہ' بنیرے جس کے سفید اوپر سے ہیں (ص ۱۳۳) مسجد بہت کشادہ' چاہ رواں بھی موجود ہے اور تین در محرابی' بہت وسیع اس مسجد کے ہیں صدہا آدمی بفراغت تمام اس میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔

سکھوں کے عہد میں اور اس کے بعد

(ص ۱۳۲) بعہد سکھاں اس مسجد میں توپ خانہ کا اسباب رہتا تھا۔ اور ابتدائے عملداری سرکار انگریزی میں یہاں مسکوٹ لال کوڑتی کا مقرر ہوا۔ اس وقت چھاؤنی میاں میر نہ تھی اور یہی انار کلی مقام چھاؤنی تھا۔ چند سال یہاں مسکوٹ رہا (۱۳۳) جب چھاؤنی میاں میر مقرر ہوئی تو منشی نجم الدین ٹھیکہ دار ڈبل روٹی نے یہ مسجد واگذار کرا کر مرمت مسجد و سفیدی کرائی۔ اس روز سے اب تک آباد ہے۔

کوئی دن یہ مسجد بسبب وعظ کرنے مولوی غلام رسول ساکن کوٹ میاں سنگھ اور بسرپرستی منشی نجم الدین ٹھیکہ دار ڈبل روٹی کے یہ مسجد وہابیوں کی مشہور ہو گئی تھی۔

(ص ۱۳۲) سن اٹھارہ سو باون سے اس مسجد کے امام مولوی احمد دین صاحب بگہ

Marfat.com

والے مقرر ہوئے ہیں اور ان کی طرف سے ملا نور احمد' امام مسجد جوائی' نائب امام مقرر ہے جو لاہور کے موتی بازار میں بمسجد جوائی کنجری امام ہیں۔ (ص ۱۳۰) اس مسجد میں اب ملا نور احمد' دست نشانیدہ مولوی بگہ والا صاحب کے' امام ہیں اور ان کی طرف سے کریم بخش ایک درویش ساکن کندھوال ہمیشہ اس مسجد میں بطور درویش خادم مسجد ہو کر حاضر رہتا ہے۔ (ص ۱۳۲) اور میاں رحیم بخش سوداگر مولوی احمد دین کو اپنے پاس سے ماہواری ارسال کرتے ہیں۔ اور تمام خرچ مسجد میاں رحیم بخش سوداگر کرتے ہیں۔

(ص ۳۹۴) احوال مزار حضرت محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا

یہ خانقاہ جنوب رویہ شہلا باغ بہت نزدیک شمال رویہ مقام پڑاؤ ریل واقع میاں میر سے واقع ہے۔

(ص ۴۰۵) گرد و نواح خانقاہ کے چاروں طرف دیوار خشتی پختہ جس کے بیرے سفید۔ طول و عرض اس کا ذیل میں تحریر ہے۔

(ص ۴۰۸) طول دیوار شمالی کا چورانوے گز اور غربی کا پچھتر گز اور جنوبی کا ایک سو گز اور شرقی اٹھتر گز۔

اب آگے نقشہ چار دیواری خانقاہ تحریر ہوتا ہے۔

Marfat.com

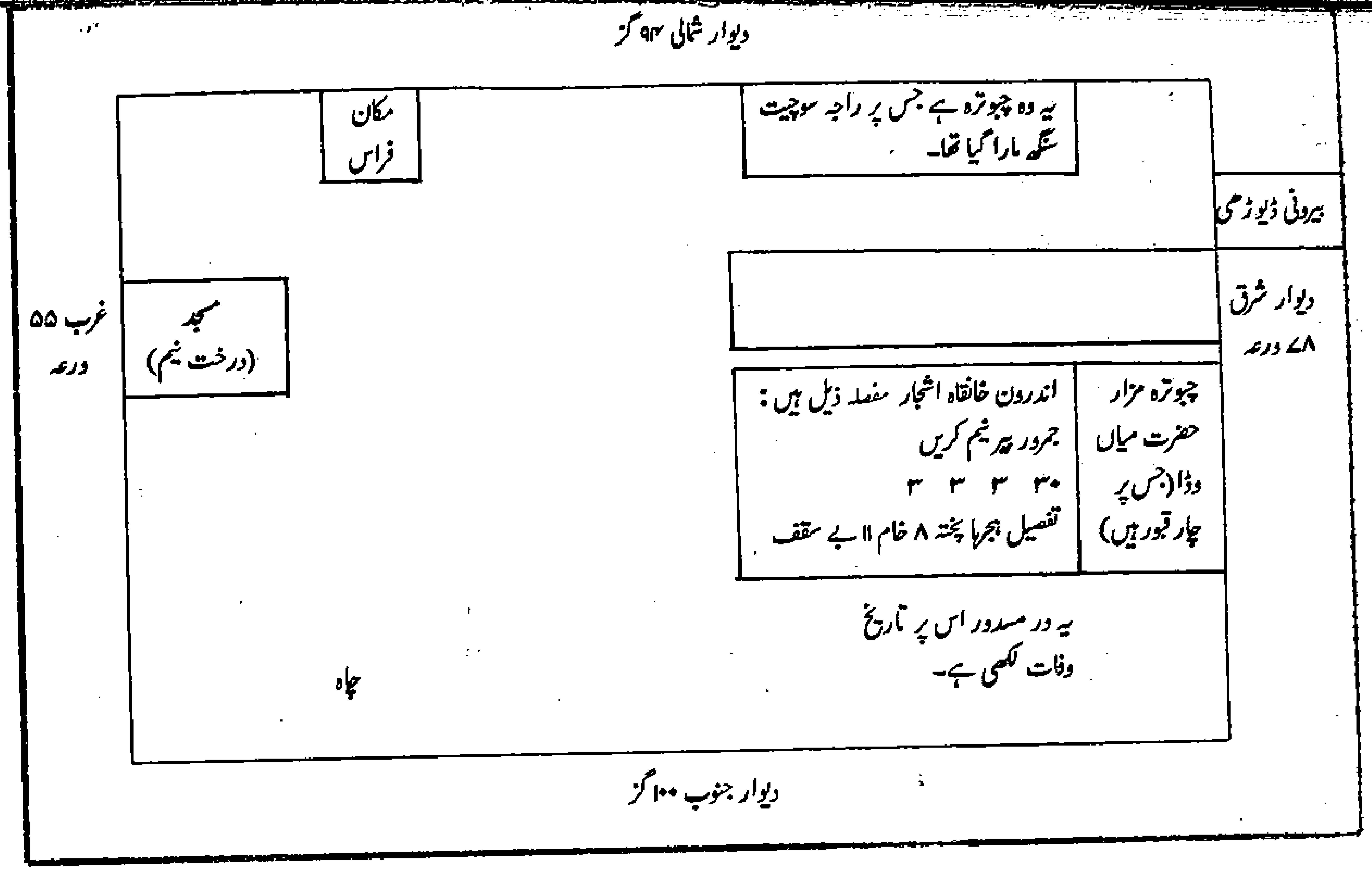

دیوار شمالی ۹۴ گز
مکان فراس
یہ وہ چبوترہ ہے جس پر راجہ سوچیت سنگھ مارا گیا تھا۔
بیرونی ڈیوڑھی
دیوار شرق ۷۸ درعہ
غرب ۵۵ درعہ
مسجد (درخت نیم)
اندرون خانقاہ اشجار مفصلہ ذیل ہیں:
جمرور بیر نیم کریں
۳۰ ۳ ۳ ۳
تفصیل حجرا پختہ ۸ خام ۱۱ بے سقف
چبوترہ مزار حضرت میاں وڈا (جس پر چار قبور ہیں)
یہ در مسدور اس پر تاریخ وفات لکھی ہے۔
چاہ
دیوار جنوب ۱۰۰ گز

Marfat.com

(ص ۴۰۵) اندر اس کے زمین سولہ کنال۔ در آمد و رفت شمال رویہ

اس کے اندر بطرف غرب خراس جس میں آٹا واسطے درویشوں کے پستا ہے۔ بطرف شمال دو کوٹھہ قالبوتی۔ یہ ہر دو کوٹھہ بھنڈارے کی جگہ ہے جس کے اندر تنور بھی جاری ہے۔

اس کوٹھہ کے جنوب میں ڈیوڑھی مزار۔ عمارت اس کی استر کار سفید۔ بیچ میں اس کے غرب رویہ ایک محراب کلاں مرغولی۔ نیچے اس محراب کے (ص ۴۰۶) میانہ میں ایک دروازہ جس کی چوکھٹ سنگ سرخ کی۔ اس کی دونوں بغلوں میں باہر کی طرف ایک ایک اور محراب عمارتی مرغولی۔ محراب ہائے کلاں کے باہر شمال و جنوب کی طرف اور دو دو محراب عمارتی زیر و بالا۔ اس کے اوپر سقف ڈیوڑھی قالبوتی۔ اس کی بام پر بطرف غرب دو برجیاں مربع جن کے دھن بند۔ اوپر گردنہ خشتی۔ پھر اس پر گنبدیاں خرد سفید۔

اس ڈیوڑھی کے گرد ایک اور چار دیواری یعنی ایک تو یہ اور دوسری اس کے باہر۔ چار دیواری دروازہ ہذا کے اندر ایک جگہ مربع جس کے غرب رویہ تو یہ ہی در آمد و شد اور شمال و جنوب کی طرف ایک ایک اور قالبوتی جگہ بطور شہ نشین کہ جیسی اکثر ڈیوڑھیوں میں ہوتی ہے۔ اس کے اندر بطرف غرب اور دو حجرہ۔ اوپر اس کے سقف گنبد نما اور میانہ ڈیوڑھی کی سقف میں گنبد۔ شرق رویہ ایک اور محرابی مرغولی در قالبوتی اس در کے اندر پانچ انچ نشیب میں سڑک پختہ واسطے جانے زیارت قبر کے، جس کا عرض تین گز اور طول دس گز چونہ گچ۔ اس سڑک کے شرق رویہ مائل بجنوب ایک چبوترہ خشتی مربع۔ جس کا طول و عرض گیارہ گیارہ گز۔ ارتفاع اس کا دو فٹ۔ اس کے چاروں گوشوں میں چیل پایہ خشتی خوبصورت۔ اس کے جنوب رویہ دو درجہ زینہ۔ اس کے میانہ میں اور چار دیواری ایک گز ارتفاع والی جس کا طول ساڑھے سات گز اور عرض چار گز۔ اس کے جنوب رویہ ایک خرد کھڑکی محرابی بطور راہ آمد و رفت جس کا ارتفاع کشادگی دو فٹ۔ اس کے اندر چار قبریں خام متصلہ بالا۔ اور اس چبوترہ خانقاہ کے شمال کی طرف ایک دالان خشتی قالبوتی (جو بعہد راجہ لال سنگھ بنا ہے) اس کے شمال و شرق و غرب کی طرف اشجار گنجان۔ جنوب رویہ مزار کی دیوار کے اوپر تاریخ وفات میاں صاحب اور شرقی کے باہر میاں جان محمد صاحب کی تحریر ہے۔

Marfat.com

مسجد

غرب رویہ اس چار دیواری مزار کے ایک مسجد قدیمی جس کا ذکر اوپر تحریر ☆ ہو چکا ہے۔ چاروں طرف اس کے چار دیواری خشتی قد آدم بلند سفید چونہ گچ' در آمد و رفت شرق رویہ۔ باہر بطرف گوشہ کنکی چاہ چرخ دار اور جنوب رویہ دیوار مسجد کے اندر سبیل۔ مسجد کے لب بام چار گنبدیاں چاروں گوشوں پر اور میانہ میں محراب کے سر پر اس سے خرد خرد اور دو گنبدیاں طول صحن مسجد کا سوا سترہ گز اور عرض پونے تیرہ گز۔ صحن اندرونی و بیرونی مسجد پر فرش خشتی چونہ گچ اور سقف مسجد پر ایک گنبد کلاں جس کے نیچے میانہ میں آٹھ محراب دوری دار خرد۔ شمال و جنوب رویہ ایک ایک محراب دوری دار کلاں صحن مسجد میں غرب رویہ وہی درخت نیم کلاں کھڑا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اور صحن مسجد کے گوشہ نیرت و بائب میں ایک حجرہ خشتی مسقف مرتبہ سرکی پوش۔

مقبرہ سید محمود

باہر اس چار دیواری کے' غرب کی طرف مائل ۔شمال' قبر حضرت سید خاوند محمود صاحب یہ حضرت سید محمود صاحب وہی حضرت ہیں کہ جن کا ذکر اوپر تحریر ☆☆ ہو چکا ہے۔ یہ حضرت بڑے ولی کامل ہو گذرے ہیں وفات ان کی سن ایک ہزار پچاس میں واقعہ ہوئی اور روضہ ان کا حسب الحکم شاہجہان بادشاہ کے تیار ہوا۔

معمر لوگ بیان کرتے ہیں کہ غرب رویہ اس مقبرہ کے ایک باغ بہت (ص ۴۰۷) اچھا عالیشان تھا۔ مگر بعد تین حاکمان لاہور ویران ہو گیا۔ اب اس مقبرہ میں دو قبریں ہیں۔ ایک حضرت سید محمود صاحب کی اور دوسری ان کی زوجہ مبارک کی۔

صورت مقبرہ یہ ہے کہ چاروں طرف چار دروازے۔ باہر مقبرہ کے چبوترہ خشتی۔ اب وہ مقبرہ بے تردد پڑا ہے۔

دم تحریر مفصلہ ذیل درویش یہاں موجود ہیں جن کو نان پارچہ بھی یہاں سے ملتا ہے۔

نابینا ۵۵ نفر۔ لوہلے یعنی لی دست و پا ۸ نفر۔ ضعیف ۱۷ نفر۔ طفلان خرد یتیم بے پدر ۲۰ نفر۔ تندرست ۲۷ نفر

☆ ملاحظہ ہو حال میاں وڈا صفحہ ۳۶۰ (مرتب)

☆☆ ایضاً

Marfat.com

(ص ۳۶۸) حال روضہ حضرت محترم صاحب

یہ روضہ بدھو کے آوے کے غرب رویہ گوشہ شمال میں واقع ہے۔

صورت مقبرہ مربع۔ متصل لب بام گردنہ خشتی چونہ گچ' خط کشیدہ۔ اوپر چاروں گوشوں پر چار برجیاں چار پہلو۔ ہر برجی کے چار در محرابی اوپر خرد گنبدی۔ درمیان گنبد عالیشان چونہ گچ اب برنگ سیاہ کھڑا ہے۔ مقبرہ کے چاروں گوشوں میں باہر کی طرف محراب اور اندر جانے کو دروازے بے چوکھٹ۔

اندر تین قبریں۔ دو سالم پختہ اور ایک جو شرق کی طرف ہے' بوسیدہ ہر پہلو میں یہ صورت ہے کہ دونوں بغلوں میں محراب گلکاری اور بیچ میں دروازہ آمد و رفت۔ اس حساب سے چار دروازے اور آٹھ محراب ہیں۔

متصل زمین سے مقبرہ بوسیدہ بلکہ شکستہ ہو چلی ہے۔ اور در جنوبی کے اوپر زیر محراب چند اشعار تحریر تھے مگر اب اس قدر پڑھا جاتا ہے۔

بر آستان تو آرم سرارادت دل

دوسرا مصرع (اس کا) اکھڑ گیا ہے۔ محراب شرقی و غربی کے مرغولوں میں یہ تحریر ہے۔

اللھم اغفر لامتہ محمد

جنوب رویہ محراب کے اوپر یہ تحریر ہے۔ شعر

این سوختہ را چو محترم کرد کار

(ص ۳۶۹) آگے اکھڑ گیا دوسرے کتبہ میں اتنا پڑھا جاتا ہے۔

بنار سر تقدیر شمار۔ واللہ انیس التابعین

خود گشت برد

اور اس در کے محراب غرب کی طرف مرغولوں میں تو وہی اللھم اغفر الامتہ محمد لکھا ہے اور اوپر کتبہ میں یہ اس قدر پڑھا جاتا ہے۔)

اور پہلوئی غرب رویہ میں بھی میانہ اور بغلوں میں محراب۔ محراب جنوبی کے دونوں مرغولوں پر اللھم اغفرلامتہ محمد تحریر ہے۔ اور دروازہ غربی کے اوپر زیر محراب لکھا ہوا اتنا نظر آتا ہے۔ اللہ' محمد' علی' عثمان اور باقی بوسیدہ ہو گیا ہے۔ اور در کے اوپر جو محراب ہے اس کے دونوں مرغولوں پر یہ تحریر ہے اللھم اغفرامتہ محمد۔ اور شمالی میں اللھم ارحم امتہ

Marfat.com

محمد۔ اسی طرح در غربی کے محراب شمالی میں اور زیر گردنہ بالائی بطرف غرب یہ شعر تحریر ہے۔

هادی سالکان راه نجات
آن سلیمان دل خرد آصف
قطب حق شاه محترم ز جهان
رفت در بزم اولیائی سلف
سال تاریخ رحلتش جستم
گفت طبع سلیم نیک خلف

اور در کے مرغول شمالی کے محراب کے اوپر زیر گردنہ تحریر ہے۔

پنج بر چیں زنخل و فق بگو
قدس الله سره الاشرف
کتبہ محمد اکرم

اور در شمال پر افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ بخط نستعلیق اور محراب ہای مرغولی میں یا اللہ یا اللہ بخط عربی تحریر ہے اور شرق رویہ ایک گز بلند زمین سے در آمد و رفت۔ اس در کی بغلوں میں بدستور در محرابی جس میں چار آدمی بیٹھ سکیں۔ اس کے میانہ محراب در پر یا اللہ یا اللہ یا محمد یا محمد لکھا ہے۔ اس طرف سے گردنہ ذرا بوسیدہ ہے۔

اور چاروں طرف زیر گنبد روشن دان۔ سلف گنبد سفید۔ اندر در شمال پر بخط عربی تحریر ہے اللھم اللہ واحد لا الہ ھو الرحمٰن الرحیم۔

وفات ان کی سن ایک ہزار ایک سو دو تاریخ مرقوم مقبرہ سے معلوم ہوتی ہے نحو ہذا۔

قطعہ تاریخ۔

پنج بر چین زنخل و فق بگو
قدس الله سره الاشرف

اگر قدس اللہ سرہ الاشرف کے اعداد سے جو گیارہ سو سات ہوتے ہیں پانچ دور کر دیئے جائیں تو باقی گیارہ سو دو رہ جاتے ہیں۔ اور میرے قدیمی دوست مفتی غلام سرور نے جو کاتب مسودات کتاب ہذا ہیں یہ قطعہ تاریخ بامید اندراج عنایت کیا ہے۔ قطعہ تاریخ۔

شه محترم شیخ دور زمان
که دانش سر بسر محترم

Marfat.com

بتاریخ ترحیل آن شیخ دین
بگو سالک نامور محترم

(ص ۸۸) فصل در ذکر مقبرہ حضرت عبدالرزاق شاہ چراغ گیلانی

اب حال حضرت کا مع شرح عمارت موجود مقبرہ تحریر کرتا ہوں۔ نحو ہذا۔

یہ مقبرہ مربع آپ کا لب سڑک جنوب رویہ لاہور و شرق رویہ کوٹھی جناب میکلوڈ صاحب بہادر کے واقع ہے۔

(ص ۸۹) شروع عہد عالمگیر بادشاہ میں یہ مقبرہ حسب الحکم عالمگیر کے بنا ہے (ص ۸۸) مقبرہ پرانا اور ایک دروازہ چوبی جنوب رویہ آمد و رفت کا ہے اور (ص ۸۹) دروازہ کے اوپر پنجرہ گلی ہے۔ اندر اس مقبرہ کے آٹھ قبریں ☆ ہیں۔ ایک تو حضرت شاہ چراغ کی جن کا اصلی نام عبدالرزاق معروف شاہ چراغ تھا اور دوسری زین العابدین صاحبزادے ان کے کی اور تیسری سید عبدالقادر ثانی کی اور بقیہ سات صاحبزادے ان کے (؟) (ص ۹۰) ماسوا اس روضہ کے اندر شمال رویہ' سرہانے کی طرف' ایک طاقچہ خرد میں کاغذ لکھا ہوا ہے خط عربی' دیوار سے چسپاں ہے۔ اس پر یہ تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سن ۱۲۶۴

(ص ۸۹) گرد و نواح اس مقبرے کے ایک چار دیواری خشتی ہے اور اس چار دیواری میں قبرستان ہے جس میں ۳۹ قبریں ہیں اور دیوار شرقی کے متصل قبر والد خان بہادر نواب کی خشتی پختہ زیر درخت ون موجود ہے۔ اور چار دیواری میں غرب رویہ قبر والدہ خان بہادر کے متصل ایک چاہ مستعمل جاری اور بہت سے درخت ون اور گوندی موجود ہیں۔ اور اندر چار دیواری کے فرش پختہ خشتی شکستہ سا موجود ہے۔ قبل میں یہ کہیں بطور باغیچہ ہو گا کیونکہ اب بھی خیابان پختہ نظر آتے ہیں۔ اور (ص ۹۰) پینتیس درخت گوندی و پھروانہ وغیرہ اس میں واقع ہیں۔

(ص ۸۹) اور جنوب رویہ مقبرہ کی چار دیواری کے کوٹھہ شکستہ مسکونہ فقیر ہے (ص ۹۰) اور شرق رویہ اس مقبرہ کے چار دیواری مع ایک اور کوٹھری قبضہ فقیر میں ہے۔ اور اب اس مقبرہ میں قبریں نہیں ہوتیں۔

☆ مقبرے کے اندر پانچ قبریں ہیں (مرتب)

Marfat.com

مسجد

(ص ۸۸) اور اس مقبرہ کے غرب کی طرف دفتر اکاؤنٹنٹ اور سول آڈیٹر' دیوار بدیوار مقبرہ کے مسجد متصل قدیمہ اسی جناب کی میں' اب چند سال سے مقرر ہی ہو گیا چنانچہ اب اس مسجد کو بوضع کوٹھی بنا لیا ہے مگر برج وغیرہ دیواریں اس مسجد کی بدستور موجود و قائم کھڑی ہیں۔

(ص ۸۹) اور غرب رویہ اس مقبرہ کے ایک مسجد جس کے پانچ گنبد چار خرد اور ایک کلاں موجود ہے۔ اور یہ مسجد نواب خان بہادر نے بایں تقریب بنوائی کہ اس کی والدہ کی قبر یہاں ہوئی اور وہ مسجد اب دفتر اکاؤنٹنٹ میں آگئی۔

اور مسجد کے غرب رویہ ایک اور چبوترہ ہے' اس پر چار دیواری بوسیدہ مع مزار شبوت شاہ' مرید حضرت شاہ چراغ صاحب کے' ہے۔ اور درخت ون کھڑا ہے۔ (ص ۹۰) اور کمترین نے خود بھی اس مقبرہ پر حاضر ہو کر احوال مفصل اس روضہ کا بیان کیا۔

(ص ۳۷۹) احوال خانقاہ و مزار حضرت گھوڑے شاہ کہ اصلی نام ان کا جھولن شاہ ہے

یہ مکان جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ شرق رویہ باغ بخشی بھگت رام اور بطرف غرب مائل بجنوب باغ راجہ دینا ناتھ کے واقع ہے۔

صورت اس کی یہ ہے کہ شمال رویہ اس کے سر راہ تا (ص ۳۸۰) تا سینہ بلند دیوار خشتی' جس کے نیرے گلی' اس میں بطرف غرب دو در محرابی قالبوتی جن پر تین زینہ چڑھ کے جاتے ہیں۔ یہ دیوار بنیہ محبت شاہ فقیر کی تھی جو عرصہ ۳۵ - ۳۶ سال سے بنی ہوئی ہے۔ اس کی دیوار شمالی اور شرقی موجود ہے۔ جنوبی و غربی مسمار شدہ۔ در ندارد۔ گوشہ نیرت میں ایک چاہ چرخ چوب والا جاری۔ غرب رویہ بطرف باغیچہ بخشی کھگت رام اور نیز جنوب رویہ زمین مزروعہ بقدر چھ بیگھہ ایک کنال تیرہ مرلہ۔ یہ چاہ مع زمین محبت شاہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے عطا کیا تھا اور عمر پسر تاجا نام شخص اس چاہ کا کاشتکار ہے۔ دو حصہ پیداواری کاشتکار اور ایک حصہ فقیر لیتا ہے۔

اندر اس دیوار شمالی کے زمین سے قدرے بلند ایک تھڑہ مطول گلی اور متصل اس کے' جنوب رویہ' جہاں دالان ہیں' ایک اور چبوترہ آدھ گز بلند جس کا طول دس قدم اور

Marfat.com

عرض پانچ قدم۔ شمال رویہ اس کے چراغ دان تا سینہ بلند اس تھڑہ پر چار قبریں سادات کی مع چند درخت۔ متصل دیوار' اندر کی طرف' گلاب کھڑا ہے۔

اس تھڑہ کے شرق میں تا سینہ بلند اور ایک تھڑہ خشتی' اس پر درخت پیپل مقام نشست۔

اور جنوب رویہ' اندر مکان کے' ایک دالان جس کے دو دھن قالبوتی محرابی' اس کے اوپر ایک چوبارہ پختہ جس کی ایک کھڑکی چوبی مع طاق تختہ شمال کی طرف ایک اور دروازہ چوبی مع طاق تختہ۔ اس کے اندر صحن کشادہ۔ بطرف جنوب اس کے کوٹھہ پختہ جس کا در محرابی مسقف مرتبہ سرکی پوش۔ اس کے اوپر' پہلے چوبارہ کے اوپر' دوسرا چوبارہ جس کے شمال رویہ کھڑکی صحن کی طرف۔ غرب کی طرف اس صحن میں ایک اور کوٹھہ جس کے گوشہ نیرت میں در چوبی۔ اس کے اندر نیرت کی طرف اوپر جانے کا زینہ۔ اس طرف ایک چاہ پختہ چرخی دار بھی قدیمی ہے۔ اس کے غرب رویہ تھڑہ خشتی اور گوشہ ایساں میں ایک نشان مسجد۔ جس کے گرد و نواح آدھ گز بلند دیوار بنیرے چونہ گچ سفید۔ غرب رویہ ایک محراب دیوار میں بنا کر اس پر میانہ میں تین گنبدیاں اور دو پہلو میں۔ یہ چبوترہ مسجد بنیہ حاجی نعل بند ہے۔

اس کے گوشہ گنی میں ایک گز بلند تھڑہ۔ اس پر بیس قبریں پختہ خشتی نعل بندوں کی مع دو درخت ون اور ایک کریر۔ اس کے گوشہ گنی میں راہ آمد و رفت۔ اس کے شرق کی طرف قبور خام تخمینا" چالیس نعلبندان وغیرہ کی۔

اس کے شرق کی طرف ایک تھڑہ پختہ جس پر ایک فٹ بلند دیوار سفید سرہانے چراغدان خشتی سفید اور جنوب کی طرف در محرابی قالبوتی جس کے اوپر مینار اور بغلوں میں دو گنبدیاں خرد۔ اس کے میانہ میں ایک بالشت بلند تھڑہ پختہ۔ اس پر چار قبور۔ ایک حضرت جان محمد صاحب لاہوری کی دوسری ان کی زوجہ کی۔ تیسری اور چوتھی ان کے دو فرزندان کی۔ یہ جان محمد صاحب لاہوری مرشد حضرت گھوڑے شاہ صاحب کے تھے۔

شمال رویہ اس کے دو درخت ون اور غرب کی طرف اشجار متفرقہ اس کے شرق کی طرف ایک فٹ بلند (ص ۳۸۱) دیوار حد قبرستان۔ اس میں قبر عنایت اللہ چوہدری قوم آہن گراں کی اور اس کے پوتے کی۔ شرق رویہ و غرب رویہ اشجار ون وغیرہ۔

شمالی دیوار کے در محرابی کے شرق کی طرف ایک اور چبوترہ تا سینہ بلند۔ در محرابی اس کا جنوب کی طرف۔ اس کے آگے جنوب رویہ ایک زینہ۔ جس کے جنوب رویہ ایک

Marfat.com

درخت ون بلند کھڑا ہے۔ اور سرہانے چراغدان خشتی تا بگرون بلند۔ اس چبوترہ پر' جس کے شمال رویہ شارع عام ہے ہزارہا گھوڑے گلی بنیروں پر پڑے ہوئے ہیں۔ غرب رویہ اس کے ایک ڈھیر لاکھ ھا گھوڑوں کا لگا ہوا ہے۔ اس تھڑہ پر تین قبریں ہیں۔ ایک جو بطرف غرب ہے گھوڑے شاہ صاحب کی اور میانہ والی سید جھولن شاہ صاحب کی اور شرق رویہ میراں لطف شاہ کی۔ اس کے سرہانے درخت ون۔ اس کے گوشہ گنی میں ایک اور تھڑہ پختہ جس کے سرہانے چراغدان قد آدم بلند' چونہ گچ۔ اور پاس اس کے درخت ون و شریںہ و برنا۔ اس پر دو قبریں۔ ایک محبت شاہ اور دوسری زمان شاہ کی اور غرب و جنوب رویہ اس کے قبرستان کلالاں۔ اب امیر' وزیر' پسران بلو اس پر قابض ہیں۔

اس کے شرق کی طرف قبور خام متعلقان مہر غلام رسول منشی بارک ماسٹری کی' فقط

حضرت گھوڑے شاہ کے تھڑہ کے دروازہ کے باہر' نیچے بطرف شرق تین قبریں مفصلہ ذیل ہیں۔ ایک گلاب شاہ' دوسری گلزار شاہ کی اور تیسری بہار شاہ کی جو خادم محبت شاہ کے تھے۔ اور گوشہ گنی میں اور بھی قبور ہیں۔

ایک اور گنبد

(ص ۳۸۲) اس مکان کے پاس ایک اور گنبد المشہور سوا چھولہ صاحب کا گنبد تھا۔ وہاں قبر اس سوداں طوائف کی تھی اور بڑا بھاری قبرستان اس کے متعلق تھا۔ مگر راجہ تیج سنگھ نے اس کو گرا کر باغ بنوا کر برہمنوں کو منس دیا۔ فقط

مسجد گھوڑے شاہ

روبرو اس مکان کے بطرف شمال' بیچ میں تو راہ قدیمہ باغ شالا مار ہے۔ اور اس کے شمال کی طرف ایک مسجد المشہور مسجد گھوڑے شاہ ہے۔ اس کے اندر اسباب فقیر مہتاب شاہ کا رہتا ہے۔ اس پر تین گنبد خشتی تھے۔ اب شمالی گر گیا اور میانہ کلاں گنبد اور جنوبی خرد کھڑا ہے۔ اور آگے اس کے صحن مسجد فقط

(ص ۳۸۳) اور شرق رویہ صحن مسجد میں درخت انار و بیر و توت و گل عباسی کھڑے ہیں۔

(ص ۳۸۲) احوال مقبرہ محمود شاہ صاحب قادری

اور اس کے (ص ۳۸۳) شمال کی طرف ایک مقبرہ چونہ گچ نو تیار' جس کے لب بام

Marfat.com

گردنہ مدورہ۔ یہ مقبرہ اب سن بارہ سو اکیاسی ہجری میں محمود شاہ صاحب نے' جو اب ☆ لاہور میں موجود ہیں' اپنے واسطے بنوایا ہے۔ دروازہ اس کا جنوب رویہ۔ سرہانے چراغدان نیچے اس کے تہ خانہ۔ چاروں طرف تھڑہ پختہ خشتی۔ اندر تہ خانہ میں جانے کے واسطے راستہ بطور گؤ گھاٹ بنا ہوا ہے۔ فقط

اس مقبرہ کے باہر بگوشہ ایشاں دو قبریں خام نو تیار ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے مکان مسکونہ اپنا فروخت کر کے یہ مقبرہ اپنا بنوایا ہے۔

احوال خانقاہ حضرت حامد قاری علیہ رحمتہ اللہ الباری

(ص ۳۵۷) یہ خانقاہ لاہور کے شرق رویہ بفاصلہ دو کوس شرق رویہ پڑاوہ بدھو و جنوب رویہ مقبرہ علی مردان خان ایک چار دیواری خشتی قد آدم بلند جس کا راستہ آمد و رفت جنوب رویہ مع چوکھٹ چوبی خشتی' بجائے طاق ایک تختہ کانہ بطور کھڑکی پھڑا ہوا ہے' موجود۔ جب اندر اس کے جائیں تو دیوار جنوبی کے شمال رویہ مائل بغرب ایک چاہ پختہ چرخی دار۔ اس کے شمال کی طرف دو غسل خانہ پختہ اور ان غسل خانوں کی پشت کی (ص ۳۵۸) طرف اور چار دیواری کے غرب رویہ ایک مسجد پختہ چونہ گچ ایک گنبد والی' جو اندر سے تمام سفید۔ بطرف غرب' اندر مسجد کے' ایک محراب کلاں درمیان اور شمال و جنوب اس سے خرد۔ میانہ کے اوپر افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے نیچے پھر دو طرف یا فتاح چونہ پر لکھا ہوا ہے۔ اور محراب شمالی خرد یہ لکھا ہوا ہے۔

محمد عربی کابروی ہر دو سراست
کسی کہ خاک درش نیست خاک برسر او

شرق رویہ باہر کی طرف تین دھن محرابی۔ ایک میانہ بلند جس کے نیچے اور محراب بطور دروازہ' اب بغلوں والی شمالی و جنوبی اینٹوں سے بند۔ فقط۔ میانہ کشادہ محراب شمالی پر یہ

ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۴۸۹

حاشیہ (یہ حاشیہ طبع اول میں موجود ہے۔ طبع دوم میں شامل نہیں ہوا) بوقت انطباع کتاب ہذا حضرت محمود شاہ صاحب آب بتاریخ سترہ جمادی الاول سن ۱۲۸۳ ہجری مطابق ۱۸ اسوج سن ۱۹۲۳ بروز پنجشنبہ راہی ملک بقا ہوئے۔ چند روز اول بحالت بیماری شہر سے مکان مقبرہ میں آرہے۔ آج بباعث کثرت اژدہام خلائق جنازہ ان کا وہاں سے اٹھا کر سرائے محمد سلطان میں لے آئے اور وہاں سے اٹھا کر بازک و شان جنازہ ان کا مقبرہ نو تیار میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

تحریر ہے۔

خداوند را شکر دارم بیاد
چہ خوش مسجد از دست مسکین نہاد

اور میانہ دھن میں اللہ' محمد و ابو بکر و عمر و عثمان و علی لکھا ہے۔ اور دھن جنوبی پر یہ بیت تحریر ہے۔ بیت

خرد گفت از سال تاریخ آن
ز آفات دوران زوالش مباد
سن ۱۱۱۴

اندر باہر فرش خشتی۔ شرق رویہ صحن مسجد کے ایک تالاب تین فٹ مرتفع جس کا طول آٹھ گز اور عرض ساڑھے چار گز۔ مگر اب سوکھا پڑا ہے۔ شمال مسجد میں جو کوٹھ جنوب رویہ ہے' اس میں دم تحریر' رجب علی نامی فقیر بٹھایا ہوا میاں احمد دین صاحب سجادہ نشین درس میاں وڈا کا ہے۔ اس کوٹھ کے شرق رویہ زینہ اوپر جانے کا۔ فقط

مزار

تالاب کے گوشہ شمالی و شرقی پر ایک درخت لسوڑا کھڑا ہے اور گوشہ ایساں کی طرف ایک گز بلند اور چار دیواری ہے جس کے بنیرے سفید۔ راہ آمد و رفت غرب رویہ۔ اندر شمال کی طرف چراغ دان پختہ خشتی جس میں زیر و بالا چار کھڈ۔ چراغ دان چار دیواری کے اندر۔ میانہ میں تھڑہ خام پر قبر حضرت حامد قاری صاحب کی' گرد سے خشتی اور بیچ میں سے گلی۔ اس کے شرق و غرب کی طرف اور دو قبریں۔ اور متصل چار دیواری' بطرف جنوب دو درخت کریر اور ایک ون کھڑا ہے۔

گرد و نواح اس مکان کے جو چار دیواری ہے اس میں لب بام تمام خرد خرد کھڈے چراغ دان۔ باہر جنوب رویہ نہر دو فٹ چوڑی جاری۔

اس چار دیواری کے باہر' غرب رویہ' ذرا فاصلہ سے اور دو چبوترہ پختہ چونہ گچ کھڑے ہیں۔ ایک چبوترہ پر دو قبریں اور دوسرے پر ایک نامعلوم الاسم۔ اندر چار دیواری ہذا کے ایک درخت کریر و کیکر کلاں اور چار کیکر خرد اور پانچ درخت بھیاں سایہ فگن ہیں۔ چار دیواری بیرونی کے شمال رویہ دیوار قدرے میانہ سے مسمار ہو گئی ہے حتیٰ کہ وہاں سے آدمی اندر آجا سکتا ہے۔

Marfat.com

قبور خاندان میاں رحمتہ اللہ

(ص ۳۵۷) جب حافظ رحمت اللہ فوت ہوئے تو میاں محمد بخش صاحب (صحاف) نے قبر ان کی وہاں کی۔ بعد اس کے بھائی میاں محمد بخش صاحب کا مسی احمد بخش مجلدی بھی وہاں دفنایا گیا۔ بعد ازاں قبر میاں محمد بخش صاحب اور حافظ بخش وغیرہ لواحقین ان کے کی بھی وہیں ہوئی۔ اور ماسوا اس کے مفتی علی الدین صاحب داماد میاں محمد بخش صاحب بھی وہیں مدفون ہوئے۔

تفصیل قبور خاندان میاں محمد بخش صاحب صحاف

موجودہ خانقاہ ہذا جو چبوترہ خام پر موجود ہیں

حافظ رحمت اللہ والد محمد بخش۔ احمد بخش پسر رحمت اللہ۔ میاں محمد بخش صحاف جن کی تاریخ وفات سن بارہ سو تریسٹھ ہے۔ حافظ بخش پسر محمد بخش۔ زوجہ محمد بخش صحاف۔ زوجہ حافظ بخش۔ والدہ فیض بخش۔ اللہ بخش ولد عنایت اللہ بن رحمت اللہ۔ ستار شاہ بن عنایت اللہ۔ زوجہ عنایت اللہ برادر میاں محمد بخش۔ دختر عنایت اللہ۔ دختر فضل الدین بن محمد بخش صحاف۔ پیر بخش ہمشیرہ زادہ محمد بخش۔ امام الدین پسر ستار بن عنایت اللہ۔ مولی پسر فضل الدین۔ دختر ستار۔ مفتی علی الدین سر رشتہ دار۔ ہمشیرہ زادہ مفتی علی الدین دولتی ملازمہ علی الدین۔ دختر چراغ دین بن خیر دین بن محمد بخش صحاف۔ ہمشیرہ مفتی علی الدین۔ فقط

(ص ۹۰) فصل در ذکر مقبرہ حضرت عبداللہ شاہ صاحب قادری

یہ مقبرہ متصل موضع مزنگ' حد غربی و شمالی میں واقع ہے۔ مقبرہ چھوٹا سا سفید سردار خان بلوچ نمبردار موضع مزنگ نے بنوایا ہے اور بطرف جنوب مقبرہ قبرستان بھی ہے۔ (ص ۹۱) پہلے یہ بطور چار دیواری قبر تھی۔ اب سردار خان نے روضہ بنوایا۔

مسجد

(ص ۹۰) اور مقبرہ کے شمال و غرب کی طرف سردار خان نے ایک مسجد بہت خوبصورت چونہ گچ بنوائی ہے۔ ابھی سفیدی و مرمت کاملہ اس کی نہیں ہوئی تھی ☆ کہ سال سن ۱۲۷۹ ہجری میں سردار خان فوت ہو گیا۔

مسجد کے جنوب کی طرف ایک دالان سہ درہ ہے اور درجہ شرقی میں قبر سردار خان کی پختہ تیار ہوئی ہے۔ وہ دالان بطور بارہ دری جس کے باہر اندر بارہ دروازے ہیں اور چھ

Marfat.com

دروازہ دالان کے۔ اور اسی طرح شمال رویہ دالان فقراء ہے۔

اور دالان شمال رویہ کے نیچے ایک منزل درجہ تحت ہے۔ اس میں بھی چاروں طرف دالان اور شہ نشین اور بخارچہ اور ایک بڑا حوض جس میں پندرہ فوارے موجود ہیں اور شرق اور شمال کے کونے میں ایک حمام' جس میں بہت سے فوارے اور آبشار بنوائی ہے' موجود ہے۔ اور گیارہ زینہ اتر کے اس مکان میں جاتے ہیں۔ اور یہاں جانے کے دو راستہ ہیں۔

متصل دیوار غربی مسجد کے دو مینار ہیں جس کی چار منزلیں ہیں۔ ان پر آٹھ سیڑھی چڑھ کے منزل اول پر جاتے ہیں اور درجہ منزل اول پر سات کھڑکیاں ہیں اور پھر دوسری منزل کے بھی آٹھ زینہ اور سات کھڑکی' منزل ثالث کی چھ سیڑھیاں اور ساتھ کھڑکی' منزل رابعہ کے پھر چھ زینہ اور اس پر پھر ایک برجی جس میں دو تین آدمی بیٹھ جائیں۔ اور اس کے آٹھ دروازے ہیں جس میں بیٹھ کر انسان کی نظر دور دور جاتی ہے اور وہاں سے سب گاؤں نظر آتا ہے۔

اور مسجد میں برج درمیان اور گنبدیاں چاروں طرف (ص ۹۱) جس میں آدمی بیٹھ سکے اور چار چھوٹے برج۔

اور مسجد کی سقف پر چاروں طرف بطور شہ نشین دروازہ مکان بنے ہوئے ہیں۔ مسجد کے شمال کی طرف ایک تالاب اور بطرف شرق مسجد کے ایک چاہ رواں ہے اور ایک مکان جنوب کی طرف مسجد کے ہے۔ اس میں بھی زینہ اتر کے جاتے ہیں اور بطور مسافر خانہ بنا ہے۔ اور غرب رویہ ایک مکان بطور باغ بنوایا گیا ہے جس میں چند درخت موجود ہیں۔ ماسوا اس کے ہر ایک طرف ایک ایک کوٹھہ و دالان ہیں اور اس میں فقیر رہتا ہے۔ اور غرب رویہ باندہ کپڑا بنتے ہیں۔ دکانیں ان کی بنی ہوئی ہیں۔ اور یہ سب حال مکان کا کمترین نے بچشم خود دیدہ تحریر کیا۔

☆ احاطہ سول سیکرٹریٹ کے اندر واقع ہے (مولف)

Marfat.com

باب ۱۲

مقابر سلاطین و روسا

(ص ۲۳۹) احوال مزار قطب الدین غوری

دروازہ لاہوری کے باہر بطرف شمال قصاب خانہ و شرق گودام شراب واقع صدر بازار انار کلی ایک مکان بنام قطب غوریہ مشہور ہے۔ آگے یہ مکان بہت بڑا عالیشان کشادہ تھا۔ بوقت عملداری سکھاں یہاں عمارات عالیشان سنگ مرمر وغیرہ کی تھی۔ معمر لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اس قبر پر گنبد دو منزل سنگ مرمر کا دیکھا ہے۔ وہ گنبد ایسا خوشنما تھا کہ نواح لاہور میں ایسی عمارت اور دوسری نہ تھی۔ مگر مہاراجہ نے سب مسمار کرا کے روانہ امرتسر کر دیں۔ اب صرف ایک قبر خشتی بلند چبوترہ پر موجود ہے۔ اسی کی زمین میں قصاب خانہ بن گیا ہے۔

واضح ہو کہ اس قبر سے زیادہ پرانی کوئی اور عمارت نواح لاہور میں نہیں کیونکہ یہ قطب الدین غوری شاہان غوری میں سے تھا اور سلطنت غوریہ شاہان چغتائی سے بہت مدت پہلے تھی۔ جو کوئی حال ان کا دیکھنا چاہے تاریخ ہند میں مفصل مندرج ہے۔ (ص ۲۴۰) اور بطرز مختصر فدوی نے بھی ذیل حال کچھن جی میں درج کیا ہے۔

ازانجا کہ اس مکان پر مدت سے طوائف لوگ قابض ہیں۔ (ص ۲۳۹) اور وہی لوگ یہاں آکر بیٹھتے ہیں لہٰذا حسب ترتیب کتاب ہذا ان کا حال لکھنا بھی مناسب متصور تھا لیکن محض اس خیال سے کچھ حالات صوفیاءؒ میں ایسے شریروں کا حال نہ لکھا جائے قلم انداز کیا گیا۔ فقط

(ص ۱۱۲) فصل در بیان مقبرہ انار کلی

مقبرہ انار کلی جہاں ☆ اب بعملداری سرکار انگریزی گرجا گھر مقرر کیا گیا ہے اور اب وہاں ایک ساعت کلاں انگریزی' جس کی آواز تمام چھاؤنی انار کلی میں جاتی ہے اور خود بخود بجتی ہے' نصب ہے۔

گنبد اس کا بہت خوشنما مثمن بہت اچھا بنا ہے۔ پہلے اس گنبد میں چار قبریں تھیں۔ ایک انار کلی کی اور تین اور کنیزوں کی۔ (ص ۱۱۳) بقیہ تین قبروں کا حال یوں سنا گیا کہ ایک تو اس کی ہموطن بہن (؟) تھی اور دو خدمت گاریں تھیں۔

Marfat.com

انارکلی

(ص ۱۱۲) اور ایسا ثابت ہوا کہ انارکلی ایک خوبصورت کنیز اکبر بادشاہ کی تھی۔ نام اصل اس کا نادرہ بیگم یا شریف النساء

(شریف النساء سنا جاتا ہے) اور بادشاہ اکبر نے نام اس کا انارکلی رکھا اس باعث سے کہ بہت خوبصورت تھی۔ چونکہ بادشاہ اس کو بہت اچھا چاہتا تھا لہذا یہ ہی ہر وقت نظر خاص میں رہتی تھی حتیٰ کہ اور محلرائی (ص ۱۱۳) بیگمیں اس سے دشمنی رکھنے لگیں۔ اب کوئی تو کہتا ہے کہ یہ مسموم ہو کے ماری گئی اور کوئی کہتا ہے کہ جب اکبر مہم دکن پر گیا ہوا تھا تو یہ کسی مرض سے فوت ہو گئی تو قبر اس کی پہلے بطور علی العموم بنائی گئی۔ جب بادشاہ واپس وہاں سے آیا تو خبر حیرت اثر انارکلی کے مرنے کی سنی۔ نہایت مغموم ہوا تو یہ مقبرہ بنوایا۔

جب انارکلی بغیبت سلطان فوت ہو گئی تو ان دونوں کنیزوں نے خودکشی کی' اس خوف اور لحاظ سے کہ اگر اس کے فوت کا حال بادشاہ سنے گا تو ضرور ہم کو تکلیف پہنچائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انارکلی مسموم ہوئی ہو تو عجب نہیں۔

تعویذ قبر

فدوی نے تعویذ اس کی قبر کا دیکھا تھا کہ خاص سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اس پر بخط عربی اسماء الٰہی بخط جلی لکھے ہوئے ہیں اور سرہانے سلطان سلیم اکبر لکھا ہوا ہے اور صورت اس کی قبر کی موافق مزار جہانگیر بادشاہ کے ہے اور سینہ بھی لکھا ہوا ہے۔

گنبد

اس گنبد کی دو منزلیں ہیں۔ نیچے کی منزل کے آٹھ دروازے موجود ہیں۔ اسی طرح منزل ثانی کے۔ اور چھوٹی بڑی کھڑکیاں نو ہیں۔ اور سات روشن دان ہیں اور پانچ روشن دان پنجرے دار ہیں۔ ایک تو بڑا گنبد اس مقبرہ کے نمابین میں ہے اور آٹھ برجیاں' جن کے آٹھ آٹھ دروازے ہیں' گرد گنبد کلاں کے موجود ہیں۔ قبل اس میں آٹھ دروزے نیچے اوز آٹھ اوپر تھے۔ اب سرکار کی عملداری میں تختے آئینہ دار لگائے گئے ہیں اور خوبصورتی اس کی زیادہ ہو گئی ہے۔

☆ احاطہ سول سیکرٹریٹ کے اندر واقع ہے۔ (مولف)

Marfat.com

گرد اس مقبرہ کے چبوترہ بہت وسیع، جس کے چار زینہ، مثمن، موجود ہیں۔ دروازہ اس گنبد کا جنوب رویہ، آمد و رفت کا ہے گوشہ جنوب و شرق کے فیمابین ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جس میں اب تعویذ قبر انارکلی کا واسطے نمائش کے رکھا ہوا ہے اور وہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔

پہلے صرف عمارت خشتی عہد اکبر کی تھی اب سفیدی کرائی گئی اور جنوب رویہ ایک زینہ بنایا گیا ہے۔ اور چبوترہ نواحی پر ایک درخت پیپل دوسرا دھریک کا ہے۔ سکھوں کے وقت میں یہاں الارڈ صاحب فرانسیس رہتا تھا۔ فرش اندرون مقبرہ کا سنگین رنگ آمیز موجود تھا اور اب ہی سرکار نے مرمت بہت کرائی ہے۔ اب چونکہ گرجا گھر معبد صاحبان عیسائی ہے اس واسطے برج کلاں پر سنگ سرخ کا نمونہ صلیب قریب دو فٹ طول کے لگایا گیا ہے اور ہر دروازے پر اب پردے لگے ہوئے ہیں۔ اور اس مقبرے کے نام سے انارکلی کی چھاؤنی مشہور ہے۔

(ص ۲۵۰) احوال گنبد قاسم خان

یہ گنبد قاسم خان بڑا بلند، شرق رویہ اس دریا کے جو سانده سے ہو کر انارکلی کو آتا ہے اور غرب رویہ سلاح خانہ مسٹر بکن صاحب کے ہے۔

صورت اس کی یہ ہے کہ ہرچہار طرف چہار دروازے اور شمال رویہ زینہ اوپر چڑھنے کا۔ اب مدت سے گنبد کے میانہ میں چار ستون خشتی کھڑے کر کے چھت ڈالی گئی ہے۔ گویا اب دو منزلہ گنبد بن گیا ہے۔ اور شرق رویہ اس کے ایک دالان مبنیہ کشن سنگھ شکستہ پڑا ہے۔ عمارت مقبرہ باہر سے دو منزلہ ہے۔ اول سیڑھی چڑھ کے اوپر جاتے ہیں۔ وہاں گرد و نواح میں غلام گردش کے موافق ایک درعہ عریض راہ ہے۔ اس میں بارہ در مسقف قالبی خشتی باہر کو اور چار دروازے اندر کی طرف برج میں اور چاروں طرف آٹھ محرابی در جن کے چاروں میں چوکھٹ چوبی لگی ہیں۔ اس سے یہ گنبد دو منزلہ بن گیا ہے۔ سقف گنبد میں چار روشن دان بھی موجود ہیں۔ اور سفیدی دیواروں پر عہد انگریزی میں ہوئی مگر سقف گنبد بے سفیدی پڑی ہے۔ شرق رویہ گوشہ جنوبی میں ایک راہ قالبی جس کے اندر بہت کوڑا کنکر پڑا ہے۔ شاید تہہ خانہ کا زینہ تھا اب بند ہے۔ بہرحال یہ گنبد بہت بلند خوشنما۔ عمارت مقبرہ باہر سے سہ منزلہ اور درمیان میں، گنبد کلاں پر، غلام گردش بنی ہے۔

Marfat.com

مختصر احوال قاسم خان

اور مختصر احوال ان قاسم خان کا اس طرح پر تصدیق ہوا کہ یہ قاسم خان میر بحر' مشہور بہ چمن آرائی خراسان' اجلہ امرائے اکبری سے تھا۔ جب اکبر بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ تخت سلطنت ہند پر بیٹھا تو اس قاسم خان نے بحضور بادشاہ بڑی بڑی جانفشانیاں کیں اور ولایت کشمیر بسعی اسی امیر باتدبیر کے فتح ہوئی۔ بعدازاں بخدمت صوبہ داری کابل چندے سرفراز رہا۔ پھر بادشاہ نے اس کو اپنے پاس طلب فرمایا جب لاہور میں پہنچا تو بسبب مکر و فریب محمد زمان خان مرزا پسر جعلی شاہ رخ مرزا کے سن ۹۷۱ ہجری میں شہید ہوا۔ اور لاہور میں ہی دفن ہوا۔ اور یہ گنبد عالیشان بحکم اکبر بادشاہ تعمیر ہوا۔

(ص ۲۷۷) احوال مقبرہ حضرت نور الدین جہانگیر بادشاہ غازی مرحوم

اگرچہ حال تواریخی ان کا کتاب ہذا میں مختصر اور تمام کتب تواریخ ہند میں ایسا مفصل مندرج ہے کہ حاجت تشریح نہیں رکھتا۔ مگر حال عمارت مقبرہ کا لکھنا ضرور تھا لہٰذا کمترین نے حتی المقدور حال مفصل عمارت کا مندرج کیا کہ سابق بمقام مقبرہ ہذا باغ نواب مہدی علی خان کا تھا جس میں حسب الحکم شاہجہان بادشاہ مرحوم یہ مقبرہ تعمیر کیا گیا۔

تشریح عمارت

واضح رائے ناظرین باتمکین ہو کہ یہ مقام مقبرہ دریائے راوی کے کنارے پر شہر لاہور سے بطرف شمال بفاصلہ چار میل واقع ہے۔

سبحان اللہ! عجب عمارت ہے کہ معمار خرد اس عمارت کو دیکھ کر حیران و سرگردان ہے اور حسرت سے جان و دل کھوتا ہے۔ قطع عمارت اور حسن تقسیم منازل سبحان اللہ عجب عمارت ہے لاکھ ہا روپیہ اس عمارت عالیشان پر خرچ ہوا ہوا ہے۔

اگرچہ یہ مکان سن ۱۰۳۷ ہجری مقدس میں تیار ہوا اور بباعث تنزل سلطنت چغتائی و بادشاہ گردی تا مدت مدید متواتر آوارہ پڑا رہا۔ خصوصاً" بعد عملداری مہاراجہ رنجیت سنگھ' گو کہ ظاہر وہ ارادت مند شاہان سلف بدرجہ کمال تھا' مگر تاہم بباعث (ص ۲۷۳) تعصب مذہبی تمام کٹہرہ ہائے سنگ مرمر و سنگ سرخ' لاکھ ہا روپیہ کے' یہاں سے اکھڑوا کر بمقام دربار سری امرتسر و رام باغ نصب کرائے۔ سبحان اللہ۔ اب بھی خوبصورتی اس مکان عالیشان کی وہ ہے کہ سیاحان ملک و امصار دیکھتے ہی کہتے ہیں کہ۔

Marfat.com

اگر فردوس بر روی زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

اس مقبرہ کے چھ درجے ہیں۔ یہ تفصیل حسب ذیل۔

مزار والا حصہ

جس درجہ میں کہ مزار پرانوار ہے وہ درجہ ہشت پہلو اندر سے گنبد نما۔ اول اس مرقد کی سقف کے اوپر زیر آسمان ایک تعویذ سنگ مرمر کا تھا مگر بعد بہادر شاہ' حسب الحکم کسی ملا کے واسطے بارش باران نزول رحمت الٰہی کے' وہاں سفینہ بنا دیا گیا۔ بعد چندے جب بارش سے صدمہ عمارت مرقد کو پہنچنے لگا تو لہنا سنگھ' یکے از سہ حاکمان لاہور' نے وہ سفینہ لکڑیوں سے بند کرا دیا۔ بعدازاں بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ وہ لکڑیاں گر پڑیں تو مہاراجہ کھڑک سنگھ نے اس کی مرمت کرائی چنانچہ اب تک وہ سقف چوبی میانہ میں موجود ہے۔

میانہ میں ایک چبوترہ سنگ مرمر کا جس کا طول تیرہ فٹ عرض نو فٹ ارتفاع ڈیڑھ فٹ۔ اس کے میانہ میں تعویذ مرقد۔ اس چبوترہ پر تمام گل کاری سنگ عقیق و لاجورد اور سلیمانی و نیل کنٹھ و زہر مہرہ و مرجان و ابری وغیرہ کی نہایت خوشنمائی سے بنی ہوئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جب نادر شاہ اور احمد شاہ آئے تو درانیوں نے اس گل کاری کو جواہرت سمجھ کر کسی کسی جگہ سے اکھاڑ لیا۔ بعدازاں ارجن سنگھ پسر ہری سنگھ نلوہ سپہ سالار مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھی فرق نہ کیا۔ پھر حسب الحکم مہاراجہ سردار سلطان محمد خان' برادر عمومیہ دوست محمد خان والی کابل تا بعرصہ بارہ سال یہاں مقیم رہا' کیونکہ موضع شاہدرہ اس کی جاگیر میں سرکار سے عنایت ہوا تھا' ڈیرہ اس کا اسی مقبرہ میں رہا۔ کہتے ہیں کہ اس نے بھی یہاں کے نگینہ اکھاڑے اور تمام باغیچہ نواح مرقد کو ویران کیا۔

اس چبوترہ کے میانہ میں تعویذ مرقد اڑھائی فٹ بلند' سنگ مرمر کا' جس پر ویسی ہی گل کاری ہوئی ہوئی ہے۔ اس تعویذ کے بھی تین درجے ہیں۔ درجہ اول و ثانی پر تو صرف گل کاری اور نواح تعویذ پر چھیانوے نام جناب الٰہی کے خط عربی کندہ ہیں۔ اور چھاتی پر سرہانے کی طرف اول سطر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خط ثلث ایک دائرہ مربع میں اور اس کے نیچے ایک دائرہ طولانی جس میں گیارہ سطریں خط عربی نہایت خوشخط تحریر ہیں۔ اول سطر میں ھو الغفار الذنوب اور دوسری میں قال اللہ تبارک و تعالیٰ اور تیسری میں یا عبادی الذین اسرفو علی۔ اور چوتھی سطر میں انفسم رحمتہ لا تقنطوا ان اللہ مغفر۔ اور پانچویں سطر میں الذنوب جمیعا ان الغفور الرحیم۔ اور چھٹی سطر میں کل نفس ذائقتہ الموت انما اجورکم توفون

Marfat.com

اور ساتویں سطر میں یوم القیامۃ فمن یخرج النار تحریہ دخل الجنۃ الغرض گیارہ سطریں ہیں اور ان میں علی سلام علی المرسلین و الحمد اللہ رب العالمین تک تحریر ہے۔ اور نواح تعویذ کے سرہانے کی طرف یہ تحریر ہے ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب وا شہادۃ ھو الرحمٰن الرحیم۔ اور پائینتی کی طرف مرقد منور اعلیٰ حضرت (ص ۷۷۴) غفران پناہ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ فی سن ۱۰۳۷ دو سطر میں مرقوم ہے۔

طول تعویذ کا پونے دو گز اور عرض دس گرہ۔ مگر افسوس ہے کہ تعویذ کا گوشہ بائب و نیرت و ایساں کونا سے دو دو انچ شکستہ ہو کر سنگ سیاہ سے پیوند کیا گیا ہے۔ اس چبوترہ کے نیچے' اندرون مقبرہ' تمام فرش سنگ مرمر و سنگ مریم و سنگ موسیٰ کا بطور گل کاری ہشت پہلو بنا ہوا ہے۔ اور یہ مقام مرقد فرش سے تا سقف گنبد عمارت سنگ مرمر کا ہے جس میں خط کشی۔ اس کے اوپر عمارت خشتی چونہ گچ۔ اب سقف گنبد سے استر کاری قدرے اکھڑ گئی ہے۔

اس مقبرہ کے اندر آٹھ پہلوؤں میں آٹھ دھن' چار بڑے اور چار اس سے خرد' جن میں سے درشمال و جنوب و شرق کے در بیرونی میں پنجرہ ہائے سنگ مرمر نصب اور غرب کی طرف در آمد و رفت۔ ان ہرچہار درکلاں کا عرض تین گز اور طول سوا چار گز اور عمارت سنگ مرمر کی۔ اور بھی عمارت خشتی' محراب عمارتی بنے ہوئے ہیں۔ اور محراب کی طرف جو دروازہ آمد و رفت ہے۔ اس میں بھی جالی سنگ مرمر کی اور اس کے میانہ میں در چوبی۔ سوائے اس دروازہ کے اور تین در جالی دار ہیں۔ ان کا حال علیحدہ تحریر ہو گا۔

اس گنبد مرقد کے باہر اور چھ درجہ ہیں' چار مسقف اور دو کشادہ' جس کی تفصیل یہ ہے۔ درآمد و رفت کا حال لکھتا ہوں کہ در اندرونی کے باہر اور تین درجہ مسقف قالبوتی عمارت کے ہیں۔ ان تین دروں کا طول انسٹھ فٹ اور عرض تیرہ فٹ۔ دیوار شمالی و جنوبی پر تا سینہ بلند نقاشی و گلکاری عالیشان جس کی زمین بسنتی اور گل پیپل بوٹہ برنگ لاجوردی و سبز۔ اور اس کے اوپر استرکاری سفید۔ زمین پر بھی تمام فرش سنگ مرمر و سنگ مریم و سنگ موسیٰ کا۔ درجہ ثالث میں ایک دروازہ چوبی کلاں لگا ہوا ہے۔ اس کے باہر جو درجہ رابع ہے اس میں فرش صرف سنگ ابری کا ہے اور خطوط سنگ موسیٰ کے رنگ سیاہ۔ واضح ہو کہ چاروں طرف اس درجہ ثالث کے باہر ہو درجہ رابع ہے وہ بطور غلام گردش بنا ہوا ہے جس کا فرش سنگ ابری کا اور دیواریں ہر دو طرف' تا بکمر بلند' منقش گلکار حسب تحریر بالا اور اوپر سے سادہ۔

Marfat.com

اور چاروں طرف اس درجہ میں چالیس کوٹھڑیاں یعنی حجرہ ہائے پختہ قالبوتی‘ جن کی چوکھاٹیں سنگ سرخ کی‘ جن میں سے دو کوٹھڑیوں کو طاق ہائے قدیمی اور تین جدید طاق لگے ہوئے ہیں۔ اور اب کوٹھریوں پر یہ لوگ قابض ہیں۔

شرف دین مجاور۔ یک‘ قطب الدین مجاور یک‘ امام الدین مجاور یک‘ نظام الدین مجاور یک‘ مہتاب یک اور بقیہ طاق پڑی ہوئی ہیں۔

سلف ان دروں نے گنبد نما قالبوتی۔ ہر درجہ کی سقف میں تین تین آہن جڑے ہوئے ہیں اب سرکار کی طرف سے دو حکم نامہ‘ ایک انگریزی اور ایک فارسی‘ واسطے ہدایت لٹکا ہوا ہے کہ کوئی صاحب انگریز یا کوئی رئیس جوتا لے کر اندر نہ جائے۔ سبحان اللہ ! سرکار ہماری کیسا حفظ مراتب شاہان سلف کا رکھتی ہے۔

تقسیم کوٹھریاں بہر چار طرف یوں ہے (ص ۷۷۵) کہ میانہ میں درکلاں‘ جس کے اندر جالیاں لگی ہوئی ہیں اور آس پاس پانچ پانچ کوٹھریاں۔ طول و عرض اس درجہ خامہ کا بطور مربع یعنی ہر طرف سے دو سو بیس فٹ طول اور عرض چودہ فٹ جنوب رویہ اس درجہ میں سے قدرے فرش اکھڑ گیا تھا۔ مگر سرکار نے مرمت اس کی چونہ سے کرا دی ہے۔

اس درجہ کے باہر‘ ہر طرف‘ کنارہ کنارہ‘ دھن سنگ سرخ کے ہیں طول ان کا تیرہ فٹ اور عرض دس فٹ۔ ارتفاع ان دھنوں کا پچاس فٹ۔ دھن جو بطرف غرب ہے‘ یہی درآمد و رفت اندرون مرقد کا ہے۔ چاروں طرف میانہ میں ایسے ایسے چار دھن اور ہیں۔ کل دھن چاروں طرف کے چوالیس ہیں۔ میانہ دھن کلاں اور دھنوں سے ذرا باہر بڑھا ہوا ہے۔ اس صورت سے کہ ہر پہلو میں ایک دھن کلاں اور اس کے آس پاس پانچ پانچ دھن۔ ہر دھن کے مرغول سنگ مرمر کے اور بقیہ سنگ سرخ کے جن کے باہر دو زینہ۔ دھن آمد و رفت کے باہر ایک زینہ سنگ سرخ کا ہر دہن میانہ کی بغلوں میں جو کوٹھریاں ہیں ان کے اندر سے زینہ اوپر جانے کا۔ گویا مقبرے کی چھت پر جانے کے واسطے آٹھ حجرہ و زینہ والا ہیں جن کا حال علیحدہ تحریر کروں گا۔

ان دھنوں کے باہر ایک چبوترہ چاروں طرف مربع۔ طول عرض اس کا دو سو فٹ جس پر تمام فرش سنگ ابری کا ہوا ہوا ہے۔ ارتفاع اس چبوترہ نواحی کا زمین بیرونی سے پانچ فٹ اور دھنوں سے الی کنارہ چبوترہ فاصلہ ستائیس فٹ اس چبوترہ کے چاروں طرف میانہ میں چار زینہ واسطے اوپر آنے چبوترہ کے۔ یہ ہر چہار زینہ سنگ سرخ کے ہیں جن کے چار چار درجہ یعنی سیڑھیاں ہیں طول ہر زینہ کا بیس فٹ دو انچ اور عرض پانچ فٹ ایک انچ۔

Marfat.com

اس چبوترہ کے نیچے' چاروں طرف باہر' فرش خشتی نہایت عمدہ ہوا ہوا ہے۔ طول اس کا تین سو چوبیس فٹ اور عمارت چبوترہ سے تاگوشہ فرش عرض بتالیس فٹ۔ اس فرش کے باہر' چاروں طرف' چار دیواری خشتی جس میں تمام دھن بطور نشستگاہ بنے ہوئے ہیں چار دیواری کے چار گوشوں پر چار برج دو منزلہ خشتی یعنی نیچے حجرہ قالبوتی اور اوپر برج آٹھ در والے' جن کے اوپر جانے کے واسطے دونوں طرف دو سیڑھیاں۔ یعنی ہر برج میں دو زینہ' تعداد ان کی فی زینہ پندرہ۔ سیڑھیاں۔ چاروں طرف گرد و نواح مقبرہ کے' اندرون چار دیواری' باغیچہ۔ زمین اس باغیچہ اندرون۔چار دیواری کی ایک سو بیگھ جس میں سے زمین عمارتی' یعنی جس پر سڑک پختہ مع فوارہ تیس بیگھ اور بقیہ مزروعہ۔ تقسیم باغ یوں ہے کہ ہر گوشہ میں چار چار تختہ اور فی تختہ نہرروان و سڑک پختہ۔ تمام اشجار پر لگے ہوئے ہیں۔

اب اس چار دیواری کے اندر چار چاہ چرخ چوب والے جاری ہیں جن میں سے ایک چاہ غرب رویہ لہنا سنگھ حاکم سابق نے جاری کروایا تھا اور دوسرا حضرت فقیر عزیز الدین صاحب امیر سابق مہاراجہ رنجیت سنگھ (ص ۷۷۶) نے بطرف شرق۔ ایک چاہ راجہ فیض طلب نے بطرف جنوب اور چوتھا مسٹر جان ڈیوربرن صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور نے لاہوری نامی مجاور کو جاری کرا دیا تھا۔ اور شاہی چاہ کلاں باہر اس چار دیواری کے جن میں چھ چاہ چرخ چوب والے جاری تھے اور واسطے پرورش اس باغ کے ان میں بتیس ہل بھی جاری تھے۔
اب اس چاری دیواری مقبرہ کا ایک در آمد و رفت غرب رویہ در کلاں ہے جس کا حال آگے تحریر کروں گا۔

مقبرے کی چھت

وہ جو میں نے اول تحریر کیا ہے کہ مقبرہ کے اوپر جانے کے واسطے بہر دو طرف دو دو زینہ ہیں صورت ان کی یہ ہے کہ ہر زینہ کی چونتیس سیڑھیاں۔ جب اس کے اوپر جائیں تو پانچوں درجہ ہائے مقبرہ کی ایک ہی سقف ہے اور اس سقف کے اوپر بھی تمام فرش گل کار مثمن سنگ مرمر اور ابری و سنگ مریم کا ہوا ہوا ہے۔ اس کے میانہ میں جو سقف ہائے اندرونی درجہ خاص مرقد کی ہے وہ بطور چبوترہ اوپر سے معلوم ہوتی ہے۔ اب اس کا حال لکھتا ہوں۔

واضح ہو کہ سقف کے اوپر لب بام اول کنگرہ ہا سنگ مرمر کے لگے ہوئے تھے اب آدھ گز بلند چاروں طرف بنیرہ خشتی چونہ گچ بنا ہوا ہے۔ اور جو سقف کے میانہ میں سقف اندرونی بطور چبوترہ معلوم ہوتی ہے اس کا طول و عرض برابر۔ چبوترہ میانہ کو چھوڑ کر

Marfat.com

اس کے ہر چار طرف تراسی تراسی فٹ اور اس تمام سقف کا طول شمال سے جنوب کی طرف ۲۱۳ فٹ اور شرق سے غرب کی طرف ۲۱۵ فٹ۔

اور اس سقف چبوترہ نما کے اوپر جانے کے واسطے تین درجہ زینہ' جو دو سنگ مرمر اور ایک بالائی سنگ سرخ کی ہے۔ اس سقف چبوترہ نما کا طول عرض ۵۴ فٹ۔ اس کے اوپر بھی تمام فرش سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا ہوا ہوا ہے۔ اس کے میانہ میں وہ سقف ہے جو بہادر شاہ نے توڑ کر بنائی تھی۔ استر کار چونہ گچ جو اب سیاہ ہوا ہوا ہے۔ اس کے غرب رویہ فرش سنگ مرمر سے ہے اور یہ سقف' تعویذ مرقد' بہادر شاہ نے اکھڑوا کر بنائی تھی۔ طرف غرب و شرق سے پندرہ فٹ اور جنوب و شمال کی طرف سے سترہ فٹ۔

اس سقف کے چاروں گوشوں پر چار مینار جو نیچے سے ایک منزل تک سنگ سرخ کے جن میں گل کاری سنگ مرمر کی ہے۔ اور اوپر اس کے چار منزلہ مینار۔ صورت ان کی یہ ہے کہ سقف کے اوپر سے دو زینہ سنگ مرمر چڑھ کے ایک گردنہ سنگ مرمر کا جس کا عرض سات فٹ پانچ انچ۔ ان کے نیچے تختہ ہائے سنگ مرمر بطور مرغول نصب کئے ہوئے ہیں۔ عمارت میناروں کے اندر سے تو صرف سنگ سرخ کی اور باہر سے سنگ موسیٰ و سنگ زرد و سنگ مریم و سنگ ابری کی بطور لہریا۔ چوکھٹیں۔ در ہائے میناران کی سنگ مرمر کی۔ اس کے اوپر جانے کے واسطے الی منزل اول بائیس (ص ۷۷۷) سیڑھیاں سنگ سرخ کی۔ جن کی دیوار میانہ میں ایک ایک پنجرہ واسطے روشنی کے' سنگ سرخ کا' ہر منزل میں لگا ہوا ہے۔ جب ایک منزل پر جائیں تو پھر چوکھٹ سنگ مرمر کی باہر کو' جس کا طول عرض تین فٹ ہے' لگی ہوئی ہے اور باہر اس کے پھر گردنہ سنگ مرمر کا اور ارتفاع اس منزل کا اٹھارہ فٹ چار انچ۔ پھر اٹھارہ زینہ سنگ سرخ کے چڑھ کے منزل ثانی ان میں پھر دروازہ مع چوکھٹ سنگ مرمر کا۔ ارتفاع اس منزل کا سولہ فٹ۔ باہر دروازہ کے بدستور گردنہ سنگ مرمر پھر اکیس زینہ چڑھ کے منزل رابع۔ اس کے اوپر سقف بطور گنبد سنگ مرمر۔ اوپر کلس۔ ارتفاع اس کا چودہ فٹ۔ مینار ہشت پہلو ہیں۔ جس کے اوپر آٹھ آٹھ دھن مع ستون و مرغول ہائے سنگ مرمر۔ اور آگے کٹہرہ ہائے پنجرہ دار ہر در مینار میں لگے ہوئے تھے مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اکھڑوا ڈالے۔ اب صرف مینار گوشہ بائب میں ایک اور نیرت میں دو اور گنی میں ایک اور ایساں میں دو کٹہرے ہیں اب سرکار ابد پائیدار انگریزی نے بعد مسٹر ویڈربرن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر کے مرمت ان کی کرائی ہے۔ اب زمین منزل رابع کا فرش خراب ہو گیا ہے۔ اب اگر کسی نے مرمت نہ کرائی تو بالکل خراب ہو جائے گا۔ پلیٹ ہر

Marfat.com

مینار کی ۱۴۱ فٹ۔

جب ان میناروں پر جائیں تو عجب لطف آتا ہے کہ جنوب کی طرف دریائے راوی جو زیر دیوار چار دیواری جاری ہے اور تمام شہر لاہور مع مسجد بادشاہی وزیر خان وغیرہ عمارات نظر آتی ہیں اور ایساں کی طرف موضع شاہدرہ اور گکنی کی طرف باغ شالا مار دس دس کوس تک ہر طرف نظر جاتی ہے۔

چار دیواری

اور چار دیواری کی یہ صورت ہے کہ دیوار غربی میں تو دروازہ کلاں' جس میں سے ہاتھی مع عماری چلا جائے' آمد و رفت کا' تمام سنگ سرخ و گلکاری سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ مرغول۔ اس کے بھی سنگ مرمر کے ہیں جن میں اسم ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کا کندیدہ ہے۔ اس دروازہ کی دو کھڑیاں سنگ سرخ کی بطور نشست گاہ ہیں۔ اوپر لب بام چار مینار خرد۔

اندر سے یہ دروازہ دو منزلہ ہے یعنی بطور شمال و جنوب' نیچے کوٹھڑیاں اور اوپر شہ نشیناں۔ اب سرکار نے اس میں ڈاک بنگلہ مقرر کر کے طاق تختہ آئینہ دار نصب کئے ہیں تاکہ جو کوئی صاحب واسطے سیر کے آئے ایک روپیہ یومیہ دیوے' منبر' چوکی' دری' پلنگ موجود اور ایک چپراسی بھی واسطے حفاظت ڈاک بنگلہ کے حاضر رہتا ہے اور زر آمدنی سرکار میں جمع ہوتی ہے۔

اور خوشنمائی چار دیواری کی یہ ہے کہ میانہ دیوار غربی میں خاص دروازہ بڑا اور اس کے مقابل' بطرف شرق' بارہ دری تھی اور اس بارہ دری کے بطرف جنوب و شمال ایک ایک کوٹھی۔ اسی طرح بطرف شمال و جنوب دیوار کے میانہ میں بارہ دری خشتی' قالبوتی' کلاں۔ اور اس کی بغلوں میں ایک (ص ۷۷۸) ایک کوٹھری۔ اور اسی طرح بطرف شمال۔ اب دیوار شرقی بصدمہ دریا گر گئی ہے۔ جس میں سے صرف بطرف گوشہ ایساں قدرے باقی ہے۔ گوشہ گکنی کا برج اور دیوار جنوبی بھی نصف گر گئی ہے۔

حوض

اس چار دیواری کے اندر مکان مقبرہ کی عمارت کے شرق و غرب و شمال و جنوب کی طرف ایک ایک حوض مربع جس کا عمق تا بکمر ہر حوض میں ایک ایک فوارہ کلاں گوشہ گکنی و نیرت و بائب و ایساں۔ اور نیز ہر سہ بارہ دری کے محاذی ایک ایک حوض۔ کل

Marfat.com

گیارہ جن میں سے تین حوض آراستہ کھڑے ہیں اور بقیہ مٹی سی ملبب۔ ایک حوض کی مادہ بھی موجود ہے۔ اس کا فوارہ اگر سرکار چلائے تو چل سکتا ہے۔

اور واسطے بھرنے اور چلانے ان فواروں کے' چار دیواری ہذا کے اوپر مجری آب چار چاہ کلاں متعلق ان حوضوں کے موجود ہیں۔ جن کا حال اوپر تحریر ہو چکا ہے۔

سرائے

اس چار دیواری کے باہر' بطرق غرب' ایک سرائے عالیشان متبع یادگار شاہان سلف۔ اس سرائے میں محاذی دروازہ بطور محراب۔ دروازہ غرب کی طرف یعنی خاص روبرو دروازہ ایک مسجد عالیشان تین گنبد اور تین دھن والی' دو خرد ایک کلاں۔ جس سے مقابلہ و جواب دروازہ کا بوجہ خشتی شائستہ۔ صحن مسجد میں ایک حوض خشتی استرکار۔ اس میں بعہد سابقہ فوارہ بھی تھا۔ مگراب مسمار ہو گیا ہے۔ مادہ اس کی بھی شامل حوض ہائے مقبرہ ہے۔

تفصیل حجرہ ہائے سرائے کی یہ ہے۔

واضح ہو کہ اس سرائے کے دو دروازہ ہیں۔ ایک بطرف شمال اور دوسرا بطرف جنوب۔ یہ دونوں دروازے کلاں' عالیشان خشتی استرکار دو منزلہ ہیں۔ اس سرائے کے درمیان میں محاذی دروازہ مقبرہ ایک چاہ کلاں ہشت پہلو ہے اب اس پر چرخ چوب نہیں مگر مسافرین کو اس سے آرام ہے۔ چنانچہ جب حضرت سخی سرور کا سنگ جاتا ہے تو ایک رات یہاں مقام کرتا ہے۔ اس روز یہاں بڑی دھوم دھام ہوتی ہے۔

دیوار غربی کے میانہ میں مسجد مذکور ہے۔ اور اس کی بغلوں میں پچیس پچیس کوٹھڑیاں۔ اور بطرف دیوار شمالی و جنوب' میانہ میں' بہر دو طرف در کلاں اور ان کی بغلوں میں انیس انیس کوٹھڑیاں۔ کل چھتر۔ یہ تمام کوٹھڑیاں دو دو درجہ والی ہیں۔ یعنی باہر برانڈہ مسقف اور اندر حجرہ مسقف' قالبوتی' خشتی۔ ہر حجرہ کا طول ساڑھے تین درعہ اور عرض پونے تین درعہ۔ اور طول سرائے کا ایک سو بتیس کرم اور عرض پچاسی کرم۔ فقط اور چاروں گوشوں میں چار برج کلاں۔

حال مقبرہ آصف خان برادر نور جہان بیگم

غرب رویہ سرائے ہذا کے مقبرہ آصف خان مرحوم کا ہے (ص ۷۷۶) یہ آصف خان حقیقی بھائی نور جہان بیگم کا تھا۔

(ص ۷۷۸) چاروں طرف ان کے چار دیواری خشتی بطور باغیچہ جس کے اندر تیس

Marfat.com

بیگھہ زمین۔ آگے یہ باغ بڑا آباد تھا۔ اب بھی اس میں اشجار خرما بکثرت ہیں۔ اور قدرے (ص ۷۷۹) بیر وغیرہ بھی کھڑے ہیں۔ دروازہ اس باغ کا سنگ مرمر کا تھا مگر سکھ لوگ اکھاڑ کر امرتسر وغیرہ لے گئے۔

اس کے میانہ میں جو مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا' اب خشتی ہے۔ یہ مقبرہ بھی ہشت پہلو ہے۔ باہر گنبد کے چبوترہ خشتی۔ ہر چہار طرف' باغیچہ میں' پنجرہ جائے خشتی اور چاروں طرف گنبد کے چار حوض۔

اور تعویذ قبر سنگ مرمر جس پر یہ اسمائے الہٰی تحریر ہیں۔

یا حق۔ یا وکیل۔ یا قوی۔ یا متین۔ یا مولیٰ۔ یا حمید
یا محصی۔ یا مبدء۔ یا معید۔ یا محی۔ یا ممیت۔ یا حی۔ یا قیوم
یا واحد۔ یا ماجد۔ یا احد۔ یا صمد۔ یا قادر۔ یا مقتدر۔ یا مقدم
یا موخر۔ یا اول۔ یا آخر۔ یا ظاہر۔ یا باطن۔ یا والی۔ یا متعال
یا بر۔ یا تواب۔ یا منعم۔ یا رؤف۔ یا غفور۔ یا مالک
یا ذوالجلال والاکرام۔ یا مقصد۔ یا جامع۔ یا غنی۔ یا مغنی
یا مانع۔ یا ضار۔ یا نافع۔ یا نور۔ یا ہادی۔ یا بعد۔ یا باقی
یا وارث۔ یا رشید۔ یا صبور۔ یا مالک۔ یا قدوس۔ یا مومن
یا مہیمن۔ یا عزیز۔ یا جبار۔ یا متکبر۔ یا خالق۔ یا باری
یا مصور۔ یا غفار۔ یا قہار۔ یا وہاب۔ یا رزاق۔ یا فتاح
یا علیم۔ یا قابض۔ یا باسط۔ یا خافض۔ یا رافع۔ یا معز۔ یا سامع
یا بصیر۔ یا حکیم۔ یا عادل۔ یا لطیف۔ یا خبیر۔ یا حلیم
یا عظیم۔ یا غفور۔ یا شکور۔ یا علی۔ یا قوی۔ یا مغیث۔ یا مقیت
یا حسیب۔ یا جلیل۔ یا قدیر۔ یا رقیب۔ یا مجیب۔ یا واسع
یا حاکم۔ یا ودود۔ یا باعث یا شہید

اور یہی نام قبر حضرت جہانگیر پر کندہ ہیں۔

دروازہ آمد و رفت اس کا بھی بطرف جنوب اور محراب اس کا دیوار شمال میں۔ اور غرب کی طرف اس مقبرہ کے ایک مسجد تین گنبد والی' خشتی' کانسی کار۔ صحن مسجد میں فرش سنگین تھا جو سکھ لوگ اکھاڑ کر لے گئے۔ اور شرق کی طرف دیوار میں دو کوٹھڑیاں۔

اب یہ باغیچہ بھائی وستی رام کی جاگیر میں ہے۔ اور مالکی یہاں مسی غوث و قطب کی

Marfat.com

ہے۔ اور وہ پشت در پشت مزارع و مجاور یہاں چلے آتے ہیں۔

مقبرہ نور جہان

مقبرہ آصف خان کے پاس، بطرف گوشہ بائب، مرقد نور جہان بیگم کی ہے۔ گرد و نواح اس کے، سابق میں، بڑا باغیچہ تھا۔ اب زراعت ہوتی ہے اور چند درخت خرما کھڑے ہیں۔

عمارت اس مقبرہ کی اب خشتی رہ گئی ہے۔ اور اوپر سے تمام پتھر اکھاڑ کر سکھ لے گئے۔ یہ مقبرہ بطور بھول بھلیاں بنا ہوا ہے۔ یعنی اس وضع سے کمرے بنے ہوئے ہیں کہ جن میں آدمی جا کر بھول جائے۔ دروازے اس کے باہر اٹھائیس ہیں اور نیچے اس کے تہ خانہ۔ اب اس میں صرف تعویذ قبر خشتی کھڑا ہے۔

یہ مقام عجب تکلف بنا ہوا تھا۔ علاوہ سنگ مرمر و سنگ سرخ کار کانسی بکثرت تھا۔ کیوں نہ ہوتا؟ یہ وہی نور جہان بیگم ہے کہ جس کا جہانگیر بادشاہ عاشق جانباز تھا۔ سبحان اللہ۔

رباعی

آن قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو
بر درگہ آن شہان نہاوندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختہ
بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو

الغرض مشاہدہ سے ان مکانات کے عبرت آتی ہے اور عقل حیران ہے کہ انہوں نے کس مشقت سے یہ (ص ۴۸۰) مکانات بنوائے ہوں گے۔ الحق خدا کے کسی کام میں فہم و ادراک پہنچ نہیں سکتا۔ واللہ اعلم بذات الصدور

جب یہ مکانات تیار و تعمیر ہوئے ہوں گے اس وقت ان کی رونق کیا ہو گی۔ ثمر وای برحال ان سکھاں کے جنہوں نے نام و نشان یادگار شاہان سلف کا مٹا دیا۔ اب جس دن سے عملداری سرکار انگریزی ہوئی ہے اس دن سے البتہ مرمت شکست و ریخت مقبرہ حضرت جہانگیر کی ہوتی ہے چنانچہ آج تک تخمیناً" تیس ہزار روپیہ اس کی مرمت پر خزانہ سرکار سے صرف ہو چکا ہے۔ فقط

Marfat.com

حال مجاوران و خدام مقبرہ

زبانی مجاورین کے معلوم ہوا کہ جب شاہجہان بادشاہ نے یہ مقبرہ حضرت جہانگیر کا تعمیر کرایا تو اس وقت دربار شاہی میں میاں غلام محمد قوم ارائیں کو باغبانی اور مجاوری اس مقبرہ منورہ کی تفویض ہوئی اور بادشاہ کی طرف سے لاکھ ہا روپیہ کے اسباب فتیلہ سوز وغیرہ پردھائے کمخواب و سایبان ہائے اطلس و پشمینہ وغیرہ ان کے سپرد ہوئے۔ اس وقت ان حجروں میں فی حجرہ دو دو حافظ قرآن خوان مقرر تھے اور ان کی جاگیر میں موضع لنگل و مرالی والا وغیرہ عطا کیا تھا اور ماسوا اس کے جو زمین متعلق ان چاہات نواحی مقبرہ کے تھی وہ بھی ان کو معاف تھی۔ اور خرچ حافظان خزانہ شاہی سے ملتا تھا۔ بعدازاں بادشاہ گردی پڑی اور نادر شاہ و احمد شاہ نے یورش کی اور پھر سکھوں نے طوفان مچایا تو اس وقت تمام اسباب خیمہ شامیانہ وغیرہ برباد ہو گئے۔ اور جب عملداری رنجیت سنگھ کی ہوئی اور گونہ امن و چین ہوا تو اس نے باقی اسباب یہاں کا برباد کر کے سنگ وغیرہ بھی اکھاڑ لیے۔

اول مجاورین یہاں کے موضع لخمنا' متصل مقبرہ کے سکونت پذیر تھے اور پھر چندے سرائے میں رہتے رہے۔ اور اب شاہدرہ میں رہتے ہیں۔ بعد رنجیت سنگھ تمام جاگیریں مجاورین کی ضبط ہوئیں صرف باغیچہ اندرونی مقبرہ مجاورین کو معاف رہا۔ وہ بخوشی خود بطور نذرانہ و ڈالی کچھ میوہ دانہ سرکار میں پہنچا دیتے تھے۔ بعدازاں جب سردار سلطان محمد خان برادر دوست محمد خان' امیر کابل' یہاں اترا تو پھر بیچارے مجاور حیران و سرگردان ہوئے۔ بعدازاں جب عملداری سرکار انگریزی کی ہوئی تو سرکار انگریزی نے بھی باغیچہ اندرونی' مقبرہ مجاورین کو بعوض خدمت عطا فرمایا جو اب تک کھاتے ہیں اور جو نذر نیاز چڑھاوا یہاں آتا ہے وہ بھی یہی لوگ لیتے ہیں۔

اب یہاں مسمی امام دین' شرف دین' نظام دین' جوایا' حکمت اللہ مجاورین اولاد مہر غلام محمد سے ہیں چنانچہ شجرہ ان کا یہ ہے۔

غلام محمد کے پانچ فرزند ہوئے۔ اول مہر موندا' دوم مہر احمد' سوم خان محمد' چہارم قادر بخش' پنجم پناہ۔ ان میں سے مہر موندا و پناہ لاولد مر گئے اور احمد کے تین بیٹے ہوئے۔ ایک فیض بخش کے یہاں دو فرزند ہوئے۔ ایک (ص ۷۸۱) قطب الدین دوسرا نظام الدین سو موجود ہیں۔ اور الٰہی بخش کا ایک بیٹا مسمی شرف دین موجود ہے۔ اور لاہوری کا بیٹا امام الدین موجود ہے۔ اور خان محمد بن غلام محمد بڑا معمر ہوا۔ اور نیز یہ سب سے چھوٹا بیٹا غلام محمد کا تھا۔ اس کا بیٹا حکمت اللہ موجود ہے۔ اور قادر بخش کا بیٹا جوایا موجود ہے۔ اور

Marfat.com

مجاورین موجودہ کی اولاد' یہ ہے۔

حکمت اللہ تاحال لا ولد۔ امام دین کے چار بیٹے گلاب' مہتاب' حیات' چراغ اور ایک دختر شرف دین کا ایک بھانجا متبنی' مسمی حاجی جھنڈو۔ نظام الدین کے تین فرزند عمر دین' فجو' فتح دین' جوایا کی دو لڑکیاں۔

اب ان کی تقسیم زر آمدنی و پیداوار باغیچہ اس طرح پر ہے کہ اول ان میں یہ معمول تھا۔ کہ جو زر چڑھاوا وغیرہ پیداوار ہوئی تھی علی السویہ ہر روز تقسیم کر لیتے تھے۔ اول اب جب سے بندو بست ہوا ہے تو اس وقت ان لوگوں نے درخشہ بابت تقسیم باغیچہ کیا اور محکمہ بندو بست سے دو منصف سلطانی ایک دیال شاہ کھتری ساہو کار ساکن شاہدرہ اور دوسرا عبداللہ چوہدری نولکھا مقرر ہوئے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس باغیچہ کے تین حصہ کئے جائیں۔ اور ایک حصہ میں تین شخص مسمی لاہوری و فیض بخش و الٰہی بخش قابض رہیں اور بقیہ دو حصوں میں سے ایک حصہ حکمت اللہ کا اور دوسرا جوائے کا اور اسی وقت میاں حکمت اللہ وغیرہ نے بابت چڑھاوا یہ بندوبست کیا کہ مجاورین میں سے نوشتیں مقرر ہوئیں۔ تفصیل ان کی یہ ہے کہ میاں حکمت اللہ دس روز کا چڑھاوا' اگر چار روپیہ تک ہو تو لیوے اگر زیادہ آئے تو تقسیم کیا جائے۔ اور اسی شرط پر میاں جوایا لیوے۔ امام الدین و شرف الدین و نظام دین کا قطب الدین لیویں۔

اب ان لوگوں میں مخفی عدالت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حکمت اللہ و جوابای شاہدرہ میں رہتے ہیں اور حکمت کرتے ہیں اور ملازم ان کے کار زراعت کرتے ہیں اور امام الدین' قطب دین شرف دین و نظام الدین شب و روز یہاں حاضر رہتے ہیں اور خدمت جاردب کشی دل و جان سے کرتے ہیں۔ اور تعجب یہ ہے کہ جب حکمت اللہ اوز جوایا کی نوبت آتی ہے۔ تو وہ لوگ دروازہ مقبرہ کو مقفل رکھتے ہیں۔ اور جب کوئی زیارت کے واسطے آتا ہے تو دروازہ کھول کر دکھا دیتے ہیں۔ البتہ یہ امر مناسب نہیں بلکہ لازم ہے کہ مزار لائق زیارت ہے اور ہروقت صاحبان عالیشان وغیرہ۔ رئیسان و رعایا برایا واسطے دیکھنے کے آتے ہیں۔ اور دروازہ اگر مقفل ہوتا ہے تو ناظرین کو تکلیف ہوتی ہے۔

اور اس بندوبست سے مسمی امام دین و قطب دین و شرف دین ناراض ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر بدستور سابقہ تقسیم چڑھاوا ہر روز بموجب حصص ہو جائے تو مناسب ہے کیونکہ بیس روز تک قبضہ جوایا اور حکمت اللہ کا رہتا ہے۔ تو بعد ان کے ان تینوں کی نوبت دس روز کے واسطے آتی ہے۔

Marfat.com

اب وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ مقرر ہوا تھا کہ اگر چار روپیہ سے زیادہ آوے تو تقسیم ہوا کرے۔ مگر اب جو کوئی پردہ دار عورت یا کوئی معزز شخص آتا ہے تو وہ نذر مناسبہ (ص ۷۸۲) اندر چڑھا جاتا ہے اور ہم کو خبر نہیں ہوتی۔ اور ہمارا گزارہ صرف اسی مرقد کی آمدنی پر منحصر ہے۔ سو یقین ہے کہ نوبت ان کی تا بعدالت پہنچے گی۔

عرس

مدت مدید سے لاہور میں ایک صاحب مرزا کریم بیگ نامی عالم و قابل تھے۔ وہ اپنے آپ کو خاندان چغتائی سے مشہور کرتے تھے چنانچہ بارہا انہوں نے عرس بھی یہاں کا کرایا اور خرچ عرس زر نقد بعد مہاراجہ شیر سنگھ علاوہ باغیچہ ملتا تھا۔ وہ مرزا صاحب بدرجہ کمال عالم و فاضل ناظم تھے۔ اور خاندان مصر بیلی رام خزانچی مہاراجہ کے استاد تھے اور ماسوا اس کے صدہا رئیس زادے ان کے شاگرد تھے۔ علم محاسبہ میں ان کو خوب دستگاہ تھی۔ اب ان کے صاحبزادے عالی قدر مرزا اعظم بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر گجرات میں اور وہ روپیہ جو سرکار سے بابت عرس مرزا صاحب مغفور کو ملتا تھا' اب تک بنام مرزا اعظم بیگ صاحب معاف ہے۔ جو بطور پنشن ان کو ملتا ہے۔ مگر جائے حسرت ہے کہ اب عرصہ چار سال سے عرس نہیں ہوتا۔ مجاور لوگ ان سے شاکی ہیں کہ وہ زر عرسانہ ہمارا حق ہے۔ ہم کو ملے تو ہم عرس پر خرچ کیا کریں۔ فقط

(ص ۶۵۹) مقبرہ صادق خان المشہور مقبرہ نواب جعفر خان

جنوب رویہ سڑک شہلاً باغ کے جو لاہور سے آتی ہے اور نیز باغبانپورہ کے ایک مقبرہ نواب جعفر خان کا مشہور ہے۔

صورت اس کی یہ ہے کہ تا بکمر بلند ایک چبوترہ خشتی جو اب کناروں سے قدرے قدرے بوسیدہ ہو گیا ہے۔ جنوب رویہ دو زینہ خشتی بوسیدہ۔ اوپر اس کے میانہ میں ایک گنبد مربع چونہ گچ جس کے اوپر اندر باہر استرکار سفید منقش کہیں کہیں سے بوسیدہ۔ چاروں طرف چار در محرابی' قالبوتی' مرغولی۔ اب شرقی در محرابی (ص ۶۶۰) کھلا ہے اور بقیہ اینٹوں سے مسدود۔ باہر متصل لب بام گردنہ۔ اس کے نیچے بیل پایہ رنگین اوپر چاروں گوشوں پر چار برجیاں خرد۔ میانہ میں چونہ گچ اب برنگ سیاہ۔

Marfat.com

یہ مقبرہ اصل میں نواب صادق خان طہرانی والد اس نواب جعفر خان کا ہے جس کا حجرہ شرق رویہ موضع گڑھی شاہو' عمارت پختہ' تاحال کھڑا ہے۔ چونکہ جعفر خان نے یہ روضہ بنوایا تھا اس نظر سے اس کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ تاریخ وفات اس کی ۱۰۲۹ عہد شاہجہان دھم شوال ہے۔

اور بعضے لکھتے ہیں۔ کہ یہ وہ جعفر خان ہے جو وزیر عالمگیر کا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان روضوں میں چند عرصہ سے اس میں ایک فقیر صاحب مسمی صادق علی شاہ مرد متعبد اور ایک اس کا بالکا سید امداد علی سکونت پذیر ہے۔ انہوں نے یہاں' اس گنبد کے شرق رویہ' ایک چاہ اور بھی تیار کرایا اور بوٹا بچہ بھی لگایا ہے۔

گوشہ نیرت مقبرہ نواب صادق خان اور جنوب رویہ باغبانپورہ کے ایک تکیہ بنیہ مولوی شرف الدین ساکن موضع باغبان پورہ اب عرصہ دس سال سے بنا ہے۔ اور وجہ تعمیر یہ ہے کہ ان کا قبرستان یہاں تھا اس واسطے یہ تکیہ براد آبادی بنایا ہے۔ اس میں ایک کوٹھہ جس کا در بے طاق تختہ شمال رویہ۔ گوشہ ایساں کی طرف ایک چاہ۔ پاس اس کے گورستان ان کا۔ اس میں ایک فقیر روڈے شاہ وست نشان وہ مولوی شرف دین رہتا ہے۔

(ص ۳۷۷) در ذکر احوال مقبرہ ابو الحسن خان بن آصف خان مرحوم

یہ مقبرہ لاہور سے بفاصلہ تین میل گوشہ گکنی میں کھڑا ہے اس کے گوشہ غربی و شمالی میں مکان فتا شاہ واقع ہے۔ یہ گنبد ابو الحسن خان بن آصف خان بن اعتماد الدولہ طہرانی کا بڑا کلاں گنبد تھا۔ افسوس کہ بعہد مہاراجہ شیر سنگھ صدمہ صاعقہ سے گر کر خراب ہو گیا۔

گنبد ہذا اندر سے دو منزلہ اور چاروں طرف آٹھ کمرے' جن کی سقف بطور گنبد۔ تمام سنگ سرخ اس پر نصب تھا۔ اب جنوب رویہ زمین سے تا سینہ بلند ایک دھن محرابی شکستہ اور اس کے اوپر اور محراب جس کا گنبد سالم کھڑا ہے اور غرب و شرق والے کمرے زیریں اوپر سے گر گئے ہیں۔ اب شرق رویہ متصل دیوار مقبرہ تمام ملبہ اور چونہ گرا پڑا ہے۔ اور اندر مقبرہ کے غرب رویہ جو دو محراب زیر و بالا تھے اب بیچ میں سے گر کر ایک ہو گئے ہیں اور یہ طرف جو گر گئی ہے اس کے اوپر گنبد بدستور کھڑا ہے۔ یہ گنبد بھی بطور گنبد علی مردان خان تاحال دو منزلہ کھڑا ہے۔ سقف میانہ گنبد جنوب غرب و قدرے شمال کی طرف تاحال منقش نظر آتی ہے۔

سبحان اللہ کیا تحفہ عمارت ہے کہ اگرچہ بجلی نے ہیئت اصلی اس کی بگاڑ دی ہے۔ لیکن تو بھی جس قدر باقی ہے ثنا خوانی بانی کر رہی ہے۔ اندر مقبرہ کے تمام استر کاری چونے

Marfat.com

کی۔ گنبد کا رنگ اب اوپر سے سیاہ۔ شمال کی طرف عمارت افتادہ کے کئی ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

حال صاعقہ

حال صاعقہ یہ ہے کہ بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ اس گنبد میں میگزین، زیر کمان جنرل اوی طویلہ صاحب و حفاظت بھوپ سنگھ کیدان، رہتی تھی۔ اس وقت وہ آٹھ دھن محرابی جو گرد و نواح تھے سو بباعث حفاظت میگزین بند کرائے گئے تھے اتفاقاً" ایک روز بروز پنج شنبہ ہفتم ساون سمت ۱۸۹۹ وقت ایک بجے دن کے اس مقام پر بجلی گری اور تخمیناً" آٹھ دس آدمی محافظ میگزین اس صدمہ سے مر گئے اور چند مجروح ہوئے اور گنبد کو یہ صدمہ عظیم پہنچا۔ فقط

حال ابو الحسن

یہ آصف خان ابو الحسن بن اعتماد الدولہ غیاث بیگ خان طہرانی برادر حقیقی نور جہاں بیگم اجلہ امرای جہانگیری سے تھا۔ زمانہ شاہجہان میں یمین الدولہ عموی بجان برابر اور خانخاناں خطاب پایا۔ اور سن دس سو اکاون میں بعد شاہجہان فوت ہوا۔

بعد اس کے خلف کا شائستہ خان رہا۔ نام اصلی اس کا ابو طالب ولد آصف خان ابو الحسن تھا۔ بعد عالمگیری بباعث فتح کرنے قلاع نظام الملکیہ کے صاحب ہفت ہزاری منصب اور امیر الامرا، صاحب ماہی مراتب نوبت نواز ہوا اور تا دیوان خاص پالکی پر سوار آتا تھا۔ چنانچہ سید (ص ۳۷۸) تفضل حسین اس کی اولاد میں سے تا سن بارہ سو تہتر ہجری دھلی میں زندہ تھے۔ یہ شائستہ خان سن ۱۰۸۰ میں فوت ہوا اور اسی روضہ میں دفن کیا گیا۔

اب نام و نشان ان کا باقی نہیں۔ ہائے افسوس

گردش گردون گرداں گردگاں را گرد کرد

اور تاریخ وصال نواب آصف خان ابو الحسن کی، جو مفتی غلام سرور نے بامید اندراج بھیجی سو بجنسہ درج ذیل کی جاتی ہے۔ شعر۔

ابو الحسن آصف امیری با وقار
عاقل است و عالم است و عادل است
بعد مرگش طرفہ سال انتقال
خان والا بو الحسن آصف دل است

Marfat.com

(ص ۴۷۹) اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ شاہدرہ میں قریب مقبرہ جہانگیر بادشاہ کے جو ایک مقبرہ آصف خان ابو الحسن کا ہے وہ آصف خان ابو الحسن جہانگیری تھا۔ اور یہ ابو الحسن بن آصف خان شاہجہانی ہے۔ آصف خان خطاب شاہی ہوتا تھا چنانچہ ہر عہد میں آصف خان ہوتے چلے آئے ہیں۔

(ص ۴۷۸) حال مقبرہ سردار خان بھٹ یعنی نقال

گوشہ شرقی و شمالی مقبرہ ابو الحسن آصف خان کے ایک مقبرہ سفید ہشت پہلو کھڑا ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ چاروں طرف چار دروازہ قالبوتی اور ہر چار گوشہ خرد محرابی میں طاقچے۔ اس کے اوپر چار مینار تھے۔ اب گوشہ گنگی کا مینار گر گیا ہے۔ گرد و نواح اس کے چبوترہ خشتی تھا۔ اب اینٹیں اس کی خشت فروشوں نے نکال لی ہیں۔

سنا جاتا ہے کہ بعہد عالمگیر ایک بھٹ سردار خان نامی تھا جو کار نقلیات میں یدطولیٰ رکھتا تھا۔ عالمگیر نے اس کو لاہور میں آٹھ چاہ بطور انعام دیئے۔ وہ یہاں آرہا۔ چونکہ لاولد تھا اپنے جیتے جی یہ مقبرہ اپنا بنوایا۔

مقبرہ مخدوم بیگم اہلیہ نواب ابو الحسن آصف خان مرحوم

اس کے شمال رویہ مائل بہ شرق ایک اور میانہ گنبد مربع کھڑا ہے جس کے چاروں طرف دروازے قالبوتی، اوپر گنبد مربع ڈھالواں، لب بام گردنہ چونہ گچ پختہ اس پر قدرے کار کانسی بوسیدہ۔ یہ مقبرہ مسمات مخدومہ بیگم زوجہ آصف خان ابو الحسن کا ہے۔

ابو الحسن خان کے گنبد کے غرب رویہ باہر گوشہ بائیں پر ایک چاہ کلاں مدور پختہ تاحال موجود ہے۔ یہ اتنا بڑا چاہ ہے کہ اس پر دس چرخ چوب باسائش و فراغ چل سکتے ہیں۔ اس کے اندر جنوب رویہ دیوار اندرونی میں ایک در محرابی بطور دریچہ دکھائی دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چاہ باغیچہ ابو الحسن میں جاری تھا۔

اور مقبرہ ابو الحسن خان کے نیچے جو سرد خانہ وسیع ہے (ص ۴۷۹) اس میں سے راہ خفیہ بطور زینہ یہاں اس مکان تک، کہ جس کا یہ دروازہ کھڑا ہے، آملتا ہے۔ اور معمر لوگ زبانی اپنے بزرگوں کے بیان کرتے ہیں کہ اندر اس دریچہ کے بہت اچھا مکان گلکار عمارت کا ہے۔ گرد و نواح اس مقبرہ کے بہت سی عمارات مبنیہ اس کی تھیں۔ اس کے جنوب رویہ ایک ایسا باغ تھا سبحان اللہ!

Marfat.com

مخدومہ بیگم اور تعمیر مقبرہ

(ص ۳۷۸) کہتے ہیں کہ یہ عورت بڑی قابلہ اور شاعرہ تھی۔ جب ابو الحسن فوت ہوا تو بعد اس کے شائستہ خان نے بصواب دید مخدومہ بیگم ایک ہزار حافظ قرآن مقبرہ ابو الحسن پر واسطے قرآن پڑھنے کے مقرر کئے اور صدہا چاہان خرید کر تا قیام مقبرہ وقف کر دیئے اور اپنا گنبد' محض بخیال اس کے کہ بزرگی خاوند کی معلوم ہوتی رہے' خرد بنوایا۔ (ص ۳۷۹) پھر مخدومہ بیگم زوجہ ابو الحسن آصف خان نے سن ایک ہزار چھیاسٹھ میں چہارم شعبان بروز دو شنبہ وفات پائی (ص ۳۷۸) مشہور ہے کہ تا عملداری خان بہادر اس مقبرہ ابو الحسن پر حافظ مقرر رہے اور خان بہادر اکثر اوقات دیگیں طعام کی ان حافظوں کے واسطے بھیجا کرتا تھا اور عہد محمد شاہی میں حضرت حامد قاری صاحب مہتمم کار خانہ عبادت ہذا کے تھے یعنی ان کی معرفت تقسیم مصرف تقسیم مصارف خانقاہ ابو الحسن ہوا کرتے تھے۔

لاہور کی آبادی

(ص ۳۷۹) کتاب خلاصۃ التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد حملہ ہائے غزنوی چند مدت لاہور ویران پڑا رہا۔ پھر تاتار خان' سلطان بہلول کے ایک امیر نے' شہر لاہور کو اپنا دارالامارۃ بنایا۔ بعد اس کے بابر شاہ کے بیٹے کامران مرزا نے یہاں بود و باش اختیار کی۔ اس وقت میں آبادی اس کی زیادہ تر بڑھ گئی۔ بعد اس کے اکبر بادشاہ نے اپنے عہد سلطنت میں لاہور کی آبادی پر توجہ فرمائی بلکہ ایک شہر پناہ خشتی اس کے گرد بنائی اور ایک دولت خانہ بھی تعمیر کیا جس کو اب ثمن برج کہتے ہیں۔ اس شہر کی زیادہ رونق کا موجب یہ ہوا۔ پھر نور الدین محمد جہانگیر نے بڑی بڑی عمارتیں بنا کر ایک مدت تک یہاں نزول اجلال فرمایا اور اس شہر کی رونق کو بڑھایا چنانچہ وے عمارتیں عہد عالمگیر تک موجود تھیں۔ سوائے اس کے کچھ کچھ عمارتیں حویلیاں شہزادوں نے بھی یہاں بنوائیں۔ بلکہ امرای والا شان نے بڑی بڑی عمارات سنگین تعمیر کیں۔ خصوصاً" عمارات ابو الحسن بن آصف خان بن اعتماد الدولہ کی نہایت زینت بخش لاہور ہوئیں۔ ابو الحسن اجلہ امرای شاہجہانی سے تھا۔ اس کے عہد کی عمارتیں عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ تک بھی موجود تھیں۔ چونکہ کوئی محافظ نہ تھا لوگوں نے اینٹیں اکھاڑ لیں۔ فقط

جب چھاؤنی ہائے افواج مہاراجہ رنجیت سنگھ تیار ہوئیں تو انہی مقبروں اور مکانات عہد سلف کی اینٹیں اکھڑوا کر وہاں صرف ہوئیں۔ صرف جو جو مکانات کہ نہایت سنگین تھے

Marfat.com

اور اینٹیں ان کی نہ اکھڑا سکتی تھیں وہ بہزار دقت بچ رہی۔ ہزارہا مقابر و گنبد و مساجد و باغات و حویلی ہائے قدیمہ جو یادگار امرای سلف تھیں گر گئیں۔

(ص ۵۶۰) احوال مقبرہ نواب میاں خان پسر نواب سعد اللہ خان شاہجہانی

غرب رویہ موضع بھوگی وال کے ایک مکان مشہور مشکی محل، جو اب باغ نواب علی رضا خان صاحب قزلباش بن گیا ہے، موجود ہے۔ سابق عملداری سکھاں راجہ سوچیت سنگھ نے سمت ۱۸۹۰ اٹھارہ سو نوے میں، حسب الحکم مہاراج کے، اس مقبرہ کو بنام نہاد باغ خود آراستہ کیا۔

صورت اس کی یہ ہے کہ گرد و نواح چار دیواری خشتی، جس کے بیرے سفید، مبنیہ راجہ سوچیت سنگھ۔ اب، اول، جو عمارت قدیمہ عہد میاں خان کی یہاں موجود ہے حال اس کا تحریر کرتا ہوں۔

جنوب رویہ ایک ڈیوڑھی مع دروازہ چوکھٹ چوبی مع طاق تختہ نو تیار۔ اس کے شرق و غرب کی طرف تا بسینہ بلند دو تھڑیاں۔ بطرف شرق و غرب اس کے دو کھڑکیاں۔ طاق تختہ ان کے آئینہ دار بوضع انگریزی، جو نواب صاحب نے بنوائے ہیں۔ ایک زینہ چڑھ کے اس دروازے کے اندر جانا ہوتا ہے۔ اس کے اندر ڈیوڑھی قالبوتی۔ بطرف شرق و غرب اس کے دو کوٹھڑیاں۔ طور اس ڈیوڑھی کا سات قدم اور عرض چار قدم۔ در محرابی اس کے جنوب رویہ جس سے چار زینہ چڑھ کے باغ میں جانا ہوتا ہے۔

اندر اس کے میانہ میں، جنوب رویہ ایک حوض مربع۔ اس کے اوپر، دیوار شمالی میں آبشار۔ فقط

اوپر اس ڈیوڑھی کے مکان خوشنما، دلچسپ، جس کا ارتفاع تین گز، تمام استرکار پختہ۔ اس کے غرب رویہ سے آٹھ زینہ چڑھ کے اوپر جانا ہوتا ہے۔ تمام فرش خشتی۔ اس مکان کا طول تنتالیس کروں اور عرض نوکروں اور پر میانہ میں ایک بارہ دری عالیشان۔ دروں پر نواب علی رضا خان صاحب نے طاق تختہ آئینہ دار لگوائے ہیں۔ اس بارہ دری میں تین کمرہ میانہ میں کلاں اور شرقی غربی اس سے خرد۔ درجہ میانہ بطور گنبد اندر سے دکھائی دیتا ہے۔ دونوں بغلی کمروں کے سقف قالبوتی۔ ہر کمرہ میں باہر کی طرف ایک ایک دروازہ جس میں طاق آئینہ دار نو تیار اس بارہ دری کی دیوار جنوبی میں اوپر جانے کا زینہ۔ نو زینہ چڑھ کے اوپر درجہ مطول۔ یہ زینہ یہاں تک تو سقف قالبوتی ہے اس کے اوپر (ص ۵۶۱) پھر پانچ

Marfat.com

زینہ چڑھ کے زینہ بے سقف اوپر چھت کے تمام فرش چونہ گچ' اب سیاہ۔ گرد و نواح بالائے سقف چودہ گرہ ارتفاع والی دیوار۔ میان میں آدھ گز بلند تھڑہ۔ اس کے اوپر ایک اور ہشت پہلو تھڑہ۔ یہ پشت اس سقف کی ہے جو اندر سے گنبد نما معلوم ہوتی ہے۔ باہر اس بارہ دری کے بطرف شرق و غرب کی طرف ایک ایک گز مربع حوض پختہ۔ یہ مادہ فوارگان معلوم ہوتے ہیں۔ اس بارہ دری کے غرب کی طرف ایک مسجد پختہ تین گنبد والی۔ اندر مسجد کے تین درجہ۔ میانہ درجہ کی دیواری غربی میں تین محراب چونہ گچ۔ شمال و جنوب میں دو درجہ جن کے بیچ ایک ایک در محرابی شمالی دیوار ایک دریچہ۔ باہر کی طرف' اس دریچہ کے نیچے ایک حجرہ بطور دوکان۔

اس مکان میں تعجب یہ ہے کہ شرق رویہ اس بارہ دری کے بھی اسی طرح کی عراق ہیں اور عراقوں کے شرق کی طرف ہو بہو اسی مسجد کے موافق ایک اور مسجد۔ صورت سے تو اس کو مسجد کہا جاتا ہے (ص ۵۶۱) مگر تعجب یہ ہے کہ اگر اس کو مسجد کہیں تو سجدہ بطرف شرق ہوتا ہے کیونکہ پشت اس کی شرق کی طرف اور چہرہ بطرف غرب۔ شکل اس مسجد کی ہو بہو ہم شکل مسجد غربی کے۔ اس کے بھی تین گنبد۔ یہ مسجد صرف بطور جواب' اس مسجد کی خوشنمائی کے واسطے بنی ہے۔ فقط۔

جنوب رویہ اس عمارت کے' چار دیواری کے میانہ میں' ایک بارہ دری جس میں خانقاہ نواب میاں خان کی۔ اس بارہ دری خانقاہ کے گرد و نواح چبوترہ۔ جس کا طول و عرض سوا چھ گرہ۔ قد آدم ارتفاع۔ ہر چہار طرف ارتفاع عمارت میں تختہ ہائے سنگ سیاہ مربع ایک ایک گز کے نصب۔ گویا تمام چبوترہ سنگ سیاہ سے بنا ہوا ہے۔ ان سنگوں کے اوپر مداخل بھی سنگین۔ جنوب رویہ اس بارہ دری کے راہ آمد و رفت' جس کے آگے چھ سیڑھیاں سنگ سیاہ کی۔ اس کے اوپر جنوب رویہ دروازہ محرابی۔ اوپر چبوترہ کے تمام فرش سنگین سنگ سیاہ کا۔ اب چاروں طرف سے یہ فرش سنگ سیاہ قریب نصف کے اکھڑ گیا ہے۔ باعث اس کا یہ ہے کہ ابتدائے عملداری انگریزی میں یہ باغ شیخ امام الدین صاحب کو ملا تھا۔ انہوں نے یہ سنگ اکھڑوائے۔

اس تھڑہ کے گرد و نواح دو فٹ بلند چار دیواری جس کے چاروں گوشوں میں موہڑہ ہائے خشتی بنے ہوئے ہیں۔ اب جنوب و غرب رویہ سے چار دیواری گر گئی ہے۔ پھر اس تھڑہ کے میانہ میں آدھ گز بلند تھڑہ بارہ دری کا خشتی' چونہ گچ' منقش اس بارہ دری کے ارتفاع کی (ص ۵۶۲) عمارت تمام سنگ سیاہ کی چھت پر چاروں گوشوں پر چار موہڑہ خشتی

Marfat.com

مربع۔ جنوب رویہ اس کے ایک زینہ سنگ سیاہ کا جو اب شکستہ ہو گیا ہے۔ اندر تمام فرش سنگ سیاہ کا اور سقف قالبوتی سفید۔ چاروں طرف بارہ دھن خشتی چونہ گچ۔ ہر دھن میں دو دو ستون خشتی سفید۔ میانہ بارہ دری میں ایک اور چبوترہ چھ انچ مرتفع۔ یہ تھڑہ قبر ہے۔ اس پر تعویذ بھی سنگ سیاہ کا تھا جو' بعد رنجیت سنگھ' راجہ سوچیت سنگھ نے اکھاڑ لیا۔ جائے افسوس اور مقام عبرت ہے کہ جہاں سے سنگ تعویذ قبر اکھڑ گئے ہیں وہ جگہ خشتی نظر آ رہی ہے۔

بارہ دری کے جنوب رویہ ایک طویل جگہ بشکل تھڑہ۔ اس پر تین زینہ چڑھ کی آگے شمال رویہ ایک چوبچہ حوض مع فوارہ آبشار۔ اس کے میانہ میں اور تھڑہ پختہ سفید جس کا طول آٹھ کروں اور عرض چھ کروں۔ اس کے شمال و جنوب کی طرف اور دو تالاب طول ہر ایک کا ساڑھے گیارہ کروں اور عرض ساڑھے سات کروں۔ ہر تالاب کے گوشہ ایساں و گنی میں دو دو زینہ شرق و غرب کی طرف اس تھڑہ اور تالابوں کی دو دو عراقیں پختہ۔ اس کے جنوب کی طرف حد دیوار جنوبی چار دیواری۔ اس میں بیس عدد محراب قالبوتی۔ دیواری شمالی میں غرب رویہ مسجد غربی۔ ایک اور دروازہ نو تیار جس میں طاق چوبیں میخ آہنی والا لگے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر شرق رویہ' پس پشت مسجد' ایک جگہ بلند۔ اس پر چاہ چرخ چوب والا رواں۔ چاہ کے غرب رویہ مائل بہ شکل ایک خرد گنبد پختہ دروازہ جس کا گنی کی طرف۔ اب اس میں تختہ چوبی نواب صاحب نے لگوائے ہیں۔ لب بام گردنہ چونہ گچ۔ یہ گنبد برج گوشہ عمارت دیوار قدیمہ کا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ہی چاروں گوشوں میں برج تھے۔

وجہ تسمیہ بنام محل (ص ۵۶۲) مشکی یہ ہے کہ نواب میاں خان کا ایک غلام مشکی نام خانہ زاد تھا۔ اس کی معرفت یہ عمارات بنی اس باعث سے اسی کا نام مشہور ہو گیا۔

(ص ۵۶۲) سبحان اللہ! نواب میاں خان مرحوم نے کس ارادہ سے یہ جگہ بنوائی ہو گی اور اب کیا حال ہے۔ سچ ہے۔

ہر که آمد عمارت نو ساخت
رفت و منزل بہ دیگری پرداخت

(ص ۵۶۴) سبحان اللہ مکان لائق دید ہے۔ جو تھڑہ کی ارتفاع میں چاروں طرف کلاں تختہ ہائے سنگ سیاہ و سنگ ابری نصب ہیں ان کو دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے کہ ایسے ایسے کلاں سنگ کہاں سے بہم پہنچے ہوں گے۔ (ص ۵۶۲) کبھی وہ وقت تھا کہ یہ عمارت تعمیر۔

Marfat.com

ہوئی تھی۔ اور پھر وہ وقت آیا کہ راجہ سوچیت سنگھ نے تعویذ قبر اکھڑوایا۔ پھر شیخ امام الدین صاحب مختار رہے۔ اب نواب علی رضا خان صاحب مالک ہیں۔ اب ان کو خدا مبارک کرے۔ کارخانہ الٰہی میں دم مارنے کی جا نہیں۔ فقط۔

(ص ۵۶۳) احوال نواب میاں خان مرحوم

نواب میاں خان خلف نواب سعد اللہ خاں وزیر شاہجہانی نواب عالمگیر بادشاہ تھا۔ حویلی اس کی لاہور میں جنوب رویہ مشن سکول تاحال موجود۔ اب اس میں خراسی لوگ رہتے ہیں۔ جہاں مسجد چینیاں والی میں مولوی غلام حسین صاحب جد بزرگوار بندہ کی مزار ہے۔ اس خانقاہ کی دیوار جنوبی دیوار بدیوار شمالی حویلی نواب میاں خان ہے۔ حویلی میاں خان کے شمال رویہ حویلی نواب سعداللہ خان والد نواب میاں خان کی تھی۔ یہ رنگ محل جہاں اب مشن اسکول ہے یہ اسی کی حویلی کا حصہ ہے۔

میاں خان لاولد فوت ہوا مگر بعد اس کے ایک شخص سید میر ہدایت علی خان نامی' اس کا فرزند متبنی باقی رہا۔ وفات نواب میاں خان کی سن ایک ہزار بیاسی میں ہوئی۔

بعدازاں میر ہدایت علی کے دو فرزند ہوئے۔ ایک میر رجب علی دوسرا محبت علی۔ رجب علی کے یہاں ایک بیٹا میر اسداللہ اور اس کے یہاں میر نور الدین خان۔ اس کے یہاں ایک لڑکی مسمات ننھی بیگم رہی جو اس نے اپنے بھانجے حقیقی مسمی سیف علی سے بیاہ دی۔ بعد نورالدین خان کے' تاحال وہی قابض جائیداد ہے۔ کچھ تو اس نے اراضی و عمارت متعلقہ حویلی میاں خان فروخت کر کر خوب صفائی کی اور بقیہ میر عابد علی اور مرزا نیاز علی و شفاعت علی وغیرہ حصہ داران نے برباد کر دی۔ غرض اب منجملہ جائیداد ان کے پاس کچھ نہیں رہا۔ ایک پنڈ موضع کوٹ ہدایت علی خان' جو بفاصلہ چھ کروہ لاہور سے ہے' بقبضہ نورالدین تھا وہ بھی ان کے قبضہ سے نکل گیا۔ غرض میر ہدایت علی سے پیچھے اس کی اولاد کی اوقات گذاری فقط فروخت میں و عمارت فروشی پر رہی۔ سوائے اس حویلی کے ایک اور حویلی نواب سعداللہ خان کی متصل موچی دروازہ' المشہور حویلی پتھراں والی تھی' وہ بھی ان حضرات نے فروخت کر لی۔

یہ باغ و مقبرہ نواب میاں خان کا' بعہد رنجیت سنگھ' ضبط کر لیا۔ باغ نواب میاں خان بعد تباہی ریاست لاہور بعملداری انگریزی چندے صیغہ نزول میں رہا۔ اب نیلام میں (ص ۵۴۶) بقیمت دو ہزار ڈھائی سو روپیہ نواب علی خان صاحب نے خرید کر مرمت شروع کی ہے۔ آری قطع۔

Marfat.com

این عمر کہ بے تاب بی بینی آن را
نقشی است کہ بر آب بہ بینی آن را

دنیا خرابی و زندگانی در وی
خواب است کہ در خواب بہ بینی آن را

حال نواب سعداللہ خان مرحوم وزیر شاہجہان بادشاہ غازی

یہ ہے کہ والد نواب سعداللہ خان مسمی امیر بخش ساکن چنیوٹ قوم جاٹ سے زمیندار تھا۔ اس کے گھر میں امیدواری ہوئی۔ جب آٹھواں مہینہ حمل کا ہوا تو اس کی جورو نے اس کو کہا میرا دل ولایتی اناروں کو چاہتا ہے اگر ولایتی انار نہ پاؤں گی تو مرجاؤں گی۔ اس نے کہا کہ اے بے وقوف۔ ہم غریبوں کو اناروں سے کیا نسبت۔ میں انار کہاں سے لاؤں۔ عورت نے کہا کہ میرے کان کی بالیاں نقرہ پانچ روپیہ کی ہیں۔ تم اس کو لے جاؤ اور فروخت کر کے انار لے آؤ۔ اتفاقاً" انہی دنوں سوداگران میوہ فروش' کابلی' سیالکوٹ میں آ اترے وہ ڈالی انار و انگور کی بحضور شاہ دہلی لے جاتے تھے۔

غرض والد نواب سعداللہ خان نے بالیاں نقرہ ہمراہ لے کر ان سوداگران کے پاس جا درخواست اناروں کی کی۔ انہوں نے کہا کہ اے احمق تیرا کیا مقدور خریدنے انار کا ہے۔ یہ ڈالی شاہی ہے۔ اس نے تمام حال بیان کیا۔ سوداگر قیافہ شناس تھا' دریافت کر گیا کہ ضرور اس عورت کے شکم میں فرزند اقبال مند ہے۔ یہ سوچ کر چند انار اور انگور ہمراہ لئے اور امیر بخش کو کہا کہ میاں میں تم کو انار بلکہ انگور بھی مفت دیتا ہوں لیکن بایں شرط کہ تو مجھ کو ایک دفعہ روبروے اس حاملہ کے لے چل۔ ماسوا اس کے جو کچھ اس کو اور مطلوب ہو گا میں پیش کروں گا۔ القصہ امیر بخش اسکو اپنے گھر لے آیا۔ سوداگر نے چند انار اور انگور مع چند روپیہ زوجہ امیر بخش کے آگے رکھا اور کہا کہ یہ تم لے لو اور مجھ کو ایک سند بایں مضمون لکھ دو کہ مولود اگر صاحب اقبال ہو تو مجھے حق دار سمجھے۔ اس نے کہا کہ اے بھائی! غریبوں سے تمسخر کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ جا اپنا کام کر۔ اگر اللہ کچھ دیتا ہے تو دے جا۔ (ص ۵۶۵) سوداگر نے بضد ہو کر بار بار یہی التجا کی۔ لاچار اس نے اسی طرح کا اقرار نامہ لکھ دیا۔

بعد اس کے بروز پنجشنبہ دھم سفر سن ایک ہزار میں نواب سعد اللہ خان پیدا ہوا اور اسی دن شام کو اس کا والد فوت ہو گیا۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ یہ مولود کیسا کم بخت ہے کہ

Marfat.com

تولد ہوتے ہی باپ کو کھایا۔

بعد اس کے جب وہ پانچ سال کا ہوا تو والدہ اس کی بھی فوت ہوئی۔ وہ بیچارہ آوارہ ہو بادیہ گردی کرتا ہوا لاہور میں آپہنچا اور بایں طریق علم پڑھنا شروع کیا کہ رات کو گدائی کرنی اور اسی مسجد میں کہ جہاں پڑھتا تھا رات سو رہتا۔ کہتے ہیں کہ وہ مسجد اندرون دروازہ دلی کے تھی جس کے قریب اب مسجد عالیشان نواب وزیر خان کی یادگار رونق افزا لاہور ہے۔ جب تحصیل علم سے فراغت کی تو ارادہ چلنے دہلی کا کیا حتیٰ کہ ہمراہ مسمی بشارت شاہ گدا کے روانہ دہلی ہوا۔ وہ بشارت شاہ کرنال سے واپس ہو آیا اور سعداللہ خان دہلی میں محلہ چوڑی والا مسجد محمد صالح میں جا رہا ہے۔

محمد صالح صاحب صاحبزادگان نواب آصف خان پسر اعتماد الدولہ وزیر شاہجہان کو پڑھایا کرتے تھے۔ اس وسیلہ سے وزیر زادے اس مسجد میں پڑھنے آتے تھے۔ اس کو غریب الوطن جان کر یہ مہربانی کی کہ ہر روز جاروب مسجد کر کے سبیل وضو کی بھر چھوڑا کرے۔ اس کے عوض میں دو وقت روٹی تم کو ملا کرے گی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ محمد صالح مسجد میں نہ تھی۔ اور صاحبزادگان وزیر اصلاح خط لینے آئے۔ سعد اللہ نے اصلاح دے دی۔ رات کو جب وزیر نے مشوقہ تختی اپنے لڑکوں کی دیکھی تو خط خوش دیکھ نہایت خوش ہوا۔ اور لڑکوں سے پوچھا یہ خط کس کا ہے۔ انہوں نے حال واقع بیان کیا۔ وزیر نے سعد اللہ کو بلوا کر حکم دیا کہ آئندہ اصلاح صاحبزادگان کو تو دیا کر۔ اس کے عوض دس روپیہ تجھ کو ماہوار ملا کرے گا۔ اس نے قبول کر لیا۔

بعد اس کے ایک دن صاحبزادہ ہائے وزیر محمد صالح سے کتاب ابوالفضل پڑھ رہے تھے۔ اتفاقاً" کوئی مشکل عبارت آئی ہر چند محمد صالح معنی اس کے ان کو سمجھاتا پر ان کو سمجھ نہ آئی۔ آخر کار سعداللہ نے اس کو ایسا مفصل بیان کیا کہ فی الفور ان کی سمجھ میں آگیا۔ جب وزیر نے یہ حال سنا تو سعداللہ کو بلا کر چالیس روپیہ مشاہرہ مع نان دو وقتہ مقرر کر کے بارو نے تمام اتالیق صاجزادروں کا بنایا۔

سبحان اللہ! جب جناب کارساز مطلق چاہتا ہے کہ کسی کو سرفرازی بخشے تو سبب بھی ویسے ہی بنا دیتا ہے۔ مصداق کلام یہ ہے کہ (ص ۵۶۶) جناب تبارک و تعالیٰ کو سرفرازی اس سعداللہ بے کس کی منظور تھی اس نظر سے بواعث احسنہ جمع ہوتے گئے۔

جب چند مدت چالیس روپیہ ماہانہ وغیرہ اس کو ملتا رہا تو اس نے کچھ رشد پیدا کر لیا۔ امراء وزراء کی خدمت میں آمد و رفت پیدا ہو گئی۔ بعد چندے سن ایک ہزار چالیس شاہ

Marfat.com

ایران کا مراسلہ اتفاقاً" بنام شاہجہان بادشاہ غازی مشعر اس مضمون کا آیا کہ تم شاہ ہند ہو اور نام اپنا تم نے شاہجہان رکھا ہے۔ اس سے دروغ گوئی واضح ہوتی ہے اور کذب ہر فرد بنی نوع انسان کا نازیبا ہوتا ہے۔ خصوصاً" شاہان فرمان فروا کو اس کا جواب شافی لکھو ورنہ نام تمہارا مغرور شاہ کاذب رکھا جائے گا۔

جب یہ مراسلہ شاہجہان کے پاس آیا تو بادشاہ نے آصف خان وزیر کو حکم دیا کہ اس کا جواب شافی لکھ۔ اس نے ہر چند خوض کیا کوئی جواب بن نہ آیا۔ آخر بادشاہ نے کہا کہ اس کا جواب شافی تحریر نہ ہو گا تو حکم قتل ہے۔ وزیر نے مہلت ایک مہینے کی طلب کی جو عطا ہوئی۔ جو مہلت مطلوبہ آخری دن آیا اور کوئی جواب تجویز نہ ہو سکا تو وزیر کو یقین ہوا اب ضرور مارا جاؤں گا۔ اس روز ایک ماتم عظیم اس کے دولت خانے میں برپا ہوا اس واسطے صاحبزادے وزیر کے بھی مکتب میں نہ آئے۔

سعداللہ خان وہاں گیا اور باعث پوچھا۔ انہوں نے سب حال کہ سنایا سعداللہ نے کہا کہ جواب اس کا چنداں مشکل نہیں۔ وزیر نے یہ بات سن کر' خوش ہو' سعداللہ کو اپنے پاس بلایا اور بہزار منت درخواست اظہار جواب کے کی۔ اس نے جواب دیا کہ سوائے حضوری بادشاہ کے میں بیان نہیں کر سکتا۔ ہر چند وزیر نے طمع ہزارہا روپیہ کا دیا مگر اس نے نہ مانا۔

لاچار وزیر اس کو بحضور بادشاہ لے گیا اور عرض کی کہ اے خداوند روے زمین یہ سوال کچھ ایسا مشکل نہیں کہ جس سے بندگان حضور متردد ہوں۔ اس کا جواب تو میرا ایک ملازم بیان کر سکتا ہے۔ یہ سن کر سعداللہ نے عرض کی کہ جہاں پناہ سوال تو سخت مشکل ہے اور آپ کی ذات قدردان سے امیدوار ہوں کہ اول وزیر سے جواب طلب ہو۔ اگر یہ عجز بیان کرے گا تو پھر میں جو کچھ واجب العرض ہے عرض کروں گا۔ القصہ وزیر نے لاعلمی بیان کی۔ پھر شاہجہان نے سعداللہ کو کہا کہ اگر تو جواب شافی دے گا تو سرکار سے تیری قدردانی ہو گی۔ جب سعداللہ کو تسلی ہوئی تو اس نے مراسلے کا جواب بایں مضمون تحریر کیا کہ تحاریر دشخواز پسند اکثر متوجہ معانی و لطائف رہتے ہیں۔ کسی نکتہ فہم کو جو علم ہیئت و ہندسہ سے (ص ۵۶۸) کچھ بھی آگاہی رکھتا ہو گا اسے ہمارے اس اسم مبارک سے استشمام کذب نہ ہو گا۔ ہم آپ کے دربار کو نکتہ رس جانتے تھے مگر افسوس کہ خیال ہمارا ناقص متصور ہوا فقط۔ اظہر ہے کہ از روئے حساب ابجد اگر لفظ جہان کے عدد نکالیں تو انسٹھ ہوتے ہیں۔ بایں صورت ج ۳' ۵-۵' ا-۱' ن-۵۰' اور ہند کے بھی انسٹھ عدد ہیں۔ بایں صورت ۵-۵'

Marfat.com

ن۔۵۰" د۔۴ چونکہ اعداد ان کے برابر ہیں پس معاملہ یکساں ہے۔ اس لئے ہم کو اختیار ہے کہ اپنا نام شاہجہان رکھیں یا شاہ ہند۔ یہ جواب سن کر اسی وقت بادشاہ نے اس کو داروغہ کتب خانہ شاہی مقرر کیا اور پھر حسب العرض موسوی خان صدر الصدور کے عہدہ وزارت پر سرفراز ہوا اور علامی فہامی خطاب پایا۔ پھر تو یہ معاملہ ہوا کہ بجز حکم سعداللہ خان کے کوئی کام سلطنت کا نہ ہوتا تھا۔ لاکھ ہا روپیہ کی عمارت سعداللہ خانی دہلی و آگرہ و لاہور میں موجود ہیں۔ ایک مسجد عالیشان' جامع' سنگین ۔عمارت سنگ سرخ بمقام چنیوٹ' جو وطن اصلی اس کا تھا تعمیر کی۔

جب بشارت شاہ فقیر نے جو لاہور سے اس کے ہمراہ روان ہوا تھا یہ حال سنا تو دہلی میں گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بڑا زبان دراز لچا تھا۔ جب در دولت پر حاضر ہوا تو محافظین نے اندر جانے نہ دیا۔ لاچار ہو کر چاندنی چوک میں جا کر راہ آمد سواری نواب سعداللہ خان کو روک بیٹھا۔ جب سواری آئی تو دیکھتے ہی براہ تمسخر و خیال دوستی قدیمہ بول اٹھا کہ او بدمعاش حرامزادے اب یہ دماغ ہے کہ بواب نواب اندر جانے نہیں دیتے۔ سعداللہ خان مرد عاقل اور ہوشیار تھا یہ معاملہ دیکھ کر چپ ہو رہا۔ سواری بدستور حویلی پر آئی۔ وہ بھی پیچھے پیچھے بکتا ہوا چلا آیا۔ جب نواب صاحب اندر گئے تو خزانچی کو حکم دیا کہ دس ہزار روپے کی تھیلیاں یہاں لے آ اور دیوان خان میں خلوت کرا دے۔ جب اس نے تعمیل حکم کی تو حکم دیا کہ باہر ایک فقیر مجذوب' صاحب کمال' لاہور سے آیا ہوا کھڑا ہے۔ اس کو اندر بلا لاؤ۔ خزانچی اس کو بلا لایا۔ وہ بے وقوف بخیال صحبت و عادت قدیمہ روبرو آتے ہی گالیاں دینے لگا۔ نواب صاحب تو دانائے زمانہ تھے اس کے واہیات کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ نصیحتاً" یہ دو شعر' طبعزاد اپنے' اس کو سنائے کہ اے بے وقوف۔

آدمی را بچشم حال نگر
از خیال پری و دی بگذر
در شکم نطفہ اولاً خون بود
آب ہست ابتدائی لعل و گہر

بعدازاں وہ روپیہ اس کو دے کر حکم دیا کہ چار سپاہی اس کے ساتھ جائیں اور لاہور تک پہنچا کے واپس آئیں۔ فقط

بعد چندے اتفاقاً" وہ کابلی سوداگر کہ جس نے نواب صاحب کی والدہ کو انار دیئے تھے وارد دہلی ہوا۔ ازانجا کہ دستور تجار ہے کہ جہاں جاتے ہیں (ص ۵۶۸) وہاں کے کار

Marfat.com

مختاروں سے تعارف بہم پہنچاتے ہیں۔ سعداللہ خان کو مختار کلی دیکھ کر اس کے حال کا استفسار کیا۔ جب وطن اس کا چنیوٹ اور غربت سے ثروت کا حال سنا تو اپنے قیافہ پر آفرین کر کے وہ کاغذ دستخطی والدہ نواب سعداللہ خان نکالا اور بصد افتخار ان کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کیا۔ انہوں نے حسب وعدہ والدہ خود تعمیل کر کے اس کا محصول معاف کرا دیا۔ پھر لاہور میں تشریف لائے اور عمارت بنوائیں۔ پھر نواب سعداللہ خان بتاریخ بستم رمضان سن ایک ہزار چھپن آگرہ میں فوت ہوئے۔ پیچھے ان کے نواب میاں خان صاحب زادہ ان کا بھی عالمگیر کے آگے نواب باتوقیر رہا۔

ابتدا یہ تھی اور انجام یہ ہوا کہ اسیت علی وغیرہ سکنائے حویلی میاں خان نے ایک ایک گز زمین اور ایک ایک اینٹ ان کی حویلی کی فروخت کر کر کل جائیداد برباد کر دی۔

(ص ۵۸۰) حال مقبرہ سید نواب صدر جہان مرحوم

موضع سوڈھی وال جو لاہور سے چھ میل بطرف گنی موضع نواں کوٹ کے واقع ہے' اس (ص ۵۸۱) کے شمال رویہ مقبرہ نواب سید صدر جہان کا ہے۔ یہ حضرت عہد اکبری میں امیر کبیر ہو گذرے ہیں۔ اصل نام ان کا سید صدر الدین۔

اس گنبد کے گرد و نواح چبوترہ پختہ قد آدم۔ راہ آمد و رفت جنوب رویہ۔ صورت مقبرہ ہشت پہلو' ہشت درہ۔ اب سب در بند فقط ایک کشادہ ہے۔ اندر اس مقبرے کے نو قبریں جن کی تفصیل یہ ہے۔

سید صدر جہان۔ سید زین الدین۔ سید سیف الدین۔ فرزند سید مہدی شاہ۔ سید شاہ عبدالرحمان۔ نبیرہ سید کرم علی۔ نبیرہ سید زندے شاہ۔ فرزند آنہا۔ سید عنایت شاہ۔

یہ سب ان کی اولاد میں سے تھے۔ تین قبریں پختہ اور بقیہ خام۔ اندر باہر فرش چونہ گچ اور چبوترہ مقبرہ پر ۱۵ قبریں خام۔ یہ قبور بھی ان کی اولاد کی ہیں۔

یہ مقبرہ سن ایک ہزار بیس میں بنا ہے۔ اب ایک فقیر سلطانا وہاں رہتا ہے۔

جنوب رویہ اس کے ایک تکیہ اور ایک مسجد اور چاہ مزروعہ ملکیت سکندر شاہ و اچھے شاہ و حاکم شاہ۔

اولاد ان کی میں سے مہر شاہ اور مبارک شاہ اور محبوب شاہ جو چراغ بتی روضہ زیب النساء کی نواں کوٹ میں کرتے ہیں اور الف شاہ سکندر شاہ لاہور میں موجود ہیں۔

Marfat.com

حالات صدر جہان

پوشیدہ نہ رہے کہ بعد وفات ہمایوں بادشاہ جب محمد جلال الدین اکبر بادشاہ تخت دہلی پر جلوس فرما ہوئے تو بعد چند روز بسبب ناسازش ماموں اپنے کے بارہ سے مراجعت کر کرے کلانور میں آئے۔ اس وقت ان کے ہمرا یہ سید صدر جہان بھی آئے تھے۔ بعد چند روز کے ماموں کا سر کلانور میں آیا اور دوبارہ شاہانہ جشن تخت نشینی کلانور میں منعقد ہوا۔ وہاں سے لاہور میں آئے۔ آتے ہی ہزار روپیہ کی جاگیر اور خطاب نوابی اس سید صدر جہان کو عطا فرمایا۔

بعد انہوں نے مواضعات بدیں تفصیل آباد کئے۔

کوٹلہ نواب صدر الدین المخاطب بصدر جہان۔ کوٹلہ سید سادات خان پسر کلاں۔ کوٹلہ سید سیف خان بن سید صدر جہان مرحوم۔ کوٹلہ سید رکن الدین بن صدر جہان مرحوم۔ کوٹلہ سید عنایت اللہ بن سید سادات خان بن سید صدر جہان۔ کوٹلہ مرزا ماسوای و سید فرید۔ کوٹلہ مشترکہ۔ کوٹلہ سید وڈا۔ کوٹلہ سید شاہ۔ کوٹلہ سید باقر شاہ۔ کوٹلہ سید علی اصغر۔ کوٹلہ سید عبدالغفور المشہور منو شاہ۔

تاریخ وفات سید نواب صدر جہان مرحوم کی سال ایک ہزار انیس ہجری۔ مفصل حال ان کا کتاب اکبر نامہ میں موجود۔

اولاد

واضح ہو کہ سید نواب صدر جہان کے تین صاحب زادے۔ ایک سید رکن الدین' دوسرے سید سادات خان' تیسرے سید سیف خان۔ ان میں سے رکن الدین اور سیف خان لاولد رہے۔ اور سید سادات خان کا ایک' سید عنایت اللہ شاہ۔ ان کا سید حفیظ' ان کا سید محمد علی بیٹا ہوا۔ اور سید محمد علی کے دو بیٹے۔ ایک سید امام شاہ۔ دوسرے سید قادر بخش لاولد۔ سید امام شاہ کے پانچ بیٹے۔ سید غلام شاہ' سید امام الدین' سید غفور شاہ' سید بہادر شاہ' سید شرف شاہ۔ منجملہ ان کے سید امام الدین کا مہر شاہ کا چراغ شاہ اور غفور شاہ کے سکندر شاہ جس کے دو بیٹے سید حسین شاہ و الف شاہ۔ لاہور میں موجود۔

سوڈھی وال کے شرق رویہ ایک مقبرہ ہشت پہلو سید سادات خان فرزند کلاں سید صدر الدین مرحوم کا ہے۔ یہ روضہ خرد ہمشکل اسی روضے کے ہے اندر اس کے چھے قبریں۔ ایک سید سادات خان دوسرے سید عنایت خان تیسری سید ہمت علی و کرم علی و

Marfat.com

سید شہاب الدین و سید اشرف علی کی۔ یہ تمام قبور خام ہیں۔

(ص ۳۶۲) احوال مقبرہ خان دوران شاہجہانی

آوہ بدھو کے شمال رویہ ایک گنبد جس کا نیمہ بالائی کاشی کار اور اب جنوب کی طرف کار کاشی گر کر قدرے دور ہو گیا ہے' موجود ہے۔ گرد و نواح مقبرہ چبوترہ پختہ' خشتی' بوسیدہ مسمار شدہ۔ صورت مقبرہ عجب طرح کی ہے کہ نیچے گنبد کے عمارت مربع' چاروں طرف ایک ایک محرابی در جو اب قدرے شکستہ ہو گیا ہے اور باہر کی طرف ہر در کی بغل میں محراب جن کے ستون میں سفیدی نظر آتی ہے۔ مگر بہت بوسیدہ۔ اوپر جا کے چھت سے گنبد استاد نے الگ اس طرح سے کیا ہے کہ اول بلند عمارت مثمن یعنی ہشت پہلو بنا کے اس کے ارتفاع میں سے جائے نشست نکالی ہے۔ اس کے اوپر گنبد چونہ گچ یا یہ نصف گلکار اور اوپر کا نصف چینی کا۔ اس گنبد کے چاروں گوشہ بیرونی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ اور محراب ہوں گے مگر اب موجود نہیں۔ اندر اس کے دو قبور پختہ کھڑی ہیں۔

شرق رویہ چبوترہ پر چند خرد خرد ون کھڑے ہیں اور گوشہ بائیں پر بالائے تھڑہ دو ون۔

اور یہ مقبرہ سر راہ سڑک شالا مار کو جاتے ہوئے جنوب رویہ کھڑا ہے۔ اس کے جنوب رویہ تار برقی جاتی ہے۔

افواہا" معلوم ہوا کہ یہ مقبرہ خان دوران کا ہے جس کا حال حضرت ایشاں کے حال میں قدرے تحریر ہے۔ حال تیاری مقبرہ یہ ہے کہ بحین حیات خان دوران (ص ۳۶۳) اہلیہ اس کی فوت ہو گئی تھی اس کے واسطے اس نے یہ روضہ بنوایا تھا جب خود قتل ہوا تو اس کے بیٹے نے اس میں اس کو دفن کر دیا۔ اگر مقبرہ پہلے سے بنا ہوا نہ ہوتا تو واللہ اعلم اس کی قبر کا نام و نشان بھی نظر نہ آتا کیونکہ بیٹا اس کا اس سے بدرجہ کمال ناراض تھا۔ یہ خان دوران عہد شاہجہانی میں نواب اور چند مدت ناظم لاہور بھی رہا تھا۔ قتل اس کی چودہویں صفر سن ایک ہزار ترپن میں واقع ہوئی۔

حال ڈیوڑھی باغیچہ علی مردان خان مرحوم

یہ مکان ڈیوڑھی باغیچہ نواب علی مردان خان بطرف بائیں مزار حامد قاری صاحب و عنقریب شمال رویہ مقبرہ نواب مذکورہ واقع ہے۔ اکثر اشخاص معتبر بیان کرتے ہیں کہ شمال رویہ اس ڈیوڑھی کے ایک اور ڈیوڑھی ایسی ہی تھی۔ کسی وقت یہاں باغ نواب علی مردان خان کا تھا۔ جس کا' اب تک گوشہ نیرت میں' ایک حوض قد آدم بلند دیوار پر کھڑا ہے۔

Marfat.com

اب عرصہ تین سال کا گزرتا ہے کہ حسب مخبری زمیداران وہ دیوار نزولی ہو کر معرفت محمد سلطان مسمار کرائی گئی۔ اب ڈیوڑھی کی یہ صورت ہے کہ درمیان میں' باہر کی طرف' ایک محراب کلاں بلند جس کے باہر مرغول وغیرہ بازوؤں پر کار کاشی برنگ لاجوردی و بسنتی و سبز و سفید بہت خوشنما ہوا ہوا ہے۔ اس محراب کے اندر بر سر زمین ایک اور محرابی در ہے جس کو اینٹوں سے بند کر کے میانہ میں چوکھٹ چوبی مع طاق تختہ لگائی گئی ہے۔ یہ محراب گوردت سنگھ کرنیل پلٹن مصران نے سن بارہ سو پچاس میں بند کرایا تھا۔

اس در محرابی کے اوپر ایک دریچہ ہے۔ طول اس کا ڈیڑھ گز اور عرض پون گز اور اس دھن محرابی کے شرق و غرب کی طرف دو دھن محرابی نیچے اور دوسرا اوپر۔ جو دھن نیچے ہیں اس کے اندر طاق تختہ چوبی لگا کر کوٹھریں بنائی گئی ہیں اوپر والے اینٹوں سے بند۔

اس ڈیوڑھی کے شرق و غرب کی طرف دو زینے اوپر جانے کے تھے۔ اب شرق رویہ نیچے سے بند اور غربی کشادہ جاری ہے۔ بالائے چھت' بطرف غرب' ایک چوبارہ ہے جس کے جنوب رویہ تین کھڑکیاں مع طاق تختہ۔ اس چوبارے کے شمال کی طرف گنبدی دار سفید سقف زینہ ہے جس کے نیچے میانہ میں ایک دروازہ اور اوپر زینہ کے سقف قالبوتی' تمام استرکاری۔ اس کے اندر جاتے ہی ایک دالان ہے اور شرق کی طرف تین دھن محرابی۔ اس کے اندر بطرف جنوب جائیں تو ایک اور کھڑکی مقطع باہر کی طرف جنوب رویہ۔ اس کے غرب کی طرف چند قدم جا کر ایک حجرہ۔ اس کی سقف قالبوتی گنبد نما۔ اس کے غرب کی طرف ایک اور در مع چوکھٹ چوبی۔ وہاں سے بطرف جنوب پندرہ زینے چڑھ کے اوپر جاتے ہیں۔ اس زینہ کی سقف بھی قالبوتی چونہ گچ سفید۔ اس کے اوپر دروازہ مع چوکھٹ۔ اس کے در کے اوپر گنبدی رنگین۔ اس کے اندر جنوب رویہ تھوڑی سی جگہ بے سقف۔ گرد و نواح اس کے قد (ص ۳۶۴) آدم بلند دیوار چونہ گچ' جس کے ۔نیرے سفید خط کار۔

زمین پر فرش پختہ چونہ گچ اور شمال کی طرف ایک کھڑکی مع طاق تختہ۔ باہر کی طرف اور بطرف شمال ایک دالان بنیہ گوردت سنگھ۔ اس کے شمال رویہ تین دھن چوبی مرغولی پنجرہ دار اور شرق و غرب رویہ دو کھڑکیاں۔ دیواروں پر چونہ استرکار منقش۔ چھت مسقف سرکی پوش۔ شرقی دیوار میں زینہ اوپر جانے کا۔ اس کے اوپر بھی گنبد ہے۔

بارہ زینے چڑھ کے اوپر غرب رویہ ایک اور چوبارہ۔ شمال رویہ اس کا در آمد و رفت۔

اب اس ڈیوڑھی کی منزل پائیں میں چند اشخاص سکونت پذیر ہیں۔ اگرچہ یہ مکان

Marfat.com

نزولی ہے مگر کرایہ کوئی نہیں لیتا اور اوپر والی ہر دو منزلیں خالی پڑی ہیں اسی طرح شمال رویہ صورت ڈیوڑھی ہے۔

احوال مقبرہ علی مردان خان

یہ مقبرہ عنقریب جنوب کی طرف ڈیوڑھی مذکورہ بالا کے' بڑا بلند' کھڑا ہے۔ آگے یہ مقبرہ تمام سنگ سرخ و ابری کا تھا مگر سکھوں نے براہ سنگ دل پتھر اکھاڑ لئے۔

صورت اس کی ہشت پہلو۔ چاروں طرف کے آٹھ محرابی در بڑے بڑے بلند۔ اب صرف ایک محراب جو گوشہ شرقی و شمالی میں ہے کھلا ہے اور بقیہ گلاب سنگھ پھونڈیہ نے بند کرا کے' بعہد رنجیت سنگھ' اس میں میگزین رکھا تھا۔ جو محراب کھلا ہے اس کے اندر تمام گلکاری۔ اس کے اوپر دوری جس میں کھڑکی چوبی چوکھٹ والی بے طاق نصب ہے۔ نیچے اس کے ایک دیوار بنا کے اب اس میں ایک در بوسیدہ بے طاق تختہ لگا ہوا ہے۔ اس محراب کے نیچے میانہ میں ایک کھڑکی چوبی بے تختہ مع چوکھٹ موجود۔

محراب جنوبی تمام بند اور غربی نصف نیچے سے بند کر کر چوکھٹ چوبی اور اس کے اوپر میانہ میں محرابی کھڑکی قدیمی جب مقبرے کے اندر جائیں تو ایک روشن دان نظر آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیچے اس مقبرے کے تہ خانہ ہے۔

اندر مقبرے کے آٹھوں پہلوؤں میں آٹھ دھن کلاں' دو دو درجے والے' جن میں بفراغت تمام پانچ سات چارپائیاں بچھ جائیں۔ اب باہر کی طرف سے یہ سب چونے سے بند ہیں اور اندر سے کشادہ۔ آثار ان محرابوں کا دو گز۔ چاروں طرف آٹھ محراب دو دو درجے والے۔ جو محراب غرب کی طرف ہے دھن اس کا کنگروں سے بند۔ سبحان اللہ ! اب اس میں وزیرا زمیندار نے توڑی رکھی ہوئی ہے۔

ان کے اوپر ایسے ہی اور آٹھ دھن محرابی۔ ان میں روشن دان بہت خوشنما۔ الغرض ضلع لاہور میں کوئی ایسا مقبرہ بلند نہیں کہ جس کے اتنے اتنے بڑے محراب ہوں۔ ہر محراب کے اوپر گنبدی ہشت پہلو' بلند' آٹھ آٹھ دھن والی جن کا حال نیچے تحریر ہے۔ باہر سے دو منزلہ اور اندر سے ایک (ص ۳۶۵) منزلہ' بدرجہ کمال سلیقہ دار۔ گنبد کے میانہ میں سر زمین ایک مثمن چبوترہ پختہ۔ اس پر بطرف شرق ایک قبر خشتی قائم اور دو کا نشان معلوم ہوتا ہے۔ اس کے نیچے تہ خانہ وسیع جس کی زمین پر فرش چونہ گچ اور دیواروں پر گلکاری تازہ بتازہ نو بہ نو۔ اس کے میانہ میں بھی تین قبریں خشتی چونہ گچ اور بدستور بالا چاروں طرف آٹھ دھن محرابی۔ فقط

Marfat.com

محراب طرف گنگی میں زینہ اوپر جانے کا سقف گنبد پر اور جنوب کی طرف زینہ نیچے تہ خانہ کے جانے کے واسطے موجود۔ حال زینہ بالائی یہ ہے کہ اول چار عدد زینے شکستہ پھر آٹھ زینے چڑھ کے چھ زینے شکستہ۔ پھر پندرہ زینے چڑھ کے اوپر جاتے ہیں۔ اوپر دروازہ محرابی شرق رویہ گنبد ہے۔

گرد و نواح اوپر سقف مقبرہ کے ایک ایک گز بلند دیوار مگر اب جنوب کی طرف سے قدرے گر گئی ہے۔ اوپر ہر گوشہ پر گنبڈی خوشنما۔ یہ گنبدیاں اگرچہ بنسبت گنبد میانہ کے خرد میں مگر ان میں بھی دو دو چار پائیاں باسائش بچھ جاتی ہیں۔ ارتفاع ان گنبدیوں کا سقف مقبرہ سے آٹھ گز اور گنبد کلاں ان سے دوگنا۔ اب تین گنبدیاں سالمہ موجود ہیں اور پانچ بقیہ اوپر سے مسمار سقف گنبد کلاں دو منزلہ چنانچہ گوشہ بائب کی طرف' ملحقہ گنبد' ایک زینہ اوپر منزل ثانی گنبد کو جاتا ہے۔ وہاں سے تیرہ زینے لیعنی سیڑھیاں چڑھ کے غرب رویہ گنبد ایک در محرابی بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر بطرف شرق جائیں تو میانہ میں پشت اس گنبد کی' جو قبروں پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو نظر آتا ہے' قدرے بلند اور اوپر اس کے دوسرے گنبد کی سقف۔ اس پشت گنبد کے گرد و نواح ڈیڑھ گز جگہ کھلی ہر طرف پھرنے کے واسطے ہے۔ اس گنبد پر کل پچپاس زینے زیر و بالا چڑھ کے آنا ہوتا ہے۔ آثار اس عمارت کا تین گز۔ اس جگہ پر کھڑے ہو کے اگر زمین بیرونی گنبد کو دیکھیں تو اتنا بلند ہے کہ خواہ نخواہ ہیبت آتی ہے اور اس چھت پر بھی تمام فرش چونہ گچ ہے۔ اندرونی دیواروں سے استرکاری گر گئی ہے مگر عمارت تاحال سالمہ کاملہ ہے۔

شمال رویہ گنبد' چبوترے پر ایک حوض عالیشان تھا مگر اب مسدود۔

گرد و نواح مقبرے کے گیارہ گیارہ قدم تک چبوترہ زمین میں ایک گز بلند جس پر فرش خشتی بنا ہوا ہے' موجود۔ اب لب تمرہ بوسیدہ مسمار شدہ۔

چنیت گڑھ

(ص ۳۷۰) جب یہ حکومت سے حاکماں شہر لاہور' جو یہاں تک آباد تھا' اجڑ پجڑ گیا تو فیمابین مقبرہ ہذا و ڈیوڑھی مسمی صالح زمیندار نے قریب تیس کوٹھوں کے آباد و بنا کر کے ایک گاؤں بنام نہاد چنیت گڑھ بسایا۔ اس وقت گرد و نواح اس مقبرے کے چار دیواری عالیشان دور دور تک کھڑی تھی۔ سمت ۱۸۸۰ میں بابو رائے ہندوستان سے آکر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے یہاں ملازم ہوا۔ بعدازاں شدہ شدہ جلیل القدر ہو گیا۔ اس وقت یہ موضع چنیت گڑھ' جس کا محاصل پانسو روپیہ سالانہ تھا' اس کو جاگیر میں ملا۔ اس نے یہاں کی

Marfat.com

اینٹیں اکھڑوا کر ساتوں دھن مقبرہ علی مردان خان کے بند کرائے اور صدو تھامی چوبی اس میں نصب کر کے ارادہ رکھنے میگزین کا کیا۔ اس وقت رانجھا پسر صالح یہاں کا نمبردار تھا۔ اس باب میں فیما بین اس کے اور بابو رائے کے کچھ خرخشہ ہوا اور نوبت بسرکار کار پہنچی۔ تمام زمینداران گرد و نواح نے متفق اللفظ ہو کر واویلا کیا کہ ایسے نیک نہاد امیر کبیر کے روضے کو خراب کرنا مناسب ارباب ہمت نہیں۔ اس پر مہاراج نے ممانعت فرمائی۔ رکھنا میگزین کا موقوف ہوا۔ بعد اس کے سمت اٹھارہ سو پچاسی میں گوردت نامی جرنیل فوج مصران والا' جس کی چھاؤنی شرق رویہ' مقبرہ تھی' یہاں آرہا اور اس ڈیوڑھی پر اپنی سکونت کے واسطے عمارت کرائی' جب عمارت تیار ہوئی تو وہ مہم کلو پر گیا اور قدرت الٰہی سے وہیں قتل ہوا۔ بعدہ یہ موضع بالکل ویران ہو گیا اب عرصہ تین سال سے' شرق رویہ گنبد' مسمی گھسیٹا نے وہی چنیت گڑھ پھر آباد کیا ہے۔

حال نولکھا

شرق رویہ لاہور' فرودگاہ ریلوے کے شمال کی طرف ایک باغ نواب علی مردان خان موجود ہے۔ یہ وہی نواب علی مردان خان ہے جس کا حال علیحدہ درج کتاب ہذا ہو چکا ہے۔ اب تک بارہ دری اس باغ کی عالیشان موجود ہے۔ اور ماسوا اس کے کسی کسی جگہ رواتھائے خشتی بھی موجود ہیں۔ مدت سے یہ باغ سرداران سندھا نوالیہ کے قبضے میں ہے۔ اب بباعث اس کے باغ کے تمام نواح اس باغ کا نولکھا مشہور ہے جس میں چند ماہ مزروعہ ملحقہ ہیں۔

اس نواح کا نمبردار فی الحال نبیرہ میاں نبی بخش کا ہے جس کا حال باغبانپورہ کے حال میں مفصل مندرج ہے اور مہر حافظ بخش' نائب اس کا' کارگذار ہے۔ حد اس کی موضع کھوئی میراں سے ملتی ہے۔ باغ کرپا رام و مکان دوری شاہ صاحب مقبوضہ راقم اسی کے علاقے میں ہے۔

وجہ تسمیہ اس کا بنام نولکھا یہ مشہور ہے کہ علی مردان خان مرحوم نے اس باغ کی تیاری پر نولکھ روپیہ صرف کیا تھا اور بعضے یوں بیان کرتے ہیں کہ اس وقت آمدنی اس محلہ کی نولکھ روپیہ سالیانہ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حال علی مردان خان

(ص ۶۵ خط کتاب مراۃ الہند سے حال علی مردان مرحوم کا یوں واضح ہوتا ہے کہ علی

Marfat.com

مردان خان ولد گنج علی خان ایک شخص اجلہ امرای مملکت ایران سے تھا اور شاہ طہماسپ صفوی' شاہ ایران' اس کو بالقاب بابا بلایا کرتا تھا۔ عہد شاہجہانی میں انہوں نے رجوع بخاندان چغتائی لا کر قلعہ قندھار بطور نذر پیش کیا۔ بعدازاں مراتب جلیلہ پر سرفراز ہوئے اور بڑی بڑی عمارات عالیشان ہند و پنجاب میں بنوائیں۔ چنانچہ اکثر مقاموں میں علی مردان خان کے باغ تاحال اس کی یادگار ہیں۔ جو نہر کہ درمیان دہلی اور شاہدرے کے واقع ہے اسی کی معرفت آئی تھی۔

آخر سن ایک ہزار چھیاسٹھ ہجری میں عالم دنیا سے تشریف فرمائے خلد معلی ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات ان کی میں مفتی غلام سرور خان صاحب نے یہ قطعہ موزوں کر کے بامید اندراج کتاب ہذا میرے پاس بھیجا سو بجنسہ درج ذیل ہے۔ قطعہ۔

(ص ۳۲۶) امیر صاحب دولت مشیری صاحب حشمت
ثنا گوئے علی و مرد حق آگاہ مردان خان
سفر چوں کرد زین دنیائے دوں سوے بقا آخر
ندا آمد بتاریخش کہ عالی جاہ مردان خان
۱۰۶۶

(ص ۳۸۵) احوال گنبد نصرت خان المشہورہ مقبرہ نستر خان

یہ گنبد ابو الحسن خان کے گنبد سے شرق رویہ مائل بجنوب واقع ہے۔ گرد و نواح اس کے بڑی کشادہ قد آدم سے بلند چار دیواری خشتی۔ اس چاردیواری کے غرب کی دیوار کے میانہ میں ایک ڈیوڑھی مبنیہ کورٹ صاحب۔ اس کے سر پر لب جام چار موہڑے۔ بیرونی درکلاں اس کا تو ایک منزلہ ہے جس کی سقف بھی گنبد نما ہے اور اس کے شمال و جنوبی دونوں مکان دو منزلہ بطور شہ نشین۔ اندر کی طرف دونوں بغلوں میں ڈیوڑھی کے دو زینے اوپر جانے کے جن میں سے پندرہ درجہ زینے چڑھ کے اوپر شہ نشین کے جانا ہوتا ہے۔ فقط

چار دیواری کے گوشہ بائب میں ایک برج ،عمارت مثلث۔ اس کے نیچے کوٹھا جس کا در بطرف گنگنی۔ اس کے اوپر چوبارہ جس کے گنگنی کی طرف تین کھڑکیاں مع چوکھٹ بے طاق تختہ اس کی بغل میں بطرف ایساں زینہ اوپر جانے کا۔ چار دیواری میں ایک تھڑہ مثمن جس کا ارتفاع سوا دو گز۔ اس کے میانہ میں گنبد۔ لب تھڑہ سے تا عمارت گنبد آٹھ آٹھ

Marfat.com

گز جگہ کشادہ ہے۔ غرب رویہ سے تھڑہ قدرے مسمار۔ تھڑے کے آٹھوں کونوں پر آٹھ موہڑے نشست گاہ۔ محراب موہڑے گوشہ ایساں اوپر سے بوسیدہ اس موہڑہ کے شرق و شمال کی طرف زینے پختہ چونہ گچ سفید اوپر تھڑہ آنے کو۔ آٹھوں طرف ایک ایک فٹ بلند دیوار آدھ گز آثار والی چونہ گچ۔ ان کے شرق و غرب کی طرف دو دو برجیاں تا بگردن بلند۔

یہ عمارت مقبرہ زیر و بالا اس طرح سے کہ یہ مقبرہ اندر سے ایک منزلہ اور باہر سے دو منزلہ۔ یعنی مکان میانہ کہ جس میں نیچے قبر اور اوپر گنبدی ہے ایک منزلہ اور گرد و نواح اس کے دو منزلہ یعنی نیچے محراب ہائے نواحی اور اوپر غلام گردش اور غلام گردش کے اندر باہر در ہائے محرابی' تمام خشتی' بصورت ہشت پہلو۔ آٹھوں طرف آٹھ محراب۔ کرسی گنبد کی زمین تھڑہ سے ایک فٹ بلند۔ شمالی دھن کے آگے' باہر کی طرف' بطرف شمال دو زینے اور یہ محراب ایسے کشادہ ہیں کہ جس کے اندر دس آدمی بفراغت بیٹھ سکیں۔ الغرض آٹھوں گوشوں پر آٹھ دھن محرابی اور نیرت والے دھن میں زینہ اوپر جانے کا مقام غلام گردش میں۔

(ص ۳۸۶) کورٹ صاحب نے میانہ گنبد میں چوبی سقف ڈلوائی ہے۔ اس سقف نے گنبد کو دو درجے والا کر دیا ہے۔

شمال رویہ دھن محرابی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقبرہ کے راہ آمد و رفت قدیمہ دو تھے کیونکہ اس کے آگے بھی زینہ تاحال قائم کھڑا ہے۔ محراب گوشہ ایساں کی بغل جنوبی میں زینہ اوپر جانے کا۔ در زینہ باہر سے خشتی محرابی۔ سقف اس کی استرکار گلکار۔ نیرت والے محراب میں جب کھڑے ہوں تو اس کے گوشہ شمال مائل بغرب میں اور زینہ اوپر جانے کا ہے۔ در اس زینے کا بھی محرابی' جس کا ارتفاع دو گز اور عرض بارہ گرہ۔ اس میں اوپر جانے کے واسطے اول بارہ درجہ زینہ خشتی اوپر اس کے اور دروازہ خشتی۔ اس کے اوپر آٹھوں طرف گنبد کے گرد و نواح مکان غلام گردش۔ اس غلام گردش میں آٹھ در محرابی باہر اور آٹھ بطرف اندرون' تمام سفید منقش۔ جنگلہ چوبی عرض اس کا چار گز۔ اس کی دیواروں پر نقاشی مع تصاویر جانوران۔ غلام گردش کی دیوار غربی میں زینہ اوپر جانے گنبد کا۔ اس زینے کا در بطرف کلنی۔

اس غلام گردش کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے میں زینہ جنوب رویہ اور دوسرے میں بطرف شرق ہو کر اوپر جاتے ہیں شمال رویہ سقف گنبد کا راہ ہے۔ غلام گردش کا یہ حال ہے کہ اندر کی طرف یکساں آٹھوں در محرابی اور باہر کی طرف ایک خرد محرابی اور دوسرا

Marfat.com

کلاں بشکل مربع۔ غربی زینہ سے بارہ زینے چڑھ کے اوپر سقف پر جانا ہوتا ہے۔ گرد و نواح اس سقف کے کہ جس میں گنبد کھڑا ہے تا بکمر بلند دیوار جس کا آثار ایک گز ہشت پہلو۔ ہر پہلو پر مینار۔ ان کے اوپر گنبدیاں۔ گنبدیوں میں آٹھ آٹھ در خرد۔ زینہ غربی پر چڑھیں تو اس کے جنوب رویہ' متصل گنبدی۔ ایک در جس کا رخ شمال کی طرف مع چوکھٹ چوبی بے طاق۔ اس کے اندر کورٹ صاحب نے ایک شہ نشین بنوائی ہے۔ طول اس کا آٹھ قدم اور عرض دو گز۔

جب زیر گنبد مقبرے میں کھڑے ہوں تو آٹھوں طرف آٹھ دھن محرابی' جس کے اندر باہر دھن اور بغلوں میں دو دو محراب زمین پر فرش چونہ اوپر گنبد تک سفید۔ ان آٹھوں دھنوں پر اور آٹھ دھن جن کا حال غلام گردش میں تحریر ہو چکا ہے۔ ان پر میانہ میں گنبد۔ فقط

(ص ۳۸۵) جنوب رویہ مقبرہ مسجد قدیمی وغیرہ چند مکانات بوسیدہ۔ (ص ۳۸۶) چار دیواری بیرونی کے اندر' بطرف جنوب' ایک مسجد عالیشان مع حجرہ کھڑی ہے اور ماسوا اس کے اصطبل وغیرہ اور شرق کی طرف بھی کئی کوٹھے پختہ و خام موجود ہیں۔ اس کے اندر جنوب کی طرف اور بطرف ایساں گنبد اندرون چار دیواری کوٹھے پختہ سفید کورٹ صاحب کے۔

شمال رویہ گنبد ایک چاہ کلاں' اب بے چرخ چوب۔ دیوار شمال کے میانہ میں بھی ایک اصطبل۔ اس چار دیواری کے اندر پانچ گھماؤں زمین ہے۔ اب اس میں سے دو گھماؤں میں فنا ساکن گڑھی شاہو زراعت کرتا ہے اور بقیہ بے تردد۔ فقط

(ص ۳۸۷) حال نستر خان

از روئے تحقیقات کتاب مراۃ الہند وغیرہ اشخاص معتبرین معمرین سے یہ واضح ہوا کہ خطابی نام اس کا نصرت خان اور عوام کا لانعام نے نام اس کا نستر خان مشہور کر رکھا ہے اور اصلی نام اس کا خواجہ صابر۔ قدیمی خاندانی آدمی تھا۔ پیشگاہ حضرت شاہجہان بادشاہ سے اس کو خطاب خان دوران عطا ہوا اور نیز عطائے ماہی مراتب سے سرفرازی پائی۔ بعد اس کے سن ایک ہزار ستر میں بعہد عالمگیر راہی ملک بقا ہوا اور حسب الحکم عالمگیر بادشاہ غازی کے یہ گنبد سن ایک ہزار بہتر میں تیار ہوا۔ چونکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ان کی بہت باقی تھی اس سے یہ عمارت عالیشان تیار ہوئیں۔ قطعہ تاریخ

امیر غازی میدان جنگ نصرت خان
کہ بود حملہ تیغش پلنگ مثل نہنگ

Marfat.com

چو خورد ضربہ تیغ فنا ز دست اجل
نداشد از دل سرور "امیر و نصرت جنگ"
سن ۱۰۷۰

(ص ۴۳۸) احوال مزار نواب جعفرخان مرحوم

موضع شاہو گڑھی کے شرق رویہ، بہت قریب، حجیرہ ☆ مزار جعفر خان نواب کا ہے۔ یہ جعفر خان عہد شاہجہانی میں ہفت ہزاری منصب رکھتا تھا۔ اس کے باپ کا نام کتاب مراۃ الہند سے صادق خان طہرانی معلوم ہوا تاریخ وفات اس کی ہفتم رمضان سن ایک ہزار ستر۔ عمارت موجود حجیرہ ہذا یہ ہے!

اس کے نواح میں زمین مزروعہ محمد بخش نمبردار موضع شاہو گڑھی کی زینہ۔ آمد و رفت اس کا جنوب رویہ۔ زینے کے پاس غرب و شرق رویہ ایک ایک درخت ون۔ شرق و شمال رویہ درختاں بیر۔ غرب رویہ تین درخت ون اور تین بیریاں۔ ایک گوندی۔ زینے کے نیچے چبوترہ پختہ مربع۔ اب نیچے سے دو سیڑھیاں مسمار ہو گئی ہیں۔ وہاں سے ذرا مشکل سے آدی چڑھ سکتا ہے۔ اس کے آگے نو زینے خشتی چونہ گچ سفید۔ بالائے زینہ سب سے اوپر والا زینہ قدرے کشادہ۔ طول اس کا سوا تین درعہ۔ اور عرض چھے گرہ۔ ارتفاع چار گرہ یہ زینہ دیوار جنوبی کے میانہ میں واقع ہے۔ ارتفاع اس حجیرے کا زمین سے سوا چار درعہ۔

زینہ چڑھ کے کرسی حجیرہ پر چاروں طرف چار دیواری خشتی بلند سفید چونہ گچ۔ زینے کے اوپر در محرابی قالبوتی۔ اس کے مرغولوں پر کام منوط گچ کا ہوا ہوا ہے۔ مرغولوں کے اوپر ایک کتبہ بطور طاقچہ۔ اس میں بھی کار منوط لب بام چار دیواری متصل نبیرہ۔ باہر رنگ سرخ اس میں گلکاری سفید گچ کی۔ دروازے کے غرب رویہ دیوار جنوبی تا حد غربی عمارت برابر دروازے کے تھی۔ مگر اب متصل دروازہ سے غرب کی طرف تخمیناً" دو گز دیوار اوپر سے (جس کا ارتفاع شکستگی سے دو گز ہے) مسمار ہو گئی ہے۔ بقیہ دیوار جنوبی قائم و سالم اور دروازے کا ارتفاع (ص ۴۳۹) دیوار سے ایک گز بلند۔ جب باہر جنوب رویہ کھڑے ہو کے دیکھیں تو سر زمین زینہ اور زینے کے اوپر یہ دروازہ اس کے شرق رویہ دیوار جنوبی، چار دیواری، بالائے کرسی پانچ در ہائے خرد، جس میں پنجرہ خشتی چونہ گچ موجود اور ان ہر پنج دروں میں ۲۳ - ۲۳ کھڑے خشتی۔ غرب رویہ متصل در ہذا طاق خرد جس میں بتیس

☆ حجیرہ اس عمارت خانقاہ یا مسجد یا مقبرے کو کہتے ہیں کہ جس سقف نہ ہو۔ (مولف)

Marfat.com

کھڈے خشتی' اس کے غرب رویہ بطور حجرہ اس میں دو دھن محرابی' ان میں باون باون کھڈے خشتی' میانہ میں محراب قدرے کلاں' اس کے میانہ میں بیضاوی دائرے منقش منوط' اب مرغول شرقی کا کار منوط بوسیدہ ہو گیا ہے۔

جب دروازے کے اندر جائیں تو زمین پر تمام فرش چونہ سابق اس حجرے کے چاروں طرف دیوار تھی اب حد مسجد حجرہ تک تو دیوار شمالی سالم کھڑی ہے جس میں دو در خرد کھڈے دار ہیں اور بقیہ دیوار شمالی حد مسجد حجرہ سے لے کر تا حد شرقی عہد مہاراجہ شیر سنگھ سے بصدمہ باراں گر گئی ہے۔ چنانچہ شمال رویہ حجرے کے دیوار افتادہ سالم پڑی ہوئی ہے۔ دیوار شرقی حجرہ بھی نصف شمال کی طرف سے گر گئی ہے۔ اس میں پانچ در کھڈے دار ہیں۔

میانہ حجرہ میں شرق رویہ حد مسجد دو تھڑے پختہ بوسیدہ شکستہ خشتی جس پر درخت کریر بکثرت کھڑے ہیں۔ تھڑہ شرق رویہ پر دو قبریں۔ ایک قبر چونہ گچ کاظم خان پسر جعفر خان کی اور دوسری خود نواب جعفر خان مرحوم کی تھی مگر اب گر گئی ہے۔ نام و نشان قبر کا معلوم نہیں ہوتا۔

محرابوں کے اندر بیچ میں پنجرہ ہائے خشتی اور مرغولوں پر بہردو طرف دائرہ ہائے مدورہ جن میں کار منوط گچ۔ غرب رویہ' اس کے میانہ میں' ایک محراب کلاں۔ اس کے مرغولوں پر بھی کار منوط گچ۔ سر محراب ایک کتبہ مطول۔ اس میں برنگ ہرمچی آیت الکرسی بخط عربی تحریر ہے۔ مگر اب بخوبی پڑھی نہیں جاتی۔ اس محراب کلاں کے اندر سقف محراب چونہ گچ۔ اس میں گلکاری برنگ سفید و لاجوردی بطور دائرہ ہا کوئی دائرہ مسدسہ اور کوئی مخمسہ اور سقف محراب کے نیچے' دیوار غربی کے اندر شرق رویہ' دو درجے بنائے ہوئے ہیں۔ درجہ پائیں متصلہ زمین زیر سقف محراب استرکار دیوار کے میانہ میں ایک اور محراب قد آدم بلند جس میں دو آدمی باسائش بیٹھ جائیں۔ اس محراب کے مرغولے بھی منوط کار گچ تھے مگر اب بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ محراب ہذا کے شمال و جنوب رویہ دو طاقچے مرغولی مع کار منوط گچ کار قس علی ہذا

دیوار جنوبی و شمالی زیر محراب کلاں دو طاقچے منوط کار گچ ہیں۔ شمال رویہ کی دیوار اندرونی محراب کلاں کے میانہ میں سے بالائے طاقچہ شروع ہو کر تا دیوار جنوبی محراب پر آیتیں۔ وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور

Marfat.com

کلما دخل علیھا زکریا المحراب لوجد عندھا رزقا۔ قال یا مریم انی لک ھذا قالت ھو من عنداللہ تحریر ہیں۔ جس قدر لکھی ہوئی پڑھی جاتی تھی نقل اس کی گئی اور بقیہ سے مجبوری۔ مگر اور بھی چند آیات تحریر ہیں۔ فقط

محراب کلاں کے نیچے بھی کار نقاشی و منوط۔ اس محراب کے باہر کی طرف غرب رویہ نشان محراب دیوار غربی سے باہر نکلا ہوا نظر آتا ہے۔ محراب کلاں کے جنوب رویہ جو دھن پنجرہ دار ہے اس کے اوپر ہر دو مرغول مع دائرہ ہائے مدورہ۔ اس میں خط منوط لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دو دو سطر کر کے تحریر ہے۔ (ص ۴۴۰) اس دھن پنجرہ دار کے شمال و جنوب رویہ اور در پنجرہ دار جن کے مرغول جنوبی موجود اور شمالی مسمار۔ ان میں بھی کلمہ شریف خط عربی خوشخط تحریر ہے۔ حد مسجد کے شمال رویہ بھی دو دھن پنجرہ دار ہیں۔ ان کے دونوں مرغولوں میں بھی اسی طرح کلمہ شریف تحریر۔ اس کے غرب رویہ باہر کی طرف سے، سرزمین تھوڑی تھوڑی عمارت گر گئی ہے۔

احوال مکان بھورہ یعنی تہ خانہ

غرب رویہ اس حجرے کے ایک مزار المشہور بھورہ، صورت موجودہ حال اس کی یہ ہے کہ باہر سے ایک تھڑہ خشتی، جس کا ارتفاع ایک ورعہ اور طول دس گز اور عرض ساڑھے سات گز۔ تھڑے کے چاروں طرف کنگرے خشتی بنے ہوئے ہیں۔ یہ تھڑہ نیچے سے خالی بطور تہ خانہ ہے۔

اس کے جنوب رویہ راہ آمد و رفت تہ خانہ جس کو زبان پنجابی میں بھورہ کہتے ہیں۔ اندر شمالی دیوار میں تین طاقچہ اور غربی شرقی میں ایک ایک۔ اس کے اوپر میانہ میں ایک بالشت بلند اور تھڑہ خشتی، جس کا گوشہ نیرت و بائب شکستہ ہو گیا ہے۔ اس پر دو قبریں چونہ گچ۔ غربی دیوار اس کی شکستہ۔ متصل اس کے ایک اور تھڑہ پختہ استرکار جس کے غرب رویہ دیوار محراب دار، نشان مسجد۔

حال اس کا شاہجہان نامہ محمد صالح سے یوں واضح ہوا ہے کہ مولوی صادق علی صاحب گجراتی معلم قبائل جعفر خان و خلیل اللہ خان تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو جعفر خان نے یہاں ان کو دفن کر کے تہ خانہ ہذا بنوا دیا۔ ایک قبر تو ان کی ہے اور دوسری ان کے قبیلہ کی۔ وہ بھی صاحب زادیاں رؤسا کو پڑھایا کرتے تھے۔ تاریخ وفات ان کی معلوم نہیں ہوئی۔

Marfat.com

احوال مکان بنگلہ

شمال رویہ اس کے ایک اور گنبد ہم شکل بنگلہ کھڑا ہے۔ صورت اس کی عجب' نیچے سے مربع اور اوپر سے مثلث۔ ڈھالواں گنبد ہذا سے بشکل پالکی۔ شمال و جنوب رویہ اور دو گنبد ڈھالویں برنگ سیاہ۔ چاروں طرف اس کے چار درجن کے اوپر پنجرہ ہائے خشتی نصب' اب مسمار ہوتے جاتے ہیں۔ در شرقی وا اور بقیہ تینوں مٹی سے بند۔ در شرقی کشادہ کے اوپر ایک طاقچہ۔

اندر اس کے اب کوئی قبر نہیں بلکہ اب یہ بنگلہ شامل جاہ بلاقی و بالی ساکناں گڑھی شاہو ہو کر ان کا مستعملہ ہے۔ وہ اس میں گھاس وغیرہ رکھتے ہیں۔

اور حال اس کا یہ ہے کہ بعد عالمگیر صوبہ دار لاہور نواب خلیل اللہ خان ولد میر میراں نعمت اللہ امرائے عالمگیری سے تھا (یہ وہی شخص ہے جو بحکم دارا شکوہ بہت استقلال سے عالمگیر سے لڑا اور بعدازاں حضور عالمگیر سے منصب ششش ہزاری پاکر صوبہ دار لاہور ہو کر یہاں ہی فوت ہوا) اس کے ایام نظامت میں ایک صاحب زادی اس کی مسمات موتیا بیگم دو شیزہ فوت ہو گئی تھی۔ چونکہ قابلہ تھی۔ نواب خلیل اللہ خان نے یہ مقبرہ اس کا بطور یادگار بنوایا۔

مینار شاہجہانی

اس کے شرق رویہ سڑک آہنی ملتان و مینار شاہجہانی۔ ایسے ایسے مینار بعد شاہجہانی ایک ایک فرسخ یعنی پونے دو دو کوس پر بنے تھے چنانچہ اب بھی کہیں کہیں موجود ہیں۔

(ص ۵۹۶) حال مقبرہ محمد صالح و شیخ عنایت اللہ

حضرت علی رنگریز کی خانقاہ کے شمال رویہ' بہت نزدیک ایک ٹیلے پر گنبد کمبوہاں مشہور ہے۔ اب اس میں مسٹر سیمور صاحب نے کوٹھی بنائی ہے۔

صورت اس کی ہشت پہلو چونہ گچ۔ اب رنگ اس کا سیاہ نظر آتا ہے۔ چاروں طرف اس کے باہر کی طرف' تالب' بام چار محراب کلاں ہیں اور اب ان محرابوں کے اندر زیر و بالا دو دروازے لگے ہیں۔ جنوب رویہ زینہ اوپر جانے کا۔ متصل اس کے ایک اور گنبد طولانی۔

معلوم نہیں کہ اس میں کتنی قبور تھیں۔ بوقت سیمور صاحب وہ گنبد باورچی خانہ تھا۔

Marfat.com

اب بگھی خانہ ہے۔ شکل اس کی طولانی ہر چہار بارہ در محرابی۔

گنبد کمبوؤں والے کے گوشہ ایساں میں دو چبوترے ریختہ کار موجود ہیں۔ ان پر قبور نامعلوم اسم اور گنبد کمبوؤں والے میں دو قبریں ہیں۔ ایک محمد صالح کمبوہ کی جس کی مبنیہ مسجد چینیاں والی اندر موچی دروازہ موجود ہے اور مسجد کے دروازے پر۔

بانی	این	مسجد	زیبا نگار
بندہ	آل	محمد	صالح است

بخط جلی تحریر ہے اور سن ۱۰۷۰ء یک ہزار ہفتاد ہجری۔ جس کا حال مفصل آگے تحریر ☆ ہو گا۔

دوسری قبر شیخ عنایت اللہ کی جو اس کا داماد تھا اور کتاب بہار دانش مصنفہ اس کی مشہور و معروف ہے۔ لکھتے ہیں کہ وہ کتاب بہار دانش تصنیف کر کے بحضور بادشاہ لے گیا تو بادشاہ نے بعد ملاحظہ فرمایا کہ اے عنایت اللہ مقام افسوس ہے کہ تو نے موتیوں کو رسی میں پرو دیا ہے یعنی آراستگی عبارت تو ایسی کی ہے کہ اس سے بہتر ممکن نہیں اور قصص ایسے ناکارہ ہیں کہ جن سے سوائے شہوت انگیزی اور کچھ فائدہ نہیں۔

اور گنبد ہذا مبنیہ اس شیخ عنایت اللہ کا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ محمد صالح بعد تعمیر مسجد اندرونی موچی دروازہ سن ۱۰۷۵ میں فوت ہوا۔ اس وقت شیخ عنایت اللہ نے یہ گنبد بنوایا۔ بعد اس کے سن ۱۰۸۰ میں شیخ عنایت اللہ مصنف کتاب بہار دانش بھی راہی ملک عدم ہو کر اس مقبرے میں دفن کیا گیا۔ عہد وفات ان کا عہد عالمگیر بادشاہ غازی۔ اور عہد شاہجہان میں انہوں نے خوب ترقیاں پائیں اور دفتر معلیٰ میں شیخ محمد صالح بڑے نامی صاحب دفتر تھے اور شیخ عنایت اللہ بھی باوقات مختلفہ سرفراز و مختار رہے۔ چنانچہ اب تک یہ گنبد و مسجد یادگار ان کا موجود ہے۔ اب وہاں بارام تمام صاحبان عالیشان رونق افزا ہیں۔ آئندہ کی خبر نہیں کہ کیا کچھ ہو گا۔

(ص ۵۵۸) حال مقبرہ شہزادہ پرویز بن شاہجہان بادشاہ غازی مرحوم

مقام موضع خواجہ سعید کے شمال رویہ ایک مقبرہ بلند، پختہ استرکار کھڑا ہے۔ گرد و نواح گنبد، چبوترہ قد آدم بلند خشتی مرمت طلب۔ آگے یہ مقبرہ تمام سنگ مرمر کا تھا لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ براہ سنگ دلی تمام سنگ اس مقبرہ کے اکھڑوا کر دربار امرتسر میں لے گئے۔

☆ ملاحظہ ہو باب مساجد (مرتب)

Marfat.com

یہ مقبرہ شاہزادہ محمد پرویز، خلف شاہجہان بادشاہ کا ہے۔ ارتفاع اس گنبد کا بھی مقبرہ (ص ۵۵۹) علی مردان خان سے کم نہیں۔ چاروں طرف آٹھ در بوسیدہ خرد خرد۔ سابق وہاں چوکھٹیں سنگ مرمر کی تھیں۔ اب آوارہ پڑا ہے۔

بعد شاہجہان یہاں اس نے ایک منڈوی بھی بنوائی تھی۔ اس وقت اس منڈوی کا نام پرویز آباد تھا۔ اب اگرچہ ان عمارات کا نام و نشان باقی نہیں رہا مگر تو بھی اس نواح کو اکثر اشخاص معتبر پرویز آباد کہتے ہیں۔

تاریخ وفات اس شہزادے کی سن ۱۰۸۱ ایک ہزار اکاسی ہے۔ حال تکیہ مستان شاہ و مقبرہ سید احمد علی شاہ فیل بان۔

شہزادہ پرویز

شرق رویہ موضع کوٹ خواجہ سعید کے ایک تکیہ مشہور مستان کا تکیہ ہے۔ اس میں شمال رویہ ایک گنبد مربع چونہ گچ۔ جس کے ہر پہلو میں میانہ دھن محرابی کلاں اور بغلوں میں دو دو کھڑکیاں۔ راہ آمد و رفت جنوب رویہ ایک زینہ والا اندر اس کے ایک قبر پختہ بوسیدہ۔

یہ مقبرہ سید احمد علی شاہ مہاوت کا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ حضرت فیل بان شہزادہ پرویز کے تھے۔ اور شاہان سلف کے وقت اکثر سادات عظام ؏ عہدہ فیل بانی مقرر ہوتے تھے تاکہ بے ادبی بادشاہ کی نہ ہو، کیونکہ بوقت سواری پشت فیل بان کی بادشاہ کی طرف ہوتی تھی اور یہ رتبہ خاص سادات عظام کے واسطے اس لئے ہے کہ ان کی پشت کی طرف بیٹھنے سے ان کی بے ادبی نہ ہو۔

تکیہ مستان شاہ

جنوب رویہ اس کے ایک چبوترہ تا سینہ بلند۔ جس کے گرد و نواح ایک گز بلند چار دیواری۔ چاروں گوشوں پر چار برجیاں چونہ گچ گلکار۔ سرہانے چراغدان مدور بشکل نیم گنبد جس کے جنوب رویہ پنجرہ گلی لگے ہوئے ہیں۔ در آمد و رفت جنوب رویہ چونہ گچ، گلکار۔ اوپر در کے دو برجیاں۔ آگے دو زینے پختہ۔ اندر چار دیواری کے چند درخت برنا کھڑے ہیں۔ میانہ میں رویہ قبر سفید مستان شاہ صاحب کی۔

چار دیواری مستان شاہ صاحب کے جنوب رویہ ایک دالان۔ اندر اس کے شرق و غرب میں دو کوٹھڑیاں۔

Marfat.com

یہ مستان شاہ قریشی، چشتی فقیر تھے۔ عمر ان کی ایک سو چودہ سال کی ہوئی اور ستائیس ربیع الثانی سن بارہ سو ہجری میں فوت ہوئے فقط۔ اول یہ مقبرہ ویران پڑا ہوا تھا جب مستان شاہ صاحب یہاں آئے تو آباد ہوا۔

یہ چار دیواری شہزادہ غلام محمد ایوب شاہی ان کے مرید نے بنوا دی تھی اور چاہ موجودہ رام کشن کھتری، ساکن وچھو والی، نے بنوا دیا تھا۔

چودہ بیگھہ زمین معافی مقبرہ احمد علی شاہ صاحب کے ساتھ واگذار ہے جو وارے شاہ فقیر مکان دار کھاتا ہے۔ یہ وارے شاہ ان کا خادم ہے۔ اس وارے شاہ کے دست چپ کو اس شیر نے جو اوپر دروازہ شاہ عالمی (ص ۵۶۰) کے، بعد مہاراجہ رہا کرتا تھا، چبا لیا تھا۔ وہ ہاتھ اس کا ناکارہ ہے۔ اس فقیر کی خدمت شاہزادگان ایوب شاہی کرتے ہیں۔

(ص ۶۳۵) حال روضہ مثمن نامعلوم الاسم

شہزادہ پرویز کے روضے کے مائل بشرف اور شمال رویہ موضع خواجہ سعید کے ایک مقبرہ سفید مثمن کھڑا ہے۔ لوگ اتنا بیان کرتے ہیں کہ شہزادہ پرویز ایک کنیز پر بجان عاشق تھا۔ جب وہ فوت ہوئی تو شہزادے نے یہ مقبرہ مع باغیچہ بنوا دیا۔ اب باغ کا تو نام و نشان باقی نہیں مگر مقبرہ موجود کھڑا ہے۔ الغیب عنداللہ۔

(ص ۳۶۶) حال مقبرہ کوتوال شرق رویہ کوٹھی جناب لفٹنٹ گورنر بہادر

یہ مقبرہ شرق رویہ کوٹھی جناب ممدوح اور جو سڑک ریل اسٹیشن سے میاں میر کو جاتی ہے اور اس کے شرق کی طرف بر سر بدر رو خام، بصورت مربع چونہ گچ، میانہ، خیر الامور او سطا کھڑا ہے۔

صورت اس کی یہ ہے کہ تا بکمر بلند کرسی۔ اندر باہر سے سفید چونہ گچ۔ اب باہر سے قدرے قدرے رنگ چونہ سیاہ نظر آتا ہے۔ چاروں طرف روضے کے چاروں دھن محرابی۔ اب سر زمین طرف شرق و شمال سے تھوڑی تھوڑی عمارت گر پڑی ہے۔ اندر فرش چونہ گچ۔ اس کے میانہ میں تعویذ قبر چونہ گچ، پختہ، خشتی، دھن شمالی میں نشان چراغدان مرمت طلب۔ اوپر سقف قالبوتی۔ میانہ میں گنبد مدور۔

یہ گنبد میر محمد خان عدالتی لاہور کا ہے۔ یہ پیر محمد بعد شاہ نواز خان بن نواب خان

Marfat.com

بہادر عدالتی لاہور تھا۔اس نے بحین حیات خود یہ مقبرہ اور گرد اس کے ایک باغیچہ محصر سن گیارہ سو ستر میں بنوایا تھا۔ اب فقط یہ مقبرہ باقی کھڑا ہے۔ باغ کا کوئی نشان معلوم نہیں ہوتا۔

(ص ۵۵٦) احوال مقبرہ جانی خان مرحوم

یہ مقبرہ عہد ابوالفرح احمد شاہ بادشاہ میں تیار ہوا ہے۔ پہلے یہاں باغ نواب جانی خان تھا چنانچہ جنوب رویہ مقبرہ ہذا کے تاحال ایک ڈیوڑھی اس باغ کی بطور نشان کھڑی ہے۔ اب مسمی شیرا زمیندار نے عرصہ دو سال سے وہ ڈیوڑھی سرکار سے بقیمت ایک سو ایک روپیہ خرید لی ہے۔

مقبرہ اندر باہر سے استرکار خط کشیدہ' نیچے سے استرکار اور رنگ گر گیا ہے۔ بشکل مربع ہر طرف۔ میانہ میں دھن محرابی اور بغلوں میں ایک ایک محراب۔ اوپر لب بام دوہرا گردنہ۔ اس کے نیچے پیل پایہ ہائے رنگین۔ اوپر میانہ میں گنبد جس پر لہریا کانسی کار بستی۔ اب گوشہ گنی سے قدرے گر گیا ہے۔ اندر اس کے اب شیرا زمیندار نے توڑی ڈالی ہوئی ہے۔ اور گرد و نواح اس کے وہی زراعت کرتا ہے۔

حال جانی خان

حال جانی خان کا یہ ہے کہ محمد شاہ بادشاہ نے اس کو اپنا نواب بنا کے انتظام الدولہ خطاب بخشا۔ اس کا باپ قمرالدین وزیر محمد شاہ بادشاہ کا تھا جو جنگ نادر شاہ میں بمقام کرنال گولہ توپ سے مارا گیا۔ یہ نواب جانی خان برادر کلاں میر معین الملک المشہور میر منو کا ہے۔ عہد احمد شاہی میں خطاب انتظام الدولہ پا کر وزیر مقرر ہوا تھا۔ اس وقت فیمابین نواب ذکریا ولد نواب خان بہادر ناظم لاہور اور زوجہ اس کے کی' جو ہمشیرہ نواب جانی خان کی تھی' کچھ تکرار ہوا اور بیگم مذکورہ خفا ہو کر چلی گئی۔ یہ واسطے رفع کدورت باہمی کے حسب المطلب نواب ذکریا کے یہاں آیا۔ تقدیر الٰہی نے اس کی عمر کا فیصلہ کر دکھایا چنانچہ ۳۰ رجب سن ۱۱۹۲ گیارہ سو بانویں میں فوت ہوا اور اس مقبرے میں' جو سن ۱۱۴۰ گیارہ سو چالیس میں واسطے ہمشیرہ اپنی کے بنوایا تھا۔ دفن ہوا۔

ذکر مقبرہ پیر سید سراج الدولہ گیلانی

شمال رویہ مقبرہ نواب جانی خان کے ایک اور مقبرہ استرکار برنگ سیاہ کھڑا ہے۔

Marfat.com

صورت کشید کی ڈھالویں بشکل مربع۔ در آمد و رفت جنوب رویہ۔ دیوار شرقی و غربی و شمالی میں چہار در محرابی جن میں پنجرہ ہائے خشتی استرکار لگے ہوئے ہیں۔ دھنوں کی بغلوں میں دو دو طاقچے۔ ان میں محراب بنا کے اللہ، محمدؐ، ابو بکرؓ، عمر عثمانؓ، علیؓ۔ سنگ سرخ میں کندہ ہے۔ در محرابی سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس میں چوکھٹ سنگین لگی ہوئی تھی۔

نیچے اس کے تہ خانہ۔ اس میں ایک چبوترہ خشتی جس پر تعویذ قبر۔ اس کے اوپر زیر گنبد بھی ایک تعویذ قبر سنگین تھا مگراب گر گیا ہے۔ گردو نواح مقبرے کے تھڑہ خشتی چونہ گچ۔ جنوب رویہ دروازہ تہ خانہ مگر تہ خانے میں آدمی جا نہیں سکتا۔

جمعرات کو یہاں (ص ۵۵۷) چراغ جلتا ہے۔ صاحب مقبرہ پیر سید سراج الدین گیلانی۔ تاریخ وفات دہم محرم سن گیارہ سو چالیس۔

جنوب رویہ اس کے، متصل زینہ، درخت کیکر اور ون کھڑے ہیں۔

ساکنان باغبان پورہ و زمینداران قرب و جوار ان کی کراماتیں بہت بیان کرتے ہیں چنانچہ مشفقی مہر کریم بخش یکے از قدیمی باغبان شہلا باغ بچشم خود دیدہ کہتے ہیں کہ بعہد مہاراجہ شیر سنگھ سرگباش سردار کاہنہ سنگ نے ارادہ اینٹیں اکھاڑنے کا کیا، سزا کو پہنچا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ رات کو اس مقبرے سے آواز ذکر لا الہ الا اللہ کا آتا ہے۔ بے شک یہ مکان نورانی ہے۔

حال مقبرہ حضرت شاہ بخاری

اس روضے کے گوشہ نیرت کی طرف ایک چار دیواری جس کی کرسی زمین سے ایک گز بلند ہے۔ شرق رویہ اس کے زینہ چار درجے والا۔ اس کے اوپر جا کے ایک کھڑکی خرد مع طاق تختہ چوبی اس کے اندر دیوار غربی میں ایک محراب۔ اس کے آگے تھڑہ پختہ۔ اس پر فرش چونہ گچ۔ سرہانے چراغدان۔ اس کے میانہ میں قبر حضرت شاہ بخاری کی۔ جنوب رویہ ایک اور تھڑہ۔ اس پر چند قبور بوسیدہ۔

یہ حضرت عہد محمد شاہی میں ۴ صفر سن ۱۰۵۰ فوت ہوئے۔ ہر چند تلاش کی مگر اس سے زیادہ کچھ حال ان کا معلوم نہ ہوا۔

تکیہ جیمی شاہ

اس کے باہر، گوشہ، نیرت میں، مسجد، خشتی شکستہ مع چاہ کلاں۔ اس کے شمال رویہ ایک تکیہ جیمی شاہ کا۔ اس کے شرق رویہ ایک اور چار دیواری خشتی جس کی کرسی تا بکمر بلند

Marfat.com

میں پنجرہ ہائے گلی لگے ہوئے ہیں۔ اس میں چند قبور خام' سرہانے چراغدان' ایک جیمی شاہ کی جو عرصہ پانچ سال سے ہوئی اور دوسری کرم شاہ کی جو عرصہ دس سال سے اور تیسری مستان شاہ کی جو عرصہ پانچ برس سے فوت ہوا ہے۔ یہ تینوں اس تکیے کے مکان دار تھے۔ اب یہاں جیمی شاہ کا بالکا بوٹے شاہ رہتا ہے۔

اس چار دیواری کی نیرت کی طرف ایک مسجد خشتی' مسقف' سرکی پوش' ایک در والی مع چاہ پختہ چرخی دار۔ اس کے جنوب رویہ ایک کوٹھہ مسکونہ۔ فقیر گرد و نواح درخت برنا' نیم' سکھ چین' توت' کیکر' پھروانہ کھڑے ہیں۔

ایک اور مقبرہ اور مسجد

اس کے غرب رویہ' گوشہ نیرت باغبان پورہ میں ایک اور روضہ عالیشان جس کا گنبد کاشی کار' گلکار' اس کے چاروں طرف تھڑہ خشتی۔ جس کا طول و عرض دس کروں۔ اب اس کا گوشہ ایساں قدرے گر گیا ہے۔ مگر تو بھی خوبصورت مقبرہ مربع۔ اس کے چاروں طرف دھن محرابی مرغولی۔ میانہ میں اور بغلوں میں ایک ایک محراب عمارتی۔ اندر دھنوں میں زیر گنبد' میانہ میں' محرابی در۔ بغلوں میں نشان ستون۔ اوپر متصل لب بام دوہرا گردنہ۔ اندر مقبرے کے شرقی در کے اندر جاتے ہی ایک قبر چونہ گچ۔ تعویذ بوسیدہ۔ اس کے غرب رویہ اور قبر چونہ گچ سالم۔ پھر اس کے غرب رویہ اور قبر' بلند تھڑہ چونہ گچ پر۔ اس کے غرب رویہ ملحقہ دھن غربی اور قبر چونہ گچ۔ یہ قبور نامعلوم الاسم ہیں۔

باہر مقبرہ ہذا کے تھڑہ پر بگوشہ گنی ایک اور قبر خشتی۔ راہ آمد و رفت جنوب رویہ۔ عمارت مقبرہ تمام سالم مگر تھوڑا سا گوشہ نیرت باہر سے سر تھڑہ گر گیا ہے۔ یہ قبور زنانی معلوم دیتی ہیں۔

چاروں طرف زمین مزروعہ شادی و سپاہیا و بوٹہ و کالو مع چرخ و چوب والا۔ بقدر ساٹھ بیگھ کہتے ہیں کہ کسی وقت یہاں باغیچہ تھا۔ اب معاملہ سرکار میں دیتے ہیں۔

جنوب رویہ اس مقبرے کے ایک مسجد عالیشان کھڑی ہے۔ شرق رویہ صحن مسجد میں فرش خشتی۔ عمارت اس کی شاہجہانی۔ میانہ میں ایک محراب کلاں۔ اس کی بغلوں میں بطرف شمال و جنوب دو محراب اس سے خرد۔ اوپر تین گنبد۔ اب یہ مسجد و مقبرہ نزول میں داخل ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں پہلے پہلے حسین علی خان کا تھا۔

حال اس کا کتاب مراۃ الہند سے یوں معلوم ہوا ہے کہ حسین علی خان ولد عبداللہ خان سادات بارہ میں سے اولاد پیر ابو الفرح واسطی سے تھا۔ آخر بعہد عالمگیری رفعت شاہی

Marfat.com

سے سرفراز ہوا۔ یہ شخص بڑا امیر' بہادر' نامی گرامی تھا۔ بعدازاں عہد فرخ سیر میں امیر الامراء ہفت ہزاری صوبہ دار دکن ہوا اور بیوم چہار شنبہ ششم ذی الحجہ سن ۱۱۳۳ گیارہ سو تینتیس ہجری میں براہ دکن میر حیدر علی کاشغری کے ہاتھ سے شہید ہوا۔

کتاب مراۃ الہند میں لفظ شہید بہ نسبت اس کے تحریر ہے مگر میں اس کو شہید نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ ہوتا ہے جو کافر کے ہاتھ سے مارا جائے یہ تو ایک سید کے ہاتھ سے مارا گیا ہے۔ الغیب عنداللہ

چونکہ یہ مقبرہ اسی باغ کی حد میں ہے عجب نہیں کہ اس میں اسی کے لواحقین کی قبور ہوں۔

(ص ۳۷۰) احوال مقبرہ بہادر خان مرحوم

یہ مقبرہ شمال رویہ سڑک آہنی امرتسر (جہاں پر سر نہر آہنی پل باندھا ہوا ہے) اور بطرف گوشہ گلنی مقبرہ نصرت خان المشہور نستر خان (جو لاہور سے بفاصلہ تین میل شرق رویہ واقع ہے) موجود اس میں صاحبان عالیشان نے بوقت تیاری چھاؤنی میاں میر کے ناچ گھر بنایا تھا۔ اب اس میں سپاہیان و بیلداران ملازمان ریلوے رہتے ہیں۔

گرد و نواح مقبرہ ہذا کے چبوترہ خشتی ہشت پہلو' جس کی اوپر فرش خشتی ٹکڑے دار ہوا ہوا ہے' موجود۔ ارتفاع اس چبوترے کا دو گز۔ اب تھڑہ گوشہ نیرت سے قدرے گر گیا ہے۔ تھڑہ ہشت پہلو۔ ہر پہلو کا طول سولہ گز۔ پس سولہ آٹھ ایک سو بیس ہوتا ہے۔

اس تھڑہ کے میانہ میں گنبد عالی شان بڑا بلند۔ فاصلہ دیوار گنبد کا لب تھڑہ سے سوا دس گز۔ مقبرہ بھی ہشت پہلو۔ ہر پہلو کے باہر کی طرف ایک ایک محراب کلاں۔ ہیئت بیرونی گنبد یہ ہے کہ آٹھوں طرف آٹھ محراب کلاں ہیں۔ ان کے اندر دو درجہ۔ ایک درجہ پائیں اور دوسرا بالائی۔ اندر آٹھوں طرف مقام غلام گردش درجہ تحت کی عمارت بیرونی اندرونی ریختہ کار اور درجہ بالائی کی' جس کے (ص ۳۷۱) اندر غلام گردش' استرکار منقش۔ ہر محراب میں زیر و بالا دو دو در۔ در پائیں والا محرابی مرغولی اور بالائی فقط محرابی۔ در بالائی کے نیچے تا در پائیں ہر محراب کی بغلوں میں طاقچے عمارتی بنے ہوئے ہیں۔ اب تمام در پائیں والے اینٹوں سے بند مگر فقط گوشہ گلنی میں چوکھٹ چوبی مع انگریزی طاق تختہ لگی ہوئی ہے۔ ارتفاع ہر محراب کا پونے پانچ گز اور عرض سوا دو گز۔ ان محرابوں کی بغلوں میں اور نیز سر پر نشان طاقچہ ہائے عمارتی۔ جنوب رویہ تھڑہ چھ درجہ زینہ خشتی جس کے شرق و غرب کی طرف دیوار تا سینہ بلند پیچیدہ۔ ہر درجہ زینہ کا طول پونے تین گز اور

Marfat.com

عرض آدھ گز۔ فقط

تقسیم عمارت و قطع اندرون یوں ہے کہ ہر در پائیں والا کے اندر فرش خشتی۔ سقف قالبوتی۔ اندر کی طرف اور محراب تا درجہ غلام گردش۔ اس کے نیچے دوسرا در محرابی مرغولی۔ ہر در کا عرض اڑھائی گز اور طول دو گز۔

بالفعل اندر مقبرے کے کوئی قبر موجود نہیں۔ سابق میں صرف ایک قبر' نواب خان بہادر خان سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھی۔ اندرون گنبد زیر و بالا آٹھ آٹھ محراب۔ بوقت تجویز تعمیر ناچ گھر شرق کی طرف سے دو در محرابی زیر و بالائی گر کر شرق رویہ مکان طولانی' جس کی سقف ڈھالویں ہے' بنایا گیا ہے جو اب تک موجود ہے۔

سقف گنبد کے میانہ میں ایک سوراخ مدورہ کشادہ۔ اس سوراخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گنبد بھی اندر سے دو منزلہ اور باہر سے ایک منزل والا ہے۔ اس گنبد کے اوپر جانے کے واسطے دو زینے ہیں۔ ایک بطرف غرب اور دوسرا بطرف گوشہ ایساں۔ اب غربی جاری اور دوسرے نصف مسمار و نصف خراب۔ ارتفاع گنبد ہر طرف سے دو منزلہ۔ منزل اول تو مذکورہ بالا ہے اور منزل ثانی بطور غلام گردش ہر چہار طرف۔

حال اس کا یہ ہے کہ محراب غربی پائیں والا سے جو زینہ اوپر جانے کا ہے اس پر در محرابی خشتی۔ چودہ درجہ زینہ چڑھ کے اوپر غلام گردش میں جاتے ہیں۔ محراب شرق رویہ کشادہ۔ صورت زینے کی یہ ہے کہ شمال کی طرف سے شروع ہو کر اوپر غرب رویہ جا ملتا ہے اور ۴۴ زینے چڑھ کے اوپر جانا ہوتا ہے۔ اس زینے کے سقف پر گنبدی اور بالائے سقف گنبد آٹھوں کونوں پر آٹھ گنبدیاں مثمنہ تھیں جن میں سے اب سات موجود ہیں۔ گنبدی گوشہ ایساں بباعث بنانے مکان طولانی کے' واسطے ناچ گھر کے' گرائی گئی ہے۔ ہر گنبد کی کرسی سقف سے ڈیڑھ گز بلند ہشت پہلو۔ جس کے ہر پہلو پر ایک ایک در محرابی مرغولی اور ہر در کا عرض باہر سے ایک ایک گز۔ اس حساب سے دور ہر گنبدی کا آٹھ گز اور اندر جائے نشست ہر گنبدی کا پونے تین گز۔ ارتفاع ہر در کا پونے دو گز۔ اوپر دروں کے گردنہ خشتی ہشت پہلو۔ ہر پہلو کے نیچے دو دو (ص ۳۷۲) پیل پایہ اس پر گنبد گنبدی اور میانہ میں گنبد مقبرہ چونہ گچ اب برنگ سیاہ۔ درجہ ثانی اس گنبد کا اندر سے ریختہ کار بے استرکار۔ پشت گنبد پائیں خشتی۔ طول و عرض اس درجہ میانہ گنبد کا سوا دس گز اور مکان مدورہ اندرونی گنبد ۳۳ گزھ۔ اوپر آٹھوں طرف لب سقف دیوار تا بکمر بلند اور ہر پہلو میں پرنالہ آب ریز۔ برجی گوشہ بائب کے نیچے زینہ غلام گردش والا۔

Marfat.com

جبوترہ نواحی گنبد پر اکثر درخت کیکر و بیر زمین متعلقہ نور پور میں کھڑے ہیں۔

(ص ۳۸۹) حال عمارت حجیرہ سید رحمت اللہ

جو نیماہین بیگم پورہ اور شالامار اور مقبرہ سلطان بیگم کے شرقی و شمالی میں واقع ہے۔ عمارت اس حجیرے کی چونہ گچ پختہ اور دروازہ قالبوتی غرب رویہ' جس کے آگی دو زینے پختہ چاروں طرف دیوار قد آدم بلند۔ دیوار جنوبی و شرقی و شمالی میں پنجرہ ہائے خشتی نصب ہیں۔ میانہ میں دو قبریں چونہ گچ۔ ایک سید رحمت اللہ صاحب چشتی اور دوسری ان کے صاحب زادے سید برکت اللہ صاحب کی۔

یہ سید رحمت اللہ صاحب پیر نواب عبدالصمد خان کے تھے انہوں نے سن ایک ہزار ایک سو بیس میں وفات پائی۔ نواب صاحب نے یہ مقبرہ بنوا دیا۔

اب اس حجیرے کے جنوب رویہ ایک کوٹھہ کھنگروں کا بنا ہوا ہے جس میں گلاب شاہ نامی فقیر عرصہ پینتیس سال سے رہتا ہے غرب رویہ اس حجیرے کے ایک دالان بے سقف کھڑا ہے۔ یہ شاید کسی بارہ دری کا در ہے۔ اس کے شرق میں ایک کوٹھہ کبوتروں کا گلاب شاہ نے بنوایا ہے۔ اس حجیرے میں چمگادڑ بکثرت رہتے ہیں اور جو کوٹھہ کھنگروں کا ہے اس کے شرق رویہ ایک دیوار تین دھن محرابی والی کھڑی ہے۔

حال بارہ دری عمارت قدیمہ

اس حجیرے کے شمال رویہ مایل بغرب ایک بارہ دری عالیشان پختہ' جس کے چاروں طرف بارہ در محرابی قالبوتی اور ہر دھن میں ستون مرغولی۔ خشتی کھڑے ہیں' موجود ہے۔ اس کے میانہ میں ایک چبوترہ مربع جس کے چاروں گوشوں پر چار ستون مرغولی محرابی خشتی چونہ گچ۔ یہ بارہ دری بڑی خوشنما' تاحال تمام سالم کھڑی ہے۔ سقف اس کی مسقف مرتبہ سرکی پوش۔ اب تمام درہائے غربی و شمالی اینٹوں سے بند ہیں مگر شرقی میانہ دھن بلند اور دو کھلے اور اسی طرح جنوبی۔

میانہ تھڑہ پر قبر کسی ملازم نواب کی تھی۔ اب کما نمبردار بیگم پورہ نے اس میں کھرلی بنا کر بیل باندھے ہوئے ہیں۔ مقام عبرت ہے کہ اولاد نواب خان بہادر مرحوم موجود مگر بباعث ناداری ان مقامات پر قبضہ نہیں کر سکتے نہ اس قدر ان کے پاس طاقت ہے کہ قیمت مکان مقرر کر کر دیوانی میں نالش کریں اور نہ ایسے عقلمند ہیں کہ بلا نالش کوئی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

Marfat.com

احوال مقبرہ شرف النساء بیگم

سلطان بیگم کے مقبرے کے شمال رویہ ایک مقبرہ سرو والا مشہور موجود ہے۔
مقبرہ مربع بہت اونچا بلند چلا گیا ہے۔ اول سر زمین سے دو قد آدم بلند عمارت خشتی سادہ۔ اس کے اوپر چاروں طرف تالب گنبد کانسی کا کام۔ ہر گوشے میں چار چار نقاشی سرو کانسی کار چینی۔ غرب رویہ ایک در محرابی۔
حال اس کا یہ ہے کہ بی بی شرف النساء بیگم ہمشیرہ حقیقی نواب (ص ۳۹۰) خان بہادر نے اپنے جیتے جی یہ مقبرہ بنوایا اور ہر روز ایک گھنٹہ بعد نماز پیشیں قرآن شریف لے کر یہاں آبیٹھتی تھے۔ بعد تلاوت آپ تو اٹھ جاتی مگر قرآن شریف اپنا مع شمشیر یہاں رکھ جاتی تھے۔ چونکہ یہ گنبد بڑا بلند بے زینہ تھا اس واسطے وہ بیگم زینہ چوبی رکھ کر اوپر جاتی تھی۔ جب وہ فوت ہوئی تو اس نے وصیت کی کہ میری قبر اسی مقبرے میں ہو اور بالائے قبر میرا قرآن شریف مع شمشیر رکھا جائے چنانچہ دونوں چیزیں قبر پر رکھی گئیں اور وہ مقبرہ بھی بے زینہ رکھا گیا اب بعد سکھاں سکھوں نے وہ قرآن اور شمشیر مقبرے سے نکالی۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ قرآن شریف اور شمشیر بڑی قیمتی تھی۔ فقط
اس مقبرے سرو والا کے گوشہ شرقی و شمالی میں ایک حوض بڑا کشادہ موجود ہے جس کے دو درجہ ہیں۔ باہر والے درجے کی دیوار تا بکمر بلند اور میانہ آدھ گز۔ تمام چونہ گچ۔ اس کے میانہ میں ایک فوارہ شکستہ۔ جنوب رویہ اس تالاب کے بارہ دری تھی۔ وہ اب بوسیدہ ہو کر کھنڈر ہو گئی ہے۔
یہ تالاب خشت فروش اکھاڑنے لگے تھے مگر اولاد نواب خان بہادر سے احمد بیگ نے عرضی سرکار میں دے کر واگذار کرایا اور ایسا ہی ایک اور تالاب اس تالاب کے شمال رویہ ویران پڑا ہے۔

(ص ۵۴۱) احوال مقبرہ مرزا قلی بیگ

شرق رویہ کوٹھی مسکونہ صاحب کمشنر بہادر اور کلب گھر کے خاص گوشہ نیرت میں اور مزار حضرت حسو بطرق لگتی ایک مقبرہ ہشت پہلو قدیمی واقع ہے۔ گرد اس کے چبوترہ خادم مدور، بوسیدہ۔ اس پر مقبرہ۔ آٹھ دروازے محرابی قالبوتی والا۔ ہر دروازے کے اوپر محراب دار کھڑکی۔ اب جنوبی اور شمالی دروازہ کھلا ہے اور بقیہ بند مٹی سے۔ بباعث بے خبری کے شکست و ریخت اس کی ایسی ہو گئی ہے کہ در کلاں اور کھڑکیاں ایک ایک ہو گئی ہیں۔ ہر

Marfat.com

دروازہ کے اوپر زیر کھڑکی بخط عربی کچھ تحریر تھا' مٹ گیا ہے۔ مگر گوشہ شرقی و جنوبی کے دروازہ کے اوپر قال اللہ پڑھا جاتا ہے۔

دروں کے اوپر جو کھڑکیاں ہیں ان کے دو محراب ہیں۔ ایک ایک حلقہ مدور دونوں طرف ہے جس پر گلکاری ہوئی ہوئی ہے۔ بالائے دریچہ کے پھر دو طرف مدور حلقہ۔ ان میں لفظ اللہ چونہ میں بخط عربی تحریر ہے۔

(ص ۵۴۲) جب زینہ رکھ کے بخوبی دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ محراب شرقی کے چاروں حلقہ مدور میں تو گلکاری ہوئی ہوئی ہے اور محراب شرقی اور شمالی کے درمیان دو محرابوں میں بھی کچھ تحریر تھا مگر اب وہ شکستہ ہو کر پڑھا نہیں جاتا۔ اوپر محرابوں میں ہر دو طرف اللہ اور شمال در کے محرابوں میں گلکاری۔ گوشہ شمالی و غربی میں پھر دو حلقہ اللہ اللہ۔ اور محراب غربی کے مرغولی میانہ میں یہ تحریر ہے۔

کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

اور بطرف جنوبی محراب میں

نادعلیا مظہر العجایب تجدہ عونا لک فی النوایب

تحریر ہے اور بقیہ در مدورہ بوسیدہ ہو گئے ہیں۔

(ص ۵۴۱) مقبرہ بڑا عالیشان ہے۔ کبھی یہ مقبرہ تمام سفید چونہ گچ ہو گا اب سیاہ ہو رہا ہے۔ حال اس مقبرہ کا زبانی سید شہسوار صاحب سجادہ نشین شیخ صابر صاحب سنا گیا ہے کہ مرزا بہادر علی' نبیرہ پیر عزیز مزنگ' جس نے موضع مزنگ متصل لاہور بسایا ہے بحین حیات خود بیان کرتا تھا کہ یہ روضہ ہمارے بزرگوں کا ہے اور اس میں قبر مرزا قلی بیگ اور دوسری اس کے بیٹے نامعلوم الاسم ہے۔ (ص ۵۴۲) یہ قلی بیگ قوم کا مغل امیر شاہجہانی تھا۔ فقط ☆

☆ حاشیہ طابع۔ چشم کشا صنع الہی ببین

اب بوقت انطباع کتاب ہذا کسی صاحب نے وہ مقبرہ سرکار سے خرید کر گرانا شروع کیا ہے مگر عمارت ایسی پختہ ہے کہ ایک اینٹ بھی سالم نہیں اکھڑتی۔ دو مہینے سے قلی لگے ہوئے ہیں مگر ابھی تک بھی نہیں گرا۔

Marfat.com

(ص ۱۹۷) حال مقبرہ واجد شاہ شہید

جنوب رویہ کوٹھی جناب کپتان ہال صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لاہور' جو سڑک فیروز پور اور جیل کو جاتی ہے' متصل پل جو بڑا اونچا ہے اور زیر سڑک میاں میر واقع ہے اور پل کے دو در واسطے آمد و شد اشخاص کے جو موضع مزنگ وغیرہ کو جاتے ہیں مبنیہ سرکار' واقع ہے۔ اس پل کے شمال رویہ ایک مقبرہ ہشت پہلو' چونہ گچ' اب رنگ گنبد سیاہ ہو گیا ہے۔ اور لب بام گنبد چند نقش اور کبوتروں کے چھوٹے چھوٹے کھڈے دکھائی دیتے۔

یہ مقبرہ واجد شاہ شہید کا ہے۔

ساکنان گرد و نواح بیان کرتے ہیں کہ بعد شاہجہان یہ مقبرہ بنا ہے۔ اندر اس کے قبر خام نظر آتی ہے اور پختہ قبر مسمار ہو گئی ہے۔ مفصل حال اس کا بجز اس کے دریافت نہیں ہو سکتا ☆

حال شبد والا

شمال رویہ اس مقبرہ کے ایک چار دیواری مع چاہ و درخت بڑھ موجود ہے اور اس میں ایک چھوٹا سا گنبد سفید شبد والا کا ہے۔ اس میں سادہ ہندو فقیر سنیاسی مقیم ہیں اور گوپال گرو ان کا سرپرست ہے۔ متصل گنبد شبد والا دو تین کوٹھیاں پختہ ہیں اور چاہ رواں۔ یہ نیا مکان بنا ہے۔ اور غرب رویہ اس شبد والا کے ایک سادہ ٹیلہ پر بنی ہوئی ہے۔ حال اس سادھ کا یہ ثابت ہوا کہ بعد نواب میر منو جو سکھ لوگ قتل ہوتے تھے تو ان کی لاشیں سو سو دو دو سو یکجا کر کر گاڑ دی جاتی تھیں۔ یہاں بھی بہت سے سکھوں کا مدفن ہے۔

یہ سادھ بعد مہاراجہ صاحب بنی ہے اور دیوان جو الاسہائے صاحب مشیر اعظم جموں کا کل خاندان' قوم نندہ' اس جگہ کو معبد جانتے ہیں بلکہ جب کسی کا شگون چولا ہوتا ہے تو وہ ضرور یہاں آکر شگون ادا کرتا ہے اور کچھ نذرانہ چڑھاتا ہے۔ فقط

☆ حاشیہ ۔ سبحان اللہ قدرت قادر بے چون کہ اب بوقت انطباع کتاب ہذا یہ مقبرہ کشمیریوں نے سرکار سے بقیمت ایک سو روپیہ خریدا ہے اور اب واسطے خشت فروشی کے اس کو گرا رہے ہیں۔ بلکہ اب نام و نشان اس کا دور ہو گیا ہے (طابع اول)

Marfat.com

خاتمہ

از قلم فضل الدین صحاف لاہوری

تحقیقات چشتی ایک عمدہ کتاب ہے' نسخہ نایاب ہے' جامع احوال بزرگان ہنود و اہل اسلام ہے' منظور خاطر خاص و عام ہے۔ چاروں طرف لاہور کے جس قدر مزار ہیں' بزرگان سلف کی یادگار ہیں' ان سب کے حالات آغاز سے انجام تک' ابتدا سے اتمام تک فخر الشعرا' شرف العلماء' علامہ ہمہ دان' فہامہ نوشتہ خوان' مولوی اجل' فاضل اکمل' معدن علم' مرجع ارباب حلم' جامع فروغ و اصول' مجمع معقول و منقول' مصدر نیکوئی و نیکو سرشتی' مولوی نور احمد چشتی لاہوری نے بکمال محنت و جانفشانی و غایت تردد و سرگردانی حسب الحکم معدلت گستر جناب کولد سٹریم صاحب اسسٹنٹ کمشنر کے درج فرمائی اور بہت صفائی کے ساتھ ایک آئینہ جہاں نما روشن کیا۔

عبارت اس کی عام فہم' خاص پسند' مضامین اس کے بہت بلند۔ صلح کل کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک مذہب والے کی قدر و منزلت کی رعایت ہے۔ کہیں تو صحیح حالات ہیں۔ کہیں اشعار آبدار ہیں۔ کہیں شجرہ ہائے سلسلہ دار ہیں۔ جو کہ آج تک کتاب جامع تشریح و حاوی تفصیل حالات مکانات قدیمہ لاہور نے تصنیف اور نہ مطبوع ہوئی تھی۔ اس واسطے یہ کتاب ایک مجموعہ فیض عام و فائدہ تمام تصور کر کے مطبع کوہ نور لاہور میں مطبوع ہوئی۔ لیکن افسوس ہزار افسوس کہ قبل از اختتام خود مصنف صاحب کا بمرض ہیضہ وبائی "آناً فاناً" میں خاتمہ بالخیر ہو گیا۔ خدا مغفرت کرے۔

امید ہے کہ شائقین باتمکین و ناظرین ندرت آئین جب اس کی سیر فرمائیں اور حظ اٹھائیں مصنف صاحب کی روح کو فاتحہ خیر پہنچائیں۔

اور مصنف صاحب کی تصانیف سوائے اس تحقیقات چشتی کے اور بھی الموسوم بہ تحفہ چشتی و یادگار چشتی صفحہ روزگار پر یادگار ہیں۔ وہ بھی نہایت عمدہ کتابیں بمضامین دل پسند و عبارات ارجمند ہیں۔ غرض کہ ذات بابرکات مولوی صاحب کی ایک مغتنمات زمانہ سے تھی۔ فقط

از بندہ فضل الدین صحاف لاہوری

تاریخ اختتام از مفتی غلام سرور

عجب   چھپ   کے   یہ   تحقیقات   چشتی

Marfat.com

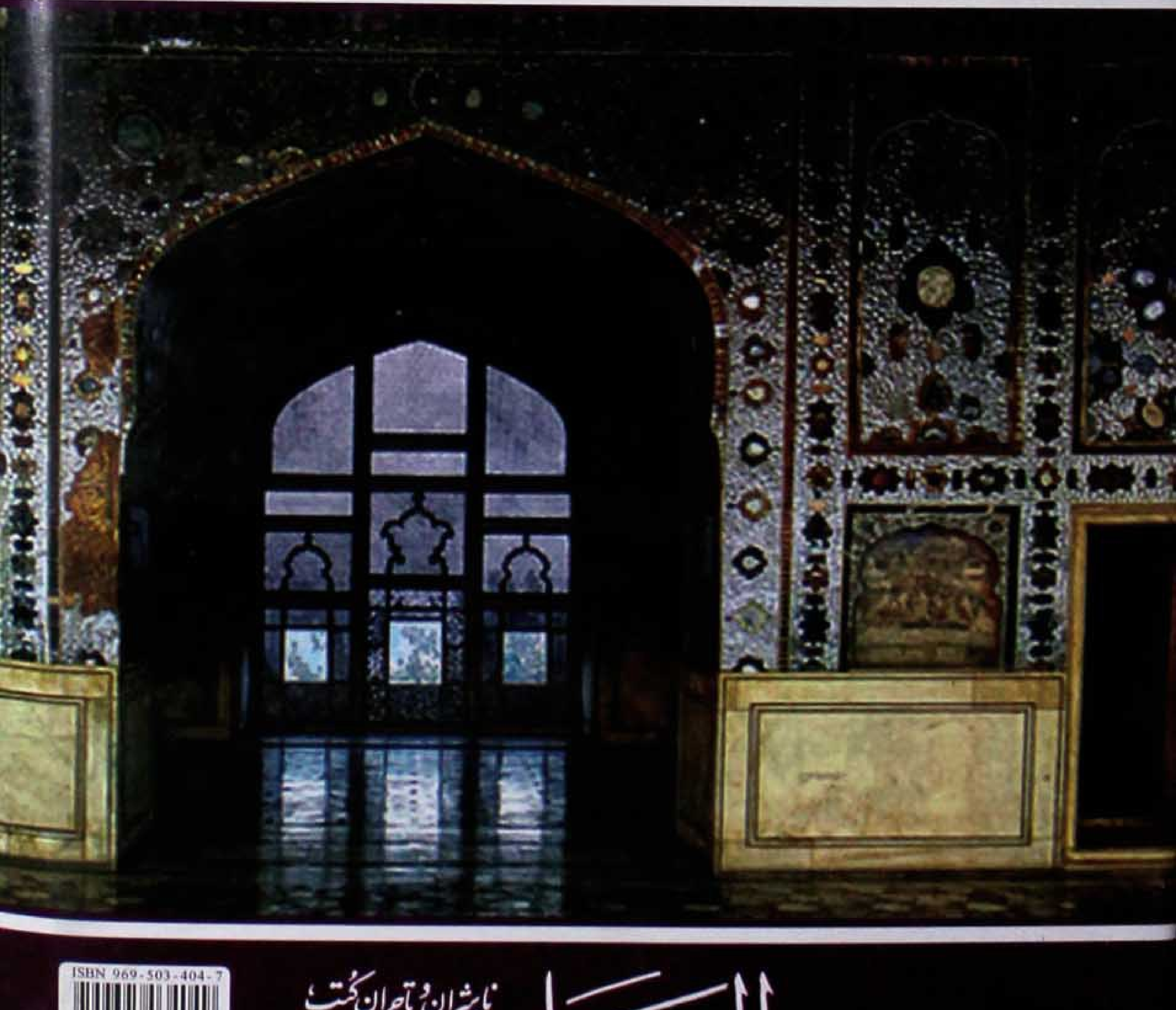

ISBN 969-503-404-7

9789695034049

الفیصل

ناشران و تاجرانِ کتب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور